دفاع اہل سنت والجماعت

جلد سوم

مصنف

علامہ ساجد خان نقشبندی

مدظلہ

اہل السنّۃ والجماعۃ کی عبارات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل پہلا مکمّل انسائیکلو پیڈیا

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(جلد ثالث)

مؤلّف

مناظر اہل السنّت استاد الحدیث

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

استاد الحدیث جامعہ دار العلوم رحمانیہ کراچی / جامعہ مدنیہ نیو کراچی / استاد تخصص مدرسہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ تیسر ٹاون

امام وخطیب جامع مسجد علامہ شبلی نعمانیؒ

باهتمام

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

تفصیلات

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب : دفاع اہل السنّۃ والجماعۃ (جلد ثالث)

مؤلف : مناظرِ اہل السنّۃ حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

نظرِ ثانی : مولوی محمدؐ صاحب (متعلّم درجہ دورہ حدیث)

باہتمام : حضرت مولانا سمیع الدین صاحب حفظہ اللہ

کمپیوٹر ورک : عبداللہ رحمانی، مہاراشٹر الہند

تعداد اشاعت : گیارہ سو (۱۱۰۰)

سنِ اشاعت : صفر ۱۴۴۶ھ، مطابق اگست ۲۰۲۴ء

صفحات : ۸۵۱

شعبہ نشر و اشاعت : جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

پاکستان میں ملنے کا پتہ

مکتبہ عزیزیہ سلام مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 03002343814

ہندوستان میں ملنے کا پتہ

مکتبہ فاروق شاملی (7409790171)

مکتبہ صفدریہ دیوبند

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	میرا درد دل	۱۰
۲	اہل بدعت کا اہل سنت سے اختلاف بغض کی بنا پر	۱۰
۳	حسام الحرمین اور آل بدعت کی دورنگی	۲۲
۴	بریلویت اور ختم نبوت کا انکار	۲۳
۵	کیا مولانا سعید اسعد نے رجوع کرلیا تھا؟	۲۵
۶	علامہ سعید اسعد کے موقف کا منصفانہ جائزہ	۲۵
۷	البطش علی اللبس	۲۹
۸	مولوی سعید اسعد کی ایک اور منافقت	۳۵
۹	مولوی سعید اسعد کے بھائیوں کی منافقت	۳۵
۱۰	آل بریلویہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ جانوروں سے تشبیہ دینا	۳۶
۱۱	حفظ الایمان کے حوالے سے ایک کاظمی مغالطہ	۳۷
۱۲	خلف وعید اور جعلی فتوے	۳۸
۱۳	براہین قاطعہ کے متعلق ایک لاجواب سوال	۴۰
۱۴	دیگر چند مسائل اختلافیہ	۴۱
۱۵	حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر اور منافقانہ رویہ	۴۱
۱۶	پوری رضاخانیت کو چیلنج	۴۱
۱۷	خدارا! کوئی تو خان صاحب کا ایمان بچائے	۴۴
۱۸	حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا مسئلہ	۴۵
۱۹	مسئلہ مغفرت ذنب	۴۷
۲۰	مسئلہ امکان کذب	۴۸
۲۱	ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کردے	۴۹
۲۲	تحذیر الناس کے حوالے سے ایک منافقت	۵۰
۲۳	حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گستاخی اور رضاخانی منافقت	۵۷
۲۴	پارلیمنٹ میں تحذیر الناس اور رضاخانی	۶۵
۲۵	احمد رضاخان کے فتوے کے متعلق دورنگی	۶۵
۲۶	رحمۃ للعالمین اور رضاخانی منافقت	۶۷
۲۷	والدین مصطفی ﷺ اور رضاخانی منافقت	۶۸
۲۸	مسئلہ بشریت اور رضاخانی منافقت	۷۰
۲۹	مفتی شریف الحق رضاخانی کی کذب بیانی	۷۱
۳۰	حضور ﷺ کو بھائی کہنے اور رضاخانی منافقت	۷۲
۳۱	پوری رضاخانیت کو چیلنج	۷۳
۳۲	نبی کریم ﷺ کا متصف بحیات ذاتی ہونا	۷۴
۳۳	تعصب کی انتہاء کا اندازہ اس سے لگائیں	۷۵
۳۴	علماء دیوبند کے تعصب میں اپنے مشایخ کا انکار	۷۶
۳۵	علماء دیوبند کے کامل مومن مسلمان ہونے پر دونئی شہادتیں	۷۹
۳۶	نواب احمد رضاخان اویسی فتوے کی زد میں	۸۲
۳۷	دورنگی کی ایک اور واضح مثال	۸۲
۳۸	علماء کی تائید اور منافقت	۸۳
۳۹	اس منافقت پر بھی غور کریں	۸۳
۴۰	دیوبندیوں سے تعلقات اور رضاخانی منافقت	۸۴
۴۱	عبارت بدلنے کا مطالبہ اور پھر منافقت	۸۶
۴۲	تحریفات کے حوالے سے رضاخانی منافقت	۸۶
۴۳	نواب احمد رضا کے تعصب پر ناقابل تردید دلائل	۸۷
۴۴	عبارات اکابر کا تصفیہ اور حسام الحرمین رضاخانی	۸۷
۴۵	اہل انصاف متوجہ ہوں	۹۴

نمبر	عنوانات	صفحہ
۴۶	رضاخانیوں کا اہل سنت سے اختلاف بر بنا تعصب ایک اور انداز	۹۶
۴۷	حضرت شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ	۱۰۲
۴۸	اسی حوالے سے ایک اور طرز	۱۰۵
۴۹	آل رضا کے فتوے نفس پرستی پر نا قابل تردید دلائل	۱۱۱
۵۰	کفر کے فتووں کے متعلق رضاخانی بے احتیاطی	۱۱۳
۵۱	ہمارے اکابر کو رجوع نہ کرنے کا طعنہ دینے والے	۱۱۹
۵۲	ایک اور دلچسپ سوال	۱۲۱
۵۳	کیا تاریخ میں پہلی دفعہ علماء دیوبند پر فتوے لگے؟	۱۲۲
۵۴	فرعون اور ابن عربی کی تکفیر	۱۲۵
۵۵	ابن منصور حلاج کی تکفیر	۱۳۱
۵۶	خلاصہ کلام	۱۳۵
۵۷	ایک ممکنہ تاویل	۱۳۶
۵۸	عبارات کے حوالے سے ایک دفعہ پھر دعوت	۱۳۸
۵۹	نواب احمد رضاخان کے اصول تکفیر	۱۳۹
۶۰	مصباحی ورامپوری حضرات کیلئے حوالے	۱۴۸
۶۱	اہل سنت کا اہل بدعت سے اختلاف اصولی ہے	۱۵۰
۶۲	سنی بریلوی اتحاد اور چند گذارشات	۱۵۱
۶۳	گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے کی وضاحت	۱۸۷
۶۴	گستاخانہ عبارات میں احتمال ہو تب بھی کفر	۱۹۷
۶۵	علماء دیوبند کی عبارات کو قادیانی عبارات پر قیاس	۲۱۲
۶۶	من شک فی کفرہ وعذابہ کے قاعدہ پر ایک نظر	۲۱۵
۶۷	آخری بات	۲۲۵
۶۸	دیوبندی بریلوی اختلاف سے مشترکات تک	۲۲۸

باب دہم

نمبر	عنوانات	صفحہ
۶۹	اکابر دیوبند پر فحش بے ہودہ اعتراضات کا جائزہ	۲۴۸
۷۰	**اعتراض ۱۸۶:** عورت کی فرج سے روٹی لگائی	۲۴۹
۷۱	**اعتراض ۱۸۷:** نام نہاد حوروں سے زنا معاذ اللہ	۲۵۲
۷۲	**اعتراض ۱۸۸:** بانسری والی حکایت	۲۵۵
۷۳	**بریلوی کتب کی حکایات پر ایک نظر**	۲۵۶
۷۴	معیّن مقام سے کیوں آیا؟	۲۵۶
۷۵	تیل لگایا تاکہ آپ کو درد نہ ہو	۲۵۶
۷۶	شوق ہو تو دکھادوں؟	۲۵۶
۷۷	میرے باپ کے نیچے تیری ماں	۲۵۶
۷۸	وہابن کا ایمان کیسے معلوم کریں؟	۲۵۷
۷۹	تیری ماں سے نکاح کا خیال ہے	۲۵۷
۸۰	کن دی کمائی اور لن دی کمائی	۲۵۷
۸۱	ہونٹوں کو چوم لوں	۲۵۷
۸۲	وہابیوں کی ماں	۲۵۸
۸۳	سنج یدہ کا لطیفہ	۲۵۸
۸۴	ماں لتا (ٹانگیں) چک (اٹھا)	۲۵۸
۸۵	میں بھی اپنے باپ کا نہیں اگر پاخانہ نہ کھاؤں	۲۵۸
۸۶	علی رضی اللہ عنہ قبض کشا معاذ اللہ	۲۵۹
۸۷	بریلوی مناظر کا ذکر چومنے چاٹنے کی خواہش	۲۵۹
۸۸	بریلوی پیر مسجد میں گدھی سے الم غلم کرتے ہوئے	۲۵۹
۸۹	بنڈ ڈبیا کی چابی اور مادہ تولید	۲۶۱
۹۰	نماز کا معنی چوتڑ ہلانا معاذ اللہ	۲۶۲
۹۱	سیدزادے ہررات کو چڑھتے ہیں	۲۶۲
۹۲	ظرافت ومزاح کی دو مثالیں رضاخانی کتب	۲۶۳
۹۳	**اعتراض ۱۸۹:** مزا تو مذی میں ہے	۲۶۳
۹۴	**اعتراض ۱۹۰:** عورت کا پاجامہ سر پر	۲۶۴

نمبر	عنوانات	صفحہ
۹۵	اعتراض ۱۹۱: عوام کے عقیدے کی مثال گدھے کے عضو خاص کی طرح	۲۶۴
۹۶	اعتراض ۱۹۲: عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟	۲۶۶
۹۷	اعتراض ۱۹۳: عاجزی و انکساری والے الفاظ پر اعتراض کا مدلل جواب	۲۶۸
۹۸	اعتراض ۱۹۴: بے سند حکیم الامت	۲۷۲
۹۹	اعتراض ۱۹۵: تھانوی کی بداخلاقی	۲۷۳
۱۰۰	اعلیٰ حضرت کی بداخلاقی	۲۷۵
۱۰۱	اعتراض ۱۹۶: امردلڑکوں سے پراسرار حرکتیں	۲۸۱
۱۰۲	اعتراض ۱۹۷: گنگوہی نانوتوی کی باہمی محبت	۲۸۱
۱۰۳	اعتراض ۱۹۸: گنگوہی کا قاسم نانوتوی سے نکاح	۲۸۱
۱۰۴	اعتراض ۱۹۹: مولوی الیاس کی نانی کا پاخانہ	۲۹۶
۱۰۵	اعتراض ۲۰۰: امردلڑکے دیکھے بغیر چین نہیں	۲۹۸
۱۰۶	اعتراض ۲۰۱: لڑکے سے عشق	۲۹۹
۱۰۷	اعتراض ۲۰۲: خوبصورت لڑکے کو دیکھنے میں غرق	۲۹۹
۱۰۸	اعتراض ۲۰۳: ہندوستانی عورتیں حوریں	۳۱۰
۱۰۹	اعتراض ۲۰۴: غصہ کا زور	۳۱۰
۱۱۰	اعتراض ۲۰۵: حسن کے معاملے میں دل پھینک دیوبندی امیر شریعت	۳۱۱
۱۱۱	اعتراض ۲۰۶: بیت الخلا جانے کی دعا	۳۱۲
۱۱۲	بہشتی زیور میں مردانہ امراض کے علاج کے نسخوں پر رضاخانی اعتراضات کے منہ توڑ جوابات	۳۱۳
۱۱۳	اعتراض ۲۰۷: دیوبندی عورتوں کیلئے تھانوی کورس	۳۱۳
۱۱۴	اعتراض ۲۰۸: پیر کے منہ پر رنڈی کا پیشاب	۳۱۹
۱۱۵	اعتراض ۲۰۹: مختون سے کیا ڈر	۳۲۴
۱۱۶	اعتراض ۲۱۰: مرید کی خواہش! کاش تھانوی کی بیوی ہوتا	۳۲۵
۱۱۷	اعتراض ۲۱۱: دارالعلوم دیوبند کے طلبا کی شرارتیں	۳۲۷
۱۱۸	اعتراض ۲۱۲: دیوبندیوں کے ہاں ایک عظیم عبادت تفسیر عثمانیؒ پر اعتراض	۳۲۸
۱۱۹	اعتراض ۲۱۳: قاسم نانوتوی نے صریح جھوٹ بولنے کا اقرار کیا	۳۳۵
۱۲۰	اعتراض ۲۱۴: پھوسی	۳۳۸
۱۲۱	اعتراض ۲۱۵: حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے واقعات پر اعتراضات کا منہ توڑ جواب	۳۳۹

باب یازدھم

اکابر دیوبند کے ذکر کردہ فقہ حنفی کے مسائل پر رضاخانی اعتراضات

۱۲۲	اعتراض ۲۱۶: زاغ معروفہ کی حلت کا مسئلہ	۳۴۵
۱۲۳	اعتراض ۲۱۷: اگر کوا حلال ہے تو کھاتے کیوں نہیں؟	۳۵۰
۱۲۴	اعتراض ۲۱۸: مشت زنی جائز ہے	۳۵۰
۱۲۵	اعتراض ۲۱۹: فرج کی رطوبت پاک ہے	۳۵۳
۱۲۶	اعتراض ۲۲۰: ماں سے عقلاً زنا جائز ہے	۳۵۴
۱۲۷	اعتراض ۲۲۱: ہولے کھانے کیلئے روزہ توڑ دیا	۳۶۴
۱۲۸	اعتراض ۲۲۲: پیشاب مل جانے سے بھی پاک رہتا	۳۶۵
۱۲۹	اعتراض ۲۲۳: سور کی چربی والا کپڑا	۳۶۸
۱۳۰	اعتراض ۲۲۴: بے وضو نماز پڑھ لیا کرو	۳۶۸
۱۳۱	اس حدیث سے مختار کل کا ثبوت اور جواب	۳۷۲
۱۳۲	اعتراض ۲۲۵: افیون کھاؤ	۳۷۴
۱۳۳	اعتراض ۲۲۶: گوہ کھانے کیلئے خنزیر بن جاؤ	۳۷۶
۱۳۴	اعتراض ۲۲۷: کچہری میں جھوٹ بولنا جائز	۳۷۹

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۳۵	اعتراض ۲۲۸: گندگی والا پانی پاک ہے	۳۷۹
۱۳۶	اعتراض ۲۲۹: اپنی گائے بھینس سے زنا اور اس کا گوشت کھانا	۳۸۰
۱۳۷	اعتراض ۲۳۰: خاص حرام کھانا حلال ہے	۳۸۳
۱۳۸	اعتراض ۲۳۱: دیوبندی اکابر کی سود خوری	۳۸۴
۱۳۹	اعتراض ۲۳۲: سود کھانے کا دیوبندی حیلہ	۳۸۵
۱۴۰	اعتراض ۲۳۳: سود بھی ایک انعام ہے	۳۸۶
۱۴۱	اعتراض ۲۳۴: حق تلفی مسلمان ہی کی کرو	۳۸۹
۱۴۲	اعتراض ۲۳۵: منی آرڈر کرنا سود میں داخل	۳۹۳
۱۴۳	اعتراض ۲۳۶: ڈومنیوں کا گانا نکاح کے موقع پر	۳۹۷
۱۴۴	**بریلوی مذہب میں ناچ گانا**	۴۰۵
۱۴۵	اعتراض ۲۳۷: شراب کی آمدن سے تنخواہ لینی جائز ہے	۴۰۷
۱۴۶	اعتراض ۲۳۸: ہندوؤں کے میلے میں جانا جائز	۴۰۸
۱۴۷	اعتراض ۲۳۹: ایصال ثواب کا کھانا حرام	۴۰۹
۱۴۸	اعتراض ۲۴۰: چوری کا مال کھانے کی اجازت	۴۱۱
۱۴۹	اعتراض ۲۴۱: عرس والوں سے نکاح جائز نہیں	۴۱۳
۱۵۰	اعتراض ۲۴۲: ہندو کا مسجد کیلئے چندہ دینا جائز	۴۱۷
۱۵۱	اعتراض ۲۴۳: ہندو کی دیوالی کا کھانا جائز	۴۱۸
۱۵۲	اعتراض ۲۴۴: ہندو دیوالی کی پوڑی سے محبت	۴۱۹
۱۵۳	اعتراض ۲۴۵: ہندو کے ہاتھ کا رس حلال	۴۲۱
۱۵۴	اعتراض ۲۴۶: ہندو کی سودی روپیہ کی سبیل	۴۲۲
۱۵۵	اعتراض ۲۴۷: کفار کے بتوں پر چڑھا حلال	۴۲۴
۱۵۶	**غیر اللہ کی نذر و نیاز**	۴۲۶
	فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات	۴۳۳
۱۵۷	اعتراض ۲۴۸: نماز عید کی تکبیرات	۴۳۳
۱۵۸	اعتراض ۲۴۹: وطی فی الدبر	۴۳۴
۱۵۹	اعتراض ۲۵۰: تیمم کی نیت	۴۳۷
۱۶۰	اعتراض ۲۵۱: تیمم کا طریقہ	۴۳۷
۱۶۱	اعتراض ۲۵۲: کیا فقہ حنفی میں متعہ جائز ہے؟	۴۳۹
۱۶۲	اعتراض ۲۵۳: آلہ تناسل عورت کے منہ میں	۴۴۱
۱۶۳	اعتراض ۲۵۴: فوت شدہ روزوں کی قضا	۴۴۲
۱۶۴	اعتراض ۲۵۵: حق مہر کی مقدار	۴۴۲
۱۶۵	اعتراض ۲۵۶: فارسی میں نماز پڑھنا	۴۴۳
۱۶۶	اعتراض ۲۵۷: درھم کی چوری اور حد	۴۴۳
۱۶۷	اعتراض ۲۵۸: مدت رضاعت	۴۴۴
۱۶۸	اعتراض ۲۵۹: فقہ حنفی اور مشت زنی	۴۴۷
۱۶۹	اعتراض ۲۶۰: جانور سے بدفعلی پر حد	۴۴۸
۱۷۰	اعتراض ۲۶۱: مردہ بچہ کا جنازہ	۴۴۹
۱۷۱	اعتراض ۲۶۲: دعائے قنوت	۴۵۰
۱۷۲	اعتراض ۲۶۳: چوپایہ و عورت سے وطی و روزہ ٹوٹنا	۴۵۴
۱۷۳	اعتراض ۲۶۴: کتے کے جھوٹے کا برتن	۴۵۵
۱۷۴	اعتراض ۲۶۵: نابالغ لڑکی سے جماع و غسل	۴۵۷
۱۷۵	اعتراض ۲۶۶: ننگا نماز پڑھنا	۴۵۸
۱۷۶	اعتراض ۲۶۷: مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۴۵۹
۱۷۷	اعتراض ۲۶۸: بغیر انزال غسل کا واجب ہونا	۴۵۹
۱۷۸	اعتراض ۲۶۹: ھدایہ معاذ اللہ قرآن کے برابر	۴۶۰
۱۷۹	اعتراض ۲۷۰: مذہب حنفی رائے و قیاس پر مبنی	۴۶۶
۱۸۰	اعتراض ۲۷۱: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و عقیدہ ارجاء	۴۶۸

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۸۱	**اعتراض ۲۷۲:** مذہب حنفی میں معاذ اللہ خون و پیشاب سے قرآن لکھنا	۴۷۲
۱۸۲	**اعتراض ۲۷۳:** مذہب حنفی میں معاذ اللہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین	۴۷۷

باب دوازدھم

اکابر دیوبند کے نظریات میں تعارض پیش کرنے کی ناکام کوشش

۱۸۳	**اعتراض ۲۷۴:** علم غیب کے متعلق تھانوی کا عقیدہ اور اس پر فتوی	۴۸۶
۱۸۴	**اعتراض ۲۷۵:** نبی بڑے بھائی اور اس پر فتوی	۴۸۸
۱۸۵	**اعتراض ۲۷۶:** شیطان کا علم زیادہ اور فتوی	۴۸۸
۱۸۶	**اعتراض ۲۷۷:** عظمت انبیاء سے انکار اور دار العلوم دیوبند کا فتوی	۴۹۱
۱۸۷	**اعتراض ۲۷۸:** مسئلہ حاضر و ناظر اور فتوی	۴۹۴
۱۸۸	**اعتراض ۲۷۹:** انبیاء کو علم غیب حاصل ہے دوسری طرف اس پر فتوے	۴۹۶
۱۸۹	**اعتراض ۲۸۰:** مخلوق کو غائبانہ پکارنا، یا رسول اللہ کہنا کا اصولی جواب	۴۹۹
۱۹۰	**اعتراض ۲۸۱:** عبد النبی، عبد الرسول نام رکھنا	۵۲۰
۱۹۱	**اعتراض ۲۸۲:** شیخ کے ہاتھ چومنا اور اس پر فتوی	۵۲۲
۱۹۲	اعتراض ۲۸۳: قبلہ و کعبہ کہنا اور اس پر فتوی	۵۲۳
۱۹۳	**اعتراض ۲۸۴:** علماء دیوبند کا سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف اور اصولی جواب	۵۲۷
۱۹۴	**اعتراض ۲۸۵:** امام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر فتوی و اعتراض	۵۲۹
۱۹۵	**اعتراض ۲۸۶:** شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علما دیوبند کا موقف	۵۳۲
۱۹۶	امالی محدث دیار ہند حضرت شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک تحقیق نظر	۵۳۴
۱۹۷	شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات	۵۴۱
۱۹۸	شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی پر اعتراضات کا جائزہ	۵۵۱
۱۹۹	کیا شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ مجسمی تھے؟	۵۵۶

باب سیزدھم

اکابر دیوبند پر پیر پرستی کا الزام

۲۰۰	**اعتراض ۲۸۷:** حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر بزرگوں کو بدعتی کہنے کا الزام اور منہ توڑ جواب	۵۶۰
۲۰۱	**اعتراض ۲۸۸:** حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب کے پیروں کی مذمت کی اعتراض و جواب	۵۶۴
۲۰۲	**اعتراض ۲۸۹:** قادری نقشبندی کہلانے والے یہودی	۵۶۶
۲۰۳	**اعتراض ۲۹۰:** دیوبندی اپنے پیروں کیلئے معاذ اللہ خدائی صفات ثابت کرتے ہیں	۵۶۸
۲۰۴	**اعتراض ۲۹۱:** دیوبندی شیخ ہر جگہ حاضر و ناظر	۵۶۹
۲۰۵	**اعتراض ۲۹۲:** حاجی امداد اللہ رب المشرقین	۵۷۳
۲۰۶	**اعتراض ۲۹۳:** خدا تعالی کا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں گلیوں میں پھرنا معاذ اللہ	۵۷۳
۲۰۷	**اعتراض ۲۹۴:** تھانوی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر سمجھنا	۵۷۹
۲۰۸	**اعتراض ۲۹۵:** دیوبندی پیروں کیلئے علم غیب	۵۸۰
۲۰۹	**اعتراض ۲۹۶:** پہلے سے علم غیب کہ کل کہاں مروں گا	۵۸۶
۲۱۰	**اعتراض ۲۹۷:** کسی مرنے والے سے بیداری میں ملاقات	۵۹۱
۲۱۱	**اعتراض ۲۹۸:** اکابر دیوبند بعد از وفات دنیا میں	۵۹۸
۲۱۲	**اعتراض ۲۹۹:** بعد از وفات باتیں کرنا	۶۰۱

نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۱۱	**اعتراض ۳۰۰:** پاؤں دھو دھو کر پینا	۶۰۵
۲۱۲	**اعتراض ۳۰۱:** دیوبندی پیر نے ڈوبا ہوا جہاز بچالیا	۶۰۶
	رضاخانیوں کی اعلی حضرت پرستی	۶۰۸

باب چهاردهم

متفرق اعتراضات کے جوابات

۲۱۳	**اعتراض ۳۰۲:** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد پر معاذ اللہ نامرد ہونے کا الزام	۶۱۴
۲۱۴	**اعتراض ۳۰۳:** بہشتی زیور کے ایک وظیفے پر اعتراض کا جواب	۶۱۷
۲۱۵	**اعتراض ۳۰۴:** دیوبندیوں کا اقرار کہ ہم نے غلط مسائل لکھ کر عوام کو گمراہ کیا	۶۲۰
۲۱۶	**اعتراض ۳۰۵:** تقویۃ الایمان کی رو سے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا نام درست نہیں	۶۲۴
۲۱۷	**اعتراض ۳۰۶:** قبر سے دستگیری کتاب امداد المشتاق کی ایک عبارت سے استدلال اور وضاحت	۶۲۸
۲۱۸	**اعتراض ۳۰۷:** شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف قرآن کا الزام	۶۳۵
۲۱۹	**اعتراض ۳۰۸:** حضرت تھانویؒ کو فضائل یاد نہیں	۶۳۷
۲۲۰	**اعتراض ۳۰۹:** اکابر دیوبند کی پیٹ پرستی	۶۳۹
۲۲۱	**اعتراض ۳۱۰:** دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟	۶۶۱
۲۲۲	اعتراض ۳۱۱: اللہ تعالی کو عاشق کہنا	۷۱۸
۲۲۳	**اعتراض ۳۱۲:** مولانا غازی ابوبکرؒ نے اپنے رسالہ میں متکلم اسلام مدظلہ العالی پر جرح کی	۷۲۴
۲۲۴	**اعتراض ۳۱۳:** حضرت مولانا فضیل احمد ناصری مدظلہ العالی نے متکلم اسلام مدظلہ العالی پر جرح کی	۷۲۹
۲۲۵	**اعتراض ۳۱۴:** قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی پر الزامات	۷۳۵
۲۲۶	**اعتراض ۳۱۵:** قائد جمعیت کشمیر کمیٹی کے چیرمین رہے مگر مسئلہ حل نہ ہوا	۷۴۰
۲۲۷	**اعتراض ۳۱۶:** دیوبندی ڈالر کے پجاری	۷۴۴
۲۲۸	**اعتراض ۳۱۷:** سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کیا دہشت گرد جماعت ہے؟	۷۴۶
۲۲۹	**اعتراض ۳۱۸:** سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیا سعودی فنڈنگ ہوتی ہے؟	۷۵۴
۲۳۰	**اعتراض ۳۱۹:** حضرت مولانا ضیا الرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نواب احمد رضا خان بریلوی کو شیعہ کہا اور پھر شیعہ کے خلاف ان کا فتوی بھی نقل کیا یہ کیا تضاد ہے؟	۷۵۷
۲۳۱	**اعتراض ۳۲۰:** مولانا طارق جمیل رنڈیوں میں تبلیغ	۷۵۸
۲۳۲	**اعتراض ۳۲۱:** شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ معاذ اللہ مسخ ہوگیا تھا	۷۵۹
	تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات کے جوابات	۷۶۶
۲۳۳	**اعتراض ۳۲۲:** جماعت کا طریقہ خیر القرون میں نہ تھا	۷۶۸
۲۳۴	**اعتراض ۳۲۳:** صرف فضائل اعمال پڑھتے ہیں	۷۶۸
۲۳۵	**اعتراض ۳۲۴:** بخاری و مسلم نہیں پڑھتے	۷۶۹
۲۳۶	**اعتراض ۳۲۵:** چھ نمبر کا ثبوت قرآن وسنت سے	۷۷۰
۲۳۷	**اعتراض ۳۲۶:** چھ نمبر بدعت ہیں معاذ اللہ	۷۷۱
۲۳۸	**اعتراض ۳۲۷:** چلہ چار ماہ کی کوئی اصل نہیں	۷۷۲
۲۳۹	**اعتراض ۳۲۸:** تبلیغی جماعت کی مروجہ ترتیب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں	۷۷۳

نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۴۰	**اعتراض۳۲۹:** فضائل اعمال میں ضعیف احادیث ہیں	۷۷۴
۲۴۱	**اعتراض۳۳۰:** تبلیغی جماعت کے گشت کی کوئی اصل وثبوت نہیں	۷۷۸
۲۴۲	**اعتراض۳۳۱:** تبلیغی جماعت صرف مسلمانوں کے پاس کیوں جاتی ہے؟	۷۷۸
۲۴۳	**اعتراض۳۳۲:** تبلیغی جماعت والے قتال فی سبیل اللہ کی آیات خود پر منطبق کرتے ہیں	۷۷۹
۲۴۴	اعتراض ۳۳۳: فضائل اعمال سے تم نے فضائل درود نکال دیا یہ درود کی کھلی دشمنی ہے معاذ اللہ	۷۸۰
۲۴۵	اعتراض ۳۳۴: تذکرۃ الرشید میں ایک شرکیہ تعویذ غیر مقلد کا اعتراض	۷۸۳
۲۴۶	**اعتراض۳۳۵:** مولانا سعید اسعد فیصل آبادی اتحاد کرنا چاہتے تو تم کیوں نہیں کرتے؟	۷۸۸
۲۴۷	**اعتراض۳۳۶:** تم ابن تیمیہ کو بزرگ مانتے ہو حالانکہ معاذ اللہ وہ گمراہ ہے	۷۹۴
۲۴۸	**اعتراض۳۳۷:** سیفی اعتراض کہ عامی آدمی تبلیغ نہیں کرسکتا	۸۲۴
۲۴۹	**اعتراض ۳۳۸:** سیفی اعتراض کہ معاذ اللہ تبلیغی جماعت والے جبریہ فرقہ ہیں۔	۸۲۹
۲۵۰	**اعتراض۲۳۹:** انبیاء کے معجزات کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا اور تھانوی کا نانوتوی پر فتوی	۸۱۰
۲۵۱	**(اعتراض۳۴۰):** فتاوی فریدیہ میں مفتی فرید صاحب نے جنازہ کے بعد دعا کو جائز لکھا ہے اور ڈاگئی باباجی کی ''البصائر'' کتاب	۸۱۴

۲۱۶	مختلف عکوس سکینز	۸۱۷
۲۱۷	ماخذ	۸۳۶

شیخ الاسلام کا نجدی کے متعلق رائے سے رجوع ۵۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرا درد دل

اہل بدعت کا اہل سنت سے اختلاف بغض کی بنیاد پر ہے

چند شواھد

قارئین کرام! دیوبندی بریلوی اختلاف کو ایک صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔اس اختلاف سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر اس اختلاف کی بنیاد اور وجہ کیا ہے؟ جبکہ دونوں ایک دوسرے کو حنفی و اہلسنت کہتے ہیں تو آخر یہ اختلاف ختم کیوں نہیں ہوتا؟

رضاخانی کہتے ہیں کہ ہمارا اختلاف دیوبندیوں سے ان کے اکابر کی معاذ اللہ کفریہ وگستاخانہ عبارات کی بنیاد پر ہے یہ لوگ اگر ان عبارات میں موجود واضح متعین متبین کفر مان لیں (معاذ اللہ) تو ہمارا ان سے اختلاف ختم ہوسکتا ہے۔جبکہ اہل حق کی طرف سے بارہا یہ وضاحت کی گئی کہ ہمارے اکابر کی عبارات میں کسی قسم کی کوئی گستاخی وکفر معاذ اللہ موجود نہیں جو الزامات رضاخانی ان پر لگاتے ہیں ان کا کفر ہونا وہ خود اپنی کتب میں مصرح کر چکے ہیں، خان صاحب نے محض مسلکی تعصب میں ان اکابر پر یہ الزامات لگائے ہیں۔حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں اور یہی سچ ہے۔رضاخانی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے شاگرد خاص جناب مولانا محمد جاوید اقبال سیالوی اجمیری اپنے استاد کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”طرفہ تماشہ یہ کہ جنہوں نے زندگی بھر ناموس الوہیت و رسالت ﷺ اور عظمت صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالی عنہم کا سبق پڑھا اور پڑھایا ہے، جن کی درسگاہوں اور خطابات دلنواز سے ہزاروں گستاخ راہ راست پر آئے بلکہ پورے پورے گاؤں نے رفض چھوڑ کر عقیدہ حقہ کو قبول کیا اور کر رہے ہیں، تو اس عظیم ہستی کو گستاخ (معاذ اللہ) ہونے کا طعنہ دیا جارہا ہے اور اس بہتی گنگا جمنا میں پرائے تو کیا اپنے بھی خاصی تعداد میں ہاتھ دھو رہے ہیں“۔

(القول السدید فی الرد علی عبد المجید،ص ۲۶)

یہی مقدمہ ہم رکھتے ہیں کہ طرفہ تماشہ اور ستم ظریفی دیکھیں کہ جن اکابر دیوبند اور ان کے متعبین نے پورے ہندوستان و ایشیاء میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا لوگوں کو اللہ کی عظمت نبی پاک ﷺ کی قدر و منزلت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کا درس دیا، جن کی تبلیغ کی برکت سے سینکڑوں رضاخانیوں کو ایمان وعقیدے کی دولت نصیب ہوئی، جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی ناموس کی خاطر جیلیں کاٹیں،سولی کے پھندے کو چومتے ہوئے اس پر جھول گئے،جن کی تقریریں سن کر لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی چنگاری نے ایسے آگ پکڑی کہ

اس نے راج پال مردود کو جہنم واصل کر کے ’’علم الدین‘‘ بننے کا اعزاز حاصل کیا آج معاذ اللہ انہیں ہی اسلام کا سب سے بڑا دشمن، کائنات کا سب سے بڑا گستاخ باور کرایا جارہا ہے؟!!!معاذ اللہ۔

ہم نے اس حوالے سے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم میں بھی بڑی تفصیل سے اپنی گذارشات پیش کی تھیں کہ اگر بات کفر کے فتووں کی ہے اور گستاخی کی ہے تو یہ کفر کے فتوے اور گستاخی کے فتوے تو خود رضاخانی اکابر سے لیکر اصاغر تک پر لگے ہیں مگر وہاں یہ لوگ گونگے شیطان بنے ہوئے ہیں اور اپنے ان مشائخ و اکابر کو اسلام سے خارج کرنے اور اسی طرح ان کے مقابل الگ فرقہ بنانے کو تیار نہیں جس طرح علمائے دیوبند کے متعلق ان کا رویہ ہے۔ یہ دورنگی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اختلاف محض بربنا تعصب،ضد، ہٹ دھرمی،حسد کے ہے۔اسی سلسلہ میں ہم اس جلد میں مزید کچھ گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

’’یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر محمول کریں گے‘‘۔

(فتاوی رضویہ،ج ۲۹ص ۲۲۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

’’اہلسنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے اور جو نفع ان کی تقریر و تحریر سے اسلام وسنت کو پہنچا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے‘‘۔

(فتاوی رضویہ،ج ۲۹ص ۵۹۴)

اب دیکھیں خان صاحب بریلوی خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر اہل سنت سے اللہ کی تقدیر کے موافق کوئی فاحش غلطی ہو بھی جائے تو اسے چھپانا واجب ہے کہ عوام جو ان سے حسن ظن رکھتی ہے اور ان کی دینی خدمات سے فائدہ حاصل کر رہی ہے وہ بدظن ہو جائیں گے اس میں دین کا نقصان ہے۔اب خود خان صاحب نے جن اکابر پر کفر کے فتوے لگائے ان کی دینی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہم نے دفاع اہل سنت جلد اول میں ان کی دینی خدمات کو خود رضاخانی اکابر و مشائخ سے ثبوت کے ساتھ پیش کیا ہے مزید تفصیل میں نے اپنی کتاب ’’نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات،خدمات و کارنامے‘‘ کے آخر میں کر دی ہے۔البتہ مختصرا یہاں ایک دو حوالے نقل کر دیتے ہیں:

بریلوی قدوۃ السالکین قطب الاقطاب مولانا محمد اسمعیل شاہ بخاری صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چچا نے جو خود بھی بقول رضاخانیہ اپنے وقت کے شیخ المشائخ تھے تعلیم کیلئے سہارنپور مظاہر العلوم محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور اس واقعہ کو ان کے سوانح نگاروں نے یوں بیان کیا:

’’ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریبا بیس سال کی عمر میں اعلی دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کیلئے ایک چشمہ فیض تھا آپ نے وہیں کا قصد کیا۔بوقت رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا ’’برخوردار! وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل وقال تک محدود ہو‘‘۔

چنانچہ ابتداء سے ہی آپ کے دل میں علم و عمل کی لگن پیدا ہوگئی۔یہ بات آپ کے دلنشین ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عمل صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔وہاں سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبد الرب ؒ میں داخل ہو کر شیخ الحدیث مولانا عبد العلی صاحب قاسمی جیسے متبحر عالم سے دورہ حدیث ختم کیا''۔

(معدن کرم،ص ۹۵،پرانا غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

اندازہ لگائیں دیوبندیوں کا مدرسہ مظاہر العلوم جس میں اس وقت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے ان کے دم خم سے خود رضاخانیوں کو یہ اقرار ہے کہ علم کے پیاسوں کو سیراب کیا جارہا تھا۔یہاں ایک اور بھی دلچسپ بات ہے کہ شاہ صاحب کو ان کے چچا نے یہ وصیت کی کہ ایسا علم حاصل کرنا جس میں ''علم وعمل'' دونوں ہوں۔اب سوال یہ ہے کہ ان مدارس سے پڑھ کر بخاری صاحب کیا بدعمل، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بے ایمان وبے ادب ہو کر نکلے؟ ان کے معتقدین یہی جواب دیں گے کہ ہر گز نہیں بلکہ خود رضاخانیوں کو اقرار ہے کہ وقت کے ولی کامل بنے۔اگر معاذ اللہ سہارنپوری صاحب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوتے، گستاخ ہوتے تو بخاری صاحب بھی یہی لیکر نکلتے۔افسوس تو یہی ہے کہ یہ وہ علم وعمل کی بہار تھی جو خان صاحب کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی اور انہوں نے ان علماء ربانیین کو بدنام کرنے کیلئے تکفیر کا گندا کھیل کھیلا مگر اس میں بری طرح ناکام ہو کر خسر الدنیا والاخرۃ کے پورے پورے مصداق ہوئے۔

رضاخانی اس کے جواب میں کہیں گے کہ شاہ صاحب کو علم نہ تھا اگرچہ اس بودی تاویل کا منہ توڑ جواب ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکے ہیں لیکن سردست ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ علم تھا یا نہیں ہمیں تو اس وقت یہ بتلانا ہے کہ علمائے دیوبند دین کے کیسے خادم تھے؟ اور اس کا اس حوالے میں کھلے بندوں اقرار موجود ہے۔البتہ اسی ضمن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بالفرض مان لیتے ہیں کہ شاہ صاحب کو علم نہ تھا تو اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ جتنے سال وہ مظاہر العلوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے وہاں سے عشق ومحبت کے خوان ہی چنتے رہے اس لئے کہ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ لوگ کھلم کھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے پھریں اور شاہ صاحب پھر بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے رہیں؟۔اس سے رضاخانیوں کے اس مکروہ پروپیگنڈے کا جواب بھی ہوجاتا ہے کہ دیوبندی تو ہیں ہی گستاخ، یہ تو گستاخیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، ان کا تو کام ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا انکار کرنا ہے، ان کے دل غیض وغضب سے بھرے ہوئے ہیں معاذ اللہ۔نہیں ہر گز نہیں بلکہ ان کا دامن علم وعمل سے بھرا ہوا ہے۔

امام حجۃ الاسلام کے علمی وعملی کارناموں پر حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی مرحوم جنہیں رضاخانیوں نے اپنے اکابر میں شمار کیا وہ کیا کہتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے۔علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔آپ لڑکپن سے ہی ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز ووسیع حوصلہ، جفاکش جری تھے۔مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔قرآن شریف بہت جلد ختم کرلیا۔خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کروائی، پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کتابیں پڑھیں۔۱۲۶۰ میں مولوی مملوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبد الغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تحشیہ وتصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔آپ کا قول ہے کہ

بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسے کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آ کر تدریس وتشہیر علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور عجائب وغرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہو جاتی تھی۔ پادری تارا چند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تثلیث وشرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف وموافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سروپا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتی کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے ۔ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی عرصہ میں دیانند سرسوتی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۴؍جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ میں دفن کیے گئے۔ مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا''۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۴۹۱ تا ۴۹۳؍نولکشور پریس لکھنؤ؍ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو ہیچو دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہاء عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر وتوہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الٰہی ان لوگوں کی عقل وسمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و توالیف کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف واکناف عالم میں پھیلایا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا انہیں پھر یہ عقل کے پتلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی وبے بضاعتی علوم قرآن وحدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام وعلمائے کرام حنفیہ کے تراجم وحالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح ومراتب علوم حدیث وفقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء وفضلاء کو ان کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا مع سلسلہ سند تلمذ وروایت وتاریخ ولادت ووفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی وخوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب وگستاخ خود بخود منفعل وشرمسار ہو جائیں''۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۲، ۳؍رقم المادہ: ۲۵۹ء ۱۱)

مندرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر علماء وفقہاء احناف میں ہوتا ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں علماء کی جتنی فضیلتیں آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔

(۳) ان علماء کی تصانیف وتوالیف (جن میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس بھی شامل ہے) دنیا کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔

(۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجودہ زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل وسمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کررہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب وگستاخ شرمسار ہوں۔

ایسی زبردست توثیق وتائید کے بعد خان صاحب بیچارے جل بھن کر کالا کوئلہ کیوں نہ بنیں؟ لہذا وہ علوم ودینی خدمات میں ان اکابر کا تو مقابلہ نہ کرسکے الٹا عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرنے کیلئے ایسے ایسے الزامات ان اکابر اولیاء اللہ پر لگائے کہ شیطان بھی پسینے پسینے ہوگیا ہوگا۔ بلکہ مولانا نذیر احمد رامپوری صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ ہندوستان والوں کو علم کی راہ ہی حضرت مولانا نانوتوی نے دکھلائی۔

(ملخصا البوارق اللامعہ ص ۱۴)

بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے تاثرات یوں نقل کیے:

''مرگ مولوی رشید احمد زخمے است کہ مرہم ندارد، عالم صالح دیندار دریں وقت حکم عنقا دارد انا اللہ وانا الیہ راجعون مردن ایں چنیں یک شخص از مردن یک ہزار بر دیندار سخت تر است''۔

(بزم خیر از زید: ص ۹۴،۹۵ رشاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی)

مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون اس جیسا ایک آدمی ایک ہزار دینداروں پر بھاری ہے۔

آگے انہی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق امجدی صاحب کی گواہی آرہی ہے کہ فاروقی صاحب حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ میں سے شمار کرتے تھے۔

اب خان صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنی اس بات پر قائم رہتے ایسے جلیل القدر شان والے علماء واولیاء اللہ جن کی مثال اس زمانے میں عنقا (ناپید) تھی اور جن کی دینداری ہزاروں پر بھاری تھی ان سے حسن ظن رکھتا بالفرض کوئی بات ان کے دل میں کھٹک بھی رہی تھی تو اس کا اخفا کرتے یا اس کی مناسب توجیہ کرتے جیسے دیگر رضاخانی اکابر نے کی مگر چونکہ خان صاحب کا مقصد ہی عوام کو ان اکابر سے بدظن کرنا تھا اور اہل سنت کے مقابلے میں اپنا ایک مسلک وفرقہ وسیاسی جھتہ بنانا تھا اس لئے ان کو بلاوجہ خوب بدنام کرنے کی کوشش کی اور وہ وہ شیطانی الزامات ان پر دھرے جو ان اکابر کے وہم وخیال میں بھی نہ تھے۔

یہ حوالے ہم نے جلد دوم کے مقدمہ میں بھی نقل کئے ہیں رضاخانی کہتے ہیں کہ دفاع میں حوالہ جات کا تکرار ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت

ہے اگر تکرار ہے تو ہر دفعہ ایک نئے استدلال کیلئے ان کو نقل کیا گیا ہے اس قسم کے جاہل کل کو قرآن مجید پر بھی اعتراض کریں گے کہ اس میں بھی مضامین کا تکرار ہے۔

رضاخانی جب ان حوالوں کے جواب سے مکمل عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تعریف عدم واقفیت پر کی گئی اس کا منہ توڑ جواب تو ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکے ہیں یہاں مزید دو حوالے ملاحظہ ہو اس مذہب کے اجمل العلماء مولوی اجمل سنبھلی لکھتا ہے:

''اب باقی رہا مصنف کا قول کہ علماء حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شان میں جو الفاظ مدح لکھے وہ قبل از واقفیت لکھے تو اس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لیے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے؟۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے لیکن مصنف نے جو لکھا وہ اس کی دلی عداوت اور قلبی بخارات کی ترجمانی ہے''۔

(ردشہاب ثاقب ص ۳۹)

لہٰذا عدم واقفیت کی تاویل کرنے والے اس مولوی کے فتوے کی رو سے ''عقل کے دشمن'' ہیں ساتھ میں یہ بکواس ان کی قلبی بخارات اور دلی عداوت کی بھی ترجمانی ہے۔

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کے ذریعہ صاحب بصیرت لوگ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے''۔

(کشف القناع، ج ۱ ص ۲۰)

لہٰذا اگر انہوں نے یہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ بیچارے ''بصیرت'' ہی سے محروم تھے؟ نیز میرا یہاں یہ سوال بھی ہے کہ جب علمائے دیوبند کی طرف منسوب حوالے جس میں خان صاحب کی مدح ہے اس کی باری آتی ہے تو وہ تعریف تو خان صاحب کی ''کرامت'' بن جاتی ہے مگر یہاں اس قسم کی لایعنی باتیں کرتے ہوئے حیاء نہیں آتی؟

قارئین کرام! آگے چلئے مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب سے ایک سوال ہوا:

''خالد کہتا ہے کہ جو خوبی سارے نبیوں میں تھی وہ تمام خوبیاں غوث پاک میں تھیں۔ کیا اس کا کہنا صحیح ہے۔ اور اس طرح کہنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

''یہ جملہ بادی النظر میں صحیح نہیں۔ خوبیوں میں نبوت بھی ہے اور خواص نبوت۔ سرکار غوث اعظم نہ نبی ہیں، نہ خواص نبوت سے متصف ہیں۔ لیکن جہاں تک ہوسکے مسلمان کے قول کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے۔ بعض جگہ قرآن عقلی کلام میں مخصص ہوتے ہیں۔ علما نے فرمایا انبت الربیع البقل سبزہ نے بہار اگایا۔ اگر مومن کہے تو اس میں مجاز عقلی ہے۔ مراد سبب کی مسبب کی طرف اسناد ہے۔ سبزہ اگانے والا حقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا ربیع کو سبزہ اگانے والا کہنا کفر ہے۔ مومن کا ایمان باللہ اس پر قرینہ ہے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں، مجازی ہے۔ اسی طرح قول مذکور کا قائل مومن ہے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتی ہیں قائل کا یہ عقیدہ اس پر قرینہ ہے کہ اس کی مراد وہ خوبیاں ہیں جو نبوت اور لوازم نبوت کے سوا ہیں۔ اس میں بھی مبالغہ ہے مگر قائل کافر نہ ہوگا نہ گمراہ۔ خاطی ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۱۲۸،۱۲۹)

امجدی صاحب نے اولا خود تسلیم کیا کہ قائل کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ غوث پاک کو نبوت بھی ملی اور خواص نبوت بھی جس میں امام الانبیاء ہونا بھی شامل ہے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے معاذاللہ اور یہ دونوں باتیں ضروریات دین کا انکار ہے ۔امجدی صاحب کو عبارت میں بھی کوئی قرینہ نہ ملا جو اس قول کا رد کرتا اور کلام کا کوئی صحیح محمل متعین کرتا لہذا انہوں نے قرینہ اور مخصص ''عقیدہ'' کو قرار دے دیا کہ چونکہ قائل مسلمان ہے عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے اور غوث اعظم کو امتی سمجھتا ہے لہذا وہ ایسا نہیں کہہ سکتا۔اللہ اکبر!!!۔

مگر یہ سارا حسن ظن خدا جانے علمائے دیوبند کی عبارات میں کہاں چلا جاتا ہے؟ ۔اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند تو اس عامی آدمی سے بڑھ کر حضور ﷺ کے فضل وکمال اور ختم نبوت کے قائل ہیں ۔دلچسپ بات یہ کہ یہاں قائل نے اپنی مراد وعقیدہ کی کوئی وضاحت نہیں کی اس کے باوجود امجدی صاحب نے اس کے ''عقیدہ'' کو معنی کیلئے مخصص قرار دیا جبکہ علمائے دیوبند نے تو اپنی عبارات کی وضاحت خود کی، معنی خود متعین کیا اور رضاخانیوں کے گھڑے ہوئے کفری معنی پر نہ صرف لعنت بھیجی بلکہ بانگ دہل اسے کفر بھی کہا۔آخر اس سب کے باوجود وہاں صحیح معنی متعین کیوں نہ ہوا؟

حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں خود اس فرقہ کے غزالی زماں کہتے ہیں:

''ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب وتکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا''۔

(مقالات کاظمی، ج ۲،ص ۳۵۱)

حالانکہ یہ کاظمی صاحب کا صریح جھوٹ ہے اگر وہ ایک ادنی مسلمان کے برابر بھی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے حسن ظن رکھتے تو انہیں تحذیر الناس ہی میں مل جاتا کہ وہ ختم زمانی کو عوام کا خیال معاذاللہ نہیں قرار دے رہے ہیں بلکہ ختم نبوت کی علت کو صرف زمانہ قرار دینے کو عوام کا خیال کہہ رہے ہیں اور یہ ہرگز کفر نہیں مگر برا ہو تعصب کا۔

معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

''حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔۔۔۔۔ہاں یہ مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے''۔(تبیان القرآن: ج ۱۲ص ۹۵،فرید بک سٹال لاہور ۲۰۱۱)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم کیا ہے''۔(ص ۹۵۔۹۶)

اسی طرح پیر کرم شاہ ازہری صاحب نے بھی ''تحذیر الناس میری نظر میں'' میں بانگ دہل کہا کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں عقیدہ ختم نبوت کا انکا نہیں کیا۔یہی بات مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم، مولانا خلیل خان برکاتی مرحوم، دعوت اسلامی کے شیخ الحدیث مولانا فضل رسول بریلوی نے کی مگر اس کے باوجود مسلمان سے حسن ظن کا قاعدہ کبھی بھی رضاخانی یہاں فٹ نہیں کریں گے کیونکہ یہ اختلاف خداخوفی کی بنیاد پر نہیں بلکہ حسد وتعصب کی بنیاد پر ہے۔

مفتی شریف الحق امجدی اور خان صاحب کے اصول پر ذرا حفظ الایمان کی عبارت کی وضاحت خود ماہر رضویات پروفیسر مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''مولانا خلیل احمد نے اپنے جواب میں ایک اچھا نکتہ نکالا ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے مولانا اشرف علی کی اس تحریر سے یہ مراد نہیں کہ وہ علم مصطفی کو جانوروں اور درندوں وغیرہ کے مساوی سمجھتے تھے بلکہ وہ تو یہ کہنا چاہتے تھے کہ ایسا علم جس میں پاگل و دیوانے بچے اور جانورو درندے شریک ہوں اس سے آپ کی ذات ارفع واعلی ہے اس طرف تو خود مولانا اشرف علی کا بھی دھیان نہیں گیا۔ بہرکیف ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہئے''۔

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں، ص ۱۹۷، ۱۹۸، امام احمد رضا اکیڈمی صالح گنج بریلی شریف)

غور فرمائیں کہ پروفیسر صاحب کے بقول اس عبارت میں ایک بہترین نکتہ موجود ہے جس کی بنیاد پر بالکل بھی تکفیر نہیں کی جاسکتی اور ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہئے مگر خان صاحب سے لیکر اذناب تک کسی کو یہ اچھی تاویل نہیں سوجھ رہی کیونکہ ضد وتعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔ بریلوی علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتا ہے:

''چنانچہ فقہا کرام نے اس معاملے میں اس درجہ احتیاط کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہوجائے جس میں سو احتمال میں سے ۹۹ احتمالات مضمون کفر ہونے کے ہوں اور ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کہ اس کے کوئی صحیح و جائز معنی بن سکیں تو مفتی پر لازم ہے کہ ننانوے احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور تکفیر نہ کرے لیکن یاد رہے کہ یہ احتیاط اسی صورت میں ہے جبکہ واقعی اس عبارت کے ایک صحیح و جائز معنی بن سکیں۔ **اور قائل بھی خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کردے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جس سے کفر عائد ہوتا ہے**۔ ورنہ اگر صحیح و جائز معنی نہ بن سکیں تو وہ کلمہ کفر قرار پائے گا اور اگر قائل خود ہی تصریح کردے میری مراد یہ معنی کفری ہیں تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی''۔

(بصیرت، ص ۳۸، فرید بک ڈپو دہلی)

اللہ اکبر! اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اکابر دیوبند کی وہ عبارات جن پر خان صاحب نے کفر کا فتوی لگایا اس میں ایک فیصد صراحت تو دور شائبہ کفر و گستاخی بھی نہیں جس کی دلیل خود وہ بریلوی مشایخ ہیں جن کا ذکر ہم نے بار بار کیا کہ انہوں نے ان عبارات کو نہ صرف یہ کہ درست کہا بلکہ ان کے دفاع میں کتب لکھیں۔ لیکن بالفرض مان بھی لیں کہ معاذ اللہ بادی النظر میں ان میں کوئی گستاخی تھی تب بھی رضوی صاحب کے اصول پر کفر کا فتوی تب لگے گا جب قائل وہ کفری معنی متعین کردے کہ میری مراد یہی تھی ورنہ نہیں اور ہمارے اکابر معاذ اللہ وہ معنی متعین تو کیا کرتے الٹا اس معنی پر ببانگ دہل کفر کے فتوے لگائے۔

مولانا جاوید سیالوی اپنے استاد کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور اب لفظ مشترک کے احکام بھی ملاحظہ فرمائیں اصول فقہ کی بنیادی کتاب جو کہ صدیوں سے شامل نصاب ہے اصول شاشی ص 12 پر ہے:

وحکم المشترک انہ اذا تعین الواحد مرادا بہ سقط اعتبار غیرہ

یعنی مشترک (لفظ) کا حکم یہ ہے کہ جب اس کے معانی میں سے ایک معنی متعین ہوگیا دراں حال کہ وہ معنی وہاں پر متکلم کی مراد بھی ہو تو

اس معنی کے علاوہ کسی اور کے مراد ہونے کا اعتبار سقط ہو جائے گا''۔

(القول السدید،ص ۴۷)

بالفرض بقول رضاخانیوں کے ہمارے اکابر کی عبارات میں معاذ اللہ کوئی گستاخانہ احتمال تھا بھی (جو بالکل خلاف حقیقت ہے لیکن بالفرض) تو بھی جب ہمارے اکابر نے اور ان عبارات کے متکلمین نے اپنی مراد معنی و مفہوم واضح کر دیا تو اب وہی معنی و مراد متعین ہوگا اور دیگر تمام معانی (جو کہ رضاخانی اپنے پیٹ سے بناتے ہیں) باطل و ساقط الاعتبار ہوں گے۔

اس صراحت کے بعد جب ایک مسلمان سے حسن ظن کا اصول ہے تو یہ تو مسلمانوں کے پیشوا تھے ان سے حسن ظن کا معاملہ کرنا تو ایک عام مسلمان سے بھی زیادہ وضروری ہے۔اس اصول کی روشنی میں اگر بالفرض عبارات پر کوئی اشکال ہوتا تو بھی ان کی کوئی اچھی توجیہ و توضیح کی جاتی اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ بھی آرہی ہوتی تو ان اکابر نے جو خود توجیہ کی اسے ہی تسلیم کرلیا جاتا کیونکہ خود امجدی صاحب تحقیقات میں لکھ چکے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں ایسا اسلامی پہلو نظر آیا جو علامہ فضل حق خیر آبادی کی نظروں سے اوجھل تھا۔خود خان صاحب لکھتے ہیں کہ تصنیف را مصنف نیکو کنند بیان (کلیات مکاتیب رضا،حصہ اول ص ۱۸۱) تصنیف کو اس کا مصنف ہی بہتر بیان کرسکتا ہے اور اکابر دیو بند نے اسکو بیان کیا،اس پر مستزاد ان کا عقیدہ اور اہل علم ہونا باصول امجدی اس بات کا مخصص تھا کہ یہ کفری معنی ان کی مراد نہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں تو اس وقت ملحوظ رکھی جاتیں کہ جب خان صاحب و اذناب کا یہ اختلاف کسی اصول و خدا خوفی پر ہو جب اختلاف تھا ہی انگریز کے ایما پر اور ذاتی بغض و عناد اور علمائے دیو بند کے حسد و بغض میں تو وہاں بھلا مخالف کی سنتا کون ہے؟

رضاخانیوں نے اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیو بند کے خلاف قریبا اپنی ہر کتاب میں یہ لکھا ہے کہ'' گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے،اس میں نہ کسی عقیدے کا دخل ہے نہ تاویل قابل مسموع ہے''یعنی اگر عرف میں وہ گستاخی ہوگا تو قائل کی مراد و عقیدہ خواہ کچھ ہو ہم اس پر کفر کا فتوی لگائیں گے۔اسی طرح جب ایک لفظ اچھے اور برے دونوں معنوں کا محتمل ہوگا تو اچھے معنی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ برے معنی کو ترجیح ہوگی جیسے''راعنا''۔

لیکن افسوس کہ یہ اصول انہوں نے صرف علمائے دیو بند کو معاذ اللہ کافر بنانے کیلئے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے وضع کیا۔ جب ان کے اپنے بڑوں کا معاملہ آتا ہے تو پینترا کیسے بدلتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔مفتی شریف الحق امجدی صاحب''کملی'' کے لفظ پر بحث کرتے ہیں:

''فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۵۶۵ میں ہے''کملی''،کمبل کی تصغیر ہے۔ایک قسم کی ادنی پوستین جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔فیروز اللغات ص ۶۶۷ میں ہے''کملی''،کمبل کی تصغیر ہے۔چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔شامی میں ہے

مجرد ایہام المعنی المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا ایہام منع کیلئے کافی ہے۔اس کی نظیر راعنا ہے۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے۔اگر چہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگر چہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۱ ص ۵۳۵،۵۳۶)

’’صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے ۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۷)

’’حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ’’کملی‘‘، کمل کی تصغیر ہے۔حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں۔تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۸)

’’مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقاً ناجائز ہے علماء نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر بھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے۔۔۔جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۹)

خلاصہ کلام کہ ’’کملی‘‘ چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔خود امجدی صاحب کے بقول:

’’تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے‘‘۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۱۷)

لہذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کی شان میں کفر وگستاخی ہونا چاہئے۔پھر اگر اس تصغیر سے نیت تعظیم ہو تب بھی بقول امجدی صاحب کے ذو معنی لفظ ہے اچھے اور خبیث دونوں معنی کو لئے ہوئے ہے ایسے لفظ کے بارے میں رضاخانی مذہب کا اصول ہے:

(۱) پیر کرم شاہ صاحب ازہری لکھتے ہیں کہ:

’’ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو‘‘۔

(ضیاء القرآن: ج ۱:ص ۸۳)

(۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالی اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے ادبی کا ادنی شائبہ بھی ہو‘‘۔

(تفسیر نعیمی: ج ۱:ص ۵۳۷)

(۳) پیر ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:

’’جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے‘‘۔

(تفسیر الحسنات: ج ا:ص ۲۴۵)

(۴) بریلوی صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔

(خزائن العرفان: ص ۲۹ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے کہ:

''جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی وگستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔ للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنی بے ادبی بھی کفر قطعی ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۳۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضاخانیوں کے نزدیک اگر چہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہوگا، اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔

اب لفظ ''کملی'' جس میں رضاخانیوں کے اصول کے مطابق کفریات وگستاخی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں مثلاً ''عرف میں اس کو تحقیر کیلئے ہی بولتے ہیں'' ''اس کی نظیر لفظ راعنا ہے'' ''یہ ذو معنی لفظ ہے خبیث معنی کو بھی شامل ہے'' اس اصول کی روشنی میں یہ لفظ کسی نے بھی بولا ہو اس پر ایسے ہی کفر کے فتووں کی بوچھاڑ کرنی چاہئے تھی جیسا یہ لوگ علمائے دیوبند کی عبارات پر کرتے ہیں، مگر ہم تو پہلے کہہ چکے ہیں کہ ان کا یہ اختلاف منافقت و دورنگی کی بدترین بنیادوں پر قائم ہے۔ اب یہ لفظ چونکہ ان کے اپنے بڑوں نے بھی استعمال کیا تھا خاص کر ان کے ''صدر الشریعۃ'' نے لہذا اپنے ہی ان اصولوں کا خون کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام　　　بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے

گہہ بمکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم　　　کے بود یارب کہ رو د یثرب و بطحا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۵۴۰)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۵۳۷)

گویا بزرگ بے التفاتی میں نبی کریم ﷺ کی شان میں تحقیر آمیز الفاظ کہہ دیتے تھے مگر ان کی نیت توہین کی نہیں تو کفر کا فتویٰ بھی نہیں تو پھر ان تمام کتب کو آگ لگائی جائے جہاں ان رضاخانیوں نے علمائے دیوبند کی عبارات کے متعلق یہ کہا کہ عرف کی وجہ سے گستاخ ہے نیت خواہ کچھ بھی ہو۔

ہمارا مدعی یہ ہے کہ رضاخانیوں کا ہم سے اختلاف منافقت کی بنیاد و مسلکی تعصب کی بنیاد پر ہے ان کا فتوی ہمارے لئے کچھ اور اپنوں کیلئے کچھ اور ہے اسی پر رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کی شہادت ملاحظہ ہو کہ وہ اس کملی والے لفظ پر رضاخانیوں کی منافقت کو اس طرح واضح کرتے ہیں:

’’لہٰذا مولانا اختر رضاخان ازہری، مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی، مفتی شریف الحق امجدی اور مفتی شفیق احمد شریفی جیسے تمام مفتیوں، مولویوں، اور رضویوں کو چاہئے کہ وہ مفتی اعظم ہند کی مشہور حیثیت و شخصیت کی پرواکئے بغیر شریعت کا ہی خیال رکھیں اور حکم شرع نافذ کرتے وقت کسی کا رنگ و روپ نہ دیکھیں۔اس کے مریدوں کی تعداد، اس کی علمی حیثیت اور اس کی دولت و شہرت کی بھی پرواہ نہ کریں۔ صرف اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول جل وعلا و ﷺ کی رضاجوئی کیلئے حکم شرع نافذ کریں۔اور رضائے مولی کے حصول کیلئے صاف الفاظ میں فرمائیں کہ:

’’مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضاخان بریلوی نے اپنے کلام میں سرکار مخدوم صابر پاک رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے گوسیاں سیاں، سورتیا، اٹریاں، پیاں، اور بیاں جیسے کلمات تصغیر استعمال کئے ہیں۔لہٰذا اگر مفتی اعظم ہند نے مذکورہ کلمات تصغیر سرکار صابر پاک کیلئے بطور تحقیر استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضاخان کافر ہیں۔اور اگر بطور محبت استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضاخان سخت ممنوع و حرام کے مرتکب ہوئے‘‘۔

اب دیکھنا ہے کہ ازہری صاحب کے بازار میں جیت کس کی ہوتی ہے؟ طبعیت کی یا شریعت کی؟‘‘۔

(لفظ کملی، ص ۶۵، ۶۶، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کا یہ اقتباس اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ رضاخانی مذہب میں فتوی ’’شریعت‘‘ پر نہیں بلکہ ’’طبعیت‘‘ پر لگتا ہے۔

رضاخانی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی کہتا ہے:

’’علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسك بسنة خير من احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قذرة یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر ردو قدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہونا اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت سے سرشار ہونا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔تو اس کلمہ کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتوی اور کلمہ شرعی عائد کیا جاتا‘‘۔

(مناظرہ جھنگ۔ص:۲۸۲)

اگر کسی شخص کا صاحب علم ہونا اور عشق رسالت ﷺ سے سرشار ہونا دلیل ہے کہ اس پر گستاخی کے باوجود ’’سنگین فتوی‘‘ نہیں لگ سکتا تو آخر یہی اصول علمائے دیوبند کیلئے کیوں نہیں؟

یہی علامہ اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

’’جھنگ کے مولوی حق نواز نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ دراصل سنی بریلوی گستاخ ہیں ہم تو قطعاً گستاخ و بے ادب نہیں ہیں۔حالانکہ اہل سنت کا بنیادی جھگڑا ہی علمائے دیوبند سے یہی تھا اور ان پر حنفیت وسنیت کے دعوی کے باوجود غیظ وغضب اور ان سے نفرت و بیزاری صرف اور صرف گستاخانہ انداز تحریر کی وجہ سے ہی تھی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ خود علمائے اہل سنت اس امر قبیح اور فعل شنیع کا ارتکاب کرتے‘‘۔

(مناظرہ جھنگ،ص ۳۶)

بہت خوب سیالوی صاحب! بہت خوب! یہی تو وہ نرالے اصول ہیں جو آپ کی منافقت و دوغلے پن کو واضح کرتے ہیں اگر رضاخانی اس وجہ سے گستاخی نہیں کرسکتے اور وہ ’’گستاخی پروف‘‘ ہیں کہ ان کا علمائے دیوبند سے جھگڑا ہی گستاخی کی بنیاد پر ہے تو علمائے دیوبند کا جھگڑا بھی تو مرزائیوں سے ختم نبوت کی بنیاد پر ہے اور اب تک جتنی خدمت اس عقیدے کی علمائے دیوبند نے کی اس کے نصف تک بھی رضاخانی علماء نہیں پہنچ سکتے تو یہاں یہ حسن ظن کیوں نہیں رکھا گیا کہ جب خود علمائے دیوبند کا جھگڑا مرزائیوں سے ان سے نفرت کی بنیادی وجہ ہی انکار ختم نبوت ہے تو خود اس امر قبیح وفعل شنیع کا ارتکاب کیوں کرسکتے ہیں؟

مزید ملاحظہ فرمائیں مولانا عبد الستار خان نیازی لکھتے ہیں:

’’ملت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃ یا کنایۃ سوئے ادبی کرتا ہے اسے مسترد کردیا جائے چاہے کتنا ہی مقام ومرتبہ کا مالک کیوں نہ بنتا ہو جو کچھ میں نے کہا یہی نقطہ نظر علما دیوبند کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے‘‘۔(اتحاد بین المسلمین،ص ۸۲)

منشاء تابش قصوری لکھتا ہے:

’’اسی طرح علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ شان نبوت میں معمولی سی بے ادبی کفر کا موجب ہے‘‘۔

(دعوت فکر،ص ۱۵)

سیالوی صاحب! آپ کے اصول کے مطابق جب علمائے دیوبند حضور ﷺ کی شان میں معمولی گستاخی خواہ اشارۃ ہو یا کنایۃ کو برداشت نہیں کرسکتے اسے کفر کہتے ہیں تو خود اس امر قبیح وفعل شنیع کے مرتکب کیسے ہوسکتے ہیں؟ ہائے کاش کہ تعصب کی عینک اتار کر کم از کم اپنے ہی اصولوں کا پاس لحاظ رکھ لیا جائے۔

لطیفہ: یاد رہے کہ خود اشرف سیالوی صاحب کے کفر، گستاخی پر سات سے زائد کتب ان کے ہم مسلک مولویوں نے لکھی ہیں موصوف اپنے اس اصول کی سزا یقینا اس وقت اپنی قبر میں ملاحظہ کررہے ہوں گے۔اللہ پاک بعد والوں کو ہدایت نصیب کرے۔آمین۔

غرض یہ ساری تفصیل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خود انہوں نے جو اصول وضع کئے،علمائے دیوبند کی عبارات کے متعلق ان کا خون خود ہی کیا۔اور ان اصولوں کا بالکل بھی پاس ولحاظ نہیں رکھا۔ہمارے اس دعوے پر مزید دلائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حسام الحرمین اور آل بدعت کی دورنگی

قارئین کرام! آج رضاخانیوں نے اپنی کتب وتقریروں میں یہی راگ الاپا ہوا ہے کہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند نبی کریم

ﷺ کے گستاخ ہیں ان کے چارا کابر نے معاذ اللہ چار کفریات بکے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بالفعل جھوٹ بولتا ہے۔

(۳) شیطان کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ مانتے ہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا علم جانوروں پاگلوں بچوں جیسا مانتے ہیں۔(نعوذ باللہ)

اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں ان ہی عقائد کی بنیاد پر علمائے دیوبند کے چارا کابر پر کفر کا فتوی لگایا، لہٰذا جب تک یہ لوگ اپنے ان اکابر سے اعلان برات نہیں کریں گے اور ان عقائد سے اعلان برات نہیں کریں گے یہ کافر ہیں من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ہم ہر چیز قبول کرسکتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناموس پر سمجھوتا کسی صورت نہیں کرسکتے۔ یہ تو دیوبندی تھے اگر ہمارے ماں باپ بھی ایسی گستاخیاں کرتے تو ہمارا فتوی ان کیلئے بھی یہی ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کی ناموس پر ہمارا سب کچھ قربان۔

قارئین کرام! اس حوالے سے ہم بہت کچھ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد اول و دوم اور خصوصاً جلد دوم کے مقدمہ میں لکھ چکے ہیں لہٰذا اس کی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں میں ایک اور طرز سے گفتگو کروں گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا حسام الحرمین کے کفر کا یہ فتوی صرف ان چارا کابر اور ان کے ماننے والے جمہور طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ کیلئے ہے؟ اگر دیگر لوگ بقول جماعت رضا خانیہ ان اکابر سے بھی معاذ اللہ بڑے کفریات کے مرتکب ہوں تو آخر یہ فتوی ان پر لاگو کیوں نہیں ہوتا؟ ہمارا شروع دن سے یہ دعوی ہے کہ اہل بدعت کا عشق رسالت ﷺ کا یہ نعرہ محض منافقانہ نعرہ ہے۔ اس نعرہ کی آڑ میں انہوں نے اپنا الگ فرقہ زندہ رکھنا ہے۔ یہ نعرہ ان کے جداگانہ تشخص کیلئے آکسیجن کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا وہ اس نعرے سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ اگر یہ نعرہ یہ فتوی کسی بغض کی بنیاد پر یا انگریزی سازش کے نتیجہ میں نہ ہوتا بلکہ اصول و اخلاص پر ہوتا تو سب کیلئے ہوتا لیکن صبح شام دیوبندیوں کی گستاخیوں پر ہلکان ہونے والے رضا خانی مولویوں کے سامنے جب آپ ان کے بڑوں کی گستاخیاں رکھیں گے اور فتوی طلب کریں گے تو ان کو سانپ سونگھ جائے گا۔

ہم اس کی چند مثالیں مزید آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

بریلویت اور ختم نبوت کا انکار

کچھ عرصہ پہلے بریلوی مناظر مولوی سعید احمد اسد فیصل آبادی اور مولوی اشرف آصف جلالی کا سوشل میڈیا پر ایک تنازعہ کھڑا ہوا۔ دونوں طرف سے ویڈیو بیانات کی صورت میں خوب لے دے ہوئی یہ تمام ویڈیو ریکارڈ ہمارے پاس بھی موجود ہے اور ان دونوں حضرات کے پیجز اور یوٹیوب چینلز پر جاکر اس گفتگو کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم اس حوالے سے جو خلاصہ پیش کرنے جارہے ہیں اس کو غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک لاکھ روپے کا انعام دیا جائے گا۔ مولانا سعید اسد صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اگر آپ کو عالم ارواح سے نبی مانا جائے تو اس سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے کیونکہ مرزائی کہیں گے کہ حضور ﷺ جب عالم ارواح میں نبی تھے اس کے بعد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آیئے اس سے تو حضور ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑا تو ایک مرزا کے

آنے سے فرق کیوں پڑ رہا ہے؟ لوگ اس راستے سے مرزائی ہو رہے تھے میں نے اپنے استاد مولانا اشرف سیالوی کا نظریہ پیش کر کے لوگوں کو مرزائیت سے بچایا ہے۔

جبکہ دوسری طرف مولانا اشرف آصف جلالی کا نظریہ یہ تھا کہ اس صورت میں سعید اسد صاحب حضور ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہو گئے ہیں۔اب دیکھیں ختم نبوت کا انکار بھی کفر ہے اور حضور ﷺ کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے دونوں کا انکار ضروریات دین کا انکار ہے۔حسام الحرمین کی روشنی میں دونوں اور ان کے متبعین کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔مگر آپ مجموعی طور پر رضاخانی جماعت کا رویہ دیکھ لیں اس صریح کفر پر دونوں طرف سے مجرمانہ خاموشی ہے۔کیوں؟ صرف اس لئے کہ دونوں ان کے اپنے ہم مسلک ہیں۔

سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”بعض حضرات یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا

انی عند اللہ لمکتوب خاتم النبیین و آدم لمنجدل فی طینته

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم النبیین کیونکر ہو سکتے ہیں۔اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیسے مبعوث ہوئے؟

اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا کہ اگر بعد از مانہ نبوی کوئی اور بھی نبی آجائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا“۔ (التحقیقات،ص ۳۹۳،۳۹۴)

گویا اس حدیث سے حضور ﷺ کے عالم ارواح میں استدلال کرنے سے اور اس حدیث کو درست مان لینے سے بقول آل بدعت حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ درست ہو جائے گا جو کہ رضاخانیوں کے ہاں بالاتفاق کفر ہے۔اب ملاحظہ فرمائیں کہ رضاخانی مناظر عبد المجید سعیدی اپنی کتاب ”تنبیہات کے ص ۲۲۵،۲۴،۱۵۶،۱۶۱“ پر اسی حدیث سے عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ کی نبوت پر استدلال کرتا ہے گویا سعیدی اور اس کے ماننے والے سب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہو گئے۔ص ۲۰۴،۲۰۵ پر اپنے فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی کی فتاوی فیض الرسول ج۱ص ۱۱،۱۲،۱۳،۱۴ کے حوالے سے اسی حدیث کو تسلیم کیا گویا فقیہ ملت بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عقیدہ۔اپنے غزالی زماں کے حوالے سے لکھا:

”حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک میں اللہ تعالی کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا۔ملاحظہ ہو مقالات کاظمی ج۱ص ۶۰۔(تنبیہات،ص ۲۰۷)

مفتی شریف الحق امجدی نے فتاوی شارح بخاری ج۱ص ۵۷۸ پر اس حدیث کو صحیح مانتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دوام پر استدلال کیا۔گویا کہ یہ سب بریلوی اکابر نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہوئے وہی فرد جرم عائد ہوئی جو یہ لوگ حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر عائد کرتے رہے۔

اسی طرح رضاخانیوں نے بریلوی مایہ ناز عالم و مناظر اشرف سیالوی کے خلاف مندرجہ ذیل کتب لکھیں:

(۱) تنبیہات از عبد المجید سعیدی

(۲) تصریحات از مولوی نذیر احمد سیالوی
(۳) نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر آن ہر لحظہ
(۴) تجلیات علمی فی ردنظریات سلوی
(۵) نبوت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمہور امت کے آئینہ میں
(۶) نبوت عندالشیخین
(۷) تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں ۔وغیرہ وغیرہ

ان سب میں یہ قدر مشترک ہے کہ اشرف سیالوی اور اس کے متبعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے منکر ہیں ۔یہ بنیادی کتب ہیں ورنہ چھوٹے موٹے رسائل کا تو ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے ۔مگر آج تک دونوں میں سے کسی ایک فریق نے بھی ایک دوسرے پر حسام الحرمین کا اصول کہ ''من شك فی كفره و عذابه فقد كفر '' کا اطلاق نہیں کیا۔کیوں؟ یہ منافقت کیوں؟ یہ حسام الحرمین رضاخانیوں کے سر پر جب پڑتی ہے تو کند کیوں ہوجاتی ہے؟ یہ طرز عمل اس بات کی بین دلیل ہے کہ رضاخانیوں کا علمائے دیوبند سے اس بنیاد پر اختلاف محض مسلکی تعصب،ضد وعناد ہے ۔

کیا مولانا سعید اسد صاحب نے رجوع کرلیا؟

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی اپنے موروثی منافقت و دھوکا دہی کی صفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہے کہ مولانا سعید اسد صاحب نے تو رجوع کرلیا تھا۔تو اس سلسلہ میں دوگذارشات ہیں ۔آپ لوگوں کو ان پر دعویٰ ''نبوت کے انکار'' کا تھا۔یہ ضروریات دین کا انکار ہے اور اس سے توبہ ورجوع کی پانچ شرائط مولوی حشمت علی رضوی نے بتلائی ہیں جو ہم نے دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں عرض کردی ہیں ۔لہٰذا ان کا توبہ ورجوع اسی طریقہ پر ثابت کیا جائے ۔ثانیا مولوی اشرف سیالوی اور ان کا بیٹا اور ان کے سینکڑوں شاگرد تو بغیر توبہ اس دنیا سے چلے گئے ان کا کیا ہوگا؟ باقی رہا سعید اسد صاحب کا رجوع وہ خود رضاخانیوں کو بھی مسلم نہیں یہاں ہم اس رجوع کے خلاف دو رضاخانی مولویوں ''مولوی نذیر سیالوی''اور''مولوی عبدالمجید سعیدی'' کے مضامین پیش کررہے ہیں ۔ملاحظہ ہو:

علامہ سعید احمد اسعد صاحب کے نظریہ کا منصفانہ تجزیہ

مسئلہ نبوت میں غلطی کرنے والوں کا رجوع ہمارا عین مقصود ہے اور ہمارے لیے نہایت ہی خوشی کا موجب ہے بشرطیکہ واقعی رجوع ہو۔

میرا نظریہ: کے عنوان سے علامہ احمد اسعد صاحب کی 14-11-2019ء کی ایک تحریر منظر عام پر آئی ہے جسے رجوع قرار دیکر ایک دوسرے کو مبارک باد دی جارہی ہے ۔

از راہِ خیر خواہی اس کے بارے میں چند گزارشات

جس شدت سے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت کا انکار کیا گیا،اسے عقیدہ ختم نبوت کے منافی قرار دیکر اس نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں کو ختم نبوت کے منکرین ٹھہرایا گیا جو درحقیقت پوری امت مسلمہ کو خارج از اسلام قرار دینا ہے،حالانکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا عالم اجسام میں مشرف بہ نبوت و رسالت ہونا (جو جمہور امت کے نزدیک دوسری نبوت ہے) اور خاتم النبیین و آخری نبی ہونا باجماع امت ضروریات دین سے ہے۔

نیز موصوف کی طرف سے اپنے عقیدہ کی تحریری وضاحت پہلے بھی متعدد بار کی گئی اور عقیدہ اہل سنت کے خلاف تبلیغ بھی اعلانیہ طور پر جاری رکھی اور اکابرین اہل سنت پر افتراء اور ان کی عبارات کی معنوی تحریف بھی بڑی فراخ دلی سے ہوتی رہی اور موصوف نے اس دورانیہ میں متعدد مرتبہ کہا ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کو عالم ارواح میں حقیقی نبی مانتا ہوں لیکن لغوی یعنی بلند مرتبہ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت کا مطلب بھی یہی بتایا (حالانکہ یہ ان پر افتراء ہے)

اور یہ بھی کہا کہ میں آپ ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی مانتا ہوں، پھر اس کی وضاحت یوں کی کہ بالفعل کا معنی ہے: "التحقق فی احد الازمنۃ الثلثۃ" یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ثابت اور محقق ہونا تو مستقبل بھی ایک زمانہ ہے اور میں غار حراء کی وحی کے ساتھ نبوت مانتا ہوں، لہذا یہ عالم ارواح میں بالفعل نبی ماننا ہے۔ (حالانکہ یہ بالفعل کے معنی کی تحریف ہے)

بلکہ موصوف مارچ 2013ء میں حضور نبی کریم ﷺ کے عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کی تحریر بدست اپنے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب قدس سرہ العزیزی پر دستخط کر چکے ہیں جس میں اس عقیدہ کے خلاف تحریراً یا تقریراً کبھی بحث نہ کرنے کا وعدہ ہے لیکن اس کے باوجود اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

21-12-2017ء میں موصوف نے بدست خود اپنا عقیدہ تحریر کر کے دیا کہ: "اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی سید عالم ﷺ کی روح مقدس کو وصف نبوت سے متصف فرما دیا تھا (تا) اس نبوت میں کوئی انقطاع واقع نہ ہوا"۔ اور اس تحریر پر اپنے دستخط بھی ثبت کیے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جو بولی بولتے رہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اس پس منظر کے پیش نظر رجوع کی تحریر خوب واضح ہونا لازم اور ضروری ہے جبکہ 14-11-2019ء کی تحریر بوجوہ ناکافی ہے۔

نمبر ۱ اس میں لکھا ہے:

"اور نبی اکرم ﷺ (تا) عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے جملہ لوازمات نبوت کیساتھ" تا آخر

گزارش ہے کہ موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کا معنی ان کے اپنے بیان کے مطابق یہ ہے کہ عالم اجسام میں غار حراء کی وحی کے ساتھ نبی بنائے گئے لہذا عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔

حالانکہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ یہ درحقیقت عالم ارواح میں حضور سید المرسلین ﷺ کے حقیقتاً اور بالفعل نبی ہونے کی نفی اور انکار ہے اس لئے کہ بالفعل نبی کے معنی کی وضاحت رجوع کی تحریر میں ہونا ضروری ہے تاکہ واضح ہو کہ بالفعل کا حقیقتاً اصطلاحی معنی مراد ہے یا موصوف کا اختراعی معنی۔

نمبر ۲: لکھا ہے۔ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے جملہ لوازمات نبوت کے ساتھ

گزارش ہے وہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں جملہ لوازمات نبوت کے بالفعل ہونے کا معنی وہی ہے جو عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کا معنی ہے۔ جو درحقیقت عالم ارواح میں جملہ لوازمات نبوت کی نفی اور انکار ہے۔ نیز موصوف پہلے تکرار سے کہتے رہے ہیں کہ عالم ارواح میں نبوت اس لیے بھی نہیں ہے کیونکہ نبوت وحی کے بغیر نہیں ہے جبکہ عالم ارواح میں وحی نہیں ہے اور اس

دورانیہ میں عالم ارواح میں حقیقی نبی بالفعل نبی ماننے کا دعوی بھی کرتے رہے ہیں

یعنی حقیقی نبی بمعنی لغوی نبی اور بالفعل نبی غار حراء والی وحی کی وجہ سے، اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وصوف کے نزدیک عالم ارواح میں وحی بنوت سے مشرف ہوئے بغیر آپ ﷺ کو عالم ارواح میں حقیقی نبی اور بالفعل نبی قرار دینا درست ہے ۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اس لیے گزارش ہے کہ جملہ لوازمات نبوت میں سے بالخصوص وحی سے عالم ارواح میں حقیقتا مشرف کیے جانے کی تصریح کرنا بھی ضروری ہے۔

نمبر ۳ موصوف نے نزول قرآن سے پہلے عرصہ میں حضور سید المرسلین ﷺ کے حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی ہونے کا انکار بھی بڑی شدت کے ساتھ کیا ہے لہذا رجوع کی تحریر میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ ﷺ کو حقیقتا اور بالفعل نبی تسلیم کرنے کی تصریح کرنا بھی نہایت ضروری ہے بایں طور کہ عالم ارواح میں حقیقتا منصب پر فائز ہونے سے عالم اجسام و بشریت میں بھی نزول قرآن کریم سے پہلے عرصہ میں آپ ﷺ حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی (جسے اصطلاح شرع میں نبی کہا جاتا ہے یونی جس پر وحی نبوت کا نزول ہوا ہو) تھے کیونکہ اگر عالم ارواح میں حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی ہی تسلیم کریں قبل از بعثت نہ مانے تو اس کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ یہ نظری منصب بنوت کے سلب وزوال کا نظریہ ہے جو شرعا وعقلا قطعی طور پر نامکمل ہے (جس کی تفصیل کتب عقائد اور نبوت مصطفی ﷺ میں ہے) جبکہ مذکورہ تحریر میں اس ست متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا، تو اسے رجوع کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

نمبر ۴: لکھا ہے: "جو شخص نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں ارواح والا اول نبی مانے وہ ختم نبوت کا منکر نہیں ہے۔

گزارش ہے کہ موصوف نے جس شدت سے حضور سید العالمین کو عالم ارواح میں حقیقتا اور بالفعل منصبِ نبوت پر فائز تسلیم کرنے کے عقیدہ کو ختم نبوت کا انکار قرار دیا ہے جو درحقیقت تمام امت مسلمہ پر خارج از اسلام ہونے کا حکم لگایا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک

اس سے رجوع کے لیے عبارت منقولہ کافی نہیں ہے۔

اس لیے کہ ماضی قریب میں موصوف کے بیانات کے مطابق موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں وحیِ نبوت کے بغیر حضور سید المرسلین ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی اور حقیقی نبی تھے۔

حقیقی نبی بمعنی لغوی یعنی بلند مرتبہ اور بالفعل نبی غار حراء والی وحی کی وجہ سے، جو درحقیقت عالم ارواح میں نبی تسلیم کرنے کی نفی اور انکار ہے۔موصوف کے نزدیک عالم ارواح والا نبی وحی نبوت کے بغیر نبی ہوتا ہے۔اسی لیے تو خود عالم ارواح میں حقیقی نبی ماننے کا دعوی کرتے رہے اور دوسروں کو ختم نبوت کا منکر ٹھہراتے رہے۔

کیونکہ وہ خود اپنی اصطلاح میں عالم ارواح والا نبی مان رہے تھے جو درحقیقت نبی ہے ہی نہیں اور دوسرے اہل سنت حضور خیر الانام ﷺ کے حقیقتا منصب بنوت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لیے انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دیدیا۔نعوذ باللہ ذلک

اس لیے عبارت منقولہ میں "عالم ارواح میں عالم ارواح والا اول نبی مانے" کی جگہ عالم ارواح میں حقیقتا اور بالفعل منصب نبوت پر فائز ہونے والا اول نبی مانے" لکھا جائے تاکہ دھاندلی اور دھوکا دہی نہ بنے۔

نیز حضور نبی کریم ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت بھی ابدی ہے لہذا آپ ﷺ اس منصب نبوت کیساتھ قبل از بعثت بھی بالفعل اور حقیقی

یعنی شرعی نبی تھے اور ابد تک رہیں گے۔ البتہ عالم اجسام میں جماعت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں آخر میں بھی نبوت و رسالت سے مشرف فرمائے گئے اور آپ کا یہ منصب نبوت ورسالت ابدی ہے اور ضروریات دین سے ہے۔

لہذا عالم ارواح والی نبوت کے اعتبار سے حضور سید العالمین ﷺ کو اول النبیین ماننا ختم نبعت کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ اگر یہ بیان بھی رجوع کی تحریر میں شامل کرلیا جائے تو تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے گا۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

نمبر ۵: لکھا ہے۔ ''میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے اور آج سے پہلے میری کوئی تقریر یا تحریر اس نظریہ کے متصادم پائی تو اسے کالعدم سمجھا جائے''

گزارش یہ ہے کہ جب اس رجوع (بعنوان میرا نظریہ) کی اپنی حقیقی صورتحال ہی یہ ہے جو بیان کی جاچکی ہے۔ تو رجوع کنندہ کا عقیدہ کیا سمجھیں؟ اور تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو کس پر محمول کریں؟ جس سے اہل سنت کی تشفی ہوجائے۔ اور کونسی تقریر و تحریر کو کالعدم سمجھیں؟

اور پھر بعض فضلاء کرام کا اس تحریر میں بیان کردہ نظریہ کے متعلق لکھنا کہ: ''امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی عقیدہ ونظریہ ہے''

باعث حیرت ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا عقیدہ ونظریہ تو روز روشن کی طرح ہے ملاحظہ فرمائیں:

''حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابو البشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے اور حضور کا ارشاد کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد'' اپنے معنی حقیقی پر ہے''۔ (فتاوی رضویہ 138/30)

اگر یہ واقعی رجوع ہے اور عقیدہ اہل سنت پر استقامت کا عزم مصمم کرلیا ہے تو عالم ارواح والی نبوت کے انکار کے دورانیہ میں جس قدر شبہات ومغالطات دلائل کا نام دیکر پیش کیے جاتے رہے ان کے بارے میں کم از کم اجمالی انداز میں اتنا تو ضبط تحریر ضرور لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے شبہات زائل ہوگئے ہیں اور میں شرح صدر سے حضور سید العالمین ﷺ کو عالم ارواح میں اور عالم اجسام میں قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی تسلیم کرتا ہوں۔

اس تصریح کے بعد اس رجوع کو تسلیم نہ کرنے کا شرعی جواز کسی کیلئے نہ ہوگا بشرطیکہ موصوف بھی اپنے رجوع پر قائم رہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

نذیر احمد سیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

20-11-2019ء

ٹ ٹ

مسئلہ نبوت پر مولانا سعید اسد صاحب فیصل آبادی کی تازہ تحریر

''میرا نظریہ'' کا رد بلیغ

البطش علی اللبس

المعروف بہ

مولانا سعید اسد صاحب کے حالیہ رجوع کی حقیقت

ازقلم

جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، مناظر اسلام، مفتی اسلام، محقق العصر حضرت علامہ مولانا

مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی

صدر شعبہ تدریس وافتاو مناظرہ ومہتمم جامعہ غوث الاعظم جامعہ سعیدیہ

خطیب جامع مسجد نوری رحیم یار خان (پنجاب پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

مسئلہ نبوت کے حوالہ سے مولانا سعید اسعد صاحب فیصل آبادی کی چھ نکات پر مبنی معروف تحریر کے بعد اسی مسئلہ پر ان کی ایک تحریر آئی ہے جو حسب ذیل ہے:

''میرا نظریہ

سرور دو عالم ﷺ خاتم النبیین ہیں، عالم اجسام میں آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی بھی معنی میں کوئی نیا نبی نہیں بن سکتا اور نبی اکرم ﷺ اول الخلق اور اول النبیین ہیں اور عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔جملہ لوازمات نبوت کے ساتھ جیسا کہ وہ لوازم اس عالم آپ ﷺ کے شایان شان ہیں جس کی کیفیات کا کما حقہ ہمیں علم نہیں۔

میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے اور آج سے پہلے میری کوئی تقریر یا تحریر اس نظریہ کے متصادم پائی تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔

امام اہل سنت اعلی حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالی کا بھی یہی عقیدہ و نظریہ ہے۔جو شخص نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں اول نبی مانے وہ ختم نبوت کا منکر نہیں ہے۔

سعید اسد غفرلہ الاحد

۱۴/ نومبر ۲۰۱۹ء

جمعرات''۔

کچھ لوگ اس پر ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دے رہے اور جشن منا رہے ہیں کہ سعید اسد صاحب نے اپنے موقف سے رجوع کر کے اس سے توبہ کر لی ہے۔

انے موقف سے رجوع اور توبہ کر لینا کہا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

منجانب: نثار احمد قادری (کراچی) محمد فرحان (حیدر آباد) خادم حسین چشتی گولڑوی (لودھراں) نیز بے شمار احباب اہل سنت از طول و عرض ملک۔

و باللہ التوفیق التسدید

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیا و آدم بین الماء والطین وعلی الہ وصحبہ وتبعۃ وعلینا معھم اجمعین الی یوم الدین

برتقدیر صدق سوال صاحب بیان پیش نظر تحریر کو مسؤل عنہ (سعید اسد صاحب) کا مسئلہ نبوت کے متعلق اپنے نظریہ جدیدہ سے رجوع سمجھنا سخت غلط فہمی اور شدید غلطی ہے اس طرح کے نام نہاد رجوع وہ ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۷ء میں بھی کئی بار کر چکے ہیں جو محض فریب دہی تھے۔بلکہ غور

سے دیکھا جائے تو ان کی یہ تحریر ان کے دونمبر نظریہ کی واضح توثیق ہے جس کی بعض وجوہ حسب ذیل ہیں:

وجہ نمبر ا: پیش نظر پوری تحریر میں اول تا آخر کہیں بھی سعید اسد صاحب نے مسئلہ نبوت کے حوالہ سے نہ تو کسی طرح سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے اور نہ ہی اس میں ان کے اس سے توبہ کرنے کا کوئی ذکر ہے۔

وجہ نمبر ۲: نیز پیش نظر تحریر میں موصوف کا کہنا ہے کہ:''میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے''

اقول:

اس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ موصوف نے اپنے نظریہ سے توبہ نہیں کی، توبہ کی ہوتی تو ''محمول کہا جائے'' کہنے کی بجائے یوں کہتے کہ ان کی اس سلسلہ کی تقاریر اور تحریرات کو غلط تصور کیا جائے۔

الغرض وہ اپنی ان تقریروں اور تحریروں کو غلط قرار دیتے ورنہ سابقہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کہنے کا کیا مطلب؟

وجہ نمبر ۳: آگے کہتے ہیں: ''اور آج سے پہلے کی میری کوئی تقریر یا تحریر اس عقیدہ کے متصادم پایہ جائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے''۔

اقول:

اس میں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ان کی سابقہ تقریرات وتحریرات میں سے کوئی تقریر وتحریر ایسی نہیں جو ان کی اس پیش نظر تحریر کے متصادم ہو۔ بناء علیہ ان کی اس تحریر کو ان کے نظریہ ۲ سے رجوع یا توبہ سمجھنا غلط ہوا۔

وجہ نمبر ۴: نیز انہوں نے لکھا ہے کہ عالم اجسام میں آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ پھر انہوں نے عالم ارواح میں اول نبی لکھ کر چھوٹے الفاظ میں ''عالم ارواح'' کی قید لگائی ہے۔

اقول:

اس سے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم اجسام یعنی دنیا میں چالیس سال کی عمر شریف تک معاذ اللہ نبی نہ تھے کیونکہ ان کے حساب بیان عالم ارواح والی مذکورہ نبوت اس دنیا کے کس حصے میں چالیس سال تک کچھ مؤثر نہ تھی۔

اس سے مصنف تحقیقات کے نظریہ کی آبیاری کر گئے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ اس پر بھی موصوف کا اعتقاد نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس عالم میں نبی محض اعلان ہونے اور بلند ہونے کے معنی میں تھا۔

وجہ نمبر ۵: مزید یہ کہ عالم ارواح والی نبوت کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی کیفیات کا کما حقہا ہمیں علم نہیں''۔

اقول:

جب علم نہیں تو علم کے بغیر اعتقاد کیونکہ ممکن ہے جب کہ بحث قبل تخلیق آدم علیہ السلام نبی ہونے کے بارے میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کیفیات کے متعلق ہے۔

یہ طرز انہوں نے مماتیوں سے سیکھا ہے جو مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث کے وقت نفس حیات مقدسہ کے بجائے کیفیت حیات پر بحث چھیڑ دیتے ہیں جس سے مقصود ٹائم پاس کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

وجہ نمبر ۶:

نیز انہوں نے اپنی تحریر کو ختم نبوت کے مسئلہ سے شروع کیا ہے حیث قال: سرکار دو عالم ﷺ خاتم النبیین ہیں''۔ جو عرصہ سے جاری سابقہ

بحث کا تسلسل ہے جو اس لیے آگے رکھتے ہیں کہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ بحث مسئلہ ختم نبوت میں ہے حالانکہ اس پو بحث ہے ہی نہیں۔اصل بحث تو یہ ہے کہ آپ قبل تخلیق آدم علیہ السلام نبی تھے یا (ان کے بقول) نہیں تھے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ پنی وہی پرانی ہانکی ہے۔

وجہ نمبر ۷: مزید یہ کہ پیش نظر تحریر کو موصوف نے یہ عنوان دیا ہے: ''میرا نظریہ''۔اگر یہ ان کے نظریہ نمبر ۲ سے مختلف ہوتا تو اس میں اس کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ رکھتے جیسے حالیہ یا جدیدہ یا موجودہ نظریہ وغیرہ۔فاذلیس فلیس۔

وجہ نمبر ۸: نیز موصوف نے اپنی اس تحریر کو بسم اللہ اور درود شریف وغیرہ کلمات متبرکہ سے شروع نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ دھوکہ پر مبنی ہے جو ناجائز جب کہ ناجائز کام کو بسم اللہ وغیرہ سے شروع کرنا کفر تک بھی ہوسکتا ہے۔

خلاصہ:

الغرض پیش نظر تحریر کو مسئلہ نبوت کے متعلق سعید اسد صاحب کا اپنے دو نمبر نظریہ سے رجوع یا اس سے توبہ سمجھنا قطعا درست نہیں۔موصوف عوام اہل سنت کے رد عمل سے بچنے کے لیے آئے دن اس طرح کے اقدامات کرتے رہتے ہیں جسے کچھ ناواقف قسم کے لوگ رجوع سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت کچھ الفاظ کی تبدیلی سے اپنے نمبر ۲ نظریہ کی توثیق کرتے ہیں بالفظ دیگر وہ ''کوڈ ورڈز'' استعمال کر کے (نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے) وہ لوگوں کو چکر دیتے ہیں۔مقصد یہی ہوتا ہے کہ ماضی میں کی گئی ان کی تشریح کے مطابق عالم ارواح میں آپ ﷺ اول النبیین اور بالفعل نبی تھے یعنی محض اعلان اور بلند رتبہ ہونے کے معنی میں جس کے تسلسل کی نفی کے لیے وہ آپ ﷺ عالم اجسام میں نبی بنائے جانے کے لفظ لاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ فقیر سمیت ہر اس شخص سے اس مسئلہ پر بحث سے ہمیشہ گریز کرتے اور لطائف الحیل سے کنی کتراتے ہیں اور اس پر کبھی آمادہ نہیں ہوتے جو ان کی چالبازی اور چستی کو کما حقہ و سمجھتے ہیں اور وہ اس پر کبھی بھی ہم سے گفتگو کر بھی نہیں سکتے۔بے شک تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

چنانچہ پچھلے دنوں جب مناظرہ کی فضاء بنی ہوئی تھی لاہور سے (اس فون نمبر 03334845785 سے) مجھے کچھ لوگوں نے کہا کہ سعید صاحب سے مناظرہ کے لیے تیار ہو جائیں ہم ان کو تیار کر لیتے ہیں۔میں نے کہا میں تو ان کے چیلنج کو عرصہ کم و بیش چھ سال سے قبول کر چکا ہوں، وہ اس پر آتے ہی نہیں ہیں، اس لیے فقیر سے وہ کسی صورت میں بات کر ہی نہیں سکتے اور اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اگر آپ لوگ ان سے آمادگی لکھوا دیں تو یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا،جس کا نتیجہ وہی نکلا جو میں نے انہیں کہہ دیا تھا۔

ہائے افسوس سعید اسد صاحب سیدھے سادے طریقہ سے اللہ و رسول (جل جلالہ، وﷺ) سے معافی مانگنے کا اعلان کرنے کے بجائے محض اپنی جھوٹی انا کو بچانے کے لیے وقفہ وقفہ سے لوگوں کو چقمہ پہ چقمہ دے رہے ہیں جس سے ان کے وبال میں اضافہ ہو رہا ہے (والعیاذ باللہ العظیم)

بناءً علیہ اگر وہ واقعی اس میں مخلص ہیں تو اصولا،شرعا،اخلاقا ہر حوالہ سے ان کا رجوع اور توبہ اس وقت متصور ہوں گے جب وہ صاف صاف اپنی غلطی کا اعتراف اور اپنے نمبر ۲ نظریہ کی نفی کرتے ہوئے تحریرا رقریرا ہوں اعلان کریں کہ آپ ﷺ امانہ قبل تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام میں آپ کو مضح دنیا میں نبی بنائے جانے کے اعلان ہونے کئے معنی میں نہیں اور نہ ہی بمعنی لغوی بلند عتبہ ہونے کے معنی میں نبی بنائے گئے

بلکہ حقیقۃ اور بالفعل نبوت سے متصف کر کے نبی نبائے گئے۔ نیز کہ آپ غار حراء تک بھی اسی (مذکورہ) تفصیل کے مطابق نبی تھے۔اس کے تغیر تو بہ یا نمبر ۲ نظریہ سے رجوع شمار اور متصور نہیں ہوسکتا۔

مبارک بادیوں کی صحیح پوزیشن:

لہذا نیٹ اور میڈیا پر اس سلسلہ میں جو مبارک بادیاں پیش کی جارہی ہیں کہ سعید اسد صاحب نے رجوع کر لیا ہے،تو جو قائلین نبوت ہیں وہ ہرگز اس پرخوش فہمی میں نہ رہیں کیونکہ کوئی رجوع وجوع نہیں ہوا البتہ مانعین (سعید اسد حضرات) ضرور دیں کیونکہ وہ کچھ دیر کے لیے عوام کو دھوکہ دینے میں سرخرو ہوئے ہیں۔

سواد اعظم اور اعلی حضرت کا نظریہ:

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ جب موصوف نے اپنے نمبر ۲ نظریہ سے توجہ وروع کچھ نہیں کیا تو ان کا اپنی تحریر کے مضمون کے متعلق یہ کہنا کہ سواد اعظم اور خصوصیت سے امام اہل سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی کا نظریہ بھی یہی ہے،ان کی ایک بار پھر سخت وشدید غلط بیانی ہے۔

نوٹ: سعید صاحب کی چھ نکاتی تحریر کے متعلق بھی فیصل آباد ہی سے موالنامہ موصول ہوا ہے جس کا جواب تیار ہے بھیجنا باقی ہے۔

ازالہ وہم:

رہے ان کے آپ ﷺ کے متعلق اول الخلق اول النبیین اور بالفعل نبی ہونے کے الفاظ؟

تو یہ علی الطلاق نہیں بلکہ یہ محض ان کے حسب نظریہ ہے یعنی دنیا میں نبی بنائے جانے کے اعلان بلند رتبہ ہونے کے طور پر بالفعل ماننا ہے جو ان کی سابقہ تحریرت وتقریرات سے متعین ہے کیونکہ انہوں نے خود اپنی اس پیش نظر تحریر میں اس امر کو اپنی سابقہ تقاریر وتحریرات سے مربوط کیا ہے (جیسا کہ شوع میں بھی گزرا ہے)۔

مفتی فاروق صاحب 92 نیوز والوں کا کارنامہ

سعید صاحب کی تحریر کے منظر عام پر آنے سے پہلے مفتی فاروق صاحب ۹۲ نیوز والوں نے فقیر کو فون پہ بتایا کہ مسئلہ نبوت پر ہم نے ایک تحریر بنائی ہے اسے سن کر اس پر تبصرہ کریں، جب انہوں نے پڑھ کر سنائی تو میں نے اسی وقت فورا کہہ دیا کہ یہ سعید اسد صاحب کا چکر لگتی ہے۔انہوں نے کہا آپ بتا دیں کس طرح ہو، میں نے کہا اس سے مقصد کیا ہے؟ تو جوابا ارشاد فرمایا کلاس میں بچوں کو مختصرا عقیدہ نبوت سمجھانے کے لیے ایک تحریر بنائی ہے۔ یہ زندگی مین ان کا مجھے پہلی مرتبہ فون تھا اور شائد آخری بھی ہو۔میں نے حامی بھر لی،ساتھ ہی کہا کہ اپنی یہ تحریر وٹسپ کریں جو انہوں نے وٹسپ پر سینڈ کی جو ریکاڈ پر موجود اور محفوظ ہے۔

ان کے کہنے پر میں نے جو تحریر بنائی ان کو وٹسپ سے ارسال کی،وہ حسب ذیل ہے:

باسمہ تعالی شانہ

’’اللہ تعالی نے ہمارے آقا و مولی حضور سید عالم محمد ﷺ کو بہت سی شانیں ایسی عطا فرمائیں جو دوسرے انبیاء ومرسلین کرام علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں دیں ایسی شانوں کو آپ کے ’’خصائص‘‘ اور آپ کی ’’خصوصیات‘‘ کہا جاتا ہے۔ان میں سے آپ کی ایک خصوصی شان یہ ہے

کہ آپ اول النبیین بھی ہیں اور آخر النبیین بھی ہیں یعنی آپ حقیقت مقدسہ بالفاظ دیگر آپ کے نور پاک کو نیز آپ کی روح مبارک کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور انہیں زمانہ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بمعنی حقیقی نبوت سے متصف کر کے آپ کو بالفعل نبی بنایا گیا جب کہ دنیا میں آپ کو سب نبوں رسولوں کے بعد مبعوث کیا گیا اسی آخر میں مبعوث کیے جانے کو آپ کی ''ختم نبوت'' اور آپ کا ''خاتم النبیین'' ہونا کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں قاہم کیے گئے سلسلہ نبوت کے آخری فرد عظیم ہیں۔اس لیے آپ کی بعثت کے بعد نہ تو سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی بعثت ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین سے یعنی اسلام کے ان بنیادی امور میں سے ہے کہ اس کو مانے بغیر کافر مسلمان قرار نہیں پا سکتا اور العیاذ باللہ مسلمان اس کا انکار کر دے تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج شمار ہوتا ہے''۔

اقول:

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مفتی فاروق کی ارسال کردہ بعینہ وہی تحریر، سعید صاحب کے دستخطوں کے ساتھ مع اضافہ جات نیٹ پر دیکھنے میں آئی کہ کہا تو یہ گیا تھا کہ کلاس کے بچوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے ہے مگر نکلی وہ ہاتھی کے دانت کی مصداق۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

اقول شاید بچوں سے ان کی مراد سادہ لوح قسم کے لوگ اور کلاس لینے سے مقصود لفظوں کے چکر سے انہیں اندھیرے میں رکھنا ہو۔اگر یہ ہو تو پھر مفتی فاروق صاحب موصوف کا مذکورہ بیان صحیح اور مبنی بر صدق ہے جس پر حلف بھی دیا جا سکتا ہے۔مفتی فاروق صاحب سے بے شک پوچھ لیں ایسے ہے کہ نہیں۔ان کا فون نمبر (جس پر انہوں نے مجھ سے بات کی تھی اور وٹسپ کیا تھا) یہ ہے: 03236626046 فقط

کتبہ الفقیر عبد المجید سعیدی رضوی بقلمہ

صدر شعبہ تدریس افتاء

جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان (پنجاب۔پاکستان)

(۲۰ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۱۹ء بروز ایمان افروز و باطل سوز پیر)

مولانا سعید اسد فیصل آبادی کی ایک اور منافقت

یہاں اس مولوی کی ایک اور منافقت اور ابن الوقتی بھی ملاحظہ ہو جب اس کے استاد مولوی اشرف سیالوی کا جھگڑا پیر نصیر الدین گولڑوی سے تھا تو یہ اس پیر گولڑوی کو ''وہابی'' اور ''شیعہ'' کہتا۔ چنانچہ اس کا ایک بیان سات سال پرانا ۱۱ جون ۲۰۱۳ء کو

Pir Naseer (R.A) marsay say PEhly Shai aour Wahabi ho gae thay by Molana Saeed Asad

نیٹ (یوٹیوب) پر اپلوڈ ہے۔ جس میں یہ ایک عرس کے پروگرام میں کسی قاری صاحب پر ناراض ہوئے کہ ''انہیں پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب کا کلام نہیں پڑھنا چاہئے تھا کیونکہ وہ آخری عمر میں ''وہابی'' بھی ہو گیا تھا ''شیعہ'' بھی ہو گیا تھا اس پر باقاعدہ کتابیں لکھیں''۔

اب وہابی بالاجماع فرقہ رضاخانیہ میں معاذ اللہ بدترین مرتدین وکافر ہیں۔ اب ہوا کچھ یوں کہ جون ۲۰۲۰ء کے مہینہ میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی حضرت بی بی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کا مسئلہ رضاخانیت میں اٹھا۔ دوسری طرف سعید اسد اشرف سیالوی کی حمایت کی وجہ سے کافی رضاخانیوں میں معتوب تھا لہٰذا اس نے اپنے کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کیلئے جلالی کے خلاف محاذ کھولا اسے مناظرے کا چیلنج دیا اور اسی دوران مختلف گدیوں خصوصا گولڑہ کی گدی سے رابطے شروع کئے کہ آپ مجھے اپنا نمائندہ باور کرائیں اسی دوران کسی نے سوشل میڈیا پر پیر گولڑوی صاحب کے متعلق یہ بیان چلا دیا تو ۲ جولائی ۲۰۲۰ء کو اس کا ایک بیان سوشل میڈیا پر اپلوڈ ہوا جس میں یہ بڑا معصوم بنتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''ایک علمی اختلاف میں میں نے پیر صاحب کی ذات کے متعلق کچھ سخت الفاظ کہہ دئے تھے اس پر میں معذرت چاہتا ہوں یہ میری غلطی تھی۔ اور پیر صاحب بڑی اونچی نسبتوں والے انسان تھے ان کو تین تین نسبتیں حاصل تھیں۔ ''سید'' تھے حضور ﷺ کی اولاد میں سے تھے، پھر غوث پاک کی اولاد میں سے تھے اور ثالثا پیر مہر علی شاہ صاحب کے پڑپوتے تھے''۔ (ملخصا یہ بیان ہمارے پاس موجود ہے)

اب اس کی منافقت دیکھیں جب عروج تھا اور سیالوی کی حمایت کرنی تھی تو پیر صاحب معاذ اللہ مرتد وہابی شیعہ تھا۔ اور جب اب پیر صاحب کے گھرانے کی حمایت حاصل کرنی تھی تو یہی پیر صاحب سید ہو گئے اونچی نسبتوں والے ہو گئے۔ حالانکہ اس پر بھی رضاخانیت کا اجماع ہے کہ بدمذہب ''سید'' نہیں ہوسکتا، اور نسبتیں اس کے کسی کام کی نہیں۔ مگر ہم تو پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس منافق ٹولے کے ہاں فتوے ''شریعت'' پر نہیں ''طبعیت'' پر دئے جاتے ہیں۔

مولوی سعید اسد کے بھائیوں کی منافقت

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے مولوی سعید اسد کے بھائی کی ایک آڈیو چلوائی جس میں وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی کا عقیدہ جہنمیوں والا عقیدہ ہے۔ یاد رہے کہ سعید اسد کے بھائی اس کے رد میں ایک عدد رسالہ بھی لکھ چکے ہیں۔ بہرحال ۶ جولائی ۲۰۲۰ء کو رات سوشل میڈیا پر سعید اسد صاحب نے اس کے جواب میں ایک ویڈیو ریکارڈ کروائی یہ ویڈیو ہمارے پاس موجود ہے جس میں موصوف کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے میرے بھائیوں نے جو کہا وہ ان کا موقف ہے لیکن میری ماں کا جنازہ، خوشدامن کا جنازہ، اور باپ کا جنازہ ان تینوں کا جنازہ میں نے پڑھایا اور میرے ان بھائیوں نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔

اب کیا یہ ان رضاخانیوں کی منافقت نہیں کہ علمائے دیوبند تو معاذ اللہ گستاخ ان سے سلام کلام حرام ان کے پیچھے نماز پڑھنا کفر لیکن اپنے بھائی کو منکر نبوت بھی کہو اور پھر اس کے پیچھے نمازیں بھی پڑھو!!!۔

نبی کریم ﷺ کے علم شریف کو جانوروں سے تشبیہ دینا معاذ اللہ

پچھلے سو سال سے حسام الحرمین کی آڑ میں یہی رونا آل بدعت نے ڈالا ہوا ہے کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت نے معاذ اللہ حضور ﷺ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دی ۔ بارہا اس الزام کی وضاحت کی گئی ۔حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ کر دیا کہ میرے وہم و گمان میں بھی کوئی ایسی تشبیہ نہیں ایسے گمان کرنے والے کو بھی میں کافر سمجھتا ہوں ۔مگر مرغی کی وہی ایک ٹانگ ۔لیکن اب منافقت کی انتہاء ملاحظہ ہو کہ خود رضاخانیوں نے اقرار کیا کہ ہمارے گھر میں حفظ الایمان سے بھی بڑی گستاخی کی گئی ہے مگر مجال ہو جو آج تک کسی ایک نے بھی یہ فتوی جاری کیا ہو کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر ۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

”لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرت (اشرف سیالوی ۔ساجد) نے یہاں اپنی تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ کے کسی وصف کو نہیں بلکہ خود آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو ایک بے عقل و بے شعور چیز کا عین ٹھرانے کو حدیث سے ثابت کر دیا ہے ۔(العیاذ باللہ) اب جب کہ حضرت کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو کسی بے عقل و بے شعور چیز کا عین قرار دینا حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے کسی وصف کو کسی بے شعور و بے عقل شے کے وصف کا عین قرار دینا یا اس سے تشبیہ دینا بدرجہ اولی ثابت ہوسکتا ہے ۔(العیاذ باللہ) لہذا حضرت اس عبارت کے متعلق ذرا اظہارِ خیال فرمائیں“ ۔(اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پیش کی ۔ساجد)

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ دوم ص ۵۲، ۵۳)

یعنی جب اشرف سیالوی آپ نے نبی کریم ﷺ کی ذات ہی کو ایک بے شعور و بے عقل بے جان چیز سے تشبیہ دے دی تو آپ ﷺ کے کسی وصف مثلاً علم کو کسی بے شعور بے عقل مثلاً گدھا گھوڑا سے تشبیہ دینا تو بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور صحیح ہوگا۔ معاذ اللہ۔ ہے کسی رضاخانی میں غیرت کے یہاں کفر کا فتوی لگائے؟ اسی پر گرفت ایک اور انداز میں ملاحظہ ہو:

”مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ’اسی طرح نبی مکرم ﷺ الخ‘‘ استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لئے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریباً چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالم ارواح میں تو مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر کافر ہو گئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر نبی نہ رہے ۔۔۔مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟ ۔۔۔ یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بے بس و بے زبان و بے جان قلم بھی یقیناً تڑپ رہا ہوگا، اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا وہ بھی زبان حال سے رو رو کے آپ سے التجا کر رہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے“۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول ص ۶۲، ۶۳)

سوال یہ ہے کہ دیوبندیوں کو آج تک معافی نہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دی حالانکہ علمائے دیوبند بارہا اس کی وضاحت کر چکے ہیں مگر یہاں تمہارے اپنے مولوی کے بقول تمہارے اپنے مولوی نے نبی کریم ﷺ کی صفت نہیں بلکہ ذات ہی کو جانوروں سے بھی بدتر کافروں (ابولہب، ابوجہل، فرعون، ہامان) سے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد تشبیہ دی مگر کیا رضاخانیت نے اجتماعی طور پر اس مولوی پر اور اس کے متبعین پر کوئی فتوی جاری کیا؟ فتوی خاک جاری کرتے وہ تو اس کے مرنے کے بعد اس کے کمالات پر خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

حفظ الایمان کے حوالے سے کاظمی صاحب کے ایک مغالطہ کا جواب

ہم نے دفاع جلد اول میں حفظ الایمان کی عبارت کے دفاع میں شرح مواقف کی ایک عبارت پیش کی تھی مگر افسوس کہ اس پر کاظمی صاحب کے جوابی مغالطے کا رد غلطی سے درج ہونے سے رہ گیا۔ موقع کی مناسبت سے یہاں جواب دیا جا رہا ہے کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ خالق کل شیئ یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالی ہر شے کا خالق ہے لیکن اللہ خالق القاذورات وغیرھا (اللہ تعالی گندگیوں اور دوسری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے) کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقینا موجب توہین ہے (ملخصا) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی روشنی میں ہمارے ناظرین کرام پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان کا توہین آمیز ہونا بخوبی واضح ہو گیا ہوگا اور تھانوی صاحب نے اپنی عبارت کی تائید کیلئے شرح مواقف کی عبارت سے استدلال کیا ہے اس کا بے سود ہونا بھی اہل علم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بعض علم غیب حیوانات بہائم پاگلوں کو ہوتا ہے تب بھی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرح یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ کیلئے بعض علم غیب مانا جائے تو ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے یقینا حضور ﷺ کے حق میں موجب توہین ہوگا کیونکہ اس عبارت میں بچوں، پاگلوں، بہائم کے الفاظ ایسے ہیں جن کی تصریح ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کر رہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کر سکتا بخلاف عبارت شرح مواقف کے کہ اس میں بچوں پاگلوں جانوروں اور حیوانوں کی قطعا کوئی تفصیل مذکور نہیں"۔ (الحق المبین ص ۲۰، ۲۱، مکتبۃ المدینہ)

کاظمی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کا جو حلیہ بگاڑ کر پیش کیا اس طرف ہم فی الحال نہیں جاتے لیکن غور فرمائیں یہاں کاظمی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ دونوں عبارتیں ایک ہی جیسی ہیں۔ بس اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ اب کاظمی صاحب کا یہ کہنا کہ ایک چیز اجمال میں ہو تو درست تفصیل میں ہو تو گستاخی ہوتی ہے۔ اس لئے حفظ الایمان کی عبارت چونکہ تفصیل میں ہے وہ تو گستاخی پر مبنی ہے مگر شرح مواقف کی عبارت گستاخی پر مبنی نہیں کیونکہ اس میں اجمال ہے۔ یہ ہمیں علی الاطلاق تسلیم نہیں اس لئے کہ اگر اسی اجمال کو تعلیم کی غرض سے تفصیلا بیان کیا جائے تو گستاخی نہیں ہوگا، ہاں تعلیم کی غرض نہ ہو ویسے ہی تفصیل بیان کی جائے تو پھر یقینا یہ حرکت غیر مناسب ہوگی۔ چنانچہ امام بیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واختلاف العلما فی جواز نسبة فعل الشرور والقبائح الیه تعالی ،والراجح جواز ذالك فی مقام التعلیم لافی غیره ، وهذا الخلاف جار ایضا فی نسبة الامور الحسیة الیه تعالی والاصح الجواز فی مقام

التعلیم لا فی غیرہ فلا یجوز ان یقال الله خالق القردة والخنازیر و سبحان من رزق الھدھد و من دبب الشوك ان لم یکن فی مقام التعلیم

(حاشیۃ البیجوری علی جوہر التوحید، ص ۱۲۴)

اگر ہماری اس عبارت کو موصوف تسلیم نہ کریں تو ہم انہی کی عبارت کی روشنی میں اس مدعی کو ثابت کر دیتے ہیں موصوف لکھتے ہیں:

''الله خالق کل شیئ یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالی ہر شے کا خالق ہے لیکن الله خالق القاذورات وغیرھا (اللہ تعالی گندگیوں اور دوسری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے) کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقیناً موجب توہین ہے''

اب اگر الله خالق القاذورات وغیرھا لکھنا موجب توہین ہے تو آپ نے لکھا تو ہے، تفصیل بیان تو کر دی۔ لہذا آپ اس کفر و توہین کی زد میں تو آرہے ہیں!! اگر جواب ہو کہ میں نے تو مقام تعلیم میں ذکر کیا ہے تو جناب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ تفصیل مقام تعلیم ہی میں ذکر کی ہے لہذا کوئی گستاخی نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ شرح مواقف و حفظ الایمان دونوں کو ایک جیسا کاظمی صاحب نے ''بالفرض'' کے ساتھ کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور آخر الانبیاء کیسے قرار پائیں گے۔ حضور کے بعد بھی نئے نبی کو فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے''۔

(محاسبہ، ج ۲، ص ۴۵۸)

تو اگر معاذ اللہ محض فرض کرنے سے آدمی ختم نبوت کا منکر ہو جاتا ہے اور وہ فرض حقیقت پر محمول ہو جاتا ہے تو کاظمی نے بھی اگر ''بالفرض'' کہہ دیا تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ باقی یہ کہنا:

''ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کر رہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کر سکتا''

یہ بھی آنجناب کا ضد و تعصب ہے ورنہ یہی عبارت خان صاحب بریلوی نے اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی ان کو سمجھائی مگر انہیں پھر بھی اس عبارت میں کوئی گستاخی و توہین نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس عبارت میں سرے سے کوئی گستاخی ہی نہیں:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلی حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا''۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

خلف وعید کے حوالے سے جعلی فتوی اور رضاخانیوں کی منافقت

نواب احمد رضا خان نے حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جعلی فتوی حسام الحرمین میں پیش کیا۔ اس فتوے کی نہ صرف حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تردید کی بلکہ آج تک اکابر و اصاغر اس فتوے کو جعلی کہتے ہیں اور اب تو خود رضاخانی بھی میدان مناظرہ میں

اس فتوے کو پیش نہیں کرتے ۔مگر آج تک اسی جعلی فتوے کی بنیاد پر علمائے دیوبند کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے کا راگ الاپا جارہا ہے ۔حالانکہ الشہاب الثاقب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’سیف النقی‘‘ کے حوالے سے مولانا نقی علی خان کی طرف منسوب کچھ عبارات پیش کی تو رضاخانیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا غلیظ سے غلیظ گالیاں ان کی شان میں بکی گئیں کہ یہ حوالے جھوٹے ہیں اور دلیل یہ کہ خان صاحب بریلوی نے اپنی کتاب ’’ابحاث اخیرہ‘‘ میں ان حوالہ جات وکتب کی تردید کی ہے ۔سوال یہ ہے کہ اگر خان صاحب ان حوالوں وکتب کی تردید کریں تو اب اس کو پیش کرنا بددیانتی ، بے غیرتی ، بے حیائی میں شمار ہو لیکن اکابر و اصاغر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتوے کو جعلی قرار دیں تو آخر اسے پیش کرنا اور اس کی بنیاد پر کفر جیسا سنگین فتوی لگانا آخر منافقت ، بے غیرتی بے حیائی کیوں نہیں ؟

ہم آگے منظور احمد فیضی کے ایک فتوے کا عکس پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے یزید کی حمایت کی ہے اور اکابر دیوبند کو مسلمان کہا ہے ۔رضاخانی اس فتوے کو جعلی کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس فتوے کے جعلی ہونے کا معیار کیا ہے؟ جو بھی معیار پیش کرو آخر وہ معیار حضرت امام ربانی کی طرف منسوب جعلی فتوے کیلئے کارآمد کیوں نہیں؟ (فتوے کا عکس کتاب کے آخر میں)

نواب احمد رضاخان نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر وہ سنگین الزامات لگائے ہیں جو اس ظالم نے علمائے دیوبند پر بھی نہیں لگائے مثلاً تمام ایمانیات کا انکار کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی گندی گندی گالیاں دی ہیں جو کسی پادری پنڈت کو بھی دینے کی جرات نہیں ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب گالیوں و دشنام طرازیوں کی اطلاع ہوئی ہے ۔مگر خان صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر من شک فی کفرہ وعذابہ کا فتوی نہیں لگایا۔حالانکہ فضل حق خیرآبادی ان پر یہ فتوی لگا چکے تھے کیوں؟ صرف اس لئے کہ بقول رضاخانیوں کے ان کی توبہ مشہور ہوگئی تھی ۔اب توبہ مشہور ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ فتاوی رشیدیہ میں ایک سوال ہوا کہ سنا ہے شاہ اسمٰعیل نے توبہ کرلی تھی ۔اب سوال یہ ہے کہ اگر اتنے سخت قسم کے کفریہ عقائد کے حامل شخص کی تکفیر بھی اتنے کمزور احتمال کی وجہ سے کی جاسکتی ہے تو آخر حضرت امام ربانی پر کفر کے فتوے سے کف لسان کیوں نہیں کیا گیا؟ جبکہ وہاں تو خود ان کی اپنی تالیفات تحریرات ان کے خلفاء شاگردوں کی تحریرات وفتاوی میں اس عقیدے پر کفر کا فتوی لگایا گیا ہے ۔فتاوی رشیدیہ کے ایک مجہول سوال کو تو توبہ کے مشہور ہونے کے قصہ کیلئے تسلیم کیا جاسکتا ہے حالانکہ اس سوال کی تردید اسی جگہ مذکور ہے تو اسی فتاوی رشیدیہ میں اللہ تعالی کو بالفعل کاذب بولنے والے پر جو کفر کا فتوی موجود ہے اسے حسام الحرمین میں موجود اس جعلی فتوے کی جعلسازی کیلئے دلیل کیوں نہیں بنایا جاسکتا؟

راقم الحروف نے جلد اول میں خان صاحب بریلوی کی مدح میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب جعلی حوالوں کی قلعی کھولی اور یہ بھی وضاحت کی کہ کئی بریلوی علماء ان جعلی حوالوں کو نقل در نقل کرتے چلے جارہے ہیں ۔مرتا کیا نہ کرتا رضاخانیوں کو چارو نا چار تسلیم کرنا پڑا کہ یہ حوالے جعلی ہیں ۔چنانچہ ایک رضاخانی اس کے جواب میں لکھتا ہے :

’’دیوبندی موصوف نے اس کے بعد بھی ’’سفید وسیاہ‘‘ کے چند حوالوں کی نشاندہی کر کے کوئی بہت بڑا تیر نہیں مارا، اور نہ ہی تحقیق کے کسی نئے باب کا آغاز کیا ہے بلکہ یہ پرانی کہانی ہے جس کے متعلق سب سے پہلے خود علمائے اہل سنت نے نشاندہی فرمائی کہ جس ذرائع سے یہ حوالے مذکورہ مولفین تک پہنچے ان کی تصدیق نہ ہوسکی‘‘۔

(کشف القناع ، ج ا ، ص ۲۳۳)

وہ حوالے تمہارے مستند علماء ومشایخ نے اپنی کتب میں نقل کئے جسے رضاخانی نے اپنے فطری دجل سے صرف ’’ذرائع‘‘ سے تعبیر کیا۔
بہرحال سوال یہ ہے کہ جب کئی حوالے تمہارے مستند علماء ومشایخ اپنی کتب میں نقل کریں اس کے باوجود بھی وہ حوالے جھوٹے ہوسکتے ہیں ان ’’ذرائع‘‘ کی تصدیق نہ ہوسکی تو آخر امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جس جعلی فتوے کی بنیاد پر کفر کا فتوی لگایا گیا اور آج تک وہ فتوی ایسا ہی برقرار ہے کہ اس فتوے میں شک کرنے والا بھی کافر آخر اس کا قطعی یقینی ہونا ’’کس قطعی یقینی ذرائع‘‘ سے تمہیں معلوم ہوا؟ اور اس کی تصدیق کس قطعی طریقے سے تمہیں ہوئی؟

کیا یہ کھلی منافقت دورنگی نہیں کہ وہ حوالے جو تمہارے مستند مولویوں کی کتب میں منقول ہوں وہ تو جعلی ہوجائیں لیکن حضرت گنگوہی کی طرف منسوب حوالہ جو نہ ان کی نہ کسی دیوبندی کی کتاب میں آج تک منقول ہو جو اصل فتوی خود احمد رضا خان سے لیکر آج تک کے ادنی خان تک کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہو وہ اب تک ایسا قطعی یقینی ذریعہ سے ثابت ہے کہ اس کے ثبوت میں شک کرنے والا بھی کافر؟

اس منافقت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ علمائے دیوبند ’’ڈھول کی آواز‘‘ نامی کتاب سے خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کا نظریہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ وہ ان کی تکفیر نہیں کرتے۔اب اس کے جواب میں رضاخانیوں نے کہا کہ نہیں سیالوی صاحب کی تکفیر کا فتوی موجود ہے اور حوالہ اپنے گھر کی کتاب ’’دعوت انصاف‘‘ کا دیتے ہیں۔اسی طرح غلام نصیر الدین سیالوی نے دو آدمی مولانا بشیر احمد سیالوی اور مولانا اللہ بخش سیال کی روایتیں پیش کی کہ سیالوی صاحب تو یہ کہتے ہیں۔
(ملاحظہ ہو عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ج ۲ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ ’’ڈھول کی آوز‘‘ کا حوالہ جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ آپ کی کتابوں اور آپ کے دو مولویوں نے اس کے برخلاف قول نقل کیا۔تو حسام الحرمین میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتوی جعلی کیوں نہیں جس کی تردید خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور پورے مسلک دیوبند نے کی نہ صرف اس فتوے کو جعلی کہا بلکہ اس فتوے کے کفریہ ہونے پر خود فتاوی رشیدیہ میں ایک عدد کفر کا فتوی موجود ہے۔ہمیں تو طعنے کے جھوٹ بولتے ہو،ہماری وضاحت تسلیم نہیں کرتے اور خود اتنا بڑا جھوٹ صبح شام مل بول رہے اور اتنی مضبوط وضاحتیں تسلیم نہیں کر رہے۔یہ منافقت کیوں؟

براہین قاطعہ کے متعلق ایک لاجواب سوال

رضاخانی براہین قاطعہ کے متعلق یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں معاذ اللہ شیطان کے علم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا گیا ہے یہ کفر وگستاخی ہے۔اب اس پر رضاخانیوں سے ایک سوال ہے کہ آپ کے نزدیک علم غیب،حاضر ناظر وغیرہ عقائد کا منکر کافر نہیں۔چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

’’ہم حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے۔اور جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد کی بنا پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ما کان و ما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے‘‘۔
(بصیرت،حصہ اول،ص ۲۶۶،مکتبہ رضوان لاہور،از محمود احمد رضوی)

رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی لکھتا ہے:

’’ظنیات محتملہ: یہ نظریات ایسے ظنی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جو محض راجح ہو اور جانب خلاف کیلئے گنجائش بھی موجود ہو۔مثلاً محبوب کریم ﷺ کو عالم ماکان ومایکون سمجھنا،مختار کل سمجھنا۔۔الخ‘‘۔

(القواعد فی العقائد،ص ۴)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

’’ہم اہلسنت پر یہ دوسرا جھوٹ ہے ہم اہلسنت نے ان غریبوں کو حاضر وناظر وعلم غیب کلی،نور و بشر وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اکابر نے ان عبارات کفریہ پر لگایا ہے جسے آج وہ خود بھی مانتے ہیں‘‘۔

(دل کا چین،ص ۱۸)

نام نہاد رضاخانی مناظر عبدالمجید سعیدی نے علم غیب وغیرہ کو فروعی مسئلہ بتلایا۔(ملاحظہ ہو مصباح السنت،ج ا،ص ۱۷۱)

قصہ مختصر ان رضاخانیوں کے نزدیک علم غیب کفر بھی نہیں اگر چہ کوئی ضد وعناد کی بنیاد ہی پر اس کا انکار کیوں نہ کرے بلکہ فسق بھی نہیں۔ دوسری طرف یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے ’’علم‘‘ کو ’’علم غیب‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو ہی علم اور علم کو ہی علم غیب کہتے ہیں۔بطور شاہد صرف امجدی صاحب کے چند حوالے پیش کئے جارہے ہیں۔شریف الحق امجدی صاحب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

’’پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔۔۔الخ‘‘

کو نقل کرنے کے بعد جس میں صاف علم غیب کا لفظ ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں:

’’اس عبارت سے مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو۔۔الخ‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۳۸۷)

ملاحظہ فرمائیں علم غیب پر علم پاک ﷺ کا اطلاق کر رہے ہیں گویا دونوں ایک ہی ہیں۔اسی طرح فتاوی شارح بخاری ج ا ص ۴۵۴، ۴۵۵ پر بھی علم غیب کو ’’علم‘‘ سے تعبیر کیا۔اسی طرح موصوف لکھتے ہیں:

’’جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۵۷۱)

یہاں واضح طور پر رسول کے علم غیب کو ہی علم کہا۔اب ہمارا سوال اور استدلال ملاحظہ فرمائیں کہ ماقبل میں حضور ﷺ کے علم غیب یعنی علم کے منکر کو رضاخانیوں نے کافر نہیں کہا بلکہ کافر تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے گویا حضور ﷺ کے تمام علم غیب یعنی تمام علم کا بھی کوئی منکر ہو تو یہ رضاخانی اسے کافر نہیں کہتے تو آخر براہین قاطعہ کے متعلق تمہارا جو یہ جھوٹا دعوی ہے کہ اس میں نبی کے علم کو معاذ اللہ شیطان کے علم سے کم مانا اس لئے صاحب براہین قاطعہ کافر ہے وہ کیسے کافر ہے؟ جب کلی علم کا منکر بھی آپ کے نزدیک کافر نہیں تو براہین قاطعہ میں بعض علم تو مانا ہے بقول آپ کے شیطان سے کم مانا ہے لیکن کچھ نہ کچھ علم تو مانا ہے جب کلی علم کا منکر کافر نہیں تو جو کچھ نہ کچھ علم مان رہا ہو وہ کیسے کافر؟ ہے کسی رضاخانی کے پاس اس کا جواب؟

دیگر چند مسائل

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے متعلق منافقانہ رویہ

قارئین کرام اس حوالے سے ہم بہت تفصیل کے ساتھ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں ایک نیا حوالہ پیش کرنا مقصود ہے۔مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ باآں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بہ مصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آگیا اگر چہ وہ بعید ہو،ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا۔ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳ ص ۴۱۸)

مزید لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی کے جتنے اقوال کفریہ ہیں سب میں کوئی نہ کوئی پہلو ایسا ہے جو کفر سے خالی ہے''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۹۷)

پوری رضاخانیت کو چیلنج!!!

ہم پوری رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معاذ اللہ ان کلمات کفریہ میں وہ اسلامی پہلو و اسلامی معنی ہمیں بتاو جو خان صاحب کو نظر آئے؟ تمہارا شاہ صاحب کے متعلق دعویٰ ہے کہ معاذ اللہ ان کا عقیدہ ہے کہ:

نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آجانا گدھے کتے سور کے خیال سے بدتر ہے اور یہ شرک ہے۔العیاذ باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت تمام انبیاء و اولیاء ذلیل چمار ہیں استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بس صرف بڑے بھائی جتنی کرو۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو نہ نبی کو نہ فرشتوں کو نہ جنت نہ جہنم نہ قیامت۔

قارئین کرام! یہ کلمات کفریہ خبیثہ لکھتے ہوئے ہمارے ہاتھ پر کپکپی طاری ہے کاش کہ یہ خبیث فرقہ ہمارے سامنے نہ ہوتا تو ہم اس کی جرات نقل کفر کفر نہ باشد کے اصول کے تحت بھی نہ کرتے۔اب رضاخانی ہمیں بتائیں کہ خان صاحب بریلوی کو ان کلمات خبیثہ میں کونسا اسلامی

معنی نظر آیا؟ کونسا اسلام نظر آیا؟ ہمیں بتایا جائے کہ اس میں وہ کونسا پہلو ہے جو معاذ اللہ کفر سے خالی ہے؟

اگر یہ کلمات بھی خان صاحب کے نزدیک اسلام ہیں معاذ اللہ اور اس میں اسلامی معنی ہو سکتے ہیں تو ہم ایسے خبیث پر لعنت بھیجتے ہیں جو حضور ﷺ کو اس قسم کی گالیوں میں بھی اسلام کا پہلو تلاش کرتا ہے۔

مگر دوسری طرف اسی شریف الحق امجدی کی منافقت کو دیکھیں کہ اس قسم کے خبیث کلمات کے بارے میں تو کہتا ہے کہ ’’اس میں اسلام کا پہلو موجود ہے مگر علمائے دیوبند کی عبارات میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں‘‘۔ یہ شریعت ان کے باپ کی ہے کہ جس کو چاہو کافر بنا دو جس کو چاہو مسلمان بنا دو؟ کوئی غیرت مند رضا خانی اس دھرتی پر اگر موجود ہے تو میرے سامنے بیٹھے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ان خبیث کلمات میں اسلام کا پہلو اور علمائے دیوبند کی عبارات میں سو فیصد کفر کا پہلو ثابت کر کے دکھائے۔ لیکن خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ الٹے لٹک جائیں گے، سولی پر چڑھ جائیں گے، ذلت کی موت برداشت کر لیں گے لیکن اس عنوان پر میرے سامنے میری زندگی میں بیٹھنے کی جرات کبھی نہیں کر سکیں گے۔

جب علمائے دیوبند کو حسد کی آگ میں جل کر کافر بنانا ہو تو ان کی صحیح عبارات بھی ایسا کفر بن جائے کہ نہ ماننے والے بھی کافر اور جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہ کرنی ہو تو اس کی طرف منسوب ننگی ننگی گالیاں، کھلی کھلی گستاخیاں بھی اسلام بن جائے؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

قارئین کرام! مجھے آپ جب بولیں علمائے دیوبند کی تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارتیں لکھ کر دینے کو تیار ہوں، پڑھ کر دینے کو تیار ہوں، اسے قرآن و حدیث و اسلاف کی عبارات کی روشنی میں ثابت کرنے کو تیار ہوں، مجھے ان عبارات کو پڑھنے سمجھانے میں کبھی جھجھک نہ ہوگی بلکہ خوشی ہوگی اور ایسا کرتا بھی ہوں میرے دروس نیٹ پر موجود ہیں۔

مگر شاہ صاحب کی طرف جو کفریات اس ناہنجار قوم نے منسوب کئے ہیں اس کو لکھتے ہوئے بھی ہاتھوں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ میں کھلم کھلا کہتا ہوں کہ ان کفریات کو بلا ضرورت شدیدہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنے والے کا بھی ایمان جانے کا خطرہ، مگر بانس بریلی کے اس ملعون و مردود مجدد کو ان کفریات میں اسلام نظر آتا ہے اور علمائے دیوبند کی عبارات میں کفر!!!! یاللعجب!!!

شریف الحق امجدی کہتا ہے کہ دراصل علمائے دیوبند نے خود اپنی عبارات کے کفری معنی متعین کر دئے (معاذ اللہ) اس لئے کوئی تاویل بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ (ملاحظہ ہو فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۴۱۲ تا ۴۱۵) اس کذب بیانی سے فی الوقت صرف نظر کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ جو اصول نقل کیا گیا اس پر تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر بھی فرض تھی کیونکہ خود ہی اس نے لکھا:

’’تیسری وجہ جو ان دونوں سے ظاہر تر اور اقرب الی الفہم ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اسمعیل دہلوی کے معاصر تھے۔ ان کی اسمعیل دہلوی سے اس کی کفریات پر تھوڑی بہت گفتگو بھی ہوئی اس سے یا اس کے داماد مولوی عبد الحیٔ سے علامہ کو اس بات کا یقینی علم ہو گیا کہ اس کی مراد کفری معنی ہی ہے اور ذو احتمالات کلام میں جب معلوم ہو جائے کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ یقینی طور پر کافر ہے‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۳۹۹)

جب شاہ صاحب نے معاذ اللہ خود ہی اپنی مراد کفری واضح کر دی اور بقول آپ کے اب اس کا کافر ہونا یقینی ہے تو خان صاحب کون ہوتا ہے کہ اس یقینی قطعی کافر کے کفر میں اسلام تلاش کرے؟ کیا منافقت ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ اپنی مراد کفری خود واضح کر کے کفر متبین و متعین کا ارتکاب کر دیں تب بھی وہ کافر نہیں اور علمائے دیوبند خان صاحب بریلوی کی طرف سے منسوب کردہ کفری باتوں پر لعنت

بھیجیں اسے خود کافر کہیں پھر بھی وہ کافر اور انہیں مسلمان سمجھنے والا بھی کافر؟؟؟!!!! یہ ہے وہ آدمی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کفر کے فتوے دینے میں بڑے محتاط تھے!!!۔

شریف الحق امجدی کی اس عبارت واصول کی روشنی میں خان صاحب بریلوی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہ کرنے پر ایسے کافر ومرتد ہوئے کہ جو بریلوی میری ان سطور کو پڑھنے کے بعد بھی ان کو مسلمان سمجھے وہ خود کافر ہے،اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔کوئی مائی کا لال رضاخانی اس دنیا میں زندہ موجود ہے تو خان صاحب کا نمک حلال کرتے ہوئے اس موضوع پر میرے سامنے بیٹھے اور خان صاحب کو جہنم کا ایندھن ہونے سے بچائے،لیکن میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں رضاخانی مر کر دوبارہ زندہ ہوسکتا،زہر کا ڈرم پی سکتا ہے لیکن اس موضوع پر ہمارے سامنے بیٹھ کر بات نہیں کرسکتا۔ فھل من مبارز۔

اگر کسی رضاخانی کو یہ سطور لکھنے کے بعد غیرت آگئی تو ویڈیو اور تحریر کی صورت میں ڈینگ مارنے کے بجائے میرا نمبر تمہارے پاس موجود ہے مجھ سے رابطہ کرو اور اس نشست کی ترتیب بناؤ۔

خدارا کوئی تو خان صاحب کے ایمان کو بچائے

مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات معنی کفری میں ’’صریح متبین متعین‘‘ ہیں یہی بات مفتی مصطفی رضاخان صاحب نے ’’الموت الاحمر‘‘ میں لکھی۔اس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات میں کسی قسم کی توجیہ تاویل نہیں ہوسکتی وہ ہر اعتبار سے کفر میں بالکل واضح ہیں اور اکابر دیوبند نے بھی ان سے یہی کفری معنی مراد لیا تھا لہٰذا اب ان کی تکفیر نہ کرنا خود کفر ہے۔

آگے رضاخانیوں کا حوالہ آرہا ہے کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات معاذ اللہ اتنی صریح کفریہ ہیں کہ دنیا کی کسی زبان میں ان کا ترجمہ کرا کر عام آدمی کے سامنے بھی پیش کردی جائیں تو وہ بھی اسے کفر ہی تسلیم کرے گا۔

لیکن اب دوسری طرف مفتی انس رضا عطاری رضاخانی لکھتا ہے:

’’دیوبندیوں کی کفریات کی ابتدا ۱۲۹۰ھ سے ہوئی جبکہ امام احمد رضاخان۔۔۔نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔ ۳۰ سال آپ انہیں خوف خدا یاد کرواتے رہے،خط لکھتے رہے،مناظرے کی دعوت دیتے رہے‘‘۔

(حسام الحرمین اور مخالفین،ص ۲۵)

جب یہ عبارات معاذ اللہ کفری معنی میں بالکل صریح ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی تو اس کا مطلب ہے کہ ۳۰ سال تک خان صاحب بریلوی ان کی تکفیر نہ کرکے خود اپنے فتوے ’’من شك فی كفره و عذابه فقد كفر‘‘ کے مرتکب ہوگئے ایسے کافر کے اب یہ سطور پڑھنے کے بعد بھی جو رضاخانی انہیں مسلمان سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی یہ محض ڈرامہ ہے کہ ان کو ۳۰ سال تک خط لکھتے رہے اس کی حقیقت تو ہماری کتاب ’’نواب احمد رضاخان بریلوی حیات، خدمات و کارنامے‘‘ میں ملاحظہ ہو۔رہی بات خوف خدا کی تو آگے حوالہ آرہا ہے کہ خان صاحب کے نزدیک وہابی کو توبہ کی توفیق ہی نہیں وہ وہابیت سے واپس نہیں لوٹ سکتا تو خوف خدا کس چیز کا؟

آخر میں ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ جب ان عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل اصلاسرے سے ہو ہی نہیں سکتی تو آخر خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے کیوں رکے رہے؟ اور خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے رکے رہنے کے بعد بھی ہٹے کٹے مسلمان تو آج کا مسلمان ان کو کافر نہ کہہ کر کیسے کافر ہو گیا؟

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا مسئلہ اور منافقت

علامہ فضل حق خیر آبادی صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فتوی دیا کہ من شك فی کفره و عذابه فقد کفر جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (معاذ اللہ) بقول فرقہ رضاخانیہ علمائے حرمین سے اس پر فتوے لئے گئے۔ مگر خان صاحب کفر میں شک تو دور وہ تو ان کو مسلمان مانتے ہیں کافر ہونے کے منکر بلکہ اسے خلاف احتیاط کہتے ہیں، اور یوں علامہ خیر آبادی کے فتوے کی رو سے خود جہنم کے سب سے آخری گڑھے میں جا گرے۔ تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں ملاحظہ ہو۔ اب خان صاحب کو بچانے کیلئے یہ تاویل رضاخانیوں نے نکالی کہ دراصل خان صاحب نے تکفیر اس لئے نہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اور جب ثبوت مانگا گیا تو فتاوی رشیدیہ کا ایک سوال نکال کر لے آئے جس کی تردید فتاوی رشیدیہ میں ہی موجود ہے۔

اب جب خان صاحب کو کفر کے فتوے سے بچانا تھا تو توبہ کا ڈھکوسلا بنا کسی ثبوت شرعی کے گڑھ لیا۔ لیکن جب اسی توبہ کی بات مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کسی نے کی تو کیا جواب دیا گیا ملاحظہ ہو: مفتی شریف الحق امجدی کا ایک اور حوالہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں (بان پور) میں کئی ماہ سے یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے کہ (مولوی) رشید احمد گنگوہی کی جو کفری عبارتیں ہیں ان سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے یا نہیں؟ رشید احمد گنگوہی کے متبعین حضرات کا کہنا ہے کہ وہ اپنی تمام کفری عبارتوں سے رجوع کرنے کے سلسلے میں بصورت توبہ نامہ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ ابھی وہ کتاب مکمل نہ ہو پائی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ بایں وجہ وہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔ کیا ان متبعین حضرات کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو ان کے متبعین پر از روئے شرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ اور ان کے ساتھ دینی و دنیاوی تعلقات کو برقرار رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ بالکل بے سر و پا افسانہ ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لیا ہے۔ بان پور کے اس زمانہ کے دیوبندیوں سے زیادہ واقف کار گنگوہی کے مریدین اور خلفاء تھے۔ گنگوہی کے سب سے بڑے خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی اور محمود الحسن دیوبندی تھے ان لوگوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارتوں سے توبہ کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ سب اس کو ظاہر کرتے اس کے برخلاف ان لوگوں نے تسلیم کیا کہ یہ عبارت گنگوہی کی ہے۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی بھی گنگوہی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ انہوں نے اپنے گالی نامہ الشہاب الثاقب میں براہین قاطعہ کی عبارت کو گنگوہی کی عبارت تسلیم کیا ہے۔ اس کی بے جا تاویل کی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں لکھا کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لیا ہے۔ اگر گنگوہی نے توبہ کی ہوتی تو بے جا تاویل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صاف لفظوں میں لکھ دیتے کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ غرضے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لی ہے۔ جو لوگ یہ جھوٹی افواہ اڑا کر گنگوہی کو کفر سے بچانا چاہتے ہیں وہ گنگوہی کو قطعاً مفید نہیں۔ نہ اس سے گنگوہی کفر سے بچے گا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳،ص ۱۹۹،۲۰۰)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کے ثبوت اور اس ''افواہ'' کو رد کرنے کیلئے جو شرائط و قیود اور گفتگو اس مفتی نے یہاں کی کیا کوئی مائی کا لعل رضا خانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ میں ان سب باتوں کو ثابت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر بات وہی کہ اختلاف چونکہ منافقت کی بنیاد پر ہے لہذا علمائے دیوبند کے متعلق یہ لوگ اپنے ہی اصولوں کا خون کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔

بات چونکہ شہیدین کریمین کی تکفیر کے حوالے سے نکل پڑی تو یہاں ایک نیا حوالہ ملاحظہ ہو یہ فتوی رضاخانیوں کے مستند دارالافتاء دارالعلوم لطیفیہ کے مشائخ واکابر کا ہے:

''جب سے فقیر نے صراط مستقیم مطبوعہ ۱۲۳۹ھ کا مطالعہ کیا ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کے سب وشتم اور تکفیر کرنے والوں سے متفق نہیں ہے، جس طرح خلفاء ثلاثہ کی تکفیر کرنے والے یعنی روافض کا اور خلیفہ رابع حضرت علیؓ کی تکفیر کرنے والے یعنی خوارج کا اہل سنت والجماعت ساتھ نہیں دیتے اور روافض وخوارج اس وجہ سے اہلسنت سے ناراض رہتے ہیں اور ان پر افتراء اور اہتمام رکھتے ہیں، اسی طرح فقیر جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر کرنے والوں کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ لوگ مجھ سے ناخوش ہیں اور مجھ پر افترا و بہتان رکھتے ہیں۔

سراج الامت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان، یزید پلید کی عدم تکفیر اور عدم سب وشتم کی وجہ سے اور احتیاط پر عمل کرنے کے باعث مطعون نہیں ہیں۔ تو یہ فقیر جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر نہیں کرتا اور احتیاط پر عمل کرتا ہے تو اس پر کیوں طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔ قرآن مجید، احادیث شریف اور بزرگان دین کے اقوال سب فرعون کے کفر پر دلالت کرتے ہیں اور صاحب مسیح الازہر نے فرعون کو تمام اگلوں اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی اور بدبخت لکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود شیخ ابن عربی نے فرعون کے ایمان کو تاویلات سے ثابت کیا ہے اور اس کی تکفیر سے اجتناب کیا ہے اور یہ عدم تکفیر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی قطبیت میں کچھ بھی خلل انداز نہ ہوں اور کسی نے شیخ کو فرعون یا کافر نہیں بنایا بلکہ ملا جلال الدین دوانی نے شیخ ابن عربی کی وسعت نظری اور مخلوق پر شفقت کو دیکھ کر مدح وتحسین کی ہے تو اگر فقیر نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے مولوی اسماعیل کی تکفیر نہیں کی تو فقیر کے ایمان میں کیا فرق پیدا ہوگا۔ اور کس طرح اس مسکین کو اسمعیلی کہا جاسکتا ہے۔ یہ مسکین اہل سنت والجماعت سے ہے اور حنفی المذہب ہے لیکن اگر صرف مولوی اسمٰعیل صاحب کی عدم تکفیر کی وجہ سے کوئی مجھے اسمعیلی کہتا ہے، تو فقیر اسمعیلی ہے، جیسا کہ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں، کہ اگر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت موجب رفض ہے، تو میں رافضی ہوں اس لئے کہ آل رسول کی محبت سے بڑھ کر اور کیا شئی ہوگی۔ اگر اس وجہ سے کوئی مجھے رافضی سمجھتا ہے تو سمجھا کرے۔ اس کے اس لعن طعن سے میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ترک نہیں کرسکتا۔ شاید یہ حقیقت لوگوں کی نظروں سے پوشید ہے کہ اپنے مذہب سے خارج کرنا اور ایسی باتوں میں مشغول ہونا، جن سے ملت اسلام کو نقصان پہنچے احمقوں اور نادانوں کا کام ہے۔ انصاری باوجود عیسیٰ پرستی کے لاکھوں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو بڑھاتے ہیں۔ وہ روز بروز اسکی کوشش کرتے ہیں۔ عیسائی باوجود عیسیٰ پرستی کے لاکھوں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو بڑھاتے ہیں۔ وہ روز بروز اس کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا معلوم کہ مسلمانوں کو باوجود خدا پرست ہونے کے مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر کرنے اور ان کو زمرہ مومنین سے خارج کرنے اور مسلمانوں کے اندر تفریق وانتشار پیدا کرنے پر اس قدر اصرار واہتمام کیوں ہے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ جو نص شہرت رکھتا ہو اور مطعون نہ ہو، یہ عنقا کے حکم میں ہے کیونکہ مثل مشہور ہے الشہرۃ آفت''۔

(فتاویٰ لطیفی ☆ ص ۲۸۹،۲۹۰، مطبوعہ دارالعلوم لطیفیہ)

ملاحظہ فرمائیں کہ صراط مستقیم کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی کس دوٹوک فتوے کے ساتھ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اوران کی تکفیر کرنے والوں کو احمق ،نادان اور امت مسلمہ میں انتشار وافتراق کو عام کرنے والا بتلایا یہی ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سب سے تکفیری مشن انگریز کے حکم پر رچایا گیا تا کہ اہل سنت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے مسلکی تعصب میں انگریز کی حکومت کو دوام بخشا جاسکے ۔

مسئلہ مغفرت ذنب

اہل السنۃ والجماعۃ مترجمین نے اسلاف کے تراجم کی روشنی میں سورۃ فتح کی آیت لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر میں ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف برقرار رکھی اور تفسیری حواشی وتفاسیر میں اس کی وضاحت بمطابق نظریہ اہلسنت کردی ۔مگر آل بدعت کی طرف سے اس پر ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کردیا گیا کہ دیوبندیوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف ذنب وخطاء کی نسبت کرکے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کیا ہے معاذ اللہ اگر اس طرح ترجمہ غیر مسلم پڑھیں گے تو ایمان کیسے لائیں گے؟ وغیرہ وغیرہ ۔اس کے علاوہ دیگر تراجم پر بھی گستاخی کے فتوے لگائے ۔الحمد للہ بندہ عاجز اور مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب نے ”نور سنت کنز الایمان نمبر“ میں اس کا بھرپور دفاع کیا اور ثابت کیا کہ جن جن تراجم پر آپ نے گستاخی کے فتوے لگائے ہیں یہ نہ صرف اسلاف سے ثابت ہیں بلکہ خود آپ کے گھر سے بھی ثابت ہیں ۔اس مضبوط علمی گرفت پر رضاخانی مبہوت رہ گئے ۔اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عشق رسالت ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اکابر پر بھی وہی فتوے لگاتے جو اکابر اہلسنت پر لگائے مگر منافقت تعصب دورنگی کی بدترین مثال ملاحظہ ہو کہ اپنے اکابر کو ان کفر کے فتوؤں سے بچانے کیلئے یہ اصول گھڑا:

”حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں لگایا گیا بعض آیات کے لفظی تراجم کی بنا پر جو فتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتوی لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیابنہ اللہ ورسول جلالہ وﷺ کے گستاخ ہیں اس لئے یقیناً ان آیات کے لفظی تراجم سے بھی ان کا مقصد شان رسالت کا انکار کرنا ہی ہے“۔

(کنز الایمان اور مخالفین ،غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن ،ص ۲۷)

اہل السنۃ والجماعۃ کا گستاخ رسول ﷺ ہونا معاذ اللہ کوئی مائی کا لعل صبح قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا لیکن تمہارا گستاخ رسول ﷺ ہونا خود تمہارے مولویوں کی کتب سے میں دفاع جلد دوم کے مقدمہ اور اب یہاں ثابت کرچکا ہوں لہذا یہ ”کریمینل ریکارڈ“ تمہارا ہے ہمارا نہیں ۔اس لئے اس اصول سے یہ فتوے بہرصورت تمہارے گلے کے ہار بنے ہوئے ہیں جسے تم کسی صورت خود سے جدا نہیں کرسکتے ۔باقی بندہ اس منافقانہ اصول کا منہ توڑ جواب اپنی کتاب ”سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ“ میں دے چکا ہے ۔لیکن یہاں ایک ایسا سوال اسی اصول کے متعلق کروں گا جس کے جواب سے ان شاءاللہ تاقیامت یہ رضاخانی عاجز رہیں گے ۔وہ یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا کفر وارتداد ہے تو آج اگر کوئی رضاخانی جس کا بقول تمہارے سابقہ کوئی ”کریمینل ریکارڈ“ نہیں نبی کریم ﷺ کو کوئی صریح گالی دے تو کیا اس کو صرف اس وجہ سے اس اصول کے تحت معاف کردیا جائے گا کہ اس کا چونکہ سابقہ کوئی کریمینل ریکارڈ نہیں لہذا اس کا یہ گالی دینا کوئی کفر وارتداد نہیں یقیناً اس گالی سے اس نے کوئی اچھا معنی ہی مراد لیا ہوگا؟۔

مسئلہ امکان کذب

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کا سادات اشاعرہ کی پیروی میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت پر قادر ہے وہ چاہے تو اہل جنت کو جہنم اور اہل جہنم کو جنت میں بھیج دے اسے اس کی قدرت ہے اسے خلف وعید سے یاد کیا جاتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بات کے خلاف پر بھی قادر ہے جسے امکان کذب کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔مگر ایسا کبھی کرے گا نہیں بات صرف قدرت کی ہے۔جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات کے خلاف کرے گا یا کر دیا ہے وہ پکا کافر ہے۔دفاع جلد اول میں میں نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اہل بدعت نے اس پر ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں اس عقیدے کی بنیاد پر انہیں کافر نہ کہا گیا ہو۔نواب احمد رضا خان بریلوی نے اس کے خلاف ایک بدنام زمانہ کتاب ’’سبحان السبوح‘‘ لکھی جس میں علمائے دیوبند کے خلاف وہ گندی اور غلیظ زبان استعمال کی گئی کہ کوئی شریف مسلمان تو دور مزارات پر دھمال ڈالنے والے بریلوی بھی وہ عبارات اپنی ماں بہن کے سامنے نہیں پڑھ سکتے۔

دلچسپ بات یہ کہ جو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا تھا وہی عقیدہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا بھی تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب ممتنع بالغیر ہے اور ممتنع بالغیر ہونا امکان ذاتی کے منافی نہیں ہے‘‘۔

(شفاعت مصطفی ﷺ ۲۵۶)

یعنی اللہ کی خبر میں جھوٹ کا ہونا فی نفسہ ممکن ہے ہاں غیر کی وجہ سے اس کا صدور ممتنع ہے۔اب ہونا یہ چاہئے تھا کہ رضا خانی اپنے اس امام پر بھی کفر کے فتوے صادر کرتے مگر منافقت کی ادنیٰ جھلک ملاحظہ ہو۔مولانا عبد الحکیم شرف قادری اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں:

’’یہ صحیح نہیں ہے تفصیل کیلئے دیکھئے سبحان السبوح از امام احمد رضا‘‘۔(شفاعت مصطفی ﷺ ص ۲۵۶)

اول بات تو یہ معلوم ہوئی کہ فضل حق خیر آبادی کا یہ عقیدہ بعینہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کیونکہ اس عقیدے کے غلط ہونے کی تفصیل کیلئے وہ ’’سبحن السبوح‘‘ پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ ’’سبحن السبوح‘‘ علمائے دیوبند کے خلاف ہی لکھی گئی ہے۔گویا اس امکان کذب کے عقیدے پر علمائے دیوبند اور علامہ فضل حق خیر آبادی ’’ہم عقیدہ‘‘ ہیں اور رضا خانی زبان میں ’’ہم مخرج‘‘ ہیں مگر منافقت کی انتہاء دیکھیں کہ اسی مسئلہ پر صبح شام علمائے دیوبند کے خلاف صفحات کے صفحات سیاہ کرنے والے اپنے اس عالم کے اس عقیدے کے رد میں صرف اتنا لکھ سکے ’’یہ صحیح نہیں ہے‘‘۔

افسوس اس منافقت پر!!! کہاں ہے اب وہ تقدیس رب العالمین کے نعرے؟

رضا خانی مناظر مولانا مطیع الرحمن رضوی بنگالی لکھتا ہے:

’’یوں ہی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدائے پاک و بے عیب کے حق میں جھوٹ بولنا محال بالذات ہے۔اس پر ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے لکھا کہ ہم محال بالذات نہیں مانتے،کیوں کہ اگر محال بالذات ہوتا تو کسی سے جھوٹ بولنے کا وجود نہیں ہوتا۔لہٰذا یہ محال بالغیر ہے تو ممکن بالذات ہوا‘‘۔(انبیائے کرام کے بعد افضل کون،ص ۶۷)

یہ وہی عقیدہ ہے کہ جس کی بنا پر علمائے دیوبند کو کافر کہا جاتا ہے۔اگرچہ بنگالی صاحب نے اس سے جان چھڑاتے ہوئے یہ کہا کہ دراصل

سیالکوٹی صاحب فلاسفہ کا نظریہ ذکر کررہے ہیں حالانکہ یہ صریح کذب بیانی ہے۔کیونکہ وہ اس عبارت سے معتزلہ کا رد کر رہے ہیں جو کہہ رہے تھے کہ اللہ پر ثواب وعقاب واجب ہے وہ اگر اس کے خلاف کرے گا تو کذب لازم آئے گا اور کذب نقص ومحال ذاتی ہے لہذا اللہ تعالی اس پر قادر نہیں۔تو اس کے جواب میں معتزلہ پر رد کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹی نے یہ لکھا۔

(ملاحظہ ہو تفصیل حاشیہ سیالکوٹی علی العقائد العضدیہ،ص ۱۷۵،۱۷۶،طبعہ اولی ۱۳۲۲ھ)

پھر خان صاحب نے علامہ سیالکوٹی کو اس مسئلہ میں سبحان السبوح میں ''خطا'' پر کہا اگر وہ بدمذہبوں کا عقیدہ نقل کررہے ہیں تو پھر تو درست کر رہے ہیں خطا پر تب ہی ہیں جب اپنا عقیدہ بیان کررہے ہوں۔

ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کردے

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی قدرت تامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اس بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کردے (مفہوم) اب کیا تھا کیا چھوٹا کیا بڑا رضاخانی سب کے نزدیک اس پر وہ فتوے وہ گالیاں کہ شریف انسان کا سر شرم سے جھک جائے۔ایک رضاخانی اس پر لکھتا ہے:

''یہاں سے مرزا مردود غلام قادیانی کو سہارا ملا کہ کروڑوں نبی پیدا ہو سکتے ہیں اور کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کئے جاسکتے ہیں تو تو نبوت کا دعوی اور اپنی نام نہاد رسالت کا اعلان کردے تو اس کذاب نے ڈنکے کی چوٹ نبوت کا دعوی کردیا''۔

(محاسبہ دیوبندیت،ج ۲،ص ۳۱۱)

گویا جب یہ کہا گیا کہ اللہ تعالی کروڑوں نبی پیدا کرنے پر قادر ہے تو یہیں سے مرزا غلام احمد قادیانی کو شہہ ملی اور اس نے نبوت کا دعوی کردیا۔اب آئیے ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کیلئے یہ راستہ اس اصول کی بنیاد پر کس نے ہموار کیا؟۔بریلوی شمس العارفین نورالحسن لکھتے ہیں:

''اس میں کلام نہیں کہ اس خلاق العلیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء ومرسلین ابتدا سے انتہا تک اور دنیا ومافیہا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے، ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کرسکتے ہیں''۔

(الانسان فی القرآن،ص ۳۱۷،طبع سوم تحریف شدہ ایڈیشن)

بریلوی فقیہ ملت لکھتا ہے:

''بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعا محال اور عقلا ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہوسکتا ہے) اما الاول فلورود النص ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین واما الثانی فلان خلق النبی بعد نبینا علیہ التحیۃ والثناء من المقدورات الالھیۃ وکل مقدور الھی ممکن لیکن سرکار اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوۃ وصف لا یقبل الاشتراک عقلا ولا یکون موصوفہ الا واحدا وھو نبینا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر ومثل محال بالذات ہے......اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا دو طرح ممکن تھا ایک بطور امکان وقوعی دوسرا بطور امکان ذاتی ورود آیت

کریمہ نے صرف امکان وقوعی ختم کیا امکان ذاتی ختم نہیں ہوا''۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ا ص ۹,۱۰)

میں نے ان حوالہ جات سمیت دیگر حوالے بھی دفاع جلد اول میں دئے مگر حرام ہو جواب تک کسی رضاخانیت کی طرف سے اپنے ان علماء پر کفر کا فتوی صادر کیا گیا ہو اور نہ ایسا کبھی کریں گے کیونکہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ان کا اختلاف ناموس رسالت ﷺ کی بنیاد پر نہیں علمائے اہل السنۃ سے بغض کی بنیاد پر ہے۔

تحذیر الناس کے حوالے سے ایک اور منافقت

اہل السنۃ والجماعۃ نے جب دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس میں کہیں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں اور اس کو خود آپ کے علماء نے بھی تسلیم کیا تو اب نیا پینترا یہ بدلا کہ:

''ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب وتکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا''۔

(مقالات کاظمی، ج ۲ ص ۳۵۱)

یہ کاظمی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ختم نبوت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور خواص اس سے کچھ اور مراد لیتے ہیں معاذ اللہ۔ بلکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے ختم نبوت زمانی یعنی حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا تو ہر کوئی مراد لیتا ہے خواہ خواص ہوں یا عوام لیکن عوام کے نزدیک تو حضور ﷺ کو ختم نبوت کا اعزاز اس لئے ملا کہ آپ زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری نبی ہیں، لیکن خواص کے نزدیک آپ کی ختم نبوت زمانی کی علت ختم رتبی وذاتی ہے یعنی تمام رتبے تمام کمالات آپ ﷺ پر ختم ہو گئے اور چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو سب سے افضل سب سے اعلی ہو اور جس پر تمام کمالات آ کر ختم ہوں اسے آخر میں بھیجا جاتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو آخر میں بھیجا گیا۔ کتنا زبردست معنی ومفہوم اس آیت کا بیان کیا مگر ان بدبختوں کو اس میں گستاخی وختم نبوت کا انکار نظر آتا ہے معاذ اللہ۔ بہرحال اب کاظمی صاحب کے اس مغالطہ کے جواب میں ہم نے محدث حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کیا جو لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الَّذِيْ عَمِيَ عَنْ خَبَرِ هٰذَا، يَظُنُّ أَنَّ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ تَأْوِيْلُهُ أَنَّهُ آخِرُهُمْ مَبْعَثاً فَأَيُّ مَنْقَبَةٍ فِيْ هٰذَا؟ وَأَيُّ عِلْمٍ فِيْ هٰذَا؟ تَأْوِيْلُ الْبَلْهِ وَالْجَهَلَةِ

(ختم الاولیاء، ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہرحال وہ شخص جو اس خبر کی حقیقت سے اندھا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل اور معنی یہ ہے کہ رسول عربی ﷺ بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہیں (یعنی صرف زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں تو) اس میں بھلا آپ کی کونسی منقبت (تعریف ہے) اور اس میں کونسی علم کی بات ہے؟ یہ ایسی تاویل اور ایسا معنی کرنا ہے جس میں جہالت اور پاگل پنا ہے۔

یہاں محدث ترمذی واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے یعنی تاخر زمانی جس کو کاظمی صاحب معنی

منقول متواتر سمجھ رہے ہیں سمجھنا اس میں حضور ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں یہ تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔

اب بقول تمہارے امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس معنی کو صرف ''عوام'' کا معنی بتلا کر' اپنے سارے کئے کرائے'' پر پانی پھیر دیا تو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو اسے'' جاہلوں و بے وقوفوں'' والا معنی کہہ رہے ہیں انہوں نے اپنے کئے کرائے پر کس طرح پانی پھیرا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ مگر اس عبارت کے جواب میں رضاخانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ اور اب تک کسی رضاخانی دارالافتاء سے اجماعی طور پر حکیم ترمذی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا فتوی جاری نہیں ہوا۔ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ ہم یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کا اختلاف علمائے دیوبند کے ساتھ ضد و تعصب پر ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے تو کوئی معافی نہیں اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بڑے گناہ میں ملوث اور وہ اب بھی اکابر میں سے؟ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء و تلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے، اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا''۔

(کشف القناع ص ۲۱۳)

اب اس اصول کی روشنی میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کئی صدیوں سے چلا آرہا ہے اور اب تک لاکھوں سینکڑوں علماء و عوام کے ہاتھوں میں پہنچا مگر کسی نے بھی اس کی تردید نہیں کی کسی نے بھی اسے ختم نبوت کا انکار قرار نہیں دیا۔ آج بھی دارالکتب العلمیہ بیروت سے چھپ کر لاکھوں لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے میں نے اپنی دفاع جلد اول میں بھی اس کو پیش کیا اور وہ کتاب بھی کئی رضاخانیوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے مگر اب تک کسی دارالافتاء سے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا فتوی جاری نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ رضاخانیوں کا یہ فتوی ہی غلط ہے۔

ہم نے کچھ عرصہ پہلے چند ساتھیوں کے ذریعہ اس حوالے کو انٹرنیٹ پر لگوایا تو بعض چنڈو خان رضاخانیوں نے اس کا ایک ناکام جواب دینے کی کوشش کی جس کا جواب الجواب یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اس کتاب کی توثیق

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ جب غارت گر باطل بھی ہو

جناب رضاخانی نے کہا: ''ان حکیم صاحب پر اسی کتاب کی بنا کفر کا فتوی دیا گیا شہر بدر کیا گیا''

رضاخانی صاحب کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں مذکورہ عبارت لکھنے کی وجہ سے ایسا کافر و مرتد ہے جیسے بانی دارالعلوم کافر و مرتد ہے معاذ اللہ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہے۔ اب ہم ناظرین کو دیکھاتے ہیں کہ اس فتوی سے کون کون کافر ہوتا ہے؟ سب سے قبل ہم بانی رضاخانیت کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

بانی رضاخانیت لکھتے ہیں حکیم ترمذی کے متعلق:

''اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی''

(فتوی رضویہ/ جلد/ ۹،ص ۷۱۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم''

(فتاوی رضویہ جلد/ ۵،ص ۶۶۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''امام حکیم ترمذی نے اس کاافادہ فرمایاہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیاہے''

(فتاوی رضویہ ج/ ۳۰،ص ۱۴۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''امام اجل حکیم ترمذی وبیہقی وابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں''۔

(فتاوی رضویہ، جلد/ ۳۰،ص ۱۹۲)

اب سوال یہ ہے کہ ایک کافر و مرتد شخص سے روایات کو کیوں لیا جار ہا ہے؟ صرف روایت لینے پر ہی اکتفاء نہی کیا بلکہ ایسے شخص کو (امام اجل، قدس سرہ الشریف، عارف باللہ) جیسے القابات سے خان صاحب نے نوازا ہے۔کیا رضاخانیت میں ''آیت خاتم النبیین'' کے منکر کو ایسے القابات سے نوازا جاتا ہے؟ حدیث کی تشریح میں ایسی شخصیت کو معتبر مانتے ہیں جو آیت خاتم النبیین کا (بقول بریلویت کے) منکر ہو؟

اب ہم اسلاف سے ان کے متعلق اقوال پیش کرتے ہیں۔جن کو یہ رضاخانی بانی دارالعلوم دیوبند کی طرح کافر و مرتد سمجھتے ہیں۔معاذاللہ

(۱)قال القشیری فی الرسالۃ القشیریہ: کان من کبار الشیوخ ولہ تصنیف فی علوم القوم.

(نوادر الاصول/ص/ ۴۶،الامثال من الکتاب والسنہ/ص/ ۷)

(۲)لقی الحکیم الترمزی الأئمۃ الکبار و أخذ عنھم و فی شیوخہ کثرۃ

(لسان المیزان/ ۵ / ۳۰۸ بحوالہ کتاب الاحتیاطات/ص/ ۱۲)

حکیم ترمذی نے بڑے ائمہ سے ملاقاتیں کی اور ان سے (روایات) کو لیا اور ان کے شیوخ بہت ہیں.

(۳)قال ابن النجار فی ذیل تاریخ بغداد.

کان اماماً من ائمۃ المسلمین لہ المصنفات الکبار........رواہ عنہ جماعۃ خراسان

(نوادر الاصول/ص/ ۴۶)

ابن نجار کہتے ہیں آئیمۃ المسلمین کا امام ہے.

اصول

سب سے قبل تو یہ اصول پیش نظر ہونا چاہیے یے کہ محض کسی کو کافر کہنے سے یا کسی پر تنقید کرنے سے یا کسی کو جلاوطن کرنے سے اس شخص کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا.(کیونکہ امکان ہے کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہو جب تک کفر متحقق نہ ہو جائے) اگر رضا خانیت میں ایسے شخص کو تنقید کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے تو ہم ''الیواقیت والجواھر'' کے مقدمہ سے کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ آپ کی تکفیر گن سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں.

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس زمانے میں بھی کوئی بڑا پایا گیا کمینوں سے اس کا دشمن ضرور سامنے آیا کیونکہ اشرف ہمیشہ آزمائے جاتے رہے.......(۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کو کوفہ کے جاہلوں میں بعض جاھل ستایا کرتے تھے باوجود یہ کے آپ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی گواہی دے۔انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے آپ کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے.......(۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو نماز کے بارے میں ریا اور نفع کی طرف منسوب کیا گیا......(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جو سختیاں جھیلنا پڑیں کہ 25 سال تک چھپے رہے جمعہ اور جماعت کے لیے باہر نہیں آتے تھے تھے (۴) اور اسی طرح اہل عراق اور اہل مصر کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا کسی پر مخفی نہیں......(۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جو گزری جب آپ کو بخارا سے نکالا گیا یہ بات بھی ڈھکی چھپی (۶) کئی عمائدین کو جلاوطن کیا گیا یا جن میں سے شیخ ابو عبدالرحمن سلمی احمد بن خلکان اور شیخ عبدالغفار القوسی وغیرہم (امام اجل حکیم ترمذی ناقل) ہیں.(۷) بسطام کے علماء کی ایک جماعت کے واسطے سے ابو یزید البسطامی کو بسطام سے سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا (۸) ذوالنون مصری کو مصر سے بغداد تک بیڑیوں اور طوق ڈال کر گھمایا گیا......(۹) سہل بن عبداللہ التستری کو ان کے شہر سے بصرہ کی طرف نکالا گیا اور آپ کی امامت اور بزرگی کے باوجود آپ کو بری حرکت کی طرف منسوب کیا گیا اور کافر تک کہا گیا.....(۱۰) حضرت جنید (بغدادی) پر کئی بار کفر کی گواہی دی گئی جب کہ آپ مجمع عام میں علم توحید میں گفتگو فرماتے تھے.

وضاحت

یہاں ہم نے نے بطور مثال کے صرف دس علماء کو پیش کیا ہے ہے جن پر کفر اور اس کے علاوہ سنگین قسم کے فتوے لگائے گئے ورنہ ایسے بیسیوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں.اب ہمارا سوال بریلویت سے یہ ہے کہ کیا آپ بھی ان علماء پر پر دوسری جماعت کی اقتداء کرتے ہوئے کفر کا فتوی لگائیں گے؟اگر ہاں تو پھر کس منہ سے حنفیت کا دعوی کرتے ہو؟ اگر نہیں تو حکیم ترمذی پر فتوی کفر کیوں؟

ما قبل میں ہم یہ ثابت کر آئے ہیں ہیں کہ حکیم ترمذی معتمد علیہ شخصیات میں سے ہیں.جس کے معتبر ہونے کی گواہی خود بانی بریلویت نے دی ہے اور دیگر علماء.اب ہم آگئے یہ ثابت کریں گے کہ کئی علماء نے ان کی اس کتاب ''ختم الاولیاء'' سے استفادہ کیا ہے.تو کیا رضا خانی اور ان کے متبعین کے نزدیک وہ سب کافر ہوں گے؟ جنہوں نے ''ختم الاولیاء'' کو معتبر جانا ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے.؟

ناظرین کو ہم یہ بھی دکھائیں گے کہ حکیم ترمذی کی *محل استشہاد* عبارت جو ہم نے فریق مخالف کو پیش کی ہے اس کو کسی نے بھی کفریہ نہیں کہا ہے بلکہ اختلاف کی جو وجہ ہے وہ ہم آئندہ ذکر کریں گے.

''ختم الاولیاء'' کتاب کی تائیدا کابرامت سے

(۱) علامہ نورالدین عبدالرحمان جامی.*امام اجل حکیم ترمذی* اور ان کی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''از طبقہ ثانی ※ است ک نیت و ※ ابوعبداللہ ※ است از ک بار مشایخ است..... ہ تصانیف بسیار است و ک رامات ظا ※ راندر بیان ہ رک تاب، چون ختم لولای ※ ک تاب الن ※ نوادالاصول''۔

(نفحات الانس/ص/ ۸۹)

دوسرے طبقہ میں سے ہیں. کنیت ابو عبد اللہ ہے. کبار مشائخ میں سے ہیں، بہت ساری تصانیف کی ہیں. کرامات ظاہر ہیں ان کی ہر تصنیف سے جیسے ختم لولای ※ ک تاب الن ※ نوادالاصول۔

ناظرین غور سے دیکھیں جس کتاب کے متعلق رضاخانی نے کہا اس کے اندر کفر ہے اسی کتاب کے متعلق نورالدین عبد الرحمن نے کہا اس کتاب میں کرامت ہے۔

(۲) حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں "حکیم ترمذی" کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''انہیں میں سے شیخ باخطر، فانی از صفات بشر ابوعبد اللہ حضرت محمد بن علی الترمذی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، علوم فنون میں امام کامل اور محققین مشائخ سے گزرے ہیں. (لیکن خان صاحب کے متبعین کے نزدیک پکے کافر ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ناقل) آپ کی بہت سی تصانیف ہے اور کرامتیں بھی مشہور ہیں اور آپ کی تصانیف سے آپ کی کرامت شان ظاہر ہے. جیسے ختم الولایۃ، کتاب الحج، نوادر الاصول، وغیرہ''۔

(کشف المحجوب/ص/ ۲۸۳)

اس میں بھی تقریبا ما قبل سے ملتا جلتا مضمون ہے. کشف المحجوب میں بھی ان کی کتاب "ختم الاولیا" کی تعریف کی گئی ہے۔

جیسا کہ ہم نے پیچھے بتایا کہ ائمۃ المسلمین میں سے بعض بہت بڑے بڑے اکابر کی کچھ ناعاقبت و معنی سے ناواقف اور غلط فہمی کی بنیاد پر لوگوں نے تکفیر بھی کی. انہی مکفَرین (اسم مفعول) میں سے ایک حکیم ترمذی بھی ہیں.

کرامت ختم الاولیاء از حکیم ترمذی

جب ان کی طرف "ختم الاولیاء" کتاب کی وجہ سے کفر کے تیر برسائے گے کچھ ناواقف لوگوں کی وجہ سے (جس کا رد خود اس وقت کہ علماء نے کیا) تو حکیم ترمذی نے اپنی کتب جمع کر کے دریا میں ڈال دیں تو ایک مچھلی نے کئی سال تک انہیں نگلے رکھا- پھر انہیں باہر ڈال دیا اور لوگوں نے ان سے نفع حاصل کیا۔ اسی واقعہ کو امام شعرانی نے الطبقات الکبری کہ مقدمہ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

فجمع کتبہ کلھا و القاھا فی البحر ف ابتلعتھا سمکۃ سنین ثم لفظتھا. و انتفع الناس.

(الطبقات الکبری/ مقدمہ/ص/ ۳۲)

یہ تھی وہ شخصیت جس کی کتاب کی گواہی سمندر کی مچھلیاں تک دے رہی، لیکن فاضل بریلوی کے متبعین کو اس میں بھی کفر کلامی نظر آتا ہے.

لطف پر لطف

مزے کی بات یہ ہے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جن کو تکفیر کا صدمہ سہنا پڑا۔ بڑے بڑے

اکابر کا ذکر کیا ہے کہ ان کو تکفیر کا صدمہ سہنا پڑا ان میں سے ایک حکیم ترمذی کا ذکر بھی کیا ہے۔

نقطہ اختلاف

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جو بعض لوگوں نے تکفیر کی وہ ہماری پیش کردہ عبارت کی بنیاد پر نہیں کی بلکہ اس تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلاف ہوا کہ منصب نبوت میں ولایت نبوت افضل ہے یا رسالت نبوت افضل ہے؟ جس میں بعض علماء کی رائے یہ تھی کہ ولایت نبوت رسالت نبوت سے افضل ہے ہے۔ جس کی بنیاد پر بعض لوگوں نے نے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے یہ الزام عائد کر دیا کہ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے۔ (جیسے کہ حکیم ترمذی پر یہی الزام ہے) حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ چنانچہ یہی معاملہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ہوا چنانچہ ایک گروہ نے یہی الزام لگایا اسی مسئلہ پر کہ ابن عربی ولی کو نبی سے افضل جانتے ہیں معاذ اللہ جب انہوں نے اس کی وضاحت کی تو علماء نے ان کے مذہب کی موافقت کی جیسا کے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی موافقت کی۔ چناچہ ”الیواقیت و الجواہر“ کے مقدمہ میں ابن عربی کے متعلق اسی بات کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

(۱) ذالك دعوى المنكر ان الشيخ يقول الولى افضل من الرسول، والجواب لم يقل ذالك وانما قال اختلف الناس فى رسالة النبى وولايته ايهما افضل؟ والذى اقول به ان ولايته افضل......بخلاف الرسالة........ووافقه على ذالك الشيخ عز الدين من عبد السلام.

(الیواقیت والجواہر/ مقدمہ/ ۳۴)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو جب بھی اپنی اس کتاب ختم الولایہ کی وجہ سے جلا وطن کیا گیا یا تو بلخ کی طرف ہجرت کی جہاں کے اہل دولت نے ان کا اکرام کیا اور ان کے مذہب کی موافقت کی یعنی ان کی رائے کی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انه هجر بترمذ فى آخر عمره بسبب تصنيفه كتاب "ختم الولايه".....فحمل ايه بلخ فاكرموه لموفقته لهم فى المذهب يعنى الرأى.

(لسان المیزان/ ۷ /۳۷۸)

(۳) خیر الدین الزرکلی اسی الزام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہ جب بعض لوگوں نے تکفیر کی اس وجہ سے کہ انہوں نے ولایت کو نبوت سے اِفضل کہا ہے (اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غیر نبی نبی سے افضل ہے) اس تہمت کا بعض علماء نے رد کیا ہے اور اہل بلخ نے حکیم ترمذی کہ مذھب کو قبول کیا ہے۔ چناچہ لکھتے ہیں:

قيل فضّل الولاية على النبوة، ورد بعض العلماء هذه التهمة عنه.....قال السبكى فجاء الى بلخ اى بعد اخراجه من ترمذ، فقبلوه لموافقته اياهم على المذهب.

(الاعلام/ ۶ /ص/ ۲۷۶)

(۴) رضاخانی شیخ الحدیث مولانا عبد الرزاق بھترالوی لکھتا ہے:

”ولی عارف کا مرتبہ رسول کے مرتبہ سے اوپر ہے“ تو کفر کا فتوی لگا کر اپنی جہالت اور حماقت کا ثبوت پیش نہ کرو بلکہ یہ سمجھو کہ کیا عارفانہ کلام ہے کہ نبی کا منصب ولایت منصب نبوت اور رسالت سے بھی بلند ہے“۔

(ارفع الدرجات/ ۱۱۲)

تقریباً اسی مسئلہ پر یہ کتاب ہے ولایت نبوت اور رسالت نبوت پر تو کچھ لوگوں نے اس کا غلط مطلب نکال کر اس پر کفر کے فتوے دے جس کے متعلق رضاخانی مصنف عبدالرزاق بھترالوی کہتا ہے کہ:”اس عبارت پر تکفیر کرنے والا اپنی جہالت اور حماقت کا ثبوت پیش کرتا ہے“۔گویا حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جس نے تکفیر کی ہے وہ بقول عبدالرزاق بھترالوی کہ جاہل بھی ہے اور اپنے آپ کو حماقت میں بھی ڈال رکھا ہے۔گویا رضاخانی جاہل ثابت ہوئے حکیم ترمذی کی اس عبارت پر فتوی لگا کر۔

(۵) منصب نبوت پر فائض شخص کی ولایت اِفضل ہے یا نبوت سے؟ یا نبوت اِفضل ہے ولایت سے۔؟اس میں اختلاف ہوا ہے جیسے ہم نے پیچھے ذکر کیا آخر میں ہم اسی پر بانی رضاخانیت کہ ایک سوال اور جواب کو پیش کرتے ہیں۔تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس میں اہل علم کا اختلاف رہا ہے۔چناچہ خان صاحب لکھتے ہیں:

”مسئلہ ۸۸:از شہر محلہ قلعہ متصل جامع مسجد مرسلہ حامد حسین خان صاحب ۷ ربیع الاخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے؟ اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون صحابی دارائے ولایت تھے؟ اور تمام صحابہ کرام مرتبہ ولایت پر فائز تھے یا بعض اُن میں سے مفصل اور مشرح ارشاد ہو۔

الجواب: نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اس کی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں، پہلی بات ضروریات دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے“۔

(فتوی رضویہ، ج ۲۹ ص ۲۳۲، ۲۳۳)

ہم نے یہاں بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے۔ورنہ اس پر ایک طویل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔غرض حکیم ترمذی کی اس عبار پر جو ہم نے پیش کی کسی نے بھی کفر کا فتوی نہیں لگایا جس بنیاد پر لگایا وہ مسئلہ کچھ اور تھا لیکن محققین علما نے اس فتوے کو بھی رد کیا۔تقریباً اسماء الرجال کی ہر کتاب میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ”ثقہ“ لکھا گیا ہے۔اور ساتھ ہی حکیم صاحب کی اس کتاب کو کفریہ نہیں کہا ہے حالانکہ کتاب کا تذکرہ بھی ساتھ کیا ہے۔تذکرۃ الحفاظ میں بھی لکھا ہے:

فجاء الی بلخ فاکرموہ لموافقتہ ایاھم علی المذھب.

(تذکرۃ الحفاظ جلد/ ۱/ص/ ۱۷۹)

تابوت میں آخری کیل

اتنا کچھ لکھنے کے بعد دل تو نہیں کرتا کہ رضاخانی صاحب کے بھیجے ہوئے سکین (سیر اعلام النبلاء) پر کچھ کلام کیا جائے لیکن رضاخانی کی

جہالت کو آشکار کرنا کیلئے چند سطو لکھ رہا ہوں۔

رضاخانی صاحب کو یا تو عربی نہیں آتی یا تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے یا خان صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف آدھی بات نقل کی ہے مکمل نقل نہیں کی۔علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر نقل تو کی ہے جیسا کہ دیگر نے نقل کیا لیکن ساتھ ہی اس کی تردید بھی موجود ہے۔جو رضاخانی صاحب کو نظر نہیں آئی اور پھر اس میں تکفیر کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ *یفضل الولایة علی النبوة* جس کی تصریح ہم نے ماقبل میں ذکر کی ہے یعنی اگر تکفیر کی بھی تو ہماری پیش کردہ عبارت کی بنیاد پر نہیں کی۔اور ساتھ ہی آگے اہل بلخ کا ذکر بھی کیا ہے کہ انہوں نے ان کے مذہب کو قبول کیا اور ان کی موافقت بھی کی ہے۔

رضاخانی اگر آگے کی عبارت پڑھ لیتے بشرطیکہ اگر پڑھنا آتا ہو تو پھر کبھی بھی اپنی جہالت کا ثبوت نہ دیتے۔جس جہالت وحماقت کا ذکر ہم نے عبدالرزاق بھترالوی سے پیش کیا۔

ضروری وضاحت

ہم نے جو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی اس پر اکابر میں سے کسی نے بھی کلام نہیں کیا گویا کہ وہ سب حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے متفق ہیں (رضاخانی اصول کے مطابق) اور ان کا عقیدہ تھا کہ *خاتم النبیین* کا معنی صرف آخری کرنے والوں کو جاہل اور بے وقوف ہیں۔اب ہم رضاخانی صاحب سے کہتے ہیں کہ ہمارا وہ شعر اسی طرح برقرار ہے

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو
(منقول)

حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی گستاخی اور رضاخانی منافقت

ابھی جون ۲۰۲۰ء کے مہینہ میں رضاخانی کنزالعلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کا ایک بیان سوشل میڈیا پر آیا جس میں موصوف نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک کے مطالبہ پر ”خطاء پر تھیں“ کہا۔اس پر رضاخانیوں کی طرف سے شور ہوا کہ یہ تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی ہے۔مفتی حنیف قریشی رضاخانی کا اس پر بیان سامنے آیا۔ ۱۹ جون ۲۰۲۰ء کو رضاخانی امام المناظرین مولانا سعید اسد صاحب کے آفیشل پیج پر ان کا ایک ویڈیو کلپ آیا کہ ”بی بی فاطمہ کی بارگاہ بہت بڑی ہے۔اس پر ”توبہ“ کرنی چاہئے۔توبہ کس طرح ہوگی کہ مجھ سے بیان کرتے ہوئے غلطی ہوئی میں نے یہ کہہ دیا کہ جب حضرت فاطمہ زہراء نے مطالبہ کیا تھا تو خطاء پر تھیں یہ میرا کہنا خطاء تھا غلطی تھا میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اللہ میری غلطی معاف فرمادے“۔

بریلوی علامہ سید ارشد سعید کاظمی اپنے خط میں جلالی صاحب کے اس بیان کو بے ادبی پر محمول کیا اور توبہ کا مطالبہ کیا یہی مطالبہ خان صاحب بریلوی کے پیر و مرشد گھرانے کے سید نجیب حیدر نوری نے بھی کیا۔اسی طرح جامعہ رضویہ ضیاء العلوم نے بھی جلالی کی اس گستاخی پر اعلان برات کیا۔تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کی قیادت نے جلالی کی اس بات کو گستاخی پر محمول کرتے ہوئے اپنے لیٹر پیڈ پر اعلان جاری کیا۔اسی طرح جامعہ نعیمیہ کا چار صفحات پر فتوی جاری ہوا جس میں جلالی سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔

(سب حضرات کی تحاریر کا عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

سید ارشد سعید کاظمی کی تحریر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم حضرت علاّمہ مولانا ڈاکٹر محمّد اشرف جلالی صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ مزاج بخیر؟

امید ہے بعافیت ہوں گے،صورتِ احوال یہ ہے کہ گزشتہ سے پیوستہ شب میرے علم میں یہ بات آئی کہ آپ نے باغِ فدک کے مسئلہ پر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع اور اہلِ سنّت کے عقیدۂ معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ گولڑوی سیّدنا مہر علی شاہؒ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مخدومۂ کائنات،جگر گوشۂ رسول،خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت کردی کہ معاذ اللہ وہ باغِ فدک کے مطالبہ کرنے میں ”خطا پر تھیں“ حالانکہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں دور تک ان الفاظ کا کوئی وجود ہی نہیں،جبکہ امکانِ خطا اور بات ہے وجودِ خطا اور۔مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کار قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت درست نہیں ہے چہ جائے کہ حبیبِ کبریا سیّد الانبیاء ہمارے آقا و مولا تاجدارِ مدینہ ﷺ کی اس عظیم اور محبوب شہزادی کے بارے میں ”خطا پر تھیں“ کا جملہ بولنا کہ جنھیں آقائے نامدار ﷺ نے تمام جنّتی عورتوں کی سردار قرار دیا ہو اور وہ ذات کہ جس کے ساتھ آقائے دو عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ امّت کا احترام،ادب اور حیاء کا تعلّق ہے اور اُن کے ساتھ تقدّس و مودّت کا ایک ایسا ملکوتی احساس وابستہ ہے جو بیان سے باہر ہے ان کے بارے میں یہ جملہ بولنا ایک بہت بڑی جسارت اور انتہائی نامناسب ہے اور حضرت سیّدہ کائنات کے متعلّق آج تک علمائے اہلسنّت میں سے کسی نے اس قسم کا جملہ نہیں لکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اس عبارت کی تشریح کرتے وقت آپ کو مغالطہ ہوا اور آپ نے حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وہ بات منسوب کردی جو انھوں نے ارشاد نہیں فرمائی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اس عبارت سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے کسی صورت مستنبط نہیں ہوتا۔

حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا یہ جملہ کہ ”آیتِ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی بھی قسم کی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے“ اپنے بیان میں واضح ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ انھیں طبقۂ معصومین میں نہیں مان رہے ہیں،جبکہ اگلا جملہ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیر میں داخل ہوگی“ اس میں حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اس مبارک اور مقدّس گروہ کے لیے ایک مفروضہ قائم کیا اور پھر انھیں محفوظین میں شامل فرمایا اور ان جملوں میں وہی فرق ہے جو کہ معصوم اور محفوظ میں ہوتا ہے،جو کہ عین مسلکِ اہل سنّت ہے اور آپ نے بھی اپنے بیان کی ابتداء میں اس بات کو ذکر کیا ہے،جبکہ بات وہاں تک رہتی تو درست تھی اور حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کا فرمان ”اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے“ بتلا رہا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ سیّدۂ کائنات کی محفوظین میں شامل مان رہے ہیں،کیونکہ سیّدہ کائنات کا معصومین میں شامل ہونے کی نفی آپ پہلی عبارت میں فرما چکے ہیں۔

جناب والا! اگر آپ کا یہ استدلال تسلیم کرلیا جائے تو اس طرح تو ہر شخص جس مطالبہ کماحقہٗ تسلیم نہیں کیا گیا وہ خطا کا رقرار پائے گا، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''ربِّ اَرِنی'' کے الفاظ میں دعا میں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں ''لن ترانی'' فرمانا اسی طرح حضرت سیدہ کائنات علیہا السلام اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کا غلام کے مطالبہ پر غلام کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تسبیحاتِ فاطمہ تعلیم فرمانا۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو پھر ایک لامتناہی فہرست بن جائے گی، جس سے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت و دیگر محفوظین کے بارے میں اہلسنّت کیا عقیدہ تارتار ہو جائے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے تو صرف یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیتِ تطہیر کو حضراتِ اہلِ بیت اطہار کی معصومیت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے یہ بات کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا ''خطا پر تھیں'' صراحۃً، اشارۃً، کنایۃً کہیں ثابت نہیں۔ یہ مفہوم آں جناب کا خودساختہ ہے، فقیر کی نگاہ سے آج تک کہیں نہیں گذرا کہ اہلِ سنّت میں سے کسی ایک فرد نے بھی سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خطا پر ہونے کا قول کیا ہو۔

لہٰذا حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے آپ نے جو نتیجہ نکالا اور بیان کیا وہ کسی صورت درست اور قابلِ قبول نہیں۔

چونکہ آپ سے فقیر کا اخلاص پر مبنی ایک تعلّق ہے، لہٰذا احقاقِ حق کی خاطر فقیر اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے آپ سے گزارش کرتا ہے کہ برائے مہربانی کسی نئی بحث وتمحیص میں پڑنے کی بجائے کہ اس سے اہل سنّت کے لیے کسی نئے فتنے کا دروازہ کھلے بہتر ہے اپنی سبقتِ لسانی کا اعتراف کرتے ہوئے فوری طور پر علی الاعلان ان الفاظ سے رجوع فرمائیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو راضی کریں کہ جب حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر ایک عورت ٹوکے اور آپ وہیں پر فرمائیں ''امرأۃ اَصابت ورجل اَخطأ'' کہ عورت حق پر ہے اور (مجھ) مرد سے خطا ہوئی ہے تو ہمیں بھی علی الاعلان رجوع پر کیونکر مضائقہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے، آمین۔

تاریخ: ۱۶؍جون ۲۰۲۰ء   والسلام مع الاکرام

دعاگو ودعاجو

(دستخط)

سیدارشدسعیدکاظمی

خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم ملتان

خان صاحب کے پیرومرشد آستانے کا اعلان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس وقت فقیر برکاتی نے مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زیدمجدہ کا ویڈیوکلپ دیکھا جس میں انھوں نے خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک کے معاملے میں ''خطا'' پر تھیں جیسے الفاظ احتیاط جملے سے یاد کیا اس ویڈیوکلپ کے ساتھ ساتھ مولانا کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی کی ایک مختصر تحریر پڑھیں اس نے مولانا موصوف نے مولانا جلالی صاحب کو یہ نیک مشورہ دیا ہے کہ وہ ''خطا پر تھیں''

والے جملے سے رجوع فرمالیں ۔اس کے علاوہ اس احقر العباد نے حضرت مولانا سید ارشد سعید کاظمی صاحب زید مجدہ کی ایک نسبت طویل تحریر بھی پڑھی جو مجھے بہت مدلل اور متوازن نظر آئیں انھونے بہت اخلاص للّٰہیت کے ساتھ مولانا جلالی صاحب زید مجدہ سے گزارش کی ہے کہ وہ سبقت زبان کے سبب ادا ہونے والے جملے سے رجوع فرمالیں ۔

میں ان دونوں بزرگ علمائے کرام کی تائید کرتا ہوں اور عرض گزار ہوں کہ ہمارے علمائے اہلسنت اپنے علم تجربے طاقت لسانی عقل و دانش کا استعمال مثبت کاموں میں کریں کہ اس وقت ملت کو اسی کی ضرورہے میں نے اس ویڈیو کلپ کو بار بار دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی زید مجدہ اپنی تقریر کے دوران دراصل پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب پڑھنے میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں اس وقت دو باتوں کا اندازہ نہیں ہو پایا

اولاً تو یہ کہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے وضاحتا اشارتا کنایتا کسی بھی طرح یہ نہی ثابت ہوتا کہ وہ بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو خطا پر بتا رہے ہیں

دوم یہ کہ مولانا جلالی مدظلہ العالی کو اس کا بھی غالبا اندازہ نہیں ہو پایا کہ ان کی زبان سے اس بارگاہ میں جسارت ہو رہی ہے جو محبوب خدا ﷺ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور جن کی تشریف لانے پر پیغمبر ﷺ کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے ۔

خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باغ فدک کی مانگ کی تھی اس وقت ان کے علم میں نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی رو سے نبیوں کی میراث نہیں ہوا کرتی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس حدیث کے بارے میں بتایا تب انکے علم میں یہ بات آئی ۔اس حدیث کی ایک راوی خود بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اس حدیث کے راوی ہونے سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ خاتون جنت اس بات سے راضی تھیں جب تک یہ حدیث پاک ان کے علم میں نہیں لائی گئی تب تک وہ باغ فدک کو اپنی میراث سمجھنے میں حق بجانب تھی کیونکہ میراث کا قانون تو قرآنی کا فیصلہ ہے یوں ہم دیکھتے ہیں کہ خالص واقعاتی نقطہ نظر سے بھی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطا پر نہیں تھیں

میں مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس جملے سے رجوع فرما کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ، آقائے نامدار پیارے محمد مصطفی ﷺ اور انکی محبوب ترین ہستی خاتون جنت عابدہ طاہرہ زاہدہ بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی کرے ۔

والسلام سید نجیب حیدر قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ و برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

23jun2020

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

جناب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے

آپکی تقریر سوشل میڈیا پر سنی جس میں مسئلہ معصومیت کی ضمن میں آپ نے اہل بیت اطہار کا ذکر کیا اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا نے فدک کے سلسلے میں جو بات سیدنا صدیق اکبر سے فرمائی اس کو آپ بنیاد بنا کر جگر پارہ رسول زوجہ مرتضی ام حسنین کو خاطیہ کہہ ڈالا

۔۔۔۔۔العیاذ باللہ

دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ اہل سنت ادب سے مشہور تھے اس ایک جملے نے ادب کی ساری مشہور عمارت منہدم کردی وہ سیدہ جن عمارت کردی جن کے استقبال کے لیے کے اللہ تعالی کے محبوب کھڑے ہوتے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر محبت کا اظہار فرماتے جن کی تکلیف کو رسول پاک نے اپنی تکلیف جن کی پریشانی کو رسول اللہ اپنی پریشانی فرمایا اتنی بڑی نسبتوں کی طرف" خاطیہ" کی اتنی بڑی نسبت کرنا آپ کو اتنا آسان لگا آپ اپنے ہی الفاظ پر غور فرمائیں:" خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں جب مانگتی رہی تھی خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہے ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرلیا"

ڈاکٹر صاحب!

جب حدیث سن کر سر تسلیم کرلیا تو صواب پر تھیں یا خطا پر تھیں؟ اگر صواب پر تھیں تو آپ اپنی بات پر غور کریں اور جس بارگاہ میں آپ نے اس قول کی جس طرح جسارت کی ہے اسی طرح علی الاعلان صدق دل سے رجوع کریں اور معافی مانگیں آپ سے وقتاً فوقتاً ملاقات رہتی ہے اور ایک تعلق ہے امید ہے آپ میری بات کو خیر پر محمول کرینگے اور آپ کی بات سے عوام اہل سنت خصوصا اولاد رسول کی دل آزاری ہوئی ہے اس کا ازالہ کریں۔

خادم العلماء ڈاکٹر عبد الناصر لطیف صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

خود جلالی نے ۲۳ جون ۲۰۲۰ء کو اپنے آفیشل پیج پر ایک بیان اپلوڈ کروایا جس کا عنوان تھا:

Gustakhi ka ilzam Lagane se pehle Quran ki Tafseer Parho

اس ویڈیو کے Caption میں کوکب نورانی اور قریشی کی تصویر دی گئی گویا گستاخی کا فتوی ان حضرات کی طرف سے لگایا گیا ہے۔

رضا خانی مفتی چمن زماں نے اپنی ایک کتاب "محفوظ عن الخطاء" میں اشرف آصف جلالی کو "ضال مضل" کہا اس کتاب پر رضا خانی علامہ کوکب نورانی کی تائید و تصدیق موجود ہے جبکہ دوسری کتاب "جزو رسول ﷺ کی بے ادبی کفر ہے" میں جلالی پر کفر کے فتوے لگائے ہیں جو کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے۔

اسی طرح رضا خانی علامہ کوکب نورانی کا بیان سامنے آیا جس میں وہ صحابی رسول ﷺ حضرت حبشی رضی اللہ تعالی عنہ کو معاذ اللہ "ظالم" کہتے ہیں۔ یہ تمام ریکارڈ نیٹ پر بھی موجود ہے اور ہمارے پاس بھی محفوظ ہے۔ اسی طرح ہم نے رضا خانی مولوی مظفر حسین شاہ آف کراچی کے آفیشل پیج پر دیئے گئے نمبر 03212123476 پر ایک ساتھی کے ذریعہ رابطہ کیا کہ جلالی صاحب نے جو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا اس سے متعلق مظفر حسین شاہ کا کیا نقطہ نظر ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ واٹس آپ پر بھیجتا ہوں۔ اور مندرجہ ذیل تحریر ارسال کی:

"قضیہ فدک میں نہ صدیق اکبر غاصب و ظالم تھے اور نہ سیدۃ النساء خطاء غلطی پر۔۔۔لہذا ہر وہ لفظ جو قلب و روح پر بار و آر بنے اس سے زبان کو، فکر کو باز رکھنا لازم و موکد ہے۔ ارتکاب کی صورت پر رجوع الی اللہ سعادت و تقاضائے محبت و وفاداری ہے۔

در صحابہ و آل رسول کا بھکاری

احقر العباد اسید مظفر شاہ قادری"۔

اس پر ہم نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ یہ موقف مظفر حسین شاہ ہی کا ہے؟ اس پر موصوف نے مزید بات کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے اس مظفر حسین شاہ کی اس منافقت پر سوشل میڈیا پر ایک بیان دیا جس سے اگلے دن رضاخانی مناظر عبدالمجید سعیدی کی طرف سے کسی ساتھی کے توسط سے جو ان کو بھیجا گیا تھا دو صفحات کی رنگین تحریر ملی جس میں کچھ رضاخانی مولویوں کی طرف سے جلالی کے رجوع نہ کرنے پر ان سے اعلان برات کا اعلان تھا جس میں مظفر حسین شاہ کا نام بھی موجود ہے۔

بعض رضاخانی مولویوں کا اعلان برات

حامدا ومصليا

مؤرخہ 23 جون 2020 بروز منگل مرکز صراط مستقیم تاج باغ لاہور ہمیں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی طرف سے ایک نشست کے لیے بلایا گیا جس کی اطلاع حضرت قبلہ مفتی میاں تنویر احمد نقشبندی دامہ ظلہ آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ہمیں دی چنانچہ ہم سب وہاں پہنچے اور ہم ان کے ادارے کی لائبریری میں تقریباً پون گھنٹہ بیٹھے رہے اور پھر ڈاکٹر صاحب تشریف لا کر سب سے فردا فردا ملے بعد ازاں وہ صوفہائے صدارت پر جلوہ فرما ہو گئے اور یوں گویا ہوے آپ کا شکر گزار ہوں آپ سب تشریف لائے آپ میرے سے کیا چاہتے ہیں اس پر قبلہ صاحب حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ کی خدمت میں صرف ایک درخواست لے کر آئے ہیں کہا پہلے اہل سنت وجماعت کے وسیع تر مفاد کے لیے اپنے جملہ

”فدک کا مطالبہ کرتے ہوئے سیدہ خطا پر تھیں“

سے رجوع کریں تا کہ اضطراب ختم ہو ڈاکٹر صاحب نہایت جارحانہ انداز میں قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب سے مخاطب ہوئے کہ اگر آپ غیر شرعی مطالبہ کریں گے تو میں اسکو نہیں مانوں بعد ازاں قبلہ حافظ نے فرمایا” ہم نہ تو آپ کو مسئلہ سمجھانے آئے ہیں اور نہ سمجھنے“ اس پر ڈاکٹر صاحب مناظرانہ لہجہ میں کہا جو آپ مجھ سے کہلوانہ چاہتے ہیں وہ مجھے لکھ کر دے تا کہ پھر میں آپکو بتاؤں کہ میں کیا چاہتا ہوں اس ساری گفتگو سے ہم نے یہ بھانپ لیا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اس جملے سے سر موانحراف کرنے والے نہیں پھر اسکے بعد نہاں خانہ میں دوبارہ ان سے بات ہوئی لیکن وہ نہ مانے اور اپنے دلائل و براھین کو دھمکی آمیز لہجے میں کبار علماء ومشائخ کے سامنے بآواز بلند بیان کرتے رہے- اور اس دوران ڈاکٹر صاحب نے بہت سخت اور متکبرانہ رویہ رکھا چنانچہ تمام علماء مشائخ انکے اس روّیہ پر نالاں ہو کر واپس تشریف لے آئے چونکہ اس نشست میں کراچی سے علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب اور جناب مفتی عابد مبارک صاحب نے بھی شرکت کرنا تھی لیکن وہ تاخیر سے تشریف لائے

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

کیونکہ وہ دونوں حضرات اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے اچانک کراچی سے روانہ ہوئے اور خود گاڑی ڈرائیو کر کے تشریف لائے اس لیے تاخیر ہوئی- پھر اسکے بعد رات تقریباً 9 بجے علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب (کراچی) مفتی عابد مبارک صاحب (کراچی) علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب، قبلہ میاں تنویر احمد نقشبندی صاحب پیر سید کرامت علی حسین صاحب مفتی فدا حسین رضوی صاحب وغیر ہم ایک جگہ جمع ہوئے تو وہاں مفتی عابد مبارک صاحب نے جلالی صاحب کے کار خاص جناب آصف صاحب سے رابطہ کیا کہ جو رویہ اور جواب آج صراط مستقیم

مرکز میں آنے والے علماء مشائخ کیساتھ تھا اگر وہ ہی ہمارے لیے بھی ہے تو ہم معذرت خواہ ہیں اس آصف صاحب نے کہاں کہ میں کچھ دیر میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ کر بتاتا ہوں، قصہ مختصر کہ انھوں نے تقریباً 10 سے زیادہ بار کال کی اور آگے سے بالترتیب یہ جوابات ملے" قائد محترم مہمانوں کے پاس، ہیں قائد محترم سے عرض کر کے بتاتا ہوں، قبلہ ڈاکٹر اندر چلے گئے ہیں، قبلہ ابھی خود بات نہیں کر سکتے، میں بات کروا رہا ہوں، قبلہ صاحب وضو فرما رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ

اس پر ہم سب نے جناب آصف صاحب کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب کو اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا اور رات 2 بجے مجلس برخواست ہوئی۔

علماء اور مشائخ کا فیصلہ

ہمارا موقف یہ ہے کہ انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے سوا کوئی بھی معصوم نہی آئمہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین و سیدہ خاتون جنت صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا تمام کے تمام معصوم نہیں بلکہ بفضلہ تعالی محفوظ عن الخطا ہیں لہذا مسئلہ فدک میں سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وسلام اللہ علیہا غیر معصوم ہونے کے باوجود خطا پر نہ تھیں اور حضرت امیر المئمنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ بھی حق بجانب تھے اور انہوں نے نہ کوئی ظلم کیا اور نہ ہی کسی کا حصہ غصب کیا لہذا ڈاکٹر جلالی صاحب اپنے اس مؤقف سے کہ جس میں انہوں نے وضاحت کے طور پر یہ جملہ کہا کہ"" جب سیدہ فدک کا مطالبہ کر رہی تھیں تو خطا پر تھیں" سے جب تک رجوع نہیں کرتے۔۔ہمارا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب سے اعلان لاتعلقی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کو علماء ومشائخ سے نامناسب رویہ پر معذرت بھی کرنا ہوگی جنہوں نے اپنے مرکز میں بلا کر بے توقیر کیا

توثیق کنندگان

ضغیم اسلام علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی)

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب (مانگا منڈی)

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا رضا مصطفی نقشبندی

(مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)

حضرت صاحبزادہ مفتی پیر میاں تنویر احمد نقشبندی (آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف)

وارث مسند حضرت حافظ الحدیث علامہ پیر سید نوید الحسن شاہ صاحب (آستانہ عالیہ بھکی شریف)

استاذ العلماء علامہ مفتی عابد مبارک قادری صاحب (کراچی)

حضرت قبلہ پیر میاں ولید احمد جواد نقشبندی

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف مرشد خانہ شیر ربانی)

صاحبزادہ حافظ مفتی پیر سید کرامت علی حسین نقشبندی

(سجادہ نشین علی پور سیداں شریف و ڈائریکٹر لاثانی اسلامک یونیورسٹی)

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (کراچی)

شیخ الحدیث علامہ سائیں غلام رسول قاسمی صاحب (سرگودھا)

حضرت خواجہ علامہ محمد پیر محمد معظم الحق معظمی سجادہ نشین معظم آباد شریف (سرگودھا)

نوٹ: اگرچہ کچھ حضرات اس نشست میں شامل نہیں تھے تاہم انکا اور ہمارا موقف ایک ہونے کے باعث ان کی اجازت سے ان کے اسمائے گرامی توثیق کنندگان میں شامل کیے گئے ہیں۔ (ختم شد)

جلالی کی اس گستاخی پر آزاد کشمیر اور سندھ کی اسمبلی اور قومی اسمبلی میں قرارداد مذمت بھی پاس کی گئی ہے۔

یہ مولوی جلالی بعد میں رجوع کرتے ہیں یا نہیں اور توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگتے ہیں یا نہیں؟ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ ہمیں یہاں رضاخانیوں کا وہی منافقانہ چہرہ دکھانا ہے جو ان کا اپنوں کیلئے کچھ اور دیوبندیوں کیلئے کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ذرا ماضی میں جائیں کچھ سال پہلے حضرت جنید جمشید شہید رحمۃ اللہ علیہ بھائی سے دوران بیان حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں کچھ الفاظ صادر ہو گئے جس پر رضاخانیوں نے خاص کر اسی مظفر حسین شاہ نے ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ ان کے خلاف جلوس نکالے گئے، دھرنے دیئے گئے، ایف آئی آر کاٹی گئی، حالانکہ جنید شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر معافی مانگ کر باقاعدہ روتے ہوئے توبہ بھی کی۔ مگر رضاخانیوں کی دھما چوکڑی میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی یہاں تک کہ کچھ بدباطن بدفطرت ابلیسی رضاخانیوں نے انہیں ایئر پورٹ پر زدوکوب بھی کیا۔ حضرت جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس بے ہودگی کی ساری قیادت مولوی مظفر حسین شاہ رضاخانی کر رہا تھا۔

مگر اب یہاں انہی رضاخانیوں خصوصاً مولوی مظفر حسین شاہ کی منافقت کی انتہا ملاحظہ ہو کہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمارے مولوی جلالی نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی و بے ادبی کی ہے مگر ریلی، ایف آئی آر تو دور ان منافقوں کو اس جلالی کا نام لیکر کھل کر ویڈیو بیان میں اپنا موقف یا کوئی فتویٰ لگانے کی جرات بھی نہیں ہو رہی ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس مظفر حسین شاہ نے اعلان لاتعلقی کا کہا ہے حالانکہ بقول عامر حسین لیاقت اس "مظفر ٹپی" کی کیا حیثیت؟۔ اس کی اعلان لاتعلقی سے کیا رضاخانی جلالی کو گمراہ کہہ کر رضاخانیت سے خارج کر دیں گے؟ کیا یہ لوگ جنید جمشید مرحوم کے پاس بھی اسی طرح گئے تھے؟ کیا اس سے بھی صرف رجوع کا مطالبہ تھا؟ اس بیچارے مرحوم نے تو توبہ بھی کر لی تھی پھر بھی اس کو معاف نہیں کیا گیا۔ مگر یہاں صرف اعلان لاتعلقی؟ اس سے بڑی منافقت کچھ اور ہو سکتی ہے؟

یہ سب دورنگی و منافقت کیوں؟ کیونکہ اس دفعہ گستاخی کرنے والا مولوی ان کا اپنا ہے لہٰذا اس کیلئے سب کچھ جائز۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

نوٹ: ان شاء اللہ ہم نے جو ریکارڈ پیش کیا ہماری زندگی میں تو کسی رضاخانی کو اس کی جرات نہیں کہ اس کا انکار کر دے۔ لیکن چونکہ رضاخانی مکر و فریب میں ید طولیٰ رکھتے ہیں لہٰذا ہمارے مرنے کے بعد یہ کہیں گے کہ مولوی ساجد نے معاذ اللہ جھوٹ بولا ہے۔ ماضی میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا بعد والوں کیلئے اسی مظفر حسین شاہ کے اہتمام سے شائع کردہ کتاب سے ایک اصول پیش کر رہا ہوں:

"مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء و تلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا"۔

(کشف القناع ص ۲۱۳)

تو اگر یہ سب ریکارڈ جھوٹ ہے تو ہماری اس کتاب کے شائع ہونے کے فورا بعد اخبار و رسائل میں اس کی تردید شائع کی جائے۔ یاد رہے کہ مولوی مظفر حسین شاہ ہماری کتب خصوصی طور پر خریدتا ہے اور میری کتب کے جواب لکھنے کیلئے ''چنڈو خانوں'' کی ایک پوری ٹیم بٹھائی ہوئی ہے۔

پارلیمنٹ کے حوالے سے رضاخانیوں کی ایک منافقت

رضاخانی مولوی اپنی تحریروں وتقریروں میں بڑے زور وشور سے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں نے پارلیمنٹ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس پیش کی تھی اپنے دفاع میں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ یہی جھوٹ رضاخانی امام المناظرین علامہ سعید احمد اسد فیصل آبادی نے بھی اپنی ایک تقریر میں بولا میں نے آج سے قریبا دو سال قبل ان کو فون کیا کہ حضرت اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ پارلیمنٹ کی کاروائی کا ریکارڈ موجود ہوتا ہے وہ نکلوالو اس میں مل جائے گا۔ میں نے اسے کہا کہ حضرت وہ ریکارڈ سپیکر اسمبلی فہمیدہ مرزا صاحبہ نے شائع کروا دیا ہے نیٹ پر بھی دستیاب ہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی اس کو شائع کر دیا ہے اور میں نے اس کا لفظ بلفظ مطالعہ کیا ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ تو سعید اسد ہکا بکا رہ گیا اور سوائے مکروفریب کے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کہا میں خود کاروائی منگوا کر اسے پڑھتا ہوں اور پھر بات کرتا ہوں مگر آج دو سال ہو گئے نہ اس نے کوئی بات کی اور نہ تاقیامت وہ بات کر سکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو نیٹ پر موجود ہے۔ (اور اب تو اس دنیا سے بھی جا چکے ہیں)

بہر حال سادہ لوح عوام کو اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند سے متنفر کرنے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو ان کی کتاب تحذیر الناس پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی۔ لیکن اب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی گستاخی پر آزاد کشمیر کی پارلیمنٹ، پھر سندھ کی پارلیمنٹ اور اب ۲۴ جون ۲۰۲۰ء کو قومی اسمبلی میں قرارداد مذمت پیش کی گئی اور اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا جس کی ویڈیوز بھی سوشل میڈیا پر بآسانی دستیاب ہیں۔ جلالی کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے گرفتاری کے احکامات تک جاری ہو چکے ہیں اور اب وہ گرفتار ہو کر جیل میں سڑ رہا ہے مگر ان تمام رضاخانیوں کو سانپ سونگھا ہوا ہے۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کوئی رضاخانی مناظر وملا اپنی کسی کتاب اپنی کسی تقریر میں عوام کو یہ نہیں بتائے گا کہ ہمارے عام مولوی تو دور ''کنز العلماء'' ٹائپ کے اکابر تو اتنے بے ادب ہیں کہ ان کی گستاخیوں پر پارلیمنٹ میں قرارداد یں پیش ہوتی ہیں۔ اور وہ ان گستاخیوں پر جیل میں سڑ رہے ہوتے ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ یہاں مولوی ان کا اپنا ہے اور یہی منافقانہ رویہ آپ کے سامنے رکھنا ہمارا مدعا ہے۔

خان صاحب بریلوی کے فتوے ماننے کے متعلق دورنگی

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی کی حسام الحرمین کے متعلق کسی نے کہا: ''زید سید اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا پیر ہے وہ حسام الحرمین کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس پر اتفاق کرتا ہوں لیکن اگر کوئی انکار کرے تو بوجہ انکار کافر نہ ہوگا اس لئے کہ یہ آسمانی کتاب نہیں''۔

اس پر خان صاحب کے پروردہ جناب مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی فورا آگ بگولہ ہو گئے اور لکھا کہ:

''حسام الحرمین اس معنی کر آسمانی کتاب نہیں کہ اس کے کلمات، اس ترتیب کے ساتھ آسمان سے نہیں اترے، مگر اس میں جو احکام

مذکور ہیں وہ سب آسمانی اس معنی کر ہیں کہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۲۵۵)

یعنی اگر چہ حسام الحرمین آسمانی کتاب نہیں لیکن اس میں جو دیوبندیوں کے کفر وارتداد پر معاذاللہ جو حکم لگایا ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہذا اس کا ماننا لازم وضروری ہے کیونکہ قرآن وحدیث کا ماننا ضروری اور اس کا انکار قرآن وحدیث کا انکار جو کفر لہذا حسام الحرمین کا انکار کفر۔حسام الحرمین کے اس قرآنی حکم پر موصوف نے خود آگے صرف ایک آیت پیش کی چنانچہ لکھتے ہیں:

"گستاخ رسول اور ضروریات دین میں سے کسی کے منکر کو کافر کہنا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے خود قرآن مجید میں گستاخ رسول کی قطعی تکفیر فرمائی ارشاد ہے لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم بہانے نہ بناو ایمان کے بعد بلاشبہ تم لوگ کافر ہو گئے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۴۱۰)

اب دیکھیں خان صاحب بریلوی نے خواجہ ابوطالب کے کافر وجہنمی ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" خان صاحب بریلوی نے اس کتاب میں قریبا ۳ آیات قرآنیہ، ۶۶ کتب حدیث سے احادیث، ۹ شروح حدیث، ۱۰ کتب فقہ، ۱۰ کتب سیر، ۱۳ کتب عقائد، ۱۲ صحابہ، ۵ تابعین، ۶۲ تابعین وتبع تابعین اعلام امت سے خواجہ ابوطالب کا کفر ثابت کیا۔

خود لکھتے ہیں کہ "خواجہ ابوطالب کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار"۔

(ایمان ابوطالب،ص ۶۴، رضا اکیڈمی بمبئی)

اب جس طرح حسام الحرمین کا انکار کرنا قرآن وحدیث کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر ہے حالانکہ کسی ایک آیت یا حدیث میں بھی نہیں کہ معاذاللہ دیوبندی گستاخ رسول ﷺ ہیں اسی طرح خواجہ ابوطالب کے کفر کا انکار بھی قرآن وحدیث اور اجماع امت کے انکار کی وجہ سے کفر ہونا چاہئے کیونکہ ان کا کفر تو اس میں مصرح ہے۔مگر چونکہ کئی رضاخانی مولوی اور پیر مشائخ خواجہ ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں لہذا یہی شریف الحق امجدی یہاں منافقت کا راستہ اپناتے ہوئے فتوی دیتا ہے:

"ابوطالب کے ایمان وعدم ایمان میں اختلاف ہے۔بعض روایات ضعیفہ کے بنا پر کچھ لوگ ابوطالب کو مسلمان کہتے ہیں اگر چہ صحیح یہی ہے کہ ابوطالب ایمان سے محروم رہے اس لئے جو ابوطالب کو مسلمان کہتا ہے وہ خاطی ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۵۰)

ملاحظہ فرمائیں اس منافقت کو کہ حسام الحرمین کا انکار تو کفر کیونکہ اس صورت میں دیوبندیوں کو مسلمان ماننا پڑے گا لیکن خان صاحب ہی کی کتاب شرح المطالب کا منکر صرف "خاطی" کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا تھا۔یاد رہے کہ جتنے قرآن وحدیث کے احکام خان صاحب نے کفر ابی طالب پر شرح المطالب میں بیان کئے اس کا عشر عشیر بھی حسام الحرمین میں بیان نہیں کیا۔

نوٹ: شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ ایمان وعدم ایمان خواجہ ابوطالب میں چونکہ اختلاف ہے لہذا عدم ایمان کا قول کرنے والے صرف خاطی ہیں۔تو علمائے اہل السنۃ دیوبند کے کفر وایمان میں بھی تو خود رضاخانی اکابر ومشائخ کا اختلاف ہے جس پر چند دلائل ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول کے مقدمہ میں دے چکے ہیں تو آخر یہاں ایمان کا قول کرنے والے صرف "خاطی" کی جگہ "قطعی کافر" کیوں؟

اس حوالے سے ایک اور منافقت

رضاخانیوں کے نزدیک حسام الحرمین کو من وعن تسلیم کرنا ایمان کا حصہ ہے کوئی آدمی کتنا ہی نیک متقی پرہیزگار کیوں نہ ہو اگر حسام الحرمین کو تسلیم نہیں کرتا تو مسلمان نہیں کیونکہ خان صاحب نے علمائے دیوبند کی جو تکفیر کی اس میں غلطی نہیں ہوسکتی لیکن دوسری طرف اسی خان صاحب بریلوی نے قرآن وسنت اور اکابر کے اقوال کی روشنی میں خواجہ ابوطالب کی تکفیر کی مگر رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابوطالب اور دادا عبدالمطلب پکے سچے مومن وموحد تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں''۔ (فتاوی اویسیہ، جلد اول ص ۲۰۱)

کتنی حیرت کی بات ہے کہ خواجہ ابوطالب کے کفر پر نصوص روز روشن کی طرح واضح ہیں اس میں تو خان صاحب کو غلطی لگ سکتی ہے مگر علماء دیوبند کی عبارات میں خان صاحب معصوم عن الخطاء ہیں۔

اہل السنۃ پر جھوٹ بولنے کی تہمت اور پھر خود منافقت کی انتہا

رضاخانی شریف الحق امجدی ایک جگہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر یہ بہتان باندھتا ہے کہ:

''جھوٹ بولنا ان کے یہاں عبادت ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۷۳)

یہاں اہل السنۃ کو بدنام کرنے کیلئے بطور ذم ان کی طرف جھوٹ بولنے کو عبادت سمجھنے کی تہمت کی نسبت کی تاکہ اپنے قارئین کو یہ باور کرایا جاسکے کہ جب یہ لوگ جھوٹ بولنے کو عبادت سمجھتے ہیں تو بھلا ان کی کسی بات کا کیا اعتبار؟ مگر ان کی منافقت اور دورنگی ملاحظہ فرمائیں کہ کسی نے مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی عبارت امجدی صاحب کو بھیج دی کہ:

''حضرت علامہ مفتی احمد یار خان ۔۔کی تفسیر نعیمی جلد اول ص ۴۸۱ پر لکھتے ہیں کبھی سوچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' اس کے جواب میں موصوف کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ بالکل بکواس ہے۔ یہ تو وہابیہ کا مذہب ہے کہ ان کے ہاں جھوٹ بولنا عبادت ہے مگر موصوف اپنے مولوی کو بچانے کیلئے لکھتے ہیں:

''یہ کہنا کہ ''کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' فی نفسہ صحیح ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۹۴)

دیکھا اس منافقت کو!!! وہی کام جو کل تک وہابیوں کیلئے ''مذموم'' تھا اب اپنے مولوی کیلئے ''عین عبادت'' ہوگیا۔

رحمۃ للعالمین اور رضاخانی منافقت

اہل بدعت نے فتاوی رشیدیہ کے ایک فتوے جس میں ہے کہ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول ﷺ نہیں اگرچہ دیگر اولیاء مشائخ بھی موجب رحمت عالم ہوسکتے ہیں۔ پر گستاخی وکفر کے فتوے لگائے تفصیل میری دفاع جلد اول اور اس عنوان پر دیگر بریلوی کتب میں دیکھی

جا سکتی ہے ۔اب جب علمائے دیوبند کی طرف سے نہ صرف اسلاف بلکہ خود رضاخانی علماء ومشائخ کے حوالے دئے گئے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کو ''رحمۃ للعالمین'' کہتے ہیں تو اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ ان پر بھی اسی طرح تبرا کیا جاتا جس طرح علمائے دیوبند پر کیا گیا۔مگر رضاخانیوں کی بدترین منافقت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''باقی جن علماء نے تسامحا بطور مبالغہ کے بعض کو رحمۃ للعالمین کہا ہم ان کی تائید نہیں کرتے اور واضح کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ غلطی کی''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین،ص ۲۷۰)

اسی طرح فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''رحمۃ للعالمین ہونا حضور اکرم ﷺ کا وصف خاص ہے یعنی حضور ﷺ کے علاوہ کوئی رحمۃ للعالمین نہیں ہوسکتا جس کی دلیل یہ ہے آیۃ کریمہ حضور ﷺ کی مدح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام مدح میں جو وصف وارد ہوگا وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہوگا کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں لہذا ضروری ہوا کہ رحمۃ للعالمین ہونے کا وصف حضور اکرم ﷺ کیلئے خاص ہو۔کسی مسلم ہستی کے کلام میں کسی دوسرے کیلئے اگر مسامحہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کوئی کلمہ وارد بھی ہو تو اسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا حقیقت وواقفیت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا''(شرح حدائق بخشش،ج ۵،ص ۱۸۸)

حالانکہ بات غلطی کی نہیں تھی یا مجاز ومبالغہ کی نہ تھی۔بات تو گستاخی کی ہے۔کیا کسی رضاخانی میں جرات ہے کہ فتاوی رشیدیہ کے اس فتوے کے جواب میں کسی رضاخانی کا حوالہ دکھائے جس نے کہا ہو کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے؟ یا انہوں نے مبالغۃ ایسا کہہ دیا ہوگا؟ بلکہ وہاں تو کفر کے فتوے اور جب وہی چیز اپنے گھر سے نکل آئی تو صرف ''تسامح'' اور ''غلطی''۔گویا رضاخانی مذہب میں ان کے مولویوں کو یہ اجازت ہے کہ بطور مجاز ومبالغہ حضور ﷺ کی گستاخیاں کرتے پھریں معاذ اللہ بطور مبالغہ حضور ﷺ کو گالیاں دیتے رہیں آپ کی صفات کا انکار کرتے رہیں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ فتوے تو صرف علمائے دیوبند کے ساتھ معاذ اللہ خاص ہیں۔یہی منافقت دکھانا ہمارا مدعی ہے کہ ان کا یہ اختلاف کسی اصول یا ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے بغض وتعصب میں ہے خان صاحب بریلوی جو پٹی انہیں پڑھا چکے اس کے اندھے مقلد بنے ہوئے ہیں۔

حیرت ہے کہ یہ طعنہ علمائے دیوبند کو دیتے ہیں کہ اپنے اکابر کی ناموس کے چکر میں ناموس رسالت ﷺ سے غداری کررہے ہیں۔کیا تمہارے مولویوں کی ناموس نبی کی ناموس سے بڑھ کر ہے؟ مگر اپنا چہرہ اس آئینہ میں نہیں دیکھتے کہ جب یہی چیزیں جو بقول تمہارے بدترین گستاخیاں ہیں تو اکابر کی محبت میں اندھے ہوکر فتوے کس طرح بدل جاتے ہیں وہ زبان وقلم جس سے کل تک علمائے دیوبند کے خلاف شعلے نکلتے تھے اب کیسے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔

والدین مصطفیٰ ﷺ اور رضاخانی منافقت

حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں امت مسلمہ میں اختلاف رہا ہے۔متقدمین اس بات کے قائل تھے کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی جبکہ متاخرین بہت سے علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ کے والدین کریمین حالت ایمان پر اس دنیا سے پردہ فرما گئے واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی شریف الحق امجدی رضا خانی صاحب اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ کے آبائے کرام، امہات عظام سب کے سب مومن یا کم از کم موحد ناجی تھے یا ان میں کچھ کافر و مشرک بھی تھے اس بارے میں سلف سے لیکر خلف تک علماء کے مابین اختلاف رہا، بہت سے حضرات اس کے قائل ہیں کہ ان میں کچھ مشرک و کافر بھی تھے جن میں حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین اور حضرت عبد المطلب بھی ہیں ان لوگوں کو استدلال سنن نسائی میں مذکورہ بالا حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کے ظاہر الفاظ سے ہے۔حضرت امام نسائی کا مسلک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین مشرک و کافر تھے''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۲۷۸)

ایک مقام پر اس مسئلہ کو صرف راجح مرجوح کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس عالم نے صحیح کہا تکفیر اس وقت درست ہے جب کوئی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے اور یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ۔فروعی وجزئی ظنی ہے اگر چہ حق راجح صحیح یہی ہے کہ والدین کریمین مومن موحد بلکہ درجہ صحابیت پر فائز تھے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۲۸۰)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کے والدین کی موت حالت کفر پر ہوئی اور اس کیلئے فقہ اکبر کی یہ عبارت ''ماتا علی الکفر'' پیش کی گئی۔حضرت امام ربانی نے اپنا کوئی نظریہ پیش نہیں کیا۔اب اس پر رضا خانیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کے والدین اور آپ ﷺ کی شدید توہین ہے معاذ اللہ۔اس کے جواب میں کسی نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہوگا کہ بھائی یہ اگر گستاخی ہے تو ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضور ﷺ کے والدین کے عدم ایمان پر پورا ایک رسالہ لکھ مارا ہے۔اب انصاف تو یہ تھا کہ عشق رسالت ﷺ کے مقابلے میں بڑے سے بڑے آدمی کا پاس ولحاظ کئے بغیر بے دھڑک رضا خانی حضرت امام ملا علی قاری پر بھی فتوی لگاتے مگر مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی کی اس بدترین منافقت کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ لکھتا ہے:

''اگر چہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کے قائل یا منکر کسی کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق نہیں ہوسکتی لیکن شرید گنگوہی کا یہ قول چونکہ مصطفی پیارے ﷺ کی عداوت سے ناشی ہے لہذا کفر واضح وارتداد فاشی ہے''۔

(قران النیرین فی ایمان الابوین الکریمین ص ۱۸، باہتمام ناظم رشید حسین درمطبع اہل سنت پیلی بھیت، کنز الایمان اور مخالفین غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن ص ۲۸)

اس قسم کے جاہلانہ ومنافقانہ اصولوں کا جواب اگر چہ ہم اصولی طور پر اپنی کتاب ''سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں دے چکے ہیں۔یہاں صرف ان کی دورنگی دکھلانا مقصود ہے۔لیکن یہاں ایک اور سوال بھی ہم ضرور کرنا چاہیں گے کہ ''حاضر وناظر، علم غیب'' وغیرہ پر دیوبندیوں سے اختلاف کو آپ ''ظنی فروعی'' اختلاف کہتے ہیں آخر یہاں آپ کا یہ حشمتی اصول کہاں گیا کہ ان مسائل میں بھی دیوبندیوں نے معاذ اللہ حضور ﷺ سے بغض وعناد کی وجہ سے انکار کیا ہوگا کیونکہ ان مسائل کو بھی آپ حضور ﷺ کے فضائل میں شمار کرتے ہیں لہذا ان مسائل کے انکار کی وجہ سے بھی یہ کافر وبے ایمان گستاخ رسول ﷺ ہیں معاذ اللہ۔یہاں یہ وجہ فرق کیوں؟

نوٹ: حشمت علی رضوی نے اپنی فطری خباثت اور موروثی بدباطنی کی وجہ سے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا نام ''شرید

گنگوہی"، لکھا۔جس کا معنی دربدر کی ٹھوکریں کھانے والا، آوارہ، بے گھر کے آتے ہیں معاذ اللہ۔اب اس کے جواب میں اگر ہم نے احمد رضا خان یا ان کے کسی اکابر کا نام بدلا تو سب رضا خانیوں کی دس گز زبانیں باہر آجائیں گی۔مگر۔۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

مسئلہ بشریت اور رضا خانی دورنگی

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام بشر ہیں نہ صرف بشر بلکہ افضل البشر، اکمل البشر ہیں۔بشر ہونا ان کا اعزاز و اکرام ہے۔جب ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمارے جیسے بشر ہیں تو اس سے مراد صرف یہ ہے کہ جس طرح ہم نوع بشریت سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بشر ہیں کوئی نوری مخلوق نہیں۔انہیں کوئی فضائل وکمال میں بھی ہم جیسا یا عام انسانوں جیسا جانے تو وہ بد باطن بے ایمان ہے۔

میں نے اس پر تفصیل سے اپنی کتاب "رضا خانیت بمقابلہ حنفیت" میں کلام کیا ہے۔مزید تفصیل ان شاء اللہ "دروس مناظرہ" کی جلد دوم میں ملے گی۔

اب رضا خانیوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدے پر طوفان کھڑا کر دیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کی کوئی عزت ہی نہیں کرتے، ان کو اپنے جیسا بشر مانتے ہیں۔وہ ہم جیسے بشر کیسے ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

"یقیناً بلاشبہ حضور اقدس ﷺ بشر ہیں مگر ہم جیسے بشر نہیں۔۔۔دیوبندیوں کا یہ ضرور عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے جیسے بشر ہیں"۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۳۴۰)

شریف الحق امجدی صاحب کے سامنے مکتوبات کی ایک عبارت رکھی گئی جس کی وضاحت خود یہ کی گئی کہ:

"مذکورہ عبارت میں حضرت شیخ نے انبیاء کرام خصوصا حضور اقدس ﷺ کو نہ صرف بشر کہا ہے بلکہ نفس انسانیت اور حقیقت و ذات کے اعتبار سے سب کے ساتھ متفق بتایا ہے اور حدوث و امکان کے داغ سے بھی متصف قرار دیا ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۳۴۱)

موصوف نے پورے دو صفحات میں اس کا رد کیا کہ اول تو مکتوبات ہی معتبر نہیں ثانیا یہ شیخ مجدد کا "سکر" ہے۔اور کہتے ہیں کہ ہمارا اور دیوبندیوں کا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں اور ہم اس کے منکر ہیں۔آگے لکھتے ہیں:

"اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام ہم جیسے بشر نہیں ان کی ظاہری صورت ہم سے بدرجہا اعلی واحسن اور ان کی ذات بدرجہا افضل و اعلی ارفع و اکمل"۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۳۴۳)

اس مفتی کی جہالت دیکھیں کہ مثلیت کا قول باعتبار حقیقت و ذات ہے اور معارضہ میں پیش اعراض کو کر رہا ہے بہر حال یہاں موصوف کہہ رہے ہیں کہ انبیاء ہم جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی ظاہری صورت بھی ہم جیسی نہیں بلکہ ظاہری صورت بھی ہم سے کئی درجہ اعلی واحسن ہے۔اب بات آئی خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کے متعلق کہ:

"تم فرماؤ کہ ظاہری "صورت بشری" میں تو میں تم جیسا ہوں"۔

اب امجدی صاحب کو چاہئے تھا کہ اس پر کوئی کفر کا فتوی جاری کرتے، اسے نبی کریم ﷺ کی توہین میں شمار کرتے۔کیونکہ پیچھے ہم ان کا فتوی نقل کر آئے ہیں کہ حضور ﷺ کی "ظاہری صورت" بھی ہم جیسی نہیں۔ہم سے بدرجہا اعلی واکمل ہے۔مگر یہاں چونکہ معاملہ خان صاحب

بریلوی کا تھا تو اب منافقت و دورنگی ملاحظہ ہو:

''اور اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ''حضور اقدس ﷺ ظاہری شکل وصورت میں ہماری طرح بشر ہیں'' یہ حق ہے۔خود مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ نے آیہ کریمہ کا ترجمہ فرمایا: ''تم فرماو کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۳۴۵)

دیکھا اس منافقت کو؟!!! کیسے شخصیت کے بدل جانے سے فتوی بھی بدل گیا۔حالانکہ ما قبل ہی میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی طرف منسوب ایک خط کے حوالے سے لکھا کہ انما انا بشر مثلکم میں خطاب مشرکین سے ہے۔(ایضاص ۳۴۳)

اب جب اس آیت کے مخاطب مشرک ہیں تو اس کا یہ ترجمہ کرنا:

''تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''۔

یہ تمہارے اصول کے مطابق کتنی بڑی گستاخ شمار ہوگی؟ کیونکہ تم خود کہہ چکے ہو کہ ان کی ظاہری صورت بھی ہماری طرح نہیں یعنی مسلمانوں کی طرح اور یہاں خان صاحب حضور ﷺ کی ظاہری صورت کو مشرکین یعنی معاذ اللہ ابو جہل،ابولہب،عتبہ،شیبہ کی طرح قرار دے رہے ہیں۔اور امجدی صاحب اس کو جائز قرار دے رہے ہیں۔اس سے بڑی کوئی منافقت ہوگی کہ علمائے دیوبند اکابر اہلسنت کے عقیدہ کی روشنی میں نبی کو صرف نوع کے اعتبار سے اپنا جیسا کہے تو کفر،وہاں یہ کہو کہ ہم جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی صورت تو ہم سے بدرجہا افضل واکمل اور جب خان صاحب کے ترجمہ کی بات آئے تو معاذ اللہ ظاہری صورت میں کافروں جیسے بشر کہنا بھی درست ہو جائے؟ تف ہے ایسی دورنگی پر۔

نوٹ: اسی عنوان سے شریف الحق امجدی کی یہ منافقت بھی ملاحظہ ہو کہ جب بشریت کے حوالے سے مکتوبات کا حوالہ موصوف کے عقیدے کے خلاف تھا تو مکتوبات کی اسنادی حیثیت ہی ماننے سے انکار کر دیا۔مگر جب اپنے موقف میں حوالے کی ضرورت پڑی تو بے دھڑک اسی مکتوبات سے حوالہ دیا۔ملاحظہ ہو فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۲۴۲۔

شریف الحق امجدی صاحب کی کذب بیانی

امجدی صاحب ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

''آپ نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں انبیائے کرام کے بشر کہنے والوں کو جا بجا کافر کہا گیا۔یہ خزائن العرفان اور جاء الحق پر افترا ہے ان میں سے کسی میں مذکورہ بالا عبارت نہیں غالبا آپ نے کسی وہابی سے سن کر یہ لکھ دیا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۳۴۳)

حالانکہ خزائن العرفان مولانا نعیم الدین مراد آبادی بریلوی میں صاف واضح موجود ہے کہ:

''مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے **قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا**''۔

(خزائن العرفان: ص 2: مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

لیکن چونکہ رضا خانی مذہب میں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے اس لئے سب کچھ جائز ہے۔

حضور ﷺ کو بھائی کہنے پر رضاخانیوں کی منافقت

اہل بدعت نے اہل السنۃ پر اس وجہ سے گستاخان رسول ﷺ کا الزام لگایا کہ یہ تو نبی کو بھائی کہتے ہیں۔ایک دوحوالہ جات ملاحظہ ہو:

''جب حضرت علی کہ جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی نہ کہیں تو چودھویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر پلنے والے مولویوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟''۔(شمشیر حسینی ص:۲۱,۲۲)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''نبی علیہ الصلوۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الہی وازواجہ امھاتھم کہ بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔''(مقیاس حنفیت،ص:۲۰۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ''بھائی'' کہنا آپ ﷺ کے تمام فضائل کا انکار کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صریح کفر ہے۔

اسی طرح رضاخانی فقیہ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''کسی کو بھائی کہنے میں اس کے ساتھ برابری کا ادعا ہے۔ہمارے عرف میں ہے کہ ہم اپنے ہم عمروں کو بھائی کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور اپنے سے زیادہ معمر اور بوڑھوں کو چچا دادا وغیرہ کہتے ہیں۔انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ برابری کا اعتقاد رکھنے والا ضرور کافر ہے اور بھائی کہنے میں برابری کا ادعا ہے اس لئے یہ قول ضرور کفر ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۵۸۳)

اب کسی نے رضاخانی شارح بخاری فقیہ اعظم شریف الحق امجدی کو بیہقی کے حوالے سے یہ روایت بھیج دی کہ فرشتوں نے حضور ﷺ کو ''بھائی'' کہا۔اب اس کا اصولی جواب تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ معاذ اللہ فرشتے گستاخان رسول ﷺ ہیں۔انہوں نے بھائی کہہ کر نبی کریم ﷺ کے ''تمام فضائل'' کا انکار کر دیا اور ان سے برابری کا دعوی کیا جو کہ کفر ہے۔مگر رضاخانیوں کی دورنگی ذرا ملاحظہ ہو:

''یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری،اگر چہ یہ حدیث ہے تو اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ فرشتوں نے جو کہا تو ہمسری اور برابری کی نیت سے نہیں کہا بلکہ اظہار محبت کیلئے کہا۔جیسے ہمارے عام عرف میں مخاطب کو بھائی کہہ دیتے ہیں۔برخلاف وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے۔اس جملہ میں اہانت کا پہلو غالب ہے۔برخلاف فرشتوں کے اس قول سے اس سے صرف اظہار محبت ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہہ کر فرشتوں نے حضور اقدس ﷺ کے فضل وکمال کو بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے خلیفہ و نائب ہیں اس لئے وہابیوں کے کفری قول کی اس سے کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۳۴۷)

ملاحظہ فرمائیں دیوبندیوں پر تو اس وجہ سے کفر کہ انہوں نے حضور ﷺ کو بھائی کہہ کر تمام فضائل کا انکار کر دیا اور فرشتوں کیلئے وہی لفظ اس لئے مستحسن کہ اس میں تو ''محبت'' کا اظہار ہے۔جب ایک لفظ آپ کے مذہب میں ہے ہی ''کمالات کے انکار'' کیلئے تو اس میں محبت کا اظہار کیسے؟ کیا حضور ﷺ کے فضائل کا انکار کرنا محبت کا اظہار ہے؟ کیا خان صاحب کو میں یہ کہہ کر گالی دے سکتا ہوں کہ میں تو محبت کا اظہار کر رہا تھا؟۔

شریف الحق امجدی کی بدترین منافقت ملاحظہ ہو کہ جب اہل السنۃ دیوبند احناف کو معاذ اللہ کافر بنانا ہوا تو بھائی کا لفظ ’’عرف‘‘ میں ’’دعوی برابری‘‘ کیلئے تھا مگر جب بات فرشتوں کی آئی تو یہی بھائی ’’عرف‘‘ میں ’’اظہار محبت‘‘ کیلئے خاص ہوگیا۔تف ہے تم پر۔

پوری رضاخانیت کو چیلنج

موصوف لکھتے ہیں:

’’وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے‘‘

مجھے نہیں معلوم کہ یہاں ’’وہابیہ‘‘ سے کون مراد ہیں؟ لیکن اگر مراد دیوبندی ہیں تو پوری رضاخانیت کو چیلنج ہے کہ کسی ایک مستند دیوبندی کا حوالہ پیش کردو کہ وہ ایسا کہتا ہو۔ یاد رہے تقویۃ الایمان نہیں کیونکہ ایک طرف رضاخانی کہتے ہیں کہ ہمارا تمام دیوبندیوں پر کفر کا فتوی نہیں وہ دیوبندی کافر ہیں جو ان گستاخانہ عبارات پر مطلع ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ ایسے دیوبندی بھی ہیں جو ان عبارات پر مطلع نہیں تو جس کو تقویۃ الایمان کا پتہ ہی نہیں اس کو اس سے الزام کیسے دے سکتے ہیں؟

بالفرض علی سبیل التنزل مان لیں کہ تمام وہابیہ کی طرف یہ قول بوجہ تقویۃ الایمان منسوب کیا گیا ہے تو بھی پوری رضاخانیت کو تا قیامت چیلنج ہے کہ یہ قول:

’’ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے‘‘

تقویۃ الایمان سے دکھانے والے کو مبلغ دس ہزار روپے اور ایک کلو سوجی بمع ایک پاؤ بادام انعام میں ملیں گے۔فھل من مبارز۔

ہمارا سوال

یہاں ہمارا یہ سوال بھی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کو ’’بھائی‘‘ اظہار محبت کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ تو آپ کے اصول سے تو ’’بڑے بھائی جتنی تعظیم‘‘ میں زیادہ محبت کا پہلو ہونا چاہئے۔کیونکہ دیکھو ایک کہتا: ’’ہے بھائی! یہ تو ہمارے بھائی ہیں ہم ان سے بھائیوں کی طرح ’’ہی‘‘ محبت کرتے ہیں‘‘، اور دوسرا کہے کہ: ’’بھائی یہ تو ہمارے صرف بھائی ہی نہیں بلکہ بڑے بھائی ہیں ہم تو ان سے بڑے بھائیوں جیسے ’’ہی‘‘ محبت کرتے ہیں‘‘۔اب رضاخانی الٹی عقل کے مطابق پہلا والا قول تو ’’اظہار محبت‘‘ ہے لیکن دوسرا والا قول گستاخی اور صریح کفر ہے۔کیا کوئی عقل مند اس کو تسلیم کرسکتا ہے؟ اگر بھائی کہنے میں اظہار محبت ہے تو بڑا بھائی کہنے سمجھنے میں تو بدرجہ اولی اظہار محبت ہونا چاہئے۔

ثانیاً فرشتوں کے بھائی سے اظہار محبت کی دلیل اس قول: ’’فرشتوں نے حضور اقدس ﷺ کے فضل وکمال کو بھی ظاہر کردیا کہ اللہ کے خلیفہ ونائب ہیں‘‘ کو بنایا گیا تو کیا وہابی اس کے منکر ہیں؟ بلکہ وہ تو اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کے فضائل وکمالات کو مانتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں۔تو آخر ان کی دیگر عبارات کو بقول تمہارے ’’بڑے بھائی‘‘ کے قول کی توضیح میں کیوں پیش نہیں کیا جاسکتا؟

بھائی کہنے پر ایک نیا حوالہ

اہل بدعت کی طرف سے امیر المجاہدین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ جاہلانہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا بھائی کہا یہ کھلی گستاخی ہے۔ہماری طرف سے اس کا تفصیلی دندان شکن تحقیقی والزامی حوالہ جات کے ساتھ جواب کتاب ’’دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

جلد اول''، میں دیا جا چکا ہے جب اہل بدعت ہماری مضبوط گرفت سے ہر طرح سے عاجز آ گئے تو یہ نیا ڈھکوسلہ تراشا کہ اچھا امتیوں میں بھی کسی نے نبی کریم ﷺ کو اپنا بھائی کہا؟ تو لیجئے ہم خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت مختلف کتب سے پیش کر رہے ہیں جس میں وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''اپنا بھائی'' کہہ رہے ہیں (أَخَوَيَّ) ۔ہم امید (اگر چہ یہ امید محال عادی کے درجہ میں ہے) کہ اب یا تو اپنے اعتراض کو مبنی پر تعصب شمار کریں گے یا توپوں کا رخ ادھر بھی کریں گے۔

أَنَّ عُمَرَ قَالَ: "اذْهَبْ يَا غُلَامُ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ لَهَا: "إِنَّ عُمَرَ يَسْأَلُكِ أَنْ تَأْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ، ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَأَخْبِرْنِي قَالَ: فَأَرْسَلَتْ أَنْ نَعَمْ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ، قَالَ: فَأَرْسَلَ فَحُفِرَ لَهُ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ دَعَا ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: "يَا بُنَيَّ، إِنِّي قَدْ أَرْسَلْتُ إِلَى عَائِشَةَ أَسْتَأْذِنُهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ فَأَذِنَتْ لِي، وَأَنَا أَخْشَى أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ لِمَكَانِ السُّلْطَانِ، فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَاغْسِلْنِي وَكَفِّنِّي ثُمَّ احْمِلْنِي حَتَّى تَقِفَ بِي عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَتَقُولُ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ، يَقُولُ الخ....فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنِّي مَعَهُمَا، وَإِلَّا فَادْفِنِّي بِالْبَقِيعِ "، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَمَّا مَاتَ أَبِي حَمَلْنَاهُ حَتَّى وَقَفْنَا بِهِ عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَاسْتَأْذَنَهَا فِي الدُّخُولِ فَقَالَتِ: ادْخُلْ بِسَلَامٍ "

(طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۳۲۶، المکتبۃ الخانجی القاہرہ بتحقیق الدکتور علی محمد، کنز العمال، ج ۲ ص ۴۸۳، موسسۃ الرسالہ، تاریخ دمشق، ج ۴۴ ص ۴۴۶، دار الفکر بیروت، موسوعۃ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر ص ۷۷۲)

ترجمہ: فرمایا بیٹے میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے دونوں بھائیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تدفین کی اجازت طلب کی جو انہوں نے مجھے دے دی لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اجازت میرے مقام سلطنت کی وجہ سے نہ ملی ہو؟ سو اس پر (ان کی دلی رضامندی معلوم کرنے کیلئے یہ کہا جائے) جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد اٹھا کر حضرت عائشہ کے دروازے پر لے جایا جائے اور پھر آپ ان سے کہو کہ یہ عمر ہیں جو اب پھر بھی آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھیوں محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق کے ساتھ دفنانے کی اجازت دی جائے؟ اگر انہوں نے (ایک مرتبہ پھر) اجازت دے دی تو مجھے وہاں دفنا دیا جائے ورنہ بقیع دفنایا جائے ابن عمر فرماتے ہیں جب آپ وفات پا گئے تو ہم نے حسب ہدایات و وصیت آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر لے جا کر ان سے اجازت لی آپ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی طرف سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

نبی کریم ﷺ کا متصف بحیات بالذات ہونا

مولانا سعید احمد کاظمی صاحب نے امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق کہا کہ جس طرح حضور ﷺ کی آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اسی طرح دجال کی آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔اس کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی قرار دیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نیند کو دجال کی نیند سے تشبیہ دی۔اس کا تفصیلی جواب ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں دے چکے ہیں۔

مگر اب ذرا رضاخانیت کی دورنگی و منافقت ملاحظہ ہو کہ جب یہی بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تو خان صاحب نے کیا کہا:

’’مولانا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالی نے فرمایا یعنی سونے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے وسوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا **’’جیسے‘‘** نبی کریم ﷺ کا قلب ان کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ مسلسل ان پر وحی و الہام ہوتا رہتا ہے اھ۔

اقول یہ **’’جیسے‘‘** مجھ پر گراں گزر رہا ہے‘‘۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج ۱ص ۵۷۶)

اب دیکھیں جو بات حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی اس کی بنیاد پر تو کاظمی صاحب نے واویلا کیا اسے اہل سنت کے خلاف قرار دیا، اسے توہین رسالت ﷺ میں شمار کیا، دیوبندیوں کے ساتھ بنیادی اختلاف میں شمار کیا، مگر وہی بات جب ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی تو خان صاحب نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ یہ بات مجھ پر’’ بھاری‘‘ گزری ۔کیا ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی رضاخانی نے اب تک اسلام سے خارج قرار دیا؟ کیا ان کے خلاف بھی پروپیگنڈا کا اسی طرح طومار کھڑا کیا گیا؟ کیا گلی گلی کوچہ کوچہ انہیں بھی گستاخ رسول ﷺ کہہ کر گالیاں دی گئی؟ کیا ان کا بھی نکاح ٹوٹنے اور تجدید نکاح و ایمان کا مطالبہ کیا گیا؟ نہیں ہر گز نہیں تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ یہ سارا اختلاف محض علمائے دیوبند کے ضد و عناد، تعصب و بغض میں ہے۔

تعصب کی انتہاء کا اندازہ اس سے لگائیں

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

’’دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہوکر دیوبندیوں کی ان کفریہ وگستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا‘‘۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص ۲۵،۲۶)

اور منشاء تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

’’ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کردیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین وتصویب نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان‘‘۔(دعوت فکر:ص ۲۹)

رضاخانی غزالی زماں احمد سعید کاظمی صاحب حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

’’ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کررہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کرسکتا‘‘۔

(الحق المبین ،ص ۲۰)

ان عبارات میں خود رضاخانیوں نے یہ اعتراف کیا کہ علمائے دیوبند کی ان عبارات کو کوئی بھی شریف انسان درست نہیں کہہ سکتا نہ ان کی تائید کرسکتا ہے۔اب ہم نے ثابت کیا کہ علمائے دیوبند کی ان عبارات کی تائید اور انہیں کفر سے خالی خود آپ کے اکابر نے قرار دیا ہے۔ مثلاً مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کا واقعہ ہے:

’’مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلی حضرت امام احمد رضاخان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔اعلی حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ

مانا۔اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا‘‘۔

(سیرت انوار مظہریہ،ص ۲۹۲)

اسی طرح شریعت کورٹ کے جج پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے تحذیر الناس کے دفاع میں پوری کتاب ’’تحذیر الناس میری نظر‘‘ میں لکھی اور صاف لکھا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار نہیں پایا جاتا۔

اسی طرح مولانا خلیل خان برکاتی صاحب مرحوم جن کا شمار مستند بریلوی علماء میں ہوتا ہے جس پر تفصیلی گفتگو میں دفاع جلد دوم میں کر چکا ہوں انہوں نے علمائے دیوبند کی ان عبارتوں کے دفاع میں پوری کتاب ’’انکشاف حق‘‘ لکھی۔

اسی طرح جلد دوم کے مقدمہ میں ہم نے مولانا غلام رسول قاسمی حنفی صاحب مرحوم کا حوالہ دیا کہ انہوں نے حضرت گنگوہی کی تکفیر پر سخت برہمی کا اظہار کیا۔ بریلویوں کے محقق العصر مولانا فیض رسول صاحب کا حوالہ دیا کہ وہ خان صاحب کی حسام الحرمین کو درست نہیں سمجھتے۔سائیں توکل شاہ انبالوی مرحوم کا حوالہ دیا کہ وہ حضرت گنگوہیؒ کا قلم عرش کے ورے چلتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔علمائے رامپور کا حوالہ دیا کہ امکان کذب کے مسئلہ پر وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل نہیں۔

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی اپنے ہی اصول کے مطابق اس حقیقت کو تسلیم کرتے کہ واقعی ان عبارات میں گستاخی نہیں کیونکہ انہوں نے تو معیار ’’عوام‘‘ کا رکھا تھا ہم نے ان کے ’’جید اکابر و علماء‘‘ سے ثابت کیا کہ ان کو ان عبارات میں کوئی کفر نظر نہیں آیا مگر تعصب کی انتہاء دیکھئے کہ بجائے حق تسلیم کرنے کے اپنے ان علماء پر ہی کفر و گمراہی کے فتوے لگا دئے۔

علمائے دیوبند کے تعصب میں اپنے ہی مشائخ کا انکار

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مبارک خواب سائیں توکل شاہ انبالوی کے پیر و مرشد جناب مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب کے حوالے سے نقل کیا تھا۔اب بجائے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے اہل بدعت بغض دیوبند میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنے مسلمہ بزرگوں کا بھی صرف اس وجہ سے انکار کرنے لگ گئے کہ انہوں نے علمائے دیوبند کی تعریف کیوں کر دی؟ چنانچہ اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب نقل کرنے والا مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جس کے حالات خود مشکوک ہیں اور یہ شخص دیوبندیوں کے اتنا قریب تھا کہ قیلولہ کرنے دیوبند مدرسہ میں جایا کرتا تھا۔ایسے شخص کی روایت پہ کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

(کشف القناع ص ۱۳۴ و دافع ازالۃ الوسواس ص ۴۱۰)

حالانکہ نور بخش توکلی صاحب خود ان کے متعلق لکھتے ہیں:

’’شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ‘‘۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ،ص ۵۲۷)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

’’مولانا توکلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ نقشبندیہ سے فیض و خلافت کا شرف حاصل کیا۔حضرت توکل شاہ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے فیوض سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔حضرت مولانا مشتاق احمد

جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی و روحانی کمالات مخلوق خدا کے لیے بڑی عمدگی سے پہنچے اور خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا''۔

(تذکرہ علما اہل سنت و جماعت لاہور ص ۲۹۷)

مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب نور بخش توکلی کے بھی مرشد تھے۔نور بخش توکلی صاحب خود لکھتے ہیں:

''راقم الحروف نے واقع میں حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے مجھے خلافت دے دی؟فرمایا ہاں۔اس طرح شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی چشتی صابری نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا''۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۶۲۲)

سیرت رسول عربی میں لکھا ہوا ہے:

''آپ نے (نور بخش از راقم) بلند پایہ عالم دین حضرت مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ صابریہ میں اکتساب فیض کیا۔حضرت نے بھی آپ کو خرقہ ءخلافت سے نوازہ''۔

(سیرت رسول عربی ص ۱۸، مکتبۃ المدینہ)

اندازہ لگائیں اس سے بدتر تعصب اور کیا ہوگا کہ اپنے مسلمہ بزرگ کا آج صرف اس وجہ سے انکار کیا جارہا ہے کہ اس نے علمائے دیوبند کے متعلق اتنا مبارک خواب کیوں سنایا؟

اسی طرح علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمائے دیوبند کے ساتھ بہترین تعلقات کو بیان کیا کہ وہ علمائے دیوبند کی تعریف کرتے ان کو مسلمان سمجھتے تو اس کے جواب میں مولانا حسن علی رضوی میلسی رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

''جن جن لوگوں کو آپ نے پیر اور مولوی بنا کر پیش کیا ہے وہ تقریبا سب کے سب دیوبندی وہابی ہی ہیں بھلا جس پیر کے مولوی رشید احمد گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص گنگوہی صاحب سے حدیث پڑھے یا مولوی گنگوہی صاحب سے پڑھے ہوئے مولوی حسین علی واں بچھراں سے پڑھے وہ سنی بریلوی کب ہوگا؟''۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ا ص ۴۰۶)

حالانکہ ان خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کو مورخ رضاخانیت جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اور ان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''مرجع الکاملین حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی قدس سرہ''۔(تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۴۹۳) اور ان کے بیٹے جنہوں نے حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سراج الدین خلیفہ و جانشین ہوئے''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۴۹۵)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں۔دیوبندیوں کے امام اہل سنت سرفراز خان گھکڑوی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ خواجہ سراج الدین سے بیعت تھے اور خواجہ سراج الدین خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے''۔

(کشف القناع ص ۴۳۲)

یہاں پر بھی دیکھیں ایک مسلمہ بزرگ کا انکار صرف اس وجہ سے کہ وہ علمائے دیوبند کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا ہے اور اپنے بچے کو ان کے پاس پڑھانے بھیجتا ہے۔

اسی طرح علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا کہ بریلوی استاد العلماء فیض احمد گولڑوی نے انہیں صوبہ بہار کے ممتاز مشایخ میں سے شمار کیا اور یہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ''حکیم الامت'' کہتے تو اس کے جواب میں حسن علی رضوی صاحب نے ان کا ایک شخص ہونے سے ہی انکار کر دیا اور لکھا:

''حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری مہر منیر ص ۱۷۲ پر جن بزرگ کو پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا استاد بھائی کہا گیا ہے وہ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری ہیں اور صوبہ بہار کے رہنے والے ہیں۔اور بہار کے مشہور شیخ طریقت ہیں۔جبکہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے گیت گانے والے اور ان کو حکیم الامت بنانے والے مولوی محمد علی کانپوری ہیں جو ناظم ندوہ ہیں جن کا ذکر سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔نے حسام الحرمین ص ۱۰۱ پر کیا وہ اور ہیں یہ اور ہیں وہ مونگیری ہیں یہ کانپوری ہیں وہ شیخ طریقت ہیں اور یہ ناظم ندوۃ العلماء یہ یوپی اور وہ صوبہ بہار میں''۔(محاسبہ ج ا ص ۳۸۲،۳۸۳)

حالانکہ یہ رضوی کی بدترین جہالتوں میں سے ایک جہالت ہے۔یہ مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء دونوں ایک ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ ان مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا فیض احمد گولڑوی نے ''مولانا لطف اللہ علی گڑھی'' کے شاگردوں میں شمار کیا ہے (مہر منیر ص ۷۳) اسی طرح گولڑوی صاحب نے انہیں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں بھی شمار کیا ہے، اسی وجہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا استاد بھائی کہا۔اور حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری ناظم ندوۃ العلماء بھی حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی مرحوم اور مولانا احمد علی سہارنپوری کے مایہ ناز شاگردوں میں تھے ملاحظہ ہو ''سیرت مولانا محمد علی مونگیری''۔

باقی رضوی صاحب نے جو یہ مغالطہ دیا کہ تعریف کرنے والے ناظم ندوۃ العلماء تو ''کانپور یوپی'' کے تھے اور شیخ طریقت مونگیری یہ تو ''بہار'' کے تھے یہ بھی بدترین جہالت ہے۔اس لئے کہ حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری کا آبائی علاقہ اور جائے ولادت کانپور رہے۔یہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی مرحوم کے مدرسہ ''فیض عام'' میں حاصل کی۔اسی نسبت سے ''کانپوری'' کہلائے، پھر یہ علاقہ چھوڑ کر آپ ''مونگیر'' چلے گئے جو ''بہار'' کا شہر ہے۔اسی نسبت سے آپ ''مونگیری'' کہلاتے ہیں۔اور یہی شیخ طریقت ہیں اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہی مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز خلفاء میں سے تھے۔دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اس پر ایک دلیل یہ بھی کہ رضوی صاحب نے انہیں ''سید'' لکھا اور یہ مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری ناظم ندوۃ العلماء بھی ''سید'' تھے کیونکہ آپ کا نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے۔غرض یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں۔

چیلنج: ہم رضوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ ان میں جرأت ہے تو دونوں کو الگ الگ شخصیات ثابت کرے اور انعام میں ہم سے ایک کلو دیسی گھی میں بنا سوجی کا حلوہ بمع ایک پاؤ بادام وصول کرے۔اب رضوی صاحب ہی کی زبانی:

جھوٹے اور کذاب دنیا میں دیکھیں ہیں بہت
سب سے سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

(محاسبہ ج ا ص ۳۸۳)

علمائے دیوبند کے ایمان پر دو نئی ناقابل تردید شہادتیں

قارئین کرام! ماقبل کی سطور سے واضح ہوا کہ حضرت سید مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں۔حضرت مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کا مقام ومرتبہ خود خان صاحب کے نزدیک کیا تھا وہ ان کے چند خطوط سے واضح ہے چنانچہ خان صاحب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں:

''مولانا ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے **علاقہ نیاز** ہے۔۔۔خود اپنے **علم نافع فہم ناصح** سے تامل فرمائیں۔۔**رجوع الی الحق** آپ جیسے علمائے کرام وسادات عظام کی زین ہے۔۔مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ **سلامت نفس**۔۔مبارک وہ دن کہ ہمارے **معزز عالم آل پاک** سید لولاک ﷺ۔۔۔آپ کی **صلاح طبعیت** سے بہت کچھ امید حق پسندی ہے''

(کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

''مولانا! مکرما! بحمد اللہ تعالی یہی جان کر تو گزارش کی تھی کہ ملازمان سامی نہ صرف مومن **عالم، صافی، صوفی، صفی** ہیں۔۔مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار بار یوں الحاح گزارش نہ کرتا۔''۔

(کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم، ص ۱۳۰، ۱۳۱)

''مولانا! بعنایت الٰہی **صوفی** آپ، **عالم** آپ، **مناظر** آپ آپ کو کسی کے بتانے کی کیا حاجت؟۔۔۔کیا معاذ اللہ! آپ سا **فاضل صوفی کامل** ایسی بدمذہبوں گمراہیوں کو روا رکھتا ہے یا ایسی شرکتوں پر راضی ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا! بحمد للہ! مجھے اس وقت تک آپ کی طرف سے یاس نہیں''۔(کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم ص ۱۳۲، ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری:

(۱) عالم نافع (۲) فہم ناصح (۳) رجوع الی الحق والے (۴) سلامت نفس والے (۵) صالح طبعیت والے (۶) خان صاحب کے نزدیک مکرم (۷) سنی فاضل (۸) صوفی (۹) صافی (۱۰) صفی (۱۱) مناظر (۱۲) بدمذہبیوں اور گمراہیوں کو روا اور جائز سمجھنے والے بالکل بھی نہیں (۱۳) ایسے عالم وفاضل کامل اور مناظر کہ کسی کے سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں آپ خود بھلے اور برے کو سمجھنے والے ہیں۔

اب ایسے زبردست عالم جس کے حق میں یہ زبردست توثیقی تائیدی تعریفی کلمات آج کے کسی چنڈو خان رضا خانی نے نہیں بلکہ ان کے سب سے بڑے ولی وامام خان صاحب نے بولے ہیں وہ مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ خود خان صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

''یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم امت محمدیہ کا لقب دیا''۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ کراچی)

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کے مقدمہ میں رضا خانی کے جس اصول سے علمائے دیوبند کے کفر وایمان پر مناظرہ کو بے سود لکھا تھا اس مضبوط گرفت کا تو فریق مخالف کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا البتہ اپنی روایتی تعصب، ضد، عناد ومنافقت کی وجہ سے اس میں ایک نیا

پنکچر یہ لگا دیا کہ:

''دیوبندی موصوف کا یہ اصول بالکل غلط ہے اس لئے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔کو مومن مسلمان سمجھنے والے وہ دیوبندی اکابرین ہیں جن کے ساتھ کفریہ عبارات پر جھڑپ جاری تھی جبکہ ان اکابرین دیوبند کو جن کی کتب میں گستاخانہ عبارتیں پائی جاتی ہیں ،سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔ نے اور نہ ہی آپ کے متوسلین میں سے کسی نے مسلمان کہا''۔(کشف القناع ص ۲۰۷)

یعنی چونکہ خان صاحب یا خان صاحب کے متوسلین نے مسلمان نہیں کہا اس لئے ہم مناظرہ کریں گے ہاں اگر خود خان صاحب یا آپ کے متوسلین نے مسلمان کہا ہوتا تو بلاشک پھر ہمیں کافر کہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ایسے رضا خانی آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ یہ مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب کے متوسلین میں سے نہیں بلکہ خان صاحب خود ان کے ''متوسلین'' اور ''نیاز مندوں'' میں سے تھے۔وہ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو صرف مسلمان ہی نہیں امت محمدیہ کیلئے ''حکیم الامت'' کا درجہ دے رہے ہیں۔آپ کا مطالبہ تو خان صاحب کے متوسلین کے متعلق تھا ہم نے تو آپ کے ان اکابر کا حوالہ پیش کر دیا جن کے متوسلین و نیاز مندوں میں سے خود خان صاحب ہیں۔اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہوگی؟مگر برا ہو تعصب کا کہ جب آدمی نے ابو جہل والی ضد اپنائی ہے تو کسی صورت میں نہیں مانتی۔لہٰذا بجائے اپنے ان اصولوں کو پاس ولحاظ رکھتے ہوئے حق کو قبول کرتے حضرت مونگیری جیسے صوفی باصفا سنی عالم فاضل مناظر آل رسول ﷺ کو ہی دیوبندی بنا کر معاذ اللہ کافر کہہ دیا۔

ایک دوسری شہادت ملاحظہ ہو مولانا ابو الحسن زید فاروقی صاحب کو رضا خانی ''شیخ الاسلام'' اور ''غیر جانبدار انصاف پرور'' کہتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''اب آئیے غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابو الحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں''۔(تحقیقات،ص ۱۶۴)

خلیل رانا سعیدی نامی ایک بریلوی لکھتا ہے:

''حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی ۔۔۔ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ بھر بھی نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں غیر جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی۔اس لئے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جا سکتا''۔(معارف رضا ص ۱۵۷ سالنامہ ۲۰۱۶)

بریلوی نباض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابو داؤد صادق کے رسالے میں ہے:

''شیخ الاسلام ابو الحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''۔(رضائے مصطفیٰ:ص ۳۱،بابت رمضان وشوال ۱۴۱۲ھ)

رضا خانی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام ابو الحسن زید فاروقی مجددی''۔(رسائل اویسیہ،ج ۵ ص ۱۰)

یعنی موصوف اول تو غیر جانبدار تھے کسی بھی قسم کے تعصب سے پاک انصاف پرور اور اگر بالفرض کسی کی طرف جھکاؤ تھا بھی تو بریلویت کی طرف تھا اسی لئے بریلویوں نے اسے ''شیخ الاسلام'' مانا۔یاد رہے کہ رضا خانی اصول کے مطابق ان کے غیر جانب دار اور منصف و شیخ الاسلام ہونے پر رضا خانیت کا اجماع ہے کیونکہ رضا خانی پیر مظفر حسین شاہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب میں یہ اصول لکھا گیا ہے کہ:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی،مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا

اعلان نہیں کیا، اگر چہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماواشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۷۷)

تو اگر رضاخانیت کو''من حیث الجماعۃ''اس سے اختلاف ہوتا تو اس کی تردید شائع کرتے مگر ایسا نہیں کیا تو یہ دلیل رضامندی ہے۔اب یہ شیخ الاسلام محقق، انصاف کے اصولوں کی پیروی کرنے والے علمائے دیوبند کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے تھے ملاحظہ ہو:

''مولانا ابوالحسن زید صاحب سنی صحیح العقیدہ نہ تھے۔صلح کلی تھے۔اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے۔اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے۔مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے۔گنگوہی نے میلاد شریف کو ناجائز و بدعت کہا جو ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ابوالحسن زید صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور بے جا تاویلیں کرتے تھے۔میری خود ان سے بات چیت ہوئی ہے اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ چکی ہے۔شروع شروع میں وہ دیوبندی نواز تھے لیکن جب ان کا انجام یہ دیکھا کہ ان کے حلقہ کے کٹر دیوبندی ہو گئے تو بعد میں کچھ گول مول دیوبندیوں کے خلاف بھی بولنے اور لکھنے لگے۔ایسی صورت میں جبکہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص ۵۱ کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے، جس پر علمائے عرب وعجم، حل وحرم، ہندوسندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان کو بھی کافر۔پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی و گنگوہی کا تھا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳،ص ۵۴۲)

قارئین کرام! دنیا کا اصول ہے کہ جب دو فریقوں میں جھگڑا و اختلاف ہو تو کسی انصاف پرور غیر جانبدار آدمی کے پاس حل کیلئے جاتے ہیں۔رضاخانی مولانا ابوالحسن فاروقی صاحب کی انصاف پروری وغیر جانبداری کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ تو ان کو شیخ الاسلام جانتے ہیں۔ اب ایسا آدمی باوجود ہماری عبارتوں پر مطلع ہو کر ان اکابر کی تکفیر نہیں کرتا بلکہ ان کو ولی اللہ مانتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ان عبارتوں میں کوئی کفر نہیں مگر بدترین منافقت کا ایک دفعہ دوبارہ یوں اظہار کیا گیا کہ بجائے اس کی بات ماننے کے اور خان صاحب پر لعنت بھیجنے کے اس بیچارے کو ہی شریف الحق نے کافر بنادیا۔معاذ اللہ۔

شریف الحق امجدی کے اس فتوے سے معلوم ہوا کہ فاروقی صاحب کی وہ بعض عبارتیں جو بظاہر علمائے دیوبند کے خلاف ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں پیش کی جا سکتی کیونکہ وہ بامر مجبوری اپنے مریدوں کو بچانے کیلئے انہوں نے لکھی ہیں ورنہ دل سے وہ اکابر دیوبند کو اللہ کے ولی ہی مانتے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام صاحب جس طرح ان عبارتوں پر مطلع تھے اس کے باوجود اکابر دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تھے بلکہ ان کو ولی اللہ مانتے تھے اسی طرح وہ تمام رضاخانی اکابر جو علمائے دیوبند کو مسلمان مانتے ہیں وہ بھی اکابر دیوبند کی عبارات پر مطلع تھے مگر وہ اسے قرآن و حدیث کی ترجمانی سمجھ کر اس پر تکفیر کے قائل نہ تھے یہ محض رضاخانیوں کا ڈھکوسلا ہے کہ یہ اکابر ان عبارات پر مطلع نہ تھے۔مزید تفصیل اس حوالے سے ہم نے دفاع جلد دوم میں کر دی ہے۔

خان صاحب اویسی فتووں کی زد میں

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ رضاخانیوں کے شیخ الاسلام محقق ،اور انصاف پرور شخص ان اکابر اہلسنت دیوبند کو اولیاء اللہ مان رہے ہیں ۔گویا ان کی ولایت رضاخانی اکابر کے ہاں بھی مسلم ہے ۔اور خان صاحب نے ساری زندگی ان اولیاء اللہ سے دشمنی مول لی ۔بلکہ ایسا بدبخت کے ان کو کافر تک کہا اور کہا کہ جو کافر نہ مانے معاذ اللہ وہ بھی کافر ۔اب اللہ کے ولیوں کے دشمنوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ فیض احمد اویسی ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (بخاری شریف)

جس نے میرے ولی کو تکلیف پہنچائی بے شک میں نے اس سے اعلان جنگ کیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے اعلان جنگ کے دو معانی ہیں:

(ا) اس کی دولت ایمان چھین لیتا ہے،اس لئے روض الریاحین میں قاعدہ لکھا ہے ک جو کسی ولی اللہ سے گستاخی کرتا ہے تو اس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے ۔(شرح حدائق بخشش ،ج ا ص ۲۱۸ ،فرید بک سٹال لاہور)

الحمد للہ اس کا مشاہدہ ہر آدمی نے ہماری دفاع کی تینوں جلدوں سے کرلیا کہ ان اولیاء اللہ کی گستاخی کرنے کی وجہ سے خان صاحب پر ایسی پھٹکار پڑی کہ اپنے ہی فتووں سے کافر ہوئے ایسے کافر کہ ان عبارات کو صحیح ماننے کے بعد بھی جو رضاخانی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دورنگی کی ایک اور واضح مثال

قارئین کرام مولانا خلیل خان برکاتی ایک ’’کٹر قسم‘‘ کے بریلوی عالم تھے،لیکن جب خان صاحب کی طرف سے حسام الحرمین میں کیئے گئے ’’فراڈ‘‘ پر مطلع ہوئے تو کھل کر علمائے دیوبند کا دفاع کیا اور’’انکشاف حق‘‘ نامی کتاب لکھی ۔رضاخانیوں نے اپنے اس مایہ ناز عالم کو صرف اس وجہ سے دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیا کہ انہوں نے علمائے دیوبند کو مسلمان کہا ہے اور ان کی تعریف کی ہے، وہ بھلا کیسے بریلوی ہوسکتا ہے؟ ہم نے اس پر دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں تفصیلی بحث کی ہے ۔اب دوغلی پالیسی و منافقت دیکھیں کہ بندہ نے دفاع جلد اول میں مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق اسی اصول کے تحت لکھا کہ چونکہ وہ خان صاحب بریلوی کی تعریف میں رطب اللسان تھے خان صاحب کے حسام الحرمین کے فتووں کو درست مانتے رضاخانی انہیں اپنے پروگراموں میں مہمان خصوصی کے طور پر بلاتے لہذا رضاخانی اصول کے مطابق تو وہ پکے بریلوی ہوئے اب اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے ،عربی تعلیم عبد الحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا ہے ۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے البتہ سیدی اعلیٰ حضرت ۔۔۔کی کرامت یہ ہے کہ اپنے عشق و محبت کو خود منکروں سے منوالیا‘‘۔

(کشف القناع ص ۲۱۴، ۲۱۵)

قارئین کرام! کیا یہ کھلی منافقت نہیں کہ اگر مولانا کوثر نیازی مودودی ثم بریلوی دیوبندیوں سے پڑھے تو وہ تو ہو جائیں’’کٹر دیوبندی‘‘اور

اگر خان صاحب کی تعریف کر دیں تو یہ ہو جائے خان صاحب کی ''کرامت''، لیکن مولانا خلیل خان برکاتی خود اپنے آپ کو بریلوی کہیں، بریلوی ان کو ''کٹر سنی''، تسلیم کریں انہیں اپنا مایہ ناز عالم مانیں رضاخانی پیروں سے انہیں ''خلافت'' ملے لیکن جب وہ علمائے دیوبند کی تعریف وتائید کریں تو وہ تعریف وتائید علمائے دیوبند کی ''کرامت'' نہ کہلائے بلکہ الٹا خلیل خان ہی دیوبندی ہو کر غیر معتبر ہو جائے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

علماء کی تائید اور منافقت کی ایک مثال

منشاء تابش قصوری رضاخانی لکھتے ہیں:

''اسی طرح برصغیر کے اڑھائی سو علماء نے ان عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین تصدیق ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کی ملاحظہ ہو ''الصوارم الہندیہ''۔ (دعوت فکر، ص ۱۶، مکتبہ اشرفیہ مریدکے)

اسی طرح رضاخانی علامہ سردار احمد صاحب لکھتے ہیں:

''نیز ہندوستان پاکستان کے ڈھائی سو سے زیادہ علماء و مشائخ نے وہابیہ دیوبندیہ کی تکفیر پر جو مہر تصدیق ثبت کیں وہ ''الصوارم الہندیہ'' میں موجود ہیں''۔ (حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۲۲، مکتبہ امام اعظم دہلی)

مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''اکابرین دیوبند کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بناء پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت ... سمیت عرب وعجم کے سینکڑوں علماء ومشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ان کے فتاویٰ کتاب مستطاب حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۴)

اب غور فرمائیں رضاخانی کہہ رہے ہیں کہ ڈھائی سو بقول ان کے ہند پاک کے علماء نے علمائے دیوبند کے کفر پر فتوے دئے معاذ اللہ۔ لہٰذا یہ اجماع ہو گیا، اسے مانو لیکن اس الصوارم الہندیہ کے جواب میں علمائے دیوبند کی طرف سے ''براۃ الابرار'' شائع ہوئی جس میں ۶۰۰ (چھ سو) سے زاید پاک و ہند کے علماء نے علمائے دیوبند کے مسلمان ہونے کے فتوے اپنے دستخطوں اور مہروں سے جاری کئے۔ مگر رضاخانی اس کو نہیں مانتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تکفیر کرنے والے ڈھائی سو وہ مانو اور مسلمان ماننے والے چھ سو سے بھی زاید اسے نہ مانا جائے؟

اس حوالے سے اس منافقت پر بھی غور کریں

جب علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی بات آتی ہے تو رضاخانی اس حشمت علی رضوی کی کتاب ''الصوارم الہندیہ'' کو پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اس میں اتنے اتنے علما نے دیوبندیوں پر کفر کے فتوے لگائے معاذ اللہ۔ مگر یہی مولوی حشمت علی رضوی جب تجانب اہل سنت وغیرہ کتب لکھ کر قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی قیادت وحمایت کرنے والوں پر، علامہ اقبال مرحوم پر کفر کے فتوے لگاتا ہے، اسی طرح ستر باادب سوالات لکھ کر اپنے ہی اکابر کو کافر بناتا ہے تو اس وقت یہی رضاخانی اس کے فتووں کو گھاس تک نہیں ڈالتے اور کہتے ہیں:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اوّل کے علماء میں سے نہیں تھے ... غیر مستند شخص ہیں''۔

(ملخصاً مقالات سعیدی ص ۲۶۸ / ، از غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال)

شرم۔۔۔شرم۔۔۔شرم۔۔۔

دیوبندیوں سے تعلقات اور رضاخانی منافقانہ روش

ہم نے اپنی کتاب دفاع جلد اول کے مقدمہ میں مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق کہا تھا کہ وہ دیوبندی نہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق انہوں نے جو روایت پیش کی وہ کذب بیانی اور بناوٹی ہے۔اور رضاخانی اصولوں کے مطابق تو ان کا رضاخانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا ..... باقی رہی یہ بات کہ اہل سنت کوثر نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے،تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی شخصیت تھی اور ان کی وزارت مذہبی امور ۱۹۷۴ سے ۱۹۷۷ تک رہی،ملک کے بڑے عہدوں سے بھی وابستہ رہے، اس لحاظ سے ریاست کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے انہیں محافل میں مدعو کیا جاتا تھا"۔

(کشف القناع:ص ۲۱۴,۲۱۵)

اب یہاں ایک اور منافقت ملاحظہ ہو آج اگر حکومت میں کسی قادیانی کو کوئی عہدہ دیا جاتا ہے تو یہ سارا پاکستان سر پر اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔فوج کی ایماء پر ایجنسیوں کے کارندہ خاص علامہ خادم رضوی کو دھرنے یاد آجاتے ہیں اور اس میں وہ غلیظ زبان استعمال کی جاتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔مگر جن لوگوں نے بقول ان کے معاذ اللہ قادیانیوں کو نبوت کا راستہ دکھایا یعنی دیوبندی وہ جب وزیر بن جائے تو ان کی نگاہ میں وہ "حکومت کا نہیں بلکہ ریاست کا نمائندہ" بھی بن جاتا ہے اور اسے بطور "مہمان خصوصی" بھی بلایا جاسکتا ہے۔

کیا اس فعل کے جواز کی کوئی دلیل "فتاوی رضویہ" سے پیش کی جاسکتی ہے؟ ایک طرف تو علمائے دیوبند پر فتوے کہ معاذ اللہ وہ کافر ہیں، مرتد ہیں،گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،ان سے سلام کلام حرام،مرجائے تو جنازہ حرام،بلکہ خان صاحب نے ملفوظات میں کہا ہے کہ ایک جلسہ میں آریہ و وہابی دیوبندی ہوں تو وہاں دیوبندیوں وہابیوں کا رد کرنا چاہئے نہ کہ آریہ کا۔مگر جب یہی دیوبندی (بقول ان کے) وزیر بن جاتے ہیں اور طاقت حاصل کرلیتے ہیں تو یہ ان کے تلوے چاٹنے لگ جاتے ہیں اور ان گستاخوں کو اپنے پروگراموں میں "مہمان خصوصی" کے طور پر بھی بلالیتے ہیں۔اگر "کٹر دیوبندی" ریاست کا نمائندہ ہو کر تمہارے پروگراموں میں مہمان خصوص بن سکتا ہے تو "کٹر مرزائیوں" کا کیا قصور؟

اس منافقانہ رویہ کی گواہی خود رضاخانی فخر الاماثل مولانا فیض الرسول قادری کی زبانی ملاحظہ ہو:

"نیز تمام علما عرب اور بے شمار عوام وعلما عجم خصوصا بانیان منہاج و بھیرہ نیریاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علما و مشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں۔اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں وتقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے۔اب جو شخص یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان پر تو کوئی حکم صادر نہ کرے بلکہ ان میں سے تو کسی سے بیعت یا عقیدت رکھے اور ان کے نظریہ و عمل کو چھپائے جبکہ دوسروں پر حکم تکفیر و تضلیل جاری کرے کیا ایسا شخص انصاف وتقوی کی راہ پر چل سکتا ہے؟

(ماہنامہ متاع کارواں،ص،۴۸،۴۹،اپریل ۲۰۱۷)

قادری صاحب بیچارے یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے مسلک کے بڑے مشائخ ہیں یہ علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے ان کے ہزاروں مریدین وعقیدت مندوں کا یہی حال ہے عرب علما علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے ان پر بھی کوئی فتوی جاری نہیں کرتا تو میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ تو اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جہاں یہ کسی طاقتور کو دیکھیں گے تو وہاں اس کے جوتے تک چاٹنے لگ جائیں گے اور جہاں بیچارے قادری جیسے مدرس کو دیکھیں گے تو فوراً انہیں حسام الحرمین کی بدبو دارتے شروع ہو جائے گی۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ان کا اختلاف علمائے دیوبند سے محض تعصب کی بنیاد پر ہے۔ جہاں علمائے دیوبند کو کچھ طاقت حاصل ہو ان کا اثر رسوخ ہو تو یہ وہاں تلوے چاٹنے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی ایک اور بدترین مثال میرا اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔ ہمارے کراچی میں ایک اچھے خاصے کاروباری صاحب ہیں ’’بھائی مبین‘‘ ہیں۔ یہ رضا خانی مناظر سعید اسد فیصل آبادی کے ’’گہرے دوست‘‘ ہیں۔ سعید اسد صاحب نے اپنی دانست میں اپنے مدرسہ میں ان کو ہماری ساری گستاخانہ عبارتیں دکھائی ہیں معاذ اللہ۔ عبارات دیکھنے کے بعد بھی یہ مبین صاحب اب بھی ان تمام کو اپنا اکابر مانتے ہیں۔ البتہ دل کی تسلی کیلئے اور ان عبارات کی وضاحت کیلئے انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں خود اس حوالے سے ان سے کئی ملاقاتیں کر چکا ہوں ہر ملاقات میں یہی کہتے ہیں کہ الحمد للہ دیوبند کے حق ہونے پر میرا شرح صدر ہے۔

اب اس ’’کٹر دیوبندی‘‘ پر سعید اسد صاحب کی طرف سے بجائے کوئی فتوی آنے کے سعید اسد صاحب جب بھی کراچی آتے ہیں ان کے مہمان خصوصی ہوتے ہیں۔ ان سے سلام کلام کرتے ہیں، گلے ملتے ہیں ان کے گھر کا کھانا کھاتے ہیں۔ حتی کہ ایک دن مبین صاحب کے گھر میں میری موجودگی میں سعید اسد صاحب کا فون آیا کہ چالیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کو نبی ماننے کی وجہ سے میرے مدرسہ کے سارے معاونین پیچھے ہٹ گئے ہیں میرے خاندان والوں نے مجھ سے بائیکاٹ کر دیا میں کیا کروں؟ یعنی خالص اعتقادی مسائل پر بھی ان سے مشورے کرتے ہیں۔

مبین صاحب کی خواہش تھی کہ دیوبندی بریلوی اتحاد کسی طرح ہو جائے تو میں نے از راہ مزاح کہا جو حقیقت بھی ہے کہ مبین صاحب جب آپ ان عبارتوں کو دیکھنے کے باوجود ان اکابر کو مسلمان مانتے ہیں اور اب بھی ان کے مسلک ومشرب پر ہیں اور دیوبندیوں کے پیچھے ہی نماز پڑھتے ہیں تو مناظرہ، مباحثہ کرنے کی کیا ضرورت؟ جب اس سب کے باوجود سعید اسد صاحب آپ کو گلے لگا سکتے ہیں تو ہمیں گلے لگانے پر انہیں کیا موت آرہی ہے؟ صرف اس لئے کہ آپ کے پاس بنگلہ ہے، گاڑیاں ہیں، مال ودولت ہے؟ اور ہم بیچارے غریب مدرس؟

جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ مبین صاحب سے آخری ملاقات میں میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ کے حوالے سے میں یہ باتیں نقل کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ انہوں نے کہا کہ بالکل بھی نہیں۔ لہذا میں یہ ساری باتیں مبین صاحب کی اجازت ہی سے یہاں نقل کر رہا ہوں۔ اگر سعید اسد صاحب میں غیرت ہے تو میری ان باتوں کا انکار کر کے دکھائے۔ اور مبین صاحب سے کہلوائے کہ نہیں میں تو اکابر دیوبند کو معاذ اللہ کافر جانتا ہوں تبھی سعید اسد صاحب میرے پاس آتے تھے۔

اب یہاں سے ان کی منافقت کا اندازہ لگائیں کہ اگر دیوبندی مال والا ہو، وزارت والا ہو تو اس کے تلوے چاٹو اور دیوبندی بیچارہ غریب ہو یا تمہاری دوکان داری نہ چلنے دے تو وہ گستاخ رسول ﷺ ہے، اس سے اتحاد نہیں ہو سکتا، سلام کلام حرام ہے۔ تف ہے اس منافقت و دوغلے پن پر اور بے شرمی کی انتہاء کہ اس کے جواز کے دلائل بھی نقل کر رہے ہیں واقعی

بے حیاء باش ہر چہ خواہی کنند

عبارت بدلنے کا مطالبہ اور پھر منافقت کی بدترین مثال

رضاخانی منشاء تابش قصوری لکھتے ہیں:

''سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا''۔(دعوت فکر ص ۱۵)

منشاء صاحب نے اختلاف ختم کرنے کیلئے ایک ''معقول'' اور ''سیدھی'' تجویز یہ دی کہ عبارت کو ''مناسب الفاظ'' کے ساتھ تبدیل کردیا جاتا۔ اب دیکھیں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حفظ الایمان'' کی عبارت میں اپنی زندگی ہی میں مناسب ترمیم کردی تھی اور اسے بالکل شرح مواقف کی عبارت کے موافق کردیا تھا جس پر بقول حامد سعید کاظمی صاحب کوئی اعتراض نہیں اور نہ وہ گستاخانہ ہے۔(ملاحظہ ہو الحق المبین ص ۲۰،۲۱)

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر یہ اختلاف اخلاص و خداخوفی کی بنیاد پر ہوتا اور تعصب، عناد وضد سے پاک ہوتا تو رضاخانیوں کا مطالبہ پورا ہونے کے بعد اس حفظ الایمان کو کبھی دوبارہ اپنی زبان پر بھی نہ لاتے مگر رضاخانیت کے ضیغم اہلسنت مولوی حسن علی رضوی اس پر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''اس نے خود اپنے آپ ہی حفظ الایمان میں تحریفات و ترمیمات کا ریکارڈ پیش کردیا۔ عبارت حفظ الایمان میں دھوکہ دینے کیلئے جو ردوبدل اور تحریف و خیانت کی وہ بہت پہلے سے ہمارے علم میں ہے''۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲،ص ۵۲۹)

مزید لکھتا ہے:

''حفظ الایمان کے نئے آنے والے ایڈیشن میں الفاظ کی کاٹ پیٹ شروع کردی گئی اس کھیل کے چیمپئن مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان اور مولوی مرتضی حسن دربھنگی چاند پوری تھے اور اپنے دیوبندی وہابی اکابر کی کتابوں میں تحریف و خیانت اور جوڑ توڑ کرنے کا ورلڈ کپ حاصل کیا''۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲،ص ۵۳۲)

اسی طرح جب کسی ناشر کی طرف سے تقویۃ الایمان کی عبات میں ترمیم کی گئی تو موصوف بولے:

''جب کوئی تاویل بھی موثر اور کارگر نہ ہوئی تو سچے دل سے توبہ کرنے اور گستاخی کو گستاخی کہنے کے بجائے عبارت میں تحریف کر ڈالی اس عبارت کے بدلنے کا واضح مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس عبارت میں گستاخی خود ان کو بھی نظر آگئی تو یہ مقدر میں نہیں''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲،ص ۴۲۹)

کیا یہ کھلی منافقت نہیں کہ پہلے اتفاق کیلئے مطالبہ یہ رکھو کہ عبارت میں مناسب ترمیم کردو تو سب ٹھیک اور جب عبارت میں ترمیم کردی جائے تو کہو کہ دیکھو گستاخی تھی ناں؟؟؟ تبھی تو ترمیم کردی!!! اب تو پکے کافر ہوگئے ہو!!۔ اب تو پکی توبہ کرنی پڑے گی!!!۔ پہلے اکابر کو کافر ماننا پڑے گا اس کے بعد کوئی بات ہوگی!!!۔

تحریفات کے حوالے سے رضاخانی اس منافقت کا بھی جواب دیں

علمائے دیوبند کی کتب میں اگر ناشر کی طرف سے ردوبدل ہوجائے تو یہ لوگ اسے فوراً ''تحریفات'' اور ''گستاخی تسلیم'' کرنے کا عنوان دے دیتے ہیں۔ میں نے اس حرکت کے جواب میں کافی عرصہ پہلے ایک مضمون شروع کیا تھا ''بریلوی علماء یہود کے نقش قدم پر'' جس کی

چار اقساط الحمدللہ شائع ہوگئی تھیں۔جس میں رضاخانیوں کی کتب میں تحریفات کا بھانڈا پھوڑا گیا تھا۔مگر منافقت ،دورنگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آج تک کسی ذمہ دار رضاخانی نے اپنی کتب میں کی گئی ان تحریفات پر’’گستاخی‘‘ کا فتوی نہیں دیا۔نہ اس کی بنیاد پر پورے مسلک کو مطعون کیا۔حالانکہ کئی رضاخانی اداروں نے میرے اس مضمون کے بعد ضمنی طور پر اپنی ایک دو کتب میں اصلاح بھی کردی تھی۔لیکن اصل مسئلہ تو’’انصاف و دیانت‘‘ کا ہے یہ اور بتلانا ہے کہ ان لوگوں کے اپنوں کیلئے اصول کچھ اور ہیں اور ہمارے لئے کچھ اور۔تدریسی و مسلکی مصروفیات کی وجہ سے یہ قسط وار مضمون موقوف ہوگیا ورنہ سینکڑوں دیگر تحریفات کا ریکارڈ بندے کے پاس آج بھی موجود ہے جو اس مضمون میں پیش کرنا تھا۔

تحریفات کے حوالے سے رضاخانیوں کی منافقت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ جس رضاخانی نے اس حوالے سے مضامین لکھنے شروع کئے اسی کی کاوش سے جناب مولانا فیض احمد اویسی رضاخانی کی’’الحقائق فی الحدائق یعنی شرح حدائق بخشش‘‘ اکبر بک سیلز لاہور سے اب تک ۶ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور ہر جلد میں تحریفات کی بھرمار ہے۔صرف جلد نمبر ۳ میں ص ۲۴۶،۲۵۶،۲۶۳،۳۶۷، ۴۸۶، ۴۱۲،۴۱۱،۳۹۲،۳۹۵،۵۴۷،۵۴۱،۵۳۹،۵۳۴،،۵۳۰،۵۱۹،،۵۸۹،۵۹۶،۶۱۹ نمبر صفحات پر تحریف کردی گئی ہیں۔یہ صرف ایک جلد کا سرسری جائزہ ہے بقیہ پانچ جلدوں کا بھی یہی حال ہے مگر منافقت ،بے شرمی،ڈھیٹ پن ملاحظہ فرمائیں کہ جن کی کاوشوں سے یہ تحریفات کی جارہی ہیں وہی صاحب دیوبندی ناشرین کے خلاف مضامین لکھ کر علمائے دیوبند کو مطعون کررہے ہیں کہ یہ کتب میں تحریفات کرتے ہیں۔شرم تم کو مگر نہیں آتی!!

خان صاحب کے متعصب ہونے پر ناقابل تردید شہادتیں

ہم بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ رضاخانیوں کا ہم سے اختلاف ضد وتعصب کی بنیاد پر ہے۔خان صاحب نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے محض تعصب اور علمائے دیوبند کی دینی وملی خدمات سے جلتے ہوئے حسد میں لگائے ہیں۔اس آدمی میں تعصب اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اپنے ’’ذوق تکفیر‘‘ کو تسکین دینے کیلئے تحریف وخیانت کرتے ہوئے بھی نہ شرماتا۔

اس پر ہم چند ناقابل تردید شہادتیں پیش کرتے ہیں۔حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب کا تذکرہ ما قبل میں ہو چکا کہ خود خان صاحب کے نزدیک وہ ایک سچے سنی سید عالم،صافی مصفی دل اور اصلاح پسند طبعیت اہل باطل سے بے زار عالم فاضل شخص تھے۔اور اس قدر بلند مقام رکھتے کہ خان صاحب خود کو ان کے’’نیاز مندوں‘‘ میں شمار کرتے۔یہ خان صاحب کے بارے میں کیا تاثر رکھتے خود خان صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

’’پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت و اہل سنت کی گزارشوں معاذاللہ تعصب ونفسانیت کے سوء پر لے جائیں‘‘۔(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص ۱۳۱)

پس خود خان صاحب کی تحریروں سے یہ واضح ہوا کہ خان صاحب کو خود ان کے بزرگ’’متعصب‘‘اور’’نفس پرست‘‘ سمجھتے تھے۔ایسے آدمی کے فتوؤں اور جرح کا بھلا کیا اعتبار؟

اسی طرح رضاخانی مرکز منظر اسلام بریلی کے مدرس مفتی خلیل خان برکاتی نے احمد رضا کی مکاری اور دجل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا

کہ:

”فاضل بریلی احکام کفر لگانے کے لئے نقل عبارات میں تصرف اور دست درازی فرماتے ہیں۔یہ آپ کی پرانی عادت ہے دوسرے یہ کہ کلام غیر میں قطع برید وتحریف کا چسکا پڑ گیا ہے اور کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے۔خاص کر مربوط اور معنی خیز الفاظ کو ترک فرماتے ہیں“۔(انکشاف حق ص ۲۰۳)

تیسری شہادت حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی خان صاحب کے بار میں ہے۔انہوں نے بھی خان صاحب کی خصوصیات میں”افتراء وتحریف:......(تجلیات انوار المعین:ص ۱۷)،بہتان طرازی:......(تجلیات انوار المعین:ص ۱۱)“کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

مولانا خلیل خان برکاتی ومولانا اجمیری صاحب کے بارے میں ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں تفصیل دے چکے ہیں مگر یہاں ان کا ثقہ ہونا خود ایک رضاخانی اصول سے نقل کرتے ہیں۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

”مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے،عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی توان کے تلوے چاٹا کرتے تھے آج انہیں دیوبندیت ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں“۔

(کشف القناع،ص ۲۱۴،۲۱۵)

پس اگر کسی کا دیوبندیوں سے پڑھنا”اس کے کٹر دیوبندی“ ہونے کی دلیل اور خان صاحب کے بارے میں اس کی بات”خان صاحب کی کرامت“ ہے تو ان حضرات نے صرف رضاخانی اکابر سے پڑھا ہی نہیں بلکہ رضاخانیوں کے مستند علماء ومشایخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔لہٰذا رضاخانیوں کے اس اصول سے ان کا”کٹر رضاخانی“ ہونا اور خان صاحب کی عادات رذیلہ مثلاً”تحریف،خیانت،کتر وبرید،تعصب“ کو ذکر کرنا یقیناً اکابر دیوبند کی کرامت ہے کہ ایک مخالف سے ہمارے حق میں اور اپنے ہی اعلیٰ حضرت کے خلاف اس کی عادات رذیلہ کو منوالیا۔فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک۔

چوتھی شہادت رضاخانی پیر اور ضیاء الامت جناب پیر کرم شاہ الازہری صاحب کی ملاحظہ ہو وہ خان صاحب کے اس تکفیری کھیل کے متعلق لکھتے ہیں:

”جناب پیر کرم شاہ صاحب نے بھی اس اختلاف کو شغل تکفیر بازی اور فرقہ واریت کہہ کر اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔(دیکھئے مقدمہ تفسیر ضیاالقرآن)“۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری،ص ۱۱،ادارہ معارف نعمانیہ)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کا یہ سارا ڈرامہ کسی اخلاص وللّٰہیت پر مبنی نہ تھا بلکہ محض”شغل تکفیر“اور”فرقہ واریت“تھی جس پر انہیں ان کے متعصبانہ مزاج نے مجبور کیا۔

اب ذرا رضاخانی اصول بھی ملاحظہ کریں۔

”سرفراز گکھڑوی صاحب دیوبندی مولوی حسین علی واں بھچراں کے شاگرد تھے اور وہ اپنے اعتزالی نظریات کی وجہ سے علما دیوبند میں مشہور ومعروف تھے۔ان کی اعتزالی نظریات کی جھلک تفسیر بلغۃ الحیر ان میں دیکھی جاسکتی ہے انہی اعتزالی نظریات کی وجہ سے تفسیر

بلغۃ الحیر ان کو تھانوی صاحب نے اپنی کتابوں میں رکھنا بھی گوارا نہ کیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ العزیز) سرفراز گکھڑوی صاحب پر حسین علی واں بچھراں کی اعتزالی بھنگ کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور وہ اسی نشہ سے سرشار تھے لہذا اس لحاظ سے بھی اس اس کے متشددانہ رویہ اور نظریہ کی وجہ سے بھی یہ حوالہ اس قابل نہیں کہ اسے دلیل سمجھا جائے''۔(کشف القناع ،ج ا،ص ۲۶۹،۲۷۰)

اس ظالم نے اپنے اعلیٰ حضرت کی پیروی میں جو جھوٹ اس عبارت میں بولے ہیں اس پر فی الوقت تبصرہ مقصود نہیں دفاع جلد اول میں بلغۃ الحیر ان کے متعلق ہم اپنا موقف واضح کر چکے ہیں مگر یہ اصول ہمارے سامنے آگیا کہ گمراہ کن عقائد اور متشدد آدمی کے فتوے کو دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا تو حسام الحرمین کو بھی ہمارے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اول تو خان صاحب ایک گمراہ بدعتی تھے ثانیا خود ان کے اپنے مولویوں کے حوالوں کی روشنی میں متشدد ،تحریف کرنے والا ،متعصب اور کفر کا فتوی دینے میں جلد بازی کرنے والا جس کا مشغلہ ہی ''تکفیر'' اور ''فرقہ واریت'' تھا۔

رضا خانیو! یہ جو تم حمایت وتعریف کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہتے ہو تو حقیقی کرامت اسے کہتے ہیں۔

عبارات اکابر کا تصفیہ اور حسام الحرمین کا بطلان رضا خانی اصول کے مطابق

رضا خانی منشاء تابش قصوری لکھتا ہے:

''ہماری گزارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کیلئے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں وہ نہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔ہمارا دعوی ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی زبان بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین وتصویب نہیں کر سکتا''۔(دعوت وفکر ص ۲۹)

رضا خانی ترجمان کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ وگستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۶)

رضا خانی غزالی ورازی مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرح یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ کیلئے بعض علم غیب مانا جائے تو ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے یقینا حضور ﷺ کے حق میں موجب توہین ہو گا کیونکہ اس عبارت میں بچوں ،پاگلوں ،بہائم کے الفاظ ایسے ہیں جن کی تصریح ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کر رہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کر سکتا بخلاف عبارت شرح مواقف کے کہ اس میں بچوں پاگلوں جانوروں اور حیوانوں کی قطعا کوئی تفصیل مذکور نہیں''۔
(الحق المبین ،ص ،۲۱،مکتبۃ المدینہ)

قارئین کرام! یہ رضا خانی کہہ رہے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات اس قدر گستاخانہ ہیں کہ اگر ایک عام آدمی کے سامنے بھی اگر ان کو رکھا جائے تو وہ بھی ان کی گستاخی میں تامل نہیں کرے گا۔لیکن آئیے ہم آپ کے سامنے رضا خانیوں کے اس دعوے کا بطلان ان کے اپنے ہی ''چار'' مستند ترین علماء واکابر سے پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری صاحب جو شریعت کورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں انہوں نے تحذیر الناس کو کئی بار پڑھا اور اس کی زبردست تائید کی جس پر ان کے اپنے گھر سے ردوقدح ہوئی تو ایک دفعہ دوبارہ پڑھا مگر پڑھنے کے بعد بھی انہوں نے واضح طور پر اس کتاب کے متعلق یہ اعلان کیا کہ:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ؒ ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں: ص ۵۸، ضیاء القرآن پبلیشرز)

انہوں نے تحذیر الناس کی کس طرح زبردست تعریف و پذیرائی کی اور موت تک اسی موقف پر قائم رہے اس کیلئے مفتی ظہور احمد جلالی کی کتاب ''ضیاء پاشی یا ضیاع کاری'' مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور کا مطالعہ ضرور کریں۔

دوسری شہادت حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب کی ہے۔حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق ان کا نظریہ ملاحظہ ہو:

'مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا''۔

(سیرت انوار مظہریہ،ص ۲۹۲)

تیسری شہادت حضرت مولانا خلیل خان برکاتی صاحب مرحوم کا تعارف ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں رضاخانیوں ہی سے پیش کر چکے ہیں کہ کٹر بریلوی بلکہ مایہ ناز بریلوی عالم و محقق تھے۔بریلوی پیروں سے ان کو خلافت حاصل تھی مگر انہوں نے حسام الحرمین کے رد میں اور اکابر دیوبند کی عبارات کے دفاع میں پوری ایک کتاب ''انکشاف حق'' لکھی۔

اسی طرح چوتھی شہادت رضاخانی استاذ العلماء اور سابق استاذ الحدیث دعوت اسلامی مولانا فضل رسول کی ہے۔جنہوں نے حسام الحرمین کو ماننے سے صاف انکار کیا۔وہ بھی ان اکابر دیوبند کی عبارات کو کفریہ نہیں مانتے چنانچہ ایک رضاخانی مناظر اس پر یوں واویلا مچاتا ہے:

''ہوا یہ کہ موصوف (فیض رسول صاحب) نے مرکز دعوت اسلامی کراچی میں اپنے دور تدریس حضور امام اہل سنت ۔۔۔کے اہل تنقیص کے خلاف صادر فرمائے گئے عالم اسلام سے کامل تائید یافتہ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین،ساجد)۔۔۔حسام الحرمین شریف سے انحراف کر کے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا''۔(روئیداد مناظرہ حسام الحرمین ص ۶)

''چار'' عبارات کے مقابل ہم نے ''چار علماء'' کو پیش کیا۔ان چار حضرات کا تعلق ''عوام'' سے نہیں بلکہ ان کا شمار رضاخانیوں کے ہاں ''جید علماء'' میں ہوتا ہے۔یہ بار بار ان عبارتوں کو دیکھ رہے ہیں مگر انہیں ان عبارات میں کوئی گستاخی نظر نہیں آرہی ہے۔تو معلوم ہوا کہ یہ عبارات گستاخانہ نہیں ہیں۔جب بھی غیر جانبدار ہو کر اور خدا خوفی کو سامنے رکھ کر ان کو پڑھا جائے گا تو یہی فیصلہ صادر کیا جائے گا جو ان چار بریلوی اکابر نے کیا۔

اب ذرا پانچویں شہادت بھی ملاحظہ ہو جو رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کے استاذ ظفر ادیبی کی ہے۔چنانچہ ایک رضاخانی سید محمد حسینی اشرفی مصباحی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شمسیہ رائچور کرناٹک و ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ ناگپور ان کے متعلق لکھتا ہے:

''ان دیوبندی اکابر کی شدید گستاخیوں گالیوں اور کفر وارتداد کو نظر انداز کر کے ان پر رحم کھائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ جوش ہمدردی میں ان کو کافر ومرتد کہنے سے انکار کرتے ہیں اور وہ کفر وارتداد جو مذہب متکلمین پر بھی کفر وارتداد ہے اس کو اسلام وایمان قرار دینے کے مجرم ہیں ان میں سے مولوی ظفر ادیبی بھی ہیں جو مولوی ہاشمی میاں کے تحریراً اقراری استاد ہیں۔ یہاں یہ خیال رہے کہ وہ چاروں بڑے بڑے دیوبندی مولوی (۱) مولوی رشید احمد گنگوہی (۲) مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (۳) مولوی اشرف علی تھانوی (۴) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی پر کفر وارتداد کا حکم لگانے میں مکہ معظمہ ومدینہ منورہ اور عرب وعجم کے بکثرت مستند ومعتمد عظیم المرتبۃ علما اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ کے ساتھ ہیں جن کے علم وفضل پر اعتماد کا دیوبند کو بھی اقرار ہے۔۔۔۔۔۔ان چاروں دیوبندی مولویوں اور ان پر حکم کفر وارتداد اور ان کے کفر وارتداد پر سکوت اختیار کرنے والوں کے حکم کفر سے مولوی ہاشمی میاں اچھی طرح سے واقف ہیں یہ اور بات ہے کہ ان پر مرتد دیوبندیوں کے کفر وارتداد اور شان الوہیت ورسالت میں ان کی خبیث گستاخیوں پر مولوی ظفر ادیبی کی استادانہ عقیدت ومحبت پھر غالب ہوگئی۔ مولوی ظفر ادیبی صاحب مولوی ہاشمی میاں کے وہی اقراری استاد ومحترم ہیں جو میرے زمانہ قیام اشرفیہ میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں مدرس ومعلم تھے اور اپنے زمانہ میں کف لسان تحریک کے بانی تھے یعنی وہ چاروں دیوبندی اکابر جن پر دنیا کے معتمد ومستند علما دین کفر وارتداد کا فتوی دیا ان کو کافر ومرتد ماننے سے انکار کیا، حسام الحرمین پر دستخط کرنے سے منکر ہوئے، یہ وہی ظفر ادیبی ہیں جنہوں نے حسام الحرمین کا مذاق اڑایا کہ چاروں کتابوں کے ساتھ پانچویں کتاب حسام الحرمین پر ایمان لانا ضروری ہے یہ وہی ظفر ادیبی ہے جو علما اہلسنت کے ساتھ اس سلسلہ میں استہزا کرتے رہے''۔(ہدیہ ہاشمی ص ۱۷تا۱۸، مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ)

یہ ظفر ادینی کوئی معمولی آدمی نہیں ہاشمی میاں اپنے اس استاد کو یہ القاب دیتے ہیں:

''مفکر اسلام، علما کی اصلاح کرنے والے۔ تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دئے''۔(ہدیہ ہاشمی، ص ۱۹، ۲۰)

اب چھٹی شہادت ملاحظہ ہو:

''رہے علما کچھوچھ تو مولوی ہاشمی میاں نے اپنی قیادت میں انھیں مولوی ظفر ادیبی کا مطیع ومقتدی بنا ہی دیا''۔

(ہدیہ ہاشمی، ص ۲۰)

یعنی پورا کچھوچھ شریف اس ظفر ادیبی کا مقتدی ہوگیا تو دیوبندیوں کو معاذ اللہ کافر ومرتد نہیں کہتا اور یوں حسام الحرمین کو دریابرد کر دیا۔

چھٹی، ساتویں، آٹھویں شہادت بھی ملاحظہ ہو بریلوی استاذ العلما فخر الاماثل مولانا مفتی فیض الرسول قادری (ان کا تعارف جلد دوم میں مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب کے حوالے سے ہو چکا ہے) لکھتے ہیں:

''نیز تمام علما عرب اور بے شمار عوام وعلما عجم خصوصا بانیان منہاج وبھیرہ نیریاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علما ومشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں۔ اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں وتقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے''۔

(ماہنامہ متاع کارواں، ص ۴۹، اپریل ۲۰۱۷)

منشا تابش قصوری میں اگر کچھ حیاء کی رمق باقی ہے تو اپنے شیخ الحدیث کی اس عبارت کو بار بار پڑھے تو تو عوام کی بات کرتا ہے یہ تمام عرب علماء بریلوی مشائخ اور ان سے وابستہ ہزاروں لوگوں کی بات کر رہا ہے کہ وہ ان عبارات کو کفریہ نہیں سمجھتے اور اکابر اربعہ دیوبند کی تکفیر

کے قائل نہیں۔ وللہ الحمد۔

نویں شہادت رضاخانی شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی ہے کہ جو ان عبارات پر مطلع ہونے کے باوجود اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو اللہ کا ولی تسلیم کرتے تھے۔

دسویں شہادت بھی ملاحظہ ہو مفتی ظہور احمد جلالی شاگرد خاص اشرف آصف جلالی لکھتا ہے:

''لیکن ہماری سادہ لوح عوام کو اپنی اندھی عقیدت کے باعث ایسی عبارات نظر نہیں آتیں بلکہ اچھے خاصے عالم بھی اس عقیدت میں غوطہ کھائے بیٹھے ہیں۔کئی بار میں نے سوچا کہ ''سپاہ صحابہ'' والے دیوبندی مولوی حق نواز جھنگوی کی ایک تقریر سن کر سمجھ گئے کہ شیعوں سے اختلاف کیا ہے۔مگر ہماری سنی عوام وخواص ہیں کہ ہزاروں تقریروں اور رسائل وکتب کی اشاعت کے بعد دیوبندی بریلوی کا بنیادی اختلاف نہ سمجھ سکے انہیں عشق مصطفی ﷺ کا دعوی بھی ہے اور گستاخوں کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے بھی نظر آتے ہیں افسوس کہ انہیں کپڑوں کے پاکیزہ ہونے کی شرط معلوم ہے مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کیلئے صحیح العقیدہ امام کی شرط بھی ضروری ہے''۔

(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۱۱، ادارہ معارف نعمانیہ)

تلك عشرة كاملة

یہ سطور لکھے جانے تک منشا تابش قصوری زندہ ہیں اگر ان میں غیرت کی رتی برابر بھی موجود ہے تو اس دسویں شہادت کو غور سے بار بار پڑھیں جو کہتا ہے کہ ان عبارات کا ترجمہ دنیا کی کسی زبان میں کردیا جائے کوئی ان کے کفر ہونے سے انکار نہیں کرے گا لیکن خود اسکے گھر کا مولوی اقرار کررہا ہے کہ عوام وخواص کو علماء دیوبند کی عبارات ہزاروں تقریروں ،رسائل وکتب میں سمجھا دی گئی ہیں مگر وہ پھر بھی ''دیوبندیوں'' کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔گھر میں بیٹھ کر کتابیں لکھنا آسان ہے ہائے کاش ایک دفعہ میدان مناظرہ میں سامنے آؤ تو ''خان صاحب'' یاد دلادیں مگر ہماری یہ خواہش سینے ہی میں رہ جائے گی۔

اس تفصیل کے بعد اب ذرا رضاخانی اصول بھی ملاحظہ ہو۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے،عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلی حضرت۔۔۔کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی تو ان کے تلوے چاٹا کرتے تھے آج انہیں دیوبندیت ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں''۔

(کشف القناع ص ۲۱۴،۲۱۵)

رضاخانی نے جہاں تک خان صاحب کی نیابت کا ثبوت دیتے ہوئے ''کوثر نیازی کے تلوے چاٹنے'' کی بات کی اس پر تو ہم سردست صرف لعنة الله على الكاذبين ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔اس کا ترکی بہ ترکی جواب کسی اور مناسب وقت کیلئے موقوف کئے دیتے ہیں۔ سردست اب اس عبارت کی روشنی میں بجائے یہ رضاخانی ''علمائے دیوبند کی کرامت'' کو تسلیم کرتے کہ ان لوگوں سے ان کی تائید ہوگئی جن کا تعلق علمائے دیوبند سے نہیں بلکہ خود رضاخانیوں کے اکابر ومشایخ میں سے ہیں الٹا ان اکابر کو ہی اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہوگئے۔اس کھلی منافقت ودوغلی پالیسی پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ لیکن الحمدللہ انصاف پسند قارئین کرام پر خوب واضح ہو چکا

ہے کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات بالکل بے غبار ہیں۔اور خود رضاخانیوں کے اپنے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں یہ عبارات ہرگز گستاخانہ نہیں اور نہ ہی ان کے لکھنے والے معاذ اللہ گستاخ رسول ﷺ ہیں۔

بلکہ اس رضاخانی اصول کی روشنی میں یہ علمائے دیوبند کی کرامت ہے جو کہ خاصہ اولیاء اللہ ہے کہ مخالفین سے ان کی صفائی پیش کردی۔ اب اللہ کے ولیوں سے دشمنی کرنے والوں کے ساتھ تو خود اللہ جنگ کا اعلان کرتا ہے چنانچہ خود حدیث قدسی ملاحظہ فرمالیں

من عادولیا فقد اذنته بالحرب

اب ایسے رضاخانیوں کی ضلالت، ذلت دنیاو آخرت کی رسوائی میں بھلا کیا شک ہوسکتا ہے جو صاحب کرامات اولیاء اللہ کو معاذ اللہ اللہ و رسول ﷺ کا گستاخ و دشمن قرار دیتے ہیں۔

رضاخانی مشتاق احمد نظامی صاحب لکھتے ہیں:

''خون کے آنسو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہوگی جس کی کسی عبارت پر حضرات دیوبند یہ کہہ کر دامن کشاں نہ گزرسکیں گے کہ یہ تو غیروں کے گھر کی بات ہے، اس میں جو کچھ ہے انہیں کے گھر کا ہے یا پھر ایسے حضرات کی کتابیں محل اشتہاد میں لائی گئی ہیں جو ان سے قریب تر ہیں یا خال خال ان حضرات کا نام لیا گیا ہے جو سنی دیوبندی اختلاف سے کسی حد تک دور ہے''۔

(خون کے آنسو ص ۷، اکبر بک سیلز لاہور)

لہٰذا یہ کہہ کر ان حوالوں کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تو دیوبندی تھے۔بلکہ خود رضاخانیوں نے ان کو نہ صرف کٹر بریلوی شمار کیا ہے بلکہ اپنے جید اکابر، علماء و مشائخ میں ان کا شمار کیا ہے۔

رضاخانی تو کہتے ہیں کہ ان عبارات کو دنیا کی کسی زبان میں ترجمہ کرادیں اور عام آدمی کے سامنے پیش کردیں وہ اسے گستاخی ہی کہے گا، ان عبارات میں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی صریح توہین موجود ہے، ان کو صاف گالیاں دی گئی ہیں استغفر اللہ، جبکہ رضاخانی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''مذکورہ بالا عبارتوں اور اقوال کی تردید سوائے کسی مجدد وقت کے کرنا بعید از قیاس تھا اسی کام کیلئے قدرت نے آپ کو مجدد بنا کر بھیجا۔ فاضل بریلوی نے اپنی خداداد طاقت سے باطل کی تاریکی چاک کر کے حق کا بول بالا کیا اور ہندوستان کی تمام خانقاہیں جو ان حملوں سے پریشان تھیں فاضل بریلوی نے ۵۵ علوم سے نظام خانقاہی کو زندہ فرمایا جس کی بنیاد عشق خدا اور رسول ہے، عظمت انبیاء و اولیاء ہے، اخوت و مروت ہے اتحاد و اتفاق ہے، اسی بنیادی اساس پر خانقاہی نظام قائم ہے۔ چنانچہ ایک مورخ خواجہ حسن نظامی جو آپ کے معاصر ہیں اس بات کا برملا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ بریلی کے مولانا احمد رضاخان جن کو ان کے معتقدین مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقہ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں۔انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقہ۔۔۔کے زیر تحریر و تقریر تھیں اور او رجن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی نہیں دیئے گئے تھے''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳ ص ۷۰ ۳)

اس کا صاف اور واضح مطلب تو یہی نکلتا تھا کہ علمائے اہل سنت دیوبند کی یہ عبارات ہرگز گستاخانہ یا معاذ اللہ صریح دشنام طرازیوں پر مشتمل نہ تھیں ورنہ صوفیاء اور خانقاہوں کو رد کرنے میں کیا شے مانع تھی؟ ایک طرف تو یہ دعوی کہ گالیوں و توہین میں صریح، عام آدمی بھی اسکا فیصلہ کرسکتا

ہے اور دوسری طرف اس کے رد کیلئے ''مجدد اور ۵۵ علوم'' کی احتیاج؟؟؟!!!! یہ حوالہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان عبارات میں دجل و فریب اور ان کو معاذ اللہ کفر و گستاخانہ ثابت کرنے کیلئے کسی خان صاحب بریلوی جیسے ''مجدد الضالین'' کی ضرورت تھی جو دجل وفریب کے کم از کم ''۵۵ گر'' جانتا ہو ورنہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف خدا تھا اس کو یہ جرات خان صاحب سے پہلے نہ ہوئی۔

اہل انصاف متوجہ ہوں!!!

اب ہم اپنا مقدمہ انصاف پرور قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں جو اس اختلاف سے واقعی افسردہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ اختلاف کسی طرح ختم ہو۔آپ ہمیں بتائیں کہ ہم اس اختلاف کو کس طرح ختم کریں؟ ہم اپنی عبارتوں کی خود وضاحت کریں، جن پر ان لوگوں نے الزامات لگائے ان سے وضاحت دیں یہ انہیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں، جن بنیادوں پر ہمیں گستاخ کہہ کر ہم سے راہیں جدا کر دیں وہی مسائل وعقائد ان کے اپنے گھر میں موجود ہیں اس پر کوئی فتوی لگانے کو تیار نہیں، ہم اپنی عبارات کی صفائی ان کے جید علماء سے پیش کر چکے، شریعت کورٹ کے جج سے اپنی عبارتوں کی صفائی پیش کر چکے ان پر ان لوگوں نے کفر کے فتوے لگا دئے، پھر ہم نے اپنی صفائی ان کے مشایخ سے پیش کر دی تو انہوں نے ان کو اپنا بڑا ماننے سے ہی انکار کر دا اور یہ کہہ دیا کہ یہ خود دیوبندی تھے، پھر ہم نے ان کی صفائی ان ہی کی طرف سے مقرر کردہ غیر جانب دار انصاف پرور محقق شخص سے ثابت کر دی ان ظالموں نے اسے بھی کافر بنا دیا۔

قارئین کرام! اب آپ بتائیں کہ اب ہم اختلاف کس طرح ختم کریں؟ جب آپ مدعی علیہ کی کسی بات کسی دلیل کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، اپنے گھر کے بزرگوں کی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں، ثالث وغیر جانبدار کی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل فسادی آپ ہی ہیں۔آپ خود ہی اس اختلاف کو ختم نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ آپ کا یہ اختلاف کسی اخلاص کسی اصول کی بنیاد پر نہیں، اس اختلاف کے پیچھے خدا خوفی اور آخرت کی جواب دہی کا جذبہ کارفرما نہیں بلکہ ذاتی بغض اور مسلکی تعصب کی بنیاد پر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب ہمارے مسلک کی بنیاد ہی اس اختلاف پر ہے تو اگر یہ اختلاف ختم کر دیا جائے تو ہمارا تو مسلک ہی ختم ہو جاتا ہے۔لہذا سادہ لوح بریلویوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدارا اپنے مولویوں کے ان مکارانہ ومنافقانہ نعروں میں مت آئیں اور خود حق کو پہچانیں اور اپنے مولویوں کی اندھی تقلید میں پڑھ کر اہل السنۃ والجماعۃ سے بغض رکھ کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

آخر میں ہم خود ایک رضاخانی مولوی کا اقرار پیش کرتے ہیں جو صاف اور کھلے لفظوں میں اپنے لوگوں کی منافقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کا فتوی ہے کہ جو علمائے دیوبند وا کابر اربعہ کو معاذ اللہ کافر نہ مانے وہ بھی کافر اب پیر کرم شاہ الازہری حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی کو کافر نہیں مانتے بلکہ ان کی تحذیر الناس کی زور و شور سے حمایت کرتے ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی ان کی بھی کھلے عام تکفیر کرتے مگر ہوا کیا رضاخانی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے سنی مقتیان کرام اور خطیب وواعظ اس گوشے کی وحشت اور تلخی سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے بے تحاشا قلبی وابستگی کا اظہار کیوں کرتے ہیں۔یہ امر واقعہ ہے کہ ایک سنی بریلوی ہونے کی حیثیت سے پیر صاحب کی شخصیت شدید متنازعہ ہے۔ عام لوگ تو شاید اپنی سادہ لوحی اور کم علمی کی بنا پر اس تہہ در تہہ پوشیدہ گوشے سے بے خبر ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ جید وثقہ علماء وفضلاء کی ایک بڑی تعداد سمجھ بوجھ کر بھی تسامح سے کام لے رہی ہے اور ایک شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے آج تک کسی صاحب علم وفضل نے اپنی کسی تحریر میں

دبے لفظوں میں بھی اس کا اشارہ تک نہیں کیا''۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۸، ۹، ادارہ معارف نعمانیہ)

اشارہ کرے بھی کیوں؟ یہی تو وہ منافقت ہے جو آپ کے پورے فرقہ کا خاصہ ہے کہ اپنا ہزار قتل کرے معاف ہے کیونکہ آپ کے ہاں فتوے ''شریعت'' پر نہیں ''طبعیت'' پر دئے جاتے ہیں۔

بلکہ موصوف نے تو ایک جگہ صاف اقرار کیا کہ دیوبندیوں پر اعتراض اور اپنوں کیلئے خاموشی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندیوں سے ہمارا کوئی اصولی اختلاف نہیں چنانچہ لکھتا ہے:

''علمائے اہلسنت کا عجیب رویہ

کچھ معزز علمائے اہلسنت، پیر صاحب کے اس رویے سے سخت نالاں ہیں اور وہ پیر صاحب سے کوئی میل جول نہیں رکھتے۔لیکن حیرت یہ ہے کہ ان کی کئی کتب اہل باطل کے خلاف شائع ہو رہی ہیں مگر پیر صاحب کے اس رویے پر کسی نے ایک لفظ تک تحریر نہیں فرمایا۔کچھ علمائے اہل سنت اور گدیوں کے سجادہ نشین یہ واقفیت رکھتے ہوئے بھی پیر کرم شاہ صاحب سے بھرپور روابط قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ معزز طبقہ تجاہل عارفانہ بے جا رواداری اور چشم پوشی کا مرتکب ہو رہا ہے جو کہ اس کے شایان شان نہیں۔تیسرا طبقہ وہ ہے جو ان مسائل سے سرے سے آگاہ ہی نہیں، اگر ہے بھی تو بس سرسری سا اور محض واجبی سا، یہ طبقہ پیر صاحب کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہیں کرتا۔ سمجھانے کی کوشش پر جواب ملتا ہے کہ تم زیادہ پڑھے لکھے ہو یا پیر کرم شاہ صاحب جو الازہر کے فارغ التحصیل ہیں۔مجھے ان ہر دو طبقوں سے سخت شکوہ ہے۔کیا یہ رویہ عجیب سے عجیب تر نہیں کہ تحذیر الناس اور اس کی حمایت کرنے والے دیوبندیوں کے خلاف ہمارے زبان وقلم شعلے اگلیں مگر جب پیر صاحب کی بات آجائے تو اپنا کہہ کر دونوں کی نوک زبان پر مہر سکوت لگ جائے۔کیا پیر صاحب اس لحاظ سے اپنے ہیں کہ وہ میلاد و عرس اور گیارہویں کے قائل ہیں؟ کیا دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف میلاد گیارہویں پر ہے؟ دیوبندی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو مفتیوں کی مسندوں اور علما کے سٹیجوں سے ان کے خلاف تحریروں اور تقریروں اور فتووں کے انبار لگ جائیں اور پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو یہی مفتی و عالم انہیں ''ضیاء الامت'' کے خطاب سے نوازیں۔

این چہ بوالعجبی است۔

اگر ہم سنی بریلوی علما کا یہی رویہ رہا تو کل کون کہہ سکے گا کہ دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف اصولی ہے اور اس اصولی اختلاف کی بنیاد تحذیر الناس وبراہین قاطعہ وغیرہ ہیں؟''۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۴۲، ۴۳، ادارہ معارف نعمانیہ)

یہی تو ہم ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ آپ کا اختلاف کسی اصول پر نہیں بلکہ محض تعصب، حسد و منافقت پر ہے جو الحمدللہ آپ نے بھی مان لیا۔

نوٹ: بندے نے یہاں اس منافقت، تعصب و دورنگی پر بہت مختصر گفتگو کی ہے صرف مشہور مسائل کو چھیڑا ہے ورنہ میری دفاع کے ہر اعتراض کے جواب میں رضا خانیوں کے گھر کے حوالے جو الزاما پیش کئے گئے ہیں وہ ان کی منافقت اور اس تعصب و بغض اہلسنت کی بین دلیل ہے۔

رضاخانیوں کا اہل سنت سے اختلاف تعصب کی بنیاد پر ہے ایک اور طرز

قارئین کرام! موضوع یہ چل رہا ہے کہ رضاخانیوں کا اہلحق کے ساتھ اختلاف کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ محض حسد، تعصب اور اپنے مسلکی تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے ہے۔ اس پر ایک اور طرز سے بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ رضاخانی حسام الحرمین کے متعلق دو بنیادی باتیں کرتے ہیں:

(۱) حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی پیش کی گئی عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں وہ اپنے معنی کفری میں متعین متبین ہیں۔ (معاذ اللہ)

(۲) حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات پر تکفیر التزامی کی گئی ہے لہذا حسام الحرمین سے انکار بھی کفر ہے۔

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب سے پہلے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقویۃ الایمان کے متعلق آج کے رضاخانی کہتے ہیں کہ وہ عبارات بھی بالکل گستاخانہ ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی لہذا تقویۃ الایمان کی تائید کرنے والے بھی کافر ہیں۔

حالانکہ شریف الحق امجدی صاحب اور مولانا مصطفی رضاخان صاحب کے حوالے سے ماقبل میں گزرگیا کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں تاویل ہوسکتی ہے اور ان میں کوئی نہ کوئی اسلام کا پہلو تھا جس کی وجہ سے خان صاحب نے تکفیر نہیں کی۔

تو اب یہی طرز علمائے دیوبند کی عبارات پر آپ کیوں فٹ نہیں کرتے؟ آپ کے نزدیک تقویۃ الایمان کی عبارات میں کوئی احتمال نہیں اس کو درست ماننے والا ''کفر التزامی'' کا مرتکب ہے۔ لیکن آپ کے ماضی کے اکابر کے نزدیک وہ عبارات محتمل ہیں۔ اس میں کفر التزامی متحقق نہیں۔ تقویۃ الایمان کی عبارات میں کفر التزامی ہونے کے باوجود بعض کے نزدیک وہ محتمل ہوسکتی ہیں لہذا ان پر فتوی نہیں تو بالفرض آپ کے بعض اکابر کے نزدیک علمائے دیوبند کی عبارات میں کفر التزامی ہو اس میں کوئی تاویل نہ ہو تو دوسروں پر اس کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک ان عبارات میں اسلامی پہلو موجود ہو۔ یہ دورنگی کیوں کہ تقویۃ الایمان میں کفر التزامی ہونے کے باوجود احتمال کی رعایت دی جاتی ہے اور اس بنا پر تکفیر سے کف لسان کیا جاتا ہے۔ مگر علمائے دیوبند کی عبارات میں احتمال اسلامی کی گنجائش نہیں دی جاتی؟ حالانکہ الزامات اکابر دیوبند کثر اللہ سوادھم و شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ایک ہی جیسے ہیں؟

ہماری سمجھ میں اس فرق کی ایک ہی وجہ آتی ہے کہ چونکہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب بریلوی کے زمانے میں نہ تھے لہذا انہیں اپنے مسلک کی ترویج میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ کوئی خطرہ نہ تھا۔ لہذا ان پر کفر کا فتوی لگا کر بدنام کرنے میں بھی کوئی خاص فائدہ خان صاحب کو نظر نہ آیا۔ لیکن چونکہ اکابر دیوبند خان صاحب کے زمانے میں موجود تھے جنہوں نے اس کی خرافات کے آگے بندھ باندھے رکھا، دوسرا یہ اکابر انگریز کے سخت دشمن تھے اور ان اکابر کے متوسلین وشاگرد، ان کے تربیت یافتہ انگریز سے برسرِ پیکار تھے لہذا اپنے مسلک کی ترویج میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کو یہی دیوبندی نظر آئے دوسری طرف انگریز بھی ان کو اپنے لئے مصیبت سمجھتا لہذا ان کو بدنام کرنے کیلئے خان صاحب بریلوی نے ان پر جھوٹے الزامات لگائے اور ان پر کفر کے فتوے لگائے اور ایسے فتوے کہ جو ان کو نہ مانے وہ بھی کافر۔

قارئین کرام! حسام الحرمین میں علمائے دیوبند پر فتوی اس طرح ہے من شك في كفره و عذابه فقد كفر یعنی ان کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہے معاذ اللہ۔ ساتھ میں یہ بھی بڑے زور وشور سے کہا جاتا ہے کہ اکابر دیوبند پر یہ فتوی حرمین کے علمانے

لگایا لہذا اس کو ماننا ضروری ہے۔

اب اسی قسم کا فتوی تو بقول رضاخانیوں کے مولانا فضل حق خیر آبادی نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بھی لگایا اور ان کے کفر پر بھی بقول صاحب انوار آفتاب صداقت حرمین سے کفر کے فتوے لئے گئے۔ یہ سب تفصیل ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' کے مقدمہ میں موجود ہے۔ مگر خان صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ منافقت و دورنگی کیوں؟ تکفیر کلامی شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس کے زمانے کے بدعتیوں نے کی اور حرمین سے اس پر فتوے بھی لے لئے خان صاحب اور اس کے متعبین نے اس فتوے سے اتفاق نہیں کیا شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہنے سے انکار کیا یہ فتوی تسلیم نہیں کیا۔ تو حسام الحرمین کے متعلق یہ ضد کیوں کہ نہیں اسے تسلیم کرو جو اسے تسلیم نہیں کرے گا وہ کافر!!!۔ اگر کفر کلامی و حرمین کے علما کے فتوے تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کوئی کافر بنتا ہے تو سب سے پہلے تو خان صاحب کو کافر بناؤ جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ فتوے تسلیم نہیں کرتا۔

رضاخانی یہ بھی کہتے ہیں کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کفریات سے معاذ اللہ توبہ کرلی تھی اسی لئے خان صاحب نے فتوی نہیں لگایا۔ سوال یہ ہے کہ جب توبہ کرلی تو اب انہی کفریات کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے رضاخانی اس موضوع پر اپنی ہر کتاب کیوں سیاہ کرتے ہیں؟

زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان عبارات کو ہم درست مانتے ہیں آپ نے کفر کا فتوی لگانا ہے تو ہم پر لگائیں لیکن جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بقول آپ کے اس سے توبہ کرلی تو کیا شریعت کی رو سے توبہ کی ہوئی کفریات کو پھر اسی شخص کی طرف منسوب کرنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن چونکہ تعصب، ضد وحسد ہے لہذا پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ۔

مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''زید نے جب مذکورہ جملہ سے توبہ کرلی تو جو لوگ توبہ کا علم رکھتے ہوئے اس کی تشہیر کر رہے ہیں وفتنہ وفساد مچا رہے ہیں''۔
(فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۵۲۸)

جب بقول تمہارے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ اللہ ان کفریات سے توبہ کرلی تو اب توبہ کے بعد بھی ان کفریات کی نسبت شاہ صاحب کی طرف کر کے اپنی ہر کتاب میں اس کی تشہیر کرنا سوائے فتنہ وفساد کے اور کیا ہے؟ یا پھر تسلیم کرو کہ شاہ صاحب نے توبہ نہیں کی تھی۔

قارئین کرام! رضاخانیوں نے کسی کی طرف کفری قول منسوب کرنے کیلئے چند اصول لکھیں جو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صراط مستقیم میں حضرت امام سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ مگر امجدی رضاخانی صاحب کو اس کی نسبت کے بارے میں شک ہے اور اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

''چونکہ اس کے راوی صرف اسمعیل دہلوی ہیں جو خود گمراہ بددین بلکہ بطور جمہور فقہا کافر ہیں اس لئے ان روایات سے اس درجہ کا یقین حاصل نہیں ہوتا جو ثبوت شرعی کی حد تک پہنچے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۷۳)

مزید لکھتے ہیں:

''چونکہ تکیوی صاحب کے سارے سوانح نگار غیر عادل ہیں ان میں کوئی ثقہ نہیں اس لئے حکم کفر لگانے کیلئے جس درجے کا قطعی یقینی ثبوت ضروری ہے وہ ان کے بیانات سے حاصل نہیں ہوتا''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۷۴، ۲۷۵)

اب ان حوالہ جات کی روشنی میں کیا کسی رضاخانی میں یہ جرات ہے کہ خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں حضرت امام ربانی فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو جعلی فتوی منسوب کیا خان صاحب بریلوی سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تک اس کی صحیح ،ثقہ عادل راویوں کے ساتھ سند ثابت کردے؟ ۔اور یہ محال لہٰذا وہ فتوی خود بخود کالعدم ہوگیا۔لیکن آج تک رضاخانی اس جعلی فتوے کی بنیاد پر علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں ۔

خان صاحب بریلوی کے پاس اس فتوے کے ثبوت کی جو واحد دلیل ہے وہ یہ ہے کہ بمبئی وغیرہ سے یہ فتوی مع رد کے کئی دفعہ چھپا۔اس کے اگر چہ معقول جوابات کئی دفعہ ہمارے علما دے چکے ہیں لیکن یہاں اس دلیل کے باطل ہونے پر خود رضاخانی اصول پیش کر رہے ہیں ۔شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بازار میں کسی کے نام سے کوئی کتاب چھپ جانا اس کی دلیل نہیں کہ جس کے نام سے کتاب چھپی ہے یہ اسی کی تصنیف ہے،کسی کی کتاب اس وقت مانی جائے گی جب مصنف کے عہد سے لیکر شائع ہونے تک معتمد اور مستند لوگوں کے یہاں محفوظ ہو۔۔۔پھر اصل کتاب مصنف کی ہوگی توالحاق سے محفوظ ہے اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے''۔(فتاوی شارح بخاری ،ج ۲،ص ۱۵۴)

آگے لکھتے ہیں:

''کتاب وہی معتبر ہے جو کسی مستند مصنف نے تصنیف کی ہو اور وہ تصنیف کے وقت سے لیکر چھپنے کے وقت تک متدین ،مستند ،معتمد افراد کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہو''۔(فتاوی شارح بخاری ،ج ۲،ص ۱۵۶)

تو کسی کتاب کا کسی کے نام سے چھپ جانا جب دلیل اس کے اصل کتاب ہونے کی نہیں تو فتوے کا کیا اعتبار؟ لہٰذا پہلے مستند و معتمد لوگوں سے (جو رضاخانی نہ ہوں) ثابت کرنا ہوگا کہ وہ فتوی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے ۔اور یہ ثابت کرنا محال ہے ۔ بالفرض ایک منٹ کیلئے مان لیتے ہیں کہ ثابت کر بھی دیا جو کہ محال ہے لیکن چلو مان لیا تو اگلا کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اس فتوے میں کسی قسم کی کوئی ''الحاق ،تحریف و تدلیس'' نہیں کی گئی جو کہ ثابت کرنا بقول امجدی صاحب کے بہت مشکل ہے ۔اس حقیقت کے باوجود اس جعلی فتوے کو آج بھی پتھر کی لکیر سمجھ کر اس پر فتوائے کفر دینا کیا نرا تعصب نہیں؟

لطیفہ: حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اکابر میں سے اور شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اکابر میں سے ہیں ۔لیکن امجدی صاحب سید صاحب کی طرف کسی قسم کا کفری قول منسوب اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ ان کی دانست میں ان کفریات کے راوی معاذ اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار جو سب غیر عادل ہیں ۔تو سوال یہ ہے کہ تقویۃ الایمان ،صراط مستقیم ،براہین قاطعہ ،تحذیر الناس ،حفظ الایمان کے راوی بھی تو سب ''دیوبندی'' ہی ہیں ،کیا کوئی ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ کسی ثقہ رضاخانی نے ان کتب کو حضرت امام شہید رحمۃ اللہ علیہ ،امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے لکھتے ہوئے دیکھا ہو؟ تو پھر آخر ان کتب کو ان مصنفین کی طرف قطعی طور پر کیوں منسوب کیا جارہا ہے؟ اگر جواب یہ دیا جائے کہ تم ان کتب کو مانتے ہو تو بھائی ہم تو پہلے ہی تمہارے نزدیک کافر معاذ اللہ اور غیر عادل ہیں تو ہماری گواہی کیسے قبول؟ اگر ہماری گواہی قبول کرنی ہی تھی تو شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ نگاروں کی گواہی کیوں مردود؟

امجدی نے یہ بھی لکھا کہ کوئی کتاب اسی وقت تسلیم کی جائے گی کہ مصنف سے لیکر چھپنے تک معتمد و مستند لوگوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہو اور

اس میں الحاق بھی نہ ہو۔تو ظاہر ہے کہ خان صاحب کو یہ ساری کتب دیوبندی مکتبوں کے ذریعہ ہی حاصل ہوئیں کسی رضاخانی نے ان مصنفین کو یہ کتب لکھنے سے لیکر چھپنے تک نہیں دیکھا نہ کسی معتمد ذرائع سے یہ ثابت کہ ان میں تحریف والحاق نہیں تو خان صاحب اور ان کے متبعین نے ان کتب کو ان کے مصنفین کی طرف کس طرح قطعی یقینی طور پر منسوب کر کے قطعی یقینی کفر کا فتوی صادر کر دیا؟

غرض رضاخانیوں کی طرف سے ڈالا گیا عبارات کا رولا ایسا گورکھ دھندا ہے کہ اس میں آپ جتنا گھستے چلے جائیں گے عجیب عجیب شگوفے آپ کو ملیں گے۔

آمد بر سر مطلب خان صاحب بریلوی کہتے ہیں کہ میرے باپ کے نام پر جعلی فتوے اور مہریں گھڑی گئی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس کے جعلی ہونے کی دلیل کیا ہے؟ آج اگر ہم انہی حوالوں کو پیش کریں تو رضاخانی آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں۔مولوی اجمل سنبھلی نے اپنی کتاب ردشہاب ثاقب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃاللہ علیہ کو ۸۰۰ سے زائد گالیاں صرف اسی وجہ سے دیں کہ جعلی کتب منسوب کی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اسی جعلسازی کا دعوی تو حسام الحرمین میں موجود حضرت گنگوہی رحمۃاللہ علیہ کی طرف منسوب فتوے کے متعلق بھی تو ہے اس کو آج تک رضاخانی سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کر کے علمائے دیوبند کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ معاذاللہ،اوراپنے متعلق یہ توقع رکھتے ہیں کہ ایسی کتابیں وحوالے منسوب کرنا دجل وفریب ہے۔یہ وجہ فرق کیوں؟ آخر آپ کے پاس کونسی ایسی دلیل ہے کہ یہ کتب جعلی ہیں یہ حوالے جعلی ہے؟اورحسام الحرمین میں موجود فتوی یقینی وقطعی؟

فتاوی صدرالافاضل میں مفتی کی ذمہ داریوں میں لکھا ہے:

''ایک مفتی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگرمگر کے فتوے نہ لکھے بلکہ اگر کسی دوسرے شخص کا فتوی سے تعلق ہوتو صرف مستفتی پر انحصار نہ کرے بلکہ اس فریق کو بلا کر شہادت شرعی وحلف کے ذریعہ پوری تشفی حاصل کرے''۔(فتاوی صدرالافاضل،ص ۴۱)

کیا علمائے دیوبند پر کفر کے قطعی فتوے جڑتے وقت اس شرعی ضابطہ کا خیال رکھا گیا تھا؟ جواب ہے ہرگز نہیں۔رضاخانی کہتے ہیں کہ خان صاحب نے خطوط لکھے،کتابیں چھاپی تو علمائے دیوبند نے تردید کیوں نہیں کی؟ سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ خطوط لکھے اور وہ خطوط علمائے دیوبند کو موصول بھی ہوئے اور انہوں نے پھر بھی خاموشی اختیار کی؟ رضاخانی کتب تو اس کیلئے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ خود رضاخانیوں نے لکھا:

''اس سلسلہ میں جتنے بھی حوالے پیش کئے ہیں سب اپنی ہی کتابوں سے نقل کئے ہیں جو مقابل پر حجت نہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ اول،ص ۵۹)

رہی بات کتب کی تو خان صاحب کی کتب سے عوام کی دلچسپی کیلئے تفصیل تو میری کتاب''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات،خدمات وکارنامے''میں ملاحظہ فرمائیں۔یہاں صرف ایک حوالہ نقل کررہا ہوں:

''وہابیوں کی اس قسم کی بکواس کا رد علمائے اہل سنت کی کثیر تصانیف میں ہے۔آپ ان کا مطالعہ کرلیں۔ہمارے عوام میں یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ علمائے اہل سنت کی تصانیف نہیں پڑھتے''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۱۷۱)

یہ تو آپ لوگوں کی کتابوں کا حال ہے کہ آپ کی اپنی عوام ان کا مطالعہ نہیں کرتی تو اس کی کیا دلیل ہے کہ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃاللہ علیہ نے اس جھوٹے فتوے پر فتاوی کفر کو پڑھا ہوگا؟

لیکن اتمام حجت کیلئے ہم اس بہانے کو بھی ختم کر دیتے ہیں حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب خان صاحب کی اس جعلسازی کا پتہ چلا تو فوراً مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اس جعلی فتوے کے متعلق استفسار کیا آپ نے فوراً اس کی تردید کی کہ میرا ایسا کوئی فتوی نہیں حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کو خان صاحب بریلوی ہی کی زندگی میں شائع کیا اور آج بھی رسائل چاند پوری میں موجود ہے۔ مگر خان صاحب اور اس کے اذناب کو آج تک اپنے اس فتوے سے رجوع کی توفیق نہ ہوئی۔ رجوع کریں بھی کیوں؟ اس لئے کہ اگر اختلاف خدا خوفی پر ہو تو بندہ حق کو قبول کرتا ہے۔ جب اس کا مطمع نظر ہی دراڑ ڈالنا ہو تو وہ اتحاد کی ہر کوشش کو ہی سبوتاژ کرے گا۔

میں آج یہاں ایک عام قاری سے سوال کرتا ہوں آپ نے ایک مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے اور ایک آدمی ایک تحریر بنا کر آپ کے نام سے شائع کر دیتا ہے۔ اب کسی طرح آپ تک رسائی نہیں کہ آپ کا موقف جان لیں۔ تو اس تحریر کے جعلی ہونے کی دلیل کیا دی جائے گی؟ یہی کہ اللہ کے بندے اس تحریر میں جو کچھ لکھا ہے اس کو تو خود زید نے اپنی کتاب میں کفر لکھا ہے اس کے شاگرد اس تحریر سے منکر ہیں اس کے شاگرد اس تحریر کو کفر کہتے ہیں۔ تو آخر یہ معقول اصول اس جعلی فتوے کے متعلق کہاں چلا جاتا ہے؟ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے فتوی میں وقوع کذب کو کفر کہا، ان کی زندگی میں ہی اس کی تردید شائع ہوگئی، ان کے شاگرد و متوسلین اس فتوے سے انکاری ہیں مگر آج تک اس جعلی فتوے جس کو قیامت کی صبح تک رضاخانی اصولوں کی بنیاد پر سچا ثابت نہیں کر سکتے علمائے دیوبند کو کافر کہہ رہے ہیں اور کافر بھی ایسا جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اس ضد و ہٹ دھرمی کو سوائے تعصب کے اور کیا نام دیا جائے؟

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''اس میں التفہیمات الالہیہ کا جو ترجمہ درج ہے وہ الحاقی ہے اور دلیل یہ ہے کہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی دوسری کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۴۸۸، ۴۸۹)

جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اس بنیاد پر الحاقی و جعلی ہو سکتی ہے کہ دوسری کتابوں سے معارض ہے تو حسام الحرمین میں موجود فتوی جعلی و الحاقی کیوں نہیں جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے بالکل متصادم اور ان کے خلفا شاگردوں کے عقائد سے بالکل معارض ہے؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس فتوے کا جعلی ہونا آج کے رضاخانیوں نے بھی در پردہ تسلیم کر لیا ہے وہ اس طرح کے لاہور سے ''معرفت'' نامی کتاب چھپی جس میں کئی رضاخانی مولویوں کی تقاریظ ثبت ہیں اس میں رضاخانیوں کا دیوبندیوں سے جو اصولی اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس میں تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کو تو پیش کیا گیا مگر اس جعلی فتوے کو غائب کر دیا گیا۔

رضاخانیوں کے امام المناظرین سعید اسد نے جب متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے سامنے دیوبندیوں کے ساتھ اصولی اختلاف کی تحریر لکھی تو اس میں بھی اس فتوے کو غائب کر دیا گیا اور اس کا ذکر نہیں کیا تفصیلی ویڈیو یوٹیوب پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے اور تحذیر الناس کی عبارت میں توہین کے ساتھ ساتھ ایک دینی ضروری عقیدے کا انکار صریح ہے۔۔۔ بنا علیہ علمائے عرب، حل و حرم، ہند و سندھ نے بالاتفاق یہ فتوی دیا کہ اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی مذکورہ بالا عبارات لکھنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۴۱۰)

حالانکہ یہ امجدی صاحب کی صریح کذب بیانی ہے حسام الحرمین میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر حفظ الایمان، براہین قاطعہ وتحذیر الناس کی عبارات کی بنیاد پر قطعاً نہیں کی گئی بلکہ ان کی تکفیر تو اس جعلی فتوے پر کی گئی جس کو امجدی صاحب یہاں غائب کر گئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین عبارات پیش کی گئی تھیں جس کو امجدی صاحب نے اس فتوے میں صرف ''عبارت'' کر دیا یعنی یہ تسلیم ہے کہ ان تین عبارات میں دجل وفریب ہے کفر تو صرف ان کے زعم میں ایک ہی عبارت پر لگتا ہے۔

ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ضرور چار مولویوں کو کافر کہا، جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ایک **قاسم نانوتوی** کو جس نے اپنی کتاب ''**تحذیر الناس**'' میں لکھا ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔ اور **رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی** کو کافر کہا جنہوں نے اپنی ''**براہین قاطعہ**'' میں صاف صاف لکھ دیا کہ۔ الخ''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۱۵۲)

اس عبارت میں دو سیاہ ترین جھوٹ اس شخص نے بولے ایک تو جو تحذیر الناس کی طرف عبارت منسوب کی اعلیٰ حضرت نے اس بنیاد پر امام حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہا کوئی مائی کا لعل محض اس منسوب خود ساختہ عبارت کی بنیاد پر حسام الحرمین کی تکفیر نہیں دکھا سکتا۔

دوسرا جھوٹ پہلے سے بھی زیادہ سیاہ ہے احمد رضا خان نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر معاذ اللہ براہین قاطعہ کی وجہ سے نہیں کی بلکہ ایک جعلی فتوے کی وجہ سے کی تھی۔ مگر اس آدمی نے کس قدر جھوٹ بول کر اس فتوے کو ہی غائب کر دیا آخر کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ انہیں بھی معلوم ہے کہ دلائل کے میدان میں اس فتوے کو کوئی مائی کا لعل ثابت نہیں کر سکتا لہٰذا کل کو اگر عوام ہمارا گریبان پکڑے اس سے پہلے ہی یہ جھوٹ پھیلا دو کہ تکفیر اس فتوے کی بنیاد پر نہیں بلکہ براہین قاطعہ کی بنیاد پر کی تھی معاذ اللہ۔ اس جعلی فتوے کو اس طرح غائب کرنا درپردہ اس بات کا اعلان ہے کہ خان صاحب جعلساز تھا۔ اس بدبخت نے اس کتاب میں حسد کی آگ میں جل کر اپنے دل کی طرح سیاہ ترین جھوٹ بولے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس حقانیت کو مسلکی تعصب کی وجہ سے اعلانیہ تسلیم کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

اسی امجدی صاحب کی ایک اور جعلسازی ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:

''تحقیق حال کیلئے ضروری ہے کہ قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کی کفری عبارتیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں اگر یہ ان تینوں کو کافر ومرتد مانیں تو سنی ہیں اور اگر ان کو کافر نہ کہیں اپنا پیشوا کہیں تو دیوبندی''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۵۰۳)

یہاں پر بھی اس جعلی فتوے کو غائب کر دیا گیا حالانکہ ان کے مذہب میں سنی ہونے کیلئے حسام الحرمین کو من وعن ماننا ضروری ہے جس میں وہ جعلی فتوی بھی ہے نہ کہ صرف ان تین اشخاص کی عبارات کو۔ آخر بنیادی واصولی اختلاف کے ذکر کے ضمن میں اس بنیادی ''فتوے'' کو کیوں غائب کیا جا رہا ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اس کا ثابت کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ مگر افسوس کہ توبہ کی توفیق ان کو اب بھی نہیں۔

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

ما قبل میں چونکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کے متعلق ضمنا ایک بات آ گئی لہذا یہاں اس سے متعلق بھی ایک وضاحت کرتا چلوں ۔رضاخانی کہتے ہیں کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کر لی تھی اس لئے خان صاحب نے تکفیر نہیں کی ۔حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اور خان صاحب کے مرنے کے بعد حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مضبوط گرفت سے اس کی گردن چھڑانے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا گیا۔

پہلی بات تو یہ کہ رضاخانی کہتے ہیں کہ ہندوستان میں وہابیت کا سرغنہ معاذ اللہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہی وہابیت کے یہاں بانی ہیں اور دوسری طرف خود خان صاحب کہتے ہیں:

''عرض: یہ دعا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: وہابیہ کیلئے دعا فضول ہے ثم لا یعودون ان کیلئے آچکا ہے وہابی کبھی لوٹ کر نہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا''۔ (ملفوظات، حصہ دوم ص ۲۸۶)

امجدی صاحب نے لکھا:

''عرفائے نے جو بتایا کہ اسے توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی وہ غیرت والا معبود یہ نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کی توہین کرنے والا عذاب سے بچ جائے ۔اسے عذاب جہنم میں محصور رکھنے کیلئے توبہ سے دور رکھنا ہے ۔اسے یہ گوارا نہیں کہ توہین حبیب کرنے والا اس کی رحمت سے ادنی حصہ بھی پائے''۔(فتاوی شارح بخاری ،ج ۳ ص ۲۹۴)

جب وہابی توبہ کر ہی نہیں سکتا تو شاہ صاحب نے کیسے توبہ کر لی؟ اب یا تو خان صاحب کو کذاب مانو یا ان لوگوں کو جو شاہ صاحب کو معاذ اللہ وہابیت کا بانی کہتے ہیں۔

پھر خود خان صاحب اپنی زندگی ہی میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس توبہ کی تردید کر چکے ہیں ۔چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اقول: اب اس کا کیا حال ہوگا؟ جو نہ ڈرا نہ پچھتایا نہ استغفار کیا اور نہ توبہ کی اور نہ اپنی خطا کا اعتراف کیا اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس کے بعد آئے تو اسی بات پر جمے رہے اور خصومت کیلئے تیار ہوئے''۔(المعتقد المنتقد ص ۲۵۸)

دلچسپ بات یہ کہ عبارت ''جو نہ ڈرا'' پر حاشیہ لکھا گیا: ''نجدیوں کا بڑا طاغی اسمعیل دہلوی'' تو خود خان صاحب لکھ رہے ہیں کہ انہوں نے توبہ نہیں کی تو بعد کے رضاخانیوں پر کیا کوئی شیطانی وحی آئی جس سے انہیں معلوم ہوا کہ خان صاحب نے توبہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی؟

رضاخانی کہتے ہیں کہ توبہ مشہور ہو گئی تھی ۔آخر اس توبہ کے مشہور ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ فتاوی رشیدیہ میں کسی نے ایسا سوال کیا کہ ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی تو کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ پہلے ''مشہور و مستفیض'' کی تعریف تو کرو۔کیا محض ایک سائل کے غلط چیز کے متعلق سوال پر ''مشہور'' کی تعریف فٹ آتی ہے؟ حالانکہ اسی فتاوی رشیدیہ میں جواب میں اس بات کی تردید موجود ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ سوال میں جو پوچھا گیا ہو وہ سچ بھی ہو چنانچہ شریف الحق امجدی سے سوال ہوا:

''عمر اپنے کو عالم دین کہتا ہے اور بغیر تصدیق کئے ہوئے دوسرے سے سن کر جو شرابی ہے سود خور ہے اس کی گواہی پر فتوی دیتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا۔وہ مرتد ہو گیا۔تو ایسے فتوی دینے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟ ایسے عالم سے سلام و کلام اس کے وعظ میں جانا کیسا ہے، شرع

کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: عمر جب عالم ہے تو یہ قطعی ہے کہ وہ بغیر یقینی شرعی ثبوت کے کسی کو کافر و مرتد نہیں کہہ سکتا، چہ جائیکہ فتوی دے۔ یہ سائل کی عالم کے ساتھ بدگمانی ہے۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۲۱۹)

یہاں اگر بدگمانی کی بنیاد پر سائل کا سوال ہی غلط ہوسکتا ہے تو فتاوی رشیدیہ میں پوچھا گیا سوال غلط کیوں نہیں؟

قارئین کرام! ایک اور بات بھی ملاحظہ فرمائیں امجدی صاحب یہاں کہہ رہے ہیں کہ عمر جب عالم ہے تو یہ "قطعی" بات ہے کہ کسی کو "بغیر یقینی شرعی ثبوت" کے کافر نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کسی کے کفر کا "فتوی" دے۔ جب ایک آدمی عالم ہو کر کسی کے کفر کا فتوی نہیں دے سکتا سائل کو بدگمانی ہوگئی ہے تو خان صاحب کے سامنے جب بمبئی سے مع رد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی فتوی چھپا اور خان صاحب تک پہنچا تو کیوں خان صاحب نے یہ نہیں کہا کہ جب ایک عالم کسی کے کفر کا فتوی نہیں دے سکتا تو علما کا پیشوا خود اپنے فتوے میں "کفر" کیسے لکھ سکتا ہے؟

آخر خان صاحب کے پاس اس فتوے کے اصل ہونے کی کیا "شرعی یقینی دلیل" تھی؟ کوئی رضا خانی بتلانا پسند کرے گا؟ باقی یہ بھی خان صاحب کا جھوٹ ہی ہے کہ وہ فلاں علاقے سے مع رد بارہا چھپا۔ ہمارا وجدان کہتا ہے کہ خان صاحب نے یہ جعلی فتوی خود اپنے پریس سے چھپوایا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شریف الحق امجدی اپنے حکیم الامت احمد یار گجراتی کی ایک عبارت کی توضیح میں لکھتا ہے:

"یہ کہنا کہ کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت فی نفسہ صحیح ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۹۴)

تو جس مذہب میں کبھی کبھی جھوٹ بولنا عین عبادت ہے ان سے کیا بعید کہ علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے اپنے مذہب کی اس عبادت کو سر انجام دینے کیلئے یہ جھوٹا فتوی گھڑا ہو؟

ان سطور کے لکھنے جانے کے وقت رضا خانیوں میں اپنے ہی کنز العلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے بارے میں ماحول گرم ہے کہ اس نے حضرت بی بی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی گستاخی کر دی ہے۔ جلالی صاحب کے یوٹیوب کے انکے آفیشل پیج پر ۲۴ جون ۲۰۲۰ء کو ایک ویڈیو اپلوڈ ہوئی جس کا عنوان ہے: (یہ ویڈیو ہمارے پاس بھی محفوظ ہے)

Peer Syed Arshad Saeed Kazmi Shah Sahab Ke Khaat Par Mukhtasar Tabsara

اس میں جلالی صاحب کہتے ہیں کہ پیر صاحب کو میرے بارے میں غلط اطلاع دی گئی، پیر صاحب نے میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا اور ان کے اس خط سے ہزاروں لوگ گمراہ ہوئے مگر افسوس کہ پیر صاحب نے ابھی تک رجوع نہیں کیا۔ کاظمی صاحب کا یہ خط ماقبل میں ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اب ہمارا مدعی بھی یہی ہے کہ خان صاحب نے ایک جعلی فتوی حضرت گنگوہی پر کفر کا فتوی لگانے کیلئے تیار کیا اگر ہم بالفرض حسن ظن سے کام لیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حوالے سے احمد رضا خان کے سامنے غلط بیانی کی گئی مگر افسوس کہ اپنی ضد وانا اور ڈھیٹ پن کی وجہ سے حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد بھی نواب احمد رضا خان نے رجوع نہ کیا توبہ نہ کی اور ہزاروں رضا خانیوں کو گمراہ کیا۔

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

"بہت سے بدطینت اپنے اغراض فاسدہ حاصل کرنے کیلئے بزرگوں کے یہاں تقیہ کر کے نیاز مند بن کے گھس جاتے ہیں جیسا کہ مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا۔۔کے یہاں ایک وہابی کاتب تقیہ کر کے سنی بن کر مطبع اہل سنت میں گھس گیا تھا جس نے وصایا شریف

وغیرہ میں تلبیس کی ہے‘‘۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ ص ۸۰)

خان صاحب نے کیوں نہ سوچا کہ جیسے میرے مکتبے میں ایک وہابی میرا نیاز مند بن کر میری کتب ووصایا میں تلبیس کر رہا ہے ممکن ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا کوئی رضاخانی تقیہ باز لگ گیا ہو اور اسی نے ان کو بدنام کرنے کیلئے یہ جعلی فتوی گھڑ کر ان کی طرف منسوب کیا ہو۔مگر یہ سب تو وہ سوچے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو آخرت کی جواب دہی سامنے ہو جو حسد کی آگ میں اندھا ہوگیا ہو اسے یہ سب سوچنے کی فرصت کہاں؟

مفتی شریف الحق امجدی کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں (بان پور) میں کئی ماہ سے یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے کہ (مولوی) رشید احمد گنگوہی کی جو کفری عبارتیں ہیں ان سے انہوں نے رجوع کرلیا ہے یا نہیں؟ رشید احمد گنگوہی کے متبعین حضرات کا کہنا ہے کہ وہ اپنی تمام کفری عبارتوں سے رجوع کرنے کے سلسلے میں بصورت توبہ نامہ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ابھی وہ کتاب مکمل نہ ہو پائی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔بایں وجہ وہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔کیا ان متبعین حضرات کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو ان کے متبعین پر از روئے شرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ اور ان کے ساتھ دینی و دنیاوی تعلقات کو برقرار رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ بالکل بے سروپا افسانہ ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کرلیا ہے۔بان پور کے اس زمانہ کے دیوبندیوں سے زیادہ واقف کار گنگوہی کے مریدین اور خلفا تھے۔گنگوہی کے سب سے بڑے خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی اور محمود الحسن دیوبندی تھے ان لوگوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارتوں سے توبہ کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ سب اس کو ظاہر کرتے اس کے برخلاف ان لوگوں نے تسلیم کیا کہ یہ عبارت گنگوہی کی ہے۔مولوی حسین احمد ٹانڈوی بھی گنگوہی کے مرید وخلیفہ ہیں۔انہوں نے اپنے گالی نامہ الشہاب الثاقب میں براہین قاطعہ کی عبارت کو گنگوہی کی عبارت تسلیم کیا ہے۔اس کی بے جا تاویل کی ہے۔مگر یہ کبھی نہیں لکھا کہ انہوں نے اس سے توبہ کرلیا ہے۔اگر گنگوہی نے توبہ کی ہوتی تو بے جا تاویل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔صاف لفظوں میں لکھ دیتے کہ انہوں نے توبہ کرلی ہے۔ غرضے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کرلی ہے۔جو لوگ یہ جھوٹی افواہ اڑا کر گنگوہی کو کفر سے بچانا چاہتے ہیں وہ گنگوہی کو قطعا مفید نہیں۔نہ اس سے گنگوہی کفر سے بچے گا‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۳ ص ۱۹۹،۲۰۰)

تو اگر شاہ صاحب نے توبہ کرلی ہوتی تو ان کے مریدین وخلفا اس کو جانتے بلکہ سب سے پہلے فضل حق خیر آبادی جانتے اور اپنے فتوے سے رجوع کرتے نہ کہ خان صاحب کے مرنے کے بعد’’جھوٹی افواہ‘‘ کو مشہور کا نام دے کر ہرگز توبہ کا قول ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

یہی امجدی صاحب لکھتے ہیں:

’’میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ عوام اپنی من مانی باتوں کو متوفی علماء کی طرف منسوب کر دیتے ہیں‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۳ ص ۸۱)

تو اس عبارت کی روشنی میں رضاخانی ثابت کریں کہ جس توبہ کا تمہیں دعوی ہے اس کی واقعی کوئی حقیقت ہے۔اور رضاخانی عوام کی اپنی من مانی ہوئی بات نہیں جو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دی گئی۔

خلاصہ کلام: یہ کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات بالکل بے داغ ہیں خود رضا خانی اکابر وعلماء ومشائخ نے ان عبارات کا دفاع کیا اور خان صاحب کے فتوے کو رد کیا۔حسام الحرمین میں ایک جعلی کفری فتوی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ یہ سب کچھ علمائے دیوبند سے حسد،تعصب اور ان کی ضد میں کیا گیا۔اس سے علمائے دیوبند کا تو الحمد للہ آج تک بال بھی بیگانہ ہوا مگر خود خان صاحب کا انجام کیا ہوا؟ شریف الحق امجدی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''کسی مسلمان کی طرف کفر کی نسبت بھی کفر ہے اس لئے کہ یہ اس کے کافر بنانے کے مترادف ہے اور حدیث میں ہے من قال لاخیہ یا کفر فقد باء بھا احدھما جس نے کسی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو یہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹ گیا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۹۳)

''کفر کا بہتان بھی کفر ہے''۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۲۱۰)

اسی حوالے سے ایک اور طرز ملاحظہ ہو

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم میں باحوالہ ثابت کیا کہ رضا خانیوں نے اپنے ہی مندرجہ ذیل افراد پر کفر کے فتوے لگائے:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کے پانچ ہزار علماء
(۲) پیر جماعت علی شاہ
(۳) عبدالعلیم میرٹھی
(۴) محدث اعظم سید محمد کچھوچھوی
(۵) علما بدایوں ورامپور
(۶) اشرف سیالوی
(۷) غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی
(۸) احمد علی سندیلوی
(۹) عبدالرزاق بھترالوی
(۱۰) سعید احمد اسد فیصل آبادی
(۱۱) پیر افضل قادری
(۱۲) الیاس عطاری
(۱۳) حاجی بلال رضا قادری
(۱۴) پیر سیف الرحمن و جماعت سیفیہ
(۱۵) پیر محمد چشتی بمع ٹبر
(۱۶) پیر کرم شاہ بھیروی بمع ٹبر

(۱۷) شاہ احمد نورانی

(۱۸) شاہ تراب الحق قادری

(۱۹) سارا دارالعلوم امجدیہ

(۲۰) اختر رضا خان ازہری

(۲۱) ضیاء المصطفیٰ

(۲۲) حسن علی رضوی

(۲۳) مفتی غلام سرور قادری

(۲۴) برہان الحق جبلپوری

(۲۵) ان کے والد عبد السلام جبلپوری

(۲۶) مسلم لیگ کی تمام قیادت وحمایتی

(۲۷) اسی طرح سابقہ رضاخانی سربراہ اختر رضا خان قادری ازہری پر خود ان کے اپنے بھائی نے کفر کا فتوی لگایا چنانچہ رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں مدنی لکھتے ہیں:

''ان کے برادر گرامی علامہ ریحان رضا خان صاحب سجادہ نشین ومتولی خانقاہ رضویہ بریلی شریف اپنی حیات ظاہری میں ہی ان کی تکفیر کرچکے ہیں۔اور تکفیر بھی چھپ کر نہیں بلکہ چھاپ کر کی ہے اور وہ گھر کا بھی ہے استاذ بھی ہے اور حقیقی بڑا بھائی بھی ہے،آخر کچھ تو ازہری صاحب نے کیا ہوگا تکفیر کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے ہنسی میں اڑا دیا جائے ہمیں اختر رضا خان کو قریب سے پہچاننا ہوگا ان کی فتنہ سامانیوں سے امت کو بچانا ہوگا ان کی بے باکیوں پر پابندی لگانی ہوگی ان سے صرف جھاڑ پھونک اور سرمہ انگوٹھی کا کام کروانا ہوگا ورنہ اہلسنت کا وقار ان کی وجہ سے خطرے میں پڑسکتا ہے۔

(لفظ کملی ص،۳۴،۳۵،دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا،مارچ ۱۹۹۳)

مولانا خوشتر نورانی بریلوی اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

''مولانا اختر رضا خان ازہری،مولانا ریحان رضا خان ریحانی میاں (متولی وسجادہ نشین درگاہ اعلی حضرت بریلی) کے سگے چھوٹے بھائی تھے مگر دونوں میں درگاہ کی تولیت وجانشینی واقتدار کے مسائل پر شدید اختلافات تھے یہ اختلافات مولانا مصطفی رضا خان بریلوی کے وصال (۱۹۸۱ء) کے بعد زیادہ شدید ہوگئے یہاں تک کہ رحمانی میاں نے مولانا ازہری میاں کی تکفیر بھی کی اور انہیں ''رضا مسجد بریلی'' کی امامت سے معزول بھی کردیا تھا۔(بحوالہ مکتوب اختر رضا خان بنام ریحان رضا خان،۵رمضان ۱۴۰۲ھ)''۔

(بریدمشرق،ص ۲۲۵)

اندازہ لگائیں جو لوگ محض ایک ''گدی'' کے حصول و''مزار پر قبضہ'' کیلئے اپنے ہی بھائی کو کافر ومرتد قرار دے کر انہیں اپنے ہی شہر کی مسجد سے دھکے دے کر نکال دیتے ہیں ان لوگوں کے دادا نواب احمد رضا خان نے انگریز سے مال ودولت اور دنیا کے حصول کیلئے کیا کچھ علمائے اہل سنت دیوبند کے ساتھ کیا ہوگا؟

مزید ان کے داعی اہلسنت سجادہ نشین کچھوچھ شریف کی طرف سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اختر رضا خان پر خود ان کے بھائی نے اس طرح کفر کا فتوی لگایا تھا:

''مولوی بھورے خان (مراد اختر رضا خان ہے برص کی بیماری کی وجہ سے چہرہ سرخ وسفید تھا۔ساجد) میں حوصلہ تھا تو اپنی صفائی دیئے جاتے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مولوی اختر رضا خان جو یہاں لا کے بٹھائے گئے تھے جن پر قلعی اور پالش کی گئی تھی پاچی چڑھایا گیا تھا نکل گیا تھا گولڈن کر کے دکھایا گیا تھا انہوں نے ایک پوسٹر چھاپا ہے اور اپنے بھائی سے کہا ہے مولوی ریحان خان سے چند سوالات اس پوسٹر میں لکھا ہے اپنے بھتیجے سے کہا ہے کہ آپ نے مفتی اعظم کے چالیسواں کے موقع پر اور ۲۹ شعبان کو رضا مسجد میں مغرب کے وقت جب مسجد بھر رہی تھی مجھے کافر کہا اور یہ کہا ہے تیری بیعت ختم، تیری بیعت بھی فسخ تیرا ایمان بھی ختم،کھڑا ہو گیا،چوبیسواں ہو گیا،تو بھی بے ایمان ہو گیا۔ یہ بڑے بھتیجے نے کہا ہے اختر رضا خان کو اور اختر رضا خان نے چھاپا ہے''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۲،از مولانا سید محمد حسینی اشرفی،شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ)

مزید انکشاف ہوتا ہے:

''میں تمام رضویوں سے کہوں گا کہ وہ ایسے شخص کو پیشوا نہ بنائیں جس کو اس کے بڑے بھائی نے کافر کہا ہے اور میں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا ہے کہ پہلا یزید حضرت معاویہ کا بیٹا ہے جسے بعض مسلمانوں نے کافر کہا ہے بعض نے مسلمان کہا اور تیسرا یزید اختر رضا خان بریلوی ہے جسے اس کے سگے بڑے بھائی نے کافر کہا اور کچھ لوگ مسلمان بھی کہتے ہیں جسے کچھ مسلمان کہیں کچھ کافر کہیں ایسا شخص یزید ہوتا ہے''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۳، ۱۴،از مولانا سید محمد حسینی اشرفی،شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ)

شاہزادہ کچھوچھ شریف کی طرف سے اختر رضا خان پر جو فتوی صادر ہوا وہ ایک رضا خانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''ازہری صاحب جاہل،گستاخ،کاذب،سفید ریچھ،کافر،یزید اور غلیظ ہیں''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۵،از مولانا سید محمد حسینی اشرفی،شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ)

کچھوچھ شریف سے ملنے والے اختر رضا خان کو القابات پڑھئے اور شرم وحیا کا ماتم کیجئے:

''علی کے شیروں پر سفید ریچھوں (مولینا اختر کو ترجیح دی جاری ہے)۔

(مولینا اختر رضا کو یزید پر باطل قیاس کر کے) یزید کو یزید کے کردار کی روشنی میں دیکھنا ہی اسلام دشریعت کا تقاضا ہے۔

۳،مولینا اختر رضا خاں صاحب کی تخریب کاریاں۔

مولینا اختر رضا کو ان کا اصل چہرہ دکھانا۔

مولینا اختر جس لائق ہیں وہیں رکھنا۔

مولینا اختر کی حماقتیں۔

(ازہری صاحب تحفہ نور کی گالیاں پڑھ کر) اپنی ذات وصفات کو آسانی سے پہچان لیں گے۔

اعلی حضرت پاخانہ میں جا کر حقہ پئیں تو کیا ہم بھی پاخانے میں جا کر حقہ پئیں۔

مولینا اختر رضا خاں جیسا لغویات کا مجرم۔

بھورے خاں فارسی سے بھی جاہل عربی سے بھی جاہل۔
مولوی بھورے خاں نے ایک لفظ بولا ہے۔
ذرا سا بھوریہ فرقہ کے لوگ بتائیں۔
(مولینا اختر) کیا گھاس چھل کرآئیں۔
اختر رضا خان کبھی اپنے آپ کو رضوی نہیں لکھتا، رضوی لکھتے ہوئے کیا موت آتی تمہیں۔
(مولینا اختر رضا خان) اتنا بڑا جاہل۔
یہ سب پھٹکار ہے برزگان دین کی توہین کرنے کی۔
یہ مولوی بھورے خاں صاحب جو آئے یہ اپنی طبعیت میں انتہائی گستاخ جری ہیں۔
یہ بعد والے خالی ناچتے پھرتے ہیں۔
کیوں نہیں ملاتا بریلی سے اپنا جوڑ۔
تو یہ ہیں کیا؟ چوں چوں کا مربہ۔
جس جاہل (مولینا اختر رضا خان) کو عربی بھی نہ آتی ہو۔
مرغی کے انڈے سے مرغی کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔
اس بھوریہ فرقہ نے کیا اڑایا۔
جھوٹ بولتے پھر رہے ہیں۔
بریلی میں سفید ریچھ کا تماشا۔
مولینا اختر رضا خاں پر قلعی کی گئی تھی۔
۔۔۔۔پالش کی گئی تھی۔
۔۔۔۔نکل کیا گیا تھا۔
۔۔۔۔کو گولڈن کرکے بتایا گیا تھا۔
مولینا اختر جیسے کافر سے بیعت کرنا۔
۔۔۔۔کافر کے سپرد مسلمانوں کو کرنا۔
۔۔۔۔گندے کو تاجدار اہلسنت کہہ رہے ہو۔
مفعول ہے لڑکوں سے برا کام کراتا ہے۔
تیسرا یزید اختر رضا خاں بریلوی ہے۔
پہلے (مولینا اختر) اپنے آپ کو مسلمان ثابت کریں۔
تمہیں (مولینا اختر) کو شرم آنی چاہیے۔

(مولینا اختر رضاخاں) ازہری جاہل ہیں۔۔
۔۔۔گستاخ ہے۔
۔۔۔کاذب جھوٹا ہے۔
۔۔سفید ریچھ ہے۔
۔۔۔کافر ہے۔
(مولینا اختر رضاخاں) یزید ہے۔
۔۔۔غلیظ ہے۔
مفتی شریف الحق (صاحب) جہلا میں شریک ہو گئے (یہ نقل ہے کملی کی)۔
ورنہ کملی میں کھلے طور پر جاہل کہا ہے۔
کفرو بدکاری میں گرا پڑا اختر رضا۔
اختر رضاخان نہ کفر کریں نہ بدفعلی کریں۔
(میرے لیے) پوری بے غیرتی۔
اختر رضاخاں دین وسنیت کا دشمن۔
(نئے کچھو چھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات،ص ۲۹ تا ۳۱)

(۲۸) اسی طرح ابھی حال ہی میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی پر کثیر رضاخانیوں نے حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں گستاخی کرنے کا فتوی لگایا۔

(۲۹) رضاخانی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے متعلق رضاخانی فقیہ النفس مفتی شریف الحق امجدی یہ انکشاف کرتے ہیں کہ ان پر ایک ''بہت بڑے مستند مرجع فتاوی شخصیت'' نے کفر کا فتوی لگایا۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۳،ص ۳۱۸)

(۳۰) ما قبل میں کئی فتوے رضاخانی کنزالعلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے متعلق ہم نقل کر آئے ہیں۔

(۳۱،۳۲،۳۳) رضاخانی شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''یہی وجہ ہے کہ جب ازہری صاحب اور ان کے چند ہم نواؤں نے امام احمد رضاخان فاضل بریلوی،علامہ نقی علی خان محقق بریلوی،صدر الافاضل اور صدر الشریعہ کے خلاف فتوی دیا تو غیرت ہاشمی جوش میں آ گئی اور اس آل غوث اعظم نے قلم اٹھا لیا تا کہ اکابر کی عزت وآبرو کو مولانا اختر رضاخان کی مصری چالوں سے بچایا جا سکے''۔(لفظ کملی ص ۳۵،۳۶، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

ازہری نے ان پر کیا فتوے لگائے خود ہاشمی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''خطا کار، گناہ گار، حرام کار، مجرم''۔(لفظ کملی ص ۶۷، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

(۳۴) یہی رضاخانی شیخ الاسلام رضاخانی مفتی اعظم ہند مصطفی رضاخان پر مفتی اعظم ہند اختر رضاخان ہی کا فتوی نقل کرتا ہے:

''مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضاخان بریلوی نے اپنے کلام میں سرکار مخدوم صابر پاک رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے گو سیاں سیاں، صورتیا،

اڑیاں، پیاں، اور بیاں جیسے کلمات تصغیر استعمال کئے ہیں ۔لہٰذا اگر مفتی اعظم ہند نے مذکورہ کلمات تصغیر سرکار صابر پاک کیلئے بطور تحقیر استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان کافر ہیں ۔اور اگر بطور محبت استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان سخت ممنوع وحرام کے مرتکب ہوئے‘‘ ۔اب دیکھنا ہے کہ ازہری صاحب کے بازار میں جیت کس کی ہوتی ہے؟طبعیت کی یا شریعت کی؟‘‘ ۔

(لفظ کملی ص ۶۵، ۶۶، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

(۳۵) بریلوی نقیب اہل سنت، داعی رضویت علامہ سید محمد شاہ حسینی نے اپنے ہی اس رضا خانی شیخ الاسلام اور اس کے پورے سلسلہ کچھوچھ کو کافر و مرتد کہا جس کا انکشاف رضا خانی رئیس القلم علامہ ارشد القادری یوں کرتا ہے:

’’اصحاب کچھوچھ کے خلاف بہت ساری شکایات و الزامات کے باوجود اب تک مستند علما اہلسنت کی طرف سے ان کے خلاف کفر و ارتداد کا کوئی فتوی صادر نہیں کیا گیا لیکن تازہ شمارے کے صفحہ ۱۶ پر ہاشمی میاں، اظہار میاں کے نام پر’’ع‘‘ کا نشان لگا کر نیچے حاشیہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:

’’کسی گمراہ و مرتد کو قابل تعظیم الفاظ سے یاد کرنا یا لکھنا مسلک اعلی حضرت کے خلاف ہے یہاں نقل عبارت مقصود ہے‘‘ ۔

حاشیہ کی اس عبارت سے متبادر رہوتا ہے کہ آپ ان حضرات کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں‘‘ ۔

(برید مشرق ص ۴۵۳)

محشی لکھتے ہیں:

ٹی وی اور ویڈیو کے جواز وعدم جواز پر اشرفی اور رضوی نزاع میں دونوں جانب سے جو حضرات سرگرم تھے ان میں مذکوہ رسالے کے ایڈیٹر بھی شامل تھے موصوف نے’’رضوی کیمپ‘‘ کی نمائندگی فرماتے تھے اور کچھوچھ کے بعض صاحبان علم و فضل کی تکفیر وارتداد کے قائل تھے‘‘ ۔(برید مشرق ص ۴۵۴)

(۳۶) مولانا جاوید اقبال سیالوی نے اپنی کتاب’’القول السدید فی الرد علی عبد المجید‘‘ میں رضا خانی مناظر مولوی عبد المجید سعیدی اور رضا خانی حجۃ الاسلام عرفان شاہ مشہدی کو’’رافضی‘‘ اور یورپی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے رافضیت پھیلانے والا کہا۔

اب ہمارا سوال

سوال یہ ہے کہ یہ جو آپ کے رضا خانی اکابر نے کفر کے فتوے جاری کئے یہ درست ہیں یا نہیں؟ اگر درست ہیں تو کیا آپ ان کی توبہ شرعی جو رضا خانی اصولوں کے مطابق ہو ثابت نہ ہونے تک ان کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج مانتے ہیں؟ اگر ہاں تو اس کا واضح دوٹوک اعلان اب تک کیوں نہیں ہوا؟

اگر نہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہ فتوے درست نہیں تو جس طرح یہ فتوے درست نہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں تو یہی ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب کے جس’’باغ تکفیر‘‘ کی یہ’’مولیاں‘‘ ہیں اس باغ کے’’ناتجربہ کار مالی‘‘ خان صاحب بریلوی کے فتووں کا بھی کوئی اعتبار نہیں ۔اور خان صاحب کی طرف سے بریلی میں نصب کی گئی’’کفر ساز توپ‘‘ کے چلے ہوئے جیسے یہ’’گولے‘‘ ناکارہ ہیں ویسے ہی اہل حق کے کیمپ پر کی گئی گولہ باری کا بھی کوئی اعتبار نہیں ۔

یہی تو کھلی منافقت ہے کہ خان صاحب بریلوی اور ان کے ماننے والے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے لگائیں تو وہ معاذ اللہ منزل من اللہ ہو جائیں اس کو تسلیم نہ کرنے والا کافر اور خود خان صاحب سمیت اس کے اذناب اپنے ہی مولویوں پر کفر کے فتوے لگائیں تو وہ سب کالعدم؟؟!!!۔اس منافقت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا رضاخانی مولانا حشمت علی رضوی کی ''الصوارم الہندیہ'' کو اٹھا کر اپنے ناخواندہ حواریوں کو کہے گا دیکھو ان دیوبندیوں پر دو سو ہندوستانی علماء نے کفر کے فتوے لگائے مگر اسی حشمت علی رضوی نے جب اپنے علماء پر کفر کے فتوے کی مشین گن ''ستر باادب سوالات'' کے نام سے شایع کی تو اسے ''حیض کے چھیتڑوں'' کی طرح چھپا کر رکھا ہوا اس کتاب کو ہم نے کن کٹھن مراحل کے بعد دریافت کیا اس کی تفصیل دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔اب تو سننے میں آیا ہے کہ رضاخانی علامہ فضل احمد چشتی نے اسے شائع کروایا دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ان کے فتوے نفس پرستی پر مشتمل ہیں

مولانا اختر رضا خان ازہری رضاخانی اور ہاشمی میاں رضاخانی کے درمیان جب اختلاف شدت اختیار کر گیا اور نوبت کفر و ارتداد تک پہنچ گئی تو رضاخانی علامہ ارشد القادری نے مصالحت کی کوشش شروع کر دی وہ ہاشمی میاں کا قول اپنے خط میں اس طرح نقل کرتے ہیں:

''بیشک آپ کے بڑے بھائی سے فون پر میری گفتگو ہوئی تھی اور وہ بس اسی قدر تھی کہ میرے اور ازہری صاحب کے درمیان نہ تو عقائد ونظریات کا جھگڑا ہے، نہ معمولات اہل سنت کا صرف نفس بد کی کرشمہ سازی ہے۔آپ پیر و مرشد ہیں، خانقاہ سے مربوط ہیں۔آیئے! جس میں موٹا نس پائیں، دبا دیجئے۔۔۔۔۔ہاشمی صاحب! انصاف سے بتایئے کہ فون پر آپ کی یہ گفتگو مصالحت کے لیے نہیں تھی تو کس بات کے لیے تھی؟ اور جہاں تک ''نفس بد'' کی کرشمہ سازی کا سوال ہے تو اس کے ثبوت کے لیے وہ کتابیں بہت کافی ہیں، جن میں گالیوں کے ساتھ ساتھ علامہ ازہری کو یزید اور کافر تک آپ حضرات نے لکھا ہے''۔

(برید مشرق، ص ۴۴۸)

اندازہ لگائیں کہ شیخ الاسلام خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے کسی معمولی آدمی کو نہیں اپنے مسلک کے سب سے بڑے مولوی اپنے مسلک کے بانی کے پوتے کو کسی اصولی مسئلہ سے اختلاف یا ضروریات دین کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اپنے ''موٹے نفس''، اور ''نفس بد'' کی وجہ سے نہ صرف ''کافر و یزید'' کہا بلکہ موٹی موٹی گالیاں دی ہیں۔یہی ہم کہتے ہیں کہ جب شیخ الاسلام کا یہ حال ہے تو کیا گارنٹی ہے کہ آپ کا ''امام اہلسنت احمد رضا بریلی'' اپنے ''موٹے نفس'' سے مجبور ہو کر منہ بھر بھر کر علمائے دیوبند کو گالیاں نہ دیتا اور تکفیر نہ کرتا؟ غرض یہ نفس کے بندے نفس کے پجاری ہیں ان کے بڑے چھوٹوں کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں اور یہی نفس پرستی ہے کہ علمائے دیوبند کی طرف سے ہر طرح سے ان کفریات سے برات کے باوجود بھی آج بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ نہیں تم نے کفر کیا ہے مانو کے تم کافر ہو کیونکہ ہم نے تمہیں کافر کہہ دیا۔

نفس پرستی کی اسی بیماری کی وجہ سے ان لوگوں نے معمولی معمولی اختلاف پر شرم و حیا کو کس طرح بالائے طاق رکھا ہوا ہے اس کا اقرار خود ایک رضاخانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''بریلی اور کچھوچھہ کے درمیان بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی تک سب ٹھیک تھا۔۸۰ء کے دہے میں مولانا سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی نے ویڈیو گرافی اور ٹیلی ویژن کی بڑھتی مقبولیت، کثرت استعمال اور دعوت و تبلیغ کے لیے اس کی اہمیت و ہمہ گیریت کے پیش

نظر شرعی نقطہ نظر سے تحقیق کی جس کے نتیجے میں انھوں نے کچھ شرطوں کے ساتھ ویڈیو گرافی اور ٹیلی ویژن کے استعمال کو جائز قرار دیا اور پھر اپنی اس تحقیق کو قلم بند کر کے مولانا اختر رضا خان ازہری کے پاس ان کی رائے جاننے کے لیے بریلی بھیج دیا۔ ہندوستان میں بریلوی کتب فکر کے لوگ فوٹو اور ویڈیو گرافی کے عدم جواز کے سختی سے قائل تھے۔ مدنی میاں کی تحقیق جب ازہری صاحب کو ملی تو انھوں نے اس تحقیق پر آپسی تبادلہ خیال کرنے کی بجائے (جیسا کہ مدنی میاں چاہتے تھے) اپنے رسالہ ماہ نامہ سنی دنیا میں اس کو شائع کر دادیا۔ اور اس کے بعد اس تحقیق کے رد میں ''سنی دنیا'' کے شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء اور جنوری ۱۹۸۲ء میں اپنا تفصیلی مضمون شائع کر کے اس مسئلے کو عوام کی عدالت میں پیش کر دیا۔ یہاں سے کچھوچھہ اور بریلی کے درمیان فوٹو اور ویڈیو گرافی کے جواز اور عدم جواز پر تحریری جنگ کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں یہ علمی مسئلہ مدنی میاں اور ازہری میاں کے درمیان تھا، اس کے بعد دونوں جانب سے اپنے اپنے ممدوح کی حمایت میں عقیدت مند علما کی فوج کھڑی ہوگئی اور یہ مسئلہ شریعت سے اوپر اٹھ کر انا اور عزت وآبرو کا مسئلہ بن گیا۔ اس جنگ میں دونوں جانب سے سیکڑوں کی تعداد میں مضامین اور کتابیں شائع کی گئیں، جن میں شریعت، شرافت، تہذیب اور انسانیت کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ایک دوسرے کی تکفیر تفسیق وتذلیل کی گئی۔ پاک باز خواتین کی چادر عصمت کو سر عام تار تار کیا گیا۔ سادات کے حسب ونسب پر حملے کیے گئے۔ اسلاف اکابر علما کی پگڑیاں اچھالی گئیں اور مشائخ کی قباؤں کے ٹانکے ادھیڑے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد اس جنگ کے شعلے مذہبی جلسوں تک پہنچ گئے جہاں مذہبی خطیبوں نے مادر زاد ننگے ہو کر عوام کے سامنے اپنی تہذیب وشرافت کا اشتہار کیا۔ چند برسوں کے بعد اس جنگ میں عوام اور مریدین کی جماعت بھی کود پڑی اور اس کی آنچ ہندوستان سے نکل کر دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچ گئی عوام نے بھی ثواب دارین کی نیت اور جذبے سے اپنے پیروں اور علما کی قیادت میں اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا انگلیوں پر گنے جانے والے چند علماء کو چھوڑ کر پوری جماعت دو حصوں میں بٹ گئی تھی''۔

(برید مشرق، ص۲۹۶، ۲۹۷)

قارئین کرام! آپ نے رضاخانی گھناونی ذہنیت کا خوب تجزیہ کر لیا ہوگا کہ محض ایک فرعی مسئلہ پر اپنے ہی مسلک کے مستند عالم نے اپنی ایک رائے تبصرے کیلئے خان صاحب بریلوی کے پوتے کو بھیجی اور اس نے اپنے دادا کی نفسیات پر عمل کرتے ہوئے اس مسئلہ کو انا کا مسئلہ بنا کر ردوقدح شروع کر دیا اور یہ معمولی مسئلہ اس قدر اختلافی بنا دیا گیا کہ شرافت وتہذیب بھی شرما گئی، عورتوں کی عزت وآبرو کو تار تار کیا گیا اور اپنے ہی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں نے ایک فرعی مسئلہ میں اپنی ہی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے شرافت وتہذیب کو ننگا کر دیا اپنے ہی گھر کی عورتوں کی چادروں کو نوچ ڈالا انہوں نے علمائے دیوبند کے ساتھ ''ناموس رسالت ﷺ'' کے نام پر کیا کچھ کیا ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب اور اس کی نفس پرست ذریت نے بھی محض اپنے موٹے نفس کو تسکین اور انگریز کے ڈالروں کو حلال کرنے کیلئے اہلسنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا شرافت وتہذیب اور اختلاف کے تمام اصولوں کو تار تار کیا۔

بس یہی ہم آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ دیوبند بریلی کا مسئلہ کوئی علمی واصولی مسئلہ یا اختلاف نہیں بلکہ ''بریلی'' کے ''موٹے نفس'' کی تسکین اور ''شرافت وتہذیب'' کا مسئلہ ہے۔ جس دن بریلی علماء نے شرافت وتہذیب کا دامن تھام لیا نفس شیطانی پر قابو پا کر اسے سمجھا دیا کہ کل بروز قیامت اس کا جواب بھی دینا ہے بس اسی دن یہ اختلاف حل ہو جائے گا۔

لطیفہ: فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''میرے بھائیو! ایک بات یہاں اور بھی سمجھ لیجئے کہ یہ اژدہام اور بھیڑ سواد اعظم اہل سنت ہی کی ہوگی اور اگر سواد اعظم ہی کو مشرک و بدعتی اور گمراہ کہہ دیا جائے تو غور فرمالیجئے کہ اتنی بڑی جنت اور اس کے اتنے بڑے دروازے یہ کثرت ہجوم اور بھیڑ کیا ان مٹھی بھر لوگوں سے پیدا ہوسکے گی جن سے ان کی اپنی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بھی پر نہیں ہوسکتیں؟''۔(شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۳۷۵)

رضاخانیو! یہی سوال ہمارا تم سے ہے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف، اہلحدیث، جماعت اسلامی وہ پہلے تمہارے نزدیک معاذ اللہ کافرو ابدی جہنم کے مستحق ہیں معاذ اللہ۔ جو خان صاحب کی تعلیمات پر نہیں وہ گمراہ۔ باقی پوری دنیا میں مسلمان بچے تم، اور تم بھی ایک دوسرے پر کفر وگستاخی کے فتوے لگا کر کافر ہو چکے ہو تو آخر اس جنت میں جائے گا کون؟

باقی اویسی صاحب کی یہ کذب بیانی کہ ان سے تو اپنی چھوٹی چھوٹی مسجدیں نہیں پر کی جاتی اس کے منہ توڑ جواب کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' کا آخری باب ملاحظہ فرمائیں کہ نمازی وعبادت گزار کس کے پاس ہیں اور مسجدیں کس کیلئے ترس رہی ہیں؟۔

کفر کے فتووں کے بارے میں رضاخانیوں کی بے احتیاطی کا ثبوت رضاخانی کتب سے

اس بات کا اقرار خود رضاخانیوں کو بھی ہے کہ ہمارا فرقہ کفر کے فتووں میں جلد باز اور بے احتیاط ہے۔ ان کے ہاں اختلاف کس طرح پیدا کیا جاتا ہے اور کسی کو گستاخ رسول ﷺ، نبوت وانکار نبوت کے الزامات اور کفر کے گھاٹ کس طرح اتارا جاتا ہے اس کا ایک نمونہ ما قبل کی تحریر میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا اب اس پر ایک اور شہادت رضاخانی شیخ الحدیث مولانا عبد الرزاق بھترالوی کے اس ہوشربا انکشاف سے ملاحظہ ہو:

''سوال: جب مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کے عقائد یہ ہیں جو اکابر اہلسنت کے ہیں تو آپ کی کتاب تحقیقات کی مخالفت کیوں؟ آپ کو کافر کیوں یا گستاخ رسول کیوں کہا جارہا ہے؟

جواب: آپ سے اختلاف کرنے والے چند گروہ ہیں۔

(۱) پیر نصیر الدین گولڑوی رحمہ اللہ کے مریدین کا اختلاف۔ ان کا اختلاف کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ کے عرس پر استاذی المکرم کا ان سے دوران تقاریر اختلاف ہوا۔ دونوں بزرگوں کے مشیر بے تدبیر تھے۔ ابتدا پیر صاحب نے کی۔ اپنے رسالہ میں استاذی المکرم کے خلاف سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ ادھر استاذی المکرم کو بھی اس قسم کے مشیر مل گئے آپ کی طرف سے جوابی کاروائی شروع ہوگئی۔۔۔ استاذی المکرم کا پیر نصیر الدین رحمہ اللہ کا نام لے کر تحریر میں مخالفت کی وجہ سے پیر صاحب کے معتقدین کی مخالفت کی وجہ تو بہت واضح ہے انہوں نے تو بغیر کسی تحقیق کے کہ کس کی بات صحیح ہے، مخالفت شروع کردی۔ ادھر پیر صاحب استاذی المکرم کا نام لیکر مخالفت کر رہے تھے۔ استاذی المکرم کے شاگرد اور پیر صاحب کے گھریلو تنازع کی وجہ سے ان کے مخالفین ان کے خلاف محاذ قائم کر بیٹھے۔ نقصان دونوں بزرگ ہستیوں کا ہوا کہ پیر صاحب کو بھی لوگ وہابی کہنے لگے اور استاذی المکرم کو بھی گستاخ مصطفی کریم ﷺ کا درجہ دے دیا''۔(ارفع الدرجات، ص ۱۲، ۱۳)

ایک دوسرے کو وہابی وگستاخ عام لوگوں نے نہیں بلکہ جید بریلوی اکابرومشائخ نے کہا جس کا ریکارڈ ہم وقتاً فوقتاً اپنی اس کتاب ’’دفاع‘‘ کی سابقہ جلدوں میں بھی دیتے رہے اور ہمارے پاس محفوظ بھی ہے۔ بہرحال آپ حضرات اس سے اندازہ لگائیں کہ دونوں پیر نصیر الدین صاحب اور سیالوی صاحب کوئی معمولی لوگ نہ تھے اس مسلک کے جید اکابرومشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کے نام پر یہ لوگ ناز کرتے ہیں مگر ان کا یہ حال ہے کہ ایک تقریر پر تنازعہ کھڑا ہوا گھر کا جھگڑا تھا اور مشیروں کی کارستنائیوں کے سبب ایک دوسرے کو وہابی وگستاخ رسول ﷺ تک بنادیا۔

سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان بریلوی بھی تو کوئی معاذ اللہ وقت کا نبی نہ تھا بشر وانسان تھے ان پر تعصب وتکبر اور تکفیر میں جلد باز ہونے کی صفات سے متصف ہونے کی فرد جرم خود ان کے زمانے کے بریلوی مشائخ نے قائم کی تو آخر اس کی کیا ’’دلیل قطعی‘‘ ہے کہ خان صاحب بریلوی نے علمائے دیوبند پر فتوے کسی مشیر کے گمراہ کرنے یا کسی اور ذاتی غرض کیلئے نہیں لگائے؟

مفتی احمد علی سندیلوی لکھتا ہے:

’’مجھے خوب معلوم ہے کہ ہمارے یہاں کافر، گستاخِ رسول، گمراہ اور ضال مضل ہونے کا فتویٰ ہاتھوں ہاتھ لئے بانٹتے پھرتے ہیں، ان بے چاروں کو اتنا بھی یاد نہیں ہوتا کہ جس پر فتویٰ لگایا ہے دوسرے دن اپنی دنیوی غرض کی بنا پر اسی کو عاشق ومحب رسول بتاتے ہیں‘‘۔

(جلالی سوال جمالی جواب، ص ۵۳)

اب اندازہ لگائیں ایسے لوگوں کے فتووں اور اختلاف کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے دلائل کے میدان میں؟

بلکہ یہ تو وہ بدبخت فرقہ ہے جس کے کفر کے فتووں سے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی محفوظ نہیں چنانچہ مفتی غلام حسن قادری نے یہ انکشاف کیا کہ:

’’بڑے ہی افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سوال کی شکل میں میں نے لاہور کے تقریباً تمام مدارس (بریلوی) میں ایک فرضی سوال کی صورت میں بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ ’’مذکور فی السوال شخص کافر‘‘ ہے اور ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے۔ اگر میرا ذہن شریر وشرارتی ہوتا تو میں اگلے دن اشتہار شائع کرادیتا کہ لاہور کے تمام مفتیوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگادیا۔ (العیاذ باللہ)

بہرحال مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اور دین نے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضرور دیں اور خواہ مخواہ ہر کسی کو کافر بنانے کا وطیرہ ترک کریں اور اپنے جس نبی ﷺ کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کو نصیحت ہے۔ ساجد) تن من دھن کی بازی لگا رہے ہو ان کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا۔ آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرو نفرت نہ دلایا کرو۔

بہرحال ملاحظہ فرمائیں۔ اے مفتیان دین متین کتاب کا نام ہے۔

عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان للمورخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی بالقرقوقیه ۹۴۳ھ مؤلف السیرة الشامیة۔(سبل الھدی والرشاد فی سیرة خیر العباد)

فتویٰ بلا تبصرہ:

(ترجمہ) ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا جہنم سے نہیں ڈرتا، اور نہ خدا سے ڈرتا ہے مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سچا ولی اللہ ہے۔

اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کردی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے وہ خدا سے امید اور خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر ظلم سے ڈر نہیں کہ خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے۔مردار کھانا سے مراد مچھلی کھاتا ہے بغیر رکوع وسجدے والی نماز سے مراد نماز جنازہ ہے۔بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے الہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھے بغیر نبی ورسول مانتا ہے، حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد سے پیار کرتا ہے یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شئے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں، یعنی وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ ان کو۔تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں"۔

(ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۱۰ تا ۱۲)

اندازہ لگائیں کہ بقول ایک مستند بریلوی مفتی لاہور کے تمام بریلوی مدارس نے اس عبارت کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتوی لگادیا تھا اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر کہہ دیا۔جب تمام ہی مستند رضاخانی ادارے ایک غلط کفر کا فتوی جاری کرسکتے ہیں اور کفر کے فتوے میں اس قدر بے احتیاطی کرسکتے ہیں تو کیا خان صاحب کے دارالافتاء کیلئے معاذ اللہ آسمان سے وحی اتری تھی کہ اس کی کتاب حسام الحرمین منزل من اللہ ہے اسے ماننا ہی ایمان ہے اور اس کا منکر کافر ہے؟

تکفیر کے فتوے میں بے احتیاطی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو بریلوی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان ابن خان صاحب بریلوی سے ہندوؤں کے میلے ٹھیلوں میں جانے کے متعلق سوال ہوا تو جواب دیتے ہیں:

"ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام، حرام، اشد حرام، بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام ہے بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام۔۔ ان لوگوں پر توبہ وتجدید ایمان، تجدید نکاح لازم"۔(فتاوی مصطفویہ، ص ۹۶)

اب خان صاحب کی سنئے وہ کہتے ہیں:

"کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں"۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کا لڑکا اس قسم کے فتوے دے کر شریعت پر افتراء کرنے والا تھا۔غلام نصیر الدین سیالوی عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اول کے شروع میں لکھتا ہے کہ بیٹا وشاگرد اوروں سے اپنے باپ واستاذ کا مذہب زیادہ بہتر جانتا ہے تو بقول خان

صاحب بریلوی ان کا بیٹا شریعت پر افتراء کرتا تھا،مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے غلط فتوے دیتا تھا،اب اس نے یہ افتراء اور غلط فتنے باپ ہی سے سیکھے ہوں گے کیونکہ رضاخانیوں کا یہی نظریہ ہے کہ بیٹا باپ کے نقش قدم پر ہوتا ہے ۔تو ایسے لوگ جو شریعت پر افتراء کریں ناحق مسلمانوں کو کافر بنائیں ان کے فتووں کی کیا حیثیت؟ یہ تو رضاخانی مفتی اعظم ہند کا حال ہے تو آج کے چنڈوخانوں کے فتووں کا کیا حال ہوگا؟

ایک اور مثال ملاحظہ ہو رضاخانی فیض ملت مفتی جلال الدین امجدی نے ایک شعر کے متعلق فتوی دیا:

''شعر مذکور کفر ہے ناقل وشاعر دونوں پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں''۔

مگر رضاخانی فقیہ ملت شریف الحق امجدی اس فتوے کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''۔۔اس شعر کو کفر نہیں کہا جاسکتا اور نہ قائل پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم دیا جاسکتا ہے''۔(فتاوی شارح بخاری،ج۱،ص ۲۳۲)

یہ ہے ان مفتیوں کا حال جن کے فتوے علمائے دیوبند کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں اور پھر کہا جاتا ہے جو نہ مانے وہ بھی کافر۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو مولوی حشمت علی رضوی کو یہ لوگ ''مظہر اعلی حضرت'' کہتے ہیں یعنی جس نے اعلی حضرت کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھے اس نے کفر کے فتووں کا ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا بنام ''تجانب اہل سنت'' لکھا اسی طرح اپنے ہی مولویوں کے کفر پر ''ستر باادب سوالات'' نامی کتاب لکھی تفصیل جلد دوم میں گزر چکی،کیا رضاخانی ان کفر کے فتووں سے مکمل اتفاق کرتے ہیں؟ آج کے بعض رضاخانی کہیں گے یہ ان کا ذاتی موقف تھا ہم اس سے متفق نہیں یعنی انہوں نے کفر جیسے سنگین مسئلہ میں غلط فتوی دیا تو جب ''مظہر اعلی حضرت'' کے کفر کے فتووں کا یہ حال ہے تو ''اصلی اعلی حضرت'' کا اندازہ خود لگالیں۔

رضاخانی حجۃ الاسلام،غزالی ورازی اور فلاں فلاں اشرف سیالوی کہتا ہے:

''ہمارے لوگ مطالعہ کرتے کوئی نہیں اور فٹ گستاخی کے فتوے جڑ دیتے ہیں''۔(مجلہ حجۃ الاسلام نمبر ص ۱۹۱)

ایک اور رضاخانی اپنوں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سچ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اکثر بزرگ آپ کا موقف صحیح طور پر سمجھ ہی نہیں سکے اکثر نے تو آپ کی کتاب اور موقف کو پڑھنا ہی حرام سمجھا ہوا ہے اور بلاوجہ آپ پر فتوے لگاتے رہے ہیں''۔(مجلہ حجت الاسلام،ص ۲۱۹)

رضاخانی اختلاف کو پیدا کرنے اور پھر اسے ختم کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں ایک رضاخانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''جب قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے ''تحقیقات'' لکھی تو ہمارے قریب سے بعض علماء نے بہت شور مچایا اور چھوٹی چھوٹی رسالیاں چھاپ کر دارالعلوم سوہاوہ اور جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ بھیجتے رہے اور بعض مناظروں کے چیلنج ارسال کرتے رہے،ہم نے انہیں باادب عرض کیا کہ آپ کو ان سے اختلاف ہے تو آپ ان سے بیٹھ کر بات کرلیں ہم انہیں یہاں بلواتے ہیں یا آپ کو گاڑی میں ساتھ لے چلتے ہیں سرگودھا جاکر بات ہوجائے گی لیکن اکثر اہل علم کی جرات نہیں پڑتی تھی کہ حضرت کے روبرو بات کریں بلکہ وہ اعتراف کرتے کہ ہم تو ان کے سامنے طفل مکتب ہیں لیکن اعتراضات کرنے سے پھر بھی باز نہ آتے۔

ایسے لوگ بھی اعتراضات اٹھا رہے ہیں جن کو علم دین کے حروف تہجی الف ب سے بھی کوئی تعلق نہ تھا اور اپنے بہ زعم خویش سنی ہونے اور مسلک اہل سنت کی خدمت کے دعوے دار ہو کر آپ پر غلیظ فتوے لگاتے۔اس کیفیت میں بعض احباب نے یہ پروگرام بنایا کہ حضور شیخ الحدیث کے مشورے سے دارالعلوم رحمانیہ رضویہ سوہاوہ میں ایک نشست علماء کی رکھی جائے جس میں صرف علماء آئیں اور حضور اشرف العلماء

بھی تشریف لائیں اور وہ اپنا موقف بیان کریں اور اس کی وضاحت کریں اور علماء ان سے لکھ کر سوال کریں تاکہ علماء کی سرگودھا جانے کی زحمت بھی ختم ہو جائے اس پروگرام کیلئے سیکیورٹی کے اچھے انتظام کئے گئے تھے اور علماء کے علاوہ کسی کو داخلے کی اجازت نہ تھی اور دعوتی کارڈ مع انٹری کارڈ جاری کئے گئے۔ جونہی یہ کارڈز علماء کو ارسال کئے گئے تو کچھ صاحبان جبہ و دستار کو یہ محفل ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے شہر میں ایک طوفان برپا کرنے کی نویدیں سنائیں اور ہر قیمت پر اس پروگرام کو ختم کرنے پر زور دینے لگے ہم نے اس کے اغراض و مقاصد جو کارڈ پر بھی درج تھے بیان کئے لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ شیخ الحدیث صاحب قبلہ کو یہاں نہیں آنا چاہئے ان میں سے بعض احباب گوجرخان دینہ منگلہ سے بھی بھرپور دخیل تھے''۔ (مجلہ حجت الاسلام ص ۲۲۶، ۲۲۷)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''فقیر کی نگاہ اس وقت اپنے مسلک کے بعض علماء کی طرف گئی کہ دیکھو یہ دوسرے مسلک کا ہو کر کیسی عقیدت رکھتا ہے اور ہمارے اپنے کیا گل کھلا رہے ہیں۔ اختلاف کا اتنا بھونڈا طریقہ کہ عقل نفرت کھائے، دل بے زار ہو جائے، فہم فراست ان سے دور بھاگے، جنگ و جدل کا ماحول اور دوسرے کیلئے لوگوں کے دلوں میں عداوت پیدا کرنا یہ رویہ قابل مذمت ہے۔ اور ہمارے بزرگوں کا قطعا نہیں''۔

(مجلہ حجت الاسلام ص ۲۵۱)

رضاخانیوں نے یہ اصول گھڑا کہ جو نظریہ شاگرد، بیٹے، مرید کا ہو ہی پیر، باپ و استاد کا ہوتا ہے (دیکھو شروع عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اول) تو اب ہم اسی اصول پر کہتے ہیں کہ یہ سب بزرگ و مشائخ خان صاحب کے ماننے والے ہیں جب ان بزرگوں کا یہ حال ہے تو خان صاحب بریلوی میں سرخاب کے پر تو نہیں لگے ہوئے تھے؟ وہ بھی اسی تعصب فتنہ گری کے شوق میں ہر ایک کو کافر بنانے پر تلا ہوا تھا۔

نواب احمد رضا خان کی دیانت و امانت اور خدا خوفی کا کیا حال تھا؟ اس ایک واقعہ سے اندازہ لگائیں۔ ایک دفعہ خان صاحب کو ان کے پیر نے دو گروہوں کے درمیان ثالث اور حکم بنا کر فیصلے کا اختیار دیا، مگر افسوس کہ موصوف نے انصاف و دیانت کا خون کر کے اپنے پسند کے آدمی کے حق میں فیصلہ دے دیا، جس پر جھگڑا ختم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا، دونوں گروہ ان کے پیر صاحب کے پاس لڑتے جھگڑتے گئے اور اس غلط فیصلے سے اس قدر دلبرداشتہ تھے کہ پیر صاحب کے ادب و احترام کا بھی پاس نہ کیا اور اصل معاملہ دیکھ کر خود پیر صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ یہ فیصلہ غیر شرعی تھا ملاحظہ ہو:

''خان صاحب بریلی کے فیصلہ ثالثی پر (جو حضور اقدس قدس سرّہٗ کا مجوزہ تھا) ایک فریق نے عذرات کی اور گستاخانہ حملہ کیا (یہی کہا ہوگا کہ ہم نے آپ لوگوں پر اعتماد کیا اور آپ لوگوں نے ذاتی اثر ورسوخ اور اقرباپروری کا مظاہرہ کیا، ساجد) یہ حضور اقدس قدس سرہ کا ظرف عالی تھا کہ آپ نے فیصلے کو یہ فرما کر منسوخ فرمادیا کہ: ''واقعی فیصلہ شرعی نہیں ہے''۔ (تذکرہ نوری ص ۱۹۰)

اندازہ لگائیں جو خان صاحب بریلوی دو گروہوں کے درمیان فیصلہ میں شرعی حدود کو قائم نہ رکھ سکا اور غلط فیصلہ صادر کر دیا اس نے علمائے دیوبند کی تکفیر میں کس قدر دیانت و انصاف کا خون اور شریعت کے احکامات کو پامال کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

کسی کو کافر بنانے میں خان صاحب بریلوی کی ''عدم احتیاط'' کی ایک اور مثال رضاخانی کتب سے ''ایمان ابی طالب'' بھی ہے خان

صاحب چودہ صدیوں میں ہمارے مطالعہ کی حد تک وہ واحد شخص ہیں جس نے خواجہ ابوطالب کے کفر پر پوری کتاب لکھی مگر رضاخانی حجۃ الاسلام،اشرف العلماء،غزالی ورازی دوراں اشرف سیالوی اس پر سیخ پا ہو کر لکھتا ہے:

’’پھر جناب ابوطالب کے بارے میں بھی میرے کچھ ذہنی تاثرات ہیں میں اس بات کا قطعا قائل نہیں ہوں کہ ان کے بارے میں کفر کفر کے فتوے دئے جائیں ۔۔۔اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ نہ کافر کے فتوے لگاؤ نہ مومن کے دعوے کرو معاملہ اللہ پر چھوڑ دو‘‘۔

(فتاوی اشرف العلماء،ج۱،ص ۲۸)

اب ابوطالب کے کفر پر اور اسے کافر کافر کہنے پر خان صاحب نے پورا ایک تفصیلی فتوی لکھا جو بعد میں کتاب کی صورت میں شائع ہوا اس میں تو ان کا موقف خلاف احتیاط ہوگیا اور علمائے دیوبند پر صرف تین صفحات لکھے وہ وحی الٰہی ہوگیا؟؟اس باب میں علمائے دیوبند کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر یاللعجب !!!۔

رضاخانی مفتیوں کی کیا حالت ہے؟اس پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو ایک مفتی ہے ان کا نام ’’مفتی شریف الحق امجدی‘‘ ہے جو بیک وقت:

’’(۱)محدث (۲)مفسر (۳)شارح (۴)متکلم (۵)مناظر (۶)مدرس (۷)مصنف (۸)اصولی (۹)محقق (۱۰)مرشد (۱۱)مقرر (۱۲) مدبر (۱۳)ناقد (۱۴)مورخ (۱۵)سیاح (۱۶)مفتی‘‘۔تھے۔(فتاوی شارح بخاری،ج۱،ص ۲۰)

جس نے پچیس ہزار فتاوی بریلی قیام کے دوران تحریر فرمائے۔(فتاوی شارح بخاری،ج۱،ص ۸۰)جو صدر الشریعہ کا شاگرد جسے خان صاحب نے پورے ہند کیلئے قاضی مقرر کیا اور بریلوی مفتی اعظم ہند کا ’’معتمد خاص‘‘ تھا۔اس ’’گوہر نایاب‘‘ مفتی کا تعارف رضاخانی میڈان انڈیا شیخ الاسلام یوں کراتے ہیں:’’مفتی شریف الحق کی جہالت‘‘۔(لفظ کملی،ص ۷۲)

اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی ان کے ہاں مفتی ’’جاہل‘‘ ہی رہتا ہے تو ایسے لوگوں کے فتووں کا کیا اعتبار؟ کیونکہ خود رضاخانیوں نے یہ اصول نقل کیا:

’’پہلے ہم قارئین کرام کے سامنے دیوبند کے اس ’’حضرت اقدس،محدث کبیر،جلیل القدر صاحب قلم،فقیہ النفس،محدث دارالعلوم دیوبند، شارح حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں جن سے اس مفتی کی حیثیت واضح ہوجائے گی اور جب مفتی کی حیثیت واضح ہوگئی تو پھر اس کے فتوے کی حیثیت کو قارئین کرام خود جان لیں گے‘‘۔(کشف القناع،ج۱،ص ۲۵۱،۲۵۲)

مزید لکھتا ہے:

’’بدعتی اور شیعہ کا فتوی موصوف اہل سنت و جماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کر رہے ہیں؟‘‘۔

(کشف القناع،ج۱،ص ۲۶۴)

تو جب آپ کے مفتیوں کا حال یہ ہے اور وہ خود مسلمان نہیں تو ایسے جاہل،کافر،مرتد،گستاخان رسول ﷺ منکرین نبوت مصطفی ﷺ کے فتووں کو ہم پر کیوں تھوپ رہے ہیں؟

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو کہ بریلوی مفتیان و دارالافتاوں کے ہاں کفر کے فتوے کس طرح تیار کئے جاتے ہیں اور کسی کو اسلام سے کس طرح خارج کیا جاتا ہے؟ان لوگوں کے شیخ الاسلام نے اپنے ہی ہم مسلک خواجہ دین وملت،امام علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین کو اسلام سے نکالنے

کیلئے یہ سازش رچائی:

"ٹی وی کی تحقیق منظر عام پر آتے ہی مدنی گروپ میں ایک کہرام مچ گیا۔اور بعض روایت کے مطابق مدنی صاحب پر غشی پر غشی طاری ہونے لگی، اندیشہ تھا کہ کہیں ہارٹ اٹیک کے شکار نہ ہو جائیں۔میٹنگ بلائی گئی اور طے پایا کہ مدنی صاحب کو دلاسا دیا جائے اور سمجھایا جائے کہ ہم لوگ ایسی کاروائی کرنے والے ہیں کہ جس سے خواجہ صاحب کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔اگر ایسا کرنے میں ہم لوگ کامیاب نہ بھی ہو سکے تو کم ازکم ان کی کتاب کو بے اثر ثابت کرنے کیلئے ہم لوگ اہم اقدام کرنے والے ہیں اور پھر سوچ سمجھے پلان کے مطابق ٹی وی کی تحقیق، کی مختلف عبارتوں کا اقتباس دارالافتاؤں میں روانہ کر کے فتاوی حاصل کئے جانے لگے لیکن وہ فتاوے ان کے منشاء کے مطابق نہ ہوئے تو آخر میں یہ طے ہوا کہ اقتباس کے بجائے دوسری تدبیر کی جائے۔اور پھر اس طرح سوال مرتب کر کے جواب حاصل کیا گیا کہ شریعت مطہرہ کے بالمقابل نئی شریعیت کی داغ بیل ڈالنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟، دارالافتاؤں سے اپنے منشا کے مطابق جواب حاصل کرنے کے بعد مولوی ہاشمی صاحب نے اپنے شرارت پسند ذھن سے کھلا خط،اور بنام خیل اطہر رامپوری یہ پوسٹر شائع کیا کہ خواجہ صاحب نے مدنی میاں پر نئی شریعت کی داغ بیل ڈالنے کا الزام لگا دیا ہے۔اور نئی شریعت کی داغ بیل ڈالنے والا کافر ہے تو خواجہ صاحب نے الزام دینے میں مدنی صاحب کی تکفیر کی ہے۔اور کسی مسلم کی تحقیر کرنا خود کفر ہے لہذا خواجہ صاحب کافر ہیں۔اور پھر اپنی دیگر تحریروں میں خواجہ صاحب کی تکفیر کی خوب اشاعت کی اور تقریروں میں لوگوں کو ورغلایا اور برانگیختہ کیا کہ چونکہ خواجہ صاحب کافر ہو گئے اس لئے وہ واجب القتل اور مباح الدم ہو گئے جو بھی ان کو قتل کرے گا وہ ثواب پائے گا اور میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

(مدنی وہاشمی کا علمی وشرعی محاسبہ،ص ۳۱، ۳۲،از مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی،نوری دارالاشاعت یوپی)

رضا خانیوں نے یہ طریقہ واردات خان صاحب بریلوی سے سیکھا تھا اس نے بھی پہلے علمائے دیوبند کی عبارات سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک کفریہ ملغوبہ تیار کیا اور بعد میں یہ جھوٹ و پروپگینڈا شروع کیا کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند چونکہ گستاخ رسول ﷺ و کافر مرتد ہیں لہذا واجب القتل جو ان کو قتل کرے اسے جنت کی ضمانت۔

ہمارے اکابر کو رجوع نہ کرنے کا طعنہ دینا

رضا خانیوں نے اپنی کئی کتب میں علمائے دیوبند کو یہ طعنہ دیا کہ کفر کا فتوی کوئی معمولی فتوی تو نہیں، گستاخی رسول ﷺ کا الزام کوئی معمولی الزام تو نہیں، ان دیوبندیوں کی عبارات کوئی منزل من اللہ تو نہ تھیں آخر توبہ کر لیتے اس میں ان کی کونسی عزت کم ہو جانی تھی؟ اور یہ اختلاف ختم ہو جاتا۔مفتی منیب الرحمن صاحب کا روزنامہ دنیا ۶ جولائی ۲۰۲۰ء کے اخبار میں ایک کالم شائع ہوا جس کے آخر میں موصوف لکھتے ہیں:

"پاک وہند کے مسلمانوں کو چند عبارتوں نے ہمیشہ کیلئے تقسیم کر دیا ان کی تاویلیں پیدا کرنے میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں لیکن شاید ایسے ہی "خیر خواہ" ان کے ارد گرد تھے جنہوں نے شاید یہ باور کرایا ہو گا کہ اگر آپ ان عبارتوں کو بدل دیں گے تو اسے آپ کی شکست پر محمول کیا جائے گا اس سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا"۔

خدا جانے کے مفتی صاحب کا اشارہ کس طرف ہے ایک اہم دینی منصب پر بیٹھے شخص کو میرے خیال میں یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اشاروں کنایوں میں بات کرے اور وہ بھی ایسی بات جس کا نہ سر ہو نہ پیر۔مفتی صاحب اپنے زعم میں بریلوی مکتبہ فکر کے سب سے بڑے مسند افتاء پر

بیٹھے ہوئے ہیں کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو یہ قیاس ارائیاں کی ہیں یہ کس دلیل کی بنیاد پر؟ بہرحال اگر اشارہ علمائے دیوبند کی طرف ہے تو مفتی صاحب! خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہیں کہ ان عبارات میں کوئی گستاخی نہ ہونے کے باوجود بھی کیا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تبدیل نہ کر دیا؟ کیا آپ کی جانب سے اختلاف ختم ہوگیا؟ بلکہ الٹا کہا گیا کہ انہوں نے اپنے ’’کفر پر رجسٹری‘‘ کر دی (معاذ اللہ) ۔تو اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ اس افتراق و انتشار کا اصل سبب و محرک کون لوگ ہیں؟

اس موقع پر اب یہی سوال ہمارا رضاخانیوں سے ہے ۔اشرف سیالوی کے مخالف گروپ کا دعوی ہے کہ اشرف سیالوی منکر نبوت تھا اس کا بیٹا نصیر الدین سیالوی بھی اسی عقیدے پر مرا۔یہی دعوی جلالی کا مولوی سعید اسد کے متعلق ہے ۔لیکن اشرف سیالوی بغیر توبہ کے اس دنیا سے چلا گیا اس کے خلاف کتب لکھی گئیں،مناظرے کے چیلنج کئے گئے مگر اس نے اپنے موقف سے ہٹنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میرے یہ مولوی میری شہرت سے جلتے ہیں مجھ سے حسد کرتے ہیں میرا موقف دلیل کی بنیاد پر ہے میں کیوں رجوع کروں؟

ابھی حال ہی میں یہی صورتحال ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے ساتھ پیش آئی کئی رضاخانی مولویوں نے اسے رجوع و توبہ کا کہا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرا موقف جب شریعت کے مطابق ہے تو میں کیوں رجوع کروں؟۔دلچسپ بات یہ کہ اپنے موقف پر اس نے زبردست دلائل بھی دئے جس کا جواب دینے کی جرات یہ سطور لکھے جانے تک کسی رضاخانی کو نہ ہوئی۔

پس یہی سوچ ہمارے اکابر کی تھی کہ بات رجوع کرنے کی نہیں،بات عبارات کے منزل من اللہ ہونے کی نہیں معاذ اللہ۔بات تو نواب احمد رضاخان کی جہالت،ضد وتعصب کی ہے ۔جب ان عبارات میں کوئی شائبہ بھی گستاخی کا نہیں تو ہم بھلا کسی کی ضد میں کیوں ایک صحیح موقف سے رجوع کر کے خود کو عوام میں مشکوک بنائیں؟ رضاخانیوں کے فتووں سے تو نہ اپنے بچے نہ پرائے ۔کس کس بات سے کون کون توبہ کرے گا؟ کل کو اسی توبہ و رجوع کو اپنی حقانیت کی دلیل بنالیں گے یا پھر کوئی نیا محاذ کھول دیں گے ۔اور ہمارا یہ تجزیہ رضاخانی کتب کے مطابق ہے چنانچہ رضاخانیوں کے فتاوی فیض رسول میں ہے:

’’پھر اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو اور اپنے سنی ہونے کا اعلان کرتا ہو اسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ اسے زمانہ دراز تک معزول رکھیں اور اسکے احوال کو بغور دیکھیں اگر وہ ثابت قدم رہتا ہے تو اسکو امام بنایا جاسکتا ہو‘‘ (فتاوی فیض رسول جلد ۱ ص ۲۸۷)

مزید یہ مفتی لکھتا ہے:

’’سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب صبیغ تمیمی سے جس پر بحث متشابہات کے سبب بدمذہبی کا اندیشہ تھا اس نے شدید توبہ کر لی تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اسکے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو عیادت نہ کریں مر جائے تو جنازہ پر حاضر نہ ہوں تو اس حکم کی تعمیل میں ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر وہ سو آدمی بیٹھے ہوتے وہ آجاتا تو لوگ متفرق ہوجاتے حالانکہ وہ بہت پہلے توبہ کر چکا تھا پھر جب حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو مطلع کیا کہ اب اسکا حال اچھا ہو چکا ہے تو آپ نے صبیغ کے ساتھ لوگوں کو اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی‘‘۔(فتاوی فیض رسول جلد ۱ ص ۲۸۸)

یعنی توبہ کے بعد بھی اس بیچارے کی خیر نہیں اور وہ رضاخانیوں کے ہاں مشکوک ہی رہے گا جب تک ایک زمانہ طویل تک علمائے دیوبند کو گالیاں نہ دیتے رہے ۔ایسے ماحول میں توبہ کے مطالبہ کی کیا وقعت؟

اسی فرقے کے بانی نواب احمد رضاخان کہتے ہیں:

’’عرض: یہ دعا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: وہابیہ کیلئے دعا فضول ہے ثم لایعودون ان کیلئے آچکا ہے وہابی کبھی لوٹ کرنہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا‘‘۔(ملفوظات، حصہ دوم،ص ۲۸۶)

جب آپ کے مذہب میں معاذ اللہ وہابیوں کی قسمت میں ہدایت و توبہ کی توفیق ہی نہیں تو جن سے آپ توبہ ورجوع کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ تو بقول آپ کے وہابیوں کے پیشوا اور اصل فسادی تھے وہ کیسے توبہ کر سکتے ہیں؟

یہاں سے آپ خان صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ ازلی جہنمی کی ہدایت کی دعا سے بھی شریعت نے منع نہیں کیا حضور ﷺ ابوجہل جیسے فرعون امت کیلئے ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے مگر خان صاحب کا تو مذہب ہی نرالا ہے۔ایسے آدمی سے انصاف،خیر،اتحاد کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ جب توبہ کی توفیق ہی نہیں اور توبہ کے بعد بھی شک وشکوک اور اعتماد کا فقدان اور سنی مسلمان سمجھنے سے گریز تو توبہ کا مطالبہ محض عوامی ہمدردی حاصل کرنے کے ایک ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں۔

ایک اور دلچسپ سوال

۲۸ جون ۲۰۲۰ء کو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے ایک ویڈیو بیان اپلوڈ کیا جس کا عنوان تھا:

Maulana Saeed Asad se Chand Khari Khari Batem

اس میں موصوف کہتے ہیں کہ امام المناظرین مولانا سعید اسد اسی طرح علامہ سعید ارشد کاظمی صاحب نے میرا موقف سمجھے بغیر ہی میرے خلاف بیانات وتحاریر دینی شروع کر دی ہیں جس سے ہزاروں لوگ گمراہ ہوئے اور افسوس کہ انہیں اب تک رجوع کی توفیق نہیں ہوئی (یہ رجوع والی بات دوسرے بیان میں ہے)۔

سوال یہ ہے کہ اس جدید دور میں جہاں ہر ایک کے پاس موبائل فون ہے ایک بٹن دبانے پر ہر ایک کے ساتھ رابطہ کیا جاسکتا ہے اور موقف لیا جاسکتا ہے اس دور میں بھی اگر جید بریلوی اکابر بلکہ ’’امام المناظرین‘‘ تک کو غلط فہمی ہو سکتی ہے مگر اپنی ذاتی شہرت وانا کی وجہ سے وہ رجوع نہیں کرتے تو آخر اس کی کیا دلیل ہے کہ خان صاحب بریلوی کو علمائے دیوبند کی عبارات سمجھنے میں غلطی و دھوکا نہیں ہوا یا اس نے سمجھنے میں دھوکا دہی وتعصب سے کام نہیں لیا اور حقیقت یہ ہے کہ اسے اپنے اس فراڈ کا بخوبی علم تھا اس لئے اس نے ساری زندگی ’’الشہاب الثاقب‘‘ کی تردید نہیں کی اور نہ دوبارہ حرمین شریفین جانے کی جرات کر سکا مگر اپنی ذاتی انا،تکبر اور حسد کی آگ میں جل بھننے کی وجہ سے خدا خوفی کو سامنے رکھ کر توبہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

کیا تاریخ میں پہلی دفعہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند پر کفر کے فتوے لگے؟

سادہ لوح عوام کو ورغلانے کیلئے رضاخانی یہ شوشہ بھی چھوڑتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے کفر کے فتوے کوئی معمولی نہ تھے، اکابر دیوبند پر کفر کے فتوے کوئی معمولی نہ تھے یقینا انہوں نے کچھ نہ کچھ کیا ہوگا تو کفر کے فتوے لگے۔اسی طرح رضاخانی معصوم بن کر آپ سے پوچھیں گے کہ آخر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ احناف پر ہی یہ فتوے کیوں لگے؟ آخر انہوں نے بھی تو معاذ اللہ کچھ کیا ہوگا؟ ایسے تو کوئی پاگل نہیں کہ خواہ مخواہ مستند علما ومشایخ پر کفر جیسے سنگین الزام وفتوے لگادے؟

(۱) اس کے جواب میں عرض ہے کہ علمائے اہل سنت دیوبند اہل سنت کا وہ پہلا طبقہ نہیں جس پر مخالفین کی طرف سے اس قسم کے سوقیانہ وکفریہ الزامات لگائے گئے ہیں۔عقیدہ کے پہلے امام امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر ابوالحسن بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز الاھوازی نے ایک کتاب ”مثالب ابن ابی بشر“ لکھی اور اس کتاب میں امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کو: معاذ اللہ

(۱) گمراہ۔

(۲) زندیق۔

(۳) منافق کہ انہوں نے صرف زبان سے اعتزال سے توبہ کی ہے دل سے اب بھی معتزلی ہیں معاذ اللہ۔

(۴) لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اصل میں نماز کے چور ہیں۔

(۵) یہودالنسل ہیں۔معاذ اللہ

(۶) ملحد ہیں۔

(۷) مناظرے سے فرار ہونے والاقلیل العلم ہے۔

(۸) اللہ کی رحمت سے مایوس ولعنت کا مستحق قرار دیا۔

معاذ اللہ۔(یاد رہے کہ کم وبیش یہی الزامات جناب نواب احمد رضاخان بریلوی نے علمائے اہل سنت پر لگائے ہیں) اھوزی مرحوم کی اس کتاب سے ایک طوفان برپا ہوگیا بالآخر حافظ الدین والدنیا امام ابن عساکرؒ (متوفی ۵۷۱ھ) میدان عمل میں آئے اور ”تبیین الکذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری“ جیسی مایہ ناز کتاب لکھی۔

(۲) امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کی دنیا معترف ہے لیکن ان کے بارے میں مورخ ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةَ عَشْرٍ وَّ ثَلَاثِ مِئَةٍ ...و فی ھذہ السنۃِ تُوُفِّیَ محمدُ بنُ جریر الطبریُّ صاحبُ تاریخ، ببغداد و مولدُہٗ سنۃَ اربع و عشرین و دُفن لیلا بدارہ لان العامَّۃَ اجتَمَعَتْ و مَنَعَتْ دَفْنَہ نِہاراً وادَّعَوْا علیہ الرِفْضَ وَالْاِلْحَادَ وَ کَانَ عَلِیُّ بْنُ عیسی یَقُول واللہِ لَوْسُئِلَ ھولآء عن مَعْنِ الرفضِ والالحادِ مَاعَرَفُوْہُ وَلَافَھِمُوْہُ (الکامل فی التاریخ، ج۶،ص ۶۷۹)

(خلاصہ) اس سال محمد بن جریر طبری فوت ہوئے ان کو ان کے گھر ہی پر رات کے وقت دفن کیا گیا کیونکہ عام لوگوں نے جمع ہوکر مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کرنے سے منع کر دیا تھا کہ معاذ اللہ یہ آدمی رافضی وملحد ہے۔حضرت علی بن عیسی فرماتے ہیں کہ خدا کی

قسم اگر ان الزام تراشیاں کرنے والوں سے رفض والحاد کا معنی پوچھ لیا جائے تو اس کی تعریف تک نہیں آتی (اور اتنے جلیل القدر امام پر یہ الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ یہی حال آج کم وبیش جماعت رضائیہ کا ہے کہ اگر ان سے ''گستاخی'' کی تعریف پوچھ لی جائے تو وہ تک بتلانے سے قاصر ہیں لیکن اپنے ہر مخالف کو گستاخ رسول ﷺ ثابت کرنے کو عین دین واسلام بنایا ہوا ہے)

(۳) امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۳) نے ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے حوالے سے اس پر بڑی تفصیل سے کلام کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الوفات میں ملحدین نے ان کے تکیہ کے نیچے انہی کے متعلق گمراہ کن عقائد لکھ کر رکھ دئے اگر ان کے طلبا کو امام صاحب کے عقائد کا تفصیلی تعارف نہ ہوتا تو ان اوراق کی وجہ سے ایک خلق کثیر گمراہ ہو جاتی۔

فرماتے ہیں شیخ الاسلام مجدالدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب القاموس ان کی طرف ایک کتاب منسوب کی گئی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں تھی اور اس کتاب میں امام صاحب پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے جب ابو بکر الخیاط الیمنی کو اس کا پتہ چلا تو انہیں خط لکھا کہ آپ کو شرم نہیں آتی اتنے بڑے امام کے خلاف اتنی رکیک کتاب لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا واللہ یہ مجھ پر جھوٹ ہے یہ کتاب جہاں ملے جلا دو یہ میری کتاب نہیں۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء علوم الدین میں تحریف کی گئی خوش قسمتی سے قاضی عیاض کو اس نسخے کا پتہ چل گیا اور اسے جلانے کا حکم دیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ ان کم بختوں نے یہی کام میرے ساتھ کیا میری کتاب ''البحر المورود'' میں گمراہ کن عقائد داخل کر کے اس کتاب کو میری طرف منسوب کر کے مکہ ومصر کے علاقوں میں تین سال تک پھیلاتے رہے۔ میں نے اپنی کتاب میں ان عقائد سے برات کا اعلان کیا اور اپنی کتاب کو وقت کے جید علما کی طرف تقاریظ کیلئے بھیجا سب نے میری تائید کی جس کے بعد بعض حاسدین نے یہ مشہور کر دیا کہ مصر کے علما نے اپنی تائیدات سے رجوع کر لیا جس کے بعد میں نے دوبارہ ان علما کی طرف اپنی کتاب بھیجی اور سب نے زور وشور سے میری تائید کی۔ (ملاحظہ ہو الیواقیت والجواھر، ج ا ص ۲۳)

یہی کام خان صاحب بریلوی نے کئے فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جعلی فتوی منسوب کیا علمائے دیوبند سو سال سے کہتے کہتے تھک گئے کہ یہ فتوی جعلی ہے اس کا ثبوت دو مگر مجال ہو جو شرم وحیا آئے اور اس جھوٹ کو تسلیم کریں۔

مزید لکھتے ہیں:

''سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ جیسے صحابی جو یک از عشرہ مبشرہ تھے کہ بارے میں کوفہ کے بعض جاہل لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شکایت کی کہ نماز صحیح طرح نہیں پڑھتے معاذ اللہ۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر کھولتا ہوا پانی نماز کے دوران ڈالا گیا کہ یہ ریاکاری کیلئے نماز پڑھتے ہیں (معاذ اللہ) جب نماز ختم کی تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس ظلم کے بارے میں بتلایا گیا تو فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور ایک زمانے تک ان کو سر اور چہرے پر اس سے تکلیف ہوتی رہی۔

ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو سات دفعہ علماء کی ہی ایک جماعت کے کہنے پر بسطام سے نکالا گیا۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو بغداد میں ہتھکڑیوں سے جکڑ کر لایا گیا اور ایک پوری جماعت ان کے ساتھ یہ گواہی دینے آئی کہ یہ معاذ اللہ زندیق ہو چکا ہے۔

سھل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کو شہر سے نکالا گیا اور وہ بیچارہ بصرہ دوڑے یہ الزام لگا کر کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور وہ اس امامت و

مقام ومرتبہ کے باوجود دوبارہ اپنے شہر کی طرف نہ لوٹ سکے اور بصرہ ہی میں فوت ہوئے۔

اسی طرح جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ پر توحید پر گفتگو کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ کفر کے فتوے لگائے گئے۔

محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس لئے شہر سے نکالا گیا کہ وہ صفات باری تعالی پر مشتمل آیات میں تاویل کے قائل نہ تھے تو جب لوگوں نے ان کو نکالنا چاہا تو کہا کہ میں اس وقت تک شہر سے نہیں نکلوں گا جب تک تم میرے گلے میں ایک رسہ نہ ڈال دو اور بازار میں یہ منادی کردو کہ یہ ایک بدعتی ہے تو ان بدبختوں نے ایسا ہی کیا۔جس پر شیخ محمد بن فضل البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بددعا دی: اے اہل بلخ تمہارے دلوں سے اللہ نے معرفت کا نور نکال دیا" اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بلخ سے کبھی کوئی صوفی نہیں پیدا ہوا۔

اسی طرح باوجود امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علمی وطول مجاہدات کئی دفعہ کفر کا فتوی لگایا گیا۔اسی طرح ابو بکر نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی گئی سلطان کے سامنے کہ یہ زندیق ہو چکا ہے اور سلطان وقت نے ان کو سلاخوں سے داغنے کا حکم دیا۔

شیخ نسیمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے مخالفین نے نقل کفر کفر نہ باشد حلب میں ایک کاغذ پر قل ھو اللہ احد لکھی اور موچی کے پاس گئے کہ یہ محبت کا تعویذ ہے اسے چپل میں سے دیں ہم نے محبوب کو پہنانا ہے موچی نے ایسا ہی کر دیا اس کے بعد نسیمی کے پاس جوتا لائے اور کہا یہ ہماری طرف سے ہدیہ اسے پہن لیجئے اس بیچارے کو کیا علم تھا پہن لیا اور فوراً حلب کے نائب امیر کے پاس گئے کہ ہمیں صحیح سند کے ساتھ یہ بات پہنچی کہ شیخ ایک ایسا جوتا پہنتا ہے کہ جس کے اندر قل ھو اللہ احد لکھی گئی ہے اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں تو ہمارے ساتھ اپنے کارندے بھیج دیں۔امیر کے کارندے فوراً روانہ ہوئے اور جب شیخ کو پکڑ کر ان کا جوتا کھولا گیا تو ایسا ہی تھا جیسا کہا گیا۔اس پر بیچارے نسیمی خاموش رہے کہ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اب موت یقینی ہے۔

اندازہ لگائیں کہ جب مخالفین کسی کی مخالفت میں اس حد تک گر سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر جعلی فتوی منسوب کر دیا یا عبارات کو آگے پیچھے کر کے کفر بنا دیا تو کونسے تعجب کی بات ہے؟

اسی طرح شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ پر زندیقیت کا الزام لگایا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔شیخ عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتوی لگایا گیا یہاں تک کہ ان کو ایک مجلس کرنی پڑی جس میں اپنی صفائی دی جس کے بعد سلطان اس کا معتقد ہوا۔

بلکہ شیخ تاج الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام پر پر کفر کا فتوی لگایا گیا اور ان کے خلاف لوگ کھڑے کئے گئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ زنا ولواطت کو جائز سمجھتا ہے شراب کو حلال کہتا ہے اور رات کے وقت زنار باندھتا ہے۔جس کے بعد انہیں گرفتار کر کے شام سے مصر لایا گیا شیخ جمال الدین اسنوی نے ان کے قتل کا فتوی دیا جس کے بعد کچھ شیوخ کھڑے ہوئے اور انہیں اس عذاب سے بچایا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر ص ۳۳ تا ۳۶)

اگر اتنے بڑے شیخ پر اتنے سنگین الزام لگ سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر علمائے دیوبند پر یہ الزام لگا دیا کہ معاذ اللہ، اللہ کو بالفعل کذاب کہتے ہیں، ختم نبوت کے منکر ہیں نبی کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قصہ مختصر یہ مذموم حرکتیں ہر دور میں اہل حق کے ساتھ باطل نے کی ہیں کہ جن کفریہ عقائد سے وہ خود بیزار، ساری عمر ان عقائد کا رد کرتے رہے وہی چیزیں ان کی طرف منسوب کر دیں۔خان صاحب کی طرف سے ہمارے اکابر کے ساتھ یہ حرکت تو ہمارے اکابر کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

جہاں تک علمائے حرمین کے کفر کے فتووں کی بات ہے تو وہ ہم دفاع کی پچھلی جلدوں میں واضح کر چکے ہیں کہ وہ فتوے تو خان صاحب اور ان کی کتب پر بھی لگے مگر رضا خانیوں نے تسلیم نہیں کیے۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بقول رضا خانی علمائے حرمین کے فتوے لگائے مگر خان صاحب نے تسلیم نہیں کیے اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کے زمانے میں ایک خان ہی نے جعلی فتوے تیار کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف کفر کے فتوے لیے اور یہ پروپگینڈا اس قدر شدید کیا گیا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا شکار ہو گئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کر دی۔ چنانچہ پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:

''علمائے حجاز سے کفر کے فتوے لگائے گئے ایک دو نہیں ایک ساتھ ۱۷۔۔۔سیلاب مخالفت کچھ اتنا شدید تھا کہ اس کا زور تقریباً ایک صدی تک قائم رہا''۔۔۔(سیرت مجدد الف ثانی ،ص ۲۷۹،مدینہ پبلشنگ کراچی)

پھر علمائے حرمین نے اکابر دیوبند پر نہیں بلکہ اس کفری مفہوم پر فتوے لگائے جو خان صاحب نے ان کے سامنے پیش کیے اسے تو ہم بھی کفر کہتے ہیں۔ ماقبل میں تو ہم نے اہل باطل کی طرف سے اہل حق پر چند فتاوی کا ذکر کیا تھا۔ اب خود اہل حق پر اہل حق کی طرف سے کفر کے فتووں کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

۱-۲-فرعون اور ابن عربی کی تکفیر

فرعون کا کفر کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ فرعون کا شمار ان بدنصیبوں میں ہوتا ہے جو کافر ہی نہیں کفر کا استعارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیت ومسیحیت بھی اس کے کفر پر متفق ہیں اور ایک عام انسان بھی فرعونیت کو کفر وبغاوت کا دوسرا نام سمجھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)، جو اصحاب سلوک ومعرفت کے یہاں امام المکاشفین اور کثیر علماء اہل سنت کے نزدیک قابل احترام بلکہ واجب توقیر ہیں، فرعون کے کفر کے قائل نہیں ہیں۔ فرعون نے ڈوبتے ہوئے کہا تھا:

میں اس بات پر ایمان لایا کہ سوائے اس ذات کے کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس:۹۰)

اس طرح کی آیات نے شیخ محی الدین ابن عربی کو فرعون کی تکفیر سے روک دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

فرعون نے جب حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا تو اس وقت اس کی بیگم- جن کو اللہ تعالیٰ نے عطائے کمال کے لیے پیدا کیا تھا، جیسا کہ اس کی شہادت ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ملتی ہے کہ انہیں اور مریم بنت عمران کو وہ کمالات حاصل ہوئے جو مردوں کے ساتھ مختص ہیں-نطق الٰہی سے بول پڑیں: یہ میری اور تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ۔ (قصص:۹)

چناں چہ حضرت موسیٰ سے ان کی آنکھ اس طور پر ٹھنڈی ہوئی کہ ان کو وہ کمالات حاصل ہوئے جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے اور فرعون کی آنکھ اس طور پر ٹھنڈی ہوئی کہ ڈوبتے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے دولت ایمان سے سرفراز کیا اور اسے طاہر ومطہر اور بے عیب اس دنیا سے اٹھایا؛ کیوں کہ ایمان لانے کے بعد اور اللہ کی جانب سے موت دیے جانے سے قبل اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اسلام ماقبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عنایت خاص کی آیت وشہادت بنا دیا تا کہ اللہ کی رحمت سے کوئی مایوس نہ

ہو۔(۱)

شیخ ابن عربی کی اس رائے کے برخلاف چوں کہ علماے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ فرعون نے اس وقت ایمان کا اقرار کیا جب عالم غیب اس پر کھل چکا تھا اور موت بالکل سامنے تھی ۔گویا فرعون حالت غرغرہ یا حالت یاس/ باس میں ایمان لایا تھا اور اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ۔اس وقت تو ہر بڑے سے بڑا کافر خدا کی ذات وصفات پر ایمان لے آتا ہے، مگر اس کا کیا حاصل؟ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (غافر:۸۵)

ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے لیے نافع نہیں ہوگا۔یہی اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں رائج ہے اور یہیں منکر خسارے اٹھاتے ہیں۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ (نساء:۱۸)

ان لوگوں کے لیے توبہ نہیں ہے جو گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب موت ان میں سے کسی کے سامنے آجاتی ہے تب وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کررہا ہوں۔

شیخ ابن عربی کی رائے پر علما کے مختلف ردعمل سامنے آئے اور انہوں نے مختلف نظریات پیش کیے، مثلاً:

پہلا نظریہ

کسی نے کہا کہ شیخ ایک اجماعی عقیدے کی مخالفت کی وجہ سے بدترین کفروزندقہ میں مبتلا ہیں ۔اس خیال کے حامل شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) اور ان کے ہم خیال علما ہیں شیخ ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

فرعون نے کفر کیا اور اس کی موت حالت کفر میں ہوئی۔مسلمانوں کے یہاں اس کا جہنمی ہونا ضروریات دین سے ہے، بلکہ دین یہود اور دین نصاریٰ میں بھی ضروریات سے ہے، چوں کہ ان تینوں مذاہب کے ماننے والے اس بات پر متفق ہیں کہ فرعون دنیا کا سب سے بڑا کافر ہے۔۔۔۔بلکہ مسلمان اس بات پر بھی متفق ہیں کہ فرعون کو مومن کہنے والے تو الگ رہے، جو اس کے کافر اور جہنمی ہونے میں توقف کرے، لازم ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔پھر اگر وہ توبہ کرلے تو بہتر ہے بصورت دیگر اسے کفر وارتداد کے سبب قتل کردیا جائے۔۔۔۔یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ کے مصنف کے متبع ،نظریۂ حلول واتحاد کے حامل اور ہم نوا ہی وہ لوگ ہیں جو فرعون کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی موت حالت ایمان میں ہوئی۔اس کو ڈبونا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبول اسلام کے وقت کافر کو غسل دینا۔وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو فرعون

---

(۱) فصوص الحکم، فص حکمة علویة فی کلمة موسویة، ۲۰۱

کے کفر پر دلالت کرتی ہو۔(۱)

دوسرا نظریہ

ایک طبقۂ علما نے کہا کہ فصوص کی عبارت میں مخالفین اسلام نے تحریف و تدلیس کی ہے۔ یہ شیخ ابن عربی کا موقف نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ شیخ نے خود فتوحات مکیہ کے اندر فرعون کی تکفیر کی ہے اور اسے جہنم کے پست ترین طبقے میں شمار کیا ہے۔ اس طبقے کی پیشوائی امام عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ/ ۱۵۶۵ء) کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

منکرین کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ شیخ نے ایمان فرعون کی مقبولیت کا قول کیا ہے، جو کہ شیخ کے او پر سراسر تہمت و افترا ہے۔ شیخ نے خود فتوحات کے باب نمبر ۶۲ میں صراحت کی ہے کہ فرعون ان جہنمیوں میں سے ہے جو ہمیشہ ہمیش جہنم میں ہی رہیں گے اور فتوحات شیخ کی آخری تالیفات میں سے ہے، شیخ نے اپنی موت سے تقریباً تین سال پہلے اس کو لکھا۔(۲)

علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) بھی تقریباً اسی رائے کے حامی ہیں۔ آپ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

فرعون کی تکفیر پر علمائے اسلام کا اجماع ہے، جیسا کہ ترمذی نے سورۂ یونس کی تفسیر میں یہ بات نقل کی ہے، اگر چہ امام عارف محقق سیدی محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فصوص میں اس کی مخالفت کی ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی [۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء] نے زواجر میں لکھا ہے کہ ہم اگر چہ اس کے قائل کی جلالت شان کے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ بات مردود ہے، کیوں کہ عصمت صرف انبیا کو حاصل ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ شیخ نے اپنی دوسری کتاب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ جہنم میں ہے اور جب ایک ہی امام کے اقوال مختلف ہو جائیں تو اس کے اس قول کو لیا جائے گا جو ظاہر دلائل کے موافق ہو اور اس کے خلاف قول کو ترک کر دیا جائے گا۔(۳)

حافظ عراقی کو بھی اسی گروپ میں شامل کرنا چاہیے جو فتوحات اور فصوص کو کفریات سے لبریز بتاتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ ابن عربی کو کھل کر کافر نہیں کہتے۔ اس کے بجائے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارات فی الواقع انہی کی ہیں اور وہ مرتے دم تک اس پر قائم رہے تو وہ یقینی طور پر کافر اور دائمی جہنمی ہیں۔ تاہم میں انہیں کافر نہیں کہتا کیوں کہ میرے نزدیک ان سے ان کلمات کا صدور اور ان پر ان کا قائم رہنا

---

(۱) كفر فِرْعَوْن، وَمَوته كَافِرًا، وَكَونه من أهل النَّار هُوَ مِمَّا علم بالاضطرار من دين الْمُسلمين، بل وَمن دين الْيَهُود وَالنَّصَارَى، فَإِن أهل الْملَل الثَّلَاثَة متفقون على أَنه من أعظم الْخلق كفرا ۔۔۔۔ وَلِهَذَا كَانَ الْمُسلمُونَ متفقين على أَن من توقف فِي كفره وَكَونه من أهل النَّار فَإِنَّهُ يجب أَن يُسْتَتَاب، فَإِن تَابَ وَإِلَّا قتل كَافِرًا مُرْتَدا، فضلا عَمَّن يَقُول إِنَّه مَاتَ مُؤمنا ۔۔۔ وَالْمَقْصُود هُنَا أَن هَؤُلَاءِ الاتحادية من أَتبَاع صَاحب "فصوص الحكم" وَصَاحب "الفتوحات المكية" وَنَحْوهم، هم الَّذين يعظمون فِرْعَوْن، وَيدعونَ أَنه مَاتَ مُؤمنا، وَأَن تغريقه كَانَ بِمَنْزِلَة غسل الْكَافِر إِذا أسلم، وَيَقُولُونَ: لَيْسَ فِي الْقُرْآن مَا يدل على كفره. (جامع الرسائل: ۱/ ۲۰۷-۲۰۳، رِسَالَة فِي الرَّد على ابْن عَرَبِيّ فِي دَعْوَى إِيمَان فِرْعَوْن)

(۲) الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، فصل دوم، ص: ۳۳- امام شعرانی کا یہ دعویٰ اس سے رد ہو جاتا ہے کہ خود فصوص کے اندر فتوحات کا حوالہ موجود ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتوحات پہلے کی ہے اور فصوص اس کے بعد کی ہے۔ لکھتے ہیں: ص: قد بيناهذا في الفتوحات المكية- دیکھیے (فصوص الحکم، فص حکمۃ نفثیۃ فی کلمۃ شیثیۃ)

(۳) ردالمحتار على الدر المختار: ۴/ ۲۳۱، كتاب الجهاد، مَطْلَبٌ تَوْبَةُ الْيَأْسِ مَقْبُولَةٌ دُونَ إيمَانِ الْيَأْسِ

ثابت نہیں ہے۔ ہاں! ہم ان کلمات اور عقائد کو ضرور کفریہ کہتے ہیں۔(۱)

تیسرا نظریہ

ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ فرعون کے کفر پر مرنے کی بات اپنی جگہ مسلم ہے اور اس کے ساتھ شیخ ابن عربی کی بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ دونوں باتوں میں تطبیق یوں ہے کہ یہ بات تو اصلاً نص سے ثابت ہے کہ فرعون ڈوبنے سے پہلے ایمان لایا تھا،لیکن عام علما اسے اس لیے رد کرتے ہیں کیوں کہ وہ حالت یاس کا ایمان ہے اور حالت یاس کا ایمان علما کے نزدیک معتبر نہیں، جب کہ بعض صوفیہ کے یہاں معتبر ہے،شیخ ابن عربی بھی انہیں میں شامل ہیں،اس لیے انہوں نے ایمان فرعون کو معتبر قرار دیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں ایک قول امام مالک کا بھی نقل کیا جاتا ہے جس کا کوئی حوالہ نہیں ہے،البتہ قاضی عبدالصمد حنفی (وفات: بعد ۴۳۰ھ/ ۱۰۳۹ء) جو امام ابن عربی سے سو سال پہلے کے ہیں،انہوں نے لکھا ہے کہ اہل تصوف کے یہاں حالت یاس کا ایمان معتبر ہے۔اس تناظر میں کفر فرعون کے سلسلے میں دعویٔ اجماع پر سوال قائم ہو جاتا ہے۔

ہاں! یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمیں یہی تسلیم نہیں کہ جسے انہوں نے صوفیہ کا مذہب کہا ہے وہ واقعی مستند اور مجتہد صوفیہ کی رائے ہے بھی؛ کیوں کہ یہ خیال عام دلائل کے خلاف ہے،لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ محقق صوفیہ کا یہ مذہب ہو۔

اس کا ایک دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ کفر فرعون پر جو اجماع ہے وہ اس تناظر میں ہے کہ وہ صحیح طور سے اللہ پر ایمان نہیں لایا، بلکہ یونہی تقلیدی طور پر ایمان لے آیا، جس کا اظہار اس کے اس قول سے ہوتا ہے: آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ۔ میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل کا ایمان ہے۔ یا بطور تنزل یہ کہا جائے کہ وہ اللہ پر ایمان تو لایا،البتہ رسول یعنی حضرت موسیٰ پر ایمان نہیں لایا،اس طرح اس کے کفر پر اجماع کا دعویٰ درست رہے گا۔(۲)

چوتھا نظریہ

:علمائے اسلام کا ایک طبقہ وہ ہے جو شیخ کے بات کی تاویل کرتا ہے، یا زیادہ سے زیادہ خطا قرار دیتا ہے،لیکن ایسی خطا نہیں جس کی بنیاد پر شیخ کی تکفیر و تضلیل کی جائے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کی ولایت وقطبیت کا قائل ہے۔اس گروہ کے پیشوا امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) کو قرار دیا جاسکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

> میرا اعتقاد ہے اور اللہ کے حضور میں اس کے لیے جواب دہ ہوں کہ شیخ محی الدین ابن عربی علم ظاہر کے لحاظ سے امام اہل شریعت اور عرفان وعمل کے لحاظ سے مربی اہل طریقت ہیں اور ذوق وفہم کے لحاظ سے شیخ مشائخ اہل حقیقت ہیں۔
>
> ...میرا اعتقاد ہے کہ شیخ کا مقصد ایمان فرعون کا اثبات نہیں ہے۔اس کی دلیل وہی ہے جو فتوحات مکیہ کے حوالے سے مذکور ہوا۔

---

(۱)الاجوبۃ المرضیۃ عن الاسئلۃ المکیۃ، سوال: ۲۱

(۲)تفسیر آلوسی/ روح المعانی، سورہ یونس، آیت: ۹۰- علامہ آلوسی کا دونوں جواب مخدوش ہے۔اول اس لیے کہ وہ محض تخمین پر مبنی ہے اور ثانی اس لیے کہ رسول کی دعوت پر ایمان لانا حقیقت میں رسول پر ہی ایمان لانا ہے۔حضرت موسیٰ کی دعوت یہی تھی کہ ایک خدا پر ایمان لاؤ۔فرعون کے جادوگروں نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم موسیٰ وہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔(اعراف: ۱۲۲) اسے اہل علم بلا اختلاف معتبر مانتے ہیں۔

ان کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ فرعون کے کفر کے دلائل قطعی نہیں ہیں۔اسی لیے فصوص میں کہا کہ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو قطعی طور پر امام کے کفر کو واجب کرے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہ انہیں زلت قلم اور لغزش قدم لاحق ہوگئی جس پر بعد میں خود ہی متنبہ ہو گئے اور یہی محفوظ اولیاء اللہ کی شان ہے۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کا نام بھی اسی سیاق میں لیا جاسکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

فرعون کا ایمان باجماعِ امت مقبول نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ڈوبنے کے وقت ایمان لایا تھا اور ڈوبنے کے وقت کا ایمان حالت یاس کا ایمان ہے،اس لیے کہ وہ اس وقت زندگی سے مایوسی اور اضطرار کی حالت میں ہے،اختیاری حالت میں نہیں ہے۔تمام مجتہدین وعلما ومشائخ اور مقتدایان امت کا یہی عقیدہ ہے۔اسی وجہ سے فرعون کی ہر جگہ شریعت میں مذمت ہی کی گئی ہے،وہ کفرو استکبار میں ضرب المثل ہے،بہت سی آیات قرآنی اس کے کافر وجہنمی ہونے پر ظاہراً دلالت کرتی ہیں بلکہ بعض آیات تو نص ہیں یعنی اس کی تکفیر ہی کے لیے لائی گئی ہیں۔

...شیخ محی الدین ابن عربی کے حقائق ومعارف اپنی جگہ مسلم ہیں کسی کو اس مقام پر مجال دم زدن نہیں۔جس طرح انہوں نے مشائخ کے حقائق اور احوال ومواجید مذکورہ رسالہ میں بیان فرمائے ہیں وہ برحق ہیں۔مگر یہ مسئلہ فقہی ہے۔اتنی بات تو مسلم ہے کہ آدمی سہو ونسیان سے پاک نہیں ہے اور انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے سوا خطا وخلل سے کوئی بھی بشر معصوم نہیں ہے۔

...الغرض چوں کہ غیر انبیا کے لیے عصمت ثابت نہیں ہے،اس لیے اگر اجتہاد میں خطا بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بیشتر ائمہ مذاہب جو دین کے مقتدا اور عالَم کے پیشوا ہیں ان سے بھی چند مقامات پر اجتہاد میں خطا واقع ہوئی ہے۔اگر کسی ایک مسئلہ میں شیخ ابن عربی سے چوک ہوگئی،تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔(۲)

پانچواں نظریہ

شیخ ابن عربی کے قول ایمان فرعون کے حوالے سے علمائے اسلام کا پانچواں طبقہ ان کا حامی وموید ہے اور ان کے مخالفین کی تنگ نظری وکم فہمی کا قائل ہے۔اس گروہ کے امام ملا جلال دوانی (۹۱۸ھ/ ۱۵۱۲ء) ہیں۔شیخ ابن عربی کی تائید میں اِیمانُ فِرعَون کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔جس کا رد ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) نے فَرُّ العَونِ مِن مُدَّعِی ایمانِ فِرعَون کے نام سے کیا ہے۔قابل غور ہے کہ ملا علی قاری بھی اس رسالے میں چوتھے نظریے کے حامل نظر آتے ہیں،یعنی ابن عربی کی رائے کو شدت سے رد کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو علمائے اسلام اور مشائخ طریقت کا معتمد وپیشوا بھی قرار دیتے ہیں۔(۳) اگرچہ بعد میں ترقی کر کے وہ پہلے گروہ میں شامل

---

(۱) یہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے ایک فتوے کا اقتباس ہے۔یہ فتویٰ محمد محمد عبد اللطیف ابن الخطیب کی تحقیق سے شائع ہونے والی علامہ جلال الدین دوانی کی کتاب ایمان فرعون کے آخر میں ص:۹۰ پر شامل ہے۔اس کتاب کے ساتھ ملا علی قاری کی کتاب فر العون من مدعی ایمان فرعون بھی شامل ہے،جو اسی کتاب کا رد ہے۔آخر میں محقق نے امام سیوطی اور علامہ ابن حجر کی آرا بھی شامل کی ہیں۔تلاش بسیار کے باوجود کسی دوسری جگہ ابن حجر کا یہ فتویٰ راقم کو نہیں ملا۔اس کے برخلاف ہمیں ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ایسی تحریریں بھی ملتی ہیں جو ابن عربی کے نقد یا بالواسطہ مدح پر مبنی ہیں۔واللہ اعلم!

(۲) تکمیل الایمان،مترجمہ مولانا سعید اللہ،بحث:ایمان فرعون،زیر طبع

(۳) رسالہ فر العون،مشمولہ در رسالہ ایمان فرعون،آخری سطور،ص:۸۴-۸۵

ہو گئے اور وحدت الوجود کے خلاف لکھے گئے اپنے رسالے میں شیخ کو کافر و زندیق کہتے ہوئے ان کی کتابوں کے مطالعے کو ناجائز و حرام ٹھہرا دیا۔(۱)

ملا جلال نے بڑے کروفر کے ساتھ حضرت ابن عربی کے موقف پر عقلی و نقلی شواہد پیش کیے ہیں۔اسی طرح متصوفین میں کئی ایک مشائخ ایسے ہیں جنہوں نے شیخ ابن عربی کی ہم نوائی کی ہے۔ان میں مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی (۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء(۲)، مخدوم علی مہائمی (۸۳۵ھ/ ۱۴۳۲ء(۳)، مولانا عبد الرحمن جامی (۸۹۸ھ/ ۱۴۹۳ء) اور علامہ عبد الغنی نابلسی (۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۰ء(۴) کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ملا جامی لکھتے ہیں:

> اس بات پر قرآن سب سے بڑا اور سچا شاہد ہے کہ فرعون ڈوبتے وقت مادی قوت کے معطل ہو جانے کے بعد غرغرہ اور احوال آخرت کے ظہور سے پہلے ہی ایمان لے آیا تھا۔۔اس کے برخلاف اہل ظاہر جن آیات سے فرعون کے کفر پر استدلال کرتے ہیں وہ قابل تاویل ہیں۔(۵)

علمائے اسلام کے ذوق علمی، توسع دینی اور ایمانی و غیر تکفیری مزاج کو دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوتی ہے۔شیخ ابن عربی اجماع کے خلاف جاتے ہوئے فرعون کو مومن قرار دے رہے ہیں۔ان کے اس عمل کے بعد علما کا ایک طبقہ ابن عربی کی تکفیر کرتا ہے، دوسرا طبقہ خود ابن عربی کا ہم نوا بن جاتا ہے اور امت کا بڑا طبقہ ابن عربی کے موقف کو رد کرتا ہے لیکن اس موقف کی بنیاد پر ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتا، بلکہ اسے شیخ ابن عربی کی کتابوں میں الحاق یا شیخ کی ایک اجتہادی خطا قرار دے کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

بیسویں صدی کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی کا حال یہ ہے کہ وہ اس مسئلے میں ابن عربی کے خلاف ہیں، مگر اس کے باوجود انہیں ابن عربی بے حد عزیز ہیں، حد تو یہ ہے کہ ملا علی قاری سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جنہوں نے ابن عربی کی تردید اور پھر تکفیر کی اور دل چسپ بات یہ ہے کہ انہیں ملا علی قاری بھی عزیز ہیں، وہ ان کی بھی تکفیر نہیں کرتے۔محدث بریلوی کے یہ الفاظ دیکھیے اور ان کے تیور سے ان کے موقف تک پہنچنے کی کوشش کیجیے:

> یہی روش آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے۔نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں، نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض

---

(۱) دیکھیے رسالہ الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود مطبوعہ، دار المامون للتراث، دمشق، ۱۹۹۵ء

(۲) اخبار الاخیار، احوال میر سید اشرف سمنانی، بحوالہ مکتوبات اشرفی

(۳) خصوص النعم شرح فصوص الحکم، فص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ

(۴) جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص، حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ

(۵) ولكن القرآن أصدق شاهد بإيمانه عند الغرق قبل أن يغرغر وتظهر أحكام الدار الآخرة عليه بعد تعطيل قواه الحسية۔۔۔ فإن الآيات التي يستدل بها أهل الظاهر على عدم قبول إيمانه قابلة للتأويل۔ (شرح الجامی علی فصوص الحکم، فص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ)

ہوئے، الجھیں۔ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ و بیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَفَعَنَا اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ بِفَیضَانِہ(۲)

قابل غور یہ ہے کہ علمائے اسلام ابن عربی کے ایمان وکفر کے حوالے سے مختلف خیموں میں بٹے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے مخالف خیمہ کی تکفیر نہیں کرتا۔یعنی ان میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ ابن عربی کافر اور تم ان کو مسلمان کہتے ہو لہٰذا تم بھی کافر، نہ یہ کہتا ہے کہ ابن عربی مسلمان ہیں اور تم ان کو کافر کہتے ہو، لہٰذا تم بھی کافر۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ضرب در ضرب تکفیر یا قانونِ گردشِ کفر صرف دور اخیر کی ایجاد ہے۔(مسئلہ تکفیر اور متکلمین،ص ۳۰۲ تا ۳۱۲)

ابن منصور حلاج کی تکفیر

شیخ عفیف الدین یافعی (۷۶۸ھ/ ۱۳۶۷ء) کے بقول حسین بن منصور حلاج (۳۰۹ھ/ ۹۳۱ء) کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض ان کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں تو بعض ان کی تکفیر میں اور بعض توقف کرتے ہیں، جب کہ محققین انہیں معذور سمجھتے ہیں اور ان کے ہفوات کی تاویل کرتے ہیں۔ان محققین میں امام غزالی (۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱)، سیدنا عبد القادر جیلانی (۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) اور شیخ شہاب الدین سہروردی (۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء) جیسے اکابر شامل ہیں۔(۳)

شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) رقم طراز ہیں:

وہ باتیں جن کا اعتقاد حلاج کو تھا، جن پر حلاج کا قتل ہوا، جس کے اندر بھی وہ باتیں ہوں، وہ مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ومرتد ہے؛ کیوں کہ مسلمانوں نے اسے زنادقہ اور ملحدین کی الحادی اور حلولی باتوں کی بنا پر قتل کیا تھا، مثلاً حلاج کا یہ قول: ''أنا اللہ'' اور ''ایک معبود آسمان میں ہے اور ایک معبود زمین میں ہے۔'' حلاج کے یہاں بے شمار خرق عادت واقعات اور طرح طرح کے کرشمے ہیں۔ جادو کے تعلق سے کتابیں بھی اس کی طرف منسوب ہیں اور بالجملہ امت میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو انسان میں اللہ کے حلول ہونے کا قول کرے یا اللہ کے ساتھ متحد ہو جانے کا عقیدہ رکھے، یا یہ کہے کہ انسان معبود ہو سکتا ہے اور وہ خود معبودوں میں سے ایک ہے، تو وہ کافر، مباح الدم ہے اور اسی وجہ سے حلاج کا قتل ہوا۔(۴)

علامہ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ/ ۱۳۴۸ء) لکھتے ہیں:

---

(۱) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان في معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/ ۱۹۰

(۲) فتاویٰ رضویہ: ۱۵/ ۶۸۰

(۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان في معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/ ۱۹۰

(۴) مجموع الفتاویٰ: ۲/ ۴۸۰

المَقتُولُ عَلَی الزَّندَقَةِ، مَا رَوىٰ وَللّٰہِ الحَمدُ شَیئاً مِنَ العِلمِ، وَكَانَت لَهُ بِدایَةٌ جَیِّدَةٌ وَ تَأَلَّهَ وَ تَصَوَّفَ، ثُمَّ انسَلَخَ مِنَ الدِّینِ، وَتَعَلَّمَ السِحرَ وَأَرَاهُم المَخَارِیقَ، أَبَاحَ العُلَمَاءُ دَمَهُ فَقُتِلَ سَنَةَ احدىٰ عَشرَةَ وَ ثَلاثِمِائَةٍ.

اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی بات روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت اچھی تھی، زہد وتصوف کی طرف مائل ہوا، پھر وہ دین سے نکل گیا، جادو سیکھا اور لوگوں کو کرشمے دکھائے۔ علمائے کرام نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور اسے ۳۱۱ھ [۹۲۳ء] میں قتل کر دیا گیا۔ (۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ/ ۱۴۲۲ء) لکھتے ہیں:

وَأَخبارُ الحَلَّاجِ كَثِیرَةٌ وَالنَّاسُ مُختَلِفُونَ فِیهِ وَأَكثَرُهُم عَلىٰ أَنَّهُ زِندِیقٌ ضَالٌّ. (۲) حلاج کی تفصیلات بہت ہیں اور حلاج کے سلسلے میں علما مختلف الخیال ہیں اور ان میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ زندیق اور گمراہ تھا۔

ایک طرف ابن منصور (۳۱۱ھ/ ۹۲۳ء) کے لیے اس قدر شدید رویہ اور دوسری طرف علما و مشائخ، ارباب ظاہر و باطن کی ایک بڑی جماعت ہے جو منصور کو نہ صرف برحق مانتی ہے بلکہ انہیں مقتدایان اہل حق کی صفوں میں شمار کرتی ہے اور جو لوگ انہیں مدعی الوہیت اور نہ معلوم کیا کیا قرار دیتے ہیں، ان کے جواب میں صرف یہ کہتی ہے کہ یہ بے چارے منصور کو نہیں سمجھ سکے۔

یہی ابن تیمیہ ہیں جو منصور حلاج پر کوئی تیر خالی نہیں جانے دینا چاہتے، حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی مدح وتوصیف سے بھی نہیں تھکتے، جب بھی ان کا نام آتا ہے ادب واحترام سے نام لیتے ہیں، انہیں اولیاء الرحمن میں شمار کرتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ بالعموم قدّس اللہ رُوحہ کہتے ہیں، مگر ان کے یہی ممدوح یعنی شیخ عبد القادر جیلانی ہیں جو منصور کے تعلق سے نرم گوشہ رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ عَثُرَ الحَلَّاجُ فَلَم یَكُن فِی زَمَنِهِ مَن یَأخُذُ بِیَده وَلَو كُنتُ فِی زَمَنِه لَأَخَذتُ بِیَدِه۔(۳) حلاج پھسل گیا، اس کے زمانے میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کا ہاتھ تھامتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا۔

ابو القاسم نصر آبادی (۳۷۲ھ/ ۹۸۲ء) کہتے ہیں:

إن كَانَ بَعدَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ مُوَحِّدٌ فَهُوَ الحَلَّاجُ. (۴)

انبیا اور صدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو وہ منصور ہیں۔

خلیفۂ عباسی مقتدر باللہ (۳۲۰ھ/ ۹۳۲ء) کے زمانے میں قاضی بغداد محمد بن داؤد (۲۹۷ھ/ ۹۰۹ء) نے حضرت منصور کا قضیہ اٹھایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سیاسی قتل (Political Murder) تھا۔ مولانا ظفر احمد تھانوی (۱۹۷۴ء) نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

---

(۱) میزان الاعتدال: ۱/ ۵۴۸

(۲) لسان المیزان: ۳/ ۲۱۱

(۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان في معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/ ۱۹۰

(۴) تاریخ بغداد: ۸/ ۱۱۹

بعض مورخین کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ علما وفقہا نے ابن منصور کے قتل کا فتویٰ دیا تھا بلکہ یہ لکھنا چاہیے تھا کہ وزیر نے بضد ہو کر علما پر زور ڈالا اور مجبور کر کے ان سے فتویٰ حاصل کیا۔ پس قتل ابن منصور کا اصل مفتی وزیر حامد بن عباس تھا، نہ علما وفقہا وقضاۃ الاسلام؛ کیوں کہ جس صورت سے یہ فتویٰ حاصل کیا گیا ہے وہ ہرگز فتویٰ شرعی کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسی لیے حضرت مولانا رومی نے فرمایا:

چوں قلم در دست غدارے بود

لاجرم منصور بردارے بود(۱)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے کفر وارتداد پر اس عہد کے تقریباً چار سو علما کا دستخط تھا، جن میں ایک نام جنید بغدادی کا بھی لیا جاتا ہے، اگر چہ یہ روایت درست معلوم نہیں ہوتی، اس لیے کہ عام تذکرہ نگاروں کے مطابق حلاج کو ۳۰۹ھ/ ۹۲۱ء میں پھانسی دی گئی تھی جب کہ اس سے بارہ سال قبل ۲۹۷ھ میں جنید بغدادی راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔

بالآخر خلیفہ کے حکم سے ۳۰۹ھ/ ۱۱۳ھ میں آپ کو دار ورسن کو چومنا پڑا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ تقریباً چار سو علما کے ذریعے دیا گیا متفقہ فتویٰ کفر والحاد بھی بعد میں نہ صرف متنازع بن گیا بلکہ اصحاب شریعت وطریقت کی ایک جماعت کے یہاں اسے غیر مستند ٹھہرادیا گیا۔ بقول داتا گنج بخش ہجویری (۴۶۶ھ/ ۱۰۷۴ء):

آپ کے مقام کے متعلق مشائخ طریقت کا اختلاف ہے؛ ایک گروہ کے نزدیک آپ مقبول بارگاہ ہیں اور ایک کے نزدیک مطعون بارگاہ۔ وہ طبقہ جو آپ کو مردود بارگاہ سمجھتا ہے ان میں حضرت عمرو بن عثمان مکی، ابو یعقوب سہروردی، ابو یعقوب اقطع اور علی بن سہل اصفہانی وغیرہم ہیں۔ جنہوں نے آپ کو مقبول بارگاہ قرار دیا ان میں حضرت ابن عطا محمد بن حنیف، ابو القاسم نصر آبادی اور جملہ مشائخ متاخرین ہیں۔(۲)

مولانا ظفر احمد تھانوی (۱۹۷۴ء) نے حلاج کے موید علما میں سے حسب ذیل علما ومشائخ کے تائیدی اقوال وبیانات نقل کیے ہیں: ۱-شیخ ابو القاسم نصر آبادی، ۲-ابو العباس بن عطاء، ۳-ابن خفیف شیرازی، ۴-ابو بکر شبلی، ۵-ابو القاسم قشیری، ۶-شیخ ابن عربی، ۷-شیخ عبد القادر جیلانی، ۸-فرید الدین عطار، ۹-مولانا رومی، ۱۰-امام شعرانی، ۱۱-شیخ عبد القدوس گنگوہی، ۱۲-شیخ عبد الحق ردولوی، ۱۳-علامہ عبد الرؤف مصری، ۱۴-مولانا رشید احمد گنگوہی، ۱۵-مولانا اشرف علی تھانوی، ۱۶-علامہ یوسف نبہانی۔ آخر میں مصنف کتاب مولانا ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:

یہ وہ حضرات ہیں جن کے اسمائے گرامی اس وقت سرسری طور پر ذہن میں آگئے ہیں، تحقیق سے اور بھی بہت سے علما اور اولیا ملیں گے جنھوں نے ابن منصور کو تسلیم کیا اور طبقۂ صوفیہ وجماعت اولیا میں شمار کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زمانہ مابعد میں ان مطاعن کا کوئی اثر باقی نہیں رہا جو مخالفین نے ذکر کیے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ کہ مثنوی مولانا روم کے ظہور کے بعد سے عام طور پر سب لوگ ابن منصور کو بڑے درجہ کے لوگوں میں شمار کرنے لگے ہیں۔

---

(۱) سیرت منصور حلاج، ص:۹۸

(۲) کشف المحجوب (اردو) ص:۴۶۵

ابن منصور کی ولایت وسعادت اور علو منزلت کے لیے ان حضرات اولیاء کرام کا اپنی جماعت میں ان کو شمار کرنا، مغلوب الحال و معذور کہنا اور ان کے تبریہ وتزکیہ کا اہتمام فرمانا، اتنی بڑی دلیل ہے کہ اولیا وصوفیا میں سے ہر ایک کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔(۱)

محمود شبستری نے واقعۂ منصور میں ایک الگ ہی نکتہ تلاش کیا ہے۔فرماتے ہیں:

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے (۲)

فاضل بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے ایک مقام پر اسی فلسفے کے تحت سرمد ومنصور کو شجر طور کے مقام پر رکھا ہے۔(۳) واقعۂ منصور کے سلسلے میں ایک دوسرے پر مقام پر ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے جس سے اس پورے سانحے کی خوب صورت توجیہ وتطبیق ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبۂ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں، وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتہ نہ چلا، ان کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے، وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لیے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر یاقوت کا جام اترا اور ان کے دہن مبارک کے برابر آگا، انہوں نے پینا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے، بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمہیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لیے چھوڑ دو۔انہوں نے ایک جرعہ چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر در و دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟

انہوں نے کہنا شروع کیا ''أنا الأحق'' بے شک میں سب سے زیادہ اس کا زیادہ سزاوار ہوں۔لوگوں کے سننے میں آیا ''أنا الحق'' (میں حق ہوں۔ت) وہ دعویٰ خدائی سمجھے اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔(۴)

فاضل بریلوی نے کس حسن تاویل وتعبیر کا سہارا لیا ہے اور کس طرح چند جملوں میں ایک طرف حضرت حلاج کو عارفین کاملین کی صف میں داخل کر دیا ہے تو دوسری طرف ان کی تکفیر کرنے والے اور ان کو قتل کرانے والے علما کو بھی مکمل بچا لیا ہے۔

ان کی اس مختصر تحریر کے مطابق اگر حضرت منصور اپنے رب کے حضور محبوب وماجور ہیں تو دوسری طرف ان کی تکفیر وقتل کے درپے علما اپنے فہم میں خاطی ہونے کے باوجود اپنے اعتبار سے معذور اور برحق ہیں؛ کیوں کہ ان کے فہم کے مطابق حلاج مرتد ہو چکے تھے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

---

(۱) سیرت منصور حلاج، ص: ۶۴-۸۹

(۲) مفاتیح الاعجاز اردو ترجمہ شرح گلشن راز، اردو ترجمہ، ص: ۱۴۴

(۳) احکام شریعت، ص: ۱۵۹

(۴) فتاویٰ رضویہ، ۲۶/مسئلہ: ۲۱۱

فاضل بریلوی نے موافقین ومخالفین کو ایک ساتھ جس طرح سے بچایا ہے، یہ انہیں کے فن توفیق وتطبیق اور ایجازِ بیان کا حصہ ہے۔
(مسئلہ تکفیر اور متکلمین، ص ۳۳۲ تا ۳۳۸)
اگر فتوی تکفیر کوئی معمولی چیز نہیں تو رضاخانی یہاں کیا کہیں گے؟

خلاصہ کلام:

خان صاحب بریلوی اور اس کے فتوے حسام الحرمین کی کوئی حیثیت دلائل کے میدان میں نہیں کیونکہ:

(۱) خود خان صاحب نے مکہ ومدینہ کے علماء کے کفر اور کفر کلامی جو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تھی اس کی تائید نہیں کی اس سے اختلاف کیا۔ تو حسام الحرمین کا ماننا بھی کوئی ضروری نہیں۔

(۲) رضاخانیوں کے ہاں متعصب ومتشدد کے فتووں کا اعتبار نہیں اور خان صاحب سے بڑا متعصب ومتشدد کون ہوگا؟ تفصیل ما قبل میں ہو چکی۔

(۳) خود خان صاحب بریلوی نے بدایونی، فرنگی محلی علما اور دیگر رضاخانیوں نے اپنے ہی ہم مسلک رضاخانیوں پر کفر کے فتوے لگائے مگر رضاخانی اسے تسلیم نہیں کرتے تو علمائے دیوبند کے متعلق ان کے فتووں کا کیا اعتبار؟

(۴) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو فتوی منسوب کیا وہ جعلی تھا جس کا ثبوت قیامت تک کوئی مائی کا لال رضاخانی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح تحذیر الناس کی عبارت میں بھی قطع و برید کی گئی لہذا ایسے جعلساز، کذاب، جلد باز آدمی کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۵) دیوبندی اگر خان صاحب کی تعریف کریں تو خان صاحب کی کرامت تو کئی رضاخانی اکابر ومشائخ نے اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کی لہذا یہ اکابر دیوبند کی کرامت اور کرامت ولایت کا خاصہ ہے لہذا یہ اکابر ولی تھے نہ کہ معاذ اللہ کافر۔

(۶) بقول رضاخانی فرقہ یہ عبارات اس قدر گستاخانہ ہیں کہ عام آدمی کے سامنے بھی رکھی جائیں تو گستاخی ہی تسلیم کرے گا جبکہ جید بریلوی مشائخ وعلماء نے نہ صرف رضاخانیوں کے اس نظریہ سے اختلاف کیا بلکہ ان عبارات کا زبردست دفاع کیا۔ معلوم ہوا کہ ان عبارات میں کوئی گستاخی نہیں اور خان صاحب نے محض دلی بغض سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی ایسے آدمی کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۷) خان صاحب بریلوی اپنی کتب واذناب کی کتب کی روشنی میں اسلام سے خارج ہے اور بقول حشمت علی رضوی مشرک کافر کی کتاب مردود ہوتی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا تو خان صاحب کے فتووں کتب کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

(۸) جو الزام رضاخانیوں کا علمائے دیوبند پر ہے وہی کچھ بلکہ باصول رضاخانیہ اس سے سنگین ان کے گھر میں بھی ہے مگر یہ اس پر خاموش ہیں معلوم ہوا کہ یہ فتوے محض تعصب میں ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۹) بقول فرقہ رضاخانیہ معاذ اللہ مرزائیوں کو ختم نبوت کے انکار کا راستہ ہم نے دکھایا، گستاخیوں کے دروازے ہم نے کھولے لیکن آج تک پارلیمنٹ یا سپریم کورٹ میں ان گستاخیوں کو لے جانے کی جرات ان رضاخانیوں کو نہ ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب محض ڈھونگ ہے اندرون خانہ یہ بھی حسام الحرمین کو کذب و بہتان کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔

(۱۰) رضاخانی مولوی قاضی عبد النبی کوکب لکھتا ہے:

’’انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتویٰ میں انہوں نے اس شرعی احتیاط و مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے‘‘۔(مقالات یوم رضا ص ۲۱، دائرۃ المصنفین لاہور)

اس اقرار کے بعد اب کس کو یہ شک وشبہ رہ جاتا ہے کہ خان صاحب نے تکفیر اہل السنۃ میں شرعی حدود سے تجاوز کیا اور محض اپنا فرقہ بنانے کیلئے تکفیر کا یہ ڈھونگ رچایا۔

تلك عشرة كاملة

ایک ممکنہ تاویل

ہم نے ما قبل میں ناقابل تردید دلائل سے اس بات کا ثبوت دیا کہ خان صاحب واذناب کا اہل السنۃ والجماعۃ سے تکفیر کا اختلاف محض حسد، تعصب اور منافقت کی بنیاد پر ہے ہوسکتا ہے کوئی رضاخانی اپنی اعلیٰ حضرتی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں یہ حوالہ نقل کرے کہ:

’’مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموما اور حضرت والا سے خصوصا شہرہ آفاق ہے ان کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد ومد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول (ﷺ) ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو حضور ﷺ کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں کیا ٹھکانہ ہے اس رواداری اور حسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو‘‘۔
(اشرف السوانح، ج ۱ ص ۱۸۸)

تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو خان صاحب کی تکفیری مہم کو ’’حب رسول ﷺ‘‘ کی بنیاد پر سمجھ رہے ہوں اور آپ اسے بغض وعناد قرار دے رہے ہوں؟۔

تو جوابا عرض ہے کہ یہ کتاب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی لکھی ہوئی نہیں اور رضاخانیوں کا قاعدہ ہے:

’’ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے‘‘۔
(مبلغ وہابیہ کا گریز بحوالہ کلمہ حق ص ۴۲ شمارہ ۱۵)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی حیثیت بھی ملفوظ کی ہے لہٰذا اس کو یقینی وقطعی طور پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا رضاخانی اصول کی بنیاد پر بے ایمانی وخباثت ہے کیونکہ اس میں ’’یادداشت کی غلطی‘‘ کا امکان ہے۔

بالفرض اس قول کی نسبت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف قطعی یقینی جزمی طور پر ہو تب بھی رضاخانی عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

’’یہ تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی معلومات کی حد تک ہے‘‘۔(تنبیہات، ج ۲ ص ۹۷۶)

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات اپنی معلومات کی حد تک ہیں اور میری اپنی معلومات کی حد تک۔ اور خود رضاخانی لکھتا ہے کہ رضاخانیوں کے متعلق جو اطلاعات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی تھیں وہ:

''ان تک غیر مصدقہ اطلاعات پہنچی ہیں''۔ (کشف القناع، ج ۱ص ۲۲۴)

ظاہر ہے کہ غیر مصدقہ اطلاعات کے مقابلے میں ہمارا موقف دلائل و براہین پر قائم ہے۔

پھر اس عبارت میں صاف طور پر ''ممکن ہے'' کے الفاظ ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ حضرت یہ سب ''امکان عقلی'' کے درجہ میں کررہے ہیں نا کہ ''امکان وقوعی'' کے طور پر۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ ''ممکن ہے کہ خان صاحب سے فتوی کفر لگانے میں غلطی واقعی ہوئی ہو'' کوئی بھی رضاخانی اس امکان عقلی کو رد نہیں کرسکتا تو کیا حقیقۃ واقعۃ بھی ایسا ہی ہے؟ کوئی رضاخانی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ پس یہ عبارت بھی محض امکان عقلی پر محمول ہے جس کیلئے وقوع ضروری نہیں۔

اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نواب احمد رضاخان کو بدعتی و گمراہ سمجھتے تھے جس کی تفصیل ہم دفاع جلد اول کے مقدمہ میں دے چکے ہیں۔

غلام نصیر الدین سیالوی میاں شیر محمد شرقپوری کی طرف سے اکابر دیوبند کے اعزاز و اکرام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تو ثابت ہوگیا کہ آپ سے جو حسن سلوک صادر ہوا ان کے عقائد سے عدم واقفیت کی بنا پر ہوا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۶۵)

تو خان صاحب کے بارے میں یہ سارا ''حسن ظن'' بھی ''عدم واقفیت'' کی بنا پر ہے۔ آخر میں ہم رضاخانیوں کا ہی حوالہ نقل کردیتے ہیں کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر دیوبندی اکابر دراصل خان صاحب بریلوی کو سمجھتے کیا تھے؟

حامد حسین قریشی رضاخانی لکھتا ہے:

''مباہلہ کیلئے حامد حسین قریشی حامد رضوی قادری تیار ہے مباہلہ اس پر ہوگا!

وہابی نجدی علماء دیوبندی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اسمٰعیل قتیل دہلوی نام نہاد شہید، حسین احمد صاحب نام نہاد مدنی اور محمود الحسن دیوبندی کا مسلک یہ ہے کہ اعلیحضرت احمد رضاخان بریلوی کے عقائد خلاف قرآن واحادیث ہیں ان میں شرک و بدعت وضلالت کی ملاوٹ ہے''۔ (میزائل بہ طمانچہ و مجتہد دیوبندی: ص ۳۳۵)

اس میں صاف اقرار ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نواب احمد رضاخان کو مشرک و بدعتی سمجھتے تھے لہٰذا معاملہ ہی ختم۔

لیکن اب بھی اگر رضاخانی نہ مانے تو انہی کے گھر کا یہ اصول اتمام حجت کے طور پر ہم پیش کرتے ہیں کہ:

''فیض احمد گولڑوی صاحب کا تھانوی صاحب کے متعلق یہ تاثر ان سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے جو کہ دیوبندی عقیدت مندوں نے ان کیلئے مشہور کر رکھی تھیں اور ان افسانوں کو فیض احمد گولڑوی صاحب نے بوجہ سادہ دلی حقیقت سمجھ لیا''۔

(کشف القناع، ص ۲۰۰)

رضاخانی بس گولڑوی صاحب کی جگہ اس عبارت میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا نام اور حکیم الامت کے نام کی جگہ خان صاحب بریلوی کا نام شامل کردیں۔

عبارات کے حوالے سے ایک دفعہ پھر دعوت

رضاخانیوں کو اچھی طرح علم ہے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات کے ساتھ جو دجل وفریب کیا گیا ہے اسے دلائل کے میدان میں ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ۔یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ یہ مرتے مرتے مرجائیں گے لیکن ہمارے سامنے ان عبارات پر گفتگو کیلئے نہیں بیٹھیں گے ۔کیونکہ انہیں ہماری تیاری اور رضاخانیت پر مضبوط گرفت کا بخوبی علم ہے ۔لیکن ہمارے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ پھر شوشے چھوڑیں گے کہ ہم نے فلاں کو چیلنج دیا، فلاں کو دعوت دی مگر کسی کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔

لہذا میں ایک دفعہ پھر ان سطور کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی کو ایسا کچھ شوق ہو تو اسے پورا کیا جاسکتا ہے ۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''فاتح رافضیت ،فاضل جلیل ،حضرت علامہ مولانا محمد علی رضوی صاحب حفظہ اللہ''۔(کشف القناع ص ۳۴)

یہ ''فاتح رافضیت ،فاضل جلیل علامہ'' پہلے ''فاتح دیوبندیت'' بھی کہلاتے تھے شاید اپریل ۲۰۱۷ء میں مٹیاری میں ہمارے سامنے عبارات اکابر پر گفتگو نہ کرنے کی بنیاد پر بدترین ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اس اعزاز سے محروم کردئے گئے ہیں ۔حالانکہ شریف الحق امجدی کے بقول مناصب منسوخ نہیں ہوتے ۔(فتاوی شارح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶)اور یہ مقام بھی مقام بیان تھا کیونکہ دیوبندیوں کے خلاف کتاب کی تیاری کیلئے تو ''فاتح دیوبندیت'' سے مدد لینی چاہئے تھی نہ کہ ''فاتح رافضیت'' سے ۔اور یہ ''فاضل جلیل علامہ'' مناظرہ مٹیاری میں بندے کو ''صرف صغیر'' بھی نہ سنا سکے ۔بہرحال یہ موصوف میرے شہر سے صرف ڈھائی گھنٹہ کی مسافت پر رہتے ہیں ۔میں ان موصوف کو دعوت دیتا ہوں کہ باقیوں کو چھوڑیں آپ اور ہم پڑوسی ہیں ۔آئے بیٹھئے ہمارے ساتھ!!! آپ اپنے دعوے میں ''حسام الحرمین میں موجود اکابر دیوبند کی عبارات کو حسام کی ترتیب پر'' رکھیں اور ہم اپنے دعوے میں ''خان صاحب و دیگر بریلوی علماء، اکابر و مشائخ کا ایمان انہی کی کتب و عبارات کی روشنی میں'' رکھتے ہیں اور گفتگو کیجئے اور اس اختلاف کو ختم کیجئے۔

مگر میں پیشن گوئی کرتا ہوں کہ یہ علامہ جلیل اور فاتح فلاں فلاں زہر کا پیالہ تو پی لے گا مگر ہمارے سامنے بیٹھنے کی جرات نہیں کرے گا۔ اگر میرے اس دعوے کے ردعمل میں موصوف کی ایمانی غیرت نے جوش مارا تو میرا نمبر ان علامہ صاحب کے پاس موجود ہے اگر وہ بات کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے خود بلاواسطہ رابطہ کریں یا حیدرآباد میں میں اپنے نمائندوں کے ذریعہ بھی ان سے بات کرنے کو تیار ہوں۔

حیرت ہے کہ کوئی رضاخانی اگر حسام الحرمین کا انکار کرے تو یہ مناظرے کیلئے پہنچ جائیں اسے مناظرے کی دعوت دیں مگر ہم اس کتاب کو جھوٹ کا پلندہ کہیں اور میدان مناظرہ میں اسے ثابت کرنے کا وعدہ کریں مگر ان کو سانپ سونگھا ہوا ہے۔

اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے کہ ملک کے حالات ٹھیک نہیں ۔تو بھائی ہم نے کیا کوئی خودکش حملہ کرنا ہے؟

ہم نے کیا دو بدو بیٹھ کر کشتی لڑنی ہے؟

ہم نے تو ایک علمی مجلس منعقد کرنی ہے ۔حکومت کا کوئی ایسا قانون نہیں کہ کسی اختلاف و مسئلہ کیلئے چند اشخاص کا بیٹھنا غیر قانونی ہے ۔بلکہ اس بیٹھنے سے اختلاف ختم ہوگا حکومت تو اس پر خوش ہوگی ۔اور پھر حکومت مداخلت تب کرے گی جب آپ اس کو اطلاع دیں جب ہم اپنی رضا و رغبت سے چار سے پانچ آدمی دونوں جانب سے بیٹھیں گے تو حکومت کو کیا خبر کہ ہم نے کیا کیا؟ اس لئے خدارا یہ بہانے ختم کریں

اور ایک علمی فکری نشست کیلئے ہماری اس دعوت پر لبیک کہیں۔

خان صاحب کے اصول تکفیر بقلم رضاخانی فخر الاماثل

ہم یہاں رضاخانی فخر الاماثل استاذ العلماء علامہ مفتی فیض الرسول قادری سابق شیخ الحدیث دعوت اسلامی کا ایک مضمون نقل کر رہے ہیں جس میں اس نے تکفیر مسلم کی شاعت و اصول تکفیر پر خود خان صاحب بریلوی کی کتب سے ایک لاجواب مضمون تیار کیا تھا۔جس نے رضاخانیت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رضاخانی مناظر مولوی عبد المجید سعیدی صاحب کو اس کا جواب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر تمام تر کوششوں کے باوجود فخر الاماثل کی کسی ایک دلیل کا جواب بھی نہ دے سکے اور محض بلیک میلنگ سے کام لیتے رہے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ رضاخانی دیگر کتب کی طرح اسے بھی غایب کر دیں گے لہذا ریکارڈ کیلئے اسے یہاں نقل کیا جا رہا ہے جہاں مناسب ہوگا وہاں قوسین () میں ہم اپنا تبصرہ بھی نقل کرتے رہیں گے۔(ساجد)

علامہ مفتی فیض الرسول قادری

تکفیر مسلم کی شاعت،فاضل بریلوی کی نظر میں

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدالمرسلین اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے(کنزالایمان)......وما یذکر الا من ینیب :اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔

وما یذکر الااولوالالباب اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے (ایضاً) ...... انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب و اقاموا الصلوة و من تزکی فانما یتزکی لنفسه والی الله المصیر :اے محبوب تمہارا ڈرسنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے(ایضاً) ...... قد افلح من زکیھا و قد خاب من دسیھا : بے شک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔ (ایضاً)

مقدمہ: امام مالک واحمد و بخاری ومسلم وابو داؤد وترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

امام احمد و بخاری ومسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے گا اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی۔ اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۰۹، ۷۱۰)

(یہ علمائے دیوبند کی حقانیت تھی کہ ان احادیث کے بمصداق جو فتوے علمائے دیوبند پر خان صاحب نے لگائے تھے وہ پلٹ کرے اسی کے منہ پر پڑے اور آج رضا خانی زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں خان صاحب واذناب کی کتب پر ہم سے مناظرہ نہیں کر سکتے۔ساجد)

مذہب صحیح و معتمد و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا ورنہ کافر ہو جائے گا۔فتاوی ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درروغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح نقایہ قہستانی ونہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و درمختار وحدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی وفتاوی عالمگیری و درالمختار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتوی ومفتی بہ ہے۔علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۱۲)

مزید بحوالہ جامع الرموز فرماتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیسا کہ عمادی میں ہے۔اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔۔جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۱۴، ص ۷۱۷)

(۱) اقسام قطعی کے بارے نظریہ:

قطعی کی تین قسمیں ہیں (۱) قطعی عام جس میں عوام وخواص سب شریک ہوں، یہ ضروریاتِ دین میں ہوتی ہے۔

(۲) قطعی خاص جو علم سے شغف رکھنے والوں کے ساتھ خاص ہے، یہ وہ ہے جو دیگر اجماعی فرائض اعتقادیہ میں ہوتی ہے۔

(۳) قطعی اخص، جس کا حصول علماء میں کسی کو ہوتا ہے کسی کو نہیں ہوتا، اس لحاظ سے ان علماء کے درمیان باہم فرق ہوتا ہے، جیسے قسم دوم کے حاصل ہونے میں عوام اور علماء کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذہن کچھ ایسے قرائن پا لیتا ہے جو دلیل کے گرد احاطہ و ہجوم کئے ہیں جن کے باعث اس کے نزدیک وہ دلیل ظنی، درجہ یقین تک پہنچ جاتی ہے اور وہ قرائن دوسرے عالم پر عیاں نہیں ہوتے یا عیاں ہوتے ہیں تو ان کے کچھ معارض قرائن بھی اس کے سامنے جلوہ نما ہوتے ہیں جو دلیل کو پھر اسی درجہ ظن پر لوٹا دیتے ہیں۔(فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۸۷)

اقول: عقائد میں یقین، قطعی عام اور قطعی خاص دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۸۰)

مزید فرماتے ہیں بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ

المتکلمین، خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت۔(فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۰۱)

(۲) ثبوتِ ضروریات دین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعی الدلالات و واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو کوئی راہ۔اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج۲۹ ص ۳۸۵)

(۳) تعریف ضروریات دین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ضرورت یہاں بداہت کے معنی میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مختلف لوگوں کے اعتبار سے بداہت و نظریت بھی مختلف ہوتی ہے۔بہت سے نظری مسائل کی بنیاد کسی اور نظری مسئلہ پر ہوتی ہے۔اگر وہ بنیاد کسی طبقہ کے نزدیک روشن و واضح ہو کر ایک مقررہ قاعدہ اور واضح علم کی حیثیت اختیار کرلے تو دوسرا مسئلہ جس کے واضح ہونے کے لئے بس اسی پہلے مسئلہ کے واضح ہونے کی ضرورت تھی، اس طبقہ کے نزدیک ضروریات کی صف میں آجاتا ہے اگرچہ وہ بذات خود نظری تھا۔۔۔۔۔۔۔یہی حال ضروریاتِ دین کا ہے (کہ بعض لوگوں کے لئے بدیہی بعض کے لئے نظری اور بعض کے لئے نامعلوم)۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ا ص ۱۸۲)

حاشیہ مسلم الثبوت میں ہے"قال بعض الغضلاء ان الضروری من الدین یختلف بالنسبۃ الی المکلفین فربما یکون ضروریا بالتسبۃ الی جماعۃ وکان جاحہ من ہولاء کافر دون من لم یکن ضروریا بالقیاس الیہ۔یعنی بعض فضلاء نے فرمایا کہ بے شک ضروریات دین مکلفین کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔پس بعض اوقات ایک مسئلہ ایک جماعت کے نزدیک بدیہی ہوتا ہے لہٰذا اس جماعت میں سے جو شخص اس کا انکار کرے تو کافر ہوگا۔اور جن کے حق میں وہ مسئلہ بدیہی نہیں ان میں سے کوئی انکار کرے گا تو کافر نہیں ہوگا۔(مسلم الثبوت ص ۵ حاشیہ نمبر ۱۰ مطبوعہ میر محمد آرام باغ کراچی)

(اس اصول کی رو سے یہ حق رضاخانیوں کو کس نے دیا کہ خان صاحب کا فتوی حسام الحرمین نہ ماننے والے کافر ہیں معاذ اللہ کیونکہ خود خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ ضروریات دین بعض اوقات کسی کے نزدیک بدیہی ہوں گے تو اس کے نزدیک تو یقیناً انکار کفر ہوگا لیکن جس کے نزدیک وہ بدیہی نہیں اس کے نزدیک انکار ہرگز کفر نہیں۔ساجد)

(۴) منکر معوذتین کے بارے نظریہ:۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر باب فی احکمات المرتدین ج ۲ ص ۲۸۸ میں مؤلفین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص معوذتین کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور بعض متاخرین نے کہا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ صدر اول کے بعد معوذتین کے قرآن میں ہونے پر اجماع منعقد ہوگیا ہے جبکہ صحیح قول اول ہے کیونکہ اجماع متاخر اختلاف متقدم کو ختم نہیں کرتا اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔اس کے تحت حاشیہ عالمگیری میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلکہ حق مطلقاً تکفیر ہے کیونکہ معوذتین کا قرآن کریم سے ہونا بیشک ضروریات دین میں سے ہے اور صدر اول میں کسی سے اس کا انکار منقول نہیں، سوا اس حکایت کے جو حضرت ابن مسعود رضی

اللہ عنہ کی نسبت بیان کی جاتی ہے جبکہ خود انہی سے منقول مشہور روایات بالاجماع بتاتی ہیں کہ وہ معوذ تین کو قرآن کریم کا جزء مانتے تھے تو صحیح یہ ہے کہ انکار کی ان کی طرف نسبت باطل ہے ۔مگر بایں ہمہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر منکر معوذ تین کی نفی کرنے والے فقہاء (فقیہ ابواللیث، امام قاضی خاں، مؤلفین عالمگیری اوران کے متبعین) کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(جب یہ فقہا ایک بدیہی ،قطعی ،متواتر چیز کا انکار کرنے والے کو کافر نہیں کہہ رہے تو کیا حسام الحرمین کا انکار کرنا معوذ تین کے انکار سے بھی زیادہ قطعیت کا انکار ہے جو اس کا منکر کافر ہوگا؟ ساجد)

(۵) منکر حرمت رِبوا کے بارے نظریہ:۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ المعتمد حاشیہ نمبر ۳۵۵ میں فرماتے ہیں: اس میں اس کا رد ہے جس نے یہ گمان کیا کہ سود کی حرمت کا انکار کفر نہیں اس لئے کہ سود کی حرمت مال غیر کی وجہ سے ہے اور مال خیر کا حرام ہونا لعینہ نہیں اور حرام لغیرہ کے انکار پر حکم کفر نہیں اور حق یہ ہے کہ مدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں تکذیب پر ہے جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تو جب کسی شی کا اللہ کی طرف سے لانا ضروری ثابت ہو تو اس کے انکار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بداہۃ ثابت ہوگی اور اس سوا کسی امر دیگر کی طرف نظر نہیں کی جائے گی ۔اھ مزید فرماتے ہیں: غصب کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے تو ایسی صورت میں حرمت لعینہ اولغیرہ کا فرق کام نہ دے گا جیسا کہ بعض علماء سے یہ سرزد ہوا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۹، ص ۶۷۶)

مگر اس کے باوجود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر منکر حرمت ربوا کی نفی کرنے والے علماء کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(تو حسام الحرمین جس کے بارے میں رضاخانیوں کا دعوی ہے کہ اس کی انکار بھی معاذ اللہ تکذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا منکر کیسے کافر؟ ساجد)

(۶) منکرِ حرمت سجدہ تعظیمی کے بارے نظریہ:

سیدا علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدہ تحیت کی تحریم قرآن کریم، چالیس احادیث متواترہ، ایک سو دس نصوص فقہ ،اجماع علماء واجماع اولیاء سے ثابت ہے نیز ص ۴۹۳ میں سجدہ تحیت باجماع قطعی حرام ہونے اور اس کے بارے احادیث متواترہ وارد ہونے کا ذکر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۴۳۱)

بایں ہمہ سیدا علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے منکرین (سجدہ تعظیمی کے قائلین صوفیہ) کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(علمائے دیوبند کے بارے میں بھی رضاخانیوں کا یہی دعوی ہے کہ معاذ اللہ ان سے قطعی طور پر کفر ثابت ہوا جب قطعی حرام کا منکر کافر نہیں جو یقینا کافر ہے تو معاذ اللہ علمائے دیوبند کے کفر کا انکار کرنے والا کیسے کافر؟ ساجد)

(۷) منکر خلافت شیخین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں ۔اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۲۵۹)

(۸) منکر ایمان علی کے بارے نظریہ:

سیداعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ،سیدنا علی المرتضیٰ وسیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے بارے فرماتے ہیں: روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والاصفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا ،کبھی غیر خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔ پھر ظہور بعثت سے ابدالآباد تک حال تو ظاہر و قطعی ومتواتر ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ ص ۴۵۹)

مزید فرماتے ہیں: کسی کوکسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہوتو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو......کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج (اللہ انہیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر درمختار، بحرالرائق، ردالمحتار اور دیگر متعبر کتب میں تصریح ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۷۱۷)

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم، فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا انکار کرنا ایسا ہے جیسے کسی قطعی مسئلے کا تاویل باطل سے انکار کرنا یا کسی اجماعی مسئلے کا تاویل باطل سے انکار کرنا اور یہ کفر نہیں اھ۔

(جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قطعی متواتر ایمان کا انکار کرنے والے کافر نہیں تو معاذ اللہ علمائے دیوبند کے متعلق خان صاحب کے فتوے کا انکار کرنے والے جو کسی طور قطعی کیا ظنی بھی نہیں بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے کیسے کافر ہوئے؟ ساجد)

(۹) منکر دلالت آیت قرآنی کے بارے نظریہ:

سیدے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: عموم واستغراق "النبیین" میں تشویش وتشکیک سب کفر صریح وارتداد قبیح......اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا۔اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادہ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحتہ آیہ کریمہ اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر و مبطل ہے جو خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریاتِ دین سے ہو کر ہم تک آئی۔آیت کے معنی متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار، اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحتہ نفس مسئلہ کا انکار نہیں۔اھ

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۸)

مزید فرماتے ہیں: ہاں اگر ارباب طائفہ صراحتہً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد، کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین وآخرالانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص، تاویل، تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ واجماع یقینی وضروریات دین سے ثابت یقیناً مانیں ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں، صرف بزعم خود اپنی نحوی ومنطقی جہالتوں، بطالتوں، کج فہمیوں کے باعث آیہ کریمہ میں لام عہد لیں اور استغراق نا مستقیم سمجھیں تو اگرچہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر از انجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کر دی اس کی تکفیر سے زبان روکنا ہی مسلک تحقیق واحتیاط ہوگا۔اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴، ص ۳۳۹)

(حضرت امام نانوتوی کے بارے میں ان بدبختوں کا دعوی باطل یہی ہے کہ خاتم النبیین کی تفسیر منقول متواتر کا انکار کیا جو کفر ہے مگر

یہاں خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ اگر چہ تفسیر متواتر کا انکار کیا لیکن چونکہ دیگر مدعیان نبوت کو کافر جانتا ہے اس لئے تحقیق واحوط یہی ہے کہ تکفیر نہ کی جائے مگر حجۃ الاسلام کے متعلق یہ تحقیقی واحوطی مذہب خدا جانے کہاں چلا جاتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے نہ معنی متواتر کا انکار کیا نہ اس میں کوئی تخصیص اور ببانگ دہل مدعیان نبوت کو کافر جانا اور خاتم النبیین کا اپنا مذہب واعتقاد گردانا۔مگر برا ہو تعصب کا۔ساجد)

(۱۰) دعویٰ الوہیت والے اقوال صوفیہ کے بارے نظریہ:۔

سوال: حضرت منصور شمس تبریز وسرمد نے ایسا لفظ کہا جس سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں، اور فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے دعویٰ خدائی کیا تو کافر فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان کافروں نے خود کہا ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایان ہے آواز ان میں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے سنا ''انی انا اللہ رب العٰلمین'' میں ہی ہوں اللہ سارے جہاں کا، کیا درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ اللہ نے، یونہی یہ حضرات اس وقت شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔مزید فرماتے ہیں: وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا: ''یموسیٰ انی انا اللہ رب العالمین'' اسی نے یہاں بھی فرمایا ''سبحانی ما اعظم شانی'' اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ ''لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' بیشک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ اھ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۶۶، ۶۸۲)

(۱۱) قدم عرش وکرسی والے قول صوفیہ کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملت اسلامیہ میں ذات وصفات الٰہی عزجلالہ کے سوا کوئی شی قدیم نہیں۔انواع بھی غیر ذات و صفات ہیں تو کسی شی کا قدیم نوعی ماننا بھی مخالف اسلام ہے بلکہ ہم روشن کر چکے کہ قدم نوعی بے قدم شخصی ناممکن اور غیر کے لیے قدم شخصی ماننا قطعاً ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۲۷ ص ۴۶۸)۔مزید فرماتے ہیں: اور عرش وکرسی کے قدیم ہونے کا جو قول بعض صوفیہ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سے منقول ہے تو ان سے ثابت ہونے کلی تقدیر پر مؤول ہے جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے فرمایا اور شرح مواقف کے حاشیہ پر حسن چلپی کے قدم نے لغزش کی لہٰذا آگاہی چاہیے۔(المعتمد حاشیہ نمبر ۲۵۸)

(۱۲) بعض اشعار کی تاویل کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ اکثر میلاد خواں، میلاد شریف میں یہ اشعار پڑھتے ہیں: ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے۔۔۔۔وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں۔الست مرتبہ لاہور لاہوت سمجھو ذات احمد کا۔اس مرتبہ میں احمد کو عین اللہ کہتے ہیں'' تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

ان اشعار کا پڑھنا سخت حرام ہے لیکن ان کا قائل کافر نہیں کیونکہ یہ قابل تاویل ہیں اھ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ ص ۳۰۲)

جب سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کے بارے سوال کیا گیا: ''چہ خوش گفت بہلول فرخندہ قال کہ من از خدا پیش بودم دو سال۔من آن وقت کردم خدا را سجود کہ ذات وصفات خدا ہم نہ بود'' تو جواباً ارشاد فرمایا: پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں اس عالم اجساد میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا اور دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات وصفات نہیں۔باایں ہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام، واللہ تعالیٰ اعلم۔اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰۴)

(۱۳) قطعیات میں تاویل مجتھد کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اوقات وہ ان قطعیات کی بھی تاویل کرتا ہے جو اس پر ظاہر شدہ مسئلہ کے خلاف آئے ہیں جیسے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسئلہ کنز میں ہوا اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں انہوں نے بہت کچھ کہہ ڈالا باوجود یکہ اصحاب بدر کے بارے میں عموماً اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں خصوصاً بہت سی نصوص قطعیہ وارد ہیں۔۔۔تو مجتہد اخلاف کے باوجود حکم پر جزم رکھتا ہے اور جزم کے باوجود اپنے مخالف اور منکر کی تکفیر سے انکار کرتا ہے یہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا بہت نادر اور وقیع علم ہے جسے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔اس سے باذنِ الٰہی ایسے بہت عقدے حل ہوجاتے ہیں جن میں کچھ لوگ حیرت زدہ ہیں اور جن سے ناآشنائی کے باعث کچھ لوگ ہلاکت میں پڑے۔(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۸۳)

(جزم یعنی یقین وقطعیت کے باوجود بھی اگر مخالف کی تکفیر سے انکار کیا جاسکتا ہے تو بالفرض علی سبیل التنزل یہ بکواس تسلیم بھی کرلیں کہ معاذاللہ علمائے دیوبند بالجزم کافر ہیں تو دوسرے کا انکار کفر کیسے ہوسکتا ہے؟ ساجد)

(۱۴) آئمہ و اولیاء کی ناقابل تاویل عبارات کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت و امامت ثابت وتحقیق ہے جن کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ ان پر طعن کریں نہ اس سے بحث اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔قال اللہ تعالیٰ" واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ"۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں یونہی ان اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۶ تا ۵۱۸)

(ہائے کاش کہ اکابر اہل السنۃ جن کی ولایت خود رضاخانیوں کو بھی مسلم ان کی عبارات کے متعلق بھی خان صاحب بریلوی اپنے اس اصول کو پیش نظر رکھتے۔مگر برا ہو تعصب کا۔ساجد)

(۱۵) بے ارادہ قلبی کفر صریح بولنے والے کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمہ کفر بولا وہ ہمارے نزدیک قطعی طور پر کافر ہے۔۔۔رہا یہ مسئلہ کہ کیا وہ اس کلمہ کے ساتھ عنداللہ کافر ہوجائے گا یا نہیں، تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں ہوگا جب دلی ارادہ نہ پایا جائے کیونکہ تصدیق کا محل دل ہے یہی وہ حکایت ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جب کہ عام علماء کرام اور جمہور امناء نے کہا ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا اگرچہ دلی طور پر عزم نہ پایا جائے کیونکہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے والا ہے۔اور یہ یقینا کفر ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۸۱)

اسی طرح مبسوط سرخسی، بدائع الصنائع، فتح القدیر، فتاوی عالمگیری اور عنایہ کتاب الاکراہ میں ہے: جو شخص بلا اکراہ اپنے اختیار کیساتھ کفر کرنے کا اقرار کرے پھر کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا تھا تو اس صورت میں قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ بات خلاف ظاہر ہے کیونکہ ظاہر تو بحالت اختیار بولنے کا صدق ہی ہے لیکن دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے ایسی بات کا دعویٰ کیا ہے جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے اھ۔

(۱۶) تکفیر ابی طالب کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متوافرہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجال دم زدن نہیں ۔۔۔۔ جب ابوطالب کا کفر ادلّہ کالنہار سے آشکار تو صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ھوالظاہر تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ۔۔۔ ہاں ابوالہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خونِ انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایت حضرت رسالت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء واضرار رہے ۔۔۔۔ ابوطالب کے باب میں اگرچہ قولِ حق وصواب وہی کفر وعذاب، اور اس کا خلاف شاذ ومردو باطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

(فتاویٰ رضویہ ج۲۹ ص۶۶۱، ۷۴۰)

(۱۶) تکفیر یزید کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید پلید کے میں ائمہ اہلسنت کے تین قول ہیں، امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلمان، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں گے نہ کافر۔ لہٰذا ہم بھی سکوت کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۴ ص۶۸۲)

(۱۸) تکفیر دھلوی کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کلماتِ دہلوی کے بارے فرماتے ہیں: صریح گستاخی ہے، صریح سب ودشنام ہے، کھلی گستاخی ہے، اس میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں، واللہ واللہ ان گالیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی اور انہیں ایذا پہنچی۔ پھر آخر میں حاشیہ میں فرمایا: اس (یزید) خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔ اور ان حضرت (دہلوی) سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجے تواتر پر ہیں (فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۱۹۷، ۲۰۳) سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد میں اس کی تصدیق فرمائی مگر اس کے باوجود تکفیر دہلوی سے سکوت فرمایا۔ اسی طرح المعتمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ہر صاحب فندق دیوث ہے اگرچہ نبی مرسل ہو (معاذ اللہ) مگر اس کے باوجود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے قائل کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اھ

(ان تین حوالوں میں شخصی تکفیر سے انکار کرنے والوں کو خان صاحب نے کافر نہیں کہا تو آخر خان صاحب نے جو حسام الحرمین کا کفری فتوی جاری کیا اس شخصی تکفیر کا انکار کرنے والے کافر کیوں؟)

(ماہنامہ متاع کارواں بہاولپور، بابت مارچ ۲۰۱۷ء ص۱۷ تا ۲۶)

مفتی موصوف اسی مضمون کی دوسری قسط میں لکھتے ہیں:

مفتی کے فتویٰ تکفیر کی شرعی حیثیت:

سوال: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اقسام قطعی، ثبوت ضروریات دین اور تعریف ضروریات دین کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مفتی کا فتویٰ نہ تو ضرورت دینی ہے اور نہ ہی قطعی وفرض اعتقادی اجماعی ہے کیونکہ قطعی عام اور قطعی خاص دونوں کا علم کم از کم دنیا بھر کے ماہر علماء کو تو ہونا

ضروری ہے جبکہ مفتی کے فتویٰ کا علم تو تمام آئمہ مجتہدین کو بھی ممکن نہیں۔

(لہٰذا ان رضاخانیوں کو ڈوب مرجانا چاہئے جو خان صاحب کے فتووں کو نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ساجد)

ثانی: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ منکر معوذ تین و منکر حرمت ربوا کی تکفیر تو فرماتے ہیں مگر اس تکفیر کی نفی کرنے والے فقہاء کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

ثالث: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا تقریباً پانچ صورتوں کے علاوہ خود قائل ہی کی تکفیر نہیں کرتے۔اب قارئین کرام خود اندازہ فرمائیں کہ جب منکرین قطعیات (حرمت سجدہ تعظیمی، خلافت شیخین، ایمان علی المرتضیٰ، دلالت آیت قرآنی وغیرہ) کی تکفیر نہیں کی گئی تو مفتی کا فتوی جو واقع میں قطعی معتبر فی اصول الدین ہی نہیں تو بھلا اس میں دلائل کیساتھ اختلاف کرنے والے اہل علم وتقوی کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق کیسے ممکن ہے؟(رضاخانیوں سے زبردست سوال۔ساجد)

رابع: خود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندیہ، شامی، بحر وغیرہ میں مذکور اس روایت ”جب کوئی شخص دیدہ دانستہ کلمہ کفر بولے لیکن کفر کا اعتقاد (ارادہ قلبی) نہ رکھتا ہو تو ہمارے بعض اصحاب نے کہا وہ کافر نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ کافر ہوگا“ کی بناء پر صریح کفریات لکھنے والے فلسفی کی تکفیر میں کچھ مدت توقف کیا چنانچہ فرماتے ہیں میں نے یقین کرلیا کہ اُس شخص کے لیے کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی حکم تکفیر سے ہٹنے کی گنجائش ہے۔اے اللہ! مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علماء سے جامع اصغر میں منقول ہے وہ یہ کہ ارادہ قلبی معتبر ہے، جامع اصغر میں اس کو وارد کیا پھر اُس کا خوب رد کیا لیکن میں نے اُس میں زیادہ سوچ بچار کی اور گناہ سے بچنے کے لیے توقف کو پسند کیا یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالف اگرچہ کمزور ہے مگر یہاں کافی ہے۔چنانچہ میں نے گہری نظر ڈالی اور فکر میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر آشکار فرمادیا کہ تکفیر پر اجماع ہے، نزاع تو فقط کفر میں ہے۔اھ

اس کے بعد ”بالجملہ حکم اخیر یہ ہے“ کے تحت فرمایا: بالفرض اگر بہ ہزار دقت کوئی بچتی ہوئی صورت نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بین ومبین وصریح وظاہر کہ وہ اپنے ان اقوال کے سبب علامہ علمائے دین و جماہیر آئمہ کاملین کے نزدیک کافر اور اس احکام ارتداد جاری۔اھ

اس سے ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں متکلمین کے نزدیک کوئی گنجائش کا پہلو نکل سکتا ہے جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقیہ عبدالرحمن بن محمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کسی مسلمان سے ایسا کلمہ سرزد ہو جس کا معنی وہ نہ جانتا ہو یا معنی تو پہچانتا ہو مگر قرائن اسکے عدم ارادہ پر دلالت کرتے ہوں یا اس کا معنی پہچاننے کے بارے میں شک ہو تو اس صورت میں اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

(بغیۃ المسترشدین فی تلخیص بعض الائمۃ من العلماء والمتاخرین ج ا ص ۲۴۱)

(تو ظالم انسان! اکابر دیوبند کی عبارات کو معاذاللہ کفریہ بھی نہ تھیں بالفرض معاذاللہ ہوتی تب بھی اکابر دیوبند نے اپنی مراد واضح کردی تھیں کہ جو کفریہ معنی خان صاحب بریلوی نے لئے ہیں وہ ہماری مراد نہیں تو کفر کا فتوی اس اصول کی روشنی میں کیسے؟۔ساجد)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مفتی کا فتویٰ تکفیر ضرورت دینی یا کم از کم فرض اعتقادی ہوتا اور اس میں توقف کفر یا فسق ہوتا تو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فلسفی مذکور کی تکفیر میں نہ تو کبھی توقف فرماتے اور نہ ہی بالجملہ حکم اخیر کہہ کر یہ فرماتے ”بالفرض اگر بہ ہزار دقت کوئی بچتی ہوئی صورت نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بین ومبین وصریح وظاہر کہ وہ اپنے ان اقوال کے سبب عامہ علمائے دین و جماہیر آئمہ کاملین کے نزدیک کافر، اور اس پر احکام ارتداد جاری“۔اھ

تنبیہات: (۱) ہر فرض اعتقادی، اجماعی ضرور ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ یونہی ہر فرض اعتقادی، قطعی معتبر فی اصول الدین ضرور ہے لیکن اسکا عکس نہیں مثلاً امور عقلیہ جیسے دو اور دو کا چار ہونا، امور حسیہ جیسے چینی کا میٹھا ہونا، اخبار متواترہ ماسوائے احادیثِ مبارکہ جیسے شہر بغداد کا موجود ہونا، یہ سب قطعیات ہیں مگر انکا منکر کافر نہیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی امر قرآن، حدیث متواتر، اجماع قطعی قطعی الدلالات سے ثابت ہو تو پھر اسکا منکر مکذب شارع ہونے کے سبب کافر ہوگا۔

(۲) دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان والوں مثلاً مشرکین، ھنود، یہود، نصاری وغیرہ سب کو بلاتعیین کافر ماننا ضروریات دین سے ہے اور بالتعیین فردِ معین کو کافر ماننا اجماعی ضرور ہے کیونکہ اس میں کوئی عام، خاص اختلاف نہیں کرتا لیکن ادلّہ قطعیہ ثلاثہ سے ثابت نہ ہونے اور قطعی عام و خاص کا مصداق نہ ہونے کے سبب ضرورت دینی و قطعی معتبر فی اصول الدین نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ جو مشہور کافر، ایمان لا چکا ہو اور ابھی اس نے اس کا اظہار نہ کیا ہو یا اظہار تو کیا ہو لیکن ہمیں اس کا علم نہ ہو یا ایمان لانے کے بعد اپنی قوم سے خوف کے سبب واپس لوٹنے کا اظہار کیا ہو یا کسی مسلمان نے کسی غرض سے کفار کا حلیہ اختیار کیا ہو جیسا کہ شیخ سعدی کے بارے میں منقول ہے یا کسی مسلمان نے کفر کا جھوٹا اقرار کیا ہو تو اس وقت وہ عنداللہ مؤمن اور ہمارے نزدیک کافر ہوگا یوں اس صورت میں ضرورت دینی و قطعی معتبر فی اصول الدین میں خطاء کا وقوع جائز ہوگا حالانکہ قطعیات معتبرہ کا اس سے منزہ ہونا ضروری ہے۔

(۳) تکفیر کے کلیات و جزئیات میں فقہاء و آئمہ کا بکثرت اختلاف ہے جیسے جہالت کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، عدم ارادہ قلبی کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، اکراہ ناقص کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، تاویل غیر صحیح کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، کسی امان یا ولی کی ناقابل تاویل عبارت کے از قبیل متشابہات ہونے میں اختلاف، کسی قول کی قائل کی طرف نسبت میں اختلاف، کسی معنی کے کفر ہونے میں اختلاف، کسی عبارت کے صریح ہونے میں اختلاف، کسی تاویل کے مقبول ہونے میں اختلاف، قائل کا رجوع ماننے میں اختلاف وغیرہ۔

(متاع کارواں بہاولپور، اپریل ۲۰۱۷ ص ۴۵ تا ۴۷)

اس مضمون میں دیگر بھی بڑے دلچسپ اصول خان صاحب کی کتب سے نقل کئے گئے ہیں ہم نے بقدر ضرورت چیدہ چیدہ چیزیں پیش کر دی ہیں مکمل مضامین کیلئے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے۔

مصباحی و رامپوری حضرات کیلئے چند حوالہ جات

آج کل انڈیا کے مصباحی و رامپوری بریلوی حضرات اگرچہ علمائے دیوبند کی ان عبارات سے کلی متفق نہیں لیکن وہ حسام الحرمین کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور علمائے دیوبند کی ان عبارات پر خان صاحب بریلوی کے فتوے کی روشنی میں تکفیر کا فتوی نہیں دیتے۔ جس پر وہاں کہ رضاخانی ان کی تکفیر کرتے ہیں کہ حسام الحرمین کا منکر کافر ہے۔ ایسے مصباحی و رامپوری حضرات کیلئے ماقبل کے مضمون میں بھی کافی حوالہ جات ہیں کہ خود خان صاحب نے شخصی تکفیر بلکہ کفر التزامی کی بنیاد پر کافر کہلائے جانے والے اشخاص کے کفر سے انکار کیا۔ مزید رضاخانی فقیہ النفس نائب مفتی اعظم ہند اور اپنے دور کے مفتی اعظم ہند شریف الحق امجدی کی چند عبارات ملاحظہ ہو:

’’ہر مفتی اپنے علم کا مکلف ہے ایک قول کسی مفتی کے سامنے پیش ہوا وہ واقعی مفتی ہے اس پر اس نے حتی الوسع پورا غور و خوض کیا اسے اس

قول میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب نہ بعید جس کی بنا پر قائل کو کافر کہا مگر وہی قول دوسرے مفتی کے حضور پیش ہوا انہیں اس قول میں کوئی تاویل سمجھ آگئی اور انہوں نے کف لسان فرمایا اس میں کیا استحالہ ہے"۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۳۱۸)

تو اگر مصباحی حضرات کو علمائے دیوبند کی عبارات میں صحیح محمل نظر آتا ہے تو امجدی صاحب کی عبارت کی روشنی میں اس میں محال کیا ہے؟ کیونکہ ہر مفتی اپنے علم کا مکلف ہے نہ کہ خان صاحب کی حسام الحرمین کا۔

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دین دار بھی، ذہین وفطین بھی ہے اس کی طبعیت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے، اس نے اس کلمہ میں حتی الوسع پورا پورا غور وخوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس میں اس کو تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔جس کی بنا پر اس نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتوی دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔

لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل سمجھ میں آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطا اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۴۱۶)

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی کہے کہ ہمارے اعلی حضرت تو بہت بڑے فقیہ آدمی تھے لہذا ان سے اختلاف کیلئے بھی ان کے پائے کا کوئی آدمی ہو۔تو یہ آپ اور مصباحی حضرات کا ذاتی معاملہ ہے کہ وہ خان صاحب کو کیا سمجھتے ہیں؟لیکن تفریح طبع کیلئے ہم امجدی صاحب کا ہی حوالہ نقل کر دیتے ہیں کہ تکفیر کے معاملے میں برابری کی شرط نہیں بلکہ چھوٹا بڑے سے اس معاملے میں اختلاف کرسکتا ہے۔

"ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ص ۴۱۸)

تو بقول آپ کے اگر بڑوں سے بھی بڑے خان صاحب بریلوی کی "عقل شریف" میں کوئی بات سمجھ نہ آئی اور کسی چھوٹے کی عقل میں آگئی تو اس میں کیا استحالہ ہے؟

اہل السنۃ والجماعۃ کا اختلاف اہل بدعت کے ساتھ اصول پر مبنی ہے

آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمایا کہ اہل بدعت کا اہل حق کے ساتھ اختلاف محض تعصب، ضد وعناد پر مبنی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اہل حق کا اختلاف اہل بدعت فرقہ رضائیہ کے ساتھ اصول پر مبنی ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے جتنے مسائل ان کے ساتھ اختلافی ہیں مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل، نور و بشر، سنت و بدعت کبھی بھی میدان مناظرہ میں اس کے منکر پر کفر، گمراہی، فسق و فجور کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اہل بدعت کی بہت سی کتب میں ان مسائل کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ ہم اس کے منکر پر فسق کا حکم بھی نہیں لگاتے چہ جائیکہ کفر۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اہل بدعت کو معلوم ہے کہ اسلاف ان مسائل میں اہل حق کے ساتھ ہیں۔ اگر ہم نے کوئی کفر کا فتوی لگایا تو چودہ سو سال کے اسلاف سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

آج سعید اسد صاحب رضاخانی مختلف لوگوں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کا ہمارے ساتھ شرک و بدعت کا اختلاف ہے۔ وہ ہمیں مشرک و بدعتی کہتے ہیں لہذا یہ شرک و بدعت کی تعریف کر دیں اس کے بعد ہم اس تعریف پر اپنے اعمال وعقائد پیش کرتے ہیں اگر واقعی ایسا ہوا تو ہم توبہ کر لیں گے۔ افسوس کہ اس حوالے سے مولانا سعید اسد صاحب کی ملاقات متکلم اسلام حضرت مولانا گھمن صاحب کے ساتھ آخری ملاقات ثابت ہوئی اور اس ملاقات میں جس کی مکمل تفصیل ویڈیو کی صورت میں نیٹ پر موجود ہے اس کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ دوبارہ اس حوالے سے سعید اسد کو نہ تو گھمن صاحب کے پاس آنے کی جرات ہوئی نہ کسی دوسرے دیوبندی کے پاس۔

مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ نے اسی وقت چند نوٹس اس حوالے سے تیار کئے تھے تاکہ اگر اس موضوع پر ان سے مناظرہ ہو تو ہم ان کے گھر سے ہی ثبوت دے دیں کہ مشرک و بدعتی تو تم خود اپنے گھر کے فتاوی سے ہی ثابت ہوتے ہو ہم سے کیا مناظرہ؟ ہم قارئین کرام کے فائدے کیلئے ان تمام نوٹس کو مزید اضافہ جات کے ساتھ یہاں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کر لیں کہ جو دعوی ہمارا ان پر ہے وہ ان کے گھر سے بھی ثابت ہے لہذا ہمارا ان سے ''اختلاف'' ہے ''خلاف'' نہیں اور رضاخانیوں کا ہمارے ساتھ ''خلاف'' ہے ''اختلاف'' نہیں۔

(والفرق بین الخلاف والاختلاف : ان الاختلاف مستعمل فی قول بنی علی دلیل ۔والخلاف فی ما لادلیل علیہ۔(البنایہ، ج۱، ص۱۴۲)

نوٹ: اختلاف وخلاف میں یہ فرق محض علمی نکتہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ ہمارے ہاں دونوں قسم کے اختلاف کیلئے عموماً اختلاف کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔

بسمہ الکریم

سنی اور بریلوی اتحاد کی کوششیں

اور

ہماری چند تجاویز

مؤلفہ: مناظر اسلام، حامی سنت حضرت مولانا
ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ

ناشر
عالمی مجلس تحفظ اکابرین دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

قارئین گرامی قدر!!! کچھ دنوں سے یہ بات گردش کرتی پھر رہی ہے کہ مسلک اہلسنت دیوبند اور مسلک بریلویہ میں اتحاد کی کوشش جاری ہیں اور مولوی سعید احمد اسعد صاحب اس سلسلے میں کبھی تو مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملتے ہیں اور کبھی مولانا طارق جمیل صاحب سے پھر ان سے کہا کے ایک آدمی ہماری نظر میں ہے مولانا الیاس گھمن صاحب آپ ان سے کہیں کہ وہ ہم سے بات کریں. بجائے سیدی و مفخری وسندی ومرشدی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ سے رابطے کے سعید اسعد صاحب نے جھوٹ بول دیا کہ وہ مناظرہ سے بھاگ گئے خود ہی انکا نام تجویز کیا اور خود ہی ان پر جھوٹ بول دیا کہ وہ مناظرہ سے بھاگ گئے تاکہ دنیا میں میری شہرت کا ڈنکا بج جائے حالانکہ نا ہم مناظرہ سے بھاگے ہیں نا بھاگنے والے ہیں ہم اب بھی تیار ہیں اور ہمیشہ کے لئے تیار ہیں لیکن دو شرائط کے ساتھ:

اول: تو آپ جیسے اتحاد کے مدعی کے لئے اب مناظرہ کو سجانا مناسب نہیں ورنہ اتحاد کی دعوت اور دعوی ترک کر دیں۔

ثانیاً: کون بھاگا یا دوڑا ہم تو اب بھی تیار ہیں آپ کے ہر چیلنج کو قبول کرنے کیلئے دو شرائط کے ساتھ مناظرہ کی منظوری بذمہ جناب ہوگی اور چیلنج ہمیں لکھ کر دینا بھی بذمہ جناب ہوگا۔

القصہ جناب کی کوشش پر ہم ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

آپ کی کوشش کی تحریک دو باتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

(۱) اہل السنت دیوبند بریلویوں کو مشرک کہتے ہیں اور بدعتی (۲) جبکہ وہ (یعنی بریلوی) انکو گستاخ رسول سمجھتے ہیں۔ تو ہر فریق افہام و تفہیم کے انداز میں اپنا مؤقف واضح کرے۔ اگر فریقین کے پاس معقول جواب ہو تو ٹھیک ورنہ توبہ تائب ہو جائیں اور امت کو اتحاد کی راہ دکھائیں۔

اسعد صاحب! گزارش یہ ہے کہ آپ حضرات کا مشرک ہونا آپ کے گھر سے ہم ثابت کر دیتے اور اپنا گستاخ نہ ہونا بلکہ صحیح معنی میں حنفی سنی ہونا بھی آنجناب کے گھر سے دکھا دیا جائے تو پھر آپ کو آنکھیں بند کر کے اہل السنۃ دیوبند کے ساتھ وابستگی کا اظہار و اعلان برملا کر دینا ہوگا۔

اب آیئے شق اول کی طرف کہ آپ اپنے ہی گھر سے مشرک ثابت ہو رہے ہیں،

(۱) چنانچہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”اگر کوئی اللہ کی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے مثلاً اسے قدوس کہے یا رحمٰن کہے تو وہ کافر ہو جائیگا“۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۸۰ مسئلہ ۴۸)

اس سے دو باتیں معلوم ہوگئیں۔

(۱) خدا کی صفات مختصہ میں کسی صفت کا مخلوق کیلئے بولنا ایسا جرم ہے کہ قائل کافر و مشرک ہو جائے گا۔ (۲) یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ ذاتی وعطائی کا فرق کرلیں تو کفر نہ ہوگا ورنہ قدوس ورحمٰن عطائی طور پر ماننے والا کافر ومشرک نہیں ہوگا۔ جبکہ فاضل بریلوی نے بغیر کسی تاویل کی طرف گئے اسے کافر کہا ہے۔

(۲) مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”خدا کی کسی صفت کو کسی دوسرے کیلئے ثابت کرنا شرک ہے“۔(فتاوی مظہر یہ ص ۵۳۷)

(۳)خطیب و محقق بریلویہ مولوی مشتاق نظامی صاحب لکھتے ہیں:

”ایسی صفات جو خدا بزرگ و برتر کیلئے خاص (ہیں) بعینہ انہیں صفات کو کسی اور بندے میں ماننا اسکو شرک فی الصفات کہتے ہیں“۔

(عقائد اہلسنت ص ۳۲)

(۴)محقق بریلویہ جناب پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصه بالخالق جل وعلاء نحو القدوس والقیوم و الرحمٰن وغیرہ بکفر (اصول تکفیر ص ۲۲۳)

ترجمہ کے لئے فاضل بریلوی کی عبارت دیکھ لیں.

(۵)محقق بریلویہ مفتی شہزاد ترابی فرماتے ہیں:

”غیر خدا کو قیوم قدوس رحمٰن اور دیگر اسماء جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہیں کہنا بعض فقہاء نے کفر لکھا ہے“۔

(شریعت محمدی کے ہزار مسائل ص ۳۶۵)

(۶)مولوی محمد یحیی انصاری اشرفی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ تعالی کی صفات خاصہ کو کسی بندے میں موجود ماننا شرک ہے“۔(حقیقت شرک ص ۱۶ فرید بکسٹال لاہور)

(۷)محقق و مناظر مسلک بریلویہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

”جو اسماء خالق جل جلالہ کے ساتھ مختص ہیں ان کا اطلاق اگر کسی نے مخلوق پر کیا تو وہ کافر ہے“۔

(فتاوی شارح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۱،۱۵۲)

خلاصہ یہ نکلا خدا کے ساتھ مخصوص صفات کا غیر خدا کیلئے بولنے والا کافر و مشرک ہے۔

اب آئے دیکھئے کہ خدا کے ساتھ مخصوص صفات کونسی ہیں۔

(۱)یہی موصوف لکھتے ہیں۔

”البتہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو عالم الغیب کہنا منع ہے کیونکہ یہ لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے“۔

(فتاوی شارح بخاری جلد ۱ ص ۴۵۴)

(۲)مولوی اختر رضا خان ازھری جنکو تاج الشریعۃ البریلویہ کا لقب ملا ہے وہ لکھتے ہیں:

”رہا آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں بالکل افتراء ہے عالم الغیب مثل رحمٰن قیوم و قدوس وغیرھا اسماء خاصہ بذات باری میں سے ہیں“۔(انوار رضا ص ۱۳۶)

(۳)پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”وہ چیز جو تمام مخلوقات کی نسبت غائب ہے وہ غیب مطلق ہے جیسا کہ قیامت کے آنے کا وقت اور اللہ تعالی کے احکام جو ہر روز صادر ہوتے ہیں اور جیسا کہ اللہ تعالی کی ذات و صفات کے تفصیلی حقائق اس قسم کو غیب خاص اللہ تعالی کا کہتے ہیں یعنی اپنے غیب خاص پر کسی کو

مطلع نہیں فرماتے"۔(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱۵)

مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ فرماتے ہیں:

"یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ علم ما کان وما یکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے"۔(آفتاب ہدایت ص ۱۷۰)

یہی حضرت ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

"اور حال کے شیعہ اگر بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ علم ما کان و ما یکون انکو حاصل ہونا اشیاء (کو) حلال کرنے کا اختیار موت وحیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوھیت تک پہنچا دیتی ہیں"۔(آفتاب ہدایت ص ۱۶۱)

یہی بزرگ ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

"سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ امیر علیہ السلام اور اہل بیت کو اگر خدا نہیں تو شریکِ خدا ضرور مانتے ہیں کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ ھدی علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں مرنا جینا انکے اختیار میں ہے چاہے مریں چاہے زندہ رہیں آسمان وزمین ومافیھا کا انکو کلی علم ہے۔حق الیقین ص ۴۳۶ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے کہ بادل اور رعد و برق نور وظلمت ہوا و پہاڑ اور دریا سورج چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں اب بتائیے خدا کی کون سی صفت باقی رہ جاتی ہے؟

غرض وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں فرقہ امامیہ اثنا عشری کی کتب ِحدیث وتفسیر میں اسکی تصدیق موجود ہے۔ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔وہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یااللہ کہنے کے بجائے یا علی کا ورد پکارتے ہیں السلام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنالیا ہے۔یا علی مدد اس سے ان کے اس عقیدہ کی کہ وہ حضرت علی کو خدا سے کم نہیں سمجھتے پوری تصدیق ہوجاتی ہے"۔

(آفتاب ہدایت ص ۲۹۵،۲۹۴)

مولانا دبیر کو رضوی حضرات اپنا شمار کرتے ہیں دیکھئے "تذکرہ اکابر اہلسنت"

(۵)محقق مسلک بریلویہ مولوی مقبول احمد رضوی صاحب لکھتے ہیں (اہل تشیع کے عقائد کے متعلق)

"مزید برآں وہ خداوندی صفات واختیارات کے بھی حامل ہیں وہ عالم ما کان و ما یکون ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں انکو اختیار ہے کہ جس عمل کو چاہیں حلال وحرام قرار دے دیں کائنات کے ذرہ ذرہ پر انکو کن فیکونی اقتدار حاصل ہے دنیا اور آخرت انکی ملکیت ہے جس کو چاہیں دیدیں اور بخش دیں ان کی موت انکے اختیار میں ہوتی ہے"۔(شیعہ سنی بھائی بھائی کیسے ص ۶۰)

(۶)مولوی عبد الحکیم شرف قادری،شاہ احمد نورانی،سید محمود احمد رضوی۔مفتی عبد القیوم ہزاروی مولوی عبد الستار خان نیازی کی مصدقہ کتاب میں ہے۔

"بغیر کسی شک وشبہ کے ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے نبی اکرم ﷺ یا کسی دوسرے مقبول ہستی کی زبان پر جس غیب کا اظہار ہو رہا ہے یا تو وہ وحی کے ذریعہ سے ہے یا الہام سے ہے نبی اکرم ﷺ نے غیب کی جتنی خبریں دی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے ثبوت کے طور پر ظاہر ہوئی ہے"۔(اسلامی عقائد ص ۱۱۱۳ از سید یوسف ہاشمی رفاعی)

(۷) مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب فرماتے ہیں:

''علم غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہیں''۔(عقائد ونظریات ص ۸۷)

(۸) پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''علم خاص اسی دن کا کہ فلاں وقت میں ہوگی یہ مخصوص بالباری ہے''۔(سیف چشتائی ص ۲۲۴)

مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب جو کہ مسلک بریلویہ کے حکیم الامت ہیں وہ لکھتے ہیں:

''کلی اختیارات اور مکمل علم غیب پر خدائی دارومدار ہے''۔(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص ۲۶۵)

(۱۰) مسلک بریلویہ کے رئیس التحریر جناب ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں:

''جہاں تک مطلقاً ذاتی علم اور کلی علم کا سوال ہے وہ ہمارے نزدیک بھی غیر خدا کیلئے ثابت کرنا شرک ہے''۔(زیروزبر ص ۴۹)

(۱۱) اور مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی آیت قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان کئے ہیں:

ا: غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا ۲: کلی غیب کوئی نہیں جانتا''۔(جاء الحق ص ۹۶)

(۱۲) بریلوی مسلک کے معتبر عالم مفتی نظام الدین ملتانی لکھتے ہیں:

''ہر آن اور ہر وقت حاضر ناظر ہونا خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے''۔(انوار شریعت جلد ۲ ص ۲۳۹)

(۱۳) بریلوی مسلک کے معتمد و مستند رسالہ السیف الصارم میں ہے:

''کوئی تصور شیخ کو شرک تصور نہ کرے کیونکہ شرک تب ہوگا جب کوئی یہ خیال کرے کہ شیخ حاضر ناظر ہے کیونکہ حاضر ناظر ہونا اللہ کی صفت ہے''۔(السیف الصارم اکتوبر ۲۰۱۱ ص ۲۲)

(۱۴) شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:

''قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے۔ ہر وقت ہر لمحہ حاضر ناظر ہونا صرف رب العالمین ہی کی شان ہے''۔(رسائل میلاد مصطفی ﷺ ص ۵۶۷)

مفتی امین صاحب فیصل آبادی نے ابوالحسن زید فاروقی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''دہلی کے بڑے پیر حضرت علامہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی مدظلھم العالی''۔(تعارف تقویۃ الایمان ص ۲۹)

خلاصہ الکلام یہ ہے

خصائص باری تعالی جو اوپر کی عبارت میں گزری ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عالم الغیب ہونا

(۲) قیامت کا وقت مقررہ

(۳) اللہ کی ذات وصفات کے تفصیلی حقائق

(۴) علم ما کان وما یکون

(۵) اشیاء کو حلال وحرام کرنے کا اختیار

(۶) کسی کو موت وحیات دینا

(۷) آسمان وزمین کا کلی علم

(۸) علم غیب

(۹) علم غیب کلی کی چابیاں

(۱۰) مختار کل ہونا اور مکمل علم غیب

(۱۱) ہر آن ہر وقت حاضر ناظر ہونا وغیرھا

یہ سب باتیں رضوی حضرات نے خدا تعالی کیلئے خصائص مانی ہیں۔

اور یہ بھی رضوی حضرات نے ہی فیصلہ دیا ہے کے خدا تعالی کی خصوصیات میں غیر خدا کو شریک کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ آدمی کافر ومشرک ہو جاتا ہے۔اب دیکھیے کہ رضوی حضرات خود ہی ان باتوں میں غیر خدا کو شریک ٹھہراتے ہیں

(۱) چنانچہ قاضی فضل احمد لدھیانوی صاحب کی کتاب انوار آفتاب صداقت جو کہ فاضل بریلوی صاحب کی مصدقہ ہے اور قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب حرف بحرف فاضل بریلوی کے پاس مہینہ بھر ٹہر کر سنائی ہے لہذا یہ مکمل ہی فاضل صاحب کی مصدقہ مؤیدہ ہے۔اس میں ایک سوال وجواب ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:۔

”(سوال نمبر ۱۷) جو شخص باوجود نقشبندی اور حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر ملامت کرے اس کے پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر جانے اور آپ کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھے ایسے شخص کیلئے شرعاً کیا حکم ہے۔

(جواب نمبر ۱۷) تمام سنی حنفی نقشبندی چشتی سہروردی اور مالکی شافعی حنبلی میلاد شریف اور قیام کو مستحسن اور فرض کفایہ جانتے ہیں اور بعض نے سنت اور واجب اور فرض کفایہ لکھا ہے جو اپنی جگہ بحث میلاد شریف میں درج ہو چکا ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا (یعنی آپ ﷺ کو حاضر ناظر اور عالم الغیب جانے والا) پکا مسلمان اور باایمان وایقان سنی حنفی اور محب رسول کریم ﷺ ہے یہی شرعاً اس کیلئے حکم ہے“۔

(انوار آفتاب صداقت ص ۵۵۰ قدیم ص ۴۴۱ جدید)

(۲) فاضل بریلوی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”مسلمانوں گمراہوں کے امتحان کیلئے ان کے سامنے یوں ہی کہہ کر دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں دیکھو تو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں“۔(الامن والعلی ص ۳۲۷ ف ص ۲۲۲)

مسلک بریلویہ کے پیر ومرشد جنید زمان مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

”نبی کے واسطے ہر مسلمان کو غیب کلی تسلیم کرنا عین ایمان ہے“۔(مقیاس حنفیت ص ۴۶۷)

ایک جگہ اور یوں فرماتے ہیں:

”نبی کریم کو غیب کلی کا علم حاصل تھا“۔(مقیاس حنفیت ص ۳۳۳)

محقق ومناظر مسلک بریلویہ مولوی عبدالرشید رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ کو اللہ تعالی نے کلی علم غیب عطا فرمایا''۔(رشد الایمان ص ۹۹)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کو تعین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے۔جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح محفوظ اور روز اول سے روز آخر تک تمام ما کان وما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بھی زیادہ علم ہے''۔(خالص الاعتقاد ص ۷)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''مضمون طویل ہو جانے کا خیال نہ ہوتا تو اس کے برعکس یعنی حضور انور کو عالم الغیب نہ سمجھنے والوں پر نحوست کے نمونے پیش کرتا۔

مولوی عبدالحق عتیق صاحب لکھتے ہیں

قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ مقیم رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھ سکتا ہے یعنی کہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے''۔

(الشہود الشاہد ص ۹۴ مصدقہ سید محمود احمد رضوی، مفتی محمد اعجاز، مفتی محمد فرید فیض الحسن سجادہ نشین آلومہار وغیرہم)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں''۔

(برکات الامداد ص ۸)

فاضل صاحب کی مصدقہ کتاب میں مولوی امجد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضور اقدس اللہ عزوجل کے نائب ہیں تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے جو چاہیں کریں جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔تمام زمین انکی ملک ہے تمام جنت انکی جاگیر ہے ملکوت السموت و الارض حضور کے زیر فرمان جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔احکام تشریعہ حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں''۔(بہار شریعت ص ۱۸ حصہ اول)

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں

''دنیا اور آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور ﷺ ہیں سب کچھ ان سے مانگو عزت مانگو، ایمان مانگو، جنت مانگو، اللہ کی رحمت مانگو''۔

(رسائل نعیمیہ، ص ۱۴۶)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

''جب رب تعالی نے گمراہ (حدائق بخشش جلد ۱ ص ۸۵)

اب دیکھئے فاضل صاحب شیخ جیلانی ؒ کو مدبر عالم سمجھتے ہیں اور لامحالہ انہیں معبود اور مستحق عبادت بھی سمجھ لیا کیونکہ یہ معلوم ہو چکا کہ کسی کو مدبر سمجھنا اسکو مستحق عبادت سمجھنا ہے۔دوسری بات یہ بھی ذہن میں رکھیئے سید احمد زینی دملان ؒ کی کتاب جس کا مسلک بریلویہ کے مولوی نے ترجمہ کر کے مکتبہ برکات المدینہ سے شائع کیا ہے۔اس میں موجود ہے:

''عبادت تو اسی کی نداہے جسکی الوہیت واستحقاق عبادت کا اعتقاد ہو اور جس کے سامنے خضوع ہو پس شرک میں ڈالنے والا تو الوہیت یا تاثیر غیر خدا کا اعتقاد ہے باقی صرف اس شخص کی ندا جس کی الوہیت و تاثیر یا استحقاق عبادت کا اعتقاد نہ ہو تو ہرگز عبادت نہیں''۔

(توسل واستعانت اور رد وہابیت ص ۵۰، مترجم حبیب الرحمن بدایونی)

معلوم ہوا کہ غیر خدا میں تاثیر مان لینا اور پھر پکارنا بھی عبادت ہے۔اور مسلک رضا خانی کے حضرات تو انبیاء اور اولیا کو اختیارات اور سیاہ سفید کا مالک سمجھ کر پکارتے ہیں اور اسی کو علامہ احمد زینی نے شرک قرار دیا کہ غیر خدا میں تاثیر کے عقیدہ سے پکارا جائے تو شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے۔

القصہ رضا خانی حضرات کا مافوق الاسباب طرز پر غیر خدا کو پکارنا ان کو معبود بنانا، ان کو مدبر سمجھنا اور مستحق عبادت ماننا ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں شرک ٹھہرا۔اب آئیے ایک اور طرز سے دیکھئے۔

عقیدہ علم غیب کی وجہ سے مشرک ہونا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صاحب نے علم غیب کلی کا دعوی یوں تحریر کیا ہے:

''بے شک حضرت عزت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا مشرق تا مغرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا روز اول سے روز آخر تک سب ماکان ومایکون انہیں بتایا۔اشیاء مذکورہ میں سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والسلام ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالا بلکہ ہر صغیر وکبیر ہر رطب ویابس جو پتا گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانا کہیں پڑا سب کو جدا جدا تفصیلا جان لیا''۔

(انباء المصطفی بحال سرہ واخفی ص ۴۸ بحوالہ امام احمد رضا اور فن تفسیر ص ۱۶)

دوسری جگہ فتاوی رضویہ میں ہے۔فاضل بریلوی نے فلاسفہ کا نظریہ نقل کیا کہ:

''عقول عشرہ کا تمام نقائص وقبائح سے مقدس ومنزہ اور انکے علم کا تام ومحیط باحاطہ تامہ ہونا نقل کیا یہاں تک کہ کوئی ذرہ ذرات عالم سے ان پر مخفی رہنا ممکن نہیں۔یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادہ کی ہے۔جل وعلا قال تعالی

وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة في الارض ولا في السماء

نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں

اور اس کا غیر خدا کے لئے ثابت کرنا قطعا کفر۔العزۃ للہ''۔(فتاوی رضویہ جلد ۷ ص ۱۴۴)

دیکھئے اگر کائنات کا ذرہ ذرہ نبی پاک ﷺ کے لئے مانا جائے تو پھر خدا کی خاص صفت میں مسلک بریلویہ میں شرک نہیں اور اگر فلاسفہ عقول عشرہ کے لئے مانیں تو قطعی کفر۔بہرحال یہ سب کو معلوم ہوگیا آنجناب فاضل صاحب کا عقیدہ قطعی کفر ہے۔

فاضل بریلوی سمیت کئی اکابر بریلویہ نے آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب، عالم غیب مانا ہے، دیکھئے انوار آفتاب صداقت ص ۴۴۱، الامن والعلی ص ۲۳۷، علم غیب کا ثبوت ص ۱۷، تصحیح العقائد ص ۴۹، کشف المغیبات ص ۲۳، ازالۃ اضلالۃ ص ۱۴، سعید احمد اسعد کی تقریں ص ۲۳۵، شہود الشاہد ص ۹۲، العقائد الصحیحہ ص ۳۲، آئینہ اہل سنت ص ۴۱۳، استداد از عباد الرحمن ص ۹۲، انوار شریعت

ص ۱۵۷ وغیرہم کتب محقق بریلویہ، مولوی اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں:

''عالم الغیب اس ذات کو کہا جاتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو یہ شان اللہ تعالی کے ساتھ ہی خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا فقہاء نے کفر قرار دیا ہے''۔ (تنویر الخواطر ص ۳۴)

مفتی عبد المجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہی فلسفہ عالم الغیب کے لفظوں میں ہے اس میں علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی کا بیان ہے جو کسی کے لئے ماننا اسے الہ ماننا ہے''۔ (علم النبی ﷺ پر اعتراض کا قلع قمع ص ۲۰)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''ملکہ شعر گوئی حضور کو عطا نہ ہوا''۔ (ملفوظات ص ۲۰۹)

جبکہ مولوی ظہیر الدین قادری برکاتی لکھتے ہیں:

''اگر کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کرنا کرلیا جائے کہ اسکو فلاں چیز کا علم نہیں تو ایسا فاسد و باطل عقیدہ اس امر کو متلزم ہو گا کہ اس نبی کا عقیدہ توحید ناقص ہے چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ علیہ کے متعلق یہ کفری عقیدہ ہو کہ عالم ماکان وما یکون کو فلاں چیز کا علم نہیں''۔ (تحفظ عقائد اہلسنت ص ۸۵۰،۸۴۹)

دلیل ۲:

فاضل بریلوی کی کتاب خالص الاعتقاد ص ۶ پر ہے:

''رسول اللہ کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں''

اور یہی بات رسائل اویسیہ جلد ۲ عقائد صحابہ ص ۵، شرک کی حقیقت ص ۱۳۲، کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۲۴۵ پر ہے۔ جبکہ یہ بھی آپ کی کتب میں ہے

''جو شخص کہے کہ فلاں کا علم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے''۔ (شرک کی حقیقت ص ۱۲۰، افتخار اہل سنت ص ۲۲)

دلیل ۳:

تمام رضاخانیوں کا اجماعی مسئلہ ہے کہ سرکار طیبہ ﷺ کا علم غیب ان کا کمال ہے۔ دوسری طرف مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

''رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا''۔ (نور العرفان ص ۷۵۱)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''وہ (صفت) جو غیر مسلم کے لئے ہوسکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں''۔ (ملفوظات ص ۳۷۸)

تو آپ کے حکیم الامت نے سرکار طیبہ ﷺ کے کمال کا انکار کیا جبکہ آپ کے غزالی زمان احمد سعید کاظمی صاحب نے کمالات کے انکار کرنے پر ضلالت کا فتوی صادر فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مفتی احمد یار صاحب گمراہی کے سبب اپنا سب کچھ کھو بیٹھے۔

عقیدہ حاضر وناظر کی وجہ سے کافر ومشرک ہونا

دلیل ۱:

محقق بریلویہ مولوی ظہیر احمد قادری برکاتی لکھتے ہیں:

''حاضر وناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لئے ٹی وی بہت معاون ہوسکتا ہے''۔(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۵۶۷)

دلیل ۲:

مسلک بریلویہ کے محقق مولوی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''ٹیلی ویژن میں غور کرنے سے نئے ذہنوں کے لئے یہ مسئلہ باآسانی واضح ہوجاتا ہے''۔(صحابہ کرام کا عقیدہ حاضر وناظر ص ۳۱)

دلیل ۳:

اور تقریبا یہی بات مسلک بریلویہ کے نامور عالم اور مفتی جناب محمد صدیق ہزاروی صاحب نے اپنی کتاب عقائد وعبادات کے ص ۱۹ پر لکھی ہے۔تفصیل کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

جبکہ احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضور کی شان میں ہلکے لفظ استعمال کرنا ہلکی مثال دینا کفر ہے''۔(نور العرفان پارہ ۱۵ آیت ۴۸ حاشیہ نمبر ۶)

اور بریلویوں کی معتمد ومستند کتاب الصوارم الہندیہ میں ہے:۔

''جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین وتنقیص کے معنی نکلتے ہیں''۔

(الصوارم الہندیہ ص ۷)

ٹی وی کی قباحت وشناعت پر اہل بدعت کو بھی اشکال نہیں تو وہاں قبیح چیزوں سے نبی پاک ﷺ کے حاضر ناظر کو تمثیل وتشبیہ دی جارہی ہے تو فتاوی اپنے گھر کے گھر ہی میں کام آگئے۔

دلیل نمبر ۴:

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''خوارج کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں''۔(نور العرفان ص ۵۱۹)

جبکہ مفتی صاحب نے آیت کریمہ انه یرا کم هو و قبیله من حیث لا ترو هم جو کہ شیطان اور اسکی جماعت کے متعلق اتری ہے اسکو انبیاء اور اولیاء پر فٹ کیا ہے۔اور اس سے ان کو حاضر وناظر ثابت کیا معاذ اللہ۔وہ اس طرح کہ عنوان باندھا ہے محبوبان خدا دور سے دیکھتے سنتے اور مدد کرتے ہیں۔اور نیچے ان آیت کی فہرست دی ہے جو ان کے گمان میں انکا مدعی ثابت کرتی ہیں اس میں یہ آیت بھی لکھی ہے۔(دیکھئے نور العرفان ص ۱۰۰۷)

دلیل نمبر ۵:

مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیاء واولیاء کو اصنام پر قیاس کرنا اور ان کے متبعین اور اطاعت گزاروں کو بت پرستوں پر قیاس کرنا خالص خارجیت ہے''۔

(گلشن توحید ورسالت جلد ۲ ص ۱۳۹)

جبکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:۔

''جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر ناظر بنایا''۔

(نور العرفان ص ۱۸۴)

بت پرستوں پر قیاس مسلمانوں کو کرنا خارجیت ہے تو شیطان پر نبی الانبیاء ﷺ کو قیاس کرنا کونسا سنیت ہے؟

دلیل نمبر ۴:

بریلویوں کے چوٹی کے مناظر مولوی اللہ دتہ صاحب نے حاضر ناظر کو نبی پاک ﷺ کیلئے کمال قرار دیا ہے دیکھئے

(بھیڑ نما بھیڑیئے ص ۱۶)

اور بریلویوں کے خطیب خان قادری صاحب نے اس کو آپ ﷺ کے فضائل میں سے قرار دیا ہے دیکھئے۔(عقائد اسلام ص ۳۵)

جب کے دوسری طرف مولوی عبد السمیع رامپوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے تماشا یہ ہے کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ دعوی نہیں کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سےبھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔(انوار ساطعہ ص ۳۵۹)

اب آپ دیکھیں کہ یہ فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب میں شیطان کو اس فضیلت وکمال میں بڑھایا گیا ہے۔

جبکہ اہل بدعت کے علامہ کاظمی صاحب یوں لکھتے ہیں:

''کسی نبی کے معجزات اور کمالات میں کسی غیر نبی کو نبی سے بڑھ جڑھ کر ماننا توہین نبوت ہے''۔

(مقالات کاظمی جلد ۲ ص ۳۲۳)

تو آپ خود دیکھ لیں اس عقیدہ کی وجہ سے یہ لوگ اپنے ہاتھوں ہی اسلام سے دور نظر آرہے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''عالم میں حاضر ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالمکو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے الخ''۔(جاء الحق ص ۱۳۸)

یہی مفتی صاحب پھر شیطان کی توصیف کیلئے قلم اٹھاتے ہیں کہ:

”رب نے شیطان کو گمراہ کرنے کیلئے اتنا وسع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اسکی نگاہ سے غائب نہیں“۔

(جاء الحق ص ۸۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”ابلیس کی نظر تمام جہان پر ہے کہ وہ بیک وقت سب کو دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ارادوں بلکہ دل کے خطرات سے خبر دار ہے کہ نیک ارادے سے باز رکھتا ہے اور برے ارادے کی حمایت کرتا ہے“۔(تفسیر نعیمی جلد ۳ سورہ نمبر ۲ آیت ۲۶۸ ص ۱۱۶)

اب تیسری عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”وہ جو غیر مسلم کیلئے ہوسکتی ہے مسلم کیلئے کمال نہیں“۔(ملفوظات اعلی حضرت حصہ چہارم ص ۳۴۱)

اب ان تینوں عبارتوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے کہ حاضر و ناظر کا مفہوم مفتی احمد یار نعیمی شیطان و نبی پاک علیہ التحیۃ والصلوات کیلئے ایک جیسا مانتا ہے۔اور فاضل بریلوی نے یہ بتادیا کہ یہ کمال نہیں۔اب میں رضا خانی حضرات سے پوچھتا ہوں مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے نبی پاک ﷺ کے کمال کا انکار کردیا تو کوئی فتوی ہے؟ تو کاظمی صاحب نے قریب قریب اس پر فتوی لگایا وہ یوں کہ حضور ﷺ کے کمالات علمی کا انکار کرنا اہل سنت کے نزدیک بدترین جہالت وضلالت ہے۔(مقالات کاظمی جلد ۲ ص ۲۹۶)

اب انکار جو مفتی صاحب نے کیا اس سے تو بریلوی مسلک میں آپ کے علمی کمال کا انکار ہوا تو یہ فتوی پھر قبول فرمائیے۔

اس مسئلہ (یعنی انکار بشریت) میں بریلوی اپنی تحریر سے کافر

دلیل نمبر ۱:

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی حقیقت نوری ہے مگر آپ لباس بشریت میں تشریف لائے یہ عقیدہ انکی تقریباً ساری کتابوں میں مرقوم نظر آئے گا چند ایک حاضر ہیں۔

(۱) مقالات کاظمی جلد ۱ ص ۵۷ (۲) مقیاس نور ص ۱۳ (۳) نور العرفان ص ۱۹ (۴) تسکین الخواطر ص ۱۱۷ (۵) مقیاس حنفیت ص ۲۳۴ (۶) انوار قمریہ ص ۹۶ (۷) عقائد اہل سنت مشتاق احمد نظامی ص ۲۲ (۸) رسائل نعیمیہ ص ۸۷ (۹) مواعظ نعیمیہ ص ۱۱۹ (۱۰) نور والا حاضر و ناظر غیب دان مختار کل نبی ص ۱ (۱۱) عقائد اہلسنت قرآن وحدیث کی روشنی میں از ابو الحسن محمد حبیب الرحمٰن نیازی ص ۹۔ انکے علاوہ بے شمار کتب میں یہی عقیدہ آپ کو لکھا مل جائیگا۔

جبکہ دوسری طرف دیکھیں تو اکابر بریلویہ کی مصدقہ کتاب تبیان القرآن میں لکھا ہے:

”بعض لوگ سیدنا محمد ﷺ کو انسان اور بشر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپکی حقیقت نور ہے اور بشریت آپ کی صفت یا لباس“۔

(تبیان القرآن جلد ۲ ص ۴۵۳)

یعنی لباس بشریت کہنے والے بشریت کے منکر ہیں بشریت کو نہیں مانتے۔تو ثابت ہوا کہ یہ سب لوگ بشریت کو نہیں مانتے۔

اور آگے آئیں مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے بڑی ڈھٹائی سے لکھا کہ انکو بشر ماننا ایمان نہیں۔(تفسیر نعیمی جلد ۱ ص ۱۰۰ مکتبہ اسلامیہ)

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے ملفوظات میں لکھا ہے:

''جو ذات اقدس سے پہلے بشر (ابوالبشر) سے بھی پہلے موجود ہوتو اس مقدس ومطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہے''۔
(انوار قمریہ ص ۹۶)

اور یہی بات مفتی عبدالمجید خان سعیدی نے مصلحانہ کاوش کے ص ۱۵۱ پر بھی ہے۔اور مولوی ظہیرالدین قادری برکاتی صاحب لکھتے ہیں جو آدم کی آدمیت سے بھی پہلے ہو وہ بشر کیسے کہلائے گا۔(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۶۷۵)

مولوی عمراچھروی کہتا ہے:۔

''ان آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ بشریت کی ابتداء واظہار فی الخارج حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی حضور اکرم ﷺ کی ابتداء سب مخلوق سے مقدم تھے''۔(مقیاس نور ص ۳۳)

یعنی حضور ﷺ بشر نہ ہوئے یہ سب بشریت کے منکرین اکٹھے ہوئے کھڑے ہیں اب فتوی بھی ہمارے گھر سے نہیں بلکہ انکی منہ مانگی مراد حاضر ہے جوتا بھی اپنا اور سر بھی اپنا

جو شخص انبیاء ورسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(انوار رضا ص ۱۴۸،انوار کنزالایمان ص ۸۵۱۔جمال کرم جلد ا ص ۷۳۷،المیزان کا احمد رضا نمبر ص ۱۴۳،ضیاء حرم کا اعلی حضرت نمبر ص ۱۵۸)

مفتی صدیق ہزاروی صاحب لکھتے ہیں:۔

''انبیاء اکرام بشر تھے اور ان کے بشر ہونے کا انکار کفر ہے''۔

(عقائد وعبارت ص ۱۲،نورانیت مصطفی ﷺ سے انکاریوں ص ۹،روئیداد مناظرہ گستاخ کون ص ۱۲۳)

مولوی ابوکلیم صدیق فانی لکھتے ہیں:۔

''حضور کی بشریت کا انکار کرنے والا کافر ہے''۔(انوار احناف ص ۱۸۲)

مفتی محمد امین صاحب لکھتے ہیں:۔

''جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بشریت کا منکر ہے وہ تو مسلمان ہی نہیں''۔(مقام مصطفی ص ۳۳)

افسوس کہ مفتی صاحب نے اب حوالہ نکال دیا ہے۔

جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

توبہ سب ہی اپنے آپ کو ہی کافر کہنے پر لگے ہوئے ہیں۔خدا تعالی عقل وفہم عطا فرمائے

دلیل نمبر ۲:

بہت سارے بریلوی حضرات نے امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کیلئے نبی پاک ﷺ کیلئے بشریت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔جیسے یوں لکھا :حضرت مخلوق و بشر ہیں۔(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۵۷)

اسی طرح ملتے جلتے الفاظ مواعظ نعیمیہ ص ۱۸،شان حبیب الرحمن ص ۱۰۰، جاء الحق ص ۱۷۶،التحقیقات ص ۹۶،توضیح العقائد ص ۷۶،نور علی نور

ص ۸ ۴ ۴،انوار رضا ص ۷ ۴ ۴،انوار کنزالایمان ص ۱ ۵ ۳،نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ ص ۱۱۴،بہار شریعت ص ۱۱،کتاب العقائد ص ۹، رسائل اعلی حضرت ص ۸۳،وغیرہ کئی کتابوں میں آپ کو یہ لکھا ہوا مل جائے گا۔مگر جب یہی لوگ دوسری کروٹ لیتے ہیں تو یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

''بشر کہنے والا کافر ہے''۔

شہنشاہ کل ص ۴ ۴ ۴،۵ ۴ ۴،نور العرفان ص ۶۳۶،۸ ۴ ۴ ۴،رسائل نعیمیہ ص ۴۶۸،رشد الایمان ص ۵ ۴ ۴،خزائن العرفان ص ۵، ضرورت مرشد ص ۵ ۲۳،محمد اول ﷺ ص ۱۷۷،۱۸۴،خیر بشر کی نوری بشریت ص ۵۷،۶۶،۸ ۳ ۴ ۴،انوار سیفیہ حصہ عقائد ص ۱۱۷، ۱۱۸،وغیرھا کئی کتب میں موجود ہے۔کبھی یوں کہتے ہیں:۔

''انبیاء کو بشر کہنا کفار اور ابلیس کا شیوہ ہے''۔

ابلیس تا دیوبند ص ۵ ۴ ۴،تحفظ اہلسنت ص ۱۷۰،علم قرآن ص ۱۳۹،خیر بشر کی نوری بشریت ص ۵۷،حق پرستی ص ۴۱،حق پر کون ص ۲۱۰، محمد اول ﷺ ص ۱۷۷

تو یہ سب فتوے بشمول فاضل بریلوی اب سب حضرات کی گردن میں فٹ آ گئے اور ان سب کے لئے ایمان لیوا ثابت ہوئے۔

دلیل نمبر ۳:

بریلوی حضرات جو لباس بشریت کا قول کرتے ہیں ان کے قول کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ حضور کی خلقت نور ہے اور بشریت ایک لباس ہے۔مقالات کاظمی جلد ا ص ۵۷ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی خلقت نور سے ہے مٹی سے نہیں۔

جبکہ فاضل بریلوی صاحب نبی پاک ﷺ کا فرمان لکھتے ہیں:

انا و ابوبکر و عمر خلقنا من تربۃ واحدۃ

میں اور ابو بکر و عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں۔

(فتاوی افریقہ ص ۹۰ نوری کتب خانہ،شبیر برادر ص ۸۷،اکبر بک سیلرز ص ۸۸)

اب معلوم ہو گیا کہ فاضل بریلوی کا عقیدہ اور ہے باقی لباس بشریت کا قول کرنے والوں کا عقیدہ اور ہے اور یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ جو احمد رضا کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔

(الصوارم الہندیہ ص ۱۳۸، فتاوی صدر الافاضل ص ۱۳۴، انوار شریعت ص ۱۴۰)

اب بتائیں کہ وہ لوگ جو لباس بشریت کا عقیدہ رکھے بیٹھے ہیں اور خلقت نور سے مان رہے ہیں وہ سب اپنوں ہی کے فتوے سے اسلام و ایمان سے فارغ ہو چکے ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

بعض لوگوں کے یوں بخت خراب ہوئے کہ نبی مکرم ﷺ کی بشریت مبارکہ کو خنزیر وغیرہ کی مثالیں سنا کر انکار کروانے لگے مثلاً خود ہی سوال نقل کرتے ہیں اور پھر جواب دیتے ہیں:

''(سوال) جب حضور بشر ہیں تو انہیں کہنے میں کیا حرج ہے

(جواب) یہ قائدہ شرعی اصول میں سے ہے کہ کسی ایک شئے کا ہونا اور بات ہے اور اس پر کسی شئے کا اطلاق نہ ہونا اور بات ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر شئے کا خالق ہے یہاں تک کہ خنزیر کتے بلے (کا مگر یوں کہا نہیں جائے گا اسی طرح بشریت انبیاء العیاذ باللہ)''۔

(ابلیس تادیوبند ص ۴۶، رسائل اویسیہ جلد ۵)

مولوی اشرف جلالی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک محرک یہ ہے کہ جب ایک لفظ ہے تو اسکو بولنے میں کیا حرج ہے (یعنی حضور ﷺ جب بشر ہیں تو بولنے میں کیا حرج ہے) کوئی لفظ ہوتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا کیا یہ سب کا عقیدہ نہیں کہ خنزیر کا خالق بھی اللہ ہے''۔

(مفہوم قرآن بدلنے کی واردات ص ۱۸۷)

اب دیکھئے کہ کیسے نبی پاک ﷺ کی پاک بشریت کیلئے مثال خنزیر کتے بلے کی لائی جارہی ہے کہ جیسے خدا خالق الخنزیر ہونے کے باوجود کہا نہیں جائیگا اسی طرح نبی پاک ﷺ بھی بشر ہونے کے باوجود انکو بشر کہا نہیں جائیگا۔(العیاذ باللہ)

اب آئیے دیکھئے بریلویوں کے گھر کو دوسری طرف سے:

''جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں''۔

(الصوارم الہندیہ ص ۷)

''حضور کی شان میں ہلکے لفظ استعمال کرنا ہلکی مثال دینا کفر ہے''۔

(نور العرفان پارہ ۱۵ آیت ۴۸ حاشیہ نمبر ۶)

''جانوروں کے ساتھ کسی جنس کا ذکر کیا جائے تو اسکی توہین ہے''۔

(روئیداد مناظرہ گستاخ کون ص ۵۴)

اب بتائیں یہ اویسی یہ جلالی نبوت کی توہین کر کے گستاخ رسول بنے یا نہیں؟

دلیل نمبر ۵:

لباس بشریت کا قول آپ دیکھ چکیں ہیں اہل بدعت کے گھر میں کثیر الاستعمال ہے مگر دوسری جانب بھی دیکھیں۔ پیر کرم شاہ بھیروی لکھتا ہے:

''شیطان ایک نجدی سردار کے لباس میں نمودار ہوا''۔(ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۱۸۳)

لباس انسانی میں شیطان کو بھی مان رہے ہیں۔اور مسلک کے ایک ذمہ دار عالم ہیں لکھتے ہیں:

''(کافروں نے کہا) اے لوگو محمد بشر ہر گز نہیں محمد کے روپ میں ہمارا خدا ہی ہمارے سامنے آگیا بلکہ یوں کہو کہ محمد در اصل خدا ہیں کالبدن انسانی ہمارے سامنے آگئے ہیں۔جس نے بشری پیکر میں جلوہ نمائی کی ہے جنہوں نے آدمی کا لباس اختیار کر کے ہماری زمین میں تشریف آوری کی ہے''۔(تحفظ عقائد اہل سنت از ظہیر الدین قادری برکاتی ص ۶۸۱)

تو اب ہمیں معلوم ہوا کہ رضاخانی حضرات کے پاس یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی حقیقت تو نور ہے اور لباس بشری میں آپ تشریف لائے اور یہ

عقیدہ مشرکین مکہ سے آیا ہے (العیاذ باللہ)

دلیل ۶:

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں کہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے۔ (جاء الحق ص ۱۷۹)

جبکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرکار طیبہ ﷺ کی بشریت مبارکہ کے انکار کرنے پر ہی رضا خانی جماعت لگی ہوئی ہے۔ یہ بات آپ باحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آپ دیکھئے اب یہ ہوا کہ کاظمی صاحب بھی میدان میں آئے اور بول اٹھے جسکا مقصود یہ تھا کہ انبیاء کے کمالات کا انکار کرنا توہین نبوت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الحق المبین ص ۰۷۔ تو نعیمی اینڈ کمپنی اس فتوے کی زد میں آگئے۔

ہم اور بھی دلائل پیش کرسکتے ہیں مگر مقصد صرف تذکیر اور خیر خواہی ہے۔ اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے۔

عقیدہ مختار کل کی وجہ سے بریلوی حضرات کا بے دین ہونا

دلیل ۱:

مفتی امین صاحب فیصل آبادی لکھتے ہیں:

''اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں عیب تلاش کرنا ہوگا کہ نبی کو فلاں چیز کا علم نہیں فلاں چیز کا اختیار نہیں''

(دوجہاں کی نعمتیں ص ۳۹)

مختار کل کا حصہ ہی معجزات وکرامات کا اختیار ہونا ہے۔ چنانچہ اپنے اس عقیدے پر محقق بریلویہ مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام کا معجزات اور اولیاء کرام کا کرامات کے اظہار پر اختیار اہل حق کا مذہب ہے اور اس سے انکار اہل باطل اور اس انکار کی بنیاد ابلیس لعین نے رکھی''۔ (حضور ﷺ کے معجزات واختیارات ص ۹۵)

اویسی صاحب ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں:

''رسول ﷺ (کا) ہر فعل وقول اور عمل مبنی برحکمت ہوتا ہے اس سے آپ کی لاعلمی اور عدم اختیار ثابت کرنا جاہلوں اور نبوت کے گستاخوں کا کام ہوتا ہے''۔ (لاعلمی میں علم ص ۱۵)

جبکہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''نہ حصول خیر کسی کے ہاتھ میں ہے اور نہ دفع ضرر کسی کے اختیار میں جو کچھ بھی ہے خداوند تعالی کے ہاتھ میں ہے''۔

(مہر منیر ص ۲۷۳)

مولوی ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام نے فرمایا حکم الہی کے خلاف نہ ہوگا۔ مجھے ترمیم کا کوئی اختیار نہیں''۔ (اوراق غم ص ۷)

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

''وہ عذاب جس میں تم جلدی کررہے ہو میرے قبضے واختیار میں ہوتا تو اب تک میرا تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا تمہارا کام ختم ہو چکا ہوتا''۔

(تفسیر نعیمی جلد ۷ ص ۵۰۷)

یہی موصوف لکھتے ہیں:

”میں پہاڑ کو سونا بنانے یا خلق اشیاء پر قدرت نہیں رکھتا“۔ (مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص ۲۶۲)

مسلک بریلویہ کے بزرگ مولوی عبد المالک صاحب لکھتے ہیں:

”اے محمد (ﷺ) یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کو تم دوست رکھو وہ ہدایت پر آجائے بلکہ یہ امر خدا کے اختیار میں ہے جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے“ (شرح کبیرت احمر ص ۱۰۳)

مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں:

”تم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹ بن کر اس عذاب کی جلدی کرتے ہو وہ عذاب میرے اختیار میں نہیں وہ اللہ کے اختیار میں ہے“ (تفسیر مظہر القرآن جلد ا ص ۳۸۵)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو مقدم اور مؤخر کرنے پر قدرت نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہارے مطالبہ عذاب کو لا چکا ہوتا“ (تبیان القرآن ص ۴۹۵ جلد ۳)

اب دیکھئے یہ لوگ اویسی اور فیصل آبادی کے فتوے سے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

دلیل ۲:

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ محتاجی ہی منشاء شفاعت ہے جہاں محتاجی نہ ہو خود اپنے حکم سے جو چاہے کر دیا جائے شفاعت کی کیا حاجت ہے“۔

(فتاوی افریقہ ص ۱۲۸، ص ۸۲)

اگر بریلوی دعوی جات کو مانا جائے تو سرکار طیبہ ﷺ کا شافع محشر نہ ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں شفاعت کی اس کو کیا حاجت ہے جس کے حکم سے کام ہو جائے۔ تو شافع محشر ہونے کا انکار مختار کل کا عقیدہ ہے۔ اور جو سرکار مدینہ ﷺ کو شافع محشر نہ مانے اس کو ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

اب ہم آپ کا بدعتی ہونا واضح کیے دیتے ہیں

ہم جاء الحق میں کی گئی تعریف کی طرف بعد میں آتے ہیں پہلے تھوڑی سی تمہیدی گفتگو عرض خدمت ہے بدعت صرف دین میں نئے کام شروع کرنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ عہد صحابہ کرام کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کسی کام کی کیفیت بدل دینا بھی بدعت کے زمرے میں آتا ہے۔ ہماری اس دلیل پر بشرط فہم غور وفکر کریں۔

چاشت کی نماز آنحضرت ﷺ اور کئی صحابہ کرام سے پڑھنا منقول ہے مگر اس کی اجتماعی حیثیت اس وقت نہ تھی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لوگوں کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ بدعت ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف ج ا ص ۴۰۹ پر روایت موجود ہے۔

اب یہی نماز خود آنحضور پرنور ﷺ سے بھی ثابت اور صحابہ کرام سے بھی مگر لوگ اجتماعی صورت اختیار کر گئے تو صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے بدعت مذمومہ قرار دیا۔

معلوم یہ ہوا کہ دین کی جن کو سمجھ تھی ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ بدعت ہے یعنی کسی بھی شرعی کام کو جو انفرادی حیثیت کا تھا اسے اجتماعی شکل دے دینا بھی بدعت کہلائے گا چاہے وہ کام اصل کے اعتبار سے شرعاً ثابت ہی کیوں نہ ہو۔

میں اس پر ایک مثال عرض کروں ایک آدمی اگر ظہر سے پہلے چار رکعات کو پڑھتا ہے مگر ایک دن وہ مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ آپ مجھے یہ چار سنت جماعت سے پڑھنے دیں مگر مولوی صاحب نہ مانیں گے اور یہی کہیں گے یہ بدعت ہے ناجائز ہے۔سنت تو چار ہی رہیں گی، ہوگی بھی سنت، پڑھی بھی پہلے جائیں گی۔قرأت بھی سب میں ہوگی مگر اجازت آپ نہیں دے سکتے کیونکہ یہ خاص کیفیت شرعی نہیں بلکہ بدعت ہے اور ناجائز ہے۔اسی طرح نسائی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابو مالک اشجعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی۔ابو بکرؓ کے پیچھے بھی پڑھی انہوں نے بھی نہیں پڑھی۔عمرؓ کے پیچھے بھی پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی اسی طرح عثمان و علیؓ کے متعلق فرمانے کے بعد فرمایا بیٹا یہ بدعت ہے۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۶۴)

اس کا حاشیہ وصی احمد محدث سورتی صاحب کا ہے تو بین السطور میں لکھا ہے **المواظبة علیها**۔کہ اس قنوت کو ہمیشہ ہی فجر کی نماز میں پڑھتے رہنا بدعت ہے۔تو دیکھئے یہ قنوت نبی پاک علیہ السلام سے ثابت بھی ہے مگر کسی نے اس پر مواظبت اختیار کرلی تو یہ بدعت بن گیا۔

ان باتوں سے آدمی کو سنت کی اہمیت اور بدعت کی حقیقت سمجھ آتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بدعت سے کتنی نفرت فرماتے تھے اور سنت سے کتنا پیار کرتے تھے۔ایک اور روایت دیکھیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو جو مسجد میں بلند آواز سے لاالہ الا اللہ اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور ان سے فرمایا میں تمہیں بدعتی سمجھتا ہوں۔(شامی ج ۲ ص ۳۵۰)

حالانکہ ذکر کے فضائل بھی موجود ہیں اور درود شریف پڑھنے کے فضائل ومناقب بھی مشہور ومعروف ہیں مگر سنت کے محافظ اور شریعت کے چوکیدار حضرات نے اس خاص کیفیت کو اور ہیت اجتماعیہ کو نہ صرف بدعت سمجھا بلکہ ڈانٹا بھی اور مسجد سے بھی ان کو نکال دیا۔

ان روایات سے معلوم ہوگیا کہ بدعت صرف نئے کام کو ہی نہیں کہتے بلکہ اگر کسی دینی کام کی ہیت وکیفیت میں تبدیلی کر دی جائے تو شریعت اس کو بھی مذموم سمجھتی ہے اور اس کو مذموم سمجھنا چاہئے۔

مگر ہوا یہ کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے اختلاط سے مسلمان جہلا بھی رسوم ورواج پر جری ہو گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’ممالک عربیہ میں حرمین اور غیر عربی ممالک کے کسی دوسرے شہر میں (ہندوستان کے سواء) ان امور (بدعات) کا کوئی رواج نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے عین ممکن یہ ہے بلکہ یقین واثق ہے کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے دیگر رسوم انجام دینے کی طرح ہندی مسلمانوں نے اس رسم کی بھی پیروی کی۔جیسے ہندو دیوالی کے تہوار پر اپنے گھروں کی دیواروں اور طاقوں میں دیئے جلاتے ہیں اور ہندوستان کے ہندوؤں میں کفر کی وجہ سے بدعتی امور بکثرت رائج ہیں چونکہ مسلمانوں کے ہندوؤں سے بڑے اختلاط رہے۔ہندوؤں نے

اپنی عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کی شادیاں کیں اسی اختلاط عام اور رہن سہن کے طریقہ اختیار کرنے کے سبب مسلمانوں نے بھی روشنی کرنے کی رسم ڈال لی ہے‘‘۔(مومن کے ماہ وسال ص ۱۹۷،۱۹۸ دارالاشاعت کراچی)

جاہل مسلمانوں میں رسم ورواج عام تھے فاضل بریلوی بہت بڑے چالاک اور مکار تھے انہوں نے اس بات کو بھانپ کر اپنے مسلک کی بنیاد ہی مختلف عقائد اوران رسوم ورواج پر ڈالی جوعوام میں رائج تھے وہی جہلا ان میں آگئے تو یہ بغلیں بھی بجانے لگے مگر تھے سب بھولی بھیڑیں نہایت ہی بے وقوف۔ یونہی بریلویت کی گاڑی چلنے لگی اور پھران رسوم ورواج اور بدعات کو دلائل بدعت کی فیکٹری ،منظرالاسلام سے مہیا ہونے لگے۔اب ان بدعات ورسومات کے ہندوستان میں پھیلنے کی وجہ جو ہے وہ ہم نے عرض کر دی ہے۔اب ہم چند باتیں بدعات پراورعرض کرتے ہیں۔

۱۔ بدعت کا تعلق دین سے ہے دنیاوی مسائل سے نہیں ہے۔اگر دنیاوی کاموں میں کوئی نیا کام ہوجائے تو اسے بدعت وممنوع نہیں کہا جائے گا۔

کیونکہ ممنوعات وبدعات دین میں ہوتی ہیں مثلاً اللہ کے نبی پاک ﷺ نے جو یہ فرمایا جوہمارے دین میں نئی چیز پیدا کرے جواس میں نہ ہووہ مردود ہے تو بات دین کی فرمائی ہے دنیاوی چیزوں اورکاموں کے متعلق ارشاد نہیں فرمایا۔

اگرکوئی ۱۴ اگست وغیرہ کرتا ہے تو یہ بدعت نہ ہوگا اگرکوئی ۶ ستمبر کا جشن مناتا ہے تو نہ یہ دینی کام ہے اس کو کوئی بھی شرعی نہیں سمجھتا۔ ہاں اسراف وفضول خرچی ممنوع ہے۔

اورفاضل بریلوی بھی لکھتے ہیں:۔

’’رہااس کا(حقہ) بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوارکام ہے جس کا کوئی معین ویاور ملتا نظر نہیں آتا‘‘۔(احکام شریعت ص ۲۶۵ حصہ سوم مسئلہ نمبر ۳۷)

معلوم ہوا کہ بدعت وممنوع کا فتویٰ دینی کام سمجھ کر جو کیا جارہا ہے اس پر لگے گا۔باقی مفتی صاحب کا اس حدیث کے جواب میں یہ کہنا کہ ’’دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اوراقوال علماء اورمحدثین کے خلاف ہے۔

(جاءالحق مسئلہ بدعت باب نمبر دوم ص ۲۲۳ جواب اعتراف نمبر ۱)

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ۔

جوشخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جوکہ دین سے نہیں ہے تو رہ مردود ہے۔

(جاءالحق ص ۲۱۷ بدعت کا معنی واقسام باب اول)

توذریت مفتی صاحب بتائے اگر دین کی قید اپنی طرف سے ہم نے لگائی ہے تو پھر یہ ترجمہ مفتی صاحب نے کیوں کیا؟

دوسری بات یہ بھی یادرکھنی ہے کہ بدعت مسائل تک رہے گی وسائل میں نہیں ہوگی۔

مثلاً علم تک پہنچنے کا وسیلہ مدرسہ ہے،کمرہ ہے تو یہ بدعت نہ کہلائے گا۔قرآن پڑھنے تک پہنچنے کا وسیلہ نورانی قاعدہ ہے اس لئے اس کو بدعت نہ کہا جائے گا۔دیگر علوم فلسفہ ومنطق وغیرہ وسائل بھی بدعات کے زمرے میں نہیں آئیں گے بلکہ مسائل بدعات کے زمرے میں آئیں گے۔

اور تیسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمیشہ یہ حکم بدعت کا ان مسائل میں لاگو کیا جائے گا جن کو ثواب سمجھ کر شروع کیا گیا۔ورنہ جو چیز بطور علاج ہو اس کو بدعت کے زمرے میں نہ لایا جائے گا مثلاً ایک جلوس میلاد شریف کا بریلوی نکالتے ہیں وہ ثواب سمجھتے ہیں تو یہ دین میں اضافہ بطور ثواب ہے لہٰذا بدعت ہے۔

اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے دین میں نئے کام کو شروع فرمانے کو بدعت فرمایا ہے۔دین میں کوئی کام نیا نکالنا تو بدعت ہوگا مگر دین کی حفاظت کیخاطر کوئی کام کیا جائے تو وہ بدعت کے زمرہ میں نہ ہوگا۔جیسے ایک حکیم نے مریض کو بتایا کہ ہرڑ،آملہ،اور بہیڑہ جس کو ترپھلہ کہتے ہیں ہاون دستے میں کوٹ لو صاف کر کے روزانہ ایک چمچ نہار منہ استعمال کرو۔اس نے تینوں دوائیں لے کر صاف کر کے گرینڈر سے پیس لیں اور ایک چمچ کے کیپسول بھر کے دیکھے وہ چار یا پانچ بنے اس نے کیپسول کھانے شروع کر دیئے تو یہ احداث فی النسخہ نہیں بلکہ احداث للنسخہ ہے اسی طرح ہمارے نئے کام دین کی حفاظت کے لئے ہیں اور بریلویوں رضاخانیوں کا دین میں ثواب کی خاطر اضافہ ہے۔

جیسے جہاد کے لئے توپ اور ٹینک کو استعمال کرنا اگرچہ یہ چیزیں حفاظت دین کے لئے ہیں پہلے دور میں استعمال نہ ہوتی تھیں مگر آج حفاظت کے لئے یہ چیزیں استعمال کرنا درست ہیں۔تو یہ چند باتیں مفید رہیں گی اس لئے میں نے عرض کر دی ہے۔

اب آیئے جاء الحق کی طرف۔مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

''بدعت سیئہ وہ ہے جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو''۔

آگے لکھتے ہیں:

''بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو''۔

آگے لکھتے ہیں:۔

''اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ یعنی بری بدعت وہ ہے کہ جس سے سنت مٹ جاوے''۔

آگے لکھتے ہیں''جو بدعت اسلام کے خلاف یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو وہ سیئہ''۔

(جاء الحق بدعت کے معنی واقسام ص ۲۱۶،۲۱۷،۲۱۸ باب اوّل)

یعنی بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کو مٹانے والی ہو یا سنت کے خلاف ہو۔ہم اس پر تبصرہ بجائے خود کرنے کے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے پیش کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں۔

''باید دانست کہ بعضے از بدعتہا کہ علماء مشائخ آنرا دانستہ اند چوں نیک ملاحظہ نمودہ می آید معلوم می شود کہ رافع سنت اند مثلاً در تکفین میت عمامہ را بدعت حسنۃ گفتہ اند باآنکہ ہمیں بدعت رافع سنک چہ زیادتی برعدد مسنون کہ سہ ثوب باشد نسخ است ونسخ عین رفع''۔

(منتخبات از مکتوبات امام ربانی ص ۱۰۱ مکتوب نمبر ۱۸۶)

جاننا چاہیئے کہ بعض بدعتوں کو علماء ومشائخ حسنہ کہتے ہیں اگر بغور ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ رافع سنت (سنت کو مٹانے والی) ہے مثلاً کفن دینے میں عمامہ کا اضافہ کرنا بدعت حسنہ کہا جاتا ہے تو یہ بھی سنت کفن کو مٹانے والی ہے کیونکہ سنت کفن میں یہ ہے کہ تین کپڑے ہوں اور یہ منسوخ کرنے والی بدعت ہے۔منسوخ اور رفع کرنا ایک ہی بات ہے۔

اس طرح دیکھئے۔

”جنازہ کے بعد وہیں اجتماعی دعا کرنا، اذان سے قبل صلوۃ وسلام پڑھنا، نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنا، وغیرہا من البدعات بھی ایسی ہی ہیں جب ان اصل اعمال پر یہ زیادتی کردی گئی تو عمل مسنون، تو ختم ہوگیا کیونکہ عمل مسنون تو صرف جنازہ تھا، اذان تھی وغیرہا تو جب ان پر اضافہ ہوگیا تو سنت کے خلاف ہوگیا اور سنت اس موقع کی اٹھالی گئی یا یوں سمجھئے کہ نبی پاک علیہ السلام کے طریقہ مبارکہ میں اذان سے قبل صلوۃ وسلام نہ تھا آپ کے طریقہ مبارکہ میں جنازہ کے بعد مروجہ دعا نہ تھی دیکھئے تفصیل کے لئے“۔

(روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۴۴۹)

تو اب ان جگہوں پر یہ کام شروع کرکے آپ کی سنت کو بدلا گیا اصل میں یہ کام نہ کرنا سنت تھا اب کیا جارہا ہے ان کاموں نے سنت بدل دی گئی۔ تو یہ بدعت سیہ ہی ہوئے۔

مفتی صاحب کے چند دلائل کا جائزہ

۱۔ من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ۔ (مشکوۃ شریف باب العلم)

جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ الخ

(جاء الحق بدعت کے معنی واقسام ص ۲۱۷ باب اول)

جواب:

پہلی بات تو یہ کہ اس پوری روایت کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قوم آئی تھی جو نہایت غریب تھی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ تعاون کی ترغیب دی اور اس ترغیب میں آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ترغیب یہ تھی کہ جو پہلے دے گا اسے اس کار خیر کے شروع کرنے کی وجہ سے اپنا اور بعد میں دینے والوں کا بھی اجر ملے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو عام یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو اچھا کام شروع کرنا چاہیں کرلیں تو پھر میرا سوال یہ ہے کہ اگر مسلمان جنازے کے بعد صفوں میں یا کھڑے ہو کر دعا مانگنے کو اچھا سمجھ لیں تو آپ نے کیوں اسے منع قرار دیا کہ کھڑے ہو کر تو ہم بھی منع کرتے ہیں؟

اگر کوئی طبقہ اذان کے درمیان میں صلوۃ وسلام کو پسند کرے تو کیا یہ جائز ہو جائے گا؟

کیا کوئی طبقہ اذان کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ختم کرے تو کیا یہ جائز ہو جائے گا؟

کیا کوئی طبقہ ظہر کی اذان میں الصلوۃ خیر النوم کا اضافہ کرے کہ سوئے ہوئے لوگ جاگ جائیں تو کیا یہ جائز ہے؟

دعوت اسلامی نے ٹی وی چینل چلایا اور وہ اسے کار خیر کہتے ہیں تو بریلوی حضرات نے مخالفت کیوں کی؟

انہوں نے سبز پگڑی کو سنت وشعار بنایا اور اسے کار خیر بتایا تو بریلویوں نے مخالفت کیوں کی۔ انہوں نے اپنے الیاس عطاری کو امیر اہلسنت کہنے کا رواج دیا اور اپنے زعم میں اسے کار خیر سمجھا تو ابو داؤد صادق نے کیوں مکتوب بنام ابو البلال میں اس پر رد کیا۔

ہم اس طرح کی کئی بدعات ورسومات پر نقد وتبصرہ عرض کرسکتے ہیں۔

آپ بھی ان کاموں پر حرف طعن بولیں گے مگر یہ خیال رکھیں کہ کہیں حدیث کی مخالفت تو نہیں ہو رہی؟ پس جو جواب تمہارا وہی ہمارا

تصور فرمالیں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

روی عن ابن مسعود ما راہ المومسنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

(جاء الحق ص ۲۱۹)

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

جواب:

مفتی صاحب اگر پوری روایت لکھ دیتے جو اس ٹکڑے کے بعد بھی ہے کہ فما راہ المومنون قبیحا فھو عند اللہ قبیح۔ جس کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔ تو لوگ سمجھ لیتے کہ اگر یہ چند لوگ اچھا سمجھتے ہیں تو یہ مسلمان اہل السنۃ دیوبندان بدعات کو برا سمجھتے ہیں تو پھر یہ حدیث آدھی ہمارے بھی موافق ہوئی تو پھر آپ کو اس کے صحیح معنی کی طرف آنا پڑتا۔ تو علامہ ابراہیم بن محمد حلبی صاحب ملتقی الابحر لکھتے ہیں:

فیکون المراد الصحابۃ فقط

(الرھص والوقص لمستحل الرقص ص ۶۳)

کہ مسلمان کے لفظ سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:۔

فیروا اداھل الاجتہاد والعلماء العالمون فی کل زمان فھم الکاملون فی صفۃ الاسلام۔

(الرھص والوقص لمستحل الرقص ص ۶۴)

یا مراد اس سے مجتہدین ہیں اور ہر زمانہ باعمل علماء یہی لوگ صفت اسلام میں کامل ہیں۔ تو یہ لوگ سنتوں کی پابندی کریں والے ہی ہوسکتے ہیں نہ کہ اہل بدعت ہم حیران ہیں کہ اہل بدعت کو کیا ہوگیا ہے؟ کیونکہ یہ لوگ تو بدعات کو رواج دینے والے ہیں نہ کہ اسلام کو پھیلانے والے ہیں۔

ادھر مفتی صاحب نے حدیث کا معنی ایسے کردیا کہ ہر جاہل مسلمان کو سند دے دی کہ جس کو تم اچھا سمجھ گئے وہ ٹھیک ہے اور دوسری طرف جب ان کے عقائد ونظریات اور مسائل پر گفتگو ہوتی ہے اور ہم گرفت کرتے ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے جہلاء ہیں ان کی بات حجت نہیں آخر یہ تضاد کیوں ہے؟

باقی مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ لاتجتمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی بھی بدعات کو سہارا دینے میں مفید نہیں کیونکہ اہل علم حضرات نے اس کا معنی ومطلب یہ لکھا ہے۔

فان المراد بہ اھل الاجماع علی ان ھذا یصح ان یراد بہ جمیع الامۃ۔

(الرھص والوقص لمستحل الرقص ص ۶۴)

کہ اس سے مراد اہل اجماع ہیں (نہ کہ رضاخانی للّو پنجو)

اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ اس سے مراد ساری اُمت ہو۔

یعنی ساری اُمت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔تو کل امت یہ رضا خانی بھڑیں تو نہیں ہیں، بلکہ یہ تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ہم یہاں کیفیت نہیں بلکہ کمیت بتا رہے ہیں مفتی صاحب کی بدعت پرستی کی انتہا دیکھئے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدعت بنا دیا لکھتے ہیں۔

روزہ افطار کے وقت زبان سے دعا کرنا اللھم لک صمت الخ اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللھم بالصوم لک عداً نویت بدعت۔

(جاء الحق ص ۲۲۱ بحث البدعہ باب الاوّل)

حالانکہ امام ابو داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے باب باندھا باب القول عند الافطار۔کہ افطار کے وقت یہ دعا کہنے کے متعلق باب ہے اور آگے روایت لائے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت۔

(ابو داؤد ج ا ص ۳۲۱،۳۲۲)

کہ نبی پاک ﷺ جب روز افطار کرتے تو یہ کہتے اللھم لک صمت الخ

تو آپ علیہ السلام نے زبان سے پڑھی تھی تو صحابہ نے سن کر یاد فرمائی اور امت کو بتائی مگر مفتی صاحب کی جہالت دیکھئے اس کو بھی بدعت قرار دے رہے ہیں اور سحری کے وقت کی جو دعا آپ کے مفتی صاحب نے لکھی ہے وہ بحمداللہ کوئی بھی نہیں پڑھتا۔

لگے ہاتھوں مفتی صاحب کی فقہ واصول فقہ سے جہالت بھی عرض کرتے جائیں قرآن وسنت سے ان کا جاہل ہونا تو پیچھے مبرھن ہو چکا ہے۔مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

المثبت اولی من النافی نورالانوار بحث تعارض میں ہے۔

(جاء الحق ۶۵ مسئلہ علم غیب باب اول فصل اول)

حالانکہ نورالانوار میں اس عنوان کی تشریح وتفصیل ہے۔

لما وقع الاختلاف بین الکرخی وابن ابان ووقع الاختلاف فی عمل اصحابنا ایضاً ففی بعض المواضع یعملون بالمثبت وفی بعضھا بالنافی۔

(نورالانوار ص ۱۹۸ مبحث التعارض)

جب کرخی اور ابن ابان میں اختلاف واقع ہوا اور ہمارے اصحاب حنفیہ میں بھی اختلاف ہوا تو پھر ہمارے احناف بعض جگہوں میں المثبت اولی من النافی پر عمل کرتے ہیں اور بعض جگہوں میں النافی اولی من المثبت پر عمل کرتے ہیں۔

حسامی میں ہے۔

اختلف عمل اصحابنا المتقدمین فی ذلك۔

اس کی شرح نامی میں ہے۔

اختلف عمل اصحابنا المتقدمین کالائمۃ الثلاثہ فی ذلك حیث اخذوا بالمثبت فی بعض المواضع وفی بعضھا بالنافی۔(حسامی مع شرحہ النامی ص ۱۶۱،۱۶۲)

ہمارے متقدمین احناف جیسے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابوسف، امام محمد رحمہم اللہ کا عمل مختلف رہا ہے کبھی وہ اس اصول پر عمل کرتے تھے کہ مثبت نافی سے اولیٰ ہے اور کبھی وہ اس اصول پر عمل کرتے تھے نافی مثبت سے اولیٰ ہے۔

مگر مفتی صاحب از مفت کا تفقہ بھی دیکھ لیجئے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کیا تاثر دے رہے ہیں کہ ہمارے احناف کا صرف یہ نظریہ ہے حالانکہ بات اس سے مختلف ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔

مفتی صاحب کا چیلنج اور اس کا جواب

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اب بھی اپنے رب کے بھروسے پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی، کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں (بدعت، شرک، دین، عبادت) کی تعریف ایسی نہیں کرسکتا جس سے اس کا مذہب بچ جاوے''۔

(جاءالحق ص ۲۳۴ باب دوم بدعت کی تعریف پر اعتراض)

لو جی ذریت مفتی صاحب میں تعریف کرنے لگا ہوں جو میرے بزرگوں نے مختلف جگہ اپنی کتب میں لکھی ہے اگر کسی رضاخانی حتیٰ النطف التی لم تخلق کو بھی (اعلان عام ہے) جرأت ہو تو ہماری تعریف سے ہمارے مسلک کا رد کریں۔ اور ایک اعلان عام ہمارا بھی ہے رضاخانی بدعت کی تعریف کریں میں اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے کہتا ہوں کہ اس سے ان کا مسلک نہیں بچ سکتا۔

ایک تعریف میں نے پہلے نقل کرکے اس کا رد پیش کردیا اور ایک تعریف آگے بھی نقل کرکے رد عرض کردوں گا۔

اب آئیے تعریف بدعت کی طرف ہمارے ہاں بدعت اصطلاح شرح میں ہر اس نئے کام کو کہا جاتا ہے جس کو دین سمجھ کر کیا جائے اور باوجود تقاضے کے قرون ثلاثہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں نہ پایا گیا ہو۔

شاید تقاضے کے لفظ پر کسی کو سمجھنے میں تکلیف ہو تو میں عرض کردیتا ہوں۔ آج کل ثواب کمانے کا جو پروگرام بنا کر تمام بدعات کو جنم دیا جاتا ہے حالانکہ یہ اجروثواب کا تقاضا اور داعیہ اس وقت بھی تھا کہ ثواب کمایا جائے مگر ان بہترین افراد امت نے یہ کام نہ کئے تو آج یہ سب کچھ رسم و رواج جو دین کے نام پر کیا جانے لگا وہ سب بدعت کے زمرے میں آگیا۔

اس پر مزید گفتگو دیکھنے کا شوق دامن گیر ہو تو پھر آپ ہماری تمہیدی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی تبلیغی افکار کے طرز عمل، یا صوفیاء کی ادائیں انکو بدعت نہ سمجھا جائے گا کیونکہ تبلیغی جماعت زمانہ حال کے بے اعمال، و بداعمال، اور بے دینی کا علاج ہے تو اس قسم کے جرائم پہلے نہ تھے اس لئے علاج بھی اب کا ہونا تھا۔

جیسے آج کل کی جسمانی بیماریاں پہلے نہ تھیں تو پھر ڈسپرین، یا انجکشن وغیرہ بھی نہ تھے اسی طرح امراض روحانی بھی نئے تو طریقہ علاج بھی نیا۔ ایسے ہی صوفیا کرام کی بداعمالی وعقائد باطلہ سے بچانے کی مختلف تدابیر ہیں اور بس۔

شاید کسی بیمار الامت کو یہ خیال ذہن میں گزرے کہ تین طبقوں کی قید کدھر سے آئی کہ صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین کے زمانہ خیر میں نہ ہو۔

تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ تفصیل سے اس پر کلام تو امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ نے کردیا ہے وہیں دیکھ لیا

جائے چند باتیں میں امت کے ذی قدر حضرات سے بھی یہ بات پیش کر دیتا ہوں۔

۱۔ علامہ حلبی رحمہ اللہ نے صلوہ رغائب کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے۔

ان الصحابہ والتابعین و من بعدھم من الائمۃ المجتھدین لم ینقل عنھم۔

(کبیری ص ۴۳۳)

یعنی صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین سے یہ ثابت نہیں ہے۔

۲۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قراۃ الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل ذلك عن الصحابہ و التابعین۔

(باب الکراہۃ ج ۴ ص ۲۶۴)

سورۃ کافرون کو آخر تک با لجمع پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ حضرات صحابہ کرام اور تابعین سے منقول نہیں۔

۳۔ امام شاطبی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فذالك ابتداع والدلیل علیه انه لم یات عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولاعن اصحابه و لاعن التابعین۔(اعتصام باب نمبر ۵ ص ۲۱۳ حقانیہ پشاور)

کسی مسئلہ کے بدعت ہونے پر دلیل میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ یہ بات نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ کے اصحاب سے اور نہ ہی تابعین سے۔

۴۔ علامہ حلبیؒ صاحب ملتقی الابحر لکھتے ہیں۔

فعلم ان کل بدعۃ فی العبادات الخالصه فھی مکروھۃ والا لمافاتت اھل اصدر الاول والقرون التی شھد الصادق المصدوق صلی اللہ علیه وسلم بخیر یتھاولا نھالابدان تدافع سنۃ و کلبدعۃ دافعت سنۃ فھی سیته۔(الرھص والوقص لمستحل الرقص ص ۶۹)

پس معلوم ہوگیا کہ ہر وہ بدعت جو خالص عبادات میں جاری کی گئی ہیں وہ مکروہ ہیں ورنہ پہلے زمانے اور وہ زمانے جن کے خیر ہونے کی گواہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے صادق و مصدوق نے دی ہے وہ اس سے خالی نہ ہوتے اور یہ بھی مکروہ ہونے کی دلیل ہے کہ ضرور یہ سنت کو دور کرنے والی ہیں اور ہر وہ بدعت جو سنت کو مٹائے وہ سیئہ ہوتی ہے۔

۵۔ مشہور محدث ابو شامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وھو ما کان علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واصحابه ثم السلف الصالح۔

(کتاب الباعث ص ۲۴۵ فصل بدعت التماوت فی الکلام والمشی)

دین وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اور سلف صالح ہوں۔

۶۔ مجالس الابرار جو مصدقہ ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس میں لکھا ہے۔

قبروں پر نماز کے لئے جانا اور ان کا طواف کرنا اور بوسہ دینا اور چومنا اور رخساروں کا لگانا اور قبروں کی خاک لینا اور صاحب مزار کو پکارنا

اور ان سے فریاد کرنا اور ان سے مدد اور روزی اور تندرستی اور اولاد اور ادائے قرض اور مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا ان کے سوا اور اسی قسم کی حاجتیں مانگنا جیسے کہ بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے ہیں اور تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی بات جائز نہیں کیونکہ ان میں سے کوئی کام نہ پروردگار عالم کے رسول نے کیا نہ کسی صحابی اور تابعی نے کیا اور نہ اور ائمہ دین نے کیا اور یہ محال ہے کہ ان میں سے کوئی چیز مشروع یا عمل نیک ہو اور قرون ثلاثہ اس سے خالی گزر جائیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق اور عدل کی شہادت دی ہے۔

(مجالس الابرار مجلس نمبر ۱۷ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

۷۔ مخالفین کی صفوں میں جن کو معتمد علیہ مانا جاتا ہے وہ حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ ہیں وہ لکھتے ہیں:

''ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ تعزیہ، مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبرؑ یا امامؑ سے ہوا۔ اگر کسی نبیؑ یا امامؑ یا صحابی سے اس کی ابتداء ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ بدعات محرمہ سے ہے اور بس''۔

(آفتاب ہدایت ص ۳۰۹، ۳۱۰)

۸۔ بریلویوں کا بانی مبانی لکھتا ہے:

فی البنیایه شرح الهدایه للامام العینی عن شرح الجامع الصغیر للامام الاجل فخر الاسلام ان الخرقة التی یمسح بها الوضو بدعة محدثه یجب ان تکره لانها لم تکن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا احد من الصحابه والتابعین قبل ذلك وانما یتمسحو بأطراف اردیتهم اه فهذا نص فی المقصود ثم ماذکر قدس سره من الکراهة محمله اذاکان بثیاب فاخرة کماتعوده المتجبرون۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ج ا ص ۳۰ تنویر القندیل فی اوصاف المندیل)

امام عینی نے شرح ہدایہ میں فخر الاسلام کی شرح جامع صغیر سے نقل کیا ہے کہ وہ کپڑا جس سے اعضاء وضو بعد وضو صاف کئے جاتے ہیں یہ بدعت محدثہ ہے اور واجب ہے کہ یہ مکروہ ہو کیونکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں بھی نہ تھا اور نہ ہی صحابہ و تابعین میں کسی سے نے اس کو قبول کیا ہے وہ لوگ تو اپنی چادوں کے اطراف سے منہ صاف کرلیا کرتے تھے (آگے فاضل بریلوی لکھتے ہیں) یہ بات ہمارے مقصد کے لئے نص ہے اور یہ جو مصنف نے مکروہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ لباس فاخرہ سے منہ صاف کرے جیسا کہ متکبرین کی عادت ہے۔

معلوم ہوگیا کہ فاضل بریلوی بھی اسی قانون پر ہے ورنہ وہ اختلاف کرتا یہاں اسقاعدہ کو ردنہ کرنا فاضل بریلویوں اور اس کے متبعین کے گلے پڑ گیا۔ میں بریلوی حضرات سے کہوں گا کہ فاضل بریلوی سے رائے کا اختلاف کرنا تمہیں کہیں کافر نہ بنادے کیونکہ جو فاضل بریلوی کا ہم عقیدہ نہ ہو تو وہ تمہارے نزدیک کافر ہوتا ہے جیسا کہ انوار شریعت ج ا ص ۱۴۰ فتاویٰ صدر الافاضل ص ۱۳۴ الصوارم الہندیہ ص ۱۳۸ پر درج ہے۔ شاید کوئی کہے یہ تو عقیدے کی بات ہے اور ہم رائے سے اختلاف کرتے ہیں تو جواباً عرض یہ ہے کہ رائے کا معنی عقیدہ بھی ہوتا ہے دلیل اس پر یہ ہے کہ مفتی احمد یار نعیمی نے حدیث شریف مااحدث فی امرناہذا مالیس منہ فھورد کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

''جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں تو وہ مردود ہے''۔

(جاء الحق ص ۲۱۷ باب اول بدعت کے معنی واقسام)

اور دوسری جگہ یہ ترجمہ کرتے ہیں جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔
(جاء الحق ص ۲۱۵)
آگے مرقات کی عبارت نقل کی:
والمعی ان من احدث فی الاسلام رأیا فھو مردود۔
معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں وہ اس پر رد ہے۔(جاء الحق ص ۲۱۵)

اس بحث سے معلوم ہوگیا کہ بریلوی حضرات عقائد پر آراء یعنی عقیدے پر رائے کا لفظ بول جاتے ہیں عقیدہ اور رائے کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ان کے مذہب میں۔تو بریلوی حضرات سے التماس ہے اس سے رائے کا بھی اختلاف نہ کریں ورنہ کافر ہو جائیں گے یہی تمہاری شریعت رضاخانی کا فیصلہ ہے۔

بدعت کی دوسری تعریف رضاخانی مذہب سے

رضاخانی مذہب میں معتبر اور مستند کتاب ''مصباح سنت'' میں ہے بدعت دراصل احکام شریعت میں تحریف کا نام ہے یعنی جو حکم شرعی کسی دنیوی یا دینی چیز کے بارے میں شریعت میں قرار دیا گیا اس کی بجائے اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا یا اس غلط حکم کو صحیح اعتقاد کرنا محدث ہے اور ہر محدث بدعت ہے۔(مصباح سنت ج ا ص ۱۲،۱۳)

آگے لکھا ہے:
''اگر کوئی فعل مباح ہے تو اس کا کرنے والا تو بدعتی نہیں ہوگا لیکن اسے فرض سمجھنے والا بدعتی ہوگا''۔(مصباح سنت ج ا ص ۱۴)
ایک جگہ لکھتے ہیں:
''اہلسنت کے ہاں بدعت سیئہ کسی امر کی شرعی حیثیت کو بدل کر اسے شریعت سمجھنے کا نام ہے''۔(مصباح سنت ج ا ص ۵۸)

یہ تعریف بناسپتی سنی اور نام نہام سنی حضرات نے نئی لکھی ہے کہ کسی کام کی شرعی حیثیت کو بدل دینا بدعت ہے یعنی کام تو مباح تھا مگر اسے سنت، فرض، واجب وغیرہ سمجھ لیا گیا تو یہ سمجھنے والے لوگ بدعتی ہوں گے اور یہ کام بدعت ہو جائے گا۔

میں بریلوی حضرات پہلوں پچھلوں سب کو اعلان کرتا ہوں کہ تم اس تعریف کے مطابق اپنے کسی کام کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔چاہے مروجہ میلاد ہو یا دعا بعد نماز جنازہ مروجہ ہو یا قل خوانی ہو یا بعد دفن اذان ہو یا انگوٹھے چومنا ہو۔کبھی یہ مباحات ہوتے ہیں پھر یہ فرض واجب کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اس پر تفصیلی کلام پھر کبھی سہی تفصیلی کلام اگر دیکھنا ہو تو متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مرشد ما کے توحید وسنت اسباق میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے جس سے ہم نے بھی استفادہ کیا ہے اور علمی وعوامی انداز سے بھرپور ہے۔

مثال نمبر ا

مولوی احمد رضاخان صاحب لکھتے ہیں:
''ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورث کراہت تنزیہ ہے بس جس کا حاصل خلاف اولی یعنی بہتر نہیں''۔
(فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۳۰ قدیم)

یعنی مروجہ دعا بعد نماز جنازہ مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہے۔

(۲) مفتی محمد امین والد سعید اسعد لکھتے ہیں:

"دعا بعد جنازہ، ختم مبارکہ، تیجا، ساتواں، چالیسواں، ششماہی، سالانہ عروس مبارک وغیرہا مباحات ہیں"۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳،۴)

یعنی دعا بعد نماز جنازہ مباح ہے۔

(۳) مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں۔ وہ تمام ماموربہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۳۰ قدیم)

یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا مستحب ہے۔

(۴) مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

"دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے"۔ (جاء الحق ص ۲۸۱)

یعنی دعا بعد نماز جنازہ سنت ہے۔

(۵) مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

"اس آیت کریمہ کی تمام تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جب کسی نماز سے فارغ ہووے نماز جنازہ ہو یا اور تو نماز کے بعد وہیں ٹھہریں رہنا اور بحکم الہی دعا مانگنا ضروری ہوا"۔ (مقیاس حنفیت ص ۵۳۳)

(۶) مولوی عنایت اللہ سانگلہ ہل والے نے دیوبندیوں کو چیلنج کرکے فرمایا:

"اس دعا میں صرف ایک یا دو صحابی نہ تھے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے پھر کسی صحابی نے بھی دعا مانگنے سے انکار نہ کیا یہ صحابہ کرام کا اجماع ہے"۔ (مقالات شیر اہلسنت ص ۲۳۰)

یعنی اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور مفتی اقتدار احمد کہتا ہے کہ اجماع صحابہ کا انکار کفر ہے۔ (فتاوی نعیمیہ جلد ۱ ص ۱۳)

دعا بعد الجنازہ نہ مانگنے والوں پر حکم

(۱) مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

"جو نماز جنازہ کے بعد دعا سے روکتا ہے تو کیا اسکی سزا جو اللہ نے "سیدخلون جھنم داخرین" فرمائی ہے نہ دیگا؟"۔

(مقیاس حنفیت ص ۵۳۰)

یعنی جو نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا سے روکتا ہے وہ جہنمی ہے۔

آگے کہتے ہیں:

"تم نماز جنازہ کے بعد دعا کا انکار کرکے حنفی ہو یا معتزلی جو دعا سے روکے وہ تمام زمانے سے زیادہ احمق ہے"۔

(مقیاس حنفیت ص ۵۳۷)

(۳) مولوی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:

''مانعین یا تو دعا بعد نماز جنازہ کو اس آیت کے عموم میں شامل مان کر جائز تسلیم کریں یا پھر جہنم میں جانے کیلئے ہاتھ میں لوٹا بوریا بستر بغل میں دبالیں''۔(دعا بعد نماز جنازہ ص ۵)

(۴) اویسی صاحب لکھتے ہیں؛

''قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے دوزخیو دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو کیونکہ ایک گروہ میرے بندوں میں سے دعا مانگتے تھے اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہمارا ارحم الراحمین ہے لیکن تم نے انکا مذاق اڑایا۔ دیکھیئے اس آیت میں کیسے صاف الفاظ میں دعا مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا فرق بتایا گیا ہے جنازہ میں دعا مانگنے یا نہ مانگنے کا فیصلہ ناظرین خود فرمالیں''۔(دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ص ۳)

یعنی دعا بعد از نماز جنازہ جو مروج ہے نہ مانگنے والا جہنمی ہے۔

ان باتوں سے معلوم ہوگیا کہ بریلوی نادان اسے مکروہ تنزیہی سے اٹھا کر فرض قطعی پر پہونچا چکے ہیں جو کہ انکے اصول سے بدعت سیئہ ٹھیرا۔

مثال نمبر ۲:

آپ ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا

(۱) بریلوی حضرات نے بعض کتب فقہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اذان میں بوقت استماع نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔ یہ بات تقریباً اس موضوع پر لکھی ہوئی سب کتاب میں مل جائیگا۔(احکام شریعت ص ۸۱)

(۲) پھر ترقی یوں کی کہ انجمن انوار قادریہ بریلوی کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے اس نے کئی کتابوں کو اپنے ادارہ سے چھپایا اور تقریباً ہر کتاب کے آخر کے ٹائٹل پر یوں لکھا کہ ''حضور ﷺ کے نام مبارک پر ضرور ضرور انگوٹھے چومیں''

(۳) خواجہ قمر الدین سیالوی کہتے ہیں:

''انگوٹھے چومنے سے منع کرنے والا دولت ایمان سے مرحوم ہے''۔(مخلصاً فوز المقال جلد ۴ ص ۴۷۹)

(۴) مفتی امین فیصل آبادی لکھتا ہے:

''جو مسلمان نام پاک سن کر انگوٹھے نہ چومے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسی بنا پر دوزخ میں بھیج دے''۔

(البرھان ۴۸۴)

معلوم ہوا کہ یہ بھی بدعت ہے ان کے اپنے اصول کی روشنی میں۔

مثال نمبر ۳:

مروجہ جشن عید میلاد شریف

(۱) مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح بلا حرج ہے آگے لکھتے ہیں مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ وسوم وغیرہ کئی مسائل وہابیہ سب اسی سے طے ہو جاتے ہیں''۔(الامن والعلی ص ۱۷۶)

(۲) سنت الہیہ سنت انبیاء سنت ملائکہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔(جاء الحق ص ۱۹۶)

(۳) انوار ساطعہ میں ہے: پس واجب کر دیا ہے اللہ تعالی نے فرحت ولادت ﷺ کو۔(انوار ساطعہ ص ۵۵۱)

(۴) سید ارشد سعید کاظمی لکھتے ہیں؛

''جشن ولادت النبی ﷺ کو وجوب کا درجہ اس بنا پر حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی نعمتوں کو یاد کرتے رہنے کا حکم دیا ہے''۔(میلاد النبی ﷺ ص ۳)

(۵) یہ ان اچھے کاموں میں سے بدعت حسنہ ہے جن کے کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔

(عقائد و مسائل ص ۷۵، عبد الحکیم شرف قادری مفتی عبد القیوم ہزاروی)

(۶) تقریباً یہی بات فہارس فتاوی رضویہ ص ۳۹۷ پر بھی موجود ہے کہ میلاد منانا اور اس کیلئے لوگوں کا اجتماع بدعت حسنہ ہے۔

(۷) ڈاکٹر انوار احمد بگوی لکھتے ہیں:

''پاکستان بننے کے بعد میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آرائش چراغاں اور جلوس اب تو گویا اسلامی شوکت کا نشان اور نبی اکرم ﷺ کی محبت کو پیمانہ بن چلا ہے۔بعض طبقوں کے نزدیک یہ مظاہرہ کچھ اس طرح ہے جیسے نماز مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہے''۔

(تذکرہ بگویہ جلد ۲ ص ۱۱۲)

(۸) ڈاکٹر اشرف جلالی کہتے ہیں:

''محفل میلاد واجب ہوگئی ہے''۔(ہم میلاد کیوں مناتے ہیں ص ۳۸)

(۹) فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''سعودی وہابیوں نے اس مبارک محفل کو ختم کر دیا ہے۔قاتلھم اللہ انی یوفکون''۔(آنا جانا نور کا ص ۲۰ از فاضل بریلوی)

یہ بھی بریلوی اصول و قواعد سے بدعت ٹھہری۔

مثال نمبر ۴:

اذان کے ساتھ صلوۃ وسلام کا ملانا

(۱) فاضل بریلوی نے اسے احکام شریعت مسئلہ نمبر ۹ ص ۱۳۳ پر بدعۃ حسنۃ یعنی بدعت حسنہ نقل کیا ہے۔

(۲) مولوی عطا محمد بندیالوی جو کہ استاذ البریلویہ ہیں لکھتے ہیں:

''اذان سے قبل اور بعد درود وسلام جائز بلکہ واجب ہے''۔(قبل اور بعد از اذان درود شریف کا ثبوت ص ۵۷)

(۳) ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا سنت الہیہ اور ملائکہ ہے''۔

(قبل اور بعد از اذان درود شریف کا ثبوت ص ۳۸)

معلوم ہوا کہ یہ بھی بدعت ہے اسی طرح تمام بدعات کی حیثیات کو بریلوی مسلک نے اپنی اس سطح سے بڑھادیا ہے جو پہلی دفعہ بنائی تھی اور بقول بریلویہ یہی بدعت ہونے کی دلیل ہے۔

اب ہم آتے ہیں دوسری شق کی طرف مسلک رضا والوں کو اہلسنت پر اعتراض ہے کہ وہ گستاخ ہیں

جناب سعید اسعد صاحب گزارش یہ ہے کہ آپ کے فاضل بریلوی صاحب کا مشورہ اور فتوی اور حکم تو یہی ہے

جو ان (اکابر اربعہ دیوبند) کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔جبکہ جناب نے مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب کے بقول ان کے ۴ نکاتی فارمولے کو اچھا جانا اور اسکی تصدیق کی چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

''میرے فارمولے کی کچھ اصحاب نے مخالفت اور سینکڑوں اصحاب نے تائید کی ہے سر دست میں ۱۹۸۳ء کی اول سہ ماہی میں تائید کرنے والوں کے اسماء درج کرونگا اس کے بعد مکمل فارمولا ہدیہ قارئین کیا جائیگا''۔

(اتحاد بین المسلمین ص ۱۰۷)

اور آپ کا نام ۷۳ نمبر پر یوں درج ہے۔پروفیسر سعید احمد اسعد فیصل آباد۔

(اتحاد بین المسلمین ص ۱۰۸)

فارمولے کی آخری سطر یہ ہے کہ:

''بہر حال پلیٹ فارم پر بحث ومناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کلی احتراز کیا جائے''۔

(اتحاد بین المسلمین ص ۱۱۶)

گزارش یہ ہے کہ آپ تو اس کی تائید تصدیق وتصویب فرما چکے ہیں اور فاضل بریلوی صاحب کے فتوے کی پوری پوری مخالفت فرما چکے ہیں اور حسام الحرمین کی دھجیاں بکھیر چکے ہیں اور فاضل صاحب کے فتوی کی پوری پوری زد میں ہیں لہذا اب آپ کو حسام الحرمین میں دیئے گئے فتاوی پر اعتماد نہ کر کے اکابر اہل سنت کو گستاخ نہیں سمجھنا چاہئے۔

دوسری وجہ یہ ہے جناب نے جس فارمولے کی تصدیق وتائید فرمائی ہے۔اور اسکی دوسری شق یہ ہے کہ:

''علمائے دیوبند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا،مولانا اشرف علی تھانوی،مولانا عبد الرحیم رائے پوری،مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دار العلام دیوبند، مولانا قاسم نانوتوی،مولانا عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دار العلام دیوبند،مولانا مفتی کفایت اللہ کی مصدقہ کتاب المہند علی المفند مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جو اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصانیفات حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد ونظریات کی وضاحت کی ہے ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے اس پس منظر میں علماء دیوبند المہند میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کرلیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد ونظریات کا نہایت ہی معقول ومدلل جواب مل سکتا ہے الخ''

(اتحاد بین المسلمین ص ۱۱۵)

تو آپ نے بھی المہند علی المفند کو مفید کتاب اور خان صاحب بریلوی کو اپنے الزامات میں جھوٹا مان لیا آپ کو یہ الزام کیوں

ہے کہ علماء دیوبند پر ہم کو اعتراض ہے کہ وہ گستاخ رسول ہیں ۔ یہی مولانا عبد الستار خان نیازی لکھتے ہیں :

''المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہے اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے''۔

(اتحاد بین المسلمین ص ۱۳۶)

تو سعید اسعد صاحب آپ کی غلط فہمی کیوں دور نہ ہوئی ؟

نیازی صاحب نے برملا مان لیا ہے کہ فاضل بریلوی اور اس کے متبعین کو غلط فہمی ہوئی اور المہند کے شائع ہونے کے بعد وہ غلط فہمی دور ہو گئی اور موافقت کی راہ کھل گئی تو جناب من گزارش ہے کہ آپ بھی اپنی آنکھوں سے غلط فہمی کی پٹی اتار دیں اور فتوے تکفیر سے اجتناب کریں اور آئندہ کیلئے گستاخ کہنے سے احتراز اور توبہ کریں، کیونکہ آپ نے خود ہی چار نکاتی فارمولے کی تصدیق وتائید کر کے المہند علی المفند کو مفید اور درست مان لیا ہے ۔ باقی جناب اسعد صاحب صرف الزامات لگانے سے گریز فرمائیں اور حقائق کی طرف نظر فرمائیں وگرنہ

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ آپ کے اپنے ہم مسلک اکابر اور بڑے علماء نے جو لکھا ہے وہ آئینہ ہی ہم آپ کی شان کے لائق سمجھتے ہیں ۔ مفتی عبد المجید خان سعیدی لکھتے ہیں :

''مورخہ ۱۶ مئی ۲۰۱۲ بروز بدھ بعد نماز عشاء بمقام کھاد فیکٹری ملتان سٹی میں سنی سٹیج سے معروف مناظر وخطیب مولانا محمد سعید اسعد صاحب (نجاہ االہ تعالیٰ من الفتنۃ الحادثۃ) آف فیصل آباد نے جلسہ عام میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اپنی عمر شریف کے چالیس سال سے پہلے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبی نہیں تھے بلکہ اس کے بعد نبی بنے نیز یہ کہ صحیح عقیدہ بھی یہی ہے''۔

(مسئلہ نبوت ص ۱)

آگے لکھتے ہیں :

''برادران اہل سنت سے گزارش ہے کہ مولانا جب تک اپنے اس غلط موقف سے رجوع نہیں فرماتے انہیں میلاد شریف کے جلسوں میں بلانا بند کر دیں کیونکہ جو آپ ﷺ کے وقت ولادت نبی ہونے کا قائل نہیں اسے میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں خطاب اور بیان کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ ہی اس کے لئے اس کا کوئی جواز بنتا ہے اس عقیدہ کے بغیر میلاد شریف کے جلسوں میں تقریر کرنا محض حطام دنیا کے جمع کرنے کے معنی میں ہوگا''۔ (مسئلہ نبوت ص ۴)

فیصل آباد کے ایک محقق مسلک بریلویہ جناب مفتی نذیر احمد سیالوی صاحب لکھتے ہیں :

''ایک بندہ خدا (سعید اسعد صاحب) کا نیا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں آپ ﷺ کے حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونے کا عقیدہ رکھنے سے بندہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ''۔

(تصریحات جلد ۲ ص ۳۲، ۴۲، ۵۸)

آگے یہی موصوف لکھتے ہیں :

''بندہ خدا کے اس نظریہ اور عقیدہ کے مطابق العیاذ باللہ پوری امت مسلمہ کا یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جمہور امت

نے عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضور سید المرسلین ﷺ کا عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونا تسلیم کیا ہے اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں‘‘۔(تصریحات ص ۶۳ جلد ۲)

آگے لکھتے ہیں:

’’اپنے بعض اہل علم جنہوں نے مذکورہ احادیث مبارکہ کو حقیقی معنی پر نہیں مانا اور عالم ارواح میں آپ ﷺ کا حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونا تسلیم نہیں کیا اور احادیث مذکورہ کے معانی میں تاویلات کا راستہ اختیار کیا ہے اس فاضل محقق کے نزدیک وہ حضرات آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منکر تو نہ بنے لیکن جمہور علماء امت کو یہ حضرات پکا مسلمان ہی سمجھتے رہے لہذا وہ بھی جمہور کے برابر ہو گئے کیونکہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھنے والا خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔تو نتیجہ یہ نکلا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پوری امت مرحومہ بھی یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہو گی لاحول ولا قوۃ الا باللہ بلکہ ایک بندہ خدا (سعید اسعد) اور اس کے ہم خیال لوگوں کا بھی اپنی گزشتہ زندگی میں دائرہ اسلام سے خارج ہونا لازم آتا ہے‘‘۔(تصریحات جلد ۲ ص ۶۳،۶۴)

مولوی سعید اسعد صاحب! ہم اس عنوان پر پورا رسالہ ترتیب دے سکتے ہیں اور اس مسئلہ کی وجہ سے جناب کو کون سی نوازشیں اپنے مسلک سے مل چکی ہیں مگر ہمیں خوف طوالت ہے۔ہاں اگر آپ کی طبع پر ناگوار گزرے تو ہم رخ بحث موڑ دیتے ہیں۔اگر آپ کے مزاج گرامی میں ہو کہ بات صرف حسام الحرمین ہی کی نہیں بلکہ باقی بزرگوں کی کتب میں بھی مواد ہے تو پھر ہم یوں عرض کریں گے کہ۔

جناب من! اتنی بات تو آپ کو مسلم ہو گی کہ المہند علی المفند ایک مفید کتاب ہے اور اکابر دیوبند نے اپنی عبارات کی وضاحت کر دی ہے اور غلط فہمی دور ہو گئی۔تو آپ جناب والا فتوی تکفیر میں دب گئے

باقی رہی آپ کی نظر دوسرے اکابر کی طرف۔۔۔۔

تو اس سلسلہ میں ہم یوں عرض کریں گے کہ آپ کے اکابر کے بقول اصل اختلاف اسی حسام الحرمین کا ہے۔چنانچہ آپ کے مسلک کے ۱۳۶ اکابر علماء کے دستخط اور تائیدی وتصدیقی کلمات کے ساتھ ایک کتاب منظر عام پر آچکی ہے۔جسے ’معرفت‘ کہتے ہیں،اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

’’مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتوی ہے‘‘۔(معرفت ص ۱۰۳)

تین عبارتوں میں ایک تحذیر الناس کی دوسری براہین قاطعہ کی اور تیسری حفظ الایمان کی ہے۔

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

’’اہل سنت وجماعت (بریلوی،دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلاف تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان حائل ہیں‘‘۔(معرفت ۱۰۸)

ایک جگہ یوں ہے:

’’بریلوی اور دیوبندی (اہل سنت وجماعت) کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علما کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں‘‘۔(معرفت ص ۸)

ایک اور جگہ یوں لکھتے ہیں:

''جب تک یہ عبارات اپنی کتابوں سے نہیں نکالیں گے ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ نہیں بدل سکتا''۔
(معرفت ص ۱۰۲)

''اپنی کتابوں سے عبارات حذف کر دیں تو بریلوی اور دیوبندی دونوں اہلسنت و جماعت ہیں''۔(معرفت ص ۱۰۱)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

''بریلوی اور دیوبندی نزاع کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں نہ کہ فروعی مسائل''۔(معرفت ص ۹۰)

''بریلوی علماء کرام سے بات ہوتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تین باتیں کفریہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کو گالی ہیں''۔(معرفت ص ۱۱۵)

محقق مسلک بریلویہ جناب شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''کافر وہ دیوبندی ہیں جو تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی کفری عبارتوں پر مطلع ہو اور پھر ان عبارتوں کے لکھنے والے کو کافر نہ کہے''۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد ۲ ص ۳۹۶)

یہی موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''تحقیق حال کے لئے ضروری ہے کہ قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کی کفری عبارتیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں اگر یہ ان تینوں کو کافر و مرتد مانیں تو سنی ہیں اور اگر ان کو کافر نہ کہیں اپنا پیشوا کہیں تو دیوبندی''۔
(فتاویٰ شارح بخاری جلد ۲ ص ۵۰۳)

محقق مسلک بریلویہ سید تبسم شاہ بخاری لکھتے ہیں:

''ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی چند کفریہ عبارات پر ہے''۔
(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۴۵۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''دیوبندیوں سے ہماری بنیادی اختلاف ان کی کچھ کتب کی چند صریح عبارات پر ہے''۔
(جسٹس محمد کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ ص ۸۱)

کچھوچھ شریف سے فتاویٰ حسام الحرمین کی تصدیق یوں کی گئی ہے۔اس بنا پر ان لوگوں کو کافر و مرتد جانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔
(الصوارم الہندیہ ص ۵۲)

سنبھل کے بریلوی اکبر نے بھی حسام الحرمین کی تصدیق یوں کی ہے۔قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی اپنے مذکورہ (حسام الحرمین میں پیش کردہ) بالا اقوال کی بنا پر کافر مرتد خارج از اسلام ہیں۔(الصوارم الہندیہ ۷۱)

جاورہ کے بریلوی حضرات نے یوں حسام الحرمین پر لکھا مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے جو اقوال استفسار میں (حسام الحرمین میں) نقل کیے گئے ہیں اس پر سابق از یں بحث و تمحیص ہو کر علماء اہلسنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔(الصوارم الہندیہ ص ۱۰۳)

اور مولوی حشمت علی قادری نے یوں لکھا ہے:

''نانوتوی،گنگوہی،انبیٹھی ،تھانوی اپنے کفریات واضحہ صریحہ خبیثہ ملعونہ کے سبب جو اصل فتاوی حسام الحرمین شریف میں بعبارتھا منقول ہیں جن میں کوئی ایسی تاویل وتوجیح قطعا ناممکن جوقائلیں کوقطعی یقینی کفروارتداد سے بچاسکے قطعایقینا کافرومرتدلائق تذلیل واجب التفضیح ہیں''۔(الصوارم الہندیہ ص ۱۱۴)

پاسبان مسلک بریلویہ مولوی حسن علی رضوی میلسوی لکھتے ہیں :

''جن حضرات پر ان کی کفریہ عبارات کے باعث حسام الحرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں فتوی کفر وارتداد لگا ہے اورعرب وعجم شرق وغرب پاک وہند کے اکابر ومشاہیر علماء فقہاء نے اسکی تائید کی ہے اورتصدیق فرمائی ہے صرف ان گنتی کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے توہین کوتوہین تسلیم کریں کفرکوکفرمان لیں اور سچے دل سے توبہ کرکے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جھوٹی تاویلات کا سلسلہ بند کردیں اور حسام الحرمین پرتصدیق کردیں توامیں ہے امت کاوسیع تر اتحاد اوریک جہتی قائم ہوسکتی ہے اورقوم کوخلفشار سے نجات مل سکتی ہے''۔(محاسبہ دیوبندیت ص ۳۶ ج ۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

''جب تم ان سے دست بردارہوگئے توکسی پربھی تکفیر کاحکم شرعی باقی نہ رہے گا''۔(محاسبہ دیوبندیت ج ۱ ص ۲۷۹)

رضاخانی حضرات کےمختلف الزامات کاجواب ہم اپنی مختلف تحریروں میں دے چکے ہیں ۔یہاں ہمیں صرف یہ دکھانامقصود ہے کہ:

''جولوگ اختلاف کی بنیادکوشاہ شہید یادیگر اکابر کی طرف کھینچ کرلے جاناچاہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ انکے گھر کے جماہیر کی رائے یہ ہے کہ ہمارابنیادی اوراصل اختلاف تحزیرالناس،البراہین القاطعہ،حفظ الایمان،کی چندعبارات پرہے۔اوروہ بھی بریلوی اکابر نے المہند کی تصدیق کرکے اورفاضل بریلوی کی غلط فہمی کادھچکالگا کرساری بنیادملیامیٹ کردی اب رضاخانی حضرات کواہلسنۃ دیوبند پرکوئی الزام نہ رہا''۔

جبکہ ہمیں ہنوز اعتراضات جوکہ شرک وبدعات پرہیں وہ باقی ہیں۔تفصیل گزرچکی ہے۔ضرورت تونہیں مگر میں رضاخانی اکابرین سے اہلسنۃ دیوبند کے اکابرین کی صفائی پیش کرناچاہتاہوں۔

پہلی عبارت حسام الحرمین میں فاضل بریلوی نے اکابرین دیوبند میں سے حضرت قاسم العلوم مولانا محمدقاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی اورانکومنکرختم نبوت قراردیا۔

جبکہ گھر کے فرد فاضل بریلوی کی اصلاح یوں کرتے ہیں :

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں :

''لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطورعبارۃ النص اوراشارۃ النص اس امر پربلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانانانوتوی ختم نبوت زمانی کوضروریات دین سے یقین کرتے تھے اوراس کے دلائل قطعی اورمتواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کوصراحۃ سے ذکر کیاہے کہ جوحضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کامنکر ہے وہ کافر ہےاوردائرہ اسلام سے خارج ہے''۔(تحذیرالناس میری نظر میں ص ۵۸)

حسام الحرمین میں دوسری عبارت حضرت گنگوہی قدس سرہ کے حوالے سے ہے ۔اورماسبق کےکئی حوالے جوہم نےپیش کیے ہیں کہ رضاخانی اسی بات پرہے کہ فقط تین عباتوں پرہمیں اعتراض ہے توحضرت گنگوہی قدس سرہ کی عبارت کی صفائی خود رضاخانی علماء نے دے

دی ہے۔

تیسری عبارت خلیل الملۃ والدین مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی فاضل بریلوی نے پیش کی ہے جبکہ ہندوستان کی علمی شخصیات میں مولانا نزیر احمد خان صاحب کا نام آتا ہے انہوں نے البراھین القاطعہ کا رد لکھا مگر اس عبارت کو کفریہ نہیں قرار دیا۔اور مولوی عبد السمیع رامپوری نے البراھین القاطعہ کے بعد اپنی کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا اور کہا بھی سہی کہ جو کوئی شبہ البراھین القاطعہ کا واجب الدفع سمجھا جائیگا اب نظر ثانی کر رہا ہوں خاص اپنی انوار ساطعہ میں اس شبہ کا لکھ کر حل کر دیا جائیگا۔(انوار ساطعہ ص ۳۴)

شبہات کا ازالہ ضروری اور واجب سمجھتے ہیں جناب رامپوری صاحب اور اگر عبارت حقیقۃ کفریہ ہوتی تو اس عبارت کو ضرور یہ رد کرتے مگر انہوں نے رد نہ کیا۔تو یہ تو مصدقہ رضا خان کتاب تھی رامپوری جیسا تمہارا معتمد بھی اس عبارت کو کفریہ نہیں سمجھتا اور بقول مولوی عبد السمیع رامپوری مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے روک دیا کہ معاملہ جتنا دب سکتا ہے دباؤ۔اور اسی بنیاد پر رامپوری صاحب لکھتے ہیں

بھلا جبکہ استاذ اور پیر دونوں کا ایک ہی ارشاد ملک واجب الادب یعنی عرب سے آئے تو بندہ کس طرح اب اس باب میں قلم اٹھائے (انوار ساطعہ ص ۳۰) معلوم ہوا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کو بھی اس عبارت میں کفر و گستاخی نہ نظر آئی تبھی تو انہوں نے جواب لکھنے سے روک دیا ورنہ وہ فرماتے کہ کفر کا رد ضرور لکھو۔

اور چوتھی عبارت حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کی ہے اس کے بارے میں سنیئے کہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب کی مصدقہ کتاب میں ہے:

”مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت (العیاذ باللہ ولاحول ولاقوہ الاباللہ) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا“۔(انوار مظہریہ ص ۲۹۲)

لہذا قصہ ہی ختم ہو گیا۔اور اگر بالفرض والمحال گستاخی تھی بھی تو بقول علامہ غلام محمد گھوٹوی صاحب حکیم الامت نے توبہ ورجوع فرمالیا تھا۔چنانچہ اصل عبارت یوں ہے

”ایک دن گھوٹوی نور اللہ مرقدہ جامعہ کی لائبریری میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مولانا تھانوی صاحب کے انکار علم غیب کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فوراً شیخ الفقہ مولانا صاجزادہ حافظ محمد امین چیلاواہنی جو لائبریری کے انچارج بھی تھے ان کو فرمایا کہ جوگو جرانوالہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ العدل کی فلاں تاریخ کی فائل لے آؤ جب وہ لے آئے تو آپ نے مولانا تھانوی صاحب کا ایک مضمون ہمیں دکھایا جس میں انہوں نے اپنی عبارت سے رجوع اور توبہ کا اقرار کیا تھا“۔

(شیخ الاسلام محدث گھوٹوی ص ۳۰۸،۳۰۹)

القصہ حسام الحرمین بھی ختم ہو گئی لہذا اب ان مسلک بریلویہ کے حضرات کو اکابر دیوبند پر اعتراض کرنے کی حمت نہیں کرنی چاہیے اور اپنے عقائد ونظریات کی فکر کرنی چاہیے۔

(مضمون ختم شد)

گستاخی کا دارومدار عرفِ عام پر ہے کی وضاحت

علمائے دیوبند کو گستاخ ثابت کرنے کیلئے یہ قاعدہ قریبا تمامی رضاخانی علماء نے پیش کیا ہے کہ ''گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے'' لیکن ہم یہاں صرف دو علمائے بریلویہ کی عبارات نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مولانا اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''سب وشتم اور نقص وعیب کے کلمات میں ارادہ اور قصد قائل کا اعتبار نہیں بلکہ عرف اور تبادر کا اعتبار ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۲۳)

''الفاظ میں معانی وضعیہ کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عرف عام میں ان کا جو مطلب ومفہوم ہوگا اسی پر حکم صادر ہوگا''۔(ایضاص ۲۵)

رضاخانی غزالی مولانا سعید احمد کاظمی لکھتے ہیں:

''توہین کا تعلق عرفِ عام اور محاورات اہل زبان سے ہوتا ہے:

بعض لوگ کلمات توہین کے معنی میں قسم قسم کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اگرکسی تاویل سے معنی مستقیم بھی ہوجائیں اور اس کے باوجود عرفِ عام ومحاورات اہل زبان میں اس کلمہ سے توہین کے معنی مفہوم ہوتے ہیں تو وہ سب تاویلات بے کار ہوں گی''۔

(الحق المبین، ص ۲۸)

رضاخانی مولوی ومناظرین سادہ لوح عوام کے سامنے یہ قاعدہ نقل کرکے دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو''علمائے دیوبند کی مراد ومفہوم عبارت سے کچھ بھی ہو بے شک انہوں نے یہ سب توہین کی نیت سے نہ لکھی ہو مگر چونکہ گستاخی کا دارومدار عرف عام پر ہے اور عرف عام میں ان کی عبارات گستاخانہ ہیں لہذا ہر حال میں ہم ان کو گستاخ ہی مانیں گے ان کو تاویل وتوجیہ کا کوئی اختیار نہیں''۔

اگرچہ اس قاعدے میں کچھ تفصیل ہے جو آگے چل کر ہم بیان کریں گے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ آخر اس ''عرف عام'' کا معیار کیا ہے؟ آیا کوئی بھی بریلوی یا کوئی بھی فرد اٹھ کر کہہ دے کہ میرے نزدیک یہ ''گستاخی'' ہے تو کیا اسے اب گستاخی مان لیا جائے گا؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تو یہ دونوں رضاخانی مولوی بھی نہیں بچتے۔

کیونکہ ان میں سے اول الذکر مولوی اشرف سیالوی صاحب کے خلاف کم وبیش ۷ سے زائد کتب و رسائل مارکیٹ میں آچکے ہیں جن میں ان کو بارگاہ نبوی ﷺ کا گستاخ مانا گیا ہے۔رضاخانیوں نے ان کے متعلق لکھا:

''لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرت (اشرف سیالوی۔ساجد) نے یہاں اپنی تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ کے کسی وصف کو نہیں بلکہ خود آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو ایک بے عقل و بے شعور چیز کا عین ٹھرانے کو حدیث سے ثابت کردیا ہے۔(العیاذ باللہ) اب جب کہ حضرت کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو کسی بے عقل و بے شعور چیز کا عین قرار دینا حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے کسی وصف کو کسی بے شعور و بے عقل شے کے وصف کا عین قرار دینا یا اس سے تشبیہ دینا بہ درجہ اولی ثابت ہوسکتا ہے۔(العیاذ باللہ) لہذا حضرت اس عبارت کے متعلق ذرا اظہارِ خیال فرمائیں''۔(اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پیش کی۔ساجد)

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ دوم، ص ۵۲، ۵۳)

یعنی جب اشرف سیالوی آپ نے نبی کریم ﷺ کی ذات ہی کو ایک بے شعور و بے عقل بے جان چیز سے تشبیہ دے دی تو آپ ﷺ کے کسی وصف مثلاً علم کو کسی بے شعور بے عقل مثلاً گدھا گھوڑا اسے تشبیہ دینا تو بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور صحیح ہوگا۔ معاذ اللہ۔ ہے کسی رضا خانی میں غیرت کے یہاں کفر کا فتوی لگائے؟ اسی پر گرفت ایک اور انداز میں ملاحظہ ہو:

’’مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ’اسی طرح نبی مکرم ﷺ الخ‘‘ استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لئے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریباً چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کردیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالم ارواح میں تو مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آکر کافر ہوگئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آکر نبی نہ رہے۔۔۔مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟۔۔۔یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بے بس و بے زبان و بے جان قلم بھی یقیناً تڑپ رہا ہوگا، اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا وہ بھی زبان حال سے رو رو کے آپ سے التجا کررہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے‘‘۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول ص ۶۲،۶۳)

اسی طرح ان کی ایک اور گستاخی کے متعلق رضاخانیوں نے لکھا:

’’پھر مولانا نے امام ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پسندیدہ توجیہ پیش کی ہے:

ووجدك ضالا عن النبوة اي جاهلا فهداك للنبوة

اور آپ کو نبوت سے لاعلم پایا تو نبوت کی طرف ہدایت فرمائی۔

پھر تفسیر کبیر سے ایک توجیہ پیش کی جس کا لب لباب بھی یہی ہے کہ آپ نبوت سے لاعلم تھے۔ اس سلسلہ میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں۔ اولاً مولانا نے جو ترجمہ اختیار فرمایا اس میں اور تفسیری اقوال میں کوئی مطابقت نہیں کیونکہ ترجمہ میں ضال بہ معنی محبت میں خود رفتہ یعنی محبت میں مستغرق جب کہ تفسیری اقوال میں ضال بہ معنی معاذ اللہ ’’جاہل‘‘۔۔۔عالم ما کان و ما یکون حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ جاہل کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویشناک امر ہے۔۔۔۔ہم اس قول سے مکمل طور پر برات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ کتب عقائد میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال و افعال کیلئے برے الفاظ سے اجتناب کرنا چاہئے اور قبیح عبارت جیسے لفظ جہل، کذب، معصیت سے پرہیز کرنا چاہئے‘‘۔ (نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول ص ۷۴)

اس کتاب پر کئی رضاخانی اکابر کی تقاریظ ہیں نیز آج تک کسی رضاخانی نے اس بات کی تردید نہیں کی جو ان کے اصول کے تحت دلیل تائید ہے۔ بہر حال تو سیالوی صاحب دیکھیں آپ کے اپنے مولوی آپ کو نبی کریم ﷺ کی شان میں بدترین گستاخی کا ارتکاب کرنے والے کہہ رہے ہیں۔ یقیناً آپ کی یہ عبارات عرف میں گستاخی ہی شمار ہوں گی اسی لئے تو ان کو یہ اعتراض کرنا پڑا لیکن کیا آپ کو یہ اعتراض تسلیم ہے؟ یقیناً نہیں تو سوال پھر وہی ہوگا کہ عرف کا معیار کیا ہے؟ کیونکہ آپ کے مسلک کے عرف میں تو آپ کی عبارات بھی گستاخی پر محمول ہیں۔

نوٹ: سیالوی صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے لہذا ان کا کوئی شاگرد یا مسلکی ترجمان ان کی طرف سے ان سوالوں کے جواب

دے سکتا ہے یہی صورت آگے کاظمی صاحب سے کیئے گئے سوالوں کے متعلق بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔

سیالوی صاحب کے ایک شاگرد ان فتووں کا اقرار یوں کرتے ہیں:

''کوئی کہتا ہے کہ (معاذ اللہ) انہوں نے سرکار کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا کوئی انہیں بے ادب اور گستاخ تو کوئی علمی گھمنڈ کا شکار کہہ کر اپنا مذہبی فریضہ ادا کر رہا ہے۔ یہ ساری باتیں سن کر اور اہل علم اور صاحبان محراب و منبر کا یہ رویہ دیکھ کر دل پر جو کیفیت گزرتی ہے انہیں تحریر کی صورت نہیں دی جا سکتی''۔ (تحقیقات ص ۱۰،۱۱)

حیرت ہے کہ اس پر رنج و الم کرنے کی کیا ضرورت ہے اس پر تو خوش ہونا چاہئے کہ آپ کے استاد نے گستاخی و بے ادبی کی ہے اور انہیں انہی کے قائم کردہ اصول سے بے ادب قرار دے کر اسلام سے خارج قرار دیا جا رہا ہے۔ یہی کام صبح شام آپ علمائے دیوبند کے خلاف کرتے ہیں اس وقت اس رویہ پر دل خون کے آنسو کیوں نہیں روتا؟ یہی وہ منافقانہ رویہ ہے جس کی طرف ہم بار بار اشارہ کر رہے ہیں۔ بہر حال سیالوی صاحب کی طرف سے یہ تو طے ہے کہ ان کے اپنے ہی صاحبان منبر و محراب نے انہیں گستاخ و بے ادب قرار دیا تو اب یہاں ان کا قاعدہ کہاں چلا گیا؟ اور بنا کسی تاویل و توجیہ بالاتفاق ان کی تکفیر کیوں نہیں کرتے؟

ہمارا اگلہ رضاخانی مسلک سے یہی ہے کہ اگر آپ کے یہ علماء بھی بے ادب و گستاخان رسول ﷺ ہیں تو ان کے خلاف اس طرح کا پر تشدد رویہ کیوں نہیں جو علمائے دیوبند کے خلاف ہے؟ اور آخر ان کے خلاف آپ کا حسام الحرمین کی طرح موقف سامنے کیوں نہیں لایا جا رہا؟

اب آئیے کاظمی صاحب کی طرف موصوف نے نبی کریم ﷺ کی طرف ''ذنب'' کے لفظ کو باقی رکھا اب ان کے مسلک کی طرف سے کتب لکھی گئیں ''پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں''، ''عصمۃ النبی ﷺ'' جس میں انہیں اس بنا پر گستاخ رسول ﷺ کہا گیا۔

اگر رضاخانی اس کے جواب میں کہیں کہ یہ ان علماء کا ذاتی تفرد تھا تو جناب ''تفرد'' تو فروعات میں ہوتا ہے یہ عقائد قطعیہ میں تفرد کب سے نکل آیا؟ نیز اگر آپ کے مولوی کسی کو کافر و گستاخ رسول ﷺ بنا دے تو یہ ''تفرد'' ہو سکتا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ جو ہم پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں وہ آپ کا ''تعصب'' ہے تو ''عرف'' والا معیار کہاں گیا؟

اس ذنب کی نسبت مولانا غلام رسول سعیدی نے بھی حضور ﷺ کی طرف برقرار رکھی اور صاحبزادہ ابو الخیر زبیر حیدر آبادی نے بھی اور وہ بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ رضاخانی مناظر عبد المجید سعیدی صاحب اس پر لکھتے ہیں:

''گناہ کے الفاظ کو بار بار علی الاطلاق بول کر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات سے نسبت دی جو بہت بڑا جرم ہے کیونکہ عرف میں لفظ ''گناہ'' کو جب علی الاطلاق بولا جائے تو تبادراً اس سے کبیرہ یا صغیرہ ہی مراد ہوتا ہے۔۔۔ پس اس لفظ کے سنتے ہی ذہن فوراً ان دو قسموں (کبیرہ اور صغیرہ) میں سے کسی ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عوام اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مقول لہ کی طرف کبیرہ یا صغیرہ کی نسبت کی جا رہی ہے جو عوام کیلئے یقیناً پریشانی اور گمراہی کا باعث ہے''۔ (کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۵۹۔۶۰)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ موصوف نے یہ اقدام کر کے ان واضح قرآنی ارشادات کی صریح خلاف ورزی کی ہے جن میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب کا ہر حوالے سے ادب کرنے کا امر فرمایا ہے''۔ (کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۶۱)

مفتی شریف الحق امجدی سورہ فتح کی اسی آیت کا ترجمہ کرنے پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تھانوی صاحب کے ترجمے سے ہر شخص کو یہی سمجھ آئے گا کہ حضور اقدس ﷺ سے خطا صادر ہوئی، جسے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ کیونکہ اگر خطاء صادر نہ ہوتی تو پھر معاف فرمانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرات انبیائے کرام خصوصا سید الانبیاء ﷺ قبل نبوت اور بعد نبوت ہر گناہ سے معصوم تھے۔تھانوی صاحب کے ترجمے سے اس عقیدے پر ضرور ضرب پڑتی ہے۔۔۔واضح ہو کہ یہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے اور اردو میں خطا کے معنی گناہ اور غلطی کے ہیں''۔(فتاویٰ شارح بخاری، ج ا،ص ۶۳۹)

یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ عرف میں اردو میں خطا کو غلطی اور گناہ کے معنی میں لیا جاتا ہے لہذا اس کی نسبت انبیائے کرام کی طرف جائز نہیں۔پس معلوم ہوا کہ ذنب کا لفظی ترجمہ یعنی گناہ کرنا نبی کریم ﷺ کیلئے یہ آپ ﷺ کے ادب کے خلاف ہے اور گستاخی ہے اور عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ان مولویوں نے حضور ﷺ کی بے ادبی کا یہ کام قرآن وحدیث کی روشنی میں کرنے کا دعویٰ کیا اس سے ان کی بارگاہ رسالت ﷺ میں بے ادبی مزید سنگین ہو جاتی ہے۔یہاں اس ''عرف'' والے قاعدے کی تمام شرائط پائی جارہی ہیں مگر رضاخانیوں نے آج تک اپنے ان علماء کو گستاخ رسول ﷺ قرار دے کر دائرہ اسلام سے اب تک خارج قرار نہیں دیا،تو یہاں آپ کا یہ عرف والا قاعدہ کہاں چلا گیا؟

اس عرف پر دورنگی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو جو ہم ماقبل میں بھی نقل کر چکے ہیں۔شریف الحق امجدی نے جب اہل السنۃ دیوبند کو کافر بنانا تھا تو فتویٰ دیتا ہے:

''کسی کو بھائی کہنے میں اس کے ساتھ برابری کا ادعا ہے۔ہمارے عرف میں ہے کہ ہم اپنے ہم عمروں کو بھائی کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور اپنے سے زیادہ معمر اور بوڑھوں کو چچا دادا وغیرہ کہتے ہیں۔انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ برابری کا اعتقاد رکھنے والا ضرور کافر ہے اور بھائی کہنے میں برابری کا ادعا ہے اس لئے یہ قول ضرور کفر ہے''۔(فتاویٰ شارح بخاری،ج ا،ص ۵۸۳)

یہاں دیکھیں ''بھائی'' کو ''عرف'' میں ''برابری کا دعویٰ'' قرار دے رہے ہیں اور ہم عمروں کی مثال بھی دے رہے ہیں۔

اب کسی نے رضاخانی شارح بخاری فقیہ اعظم شریف الحق امجدی کو بیہقی کے حوالے سے یہ روایت بھیج دی کہ فرشتوں نے حضور ﷺ کو ''بھائی'' کہا۔تو موصوف کا عرف بدل کر کچھ یوں ہو گیا:

''یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری،اگرچہ یہ حدیث ہے تو اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ فرشتوں نے جو کہا تو ہمسری اور برابری کی نیت سے نہیں کہا بلکہ اظہار محبت کیلئے کہا۔جیسے ہمارے عام عرف میں مخاطب کو بھائی کہہ دیتے ہیں۔برخلاف وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے۔اس جملہ میں اہانت کا پہلو غالب ہے۔برخلاف فرشتوں کے اس قول سے اس سے صرف اظہار محبت ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہہ کر فرشتوں نے حضور اقدس ﷺ کے فضل وکمال کو بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے خلیفہ و نائب ہیں اس لئے وہابیوں کے کفری قول کی اس سے کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی''۔(فتاویٰ شارح بخاری،ج ا،ص ۳۴۷)

غور فرمائیں پہلے فتوے میں عرف میں بھائی برابری کا دعویٰ تھا اور مثال ہم عمروں کی دی مگر دوسرے فتوے میں یہی بھائی عرف میں اظہار محبت ہو گیا اور مثال بھی وہی سابقہ دے دی۔

عرف کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو رضاخانی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''نبی کریم ﷺ کا قبر پہ رونے والی عورت کو نصیحت فرمایا: بخاری علیہ الرحمۃ نے زیارۃ النساء کا مستقل باب قائم کیا ہے اور حدیث یہ نقل

کی ہے کہ ایک عورت قبر پر کھڑی رو رہی تھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا انما الصبر عند الصدمة الاولی صبر وہی ہے جو پہلی دفعہ تکلیف پہنچے تو کیا جائے ۔ جو رو دھو کے تھک کر چپ کرے وہ تو جانور بھی کر جاتے ہیں وہ مومن کا کوئی کمال نہیں ۔ وہ غم والم کی وجہ سے یونہی بنی ہوئی تھی کہتی ہے

الیك عنی فانك لم تصب بمصیبتی

دور ہٹو تمہیں کیا پتہ کتنی مصیبت زدہ ہوں تمہیں ایسی مصیبت پہنچتی تو پتہ چلتا ۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا تو جانتی ہے کہ تو بات کس سے کر رہی ہے؟ تجھے پتہ نہیں یہ کون ہستی ہے؟ جس کے ساتھ تو نے بات کی ہے؟ کہا نہیں مجھے تو کوئی پتہ نہیں تو کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اللہ کے محبوب ہیں تو گستاخانہ لہجہ میں بات کر رہی ہے وہ رونے لگ گئی حضور ﷺ کی بارگاہ میں دوڑی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے پتہ نہیں چلا میں گستاخی کر بیٹھی خدا کیلئے مجھے معاف کر دیں ۔

سرکار دو عالم ﷺ نے پھر بھی فرما انما الصبر عند الصدمة الاولی صبر وہی ہے جو پہلی دفعہ تکلیف پہنچے تو کیا جائے ۔ یہ نہیں فرمایا تو قبرستان آئی کیوں ہے؟ تو قبر پہ کھڑی کیوں ہے؟''۔ (فتاوی اشرف العلماء، ج ۱، ص ۱۱۸)

اب ملاحظہ ہو یہاں رضاخانیوں کے ''عرف'' کی تمام شرائط موجود ہیں ۔ عورت کے اس انداز کو گستاخی سمجھنے والے آج کے رضاخانی چنڈو خان نہ تھے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اس عورت نے بھی جا کر یہ نہیں کہا کہ: ''حضور ﷺ کی گستاخی میں تو رضاخانی مولوی نہ نیت، نہ معنی نہ تاویل، تفسیر وتوجیہ کا اعتبار کرتے ہیں وہ کہہ دیں کہ گستاخی ہے تو بس اب قابل گردن زدنی''، بلکہ اپنا عذر بیان کر رہی ہے ''لاعلمی'' کا کہ: ''مجھے تو علم ہی نہ تھا'' رضاخانی کے بقول اگر حضور ﷺ نے اسے یہ نہیں کہا کہ تو قبرستان کیوں آئی ہے؟ تو تیرے عرف کی رو سے اسے تجدید ایمان ونکاح اگرچہ احتیاطاً ہی کیوں نہ ہو وہ بھی تو نہ کہا تو یہاں عرف کا قاعدہ کس طرح فٹ ہوگا؟

ایک اور مثال ملاحظہ ہو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کا بیان جسے حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا ؓ کی گستاخی پر محمول کیا گیا اس کے خلاف رضاخانی محقق زماں مفتی محمد چمن زمان نجم القادری نے ایک کتاب بنام ''تنزیہ مکانۃ الزھراعن وصمۃ الخطاء'' لکھی جو پی ڈی ایف کی صورت میں شائع کی گئی جس پر ''پیش کش'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل رضاخانیوں کے نام ہیں:

پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی ۔

امیر اہلسنت پیر سائیں عبدالخالق قادری ۔

جانشین محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل رسول حیدر سمیت متعدد رضاخانیوں کے نام ہیں گویا یہ کتاب ان کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے ۔ اس میں ہے:

''خطیب مذکور (مراد جلالی صاحب ہیں ۔ ساجد) کے چند خطابات میں نے خود سنے موصوف کی غلطیوں کی فہرست طویل ہے ۔ ابتدا موصوف نے جگر گوشہ رسول ﷺ کی جانب وقوع خطاوغلطی کی نسبت کا تکرار کیا۔ جو یقیناً سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخت بے ادبی اور ایذائے مصطفی ﷺ کا باعث ہے ۔ بعد ازاں سمجھانے پر انتہائی تعلی وتکبر کا مظاہرہ، پھر متعدد بار مطلق بولے گئے لفظ ''خطاوغلطی'' کی بلاقرینہ بلکہ خلاف قرینہ خطا اجتہادی سے تاویل، حالانکہ تاویل صحیح بھی عرف میں بے ادبی سمجھی جانے والی گفتگو کو دائرہ اسات سے نہیں نکال سکتی''۔

(تنزیہ مکانۃ الزھراعن وصمۃ الخطاص ۹،۸)

اس میں صاف وضاحت موجود ہے کہ جلالی صاحب نے جو کچھ کہا اس سے نبی کریم ﷺ کو ایذا و تکلیف پہنچی ۔آگے اس مفتی نے لکھا:

''اپنی گفتگو کو درست ثابت کرنے کیلئے انبیائے کرام کے معاملات کو محل مثال میں لانا جو بتصریح ائمہ شدید حرام نیز ہر ہر نبی کی جانب وقوع خطا کی نسبت کو تکذیب انبیاء کو مستلزم ہے''۔(تنزیہ مکانۃ الزھراعن وصمۃ الخطاص ۱۰)

ظاہر سی بات ہے کہ انبیاء کی تکذیب صریح کفر ہے۔مگر اس سب کے باوجود آخر میں فیصلہ سناتے ہوئے لکھتا ہے:

''بنابرامور مذکورہ بالا:

وہ شخص ضال، مضل، اور منہج اہلسنت سے الگ ہو چکا ہے۔و یلزم من کلامہ کفر بوجوہ عدیدۃ لکن لانکفر احدا من المسلمین متی امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او وجدت روایۃ انہ لایکفر ولو روایۃ ضعیفۃ ولو کانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا''۔(تنزیہ مکانۃ الزھراعن وصمۃ الخطاص ۱۱)

عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد وجوہ سے ڈاکٹر جلالی پر کفر لازم ہو چکا ہے۔لیکن ہم کسی مسلمان کی تکفیر کا حکم اس وقت تک نہیں کرتے جب تک اس کے کلام کو کسی اچھے معنی پر محمول کرنا ممکن ہو۔

اب اسے رضاخانی عرف والے قاعدے کے مطابق پرکھیں جب عرف میں رضاخانیوں نے جلالی کے خطاب کو گستاخی سمجھا، ایذائے رسول ﷺ سمجھا، تکذیب جمیع انبیائے کرام سمجھا تو جلالی کی قطعی جزمی کلامی تکفیر لازم تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔دوسری بات رضاخانی کہتے ہیں کہ عرف میں گستاخی ہوتے ہوئے کسی صحیح تاویل کو بھی نہیں سنا جائے گا بلکہ لفظ کو گستاخی پر ہی محمول کیا جائے گا اس کو مفتی چمن نے بھی کتاب کے شروع میں لکھا مگر یہاں وہ جلالی کی تکفیر اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ اس کے کلام کو''صحیح معنی''دیا جا سکتا ہے۔کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

لہٰذا اس عرف کا معیار بتلایا جائے کہ کیا ہے؟۔اگر رضاخانی یہ کہیں کہ ہمیں چونکہ یہ عبارات گستاخانہ معلوم ہوئیں اس لئے یہ گستاخی ہے۔تو آپ کے کسی چیز کو غلط سمجھنے سے وہ چیز''عرف''تو نہیں بن جاتی۔آپ کے عرف میں یہ گستاخی ہے تو ہمارے عرف میں یہ عبارات بالکل بھی گستاخانہ نہیں تو عرف عرف سے ٹکرا گیا لہٰذا اذا تعارضا تساقطا۔

مولانا غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں جتنے بھی حوالہ جات پیش کئے ہیں سب اپنے ہی کتابوں سے نقل کئے ہیں جو مقابل پر حجت نہیں ہو سکتے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۵۹)

''ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ مخالف کے سامنے اپنی کتاب کا حوالہ پیش کرنا اصول مناظرہ کے خلاف ہے''۔(ایضاص ۶۶)

جب فریق مخالف پر اپنی کتاب ہی کا حوالہ پیش کرنا جائز نہیں تو فریق مخالف کو کافر بنانے جیسے سنگین مسئلہ میں فریق مخالف کا''عرف''ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے؟ پھر خاص کر جب رضاخانی حضرات کے تعصب، جہالت، حسد، کینہ کو خود سیالوی صاحب اس طرح بیان کریں:

''الحاصل بندہ کا موجودہ جملہ مدعیان علم وفضل اور مقررین وواعظین (الاماشاءاللہ) کے بارے میں یہ تاثر پختہ ہو گیا ہے کہ یہ حضرات علم و دانش اور مطالعہ کتب بینی کے دشمن ہیں، کسی ہم مسلک اور ہم مذہب عالم کے ساتھ نہ ان کو ہمدردی ہے اور نہ محبت والفت؟ یہ لوگ نہ کسی کے حق میں اخلاص اور حسن ظن سے کام لینے کو تیار ہیں اور نہ کسی اپنے کو اپنا سمجھ کر راضی ہیں، بلکہ بغض وحسد، عناد اور کینہ پروری کا مجسمہ ہیں۔کسی گرے کو سنبھالنے کے بجائے اسے مزید نیچے دھکیلنے کے درپے ہیں، اگر لوگ کسی کو عزت وتوقیر کی نظر سے دیکھیں تو یہ حضرات گھاگھ دشمن کی طرح اس پر

حملہ آور ہونے کیلئے موقع کی تلاش میں ہی نہیں رہیں گے بلکہ اس کار خیر کیلئے گھناؤنی اور بھیانک تدبیریں بھی خوب خوب سوچیں گے اور یہ قطعا نہیں سوچیں گے کہ اپنے بغض وعناد کی آگ بجھانے کیلئے ہم اپنے دین ومذہب کے خرمن کو بھی کس قدر نذر آتش کر رہے ہیں"۔

(تحقیقات،ص ۵۷)

سیالوی صاحب نے تو صرف اپنے دور کے جبہ ودستار رضاخانی اکابر وعلماء کی یہ ناگفتہ بہ حالت بتلائی ہمارے نزدیک تو خان صاحب سے لیکر سیالوی صاحب تک سب اسی بغض ،حسد وعناد کی آگ میں جل رہے ہیں ۔تو آخران کا "عرف" ہم پر حجت قطعی کیسے ہوسکتا ہے جس کا انکار یااس میں شک کرنا بھی کفر ہو؟

یہاں ایک سوال اور بھی ہے کہ اگر رضاخانیوں کے "عرف" پر ہی کفر وگستاخی کی بنیاد رکھنی ہے تو جو دیوبندی علماء رضاخانیوں کی عبارات کو گستاخانہ یا کفر وشرک سمجھتے ہیں آخران دیوبندی حضرات کے عرف کو کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا؟

ایک دفعہ پھر کہتے ہیں کہ اس عرف کا معیار ہمیں بتلاؤ کہ کیا ہے؟ آیا رضاخانی علماء؟ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا خود سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اول تو اپنے ہی مولوی کے لکھے ہوئے رسالے کا حوالہ دینا نہ برہانی انداز ہے نہ جدلی انداز ہے"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ اول،ص ۵۰)

مزید لکھتے ہیں:

"اس سلسلہ میں جتنے بھی حوالہ جات پیش کئے ہیں سب اپنی ہی کتابوں سے نقل کئے ہیں جو مقابل پر حجت نہیں ہوسکتے"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ اول،ص ۵۹)

ظاہر ہے اس اصول سے رضاخانی مولویوں کا عرف جو پہلے ہی سے کفر کے فتوؤں میں جری ومتشدد اور علمائے دیوبند کے متعلق متعصب ہیں کیسے حجت ہوسکتا ہے؟ان کی حالت ماقبل میں خود سیالوی صاحب نے بھی بیان کردی مزید امجدی صاحب ان مولویوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل کے اکثر علماء اکثر ایسی حرکتیں (یعنی جھوٹ بولتے ہیں ۔ساجد) کرتے رہتے ہیں جو شریعت کے خلاف عالمانہ وقار کے خلاف ہوتی ہیں جس سے عوام دن بدن علماء سے بدظن ہوتے جارہے ہیں،ظاہر یہی ہے کہ قائل کی مراد ایسے ہی علماء کہلانے والے ہیں جو بے عمل،حریص،دنیادار،بدنام کنندہ نیکو نام چند ہی ہیں"۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۲۱۶)

تو آپ کے مذہب کے تو اکثر علماء حریص،جھوٹ بولنے میں جری،خلاف شریعت وغیر عالمانہ وقار کے حامل ہیں۔ایسے علماء سوء کے عرف کا کیا اعتبار؟۔اور اگر عرف سے مراد "عوام" کا عرف ہے تب بھی مسئلہ ہے کہ یہی امجدی صاحب لکھتے ہیں:

"عوام کا عرف مدار حکم نہیں حکم کا دارومدار حقیقی معنی پر ہے"۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۳۸۹)

لہذا پہلے اس عرف کا معیار مقرر کریں اس کے بعد ہماری کتب کو اس معیار پر پرکھیں۔

خلاصہ کلام: یہ کہ عرف کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ رضاخانی جس کو گستاخی سمجھیں تو وہ گستاخی تصور ہوگا،بلکہ عرف کا مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ کے عام وخاص (جو کسی قسم کے مذہبی تعصب سے پاک ہوں) سب کے سامنے اس کا گستاخی ہونا صریح الدلالت ہو اور مبنی پر توہین ہونا واضح ہو جبکہ اکابر دیوبند کی عبارات تو سرے سے گستاخانہ ہی نہیں نہ ظاہرا نہ باطنا تو "عرف" کا یہ قاعدہ ان کی عبارات پر کیسے فٹ ہوسکتا ہے؟

یہ عبارات عرف میں بھی گستاخی نہیں اس پر ہم ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ایک رضاخانی نے ارواح ثلاثہ سے ایک حوالہ نقل کیا کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دوران وعظ کسی نے حرامی کہہ دیا۔پھر اس پر نتیجہ یہ متفرع کیا کہ عوام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معاذ اللہ نالاں تھی تبھی وقتاً فوقتاً خاطر مدارت کرتے رہتے ورنہ کسی کی کیا جرات کے ایک محبوب آدمی کو بھرے مجمع میں اس طرح کہہ دے؟۔

(ملخصا کشف القناع،ج ا ص ۴۶۶،۴۶۷)

تو اگر ایک آدمی کا معاذ اللہ حرامی کہہ دینا پورے ملک کی مخالفت پر محمول ہوسکتا ہے تو آج دیکھیں کہ پوری دنیا کے مسلمان مرزائیوں کو کافر مانتے ہیں،پاکستان کی پارلیمنٹ سے ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت ہوئی۔ڈنمارک نے جب گستاخانہ خاکے شائع کئے تو پوری دنیا سراپا احتجاج تھی،یہی حالت پاکستان میں بھی تھی،آسیہ ملعونہ اور ختم نبوت کے قوانین کے متعلق پاکستان کے عوام کی غیرت و دینی حمیت سب کے سامنے ہے۔لیکن اس سب کے باوجود پاک و ہند اور پوری دنیا کے مسلمان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے ہیں۔دنیا بھر سے لوگ ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔یہ کھلم کھلا چہل پہل کرتے ہیں،ان کی مساجد ہیں،دینی مدارس ہیں،دینی مراکز و خانقاہیں ہیں،تمام دینی تحریکوں میں ان کی آواز پر عوام لبیک کہتی ہے۔پھر جن کتب پر رضاخانیوں کو اعتراض ہے وہ کتب آج بھی زور و شور سے چھپ رہی ہیں،عوام و خواص کی دسترس میں ہے،عام عوام تو کیا آج تک پاکستان میں کسی رضاخانی کو ان پر 295C کا مقدمہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔(میں خود اپنے کئی بیانوں میں جو نیٹ پر بھی موجود ہیں ان کتب کو درست سمجھ کر مقدمہ کی دعوت دے چکا ہوں مگر تا حال کسی کو اس کی جرات نہ ہوئی۔)ان کے خلاف ریلی احتجاج کرنے کی جرات نہ ہوئی،ان کو پارلیمنٹ،عدالتوں میں لانے کی جرات نہ ہوئی۔تو اگر یہ گستاخ ہوتے یا یہ کتب گستاخانہ ہوتیں تو عوام ان کا بھی وہی حشر کرتے جو راجپال اور دیگر گستاخوں کا کیا گیا۔

پس اگر ایک آدمی کی مخالفت کو سب کی مخالفت پر محمول کیا جاسکتا ہے تو یہاں تو لاکھوں کروڑوں عوام علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھ کر ان کے شانہ بشانہ چل رہی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ عرف میں یہ عبارات و کتب گستاخانہ نہیں بلکہ عین قرآن و سنت اور اسلاف امت کی تعلیمات کے مطابق ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی پوری دنیا دیوبندیوں کو مسلمانوں اور اہلسنت کا ایک عظیم گروہ سمجھتی ہے۔

رضاخانیوں خصوصاً ڈاکٹر جلالی اور اس کے حامیوں سے سوال

ڈاکٹر جلالی کے خطاب کو اکثر رضاخانی مولویوں،پیروں گدی نشینوں نے گستاخی سمجھا مگر علمائے دیوبند کے خلاف ”عرف کا قاعدہ“ پیش کرنے والوں کو یہاں ”عرف“ یاد نہیں آیا کہ جو بھی آپ کی مراد ہو جب آپ کے مولوی اسے گستاخی سمجھ رہے ہیں تو توبہ کرلو۔ثانیا جلالی بار بار کہتا رہا کہ میری مراد یہ تھی تو علمائے دیوبند کے باب میں عرف پیش کرنے والے علمائے دیوبند کی مراد کو اس عرف کے ڈھکوسلے کے آگے کیوں رد کردیتے ہیں وہاں مراد کیوں قابل مسموع نہیں؟

وہ رضاخانی جو کہتے ہیں کہ آخر علمائے دیوبند کی عبارات کوئی وحی الٰہی تو نہ تھی توبہ کرلیتے اور اہلسنت کو انتشار سے بچا لیتے اب جلالی کو توبہ کرنے میں کونسی موت آرہی تھی؟ جلالی نے اپنے مخالفین کو جاہل،کلام کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والا،بات کو نہ سمجھنے والا کہا یہی بات جب ہم رضاخانیوں کے متعلق کہتے ہیں تو انہیں اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کے مشائخ و اکابر کی یہ صفات خود آپ کے مسلک کا جید عالم بتلا رہا ہے۔

اکابر دیوبند کی عبارات عرفا، ظاہرا و باطنا کسی صورت گستاخی نہیں

اس پر ایک دلیل تو ماقبل میں گزر گئی دوسری اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہم نے دفاع اہل السنۃ جلد دوم اور اس جلد میں بھی ماقبل میں پیر کرم شاہ از ہری، مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم، مولانا معین الدین اجمیری مرحوم، مولانا فضل رسول صاحب، مولانا خلیل خان برکاتی مرحوم جیسے جید بریلوی علماء و مشائخ سے یہ ثابت کیا کہ ان کے سامنے یہ عبارات پیش ہوئیں۔ انہوں نے اس کو گستاخی کہنا تو دور بلکہ اس کا دفاع کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ عبارات کسی صورت گستاخانہ نہیں۔ یہ محض رضاخانیوں کا افتراء ہے کہ وہ عرف والا قاعدہ یہاں فٹ کر رہے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے سود کا کھانا حرام ہے اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں مگر کوئی بدبخت قسطوں والا کاروبار کرنے والے پر سود کا حکم لگا کر اب ڈھنڈورا پیٹے کہ یہ سود خور ہے اسے سود خور نہ ماننے والے حرام کار ہیں۔ معاذ اللہ۔ کیا یہ کھلی بددیانتی نہیں؟ غرض عرف عام والا قاعدہ اپنی تفصیل کے ساتھ بالکل حق ہے مگر علمائے دیوبند کی عبارات کا اس قاعدے سے دور تک بھی کوئی واسطہ نہیں۔

اس کی ایک دلیل اور بھی ہے کہ آج اگر حکومت ختم نبوت کے قانون میں کوئی ترمیم کرتی ہے تو رضاخانی فوراً دھرنے دینے شروع کر دیتے ہیں، گورنر پنجاب کو اس بناء پر قتل کر دیا گیا کہ اس نے ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو ”کالا قانون“ کہا تھا، اسی طرح ڈنمارک کی طرف سے جب گستاخانہ خاکے شائع کئے گئے تو پوری قوم ان کے خلاف متحد ہوگئی۔ سوشل میڈیا پر نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہوتی ہے یا یوٹیوب پر تو پوری قوم میں بھونچال آجاتا ہے اور سڑکوں پر نکل آتی ہے۔ تو اکابر دیوبند کے بارے میں تو رضاخانیوں کا یہ دعوی ہے کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں ان کے خلاف نہ تو پارلیمنٹ سے رجوع کیا جاتا ہے نہ عدالتوں سے نہ تھانوں سے اور رضاخانیوں کی طرف سے؟۔ اب تک ان عبارات پر رضاخانیوں کی سینکڑوں کتب اور ہزاروں بیانات ہونے کے باوجود آج تک قوم ان کی آواز پر متحد کیوں نہیں ہوئی؟ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ عرف عام میں یہ عبارتیں ہرگز گستاخانہ نہیں ورنہ کیا پاکستانی مسلمان اتنے بے غیرت ہو چکے ہیں کہ ڈنمارک، سوشل میڈیا اور گورنر کی گستاخی پر تو سڑکوں پر نکل آئے اور بقول رضاخانیوں کے اکابر دیوبند کی بارگاہ رسالت ﷺ میں دی جانے والی گالیوں پر معاذ اللہ خاموش ہوں؟ اور خود رضاخانیوں کو بھی اس بات کا علم ہے کہ یہ عبارات حقیقۃً گستاخانہ نہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی غیر جانبدار فورم پر وہ ان عبارات کو حل کرنے نہیں آئے ورنہ کیا وجہ ہے کہ مملکت پاکستان میں جب مرزائیوں کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو بقول علما رضاخانیہ معاذ اللہ مرزائیوں کو ختم نبوت کا راستہ دکھانے والے دیوبندیوں کا مسئلہ کیوں حل نہیں ہو سکتا؟

آج کے رضاخانیوں نے عرف کو بھی چھوڑ دیا ہے

ہماری مضبوط علمی گرفت کے بعد آج کل کے چنڈوں خان رضاخانیوں نے اس ”عرف“ والے ڈرامہ کو ختم کر دیا ہے اور ایک نیا اصول وضع کر لیا ملاحظہ ہو:

”حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں لگایا گیا بعض آیات کے لفظی تراجم کی بنا پر جو فتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتوی لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیابنہ اللہ و رسول جلالہ و ﷺ کے گستاخ ہیں اس لئے یقیناً ان آیات کے لفظی تراجم سے بھی ان کا مقصد شان رسالت کا انکار کرنا ہی ہے“۔ (کنز الایمان اور مخالفین، غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن، ص ۲۷)

یعنی اب عرف میں خواہ گستاخی ہو یا نہ ہو اس بنیاد پر اب کفر کا فتوی نہیں لگے گا بلکہ گستاخی و کفر کے فتووں کیلئے اب ’’نیت ،عقیدہ ،مقصد ، سابقہ کریمینل ریکارڈ‘‘ دیکھا جائے گا۔غرض اس منافقت اور اپنے اور دوسروں کیلئے گستاخی کے پیمانوں نے اس بیچاروں سے کیا کچھ نہیں کروایا۔

قارئین کرام! آج تک عبارات کے رد میں اپنی قریبا ہر کتاب میں یہ راگ الاپتے رہے کہ دیوبندیوں کی عبارات کا کوئی صحیح مفہوم نکل بھی آئے لیکن چونکہ عرف میں ان سے معاذ اللہ گستاخی والا مفہوم اخذ ہو رہا ہے اس لئے بہر حال انہیں معاذ اللہ کفر ہی شمار کیا جائے گا۔اب یہی اصول جب ایک رضاخانی مناظر علامہ عبد المجید سعیدی نے اپنے ہی ہم مسلک ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے خلاف پیش کیا تو جلالی کے شاگرد و مدرسہ کے استاد مولانا جاوید اقبال رضاخانی نے سرے سے اصول کو قاعدہ کلیہ ماننے سے ہی انکار کر یا ملاحظہ ہو اس کی عبارت:

’’اعلی حضرت کے اس حوالے سے حقیقت واضح ہوگئی کہ ہمیشہ عرف معتبر نہیں یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم شرع میں کچھ دخل نہیں‘‘۔(القول السدید،ص ۷۲)

لیجئے جس عرف کو لیکر اب تک ناچتے رہے اب یہ عقدہ کھلا کہ یہ تو کوئی قاعدہ کلیہ ہی نہ تھا اور نہ کسی حکم شرعی میں کسی عرف کا کوئی دخل ہے۔یہ وہی منافقت ہے جو کتاب کے شروع سے ہم آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔مزید امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

’’وھو امر یرجع فیه الی العرف فان کل مالیس له حد فی الشریعة ولا فی اللغة یرجع فیه الی العرف والعادة

(تعظیم و توہین کے معاملہ میں) عرف کی طرف رجوع ہوگا کیونکہ ہر وہ چیز جس کیلئے شرع مطہر میں کوئی حد مقرر نہ ہو اور نہ ہی لغت میں وہ آتی ہو تو اس چیز کے بارے میں عرف و عادت کی طرف رجوع ہوگا‘‘۔

(القول السدید،ص ۷۶)

لیجئے مسئلہ ہی حل عرف کی طرف رجوع اس وقت ہوگا جب اس مسئلہ کی وضاحت شریعت یا لغت میں ہمیں نہ ملے اور ہمارے اکابر کی عبارات لغت و شریعت ہر دو اعتبار سے بے غبار بلکہ عین شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہیں لہذا اس باب میں عرف کی طرف مراجعت ہی دجل و فریب اور اصول شرع سے بغاوت ہے۔

گستاخانہ عبارت میں احتمال ہو تب بھی گستاخی ہوگی

ایک اور مغالطہ رضاخانی سادہ لوح عوام کو یہ دیتے ہیں کہ اگر علمائے دیوبند اپنی عبارات کا کوئی صحیح معنی بیان بھی کر دیں اور عبارات کی کوئی تاویل بھی کر دیں تب بھی اگر گستاخی کا شائبہ پایا جائے گا تو وہ عبارات گستاخانہ قرار پائی گی لہذا تاویل کا کوئی فائدہ نہیں چونکہ اکابر دیوبند کی عبارات میں گستاخانہ معنی پایا جاتا ہے۔لہذا کسی تاویل سے صحیح معنی نکال بھی لیں تب بھی گستاخی کا فتوی لگے گا۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ عبارات کا ظاہر اگر کفر ہو وگستاخی ہو تو کوئی صحیح معنی اس کا نکلتا بھی ہو لیکن چونکہ ظاہر کفر وگستاخی ہے لہذا ہم کفر کے فتوے لگائیں گے۔

ہمیں یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ کسی عبارت میں گستاخی ہو تو واقعۃ وہ عبارت گستاخانہ ہی ہوگی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اکابر دیوبند کی عبارات میں کوئی گستاخی یا گستاخی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ بالکل بھی نہیں۔اہل بدعت جب ہماری عبارات پر اعتراض کرتے ہیں تو ہم ان عبارات کا مطلب ومفہوم بیان کرتے ہیں جو ظاہر عبارت سے بالکل واضح ہے مگر رضاخانی دجل کرتے ہوئے اسے ''تاویل'' سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں دیکھو اگر عبارت میں کوئی تاویل کر دی جائے تب بھی وہ عبارت گستاخانہ ہی رہے گی، حالانکہ ہم نے اس عبارت میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں کی بلکہ اس کا مفہوم ومطلب بیان کیا جو رضاخانی اپنے ضد وعناد کی بنیاد پر غلط بیان کر رہے تھے۔

باقی رہی بات تاویل تو اس کا اقرار تو خود خان صاحب بریلوی نے بھی تمہید ایمان میں کیا ہے کہ اگر کسی عبارت میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں ایک احتمال اسلام کا تو مفتی پر لازم ہے کہ اس ایک احتمال جو اسلام کا ہے اس پر فتوی دے، تو اب اندازہ خود لگائیں کہ جس عبارت میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اس کو بھی اسلام کی طرف موڑا جائے گا تو اکابر دیوبند کی عبارات جن میں ایک فیصد بھی کسی کفر وگستاخی کا احتمال نہیں انہیں کفر کی طرف موڑنا کتنی بڑی زیادتی وظلم ہے۔

نواب احمد رضاخان بریلوی لکھتے ہیں:

''اسی طرح فتاوی بزازیہ وبحر الرائق ومجمع الانھر وحدیقہ ندیہ وغیرھا میں ہے تاتارخانیہ وبحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرھا میں ہے:

لَا يَكْفُرُ بِالْمُحْتَمَلِ، لِأَنَّ الْكُفْرَ نِهَايَةٌ فِي الْعُقُوبَةِ فَيَسْتَدْعِي نِهَايَةً فِي الْجِنَايَةِ وَمَعَ الِاحْتِمَالِ لَا نِهَايَةَ

بحر الرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرھا میں ہے

وَالَّذِي تَحَرَّرَ أَنَّهُ لَا يُفْتَى بِكُفْرِ مُسْلِمٍ أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ عَلَى مَحْمَلٍ حَسَنٍ

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۴۶)

مصطفی رضاخان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے۔اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی

تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو"۔

(حاشیہ ملفوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ): ص ۱۷۲: مکتبۃ المدینہ)

بریلوی فقیہ العصر شریف الحق امجدی:

"مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی، رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علماء کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ باآں جلالت شان و ذکاوت وفطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ نہیں آئی نہ قریب نہ بعید ان حضرات کی نظر میں اس کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔ لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگر چہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا"۔

(تحقیقات، ص ۲۰۷۔ فرید بک سٹال لاہور طبع اول مارچ ۲۰۰۲)

حسن علی رضوی بریلوی لکھتا ہے:

"مذکورہ بالا لفظ بھی ذو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا"۔

(برق آسمانی ص ۱۴۷ البرہان پبلیکشنز)

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی بریلوی لکھتے ہیں:

"علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی اس تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ فقہا نے جس معنی میں الفاظ کو استعمال کیا ہے بالخصوص مسئلہ اکفار میں ان کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان مسائل میں فرد کی نیت کا اعتبار بھی کیا جائے گا کہ اس کا یہ عمل گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے یا کسی دوسرے سبب سے، البتہ بعض اوقات دلالت حال سے اس کی نیت کا تعین بھی ہو جاتا ہے"۔

(حرمت تکفیر مسلم، ص ۲۸۳)

قارئین کرام! ان حوالوں سے صراحتہً ثابت ہوا کہ رضاخانی گستاخانہ عبارات و اقوال میں نیت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اب ظلم کی انتہاء دیکھیں کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات جن کے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ پنڈتوں اور پادریوں کو بھی ایسی گستاخی نہ سوجھی ہونگی اور ان گستاخیوں کی اطلاع روضہ رسول ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کو ہوئی اور ان کو اس سے دکھ بھی ہوا جس پر خود رضاخانیوں کے بقول اس زمانے کے عرب و عجم کے علماء نے من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کا فتویٰ لگایا اس میں تو خان صاحب کو تاویل نظر آجاتی ہے مگر اکابر دیوبند کی صاف و صریح عبارت میں کوئی تاویل تو دور کفر ہی کفر نظر آتا ہے۔

یہاں اب رضاخانی اپنے ان اکابر سے یہ سوال بھی کریں کہ حضرت جب ہمارا قاعدہ ہے کہ تاویل کفر سے نہیں بچاتا تو خان صاحب نے تاویل کر کے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کفر سے کیسے بچالیا؟

نیز یہ سوال میں پہلے بھی کر چکا ہوں اور اب بھی کر رہا ہوں اور میرا یہ سوال رضاخانیوں کے گلے کی ہڈی بن چکا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اپنی منافقت و دورنگی کی وجہ سے جس کا میں بار بار ثبوت دے رہا ہوں تاقیامت مجھے اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ آخر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں اسلام کا وہ کونسا پہلو تھا جو خان صاحب کو نظر آیا اور جس کی وجہ سے انہوں نے تکفیر نہیں کی؟

تاویل کی چند مثالیں رضاخانی کتب سے

بریلوی فقیہ ملت شریف الحق امجدی سے سوال ہوا کہ: ’’زید عالم دین ہے اپنی تقریر میں عوام سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ بلاتشبیہ کے کہ قرآن دو ہیں ایک خاموش ہے دوسرا بولتا۔ بولتا سے مراد حضور ﷺ ہیں اور خاموش سے مراد قرآن مجید ہے‘‘۔

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

’’زید نے جو لفظ کہے ہیں اس کا ظاہر مفہوم بہت خطرناک ہے لیکن مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم اور اس کے معنی کو اچھے کلام پر محمول کرنا ضروری‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۳۹۷)

ملاحظہ فرمائیں اس آدمی نے خود قبول کیا کہ ’’ظاہر بہت خطرناک‘‘ ہے یعنی رضاخانیوں کی طرف سے کفر کے فتووں کی جملہ شرائط یہاں موجود ہے کہ عرفاو ظاہرا الفاظ کفریہ ہیں، کفریہ الفاظ میں کوئی تاویل ہو بھی جائے لیکن چونکہ ظاہری معنی کفر ہے لہذا کفر سے آدمی نہیں بچ سکتا۔ مگر موصوف یہاں مسلمان کو بچانے کیلئے اس سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس ظاہری کفریہ معنی کو ترک کر رہے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اکابر دیوبند کے ساتھ یہ حسن ظن رتی برابر نہیں برتا جاتا؟

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں امجدی صاحب سے سوال ہوا:

’’نبوت منسوخ ہوتی ہے یا نہیں؟ حکیم الامت مولانا احمد یار خان صاحب علیہ الرحمۃ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرأۃ المناجیح کی جلد ہشتم باب فضائل سید المرسلین صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ میں مندرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث پاک ختم بی النبیین کی اس طرح تشریح فرمائی ہے۔ ’’یعنی میں آخری نبی ہوں، جس پر دور نبوت ختم ہو گیا۔ میرے زمانے یا میرے بعد کوئی نبی نہیں، جو نبی زندہ ہیں ان کی نبوت بھی منسوخ ہو گئی اب وہ میری امت کے ولی ہیں‘‘۔ باب فضائل میں متعدد جگہ اور اپنی تصنیف ’’شان حبیب الرحمن من آیات القرآن‘‘ میں بھی نبوت کے منسوخ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی اس تشریح سے علما کے مابین اختلاف ہو گیا ہے ایک جماعت کہتا ہے کہ نبوت منسوخ نہیں ہوتی اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے اور نقل کرنے والے پر تجدید ایمان ونکاح اور توبہ ورجوع واجب ہے۔

الجواب: نبوت منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شریعت منسوخ ہو گئی۔ یہ درست ہے نبوت منسوخ ہونے کا مطلب سلب نبوت نہیں۔ سلب نبوت البتہ جائز نہیں اور یہ کہنا کہ کسی نبی کی نبوت سلب ہو گئی یہ ضرور کفر ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ منسوخ صرف احکام ہوتے ہیں اصطلاح شرح میں یہ لفظ احکام کے ساتھ خاص ہے اخبار اور مناصب منسوخ نہیں ہوتے۔ ویسے اس لفظ کے بولنے سے احتراز لازم ہے کہ عوام اس کو کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ حدیث میں ہے ایاکم وما یتعذر منه۔

مفتی صاحب مرحوم کی کتابوں میں اس قسم کی مجذوبانہ باتیں بہت ہیں، جس سے عوام میں کافی انتشار ہو چکا ہے۔ ان کی ایسی باتوں کو بیان کرنے سے پہلے علمائے معتمدین سے استصواب کر لینا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۲۵،۵۲۶)

ملاحظہ فرمائیں یہاں رضاخانیوں کے کفروگستاخی کے فتووں کی جمیع شرائط موجود ہیں ۔مثلاً مفتی احمد یار گجراتی کی عبارت بالکل صریح ہے کہ حضور ﷺ سے ماقبل جونبی زندہ ہیں ان کی نبوت منسوخ ہوگئی ۔وہ یہاں ''سلب نبوت'' ہی کی بات کررہے ہیں اس پر دلیل ان کے اپنے یہ الفاظ ہیں''اب وہ میری امت کے ولی ہیں''،یعنی نبی نہیں رہے بلکہ ولی ہوگئے ۔عرف میں بھی اس سے''سلب نبوت'' ہی سمجھا گیااسی لئے توسائل نے کہا کہ دو جماعتیں بن گئی ہیں ایک جماعت نے اس پرکفر کافتوی دیا۔خودامجدی صاحب کواقرار ہے کہ مفتی صاحب کی اس قسم کی باتوں سے عوام میں اچھاخاصہ انتشار پھیل گیا۔اسی طرح مفتی صاحب اس عبارت کامطلب سمجھارہے ہیں اور سمجھنا سمجھانا بھی رضاخانی مذہب میں مستقل گستاخی کی دلیل ہے ۔اس سب کے باوجود امجدی صاحب نے اس عبارت کی یہ بھونڈی تاویل کی کہ اس سے مراد ان کی شریعتوں کامنسوخ ہونا ہے ۔حالانکہ یہ تاویل خودمفتی صاحب کے قول سے باطل پھرخودامجدی صاحب کے قول سے باطل ہے کیونکہ خود امجدی صاحب کہہ رہے ہیں کہ منسوخ کالفظ شریعت کے ساتھ خاص ہے''اخبار اور مناصب''منسوخ نہیں ہوتے اور نبوت بھی ایک جلیل القدرمنصب ہے مگراس کے باوجود چونکہ یہ ان کے اپنے اکابر ہیں لہٰذا یہاں سارے اصول جو دیوبندیوں کے کفرکیلئے وضع کئے گئے تھے ان سب کو پس پشت ڈال کرایسی تاویل کی گئی جوخودامجدی صاحب اور مفتی احمد یارصاحب کے مسلمات کی روشنی میں باطل ہے ۔

لیکن دوسری طرف علمائے دیوبندکی ایک نہیں سنی بلکہ اگروہ بیچارے اپنی عبارت کامطلب تک سمجھانے لگ جائیں تواس سمجھانے کو بھی ان کے کفرکی معاذ اللہ ایک مستقل دلیل بنالیا جاتا ہے ۔

نوٹ:رضاخانی مفتی گجراتی کی کتب خصوصاً جاء الحق کو لئے پھرتے ہیں مگر امجدی صاحب نے یہ بھی اقرارکیا کہ مفتی احمد یار گجراتی کی کتب سے عوام میں انتشار پھیل رہاہے ظاہر ہے کہ جب قرآن وسنت سے ہٹ کراس طرح کی کفریات سے کتب مملو ہوں تواس سے انتشار ہی پھیلے گا یہی بات جب ہم رضاخانیوں کو کرتے ہیں توان کی دس گز زبانیں نکل آتی ہیں ۔

امجدی صاحب سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان کے متعلق ایک شعرکے متعلق سوال ہوا شعر یہ تھا:

محمد کے دلاوروں پر صداقت ناز کرتی ہے امامت ناز کرتی ہے نبوت ناز کرتی ہے

دوسرے مصرعہ''نبوت ناز کرتی ہے'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کے پیش نظر قطعہ کامطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ ایسے امام ہیں جن پرامامت ناز کرتی ہے اس کے مطابق اس مصرعہ کامطلب یہ ہوگا کہ ایسے نبی ہیں جن پر نبوت ناز کرتی ہے اور یہ معنی کفرمگر چونکہ قائل مسلمان ہے اور مسلمان کے کلام کو اچھے محل پر محمول کرنا واجب ہے اس لئے یہ مستبعد ہے کہ اس نے یہ کفری معنی مراد لیا ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری،۲،ص ۶۷)

خود وضاحت کی کہ اس مصرعہ کامعنی کفریہ ہے لیکن چونکہ پڑھنے والا مسلمان ہے لہٰذا یہ بعید ہے کہ اس نے کفری معنی مراد لیا ہوگا۔جب ایک عام مسلمان سے بھی یہ بعید ہے کہ وہ کسی بات سے کفری معنی مراد لے تو اکابر دیوبند جواپنے وقت کے جلیل القدر علما تھے ان سے یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے کفری معنی مراد لیا ہو؟ جبکہ خود انہوں نے رضاخانیوں کے خودساختہ مفاہیم پربھی کفر کے فتوے لگائے کہ اس معنی کو تو ہم خودکفرکہتے ہیں تو یہ مراد ہماری کیسے ہوسکتی ہے؟اس وضاحت کے بعدتو یہ معاملہ رضاخانی اصول پرخودبخودمحال ہے کہ انہوں نے کوئی کفری معنی مراد لیا ہوگا۔مگر چونکہ اختلاف کی بنیاد ہے ہی تعصب کی بنیاد پر لہٰذا یہاں کسی قسم کی کوئی وضاحت ان پر اثر نہیں کرے گی۔

تاویل کی ایک مثال اور ملاحظہ ہو:

''زید نے دوران تقریر میں یہ کہا کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ زید بیٹھا ہے اور سامعین بستی کے لوگ ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تمہارے سامنے رسول اللہ بیٹھے ہیں اور یہ لوگ سب صحابی ہیں۔لہذا ایسے کہنے والے پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب: زید پر اس کلمہ سے رجوع لازم ہے۔بظاہر زید کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ تم سب خاموش رہو اور خاموشی کے ساتھ میری بات سنو، جیسے حضور ﷺ کے سامنے صحابہ کرام باادب ہمہ تن،ہمہ گوش ہو کر کلمات اقدس سنا کرتے تھے۔

لیکن اس میں اپنے آپ کو بہت بڑا ظاہر کرنا ہے یہاں تک کہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرح ظاہر کرنا یا بستی والوں کو باور کرانا ہے اور بستی والوں کو صحابہ کرام کی مثل کہنا ہے،اس لئے اس کلمہ سے رجوع لازم ہے اور آئندہ ایسے کلمات سے احتیاط ضروری ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۴۷۸)

ملاحظہ فرمائیں جملہ اپنے معنی و مفہوم میں بالکل صریح ہے وہ صاف کہہ رہا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور خود کو صحابہ سمجھو معاذ اللہ لیکن چونکہ معاملہ اپنے بندے کا تھا لہذا تاویل کر دی گئی اور صرف ''رجوع'' کا کہا گیا ہے۔اگر یہی بات کوئی دیوبندی کے نام سے ان کو بھیجتا تو فتوی یہ آنا تھا کہ زید کافر ہو گیا یہ گستاخ رسول ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی معاذ اللہ۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

''زید کہتا ہے کہ ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو بہ وقت فاتحہ خوانی و دعا خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا کو ''میری محبوبہ خاتون قیامت'' کہتے رہتے ہیں اور منع کرنے پر بھی اس سے باز نہیں آتے۔اب سوال یہ ہے کہ آیا ان کا ایسا کہنا جائز ہے؟

(۲) کیا ان کی مجلس میں شرکت کرنا مناسب ہے؟

(۳) ان الفاظ کو سن کر خاموش رہنے والوں کیلئے کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ آپ از روئے شریعت تسلی بخش جواب سے نوازیں گے؟

الجواب: محبوبہ کے لغوی معنی ہیں جس سے محبت کی جائے،حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی محبت جزو ایمان ہے،ان کی ذات وہ ذات ہے جن کے ساتھ محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔مگر عرف عام میں محبوبہ عام طور پر متبذل لفظ ہے۔خصوصا جب اسکی نسبت کسی عورت کی طرف کی جائے۔اس لئے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو ''میری محبوبہ'' کہنا منع ہے۔روزمرہ کی بول چال میں الفاظ کے وہی معنی مراد ہوتے ہیں جو عرف میں سمجھا جاتا ہے ان صاحب کو سختی سے منع کیا جائے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۵۱)

یہاں رضا خانیوں کے گمراہی و گستاخی کے فتوے لگانے کے تمام لوازمات موجود ہیں واضح طور پر عرف میں اس لفظ کو بے ہودہ معنی اور بے ہودہ عشق معشوقی کیلئے استعمال کرنے کا ذکر اجمالا کیا گیا ہے۔مگر اس کے باوجود امجدی صاحب نے پہلے تاویل کی اور پھر کسی قسم کا کوئی فتوی توبہ وغیرہ کی تلقین کرنے کے بجائے صرف ''سختی سے منع'' کرنے پر اکتفا کیا۔

نوٹ: جہاں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ گستاخانہ عبارت میں تاویل قبول نہیں کی جائے گی اس سے مراد ایسی عبارت ہے جو گستاخی میں بالکل صریح الدلالت ہو یعنی گستاخی پر بالکل صریح دلالت کرتی ہو یہ ہم نے نہیں خود سیالوی صاحب نے لکھا:

''حبیب بن ربیع فرماتے ہیں کہ صریح الدلالت لفظ میں تاویل و توجیہ کا دعوی ناقابل قبول و اعتبار ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۲۵)

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ بالفرض علی سبیل التنزل نقل کفر کفر نہ باشد مان بھی لیں کہ معاذ اللہ اکابر علمائے دیوبند کی عبارات میں کسی قسم کی گستاخی ہے تو چونکہ وہ گستاخی میں پھر بھی صریح الدلالت نہیں لہذا اس میں تاویل کو قبول کیا جائے گا۔

نوٹ: ہم رضاخانیوں کی رگ رگ سے واقف ہیں دجل وفریب ان کے خمیر میں ملا ہوا ہے لہذا ہماری اس مضبوط گرفت کا توان کے پاس تاقیامت ان شاء اللہ کوئی جواب نہ ہوگا، مگر اپنے جاہل حواریوں کو خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دیں گے کہ دراصل امجدی صاحب کے جو حوالے ساجد صاحب نے پیش کئے اس میں دیگر احتمالات بھی تھے اور علمائے دیوبند کی عبارات میں دیگر کوئی احتمال نہیں۔

اگر چہ یہ صریح کذب بیانی ہے اکابر دیوبند کی وہ عبارات بالکل اسلامی، قرآن وحدیث اور اسلاف امت کے اقوال سے موید ہیں۔ ان میں شمہ برابر بھی معاذ اللہ کفر وگستاخی کا احتمال نہیں چہ جائیکہ اسلام کا کوئی احتمال نہ ہو معاذ اللہ۔ اس کا اقرار خود رضاخانی علماء کو بھی ہے جن کے حوالے ہم ماقبل میں نقل کر چکے ہیں۔ لیکن اس وقت ہمارا یہ مدعا ہے ہی نہیں کہ کس کی عبارت میں کسی چیز کا احتمال ہے یا نہیں؟۔ ہمارا مدعا یہ رضاخانی اصول ہے کہ اگر کسی عبارت کا کوئی صحیح معنی نکل بھی آئے، کوئی تاویل صحیح ممکن بھی ہو تب بھی چونکہ اس میں ایک کفری معنی موجود ہے لہذا اس پر کفر کا فتوی لگے گا۔ علمائے دیوبند کی عبارات کے جواب میں یہ لوگ یہی اصول پیش کرتے ہیں۔ لہذا ہمارا مدعا اس اصول کو خود رضاخانی کتب سے باطل کرنا ہے۔ کہ انہوں نے ظاہراعرفا کفری معنی ہونے کے باوجود مسلمانوں سے ''حسن ظن'' کی بنیاد پر اس کفری معنی کو مراد نہیں لیا بلکہ اس کی تاویل کی لہذا یہ رضاخانی اصول خود بخود باطل ہوگیا۔ خوب سمجھ لیں۔

آخر میں ہم بریلوی مسلک کے ذیشان احمد مصباحی صاحب کی کتاب سے بطور فائدہ تاویل مقبول کے اصول نقل کرتے ہیں:

اصول تاویل مقبول

کسی لفظ سے اس کے ظاہرِ معنی کے بجائے، خلاف ظاہر معنی مراد لینے کو تاویل کہتے ہیں۔

التأویل صرفُ اللفظ عن ظاھرہ (۱)

اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

ا۔ لفظ کے ظاہری معنی کا مراد ہونا بالکل واضح ہو۔ ظاہر معنی کے علاوہ کسی معنی کا احتمال ہی نہ ہو، نہ احتمال قریب اور نہ احتمال بعید۔ اس کے باوجود ظاہر معنی کو ترک کر کے کوئی دوسرا معنیٰ مراد لیا جائے، ایسا معنی جس کا وہ لفظ کسی بھی طرح محتمل ومتحمل نہ ہو۔ یہ تاویل سراسر باطل اور مردود ہے۔ (۲)

وجہ یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہرِ معنی سے ہٹا کر کسی غیر محتمل معنی کی طرف پھیرنا درست تاویل نہیں ہوسکتی۔ (۳)

---

(۱) شرح الالمام باحادیث الاحکام: ۲/ ۴۲۰

(۲) علامہ بزدوی نے صریح کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: اما الصریح فما ظھر المراد بہ ظھورا بینا۔ صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل ظاہر اور واضح ہو۔ (اصول البزدوی، ص: ۱۰)

(۳) إِذَا صُرِفَ اللَّفْظُ عَنْ مَدْلُولِهِ الظَّاهِرِ إِلَى مَا لَا يَحْتَمِلُهُ أَصْلًا، فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ تَأْوِيلًا صَحِيحًا (الإحکام فی اصول الاحکام: ۳/ ۵۳)

۲۔لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر اس سے کوئی ایسا معنی مراد لینا، جس کا وہ لفظ احتمال رکھتا ہو، خواہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو۔

حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى غَيْرِ مَدْلُولِهِ الظَّاهِرِ مِنْهُ، مَعَ احْتِمَالِهِ لَهُ۔ (۱)

پھر عقلاً اس کی تین شکلیں ہو سکتی ہیں:

الف: اس خلاف ظاہر معنی کے مراد لینے پر دلیل موجود ہو۔ یہ تاویل متفق علیہ طور پر مقبول اور درست تاویل ہے۔ امام ابوالحسن آمدی (۶۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ تاویل مقبول وصحیح یہ ہے کہ لفظ سے اس کے ظاہر معنی کے خلاف کوئی دوسرا معنی مراد لیا جائے، اس لفظ کے اندر اس دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو اور اس کے مراد ہونے پر دلیل بھی موجود ہو۔

وَأَمَّا التَّأْوِيلُ الْمَقْبُولُ الصَّحِيحُ فَهُوَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى غَيْرِ مَدْلُولِهِ الظَّاهِرِ مِنْهُ مَعَ احْتِمَالِهِ لَهُ بِدَلِيلٍ يَعْضُدُهُ۔ (۲)

ب: اس خلاف ظاہر معنی کے مراد لینے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ بلا دلیل لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے پھیر کر اس سے اس کا کوئی احتمالی معنی مراد لیا جائے۔ تاویل کا یہ انداز اہل علم کے یہاں مردود اور غیر صحیح ہے۔ علامہ آمدی نے مذکورہ بالا عبارت میں تاویل مقبول وصحیح کے لیے دلیل کی موجودگی (بِدَلِيلٍ يُعَضِّدُهُ) کو ضروری قرار دیا ہے۔

اس کی تشریح فرماتے ہوئے خود ہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تعریف میں یہ الفاظ اس لیے بڑھائے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ بلا دلیل لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے محتمل معنی کی طرف پھیرنا نادرست اور غیر مقبول تاویل ہے۔

وَقَوْلُنَا: (بِدَلِيلٍ يَعْضُدُهُ) احْتِرَازٌ عَنِ التَّأْوِيلِ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ، فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ تَأْوِيلًا صَحِيحًا أَيْضًا (۳)

یہاں تکفیر کے معاملے میں علمائے متکلمین، محققین اسلام اور اساطین اہل سنت کا کمال احتیاط قابل دید ہے کہ یہی علما عام مقامات پر اس دوسری قسم کی تاویل کو باطل و ناروا قرار دیتے ہیں، مگر تکفیر کے معاملے میں اِس ناروا تاویل کو بھی روا قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص اپنے کفریہ قول وعمل کی تاویل کرتا ہے اور اس تاویل پر دلیل پیش نہیں کر پاتا تو اس کی اس تاویل کو بھی قبول کرتے ہیں اور اس کی تکفیر سے رک جاتے ہیں، اگرچہ عام فقہا ایسے مقام پر بھی تکفیر کر جاتے ہیں، لیکن یہ طرز، محققین علمائے عقیدہ کے منہج کے خلاف ہے۔ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی رقم طراز ہیں:

احتمال بلا دلیل متکلمین کے نزدیک واقعتاً احتمال ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ احتمال معتبر ہے۔ اور فقہا کے نزدیک اس پر احتمال کا اطلاق زعم زاعم کے لحاظ سے یا تجرید کے طور پر ہوتا ہے، اس لئے ان کے نزدیک یہ احتمال معتبر نہیں۔ (۴)

(اب علمائے دیوبند کی عبارات میں کوئی کفریہ احتمال سرے سے ہے ہی نہیں جو مطلب ومفہوم علمائے دیوبند بیان کرتے ہیں وہ اس کا ظاہر معنی ہے بالفرض تاویل ہو اور بقول بریلویہ یہ تاویل بلا دلیل ہو تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس اصول کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

---

(۱) الاحکام فی اصول الاحکام: ۳/ ۵۳

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام: ۳/ ۵۳

(۳) الاحکام فی اصول الاحکام: ۳/ ۵۳

(۴) اہل قبلہ کی تکفیر، ص: ۲۶

ساجد)

ج: اس خلاف ظاہر معنی کے مراد نہ ہونے پر کوئی دلیل موجود ہو۔یعنی اس بات کی داخلی یا خارجی شہادت موجود ہو کہ متکلم کی مراد وہ معنی محتمل نہیں ہے، بلکہ لفظ کا ظاہری معنی ہی اس کی مراد ہے،لیکن اس کے باوجود اس دلیل کو رد کرتے ہوئے، کوئی شخص خواہی نہ خواہی لفظ کو اس کے ظاہر سے پھیر کر وہ محتمل معنیٰ مراد لیتا ہے، جس کے مراد نہ ہونے پر دلیل بھی قائم ہے، تو ایسی تاویل متفق علیہ طور پر غلط اور ناروا تاویل ہے۔علمائے متکلمین بھی ایسی تاویلات کا اعتبار نہیں کرتے۔

(لہٰذا رضاخانی جو معنی ہماری عبارات کو لیتے ہیں وہ مردود ہوگا۔ساجد)

اگر کوئی شخص کفریہ قول و عمل کا ارتکاب کرتا ہے اور قرائن وشواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس کی مراد یہی ظاہری معنی ہے، جو کفری ہے، تو ایسی صورت میں اس کی کوئی تاویل قبول نہیں کی جائے گی۔محتاطین امت، متکلمین اسلام اپنی تمام تر سماحت و رواداری کے باوجود خود کو اس کی تکفیر کرنے پر مجبور پاتے ہیں۔اگر ایسا نہ کریں تو پھر دین سے امان اٹھ جائے۔جس کے دل میں جو آئے کرے اور بکے اور پھر کہے کہ یہ میری مراد نہیں ہے۔یہ تاویل نہیں دین کا مذاق اور شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانا ہے، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں:

احتمال خلاف دلیل درحقیقت احتمال نہیں، بلکہ زعم زاعم کے لحاظ سے اس پر احتمال کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔اس لیے جس طرح فقہائے کرام کے نزدیک اس احتمال کا اعتبار نہیں، اسی طرح متکلمین عظام کے نزدیک بھی اس احتمال کا اعتبار نہیں۔(۱)

تاویل مقبول ومردود کے مقامات

مذکورہ بالا تینوں احتمالات کو علی الترتیب احتمال بالدلیل، احتمال بلا دلیل اور احتمال خلاف دلیل کہا جاتا ہے۔کسی کفری قول و عمل کی تاویل میں پہلا احتمال بالاتفاق مقبول ہے اور تیسرا احتمال بالاتفاق مردود ہے، جب کہ فقہائے محافظین ومتشددین کے نزدیک دوسرا احتمال بھی مردود ہے۔ان کے برخلاف علمائے محققین کے نزدیک احتمال اول کے ساتھ ساتھ احتمال ثانی بھی مقبول ہے۔ان کے نزدیک صرف آخری احتمال مردود ہے۔مزید آسانی کے لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علمائے متشددین ان تین میں سے صرف ایک تاویل کو قبول کرتے ہیں اور آخری دونوں تاویلات کو رد کرتے ہوئے تکفیر کرتے ہیں، جب کہ علمائے محققین پہلی اور دوسری دونوں تاویلات کو قبول کرتے ہیں اور صرف آخری تاویل؛ احتمال خلاف دلیل کی صورت میں تکفیر کرتے ہیں۔مذکورہ بالا تینوں احتمالات کسی کے کلام کے اندر بھی نکل سکتے ہیں اور تکلم یا متکلم کے اندر بھی نکل سکتے ہیں۔

کلام میں احتمال کا مطلب یہ ہے کہ لغوی یا عرفی جہت سے اس کفری لفظ کے اندر کسی ایمانی معنی کا احتمال ہو۔

تکلم میں احتمال کا مطلب یہ ہے کہ متکلم نے اس کفریہ قول کا تکلم قصد وارادہ اور شعور کے بغیر محض جبر واکراہ یا خطا ونسیان اور قبض و بسط کے عالم میں کیا ہو۔

---

(۱) اہل قبلہ کی تکفیر، ص:۲۶-مزید تفصیل کے لیے کتاب ہذا کی طرف رجوع کیا جائے۔

متکلم میں احتمال کا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تو کفری ہو،لیکن جس کی طرف اس کا انتساب کیا جارہاہے،وہ حقیقت میں اس کا قائل نہ ہو۔اس انتساب میں کوئی ضعیف،یا موضوع روایت شامل ہوگئی ہو۔ یا انتساب بھی درست ہو،لیکن اس کے بعد اس قائل نے رجوع وتوبہ کرلی ہو۔

ان تینوں احتمالات کو بالترتیب احتمال فی الکلام،احتمال فی التکلم اور احتمال فی المتکلم کہا جاتا ہے۔احتمالات کی مذکورہ تینوں نوعیتوں [احتمال بالدلیل،احتمال بلا دلیل اور احتمال خلاف دلیل] کو تینوں محل احتمالات [احتمال فی الکلام،احتمال فی التکلم اور احتمال فی المتکلم] میں ضرب دینے سے کل مقامات احتمال ۹؍ہوتے ہیں۔

احتمال بالدلیل فی الکلام	مقبول	احتمال بلا دلیل فی الکلام	مشکوک	احتمال خلاف دلیل فی الکلام	مردود
احتمال بالدلیل فی التکلم	مقبول	احتمال بلا دلیل فی التکلم	مشکوک	احتمال خلاف دلیل فی التکلم	مردود
احتمال بالدلیل فی المتکلم	مقبول	احتمال بلا دلیل فی المتکلم	مشکوک	احتمال خلاف دلیل فی المتکلم	مردود

ان ۹؍احتمالات میں پہلے کالم کے تینوں احتمالات بالدلیل ہونے کی وجہ سے مقبول ہیں،جب کہ آخر کے تینوں احتمالات خلاف دلیل ہونے کے سبب مردود ہیں۔رہے بیچ والے تینوں احتمالات تو چوں کہ یہ بلا دلیل ہیں اس لیے علمائے متشددین کے یہاں تو مردود ہیں، لیکن علمائے محققین کے یہاں یہ بھی مقبول ہیں۔اسی لیے ہم نے اسے مشکوک کہا ہے۔

کسی شخص کے کفر کا فیصلہ کرنے سے قبل ضروری ہے کہ دیکھا جائے اس کے کلام،تکلم اور متکلم میں احتمال کی ان نو صورتوں میں سے کون سی صورت پائی جارہی ہے،اس کے بعد ہی اس کے کفر و اسلام کا فیصلہ کیا جائے۔کلام وتکلم اور متکلم میں تاویل کی یہ نو صورتیں انفرادی ہیں،ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ صورتیں کسی ایک مسئلے میں کلام وتکلم اور متکلم کے لحاظ سے بیک وقت پائی جائیں۔اس طرح ۹ کو ۳ میں ضرب دینے سے ۲۷ صورتیں بنیں گی۔

بہت دل چسپ بات یہ ہے کہ تاویل واحتمال کی ان ۲۷؍صورتوں میں صرف ایک ایسی صورت ہے،جسے ارباب کلام،علمائے محققین رد کرتے ہیں اور ایسے موؤل کی تکفیر کرتے ہیں۔باقی ۲۶ صورتوں میں علمائے محققین تکفیر نہیں کرتے۔وہ ایک صورت جس میں محققین تکفیر کرتے ہیں،وہ یہ ہے کہ کلام،تکلم اور متکلم تینوں میں احتمال خلاف دلیل ہو۔یعنی تینوں مقام پر ظاہری کفری معنی کے مراد ہونے پر دلیل موجود ہو،پھر بھی اس دلیل کو رد کرکے زبردستی کھینچ تان کر کوئی وہاں خلاف ظاہر ایمانی معنی پیدا کرنے کی کوشش کرے تو یہ خلافِ دلیل تاویل مردود ہوگی اور اس پر تکفیر کی جائے گی۔

البتہ اس ایک کے علاوہ سات مقامات مزید ایسے ہیں،جن میں علمائے متشددین تکفیر کرتے ہیں۔یہ وہ مقامات ہیں جہاں کلام،تکلم اور متکلم کسی میں بھی احتمال بالدلیل نہ ہو،یا تو احتمال خلاف دلیل ہو،یا احتمال بلا دلیل۔لیکن ان مقامات پر علمائے محققین تکفیر نہیں کرتے۔باقی انیس مقامات ایسے ہیں،جہاں پر کلام،تکلم،یا متکلم،کسی بھی سطح پر تاویل بالدلیل موجود ہے۔لہٰذا ان مقامات پر تاویل بالاتفاق مقبول ہے اور وہاں سارے علما-محققین ومتشددین-عدم تکفیر پر متفق ہیں۔

۲۷؍مقامات احتمال کا جدول حاضر ہے۔ان میں صرف پہلے مقام پر ہی بالاتفاق تکفیر درست ہے؛ کیوں کہ یہاں کلام،تکلم اور متکلم تینوں جگہ تاویل خلاف دلیل ہے۔باقی مقامات پر تکفیر درست نہیں،اگرچہ علمائے متشددین ان میں ۲،۴،۵،۱۰، ۱۱،۱۳اور ۱۴ نمبر

مقامات احتمال میں بھی تکفیر کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان مقامات میں کلام، تکلم اور متکلم میں سے کسی بھی جگہ تاویل بالدلیل نہیں ہے، صرف تاویل بلا دلیل ہے اور علماے متشددین تکفیر کے باب میں بھی تاویل بلا دلیل تسلیم نہیں کرتے۔

احتمال	کلام	تکلم	متکلم	کیفیت
۱	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	مردود
۲	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	مشکوک
۳	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۴	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	مشکوک
۵	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	مشکوک
۶	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۷	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	مقبول
۸	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	مقبول
۹	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۱۰	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	مشکوک
۱۱	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	مشکوک
۱۲	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
احتمال	کلام	تکلم	متکلم	کیفیت
۱۳	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	مشکوک
۱۴	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	مشکوک
۱۵	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۱۶	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	مقبول
۱۷	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	مقبول
۱۸	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۱۹	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال خلاف دلیل	مقبول
۲۰	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بلا دلیل	مقبول
۲۱	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۲۲	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال خلاف دلیل	مقبول

۲۳	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بلا دلیل	مقبول
۲۴	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	احتمال بالدلیل	مقبول
۲۵	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	احتمال خلاف دلیل	مقبول
۲۶	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بلا دلیل	مقبول
۲۷	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	احتمال بالدلیل	مقبول

ضابطۂ تاویلات خمسہ

امام غزالی کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی کہ تصدیق نص کے پانچ درجات ہیں: نص کے (۱) وجود ذاتی کی تصدیق، (۲) وجود حسی کی تصدیق، (۳) وجود خیالی کی تصدیق، (۴) وجود عقلی کی تصدیق، اور (۵) وجود شبہی کی تصدیق۔

یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ ان پانچ درجات میں سے پہلا درجہ نص کا ظاہری اور حقیقی معنی ہے جب کہ بقیہ دوسرے چار درجات تاویلی اور مجازی معنی۔

یہ بھی گزر چکا کہ امام غزالی کی تحقیق کے مطابق ایمان کی بنا صرف ظاہر نص کی تصدیق پر قائم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ظاہر نص کی تصدیق نہ کر کے تاویل کے ان چار درجات میں سے کسی بھی درجے میں تاویلی معنی کی تصدیق کرے، تو بھی ایسا شخص مصدِّق اور مومن ہی کہا جائے گا، مکذِّب اور کافر نہیں کہا جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہر مسلمان کو یہ عمومی اختیار حاصل ہے کہ وہ جب اور جس جہت سے چاہے نص کی تاویل اور تصدیق کرے، یا اس تاویل و تصدیق کا کوئی ضابطہ بھی ہے؟ امام غزالی نے اس معاملے کو بے اصولی و بے اعتدالی کے سپرد کرنے کے بجائے اس کے لیے باضابطہ، اصول وضع کیا ہے اور نص میں تاویل کا ضابطہ متعین کیا ہے۔ امام غزالی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق کے یہ پانچوں مراتب منطقی ترتیب سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول کرتے ہیں۔ اس لیے اصل یہ ہے کہ نص کی تصدیق اول درجے، وجود ذاتی کے لحاظ سے کی جائے۔ اگر وجود ذاتی کی تصدیق میں کوئی استحالہ یا تعذر ہو تو دوسرے درجے کی طرف، پھر اگر اس درجے کی تصدیق بھی بالدلیل محال ہو تو تیسرے درجے کی طرف، پانچواں درجہ آخری مرحلہ ہے، اس کے بعد تصدیق کا کوئی مرحلہ نہیں بچتا۔ لیکن اس درجے کی تصدیق اس وقت حتمی طور پر فرض ہوگی جب سابق چار درجات میں تصدیق کا محال و متعذر ہونا دلیل سے ثابت ہو جائے۔ (۱)

امام غزالی نے علمائے اسلام کے حوالے سے ایک دل چسپ بات یہ لکھی ہے کہ یہاں ایک مشکل یہ ہے کہ کس درجے کی تصدیق ممکن ہے اور کس درجے کی تصدیق محال و متعذر ہے، بسا اوقات علمائے اسلام اسی میں مختلف الخیال ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی بات کو ایک شخص ممکن کہتا ہے جب کہ دوسرا اسی بات کو محال بتاتا ہے۔ مثلاً:

ٹ حنابلہ ذات باری کے لیے جہت فوق ثابت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ وہ نصوص جن سے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے بظاہر جہت فوق کا معنی نکلتا ہے، حنابلہ ان کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں، جب کہ اشاعرہ ذات باری کے لیے جہت فوق

(۱) فیصل التفرقۃ، مشمولہ مجموعہ رسائل الغزالی، ص: ۲۶۲

کے اثبات کو خلاف عقل بتاتے ہیں اور اسی لیے وہ اس قسم کے نصوص کی مناسب تاویل کرتے ہیں اور تصدیق کے درجۂ اول سے نیچے دیگر درجات کی طرف تاویل کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

ث اسی طرح اشاعرہ رویت باری کو جائز قرار دیتے ہیں اور وہ نصوص جو اس سیاق میں آئے ہیں، ان کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں، جب کہ معتزلہ رویت باری کو خلاف عقل اور محال کہتے ہیں، اس لیے وہ رویت باری کو ثابت کرنے والے نصوص کو ظاہر پر محمول کرنے اور ان کی ذاتی تصدیق کرنے کے بجائے، ان کی تاویل کرتے ہیں اور نیچے کے درجات میں اتر کر ان نصوص کی تصدیق کرتے ہیں۔

امام غزالی کا موقف یہ ہے کہ جب اس قسم کے معاملات درپیش ہوں، تو ایسی صورت میں کسی فریق کی تکفیر جائز نہیں، اگر یہ ثابت ہو کہ دوسرا فریق تصدیق کے درجات خمسہ میں سے کسی بھی درجے میں اس لیے تصدیق کر رہا ہے کہ اس کے بقول اس سے اعلیٰ درجے میں تصدیق عقل و برہان سے محال ہے۔ اگرچہ اس کا یہ استدلال آپ کی نظر میں کمزور اور غلط دلیل سے ہو، پھر بھی اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اسے خاطی کہا جائے گا، یا مزید ترقی کر کے اسے گم راہ اور بدعتی کہا جائے گا لیکن ہر گز اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ گم راہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس راہ سے بھٹک گیا ہے جسے آپ دین کی صحیح اور درست راہ سمجھتے ہیں اور بدعتی اس لیے کہا جائے گا کہ گویا وہ ایسی بات کہہ رہا ہے جو اسلاف کے یہاں متعارف اور متصور نہیں تھی۔

امام غزالی نے یہاں ایک بات بڑی تاکید کے ساتھ کہی ہے، جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہاں دو مقامات ہیں: مقام عوام اور مقام اہل نظر۔

(۱) مقام عوام یہ ہے کہ ظاہر پر بات کی جائے اور تاویل و عدول سے یکسر گریز کیا جائے اور اس قسم کے سوال و جواب، غور و خوض اور قیل و قال سے مکمل احتراز کیا جائے۔ عوام میں ان باتوں کو چھیڑنا اور ان دقیقات میں عوام کو الجھانا، ان کے حق میں نفع کے بجائے سخت نقصان کا باعث ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر سے بظاہر دو متعارض آیتوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے درّے سے اس کی ضیافت کی۔ حضرت امام مالک سے استوا کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ استوا معلوم ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان واجب ہے اور اس سے متعلق سوال بدعت ہے۔(۱) اس قسم کے واقعات اسی عوامی پس منظر میں ہیں۔

(۲) مقام اہل نظر یہ ہے کہ ماثور عقائد کے حوالے سے ان کے یہاں شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس لیے انہیں بھی چاہیے کہ قیل و قال سے کم سے کم اور حسب ضرورت ہی واسطہ رکھیں۔ وہ خود بھی حتی الامکان ظاہر پر قائم رہیں اور برہان قاطع کے بغیر تاویل کی طرف عدول نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود اپنے برہان قاطع کے خلاف بھی کسی کو پائیں، یا کسی کی تاویل کو اپنے اعتبار سے برہان قاطع کے خلاف بھی پائیں، تو اسے غالط و خاطی ہی کہیں، کافر نہ کہیں۔

چوں کہ یہاں انکار نص نہیں ہے، فہم برہان میں خطا کے سبب فہم نص میں خطا ہے۔(۲)

محققین کا اختلاف

---

(۱) الاستواء معلوم، والکیف مجھول، والإیمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعۃ. (العرش: ۱/ ۱۸۹)

(۲) فیصل التفرقۃ، مشمولہ، ص: ۲۶۲، توضیح و تشریح اور حذف و اضافے کے ساتھ

تکفیر ایک تحقیقی مسئلہ ہے،کوئی تقلیدی مسئلہ نہیں ہے،اس لیے یہ ضروری نہیں کہ اگر کسی ایک شخص نے کسی کی تکفیر کی تو دوسرے علما بھی اس کے اتباع میں اس کی تکفیر کریں۔شخص واحد کی تکفیر میں علما کی آرا مختلف ہوسکتی ہیں اور مختلف ہیں بھی۔تاریخ اسلام کے صفحات اس پر شاہد ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تکفیر کلامی شخصی اس وقت کی جاتی ہے جب قائل کے کفر کے حوالے سے کلام،تکلم اور متکلم کسی بھی جہت سے کسی طرح کی تاویل ممکن نہ ہو،نہ تو تاویل بالدلیل ممکن ہواور نہ ہی تاویل بلا دلیل ممکن ہو۔ہاں! خلاف دلیل تاویل کا اعتبار نہیں ہے، چوں کہ وہ حقیقت میں تاویل ہے ہی نہیں۔اوپر مذکور ہوا کہ جہاں کلام،تکلم اور متکلم تینوں مقامات پر خلاف ظاہر کا احتمال،نہ بالدلیل ہو،نہ بلا دلیل ہو،تو ایسی صورت میں خلاف دلیل اس احتمال کی بنیاد پر تاویل کرنا بالکلیہ مردود ہے۔اس مقام پر محققین بھی تکفیر کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں اور سب بالاتفاق تکفیر کرتے ہیں۔

اس گفتگو سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اگر کسی مقام پر کسی محقق کو خلاف ظاہر کا احتمال نہ بالدلیل ہو،نہ بلا دلیل ہو،بلکہ جو بھی احتمال ہو،وہ خلاف دلیل ہو،اور ایسی صورت میں وہاں پر وہ تکفیر کردے،تو دیگر محققین پر بھی واجب ہے کہ وہاں پر وہ آنکھ بند کر کے تکفیر کریں۔اگر کسی دوسرے محقق کو وہاں تاویل بلا دلیل، یا بالدلیل مل جائے تو ایسی صورت میں دوسرا محقق وہاں پر تکفیر سے قطعاً گریزاں ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک احتمال کسی محقق کے نزدیک خلاف دلیل ہو،تو کوئی ضروری نہیں کہ سارے محققین کو وہ احتمال خلاف دلیل ہی نظر آئے۔ایک ہی احتمال ایک محقق کی نظر میں خلاف دلیل ہوسکتا ہے، جب کہ دوسرے کے نزدیک وہ بلا دلیل یا بالدلیل ہوسکتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کے کفری قول وفعل میں اگر ایک محقق کو احتمال بالدلیل یا بلا دلیل نہ ملے تو اس کے نزدیک وہاں موجود احتمال، خلاف دلیل ہوگا،اس لیے وہ وہاں تکفیر کرے گا،لیکن دوسرے محقق کو وہیں پر اگر احتمال بالدلیل یا بلا دلیل مل جائے تو وہاں پر وہ سکوت کرے گااور اس پر لازم ہوگا کہ عدم تکفیر کی راہ اختیار کرے۔

تکفیر کلامی میں علما کے اختلاف کی کئی ایک صورتیں ممکن ہیں،مثلا:

(۱) کوئی امر قطعی یقینی طور پر ضروریات دین سے ہو،جس کا کوئی انکار کردے۔اب ایسی صورت میں جن علما تک اس انکار کی اطلاع پہنچے گی اور اس انکار میں جن کے نزدیک بھی کوئی احتمال اور تاویل کی صورت نہ ہوگی،وہ تکفیر کریں گے۔یعنی جن علما کے نزدیک شخص معین کا اس امر دینی کا منکر ہونا ہر اعتبار سے واضح ہوجائے،تو ایسے علما اس شخص معین کی تکفیر کریں گے،لیکن جن علما کے نزدیک اس انکار کا قطعی علم نہ پہنچا یا پہنچا مگر اس انکار میں تاویل کا کوئی خفیف پہلو باقی ہے تو ایسے علما اس شخص معین کی تکفیر نہیں کریں گے۔

(۲) اگر کوئی دینی بات ضروریات دین کا حصہ نہ ہو،لیکن منکر اس کا انکار بطور ضروریات دین کر رہا ہو،ایسی صورت میں جس شخص تک یہ پوری بات قطعی طور پر پہنچے گی کہ اس نے ضروریات دین سمجھ کر اس بات کا انکار کیا ہے،وہ قطعی طور پر تکفیر کرے گااور جس تک یہ بات پوری تفصیل اور قطعیت کے ساتھ نہیں پہنچے گی،وہ اس کی تکفیر نہیں کرے گا۔مثلاً خبر واحد سے ثابت عقیدے کا رد کوئی خبر واحد ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی،لیکن اگر کوئی اسی عقیدے کا انکار اس کے خبر رسول ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔اب اس صورت میں جب کہ اس نے خبر رسول ہونے کی حیثیت سے انکار کیا ہے اور اس کی تکفیر کی گئی ہے، اگر کسی عالم تک یہ بات اس تفصیل سے نہیں پہنچی، یا تفصیل سے تو پہنچی،لیکن تواتر اور قطعیت کے ساتھ نہیں پہنچی تو وہ عالم تکفیر نہیں کرے گا۔علامہ مفتی محمد مطیع

الرحمن رضوی رقم طراز ہیں:

خلاصہ یہ کہ منکر کے نزدیک دینی بات میں احتمال بلا دلیل بھی نہ ہو، اور اس کا علم کسی کو یقینی و حتمی ہو۔ یونہی منکر کے انکار میں کسی کے نزدیک احتمال بلا دلیل بھی نہ ہو تو وہ شخص ایسے منکر کی تکفیر کلامی کرے گا یعنی وہ تکفیر نہ کرے تو حکم کفر خود ان [اس] سے متعلق ہو جائے گا۔ اور منکر کے نزدیک دینی بات میں احتمال بلا دلیل ہو، یا احتمال بلا دلیل موجود نہ ہو تو جس شخص کو اس کا علم بذریعہ سماع یا تو اتر نہ ہو یا منکر کے انکار میں جس شخص کے نزدیک احتمال بلا دلیل ہو وہ ایسے منکر کی تکفیر کلامی نہ کرے گا۔(۱)

بہر کیف! اہل علم کے یہاں یہ بات ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ایک عالم کی تکفیر کلامی کی تقلید دوسرے عالم پر واجب نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ دوسرا عالم تکفیر کلامی نہ کرے تکفیر فقہی کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا عالم تکفیر سے سکوت کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سرے سے تکفیر کا ہی انکار کر دے۔ تاریخ اسلام میں بڑے بڑے علما کی تکفیر ہوئی لیکن بعد کے زمانے میں دوسرے علما نے اختلاف کیا اور بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ علما کی ایک جماعت نے کسی کو کافر، واجب القتل اور خارج از اسلام قرار دیا، جب کہ بعد کے علما نے اسے عارف ربانی اور ولی اللہ کا لقب دیا۔ ایک شخص جو علما کی ایک جماعت کے نزدیک امام الملحدین تھا وہی شخص دوسرے علما کے نزدیک امام المکاشفین بن گیا اور کمال یہ ہے کہ علما کے یہ دونوں گروہ اہل حق کے گروہ ہیں۔ ان میں سے کسی پر سب وشتم نہیں کیا جا سکتا، چہ جائے کہ پلٹ کر ان کی تکفیر کی جائے؛ کیوں کہ ہر بڑا عالم اپنی تحقیق و دیانت کا تابع ہوتا ہے، نہ کہ دوسرے کا مقلد محض۔ تقلید محضیت عوام کا کام ہے علما کا نہیں۔

صریح میں تاویل؟

صریح میں تاویل نہیں ہوتی۔ یہ بات انتہائی حد تک معروف و مشہور ہے۔ شفا شریف میں ہے: ادِّعَاءُ التأوِيل فِي لَفظٍ صُرَاحٍ لا يُقبَل (۲) لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ غیر مقبول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کا کوئی قول یا عمل، کفری مفہوم میں صریح ہو تو وہاں پر تاویل نہیں کی جائے گی، بلکہ تکفیر کی جائے گی اور اس جگہ کوئی تاویل کرتا ہے تو اس کی تاویل رد کر دی جائے گی۔

لیکن یہاں ایک لطیف نکتہ قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی ایک محقق کے نزدیک کوئی قول کسی کفری معنی کے لیے صریح ہو تو وہ اس پر قائل کی تکفیر کرے گا اور اس تکفیر میں نہ صرف وہ حق بہ جانب ہوگا، بلکہ اس پر یہ تکفیر واجب ہوگی۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اس قول کی بنیاد پر پوری دنیا کے محققین پر تکفیر واجب ہو جائے۔

آپ کہیں گے کہ جب کفر صریح ہے تو سب پر تکفیر تو واجب ہونی ہی چاہیے۔ میں عرض کروں گا، جی! کفر صریح پر تکفیر واجب ہے، اس وضاحت کے ساتھ کہ پہلے کسی پر اس کا صریح ہونا تو واضح ہو؛ کیوں کہ کسی کے کفر کے لیے اس کے لفظ کے صریح ہونے کا دعویٰ کسی محقق کی اپنی تحقیق پر مبنی ہے اور کسی محقق کی تحقیق کوئی وحی آسمانی نہیں جس کا قبول کرنا تمام محققین پر واجب ہو، بلکہ ہر محقق اپنے طور پر دیکھے گا کہ یہ لفظ اس کفری معنی کے لیے صریح ہے بھی یا نہیں۔

ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی عبارت ایک محقق کے نزدیک کفری معنی میں صریح ہو تو وہ لازمی طور پر اس پر تکفیر کرے اور وہی عبارت

---

(۱) اہل قبلہ کی تکفیر، ص: ۵۳

(۲) الشفاء بحقوق المصطفی، القسم الرابع، الباب الاول، الفصل الاول

دوسرے محقق کے نزدیک اس کفری مفہوم میں غیر صریح ہوتو لازمی طور پر تکفیر سے احتراز کرے۔

واضح رہے کہ کسی مفہوم کے لیے کسی لفظ یا عبارت کے صریح ہونے کے لیے حسب ذیل امور کا طے ہونا ضروری ہے:

۱-وہ مفہوم اس لفظ یا عبارت کا معنی ظاہر ہو۔ ۲-اس کے مفہوم غیر ظاہر کے مراد ہونے پر دلیل نہ ہو۔

۳-تکفیر کے باب میں صریح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مفہوم ظاہر کے مراد ہونے پر دلیل قائم ہو۔(۱)

یہ تینوں مراحل جس محقق کے نزدیک طے ہوجائیں اس کے نزدیک کوئی قول یا جملہ اپنے کفری مفہوم کے لیے صریح، ناقابل تاویل اور واجب التکفیر ہوگا اور جس کے نزدیک یہ مراحل طے نہ ہوں، مثلاً اس کے نزدیک وہ کفری مفہوم اس لفظ کا ظاہری مفہوم نہ ہو، یا ظاہری مفہوم تو ہو لیکن اس کے غیر ظاہر مفہوم کے مراد ہونے پر دلیل ہو، یا مفہوم غیر ظاہر کے مراد ہونے پر دلیل تو نہ ہو، لیکن مفہوم ظاہر کے مراد ہونے پر بھی دلیل نہ ہو، تو ایسی تمام صورتوں میں اس کے نزدیک اس عبارت کا اس کفری مفہوم کے لیے صریح ہونا ثابت نہ ہوسکے گا اور جب صراحت مفقود تو ایسی صورت میں وہ عبارت اس کفری مفہوم کے لیے غیر صریح، واجب التاویل اور مانع تکفیر ہوگی۔

الحاصل صریح میں عدم تاویل کی بات اصولاً جتنی واضح ہے، انطباقاً اتنی واضح نہیں ہے۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ

معروف دیوبندی عالم مولانا ظفر احمد تھانوی (۱۳۹۴/ ۱۹۷۴ء) نے اس مقام کی مناسبت سے ایک اہم سوال اٹھایا ہے جو عام طور پر تاویلی گفتگو کے خلاف لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، پھر خود ہی اس کا خوب صورت جواب دیا ہے۔ افادۂ عام کے لیے وہ سوال و جواب انہی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جاتا ہے:

یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ ایسی تاویلات سے تو ہر متکلم بکلمۃ الکفر الزام کفر سے بچ سکتا ہے، تو کسی کی بھی تکفیر ممکن نہ ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمۂ کفر صادر ہو، اگر وہ معنیٔ کفر کا التزام کرلے تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر حکم کفر لگا دیا جائے گا اور اگر وہ معنیٔ کفر کا التزام نہ کرے، بلکہ اس سے اپنی براءت ظاہر کرے اور کلام میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو، یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنی بیان کرے جن کا لغۃً یا عرفاً یا اصطلاحاً کلام متحمل ہو، تو اس صورت میں تکفیر جائز نہیں۔ یا اگر اس سے براءت بھی منقول نہ ہو، لیکن کوئی وجہ صحت کی اس میں نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہیں، اگرچہ وہ وجہ بعید ہو، خصوص جب کہ اس قائل میں آثار قبول و اصلاح کے غالب ہوں۔ [اور جہاں یہ سب کچھ نہ ہو، پھر وہاں تکفیر واجب ہوگی۔ اس وضاحت سے مذکورہ بالا شبہہ رد ہوجاتا ہے۔ مصباحی](۲)

(مسئلہ تکفیر اور متکلمین، ص ۱۵۱ تا ۱۶۵)

---

(۱) تفصیل کے لیے گذشتہ صفحات میں تاویل اصول مقبول ملاحظہ کریں۔

(۲) سیرت منصور حلاج، ص: ۷۲

علمائے دیوبند کی عبارات کو مرزا قادیانی کی عبارات پر قیاس کرنا

مولانا غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''نوٹ: گستاخانہ عبارات کی بحث میں جب دیوبندی حضرات ہر طرف سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر اپنے اکابرین کے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے گستاخی سے برات کا اظہار کیا۔ مثلا قاسم نانوتوی پر **الزام** ہے کہ اس نے نبی پاک ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہے اس کے جواب میں دیوبندی حضرات اس کی وہ عبارات پیش کرتے ہیں جس میں اس نے ختم نبوت زمانی کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔۔۔۔۔ دیکھئے دیوبندی حضرات مرزا قادیانی کو نبوت کا دعوی کرنے کی بنا پر کافر سمجھتے ہیں اور مرزا قادیانی نے ۱۸۹۸ء میں یا ۱۹۰۰ء میں نبوت کا دعوی کیا۔ اور اسی قادیانی کا ایک اشتہار ہے جس میں لکھتا ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔ (اشتہار اکتوبر ۱۹۱۸)

اسی طرح اپنے ایک اور کتابچہ میں لکھتا ہے کہ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔
(آسمانی فیصلہ، ص ۳)

اسی طرح ایک اور کتاب ازالہ اوہام میں کہتا ہے کہ محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعوی نبوت لازم آگیا۔ تو دیوبندی حضرات مرزا قادیانی کی ان عبارات کو دیکھتے ہوئے اس کو ختم نبوت کا قائل مان لیں گے؟ اور اس کی تردید و تکفیر نہیں کریں گے؟

جس طرح مرزا قادیانی کے ان متضاد اقوال کے باوجود اس کو مدعی نبوت اور کافر قرار دیا جاتا ہے اسی طرح قاسم نانوتوی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ کو بھی متضاد عبارات کی وجہ سے کفر سے بری قرار نہیں دیا جا سکتا''۔
(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۲، ص ۴۴، ۴۵)

جواب: اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات، دجل و تلبیس پر قیاس کرنا پرلے درجے کی شقاوت قلبی کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کے مذہب سے بدترین جہالت بھی ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ ہم اگر حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت میں ان کی وہ عبارات پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے ختم نبوت کو اپنا ایمان اور اس سے انکار کفر قرار دیا ہے تو یہ رضا خانی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ دفاع اہل السنۃ جلد اول میں تحذیر الناس کی عبارت کی توضیح میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی سفید و سیاہ کتاب سے ہم پیش کر چکے ہیں کہ جب خان صاحب بریلوی پر انکار ختم نبوت کا دعوی کیا گیا تو انہوں نے بجائے جواب دینے کے خان صاحب کی بزعم خویش ختم نبوت کیلئے خدمات کو پیش کیا۔

ثانیا علمائے دیوبند کی عبارات کو مرزا قادیانی کی عبارات پر قیاس کرنا اس لئے بھی شقاوت قلبی اور بدترین دجل ہے کہ علمائے دیوبند اور مرزا کی عبارات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علمائے دیوبند کی تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان میں کسی قسم کی کوئی توہین و گستاخی نہیں پائی جاتی۔ علمائے دیوبند پر جو الزام لگایا گیا (سیالوی صاحب نے خود بھی اسے الزام سے ہی تعبیر کیا) انہوں نے خود اس کی تردید کی اس کو رد کیا اس کو کفر قرار دیا۔ ان اکابر کے بعد ان کے متبعین آج تک ان الزامات کو کفر قرار دیتے ہیں۔ ختم نبوت کیلئے علمائے

دیوبند کی خدمات وقربانیاں آج پوری دنیا میں عیاں ہیں۔جبکہ مرزا قادیانی پر انکار ختم نبوت کا جو دعوی کیا گیا اس نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ اس کا برملا اعتراف کیا اور اس نے جہاں ختم نبوت کے انکار کو کفر قرار دیا اس کی بھی توجیہ کی اور اسے بھی اپنے دعوی نبوت ہی کی طرف موڑا،اس کے بعد اس کی جماعت آج تک اسی عقیدے پر قائم ہے۔اس عقیدے کی سب سے بڑی دشمن یہی جماعت ہے۔اس کے بعد بھی یہ تقابل کروانا بے غیرتی کی اعلی ترین مثال نہیں تو اور کیا ہے؟

مرزا قادیانی کی موت ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوگئی تھی لیکن خدا جانے رضاخانیوں نے مرزائیوں کے ساتھ کیا ساز باز کی کہ مرزا کا اشتہار ’’اکتوبر ۱۹۱۸ء‘‘ کا ان کو مل گیا اور اس کو پیش کر رہے ہیں۔حالانکہ مرزا کے اشتہارات کا جو مجموعہ چناب نگر (سابقہ ربوہ) سے چھپا ہے دو جلدوں میں ہے۔اس میں آخری اشتہار ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کا ہے۔

بہرحال مرزا قادیانی نے جہاں خاتم النبیین کے انکار یا نبوت کے دعوے کو کفر قرار دیا تو اس کی توجیہ بھی خود نبوت کے دعوے کے بعد اپنی کتب میں کی چنانچہ اسی اشتہار ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء جو اس کا آخری اشتہار تھا اس میں لکھتا ہے:

’’پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوی کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے معنی یہ ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوی نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے دعوی نہیں‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات، ج ۲،ص ۷۲۵)

اسی طرح اپنے مشہور بدنام زمانہ اشتہار ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ میں جس میں اس نے نبوت کا باقاعدہ دعوی کیا لکھتا ہے:

’’اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان معنوں سے کیا ہے میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات، ج ۲،ص ۵۲۶)

اسی طرح ایک مرزائی سے مرزا کے دعوی نبوت کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے مرزا کا شعر سنایا کہ:

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم وز خداند منذرم

مرزا کہتا ہے:

’’اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو‘‘۔

(ملفوظات، ۱۰،ص ۱۲۶، الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

اسی طرح مورخ مرزائیت دوست محمد شاہد لکھتا ہے:

''۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح.. پر یہ انکشاف ہوا کہ مقام نبوت صرف کثرت مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام نہیں ہے اور نئی شریعت کا لانا اور پہلی شریعت کی ترمیم کرنا یا براہ راست منصب نبوت و رسالت کا حصول نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے جسا کہ عامۃ المسلمین کی عام مروج اصطلاح سے خیال کیا جاتا ہے۔اس انکشاف سے آپ پر صاف کھل گیا کہ آپ کے الہامات میں آپ کو جو نبی قرار دیا گیا ہے اور مجاز یا استعارہ کے رنگ میں محض محدثیت نہیں بلکہ آپ اصلی اور صحیح معنوں کی رو سے آنحضرت ﷺ کی غلامی کے طفیل فی الواقع نبی اور رسول ہیں اور نفس نبوت کے لحاظ سے آپ میں اور دوسرے انبیا میں کچھ فرق نہیں''۔

(تاریخ احمدیت، ج ۳ ص ۱۸۹، دارالمصنفین ربوہ)

مزید آگے لکھتا ہے:

''تبدیلی عقیدہ کا ذکر حضور کے قلم سے

سیدنا حضرت مسیح موعود..اس عظیم الشان تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے ''حقیقۃ الوحی'' میں فرماتے ہیں:

''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوا ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالی کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی''

اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ مسئلہ نبوت میں آپ نے اپنے عقیدے میں ضرور کوئی تبدیلی فرمائی ہے''۔

(تاریخ احمدیت، ج ۳ ص ۱۹۰، دارالمصنفین ربوہ)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جہاں مرزا قادیانی نے نبوت کے دعوے کو کفر قرار دیا یا خاتم النبیین کا اقرار کیا وہاں مراد ایسی نبوت ہے جو بقول اس کے مستقل نئی شریعت ہو اور نبی کریم ﷺ کی پیروی اس میں ضروری نہ ہو اپنا کلمہ اور اپنا قبلہ ہو۔ یا پھر بقول دوست محمد شاہد کے جہاں نبوت کے دعوے کو کفر قرار دیا وہ اقوال منسوخ ہیں آخری نظریہ آپ کا یہی تھا کہ آپ مستقل نبی ہیں۔

قادیانیوں نے مرزا کے اسی دعوے کو لیا اور اس کے بعد ہر جگہ آج تک اس کی تشہیر جاری ہے کہ حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔مرزا کے بیٹے نے تفصیل سے اپنی کتاب ''دعوۃ الامیر'' میں اس کو بیان کیا۔اسی طرح قاضی محمد نذیر مرزائی نے بھی اپنی کتاب ''الحق المبین ص ۲۲۶ تا ۲۴۱ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ'' میں اس پر بحث کی ہے کہ جہاں مرزا نے اپنی نبوت کا انکار کیا تو وہ نبی کے معروف معنی میں کہ جو صاحب شریعت ہو پھر آپ پر بذریعہ وحی یہ عقدہ کھلا کہ نہیں اب بھی مستقل نہیں مگر امتی نبی ہوسکتا ہے۔ معاذ اللہ۔

غرض مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے کہیں بھی مرزے کی نبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے اپنا بنیادی عقیدہ قرار دیا جہاں مرزا نے اس پر فتوے لگائے تو وہاں تاویل کی کہ یا تو اس سے مراد یہ تھی یا وہ قول اول تھا جو بعد کے اقوال سے منسوخ ہوگیا ہے۔

اب دوسری طرف علمائے دیوبند کی طرف آجائیں حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف ''تحذیر الناس'' میں حضور ﷺ کی

ختم نبوت کا اقرار کیا اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا بلکہ اس کے بعد اسی کتاب کی توضیح میں آنے والی ان کی کتاب ''مناظرہ عجیبہ'' میں بھی برملا اس بات کا اعلان کیا نہ صرف مسلمانوں کے سامنے بلکہ ہندوؤں اور غیر مسلموں کے سامنے حضور ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا تفصیل کیلئے حضرت مولانا سیف الرحمن قاسم صاحب کی کتاب ''حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور خدمات ختم نبوت'' کا مطالعہ کریں۔حضرت امام نانوتوی کے بعد آج تک ان کے متبعین کیا چھوٹا کیا بڑا ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا رہے ہیں۔علمائے دیوبند نے اس موضوع پر اب تک جتنا تحریری کام لکھ چھوڑا ہے رضاخانی اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکتے۔اگر جرات و غیرت ہے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرز پر اپنی کوئی جماعت بتائے۔

اس ساری تفصیل کے بعد اس باب میں مرزائیوں کو پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اور مرزائیوں کے دجل و فریب اور عقیدے سے بھلا اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کیا کیا تعلق؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ تعصب میں پاگل ہو چکے ہیں۔ان کے دل غیض و غضب سے سیاہ ہو چکے ہیں اور آنکھیں اندھی ہو چکی ہے جنون میں عقل و خرد کھو چکے ہیں لہذا اب انہیں نہ سیاہ کا علم نہ سفید کا پتہ نہ دن کا معلوم نہ رات۔

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کے اصول پر ایک نظر

خان صاحب بریلوی اور ان کے اذناب کی کتب خصوصا کتب فتاوی میں جگہ جگہ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کیلئے یہ فتوی مذکور رہے کہ: ''من شك في كفره و عذابه فقد كفر''۔یعنی معاذ اللہ ان اکابر دیوبند و علمائے دیوبند کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک علمائے دیوبند کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔یہ لوگ اس عبارت کو ایسے شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ گویا معاذ اللہ یہ کوئی عربی عبارت نہ ہو بلکہ کسی صحیفہ آسمانی کی آیت ہے جو آسمان سے علمائے دیوبند کے کفر کی خبر دینے کیلئے نازل ہوئی ہو۔استغفر اللہ۔

حالانکہ خود خان صاحب بریلوی نے اپنے سے پہلے ایسے حضرات کی تکفیر سے انکار کیا جن کے متعلق یہ فتوی دیا جا چکا تھا کہ من شك في كفره و عذابه فقد كفر۔مثلا مجاہد راہ حق حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لے لیں بقول رضاخانیہ فضل حق خیرآبادی نے حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو فتوی دیا وہ یوں ہے:

''اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعا اس کا حکم قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک کرے و تردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر بے دین اور نا مسلمان و لعین ہے''۔(تحقیق الفتوی ص ۲۴۷)

گویا بقول علامہ خیرآبادی من شك في كفره و عذابه فقد كفر۔معاذ اللہ۔اسید الحق قادری بدایونی صاحب لکھتا ہے:

''دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر عائد کیا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں ''تکفیر کلامی'' کہتے ہیں، ''تکفیر کلامی'' اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک قائل کفر کا التزام نہ کرلے، اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المتکلم، اور احتمال فی التکلم وغیرہ رفع نہ ہو جائیں، اور قائل کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کسی قسم کی تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف ''تکفیر فقہی'' کے لئے محض کفر کا لزوم کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتوی والے حکم کفر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تکفیر تکفیر فقہی نہیں بلکہ تکفیر کلامی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری طور پر تکفیر کلامی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد عائد کیا گیا

ہے"۔(خیر آبادیات،ص ۱۴۷ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

گویا علامہ خیر آبادی نے جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی وہ "تکفیر کلامی" ہے۔اور حسام الحرمین کے متعلق بھی رضا خانیوں کا یہی کہنا ہے کہ اس میں علمائے دیوبند کی تکفیر کلامی کی گئی ہے۔لہٰذا اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔تو یہی تکفیر کلامی تو حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کی گئی تو آخر اس کا انکار کفر کیوں نہیں؟اور خان صاحب بریلوی اس تکفیر کلامی کے منکر ہو کر کیوں نہ کافر ہوئے؟ایسے کافر جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر؟

فضل احمد لدھیانوی جس کی کتاب پر تیس (۳۰) سے زائد اکابر رضا خانیہ کی تقاریظ ہیں اس میں تو یہاں تک لکھا گیا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کفر پر معاذ اللہ حرمین شریفین کے علما اور ہندوستان کے اکابر کا اجماع ہے چنانچہ لکھتا ہے:

"ساتویں ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۲۵۱ھ کو تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل پر فتویٰ کفر علما نے دیا جن کے نام اور مواہیر ص ۲۰ پر درج ہیں۔کل ۲۳ علما ہیں اور ص ۲۶ پر سب علما دین کا اجماع اس کے کفر پر ہوا۔۔۔اور ص ۲۸ پر علمائے عرب و حاکم وقاضیاں اور مفتیاں مکہ معظمہ کا فتویٰ اور حکم گروہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے قتل اور تعزیر کا ہوا"۔

(انوار آفتاب صداقت،ص ۴۶۱)

"فتویٰ کفر اجماعی علماء حرمین شریفین مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان"۔

(انوار آفتاب صداقت،ص ۴۰۷،جدید ایڈیشن)

قارئین کرام!غور فرمائیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تقویۃ الایمان پر ہندوستان کے علماء نے کفر کے فتوے لگائے۔پھر حرمین شریفین کے علما نے فتوے لگائے،فتویٰ لینے والا بھی رضا خانیوں کا بڑا فضل حق خیر آبادی اور فتویٰ بھی یہ کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔معاذ اللہ۔

بعینہ یہی صورتحال یہ لوگ علمائے دیوبند کے باب میں بتاتے ہیں۔یہاں فتویٰ لینے والا نواب احمد رضا خان بریلوی،فتویٰ علماء حرمین سے لیا پھر بقول تین سو کے قریب مشائخ ہندوستان نے بھی علمائے دیوبند کے کفر پر فتویٰ دیا اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

مگر تقویۃ الایمان کی عبارات میں اسلام کا پہلو موجود ہے اس میں تاویل ہو سکتی ہے۔مگر علمائے دیوبند کی عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں کوئی اسلامی پہلو نہیں بلکہ ایسا کہنے والا بھی کافر۔

ادھر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہنے والے بے احتیاط سلامتی کے رستے سے ہٹے ہوئے ہیں بلکہ ان کو کافر نہ کہنا درست ہے جبکہ علمائے دیوبند کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر معاذ اللہ۔

کیا دوغلے پن کی اس سے بھی کوئی بدترین مثال ہو سکتی ہے؟اگر آج کوئی نواب احمد رضا خان کے فتوے **من شك في كفره و عذابه و فقد كفر** کا انکار کر کے کافر ہے تو سب سے پہلا کافر خان صاحب بریلوی ہے جو علامہ فضل حق خیر آبادی کے فتوے **من شك في كفره و عذابه و فقد كفر** کا منکر ہے۔

خان صاحب کے اس قسم کے فتوے کے متعلق ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

(۱)امام شرف الدین اسماعیل ابن مقری شافعی علیہ الرحمۃ وجوہ تکفیر کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اوشك فی تکفیر الیهود والنصاری و طائفة ابن عربی (۲۲)

یا جس نے یہود ونصاری اور ابن عربی کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے۔

(۲)امام بقاعی لکھتے ہیں:

و قال الامام شرف الدین اسمعیل ابن المقری فی مختصر الروضة فمن اعتقد قدم العالم۔۔۔ الی ان قال۔۔ اوشك فی تکفیر الیهود والنصاری و طائفة ابن عربی کفر (۲۳)

امام شرف الدین اسمعیل ابن المقری مختصر الروضۃ میں کہتے ہیں کہ پس جس کسی نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھا۔۔ یا جس نے یہود ونصاری اور ابن عربی کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے۔

ان دونوں حضرات علما کرام کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات شیخ اکبر کی تکفیر میں اس قدر شدت سے کام لیتے تھے کہ جو ان کی تکفیر نہ کرے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے یہ اس کو بھی کافر قرار دیتے تھے۔جبکہ امام بقاعی نے اپنی کتاب مصرح التصوف تالیف ہی ابن عربی کی تکفیر پر کی ہے اور اپنی تفسیر میں کئی ایک مقامات پر انتہائی سخت جملے ابن عربی کیلئے استعمال کیئے ہیں"۔

(حرمت تکفیر مسلم ص ۴۱۰،۴۱۱)

پھر کئی اکابر سے ابن عربی پر کفر کے فتوے نقل کرنے کے بعد آگے لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا دو درجن سے زائد اکابرین کے علاوہ بھی کئی ایک ایسے علما ہیں جنہوں نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے۔علماء کی درج کردہ عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابن عربی کی تکفیر میں انتہائی سختی کرتے تھے بلکہ بعض علما نے تو یہاں تک کہا کہ اگر کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔(حرمت تکفیر مسلم ص ۴۱۷)

اور بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

"شیخ اکبر کی تکفیر دو درجن سے زاید علماء نے کی ہے جن میں اکابر علمائے امت بھی شامل ہیں۔بلکہ ابن خیاط نے تو آپ کے حوالہ سے ایک استفتا بنا کر علماء کو ارسال کیا تا کہ آپ کے رد میں فتاوی کو جمع کیا جاسکے۔اس کے باوجود اصاغر و اکابر میں ان کے حدی خواں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالفین کا فتوی ان کی رائے تھا اسے نص قرآنی کا درجہ دے کر کسی پر نہ تو مسلط کیا جاسکتا ہے اور نہ ان فتاوی تکفیر یہ متعدیہ سے کسی کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔کسی بھی گستاخ،مرتد،زندیق،اور توہین رسالت کرنے والے کیلئے نرمی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے تاہم اصول وضوابط اور مسلمہ علمائے امت کے طرز عمل کو ترک کر کے امت کو اسلام سے خارج کرنے کیلئے تکفیری مہم چلانا کسی طور مناسب نہیں۔ہمارے یہاں مختلف حضرات وہی رویہ رکھتے ہیں جو اہل کتاب نے اپنے لئے اپنایا تھا۔قرآن نے ان کے بارے میں کہا:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ

اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی ہوگا یا نصرانی"۔

(حرمت تکفیر مسلم ص ۴۳۸،۴۳۹)

اس کتاب پر مفتی شاہ حسین گردیزی رضاخانی ،خان محمد قادری رضاخانی کی تائیدات موجود ہیں ۔بہر حال گویا موجودہ رضاخانیوں کے نزدیک ’’من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر ‘‘محض ایک رائے ہے اگر دلائل کی روشنی میں کسی پر اس رائے کا صواب ہونا ظاہر ہوجائے تو وہ اس کی تائید کرسکتا ہے مگر اس سے اختلاف ہر ایک کا حق ہے اور ماضی میں خود شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اس قسم کے فتووں سے جمہور امت جن میں خان صاحب بریلوی اسی طرح حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اسی قسم کے فتوے سے خان صاحب بریلوی نے اختلاف کیا۔لہٰذا کسی مفتی کے کفر کے فتوے کو دوسروں پر مسلط کرنا اور اسے تسلیم کرنے پر مجبور کرنا گویا اہل کتاب یہودیوں کا طریقہ تھا جو کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا یہی عقیدہ آج کل کے رضاخانیوں کا ہے۔

معتزلہ خلق قرآن کے قائل ہیں حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے کہ اس عقیدے کی بنیاد پر ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے مگر امت میں سے کسی نے بھی اس فتوے کی تائید نہیں کی۔

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ كَافِرٌ وَ كَذَا مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ

(بریق محمودی فی شرح طریقۃ محمدیۃ ، ج۱،ص ۴۱۰)

فرعون کا کفر قطعی ہے اس کا منکر کافر ہے فرعون کا کفر نصوص قطعیہ میں مذکور ہے مگر ابن عربی اور ان کے اتباع اس کے منکر ہیں چنانچہ حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی ؒ لکھتے ہیں:

ذکر الشیخ الاکبر فی الفصوص انه مات طاهرا مطهرا وقال ابتدا غرقه عذاب و انتهاوه شهادة وقد اجاب الله دعا امراته قرت عینی لی ولك و نصره اتباعه من الصوفیة و للجلال الدین الدوانی رسالة فیه۔ وعارضهم الاخرون والفوا فیه رسالة حتی جعلوه مسالة کلامیة۔

خلاصة کلام الصوفیة : انه قال آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ فهذا نص فی الاسلام و ذکر بنی اسرائیل بتصدیق موسیٰ علیه السلام کقول السحرة قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (121) رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ثم اکد ایمانه بقول وانا من المسلمین و اغراقه فی حکم غسله و فی قوله تعالی فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ بشارة له قبل قبض الروح۔

اعترض علیهم بوجوه

اما اولا: قوله تعالی يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ

و اجیب بانه یقدمهم رغما لانوفهم ولذا تکون الاصنام فی النار مع عبدتها فیورهم النار ثم یرجع سالما لیعلموا نجاته ببرکة الایمان۔

واما ثانیا : انه ایمان باس فلا یقبل۔و اجیب اولا بان عدم قبوله مطلقا محل بحث، کما سبق،و ثانیا بانه لیس بایمان باس فانه لم یقطع الرجا لما رای من نجاة الاسرائیلین۔

الثالث: ان قوله تعالی آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ یدل علی رد ایمانه و اجیب بانه یحتمل الرد التوبیخ علی ما فرط فی الزمن الطویل والثانی اظهر فالاول مرجوح لا یعارض النص۔

الرابع: ان قوله تعالى فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى يدل على انه معذب في الاخرة واجيب بجواز ان يكون المراد من النكالين في الغرق ولذا قدم الاخرة على الاول والمراد بالاخرة والاولى كلمتاه العظيمتان احدهما يا أيها الملأ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِي والاخرى انا ربكم الاعلى

واستدل بعضهم على ايمانه بقوله تعالى وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ..قال قد اجبت دعوتكما و اجيب انه قد آمن هو و قومه عند روية العذاب و ايمانهم مردود فكذا ايمانه۔

(مرام الکلام،ص ۱۸۷تا۱۸۹)

جب فرعون کے قطعی کفر میں تاویل ہوسکتی ہے اور اسے مسلمان مانا جاسکتا ہے اور اسے مسلمان ماننے والوں کی تکفیر اس بنیاد پر نہیں کی جاتی تو علمائے دیوبند کے کفر پر معاذ اللہ کونسی نص قطعی وارد ہوئی ہے؟ جو اس کا منکر یا اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے؟

اس قاعدہ پر ایک بریلوی مولوی صاحب کا رضاخانیوں کے ساتھ زبردست مناظرہ

مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب جن کا تعلق بریلوی مسلک کے ساتھ ہے اس قاعدے کا رد کرتے ہوئے اپنے ہم مسلک تکفیری مولویوں کے ساتھ ایک گفتگو کی دلچسپ روئیداد قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من شکّ فی کفرہ کی درست تفہیم

”اونٹ تو غٹک گئے، مچھر گلے میں پھنس گیا“ یہ مثل ان حضرات علماء پر صادق آتی ہے جو من ترك الصلاة متعمّدا فقد كفر (المعجم اوسط، باب الجیم، من اسمہ جعفر) اور سباب المسلم فسوقٌ وقتاله كفرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان، صحیح مسلم کتاب الایمان) جیسی احادیث نبی کی تاویلات تو پلک جھپکتے کر لیتے ہیں، لیکن کہیں کسی اپنے محبوب نظر امّتی کا یہ ارشاد ”من شكّ فی كفره وعذابه فقد كفر“ نظر میں آگیا تو نہ صرف اس کی تاویل مشکل ہوگئی، بلکہ دوسرے تاویل کرنے والوں کا جینا بھی مشکل کر دیا، اس لیے ضروری ہے کہ اس کی درست تفہیم کر دی جائے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اپنے فتویٔ تکفیر کو مؤکّد کرنے کے لیے اس قسم کی عبارات لکھنے کا چلن قدیم زمانے سے رائج ہے، مثلاً علّامہ محمد بن سحنون مالکی (۲۵۶ھ/ ۸۶۹ء) لکھتے ہیں:

”أجمع العلماء أنّ شاتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المتنقّص له كافر، والعيد جارٍ عليه بعذاب الله له، وحكمه عند الامّة القتل... ومن شكّ فی كفره وعذابه كفرَ (الشفاء بحقوق المصطفی: ۲/ ۲۷۶)۔ علماء کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا ہے وہ کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے، امّت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو اس

کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔“

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”امّا من اقترن بسبّہٖ دعویٰ أنّ علیًا الٰہٌ أو أنّہ کان ھو النبی و انّما غلط جبریل فی الرسالۃ فھذا لا شکَ فی کفرہ بل لا شکّ فی کفر مَن توقّف فی تکفیرہ ،(الصارم المسلول:۵۸۶)، جو سبِّ صحابہ کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ علی الہ ہیں یا یہ کہ حقیقت میں نبی وہی تھے وحی لانے میں جبریل سے غلطی ہوگئی، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ اس کی تکفیر میں جو توقّف کرے اس کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں۔“

اِس قاعدے کی بنیاد یہ ہے کہ جو کسی کافر کی تکفیر نہیں کرتا جب کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ ورسول نے اس شخص کو اس طور پر کافر قرار دے دیا ہے کہ جس میں کسی تاویل واحتمال کی گنجائش نہیں ہے تو گویا وہ خود بھی اللہ ورسول کی بات کو ردّ کرنے والا اور اللہ ورسول کے حکم کا انکار کرنے والا ہوا اور یہ کھلا ہوا کفر ہے جس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: **وما یجحد بآیاتنا الّا الکافرون**، (عنکبوت:۴۷) ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

اس کے باوجود یہ بات ذہن نشین رہے کہ چند ایسے مقامات ہیں جہاں اس قاعدے کا انطباق نہیں ہوتا اور زبردستی ان کا انطباق کرنے والا الغلو فی التکفیر اور اشاعتِ کفر کا مرتکب ہوتا ہے، وہ مقامات حسبِ ذیل ہیں:

(۱)......کوئی شخص کسی کے کفر میں اس لیے شک کر رہا ہو کہ اسے اس کافر کے احوال کی کوئی خبر ہی نہ ہو یا اس کے عمومی احوال کی تو خبر ہو لیکن اس بات کی خبر نہ ہو کہ وہ شخص کسی کفر میں مبتلا ہے۔ واضح رہے کہ یہ معاملہ کسی ایسے کافر سے متعلق ہوسکتا ہے جس کا معاملہ عام نگاہوں سے مخفی ہو، البتہ ایسا کافر جس کا کافرانہ فتنہ عام وتام ہو، اس کے حوالے سے ایسی عدمِ واقفیت متصور نہیں ہوسکتی۔

(۲)......کوئی عالم ومحقق اس کافر کے کفر میں اس لیے شک کر رہا ہو کہ اس کی تحقیق کے مطابق مذکورہ کافر کے حوالے سے شرائطِ تکفیر میں سے کوئی شرط مفقود ہو یا موانعِ تکفیر میں سے کوئی مانع موجود ہو، اب اس صورت میں اس کی خطا اجتہادی ہوگی اور یہ بات معلوم ہے کہ مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ بات اس عالم کے حق میں درست ہوسکتی ہے جو محقّق ہو اور تحقیق حق میں اس نے اپنی پوری کوشش صرف کرلی ہو، وہ ہویٰ پرست یا متعصّب نہ ہو، اسی زمرے میں وہ عوام بھی شامل ہیں جو خود محقّق ومجتہد تو نہیں ہیں، لیکن ایسے محققین کے متّبع ہیں جن سے فہمِ کفر میں خطا ہوگئی ہے۔

(۳)......وہ قول وفعل جس پر تکفیر کی گئی ہے اس کے کفر ہونے میں اہلِ علم مختلف الرائے ہوں، مثلاً ترکِ نماز کا کفر ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے، اس پر ایک جماعت تکفیر کرتی ہے جب کہ دوسری تکفیر نہیں کرتی، لہٰذا اگر ترکِ نماز کے باوجود کوئی تارکِ نماز کے کفر میں شک کرتا ہے تو ترکِ نماز پر تکفیر کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ پلٹ کر اس شک کرنے والے کی بھی تکفیر کردے، یہی معاملہ اس کے برعکس صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔ (شرح منظومۃ الایمان، البشیر بن محمّد عصام المسفیوی المراکشی ص:۱۴۸)

(۴)......وہ قول وعمل جس پر تکفیر کی گئی ہے وہ کفر ہے ہی نہیں، جس نے اس کو کفر سمجھ کر قائل وعامل کی تکفیر کی ہے اس سے خود خطا ہوگئی ہے، ایسے میں اس خطا سے برأت کرنے والے اور متعلّقہ شخص کو کافر کہنے کے بجائے مومن کہنے والے ہی درست اور مصیب ہیں، ان کا

یہ شک وتردّد ہی عین ایمان ہے۔

(۵)......جس قول وعمل کی بنیاد پر تکفیر کی گئی ہے اس کا کفرِ صریح ہونا واضح ہو،لیکن اس کے باوجود متعلّقہ شخص کے کفر میں کوئی اس لیے شک وتردّد کر رہا ہو کہ اس کے نزدیک متعلّقہ شخص کی طرف اس کفر کا انتساب ہی درست نہ ہو،اس سلسلے میں جو خبر اس تک پہنچی ہے اس کے نزدیک یا تو جھوٹی ہے یا غیر مستند ہے۔

یہ وہ صورتیں ہیں جن میں مَن شكَّ فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفَر کا اصول جاری نہیں ہوتا۔

یادش بخیر! راقم السطور کے ساتھ ذاتی ملاقاتوں میں علّامہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی دام ظلّہ نے متعدّد بار یہ علمی نکتہ بیان کیا کہ علّامہ فضل حق نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی اور مَن شكَّ فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفَر کا حکم لگایا۔اسی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے علمائے دیوبند کی تکفیر کی اور ان پر بھی یہی حکم لگایا۔اب علمائے دیوبند کے کفر میں جو تاویل کرے کرتا ہے اسے مَن شكَّ فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفَر کا حوالہ دے فوراً کافر بنانے کی کوشش شروع ہوجاتی ہے۔جب کہ خود اعلیٰ حضرت،اسماعیل دہلوی کے کفر میں شک اور تأمّل کرتے ہیں،اس ضابطے کے عموم کو اگر بلا قید وشرط مان لیا جائے تو علّامہ فضل حق کے فتوے کی روشنی میں اعلیٰ حضرت خود بھی مَن شكَّ فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفَر کی زد میں آتے ہیں،بلکہ اپنے فتوے کی زد میں بھی آتے ہیں،کیونکہ جن ایام میں وہ علمائے دیوبند کے کفر کی تحقیق کر رہے تھے تو تحقیقِ حق سے قبل علمائے دیوبند کے کفر کے حوالے سے خود بھی وہ شک میں تھے۔حسام الحرمین کے مَن شكَّ فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفَر کے عمومِ مطلق کے خلاف یہ بہت مضبوط شبہ ہے،جسے سب سے پہلے میں نے ہی پیش کیا تھا،جس کا قصّہ کچھ یوں ہے:

''میں ابھی نو فارغ تھا،جامعہ حمیدیہ بنارس میں مدرّس تھا،چوری چورا ایکسپریس سے گورکھپور سے بنارس کے لیے آرہا تھا،اتّفاق سے اسی ٹرین میں علّامہ مشتاق نظامی بھی بیٹھے ہوئے تھے،جو الہ آباد جارہے تھے،میں نے ان کے سامنے مذکورہ شبہ رکھا،وہ سوچ میں پڑ گئے،کہنے لگے:مولانا! آپ کا یہ سوال بہت اہم ہے،آپ ایسا کریں،الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد پڑنے والا ہے،وہاں تمام اکابر علمائے اہلِ سنّت تشریف لارہے ہیں،میں حاضر ہوں گا،آپ وہاں تشریف لائیے اور وہیں اکابر کے سامنے اپنا سوال رکھیے۔

۱۹۷۲ءمیں اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر حاضر ہوا،بہت سے اکابر علماء جلوہ افروز تھے،میں خدمت میں تھا،موقع پاتے ہی میں نے اپنا سوال رکھ دیا،سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے،جب خاموشی ذرا طویل ہوئی تو فوراً ارشد القادری گویا ہوئے:

''ارے مولانا! آپ کا سوال بہت سنجیدہ اور علمی ہے اور ابھی علمائے کرام ایک دوسرے مقصد کے لیے جمع ہیں،اس بیچ آپ نے یہ بحث چھیڑ دی،آپ ایسا کریں کہ آپ کا جو بھی سوال ہے اسے قلم بندی کردیں اور نیچے اپنا نام پتہ لکھ کر حضرات مشایخ کے سپرد کردیں،یہ حضرات جب واپس اپنے ٹھکانوں پر جائیں گے تو وہاں اطمینان سے آپ کے سوال کا جواب لکھ کر آپ کو بھیج دیں گے۔

میں نے اپنا سوال مرتّب کیا،کاربن کی مدد سے اس کی کئی کاپیاں تیار کیں اور تمام علمائے کرام کے حوالے کردیا۔

دو سال بعد مجھے اشرف العلماء(سیّد حامد اشرف کچھوچھوی) نے بنارس سے دار العلوم محمّدیہ ممبئی بلالیا۔میرے بارے میں انہی دنوں اس قسم کی چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں کہ مفتی صاحب رضوی نہیں ہیں،رشیدی ہیں،اس لیے اعلیٰ حضرت سے وہ عقیدت نہیں رکھتے جو رکھنی چاہیئے،بلکہ گاہے بگاہے اعلیٰ حضرت کی تحریروں پر سوالات بھی اٹھاتے رہتے ہیں۔ان سب باتوں کی وجہ سے ایک طبقہ دار العلوم محمّدیہ میں

میری تقریری پرچیں بجبیں تھا۔اشرف العلماء نے ایسے لوگوں کی زبان بندی کے لیے سہ ماہی امتحان رکھا اور ممتحن کے طور پر سید العلماء (مولانا آلِ مصطفٰے مارہروی) اور مجاہدِ ملّت (مولانا حبیب الرحمٰن خان اڑیسوی) کو بلوایا۔ان حضرات کے حوالے بیشتر انہی کتابوں کا امتحان رکھا جن کو میں پڑھاتا تھا۔یہ حضرات طلبہ کی علمی استعداد اور ان کے جوابات سے بہت خوش ہوئے،اس کا بالواسطہ کریڈٹ مجھے بھی ملا۔

مجاہدِ ملّت جب رخصت ہو رہے تھے اچانک ان کی نظر میرے اوپر ٹک گئی۔

مولانا!اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر سوالات آپ نے ہی پیش کیے تھے؟

جی حضور!

اچھا!کسی کا جواب آیا؟

حضور!اب تک کسی کا کوئی جواب نہیں آیا۔

اچھا! آپ ایسا کریں کہ شام میں میرے قیام گاہ پر تشریف لائیں۔مجاہدِ ملّت نے یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔

شام کے وقت میں مجاہدِ ملّت کے قیام گاہ پر پہنچا،مجاہدِ ملّت نے تخلیہ فرمایا،اس کے بعد استفسار کیا:

''مولانا!اب تک آپ کے پاس کسی کا کوئی جواب نہیں آیا،لیکن چونکہ سوال پر مسؤل غور کرے یا نہ کرے،سائل تو خود مسلسل غور کرتا رہتا ہے تو اس طویل مدّت میں آپ نے بھی تو کچھ غور کیا ہوگا؟

جی حضور!میں نے غور کیا ہے اس پر۔

کیا جواب سمجھ میں آیا؟

حضور! مَن شكَّ فی کفرہٖ و عذابہٖ فقد کفَر کے معنیٰ یہ ہیں کہ اطلاعِ شرعی کے بعد اگر کوئی شک کرے تو یقیناً وہ کافر ہے اور اطلاعِ شرعی کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ عبارتیں اس تک صحیح طریقے سے پہنچی ہوں اور اس کے بعد ان سے اس کے اوپر کفر واضح بھی ہوا ہو۔

مجاہدِ ملّت یہ جواب سن کر کھل اٹھے اور فرطِ مسرّت میں مجھے گلے لگا لیا،فرمایا:مولانا! یہی جواب ہے۔''

بعد میں جب راقم السطور نے مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطرؔ کی معرکہ آرا کتاب اہلِ قبلہ کی تکفیر پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک ہی کفر کسی کے نزدیک کلامی والتزامی ہو اور کسی کے نزدیک فقہی ولزومی ہو،ایسی صورت میں جس کے نزدیک کفرِ کلامی والتزامی ہوگا وہ قطعاً تکفیر کرے گا اور جس کے نزدیک کفرِ فقہی ولزومی ہوگا وہ تکفیر نہیں کرے گا۔(اہلِ قبلہ کی تکفیر:ص ۶۹)

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کی یہ وضاحت بھی بصیرت افروز ہے:

مَن شكَّ فی کفرہٖ و عذابہٖ فقد کفَر میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع منکر ضروریات الدّین ہے تو معنیٰ ہوئے مَن شكَّ فی کفر منکر ضروریات الدّین و عذابہٖ فقد کفَر اور جس کے نزدیک منکر ضروریاتِ دین ہونا بداہۃً محقّق نہ ہو،وہ اگر شک کرتا ہے تو دراصل وہ مَن شكَّ فی کفرہٖ و عذابہٖ فقد کفَر کا مصداق ہی نہیں۔(اہلِ قبلہ کی تکفیر:ص ۶)

تکفیر میں تقلید کا جواز؟

تکفیر ایک تحقیقی مسئلہ ہے یا تقلیدی؟ یہ موضوع بھی دینی علمی معاشروں میں زیرِ بحث رہتا ہے۔تکفیر کلامی میں اختلاف کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کی ایک عالم علمی وتحقیقی بنیادوں پر تکفیر کرے، جب کہ دوسرا شخص اسی مسئلے میں دلیل وتحقیق کی بنیاد پر عدمِ تکفیر یا سکوت کا موقف اختیار کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا روا ہوگا۔ دوسری طرف بعض حلقوں میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ فلاں عالم بڑا ہے اور فلاں چھوٹا، ایسے میں بڑے کے لیے تو جائز ہے کہ اپنے چھوٹے سے اختلاف کرے، لیکن چھوٹے کو یہ کہاں سے حق مل گیا کہ وہ اپنے سے بڑے عالم کی تحقیق سے اختلاف کرے۔ ان میزان برداروں کی خدمت میں سب سے پہلے عصرِ حاضر کے عظیم فقیہ علاّمہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معارضہ نذر کرتا ہوں:

’’ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ تمام ائمہ شریعت اور علمائے طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء اپنے تمام اعزاز واکرام کے باوجود بندے اور بشر ہیں، نبی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطا واقع ہوسکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور فقیہ اور عابد وزاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور عاشقِ رسول کیوں نہ ہو کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطا واقع نہیں ہوسکتی، شرک فی الرسالت کے مترادف ہے اور اس شخص کو امّتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائم مقام ہے۔(شرح صحیح مسلم:۱/ ۳۷)

معترضین کا یہ کہنا کہ تمہارا علم فلاں فلاں کے علم سے کم ہے، اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کرسکتے، اور فلاں فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا، اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کرسکتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں فلاں کے علم میں جو محاکمہ کیا ہے اور فلاں فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور محکم ہے آپ ہمارے اور فلاں فلاں کے علم میں محاکمہ اور تجزیہ کرسکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور محاکمہ کی کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟(شرح صحیح مسلم:۱/۴۶)

ایک سوال یہ اٹھایا جاتا ہے کہ جب ایمان میں تقلید ہے اور ایمان تقلیدی علمائے اسلام کے یہاں معتبر ہے تو پھر کسی کے کفر کے حوالے سے کسی محقق عالم کی تحقیق کی تقلید کیوں نہیں کی جاسکتی؟ جواب ہے، ہاں! تقلید درست ہے، لیکن اس کے لیے جو خود صاحب تحقیق اور صاحب رائے نہ ہو، اس ضابطے سے اہلِ نظر مستثنیٰ ہیں۔ سوال دراصل یہ نہیں ہے کہ تکفیر تقلیدی ہے یا نہیں، سوال اس پر ہے کہ چودہ سو سالوں بعد تکفیر میں جبراً تقلید کرانے کی روایت کس بعثتِ جدیدہ کی بنیاد پر شروع ہوگئی؟ تکفیرِ اشخاص کے ضمن میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ مسلم کلامی روایت میں کس طرح سے بڑے بڑوں کے فتویٰ تکفیر سے بعد کے لوگوں نے اختلافِ رائے کیا اور بعض دفعہ تو کیس ہی پلٹ گیا۔ صریح کفر کی پاداش میں جن کو سولیوں پر لٹکایا گیا بعد میں وہی قطب الاقطاب اور امام العارفین بن گئے۔ وہاں یہ سوال نہیں پیدا ہوا کہ کل اتنے بڑے عالم بلکہ علماء نے فلاں کی تکفیر کی تھی آج تم ان کے خلاف کیوں جارہے ہو؟

کسی امّتی کے فتویٰ تکفیر کی تقلید کا اصرار دراصل اسے امّتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر بٹھانا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ صرف پیغمبر کی وہ شخصیت ہے جس کے یہاں غلط فہمی اور عدمِ تحقیق کا گزر نہیں، جس کی باتوں کا اتباع دینی فریضہ ہے، اس لیے کہ جانبِ نبی صداقت کا وجود

متیقن ہوتا ہے، اس کے برخلاف امّتی خطائی الفہم، خطائی البیان، بلکہ خطائی القصد سے معصوم نہیں ہوتا۔ امّتی کے حق میں یہ بات عین ممکن ہے کہ اس کی نظر سے حقیقت کی بعض جہات پوشیدہ رہ جائیں، لیکن اس کے باوجود اس کے بارے میں یہ اصرار کہ اسی کی بات قطعیت سے درست ہے اور جانب مخالف کا خاطی ہونا قطعی ہے، یہ واضح کرتا ہے کہ آپ اس امّتی کو ان خصائص سے متصف کر رہے ہیں جو صرف انبیاء کے ہیں اور یہ بات علّامہ سعیدی کے لفظوں میں ”شرک فی الرسالت کے مترادف ہے اور اس شخص کو امّتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائم مقام ہے“۔

(مسئلہ تکفیر اور متکلمین، ص ۲۱۸ تا ۲۲۶)

☆......☆......☆......☆

آخری بات

قارئین کرام! میں یہ دعوی تو نہیں کرتا کہ میں نے رضاخانی اکابرواصاغر کی تمام کتب کنگھال ڈالی ہیں البتہ الحمدللہ طاقت بشری کے تحت پچھلے سوسال سے زائد عرصہ میں دیوبندی بریلوی تنازعہ کے متعلق ہر اہم کتاب کو میں نے کنگھالنے کی کوشش کی ۔جتنی میری طاقت تھی خان صاحب بریلوی سے لیکر آج کے رضاخانی علماء ومناظرین کی کتب کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ۔بعض اہم کتب کا ایک سے زائد دفعہ مطالعہ کیاان کے مختلف ایڈیشن منگوائے ۔کئی نایاب کتب کے حصول کیلئے تگ و دو کی جو نہ مل سکی شاگردوں کے ذریعہ نیٹ سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ،فوٹو کاپیاں حاصل کرنے کی کوشش کی (البتہ آج کل کے نومولود رضاخانی چنڈو خانوں کی کتب بالاستیعاب نہیں دیکھ سکاالایہ کہ اس پر کسی کی تقریظ ہو)اور الحمدللہ تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میری کتب میں حوالہ جات کی بھرماراس حوالے سے میری محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔اس سب تفصیل کے بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ اس سب کے بعد مجھے حق الیقین کی حد تک یہ یقین ہو چکا ہے اور میرااس پر بالکل شرح صدر ہے کہ علمائے دیوبند اللہ کے سچے اولیاء اللہ تھے ۔رضاخانیوں نے ان پر حسد،تعصب اور محض مسلمانوں میں افتراق وانتشار پھیلانے کیلئے فتوے لگائے ۔اوران کے مقابلے میں اپنا جتھا بنانے کی کوشش کی ۔

ان کادعوائے عشق رسالت ﷺ وسنیت محض ڈھونگ وڈرامہ ہے ۔ہمارے اکابر نے ان کے ہر اہم اعتراض کا اصولی وتحقیقی جواب اپنی کتب میں دیا۔اللہ نے میرے دل میں بھی یہ بات ڈالی کہ ان اولیاء اللہ کا دفاع کر کے میں بھی ان کے نوکروں میں اپنا شمار کروالوں ۔اسی حوالے سے میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان کے ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اعتراض کا جواب قلم بند کیا جائے ۔مجھے یہ کہنے میں کوئی شک نہیں کہ ان رضاخانیوں کا نہ قرآن پر ایمان ہے نہ حدیث پر بلکہ ان کا منہ بند تب ہی ہوتا ہے جب ان کے سامنے ان کے بڑوں اور مولویوں کا حوالہ رکھا جائے لہذا جوابات میں الزامی حوالہ جات کا خصوصی طور پر التزام کیا گیا ہے ۔

اس خواہش کی عملی صورت الحمدللہ ’’دفاع اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ کی صورت میں معرض وجود میں آئی ۔بقول شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب جو کام پوری جماعت کے کرنے کا تھاوہ بندہ فقیر کے ہاتھوں تن تنہا اللہ نے پورا کردیا۔میں اپنے رب کا کس طرح شکرادا کروں کہ اللہ پاک نے اہل سنت کے حلقہ میں اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ۔نہ صرف اپنوں نے اس کو سراہا بلکہ وہ بریلوی جو خان صاحب کے تکفیری مشن سے بیزار تھے انہوں نے بھی اس کتاب پر خوشی کا اظہار کیا۔

کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ کتاب کا ایڈیشن ختم ہونے سے پہلے کئی اداروں نے رابطہ کیا کہ نئے ایڈیشن ہم چھاپیں گے اور تیسری جلد کیلئے تو مسلسل ایک ناشر کی طرف سے ضد ہے کہ اسے میں ہی چھاپوں گا۔فللّٰہ الحمد۔

مگر مسئلہ یہ ہے کہ میں کتابوں کا تاجر نہیں ہوں ۔اس لئے ناشرین سے معاملات کرتے ہوئے کبھی کبھی پیچیدگیاں پیش آجاتی ہیں ۔اس لئے اول تو کوشش ہوتی ہے کہ کتاب اپنے خرچ پر شائع کی جائے اور بغیر کسی نفع کے دی جائے اور جو ادارہ بھی کتب شائع کرے اسے کہا جائے کہ ہم اسے نیٹ پر بھی ڈالیں گے تاکہ دیگر ممالک کے احباب بھی اس سے استفادہ کرسکیں ۔

اس کے علاوہ اکابرومشائخ نے جس طرح نجی محفلوں ومجلسوں میں داد دی اور حوصلہ افزائی کی اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔بلکہ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ کتاب اب بندے کی پہچان بن گئی ہے ۔بعض اوقات جب کسی نئی جگہ جانا ہوا تو تعارف یوں کروایا گیا

کہ یہ وہ دفاع اہل سنت کتاب والے مولوی ہیں۔علماء وطلباء کی نظر میں اس کتاب کی تحسین و پذیرائی یقیناً ان شاءاللہ عنداللہ بھی مقبولیت کی علامت ہے۔

یہ کتاب خرمن رضا پر کس طرح بجلی بن کر گری اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ میری کتاب کا جواب لکھنے کیلئے رضاخانیوں کی طرف سے ایک پوری ٹیم بنائی گئی حتی کہ اردو عبارت تک منتخب کرنے کیلئے ایک مستقل بندہ بٹھایا گیا۔اس سب کے باوجود بھی چند صفحات کا جواب بھی مکمل نہ کر پائے۔اور جواب کیا ہے آدھی سے زائد کتاب ذاتی حملوں، دشنام طرازیوں،لفاظی وناول نگاری پر مشتمل ہے۔ڈھٹائی کی انتہاء تو یہ کہ کتاب میں کئی کئی صفحات اپنی ہی کتب سے لیکر نقل کر دئے گئے،کتاب کی ضخامت بڑھانے کیلئے اسلاف کے پورے پورے عربی رسالوں کو کتاب میں شامل کر دیا گیا۔لیکن اس سب کے باوجود بندے کی علمی گرفت کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے۔جس کے بعد الحمدللہ بندے کو مزید اطمینان قلبی حاصل ہوگیا کہ واقعی ہمارے اکابر کی عبارات کے ساتھ ان ظالموں نے ظلم وزیادتی کی۔اور ہماری مضبوط گرفت کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں،اور بندہ رب کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی جو نام نہاد جواب رضاخانیوں کی طرف سے آیا اگر اسی کا نام جواب ہے تو قیامت کی صبح تک دلائل کی روشنی میں میری اس کتاب کا جواب دینے سے دنیائے رضاخانیت ان شاءاللہ عاجز ہے۔ ہاں اگر دجل وفریب،لایعنی باتوں،اپنی طرف سے ایک مطلب نکال کر اسے میرے ذمہ لگا کر پھر جواب کی بنیاد کھڑی کرنے کا نام جواب ہے تو ایسے جواب آپ سے پہلے مرزائی ومستشرقین مسلمانوں کو دے چکے ہیں۔

احباب سے بھی گذارش ہے کہ میری اس کتاب اور خصوصا دفاع جلد دوم وسوم کے مقدمہ میں پھر جو میرے دروس مناظرہ آرہے ہیں اس میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں اسے اچھی طرح ازبر کرلیں اور اس موضوع کے کسی ماہر سے ایک دفعہ اس کا درس بھی لے لیں تو ان شاءاللہ کوئی رضاخانی آپ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔بندہ تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہے کہ اہل بدعت کے خلاف میرے قلم سے اب تک جو کچھ شائع ہو چکا ہے اور مزید ہونے والا ہے اس کے بعد الحمدللہ اہل حق کو سو سال تک اب مزید قلمی کام کی حاجت نہ رہے گی بس اب بات اس کو سمجھنے،موقع محل کے اعتبار سے ان حوالوں کو استعمال کرنے اور باطل کی گرفت کا طریقہ سیکھنے کی ہے۔

میں نے تیسری جلد کے متعلق یہ اشتہار بھی ساتھیوں کے ذریعہ سوشل میڈیا و نیٹ پر لگوایا تھا کہ کسی کے ذہن میں کوئی اشکال ہو تو اسے لازمی بھیجے تاکہ جلد سوم میں اسے شامل کرلیا جائے۔میرے علم کی حد تک جتنے اعتراضات تھے وہ سب ان تین جلدوں میں شامل کر لئے گئے ہیں۔اگر کوئی معقول اعتراض رہ گیا تو ہمیں ضرور بھیجیں ان شاءاللہ اگر کتاب کی جلد چہارم کی کوئی ترتیب بنی تو اس کا جواب شامل کر دیا جائے گا بصورت دیگر کتاب کے نئے ایڈیشن میں اس کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔الحمدللہ کہ اب اس عظیم سلسلہ کا اختتام اس تیسری جلد پر ہو چکا ہے۔

آخر میں ایک دفعہ پھر سب سے پہلے تو متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زیدمجدہ کے احسانات وانعامات اور نوازشات کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟۔بس اتنا ہی کہوں گا کہ آج کے دور میں شاید کوئی باپ سگی اولاد کیلئے اتنا فکرمند نہ ہو اور اس کے ساتھ ایسے شفقت سے پیش نہ آتا ہو جتنی کرم نوازیاں اس بندے پر حضرت کی طرف سے ہیں۔فللّٰہ الحمد والشکر علی ذالک۔

ثانیا اپنے دیرینہ رفقاء حضرت مولانا عدنان کلیانوی صاحب زیدمجدہ، بھائی مفتی احسان الحق صاحب زیدمجدہ، بھائی مفتی عالمگیر صاحب (خطیب اعلیٰ) کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو اس عظیم مشن میں ہر دم میرے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے رہتے ہیں۔

رابعا عزیز دوست جناب بھائی شفیق رانا جرال (جرال گارمنٹس) کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو اپنے ذاتی خرچ سے اب تک زر کثیر خرچ کر کے بندے کی کتب شائع کر کے مفت تقسیم کر چکے ہیں۔اس کے علاوہ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ ”حضرت کسی کتاب کی ضرورت ہو چاہے دنیا کے کسی کونے میں ہو مجھے ضرور بتائیں تاکہ اس کا بندوبست کیا جاسکے،مجھے اپنی آخرت بنانی ہے۔آپ بس دین کا کام کریں اس کام میں اس قسم کی رکاوٹیں نہیں آنی چاہئیں“۔اللہ پاک اس خلوص پر انہیں دین و دنیا کی ترقیاں عطا فرمائے۔آمین۔

خامسا مکتبہ عزیزیہ کے مولانا سمیع صاحب زید مجدہ کا بھی خصوصی شکریہ ادا کروں گا جو میری کتب کے اشاعت میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں صرف اشاعت کا بندوبست ہی نہیں کرتے بلکہ مدارس کے سالانہ جلسوں میں طلباء میں بطور انعام ان کتب کی مفت تقسیم کا بندوبست کرتے رہتے ہیں ان کی بدولت ہر سال ختم بخاری کے موقع پر سینکڑوں کی تعداد میں الحمد للہ بندہ کی کتب طلباء علماء کے درمیان مفت تقسیم ہو چکی ہیں۔الحمد للہ۔ہند میں اسی شکریہ کے مستحق مکتبہ صفدریہ دیوبند اور مکتبہ فاروق گڑھی عبد اللہ خان شاملی کے مدیر ہیں۔

آخر میں ایک اور بات عرض کردوں کہ بندہ کی مادری زبان پشتو ہے۔علاقہ غیر کے ایک پسماندہ علاقہ سے تعلق ہے۔میں نہ کوئی اردو کا ادیب ہوں نہ ابو الکلام،نہ بابائے اردو،نہ مجھے کالم نگار ہونے کا دعوی ہے اور نہ ہی تحریر و تقریر کی مشق کسی کے ہاں کی ہے۔اس لئے بندے کی کتب میں اردو ادب کی باریکیوں کے بجائے اصل مضمون پر توجہ دی جائے۔

ایک بات اور کہ بندہ مدرس ہے اور تدریس سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔صبح سے عصر تک اور بعض اوقات شام میں بھی اسی مقدس کام میں مشغول ہوتا ہوں۔زمانہ تدریس کی مصروفیات ایک مدرس ہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔اس لئے کتاب پر بالاستیعاب نظر ثانی کا موقع شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔کتاب مکمل ہونے کے بعد بعض خاص شاگردوں و متعلقین کے حوالے کردی جاتی ہے وہی اس کی کمپوزنگ،تزئین و آرائش،نظر ثانی،پروف کرتے ہیں۔اس لئے میری مختلف کتب میں کتابت کی کافی غلطیاں ہیں جن سے احباب بھی وقتا فوقتا آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر مخالفین جب دلیل کا جواب دلیل سے دینے سے عاجز آجائے تو اس کو ہدف تنقید بنانے لگ جاتے ہیں جو بالکل بھی علمی رویہ نہیں۔لہذا ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کیجئے گا۔بندہ اسے کمپوزر تک پہنچا دیتا ہے اب اس کی کرم فرمائی کہ وہ تصحیح کرتا ہے یا نہیں۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔اور اسی عقیدے پر موت دے اور قیامت کے دن اسی عقیدے پر اٹھائے جو عقیدہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دیا ان سے تابعین تبع تابعین محدثین،فقہا،اصولیین،مفسرین اسلاف امت کے ذریعہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ،امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ،محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ،حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا اور ان سے اکابر دیوبند کے واسطہ سے ہم تک پہنچا۔آمین۔

ساجد خان نقشبندی

۲۸ اکتوبر ۲۰۲۰ء بمطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

یوم الخمیس بعد از نماز عشاء

الشریعہ نامی ویب سائٹ پر لگے مضمون ”دیوبندی بریلوی اختلافات سے مشترکات تک“ پر ایک نظر

کاشف اقبال نقشبندی

قارئین کرام! نظری آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے، نہ مٹایا جاسکتا ہے۔اختلاف رائے نہ وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لیے مضر، اختلاف رائے ایک طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے۔ یہ اختلاف خود جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی ہوتا رہا اور خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرامؓ کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل جن کا قرآن وحدیث میں صراحتاً ذکر نہ تھا، ان کے استخراج میں جب انہیں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلاف رائے ہوا جس کا ہونا عقل و دیانت کی بنا پر ناگزیر ہے۔اسی طرح بعد میں تابعین عظام کا عمل بھی ہر ایک اہل علم کے سامنے ہے؛ لیکن صحابہ وتابعین کے اس پورے خیر القرون میں اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ ایسا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کی اقتدا کرنے سے روکتے ہوں یا ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل یا سب وشتم، توہین واستہزا کا بازار گرم کرتے ہوں؛ بلکہ ان مقدس زمانوں میں ایسا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

امام ابن عبد البر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”جامع بیان العلم“ میں سلف کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یحیی بن سعید فرماتے ہیں:

”کہ ہمیشہ اہل فتاوی فتوی دیتے رہے۔ایک شخص غیر منصوص مسائل میں ایک چیز کو حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے مگر نہ حرام کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حلال ہونے کا فتوی دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہوگیا نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا ہے“۔

(وحدت امت از مفتی محمد شفیع)

ہندوستان میں بھی انگریز کے برسر اقتدار آنے سے پہلے علماء کا آپس میں بعض مسائل ومعمولات میں اختلاف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے احترام کا جذبہ غالب تھا۔

”دیوبند و بریلی اختلافات سے مشترکات تک“ کے موضوع پر ایک مضمون الشریعہ نامی ویب سائٹ پر نظر سے گزرا۔صاحب مضمون کی فرقہ واریت اور مسلکانہ رنجشوں اور کدورتوں کی تلافی کے لیے لکھی جانے والی تمہید نے متاثر کیا۔لیکن پورا مضمون پڑھ کر افسوس ہوا کہ عنوان اور تمہید تو اس قدر خوبصورت لیکن اندر سے مضمون سراسر بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی۔

آنے والی سطور میں ہم غیر جانب دارانہ طریق سے دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے نزاع اور صاحب مضمون کی بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی کا جائزہ لیں گے۔

دیوبندی بریلوی مناقشہ: بحث مباحثہ سے مناظرہ تک“ پر ایک نظر

بعض حضرات اور شاید صاحب مضمون بھی ناواقفیت کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ مروجہ میلاد شریف، عرس، قیام، قوالی، فاتحہ، نذرونیاز وغیرہ یا دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی مکتب فکر اور بریلوی مکتب فکر کے علماء میں جو اختلاف ہے یہی ان دونوں مکاتب فکر کے اختلاف کی بنیاد ہے۔(یعنی کفر وایمان کا اختلاف نہیں ورنہ یہ امور بھی مابہ النزاع ہیں۔ساجد) لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں ہے کیونکہ ان مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے ہے جب بریلوی یا دیوبندی لفظ کسی خاص مسلک کا ترجمان بنا تھا نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے۔شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”مائۃ المسائل“ میں مندرجہ بالا مسائل کی تفصیل موجود ہے جو دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے مدارس کے قیام سے پہلے کی کتاب ہے۔علاوہ ازیں ان مسائل کی یا ان جیسے دیگر مسائل کی حیثیت کسی بھی فریق کے ہاں ایسی نہیں ہے کہ ان کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کسی مسلمان کو کافر اور خارج از اسلام کہا جاسکے۔

جہاں تک مضمون نگار نے مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خیرآبادی کے درمیان مسئلہ امکان نظیر وغیرہ پر اختلاف تھا۔ یہ اختلاف خالصتاً علمی اختلاف تھا۔ دراصل شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تقویۃ الایمان“ میں عموم قدرت باری تعالی کے تحت یہ لکھا کہ ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو لاکھوں، کروڑوں نبی ولی جن وفرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے“اس پر مولانا فضل حق خیرآبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے درمیان اتنی بات متفق علیہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ موجود ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اختلاف اس پر تھا کہ نظیر کیوں نہیں ہوسکتی؟ علامہ فضل حق خیرآبادی کے نزدیک ممتنع بالذات ہے اور مثل مذکور مستلزم کذب باری ہے جب کہ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”اس مقام پر اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ مثل مذکور قدرت الٰہیہ کے تحت داخل ہے مثل مذکور کا وقوع ثابت کرنا مقصود نہیں“۔

(رسالہ یک روزی ص ۱۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

”ہاں البتہ مثل مذکور کے وقوع کا قول کرنا کذب باری کو جائز ماننا ہے معاذ اللہ من ذالک، رہا مثل مذکور کے امکان کا قول کرنا پس وہ کذب باری کے امکان کو مستلزم نہیں“۔(یک روزی ص ۱۴۴)

آپ دیکھ رہے ہیں ساری بحث امکان نظیر کی ہے وقوع یا اثبات نظیر کو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح نہیں سمجھتے۔رہی بات یہ کہ کیا مولانا شہید سے پہلے بھی کسی نے اس قسم کی مثال دی ہے تو اس ضمن میں تفسیر رازی سے امام رازی کا قول پیش کرتا ہوں۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت:

”ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا“(سورۃ الفرقان۔۵۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی قدرت رکھتا ہے اس بات پر کے ہر بستی کے اندر ایک رسول ایک نذیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا پیدا

کر دے''۔

بتایئے کیا فرق ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقویۃ الایمان'' والی مثال میں؟

اس کے علاوہ ایک غیر جانب دار شہادت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے شاہ اسماعیل دہلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا (دیکھیں ''امیر الروایات'' روایت امیر شاہ خان عن مفتی عنایت اللہ مرحوم)

مولانا فضل حق خیر آبادی جب مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے تو مولانا خیر آبادی کے شاگرد مولانا سراج الدین لکھنوی اس مسئلہ میں شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اپنے استاد کے ساتھ نہ تھے۔ اس سے مولانا خیر آبادی کے اختلاف کا وزن آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مولانا سراج الدین نے اس مسئلہ میں مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام تھا ''امکان نظیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امتناعہ'' دیکھیے مورخ الہند مولانا عبد الحئی لکھنوی کی کتاب ''نزہتہ الخواطر'' (ج ۷)

اس کے علاوہ مولانا حیدر علی رام پوری جو کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے نے بھی مولانا فضل حق خیر آبادی کے رد میں متعدد رسائل لکھے۔

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بدلے موقف کی تائید مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا عبد الحق خیر آبادی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مولانا عبد الحق خیر آبادی سے جو گفتگو ہوئی اسے ہم المیزان کے ''احمد رضا نمبر'' سے نقل کرتے ہیں:

''(مولانا عبد الحق خیر آبادی صاحب نے مولانا احمد رضا خان بریلوی سے) پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس و تصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی رد وہابیت کرتے ہیں، ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے'' (ص ۳۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں خیر آبادی حضرات کا وہ موقف نہ تھا جو بدایونیوں اور بریلی کے حضرات کا تھا۔ اور وہ اس اختلاف کی شدت کو محض خبط کے علاوہ اور کچھ نہ تصور کرتے تھے۔

مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم کی تحقیق میں مولانا خیر آبادی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ میں جو بھی اختلاف تھا وہ محض اجتہادی تھا، ہدایت و ضلالت کا اختلاف نہ تھا۔ پیر صاحب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

''اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی فریقین کی اسماعیلیہ و خیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سعیھم۔ راقم سطور دونوں کو ماجور و ثواب جانتا ہے''۔ (فتاوی مہریہ ص ۱۱)

حکیم محمود احمد برکاتی صاحب جن کی تعریف بریلوی مکتب فکر کے مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے بھی کی ہے۔ (آپ فطری طور پر خیر آبادی خانوادہ سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً اکابر خیر آبادی کی خدمات پر تحقیقی کام کرتے ہیں) لکھتے ہیں:

''مگر اس کے باوجود انہوں نے (یعنی شاہ اسماعیل شہید نے) جہاد کیا اور خدا کی راہ میں جان دے دی یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے افکار امتناع نظیر، امکان کذب، شفاعت وغیرہ متعدد سے ہمیں اختلاف ہے۔ ہمارے بزرگوں نے انہیں بروقت ٹوکا اور برحق ٹوکا مگر مجاہد و شہید ہونے سے انکار کی جرأت ہم میں نہیں ہے، دل کانپتا ہے''۔ (مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت اور علوم ص ۲۸۱، ۲۸۲)

جہاں تک دیوبندی بریلوی اختلاف کو سمجھنے کے لیے صاحب مضمون نے مولانا قاسم نانوتوی مرحوم کی ''تحذیر الناس'' کا ذکر کیا ہے تو یہ اختلاف بھی دیوبندی بریلوی اختلاف کی بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشریح و توضیح کی، چونکہ اثر ٹھیک تھا تو ایسا مضمون و مفہوم بیان فرمایا کہ جس سے عقیدہ ختم نبوت بھی دلائل سے بیان ہوگیا اور روایت کا بھی صحیح مطلب بیان کر کے رد ہونے سے بچایا۔ دوسرا یہ کہ علماء کی آراء میں اختلاف ہوجانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشریح و توضیح میں اختلاف کے تادم زیست مولانا قاسم نانوتوی کے ساتھ اخوت و محبت کے ساتھ پیش آتے رہے جیسا کہ ''عمدۃ الرعایہ'' کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحئی لکھنوی کا اس اثر کے حوالے سے تقریباً اتفاق ہے اور مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تصحیح پر باقاعدہ ایک رسالہ ''زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ'' لکھا اور اس روایت کے مضمون کو درست سمجھا۔ جب کہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء محض ''اثر ابن عباس'' کے مضمون کو درست سمجھنے والے کو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ (دیکھیے عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۶۰)۔ باقی مولانا اشرف علی تھانوی کے کہنے کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہندوستان کے اہل علم حضرات نے مولانا قاسم نانوتوی کے اس نقطہ سے دلائل کی بنیاد پر اعتراض کیا مگر اس نقطہ کو بنیاد بنا کر تکفیر کسی نے نہیں کی۔

انوار ساطعہ

اسی طرح مضمون نگار نے ''انوار ساطعہ'' کو دیوبندی بریلوی اختلاف کے ضمن میں ذکر کیا ہے ''انوار ساطعہ'' کے بارے میں بتا تا چلوں کہ انوار ساطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے ۱۳۰۲ھ (الشریعہ ویب سائٹ کے مضمون پر کتاب کا سن طباعت کتابت کی غلطی سے ۲۰۳۱ھ لکھا ہے) میں ''انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ'' لکھی جس کے جواب میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ میں ''براہین قاطعہ علی ظلام انوار ساطعہ'' لکھی، صاحب مضمون نے انوار ساطعہ پر معاصرین علماء کی تقاریظ اور براہین قاطعہ پر کسی تقریظ کے نہ ہونے سے شاید یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انوار ساطعہ میں موجود نظریات و معمولات تو اہل السنۃ والجماعۃ کے مصدقہ ہیں جب کہ براہین قاطعہ میں موجود عقائد و معمولات خود ان علماء کے تراشیدہ ہیں۔ اول تو براہین قاطعہ تقاریظ کے لیے دیگر ہم عصر علماء کو پیش ہی نہیں کی گئی دوم انوار ساطعہ میں جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا ہے ہندوستان کے اکابر علماء اس پر اپنی رائے پہلے سے ہی دے چکے تھے۔ ذیل میں بریلوی دیوبندی مسلکی نسبتوں سے پہلے کے اکابر علماء کے معمولات و عقائد کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۱/ ۱۰۳۴ھ)

''ہر گاہ ہر محدث بدعت است و ہر بدعت ضلالت، پس معنی حسن در بدعت چہ بود''

ترجمہ ۔۔۔۔۔۔۔ ''جب ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے پس بدعت میں حسن و خوبی کے کیا معنی؟''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہوگیا تھا آپ نے مجددانہ عزیمت سے اور مجاہدانہ جدوجہد سے اسے اصلی صورت اور اصلی شان میں دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ عاجز کے نزدیک ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''بدعت حسنہ'' کی پردہ دری ہے۔ آپ سے اس دور میں کہ جب دیوبندی بریلوی مدارس قائم نہیں ہوئے تھے اور ''انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ'' اور ''براہین قاطعہ'' جیسی کتب بھی معرض وجود میں نہیں آئیں تھیں مولود خوانی سے متعلق پوچھا گیا کہ ''خوش الحانی سے قرآن شریف

پڑھنا اور نعت ومنقبت کے قصائد (خوش الحانی کے ساتھ) پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا انتہائی بصیرت آمیز جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلق طور پر بند نہ کریں گے اس وقت تک ابوالہوس باز نہیں آئیں گے اگر تھوڑا سا بھی جائز کریں گے تو بہت تک پہنچ جائے گا مشہور مقولہ ہے تھوڑا زیادہ کی طرف لے جاتا ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، مکتوب نمبر ۷۲)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام ربانی تو ایسی محفل میلاد کو جس میں قرآن خوانی اور نعت خوانی ہو کبھی جائز نہیں سمجھتے۔ بعینہ ایسے ہی مفہوم کا سوال جب علماء دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ کا جواب بھی یہی تھا جو امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوب میں درج ہے کہ اس زمانہ میں ایسی مجلس مولود جس میں کوئی خلاف شرع امور نہ ہوں درست نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہی ایک اور عظیم شخصیت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تھی۔ آپ نے عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت کو صحیح شکل میں رکھنے کے لیے جو کاوشیں کی وہ قابل تحسین ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں ''باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے'' (ماثبت بالسنہ) حضرت شیخ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے کو مکروہ فرما رہے ہیں جب کہ بریلوی مکتب فکر کے حضرات کے معمولات میں سے ہے کہ خصوصاً ۲۷/رمضان اور ۱۵/شعبان کی راتوں میں نوافل کی جماعت ہوتی ہے اور اسکے لیے باقاعدہ اعلانات کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو حضرت شیخ بدعت کہتے ہیں (اشعۃ ج ۴ ص ۲۴) اور حضرت شیخ قبروں پر قبوں کے جواز کے بھی قائل نہیں ہیں (شرح سفر السعادۃ ص ۳۴۹) اسی طرح میت کے کفن پر کچھ بھی لکھنے کو ناجائز فرماتے تھے (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴) قارئین کرام یہ وہ معمولات ہیں جو بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بڑی شدومد سے رائج ہیں اور ان کے خلاف کرنے والوں کو بریلوی مکتب فکر کے حضرات وہابی یا اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی ۸۰/سال بعد اور عالمگیر بادشاہ کی وفات سے چار سال پہلے امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نواح دہلی میں پیدا ہوئے۔ شرک و بدعات اور ہندوانہ چلن جو حضرت مجدد، شیخ عبدالحق اور سلطان عالمگیرؒ کی جدوجہد سے مٹنے لگے تھے، سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد پھر سر اٹھانے لگے۔ نام نہاد فقرا اور صوفیہ فقر کی بساط بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے لگے۔ حجر پرستی کی جگہ قبر پرستی نے لے لی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ''اور سب سے بڑی بدعت جو لوگوں نے اختراع کی وہ قبور کے بارے میں ہے اور ان قبروں کو انہوں نے عید بنا رکھا ہے'' (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۶۴) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''جو اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی یا سالار مسعود غازی کے مزار پر اس لیے گیا کہ وہاں اپنے لیے دعا کرے گا اور وہاں ضرور دعا قبول ہوگی تو اس نے بڑا گناہ کیا اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی بتوں کو پوجے یالات وعزیٰ کو پکارے (ایضاً ص ۴۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی ایسے لوگ پورے پھیلاؤ کے ساتھ موجود تھے جس طرح کے نظریات کے حامل لوگ شہر خرافات میں آج موجود ہیں۔

علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں:

''پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی کمی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی'' (ایضاً ص ۲۴)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے اور جانشین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

''شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ ائمہ واولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا، انبیاء علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا، ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا''۔

(تفسیر عزیزی ج ۱ص ۵۲)

شاہ صاحب محدث دہلوی زیارات قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زیارات قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے'' (فتاوی عزیزی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی جنہیں بیہقی وقت کہتے تھے لکھتے ہیں اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔ (مالابدمنہ ص ۸۶) دسواں، چالیسواں، برسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں'' (مالابدمنہ ص ۱۶۱)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا (مائۃ المسائل ص ۶۴)۔

قارئین کرام!

ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے براہین قاطعہ میں کوئی نئے معمولات یا عقائد متعارف نہیں کروائے تھے بلکہ وہی عقائد ومعمولات جو ہندوستان میں سلف وخلف سے چلتے آرہے تھے بیان کیے۔

ہندوستان کے اکابر علماء کے معمولات وعقائد سے کس نے اختلاف کیا؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی فکر اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشینوں کی علمی سوچ سے سب سے

پہلے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ) نے اختلاف کیا۔ انگریز دور میں سرکار کے ملازم تھے۔ مشہور مؤرخ پرفیسر ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں۔

''مولوی فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اول مفتی عدالت اور پھر کلکٹر میں رشتہ دار رہے''۔

(تذکرہ علماء ہند ص ۳۸۱،۳۸۲)

مولانا فضل رسول بدایونی کی اکثر تصانیف انگریز ملازمین کی اعانت سے چھپتی تھیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی فضل رسول بدایونی کی تصانیف کی طباعت کے سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئیں''۔ (جنگ آزادی 1857ء ص ۶۳)

مولانا پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اقتدار علمی پر حملہ کیا۔ حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد اسحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ایک طرف آپ نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات سے بھی اختلاف کیا۔ مشہور غیر مقلد مؤرخ محمد اسحاق بھٹی صاحب نے جو مولانا کے متعلق لکھا ہے وہ کافی حد تک درست لکھا ہے اور مولانا فضل رسول بدایونی کی کتب اس پر صادق آتی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''مولانا فضل رسول بدایونی بہت بڑے فقیہ اور مجادلہ ومناظرہ میں مشہور تھے اپنے مسلک اور نقطہ نظر میں سخت متعصب تھے علماء سے مخاصمت اور بحث وجدل میں تیز تھے مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر کرتے تھے اور انہوں نے جو بدعات ورسومات کی تردید کی ہے اسے غلط قرار دیتے تھے بعض مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہدف تنقید بنالیتے اور اس ضمن میں بہت آگے نکل جاتے''۔ (فقہائے پاک وہند تیرہویں صدی ہجری جلد سوم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ''بوارق محمدیہ'' میں لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ دہلوی کی ان کتابوں پر مطلع ہوئے تو ان کی (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کی کتابوں کلمات فرقہ ظاہریوں (وہابی، نجدیوں) نے بہت دخل پایا۔ اگرچہ دوسری جگہ اس کے خلاف بھی پایا جاتا ہی''(شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ ص ۶۰)۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خلاف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد مولانا سراج احمد سہسوانی نے رسالہ''سراج الایمان''لکھا۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''کوئی مجددی ان کے قول (یعنی مجدد الف ثانی کے قول) سے استدلال کرے تو وہ جانے ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا وحی سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا۔ (ملفوظات اعلی حضرت حصہ ۳ ص ۷۰)

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی مکتب فکر میں جنہیں حکیم الامت جانا جاتا ہے لکھتے ہیں: ''حضرت شاہ عبد العزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بیشک بزرگ ہستیاں ہیں؛ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی وحرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو، اس کے لیے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے''۔ (جاء الحق ص ۲۹۴)

مولانا محمد عمر اچھروی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے شاگرد مولانا محمد حسین صاحب کے ہاں زیر تعلیم رہے۔ تذکرہ اکابر اہل سنت میں مولف مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب (جن کے بارے میں بریلوی مکتب فکر کے مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمان صاحب

چئیر مین رویت ہلال کمیٹی لکھتے ہیں کہ بریلوی مسلک میں یہ حجت و سند کا درجہ رکھتے ہیں) انہیں اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں مولانا عمر اچھروی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”جب (حرمین شریفین سے) واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو بیٹھے تھے حتیٰ کہ والد ماجد کے سلجھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دست افسوس ملتے ملتے علیحدہ ہو گئے۔محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء و اولیاء کی توہین میں شائع کیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی میں شور برپا ہو گیا شاہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے۔چنانچہ حیات طیبہ کے ص ۱۲ / پر درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا جدی و علمی وقار ہباء منثورا ہو گیا“۔(مقیاس حنفیت ص ۵۷۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ان دو حضرات نے ابھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا۔لیکن آبی اثر ضرور ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا“۔(ایضاً ص ۵۷۷)

قریب قریب یہی کچھ مولانا شاہ تراب الحق قادری صاحب کے اہتمام سے لکھی جانے والی کتاب ”مکمل تاریخ وہابیہ“ ص ۷۲ تا ۷۹ پر بھی درج ہے۔ممبئی سے المیزان کا احمد رضا نمبر چھپا تھا جس میں مولانا سید عبدالکریم علی ہاشمی یوں رقم طراز ہیں:

”اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے ۱۲۷ استادوں سے لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث سند حاصل کی ہے چنانچہ سب سے پہلے آپ مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان لے کر آئے“۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۶۱۰)

مولوی غلام مہر علی چشتیاں مولف ”دیوبندی مذہب“ لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا“۔
(عصمۃ النبی ص ۸،۷)

اس پورے پس منظر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ ہندوستان میں دیوبندی مکتب فکر سے پہلے کے علماء و اکابر سے عقائد و معمولات میں اختلاف کرنے والے حضرات بریلوی مکتب فکر سے ہیں۔اختلاف کا جو تخم مولانا فضل رسول بدایونی نے بویا تھا وہ احمد رضا خان، مفتی احمد یار نعیمی، مولانا عمر اچھروی، شاہ تراب الحق قادری اور مولانا غلام مہر علی چشتی کی صورت میں تناور درخت بن چکا ہے۔مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی کا اختلاف تو بعد کی بات ہے۔

مقرظین انوار ساطعہ

اب آتے ہیں انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء کی طرف تو انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء باوجود بعض معمولات میں اجتہادی و فکری رائے کے اختلاف کے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے تھے بلکہ باہمی عقیدت و احترام کے ساتھ تعلقات قائم تھے، بلکہ بعض نے تو مولانا احمد رضا خان کی تکفیری کاوشوں کی حوصلہ شکنی کی۔بعض علماء نے انوار ساطعہ کی بعض جزیات سے اپنی کتب میں اختلاف بھی کیا۔ذیل میں اس ضمن میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا عبدالسمیع رامپوری کے پیر و مرشد ہیں ''ضیاء القلوب'' میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جو شخص مجھ سے عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ سے اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگر چہ ظاہر میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر ہوں اور وہ میری جگہ پر اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے اور ان کی برکت خدمت سے فیض حاصل کرے''۔(ضیاء القلوب ص ۷۲)

۲۔مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ آپ علماء دیوبند اور بانیان ندوۃ العلماء کو آخری زندگی تک مسلمان اور اہل السنت والجماعت سمجھتے تھے۔آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسی برگزیدہ ہستیاں شامل ہیں۔مولانا کے بارے میں احمد رضا خان اور ان کے ہمنواؤں نے یہ تاثر دیا کہ مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ بھی ندوۃ العلماء کے خلاف ہیں اور انہوں نے ندوۃ کے خلاف فتوی پر دستخط کیے ہیں جس کی بعد میں مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے تردید کی۔مولانا احمد رضا خان کو مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے ایک مفصل خط تحریر کیا جس میں مولانا احمد رضا خان کو شغل تکفیر سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''ذرا غور فرمائیے! ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے اہل السنت والجماعت کو اور بالخصوص احناف کو کیسے سخت صدمہ پہنچایا ہے.....

افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی،مولانا (احمد رضا خان بریلوی) ذرا خدا کے لیے غور کیجیے اور دشمنان دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے''

اس مراسلت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ مخالفت کی آنچ تیز ہوگئی۔ندوۃ العلماء کے لیے ندوۃ الجہلاء کا لفظ وضع کیا گیا۔۔ندوۃ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی گئی۔اس جنگ میں مولانا احمد رضا خان،مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا نذیر احمد خان رامپوری شامل تھے''۔

(سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ص ۱۷۱،۱۷۲)

۳۔مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے بارے میں تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور مولف پیرزادہ اقبال احمد فاروقی میں ہے مولانا نے عنوان باندھا ہے:

''مولانا قاسم سے دل لگی: مولانا قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری دونوں میں گونہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم مزاح و ظرافت کی گفتگو کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی''۔(ص ۱۸۵)

آگے اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔الغرض یہ کہ اختلاف کی شدت اس طرز کی نہیں تھی کہ جس طرز کی بنیاد مولانا احمد رضا خان نے ڈالی،تفصیل آگے آرہی ہے۔

۴۔مفتی ارشاد حسین رام پوری صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ''انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو سوائے قبر کے حاضر و ناظر جان کر پکارنا بطور استمداد یا بایں نظر کہ وہ سنتے ہیں جس جگہ ان کو پکارے جائز ہے یا نہیں۔آپ نے جواب دیا:

''حاظر اور ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالی کے پکارنا جائز نہیں''(فتاوی ارشادیہ ص ۱۶۷)

معلوم ہوا کہ بعض معمولات میں فکری و رائے کے اختلاف کے باوجود اعتقادی اختلاف نہ تھا۔

تقدیس الوکیل پر ایک نظر

صاحب مضمون نے جس دوسری کتاب کا ذکر کیا ہے اور جس کے پڑھنے کی قارئین کو تلقین کی ہے وہ ہے''تقدیس الوکیل'' کتاب کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل اس کے پس منظر کا جاننا اشد ضروی ہے۔

بہاولپور میں نواب آف بہاولپور نے جامعہ عباسیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔نواب صاحب آف بہاولپور خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے کے مرید تھے۔نواب صاحب نے خواجہ صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ صدر مدرس دیوبند سے منگوائیں، یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علمی حلقوں میں آج کی طرح اس وقت بھی دیوبند ہی کا نام چلتا تھا۔چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح ابوداؤد جامعہ عباسیہ تشریف لائے۔آپ کے یہاں آنے سے علمی زندگی میں بہار آگئی۔علاقہ کے بعض علماء حسد کی آگ میں جلنے لگے اور نواب صاحب آف بہاولپور کو اس پہلو سے بدگمان کیا کہ آپ کی علمائے دیوبند سے وابستگی آپ کو انگریز حکومت کے ہاں مشکوک بنادے گی اور ہمارے سیاسی وسماجی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے،آپ ان سے ہر طریق سے بچیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کے ایک شاگرد مولانا زمان شاہ ہمدانی بہاولپور رہتے تھے،آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بھی شاگرد تھے اور ان سے اکتساب علم کیا تھا۔مولانا غلام دستگیر قصوری جب کبھی بہاولپور جاتے تو مولانا سید زمان شاہ کے ہاں قیام فرماتے،سوان کی ذات اس جہت سے مجمع البحرین بنی ہوئی تھی۔تاہم یہ صحیح ہے کہ آپ پر ریاست کے سیاسی تقاضوں کا خاصہ اثر تھا۔ریاست میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک طوفان اٹھا اور ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ جس طرح بن پڑے مولانا یہاں سے ہندوستان واپس چلے جائیں۔بات چلتے چلتے مناظرہ تک پہنچی۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے اجازت بھی لے لی۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی سرپرستی میں مناظرہ شروع ہوا مولانا غلام دستگیر صاحب خود مناظر نہ بنے،آپ نے اپنی طرف سے تلیری (ضلع مظفر گڑھ) کے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا۔

امکان کذب کا موضوع زیر بحث آیا مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے عقیدہ سے ذات باری تعالی کی توہین لازم آتی ہے۔

علماء تو جانتے ہیں کہ لزوم اور التزام میں کیا فرق ہے،کسی عبارت سے کسی عبارت کا لازم آنا اور بات ہے،اور قائل کی طرف سے اس معنی کا التزام امر دیگر ہے،جب تک قائل اس جہت کا التزام نہ کرے اس کا عقیدہ نہیں کہا جاسکتا۔بہر حال مولانا غلام دستگیر صاحب اس لزوم کے مدعی قرار پائے اور مولانا سلطان محمود مناظر قرار پائے۔

مناظرہ کے بعد کس کا پلہ بھاری رہا اور کس کا کمزور؟ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حق ہمیشہ غالب آتا ہے اور باطل غلبہ نہیں پاسکتا۔مناظرہ کے بعد خواجہ غلام فرید صاحب کا مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے جانا اور اپنی مہمانی میں رکھنا اور نواب صاحب کا انہیں بصد عزت واحترام واپس بھیجنا،اصل صورت حال کی خبر دے رہا ہے۔خواجہ غلام فرید نے مولانا سہارنپوری کی کتاب ''ہدایۃ رشید'' پر جو تقریظ لکھی ہے اس سے بھی مولانا خلیل احمد صاحب سے خواجہ صاحب کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

مناظرہ کی فتح شکست کی اصل صورت حال کا اندازہ مولانا سید زمان شاہ ہمدانی جو مولانا غلام دستگیر قصوری کے بھی شاگرد تھے کے ایک خط سے ہوتا ہے۔یہ خط فارسی میں ہے اور تین پائی (ایک پیسہ) کے پوسٹ کارڈ (جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر والی ٹکٹ ہے) پر لکھا ہوا ہے،

یہ قصور کے حضرت مولانا سید محمد عبدالحق شاہ صاحب کے نام ہے ۔موصوف مولانا سید زمان شاہ ہمدانی کے بہنوئی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی ۔مولانا سید عبدالحق صاحب مولانا غلام دستگیر صاحب کے شاگرد بھی تھے اور اس مناظرہ کی اصل صحیح صورت حال جاننا چاہتے تھے ۔ یہاں خط کا ترجمہ ہدیہ قائین کیا جاتا ہے:

ترجمہ:''وہ جو آپ نے انجام مباحثہ کی اصل حقیقت کے بارے میں پوچھا ہے زمانی کی دگرگونی کے باعث میرے لیے یہ تکلیف مالایطاق ہے، تاہم جناب کے حکم کو مقدم سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عالمان باانصاف کی نظر میں سہارنپوری مولوی کا غلبہ تامہ رہا اور کسی قسم کی ان میں کمزوری نہ رہی، بلکہ یہ بات ممکنات میں سے نہ رہی کہ دوسرا فریق غالب آسکے، مگر چونکہ یہاں کے کچھ لوگوں کو مولانا سہارنپوری سے ذاتی عداوت ہوگئی ہے، اس لیے وہ مولانا کو ناحق اور بے موجب شکست کا الزام دینے لگے اور آپ کی ایذارسانی کے درپے ہوئے ۔ لیکن الحق یعلو ولا یعلی کے مطابق دشمنوں کے برے ارادے پورے نہ ہونے پائے اور اللہ عزاسمہ نے مولانا سہارنپوری کو حفظ وشان اور عافیت سے وطن واپس پہنچایا، اس تحریر کو قسم اور حلف سے موکد تصور کریں اور ساری بات کو مولانا غلام دستگیر صاحب سے پوری طرح مخفی رکھیں اور اس سلسلہ میں تاکید مزید عرض ہے اور خبر دینے والے تمام لاگوں سے اسے چھپائے رکھیں، بلکہ پڑھنے کے بعد اسے پھاڑ دیں ۔

دستخط سید محمد زمان شاہ

یہ اصلی خط حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی کے پاس محفوظ تھا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب ہمدانی نے مکہ مکرمہ میں شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو دیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے مناظرہ بہاولپور کے بعد'' تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ۔اس میں آپ کا زور کلام لزوم سے آگے نہیں چلتا، التزام تو ایک بڑی بات ہے ۔مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ''فتاوی رشیدیہ'' میں موجود ہے جو اس بیجا الزام کی کھلے بندوں تردید کررہا ہے (مطالعہ بریلویت ج ۱۳ از علامہ خالد محمود مانچسٹروی)

تقدیس الوکیل کی کارروائی خانہ ساز تھی اس کا اندازہ ''تذکرۃ الخلیل'' ص ۱۴۵ کی اس روایت سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے ۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بلفظہ مناظرہ جس طرح تحریر ہوا تھا اس لیے ہم نہیں لکھ سکے کہ جو مناظرہ مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے تھے ہم نے اس کی نقل لینے کی درخواست بخدمت جناب میر ابراہیم علی صاحب، جناب سید غلام مرتضی شاہ صاحب کی تھی اور انہوں نے ہم کو اس کی نقل کی اجازت دے دی تھی اور وہ کاغذات سرکاری طور پر بتوسط جناب مرزا جنڈوڈہ خان صاحب، جناب میاں صاحب کی خدمت میں محفوظ رکھے تھے اور جناب سید غلام مرتضی شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کل صبح کو کسی کو بھیج دینا نقل کر کے لے جائے گا۔ دوسرے روز مولانا خود مع چند طلبہ دولت خانہ بخدمت جناب شاہ صاحب گئے اور نقل کے لیے کہا، جناب شاہ صاحب نے براہ مہربانی اسی وقت آدمی کو بھیج کر میاں صاحب کے ایک خلیفہ کو بلایا اور کاغذات مناظرہ کے لانے کے واسطے حکم کیا۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آکر یہ جواب لایا کہ جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں خلیل احمد کا آدمی لکھتا تھا اسی کے پاس ہوں گے ۔میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی میاں یہ میاں صاحب کا ہی جواب ہے بلکہ کچھ عجیب نہیں یہ بیچ میں حضرت غلام دستگیر ہی کی کاروائی ہے''۔۔۔الخ

مناظرہ کی بلفظہ تحریر نہ دینے میں خدا جانے کونسے عوامل کارفرما تھے ۔لیکن اگر اس مناظرہ کی بلفظہ تحریر فریقین کو مل جاتی تو اس سے

فریقین کے موقف کا بہتر طور پر اندازہ کیا جا سکتا تھا۔

خواجہ غلام فرید جن کی سرپرستی میں مناظرہ ہوا تھا کا مناظرہ کے بعد بھی علماء دیوبند کے بارے میں عقیدت و محبت قائم رکھنا ایک عام قاری کو ''تقدیس الوکیل'' کا مطالعہ ضرور الجھن میں ڈال دیتا ہے۔خواجہ غلام فریدؒ کی دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے محبت وعقیدت کے حوالے سے ان کے ملفوظات ''اشارات فریدی'' کا مطالعہ اس ضمن میں کافی مفید رہے گا۔ایک حوالہ اس ضمن میں پیش کیے دیتا ہوں۔اشارات فریدی کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے:

''تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی زیادہ سخت مطیع تھے آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی مانے جاتے ہیں۔آپ پر شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا''(اشارات فریدی ص ۱۷۳)

آگے ایک اور مقام پر خواجہ صاحب کے حوالے سے لکھا ہے:

مولانا رشید احمد گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔۔۔۔اگرچہ دارالعلوم کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوری مشہور ہیں لیکن در اصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔(اشارات فریدی ص ۳۵۲)

حاشیہ پر لکھا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظہ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے وہابی کہتے تھے۔(ایضاً)

دیوبند مکتب فکر کے اکابرین علماء کی اپنے ہم عصر غیر دیوبندی علماء کے ساتھ محبت وعقیدت کے حوالے سے ''علماء دیوبند معاصرین کی نظر میں'' اور شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور کی کتاب ''اکابرین علماء دیوبند کیا تھے'' کا مطالعہ کافی مفید رہے گا۔

حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے جواب میں

دیوبندی، بریلوی اختلاف میں جو شدت پیدائی اس میں ایک بنیادی وجہ اگر دیکھی جائے تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا وہ تکفیری فتوی ہے جو حسام الحرمین کے نام سے چھپا۔بریلوی مکتب فکر کے تمام بڑے علماء دیوبندی بریلوی اختلاف کو حسام الحرمین میں درج علماء دیوبند کی عبارات ہی کو گردانتے ہیں۔صاحب مضمون کو بھی اقرار ہے کہ طرفین کے علماء(دیوبندی و بریلی) کا اختلاف اور اس میں انتہائی شدت حسام الحرمین کے منظر عام پر آنے کے بعد ہوئی۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انتہائی متشدد تھے اور مخالفین کے بارے میں انتہائی سخت زبان استعمال کرتے تھے۔چنانچہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی جو آپ کے شاگرد خاص تھے اور انہوں نے ہی مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ ''کنزالایمان'' کا حاشیہ بھی لکھا جو''خزائن العرفان'' کے نام سے مشہور ہے مولانا احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے:

''حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو

تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھنے کے بعد ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں تو گالیاں بھری ہیں''۔
(سوانح امام احمد رضا ص ۱۳۱ بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت ص ۲۷۵)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں ممتاز بریلوی علماء کی کتب پڑھیں تو ایک بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا مزاج حد درجہ اختلافی تھا۔ مفتی سید شجاعت علی قادری کی یہ تصریح جو حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن میں ہے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی (ص ۱۷۰) آگے ایک اور مقام پر ہے ''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے'' (ص ۱۷۳)

یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی و بریلی اختلاف کی اصل بنیاد احمد رضا خان کی حسام الحرمین بنی۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک معتقد و سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی سوانح اعلیٰ حضرت کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خان نے قلم اٹھایا، کثرت سے کتابیں لکھیں فتوے صادر کیے، حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جن کو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کے مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی۔ دونوں جماعتوں علماء اور عوام کے درمیان تخالف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے''۔ (سوانح اعلیحضرت ص ۸)

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت کو پڑھتا ہے تو یہ ضرور سوچتا ہے کہ تفریق بین المسلمین آخر اتنا بڑا کارنامہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جائیں؟ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۲ء میں پہلی بار اپنی کتاب ''المعتمد المستند'' شائع کی جس میں پہلی دفعہ علماء دیوبند کی تکفیر کی علماء دیوبند جن میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو ہدف تنقید بنا کر تکفیر کی گئی۔ رسالہ چونکہ عربی میں تھا تو عوامی سطح پر اسے زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ علماء دیوبند کی طرف سے بھی اس کو اہمیت نہ دی گئی کیونکہ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خان بریلوی ندوۃ العلماء کے خلاف بھی کافی کچھ سخت لکھ چکے تھے۔ جیسا کہ ماقبل میں سیرت مولانا محمد علی مونگیری کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ندوہ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی تھی۔ علماء دیوبند نے اس تکفیری مہم کو اسی کے قبیل سے سمجھا؛ تاہم بعض علماء نے اس کا جواب دینا شروع کیا اور وعظ و تقاریر میں علی الاعلان کہا جانے لگا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہم پر بہتان و افتراء ہے ہمارے عقیدے ہرگز ایسے نہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۵ء میں ایک منظم فتوی مرتب کیا جن میں علماء دیوبند کی بعض نامکمل عبارتوں کو نقل کر کے حجاز مقدس کا سفر کیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیان کرام سے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کہا کہ ''ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے۔ مسلمانوں میں سے ہی بعض ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں جن کا عام مسلمانوں پر اثر پڑ رہا ہے۔ ہم غرباء اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس میں ہم کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ آپ حضرات مکہ و مدینہ کے رہنے والے ہیں تو دینی

رہنمائی میں ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس فتوی پر آپ کی مہریں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے سلاب سے روک سکتی ہیں وگرنہ یہ فتنہ اتنا شدید ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے۔المدد! المدد! اے لشکر محمدی کے شہسوارو!۔(ملخصا حسام الحرمین تمہید) گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اس فتوی پر علماء حرمین کے دستخطوں اور مہروں پر مشروط تھی۔

مولانا احمد رضاخان بریلوی نے تمہید میں فرقہ مرزائیہ وغیرہ کا ذکر بھی کیا جس سے عام تاثر یہ ملا کہ یہ فرقہ اسماعیلیہ (شاہ اسمٰعیل دہلوی کی طرف منسوب) اور فرقہ قاسمیہ (مولانا قاسم نانوتوی کی طرف منسوب) وغیرہ جدید فرقہ بمثل مرزائیہ کے ہیں۔چونکہ ان دنوں مرزائی فتنہ بام عروج پر تھا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولانا احمد رضاخان بریلوی کی ان باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس فتوی پر تصدیقیں لکھ دیں،بعض علماء نے احتیاط فرمائی اور اپنی بات مشروط کر دی کہ اگر واقعی ان علماء کی طرف جو عقائد منسوب کیے ہیں اور ان میں ہیں تو یہ علماء کافر ہیں۔مولانا احمد رضاخان بریلوی نے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تکذیب رب العزت اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقیص واہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام لگا کر تکفیر کی۔

ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ہندوستان کے ان علماء کرام کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیان کرام نے بھی کفر کا فتوی دیا ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر۔علماء حرمین کی تصدیقات نے ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اس فتوی سے متاثر کیا۔اب جب علماء دیوبند نے دیکھا کہ سادہ لوح مسلمان حرمین کے علماء کے نام سے متاثر ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے اصل حقیقت کا اظہار ضروری سمجھا۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بقید حیات تھے جب کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے۔ان دو حضرات نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دے کر اپنی طرف منسوب کفریہ عقائد سے براءت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ ''حسام الحرمین'' میں جو عقائد ہماری طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ محض افتراء ہے،ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ''السحاب المدرار اور قطع الوتین'' وغیرہ میں چھپ گئے تھے۔مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک مستقل رسالہ ''بسط البنان'' شائع کیا۔مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام لگایا ''تحذیر الناس'' کی عبارت جو تین مختلف مقامات سے لی گئی ان کو ایک مستقل عبارت بنایا۔یہی نہیں بلکہ ان تین مختلف فقروں کی ترتیب بھی بدل دی یعنی تین فقرے جن میں ایک فقرہ صفحہ ۳ کا، ایک فقرہ ۱۴ کا اور ایک صفحہ ۲۸ کا تھا کو ایسے کیا کہ صفحہ ۱۴ والے فقرے کو پہلے لکھا اور پھر صفحہ ۲۸ والے فقرے کو،صفحہ نمبر ۳ والے فقرے کو سب سے آخر میں لکھا۔اور صفحات کا نمبر تو درکنار،فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہ دیا گیا۔جس سے پڑھنے والا یہی سمجھنے پر مجبور ہو کہ یہ ایک مستقل عبارت ہے۔مولانا احمد رضاخان کی ترتیب بدلنے کا یہ اثر ہوا کہ ''تحذیر الناس'' کے تینوں فقرے جو اپنے مفہوم میں واضح تھے اور جن کو علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ دیکھنے پر انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہوتا تھا اس طرح عبارات کی ترتیب بدلنے سے انکار ختم نبوت کا مفہوم معلوم ہونے لگا۔تکفیر جیسے مسئلہ میں اس بے احتیاطی پر مولانا احمد رضاخان بریلوی کے متعلق ہرگز یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے لاعلمی یا ناسمجھی کی وجہ سے ہوا بلکہ مولانا احمد رضاخان بریلوی نے دانستہ طور پر ایسا کیا،جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مولانا احمد رضاخان بریلوی نے تکفیر کے مسئلہ پر شرعی احتیاط کو ہرگز ملحوظ نہیں رکھا۔بہرحال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف

کر دینے سے یا اس کی ترتیب الٹ دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں آسمان زمین کا فرق ہو جاتا ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس اور دیگر تصنیفات کا مطالعہ کریں تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعوی کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں باطل ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک حوالہ پیر کرم شاہ الازہری کا پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو انہوں نے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' مولانا نانوتوی کے متعلق لکھا ہے:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے۔ اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو صراحۃ ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۸)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تکذیب رب العزت کا الزام لگایا اور کہا کہ ان کا فتوی مع مہر خود مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جس میں ہے کہ ایسا شخص جو خدا کو بالفعل جھوٹا مانے تو ایسے شخص کو کافر تو درکنار فاسق بھی نہ کہو۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے حسام الحرمین میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور فتاوی رشیدیہ میں اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خان کے ایک عقیدت مند میاں جی عبد الرحمن کے ایک رسالہ میں اس فتوی کا ذکر دیکھا تو اسی وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ مولانا اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جارہی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ:

''یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ بھلا میں ایسے کیسے لکھ سکتا ہوں؟''

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کا ذکر مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعدد رسائل ''اسحاب المدار'' اور ''تزکیۃ الخواطر'' وغیرہ میں کیا جو مولانا احمد رضا خان صاحب کی زندگی میں ان تک پہنچائے گئے۔

ادھر جب حرمین کے علماء کو یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جن علماء کے کفر کی تصدیقیں کروائی ہیں وہ حضرات اور ان کے متبعین ان عقائد سے براءت کا اظہار کر رہے ہیں اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس ضمن میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ایسی صورت حال میں عرب کے علماء نے دیوبند مکتب فکر کے علماء سے رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کیے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب کے متعلق تھے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا مفصل و مدلل جواب تحریر فرمایا جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریبا سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور حرمین شرفین کے علماء اور ان کے علاوہ مصر و شام کے ممالک کے اہل فتاوی کے پاس وہ جواب بھیجا گیا جس پر ان علماء نے تصدیق و تائید فرمائی کہ یہی عقیدے جو علماء دیوبند نے تحریر فرمائے ہیں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے ہیں اور ان میں کوئی عقیدہ بھی اہل سنت کے خلاف نہیں۔ یہ سارے سوالات و جوابات اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک کے لگ بھگ ۴۶ علماء کی تصدیقات اسی زمانہ میں جب کہ حسام الحرمین کو شائع ہوئے کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے شائع ہوگئی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین

''حسام الحرمین'' میں موجود فتوی سے باز آتے؛ لیکن ایک غیر جانبدار شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آیا وہ کونسے عوامل کارفرما تھے کہ علماء دیوبند کی طرف سے اتنی واضح وضاحت آنے کے باوجود دوسری طرف سے تکفیری مہم میں بال برابر بھی فرق نہ آیا۔؟

مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی کی ''الصوام الہندیہ'' کے جواب میں مولانا حشمت علی کی ہی تکفیری سرگرمیوں کے طفیل دیوبندی مکتب فکر کے مولانا عبدالرؤف جگن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء ہندوستان بھر کے علماء کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے نزدیک مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ کافر ہیں تو جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی بقول مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے حضرات اکابر علماء دیوبند کافر ہیں؟ جواب میں ہندوستان بھر کے تمام بڑے بڑے دینی مراکز کے تقریبا 616 علماء نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا کہ علماء دیوبند مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ان تمام علماء کے ناموں کی فہرست مولانا عبدالرؤف جگن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''براءت الابرار عن مکائد الاشرار'' نامی کتاب میں شائع کی جو کہ ۱۹۳۴ء میں طبع ہوئی۔

صاحب مضمون نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدین اجمیری اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے متعلق یہ لکھا کہ یہ حضرات علماء دیوبند کی عبارات کو غلط، گستاخانہ اور کفریہ تو سمجھتے تھے لیکن علماء دیوبند کو کافر کہنے سے زبان کو روکے رکھا تھا۔افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس ضمن میں صاحب مضمون نے صحیح معنی میں بریلوی ہونے کا حق ادا کیا ہے۔کیونکہ ان حضرات کا موقف بالکل اس کے برعکس ہے جیسا کہ ان کی کتب اور ان کے شاگردوں کی کتب سے ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے چنانچہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء کے استاذ جناب مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی ''سیف العطاء'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ گولڑی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھتے ہیں ''ہمارے اکابر نے اعیان دیوبند کی تکفیر نہیں کی،اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہ رکھا (الطاری الداری حصہ اول ص ۱۶)۔جبکہ مولانا معین الدین اجمیری مرحوم معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی سے حد درجہ اختلاف رکھتے تھے اس کا اندازہ مولانا معین الدین اجمیری کی ''تجلیات انوار المعین'' کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے یہ کتاب خاص مولانا احمد رضا خان بریلوی کو مخاطب کرکے لکھی گئی ہے دوسری بات یہ کہ مولانا معین الدین اجمیری کے سامنے جب علماء دیوبند کی تکفیر کا سوال آیا تو آپ نے علماء دیوبند کے متعلق فرمایا کہ:

''یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں'' (مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت اور علوم)۔

مذکورہ بالا مشائخ کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حضرات علماء دیوبند کی بعض عبارات کو گستاخانہ ہی مانتے تھے لیکن تکفیر سے کف لسان کرتے تھے صاحب مضمون کی حد درجہ غلط بیانی ہے۔

رد بریلویت کی وجوہات اور پس منظر پر ایک نظر

سارے پس منظر سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تکفیر جیسے مسئلہ پر جس شرعی احتیاط کو ملحوظ رکھنا تھا وہ نہ رکھا اور اپنی عمر کے پچاس سال ہندوستان کے احناف کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے پر برباد کردیے۔صاحب مضمون نے دیوبندی مکتب فکر کے متعلق یہ لکھا کہ علماء دیوبند کی طرف سے کوئی فتوی عقائد میں یا معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلاف نہیں

شائع ہوا،اگرہوابھی تو فاضل بریلوی کی وفات کے ۲۵،۳۰ سال بعد؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے دیوبند مکتب فکر کی طرف سے مولانا سید مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل ہی کا مطالعہ کرلیا جائے تو اس کذب کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضاخان بریلوی کی زندگی میں ہی ''الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب'' لکھی۔مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد رسائل فاضل بریلوی کی حیات میں لکھے اور مناظروں کا چیلنج دیا۔فاضل بریلوی کے اصرار پر کہ مناظرہ کے لیے مدمقابل مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری کی بجائے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اگر تقریری مناظرہ کریں گے تو وہ مناظرہ کریں گے - کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے معتدل مزاج شخصیت نے بریلوی دیوبندی قضیہ کے حل کے لیے مولانا احمد رضاخان بریلوی کی اس رائے کو منظور کرلیا اور تقریری مناظرہ کے لیے رضامندی کی تحریر بھی دے دی۔لیکن افسوس! مولانا احمد رضاخان بریلوی کی مناظرہ سے پہلوتہی کی وجہ سے یہ مناظرہ منعقد نہ ہوسکا۔اس پورے واقعہ کی روداد ''القاصمۃ الظہر فی بلند شہر'' نامی رسالہ میں اسی زمانہ میں چھپ گئی تھی۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مضمون نگار نے یہ لکھا ہے کہ انہوں نے مقدمہ بہاولپور میں بریلوی حضرات کے متعلق اپنے بیان میں لکھا کہ وہ کسی صورت بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے تو مولانا انور شاہ کشمیری کے اس بیان کا مقصد جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ تھا کہ بریلوی عوام کی وہ تکفیر نہیں کرتے کیونکہ خاص علم غیب کے رد کے عنوان پر تو مولانا کا اپنا رسالہ ''**سھم الغیب فی کبد اہل الریب**'' موجود ہے۔(یہ بھی یاد رہے کہ مقدمہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی (خلیفہ مجاز جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے قادیانیوں کے مقابل علماء بریلویہ کی بجائے علماء دیوبند کے چوٹی کے علماء کو مدعو کیا جن میں علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی محمد شفیع اور مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری وغیرہ شامل تھے)

اس کے علاوہ بریلوی مکتب فکر کی کتب جن میں مولانا احمد رضاخان بریلوی کی وصیت جو کہ وصایا شریف کے نام سے چھپی تھی میں مولانا حسنین رضاخان کی عبارت اور سید ایوب علی رضوی (سید ایوب علی رضوی بریلوی مولانا احمد رضاخان بریلوی کے خلفاء میں سے تھے) کی نغمۃ الروح کی بعض عبارات پر ہندوستان بھر سے ۳۹۰ رکے لگ بھگ علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔مولانا عبدالرؤف جگن پوری صاحب نے ان ناموں کی فہرست ''خنجر ایمانی برحلقوم رضاخانی'' کے نام سے شائع کی تھی۔ہاں البتہ دیوبندی بریلوی نزاع کو ختم کرنے کی دوسری اور بڑی کاوش ۱۳۵۴ھ میں فاضل بریلوی کی وفات کے بعد مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔مولانا منظور نعمانی اور مولانا حشمت علی خان خلیفہ مولانا احمد رضاخان بریلوی کے درمیان عبارات کے موضوع پر لاہور میں مناظرہ ہونا طے پایا تھا۔جس کے لیے علامہ اقبال، پروفیسر علامہ اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری حکم طے پائے تھے۔افسوس دیوبندی، بریلوی نزاع کے خاتمے کی یہ کاوش بھی رائیگاں گئی۔مکمل تفصیل مولانا منظور نعمانی کے رسالہ ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

پاکستان میں بریلوی مکتب فکر کی صحیح نمائندگی مفتی احمد یار خان نعیمی اور مولانا محمد عمر اچھروی نے کی۔ان دو حضرات نے بریلوی مکتب فکر میں رائج باطل عقائد و معمولات اور خرافات کو دلائل سے مزین کیا، یہ کہنا بجا ہوگا کہ مفتی احمد یار نعیمی کی جاء الحق اور مولانا محمد عمر اچھروی کی مقیاس حنفیت نے بریلوی مذہب کو مدون کیا۔مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کتب ان دو کتب جاء الحق اور مقیاس حنفیت میں درج مسائل کو بنیاد بنا کر ہی لکھی گئی ہیں۔اس سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قیام پاکستان کے بعد ان دو حضرات کی کتب ہی دیوبندی، بریلوی نزاع (جو تقسیم کے وقت کہیں دب چکا تھا) کو اجاگر کرنے کا باعث بنی۔جواباً علماء دیوبند کی طرف سے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ردعمل آنا فطری تھا۔

صاحب مضمون نے مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لکھا کہ انہوں نے اور بعد میں ان کے شاگردوں نے پاکستان میں دیوبندی، بریلوی اختلاف کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا، اور یہ بھی کہ مولانا حسین علی واں بھچراں، پیر مہر علی شاہ جیسے صوفی مست بزرگ کو مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولانا حسین علی واں بھچراں اور پیر مہر علی شاہ کے درمیان علمی مسائل پر بحث کو دیوبندی، بریلوی نزاع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور مولانا غلام محمد گھوٹوی اس سارے واقعہ میں آپ کے ساتھ تھے اور مولانا حسین علی واں بھچراں سے بات کرنے کے لیے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے آپ ہی کو منتخب کیا تھا لیکن اس کے باوجود جب مولانا غلام محمد گھوٹوی سے علماء دیوبند کے اکابر اربعہ کے کفر و ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ (مولانا غلام محمد گھوٹوی) نے فرمایا کہ:

''یہ اکابر علماء دیوبند ہرگز کافر نہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں'' (براۃ الابرار ص ۹۸)۔

پھر مقدمہ بہاولپور میں شہادت دینے کے لیے دیوبند کے فاضلین کا انتخاب بھی اس تاثر کو غلط ثابت کرتا ہے کہ خانقاہ گولڑہ شریف سے وابستہ حضرات کا علماء دیوبند سے اختلاف مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین کے طرز کا تھا۔ مولانا حسین علی واں بھچروی کے متعلق یہ کہنا کہ 'مماتی فکر آنجناب کی فکر کا شاخسانہ تھی' قطعاً درست نہیں جس کا جواب مولانا ہی کے شاگرد مولانا سرفراز خان صفدر نے تفصیلاً اپنی کتاب ''سماع موتی'' میں دے دیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ پیر مہر علی شاہ صاب مرحوم علم غیب کے متعلق نظریہ میں علماء دیوبند کے ساتھ ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں پیر صاحب لکھتے ہیں جس خبر کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتے ہیں وہ وحی، کشف، الہام کے ذریعہ سے دیتے ہیں اور یہ علم غیب نہیں (مخلصا) دوسرا ایک جگہ مرزا قادیانی کے اس قول کی کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی کا رد کرتے ہوئے ان نصوص کے منافی قرار دیا جس میں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اب دیکھا جائے تو فاضل بریلوی اور اس کے متبعین کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کا کہ کب آئے گی اس کا بھی علم تھا۔

صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ پاکستان میں فاضل بریلوی پر تحقیقی انداز میں سب سے پہلے ڈاکٹر مسعود نقشبندی اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے کام کیا۔ جب کہ ہم ماقبل میں یہ لکھ آئے ہیں کہ فاضل بریلوی کی فکری، نظریاتی اور اعتقادی سوچ کو پاکستان میں سے پہلے مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کتابی شکل میں مدون کر چکے تھے اور اسی کے ردعمل کے طور پر مولانا سرفراز خان صفدر جیسی شخصیات نے ہندوستان کے اکابر علماء کی تعلیمات کے تحفظ کے لیے علمی انداز میں قلم اٹھایا۔ مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کے متعلق ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان کے اکابر علماء سے ان حضرات نے اختلاف کیا۔

پنجاب کے دیگر مشائخ کے موقف کا ہم اگر باغور جائزہ لیں تو پیر مہر علی شاہ مرحوم سمیت پنجاب کے بڑے علمی گھرانے خانقاہ سیال شریف سے منسلک تھے۔ مولانا ذاکر صاحب بانی جامعہ محمدی شریف جھنگ (جن کا تذکرہ خیر صاحب مضمون نے بھی کیا ہے) خواجہ ضیاء الدین سیالوی مرحوم جو کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے والد تھے کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب خواجہ صاحب دیوبند تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ''یہاں آکر میں نے اصلی حنفیت دیکھی ہے'' (ملاحظہ کیجیے ھوالمعظم اور جامعہ محمدی کا مجلہ الجامعہ ستمبر ۱۹..)۔ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اصل حنفیت کے علمبردار دیوبندی مکتب فکر کے علماء تھے۔ خانقاہ سیال شریف کے ہی خواجہ قمر الدین سیالوی کا مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق یہ کہنا کہ میں ان کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان مانتا ہوں (ملاحظہ کیجیے ڈھول کی آواز) اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فاضل بریلوی کے فتوی حسام الحرمین کی خانقاہ

سیال شریف والوں کے ہاں کتنی قدر و قیمت تھی۔

اس کے علاوہ خانقاہ شرقپور شریف، خانقاہ جلال پور شریف، خانقاہ سراجیاں وغیرہما کے مشائخ نے بھی احمد رضا خان بریلوی کی تکفیری مہم کا ساتھ نہ دیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مطالعہ بریلویت جلد ۱)

اس سارے پس منظر میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی معمولات وعقائد کو دیوبندی بریلوی نزاع سے پہلے اور بعد کے علماء کی تائید حاصل تھی اور پنجاب کے مشائخ کا بعض جزئیات میں علماء دیوبند سے اختلاف کے باوجود آپس میں باہمی محبت و پیار کا تعلق قائم تھا۔

عددی اکثریت

بریلویت کا مدار مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اصولی نسبت پر ہے۔ پس جو لوگ بعض معمولات میں بھلے مولانا احمد رضا خان کے ہمنوا ہوں لیکن دوسرے فرقوں کو مسلمان جانتے ہوں تو ایسے لوگ بریلوی نہیں۔ کیوں کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے جو بریلوی سنی ہونے کا معیار رکھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ عقائد ونظریات میں فاضل بریلوی کا ہمنوا ہو اگر کوئی شخص فاضل بریلوی کے عقائد ونظریات سے اتفاق نہیں کرتا تو ایسا شخص بریلوی مکتب فکر کے علماء کے نزدیک مسلمان نہیں جیسا کہ ان کی معتبر کتابیں ''الصوارم الہندیہ، فتاوی صدر الافاضل وغیرہ میں درج ہے۔ یوں کہہ لیں کہ ایک بریلوی وہ ہے جو'' حسام الحرمین'' کے فتوی کو مانتا ہو، موجودہ حرمین کے علماء کو مسلمان نہ جانتا ہو۔ اس معیار کو مدنظر رکھیں تو بہت سے لوگ معمولات میں تو شاید بریلوی مکتب فکر کے ہمنوا ہوں لیکن نظریات میں یکسر اختلاف کرتے ہیں۔ مشائخ وعوام میں سے وہ جو دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر نہیں کرتے احمد رضا خان بریلوی کے ہمنوا نہیں ہیں، جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اماموں کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں ہرگز بریلوی نہیں۔

مثال کے طور پر مولوی حشمت علی پیلی بھیتی صاحب الصوارم الہندیہ کا سید محمد کچھوچھوی پر فتوی تکفیر محض اس بنا پر کہ انہوں نے جمعہ کی نماز ایک دیوبندی امام کی اقتداء میں پڑھی تھی یہ فتوی بعد میں انہوں نے ''ستر باادب سوالات'' نام کے رسالہ میں چھاپ کر تقسیم کیا۔ دوسری مثال جسٹس پیر کرم شاہ الازہری ہیں جنہوں نے ایک مکتوب میں دیوبندی مکتب فکر کے مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی تعریف کی تھی۔ جواباً بریلوی مکتب فکر کے بہت سے علماء کی جانب سے آپ کی تکفیر اور رد میں کتابیں لکھی گئیں۔ جیسا کہ ''علمی محاسبہ اور جسٹس کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ'' وغیرہ کتابیں قابل ذکر ہیں۔ تیسری مثال مفتی خلیل احمد خان صاحب برکاتی کی ہے۔ آپ نے علماء دیوبند کے بارے اپنے تکفیری موقف سے رجوع کیا اور ایک کتاب بنام ''انکشاف حق'' لکھی جس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تکفیری فتوی پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کی۔ کتاب ہی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض احمد رضا خان کے تکفیری موقف سے رجوع کی بابت جماعت بریلویہ کی طرف سے ان پر کیسے کفر کے فتوے صادر کیے گئے۔

اس سارے پس منظر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی صرف وہی لوگ ہیں جو مولانا احمد رضا خان سے اپنی نسبت جوڑتے ہیں اور فتوی تکفیر میں مولانا کے ہمنوا ہیں۔ اب جتنے بھی علماء کے نام صاحب مضمون نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں جیسا کہ مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی، پیر کرم شاہ الازہری، مولانا سلطان محمود دپپلا نوالی، مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد ذاکر بانی جامعہ محمدیہ جھنگ، علامہ حکیم محمود احمد برکاتی، خواجہ محمد عمر بیربلوی، پیر سید نصیر الدین گولڑوی، وغیرہ اور مشائخ میں سے پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہم کو اس معیار پر پرکھ لیں؛ اگر وہ حسام الحرمین اور

الصوارم الہندیہ کے علماء دیوبند کے متعلق تکفیری فتوی سے متفق ہیں تو بریلوی ہیں وگرنہ انہیں بریلوی فکر کا تو کجا حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے فتوی کی رو سے مسلمان بھی نہیں کہا جا سکتا۔جس کا ادراک ہر صاحب ذی روح کے علاوہ صاحب مضمون کو بھی ہے اور اس ضمن میں وہ مولانا شاہ وجیہ الدین کا ایک اقتباس بھی اپنے مضمون میں نقل کرتے ہیں جس کے آخری سطر میں یہی لکھا ہے۔

دیوبندی بریلوی نزاع کیسے ختم ہو؟

حسام الحرمین کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب ’’المہند علی المفند‘‘ جسے مولانا عبدالستار خان نیازی مفید کتاب لکھتے ہیں (دیکھیے اتحاد بین المسلمین ص ۱۰۶)اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

’’المھند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے۔(ایضا)

مولانا عبدالستار خان نیازی کی طرح دیگر بریلوی علماء بھی اس قسم کی جرأت کا مظاہرہ کریں تو دو دھڑوں کو قریب آنے میں مدد ملے گی
ہم نے اختصار کے ساتھ دیوبندی بریلوی نزاع کے موضوع پر لکھے جانے والے مضمون کی بعض خامیوں پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے اور بعض ایسے عوامل جن کا صاحب مضمون نے دانستہ یا نادانستہ طور پر تذکرہ نہیں کیا، یا کیا بھی تو حقائق سے چشم پوشی کر کے ہم نے اس مضمون میں مناسب الفاظ میں تذکرہ کر دیا ہے۔صاحب مضمون نگار جناب سراج الدین امجد کی طرف سے اس پر مزید کچھ لکھا گیا تو انشاء اللہ اس پر ہم مزید کچھ عرض کر دیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے علماء کے درمیان محبت و اخوت کی وہ فضا پھر سے قائم کر دے جو مولانا احمد رضا خان بریلوی سے پہلے تھی۔آمین!

نوٹ: مضمون سے کلی طور پر ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں لیکن مجموعی حیثیت سے مضمون میں دیوبندی بریلوی اختلاف پر بہترین روشنی ڈالی گئی ہے۔اور ہم نے بھی اسی پس منظر میں اس کو کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ساجد

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(باب دھم)

اس باب میں اکابر دیوبند کی ذات پر بے ہودہ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں نیز تصوف سے متعلق بعض عبارات نیز چند ایسی حکایات جو بظاہر غیر مناسب معلوم ہوتی ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے

مؤلّف

مناظر اہل السنّت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

باہتمام

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

قارئین کرام! رضاخانی مولوی صاحب نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا:

''دیوبندی اکابر کی تہذیب وتصوف''

اس عنوان کے تحت رضاخانی معترض نے ص۱۶۱ تا ۱۸۸ چند عبارات پیش کی اور یہ تاثر دیا کہ دیکھو کس قدر فحش کلامی اور فحش حرکات ہیں جو دیوبندیوں سے صادر ہورہی ہیں ۔حالانکہ ان عبارات پر اعتراض کرنا رضاخانی مولوی کی جہالت وتعصب ہے ۔بعض اوقات کسی کو سمجھانے کیلئے حضرات صوفیاء کرام ومرشد کوئی مثال دے دیتا ہے اور مثال چونکہ اقرب الی الفہم ہوتی ہے لہذا سمجھنے میں معاون ومددگار ہوتی ہے ۔حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مثنوی کے شارح تھے اور مثنوی میں ایسا طرز رکھا گیا ہے کہ جس میں بعض مثالیں بظاہر فحش معلوم ہوتی ہیں مگر نتائج کے اعتبار سے انتہائی سبق آموز ہیں لہذا اپنی مجلس میں کبھی کبھی مولانا روم کے اس طرز کو اختیار کرلیتے ۔آپ خود فرماتے ہیں:

''یہاں ایک مضمون اور ذہن میں آگیا وہ یہ کہ مولانا کی مثنوی میں بھی بہت سے فحش قصے ہیں اگر یہ کتاب مولانا کی نہ ہوتی تو ہم اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا نے جہاں کہیں ایسے قصے لکھے ہیں، وہاں بغیر ان کے کام نکل ہی نہیں سکتا تھا، تو اب اس کی مثال ایسی ہوگئی جیسے اناج کی کاشت کہ اناج کیسی پاکیزہ چیز ہے لیکن اس کی کاشت میں پہلے کھاد دینا پڑتا ہے ۔اگر اس پر اناج کی پیداوار موقوف نہ ہوتی تو اس کا ڈالنا لطیف طبعیتیں کبھی گوارا نہ کرتی ۔یہ لوگ چونکہ اہل تحقیق اور عارف ہیں یہ فحش سے بھی وہ پاکیزہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دوسرا کوئی نہیں نکال سکتا۔ان کے فحش کلام سے بھی انوار پیدا ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں گندگی بھرئی ہوئی ہے دین اور عرفان سے ان کو مس نہیں ان کے پاکیزہ کلام سے بھی گندگی اور ظلمات ہی پیدا ہوتے ہیں لہذا ناولوں کو مثنوی پر قیاس نہیں کرسکتے''۔

(خطبات حکیم الامت ذکر وفکر، ج ۲۲ ص ۲۴۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے واقعات اس معترض نے پیش کیئے وہ سب مثنوی مولانا روم میں موجود ہیں ۔اور جو واقعات مثنوی میں بالفرض نہیں تو ان ہی کے ہم معنی واقعات مثنوی میں موجود ہیں ۔اگر اسی بنیاد پر اعتراض کرنا ہے تو معترض کو تو پہلے مولانا مثنوی، اس کے بعد اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے ۔چنانچہ ملاحظہ ہو چند واقعات ۔

(اعتراض نمبر ۱۸۶): عورت کی فرج سے روٹی لگا کر کھائی

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۱)

رضاخانی نے اس عنوان سے جو قصہ نقل کیا وہ مختصراً آگے آرہا ہے پہلے ایک گدھے وکنیز کا واقعہ مثنوی سے ملاحظہ ہو۔

(۱) گدھے اور کدو کا واقعہ

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''داستان آن کنیزکہ باخر خاتون خود شہوت میداند واوراشہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بود وکدوئے درقضیب خرمیکر دتاازاندازہ نگزرد وخاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقہ کدو راندید کنیزکہ رابہ براہ کردجائے دور دورہ بآں خرجمع شد بےکدو ہلاک شد وبفضیحت کنیزک بیگاہ بازآمد

نوحہ کرد کہ اے جانم واے چشم روشنم کیر دیدی وکدو ندیدی وآں در گرد یدی کل ناقص ملعون یعنی کل نظر وفہم ناقص ملعون وگرنہ ناقصان ظاہم جسم مرحوم اندنہ ملعون''۔

(ترجمہ) اس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اس نے اس کو انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کے قضیب (آلہ تناسل) میں کدو پہنچا دیتی تھی تا کہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ نہ سمجھی باندی کو ایک بہانے سے بہت دور روانہ کر دیا اور بغیر کدو کے اس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ رتو نے کیر (آلہ تناسل) دیکھا کدو نہ دیکھا، ذکر دیکھا اور دوسرا نہ دیکھا۔

ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر کوتاہ سمجھ ملعون ہے۔

یک کنیز خرے برخود فگند   از وفور شہوت وفرط گزند

اے باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آن خرز را بگاں خو کردہ بود   خر جماع آدمی بے بردہ بود

اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈال دی تھی گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا۔

یک کدوی بود حیلت سازہ را   درنرش کردہ پئے اندازہ راہ

اس حیلہ ساز باندی کے پاس ایک کدو تھا جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اس کے ذکر میں پہنایا تھا

در قضیبش آن کدو کردے عجوز   تا رونیم ذکر وقت سپوز

بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا لیتی تا کہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گرہمی کیر خراندروے رود   آں رحم وآں رودہا ویراں شود

اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جائے تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائے

خرہمی شد لاغر وخاتون   اوماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چومو

گدھا دبلا ہو رہا تھا اور اس کی مالکن حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کیوں ہو گیا؟

اس کے بعد اشعار لکھے کہ مالکن نے جب اس کی جستجو کی کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے؟

خرہمی گاید کنیزک راچناں   کہ بعقل ورسم مرداں باز ناں

گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے جو مردوں کا عورتوں سے رسم وعقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن است   پس من اولی ترکہ خر ملک من است

وہ حسد میں مبتلا ہوگئی بولی جب یہ ممکن ہے تو میں زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے۔

چند اشعار لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

ازطرب گشتہ بزان زن ہزار   درشرار شہوت خیر بیقرار

مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہوگئی وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بے قرار ہوگئی۔

(مولوی مثنوی دفتر پنجم)

آگے پھر اشعار لکھے کہ چونکہ شہوت نے اسے اندھا کر دیا اور پاس پڑے ہوئے کدووں پر غور نہ کرسکی اور بغیر گدھے کے ذکر پر کدو شریف چڑھائے عورت نے ذکر اپنے اندر لے لیا۔گدھے نے جب ایک ہی جھٹکا مارا تو اس نے عورت کا کلیجہ تک چیر دیا جس سے وہ گدھے کی مالکن اسی وقت مرگئی۔

اس قصہ سے مقصود مولانا کا یہ تھا کہ شہوت کے گدھے سے بچو جو بھی اس کے زیر اثر آگیا مارا گیا۔شہوت انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔وہ آس پاس موجود چیزوں پر بھی نظر نہیں رکھتا۔اور نیز جب بھی کوئی کام کرنے لگو تو پہلے اس کام کے ماہرین سے پوچھ لو اگر اس مالکن نے کنیز سے کدو کے متعلق پوچھا ہوتا تو اس ذلت آمیز انجام سے دو چار نہ ہوتی۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ بظاہر کتنا فحش واقعہ ہے مگر اس سے کتنا بہترین نتیجہ اخذ ہو رہا ہے۔کیا کوئی رضاخانی معترض بتا سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے بے ہودہ واقعات بھی اپنے متعلقین کو سنائے ہیں؟اس کو تو تم ہست قرآن در فارسی مولوی مثنوی کہتے ہو اگر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اندھے حافظ جی کا قصہ بیان کر دیا (اضافات الیومیہ،ج۶ص ۸۴،۸۵ بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۶۱،دیوبندی مذہب،ص ۳۹)اور خود بھی اس کو فحش کہا مگر تفہیم کیلئے بیان کر دیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پہلے سمجھ میں آئے پھر کام کریں گے حالانکہ بہت سی چیزیں عمل کرنے کے بعد سمجھ آتی ہیں اس لئے عمل کرلو سمجھ خود آجائے گا جیسا کہ ایک حافظ جی نابینا تھے ان کو کہا گیا کہ شادی کرلو بڑا مزہ آئے گا۔تو شادی کے اگلے دن کہا کہ سارا دن روٹی لگا تار ہا ہم کو تو نہ نمکین معلوم ہوا نہ میٹھا کا مزہ آیا؟مگر جب بتایا اور عمل زوجیت کیا تو پتہ چلا کہ مزے سے کیا مراد تھی؟(ملخصا)تو آخر اس میں کونسی فحش گوئی ہے؟

(۲) چکنی اور میٹھی لڑکی

مولانا روم فرماتے ہیں:

ہمچوں آں دلالہ کو گفت اے پسر　　　نو عروسی یافتم بس خوب فر

اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!میں نے ایک نئی دلہن شاندار ڈھونڈی ہے۔

سخت زیبا لیکن ہم یک چیز ہست　　　کان تیرہ دختر حلوا گر است

بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر ایں چنیں خود گر بود　　　دختر او چرب و شیریں تر بود

اس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی۔

(دفتر چہارم مثنوی روم)

اگر حافظ جی کا قصہ حضرت تھانوی بیان کریں کہ مزا آئے گا تو تہذیب کے خلاف یہاں حلوائی کی چکنی و میٹھی بیٹی کے بارے میں کیا رائے ہے؟

(۳) حور جیسی بیوی چاند جیسی لونڈی، اے ذلیل! نمازی آدمی کے خصیہ ایسے ہوتے ہیں؟

(اعتراض ۱۸۷): نام نہاد حوروں سے زنا

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۲)

اس عنوان کے تحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نابینا حافظ جی اور چند فاحشہ عورتوں کے قصہ پر موصوف نے اعتراض کیا تو ذرا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پڑھ لیں:

زاہدے رابد یکے زن ہمچو حور رشکناک اندر حق او بس غیور
زانکہ بد زن را کنیزے مہوشے در دل زاھد بدازوے آتشے
زن زغیر پاس شوہر داشتے یا کنیزک خلوتش نگذاشتے

(دفتر پنجم مثنوی)

ایک زاھد کی بیوی حور جیسی تھی اس کے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرت مند تھی۔ کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی زاھد کے دل میں اس کے عشق کی آگ تھی۔ بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی۔ اس کو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی۔

آگے لکھتے ہیں کہ ایک دن لونڈی اور شوہر کو موقع مل گیا اور ایک دوسرے پر چڑھ گئے۔ عین موقع پر بیوی آئی تو زاہد دوڑتا دوڑتا نماز میں کھڑا ہو گیا پھر کیا ہوا؟

زن کنیزرا پژولیدہ بدید درھم وآشفتہ ودنگ ومرید
بیوی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا گڑبڑ اور برہم حیران وسرکش
شوئی خود را دید قائم در نماز درگمان افتاد زن زاں اہتزاز
اس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی۔
شوئی رابرداشت دامن بے خطر دید آلودہ می خصیہ وذکر
اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا اور خصیہ اور ذکر کو منی سے سٹا ہوا دیکھا
از ذکر باقی نطفہ می چکید ران وزانو گشتہ آلودہ پلید
ذکر سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے۔
برسرش زد سیلی وگفت اے مھیں خصیہ مرد نمازی باشد ایں
اس نے اس کے سر پر ہنٹر مارا اور بولی اے ذلیل نمازی آدمی کے خصیہ ایسے ہوتے ہیں؟

(۴) گدھے کی جفتی دیکھ کر عورت بولی: آہ!!! کیا یکتا نر (مرد) ہے

لیک از ایماں وصدق بایزیدؒ چند حسرت در دل وجانم رسید

لیکن بایزید کے ایمان اور سچائی سے میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں۔
ہمچو آں زن کو جماع خر بدید   گفت آوہ چیست ایں فحل فرید
اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی بولی آہ!! کیسا یکتا مرد ہے۔(دفتر پنجم)

(۶) شہوت سے آنکھیں آندھی ہوگئیں

ایک باپ بیٹی کا واقعہ اس طرح ہے کہ باپ نے بیٹی کو شوہر کے ساتھ جماع کرنے سے منع کیا تو بیٹی نے کہا کہ آگ اور روئی کس طرح بچ سکتے ہیں؟ تو باپ نے کہا:

گفت کے گفتم سوی او مرد   تو پذیرائی منی او مشو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جا۔ یہ کہا تھا کہ اس کی منی قبول کرنے والی نہ بن
در زمان حال و انزال و خوشی   خویشتن باید کہ از وے در کشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت تو اس سے اپنے آپ کو کھینچتی
گفت کے دانم کہ انزالش کیست   ایں نہانست و بغایت دور و دست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا کہ اس کو انزال کب ہوگا؟ یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے
گفت چوں چشمش کلا پیسہ شود   فہم کن کاں وقت انزالش بود
اس نے کہا جب اس کی آنکھیں چڑھیں سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے
گفت تا چشمش کلا پیسہ شدن   کو دمیگر در شہوت چشم من
اس نے کہا اس کی آنکھیں چڑھنے تک شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتیں۔
(مثنوی مولانا روم دفتر پنجم)

(۷) جب شلوار اتار دی۔۔۔۔سیدھا ذکر۔۔۔۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست   درمیان پائے زن آں زن پرست
جب شلوار اتار دی اور بیٹھ گیا وہ عورت پرست عورت کی ٹانگوں کے درمیان
چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست   رستخیز و غلغل از لشکر نخاست
جب ذکر سیدھا نشانے کی طرف گیا قیامت و شور و غل لشکر سے اٹھا
(مثنوی دفتر پنجم)

(۸) عضو تناسل کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

آں خلیفہ کرد رائے اجماع   سوی آں زن رفت از بہر جماع

خلیفہ نے اکھٹا ہونے کی سوچی ہمبستری کیلئے اس لونڈی کے پاس گیا
ذکراو کردو ذکر بر پالی کرد قصد خفت وخیز مہر افزائی کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا اور اس محبت بڑھانے والے کے ساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا۔
چوں میاں پائی آں خاتون نشست پس قضا آمدہ رہ بعیشش بہ بست
جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا تو تقدیر آپہنچی اس کی عیش کا دروازہ بند کردیا
خشت خشت موش در گوشش رسید خفت کیرش شہوتش کلی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی اس کا آلہ تناسل سوگیا شہوت بالکل بھاگ گئی۔

(۹) ذکر (آلہ تناسل) کا گینڈے کی سینگ کی طرح کھڑا ہونا

ایک پہلوان کی مردانگی کا ذکر ان الفاظ میں کیا:
شیر کشتن سوی خیمہ آمدن واں ذکر قائم چو شاخ کرگدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا اور اس کے ذکر کا گینڈے کی سینگ کی طرح کھڑا رہنا

(دفتر پنجم، مثنوی)

(۱۰) آلہ تناسل شریف سے خادم کی لیترپشن

علامہ یوسف نبہانی مرحوم جو اہل بدعت کے ہاں معتبر عالم ہیں ان کی کتاب جس کا ترجمہ رضا نیوں نے شایع کیا اس میں ہے:

''کرامت یہ ہے کہ میں (ابراہیم مذکور) اس دن حمام میں شیخ کے ساتھ گیا ہمارے ساتھ آپ کا خادم محمد دبوسی طرابلسی بھی تھا۔ رشتہ میں یہ شیخ کی ایک بیوی کا بھائی لگتا تھا۔ حمام میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے شیخ سے ایک عجیب خرق عادت کرامت دیکھی وہ یہ کہ آپ کو اس خادم پر کسی وجہ سے غصہ آگیا اور ارادہ کیا کہ اسے مناسب تادیب کی جائے۔ شیخ نے اپنے تہبند کے نیچے ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اپنا آلہ تناسل پکڑا اور وہ کافی لمبا ہوگیا حتی کہ کندھوں تک اس کی لمبائی ہوگئی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ پھر اس کے ساتھ اس خادم کو آپ نے مارنا شروع کردیا اور خادم تکلیف کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ آپ نے اسے چند ضربیں لگائی اور پھر چھوڑ دیا اور آلہ تناسل دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ میں سمجھ گیا کہ خادم نے ضرور ایسی کوئی حرکت کی ہوگی جس کی وجہ سے آپ نے اس کی تادیت کیلئے ایسا کیا۔ جب الحاج ابراہیم نے شیخ صاحب کی یہ کرامت بیان کی اس وقت شیخ بھی کھڑے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا اس کی بات نہ ماننا اور اس واقعہ کو سچا نہ جاننا۔ ادھر دیکھو یہ کہتے ہوئے آپ نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے آلہ تناسل کی جگہ پر رکھ دیا مجھے وہاں کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔ حتی کہ اس قدر بھی محسوس نہ ہوا کہ جس سے مرد ہونے کا پتہ چلتا ہو۔ بالکل کچھ بھی نہ تھا''۔

(جامع کرامات اولیا، حصہ دوم، ص ۶۰۴، ۶۰۵، مترجم محمد ذاکر شاہ سیالوی، ضیا القرآن پبلیکیشنز)

(اعتراض ۱۸۸): بانسری والی حکایت

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

’’ایک شخص بانسری بجارہا تھا اس کا گوز نکل گیا تو اس نے منہ پر سے بانسری ہٹا کر اسفل کی طرف لگادی کہ لے بھائی تو ہی بجائے اگر تو ہی اچھا بجانا جانتی ہے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۲،ص ۳۵۸ ،الکلام الحسن، ج ۲،ص ۱۶۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۷۷)

حالانکہ یہ واقعہ مولانا روم کی مثنوی میں موجود ہے:

آں یکے نائے کہ خوش میزدست ناگہاں از مقعدش بادے بجست

ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا اچانک اس کے مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے رابرکون نہاد او کز من گرتو بہتر میزنی بستان بزن

اس نے بانسری مقعد پر رکھ دی کہ مجھ سے اگر تو بہتر بجاتا ہے تو لے اور بجا۔

(مثنوی مولانا روم)

خلاصہ کلام:

یہ کہ اگر کوئی بات سمجھانے کیلئے بظاہر فحش لگنے والا کوئی واقعہ مریدین وشاگردوں کو سنانا تہذیب وتصوف کے خلاف ہے تو ہم نے مولانا روم کی مثنوی سے ایسے ایسے واقعات لکھ دئے ہیں جن کا دس فیصد بھی علمائے احناف اہلسنت دیوبند کی کتب میں آپ کو نہیں ملے گا مگر اس سب کے باوجود مولانا رومی صوفی باصفا آخر کیوں؟ یہ مثنوی وہ ہے جس کا درس شیخ المشایخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر دیا کرتے تھے اور پیر مہر علی شاہ صاحب ان کے درس میں شریک ہو کر مثنوی کی اجازت لیتے ہیں۔

(مہر منیر،ص ۱۲۸،۱۲۹)

بریلوی کتب کی حکایات پر ایک نظر

معین مقام سے کیوں آیا؟

مفتی حسن قادری مفتی حزب الاحناف لاہور اپنے غزالی زماں ورازی دوراں مولوی عمر اچھروی کی تہذیب ومناظرانہ صلاحیتوں کو یوں بیان کرتا ہے:

''مولانا محمد عمر صاحب کا کسی وہابی سے مناظرہ ہو رہا تھا اور دن مقرر کرنے کا مسئلہ چل نکلا (جس کو وہابی حضرات بدعت و ناجائز کہتے ہیں) مناظر اہلسنت نے خوب دلائل دئے مگر وہابی صاحب ماننے کی طرف ہی نہیں آرہے تھے۔آخر مجبور ہو کر مولانا فرمانے لگے:

''تو جب دنیا میں آیا تھا تو ایک متعین مقام کی طرف سے کیوں آیا تھا؟ کسی اور طرف سے آجاتا''۔

(تقریری نکات،ص ۵۷۷)

تیل لگایا تا کہ آپ کو درد نہ ہو

مولوی صاحب اپنے مناظر کی تہذیب یوں بیان کرتے ہیں:

''دیکھو بھائی پہلا مناظر خشکی کا مارا ہوا تھا اور اب یہ صاحب تیل لگا کے آئے ہیں۔(مولانا محمد عمر صاحب نے سرمہ، تیل، کنگھی کا پورا اہتمام فرمایا ہوا تھا) مجمع ایک بار پھر مولوی صاحب کی بات سن کر متحرک ہوا مولانا محمد عمر صاحب نے فرمایا: ہاں مولوی صاحب میں نے تیل اس لئے لگایا تا کہ آپ کو درد نہ ہو''۔بس پھر کیا تھا زمین جنبش نہ جنبد گل محمد اسی ایک جملہ پر ہی مولانا محمد عمر کے حق میں فیصلہ ہو گیا''۔

(تقریری نکات،ص ۵۷۸)

شوق ہو تو دکھادوں۔۔۔؟؟؟؟

''غالبا مولانا عنایت اللہ صاحب آف سانگلہ ہل کا مناظرہ ہوا تو مدمقابل نے کہا آپ کو شیر اہلسنت کہتے ہیں اور شیر کی تو دم ہوتی ہے تمہاری دم کہاں ہے؟ فرمایا دم تو تھی مگر منبروں پر بیٹھ کر بجائے پیچھے کے۔۔۔شوق ہو تو دکھادوں؟''۔

(تقریری نکات،ص ۵۷۹)

میرے باپ کے نیچے تیری ماں

''مولانا محمد عمر صاحب سے سوال ہوا زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی۔ پانی کے نیچے کیا ہے؟ بیل۔بیل کے نیچے کیا ہے؟ مچھلی۔مچھلی کے نیچے کیا ہے؟ فلاں ہے۔اور جب دیکھا کہ یہ صاحب تو سلسلہ ختم ہی نہیں کر رہے ہیں تو دوسرا ہتھیار استعمال کیا اور فرمایا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اس کے نیچے میرا باپ۔تیرے باپ کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا تیری۔۔۔(ماں)''۔

(تقریری نکات،ص ۵۷۹)

وہابن کا ایمان کیسے معلوم کریں گے

مولانا عمر صاحب کا عبد القادر روپڑی سے مناظرہ ہوا اور غیر مقلدین نے اپنا ایمان ثابت کرنا تھا چونکہ بابے نے گرفت ایسی فرمائی تھی کہ مبہوت ہوکر روپڑی صاحب کہنے لگے کہ اگر ہمارے ایمان میں شک ہے تو چل غسل خانے میں تیری تسلی کرادوں یعنی میں ختنہ شدہ ہوں۔آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا: مولوی صاحب آپ کی تعریف جامع مانع نہیں اس کی بلا جانے کہ جامع مانع کیا ہوتی ہے۔روپڑی صاحب بار بار یہی کہتے جارہے تھے کہ جامع جومع کو چھوڑ و چل غسل خانے۔فرمایا جامع کا مطلب یہ ہے کہ وہابی صاحب کے مسلمان ہونے کی علامت تو غسل خانے میں جا کر دیکھ لوں گا مگر وہابن صاحبہ کا مسلمان ہونا کیسے ثابت ہوگا''۔

(تقریری نکات،ص ۵۷۹،۵۸۰)

اندازہ لگائیں کہ مناظرہ خالص علمی میدان کا نام ہے یا اس طرح بھانڈ پن کا؟ عمر اچھروی کی ایسی کئی غلاظتیں ''مناظرانہ چٹکلوں'' کے نام پر اس کتاب میں موجود ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں نے حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب پر بھی محض تہمت لگائی ہے۔

تیری ماں سے نکاح کا خیال ہے

''ایک بار مناظرے میں مولانا عنایت اللہ صاحب کو مد مقابل بار بار کہتا تھا: کیا خیال ہے؟ کیا خیال ہے؟''۔آپ نے تنگ آکر فرمایا: ''تیری ماں سے نکاح کا خیال ہے۔بتا اب تیرا کیا خیال ہے''۔

(تقریری نکات،ص ۵۸۱)

کن دی کمائی اور لن دی کمائی

''حضرت ابو النور مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اذان کیلئے مجھے بلا کر لے گئے میں نے اذان پڑھی انہوں نے نذرانہ دیا میں نے جیب میں ڈالا۔واپس آرہا تھا کہ (ختنہ کرنے والے) نائی (حجام) نے مجھے دیکھا اور طنزا کہا: ''مولوی لوگ تے کن کی کمائی کھاندے نیں'' میں نے کہا ''اسیں کن دی کمائی کھاندے آں تسی۔۔۔؟''۔
اشارہ ختنوں کی طرف تھا''۔

(تقریری نکات،ص ۵۸۶)

ہونٹوں کو چوم لوں

''مناظر اسلام حضرت مولانا قاری محمد یوسف سیالوی آف شیخوپورہ نے ایک مرتبہ نام محمد ﷺ پر انگوٹھے چومنے کا مسئلہ بیان فرمایا تو حافظ عبد اللہ غیر مقلد نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیا طریقہ ہے اگر چومنا ہی ہے تو انگوٹھوں کو چومنے کے بجائے ان ہونٹوں کو چوموجن سے نام نامی نکلتا ہے۔قاری صاحب نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر ہمیں اجازت ہونی چاہئے کہ جب غیر مقلدات کے ہونٹوں سے نام پاک نکلے تو تقبیل کریں''۔

(تقریری نکات،ص ۵۸۹)

وہابیوں کی ماں

’’حضرت مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل والے اس عقیدے کے مالک تھے کہ بدعقیدہ کو ایک گالی دینے سے دونفلوں کا ثواب ملتا ہے۔ (استغفراللہ۔ساجد) آپ کو بصیر پور شریف تقریر کیلئے حضرت مولانا نوراللہ صاحب نے بلایا اور جلسہ شروع ہونے سے پہلے درخواست کی کہ برائے مہربانی گالیوں سے پرہیز کریں۔آپ نے خطبہ پڑھ کر فرمایا حضرت صاحب نے اگر مجھ کو منع نہ کیا ہوتا تو میں وہابیوں کی ماں کی۔۔ ایسی کی تیسی کر دیتا‘‘۔

(تقریری نکات،ص۵۸۹)

سنجیدہ لطیفہ

مولانا بشیر صاحب نے ہی اپنی کسی کتاب میں لکھا کہ ایک چوہدری صاحب اپنے نوکر کے ساتھ میرے ہاں جمعہ کی ادائیگی کیلئے آیے۔ نوکر کو تو میں جانتا تھا جو کہ پڑھا لکھا تھا مگر چوہدری صاحب سے واقفیت نہ تھی کیونکہ پہلی دفعہ مسجد تشریف لائے تھے۔نماز جمعہ کے بعد بیٹھے تو نوکر نے چوہدری صاحب کا تعارف یوں کرایا کہ بہت اچھے ہیں،ہمت والے ہیں،غریبوں کے خیرخواہ ہیں اور سب سے بڑھ کر’’انتہائی سنجیدہ‘‘ ہیں۔یہ سن کر چوہدری صاحب تو غصہ میں آگئے اور نوکر کو کہنے لگے:’’آپ ای ہوویں دا سنجی دا‘‘۔یہ لفظ کئی دیہاتی علاقوں میں ایک فحش گالی ہے‘‘۔

(تقریری نکات،ص۵۸۶)

’’سنجیدہ‘‘ کا مطلب’’عورت کی شرمگاہ‘‘۔

ماں لتا چک

میں نے مولانا ابو بکر چشتی آف راولپنڈی کی ایک تقریر سنی تو انہوں نے ارشاد فرمایا:لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کو جھکنا شرک ہے حالانکہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو اس لحاظ سے علماء فرماتے ہیں ماں کے پاؤں چومنے سے جنت کی چوکھٹ چومنے کا ثواب ملتا ہے اور جھکے بغیر پاؤں چومے نہیں جا سکتے۔شاید کو جھکنے کو شرک کہتے ہیں وہ جب ثواب لینا چاہتے ہوں گے تو والدہ سے عرض کرتے ہوں گے

’’ماں لتاں چک میں تیرے پیر چمنے نیں‘‘۔

(تقریری نکات،ص۵۸۶)

خدا جانے یہ کون لوگ ہیں جو محض جھکنے کو بھی شرک کہتے ہیں اور جو اس حد تک خشک مزاج ہوں تو انہوں نے ماں کی ٹانگیں چوم کر کونسا ثواب کمانا ہے؟ نیز خدا جانے یہ کونسے علماء ہیں جو ماں کے پاؤں چومنے کو جنت کی چوکھٹ چومنے کے برابر ثواب سمجھتے ہیں رضاخانی مولوی نے محض زبان کے چسکے کیلئے جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

میں بھی اپنے باپ کا نہیں اگر گوں (پاخانہ) نہ کھاؤں گا

شاید انہی خان صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کو دال سے بہت نفرت تھی کسی طالب علم نے شرارت کی اور اس کے برتن ''چھنی'' میں دال ڈالوائی اور رکھا کر چھنی اسی طرح بغیر دھوئے رکھ دی۔ خان صاحب آئے، پوچھا تو پتہ چلا کہ فلاں طالب علم نے یہ حرکت کی ہے۔ خان صاحب بہت غصے میں سید صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس گئے اور کہا: سید صاحب! اس (فلاں طالب علم) نے میری چھنی میں دال ڈال کے کھائی ہے، میں بھی اپنے باپ کا نہیں اگر اس کی چھنی میں ''گوں'' ڈال کے نہ کھاؤں''۔

(تقریری نکات، ص ۵۹۳، ۵۹۴)

علی قبض کشا (معاذ اللہ)

''حضرت سید محمد یعقوب شاہ صاحب پھالیہ والے ایک تقریر میں شیعوں کے بارے میں ایک لطیفہ سناتے تھے کہ ایک ملنگ زور لگا کر قضائے حاجت کر رہا تھا اور ساتھ یا علی کا نعرہ لگا رہا تھا اور ساتھ کہہ رہا تھا کہ سنی تو علی کو صرف مشکل کشا ہی مانتے ہیں جبکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ علی مشکل کشا بھی ہے اور قبض کشا بھی۔ (استغفر اللہ)۔

(تقریری نکات، ص ۵۹۷)

بریلوی مناظر کا اپنا ذکر آلہ تناسل چومنے، چاٹنے کی فرمائش وخواہش

رضا خانی مناظر مولانا اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا مرزائی سے مناظرہ کرنا:

حضرت مولانا محمد عمر صاحب انچھروی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرزائی کے ساتھ مناظرہ کر رہے تھے تو آپ نے پوچھا کہ یہ جائے نفرت کون سی جگہ ہے؟ مرزائی کہنے لگا ناک، آپ نے فرمایا نہیں ناک نہیں۔ نفرت والی کوئی اور جگہ ہوتی ہے وہ اس پر ڈٹا رہا کہ نہیں ناک ہی جائے نفرت ہے انہوں نے فرمایا جو میرے نزدیک جائے نفرت ہے تو اسے بوسہ دے دے جو تیرے نزدیک جائے نفرت ہے اسے میں بوسہ دے دیتا ہوں، میں تیری ناک کو بوسہ دے دیتا ہوں تو میری پیشاب والی جگہ کو بوسہ دے دے۔ میرے نزدیک جائے نفرت وہ ہے تیرے نزدیک ناک ہے تو جسے تو جائے نفرت سمجھتا ہے اسے میں بوسہ دے دیتا ہوں جسے میں جائے نفرت سمجھتا ہوں اسے تو بوسہ دے دے''۔ (خطبات اشرف العلما، جلد اول ص ۲۰۶،۲۰۷)

خالص علمی میدان میں اس آدمی کو ''ذکر'' و ''دبر'' چومنے، چاٹنے، دیکھنے، چکھنے کے علاوہ کچھ سمجھ ہی نہیں آتا، بہر حال چونکہ یہاں چومنا چومانا چاٹنا چٹوانا ان کے مولوی صاحب نے کرنا ہے لہذا یہ بازاری حرکتیں، مطالبات عین ''مناظرہ چٹکلے'' کہلائیں گے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

ایک ممکنہ تاویل

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضا خانی کہے کہ ان میں سے بعض واقعات ہمارے اکابر کے نہیں بے وقوف قسم کے لوگوں کے ہیں یا مخالفین کے ہیں تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے اکابر کے اس قسم کے واقعات پر اعتراض کیا کیا ان سب کا تعلق اکابر کے ساتھ ہے؟ وہ بھی تو بے وقوف لوگوں کے واقعات ہیں یا پھر مولوی مثنوی کے ہیں۔ نیز بالفرض مان لیتے ہیں کہ بے وقوف لوگوں یا مخالفین کے جو

واقعات آپ نے نقل کئے کس لئے؟ یہی جواب ہوگا کہ درست عبرت کیلئے یا کسی بھی مقصد کیلئے تو بس ہمارے اکابر نے بھی ایسے واقعات کسی نہ کسی مقصد ہی کیلئے نقل کئے ہیں۔معلوم ہوا کہ محض نقل کرنا فی نفسہ برا نہیں بلکہ اس سے رضاخانیوں کی طرح نتیجہ برا اخذ کرنا برا ہے۔

رضاخانی مفتی اس قسم کے واقعات بیان کرنے کی توجیہ پیش کرتا ہے:

''اس عنوان کے تحت مناظروں کے درمیان ہونے والے طنز و مزاح کے واقعات سپرد قلم کئے جارہے ہیں۔یہ موضوع میرے لئے بہت مشکل تھا کیونکہ بعض اشارات کو سنجیدہ الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔صرف بعض دوستوں کے ذہنی رجحان کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔اگر چہ یہ تمام واقعات اہل علم وتقوی اور دین دار و پرہیز گار حضرات کے ہی ہیں۔اور دوران مناظرہ ایسے حالات ضرور پیدا ہوجاتے ہیں ک مجبوراً ایسی زبان استعمال کرنا پڑتی ہے۔اور یہ واقعات کتابوں میں نہ سہی ذہنوں میں تو ضرور محفوظ ہوجاتے ہیں اور سینہ بہ سینہ دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ پورے مناظرے میں سے صرف اسی طرح کی بات ہی رہ جاتی ہے۔پھر بھی زیادہ سنجیدہ ومحتاط حضرات سے معذرت کے ساتھ درج کر رہا ہوں تا کہ حق بحق دار رسید''۔

(تقریری نکات، ص ۵۷۵)

یہی توجیہ ہماری طرف سے بھی قبول کرلی جائے، نیز رضاخانی مفتی نے کہا:

''اور یہ واقعات کتابوں میں نہ سہی ذہنوں میں تو ضرور محفوظ ہوجاتے ہیں اور سینہ بہ سینہ دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں''

پس حضرت حکیم الامت کے واقعات پر بھی کتاب کا مطالبہ نہ کیا جائے جس پر حوالہ مل جائے تو سبحان اللہ نہ ملے تو سینہ بہ سینہ کا علم سمجھیں۔

بریلوی پیر مسجد میں گدھی سے بدفعلی کرتے ہوئے خضر وقت بن گیا معاذ اللہ

قارئین کرام اب جو واقعہ میں آپ کے سامنے نقل کرنے جارہا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ رضاخانی مذہب کس قدر غلیظ مذہب ہے اس مذہب کا شمس العارفین نور اللہ حسن شاہ بخاری اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل کرتا ہے کہ:

''حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرادی تا کہ ذرا آرام لیکر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی۔کھا پی کر وہ بھی سوگئے اور ہم بھی۔جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے بیل گھاس کھارہے ہیں بھٹیاری کھانا پکارہی ہے اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہوگئی کہ الٰہی یہ کیسی سرائے اور کونسا شہر ہے؟ اور ہم یہاں کیونکر پہنچے؟ بھٹیاری سے دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے؟ کہا ''حیرت آفزا'' پوچھا کہ ارے نیک بخت! یہ سرائے کس کی ہے؟ کہا کہ انہی فقیر صاحب کی اور جتنے روز تم یہاں ٹھرو گے سب خرچ بھی ان کے ذمہ ہے۔آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اس کی ابتداء معلوم ہوئی نہ انتہا۔حقیقت میں وہ شہر حیرت افزا تھا۔آدمی وہاں کے نیک سیرت، پاکیزہ صورت، مرفع حال مکانات خوش قطع اور مصفا، اشیاء رنگارنگ موجود، بازار نہایت مکلف و پر بہار جدھر جاتے صورت تصویر بن جاتے۔جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور وشور پایا ہر شخص کہ یاد خدا میں مشغول دیکھا۔قال اللہ وقال الرسول کے سوا کچھ ذکر نہ تھا۔غرض آٹھویں رات کو جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت

کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے ۔فقیر صاحب بھی سوتے ہیں ۔ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے ۔فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لئے ۔راستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ بتلایا۔ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے ۔آخر بہادر گڑھ پہنچے وہاں ایک مکان میں ٹھیرے ۔فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اسی مسجد میں لے آنا۔

''جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں ۔میں نے منہ پھیر لیا۔پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں''

بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے ۔جب آدھی رات گئی تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھورہے ہیں جاو ہمارا لنگوٹ دھلوالاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت ! آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر بعد اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا؟ فرمایا ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھورہے ہیں جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو ہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے ۔غرض دھوبیوں کے پاس پہنچے ۔ایک دھوبی نے کہا لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ دھودوں ۔اس نے دھویا صاف کیا دھوپ میں سوکھا کہ حوالہ کیا۔میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا۔مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا۔فرمایا کہ:

''تعجب نہ کرو یہ بھان متی کا سانگ ہے ۔اور ایسی شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے ۔ان باتوں کا خیال مت کرو''۔

صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور وہ فقیر صاحب غائب ہو گئے ۔جب ہم دہلی میں پہنچے تو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔انھوں نے فرمایا کہ **وہ شخص خضر وقت یا ابو الوقت تھا۔**

(الانسان فی القرآن ص ۲۵۳،۲۵۴،۲۵۵،ازنور الحسن شاہ بخاری ،مطبوعہ گوجرانوالہ)

حضرات !اس شیطانی حکایت کو پڑھنے کے بعد تو انسان یہ تسلیم کرنے کے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ رضاخانی مذہب میں نماز جیسی اہم عبادت میں پاکیزگی بالکل شرط نہیں اور رضاخانی پیر پہلے وضو کرتے ہیں پھر گدھی سے بدفعلی کرتے ہیں پھر فورا بعد نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں ۔ رضاخانیوں تمھیں حیاء نہیں آتی کہ اس شخص کو تم خضر وقت کہہ رہے ہو جو مسجد جیسی مقدس جگہ میں ایک گدھی کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے ۔؟ (منقول)

قارئین کرام آج جو آئے دن آپ کو مزارات پر عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں وہ اسی ''ولایت'' کا شاخسانہ ہے ۔رضاخانی مذہب میں جو شخص جتنا بڑا زانی ۔۔اغلام باز ۔۔شرابی کبابی ہوگا شاید اتنا ہی بڑا ولی ہوگا۔۔رضاخانیوں کی جہالت تو دیکھیں کہ پیر صاحب مرید کو کہتے ہیں کہ ''تعجب مت کرو ایسے شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں'' تو معلوم ہوا کہ رضاخانی پیر و مولویوں کی اکثریت شعبدہ باز ہوتی ہے ،رضاخانی پیر، مجدد، امام، حکیم الامت، غزالی زماں، وغیرہ وغیرہ سب سے پہلے اس شیطانی تصوف پر عمل کرتے ہوئے مسجدوں اور عبادت گاہوں میں گدھیوں کے ساتھ منہ کالا کرتے ہوں گے اس کے بعد لوگوں کو گمراہ کرنے کا دھندا چلاتے ہوں گے العیاذ باللہ ۔پھر یہ عجیب مذہب ہے کہ جس میں گدھی سے بدفعلی کرنے کے لئے بھی باوضو ہونا ضروری ہے اور نماز ناپاکی کی حالت میں پڑھتے ہیں؟ ۔

بند ڈبیا کی چابی اور مادہ تولید

بریلوی مولوی اشرف سیالوی حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کی شب زفاف کو انتہائی فحش ومکروہ انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا تو ان کو باکرہ اور کنواری پایا آپ نے ان کے ساتھ ہمبستری فرمائی اور میر بکارت کو توڑا اس بند ڈبیا کی چابی اپنے تروتازہ یاقوت (رنگ شرمگاہ) کو بنایا اس ڈبیا کا قفل کھولا اور اس میں مادہ تولید والا گوہر داخل کیا''۔(التحقیق،ص ۲۱،۲۲)

کیا اشرف سیالوی اپنے والدین کی پہلی رات کو بھی اس انداز میں بیان کرنے کی جرات کریں گے؟ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعات پر اعتراض کرنے والے رضاخانی اب ان واقعات کو کیا رنگ دیں گے؟ جو جواب رضاخانی مولوی مثنوی اور اپنی ان کتب کا دیں گے وہی ہماری طرف سے ملفوظات وغیرہ کا جواب تصور کرلیا جائے۔

نماز کا معنی چوتڑ ہلانا

ایک رضاخانی کا لطیفہ علمی ملاحظہ ہو:

''ایک منکر حدیث خواہ مخواہ مجھ سے الجھ گیا اور کہنے لگا قرآن سے اقیموا الصلوۃ کے معنی مولویوں نے جو نماز پڑھنا بتایا ہے وہ غلط ہے کیونکہ لغت میں صلوۃ کے معنی دعا مانگنے کے ہیں لہذا اقیموا الصلوۃ کا یہ مطلب ہوا کہ پابندی کے ساتھ دعا مانگتے رہو۔میں نے اس سے کہا کہ الفاظ قرآن کے معانی لغت سے بیان کئے جائیں گے یا رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریحات کے مطابق قرآن کا ترجمہ کیا جائے گا؟ تو اس نے نہایت بے باکی کے ساتھ برجستہ کہا کہ جناب قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا عربی کی لغات ہی سے قرآن کا ترجمہ کیا جائے گا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریحات کا پابندہ ہونا ہمارے لئے کوئی ضروری نہیں۔یہ سن کر میرا خون کھول گیا مگر میں نے ضبط کیا لیکن جل بھن کر میں نے اس سے کہا کہ جناب! اگر لغت ہی سے قرآن کا ترجمہ کرنا ہے تو لغت میں صلوۃ کے بہت سے معنی لکھے ہوئے ہیں اور ایک بہت ہی دلچسپ مگر پھوہڑ معنی تحریك الصوین (سرین ہلانا) بھی ہے (تفسیر بیضاوی) تو پھر اقیموا الصلوۃ یہ ترجمہ کیوں نہ کیجئے کہ''پابندی سے سرین ہلاتے رہو'' چلو چھٹی ہوئی''۔

(لطائف اعظمی،ص ۶۴،۶۵،نوری بک ڈپو سدھارتھ نگر)

سیدزادیوں پر رات کو چڑھتے ہو معاذ اللہ

علامہ سید نزاکت حسین شاہ کاظمی نے ایک کتاب لکھی ہے جس پر (۱) علامہ مشتاق احمد چشتی گولڑوی (۲) علامہ مفتی محمد اشرف چشتی گولڑوی (۳) مولانا غلام فریدالدین سمیت دیگر کئی رضاخانیوں کی تقاریظ ہیں اس میں ہے:

''امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کا فتوی

حضرت محدث علی پوری نے سیدہ سے غیر سید کے نکاح کے بارے میں غضب ناک ہو کر فرمایا جو لوگ غیر قوم ہو کر سیدزادی کے ساتھ نکاح کر لیتے ہیں وہ اپنے آپ کو کس طرح مسلمان کہتے ہیں۔ہر نماز میں اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد پڑھتے ہیں۔اگر یہ نہ پڑھیں تو نماز نہیں ہوتی اور رات کو سیدزادیوں پر''سواری'' کرتے ہیں کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور اہانت،بے ادبی اور گستاخی اہل بیت کی ہو سکتی ہے''۔

(ملفوظات مبارکہ،ص ۷۰،مرتبہ حاجی محمد عثمان حیدر آباد دکن، بحوالہ سعادۃ الدارین فی تعظیم آل نبی الحرمین الشریفین،ص ۱۷۸،۱۷۹)

میاں بیوی کے مخصوص حالت کو''سواری'' جیسے عامیانہ لفظ سے تعبیر کرنا کیا یہاں رضاخانیوں کو کوئی بے ہودگی نظر آئے گی؟ایک سوال اور بھی کہ یہ درود تو سیدزادے بھی پڑھتے ہیں تو ان کارات کو سیدزادیوں کو سواری بنانا گستاخی واہانت اہل بیت کیوں نہیں؟

ظرافت ومزاح کی دومثالیں رضاخانی کتب سے

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم سے دل لگی

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن ہم عمر تھے۔اس وجہ سے دونوں میں ایک گونہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم مزاح وظرافت کی گفتگو کبھی کبھی ہوجایا کرتی تھی۔مولانا مناظر احسن گیلانی سوانح قاسمی جلد اول میں ارواح ثلاثہ (ص ۲۷۷) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

ایک دن مولانا فیض الحسن صاحب نے مولانا نانوتوی کو خطاب کرکے کہنا شروع کیا۔ارے اسدعلی کے بیٹے (مولانا کے والدماجد کا نام ہے باوجود خواندہ ہونے کے کھیتی باڑی کرتے تھے) تو تو کھیتی کرتا ہے تجھے کس نے مولوی بنادیا۔تیرے پاس دوبیل ہوتے اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تک تک،بربر،کرتا ہوتا۔

مولانا فیض الحسن کا رنگ سانولا تھا اور طول وعرض میں بھی جسم کو ترقی کرنے کا موقع قدرت کی طرف سے ملا تھا۔رنگ اور ڈیل ڈول کی انہی خصوصیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا الامام الکبیر مولانا محمد قاسم کی طرف سے ان کو یہ جواب ملا

''خیر ایک بھینسا تو موجود ہے''۔

ایک دفعہ مولانا فیض الحسن لاہور سے وطن آئے اور مولانا محمد قاسم سے ملنے دیوبند گئے۔برسات کے دن تھے،ترشح ہورہا تھا۔مولانا گلیم خشن سر پر رکھے اور پاپوش ہاتھ میں لئے پورے گوالے بنے ہوئے مسجد میں پہنچے۔مولانا محمد قاسم نے انہیں دیکھتے ہی پکارا ارے یہ گڈریا مسجد میں کہاں سے گھس آیا اسے باہر نکالو۔مولانا نے فوراً جواب دیا جی حضور!میرے دو مینڈھے کھو گئے تھے ایک تو بول پڑا اور مل گیا اب دوسرے کی تلاش ہے''۔

(تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور،ص ۱۸۵،۱۸۶)

تو تمہارا بڑا اس قسم کے واقعات کو''مزاح وظرافت'' سے تعبیر کررہا ہے مگر یہ جاہل متعصب معترض اس قسم کے واقعات کو ظاہر وحقیقت پر محمول کرتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب رضاخانی معترض کی پیش کردہ تمام عبارات کا فرداً فرداً جواب دینے کی چنداں ضرورت نہ رہی کہ اصولی جواب ہم دے چکے ہیں لیکن ان کو آئینہ دکھانے کیلئے چند عبارات کا فرداً جواب بھی ملاحظہ ہو:

(اعتراض ۱۸۹): اللہ کے ذکر میں مزا کہاں؟ مزا تو مذی میں ہے

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

’’(اشرف علی تھانوی نے) فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ (اللہ تعالی کے) ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے کہا مزا تو مذی میں ہے یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو۔(اضافات الیومیہ، ج ا، ص ۱۰۰، ج ۷، ص ۱۸۵)

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ (اللہ تعالی کے) ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے کہا کہ مزا ذِکر میں کہاں، مزا تو مذی میں ہوتا ہے جو بی بی سے ملاعبت کے وقت خارج ہوتی ہے، یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے ہو۔(اضافات الیومیہ، ج ۶، ص ۳۹)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۲)

جواب: اس ملفوظ پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔ بات بالکل واضح ہے کہ جب سوال ہوا تو حضرت نے بطور زجر و توبیخ کے کہا کہ تمہیں کیوں اللہ کے ذکر میں مزا آئے تم شہوت پرستوں کو تو شہوت پوری کرتے ہوئے مزا آتا ہے۔ظاہر ہے کہ اس کو سن کر اس نے بھی سوچا ہوگا کہ بات تو ٹھیک ہے کہ جب میں دنیا کی شہوت میں لگا ہوتا ہوں تو لذت محسوس ہوتی ہے مگر اللہ کا ذکر جو تمام لذات سے بڑھ کر ہے اس میں مجھے مزا نہیں آرہا یہ تو بڑی کوتاہی اور شرمندگی کی بات ہے۔حضرت نے اصلاح کے طور پر اس کے دل پر ایک چوٹ کی۔

ما قبل میں عمرا چھروی کے واقعات ہم نے ذکر کر دیئے کہ کس قسم کی فحش گوئی اپنے مخالفین کے متعلق کی وہ سارے حوالہ جات یہاں بطور الزام پیش کیئے جاسکتے ہیں۔

(اعتراض ۱۹۰): سر پر عمامہ کی جگہ عورت کا پاجامہ

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے حضرت حکیم الامت کا ملفوظ نقل کرتا ہے:

’’مشہور ہے کہ کوئی بزرگ تھے ان کی شادی ہوئی پہلی شب تھی کپڑے کیوں نہ اتارے جاتے علی الصبح جو اٹھ کر باہر آنے لگے تو اندھیرے میں غلطی سے عمامہ سمجھ کر بیوی کا پاجامہ سر سے لپیٹ لیا باہر نکلے تو بڑا مخول ہوا۔(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۵۳، اشرف اللطائف ص ۷۰)

معترض اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

’’یقیناً یہ بزرگ دیوبندی ہی ہوں گے‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۴)

نوٹ: یہ اعتراض و تبصرہ اس نے ’’دیوبندی مذہب، ص ۱۵۷، ۱۵۸ طبع اول‘‘ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: جناب آپ کو غلط فہمی ہوئی یہ بزرگ دیوبندی نہیں بلکہ بریلوی تھے۔عبدالشاہد شیروانی بریلوی مولوی برکات احمد ٹونکی کی سادگی اور استغراق کے متعلق لکھتے ہیں:

’’درسگاہ میں کبھی کبھی الٹا پاجامہ پہن کر تشریف لے آتے ایک دن عمامہ کے بجائے پاجامہ سر سے باندھ کر دربار میں پہنچ گئے‘‘۔

(باغی ہندوستان، ص ۱۹۴)

اس کتاب کو عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے مکتبہ مکتبہ قادریہ سے شائع کروایا۔

(اعتراض ۱۹۱): عوام کے عقیدے کی مثال گدھے کے عضو تناسل کی

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''عوام کے عقیدہ کی بالکل حالت ایسی ہے جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو جائے تو بالکل پتہ ہی نہیں۔(اضافات الیومیہ، ج ۳ ص ۲۹۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۶۸)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب ص ۱۵۹'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: رضاخانی معترض نے جس ملفوظ پر اعتراض کیا وہ پورا اس طرح ہے:

''عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے ہے تو **فحش مگر بالکل** چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کی عقیدے کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔واقعی عجیب مثال ہے''۔

(ملفوظات، جلد ۳ ص ۲۹۲)

اس ملفوظ پر اعتراض کرنا بھی ان کی حماقت اور جہالت ہے اس لئے کہ اولاً یہ عبارت ملفوظات کی ہے اور ملفوظات رضاخانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔(بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، جلد اول ص ۱۹۵،۱۹۶)

حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے''۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز بحوالہ کلمہ حق ص ۴۲ شمارہ ۱۵)

پس جب خود تمہارے اصول کے تحت کسی بزرگ سے منسوب ملفوظات معتبر نہیں ہوتے اس لئے ان سے استدلال جائز نہیں اور اس بنیاد پر اعتراض کرنا خباثت ہے تو اہلحق پر تبرا کرنے کیلئے اپنے ہی قائم کردہ اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے آپ لوگوں کو خوف خدا دامن گیر نہیں ہوتا۔؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملفوظ میں خود اس کی تصریح کی ہے کہ یہ مثال ہے تو فحش مگر صرف سمجھانے کیلئے اس کا ذکر کیا کہ عوام کے اعتقاد میں افراط وتفریط بہت زیادہ ہوتا ہے کسی چیز کو بڑھائیں تو غلو کی حد تک چلے جائیں اور جب کسی چیز کو گھٹانا چاہیں تو حد سے زیادہ تفریط کر دیتے ہیں۔

اس طرح کی مثالیں خود رضاخانی لٹریچر میں بھی ملتی ہیں چنانچہ خواجہ شمس الدین سیالوی اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ:

''کنوارے لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کے دونوں رانوں کے درمیان گویا رس سے بھرا شہد کا چھتہ ہے۔لیکن جب ان کی شادی ہو جاتی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ تو بھڑوں کا چھتہ ہے''۔(مراۃ العاشقین ص ۱۷۱)

اب رضاخانی جواب دیں کہ ان کے خواجہ صاحب کس لطیف پیرائے میں اپنے مریدین کی اخلاقی تربیت کر رہے ہیں کیا یہ بے ہودگی نہیں۔

(اعتراض ۱۹۲): عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک بار بھرے مجمع میں حضرت گنگوہی کی کسی تقریر پر ایک نوعمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟ اللہ ری تعلیم سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکالیں مگر آپ مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے گیہوں کا دانہ۔(تذکرہ الرشید، ج ۲،ص ۱۰۰)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۸۱)

جواب: قارئین کرام! اس واقعہ پر اعتراض کرنے والوں کیلئے بہت ہی آسان جواب دے رہا ہوں اگر آپ کے سامنے کوئی اس قسم کا اعتراض کرے تو اسے کہو کہ ''کلما طلاق کی قسم'' کھا کر بتلاؤ کہ کیا تمہیں عورت کی شرمگاہ کے بارے میں معلوم نہیں کیسی ہوتی ہے؟ اگر قسم کھا کر جواب دے کہ ہاں ایسی ہی ہوتی ہے تو کہو کہ بد بخت جب تیرا جواب بھی وہی ہے جو قطب اقطاب کا ہے تو اعتراض کس بات پر؟

اس قسم کی مثالیں احادیث میں بھی موجود ہیں کیا یہ رضاخانی احادیث نبویہ ﷺ پر بھی اس قسم کا اعتراض کریں گے؟

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مسئلہ سمجھانے کیلئے اپنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا نقشہ بنا کر اس کی صورت لوگوں کو سمجھائی اسی طرح رفاعہ قرظی ؓ نے اپنے خاوند کی نامردی کا ذکر نبی کریم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس میں اپنے کپڑے کے پھندے سے کھینچ کا اس کا نقشہ بنا کر بتایا کہ ان کے شوہر کا آلہ تناسل اس جھالر کی مانند ہے۔

☆ قال جابر و لم یعزم علیهم و لکن احلهن لهم فبلغه انا نقول لما لم یکن بیننا و بین عرفة الا خمس امرنا ان نحل الی نسائنا فناتی عرفة تقطر مذا کیرنا المذی قال و یقول جابر بیده هکذا و حرکها

(بخاری، ج ۲،ص ۱۰۹۵)

☆ ان امراة رفاعة القرظی جائت الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی و انی نکحت بعده عبد الرحمن الزبیر القرظی و انما معه مثل الهدبة

(بخاری ج ۲،ص ۷۹۱)

مولوی اشرف سیالوی صاحب کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا کہ کس طرح مزے لے کر حضرت زلیخا کی شرمگاہ کو ''سرخ یاقوت'' اور ''بند ڈبیہ'' سے تشبیہ دے رہا تھا اشرف سیالوی کو کہاں سے معلوم ہوا کہ شرمگاہ سرخ یاقوت کی طرح ہوتی ہے؟

اہل بدعت نے مولانا احمد رضا خان کی سب سے بڑی فقہی خدمت یہ بتلائی کہ مرد کی شرمگاہ کے ۹ حصے ثابت کئے۔(المیزان امام احمد رضا نمبر،ص ۲۱۲) خان صاحب مرد کی شرمگاہ ٹٹول ٹٹول کر تحقیق کریں یہ ان کی فقہی بصیرت بن جائے اور فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب پر حملہ؟

ایک رضاخانی شرم وحیا سے تہی دامن ہو کر پوچھتا ہے:

''رشید گنگوہی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے عورت کی شرمگاہ کیسے معلوم کرلی؟ کیا اپنی بیوی کو دیکھا، یا اپنی ہمشیرہ کو یا ماں کو؟ معاذ اللہ،

(ملخصا،کنزالایمان اور مخالفین،ص ۱۵۱،۱۵۲)

یہ یاوہ گوئی معترض کے انتہائی گھٹیا پن کی علامت ہے اور اپنے گھریلو تجربات کا بیان ہے۔جنابِ من حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب مرحوم کو اپنے اعلیٰ حضرت پر قیاس نہ کریں جو ماں کو کرتا اٹھا کر اپنی شرمگاہ دکھائیں اور ماں وارے نیارے ہووے جائے۔ الیاس عطّاری صاحب اپنے رسالوں میں ٹی وی کی تباہ کاریاں بتلاتے رہتے ہیں،فیشن کی تباہ کاریوں پر بیانات کرتے ہیں تو انہیں ٹی وی یا فیشن کی یہ سب بدکاریاں وفحاشیاں کیسے معلوم ہوئی؟ کیا اپنی والدہ کو ٹی وی پر ناچتے ہوئے دیکھا؟ یا اپنی ہمشیرہ کو فیشن کرتے ہوئے دیکھا؟ یا اپنی بیوی کو کسی فیشن شو پر بھیج دیا؟ جناب من ہر چیز کیلئے دیکھنا ضروری نہیں،اگر خان صاحب عورتوں کی چھاتیوں کو خود دیکھتے تو یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر کوئی دیکھتا ہے، کچھ چیزیں عرف میں مشہور ہوتی ہیں اور اسی شہرت کی وجہ سے اسے بیان کیا جاتا ہے،کوئی واعظ اگر ٹی وی،سینما کی تباہ کاریاں،فحش فلموں کی سنگینیاں بیان کررہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس نے خود دیکھ کر بیان کی ہیں،جب تک اس کی تصریح نہ کردے،بلکہ یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں اس قدر مشہور اور زبان زد عام ہیں کہ تواتر کا درجہ حاصل کرچکی ہیں،یہی حال گدھے کے عضو تناسل کا ہے،ہر چھوٹے بڑے کو اس کا علم ہے کہ گدھے کا عضو تناسل کس قسم کا ہوتا ہے،اس کیلئے بریلی کے مجدّد کی طرح مشاہدہ کرنے کی ضرورت نہیں، پھر اگر بالفرض احیاناً بلا ارادہ گدھے کے عضو تناسل پر نظر پڑ بھی گئی تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے؟ دلائل کے ساتھ واضح کریں۔

یہی حال عورت کی شرمگاہ کا ہے، پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طب کی کتب کا بھی مطالعہ کیا تھا ممکن ہے وہاں اس کے متعلق معلومات ہوں، جیسا کہ آج کل طب کی کتب میں تو انسانوں کے اعضاء مخصوصہ کی تصاویر بھی دی گئی ہوتی ہیں۔

خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب فرماتے ہیں:''کنوارے لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کی دونوں رانوں کے درمیان گویا رس بھرا شہد کا چھتّہ ہے،لیکن جب ان کی شادی ہوجاتی ہے تو چلّا اٹھتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ تو بھڑوں کا چھتّہ ہے''۔(مرات العاشقین ص ۱۷۱)

تو خواجہ صاحب کو یہ تجربہ کہاں ہوا؟ آپ ہی کی زبانی اپنی بیوی پر کیا؟ یا اپنی ہمشیرہ اور بیٹی کے نکاح کے بعد انہیں اس تجربے سے گذارا؟

الیاس عطاری صاحب کا ایک رسالہ ہے:''قوم لوط کی تباہ کاریاں'' اس کے ص ۲۰ پر لکھتے ہیں:''امرد تو آگ ہے آگ،امرد کا قرب، اس کی دوستی،اس کے ساتھ مذاق،مسخری،آپس میں کشتی،کھینچا تانی اور لپٹا لپٹی جہنّم میں جھونک سکتی ہے''۔

لپٹا لپٹی،کشتی،دھینگا مستی عطّاری صاحب کو ان سب ''مستیوں'' کا تجربہ ومشاہدہ کیسے ہوا؟ آپ ہی کی زبانی کہیں اپنوں سے تجربے کے بعد تو یہ سارے تجربات حاصل نہیں ہوئے؟؟؟؟

مزید لکھتے ہیں:''امرد کو اسکوٹر پر اپنے پیچھے مت بٹھائیے خود بھی اس کے پیچھے مت بیٹھئے کہ آگ آگے ہو یا پیچھے اس کی تپش ہر صورت پہنچے گی''۔(قوم لوط کی تباہ کاریاں،ص ۲۱)

ہمارے معترض صاحب بھی خیر سے داڑھی منڈے اور بقول الیاس عطّاری ''امرد'' ہیں، یقیناً کئی دفعہ اسکوٹر کے پیچھے اور آگے بیٹھے

ہوں گے اس کے بعد کیا کچھ ہوا ہو گا عطاری صاحب نے اپنا تجربہ اوپر بیان کر دیا ہے۔

غسل کا طریقہ بتاتے ہوئے عطّاری صاحب زبان کے چسکے یوں لیتے ہیں: ''ڈھلی ہوئی پستان اٹھا کر دھونا، پستان اور پیٹ کے جوڑ کی لکیر، فرج خارج (عورت کی شرمگاہ کے باہر کا حصّہ) کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے، ہاں فرجِ داخل (شرمگاہ کا اندرونی حصّہ) میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے''۔(نماز کا جائزہ، ص ۳۴)

کیوں جنابِ من! عورتوں کی ڈھلی ہوئی پستانوں، پیٹ کی لکیروں کی بڑی معلومات ہیں عطّاری صاحب کو اور خیر سے آپ کے ہاں اس قسم کی معلومات کیلئے ہمشیرہ، یا امّاں جان یا بیگم صاحبہ استعمال ہوتی ہیں تو عطّاری صاحب نے کس ''مدنی منّی'' کو ان تجربات کیلئے استعمال کیا؟ ذرا گھر میں معلومات کر کے ہمیں جواب دیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں کون کہاں کس طرح استعمال ہو رہا تھا؟

قارئین کرام سے انتہائی معذرت لیکن ان ذلیلوں کو جب تک ان ہی کی زبان میں جواب نہ دیا جائے ان کو سکون ہی نہیں ملتا۔

(اعتراض ۱۹۳): عاجزی وانکساری والے کلمات پر اعتراضات کا منہ توڑ جواب

اس بے ایمان معترض نے روز محشر کے حساب سے بے خوف ہو کر اپنی بدنام زمانہ کتاب کے ص ۱۶۵ تا ۱۸۰ وغیرہ پر دیوبندی مذہب نامی کتاب سے سرقہ کر کے ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جو بزرگان دین نے اپنی عاجزی وانکساری کے طور پر بیان کی۔ مگر اس بے ایمان اور اس کے پیرو نے ان پر یہ گستاخانہ عناوین لگا دئے کہ:

''تھانوی کا اقرار کہ میں ذلیل ہوں، بے وقوف ہوں، بے حیاء ہوں، بدفہم ہوں، ہدہد ہوں، بدتمیز ہوں وغیرہ وغیرہ العیاذ باللہ''۔

یہ اعتراضات ''دیوبندی مذہب'' میں بھی کئے گئے اور مولوی غلام مرتضی ساقی مجددی نے اہلسنت کی پہچان ص ۱۷۳ پر بھی دہرائے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام کلمات تواضع وانکساری پر محمول ہیں اور سلف کا معمول رہا ہے۔ مظہر اعلی حضرت مولوی حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''امید ہے کہ ہمارے اس مختصر ساذ کر کر دینے کے بعد مرتد ملہی پوری کی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ اپنے آپ کو ذلیل کہنا سمجھنا تواضع ہے''۔ (فتاوی حشمتیہ، ص ۳۲۸)

اگر اس قسم کی سوقیانہ ہذیانات کو یہ رضاخانی تحقیق کہتے ہیں اور اس قسم کے اعتراضات ہی حق و باطل کا معیار ہیں تو اب دل تھام کر رکھیں کیونکہ اب میں نواب احمد رضا خان کا وہ حشر کرنے لگا ہوں کہ جو اس قسم کے اعتراضات کرنے والے ساری زندگی یاد رکھیں گے۔

اعلی نسلی کتوں کا والد

''سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلی حضرت سے رکھوالی کیلئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلی حضرت اعلی نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کی دیکھ بھال کیلئے بذات خود دے آئے۔ اور فرمایا حضرت ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے یہ سارا کام کاج کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی۔ جانتے ہیں یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان''۔

(انوار رضا امام احمد رضا نمبر، ص ۲۳۸)

یہاں یہ تاویل نہ کی جائے کہ یہ تو عاجزی تھی کیونکہ حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''امید ہے کہ ہمارے اس مختصر ساذ کر کر دینے کے بعد مرتد ملہی پوری کی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ اپنے آپ کو ذلیل کہنا سمجھنا تواضع ہے۔ اور

کسی دوسرے کو ذلیل کہنا اس کی توہین ہے۔۔۔۔ ہر ادنی سمجھ والا جانتا ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھنا تواضع ہے۔اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا یا کہنا اس کی توہین ہے"۔

(فتاوی حشمتیہ،ص ۳۲۸)

تو خان صاحب کو تواضع کرنا تھی تو اپنے آپ کو کتا کہتے لیکن اپنی اولاد کو بھی کتا کہنا یا تو ان کی توہین پر محمول ہوگا یا حقیقتہً خان صاحب کی اولاد اسی نسل سے تعلق رکھتی ہوگی۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ،،نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

احمد رضا کا اقرار کہ میں ذلیل وفقیر ہوں

یہ فقیر وذلیل۔(کلیات مکاتیب رضا،حصہ اول،ص ۱۰۵)

احمد رضا خان کا اقرار کہ وہ سیاہ کارنابکار ذلیل ہے

مولانا یہ لفظ بہت سخت ہے لاالہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کارنابکار کیا چیز ہے۔

(کلیات مکاتیب رضا،ص ۱۸۵)

یہاں خان صاحب قسم کھا کر یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں جواب دیں کیا فتوی ہے؟

احمد رضا خان ناکارہ

اس فقیر ناکارہ کیلئے عفو وعافیت دارین کی دعا فرمائیں۔

(کلیات،ص ۳۵۶)

احمد رضا خان آوارہ کتوں میں سے ایک کتا

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
(حدائق بخشش ص ۴۴ حصہ اول)

احمد رضا مجرم وناکارہ ہے

مانا کہ سخت مجرم وناکارہ ہے رضا
تیری ہی تو ہے بندہ درگاہ بے خبر
(حدائق بخشش حصہ اول۔ص ۲۷)

احمد رضا بریلوی بدکار

بدکار رضا خوشی ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا۔
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۸ احمد رضا)

بدی کو احمد رضا سے شرم آتی ہے

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے
میں وہ کہ بدی کو عار آقا
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۲ احمد رضا)

احمد رضا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۹)

احمد رضا نکما

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۳)

احمد رضا خوار، گناہ گار

خوار و بیچار خطاوار گناہ گار ہوں میں
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۳)

احمد رضا چور، مجرم، بدکار

بد سہی، چور سہی مجرم ناکارہ سہی
(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۵)

بریلوی پیر کے دل سے دینی کتب کی وقعت نکل گئی

رضاخانی شیر محمد شرقپوری صاحب کا مقولہ نقل کرتے ہیں:

’’آپ فرمایا کرتے تھے مشینی چھاپہ خانوں کے فروغ سے دینی کتب کی قدر و منزلت ہمارے دلوں سے نکل گئی ہے‘‘۔

(حدیث دلبراں، ص ۳۲)

کیا اپنے پیر کے بارے میں یہی نظریہ ہے رضاخانیوں کا کہ ان کے دل میں دینی کتب کی عظمت نہ تھی؟ اگر جواب یہ ہو کہ یہاں متکلم سے مراد مخاطب ہے کہ عام عوام کا یہ حال ہے تو یہی جواب ہمارا اپنے اکابر کی عبارات کے متعلق ہے کہ جہاں انہوں نے خود کو مخاطب کیا اس سے مراد عام عوام ہے۔

بریلوی پیر نذرانوں کے نام پر حرام کھاتے رہے

یہی رضاخانی شرقپوری صاحب کا مقولہ نقل کرتا ہے:

’’ایسے ہی ایک دن آپ فرمانے لگے ’’ریاضت و عبادت اور احوال کا کیا پوچھنا حالات تو ایسے ہو گئے ہیں کہ کوئی حلال و حرام میں تمیز کرنے کی کوشش نہیں کرتا آج کل جب حلال کی بات ہی نہ رہے تو عبادات کا کیا بنے گا‘‘۔ اور پھر اپنی ریش مبارک پکڑ کر فرمانے لگے ’’ہمارا بھی کیا حال ہے ان سب حلال و حرام میں پرہیز نہ کرنے والوں کی نذریں، اشیا اور رکھنا ہمارے پاس آتا ہے ہم پھر کیا ہوئے‘‘۔

(حدیث دلبراں، ص ۳۳)

تو آپ کے پیر صاحب حلال و حرام میں کوئی تمیز نہ کرتے نذر و نیاز کے نام پر جو حرام آجاتا کھا لیتے کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ اللہ اکبر یہ تو حضرت کی عاجزی تھی۔ یہ عاجزی ہے تو اکابر دیوبند کے وقت یہ تاویل یاد کیوں نہیں آتی؟

کیا یہ کلمات عاجزانہ ہیں؟

یہاں رضاخانی یہ تاویل بالکل بھی نہ کریں کہ ہمارے اعلیٰ حضرت کی یہ باتیں عاجزی و تواضع پر محمول ہیں اس لئے کہ اگر تواضع تسلیم کرنا تھی تو علمائے دیوبند کے کلمات کو اس پر محمول کیوں نہ کیا؟

ایک بریلوی مولوی انہی الفاظ تواضع پر یوں لب کشائی کرتا ہے:

’’انہیں حضرات کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے، الاحقر کا معنیٰ ہے بہت زیادہ ذلیل و حقیر اور احقر الناس کا معنیٰ ہے لوگوں میں سب سے زیادہ حقیر و ذلیل اور سب سے کمتر کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو الاحقر اور احقر الناس تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اقرار و اعتراف کیا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر ہیں‘‘۔ (فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد ص ۷۰)

معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں یہ ’’تواضع‘‘ نہیں ’’اعتراف‘‘ ہوتا ہے۔ ایک اور رضاخانی غلام مرتضیٰ ساقی علمائے دیوبند کی اسی قسم کی عبارات کو نقل کرنے سے پہلے لکھتا ہے:

’’دیوبندی خود کو آج کل کس حوالے سے متعارف کرواتے ہیں، جبکہ وہ درحقیقت کیا ہیں، اس سے آگاہی کیلئے ذیل کی سطور پڑھ لیں‘‘۔

(اہلسنت کی پہچان، ص ۱۷۳)

معلوم ہوا کہ اس قسم کے کلمات بر بنا عاجزی نہیں ’’حقیقۃ‘‘ صادر ہوتے ہیں لہذا خان صاحب کے ان اعترافات کو ’’حقیقت‘‘ پر ہی محمول کیا جائے۔

اسلاف کی طرف سے اس طرح کی عاجزی کا ثبوت

اس باب میں چند واقعات حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند کئے ہیں جن کا ہم خلاصہ نقل کررہے ہیں ایک دفعہ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ گزر رہے تھے تو بعض فقرانے ان پر جملے کسے:

’’او خنزیر۔ او ریاکار!!! او محرمات کو اپنے لئے حلال سمجھنے والے!!! او ملحد!!! او کتے!!! او قرآن میں تحریف کرنے والے!!!

تو احمد کبیر خوشی سے ان کے ہاتھ چومنے لگا۔۔۔۔

اسی طرح ایک دفعہ شیخ ابراہیم بستی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خط لکھا جس میں لکھا تھا:

’’او لڑکوں لڑکیوں سے بد فعلی کرنے والے!!! او کتے!!! او کتے کے بچے!!! او بدعتی!!! او دجال!!! (معاذ اللہ)

اس طرح کی بہت سی باتیں لکھی ہوئی تھیں جب خط پڑھنے والے نے خط مکمل کرلیا اور احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھوایا کہ آپ نے میرے متعلق بالکل سچ کہا۔ (ملخصا الطبقات الکبری ص ۲۰۴، ۲۰۵)

امید کرتا ہوں کہ ایک ولی کو دوسرے ولی کی طرف سے الاٹ ہونے والے ان القابات پر بھی یہ جاہل متعصب کچھ خامہ فرسائی کرے گا۔

(اعتراض ۱۹۴): بے سند حکیم الامت، نہ فقیہ۔ نہ مفسر بلکہ جاہل

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی جاہل معترض نے ملفوظات سے ملفوظ پیش کیا جو ہمارے نزدیک حضرت کے تواضع و انکساری پر محمول ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ مدرسے سے سند اس لئے نہیں مانگی کہ ہمیں آتا کیا ہے۔ ملخصا، میں فقیہ نہیں محدث نہیں مفسر نہیں۔

(ملفوظات، ج ۱، ص ۱۷۱)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ’’دیوبندی مذہب، ص ۱۴۴ طبع اول‘‘ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: اب آئیے ذرا ان کو ان کے گھر کی بھی سیر کروادیں۔ خلیفہ اعلی حضرت مولوی امجد علی گھوسوی لکھتے ہیں اعلی حضرت کے متعلق:

’’اعلی حضرت فرمایا کرتے تھے مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہ آیا کہ میں عالم ہوں‘‘۔

(فتاوی امجدیہ، ج ۴، ص ۲۴۳، تذکرہ اعلی حضرت بزبان صدر الشریعہ، ص ۳۳، فیضان اعلی حضرت، ص ۱۹۳)

اب رضاخانی زبان میں جب اعلی حضرت تھے پرلے درجے کے جاہل تو خیال کہاں سے آئے گا؟ ایک اور جگہ یہ جاہل اعلی حضرت کہتا ہے:

’’کبھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں‘‘۔

(فیضان اعلی حضرت، ص ۱۹۴)

اب یہ لوگ خان صاحب کو مجدد بنانے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ اس کے دل میں کبھی عالم ہونے کا خیال تک نہ گزرا۔ اعلی حضرت کے

بارے میں خود رضاخانی کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے پردے کے پیچھے سے حضور ﷺ بتاتے ہیں معاذ اللہ تو خان صاحب کو یہ جہالت کا سرٹیفکیٹ یقیناً نبی کریم ﷺ نے عنایت فرمایا ہوگا لہذا خان صاحب کو عالم سمجھنے والے بدعتی نبی کریم ﷺ کی عنایتوں کے منکر ہیں۔

(اعتراض ۱۹۵): تھانوی کی بداخلاقی

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''میں تو اکثر کہتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشا خوش اخلاقی ہے۔(اضافات الیومیہ، ج ۱ ص ۹۴)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۸۳)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب ص ۱۴۰ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: حالانکہ اس ملفوظ کا مطلب و مفہوم بالکل واضح ہے کہ میں معاشرت کے آداب و اخلاق بتلاتا ہوں لوگ اسے بداخلاقی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ سراسر اخلاق ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''آداب المعاشرت'' پڑھ لی جائے آج کے جدید تربیت یافتہ لوگ تو ان آداب کو پڑھ کر حیران ہو جائیں گے۔

رضاخانیوں کو اہلسنت کے اخلاق پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے کہ ان کے ہاں تصوف اور خانقاہ کی گدی پر بیٹھے لوگ شرم و حیا سے کس قدر عاری ہیں اس کی ایک مثال کچھوچھ شریف کی گدی کے اخلاق خود ایک رضاخانی ترجمان اہلسنت کی زبانی ملاحظہ ہو:

''یہ ہے نوری کرنیں جو شاہزادہ کچھوچھ فاضل علوم اسلامیہ احمد اشرف صاحب احسن نے ساداتی فخر و تعلی کے ساتھ کچھوچھہ شریف سے بریلی اور نا گپور ارسال فرمائی ہیں اور اس پر یہ دعوی کیا ہے کہ یہ گالیوں، سب وشتم، بہتان طرازیوں، بازاری پھکڑ بازیوں سے بھرپور کتاب اہلسنت کے علماء کی اصلاح کے لیے اور جب تک علماء اہلسنت بھی ان گالیوں وغیرہ سیکھ کر خود نہ بکیں اور عوام کو سکھا کر ان سے نہ بکوائیں نئے مذہب کچھوچھ میں یہ علماء اہلسنت اور دوسری سنی مسلمان، سنی عالم اور اہلسنت کہلانے کے قابل نہ ہوں گے اور اب علماء اہلسنت کو دھڑا دھڑ کچھوچھ شریف پہنچ کر ان گالیوں وغیرہ سے اپنی شدھی کرالینا نئے مذہب کچھوچھ میں ضروری ہو گیا''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات ص ۳۱)

مزید لکھتے ہیں:

''آپ نے جو یہ تحفہ نور برائے بریلی و نا گپور لکھا ہے اور آپ ہی اس تصنیف کے ذمہ دار ہیں تو عرض ہے کہ آپ کے نوخیز قلمی افکار میں وہ گالیاں کیسے داخل ہو گئیں جو ایک سید ذی وقار کے لائق ہرگز نہیں۔ دنیاوی لحاظ سے تہذیب و اخلاق سے گری ہوئی بازاری آوارہ گردوں کی پیروی سے بھری ہوئی قانوناً تعزیرات ہند میں داخل ہیں''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات ص ۳)

رضاخانی مناظر مولانا اشرف سیالوی اپنے عوام کی گندی زبان، اخلاق باختہ کردار اور اپنے مذہبی سٹیج کے گالم گلوچ والے ماحول کو یوں

بیان کرتا ہے:

''وہ دور گزر گیا جب آپ گالیاں دے لیتے تھے اب پہلے اپنی حیثیت تو دیکھو کہ تمہاری حیثیت رہ کیا گئی ہے۔ دن بدن کتنی پستی میں جا رہے ہو۔ تمہاری طاقت کتنی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پہلے تو تم پچانوے (95) فیصد بنے ہوئے تھے۔ اب ذرا گنتی کر کے دیکھو کتنے فیصد ہو۔ حکومتی سطح پر تمہاری پاور کیا ہے؟۔ باہر کی حکومتوں کے ساتھ تمہارے رابطے کیا ہیں تم اپنی حیثیت بھی دیکھو کیا ہے؟۔ اس لیے وہ تمہارا گالی گلوچ والا دور گزر گیا جب تم ٹھاٹھ سے سٹیجوں پر گالیوں کی بھرمار کر دیتے تھے اور چوں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب ان کے پاس بندوقیں ہیں وہ فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ تو کیا آپ کر سکتے ہو؟۔ اس لیے پہلے تیاری کرو اپنی طاقت منظم کرو۔ اپنے آپ کو متحد کرو پھر وہ زبان استعمال کرو۔ اب اپنی حیثیت کو دیکھو کہ تمہاری حیثیت رہ کیا گئی ہے''۔

(فتاوی اشرف العلماء، جلد اول ص ۸۲)

آج اخلاق کا درس دینے والے رضاخانیوں کے خطیبوں کا حال ملاحظہ ہو:

''حضرت مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل والے اس عقیدے کے مالک تھے کہ بدعقیدہ کو ایک گالی دینے سے دو نفلوں کا ثواب ملتا ہے۔ (استغفر اللہ۔ ساجد) آپ کو بصیر پور شریف تقریر کیلئے حضرت مولانا نور اللہ صاحب نے بلایا اور جلسہ شروع ہونے سے پہلے درخواست کی کہ برائے مہربانی گالیوں سے پرہیز کریں۔ آپ نے خطبہ پڑھ کر فرمایا حضرت صاحب نے اگر مجھ کو منع نہ کیا ہوتا تو میں وہابیوں کی ماں کی۔۔ ایسی کی تیسی کر دیتا''۔

(تقریری نکات، ص ۵۸۹)

اب اگر اس کے جواب میں معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد دو رکعت نفل ثواب کی نیت سے بندہ اپنی اس کتاب میں احمد رضا خان کی ماں کی۔۔ بہن کی۔۔۔ ایسی تیسی کر دے تو ان کو اخلاق یاد آجائیں گے۔

بہر حال اس عنوان پر میں ایک تفصیلی مقالہ اپنی کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' میں شامل کر چکا ہوں اسی کو یہاں پیش کر رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نواب احمد رضا خان صاحب کے اخلاق

ما قبل میں خان صاحب بریلوی کی زبان وقلم کے جو چند نمونے پیش کئے گئے اس سے ان کی اخلاقی حالت کافی اندازہ ہوجاتا ہے،لیکن عرصہ پہلے اہلِ بدعت کی طرف سے ایک تحریر شائع کی گئی تھی،جس میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خان صاحب فاضل بریلوی کے اخلاق کا تقابل پیش کیا گیا تھا،یہ مضمون اسی کے جواب میں لکھا گیا تھا،موضوع کی مناسبت سے اسے ہم یہاں نقل کررہے ہیں۔

خان صاحب بریلوی کی بداخلاقی کا خود ان کے ماننے والوں کو بھی اقرار ہے۔چنانچہ خان صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ ننھے میاں مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا حیدر آباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کیلئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔تالیف قلب کیلئے اس سے بات چیت کرلیجئے۔دوران گفتگو وہ رافضی بھی آگیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلی حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا اعلی حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرات نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلی حضرت کو کہا وہ اتنی دور سے صرف ملاقات کیلئے آیا تھا،اخلاقا توجہ فرمالینے سے کیا حرج تھا؟

حضور۔۔نے جلال میں آکر فرمایا:''میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتائے ہیں''۔

(تذکرہ مشائخ قادری ۴۳۶)

غور فرمائیں خود خان صاحب بریلوی کے صاحبزادہ کہہ رہے ہیں کہ اخلاقا ہی مل لیتے لیکن خان صاحب بجائے شرمندہ ہونے کے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ہمارے بڑوں نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔آج کوئی بھی بریلوی خان صاحب کی اس بداخلاقی جسے وہ اخلاق کہہ رہے ہیں پر عمل پیرا نہیں۔یہ بداخلاقی خود بریلوی مناظر سعید اسد فیصل آبادی کیلئے بھی درس عبرت ہے جو بظاہر بڑے درد سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں دیوبندی بریلوی کو ایک کرنے آیا ہوں۔سعید اسد صاحب جب حضرت مولانا متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے پاس آیئے تو کس انداز سے آئے اس کی مکمل ویڈیو نیٹ پر موجود ہے۔سعید اسد کی ایک ایک ادا بتلا رہی ہے کہ خان صاحب کا اس شیعہ کے ساتھ برتاؤ خالصہ بداخلاقی پر مبنی تھا۔

فاضل بریلوی احمد رضا خان کے اخلاق بیان کرتے ہوئے ایک بریلوی سوانح نگار صاجزادہ سید وجاہت رسول قادری لکھتے ہیں:

''احمد رضا کی ایک اہم خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے سخت سے سخت مخالف کو بھی خطاب کرتے وقت زبان و بیان کی شستگی،شائستگی و شگفتگی ملحوظ خاطر

رکھتے ہیں اور دل آزار الفاظ کے استعمال سے حتی المقدور گریز کرتے ہیں‘‘۔

(امام احمد رضا خطوط کے آئینے میں صفحہ ۱۲۸)

اب یہی صاحبزادہ صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کے اخلاق سے بھر پور الفاظ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کرتے ہیں:

’’اشر دو قسم کے ہوتے ہیں ا۔’اشر قولی‘ کہ زبان سے بک بک کرے ۲۔’اشر فعلی‘ کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔(ایضا صفحہ ۶۲۱)

انفرادی اور ذاتی مجلسوں میں اپنے مریدین اور شاگردوں کے سامنے ایک عالم دین کے نام کو تضحیک کا نشانہ بنا کر ’اشر‘ کی خود ساختہ اقسام بنا کر خوش ہونا یہ وجاہت قادری صاحب کونسے اخلاق ہیں؟

اور درج ذیل اشعار کونسے اخلاق کا نمونہ ہے؟

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے — اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹلکائے جائیں گے — وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں — پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو — پیٹھ پر جا کر کان چھوڑیں گے
تھانوی جی کی کون توڑے چپ — جانے دیں ہم بھی دھیان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ سوم ۲۹)

یہ اخلاق ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم دین کو گدھا [معاذ اللہ] کہا جائے؟ اور ان شرمناک اشعار رضا کو بھی پڑھ کے احمد رضا کے اخلاق کا اصل چہرہ ملاحظہ کریں:

اضر جبلی من نتائج ردۃ — واشرفعلی لعبۃ الصبیان
انہی جراء لك فی الحسان عن العوا — انت انجی یا کلبۃ الشیطان

(حدائق بخشش حصہ سوم ۹۸)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے، اے حاملہ تو اپنے پلوں کو اچھے لوگوں میں بھونکنے سے روک، اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔

کیا ایک عالم دین کے متعلق یہ کہنا کہ ’’مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی‘‘ [اجلیٰ انوار رضا] کونسا اخلاق ہے؟

۲۔ اعلیٰ حضرت کی عادت شریفہ کے بارے میں ان کے بھتیجے لکھتے ہیں:

’’آپ کی بچپن سے یہ عادت رہی کہ اجنبی عورتیں اگر نظر آجاتی تو کُرتے کے دامن سے اپنا منہ چھپا لیتے‘‘ (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۹)

اس آگے حسنین صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ’اخلاق سوز حرکت‘ اور وہ ’’لیکچر شہوت‘‘ لکھنے کی ہمت نہ ہوسکی۔

۳۔ ۱۸ یا ۲۰ سالہ جوان لڑکی کو ماں کا دودھ پیتے دیکھنا، جوان لڑکی کا ماں کے سینے پہ چڑھنا بیان کرنا، لڑکی اور ماں کی طاقت کو بیان

کرنا، ماں کی کمزوری اور لڑکی کا زبردستی ماں کے سینے پہ چڑھ کے دودھ پینا بیان کرنا آخر کونسا اخلاق ہے؟

۴۔ ''سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گھوڑی پہ آیا تو ندوہ کا خچر بنا''

فاضل بریلوی ایسے الفاظ لکھ کر اپنی طبیعت کا پتہ دے تب بھی اچھے اخلاق کا حامل قرار پائے؟

۵۔ خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد علامہ معین الدین چشتی اجمیری صدر المدرسین مدرسہ معینیہ اجمیر شریف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاق کا بہت خوبصورت نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوران کے شبہات کو رفع کر کے سب سے پیشتر سوشہیدوں کا اجر خود مول لیتے خلقت کی سخت کلمات کی پرواہ نہ کر کے اِس کان سن اُس کان اڑاتے اور صابرین کے زمرہ میں داخل ہو کر خلق حسن کا بہترین نمونہ صفحۂ دہر پر چھوڑتے لیکن اسکے بارگاہ اعلیٰ حضرت سے وہ گوہر افشانی وگوہر باری ہوئیکہ خلقت حیران ہوئی کہ انکا ظہور بارگاہِ رضوی سے ہوا ہے یا لکھنؤ کے مشہور کوٹھوں سے''۔(تجلیات انوارِ معین صفحہ ۴)

فاضل بریلوی کی تحریر پڑھ کر خواجہ صاحب اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت کے الفاظ سن کر بازاری اوراوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہونگے اب اس کے بعد وہ کونسا درجہ ہے جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنے انتہائی فحش گوئی کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علمائے کرام کی شان ہوتا رہتا ہے''۔(تجلیات انوار معین صفحہ ۳۲)

کیوں جی رضا خانی جاہل کچھ ہوش آیا یا ابھی تک نشے میں ہوا۔؟

اب بھی اعلیٰ حضرت کے اخلاق کے گن گاؤ تو پھر تم سے بڑا دنیا میں پاگل کوئی نہیں۔

☆ فاضل بریلوی علمائے کرام کی توہین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو مونث سے خطاب کرتا تھا۔

☆ فاضل بریلوی کے کلام میں سوقیت اور فحش گوئی تھی۔(ایضا ۲۳)

اعلیحضرت بھی شاید سچ بول بیٹھے:

یاالٰہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں (قفل مدینہ)

امیر دعوت اسلامی کے الفاظ بھی پڑھیں جو نبی اکرم ﷺ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

''فحش گوئی سخت دلی ہے اور سخت دلی آگ میں ہے'' (میٹھے بول صفحہ ۵۲)

تو اعلیحضرت کہاں پہنچے ذرا بتانا؟

اور اپنے بریلی علامہ اختر شاہ جہانپوری کا سفید جھوٹ بھی پڑھو اور اس پہ اللہ کی لعنت بھی کرو جو لکھتا ہے:

''کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی'' (سیرت امام احمد رضا صفحہ ۳۴)

اب یہ بریلوی حضرات بتائیں گے کہ دشمن کون کون سے تھے؟

۶۔ چلبلی طبیعت والے اعلیحضرت احمد رضا خان نے شاید وہ فحش اشعار بازاری عورتوں کے متعلق نقل کیے ہوں۔ (فتاوی مظہریہ، صفحہ ۳۹۲)

۷۔ بریلوی نعیم الدین مراد آبادی کو بھی اعلیحضرت سے شکایت کرنی پڑی کہ آپ اپنی تحریر میں اتنی شدت نہ استعمال فرمایا کریں۔(الحجۃ الفائحہ صفحہ ۲)

بریلی جید عالم مولوی آل مصطفی مصباحی صاحب کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ:

''سبحن اسبوح کی صرف ابتدائی چند ورقوں میں ہذیان ہے''

(سوانح صدر الشریعہ صفحہ ۶۸)

اس کتاب کے شروع میں تاثرات کے عنوان سے بریلویوں کے محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری بانی جامعہ امجدیہ قادریہ نے کتاب کی تائید وتوثیق کی ہے۔ان ہی وجوہات کی بنا پر مولوی نعیم الدین مراد آبادی کو جب فاضل بریلوی نے اپنا مسودہ ''الطاری الداری'' دکھایا تو مراد آبادی نے کثیر مضامین نکال دئے۔(فتاوی صدر الفاضل صفحہ ۶۹۴)

۸۔ مولوی حسنین رضا صاحب فاضل بریلوی کے اخلاق کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت اگر کبھی ناخوش ہوتے تو کھانا یا حقہ یا پان چھوڑ دیتے تھے جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی تھی کبھی یہ مجاھدہ ہو ہی جاتا تھا پہلے تو خاندان والے اور احباب اس غصہ کو فرد کرنے کی کوشش کرتے اگر وہ اس مجاھدہ کو نہ ختم کراسکے تو سید صاحبان سے عرض کیا جاتا تھا اعلیٰ حضرت کو سید صاحب کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی تھی۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا۔سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائگاں گئی۔سید مقبول صاحب کی خدمت میں نومحلہ حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آج دو مہینے ہونے کو آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے ہم سب کوشش کرکے تھک گئے ہیں آپ ہی انہیں مجبور کرسکتے ہیں''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۷)

ثابت ہوا کہ:

☆ فاضل بریلوی اگر ناخوش ہوتے تو کئی کئی دن کھانا چھوڑ کر اپنے رشتہ داراوں اور دوستوں کو پریشان کرتے تھے۔

☆ فاضل بریلوی کھانا محض غصہ ہونے کی وجہ سے نہ کھاتے تھے یعنی اکثر غصہ میں رہتے تھے۔

☆ فاضل بریلوی اپنے والدین کی بھی بات نہ مانتے تھے۔

اور یہ فاضل بریلوی ہی تھے جو اپنی بیمار والدہ کو بستر پر چھوڑ کر نفلی حج کیلئے اپنے مخصوص مشن پر گئے تھے کیا حقوق والدین ادا نہ کرنے والا اچھا اخلاق کا حامل قرار پاسکتا ہے؟

☆ فاضل بریلوی اپنے رشتہ داروں کی بات بھی نہ مانتے تھے۔

☆ دوست احباب کے بار بار کہنے سے بھی نہ مانتے تھے۔

ذرا یہ حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

''جبل پور میں جب پہلا جمعہ آیا تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے غسل کیلئے کمرے میں پانی رکھا گیا اور جوڑا کپڑے حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم

نے لا کر پیش کئے ۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے کرتہ کھول کر دیکھا تو وہ کس قدر پھٹا ہوا تھا۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے وہ پھٹا کرتہ دیکھ کر حاجی صاحب کو دکھا یا اور فرمایا آج جمعہ کے دن یہ پھٹا ہوا کرتہ پہناؤ گے؟ ۔حاجی صاحب وہ کرتہ لے گئے اور دوسرا کرتہ لا کر پیش کر دیا اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس کرتہ کو دیکھا تو کوراضرور تھا مگر اس بو نام ندارد تھے اس حرکت پہ اعلیٰ حضرت کو جلال آ ہی گیا ارشاد فرمایا کہ:

یہ حاجی یہ حاجی میرا مر کے بھی پیچھا نہ چھوڑے گا آواز کس قدر کرخت تھی جو دوسروں میں بھی سنی گئی‘‘ (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۵)

مندرجہ بالا حوالہ بھی پروفیسر ایوب والے حوالے کے بالکل خلاف ہے ۔کیونکہ:

☆ اُدھر تو اپنی پریشانی کی تکلیف برداشت کرکے کھانا کھا کر میزبان کا دل رکھ لیا......**اور**

☆ اِدھر کرتہ کی وجہ سے اتنی سخت لہجے میں بات کی کہ دور دور تک سنی گئی......

کیوں جی! میزبان کا تو دل رکھ لیا مگر حاجی صاحب کا دل نہ رکھا؟

☆ ایسے کرخت لہجے میں بات کرنا آخر کونسا اخلاق ہے؟

☆ آگے مفتی صاحب سننے والوں کا تبصرہ بیان کرتے ہیں:

’’اب سننے والوں نے اعلیٰحضرت قبلہ کے ان الفاظ پر تبصرہ شروع کیا کسی نے کہا کہ اس ارشاد کا مطلب کیا ہے بعض احباب نے کہا کہ یہ غصہ کی بات ہے جو کسی مقصد سے نہیں کہی گئی نہ کسی آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔مجھے ان کی غیض وغضب اور پریشانی کی باتوں کا پہلے سے کس قدر اندازہ تھا‘‘ ۔(ایضاً صفحہ ۵۸)

آگے مفتی صاحب اعلیٰحضرت کے غصے کے متعلق لکھتے ہیں:

’’اعلیٰحضرت قبلہ کے غم وغصے کے اور بھی الفاظ یاد ہیں‘‘ ۔(ایضاً صفحہ ۸۶)

۹۔ ذرا اپنے امیر دعوت اسلامی الیاس عطاری کے الفاظ بھی سن لو:

’’اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ دولت مند تو تھے نہیں اور آپ کا عجیب وغریب معاملہ تھا مکان کا تو غالباً اب تک کیس چل رہا ہے ۔غالباً آپ کا مکان ہندو کی ملک تھا کچھ کرایہ کا مسئلہ تھا۔آپ کرایہ دار تھے۔‘‘(بیان شان امام اہلسنت)

یعنی ایک ہندو کے مکان پر فاضل بریلوی قابض تھے اور کرایہ نہ دیتے تھے اور مالک مکان نے ان پر کیس کر دیا تھا

ایک غاصب بھی بھلا اچھے اخلاق کا حامل ہوسکتا ہے؟

۱۰۔ اپنے شہزادہ عطار حاجی بلال رضا عطاری کی بھی سن لو:

’’ایک دن شام کو پان نہیں آئے اور آپ کی یہ پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے تھے چنانچہ خاموش رہے ۔لیکن طبیعت میں ناگواری ضرور پیدا ہوئی ۔مغرب سے تقریباً دو گھنٹے بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، اعلیٰحضرت علیہ رحمتہ الرحمن نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ ’’اتنی دیر میں لایا‘‘ ۔

(فکر مدینہ مع ۱۴ حکایات عطاریہ صفحہ ۱۹)

اندازہ لگائے فاضل بریلوی کے اخلاق کا!

☆ پہلے تو بچے کو سوچے سمجھے بنا مار دیا اس وقت نہ سوچا کہ میں اس کو کس بنا پہ ماروں؟ بعد میں سوچنے بیٹھ گئے اور غلطی کی تلافی کرنا چاہی۔
حالانکہ بریلویوں کے نزدیک تو اللہ تعالی نے اس بات کو ناممکن فرمادیا کہ اعلیٰ حضرت نقطہ برابر خطا بھی کرے پھر بھلا یہ لوگ کس طرح اپنے محدث کچھوچھوی کی بات کو رد کے اعلیٰ حضرت کی غلطی کو مان سکتی ہیں۔(یاد اعلیٰ حضرت از عبدالحکیم شرف قادری)

☆ نبی کریم ﷺ نے گھر والوں سے حسن سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے ایک حدیث میں ہے:

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (ترمذی، ابن ماجہ)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کیلئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔ مگر دوسری طرف خان صاحب کے اخلاق کا اندازہ اس سے لگالیں کہ آپ:

''گھر والوں کیلئے آپ تنگ مزاج تھے''۔(سیرت پاک اعلی حضرت، ص ۶۳)

''گھر والوں کو آپ کی تنگ مزاجی معلوم تھی''۔(سیرت پاک اعلی حضرت، ص ۶۶)

جو آدمی گھر والوں ہی کیلئے ترش رو و تنگ مزاج ہو وہ باہر والوں سے خاک حسن اخلاق سے پیش آئے گا؟ خان صاحب کا اپنوں سے کس قسم کا رویہ تھا اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف ایک مخصوص انداز میں سوتے احباب کو تعجب ہوا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں مگر:

''کسی کی مجال کہ آپ سے دریافت کرتا''۔(کرامات اعلی حضرت، ص ۵۳)

نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے تو کیا کہنے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے برسر منبر ایک آدمی سوال کرتا ہے مگر یہاں حالت یہ ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق دریافت کرنے کی بھی احباب کو آنجناب کی بداخلاقی اور ترش روئی کی وجہ سے جرات نہیں۔

مولوی بدرالدین احمد رضوی بھی خان صاحب کی ''گرم مزاجی'' کو یوں بیان کرتے ہیں:

''بے حد حار (گرم) مزاج تھے''۔(سوانح امام احمد رضا، ص ۱۲۶)

خان صاحب کے سوانح نگار مزاج کی اس تیزی، گالم گلوچ اور بداخلاقی کو تربیت کے فقدان کا قصور قرار دینے کے بجائے پٹھان جیسی غیرت مند قوم کو بدنام کرنے کیلئے اس کی وجہ خان صاحب کے پٹھان ہونے کو قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ ملی جلی شدت اس پٹھانی جذبہ کا مظہر ہے جو پٹھانوں میں بالعموم پائی جاتی ہے''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۵۲)

بریلوی شیخ المحدثین دیدار الوری بھی خان صاحب کی بداخلاقی کو پٹھانوں کے کھاتے میں ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

''انہیں جانتا ہوں پٹھان خاندان سے ہیں طبعیت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔(تجلیات امام احمد رضا، ص ۵۶)

ان کی بدخلاقی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ خان صاحب بریلوی نے ایک دفعہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے والد کو ان کے سامنے فحش گالیاں دی چنانچہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب لکھتے ہیں:

''جناب نے جب میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے دو بدو کتےؐ وخنزیر سے دی اور اس وقت میں نے اظہار ناراضگی نہیں کیا تو اب ان تحریروں کے باعث کیوں ناراض ہونے لگا''۔(الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۶)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی کچھ خط وکتابت خان صاحب بریلوی سے ہوئی اور اس کے بعد مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب اس نتیجے پر

پہنچے کہ خان صاحب انتہائی بداخلاق متکبر قسم کے آدمی ہیں حتیٰ کہ ان سے گفتگو اور تخاطب بھی شرافت وحق کی غیرت کے خلاف ہے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

''جو متکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے......اس پیکر تکبر کے روبرو گردن جھکانے کو بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے بلکہ حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں''۔ (الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۲،۳)

(اعتراض ۱۹۶): امرد لڑکوں سے پراسرار حرکات کمر بند کھولنا

یہ عنوان قائم کر کے موصوف لکھتے ہیں :

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ۔۔ایک بچے کے ساتھ مزاح فرمارہے تھے ۔مزاح میں اس کی ٹوپی اتار کر اپنے سر پر رکھ لی ۔

(افاضات الیومیہ، ج ۸، ص ۹۴)

ایک مرتبہ بتو پہلوان نے جو دیوبند کا رہنے والا تھا۔ باہر کے کسی پہلوان کو پچھاڑ دیا تو مولانا محمد قاسم صاحب ۔۔کو بڑی خوشی ہوئی ۔۔۔ مولانا (قاسم نانوتوی) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیا کرتے تھے ۔

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۱، ص ۱۲۶، سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۴۶۶، ارواح ثلاثہ، ص ۲۸۶، ۲۸۷)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۷۶)

(اعتراض ۱۹۷): گنگوہی اور نانوتوی کی باہمی محبت کا قصہ پراسرار مجامعت

ایک دن گنگوہی کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید وشاگرد سب جمع تھے ۔اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے ۔کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی شرما سے گئے مگر پھر حضرت نے فرمایا تو مولانا بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو ۔

(ارواح ثلاثہ، ص ۳۰۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۷۹، ۱۸۰)

(اعتراض ۱۹۸): رشید گنگوہی کا قاسم نانوتوی سے نکاح؟

ایک بار (رشید احمد گنگوہی نے) ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اس طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہو پہنچا۔

(تذکرۃ الرشید، ج ۲،ص ۲۸۹ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۱۸۰)

نوٹ: یہ تینوں اعتراضات اس نے''دیوبندی مذہب ،ص ۱۶۴ طبع اول'' سے سرقہ کئے ہیں۔

جواب: یہ تین بدبودار عنوان قائم کرکے اس بے حیا بے شرم آدمی نے اپنے اور اپنے خان صاحب بریلوی کے بچپن پر قیاس کرکے جس قدر بے حیائی کا ثبوت دیا ہے اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے اور یہ وہ بے شرمی ہے جو اس بدبخت کو اپنے بڑوں سے وراثت میں ملی ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی قسم کے سوقیانہ و بدبودار اعتراضات پر مشتمل ایک خط کے جواب میں بندہ عاجز نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان واقعات کا جائزہ لیا تھا بندہ یہاں اسی خط کو پیش کر رہا ہے۔

مولانا قاسم نانوتویؒ و مولانا گنگوہیؒ پر بریلویوں کی طرف سے بعض سوقیانہ اعتراضات کا دندان شکن جواب

سوال: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مناظر اسلام وکیل ناموس صحابہ ترجمان مسلک حقہ علماء دیوبند محترم ومکرم حضرت مولانا رب نواز حنفی زید مجدہ زادکم اللہ فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! سلام مسنونہ کے بعد امید واثق رکھتا ہوں کہ آنجناب نہایت خیر وعافیت کے ساتھ ہوں گے اور مستقلا دعاگو ہوں کہ باری تعالی آنجناب کو خیر وعافیت کے ساتھ رکھے اور دشمنان اسلام کے عزائم سے آنحضرت کی حفاظت فرمائے (آمین)۔ سلام مسنونہ اور علیک سلیک کے بعد راقم کا تعارف یہ ہے کہ.......... تحریر کا مقصد یہ ہے کہ راقم کو تحریر لکھنے سے دو دن قبل نیٹ سے ایک پوسٹر جو کہ موسوم تھا''دیوبندیوں کا اسلام'' جس میں علماء دیوبند کے سرخیل قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ نور اللہ مرقدہ اور حضرت گنگوہیؒ نور اللہ مرقدہ جو علم زہد وتقوی میں اپنی مثال آپ ہیں ان دو حضرات پر الزامات اور بہتان اکبر لگایا گیا ہے اور مسلک علماء دیوبند پر کیچڑ اچھالا گیا ہے اور یہ پوسٹر ان لوگوں کی جانب سے لکھا گیا ہے جو کہ ہمیشہ علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی مذموم جسارت کرتے ہیں اور ناکامی ان کا شکریہ ادا کرتی ہے (اس سے مراد بریلوی حضرات ہیں) اور اس پوسٹر کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ پوسٹر جواب ہے اس پوسٹر کا جس کا نام''بریلویوں کا اسلام'' ہے اس پوسٹر جسکا نام بریلویوں کا اسلام ہے کوئی علم نہیں ہے کس نے لکھا کہاں لکھا اور نیٹ پر بھی موجود نہیں ہے آپ سے جو معلوم کرنا ہے اسے پہلے درست معلوم ہوا ہیکہ اس پوسٹر (دیوبندیوں کا اسلام) من وعن مع حوالہ نقل کیا جائے۔ لہذا اولا پوسٹر (دیوبندیوں کا اسلام) نقل کرتا ہوں پھر سوالات رقم کروں گا امید کرتا ہوں کہ نظر کرم فرمائیں گے۔

''دیوبندیوں کا اسلام''

دیوبندی فرقے نے اپنی کفریہ عبارات پر''پردہ'' ڈالا اور لوگوں کی توجہ کو ان سے ہٹانے کیلئے ایک مکاری وجھوٹ پر مشتمل پوسٹر''بریلویوں کا اسلام'' کے عنوان سے شائع کیا جس میں علماء حق کی عبارات توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی''فیوضات فریدیہ'' جیسی غیر مستند کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جس کی مسلک حق اہلسنت والجماعۃ (حنفی بریلوی) پر کوئی ذمہ داری نہیں ذیل میں اس فرقہ کے مستند اکابر کی چند خرمستیاں ان کی معتبر کتب سے پیش کی جاتی ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمان ان شہوت پرست انگریز نواز مولوی نما شیطانوں کی مکروہ صورتیں دیکھ کر اپنے سرمایہ ایمان کو ان سے بچائیں۔

دیوبندی کی خانقاہ (لواطت کے مریض)

حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی شرما سے گئے مگر پھر حضرت نے فرمایا تو مولانا بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۷۳، ۲۷۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

داڑھی والی دلہن

ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں (رشید احمد گنگوہی) نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اس طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہو پہنچا۔

(تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۸۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

بچوں سے تسکین

مولانا (قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین (صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب) سے جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علماء دیوبند کے خلاف لکھا جانے والا غلیظ شدہ پوسٹر آپکی خدمت میں حرف بحرف نقل کر دیا گیا اس کے بعد آپ سے چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں یقین واثق رکھتا ہوں کہ آنحضرت سوالات کے جوابات دیکر راقم الحروف کو شرف قبولیت سے نوازیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

سوالات:

سوال نمبر ۱: بریلویوں کا اسلام نامی پوسٹر مسلک دیوبند کی جانب سے شائع کیا گیا ہے یا نہیں اگر شایع کیا گیا ہے تو کس نے کیا (مراد تنظیم یا شخص)؟

سوال نمبر ۲: کیا پوسٹر بنام بریلویوں کا اسلام سچ وحق پر مشتمل تھا یا مکاری وجھوٹ پر مشتمل تھا؟

سوال نمبر ۳: پوسٹر بنام بریلویوں کا اسلام میں ذکر کردہ کتاب فیوضات فریدیہ مسلک بریلوی کی ہے یا نہیں اگر مسلک بریلوی کی کتاب ہے تو مستند ہے یا غیر مستند اگر مستند کتاب ہے تو اس کا مفصل مع برہان جواب عنایت فرمادیں۔

سوال نمبر ۴: اگر فیوضات فریدیہ مسلک بریلوی کی کتاب ہے تو وہ اسکو غیر مستند قرار دیکر اس سے برأت کا اظہار کیوں کر رہے ہیں۔

سوال نمبر ۵: کیا پوسٹر بنام دیوبندیوں کا اسلام میں ذکر کردہ باتیں سچ وحق پر مشتمل ہیں یا پھر مکر وفریب اور جھوٹ پر مشتمل ہیں۔

سوال نمبر ۶: دیوبندیوں کا اسلام نامی پوسٹر مسلک بریلوی کی جانب سے کس شخص یا کس تنظیم نے شائع کیا ہے۔

سوال نمبر ۷: پوسٹر بنام دیوبندیوں کا اسلام میں ذکر کردہ حوالہ جات درست ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۸: دیوبندیوں کا اسلام نامی پوسٹر میں ذکر کردہ کتب (ارواح ثلاثہ) مسلک دیوبند کی کتاب ہے؟ اور کس نے تحریر کی ہے۔

جواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب محترم محمد عاصم صاحب! امید کرتا ہوں کہ آنجناب خیریت و عافیت سے ہوں گے آپ کا عنایت نامہ چند دن قبل قائد اہلسنت مناظر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ مولانا رب نواز حنفی صاحب زید مجدہ کو موصول ہوا، مگر اپنی بے پناہ جماعتی تبلیغی و مسلکی سرگرمیوں و مصروفیات کی وجہ سے انہیں آپ کے خط کا جواب لکھنے کا موقع نہ مل سکا جس کے بعد حضرت نے راقم کو جواب کی ذمہ داری سونپی اور بندہ اسے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے حضرت کی طرف سے آپ کے خط اور ان میں ذکر کردہ اشکالات و سوالات کا جواب لکھ رہا ہے۔ سب سے پہلے تو میں ادارے کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کرنے کی زحمت کی ورنہ آج کل بعض حضرات کے اعتقاد کا تو یہ حال ہے کہ چلتے چلتے کسی مراثی کی زبان سے بھی اگر کوئی اعتراض سن لیا تو اکابر اہلسنت پر چہ مگوئیاں شروع کر دیتے ہیں بہر حال ترتیب وار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

بلا شبہ قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وفقیہ العصر محدث کبیر حضرت علامہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہما علم و عمل زہد و تقوی میں اپنی مثال آپ تھے اور کیوں نہ ہوں کہ جب یہ دونوں حضرات وقت کے اولیاء کاملین رأس المتقین میں سے تھے وقت کے مقتداء تھے۔ یہ محض مبالغہ آرائی یا عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھی گئی مجذوبانہ بڑ نہیں بلکہ یہ وہ حضرات و مقدس شخصیات ہیں جن کے زہد و تقوی کی گواہی ان کے مخالفین نے بھی دی ہے۔ چنانچہ محمود احمد برکاتی صاحب بریلوی مذہب کے خیرآبادی سلسلہ کے ممتاز عالم دین و محقق گزرے ہیں وہ اپنے والد برکات احمد صاحب مرحوم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”والد ماجد (مولانا حکیم دائم علی) مولانا محمد قاسم کے خواجہ تاش تھے اس لئے ایک بار مجھے ان سے ملانے کیلئے دیوبند لے گئے تھے جب ہم پہنچے تو مولانا چھتہ کی مسجد میں سو رہے تھے مگر اس حالت میں بھی ان کا قلب ذاکر تھا اور ذکر بھی بالجہر کر رہا تھا“۔

(مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت اور علوم، ص ۱۸۵، برکات اکیڈمی لیاقت آباد کراچی)

اللہ اکبر! ایسی مقدس و مطہر شخصیت پر ایسی سوقیانہ الزام تراشی کرنا کیا انسان کے ازلی بدبخت اور دائمی شقاوت قلبی کی سیاہ ترین مثال نہیں تو اور کیا ہے؟ حجۃ الاسلام کی ولایت علم تقوی و فضل پر مزید تفصیلی حوالہ جات کیلئے مضمون ”مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بریلوی اکابرین کی نظر میں“ مجلہ نور سنت شمارہ نمبر ۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی مخالفین کے گھر سے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے

رضا خانی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان کا خلیفہ اجل مولوی عبد الوہاب قادری لکھتا ہے:

”جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتوی شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی

کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے:

''لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں''۔

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم،ص ۳۲۲)

نمبر۱۔سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم علمائے دیو بند کے پرستار فضلہ خوار ہیں''۔

(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفی المعروف مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم وحواس کے آئینے میں۔ ص:۱۷۲۔۱۷۳۔بزم اعلحضرت امام احمد رضا برانچ یوپی موڑ نارتھ کراچی)

نوٹ:الحمدللہ رضاخانی مولوی نے سائیں توکل شاہ انبالوی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں توکل شاہ انبالوی علمائے دیو بند کے فضلہ خوار و پرستار تھے۔اب آئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سائیں توکل شاہ انبالوی کون تھا؟۔انبالوی صاحب بریلوی مولوی نور بخش توکلی کا پیر و مرشد تھا نور بخش توکلی نے اپنے اس پیر کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب؛

''تذکرہ مشائخ نقشبند۔ص ۴۸۱ تا ۶۹۲ مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور''

پر کیا ہے۔اقبال زید فاروقی نور بخش توکلی کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''انبالہ میں ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ توکلی کہلائے''۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور۔ص ۲۹۶۔مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری نے نور بخش توکلی کو اپنے اکابر میں ذکر کر کے لکھا:

''جن دنوں آپ محمڈن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت۔ص:۵۵۹ نوری کتب خانہ لاہور)

(۲) مولانا غلام رسول قاسمی جنہیں بریلوی مذہب کے محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مایہ ناز حنفی علماء میں شمار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''میں مولوی رشید احمد صاحب کا نہ تو شاگرد ہوں نہ استاد ہوں نہ مرید ہوں نہ پیر میرا ان سے کوئی تعلق نہیں لیکن آخر وہ ایک عالم ہیں اور ایک عالم کی اس طرح توہین وتکفیر ہرگز جائز قرار نہیں دی جاسکتی''۔

(تذکرہ علماء امرتسر۔ص ۶۵ والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور)

بریلوی شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی صاحب اپنے والد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ نے درج ذیل تاثرات کا اظہار کیا:

مرگ مولوی رشید احمد زخمے است کہ مرہم نہ دارد عالم صالح دیندار دریں وقت حکم عنقا دارد انا اللہ وانا الیہ راجعون مردن ایں چنیں یک

شخص از مردن یک ہزار بر دینداران سخت تر است“۔

(بزم خیراز زید،ص ۹۴،۹۵،حضرت شاہ ابوالخیراکاڈمی دہلی)

ترجمہ: مولوی رشید احمد کی موت ایسا زخم ہے کہ اس کا مرہم نہیں اس وقت میں عالم صالح دیندار عنقا کے حکم میں ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون دینداروں پر ایک ہزار افراد کے مرنے سے ایسے ایک شخص کا مرنا بھاری ہے“۔

(مقامات خیر سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر،ص ۵۲۷،از ابوالحسن فاروقی طبع دہلی)

اللہ اکبر! وہ نفوس قدسیہ جن کے پاک ومنور دل حالت نوم میں بھی اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے ہوں اور جن کا قلم عرش کے ورے چلتا ہو جن کا صرف وجود مسعود ہی ہزار اہل اللہ پر بھاری ہو رضاخانی ظالموں کی طرف سے ان نفوس قدسیہ پر ایسی گھٹیا الزامی تراشی کرنا پرلے درجے کی بے ایمانی شقاوت قلبی اور اپنی قبر کی تاریکی کو مزید سیاہ کرنے کے مترادف ہے۔

پہلا حوالہ

اس حکایت پر یہ بدبودار عنوان قائم کرنا رضاخانی معترض کی ذہنی پستی،گھر،خانقاہ اور بریلی مدرسہ میں دی گئی ننگی تعلیم وتربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ اس پورے واقعہ میں دور دور تک کوئی بھی ایسی بات نہیں جس سے یہ گندا مفہوم مراد لیا جائے۔

اولا: اس لئے کہ یہ واقعہ کئی حضرات کے سامنے ہوا بریلوی مفتی اعظم اور بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی کا جانشین وپسر اقتدار نعیمی لکھتا ہے:

”مجامعت اور پیشاب پاخانہ شرم وحیاء کے کام ہیں اس لئے تنہائی میں پردہ کے ساتھ کئے جاتے ہیں کتوں اور گدھوں کی طرح کھلم کھلا اعلانیہ نہیں کئے جاتے“۔

(راہ جنت،ص ۱۲ نعیمی کتب خانہ لاہور)

پس یہ کام جو معترض نے مراد لیا ہے پردے میں کئے جاتے ہیں تو یہ واقعہ جو مجمع عام میں ہوا اس سے یہ مراد لینا کتوں اور گدھوں والی سوچ وذہنیت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

ثانیا: واقعہ مذکورہ میں کہیں بھی لواطت کا ذکر نہیں صرف اتنا ہے کہ اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا آخر سینے پر ہاتھ رکھنے سے لواطت مراد لینا کہاں کا انصاف ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ جو بھی رضاخانی پیر آئندہ کے بعد اپنے مرید کے سینے پر ہاتھ رکھے گا تو وہ خانقاہ بریلیہ کے مخصوص حجرے میں لواطت کی دعوت دینے پر محمول کیا جائے گا؟

شرم۔۔شرم۔۔شرم

آل قارون نواب احمد رضا خان المختار کا ملفوظ ہے:

”حضور ﷺ کے دربار میں ایک عورت اپنی لڑکی کو لائیں عرض کی صبح وشام یہ مصروعہ (مرگی زدہ ہو جانا) ہو جاتی ہے حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اخرج یا عدو اللہ و انا رسول اللہ نکل اے خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہوگئی اور وہ عورت ہوش میں آگئی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم،ص ۳۲۰،اکبر بک سیلز لاہور،ص ۲۹۴، ۲۹۳،نوری کتب خانہ لاہور، ۳۵۶ پروگریسو بکس لاہور، ۳۵۵، ۳۵۴ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب لاہور)

اگرکسی کے چت لیٹ جانے اوراس کے ''سینے پر صرف ہاتھ'' رکھ دینے سے معاذ اللہ لواطت کا ثبوت ہوجاتا ہے توکسی عورت کو اپنے قریب کرنے اور پھراس کے سینے پر ہاتھ مارنے سے رضاخانی کیامراد لیں گے؟ العیاذ باللہ۔اور کیانبی کریم ﷺ کی عفت وحیاء اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ ایک عورت کے سینے پر ہاتھ ماریں؟

یادرہے کہ نواب احمد رضاخان نے جس روایت کاذکر کیااس میں اپنے کمزوروخراب حافظہ کی وجہ سے عورت ولڑکی کاذکر کردیا حالانکہ روایت میں چھوٹے بچے یعنی لڑکے کاذکر ہے روایت میں ابنی و صبی کے الفاظ ہیں۔یہ حال ہے چودہ سوسال کی کتابیں حفظ کرنے والے کے نام نہاد حافظہ کا۔

(المستدرک ج ۲،ص ۶۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت،المعجم الکبیر،ج ۲۲،ص ۲۶۴،مسند امام احمد،ج ۲۹،ص ۹۲،مجمع الزوائد،ج ۸، ص ۲۸۶، جامع المسانید،ج ۸،ص ۴۷۷،الاحاد والمثانی،ج ۳،ص ۲۵۰ ریاض)

مگر خان صاحب نے لڑکے کولڑکی بنادیا اور پھر ایک دم سے چھلانگ لگاتے ہوئے لڑکی سے عورت پر آگئے حدیث کے بیان کرنے میں احمد رضاخان صاحب نے اپنی عادت بد(سوءحفظ) کے مطابق دیگر بھی کئی سنگین غلطیاں کی ہیں تفصیل میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات،خدمات وکارنامے'' کامطالعہ فرمائیں۔دعوت اسلامی نے جوتحریف درتحریف والاملفوظات کانسخہ شائع کیاہے اس میں اس ملفوظ میں تحریف کردی ہے۔تفصیل کسی موقع پرمیرے مضمون ''بریلوی علماء یہود کے نقش قدم'' میں آجائے گی۔

ثالثاً: عام حالات میں بھی دیکھیں کہ جب کوئی مریض چارپائی پر لیٹا ہوااور اٹھنے کے قابل نہ ہوتو ملاقات کیلئے آنے والے معانقہ کرنے کی غرض سے اوپر جھک جاتے ہیں اور سینے سے سینا مل جاتا ہے مگر رضاخانی سوچ کے مطابق اسے بھی لواطت پرمحمول کیاجائے گا۔العیاذ باللہ من سوء الفہم۔

کافی عرصہ پہلے جہانیاں کے ایک نام نہاد محقق رضاخانی نے راقم کے سامنے یہ حوالہ پیش کیاتو میں نے کہا کہ آخراس میں قباحت کیاہے؟ یہاں پرتو صرف سینے پر ہاتھ رکھنے کاذکر ہے میں اس سے بھی بڑی بات آپ کے گھر سے لے آتا ہوں کیا آپ کے ابوجان نے آپ کو یا آپ کی ہمشیرہ کوکبھی محبت وعشق میں گلے سے نہیں لگایا؟ اگر سینے پر ہاتھ رکھنا اتنابڑا جرم ہے توسینے سے سینا ملادینا کتنابڑا جرم ہوگا۔نواب احمد رضاخان بریلوی کے سوانح نگاروں نے ان کے متعلق لکھا کہ جناب نواب کلب علی خان نے انہیں اپنے پاس بلایا تو:

''انہوں نے ''خاص پلنگ'' پر بٹھایااور ''بہت لطف ومحبت'' سے باتیں کرتے رہے''۔

(المیزان کاامام احمد رضانمبر،ص ۳۳۲)

آپ حضرات نے آج تک ''نشست خاص'' کالفظ توسنا ہوگاکسی کو بٹھانے کیلئے ''پلنگ خاص'' کی اصطلاح شاید پہلی بارسن رہے ہیں۔اب اسی رضاخانی سوچ کامظاہرہ اگرکوئی کرے اور کہے کہ جناب ''پلنگ خاص'' پر ''بٹھایا'' ''نہیں'' ''لٹایا'' جاتاہے اورنواب صاحب کو پورے گھر میں اپنے ساتھ بٹھانے یالٹانے کیلئے اوراس سے پیارومحبت کی باتیں کرنے کیلئے ''پلنگ خاص'' ہی کیوں ملا؟ آخر کچھ توہے جس کی بناء پرنواب صاحب ایک نوخیزنوجوان کو پیارومحبت کرنے کیلئے ''اپنا خاص پلنگ'' پیش کررہے ہیں اوروہ بھی اس حال میں کہ نواب کی محبت کاشکار بریلی کا

یہ تو عمر ہو بھی رافضی جن کا عقیدہ ہے:

''بدفعلی کرنے کے تین فائدے ہیں اس سے مزہ بڑا آتا ہے اس سے تواضع پیدا ہوتا ہے اس سے انسان کی اکڑ ختم ہو جاتی ہے''۔
(رجال کشی، ج۶،ص۵۲۱)

آخر پلنگ خاص اور احمد رضا خان میں کیا مناسبت ہے؟ اور وہ کونسی لطف و محبت کی باتیں تھیں جو نواب صاحب کو''پلنگ خاص'' ہی پر کرنی تھیں؟ جو مناسبت رضاخانی حضرات یہاں بیان کرنا مناسب سمجھیں جو توجیہ و تاویل اس واقعہ کی بیان کریں وہی ارواح ثلاثہ کے حاشیہ پر ہماری طرف سے لکھ دیں۔

دراصل چونکہ رضاخانی حضرات مسجدوں میں گدھیوں سے معاذ اللہ بدفعلی کرنے والے کو''خضر وقت'' سمجھتے ہیں اس لئے ہر وقت اللہ اللہ کے ذکر سے منور علماء دیوبند کی خانقاہوں کو بھی یہ بدبخت اپنی عبادت گاہوں پر قیاس کرتے ہیں میں یہ محض الزام نہیں لگا رہا بلکہ شرم و حیاء سے عاری رضاخانی اکابر نے بڑے فخر سے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو بریلوی جماعت کا شمس العارفین نور اللہ حسن شاہ بخاری اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرادی تاکہ ذرا آرام لیکر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی۔ کھا پی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی۔ جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے بیل گھاس کھا رہے ہیں بھٹیاری کھانا پکا رہی ہے اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہوگئی کہ الٰہی یہ کیسی سرائے اور کونسا شہر ہے؟ اور ہم یہاں کیونکر پہنچے؟ بھٹیاری سے دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے؟ کہا''حیرت آفزا'' پوچھا کہ ارے نیک بخت! یہ سرائے کس کی ہے؟ کہا کہ انہی فقیر صاحب کی اور جتنے روز تم یہاں ٹھرو گے سب خرچ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اس کی ابتداء معلوم ہوئی نہ انتہا۔ حقیقت میں وہ شہر حیرت افزا تھا۔ آدمی وہاں کے نیک سیرت، پاکیزہ صورت، مرفع حال مکانات خوش قطع اور مصفا، اشیاء رنگارنگ موجود، بازار نہایت مکلف و پر بہار جدھر جاتے صورت تصویر بن جاتے۔ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور و شور پایا ہر شخص کہ یاد خدا میں مشغول دیکھا۔ قال اللہ وقال الرسول کے سوا کچھ ذکر نہ تھا۔ غرض آٹھویں رات کو جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے۔ فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ بتلایا۔ ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے۔ آخر بہادر گڑھ پہنچے وہاں ایک مکان میں ٹھیرے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اسی مسجد میں لے آنا۔

جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں۔ میں نے منہ پھیر لیا۔ پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں، بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے۔ جب آدھی رات گئی تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاو ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت! آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر بعد اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا؟ فرمایا ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف

شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو ہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ غرض دھوبیوں کے پاس پہنچے۔ایک دھوبی نے کہا لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ دھو دوں۔اس نے دھویا صاف کیا دھوپ میں سوکھا کہ حوالہ کیا۔میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا۔مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا۔فرمایا کہ

تعجب نہ کرو یہ بھان متی کا سانگ ہے۔اور ایسے شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے۔ان باتوں کا خیال مت کرو۔

صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور وہ فقیر صاحب غائب ہو گئے۔جب ہم دہلی میں پہنچے تو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔انھوں نے فرمایا کہ وہ شخص خضر وقت یا ابو الوقت تھا''۔

(الانسان فی القرآن ،ص ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵،از نور الحسن شاہ بخاری ،مطبوعہ گوجرانوالہ)

اس شیطانی حکایت کو پڑھنے کے بعد تو انسان یہ تسلیم کرنے کے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ رضاخانی مذہب میں نماز جیسی اہم عبادت میں پاکیزگی بالکل شرط نہیں اور رضاخانی پیر پہلے وضو کرتے ہیں پھر گدھی سے بدفعلی کرتے ہیں پھر فورا بعد نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔رضاخانیو!تمھیں حیاء نہیں آتی کہ اس شخص کو تم خضر وقت کہہ رہے ہو جو مسجد جیسی مقدس جگہ میں ایک گدھی کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے؟ قارئین کرام آج جو آئے دن آپ کو مزارات پر عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں وہ اسی ''ولایت'' کا شاخسانہ ہے رضاخانی مذہب میں جو شخص جتنا بڑا زانی۔۔اغلام باز۔۔شرابی کبابی ہوگا اتنا ہی بڑا ولی ہے۔۔رضاخانیوں کی جہالت تو دیکھیں کہ پیر صاحب مرید کو کہتے ہیں کہ ''تعجب مت کرو ایسے شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں'' تو معلوم ہوا کہ رضاخانی پیر و مولویوں کی اکثریت شعبدہ باز ہوتی ہے ،رضاخانی پیر، مجدد، امام، حکیم الامت، غزالی زماں، وغیرہ وغیرہ سب سے پہلے اس شیطانی تصوف پر عمل کرتے ہوئے مسجدوں اور عبادت گاہوں میں گدھیوں کے ساتھ منہ کالا کرتے ہیں اس کے بعد لوگوں کو گمراہ کرنے کا دھندا چلاتے ہیں پھر یہ عجیب مذہب ہے کہ جس میں گدھی سے بدفعلی کرنے کے لئے بھی باوضو ہونا ضروری ہے اور نماز ناپاکی کی حالت میں پڑھتے ہیں۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں رضاخانی دو چوٹی کے علماء غلام مہر علی اور مفتی عبد المجید سعیدی رحیم یار خانی کے درمیان ''مغفرت ذنب'' پر اختلاف چل نکلا اسی اختلاف کے ضمن میں غلام مہر علی کے بیٹے کے قلم سے ایک حقیقت یوں بیان ہوگئی:

''ماشاء اللہ صدر صدام کے دور حکومت میں تو عراقیوں کو ملا ماجن کے عربی مقالے کی ضرورت نہیں پڑی اب مسلم کش یہودیوں اور عیسائیوں کے آنے سے ملاں ماجن کی ضرورت پڑ گئی کیونکہ وہ لوگ بھی شوقین حضرات ہیں بلکہ ہم جنسی پرستی کا بہت زیادہ شوق رکھتے ہیں۔انہوں نے سوچا کہ دنیائے عرب اور مسلم ممالک سے تو کوئی ایسا عزت والا آدمی نہیں ملے گا بس ملاں ماجن کو ہی عربی مقالہ تحریر کرنے کے نام پر بلا لیا جائے تاکہ ہم چھڑے یہودیوں کے کام آسکے''۔

(چیلنج ص ۱۲،منجانب مناظر بن مناظر ابن مناظر مصطفی رضا مہر ابن علامہ غلام مہر علی مہتمم مدرسہ عربیہ نور المدارس عید گاہ چشتیاں)

عبارت میں ''ملاں ماجن'' سے مراد بریلوی مناظر عبد المجید سعیدی ہے اندازہ خود لگا لیں کہ ''شوقین حضرات''، ''ہم جنسی پرستی''، ''چھڑے یہودیوں کے کام آسکے'' جیسے الفاظ عبد المجید کے بارے میں استعمال کر کے کس ''حقیقت'' کو بیان کیا جا رہا ہے؟

اسی عبد المجید کے بارے میں مناظر ابن مناظر لکھتا ہے:

’’تجھ جیسے یہودیوں کے لونڈے سے ڈر کر کیسے بھاگیں گے‘‘۔(چیلنج ص ۱۳)

بریلوی مسلک کی مایہ ناز شخصیت مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی صاحب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ ابوالخیر زبیر حیدر آبادی اور ان کے استاد اشرف سیالوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’مجھے سمجھ نہیں آتی خراف زادہ زبیر کے پاس بچپن کی وہ کونسی کشش باقی تھی جسکو محسوس فرما کر سارے اگلے پچھلے گناہ بھول کر حضرت شیخ الحدیث بزعم خویش نے خوارج دیابنہ کے ترجمہ کو ترجیح دے کر خراف زادہ کو بری فرمادیا‘‘۔

(پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص ۳۰۶،۳۰۷)

خراف زادہ زبیر سے مراد ابوالخیر زبیر ہیں اور شیخ الحدیث سے مراد بریلوی اشرف العلماء استاد العلماء اشرف سیالوی ہیں عبارت میں ’’بچپن کی کشش‘‘،اور’’اگلے پچھلے گناہ بھول‘‘ کر کے الفاظ پر خود ہی غور فرمالیں کہ موصوف کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں ہماری تہذیب ان جملوں پر تبصرے کی اجازت نہیں دیتی۔

قصہ مختصر یہ حوالے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ بریلوی مسلک کے چوٹی کے علماء اپنے مدارس،خانقاہوں،ومساجد میں کس قسم کے ماحول سے گزر کر اس مقام پر پہنچے بلکہ اب تو میڈیا پر بھی کئی واقعات آچکے ہیں جس میں مسجدوں میں بریلوی استادوں نے اپنے طلباء کے ساتھ زیادتی کرنے کے بعد قتل کردیا فیس بک اور یوٹیوب پر یہ ویڈیوز دیکھی جاسکتی ہیں غالبا یہ تلخ تجربہ بریلوی حکیم الامت امت منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی کو بھی ہو چکا تھا اسی لئے انہیں اس بات کا گلہ کرنا پڑا:

’’سب سے پہلے دینی مدارس حرام ہونے چاہئیں کیونکہ وہاں مرد بے داڑھی والے بچے جوانوں کے ساتھ پڑھتے ہیں انکا آپس میں اختلاط بھی ہوتا ہے۔کبھی کبھی اس کے برے نتیجے بھی برآمد ہوتے ہیں‘‘۔

(جاء الحق ص ۲۱۱،شوکت بک ڈپو پرانا بازار گجرات)

ایک رضاخانی پیر شیر محمد شرقپوری صاحب اور ان کے مرید میاں رحیم صاحب کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

’’رمضان شریف کے دن تھے کہ ان پر مرض کا سخت حملہ ہوا۔آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور میاں رحیم اللہ کے ساتھ بستر پر لیٹ گئے اور ان سے لپٹ گئے اور خوب توجہ فرمائی‘‘۔

(حدیث دلبراں ص ۳۵)

بیچارہ رحیم اللہ اسی رات فوت ہوگیا تھا۔یہاں بستر پر لیٹ کر اس سے لپٹ کر خوب توجہ فرمانے پر تو رضاخانیوں کو کوئی حیا نہیں آئی بلکہ الٹا اپنے پیر کی کرامت ظاہر کی کہ رحیم اللہ کا دل جاری ہوگیا اگر رضاخانیوں کی غلیظ سوچ کا مظاہرہ کیا جائے تو یہاں بھی تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ خدا جانے بسر پر لیٹ کر اپنے معشوق صادق سے لپٹ کر کیسی توجہ کی اور کیا کیا کرتے رہے کہ مرید بیچارہ اس’’دردناک توجہ‘‘ کو برداشت نہ کرسکا غالبا توجہ کی ضربیں’’دل‘‘ تک ایسی شدت سے پہنچی کہ دل جگر گردا ور نہ جانے کیا کیا پھٹ گیا اور موت ہوگئی۔شرم شرم شرم۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو:

’’حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے شاہسوار راہ طریقت کو اپنے شیخ سے جو کچھ محبت ہوسکتی تھی اس کا اندازہ ہم ایسے ناآشنا راہ سلوک کیسے کرسکتے ہیں حضور مرید بھی تھے اور مراد بھی حضرت صاحب قبلہ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں باباصاحب کے سینہ پر پڑا ہوا تھا‘‘۔

(حدیث دلبراں،ص ۶۱)

یہاں تم سینوں پر پڑے رہے تو یہ طریقت کی محبت اور اکابر علمائے اہل سنت پر بکواس کرو کچھ تو شرم کرو۔

لیجئے دل تھام کر اپنے گھر کا حوالہ پڑھئے رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں اپنے ہی مرکز کے امیر اور خان صاحب کے پوتے علامہ اختر رضاخان بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان کو امرد پرست مردوں کا لقمہ تر قرار دیا''۔(تحقیق ہاشمی،ص ۲۹،دارالسلام ٹرسٹ)

لو جی! آپ کے زمانے کا سب سے بڑا بزرگ جب بچہ بازوں کا ''نوالہ تر'' بن کر ان کی راتیں رنگین کر رہا ہو تو آپ کے دوسرے بھی اسی طرح نظر آئیں گے۔

یہی نہیں بلکہ کچھوچھ شریف کے سجادہ نشین کی طرف سے باقاعدہ دعوی کیا گیا:

''مفعول ہے لڑکوں سے برا کام کرتا ہے''۔

(نئے کچھوچوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات،ص ۳۰)

یعنی ڈبل سم ہے بچپن میں خود دبر بازی کرتا تھا اور اب بڑھاپے میں لونڈے بازی کرتا ہے صرف دعوی ہی نہیں کیا گیا بلکہ باقاعدہ مطالبہ رکھا گیا کہ ہم اختر رضاخان کو اپنا بزرگ اس وقت مانیں گے جب:

''اختر رضاخان نہ کفر کریں نہ بدفعلی کریں''۔

(نئے کچھوچوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات،ص ۳۱)

چونکہ ان رضاخانیوں کا سب سے بڑا مولوی تاج الشریعہ خان صاحب بریلوی کا پوتا اختر رضاخان ازہری خود لوطی،بدکردار،بدفعل،بچہ باز، امرد پرست،دبر باز تھا اور یہی کام کرتے کرتے موت آئی اس لئے المرء یقیس علی نفسہ آدمی خود ہی پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے ان بدبختوں کو اکابر اہل سنت بھی معاذ اللہ اسی طرح نظر آتے ہیں۔اگر یہ ذلیل لوگ ہمارے اکابر کی عزت وآبرو پر ہاتھ نہ ڈالتے تو ہم بھی ان کے اکابر کا مکروہ کردار وبھیانک چہرے پر مشتمل یہ فرد جرم احمد رضاخان کے بچپن کے بغیر دھوتی والے کرتہ کی طرح یوں برسر چوک نہ لٹکاتے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

دوسرا حوالہ

اولاً گذارش ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے خواب ایک حقیقت طلب چیز ہوتی ہے اس کی ظاہری کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور باطنی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں اگر معترض کو علم التعبیر سے ذرا بھی مناسبت ہوتی تو اس خواب پر یہ عنوان قائم کر کے اپنی خانگی تربیت کا ثبوت نہ دیتے۔علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں نواب احمد رضاخان آل قارون نے بھی ''عارف باللہ سیدی عبد الغنی'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۶،ص ۵۲۷) لکھتے ہیں اس قسم کے خواب کی تعبیر میں لکھتے ہیں:

''وان رای انہ ینکح شابا معروفا فان الفاعل یفعل بالمفعول خیرا''۔

(تعطیر الانام، ج ۲،ص ۲۳۰)

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کسی معروف (یعنی جس کو وہ جانتا ہے) نوجوان سے نکاح کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاعل مفعول سے بھلائی کا معاملہ کرے گا۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف بھلائی ہی نہیں بے شمار بھلائیاں کی ہیں اور خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ عبد الغنی کی تعبیر کے عین مطابق اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے اس بھلائی کا بھی ذکر کر دیا جس کو معترض نے نہ جانے کیوں ذکر نہ کیا:

"سو جس طرح زن وشوہر میں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کرا دیا"۔

(تذکرۃ الرشید، ج ۲،ص ۲۸۹)

اسی طرح علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و من رای انه ینکح رجلا فان کان ذالك الرجل مجهولا و هو شاب فانه یظفر بعدوه و ان کان معروفا و لیس بینهما عداوة فان المفعول یصیب من الفاعل خیرا ۔

(تعبیر الرویا،ص ۱۰۱،فرید بک سٹال لاہور)

اگر خواب میں کسی آدمی سے نکاح کر رہا ہو اور وہ آدمی جوان مگر ناآشنا ہو تو خواب دیکھنے والا اپنے دشمن پر فتح یاب ہو گا اور اگر اس کو پہچانتا ہے اور ان دونوں میں دشمنی نہیں ہے تو وہ اس سے فائدہ پائے گا۔

اگر اب بھی تسلی نہیں ہوتی تو لیجئے بریلویوں کے گھر سے ایک عدد حوالہ ملاحظہ ہو بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض ملت فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"صحبت کرنا مرد کے ساتھ جس سے صحبت کی اگر وہ صاحب عزت ہے تو خواب والا مطلب نفع سے کامیاب ہو"۔

(خوابوں کی تعبیر،ص ۷۲،قطب مدینہ پبلی شرز کراچی)

مٹیاری مناظرہ میں بریلوی مناظر نے بڑے اوچھل اوچھل کر داڑھی والی دلہن نامی ایک سوقیانہ تحریر دکھا رہے تھے اب اگر فیض احمد اویسی کی اس عبارت کی روشنی میں سوال کیا جائے:

"میں نے خواب دیکھا کہ رضاخانی معترض صاحب کے استاد۔۔۔۔صاحب ان سے صحبت کر رہے ہیں"۔

تو اس خواب پر یہ بدباطن بریلوی فیض احمد اویسی کی بتائی گئی تعبیر کی روشنی میں کیا عنوان قائم کریں گے؟۔داڑھی والی دلہن کا عنوان قائم کرنے والے ذرا غیرت کا ثبوت دیں اور احمد رضا خان بریلوی کی اس عبارت پر بھی کوئی عنوان قائم کریں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دلہن کی نسبت کی گئی ہے:

"جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزار مبارک سے روز قیامت اٹھیں گے تو ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے جو حضور کو بارگاہ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دلہن کو کمال اعزاز و اکرام و فرحت و سرور و راحت و آرام و تزک و احتشام کے ساتھ دولہا کی طرف لے جاتے ہیں"۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۶ ص ۲۰۲، مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۹۲)

حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے:

''خواب میں دلہن کا لباس اور زیور پہننا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دلہن کی پوشاک پہنائی گئی ہے اور زیور سے آراستہ کیا گیا ہے اور محبوبانہ باتیں مجھ سے صادر ہوئی ہیں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میری حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور مجھ سے جو باتیں نیند میں ہوئی تھیں وہ بیداری میں ظاہر ہوئیں''۔

(درالمعارف ص ۳۹۰، مترجم نذیر رانجھا صاحب، فیض نقشبند ص ۱۴۴، مترجم اختر شاہجہاں پوری بریلوی)

ان ملفوظات کے بارے میں اقبال مجددی بریلوی لکھتے ہیں:

''مولف مقامات مظہری کے ملفوظات کے اب تک صرف دو مجموعے دستیاب ہوئے ہیں۔ پہلا مجموعہ درالمعارف ۔۔۔ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت موثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے۔ بے شک وشبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعہ ملفوظات کے مطالعہ سے روحانی سرور حاصل ہوتا ہے''۔

(مقدمہ مقامات مظہری ص ۱۸۶ طبع اول ۱۹۸۳)

اس کے علاوہ تذکرہ علما و مشائخ پاکستان و ہند جلد دوم ص ۱۰۶۲، ۱۰۶۳ پر بھی ان ملفوظات کا تعارف دیا ہے۔ اور نذیر رانجھا صاحب و شاہجہاں پوری کے ترجمہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

تیسرا حوالہ

اگر کوئی چھوٹے بچوں سے ہنسی کرتا ہے ان سے پیار و محبت کا اظہار کرتا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ اگر رضاخانی علماء سے مدارس و خانقاہوں میں کسی نے ''تسکین'' حاصل کی ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ ہر ایک کو خود پر قیاس کرنے لگ جائیں اگر اعتراض کمر بند کھولنے پر ہے تو یہ بھی جہالت و گندی سوچ کا شاخسانہ ہے یہاں کمر بند سے مراد ''ازار بند'' نہیں کیونکہ عقلا و نقلا دونوں اعتبار سے ازار بند مراد لینا درست نہیں۔ اس لئے کہ چھوٹے بچے ازار بند نہیں باندھتے بلکہ بریلویوں کے ہاں تو اس عمر کے بچے سرے سے شلوار ہی نہیں پہنتے چنانچہ نواب احمد رضا خان بریلوی کے تمام سوانح نگاروں کا اس پر ''اجماع'' ہے کہ جب وہ چھوٹی عمر میں بریلی کی گلیوں میں ''فاحشہ عورتوں'' کو ''وعظ'' کہنے نکلتے تو بغیر شلوار صرف ایک ''لمبا کرتا'' زیب تن کیا ہوتا اور عین وعظ کے وقت اسے بھی شرما کر اوپر کر لیتے جب امام کا یہ حال ہے تو مقتدی تو بالکل ''الف'' کی طرح ہوں گے مزید تفصیل کیلئے نور سنت کا کنزالایمان نمبر میں راقم کا مضمون ''تعارف صاحب کنزالایمان'' ملاحظہ ہو۔

اور نقلا یہ معنی مراد لینا اس لئے باطل ہے کہ لغت میں کمر بند کا معنی لکھا ہوا ہے:

کمر باندھنے کی چیز، کمر باندھنے کا دوپٹہ۔

کرتا تن اطہر میں رسول عربی کا

زیب کمر پاک کمر بند علیؓ

(نور اللغات، ج ۴،ص ۱۵۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۸۵)

تو گویا یہ کمر پر باندھا جاتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بعض جیکٹوں میں ایک ڈوری ہوتی ہے جسے کھینچ کر جیکٹ کو باندھتے ہیں۔

ترتیب وار سوالات کے جوابات

سوال نمبر ۱، ۲ کا جواب: بریلویوں کا اسلام نامی پوسٹر کا راقم کو علم نہیں کہ کس نے شائع کیا ہے اور اس میں کس قسم کا مواد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۳ کا جواب: فیوضات فریدیہ جو کہ غلام فرید کی کتاب ''فوائد فریدیہ'' کا اردو ترجمہ ہے یہ کتاب بریلویوں کی مستند ترین کتاب ہے جو کہ مکتبہ معین الادب جامع مسجد شریف ڈیرہ غازی خان سے چھپی تھی۔ مورخ بریلویت عبد الحکیم شریف قادری غلام فرید کو اپنے اکابر میں ذکر کر کے لکھتا ہے:

''آپ کی بلند پایہ اور مقبول عام تصانیف یہ ہیں:

۱۔ فوائد فریدیہ، مسلک توحید اور اعتقادی مسائل میں بہترین کتاب ہے

(تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۲۴ نوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی نام نہاد مناظر ضیغم اہلسنت حسن علی میلسی نے برق آسمانی اور قہر خداوندی نامی اپنی کتابوں میں اس کتاب کو مستند مانتے ہوئے اس کا نام نہاد دفاع کیا ہے۔

مفتی حنیف قریشی اینڈ کمپنی نے بھی اسے غلام فرید کی کتاب تسلیم کرتے ہوئے اپنے موقف پر استدلال کیا:

''اس پر سب سے پہلی گواہی خواجہ صاحب کی اپنی تصنیف فوائد فریدیہ ہے''۔

(مناظرہ گستاخ کون، ص ۱۴۶، اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی)

خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات کے مستند مجموعہ میں ہے: فوائد فریدیہ یہ ایک فارسی زبان میں رسالہ ہے جو سلوک اور ولایت سے متعلق حضرت اقدس کے افادات کا مجموعہ ہے''۔

(مقابیس المجالس، ص ۱۸۸ الفیصل ناشران کتب لاہور)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''تصانیف فوائد فریدیہ فارسی زبان میں ہے خواجہ صاحب نے اپنے معتقدات اور دیگر مسلک توحید کے مسائل و دلائل کو بیان فرمایا ہے''۔

(التذکار السعید فی ذکر خواجہ غلام فرید، ص ۶۴، مکتبہ اویسیہ حامد آباد ڈاکخانہ بہاولپور)

سوال نمبر ۴ کا جواب: اس کا جواب تو آپ کو رضاخانی حضرات ہی دے سکتے ہیں پارلیمنٹ میں جب مرزا ناصر اپنے مذہب کی گستاخیوں کا دفاع نہ کر پاتا تو کہتا کہ یہ ہمارے امام کی کتاب نہیں ہماری معتبر کتاب نہیں ہے ہمارے لئے حجت نہیں ہے بریلوی حضرات سے بھی جب اپنے اکابر کی گستاخیوں کا جواب نہیں بن پاتا تو کہتے ہیں کہ ہمارا معتبر مولوی نہیں ہماری معتبر کتاب نہیں۔ اگر معتبر نہیں تو فتوی

لگاؤ فتوی لگانے پر موت کیوں آتی ہے؟

سوال نمبر ۵ کا جواب: عبارات درست ہیں عنوانات اور اس سے کشید کیا گیا مطلب دجل وفریب پر مشتمل ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب: میرے علم میں نہیں۔

سوال نمبر ۷ کا جواب: جی درست ہیں البتہ سیاق وسباق سے کاٹ کر اور غلط مفہوم دے کر حوالہ جات کو پیش کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۸ کا جواب: عام طور پر مشہور ہے کہ ''ارواح ثلاثہ'' حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں ارواح ثلاثہ دستیاب ہے اس پر بھی مصنف کا نام مولانا اشرف علی تھانوی بطور مصنف ومرتب درج ہے۔ دراصل ارواح ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے:

(۱) امیر الروایات۔ از امیر باز خان مرحوم۔

(۲) روایات الطیب: از حکیم الاسلام قاری طیب صاحب مرحوم اس مجموعہ میں امیر باز خان صاحب کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) اشرف التنبیہ: یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا نبیہ صاحب مرحوم کا ہے جس میں انہوں نے ملفوظات حکیم الامت سے بزرگان ولی الہی کی حکایات کو جمع کیا ہے۔

بعد میں ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں رسائل کو یکجا کر کے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر اس کا نام ''ارواح ثلاثہ'' رکھ کر شائع کر دیا (ارواح ثلاثہ ص ۱۳ دار الاشاعت کراچی)

آج کل انڈیا سے جو ارواح ثلاثہ شائع ہو رہی ہے اس پر مرتب کا نام مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی ؒ لکھا ہوا ہے:

(ارواح ثلاثہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی یوپی)

مصطفی رضا خان کے خلیفہ عبد الستار ہمداری بھی جب اس کا حوالہ دیتا ہے تو یوں لکھتا ہے:

''ارواح ثلاثہ مرتب ظہور الحسن کسولوی ناشر کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور (یوپی)

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر ص ۳۸، مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ لاہور)

واللہ اعلم بالصواب۔ رہی یہ بات کہ کیا پوری کتاب بلفظہ مستند ہے تو چونکہ اس کتاب کا تعلق تاریخی واقعات سے ہے لہذا تحقیقی نہج پر کتاب میں موجود روایات وواقعات سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتوی ہے؟

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ''شیخ ابو علی خودۃ'' کا تذکرہ کرتے ہیں ان کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کیلئے ''رضی اللہ تعالی عنہ'' کی دعا مانگتے ہیں ملامتیہ میں ان کا شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اکثر ایسی حرکتیں کرتے کہ لوگ ان کو برا بھلا کہے انہی حرکتوں میں سے ایک غلیظ ترین حرکت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وکان رضی اللہ عنہ اذا رای امراۃ او امرد راودہ عن نفسہ وحسن علی مقعدتہ سوا کان ابن امیر او

ابن وزیر ولو کان بحضرۃ والدہ او غیرہ"۔

(الطبقات الکبریٰ،ص ۴۶۹،۴۷۰،دارالکتب العلمیہ بیروت)

جب کسی خوبصورت عورت یا لونڈے کو دیکھتے تو اپنی طرف راغب کرتے بلکہ اس کی چوتڑوں پر ہاتھ پھیرتے چاہے وہ لونڈا کسی وزیر کا ہو یا امیر کا اور خواہ اس بچے کا باپ یا کوئی اور رشتہ دار ہی کیوں نہ موجود ہو۔

رضاخانی حضرات اس صاحب "حسن علی مقعتدہ" ولی اللہ پر بھی کوئی تبصرہ کریں گے؟

فی الحال بندے نے ہاتھ ہلکا رکھا ہے کہ کہیں کوئی غیر مقلد یا بے دین ان حوالہ جات سے غلط فائدہ نہ اٹھالے ورنہ صوفیا کی مستند کتب میں وہ کچھ ہے کہ دن میں تارے دکھادوں گا۔

(اعتراض ۱۹۹): مولوی الیاس کی نانی کے پاخانے سے خوشبو

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

"امی بی مولانا یحییٰ صاحب وحضرت مولانا الیاس صاحب کی نانی ہوتی ہیں۔۔۔جس وقت انتقال ہوا تو ان کے کپڑوں میں جن میں پاخانہ لگ گیا تھا عجیب وغیب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی"۔

(تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۹۹۶،تذکرۃ الخلیل،ص ۹۶)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۸۱)

جواب: اس واقعہ پر اعتراض کرنا بھی جہالت ہے کیونکہ یہ ان کی کرامت تھی۔ پورا واقعہ اس طرح ہے:

"بی امی کی عمر طویل ہوئی اور انہوں نے نواسوں کی اولاد کو بھی دیکھا۔اخیر عمر میں بصارت اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھیں اور مرض الموت میں تین سال کامل صاحب فراش رہیں۔مگر نہ قلبی ولسانی ذکر اللہ میں فرق آیا اور نہ صبر و رضا بر قضا میں کمی لاحق ہوئی۔جس مریض کو تین سال مرض اسہال میں اس طرح گذریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہو اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی۔مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کیلئے چارپائی سے اتارنے پر پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد وعورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا"۔

(تذکرۃ الخلیل،ص ۹۶،۹۷)

جواب سے پہلے اس میں لفظ "پوتڑوں" کا معنی سمجھ لیں:

"نہالچہ گدی جو بچے کے نیچے رکھتے ہیں کہ بستر پر پاخانہ پیشاب سے گندہ نہ ہو"۔(فیروز اللغات،ص ۳۱۳)

"وہ کپڑا جو بیمار کے نیچے بچھایا جاتا ہے"۔(نور اللغات،جلد اول،ص ۹۰۰)

معلوم ہوا کہ پوتڑا وہ کپڑا ہے جو بستر وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہے۔مگر رضاخانی نے اپنی جہالت یا دجل وفریب کی صفت سے مجبور ہوکر اس کپڑے کو "پاخانے" سے بدل دیا۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اب یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس پوتڑے کو جتنا بھی دھولیا جائے اس میں ایک بدبوسی رہتی ہے۔جو حضرات صاحب اولاد ہیں انہیں اس کا بخوبی علم ہے۔تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نانی حضرت بی اماں جی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتڑوں کا یہ مطلب نہ تھا کہ اس میں گندگی وغلاظت تھی اور اس سے بدبو کی جگہ خوشبو آرہی تھی غلاظت کے ایسے کپڑے تو آج کوئی عام آدمی اپنے بچوں و مریضوں کے نیچے نہیں رکھتا چہ جائکہ ایسا ذاکر شاغل دیندار گھرانہ۔بلکہ مقصود یہ تھا کہ بستر کو گندگی سے بچانے کیلئے ایسا کپڑا رکھا جاتا اور عموما ایسے دھویا جاتا صاف کرکے پھر رکھ دیا جاتا۔تو تجربہ یہ ہے کہ ایسے کپڑے کو جتنا بھی دھولیا جائے اس میں ایک قسم کی مہک و بدبو ہوتی ہے لیکن بی اماں کے بستر کے نیچے اس کپڑے کو جب اٹھایا گیا تو بجائے اس میں مہک و بو کے خوشبو آرہی تھی۔سبحان اللہ۔

یعنی یہ قلب ماہیت ہوگیا اور قلب ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے۔ہمارے فقہ کی کتب میں مرقوم ہے کہ کسی نمک کی کان میں گدھا گرگیا اور وہ گدھا بھی نمک ہوگیا تو اس کا استعمال جائز ہے۔اسی طرح جب ان پوتروں کی ماہیت کرامۃ بدل گئی تو اب اس کا حکم پاخانے والا نہ رہا بلکہ خوشبو والا ہوگیا۔شراب سے سرقہ بن اجانا الاصابہ جلد دوم میں مذکور ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی مٹی سے خوشبو آنا معروف ہے تو اگر پوتڑوں میں خرق عادت کے طور پر خوشبو آگئی تو کونسا آسمان گرگیا؟

بلکہ عقلا تو فضلات بدن کا خوشبو میں بدل جانا بھی کوئی محال نہیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص الکبری میں کئی روایات ذکر کی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ سے خوشبو آنے کا ذکر ہے۔اس واقعہ پر ملحدین اعتراضات کرتے ہیں اب رضاخانی سوچیں کہ وہ کن لوگوں کی راہ پر چل پڑیں۔اس واقعہ پر اعتراض کرنے والے ملحدین کو کیا جواب دیں گے؟

رضاخانی مناظر جہانگیر نقشبندی مولانا روم کے حوالے سے لکھتا ہے:

”بدبخت کی آنکھ دیکھنے والی نہ تھی اچھا اور برا ان کو برابر نظر آتا ہے۔بعض نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوی کیا۔اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا۔بعض نے کہا ہم بھی انسان ہیں مگر اندھے پن سے نہ سمجھے کہ دونوں میں فرق ہے۔دوقسم کی ہرن نے گھاس کھائی ایک سے گوبر بنا دوسرے سے گھاس“۔

(مثنوی شریف مکمل حکایات، ص ۹)

اگر ہرن گھاس کھائے اور گوبر کی جگہ مشک بن جائے تو اولیاء اللہ کے پوتروں سے خوشبو کیوں نہیں آسکتی؟ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

”رحمانی لوگ دنیا میں رہتے ہیں دنیا ان میں نہیں رہتی ان میں دین اللہ کا خوف، نبی کی شرم جلوہ گر ہوتی ہے وہ جو کھائیں پئیں اس سے نور الہی بنتا ہے جیسے شہد کی مکھی جو کھائے اس سے شہد بنتا ہے“۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۵۷۴)

مولوی عمر اچھروی صاحب کی نادر تحقیق بھی ملاحظہ ہو:

”کیوں صاحب کبھی تم نے دودھ پینے سے گریز کیا ہے اور اعتراض کیا ہے؟ کہ ہم دودھ نہیں پئیں گے کیونکہ چوپائیوں کے خون اور گوبر کا نچوڑ ہے۔۔حالانکہ وہ (دودھ) بھی چوپایوں کے پیٹ کے فضلوں کا نچوڑ ہے“۔

(مقیاس النور، ص ۲۷)

بقول رضاخانی گوبر کو نچوڑو تو اس میں سے خالص ،میٹھا،سفید خوشبو دار دودھ نکل آتا ہے اس پر تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں اور اگر پوتڑوں سے کرامۃ خوشبو دار ہو جائے تو اعتراض کچھ تو شرم کرو؟

ایک اور نادر تحقیق بھی ملاحظہ ہو:

''وہ خداوند کریم تو نحل سے یعنی شہد کی مکھی کے پیٹ سے شہد تیار کرنے کا کاریگر ہے۔حالانکہ باقی مکھیاں بھی ہیں جن کے اندر سے گند نکلتا ہے جن سے بچنے کیلئے لوگ جالیاں اور پردے لگاتے ہیں کہ کہیں ہمارے گھروں میں داخل نہ ہو جائے،برتنوں پر نہ بیٹھیں کیونکہ ان کے پیٹ سے جو غلاظت نکلتی ہے اس سے بیماری لاحق ہو جائے گی اور شہد لگنے والی مکھیوں کو لوگ اپنے گھروں میں قیمۃ خرید کر لاتے ہیں اور جگہ دیتے ہیں تاکہ ہمیں اپنا ''گوہ''(پاخانہ،ساجد) اکھٹا کر کے دیں''۔

(مقیاس النور،ص ۳۱)

بقول رضاخانی مکھی کا گوہ پاخانہ یہ بریلوی مزے لے لے کر کھاتے ہیں اس کو شفاء سمجھتے ہیں ۔مگر دیوبند کے کسی فرد کے پوتڑوں سے اللہ کے حکم سے کرامۃ خوشبو ہو آجایئے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔۔۔۔۔۔

خان صاحب بریلی کا ملفوظ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''برکات اولیائے کرام کے ذکر میں فرمایا سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے ۔آپ کا قارورہ ایک طبیب نصرانی کے پاس گیا۔ بغور دیکھتا رہا پھر دفعۃ کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔لوگوں نے سبب پوچھا کہا میں دیکھتا ہوں یہ قارورہ ایسے شخص کا ہے جس کا جگر عشق الٰہی نے کباب کر دیا۔اللہ اکبر ام بزرگوں کا بول وہ ہدایت کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا''۔

(ملفوظات حصہ اول،ص ۹۷)

لیجئے جناب اس نصرانی کو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے قارورہ یعنی پاخانہ میں جگر اور جگر کا عشق الٰہی سے کباب ہونا بھی نظر آگیا اور پاخانہ کی برکت سے ایمان بھی نصیب ہو گیا اور بقول خان صاحب کے بزرگوں کے بول و براز ایسی تاثیر رکھتے ہیں جو رضاخانی جیسے مناظرین کے قول میں بھی نہیں ۔اگر کسی رضاخانی میں غیرت وحمیت ہے تو اس ملفوظ کو پڑھنے کے بعد کم ازکم چلو بھر پانی لیکر اس میں منہ اور ناک پانچ منٹ تک سانس بند کر کے رکھے تاکہ خس کم جہاں پاک یا اس اعتراض سے رجوع کرے۔

(اعتراض ۲۰۰)ایک امرد لڑکے سے تعلق اس کو دیکھے بغیر چین نہ آتا

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت (مولوی خلیل احمد سہارنپوری) کے ایک ذاکر شاغل خادم ایک مدرسہ میں مدرس تھے ۔ان کو امرد لڑکے سے تعلق ہو گیا کہ اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔(تذکرۃ الخلیل،ص ۳۳۶)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۷۲)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۶۰ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

(اعتراض ۲۰۱) لڑکے سے عشق

اس عنوان کے تحت معترض لکھتا ہے:

''حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا منصور علی خاں صاحب مرحوم حضرت نانوتوی کے تلامذہ میں تھے۔۔۔انہوں نے اپنا واقعہ خود مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہوگیا اور اس قدر اس کی محبت نے طبعیت پر غلبہ پایا کہ رات دن اس کے تصور میں گزرنے لگے میری عجیب حالت ہوگئی۔تمام کاموں میں اختلال ہونے لگا۔۔۔یہ محبت میری رگ وریشہ میں سرایت کرگئی۔

(اشرف التنبیہ ص ۸۶،ارواح ثلاثہ ص ۲۶۴،۲۶۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۷۷)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب ص ۱۶۴ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

(اعتراض ۲۰۲) خوبصورت لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق مصافحہ بھول گئے

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

''لکھنو کے اطراف میں ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے وہ اس کو بہت محبت سے پڑھاتے تھے جب والد صاحب کو اس کے حسن کا قصہ معلوم ہوا وہ حسب عادت اسے دیکھنے چل دئے۔۔۔جس وقت والد صاحب پہنچے ہیں تو اس وقت لڑکا کوٹھری کے اندر تھا۔۔۔والد صاحب اسباب رکھ کر ان عالم سے مصافحہ کرنے گئے جب یہ سہ دری میں پہنچے تو وہ لڑکا ان کو دیکھ کر سہ دری سے نکلا والد صاحب نے مصافحہ کیلئے (ان عالم سے) ہاتھ بڑھائے تھے کہ ان کی نظر اس لڑکے پر پڑ گئی جس سے مصافحہ تو رہ گیا اور والد صاحب اس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہوگئے۔ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔مگر یہ مصافحہ نہیں کرسکے تو انہوں نے منہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو ان کو معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے اور یہ اس کو دیکھنے میں مصروف ہیں جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی ہمارے ہم رنگ معلوم ہوتے ہیں تو انہوں نے اس لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب سے مصافحہ کرو۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۳۴،۵)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۷۷،۱۷۸)

جواب: یہ اعتراض رضا خانی وغیر مقلدین دونوں حضرات کی طرف سے کیا جاتا ہے لہذا ہم دونوں کو تحقیقی و الزامی جواب دے رہے ہیں۔چونکہ یہ تینوں اعتراضات ایک جیسے ہیں لہذا ہم ان تینوں اعتراضات کا ایک ساتھ اصولی جواب دیں گے۔تفصیلی واقعات پڑھنے سے پہلے ایک اصولی بات سمجھ لیں کہ ان واقعات میں کہیں بھی معاذ اللہ اکابر علمائے دیوبند نے بدفعلی کی تائید کی نہ ان کا ارادہ نہ ان کے خدام معاذ اللہ اس قسم کا گمان یا ارادہ رکھتے تھے بلکہ اللہ کی قضاء و قدر کا ایک اظہار ہے کہ بے اختیار ان کا دل اس طرف مائل ہوگیا اور وہ خود بھی اس کیفیت سے بے زار تھے جب معاملہ اکابر دیوبند کے پاس آیا تو انہوں نے الحمدللہ اپنی اصلاحی کوششوں سے ان کی اصلاح کی اور اس غیر اختیاری کیفیت سے بھی ان کی جان چھڑائی مگر برا ہو تعصب کا کہ ان واقعات کو کس قدر غلط انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔اب مکمل واقعات سیاق وسباق کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

اعتراض نمبر ۲۰۰ کے تحت ذکر کردہ واقعہ پورا اس طرح ہے:

''حضرت کے ایک ذاکر شاغل خادم ایک مدرسہ میں مدرس تھے۔ان کو امردلڑکے سے تعلق ہوگیا کہ اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ہر چندکہ معصیت کا وسوسہ بھی نہ تھا مگر رات بھر گھر سے باہر یا جنگل میں ٹہلا کرتے تھے کہ اس تصور نے ان کے قلب کو گھیر لیا۔میں نے ان کو میرٹھ بلایا اور اتفاق سے وہ میرے جبر اور اصرار پر عین اس وقت پہنچے کہ حضرت تشریف فرما تھے۔شرم وخوف کے مارے وہ حضرت کے سامنے نہ گئے اور واپسی کا عزم کیا میں نے ان کو نیچے مسجد میں بٹھایا اور طرح طرح کی ملاطفت کی۔پھر حضرت کو سارا حال سنایا اور بالحاح (باصرار) عرض کیا کہ حضرت ان کے ساتھ مجھے محبت ہے اور مرض لاعلاج ہے واللہ واسطے خاص توجہ فرمادیں بار بار عرض کیا مگر حضرت ٹالتے رہے آخر ارشاد فرمایا ممکن ہو تو میرے پاس بھیج دو کہ چند روز سہارنپور رہیں چنانچہ بہزار تدبیر میں نے ان کو سہارنپور پہنچایا اور آخر مہینہ بھر بعد حضرت نے ان کو رخصت کیا کہ وہ مطلوب (اس لڑکے) کو دیکھتے اور وحشت کھاتے تھے چند روز بعد وحشت بھی جاتی رہی اور وہ بھی ایسا ہوگیا جیسے سب لوگ''۔

(تذکرۃ الخلیل،ص ۳۳۶،۷ ۳۳)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ شخص ہمارے اکابر میں سے نہیں ایک خادم تھے اور کوئی ذاکر و شاغل معصوم نہیں ہوتا۔اللہ کی طرف سے بطور آزمائش ایسی صورت حال کا پیش آجانا کوئی محال بات نہیں۔کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایسے نہ تھے جن سے زنا کا صدور ہوا؟ تو کیا اب اس بنا پر تمام جماعت صحابہ یا ان صحابہ کو مطعون کرنا شروع کردیں گے؟اس واقعہ میں بھی آپ نے پڑھا اور اگلے واقعہ میں بھی پڑھ لیں گے کہ ان کی یہ حالت غیر اختیاری تھی جس پر شریعت میں کوئی مواخذہ نہیں وہ خود اس پر شرمندہ تھے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے اور الحمدللہ بزرگوں کی صحبت کی برکت سے یہ غیر اختیاری حالت بھی بدل گئی تو التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ تھا ہی نہیں تو یہاں تو گناہ بھی نہیں تھا آخر اس کے باوجود کس اصول پر ان کو مطعون کیا جارہا ہے اور معاذ اللہ یہ خبیث تاثر دیا جارہا ہے کہ گویا معاذ اللہ اکابر دیوبند بدفعلی میں ملوث تھے۔

بزرگوں کی سیرت میں ملتا ہے کہ نصرانی عورت پر عاشق ہوگئے اور اس عشق میں ارتداد تک کر بیٹھے مگر آج تک ان پر کسی نے زبان طعن دراز نہیں کی رضاخانیوں نے ایسے واقعات کو رب کی قضاء وقدر میں شمار کیا ہے۔صرف ایک حوالہ نقل کررہا ہوں ملاحظہ ہو

شیخ ابو عبداللہ اندلسی کا لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو کر مرتد ہو جانا

''منقول ہے کہ شہر بغداد میں ابو عبداللہ اُندلسی نامی ایک بزرگ تھے جو تمام اہل عراق کے شیخ تھے۔انہیں تاجدار رسالت ﷺ کی 30 ہزار احادیث مبارکہ حفظ تھیں اور وہ تمام روایتوں سے قراءت کرنا جانتے تھے۔ابو عبداللہ اُندلسی ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ سیر وسیاحت کے لئے روانہ ہوئے جن میں حضرت سیدنا جنید بغدادی اور حضرت سیدنا ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما وغیرہ مشائخ عراق بھی شامل تھے۔حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ ہم ابو عبداللہ اُندلسی کی صحبت میں اللہ عزوجل کی عنایت سے سفر کرتے رہے یہاں تک کہ کفّار کے شہروں میں سے ایک شہر میں پہنچے۔وہاں پہنچ کر ہم نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن نہ مل سکا۔پانی کی تلاش میں ہم اس شہر میں گھومنے لگے تو اس میں ہم نے گرجے دیکھے جن میں گرجا کے خادم، پادری اور تارک الدنیا نصرانی موجود تھے جو کہ بتوں اور

صلیبوں کی عبادت کر رہے تھے، یہ دیکھ کر ہمیں ان لوگوں اور ان کی عقلوں پر تعجب ہوا۔

آخر کار ہم شہر کے کنارے پر موجود ایک کنویں پر پہنچے، اس کنویں پر کئی لڑکیاں موجود تھیں جو پانی نکال رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک خوبصورت چہرے والی لڑکی تھی جس کے گلے میں سونے کے ہار تھے اور ان لڑکیوں میں اس سے زیادہ حسن و جمال والی کوئی نہ تھی۔ اس لڑکی کو دیکھ کر شیخ ابوعبداللہ اُندلسی کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا اور انھوں نے پوچھا: یہ کس کی بیٹی ہے؟ جواب دیا گیا کہ اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی ہے۔ شیخ نے کہا: اس کا باپ اس کا خیال کیوں نہیں رکھتا اور اسے پانی بھرنے کی تکلیف کیوں دیتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا باپ ایسا اس لئے کرتا ہے تاکہ جب اس کی شادی ہو تو یہ اپنے شوہر کی عزت و خدمت کرے اور بادشاہ کی بیٹی ہونے پر فخر نہ کرے۔

اس کے بعد شیخ ابوعبداللہ اُندلسی سر جُھکا کر وہیں بیٹھ گئے اور تین دن ایسے گزارے کہ نہ تو کچھ کھاتے پیتے تھے اور نہ ہی کسی سے بات چیت کرتے تھے البتہ فرض نماز ادا کرتے تھے۔ تمام مشائخ ان کے سامنے کھڑے تھے اور کسی کو یہ سمجھ نہ پڑتی تھی کہ کیا کیا جائے۔ حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ آخر میں نے آگے بڑھ کر عرض کی: یا سیدی! آپ کے اصحاب اور مریدین تین دن سے آپ کی خاموشی پر متعجب ہیں جبکہ آپ کسی سے بھی کلام نہیں کر رہے۔ میری بات سن کر شیخ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے لوگو! جان لو کہ میں نے کل جو لڑکی دیکھی تھی میں اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اور اب میں اس شہر سے نہیں جا سکتا۔

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: یا سیدی! آپ اہل عراق کے شیخ ہیں، تمام شہروں میں زُہد و تقویٰ کے حوالے سے مشہور ہیں اور آپ کے مریدوں کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ آپ کو قرآن پاک کی حُرمت واسطہ ہمیں اور انھیں رُسوا نہ فرمائیں۔ شیخ نے جواب دیا: اے لوگو! اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے اور میں عدم کے سمندر میں گر چکا ہوں، ولایت کا لباس مجھ سے چھین لیا گیا ہے اور ہدایت کے نشانات مجھ سے اٹھا لئے گئے ہیں۔ اس کے بعد شیخ نے بہت گریہ و زاری کی اور کہا: اے لوگو! واپس چلے جاؤ کیونکہ قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے۔ شیخ کے معاملے پر ہمیں بڑا تعجب ہوا اور ہم اللہ عزوجل سے دعا کی کہ ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے پناہ عطا فرمائے۔ اس کے بعد ہم بھی روئے اور شیخ بھی روئے یہاں تک کہ مٹی تر ہوگئی۔

اب ہم شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد واپس آئے تو عام لوگ اور شیخ کے مریدین ان کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے، جب لوگوں نے شیخ کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں سوال کیا۔ ہم نے لوگوں کے سامنے تمام واقعہ بیان کیا تو ان کے مریدین میں سے کافی لوگ غم و افسوس کے باعث مر گئے جبکہ دیگر لوگ رونے لگے اور گڑگڑا کر اللہ عزوجل سے دعا کرنے لگے کہ شیخ کو ان کے پاس واپس پہنچا دے۔ بغداد میں موجود مدارس، خانقاہیں اور آستانے بند کر دیے گئے اور شیخ کے واقعے سے لوگوں کو بہت زیادہ غم پہنچا۔

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ پورا ایک سال گزرنے کے بعد میں اپنے چند اصحاب کے ہمراہ شیخ کی خبر لینے کے لئے روانہ ہوا اور اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کے بارے میں دریافت کیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہ جنگل میں خنزیر چرا رہے ہیں۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ شیخ نے اس لڑکی کے باپ کو شادی کا پیغام دیا تو اس نے کہا کہ وہ صرف اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرے گا جو اس کے دین (یعنی عیسائیت) پر ہو، چوغہ پہنے، زنار باندھے، گرجا گھر کی صفائی کرے اور خنزیر چرائے۔ شیخ نے یہ سب کچھ کیا اور ابھی جنگل میں خنزیر چرا رہے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ہمارے دل پھٹنے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ہم شیخ

کو دیکھنے کے لئے گئے تو وہ خنزیروں کے سامنے کھڑے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو سر جھکا لیا، ان کے سر پر عیسائیوں کی مخصوص ٹوپی تھی سینے پر زنار بندھا ہوا تھا اور وہ اس عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے جس کے سہارے وہ محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا ہم نے کہا: اے شیخ وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے؟ ان احادیث اور علوم کے بعد یہ غم اور پریشانیاں کیا ہیں؟

شیخ نے کہا: اے میرے بھائیو اور پیارو! میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں ہے، میرے آقا نے جس طرح چاہا مجھ میں تصرف فرمایا اور جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور کر دیا حالانکہ میں اس کے احباب میں شامل تھا۔ اے اللہ محبت کرنے والو! اس کے روکنے اور دور کرنے سے ڈرتے رہو اور اے اہل محبت وصفا! قطع تعلقی اور بے وفائی سے بچتے رہو۔ اس کے بعد شیخ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: اے میرے مالک ومولا! تیرے بارے میں میرا یہ گمان نہیں تھا۔ پھر وہ اللہ عزوجل سے فریاد کرنے اور رونے لگے اور کہا: اے شبلی! دوسروں سے نصیحت حاصل کرو۔

حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بلند آواز سے ندا فرمائی! اے اللہ! تجھی سے مدد طلب کی جاتی ہے، تیری ہی بارگاہ میں فریاد کی جارتی ہے اور تجھ پر ہی ہمارا بھروسا ہے، اپنے حلم سے اس مصیبت کو ہم سے دور فرما دے کیونکہ ہم ایسی مصیبت میں گرفتار ہیں جسے تیرے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا۔ جب خنزیروں نے ان کا رونا دھونا اور چیخ و پکار سنی تو وہ ان کے پاس آ کر مٹی پر لوٹنے لگے اور انہوں نے ایک ایسی چیخ ماری جس پہاڑ گونج اٹھے۔ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے قیامت قائم ہو چکی ہے، اس کے بعد شیخ زار و قطار رونے لگے۔ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بغداد واپس چلیں۔ شیخ نے جواب دیا: بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ دلوں پر حکومت کرنے کے بعد میں نے خنزیر چرائے ہیں۔

میں نے کہا: اے شیخ! آپ قرآن پاک کے حافظ تھے اور اسے سات قرآتوں سے پڑھتے تھے۔ کیا اب بھی آپ کو قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد ہے؟ شیخ نے جواب دیا: میں قرآن پاک کو مکمل بھول چکا ہوں البتہ مجھے دو آیات یاد ہیں۔ میرے پوچھنے پر شیخ نے بتایا: ایک تو یہ آیت:

ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہے کرے۔

اور دوسری:

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ (سے) بہک گیا۔

میں نے کہا: اے شیخ! آپ کو سرکار نامدار، مدینے کے تاجدار ﷺ کی 30 ہزار احادیث یاد تھیں، کیا اب بھی ان میں سے کوئی حدیث یاد ہے؟ شیخ نے کہا: صرف ایک حدیث یاد ہے: یعنی جو اپنا دین تبدیل کرے (یعنی مرتد ہو جائے) اسے قتل کر دو۔

حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ ہم شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے اور ہم ان کی حالت پر حیران تھے۔ تین دن تک سفر کرنے کے بعد ہم ایک نہر پر پہنچے تو دیکھا کہ شیخ اس نہر سے غسل کر کے ہمارے سامنے ظاہر کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب ہم نے شیخ کو اس حالت میں دیکھا تو خوشی و مسرت کے باعث ہمیں اپنے اوپر قابو نہ رہا، شیخ نے ہمیں دیکھ کر کہا: اے لوگو! مجھے پاک کپڑے دو۔ ہم نے شیخ کو پاک کپڑے دیئے تو انہیں پہن کر انہوں نے نماز ادا فرمائی اور بیٹھ گئے۔

ہم نے شیخ سے کہا: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیئے ہیں جس نے آپ کو ہمارے پاس واپس پہنچا دیا اور ہمیں جمع فرما دیا، آپ پر جو

گزری وہ ہمیں بیان فرمادیں۔شیخ نے کہا: جب تم لوگ میرے پاس سے واپس گئے تو میں نے پرانی محبت کے طفیل اللہ عزوجل سے دعا کی اورعرض گزار ہوا: اے میرے مولا! میں گناہ گار اور خطا کار ہوں، اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے مجھے معاف فرمادیا اور اپنے پردے سے مجھے ڈھانپ دیا۔

ہم نے شیخ سے کہا: ہم اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں، کیا آپ کی اس مصیبت کا کوئی سبب تھا؟ شیخ نے کہا: ہاں، جب ہم اس شہر میں پہنچے تھے اور تم لوگ گرجا گھروں کا دورہ کر رہے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ میرے مقابلے میں ان لوگوں کا کیا مقام ہے، میں تو مومن اور مُوَحّد ہوں۔اسی وقت میرے باطن میں یہ بات ڈالی گئی کہ "یہ سب کچھ تیری طرف سے نہیں ہے، اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اس کی پہچان کروادیں۔" پھر مجھے محسوس ہوا کہ میرے دل میں سے ایک پرندہ اڑ کر نکل گیا اور وہ پرندہ ایمان تھا۔

حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ شیخ کی واپسی پر ہم بہت زیادہ خوش ہوئے اور جس دن ہم بغداد واپس پہنچے اس دن لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جمع ہوئی۔مدارس، خانقاہیں اور آستانے کھول دیے گئے، شیخ سے ملاقات کے لئے خلیفہ بھی حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں تحائف پیش کئے، چالیس ہزار افراد علم کی باتیں سننے کے لئے شیخ کے پاس جمع ہوتے اور ایک مدت تک یہی حال رہا۔ اللہ عزوجل نے بھولا ہوا قرآن اور احادیث مبارکہ بھی شیخ کو واپس عنایت فرمادیں اور اس میں مزید اضافہ فرمادیا۔

ایک دن نماز فجر کے بعد ہم شیخ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی نے خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔میں نے دیکھا تو ایک شخص سیاہ لباس میں لپٹا ہوا کھڑا تھا۔میں نے پوچھا: تمہیں کس سے ملنا ہے؟ اس نے کہا: اپنے شیخ سے کہو کہ آپ جس رومی لڑکی کو فلاں شہر میں چھوڑ کر آئے تھے وہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوئی ہے۔میں نے جا کر شیخ کو پیغام دیا تو ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ بے چین ہو گئے، پھر حکم دیا کہ اسے اندر لایا جائے۔جب وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو زاروقطار رونے لگی، شیخ نے دریافت فرمایا: کیسے آنا ہوا اور تمہیں یہاں تک کس نے پہنچایا؟

لڑکی نے جواب دیا: یا سیدی! جب آپ ہمارے شہر سے واپس چلے گئے اور مجھے اس کی خبر ملی تو اس رات مجھے سکون حاصل نہ ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: اگر تم مومن بننا چاہتی ہو تو بتوں کی عبادت چھوڑ کر اس شیخ کی پیروی کرو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا: ان کا دین کیا ہے؟ جواب ملا: دین اسلام۔میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو خواب میں آنے والے نے بتایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

میں نے پھر سوال کیا کہ میں شیخ تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟ اس شخص نے کہا: اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنا ہاتھ مجھے پکڑا دو۔میں نے ایسا ہی کیا، وہ شخص مجھے لے کر تھوڑا سا چلا اور پھر کہا: اپنی آنکھیں کھول دو، میں نے آنکھیں کھولیں تو میں دریائے دجلہ کے کنارے موجود تھی۔ اس شخص نے کہا: فلاں خانقاہ میں جاؤ، شیخ کو میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔

شیخ نے اس لڑکی کو اپنے پڑوس میں جگہ دی اور فرمایا: یہاں رہ کر عبادت کرو۔وہ لڑکی اپنے زمانے کی بہت بڑی عبادت گزار تھی، دن کو روزہ رکھتی اور رات کو قیام کرتی یہاں تک کہ اس کا جسم کمزور اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر وہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر مرنے کے قریب ہو گئی لیکن شیخ نے اسے نہ دیکھا تھا۔اس لڑکی نے لوگوں سے کہا: شیخ سے کہو کہ میری موت سے پہلے میرے پاس تشریف لائیں۔ جب شیخ تک یہ پیغام پہنچا تو وہ اس کے پاس تشریف لائے، لڑکی انہیں دیکھ کر رونے لگی تو شیخ نے ارشاد فرمایا: رو مت، کل قیامت کے

دن جنت میں ہم اکھٹے ہوں گے۔اس کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہوگیا اور اس کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں بعد شیخ بھی اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت سیدنا ابو بکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ 70 حوروں کے ساتھ ان کا نکاح ہوا ہے اور سب سے پہلے ان کا نکاح اسی لڑکی کے ساتھ ہوا اور وہ دونوں ان حضرات کے ساتھ ہیں جن پر اللہ عزوجل نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیق، شہدا اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے اور اللہ عزوجل کافی ہے جاننے والا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو دین و دنیا کی انوکھی باتیں ص ۳۶۵ تا ۳۶۹ مکتبۃ المدینہ کراچی)

تو جب ایک اتنے بڑے بزرگ کا یہ حال ہے کہ وہ معاذاللہ اس نصرانی عورت کے عشق میں مرتد تک ہوگیا مگر بعد میں اللہ نے ہدایت دی تو یہ بیچارہ تو محض ایک خادم تھا اور واقعہ میں صاف مذکور ہے عشق کے باوجود کسی معصیت کا شائبہ بھی دل میں نہ تھا اور الحمدللہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت سے یہ مرض بھی چلا گیا۔اب سوال یہ ہے کہ شیخ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تو عشق میں اتنا بڑا گناہ تک کر دیں کہ معاذاللہ مرتد ہو جائیں وہ تو ہو گئے تمہارے بزرگ اور ایک بیچارہ خادم جس کی یہ بے اختیاری حرکت حضرت شیخ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی درجہ کم معصیت تھی اس کی بنیاد پر پورے مسلک کو مطعون و بدنام کرو آخر یہ کہاں کا انصاف ہے؟

رضاخانیوں نے جو واقعات پیش کئے وہ ان ابوعبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کے عشر عشیر بھی نہیں مگر ان واقعات پر اعتراض اور حضرت کے واقعہ کو ان کی بزرگی کی دلیل بنانا کہاں کا انصاف ہے؟ اگلا واقعہ جو رضاخانی نے پیش کیا اس کی تفصیل بھی ملاحظہ ہو:

مولانا منصور علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا واقعہ اس طرح ہے:

''حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا منصور علی خاں صاحب مرحوم مرادآبادی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں تھے۔ طبیعت کے بہت پختہ تھے اس لئے جدھر طبیعت مائل ہوتی تھی پختگی اور انہماک کیساتھ ادھر جھکتے تھے۔انہوں نے اپنا واقعہ خود مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہوگیا اور اس قدر اس کی محبت نے طبعیت پر غلبہ پایا کہ رات دن اس کے تصور میں گزرنے لگے میری عجیب حالت ہوگئی۔تمام کاموں میں اختلال ہونے لگا۔حضرت کی فراست نے بھانپ لیا لیکن سبحان اللہ تربیت ونگرانی اسے کہتے ہیں کہ نہایت بے تکلفی کیساتھ حضرت نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ شروع کیا اور اسے اس قدر بڑھایا کہ جیسے دو یار آپس میں بے تکلف دل لگی کیا کرتے ہیں۔یہاں تک کہ خود ہی اس محبت کا ذکر چھیڑا۔فرمایا کہ ہاں بھائی وہ (لڑکا) تمہارے پاس کبھی آتے بھی ہیں یا نہیں۔میں شرم وحجاب سے چپ رہ گیا تو فرمایا کہ نہیں بھائی یہ حالات تو انسان ہی پر آتے ہیں اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔غرض اس طریق سے مجھ سے گفتگو کی کہ میری ہی زبان سے اس کی محبت کا اقرار کرالیا۔کوئی خفگی و ناراضگی نہیں ظاہر کی، بلکہ دلجوئی فرمائی۔اس مخصوص بے تکلفی کے آثار اب مجھ پر ظاہر ہونا شروع ہوئے۔میں ایک دن تنگ آگیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ وریشہ میں سرایت کرگئی۔مجھے تمام امور سے بے کار کر دیا گیا کیا کروں کہا جاؤں۔آخر عاجز آکر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مودب عرض کیا کہ حضرت للہ میری اعانت فرمادیجئے۔میں تنگ آگیا ہوں اور عاجز آچکا ہوں ایسی دعا فرمائے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے۔تو ہنس کر فرمایا کہ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے۔بس جوش ختم ہوگیا۔میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بے کار ہوگیا ہوں۔نکما ہوگیا ہوں اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا۔خدا کیلئے میری امداد فرمائے۔فرمایا بہت اچھا۔بعد مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو

آپ موجود رہیں ۔میں نماز مغرب پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔جب حضرت صلوۃ اوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی: مولوی صاحب ! میں نے عرض کیا: کیا حضرت حاضر ہوں؟ ۔میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا۔میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں ۔خدا کی قسم میں عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے گویا میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں میں اس وقت لرزاں ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور خوف طاری نہ ہوا تھا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گذر گیا اور حضرت برابر میری ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی پھیر رہے ہیں ۔جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی ۔فرمایا جاؤ ۔میں اٹھ کر چلا آیا۔دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس لڑکے کا تصور یا عشق کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں رہی فرمایا اللہ کا شکر ادا کرو والحمدللہ ذالک‘‘۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۲۵ تا ۲۲۷)

یہ واقعہ بھی اسی تکوینی امر سے تعلق رکھتا ہے اس میں ظاہر سی بات ہے کہ نہ ان کا یہ عشق معصیت تھا نہ اپنے قصد و ارادے سے ایک بے اختیار کیفیت جس سے وہ خود بیزار تھے بے اختیاری کی حالت میں شرع کا کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا۔ورنہ پھر تو دل میں آنے والے وسوسوں پر بھی مواخذہ ہونا چاہئے ۔بہر حال حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی توجہ کی برکت سے یہ کیفیت بھی دور ہو گئی ۔

تیسرا واقعہ جو پیش کیا وہ بھی ہمارے اکابر کا نہیں بلکہ حکیم عبد السلام ملیح آبادی صاحب کے والد کا ہے وہی یہ واقعہ سنا رہے ہیں اور ان کے والد صاحب ہر حسین چیز کو دیکھنے کے شوقین تھے حتی کہ ایک خوبصورت اونٹنی کو دیکھنے کیلئے دور دراز کا سفر تک کر لیا تھا حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر حاشیہ لکھتے ہیں:

’’اور پر گز رچکا کہ ہر خوبصورت شے دیکھنے کو سفر کرتے تھے حتی کہ سفر کر کے اونٹنی کو دیکھنے گئے یہ صاف دلیل ہے کہ ان کی نظر شہوانی نہ تھی‘‘۔

(ارواح ثلاثہ ص ۲۰۰)

رضا خانی اپنے گھر کی خبر لیں

رضا خانیوں کی معتبر کتاب جس کی نظر ثانی رضا خانی شیخ الحدیث غلام رسول رضوی نے کی اس میں شاہ حسین مدھولال کا واقعہ ہے:

’’ایک دفعہ آپ مجذوبیت کے عالم میں دریائے راوی کے کنارے جا رہے تھے کہ سامنے ایک خوش شکل برہمن لڑکا مادھو نامی گھوڑے پر سوار جاتے دیکھا۔دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئے وہ شاہدرہ میں رہتا تھا اس کے گھر تک اس کا پیچھا کیا اس کی الفت میں چند دن شاہدرہ ہی میں قیام کیا۔آہستہ آہستہ مادھو کو بھی آپ سے انس ہو گیا۔پھر دونوں اس مقام تک جا پہنچے جہاں شاہ حسین ،حسین اور مادھو ،مادھو نہ رہا دونوں قالب یکجان ہو گئے ۔عشق مجازی نے عشق حقیقی کی راہ دکھائی ۔ایک دفعہ مادھو کے والدین نے ہردوار اشنان کیلئے جانا تھا انہوں نے مادھو کو ساتھ لے جانا چاہا لیکن آپ نے اس کی جدائی کو مدنظر رکھ کر جانے کی اجازت نہ دی مادھو کے والدین نے بھی مجذوب کے جذبات کا احترام کیا۔مادھو کو چھوڑ کر ہردوار چلے گئے ۔ایک دن حضرت نے مادھو کو اداس دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ کر آنکھیں بند کر لو جب مادھو نے آنکھیں بند کر لیں تو اپنے آپ کو والدین کے ہمراہ اشنان کرتے ہوئے پایا۔آنکھیں کھولیں تو شاہ حسین کے پاس تھا۔۔آپ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ کو شیخ فقیر ہونے کے سبب شاہ اور مادھو سے پیار

ہونے کی وجہ سے مادھولال کہا گیا''۔

(حدیث دلبراں،ص ۱۳۹،۱۴۰)

کیوں جناب!!! تم خوبصورت سکھ لونڈوں کو ٹانگوں پر ٹانگیں رکھوا کر نہ معلوم کونسے ''جہاز'' پر بٹھا کر انہیں آشان کرواؤ تو بزرگی اور دوسروں کی بے اختیاری کی کیفیات پر بھی واویلا،شرم شرم شرم۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو:

''جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ جذب کی حالت میں تھے تو ایک جوگی کا لڑکا آپ کو گانا سنا کر خوش وقت کیا کرتا تھا''۔(تذکرہ مشائخ نقشبند،ص ۵۴۶)

خدا جانے اس لڑکے کے ساتھ موصوف نے مستی میں کیا کیا کیا؟ کہ راز کے فاش ہونے کے ڈر سے جب آگ کا بہانہ کرکے اس سے خود کو جدا کیا تو وہ بیچارہ لڑکا اس جدائی پر پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا۔

اعتراض نمبر ۲۰۲ میں محض لڑکے کو دیکھنے پر ان کو اعتراض ہے مگر کاش کے اپنے گھر کا گند بھی دیکھتے۔بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''ایک شخص نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ وہ ہر خوبصورت چیز کو چوم لیتے ہیں یہ بھی ان کے ساتھ اس نیت سے گیا کہ بہت خوبصورتوں کے بوسے ملیں گے''۔(تفسیر نعیمی،ج ا،ص ۲۳۰)

وہ بزرگ کس چیز کے بوسے لیتے تھے آگے مرید نے خود وضاحت کردی کہ ''بہت سے خوبصورتوں کے بوسے ملیں گے''،جملے کی ساخت بتلارہی ہے کہ مراد لڑکیاں بھی نہیں بلکہ لونڈے ہیں۔تو تم لونڈوں کے بوسے لو تو ''بزرگ'' رہو اور حکیم صاحب کے والد اگر کسی لڑکے کو دیکھ لیں تو اعتراض ہوجائے،یہ کہاں کا انصاف ہے؟

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی فرماتے ہیں:

''ایک دن حضرت سلطان العاشقین محبوب الٰہیؒ اپنے چند خواص کے ساتھ کسی بازار میں جارہے تھے امیر خسرو بھی ساتھ تھے بازار میں حضرت کی نظر مبارک کسی امرد(بے ریش خوبصورت لڑکا) پر پڑی امیر خسروؒ چونکہ حضرت کے مزاج داں تھے سمجھ گئے کہ بالفعل حضرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایک ساعت یہ امرد(خوبصورت لڑکا) قیام کرے تاکہ اس کے صفحہ رخ پر جمال الٰہی کا مطالعہ ومشاہدہ بوجہ احسن کیا جائے امیر صاحب نے اسے روکنے کیلئے سر بازار رقص شروع کردیا اور امرد بغرض تماشہ ٹھر گیا''۔

(ملفوظات مہریہ،ص ۴۷)

خان صاحب بریلوی کے پیر صاحب کا ایک واقعہ سنئے:

''خان صاحب ہادی یار خان صاحب مرحوم رئیس علی گڑھ کو ایک بازاری عورت سے عشق ہوا اور اس کو ان سے سخت وحشت ونفرت تھی۔ خان صاحب مرحوم نے حاضر ہوکر عرض حال کیا اور مدد چاہی ارشاد فرمایا ''فقیر حرام میں معاونت نہیں کرسکتا''،پہلے عہد کیجئے کہ اگر وہ عورت آپ تک پہنچے آپ اس سے عقد شرعی کرلیں گے''۔انہوں نے عہد کرلیا۔بہ تصرف حضور وہ عورت خود حاضر ہوکر تائب ہوئی اور خان صاحب مرحوم نے اس سے نکاح کرلیا''۔(تذکرہ نوری،ص ۲۰۸)

اب پیر صاحب نے معترض کی طرح خان صاحب کو ''رنڈی بازی'' کا طعنہ نہیں دیا بلکہ اپنا تصرف استعمال کر کے ایک شرعی طریقے سے اس کا نکاح کروا دیا۔ تو اگر ہمارے اکابر نے اس قسم کے لوگوں کی اصلاح کر دی تو آخر اس پر اعتراض کیوں؟

حیرت ہے کہ رضا خانیوں کو ان واقعات پر تو اعتراض ہے جس میں نہ معصیت ہے اور نہ ان لڑکوں کے ساتھ کسی قسم کی بدفعلی کی گئی بلکہ ایک غیر اختیاری حالت تھی جس سے خود صاحب حال بھی بے زار تھا مگر دوسری طرف ان کے اکابر مسجد میں معاذ اللہ گدھیوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہیں پھر اسی جنابت کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں تو یہ بدبخت ایسی حرکتیں کرنے والوں کو ''خضر وقت'' بنا دیتے ہیں۔

''حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرا دی تا کہ ذرا آرام لیکر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی۔ کھا پی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی۔ جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے بیل گھاس کھا رہے ہیں بھٹیاری کھانا پکا رہی ہے اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہوگئی کہ الٰہی یہ کیسی سرائے اور کونسا شہر ہے؟ اور ہم یہاں کیونکر پہنچے؟ بھٹیاری سے دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے؟ کہا ''حیرت آفزا'' پوچھا کہ ارے نیک بخت! یہ سرائے کس کی ہے؟ کہا کہ انہی فقیر صاحب کی اور جتنے روز تم یہاں ٹھرو گے سب خرچ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اس کی ابتداء معلوم ہوئی نہ انتہا۔ حقیقت میں وہ شہر حیرت افزا تھا۔ آدمی وہاں کے نیک سیرت، پاکیزہ صورت، مرفع حال مکانات خوش قطع اور مصفا، اشیاء رنگارنگ موجود، بازار نہایت مکلف و پر بہار جدھر جاتے صورت تصویر بن جاتے۔ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور و شور پایا ہر شخص کہ یاد خدا میں مشغول دیکھا۔ قال اللہ وقال الرسول کے سوا کچھ ذکر نہ تھا۔ غرض آٹھویں رات کو جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے۔ فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ بتلایا۔ ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے۔ آخر بہادر گڑھ پہنچے وہاں ایک مکان میں ٹھیرے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اسی مسجد میں لے آنا۔

جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں۔ میں نے منہ پھیر لیا۔ پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں

بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے۔ جب آدھی رات گئی تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت! آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر بعد اس وقت کون کپڑے دھوتا ہو گا؟ فرمایا ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو ہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ غرض دھوبیوں کے پاش پہنچے۔ ایک دھوبی نے کہا لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ دھو دوں۔ اس نے دھویا صاف کیا دھوپ میں سوکھا کہ حوالہ کیا۔ میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا۔ فرمایا کہ:

''تعجب نہ کرو یہ بھان متی کا سانگ ہے۔ اور ایسی شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے۔ ان باتوں کا خیال مت

کرو"۔

صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور وہ فقیر صاحب غائب ہوگئے۔جب ہم دہلی میں پہنچے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔انھوں نے فرمایا کہ **وہ شخص خضر وقت یا ابوالوقت تھا۔**

(الانسان فی القرآن ص ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ازنورالحسن شاہ بخاری مطبوعہ گوجرانوالہ)

حضرات! اس شیطانی حکایت کو پڑھنے کے بعد تو انسان یہ تسلیم کرنے کے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ رضاخانی مذہب میں نماز جیسی اہم عبادت میں پاکیزگی بالکل شرط نہیں اور رضاخانی پیر پہلے وضو کرتے ہیں پھر گدھی سے بدفعلی کرتے ہیں پھر فورا بعد نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ رضاخانیو تمھیں حیاء نہیں آتی کہ اس شخص کو تم خضر وقت کہہ رہے ہو جو مسجد جیسی مقدس جگہ میں ایک گدھی کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے۔؟

قارئین کرام آج جو آئے دن آپ کو مزارات پر عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں وہ اسی"ولایت" کا شاخسانہ ہے۔رضاخانی مذہب میں جو شخص جتنا بڑا زانی۔۔اغلام باز۔۔شرابی کبابی ہوگا شاید اتنا ہی بڑا ولی ہوگا۔۔رضاخانیوں کی جہالت تو دیکھیں کہ پیر صاحب مرید کو کہتے ہیں کہ"تعجب مت کرو ایسے شعبدے ہم بہت دکھلا سکتے ہیں" تو معلوم ہوا کہ رضاخانی پیر و مولویوں کی اکثریت شعبدہ باز ہوتی ہے، رضاخانی پیر، مجدد، امام، حکیم الامت، غزالی زماں، وغیرہ وغیرہ سب سے پہلے اس شیطانی تصوف پر عمل کرتے ہوئے مسجدوں اور عبادت گاہوں میں گدھیوں کے ساتھ منہ کالا کرتے ہوں گے اس کے بعد لوگوں کو گمراہ کرنے کا دھندا چلاتے ہوں گے العیاذ باللہ۔پھر یہ عجیب مذہب ہے کہ جس میں گدھی سے بدفعلی کرنے کے لئے بھی باوضو ہونا ضروری ہے اور نماز ناپاکی کی حالت میں پڑھتے ہیں؟۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دفاع

امام غزالی بعض صوفیاء کی طرف سے خوبصورت لڑکوں کو دیکھنے یا اپنے پاس رکھنے کی توجیہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اگر اس پیر نے واقعی (کسی خوبصورت لڑکے کو دیکھا ہوگا۔ساجد) تو شہوت کی نظر سے نہ دیکھا ہوگا بلکہ اس طرح دیکھا ہوگا جیسے کوئی شخص سرخ سیب کو یا شگوفہ کو دیکھتا ہے۔۔۔اور ایک سبب اور بھی ہے لیکن وہ نادر ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو ان حالتوں میں جو صوفیہ صافیہ پر ہوا کرتی ہیں چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور شاید جواہر ملائک اور ارواح انبیاء انہیں کسی مثال میں کشف ہوں (یعنی دراصل اس خوبصورت لڑکے کی شکل میں ممکن ہے کہ کسی بزرگ کی مثالی صورت یا فرشتہ کی مثالی صورت جلوہ گر ہو۔ساجد) پھر وہ کشف شاید آدمی کی صورت سراپا حسن و جمال میں ہو اس واسطے کی مثال ضرور بضرور درحقیقت معنی کے موافق ہوتی ہے چونکہ معانی عالم ارواح ہیں تو معنی نہایت درجہ کمال پر ہوتے ہیں تو عالم صورت سے اس کی مثال بھی غایت درجہ جمال پر ہوتی ہے عرب میں دحیہ کلبی رضی اللہ تعالی عنہ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہ تھا رسول مقبول ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی صورت پر دیکھتے پھر ممکن ہے کہ عالم ارواح سے کوئی چیز امرد حسین کی صورت پر کشف ہو کہ وہ صورت اس چیز کی مثال ہو اور شاید اس معنی کو پھر نہ دیکھ پائے اس وقت اگر صوفی کی ظاہری آنکھ کسی اچھی صورت پر پڑے جو صورت اس صورت معانی کے ساتھ مشابہت و مناسبت رکھتی ہو تو وہ حالت اس پر تازہ ہو جاتی ہے اور اس معنی گمشدہ کو پھر پا جاتا ہے اور اسے اس خوبصورت کے دیکھنے سے ایک وجد اور حالت پیدا ہوتی ہے تو یہ امر روا ہے کہ کسی بزرگ نے اس حالت کو پھر پانے کے واسطے اچھی صورت دیکھنے کی رغبت کی ہو"۔(کیمیائے سعادت ص ۲۴۰، ۲۴۱ آٹھویں فصل در سماع و وجد)

اب رضاخانی بتائیں کہ امام غزالی پر بھی معاذ اللہ بچہ بازی کی غلیظ پھبکی کسیں گے؟ غرض جن بزرگوں پر اعتراض ہے وہ اسی قبیل سے ہے جس کی توجیہ امام غزالی نے بیان فرمائی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''جو شخص خوبصورت ہوتا ہے آدمی اسے دوست رکھتا ہے تو اسے اس واسطے نہیں دوست رکھتا کہ اس سے کچھ حاصل کرے فقط اسی کی ذات کو دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ حسن و جمال فی نفسہ طبعیت کو محبوب و مرغوب ہوتا ہے اور اچھی صورت کو بلاشہوت دوست رکھنا ممکن ہے جس طرح کہ آدمی سبزہ اور آب رواں کو دوست رکھتا ہے اس واسطے نہیں کہ اسے کھائے پیئے مگر اس کے دیکھنے سے آنکھ کو ایک لذت اور راحت ہوتی ہے اور حسن و جمال محبوب ہے''۔(کیمیائے سعادت، ص ۵۸۳)

ماقبل میں بھی یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں اپنے ہی مرکز کے امیر اور خان صاحب کے پوتے علامہ اختر رضاخان بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان کو امرد پرست مردوں کا لقمہ تر قرار دیا''۔(تحقیق ہاشمی، ص ۲۹، دارالسلام ٹرسٹ)

لو جی! آپ کے زمانے کا سب سے بڑا بزرگ جب بچہ بازوں کا ''نوالہ تر'' بن کر ان کی راتیں رنگین کر رہا ہو تو آپ کے دوسرے بھی اسی طرح نظر آئیں گے۔

غیر مقلدین حضرات کے الزامی حوالہ جات

غیر مقلدین کے حجۃ اللہ فی الارض شیخ امین اللہ پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

''دا انبیاء کراموا گرچہ زنا حقیقی نشتہ لیکن ھم شتہ...اوھم یو نوع دزنادہ''۔

(الحق الصریح، ج ۱، ص ۳۳۶ طبع اول)

ترجمہ: انبیاء اگرچہ زنا حقیقی سے محفوظ ہیں لیکن ان میں ''ھم'' ہوتا ہے اور ''ھم'' بھی زنا کی ایک نوع ہے۔(معاذ اللہ)

شیخ غلام رسول صاحب کی سوانح میں ہے:

''قلعہ میاں سنگھ میں ایک گلاب نامی چوکیدار تھا، وہ موضع مرالی والہ میں چوکیدار مقرر ہو کر چلا گیا وہاں ایک بیوہ دھوبن تھی اس کے دام الفت میں گرفتار ہو گیا جب مرالی والہ کے باشندوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے گلاب کو وہاں سے نکال دیا وہ واپس ''قلعہ میاں سنگھ'' میں آ گیا۔ اب چوکیدار نے یہ دستور مقرر کر لیا کہ روزانہ مولوی (غلام رسول) صاحب کے پاس جاتا اور یہ کہتا کہ حضرت میں مر چکا ہوں ایک دن مولوی صاحب قریب کے بالا خانہ میں قیلولہ فرما رہے تھے گلاب مولوی صاحب کے ایک خادم بڈھا کشمیری کو سفارشا ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور دستور کے مطابق مولوی صاحب کو دابنا شروع کر دیا اور اپنی سابقہ درخواست پیش کی۔ بڈھا نے بھی مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اس بات میں کیا گناہ ہے۔ عورت بیوہ ہے اگر اس کا نکاح ہو جاوے تو کار ثواب ہے۔ آپ نے بڈھا کشمیری کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس سے قسم لے لو کہ یہ شخص قبل از نکاح اس کو مس نہ کرے گا۔ گلاب نے قسم اٹھالی کہ قبل از نکاح بالکل عورت مذکورہ کو مس نہ کروں گا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بعد از نماز عشاء اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر ''مرالی ولا'' کی طرف منہ کر کے تین دفعہ یہ لفظ کہنا ''آجا، آجا، آجا'' تین روز ایسا ہی کر کے پھر مجھے بتانا۔ تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے

لگی کہ پرسوں عشا سے لیکر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہوگیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا۔ اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔ تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اس موذی کو پکڑ کر لاؤ وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا فوراً گیا اور گلاب کو پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہوجا وہ لوٹ کر گھر گیا وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے خفا ہو کر چلی گئی"۔

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص ۹۹، ۱۰۰)

اب بتائے یہاں تو باقاعدہ اس عورت سے زنا کیا گیا اور اس زنا میں معاونت مولوی غلام رسول صاحب ہی نے کی۔

(اعتراض ۲۰۳): ہندوستانی عورتیں حوریں ہیں

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

"تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں تو کہتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حوریں ہیں۔

(افاضات الیومیہ، ج ۴، ص ۲۶۹)"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۷۸، ۱۷۹)

جواب: حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا ملفوظ یوں ہے:

"ہندوستان کی عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔ یہ ان میں ایک خاص بات ہے کہ اگر خاوند بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے تو جس کونے میں چھوڑ کر جایئے گا دس برس کے بعد پھر اس ہی کونے میں بیٹھی ملے گی۔ یہ اثر ہے صفت قاصرات الطرف کا جو حوروں کے باب میں وارد ہے"۔ (ملفوظات، ج ۴، ص ۱۹۲، ملفوظ نمبر ۲۹۵)

اب خدا لگتی کہئے کہ اس میں اعتراض اور تہذیب سے عاری پن والی کونسی بات ہے؟ اس میں تو حضرت ہندوستانی عورتوں کی حیاء، شرم وعفت کو بیان کر رہے ہیں۔ اگر رضاخانیوں کی عورتیں اس صفت وحیا سے عاری ہیں جیسا کہ خان صاحب اپنے گھر کی عورتوں کو سیدوں کی لونڈیاں سمجھتے تھے۔ تو اس قسم کی عورتیں اپنی فکر کریں، اپنے بے غیرت مردوں کو غیرت وشرم دلائیں نہ یہ کہ ایسی عورتیں کے مردمناظر بن کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بات پر بھی اعتراض کرنا شروع کر دیں۔

اصل میں بریلویوں کو ہندوستانی عورتوں کی یہ عفت والی صفت اس لئے پسند نہیں آئی کہ ان کے خان صاحب تو عورت کو بجائے شرم و حیاء کا پیکر تسلیم کرنے کے بارود کی ڈبیہ سمجھتے تھے چنانچہ لکھتے ہیں:

"عورت موم کی ناک، بلکہ رال کی پڑیا بلکہ بارود کی ڈبیا ہے"۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۱۰، ص ۱۸۴)

اب رضاخانیوں ہی کی گندی سوچ کا اگر کوئی رضاخانی یہاں مظاہرہ کرے کہ خان صاحب کو کیسے پتہ تھا کہ عورت بارود کی ڈبیہ ہے؟ کہیں اس بارود کو اپنی چنگاری لگا کر وقتاً فوقتاً پھوڑتے تو نہ تھے؟

(اعتراض ۲۰۴): غصہ کا زور

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک لڑکا ہے اس کے مزاج میں تیزی اور غصہ بہت ہے اس کیلئے ایک تعویذ دیجئے ۔فرمایا اس کا کیا تعویذ ہوتا ہے کسی حلیم شخص کی صحبت میں رکھنے کی ضرورت ہے ۔اس تدبیر سے تو امید بھی ہے کہ کمی واقع ہو جائے ۔اگر اس کا کوئی تعویذ ہوتا تو پہلے لکھ کر اپنے باندھتا اب پیرانی سالی کے اقتضاء کی وجہ سے تو کچھ غصہ کم ہوا ہے مگر اب بھی ہے۔

(افاضات الیومیہ ج ۸،ص ۲۰۴)

مجھ کو غصہ کی آمد بڑے جوش سے ہوتی ہے۔(اشرف المعمولات ص ۲۶)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۷۰)

جواب: آخر اس قسم کے اعتراضات قائم کرنے کا مقصد کیا ہے ان جاہل رضاخانیوں کا؟ غصہ آنا ایک فطری عمل ہے ۔کیا اب یہ بھی اعتراض والی چیز بن گئی ہے؟ جس کو بالکل غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے اور جس کو غصہ آ کر نہ جائے تو وہ شیطان ہے۔

کیا معترض کو کبھی غصہ نہیں آیا؟ حدیث میں ہے من احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل الایمان جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ ہی کیلئے غضبناک ہوا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے معترض کو خان صاحب کا مزاج دیکھنا چاہئے تھا جن کا غصہ شیطانوں والا تھا اور ایسا شیطانی غصہ کے اپنے لوگ بھی قریب نہ آتے تفصیل میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات ،خدمات و کارنامے'' میں ملاحظہ ہو یہاں صرف ایک حوالہ نقل کر رہا ہوں بریلوی محدث دیدار الوری خان صاحب کے غصہ کے متعلق ان کے خلیفہ نعیم الدین صاحب کو کہتے ہیں:

''میں انہیں جانتا ہوں پٹھان خاندان سے ہیں طبعیت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔

(فیضان اعلیٰ حضرت،ص ۴۰۴،تجلیات امام احمد رضا،ص ۵۶)

(اعتراض ۲۰۵):حسن کے معاملہ میں دل پھینک دیوبندی امیر شریعت

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

''ان (عطاء اللہ شاہ بخاری) کی سب سے بڑی کمزوری WAEKNESS حسن تھا حسن کے معاملے میں دل پھینک واقع ہوئے تھے۔(سید عطاء اللہ شاہ بخاری،ص ۵۸)

شاہ جی فضول بے معنی لغو پر رنجیدہ چکے تھے اب انہیں لاکھ کہئے قبلہ جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ امیر شریعت کی راہ دیکھ رہے ہیں لیکن امیر شریعت گردو پیش کے حسن پر نقد و نظر فرما رہے اور اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری،ص ۵۸ طبع لاہور)

یہ پانچ سو دیوبندی علماء کا منتخب کردہ امیر شریعت ہے۔(سید عطاء اللہ شاہ بخاری،ص ۴۲)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۷۳)

جواب: حضرت امیر شریعت پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ مت بھولو کہ یہ وہ شخصیت ہے جس کا تقوی ،عشق رسالت ﷺ عظمت

علمائے بریلویہ کو بھی مسلم ہے جس پر ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ جلد دوم میں کلام کیا ہے۔باقی ان واقعات پر اعتراض ہمیشہ کی طرح معترض نے خان صاحب سے ورثہ میں ملی گندی و پست ذہنیت سے مجبور ہو کر کیا ہے۔نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

ان اللہ جمیل یحب الجمال (الحدیث) اللہ تعالی خالق جمال ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ایک روایت میں ہے جسے رضاخانی باب عقائد میں پیش کرتے ہیں:التمسوا الخیر من حسان الوجوہ۔خیر حسین چہروں والوں کے پاس تلاش کرو۔تو اگر حضرت شاہ جی اللہ کی قدرت اس کا حسن تخلیق کو ارد گرد دیکھتے اور کائنات کے حسن جمال میں کھو جاتے اور اسے پسند فرماتے تو اس میں کونسی بری بات ہے؟

ما قبل میں حوالہ گزر چکا کہ اکابر کا خوبصورتوں کو دیکھنا ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم سبزہ کو دیکھتے ہیں۔مکھی ہمیشہ گوہ پر بیٹھتی ہے بات کتنی صاف تھی مگر معترض کے گوبرزدہ ذہن میں ایک ہی حسن و جمال بیٹھا ہوا ہے اور دوسروں کو خود پر قیاس کرتا ہے۔اب میں دو ایسے حوالے پیش کر رہا ہوں جس سے ان شاء اللہ معترض کے خان صاحب بریلی تک کی ہڈیاں قبر میں چیخ جائیں گی۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''ایک شخص نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ وہ ہر خوبصورت چیز کو چوم لیتے ہیں یہ بھی ان کے ساتھ اس نیت سے گیا کہ بہت خوبصورتوں کے بوسے ملیں گے''۔(تفسیر نعیمی،ج ا،ص ۲۳۰)

وہ بزرگ کس چیز کے بوسے لیتے تھے آگے مرید نے خود وضاحت کر دی کہ''بہت سے خوبصورتوں کے بوسے ملیں گے''،جملے کی ساخت بتلا رہی ہے کہ مراد لڑکیاں بھی نہیں بلکہ لونڈے ہیں۔تو تم لونڈوں کے بوسے لو تو''بزرگ'' رہو اور شاہ جی اللہ کی تخلیق کے نظارے کرے تو اعتراض ہو جائے،یہ کہاں کا انصاف ہے؟

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی فرماتے ہیں:

''ایک دن حضرت سلطان العاشقین محبوب الٰہیؒ اپنے چند خواص کے ساتھ کسی بازار میں جا رہے تھے امیر خسرو بھی ساتھ تھے بازار میں حضرت کی نظر مبارک کسی امرد(بے ریش خوبصورت لڑکا) پر پڑی امیر خسروؒ چونکہ حضرت کے مزاج داں تھے سمجھ گئے کہ بالفعل حضرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایک ساعت یہ امرد(خوبصورت لڑکا) قیام کرے تاکہ اس کے صفحہ رخ پر جمال الٰہی کا مطالعہ ومشاہدہ بوجہ احسن کیا جائے امیر صاحب نے اسے روکنے کیلئے سر بازار رقص شروع کر دیا اور امرد بغرض تماشہ ٹھہر گیا''۔

(ملفوظات مہریہ،ص ۴۷)

اب کوئی فتوی ارشاد ہو رضاخانیو!سلطان العاشقین محبوب الٰہی جو بے ریش خوبصورت لڑکوں کو دیکھنے کیلئے بقول پیر صاحب سر بازار تماشہ لگاتے ہیں اس پر کیا فتوی ہے؟اگر اس معترض جیسا ایک اور ترجمان اس مسلک کو مل جائے تو مزید کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔

(اعتراض ۲۰۶):بیت الخلاء جانے کی دعا

اس عنوان کے تحت معترض لکھتا ہے:

''ایک صاحب نیتیں بہت پوچھا کرتے تھے ان سے(مولوی اسمٰعیل دہلوی نام نہاد شہید نے)کہا کہ تمہیں بیت الخلاء جانے کی نیت

معلوم ہے؟ میں بتاؤں یاایھا النفرک لوٹا دھرک فی مقام جھرک والٹرک‘‘۔

(ملفوظات ہفت اختر ص ۳۰، قصص الاکابر ص ۳۱)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۸۱)

جواب: بریکٹ میں جملہ اس معترض کی اپنی خباثت ہے۔رہی نیت کے الفاظ تو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ فی سبیل اللہ نے بطور مزاح ایسا کہہ دیا اس میں کونسی شرعی و اخلاقی قباحت ہے؟ نیز رضاخانی کا دجل ملاحظہ ہو کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بیت الخلاء جانے کی دعا نہیں بلکہ نیت بتلائی مگر یہ اسے دعا سے بدل رہا ہے۔ بریلوی مولوی اپنی عربی دانی کا ثبوت یوں دیتا ہے:

’’سید محمود شاہ نے مجھ سے پوچھا کہ کٹی پوچھل ہلاندی اے (کٹی دم ہلاتی ہے) کی عربی کیا ہوگی؟ ۔۔۔میں نے فی الفور کٹی کو عربی طریقے سے مونث کیا اور پوچھل کے ساتھ ضمیر لگائی اور کہا:

الکٹۃ تحرک پوچھلھا‘‘۔

(البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۴۴)

بہشتی زیور میں مردانہ امراض کے نسخوں پر اعتراضات کا اصولی جواب

(اعتراض ۲۰۷): دیوبندی عورتوں کیلئے تھانوی تعلیمی کورس تہذیب واخلاق

اس عنوان کے تحت معترض لکھتا ہے:

’’دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے عورتوں کو بے شرمی اور بے حیائی سکھانے کیلئے ایک کتاب بہشتی زیور خاص عورتوں کیلئے تعلیمی کورس کے طور پر لکھی ہے۔جس میں جنسی تعلقات سیکس کے جو طریقے اور نسخے تحریر فرمائے ہیں اس سے تھانوی صاحب کی شہوت پرستی اور جنسی ہیجان سے بھرپور ذہنیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے نوجوان لڑکیوں کیلئے ذکر اور خصیوں کے دل کش تصورات پیش کئے ہیں چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۸۲)

اس کے بعد مردانہ امراض کے علاج کے چند نسخے لکھنے کے بعد لکھتا ہے:

’’غور کیجئے: جب دیوبندی علماء نوجوان لڑکیوں کو عضو مخصوص کے مختلف تصورات کے اسباق پڑھاتے ہوں گے پھر اس کی تشریح کرتے ۔۔۔دوسری طرف اکیلی نوجوان لڑکیاں کتاب کو پڑھتی ہوں تو ان کے نفسیاتی جذبات ذکر و خصیوں کے تصور میں ڈوب کر ان پر کیا گزرے گی‘‘۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۸۲)

یہ اعتراضات دیوبندی مذہب نامی کتاب میں بھی موجود ہیں اور آئے دن انٹرنیٹ پر بھی ان حوالہ جات کو اپنی گندی سوچ کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔لہذا ہم ذرا اس کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

اس بے شرم رضاخانی نے جس قدر گھٹیا پن کا مظاہرہ یہاں کیا اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔اب لیتے ہیں اس کے اعتراضات کا

ترتیب وار جائزہ۔

اولاً تو اس بے حیاء نے یہ جھوٹ بولا کہ یہ مسائل لڑکیوں کیلئے لکھے گئے تھے۔حالانکہ یہ مسائل ''بہشتی گوہر'' میں لکھے گئے ہیں جو مردوں کیلئے تصنیف کی گئی اور الگ سے چھپتی ہے بعد میں ناشرین نے دونوں کو یکجا کر دیا یعنی''بہشتی زیور و بہشتی گوہر'' کو۔

ثانیاً اس نے یہ جھوٹ بولا کہ امراض مردانہ اور ان کا علاج حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا حالانکہ یہ لکھنے والے حکیم محمد مصطفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔جہاں سے یہ مسائل شروع ہوتے ہیں اس میں اوپر تمہید میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔

ثالثاً: یہ بھی جھوٹ ہے کہ دیوبندی علماء یہ مسائل لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں ہمارے مدارس میں تو یہ مسائل لڑکوں کو بھی نہیں پڑھائے جاتے۔بلکہ ہدایہ وفقہی کتب میں جو حیض ونفاس کے مسائل ہیں وہ بھی مرد استاذ نہیں پڑھاتے بلکہ استانیاں پڑھاتی ہیں اگر اس رضاخانی میں غیرت ہے تو اس کا مستند ثبوت پیش کرے کہ یہ مسائل دیوبندی لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں۔موصوف اپنے مدارس پر دیوبندی مدارس کو قیاس نہ کرے۔خود اسی بہشتی زیور میں جب حیض ونفاس کے مسائل آئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بیوی کی معرفت سمجھادے یا پڑھنے والے کو ہدایت کر دے کہ ان مسائل کو بطور خود دیکھ لینا اور اگر پڑھنے والا کم عمر ہو اس کو بھی نہ پڑھاویں بلکہ ہدایت کر دیں کہ بعد کو دیکھ لے۔فقط۔

(بہشتی زیور،حصہ دوم،ص ۱۶۵)

اس کے بعد اس رضاخانی نے جو یہ تبصرہ کیا کہ:

''دوسری طرف اکیلی نوجوان لڑکیاں کتاب کو پڑھتی ہوں تو ان کے نفسیاتی جذبات ذکر وخصیوں کے تصور میں ڈوب کر ان پر کیا گزرے گی''۔

اس کا منہ توڑ جواب تو یہ ہے کہ یہ مسائل موصوف نے بھی اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں''ذکر''اور''خصیوں'' کا ذکر اس کی کتاب میں بھی آگیا۔اب اس نے کتاب میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں کی کہ میری یہ کتاب صرف مردوں کیلئے ہے۔تو کل کو اگر مولف کے مسلک کی عورتیں یا چلیں موصوف کی کتاب کم از کم اس کے گھر وخاندان کی عورتوں نے تو ضرور پڑھی ہوگی اس کتاب کو پڑھ لیں اور اس میں ذکر وخصیوں کا ذکر پڑھ کر ان پر ہیجانی کیفیت طاری ہو جائے تو ان پر جو گذرے گی اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی کتاب میں ذکر ہونے کے بعد یہ اندیشہ نہیں تو بہشتی زیور سے متعلق یہ اندیشہ کس دلیل کی بنیاد پر؟

ایک اور سوال بھی ہے جب تم یہ مسائل پڑھ رہے تھے اور اس کو اپنی کتاب میں ذکر کر رہے تھے تو کیا'ذکر'و''خصیوں'' کے تصور میں ڈوب گئے تھے؟ اگر نہیں تو تم جیسا غلیظ ذہن اگر بچ گیا تو دوسروں سے بھی حسن ظن رکھو اور اگر ہاں تو تمہاری گندی ذہنیت کے ذمہ دار امت مسلمہ کے افراد نہیں۔

ایک اور اعتراض دعوت اسلامی والوں نے مدنی چینل قائم کیا ہے سوال یہ ہے کہ اس کی کیا گارنٹی ہے کہ بریلوی گھرانوں میں پورا دن صرف مدنی چینل دیکھا جاتا ہے اور دوسرا کوئی حیا باختہ چینل نہیں دیکھا جاتا؟ جو گارنٹی اس سے متعلق ہمیں دو اسی قسم کی گارنٹی ہم تمہیں دیتے ہیں کہ عورتیں یہ مسائل بہشتی زیور میں نہیں پڑھتی ہیں۔اور اگر رضاخانی عورتیں دیگر چینل بھی دیکھتی ہیں اور اس کے بعد بھی وہ پاکباز رہتی ہیں تو ان مسائل کو پڑھنے کے بعد پاکباز رہنے میں کیا چیز مانع ہے؟ دراصل رضاخانی ہمیں اپنے ماحول اور لوگوں پر قیاس کرنا شروع

کر دیتے ہیں ۔رضاخانی گھرانوں کا ماحول اوران کی عورتوں کا کیا حال ہے اس کیلئے صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو جس سے مدنی چینل کی شیطانی برکات بھی آپ کے سامنے آجائیں گی۔ دعوت اسلامی کے امیر الیاس عطاری کی مریدنی کا واقعہ ہے کہ:

’’ہمارے گھر میں ٹی وی نہیں تھا ابو دعوت اسلامی سے متاثر تھے دیدار عطاری سی ڈی آنے کے بعد ابوٹی وی خرید لائے اب ہم دیدار عطار کے علاوہ ملکی اور غیر ملکی فلمیں بھی دیکھنے لگے میری سہیلی نے ایک دن کہا فلاں چینل لگاؤ اس میں سیکس اپیل SEX APPEAL کے مناظر کے مزے لوٹنے کو ملیں گے ایک بار جب میں گھر میں اکیلی تھی (یہ اکیلی کا تصور جو معترض نے بہشتی زیور کے متعلق قائم کیا غالبا یہی سے ملا۔ساجد) وہ چینل آن کر دیا جنسیات کے مختلف مناظر دیکھ کر جنسی خواہش بیدار ہوئی اور میں آپے سے باہر ہوگئی بے تاب ہو کر گھر سے باہر نکلی ایک نوجوان اپنی کار میں اکیلا جارہا تھا میں نے اس سے لفٹ مانگی اس نے مجھے بٹھالیا۔۔۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے منہ کالا کیا میری دوشیزگی زائل ہوگئی میں برباد ہوگئی۔ یہ دل سوز واقعہ لکھنے کے بعد بتائے عطار صاحب مجرم کون ہے؟ میں یا ٹی وی لانے والا میرا ابو یا آپ خود؟‘‘۔(ابلیس کا رقص،ص ۲۸)

یہ رضاخانیوں کی مستند کتاب کا واقعہ اندرون خانہ کی حقیقت بتلانے کیلئے کافی ہے۔

اب آئیے اصل مسئلہ کی طرف سوال یہ ہے کہ آخر شرعی طور پر ان مسائل کو ذکر کرنے میں کیا قباحت ہے؟ کیا مردوں کو یہ مسائل پیش نہیں آسکتے؟ کیا اس وقت جتنے بریلوی حکیم مطب کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں سب بے حیاء و بے شرم ہیں؟

میرا ایک سوال ہے اگر کسی رضاخانی مرد کو یہ مسائل پیش آجائیں تو اس کے علاج و تدارک کا احسن طریقہ کیا ہے؟ خود کسی حکیم کے پاس جا کر ساری کیفیت بیان کرے یا بہشتی زیور کا مطالعہ کر کے خود اپنا علاج کرے؟

میں رضاخانیوں سے پوچھتا ہوں کہ قدوری،ہدایہ وغیرہ ہما فقہ کی کتب میں غسل،حیض و نفاس کے مسائل کیا شرم و حیاء کے مسائل نہیں؟ کیا انہیں ان کتب سے نکال دیا جائے؟

رضاخانیوں کی عقل کا ماتم اس پر کریں کہ دیوبندیوں پر اعتراض کرنے کیلئے ان مسائل کو اپنی کتب میں نقل کرنا تو شرم و حیاء کے خلاف نہیں جسے مرد و عورت، بچے و بوڑھے سب بریلوی پڑھ سکتے ہیں لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ان مسائل کو علاج کی غرض سے کتاب میں نقل کرنا شرم و حیاء کے خلاف ہے؟

خان صاحب بریلوی کی سب سے بڑی فقہ دانی ان کا مرد کے آلہ تناسل کے ۹ حصے ثابت کرنا ہے۔(المیزان،ص ۲۱۲) سوال یہ ہے کہ خان صاحب جب ٹٹول ٹٹول کر ’’ذکر‘‘ پر تحقیق فرمارہے تھے اس وقت تو وہ ’’ذکرو خصیوں‘‘ کے تصورات میں غرق نہ ہوئے تو آخر دوسروں کے متعلق ایسی گندی سوچ کا مظاہرہ کیوں کیا جارہا ہے؟

بہشتی زیور میں اس کو نقل کرنا تہذیب کے خلاف ہے لیکن آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے تفسیر قرآن میں جو نسخہ نقل کیا اس کو بھی ملاحظہ کریں:

’’جو شخص جادو کے باعث عورت پر قادر نہ ہوسکے (یعنی جماع نہ کرسکے۔ساجد) وہ بانس کی آگ میں جوڑ والا بسولا گرم کرے یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جاوے پھر آگ سے نکال کر اس پر پیشاب کرے‘‘۔

(تفسیر نعیمی،ج ۱،ص ۵۲۳)

کیا تفسیر پڑھتے ہوئے عورت اب خیالات وتصورات میں نہیں ڈوبے گی؟ ایک اور نرالی تحقیق بھی ذرا حکیم جی کی ملاحظہ ہو:

''داڑھی مقوی باہ ہے چھوٹے بچوں اور عورتوں اور خصی انسانوں کی داڑھی نہیں ہوتی اچھے بھلے آدمی کے خصیے نکال لئے جائیں تو داڑھی جھڑ جاتی ہے''۔(تفسیر نعیمی، ج۱ص ۶۲۲)

اب یہاں رضاخانیوں سے میرا سوال ہے کہ اکیلے میں جب ان کی عورتیں یہ تفسیر پڑھیں گی تو کیا ''خصیوں'' کے تصور میں نہیں ڈوبیں گی؟ وہ یہ نہیں سوچیں گی کہ مرد کہ ''خصیے'' کیسے نکالے جاتے ہیں؟ قوت باہ وخصیوں کی مضبوطی کیلئے داڑھی بڑھانے کا نسخہ تفسیر میں بتلانا جرم نہیں مگر بہشتی زیور میں بتلانا تہذیب کا خون کرنا ہے واہ رے رضاخانی تیری کونسی کل سیدھی؟

کافیہ میں تثنیہ کی بحث میں ہے کہ الیتین و خصیتین ہمیشہ تثنیہ مستعمل ہوتے ہیں۔رضاخانی جواب دیں کیا عورتوں کو کافیہ پڑھانا حرام ہے؟

موصوف معترض کو چونکہ ''ذکر'' و''خصیوں'' کے تصورات کی کچھ زیادہ ہی فکر دامن گیر ہوگئی ہے لہٰذا ذرا مزید حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں۔ مولوی امجد علی اعظمی گھوسوی بریلوی لکھتا ہے:

''ذکر وانثیین (خصے) ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی۔ڈھکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا''۔

(بہار شریعت، حصہ دوم،ص۲۹)

''اگر منی پتلی پڑگئی''۔(ایضاً ص ۳۲)

''عورت نے اپنی فرج میں انگلی یا جانور یا مردے کا ذکر یا کوئی چیز ربڑ یا مٹی وغیرہ کی مثل ذکر بنا کر داخل کی تو جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں''۔(بہار شریعت، حصہ دوم،ص ۳۳)

لیجئے جناب! آپ کے من پسند تصور کی پوری تصویر یہاں ذکر کردی گئی ہے۔آپ ہی کی زبانی جب یہ کتاب آپ کے مرد اپنی عورتوں کو پڑھاتے ہوں گے اور خاص کر جب ان مسائل پر پہنچتے ہوں گے تو اس کا تصور کرکے یعنی:

''فرج، انگلی، جانور یا مردے کا ذکر، یا ربڑ مٹی کا بنا ہوا ذکر''

۔۔۔رضاخانی عورتوں پر کیا گزرتی ہوگی؟ براہ کرم ہمیں اپنے تجربہ سے ضرور آگاہ کیجئے گا ان شاء اللہ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں اس کو شامل کرلیا جائیے گا۔

الیاس عطاری صاحب اور خصیوں کا ذکر ذرا ملاحظہ فرمائیں:

''استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلے سے آگے کی طرف سے پیچھے آئے اور پھر پیچھے سے آگے کو جائے اور پھر آگے سے پیچھے کو جائے اگر خصیہ لٹک رہے ہوں اور اگر خصیے لٹکے ہوئے نہ ہوں تو پیچھے سے آگے کی طرف''۔(مراقی الفلاح ص ۱۹)

(استنجاء کا طریقہ،ص ۹)

الیاس عطاری کے مرید حکیم محمد اسلم شاہین عطاری نے ایک کتاب لکھی ہے ''تحفہ شادی مع علاج و امراض'' جو میلاد پبلیکیشنز سے چھپی ہے۔حکیم صاحب انتساب میں لکھتے ہیں:

''میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے پیارے پیر و مرشد حضرت ابو البلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ۔۔۔کی خدمت بابرکت میں پیش

کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں“۔

اب اس کتاب کے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

احتلام کی قسمیں: احتلام کی دو قسمیں ہیں طبعی احتلام غیر طبعی احتلام۔(ص ۲۴۴)

سرعت انزال: یہ مرض مرد کو وقت خاص پر شرمندہ کرنے والا ہے اس میں مباشرت کے وقت منی بہت جلد خارج ہوجاتی ہے ۔مباشرت کا خیال پیدا ہوتے ہی فریق ثانی سے چھیڑ چھاڑ میں منی خارج ہو کر جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔(ص ۲۴۶)

اس کے علاوہ قوت باہ کے کئی مسائل درج ہیں جس پر معترض کو بہشتی زیور کے حوالے سے اعتراض ہے۔ص ۵۴ پر جماع کی رات کی کاروائیوں کی بھی اور بیگم کو مطمئن کرنے کی بھی تفصیل ہے۔جو ہم لکھنے سے قاصر ہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی کی کتاب ”رسائل طب“ کے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) پاکستان میں ایسے افعال ذمیمہ بکثرت شروع ہو گئے ہیں جو مردانہ زنانہ قوتوں کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں ملک کے نوجوانوں میں ایک فیصد شاید ایسا مل سکے گا جو ان افعال سے بچا ہوا ہو ورنہ بارہ تیرہ سال کے ہوئے اور جلق (مشت زنی) لگانا شروع کر دیا اغلام کی مشق شروع کر دی۔(رسائل طب،ص ۴۸۰،اویسی کتب خانہ بہاولپور)

بقول اویسی صاحب ۹۹ فیصد جلق و اغلام بازی کا شکار ہیں ”ایک فیصد“ بھی یقینی طور پر نہیں بچا ہوا بلکہ ”شاید“۔اب خدا جانے کہ معترضین ان ایک فیصد میں ہیں یا نہیں؟ تو اگر ان جیسوں کیلئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حکیم کے نسخے نقل کر دئے تو یہ احسان فراموش بجائے شکریہ ادا کرنے کے اپنی جعلی تہذیب ہمیں دکھاتے ہیں؟ اویسی صاحب نے تمہاری حقیقت بتلا دی کہ کتنے شرم وحیاء والے ہو۔

(۲) خصیتین TESTICLES

یہ دو غدوی اجسام ہیں جو تین غلافوں اور ایک کیر (BAG) میں ملفوف یعنی لپٹے ہوئے ہیں ہر ایک کا اندازہ قریبا کبوتر کے انڈے کے برابر ہے ...۔جدید تحقیقات میں خصیہ کے جاذب غدودوں کے ذریعہ اجزا منی جذب ہو کر نالیوں میں گردش کھاتے ہیں اور پختگی اور سفیدی حاصل کرتے ہیں۔خصیوں کے گردونواح باریک رگوں کا بہت بڑا اجال ہے۔

(رسائل طب،ص ۴۸۳)

معذرت معترض کی گندی سوچ کے مطابق اس عبارت کو پڑھ کر کل کو کوئی کبوتر کے انڈے دیکھ لے تو وہ کس تصور میں کھو جائیے گا؟

(۳) عضو ناقلۃ المنی یعنی قضیب (آلہ تناسل)

یہ چند اجزائے مرکب ہیں شرائن سرخ رنگ کی چند رگیں اور وہ سیاہ رنگ کی رگیں پھٹے عضلات پردے غشائیں جھلیں اجسام مخرب جسم اسفنجی احلیل وغیرہ یہ جسم تین حصوں پر مشتمل ہے۔سر یعنی حشفہ،جڑ،جسم“۔(رسائل طب،ص ۴۸۵)

خدا جانے اویسی صاحب یہ سب لکھتے وقت کن تصورات میں ہوتے تھے یہ تو معترض صاحب ہی بتائیں گے۔

(۴) اب ذرا مردانہ طاقت کے چند نسخے بھی ملاحظہ ہوں:

”نسخہ قلعی“۔(ص ۵۰۵)۔حب تریاق،عنبری،بہترین مغلظ منی اور ممسک گولیاں ہیں۔حب مقوی باہ اعظمی یہ گولیاں منی کو گاڑھا کرکے مثانہ اور گردے کو مضبوط کرنے میں بے مثل ہیں اور سرعت انزال کا قطعی قلع قمع ہو جاتا ہے۔(ص ۵۱۰)

حب اکبر مجلوقین طلائی ان ادویات سے تمام کھوئی ہوئی طاقتیں پھر سے واپس آجاتی ہیں۔قضیب کی جملہ شکایتیں رفع ہو کر مکمل انتشار مکمل ایستادگی اور از سر نو مردہ رگوں میں جان آجائے گی" (ص ۵۱۳)۔

ان اویسی صاحب کی ایک اور کتاب ہے "جوانی کی بربادی"، جس میں موصوف جگہ جگہ لکھتے ہیں "پیاری بیٹیوں"، "عزیز بہنوں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب عورتوں کیلئے بھی لکھی گئی ہے۔اب اس کتاب میں "آلہ تناسل" کے متعلق لکھا ہے:

"یہ چند اجزائے مرکب ہیں۔شرائن سرخ رنگ کی چند رگیں اور وہ سیاہ رنگ کی رگیں، پٹھے، عضلات، پردے، غشائیں، جھلیں، اجسام مخرب، جسم اسفنجی، احلیل، وغیرہ یہ جسم تین حصوں پر منقسم ہے سر یعنی حشفہ، جڑ، جسم"۔(جوانی کی بربادی ص ۳۰)

اب رضاخانی معترض کی زبانی:

"غور کیجئے: جب رضاخانی عورتوں اویسی کی یہ کتاب پڑھیں گی اس میں عضو مخصوص یعنی آلہ تناسل کے مختلف تصورات مثلاً حشفہ، جڑ، جسم سامنے آئیں گے۔۔۔جب اکیلی نوجوان لڑکیاں کتاب کو پڑھتی ہوں گی تو ان کے نفسیاتی جذبات ذکر و خصیوں کے تصور میں ڈوب کر ان پر کیا گزرے گی"۔

معترض صاحب! آپ نے اس کا جواب لازمی دینا ہے۔یہ آپ پر قرض رہے گا۔

کل تک جو مونڈھتے تھے اوروں کے سر
آج اسی حجام کی دوکان میں مونڈا گیا ان کا سر

لطیفہ: معترض اور اس کی جماعت کے لوگ بہشتی زیور کو خصوصی طور پر پڑھتے ہیں تاکہ علمائے دیوبند پر اپنے بیمار ذہن کے ہاتھوں مجبور ہو کر اعتراض قائم کر سکیں جبکہ ان کے خان صاحب کے ہاں معاذ اللہ بہشتی زیور پڑھنا سخت حرام ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس کا (بہشتی زیور و گوہر۔ساجد) کا پڑھنا حرام ہے۔اور عوام کی گمراہی کا سبب ہے"۔

(فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۵۸۵)

"بہشتی زیور جس کتاب کا نام ہے سخت غلط مسائل اور بہت سی گمراہیوں پر مشتمل ہے اسے دیکھنا حرام ہے"۔

(اصلاح بہشتی زیور، حصہ اول)

لہذا جن رضاخانیوں نے ماضی، حال میں اس کتاب کو پڑھا اور اب مستقبل میں پڑھیں گے سب ہی خان صاحب بریلوی کے فتوے کی رو سے حرام کار و فاسق و فاجر ہیں۔

گانڈ مارتا ہوں

ہمارا مدعی یہ ہے کہ بہشتی گوہر میں یہ مسائل شرعی ضرورت کے تحت نقل کئے گئے ہیں اگر اس کو پڑھنے سے ذہن بقول رضاخانیوں کے ان چیزوں میں ڈوب جاتا ہے تو ذرا اپنے فتاوی کا حال بھی دیکھ لیں اس میں ایک رضاخانی (یہ خود معترض کا اصول ہے کہ وہ علمائے دیوبند سے کئے گئے سوالوں اور جہلا کی حرکتوں کو بھی بوجہ دیوبندی کتب میں ہونے کی وجہ سے دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے) کہتا ہے:

”ایسی شرع کی میں گانڈ مارتا ہوں“۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۵۰۵)

مادر چود

ایک بریلوی پیر اپنے ہم مسلک رضا خانی مولوی کو یہ گلدستے پیش کرتا ہے:

”مادر چودہ۔۔کڑی چود کا پتر“۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۲۱۶)

اب سوال یہ ہے کہ اتنی غلیظ گالیاں پڑھنے کے بعد بھی اگر کسی رضا خانی لونڈی یا لونڈے کا ذہن چو۔گا۔۔۔کے خیالوں میں گم نہیں ہوتا (اگرچہ معترض کے اصول پر رضا خانی و رضا خانن میری یہ کتاب پڑھتے وقت انہی کے خیالوں میں غرق و مست ہیں) تو بے غم رہیں بہشتی زیور یا گوہر پڑھتے وقت بھی کچھ نہ ہوگا۔

(اعتراض ۲۰۸): دیوبندی پیر کے منہ پر رنڈی کا پیشاب

یہ عنوان قائم کر کے موصوف نے تذکرۃ الرشید ج ۲ص ۲۴۲ سے ایک بدعتی پیر ضامن جلال آبادی کا واقعہ نقل کیا ہے۔ چونکہ یہ اعتراض غیر مقلدین حضرات بھی کرتے ہیں جس کا جواب ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا عبد الرحمن عابد صاحب زید مجدہ نے اپنی کتاب ”توضیحات عبارات اکابر“ میں بہت خوب دیا ہے ہم اسے ہی یہاں نقل کر رہے ہیں بریلوی حوالہ جات کے اضافوں کے ساتھ۔

”**اعتراض:** غیر مقلدین علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ دیوبندی پیر صاحب کے پاس ایک زانیہ عورت آئی، اپنی بدفعلی کے شرم سے اس دیوبندی پیر کا سامنا نہیں کرسکتی تھی، تو پیر نے اسکو کہا کہ شرماتی کیوں ہو..؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون،؟ وہ تو وہی ہے۔(تذکر※الرشید)

ایک غیر مقلد اس پر تبصر※ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قارئین کرام دیکھئے ※و※ گند※عقید※ ہے جس میں صاف صاف ک※ لیا ※ ہ ک※ زنا کرنے والا اور کرانے والا نعوذ باللہ اللہ ہے استغفر اللہ....(پھر آگے پنج ※ التظا※ کرتے ※ وئے اپنی باطل سوچ کے مطابق نتیجے ※ لکھتے ※ یں)

۱: دیوبندی پیر صاحب رنڈیوں کی ملاقات کیوں کرتے تھے؟

۲: رنڈیوں کو مرید کیوں رکھتے تھے؟

۳: رنڈی کو زنا سے بجائے اس کے ک※ روک لیں اس کو مزید تسلی دے ※ے ※ یں و زنا کرنے پر مزید ابھار※ ے ※ یں ک※ شرماتی کیوں ہو تو مفتری صاحب اس کے بارے میں بھی ذرا وضاحت فرمادیں ک※ آپ کے دیوبندی اکابری ※ کونسی کاروائیاں کیا کرتے تھے؟“۔

(رحم※ الباری صفح※ ۹۸)

نیز...اس پیر کا نام ضامن جلال آبادی ہے، علماء دیوبند اس پیر کی بہت زیادہ صفات بیان کرتے ہیں.

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے اس پورے واقعہ کو بغور مطالعہ کریں، پھر آپ کو غیر مقلدین کی سراسر خیانت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی ان شاء اللہ العزیز،

”ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو شیخو پوری کیسے شخص

تھے؟ حضرت نے فرمایا پکا کافر تھا، اور اس کے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ " ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے، ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مریدنیاں تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان میں ٹھرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنی میاں صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں، مگر ایک رنڈی نہیں آئی، میاں صاحب بولا کہ فلانے کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہیترا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو، اس نے کہا میں بہت گنہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں اس زیارت کی قابل ن※ یں میاں صاحب نے ک※ ن※ یں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچ※ رنڈیاں اسے لیکر آئیں جب و※ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچا بی تم کیوں ن※ یں آئی تھی ؟ اس نے ک※ ا حضرت روسیا※ ی کی وج※ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں، میاں صاحب بولے، بی تم شرماتی کیوں ہو، کرنے والا کون اور کرانے والا کون و※ تو و※ ی ہے رنڈیاں یہ سن کر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اگر چہ روسیاہ وگنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی، میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گیا، اور وہ اٹھ کر چلدی"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ: ۲۴۲، ادارہ اسلامیات لاہور، دوسرا نسخہ حصہ دوم صفحہ: ۳۰۶)

یہ وہ مکمل واقعہ ہے جس کو بیان کر کے غیر مقلدین علماء دیوبند پر کفر کے فتوی اور نہ معلوم ایسے فتاویٰ لگاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

حقیقت حال: غیر مقلدین جو اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دیوبندی پیر ہے اور علماء دیوبند اس پیر کی ب※ ت تعریفات کرتے ہیں، یہ غیر مقلدین کی جہالتِ عظمیٰ ہے۔

کیوں کہ یہ واقعہ دیوبندی عالم کا نہیں بلکہ یہ ایک بدعتی پیر کا واقعہ ہے جس کو علماء دیوبند نے اپنی کتابوں میں بطور تردید نقل کیا ہے۔

کل غیر مقلدین کیطرح غیر مسلم بھی ک※ ※ سکتے یں ک※ فرعون مسلمانوں میں ہی تھا (کیوں؟) اسلئیک※ اس کا نذکر※ قرآن کریم میں بھی ہے تو ایسیج※ لا نے اپنی عقل کو لات ماردی ہے ک※ کیا صرف تذکر※ ہونے سی※ آدمی اپنا ثابت ہو تا ہے؟ ※ اں اگری※ تذکر※ بطور محمود ذکر ہو تو پھر گفت وشنید چل سکتی ہے اور اگری※ بطور مذمت ذکر ہو تو پھر اسکو ان※ ی کا آدمی شمار کرنا حماقت کے علاو※ کیا ہے؟

یہاں جس پیر کا واقعہ درج ہے وہ ضامن جلال آبادی ہے جس کا پورا تعارف یہ ہے:

"سید ضامن علی شاہ چشتی قادری جلال آبادی"

یہ سہارنپور کے ایک علاقہ جلال آباد میں رہتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو جلال آبادی کہا جاتا ہے، اور اس نے سن (۱۸۷۹ء) بمطابق (۱۲۶۹ھ) میں وفات پائی، ان کے والد کا نام سید مظہر علی شاہ تھا، اس نے شاعری میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام " دیوان ضامن علی " ہے۔

اور جس پیر کا ہم تعریف اور توصیفی کلمات ذکر کرتے ہیں وہ " حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ " ہے۔ موصوف (حافظ ضامن شہیدؒ) کا تعلق تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے تھا، اسی وجہ سے حضرت کو تھانوی بھی کہا جاتا ہے۔ اور سن " ۱۸۵۷ء " کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی ہے، اور اسی جہاد میں شہید ہوئے، اور تھانہ بون میں دفن ہوئے۔ (تفصیلی حالات کیلئے حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالہ جات کا مطالعہ کریں۔ ساجد)

خلاصہ: ہم جس حضرت کی مدح اور تعریفِ حسنہ کرتے ہیں وہ حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے یہ جُدا شخصیت ہیں، اور یہ واقعہ جو (تذکرۃ

الرشید میں ہے) ضامن جلال آبادی کا ہے ی※ دوسرا بندہ ہے جو ایک بدعتی پیر گزرا ہے، تو اس بدعتی پیر کو دیوبندی عالم کہنا غیر مقلدین کی بڑی خیانت، دھوکہ، اور فریب ہے، جو وہ اپنے بدعتی مسلک (غیر مقلدیت بدون اجتہاد) کی مجبوری سے عبارت میں بدترین خیانت اور دجل اور تلبیس سے کام لیتے ہیں، کیوں کہ اس کے علاوہ ان کا مسلک چل ہی نہیں سکتا۔

اور پھر غیر مقلدین کی جہالتِ کبریٰ کو دیکھو کہ یہ واقعہ حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق کرتے ہیں، اور پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ حافظ ضامن شہیدؒ سن (۱۸۵۷ء) کی جنگ آزادی میں شہید ہوئے ہیں، اور مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد سن (۱۸۶۷عیسوی) میں ڈالی گئی ہے، تو یہ غیر مقلدین کی جہالت کے ساتھ ساتھ بڑی خیانت بھی ہے اس وضاحت کے بعد ک※ حافظ ضامن ش※ ید رحمۃ اللہ علیہ اور ضامن جلال آبادی دو الگ الگ شخصیات ہ یں اس کی طرف آتے ہ یں ک※ آیا ہمارے بڑوں نے ی※ واقع※ تردید اًنقل کیا ہے یا تائید اً؟

اس کی وضاحت کیلئے چند معروضات پیش خدمت ہ یں:

ی※ ی واقع※ شیخ المفسّر مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے آئیے دیکھتے ہ یں ک※ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کس الفاظ میں حکایت نقل کرتے ہ یں تھانوی رحمۃ اللہ علیہ علیہ فرماتے ہ یں:

"گنگو※※ میں ایک درویش ※ رہتے تھے ※ بدعتی تھے ش※ رت ہوئی ایک بازاری عورت کے آشنا ن ک※ اک ※ ایک بزرگ آیا ہے چلو زیارت کر کے آتے ہے اس عورت نے ک※ اس روح کا غرض ک※ ان بزرگ کے جائے قیام پر دونوں پ※ نچی ※ مرد تو مجلس میں جا کر بیٹھ گیا اس شخص سے اس بزرگ نے دیکھ کر پوچھا ک※ ی※ کون ہے اس کی آشنا نے ک※ ی※ ایک عورت ہے۔ایسی زیارت کے لئے آئی ہے مگر اس فعل کی شرمندگی کے سبب آ گئی ہے، آنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بزرگ کہتے ہے بھائی شرمندگی کی کیا بات ہے سب وہی کرتے اور کراتا ہے اس کی یہ کہنا تھا کہ عورت کو آگ لگ گئی اور فوراً کھڑی ہو کر اپنے آشنا سے کہا کہ بھڑوے تو کہتا تھا کہ بزرگ ہے، یہ شخص تو مسلمان ہی نہیں ہے، اور فوراً واپس ہوگئی، اب دیکھ لیجئے یہ درویش بنے ہوئے تھے جن کا باطن ایمان سے بھی قریب قریب خالی تھا اور وہ فاحشہ تھی جس کا باطن عرفان سے پُر تھا...الخ"۔

(ملفوظات حکیم الامت حصہ سوم ص: ۲۷۲، مکتبہ دانش دیوبند یوپی)

دیکھئے..! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس واقع※ پر کتنی زوردار تنقید کرتے ہیں کہ "وہ بدعتی تھے"، (کوئی دیوبندی عالم نہیں تھا) غیر مقلدین غیر منصفین کیسے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ دیوبندی عالم تھا...!

مزید جرح کرتے ہوئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "درویش بنے ہوئے تھے جن کا باطن ایمان سے قریب قریب خالی تھا"

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایمان کے بارے میں بھی بات کی کہ: ان کا باطن ایمان سے قریب قریب خالی تھا، لیکن پھر بھی غیر مقلدین تلبیس اور خیانت سے کام لیتے ہیں کہ وہ دیوبندی عالم تھا ...!

اور مزید دیکھئے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مخصوص جگہ میں اس زانیہ عورت کی بات کی تائید اس طرح کرتے ہیں کہ "وہ فاحشہ تھی جس کا باطن عرفان سے پُر تھا" اس مکالمہ میں اس عورت کی مدح اور توصیف کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ عورت فاحشہ تھی لیکن پھر بھی اس کا باطن عرفان سے پُر تھا کہ ایسی اچھی بات کہہ دی، خود کتاب "تذکرۃ الرشید" میں بھی اس کی تردید مقصود ہے، بلکہ صاف الفاظ میں اس واقعہ کی تردید موجود ہے کہ: "وہ توحید ہی میں غرق تھے" کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غرق ہے، اور کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غرق ہوئے ہیں،

اور کوئی خود جناب نبی کریم ﷺ کی حدود سے متجاوز ہو کر (غیر شرعی) محبت میں غرق ہوئے ہیں، یعنی حد سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے جناب نبی کریم ﷺ کو "خدا تعالیٰ" کے درجہ تک پہنچایا ہے، العیاذ باللہ۔

اسی طرح یہ بدعتی پیر بھی توحید میں غرق ہوا ہے، حضرت کا یہاں مقصد ضامن جلال آبادی کا "غلو" لوگوں کو دکھانا ہے۔ اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اور بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ "میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گیا اور وہ اٹھ کر چلدی"۔

تو اتنی واضح طور پر تردید اور تعاقب کے باوجود غیر مقلدین خائنین پھر بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ دیوبندی عالم تھے، یہ خیانت نہیں ہے تو اور کیا ہے..؟ اور غیر مقلدین کا یہ واضح تعصب نہیں ہے تو آخر کیا ہے.....؟

(الزامی جوابات)

مولوی کرم الدین غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

''باری نزد مولوی صاحب نورالدین زنی آمد وگفت کہ دختر من اولاد ندارد بس صوفی صاحب فرمودہ وختنت را نزد من بخواہ چوں دختر آن زن کہنسال آمد پس صوفی صاحب او را علیحدہ کرد وگفت: بشنو، تو فلاں وقت بافلاں دختر زنا کردہ ای پس او شرمندہ شد پس صوفی صاحب گفت ایں را اللہ کنانیدہ است اما تو توبہ واستغفار کن''۔

(حکایاتِ اہلحدیث، حکایت نمبر ۵)

یعنی ایک دفع ※ مولوی نورالدین صاحب کے پاس ایک عورت آئی ور ک ※ اک ※ میری بیٹی کی ولادن ※ یں ہوتی تو صوفی صاحب نے فرمایا ک ※ اپنی بیٹی کو میرے پاس بلالے، جب اس بوڑھی عورت کی بیٹی آئی تو صوفی صاحب نے اسے علیحد ※ کر دیا اور اسے ک ※ اک ※ بیٹی: آپ نے فلاں وقت میں فلاں شخص کے ساتھ زنا کیا ہے تو ※ عورت شرمند ※ ہو گئی تو صوفی صاحب نے سے فرمایا ک ※ (شرمند ※ مت ہو) ی ※ تو اللہ نے کیا ※ ے باقی آپ توب ※ کر لے...

تو غیر مقلدین کے اُصول کے مطابق یہاں غیر مقلدین نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف زنا کی نسبت کر ر ※ ے ہ یں، العیاذ باللہ ثم وثم،

ثانیاً: اگر غیر مقلدین اس پیر کی اس بات "کرنے اور کرانے والا تو وہی ہے" سے مراد بالفعل اللہ تعالیٰ کا کرنا مراد ہو (العیاذ باللہ) اور اس کو ظا ※ ر پر ہی حمل کرتے ہیں، تو غیر مقلدین اس قول کے مطابق بھی اپنی خیر منالیں۔

☆...مولانا قاری محمد خالد محمود (فاضل مرکز الدعوۃ السلفیہ مدرّس مسجد اہلحدیث مینار والی ستیانہ بنگلہ شرقپور ضلع شیخوپورہ) بھی "کرنے" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں، اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"اصل میں سب کچھ کرنے والا اللہ پاک ہی ہے" (علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف: صفح ※: ۷۷)

دیکھے اس غیر مقلد نے تو کمال کیا ہ ے ک ※ صرف ایک چیز ن ※ یں بلکہ اس نے تو "سب" کا کلمہ ذکر کیا ہے یعنی سب کچھ کرنے والا اللہ ہے، تو یہاں بھی بالفعل معنی لینا ہوگا...؟

☆...اسی طرح دوسرا مشہور متعصب عبداللہ بہاولپوری صاحب غیر مقلد بھی لکھتا ہے کہ:

''دیکھو کرنا، کروانا جو کچھ ہے وہ اللہ ہی نے ہے'' (خطبات بہاولپوری، ج ۴ ص: ۳۵۶)

اب انصاف خود قارئین کرام کریں ک ※ غیر مقلدین کے اعتراض میں کتنا وزن ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا تھی؟ ہو ※ بھی آپ حضرات نے خود دیکھ لی۔ اور پھر اپنے ہی اعتراض کی زد میں خود ان ہی کے گھر سے بھی ایسے اقوال مل جاتے ※ یں ک ※ خود اپنے ہی دام میں پھنس جاتے ہیں... اللہ معاف فرمائے غیر مقلدین بات سے کس طرح بتنگڑ بناتے ہیں بلک ※ شرم کی بات تو ی ※ ہے ک ※ پھر اپنے ہی اعتراض میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ ہم کو ایسے شر پسند اور بے انصافیوں کے حسد سے بچائے۔ آمین''۔

مولوی صاحب کا جواب مکمل ہوا۔ رضاخانی معترض اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہیں:

''یقیناً یہ بزرگ دیوبندی ہوں گے کیونکہ ان کے ہاں غیر دیوبندی تو بزرگ ہو ہی نہیں سکتا خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ اہل بدعت اور جملہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کی''۔

(مزید المجید، ص ۳۷، ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۱۷۶) (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۴)

جب تم نے خود تسلیم کرلیا کہ دیوبندی بدعتی کو ''بزرگ'' نہیں مانتے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''بدعتی'' کہا ہے تذکرۃ الرشید میں اس پر ''بدعتی پیر'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے تو تمہارے اپنے منہ سے ثابت ہوا کہ یہ پیر دیوبندی نہیں تھا۔

لطیفہ: رضاخانی ترجمان نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ پیش کرکے یہ ثابت کیا کہ دیوبندی بدعتیوں کو بزرگ نہیں بلکہ شیطان مانتے ہیں ''اہل بدعت'' کو غیر دیوبندی پر محمول کیا اور غیر دیوبندی نواب احمد رضاخان بھی ہے تو خود اس کے اقرار سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خان صاحب بریلوی ''شیطان'' تھے لہذا آج کے بعد خان صاحب کے متعلق ان کی توثیق پیش کرتے ہوئے رضاخانیوں کو شرم آنی چاہئے۔

دراصل رضاخانیوں کا اصل اعتراض یہ ہے کہ اس عبارت میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ''توحید ہی میں غرق'' کہا یہ کلمہ توثیق ہے۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے بلکہ یہ کلمہ ذم کے طور پر یہاں مستعمل ہوا۔ اس پر چند حوالے رضاخانی کتب سے ملاحظہ ہوں۔ مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''شیطان لوگوں سے بت پرستی کراتا ہے خود کبھی بت پرستی یا شرک نہیں کرتا وہ بڑا موحد ہے ایسا موحد کہ اس نے خدا کے حکم سے بھی آدم علیہ السلام کو سجدہ تحیت نہیں کیا''۔ (نور العرفان، ص ۷۸۸)

معاذ اللہ یہ عبارت شدید گستاخی پر مشتمل ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان کے نزدیک شیطان معاذ اللہ فرشتوں سے بھی بڑا موحد ہے کہ انہوں نے تو اللہ کے حکم پر سجدہ کرلیا مگر شیطان نے نہیں کیا۔ یہ حکیم صاحب کی جہالت ہے شیطان نے سجدے سے انکار عقیدہ توحید کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے تکبر کی وجہ سے کیا تھا۔ بہرحال اس وقت اس عبارت پر گرفت ہمارا مقصود نہیں رضاخانی جواب دیں کہ یہاں جو شیطان کو موحد اور توحید پرست کہا جارہا ہے تو یہ مدح ہے یا ذم؟ اور کیا ایسی توحید سے یہ لوگ راضی ہیں؟

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

''صرف اللہ کی توحید کو شیطان بھی مانتا ہے اور بہت سے کفار بھی موحد ہیں''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۳، ص ۴۹)

ایک اور جگہ شیطان کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر نبوت اعمال پر ہوتی تو شیطان کو ملنا چاہئے تھی''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۳۱۲)

مفتی صاحب یہ نہیں کہہ رہے کہ اگر نبوت اعمال پر ہوتی تو خان صاحب بریلوی کو ملنی چاہئے تھی ۔گویا ان کے ہاں شیطان احمد رضا خان سے بڑا متقی پرہیز گار تھا کہ اگر نبوت کا دارومدار اعمال پر رکھا جائے تو خان صاحب کے مقابلے میں شیطان اس میں جیت جاتے ہیں ۔ بہر حال قصہ مختصر بریلویوں نے شیطان کو بہت بڑا موحد بھی مانا اعمال صالحہ کرنے والا بزرگ بھی مانا (کیونکہ نبوت اعمال غیر مرضیہ پر کیسے مل سکتی ہے اگر کسبی ہوتی ؟) تو اب چاہئے کہ ایسے موحد بزرگ جو خان صاحب سے بھی بڑا بزرگ اور معاذ اللہ فرشتوں سے بھی بڑا موحد تھا اسے اپنا بزرگ و پیشوا تسلیم کر لیں نہیں تو جو جواب اس کا دو وہی ہماری طرف سے تذکرۃ الرشید کیلئے قبول کر لینا۔

اب ذرا ئیے آئیے اس جملہ کی طرف کہ کرنے کرانے والا کون؟ تو ذرا اپنے گھر کی خبر لیں بریلوی پیر شمس الدین سیالوی کہتا ہے:

''مولانا فخر الدین کے خلفاء میں سے ایک بزرگ عبد الرحمن لکھنو میں رہتے تھے ۔ایک رات کو وہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک کتا آیا اور آٹے کا بنا ہوا دیا جو اس وقت جل رہا تھا اپنے منہ میں دبوچ کر چل دیا۔مولوی صاحب نے کتے کی طرف منہ کر کے فرمایا لے جاؤ تمہارا گھر ہی تاریک ہوگا۔ہمیں کیا۔مسجد میں بیٹھنے والوں نے جب یہ بات سنی تو اسے خلاف شرع سمجھ کر انہوں نے وہاں کے نواب صاحب کو رپورٹ کر دی ۔شہر کے مفتیوں نے فتوی دیا کہ یہ بات جس کی ہے وہ مرتد ہے ۔اسے توپ سے مار کر ہلاک کرنا چاہئے ۔حسب الامر آپ کو رسیوں سے باندھ کر پوچھا گیا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہی ہے جو کچھ ہے اور کچھ نہیں ۔ چنانچہ توپ داغ دی گئی لیکن آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا دوسری بار پھر توپ چلائی گئی وہ بھی خالی گئی تیسری بار بھی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا جب یہ حال دیکھا تو نواب صاحب نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی ٹوپی ان کے پاؤں پر ڈال دی اور کہا کہ میرا قصور معاف فرمائیں ۔آپ نے فرمایا قصور کیا ہے؟ سب حق ہے''۔(مرات العاشقین ،ص ۲۸۲،۲۸۳)

اب تمہارا پیر معاذ اللہ کتے کو خدا کہے اور کہہ رہا ہے سب کچھ اسی کی طرف سے ہے سب حق ہے ۔اب لگاؤ فتوی ۔

(اعتراض ۲۰۹): مختون سے کیا ڈر

یہ عنوان قائم کر کے موصوف لکھتے ہیں:

''والد صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجا کیلئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹوٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں فرمانے لگے یہ تو سارے لوٹے مختون ہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا گویا مختون سے کیا ڈر''۔(ارواح ثلاثہ ،ص ۲۵۹،۲۶۰)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۱۷۸)

نوٹ: یہ اعتراض ''دیوبندی مذہب ،ص ۱۳۷ طبع اول'' سے سرقہ کیا گیا ہے ۔

جواب: اس گندے معترض کے دماغ میں گندگی ہی رچی بسی ہوئی ہے ۔اب اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟ مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم نے مزاحا ایک بات کہی حضرت نے مزاح ہی میں اس کا جواب دے دیا حضرت حکیم الامت اس جواب کی دلنشین توضیح ارواح ثلاثہ کے حاشیہ پر یوں کرتے ہیں:

''ٹوٹنی کے ٹوٹ جانے سے پانی کم سماتا ہے اور گرتا بھی زیادہ ہے جو بعض اوقات بڑے استنجاء کیلئے کافی نہیں ہوتا''۔

(ارواح ثلاثہ،ص۲۲۱)

مطلب صاف تھا کہ آپ کو کونسا بڑا استنجاء کرنا ہے؟ جو زیادہ پانی چاہئے اور ٹوٹنی کے ٹوٹنے کی فکر ہے؟ دیکھیں کتنا صاف و پاکیزہ مطلب تھا ان کی باتوں کو مگر اس بے شرم آدمی نے کہاں کی بات کہاں موڑ دی۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی بریلوی ان فیض الحسن صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن ہم عمر تھے اس وجہ سے دونوں میں ایک گونہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم مزاح وظرافت کی گفتگو کبھی کبھی ہوجایا کرتی تھی''۔(تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت،ص۱۸۵)

(اعتراض ۲۱۰): مرید کی خواہش کاش تھانوی صاحب شوہر ہوتے اور میں بیوی

اس عنوان کے تحت معترض لکھتے ہیں:

''دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز عزیز الحسن مجذوب لکھتے ہیں:

''ایک بار عشق ومحبت کے جوش میں حضرت والا (تھانوی) سے بہت جھجکتے اور شرماتے ہوئے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت ایک بہت ہی بے ہودہ خیال دل میں بار بار آتا ہے جسکو ظاہر کرتے ہوئے بھی نہایت شرم دامن گیر ہوتی ہے۔اور جرات نہیں پڑتی۔حضرت والا اس وقت نماز کیلئے سہ دری سے اٹھ کر مسجد کے اندر تشریف لے جارہے تھے فرمایا کہئے کہئے احقر نے غایت شرم سے سر جھکاتے ہوئے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں۔اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہوکر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے ثواب ملے گا۔ان شاءاللہ''۔

(اشرف السوانح،ج۲،ص۳۰،حضرت تھانوی کے حیرت انگیز واقعات،ص۲۲۰)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص۱۶۳)

جواب: اس کا مطلب بھی بالکل واضح ہے۔حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے ایسے کام ہیں جو گھر کے اندر کے افراد ہی کرسکتے ہیں گھر کے باہر کے خادم وغیرہ نہیں۔سینکڑوں ایسے کام ہیں جو خاص سے خاص مرید بھی شاید سرانجام نہ دے سکیں تو اگر گھر والی ہوتی تو ہر وقت خدمت میں حاضر باش ہوتے۔وہ تو اپنی محبت واخلاص کا اظہار فرمارہے ہیں اس میں بھی شرم وحیاء مانع ہے۔تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس محبت واخلاص پر انما الاعمال بالنیات کے تحت فرمارہے ہیں کہ ان شاءاللہ ثواب ملے گا۔مجھے لگتا ہے کہ معترض کے نزدیک نکاح کا مطلب سارا دن گھروالی پر چڑھے رہنے کا نام ہے۔خدا کے بندے کسی اللہ والے کے ساتھ کچھ وقت گزارا تا کہ استاذوں کے ساتھ جو تلخ تجربات دماغ میں رچ بس گئے ہیں وہ نکل سکے۔

خواجہ غلام فرید جو بریلوی اکابر میں سے ہیں فرماتے ہیں:

''مرید دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حقیقی دوسرا غیر حقیقی مرید حقیقی وہ ہیں کہ جن کا (شیخ کے ساتھ) نکاح ہوجاتا ہے''۔

(مقابیس المجالس،ص۶۰۶)

اہل تصوف کی بعض باتیں حقیقت پر محمول نہیں ہوتی بلکہ اس کا لازم ومآل مراد ہوتا ہے۔مثلاً ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و اما الکرامات فعندھم حیض الرجال

(مرقات المفاتیح، ج۱ص ۴۶۵)

اور جہاں تک کرامات کی بات ہے تو وہ ان (صوفیاء) کے نزدیک مردوں کا حیض ہے۔

تو کیا اس جملہ کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا؟ اور اولیاء اللہ کو عورتیں سمجھ کر ان کیلئے حیض تسلیم کیا جائے گا؟

حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے:

''خواب میں دلہن کا لباس اور زیور پہننا

نیز حضرت عالی نے فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دلہن کی پوشاک پہنائی گئی ہے اور زیور سے آراستہ کیا گیا ہے اور محبوبانہ باتیں مجھ سے صادر ہوئی ہیں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میری حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور مجھ سے جو باتیں نیند میں ہوئی تھیں وہ بیداری میں ظاہر ہوئیں''۔

(درالمعارف ص ۳۹۰،مترجم نذیر رانجھا صاحب،فیض نقشبند ص ۱۴۴،مترجم اختر شاہجہان پوری بریلوی)

ان ملفوظات کے بارے میں اقبال مجددی بریلوی لکھتے ہیں:

''مولف مقامات مظہری کے ملفوظات کے اب تک صرف دو مجموعے دستیاب ہوئے ہیں۔ پہلا مجموعہ درالمعارف۔۔۔ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت موثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے۔ بے شک و شبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعہ ملفوظات کے مطالعہ سے روحانی سرور حاصل ہوتا ہے''۔(مقدمہ مقامات مظہری ص ۱۸۶ طبع اول ۱۹۸۳)

اس کے علاوہ ''تذکرہ علماء و مشایخ پاکستان و ہند جلد دوم ص ۱۰۶۲، ۱۰۶۳'' پر بھی ان ملفوظات کا تعارف دیا ہے۔اور نذیر رانجھا صاحب و شاہجہاں پوری کے ترجمہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ خواب میں ہوا وہی کچھ بیداری میں بھی صادر ہو رہا تھا کہیئے کیا فتوی ہے ان بزرگوں پر؟

حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ عزیز الرحمن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف خواہش کا اظہار کیا تھا آیئے ہم آپ کو اصل دلہن سے ملواتے ہیں۔خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔زنانہ وضع رکھتے تھے۔ایک بار قحط شدید پڑا۔قاضی و بادشاہ و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کیلئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری۔ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجیئے یا اپنا سہاگ لیجیئے''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۰۸)

لیجیئے ہم نے زندہ ولی کو عورتوں کا لباس اور چوڑیاں پہنے ہوئے بزبان رضاخانی ''داڑھی والی دلہن'' کا ثبوت دے دیا۔اگر کوئی رضاخانی کہے کہ یہ تو مجذوب تھے تو خان صاحب نے شروع ہی میں وضاحت کر دی کہ مجذوب کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا۔تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے عورتوں والا لباس اور چوڑیاں یعنی دلہن کی وضع قطع معاذ اللہ بقول رضاخان صاحب شریعت کے مطابق اختیار کیا تھا۔ثانیا

مجذوب مان کر معذور مان لیں تو اس کی علت عقل کا بوجہ عشق مغلوب ہو جانا ہے تو اگر حضرت عزیز الرحمن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بوجہ غلبہ عشق ایسا کہہ دیا تو کیا استحالہ شرعی ہے؟

(اعتراض ۲۱۱): دارالعلوم دیوبند کے طلبا کی شرارتیں

اس عنوان کے تحت مناظر احسن گیلانی صاحب مرحوم کی کتاب احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن ص ۱۹۸،۱۹۹ طبع ملتان کا حوالہ پیش کیا کہ دیکھو طالب علم شرارتیں کرتے ہیں۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۸۴)

جواب: اس پر اعتراض بھی نرا تعصب ہے۔کیا کوئی رضاخانی کلما طلاق کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ ان کے مدارس میں طالب علم بالکل بھی شرارت نہیں کرتا؟ ہر مدرسے و دارالعلوم میں شرارتی طالب علم موجود ہوتے ہیں۔اس پر اعتراض کرنا پرلے درجے کی حماقت اور اس بنیاد پر پورے مسلک کو مطعون کرنا اس سے بڑی حماقت ہے۔رضاخانی خود کہتے ہیں کہ شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر ٹھونس دینا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں۔(البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص ۷۰)

اب لیجئے ذرا اپنے دارالحدیث کے طلباء کی حالت بھی دیکھ لیں:

’’استاذی گرامی قدر کے حلقہ درس میں پانچ سال کے دوران میں نے انہیں صرف دو بار غصے میں دیکھا ایک دن ہم سب طلبا سبق پڑھنے کیلئے دارالحدیث میں جمع تھے استاذ گرامی قدر گزشتہ دو تین دن سے کہیں طویل سفر پر تھے اور صبح سحری کے وقت گھر پہنچے تھے۔ہمیں بتایا گیا کہ استاذ صاحب آرام فرما رہے ہیں شاید آج درس نہ ہو۔بس اب کیا تھا طلبہ میں کسی مسئلہ پر بحث شروع اور اس بحث میں اتنی تیزی آئی کہ باقاعدہ آستینیں چڑھالی گئیں اور دارالحدیث دنگل کے اکھاڑے کا سماں پیش کرنے لگا۔لکڑی کی وہ تپائی جس پر کتاب رکھ کر استاذ گرامی درس دیتے تھے ٹوٹ چکی تھی۔عین اس وقت کے جب دنگل پورے زوروں پر تھا اچانک دروازہ دھکیلا گیا اور استاد گرامی قدر ہمارے درمیاں تھے۔پہلے تو انہوں نے معمولی سا ڈانٹا کہ شرم کرو حیا کرو یہ دارالحدیث ہے۔لیکن جب اپنی مسند پر تشریف لائے اور دیکھا تپائی کی دو ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں تو چہرہ انار کی طرح سرخ غصے سے ہونٹوں میں تھرتھراہٹ اور آنکھوں میں انگارے دکھائی دینے لگے تم تو جانوروں سے بھی بدتر ہو‘‘۔(حجت الاسلام،اشرف سیالوی نمبر،ص ۷۳)

یہ حال ہے تم لوگوں کا۔قارئین کرام یہاں یہ بھی ملاحظہ کریں کہ جب آپس میں کسی مسئلہ پر بدتمیزی اور لڑائی جھگڑے کا یہ حال ہے تو علمائے حق کے مقابلے میں جب آتے ہوں گے تو کیا کچھ گل کھلاتے ہوں گے؟ اس کا تجربہ ہر شخص کو ہے جس کا کبھی ان ’’جانوروں‘‘ کے ساتھ کوئی علمی مکالمہ ہوا ہو۔

نوٹ: کوئی رضاخانی ناراض نہ ہو ہم نے تو صرف جانور کہا ہے آپ کے حجۃ الاسلام کے ہاں آپ تو جانوروں (گدھے، سور، بندر) سے بھی بدتر ہو۔

رضاخانی شیخ الحدیث کے کرتوت

’’ایک صاحب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں پھر بھی فلمی گانیں سنتے ہیں اور درس میں بچوں کو فلمی دنیا کی سیکڑوں مثالیں پیش کرتے ہیں بچوں سے محبوبہ کی طرح مذاق کرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کی جماعت کو صف الملاح کہہ کر پکارتے ہیں اور عریانیت کی یہ حالت کہ ۲۳

جولائی ۱۹۸۸ بروز ہفتہ چوتھی گھنٹہ میں مختلف جماعتوں کے طلبہ بیٹھے تھے موصوف کے درس میں بقرعید کی چھٹیاں ہونے والی تھیں اس پر گفتگو چل رہی تھی درمیان گفتگو موصوف نے ایک راجستھانی طالب علم سے بہت بے ہودہ بات کہی''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۲ص ۲۹۷)

یاد رہے کہ یہ شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز راجستھان کا شیخ الحدیث تھا۔ یہ تو تمہارے شیخ الحدیث کا حال ہے اور اعتراض ہم پر کچھ تو شرم کرو۔

(اعتراض ۲۱۲): دیوبندیوں کے ہاں ایک عظیم عبادت

اس عنوان کے تحت معترض صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام جناب شبیر احمد عثمانی نے شیخ الہند مولوی محمود الحسن کے ترجمہ میں جو تفسیر لکھی اس میں سورۃ النساء کی آیت کریمہ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون کے تحت لکھا:

''سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرتے لیکن فعل زنا کا ترتیب اور اس کا بطلان فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی فرج سے اگر زنا کا صدور ہوگیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا متحقق ہوگیا اور اگر باوجود میل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ و اجتناب نصیب ہوگیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت باعث گناہ قرار دئے گئے تھے وہ سب سے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہوگیا اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کیلئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کیلئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا زنا کے زیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح خلاف ہے''۔

(تفسیر عثمانی)

دیوبندیو! تمہارے شیخ الاسلام نے کتنی مزید ارعبادت ایجاد کر دی ہے۔طوائف کے کوٹھے پر جاؤ اسے خوب دیکھو، اس سے خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ طے کرو، رات بھر کرتے رہو، مگر زنا نہ کرو تو یہ چیزیں عبادت ہوگئیں۔ رنڈی کے کوٹھے پر جانا عبادت، تنہائی میں اکیلے ساتھ اکھٹے رہنا عبادت، ہنسی مذاق کرنا عبادت، بھول بھاؤ کرنا عبادت، اس سے چھیڑ خانی کرنا عبادت۔ پھر رنڈی کی کیا خصوصیت اگر کسی لڑکے کے ساتھ یہی معاملہ ہوا اور دخول نہ ہو تو سب عبادت۔ غالبا اسی عبادت کو ادا کرنے کیلیے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب کو چارپائی پر چت لٹا کر گنگوہی جی ان کی چھاتی پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔(بحوالہ تذکرۃ الرشید مصنفہ عاشق الہی میرٹھی دیوبندی) رہ گئی بیچ میں توبہ کی بات تو پہلی بات یہ ہے کہ توبہ سے گناہ تو معاف ہوجاتے ہیں لیکن عبادت نہیں ہوتے دوسری بات اپنے شیخ التفسیر کی تحقیق غور سے پڑھو انہوں نے صاف لکھا''کیونکہ فی نفسہ وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے''اور جب مباح تھے معصیت (یعنی گناہ) نہیں تھے تو انسے توبہ کیسی؟ اس سے ظاہر ہے کہ توبہ کا ذکر دھوکا ہے غالبا مالدار طبقہ اسی لئے دیوبندی ہوتا ہے کہ چلو رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کے دیکھیں گے ہنسی مذاق کریں گے شہوانی باتیں کریں گے چھیڑ خانی کریں گے پوری

رات عبادت میں بسر ہوگی اور رنڈی کے کوٹھے پر ہوتے ہوئے عابد شب زندہ دار کہلائیں گے‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۸۷،۱۸۸)

جواب: قارئین کرام! میں نے بہت کوشش کی کہ جتنا ہو سکے ان اعتراضات کو پڑھتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو رکھوں، پہلی جلد میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بے ہودگی کے جواب میں قلم کچھ سخت چل گیا لیکن دوسری جلد میں اس ’’حق سختی‘‘ سے بھی گریز کیا،لیکن اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔تنگ آمد بجنگ آمد۔اس غلاظت بھرے اقتباس کو پڑھنے کے بعد ہم سے کوئی سختی کا گلہ نہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلک بریلویت میں جو جس قدر بڑا بے غیرت،دیوث ہوگا اتنا بڑا محقق،مناظر اور علامہ ہوگا۔یہ قصور دراصل بریلی کے اس رنڈی زادے بڑ بھیج افغانی احمد رضا خان بریلوی کا ہے جس نے اپنے ماننے والوں کی تربیت ہی ایسے کی ہے کہ وہ کسی شریف زادے کی اولاد کم اور کسی بازارِ حسن کے دلال زیادہ نظر آتے ہیں۔آپ لاکھ اختلاف کریں لیکن اختلاف کی آڑ میں گھٹیا پن کی اس انتہاء پر آجانا کہاں کا انصاف ہے؟

گدھیوں کے ساتھ بدفعلیاں کر کے ولایت خضری کے درجے تم حاصل کرو، ذکر لنگی سے نکال کر اس سے مریدوں کے سر کی مالش تم کرو، استادوں سے بچپن میں شاگردوں کے ساتھ دل پشوریاں تم کراؤ،بدفعلی ومفعولیت میں جوانی اور لونڈے بازی میں بڑھاپا گزارنے والے اختر رضا خان کو تاج الشریعہ تم بناؤ،طوائف کے ساتھ تین سال کی عمر میں ذکر کے کمالات پر لیکچر ان کو تمہارے اعلیٰ حضرت دیں،رنڈیوں کے کوٹھوں پر جانے کیلئے اعلیٰ حضرت کے رشتہ دار پیسے اعلیٰ حضرت کے دادے سے مانگے،مدنی چینل دیکھ کر ڈرائیوروں کے ساتھ منہ تمہاری زنانیاں کالا کروائیں،نوخیز خوبصورت لونڈوں ولونڈیوں کے بوسے تمہارے بزرگ اور بوسوں کے چکروں میں ایسے بزرگوں سے بیعت تمہارے بریلوی ہوں، مادھولال کو اپنی ٹانگوں پر بٹھا کر اشان تمہارے پیر کرائیں،مزارات پر ساری رات دھمال ڈال کر،شراب وکباب، چرس وافیون کی محفلیں سجا کر رنڈی بازیاں کر کے صبح خان صاحب کے مرید بن کر سلسلہ قادریہ میں شامل ہو کر ساری سیاہ کاریاں تم دھلوالو اور بکواس ہم پر؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

بہرحال میں نے سنا مناظر اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ سے، انہوں نے سنا حضرت مولانا عبد الحق بشیر خان صاحب سے وہ فرماتے ہیں کہ:’’اباجی (امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ) فرماتے تھے کہ:

’’خیال کرنا حلالی بریلوی وہ ہے جو خیانت سے کام لے حوالہ نقل کرنے میں اور جو خیانت نہ کرے سمجھ لینا کہ یہ حلالی بریلوی نہیں یہ حرامی ہے‘‘۔

یہی دجل وفریب کسی مزار کے مجاور کی اس ’’خطاء‘‘ نے بھی کیا۔ہم آپ کے سامنے تفسیر عثمانی کی مکمل عبارت سیاق وسباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں جو اس نے خدا جانے رضاخانی اصول پر کس رسالے سے سرقہ کر کے غلط سلط نقل کی ہے اور انصاف آپ سے طلب کرتے ہیں کہ اصل بات کیا تھی اور اس شرم وحیاء،غیرت وحمیت سے عاری رضاخانی نے اس سے نتیجہ کیا اخذ کیا؟۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’ارتکاب کبائر وسئیات میں معتزلہ کا جواب:

پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا تو اس کی سزا جہنم ہے۔جس سے معلوم ہوگیا تھا کہ حق تعالی

کی نافرمانی بندہ کیلئے موجب عذاب ہے ۔اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدہ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تاکہ اس کو معلوم کرکے ہر ایک آدمی گناہ سے احتراز کرنے میں کوشش کرے اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ مثلاً کسی کا مال غصب یا سرقہ کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ذکر ابھی گزرا تو اس کے وہ تمام صغیرہ گناہ بخشے جائیں گے جن کا مرتکب بغرض تحصیل و تکمیل سرقہ اور قتل ہوا تھا۔اس آیت میں چند باتیں بحث طلب ہیں مگر اصل سب کی یہی ہے کہ آیت کا اصل اور عمدہ مطلب معلوم ہو جائے جس سے تمام امور کا جان لینا سہل ہو جائے ۔سو معتزلہ اور ان کے موافقین نے سرسری طور پر اس آیت کا یہ مضمون سمجھ لیا کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کرو گے تو پھر محض صغیرہ گو کتنے ہی ہوں ضرور معاف کر دئے جائیں گے ۔اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ کیف ما اتفق ایک یا دو بھی شامل ہو گئے تو اب معافی ممکن نہیں بلکہ سب کی سزا ضروری ہوگئی ۔اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالی کو معافی اور مواخذہ کا اختیار بدستور محقق ہے ۔اول صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مواخذہ کو لازم سمجھنا معتزلہ کی بدفہمی اور کم فہمی ہے ۔اور اس آیت کے ظاہری الفاظ اور سرسری مضمون سے جو معتزلہ کا مذہب راجح نظر آتا ہے ۔اس کا جواب کسی نے تو یہ دیا کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں ۔کسی نے یہ کہا کہ لفظ کبائر سے جو آیت میں مذکور ہے اکبر الکبائر یعنی خاص شرک مراد لے لیا اور لفظ کبائر کی جمع لانے کی وجہ تعدد انواع شرک کو قرار دیا اور اس کے ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر بحث آ گئیں ۔مگر ہم ان سب امور کو نظر انداز کرکے صرف اس آیت کے محقق اور عمدہ معنی ایسے بیان کئے دیتے ہیں جو نصوص اور عقل کے مطابق اور قواعد اور ارشاد محققین کے موافق ہوں اور بشرط فہم اور انصاف معنی مذکور کے بعد تمام ضمنی باتیں خود بخود حل ہو جائیں اور خلاف معتزلہ خود بخود مضمحل ہو کر معتزلہ کے عدم تدبر اور کم فہمی پر حجت قوی بن جائے اور اہل حق کو اس کے ابطال و تردید کی طرف توجہ فرمانے کی حاجت نہ رہے ۔سو غور سے سنئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ارشاد

ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئتكم جوکہ یہاں مذکور ہے اور ارشاد الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم جو سورہ نجم میں موجود ہے ۔ان ہر دو ارشاد کا مدعی ایک ہے ۔صرف لفظوں میں تھوڑا سا فرق ہے ۔تو اب جو مطلب ایک آیت کا ہوگا وہی دوسری آیت کا لیا جائے گا ۔سو سورہ نجم کی آیت کی نسبت حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ارشاد بخاری وغیرہ کتب حدیث میں صاف موجود ہے

مَا رأيْتُ شَيْئاً أشْبهَ باللّمَمِ مِمَّا قَالَ أبُو هُرَيْرَةَ رَضِي الله عَنهُ، عَن النبيّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: (إنَّ الله كَتَبَ عَلَى ابنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنا، أدْرَكَ ذَلِكَ لَا مُحالَةَ. فَزِنا العيْنِ النَّظَرُ وزِنا اللِّسانِ المَنْطِقُ، والنَّفْسُ تَمَنَّى وتَشْتَهِي، والفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ ويُكَذِّبُهُ

بشرط فہم اس حدیث سے ہر دو آیات سابقہ کے واقعی اور تحقیقی مطلب کا پورا پورا سراغ لگ گیا۔

لمم کی شرح: اور حضرت ابن عباس اور حبر الامت اور لسان القرآن کے فرمانے سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ لمم اور علی ہذا القیاس سیئات کے معنی اس سے بہتر نہیں تو اب اس مطلب کے مقابلے میں کوئی دوسری تقریر مضمون آیت کے متعلق کیونکر قابل ترجیح اور لائق پسند ہو سکتی ہے ۔بالخصوص معتزلہ کی ہرزہ گوئی کیسے قابل التفات اور لائق جواب سمجھی جا سکتی ہے ۔اور واقعی حدیث مذکور کا مطلب اور حضرت ابن عباس ؓ نے جو اس سے بات نکالی ایسی عجیب اور قابل قبول تحقیق ہے کہ جس سے مضمون ہر دو آیت خوب محقق ہو گیا اور معتزلہ کی

خرافات کی گنجائش اور اہل حق کو اس کی تردید کی ضرورت بھی نہ رہی اور ذیلی وضمنی اقوال واختلافات بھی بہت خوبی سے طے ہو گئے۔ چنانچہ اہل فہم ادنی تامل سے سمجھ سکتے ہیں بغرض توضیح ہم بھی حدیث مذکور کا خلاصہ نقل کئے دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سورہ نجم میں جو لفظ لمم فرمایا گیا ہے جس کی معافی کا وعدہ کیا ہے۔ اس کی تعیین اور تحقیق کے متعلق حضرت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بہتر ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ابن آدم کے ذمہ پر جو زنا کا حصہ مقرر فرمادیا ہے وہ ضرور اس کو عمل کر رہے گا۔ سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کیلئے مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے لیکن فعل زنا کا تحقق اور بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا متحقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت باعث گناہ قرار دئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کیلئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کیلئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا زنا کے زیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح خلاف ہے۔

مثلا ایک شخص مسجد میں پہنچا چوری کے خیال سے مگر وہاں جا کر عین موقع پر تنبہ پیش آیا اور چوری سے توبہ کی اور رات بھر اللہ کے واسطے نماز پڑھتا رہا تو ظاہر ہے کہ جو رفتار سرقہ کا ذریعہ نظر آتا تھا وہ اب توبہ اور نماز کا ذریعہ ہو گیا تو اس حدیث ابو ہریرہ کو سن کر عبداللہ بن عباس سمجھ گئے کہ لمم وہ باتیں ہیں جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب ہو کر گناہ بن جاتی ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ بڑے گناہ اور کھلے گناہ سے تو بچتے ہیں ہاں صدور لمم کی نوبت آجاتی ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ اپنے قصور سے تائب اور مجتنب ہو جاتے ہیں تو اب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جیسے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیت سورہ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو چاہئے کہ وہی معنی حسب ارشاد ابن عباس رضی اللہ عنہ ہم آیت سورہ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں۔ جس کے بعد بحمد اللہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی مختلف تفسیریں کریں اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا اور تکفیر سیات کی وجہ اور دخول جنت کا سبب بھی بسہولت مطابق قواعد معلوم ہو جائے گا اور اجتناب کے معنی بھی ظاہر ہو جائیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتیں ان شاءاللہ بشرط تدبر طے ہو جائیں گی۔

خلاصہ ہر دو آیت مذکور کا حسب ارشاد حدیث و بیان ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ ہوا کہ جو لوگ ان گناہوں سے رکیں گے اور ان کے ارتکاب سے اپنے نفس کو ہٹاتے رہیں گے جو گناہ کہ گناہوں کے سلسلہ میں مقصود اور بڑے سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتناب اور رک جانے کی وجہ سے ان کے وہ برے کام جو انہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کے طمع میں کئے ہیں معاف کر دئے جائیں گے اور حسب ارشاد واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ سلسلہ زنا کے صغائر کسی دوسرے سلسلہ کے بڑے گناہ مثلا شراب خواری نہ کرنے سے فروگذاشت ہو جائیں گے یا شراب خواری کی وجہ سے ان کا مواخذہ لازم اور واجب ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی، ج ا، ص ۳۹۱ تا ۳۹۳)

حضرت شیخ الاسلام صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث:

مَا رأیتُ شَیْئاً أَشْبهَ باللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أبُو هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنهُ، عَنِ النبیّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم: (إنَّ اللہ کَتَبَ عَلَی ابنِ آدَمَ حَظَّہُ مِنَ الزّنا، أدْرَکَ ذٰلِکَ لَا مُحَالَۃَ، فَزِنا العیْنِ النَّظَرُ وزِنا اللِّسانِ المَنْطِقُ، والنَّفْسُ تَمَنّی وتَشْتَہِی، والفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ ویُکَذِّبُہُ

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں لمم کی سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے ابن آدم پر زنا سے اس کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور ملے گا آنکھوں کا زنا (حرام چیزوں کو) دیکھنا ہے زبان کا زنا (حرام بات) کہنا ہے دل کا زنا نفسانی خواہش اور شرمگاہ اس کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

کی روشنی میں سورۃ النساء کی آیت کی تفسیر بتلائی ہے کہ اگر انسان کبیرہ گناہوں سے اجتناب وتوبہ استغفار کرتا رہے تو ایسے صغیرہ گناہ جو کبیرہ گناہ کیلئے وسیلہ و دواعی کا درجہ رکھتے ہیں وہ اللہ اپنے فضل سے معاف فرمادیتا ہے۔ اب آنکھ سے غیر محرم کو دیکھنا یا اس کا ذکر کرنا یہ صغیرہ گناہ ہے تو اگر زنا سے اجتناب کرے تو اللہ کے فضل سے یہ گناہ بڑے گناہ سے توبہ و اجتناب کی برکت سے اللہ خود ہی معاف فرمادیتا ہے۔ یہی کچھ اس حدیث کی تشریح میں قریبا تمام بڑے محدثین نے فرمایا ہے میں یہاں علامہ عینی حنفی وملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما کا حوالہ پیش کر رہا ہوں جنہوں نے وہی کچھ لکھا جو شیخ الاسلام صاحب نے لکھا:

(مَا رَأَیت شَیْئا أشبه باللمم) بِفتْحَتَیْنِ وَهُوَ صغَار الذُّنُوب، وَأَصله: مَا یلم بِهِ الشَّخْص من شهوات النَّفس، وَالْمَفْهُوم من کَلَام ابْن عَبَّاس أَنه النّظر، والنطق. وَقَالَ الْخطابِیّ: یُرِید بِهِ المعفو عَنهُ الْمُسْتَثْنی فِي کتاب الله: {الَّذین یجتنبون کَبَائِر الْإِثْم وَالْفَوَاحِش إِلَّا اللمم} (النَّجْم: 23) وسمی الْمنطق وَالنَّظَر زنا لِأَنَّهُمَا من مقدماته، وَحَقِیقَته، إِنَّمَا یَقع بالفرج، وَعَن ابْن عَبَّاس: اللمم أَن یَتُوب من الذُّنُوب وَلَا یعاودها، وروی عَنهُ: کل مَا دون الزِّنَا فَهُوَ اللمم. قَوْله: (فزنا الْعین النّظر) أَي: النّظر إِلَی الْأَجْنَبِیَّة. وَقَالَ ابْن مَسْعُود: العینان تزنیان بِالنّظرِ، والشفتان تزنیان وزناهما التَّقْبِیل، وَالْیَدَانِ تزنیان وزناهما اللَّمْس، وَالرجلَانِ تزنیان وزناهما الْمَشْی، وَقیل: إِنَّمَا سمیت هَذِه الْأَشْیَاء زنا لِأَنَّهَا دواعی إِلَیْهِ. قَوْله... (والفرج یصدق ذَلِك ویکذبه) یَعْنِي: إِذا قدر علی الزِّنَا فِیمَا کَانَ فِیهِ النّظر، وَالتَّمَنِّی کَانَ زنا صدق ذَلِك فرجه، وَإِن امْتنع وَخَافَ ربه کذب ذَلِك فرجه، وتکتب لَهُ حسنه. قیل: التَّصْدِیق والتکذیب من صِفَات الْإِخْبَار. وَأجِیب بِأَن إطلاقهما هُنَا علی سَبِیل التَّشْبِیه.

(عمدۃ القاری، ج ۲۳، ۱۵۷، رقم ۲۱۶۶)

واما قول بن عباس ما رایت شیئا اشبه باللمم مما قال ابو هریرۃ فمعناہ تفسیر قولہ تعالی الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش إلا اللمم إن ربك واسع المغفرۃ ومعنی الآیۃ واللہ اعلم الذین یجتنبون المعاصی غیر اللمم یغفر لھم اللمم کما فی قولہ تعالی إن تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم فمعنی الآیتین أن اجتناب الکبائر یسقط الصغائر وھی اللمم وفسرہ بن عباس بما فی ھذا الحدیث من النظر واللمس ونحوھما وھو کما قال ھذا ھو الصحیح فی تفسیر اللمم

(شرح مسلم)

قال المهلب: وكل ما كتبه الله على ابن آدم فهم سابق فى علم الله لابد أن يدركه المكتوب عليه، وإن الإنسان لا يملك دفع عن نفسه غير أن الله تعالى تفضل على عباده وجعل ذلك لممًا وصغائر لا يطالب بها عباده إذا لم يكن للفرج تصديق لها. فإذا صدقها الفرج كان ذلك من الكبائر، رفقا من الله بعباده

(شرح ابن بطال، ج۱۷،ص ۲۲)

کسی رضاخانی میں ہمت ہے کہ ان آئمہ پر بھی وہی سوقیانہ لاف وگزاف کرے جو اہل السنۃ والجماعۃ پر کی ہے؟۔

باقی دیکھنے سننے کو مباح کہنا کا معاذ اللہ یہ مطلب نہیں کہ وہ انہیں گناہ سمجھتے ہی نہیں جیسا اس بدبخت نے تاثر دیا وہ تو خود ان کو گناہ میں شمار کررہے ہیں یہ کہہ کر:

''ان کے وہ برے کام جو انہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کے طمع میں کئے ہیں معاف کردئے جائیں گے''۔

(تفسیر عثمانی، ج۱،ص ۳۹۳)

بلکہ ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر شریعت کا حکم نہ ہوتا تو وہ نفسہ دیکھنا مباح تھا لیکن چونکہ یہ امور زنا کے دواعی بنتے ہیں لہٰذا اس علت کی بناء پر شریعت نے انہیں بھی گناہ میں شمار کرلیا۔اور یہ ممکن ہے کہ ایک شے فی نفسہ گناہ نہ ہو بلکہ کسی عارض کی وجہ سے گناہ بن جائے گویا قبح لغیرہ اس میں پایا جائے جیسے اپنی زوجہ سے جماع فی نفسہ کوئی گناہ نہیں ،کھانا پینا کوئی گناہ نہیں مگر رمضان میں یہ چیزیں معصیت بن جاتی ہیں۔

شوافع کے ہاں عورت کی آواز پردہ نہیں یعنی اسے سنا جاسکتا ہے جبکہ شہوۃ کا خوف نہ ہو:

وَالْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا أَنَّ صَوْتَهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ.

(طرح التثریب، ج۸،ص۲۱)

تو اگر فی نفسہ گناہ ہوتے تو شوافع گناہ کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتے؟ اسی طرح عورت اگر مشتہاۃ نہ ہو تو دیکھنا ،بات کرنا جائز ہے جیسے بہت بوڑھی عورت تو پتہ چلا کہ فی نفسہ یہ گناہ نہیں بلکہ اشتہاء ودواعی زنا کی وجہ سے انہیں گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

کتنی بہترین جامع مانع بات حضرت نے سلف کے اقوال وتشریحات کی روشنی میں کی تھی مگر شرم وغیرت ،علم وخوف خدا سے عاری ان جاہلوں نے اس کا کیا سے کیا مطلب بیان کردیا؟

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کا معنی یہ ہے کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے لمم (جس کی وضاحت اوپر حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے) یعنی صغیرہ گناہ ساقط ہوجاتے ہیں''۔(شرح مسلم، ج۷،ص ۳۵۳)

تو اب اس تشریح کی روشنی میں بریلوی کم بخت اس کا یہ معنی لیں گے کہ رنڈیوں کنجریوں سے چکلوں میں دل پشوریاں کرو، باتیں کرو، ان کا دیدار کرو، ساری ساری رات گپیں لگاؤ، مگر زنا کبیرہ گناہ مت کرنا تو یہ صغیرہ خودبخود معاف ہوجائیں گے؟۔۔۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔

مزارات پر آنے والے دنیا جہاں کے رضاخانی سن لیں اب غیر محرم عورتوں سے خوب گپیں لگاؤ، کھیل کود کرو، ان کو جھولے جھلاؤ، بوسے

لو۔بس زنا مت کرنا تو یہ صغائر بقول غلام رسول سعیدی خود ہی معاف ہو جائیں گے۔۔۔تف ہے۔۔تف ہے۔۔تف ہے۔۔تف ہے۔۔۔

رضاخانیوں کے ہاں مفسر اعظم سمجھے جانے والے اسمٰعیل حقی صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ ''اللمم ''یعنی صغیرہ گناہ جو اللہ نیکیوں اور گناہ کبیرہ کے سبب اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے اس میں لڑکی کی طرف اشارہ کرنا اور چماچماٹ بھی شامل ہے۔اور پھر حضرت نبہان تمار کا ذکر کیا کہ ان کے پاس ایک عورت کھجوریں لینی آئی تو انہوں نے اسے اپنی دوکان میں آنے کا کہا جب وہ دوکان میں آئی تو اس سے بغل گیر ہوئے اور ان کا بوسہ بھی لیا۔۔۔اور پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے عورتوں کو دیکھنے ان کے بوسہ لینے، ان کو چھونے جس کی تفصیل ما قبل میں رضاخانی معترض نے معاذ اللہ علمائے دیوبند کے حوالے لکھی ان سب کو اللمم یعنی صغیرہ گناہ جو کبیرہ نہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں میں شامل فرمایا۔

والغمزة والقبلة كما روى ان نبهان التمار أتته امرأة لتشترى التمر فقال لها ادخلى الحانوت فعانقها وقبلها فقالت المرأة خنت أخاك ولم تصب حاجتك فندم وذهب الى رسول الله عليه السلام فنزلت ...... وقال ابن عباس رضى الله عنهما ما رأيت شيأ أشبه باللمم مما نقله ابو هريرة رضى الله عن رسول الله عليه السلام ان الله كتب على ابن آدم حظه من الزنى فزنى العينين النظر وزنى اللسان النطق وزنى الشفتين القبلة وزنى اليدين البطش وزنى الرجلين المشى والنفس تتمنى وتشتهى والفرج يصدق ذلك كله او يكذبه فان تقدم فرجه كان زانيا والا فهو اللمم

(روح البیان، ج۹،ص ۲۴۲)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''(اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے) کو اشارہ اور بوسہ بھی صغیرہ گناہ ہے۔۔۔مروی ہے کہ حضرت نبہان تمار (کھجور بیچنے والا) کے پاس ایک عورت کھجور خریدنے آئی اسے کہا کہ وہ دوکان کے اندر ہیں جب وہ دوکان کے اندر گئی تو اسے گلے لگا کر بوسہ دیا بی بی نے کہا تو نے اپنے بھائی کی خیانت کی اور مطلب بھی پورا نہ ہوا اور وہ سن کر نادم ہوا اور بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا لمم کی تفسیر میں سب سے بڑھ کر یہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ابن آدم پر زنا کا حصہ لکھا ہے پس آنکھوں کا زنا برائی سے دیکھنا اور زبان کا زنا برا کلمہ بولنا ہونٹوں کا زنا بیگانی عورت اور بے ریش لڑکے کو بوسہ دینا اور ہاتھوں کا گناہ برائی کیلئے پکڑنا اور پاوں کا گناہ برائی کیلئے چلنا ہے نفس آرزو کرتا اور خواہش کرتا اور فرج ان سب کی تصدیق کرتا ہے یا جھٹلاتا ہے اگر فرج اس کی خواہش پر عمل کرتا ہے تو وہ شخص زانی ہوگا ورنہ وہ لمم (صغیرہ گناہ) ہوگا''۔

(فیوض الرحمن، ج۱۰،ص ۲۲۳،۲۲۴)

ذرا اشرف سیالوی کو بھی پڑھ لو:

''محض بوس و کنار یا معانقہ وغیرہ زنا نہیں کہلاتا''۔(التحقیق ص ۵)

ہمیں اس عبارت پر فی نفسہ کوئی اعتراض نہیں لیکن رضاخانی گندی ذہنیت سے اس عبارت کا مطلب یہ نکلا کہ بریلوی عورتوں ولونڈوں کے ساتھ خوب بوس و کنار معانقے کرو''زنا'' تھوڑی ہے یہ؟۔

میں نے اپنی زندگی میں اس جیسا جاہل، ہٹ، دھرم اور متعصب اور غلیظ سوچ والا فرقہ نہیں دیکھا۔ اگر یہ عبارات اکابر کا مسئلہ نہ ہوتا تو کبھی اس جاہل فرقے کو منہ نہ لگاتا۔ آپ اہل حدیث یا روافض سے بات کریں وہاں قرآن وحدیث پر بات ہوگی، تاریخ پر بات ہوگی، اسماء الرجال پر بات ہوگی، مگر ان جاہلوں کی طرف آؤ تو اس قسم کی غلاظت کے سوا کبھی کچھ خال ہی پڑھنے سننے کو ملے گا۔ علم و بریلویت کا آپس میں اجتماع اجتماع الضدین ہے۔

احمد رضا خان کا فتویٰ بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی حرام زادہ ہے اور اس کی ماں کتے تلے بچھی ہوئی ہے

واللہ ہم مخالفین کی بہن بیٹی ماں کی اسی طرح عزت کرتے ہیں جس طرح اپنی عورتوں کی کرتے ہیں۔ ہمیں خود بھی یہ عنوان قائم کرنے پر افسوس ہے لیکن اس حد تک جانے پر ہمیں خود فریق مخالف نے مجبور کیا، اور اس میں ہم اپنا کوئی فتویٰ یا قول نقل نہیں کر رہے ہیں بلکہ ''بریلی کے اس بازار'' کے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ نقل کرنے جا رہے ہیں تاکہ عوام وخواص کو معلوم ہو کہ یہ گھٹیا ذہنیت ان لوگوں کو اس گھٹیا آدمی سے ورثہ میں ملی ہے جس کے غلیظ فتووں سے نہ اپنا محفوظ نہ پرایا۔ احمد رضا خان نے ایک کتاب لکھی ہے ''ازالۃ العار'' جسے حال ہی میں بہار شریعت فاونڈیشن کراچی نے شائع کیا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ چونکہ غیر مقلد (اہلحدیث فرقہ) گستاخ وہابی ہے اس لئے کافر ہے اور جو ان کافروں کو اپنی بیٹی دے وہ ایسا ہے جیسے کتے تلے اپنی بیٹی بچھادی یہ لوگ کتوں سے بھی بدتر ہیں (ص ۴۴)

العیاذ باللہ۔ اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں غلام رسول سعیدی صاحب کا مایہ ناز شاگرد اسمعیل نوری اپنے استاذ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''والد صاحب اور بڑے بھائی مسلکاً اہلحدیث تھے''۔ (حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، ص ۳۸)

غلام رسول سعیدی صاحب کے شاگرد اور چاہنے والے ناراض ہونگے کہ ہمارے استاذ صاحب کو گالی دے دی مگر ہمارا ابھی سوال ہے کہ جن کے متعلق آپ کے رضا خان صاحب نے یہ غلیظ فتویٰ دیا آخر کو وہ عورتوں بھی تو کسی کی ماں، بہن، بیٹیاں ہیں!!!۔

آخر میں اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو یہ سب کچھ پڑھنا پڑھا لیکن ہم نے اپنا عذر ابتداہی میں بیان کر دیا اور والعذر عند کرام الناس مقبول۔

(اعتراض ۲۱۳): قاسم نانوتوی نے صریح جھوٹ بولنے کا اقرار کیا

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

''مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے مولوی نذیر حسین غیر مقلد اور مولوی قطب الدین خان کے بارے میں کہا کہ دونوں اگر زمی دکھائیں تو ان کا آپس میں جھگڑا مٹ جائے۔ مولوی قطب الدین خان، مولوی قاسم نانوتوی سے پوچھنے کیلئے آئے کہ میری غلطی کہاں ہے مجھے بتلا دو میں شرمندہ ہوں آگے مولوی قاسم نانوتوی صاحب کی سنئے:

''مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا کہ حضرت آپ

میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا ‘‘۔

(ارواح ثلاثہ،ص ۳۴۵)

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص ۱۸۶)

جواب: پہلے پورا واقعہ ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس پر تبصرہ کریں گے:

’’خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین پکے غیر مقلد۔ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے۔ایک مرتبہ کسی جنگل میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے ہو جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جاوے۔میری اس بات کو کسی نے قطب الدین خانصاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔مولوی نذیر حسین صاحب تو سنکر ناراض ہو گئے۔مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو میں سخت نادم ہوں۔اور مجھ سے اس کے بجز کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔غرض میں بے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا۔یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نے جب یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت بھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے‘‘۔

(ارواح ثلاثہ،ص ۳۴۳،۳۴۲،حکایت نمبر ۳۹۰)

یہ تھا اصل واقعہ کس قدر للٰہیت تھی ان بزرگوں میں،بجائے اس پر سبحان اللہ کہنے کے اس متعصب نے اس کا کیا سے کیا مطلب لے لیا؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ معترض کے اسی اعتراض کی بنا پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

’’چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحت کا حکم کیا جاوے گا‘‘۔

(ارواح ثلاثہ،ص ۳۴۳)

مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جھوٹ فی نفسہ قبیح نہیں بلکہ جہاں اس سے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں قبیح ہے۔اور اگر ضرر نہ ہو بلکہ جلب منفعت ہو تو جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب۔میں اس پر تفصیلی حوالہ جات نقل کرنے کے بجائے رضا خانی گھر سے ہی چند حوالے پیش کرتا ہوں۔

فیض احمد اویسی صاحب نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ’’احیاء علوم الدین‘‘ کا ترجمہ کیا ہے اس میں ہے:

’’مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے:

جھوٹ ذاتی طور پر حرام نہیں بلکہ اس وجہ سے حرام ہے کہ اس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے۔اس کا ادنی مرتبہ یہ کہ مخاطب ایک اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے اور اس سے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہو جاتا ہے۔اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے میں نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہئے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہونا چاہئے۔حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جھوٹ بعض مقامات میں سچ سے اچھا ہوتا ہے‘‘۔

(انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیا العلوم،ج ۳،ص ۲۲۹،۲۳۰)

آگے جائز جھوٹ کی کئی مثالیں بھی دی ہیں تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بظاہر جھوٹ اس اصول کے تحت تھا:

''اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے میں نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہئے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہونا چاہئے''

ایک مسلمان کو دل آزاری اور پریشانی سے بچانا مقصود تھا۔

یہی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''جائز جھوٹ بولنے کا قاعدہ

حضرت شیخ عزالدین بن عبد السلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ گفتگو مقاصد کے حصول سے ہے۔لیکن ہر اچھے مقصود کو سچ اور جھوٹ سے حاصل کیا جاسکتا ہے مگر اس کے حصول میں جھوٹ بولنا حرام اور اشد حرام ہے۔ہاں اگر سوائے جھوٹ کے اس کا حصول ناممکن ہو تو ایسے مقامات پر جھوٹ بولنا مباح ہے۔

مسئلہ: اگر وہ مقصد مباح ہو تو اس کیلئے جھوٹ بولنا مباح ہے اگر واجب ہے تو واجب ہے۔یہ وہی قاعدہ کلیہ ہے جسے شیخ سعدی قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا،

''خردمنداں گفتہ اند دروغ مصلحت آمیز جو از راست فتنہ انگیز''

اور حضرت لطیفی نے فرمایا،

دروغیکہ جان دولت خوش کند بہ از راستی کان مشوش کند

وہ جھوٹ جو تیری جان اور دل کو خوش کرے اس سچ سے بہتر ہے جو تجھے پریشان کرے''۔

(احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا ص ۵،۶)

تو جناب جھوٹ کے قاعدے واصول اباحت ووجوب تم لوگوں کو بتلاؤ اور اعتراض ہم پر؟

اب رہا خاں صاحب بریلوی کی کذب بیانی تو اس کی تفصیل کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات ،خدمات و کارنامے'' کا مطالعہ کریں۔لیکن یہاں میں تمہارے ہی مولوی کا تمہاری ہی مولوی کو کذاب کہنے کا ایک حوالہ نقل کر رہا ہوں امید کرتا ہوں کہ کچھ شرم وحیا امکان عقلی کے درجے میں آئے گی اگرچہ عادۃً اس کا آنا رضاخانیت کو محال ہے۔شاہ حسین گردیزی لکھتا ہے:

''بہرحال کسی بھی عالم دین کو اتنا شریفانہ کام نہیں کرنا چاہئے جتنا مولانا سعیدی نے کیا ہے یہ کذب وافترا کی ایک زندہ پائیندہ مثال ہے جو رہتی دنیا تک ان کا نام روشن کرتی رہے گی''۔(الذنب فی القرآن ص ۵۵۴)

رضاخانی مذہب میں سچ بولنا کفر اور جھوٹ بولنا عین عبادت ہے

رضاخانی حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان ۔۔کی تفسیر نعیمی جلد اول ص ۴۸۱ پر لکھتے ہیں:

''کبھی سوچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت''۔

رضاخانی فقیہ شریف الحق امجدی اس کی توثیق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ کہنا کہ ''کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' فی نفسہ صحیح ہے۔۔۔اسی طرح میاں بیوی یا مسلمانوں میں صلح

کرانے کیلئے خلاف واقعہ بات کہنا عرفی اعتبار سے جھوٹ ہے، مثلاً کسی اشتعال انگیز بات کے بارے میں جو فریقین میں سے کسی نے کہی ہو انکار کرنا یا دلجوئی کیلئے ایسی بات کہنی جو فریقین میں سے کسی نے نہ کہی ہو صلح کرانے والا اپنی طرف سے کہہ دے یہ بھی جھوٹ ہی ہوگا مگر اصلاح جانبین کیلئے عبادت ہے۔حدیث میں ہے وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے مابین صلح کرائے اور خیر کہے اور خیر پیدا کرے۔اسی کے تحت مرقاۃ میں ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کے مابین صلح کرنے کیلئے جھوٹ بولے یہ مذموم نہیں۔بلکہ احادیث میں وارد ہے کہ خود حضور ﷺ نے جنگ کے موقع پر صحابہ کرام کو خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت دی۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۴۹۵، ۴۹۴)

(اعتراض ۲۱۴): پھوسی

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک قصہ جھانسی کا ایک ثقہ دوست بیان کرتے تھے کہ ایک امام مسجد نے سجدہ سہو کیا اور ظاہرا کوئی سہو نہ تھا لوگوں نے پوچھا کیا بات ہوگئی تھی کہتا ہے کہ ایک پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہوگئی تھی۔(اضافات الیومیہ، ج ۶ص ۳۱۲)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۶۷)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب، ص ۱۵۵'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: کوئی اس جاہل احمق سے پوچھے کہ آخر اس واقعہ کو نقل کرنے میں قباحت کیا ہے؟ اور آپ کو اعتراض کیا ہے؟ اگر محض ''پھسکی'' کا لفظ آنا آپ کو تہذیب کے خلاف لگ رہا ہے تو یہ لفظ تو احادیث و تفاسیر میں آیا ہوا ہے: مثلاً:

اذا فسا احدکم فی الصلوۃ فلینصرف فلیتوضأ ولیعد صلاته

(سنن ابی داود، رقم ۲۰۵)

جب تم میں سے کسی کی نماز کے اندر ہوا (پھسکی) خارج ہو جائے۔۔۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

حتی علمه القصعة والقصیعة والفسوة والفسیة

(تفسیر درمنثور، ج ۱ص ۱۲۰)

یہاں تک کہ ان کو ہر چیز کا نام سکھادیا تھا حتی کہ پیالہ اور ہانڈی اور پھسکی و پاد تک کا نام۔

نوٹ: راقم نے ملفوظات کی جلد ۵ و ۶ دونوں چیک کی مگر مذکورہ عبارت نہیں ملی واللہ اعلم۔لہٰذا عبارت ملنے پر مزید تفصیلی تبصرہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔قارئین یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی جو عبارت پیش کی گئی اس میں ایک جاہل امام مسجد کا واقعہ ذکر کیا جارہا ہے مگر حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسن قادری نے جب اس واقعہ کو اسی دیوبندی مذہب نامی کتاب سے نقل کیا تو یہ جھوٹ بولا کہ:

''تھانوی صاحب کے مرید کی فقاہت:

ایک مرتبہ اشرف علی تھانوی صاحب کے مرید نے نماز پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا تو مقتدیوں نے پوچھا کوئی ایسی بات تو

نہیں ہوئی پھر آخر میں سجدہ سہو کیوں کیا؟ تو امام صاحب نے کہا بس کوئی بات نہیں۔ ذرا سی پھسکی نکل گئی۔(دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی)''۔(تقریری نکات،ص ۵۹۳)

اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنی حضرت ہر ایک میں جھوٹ، مکاری، فراڈ، بددیانتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے نہ خوف خدا نہ جھوٹ کے پکڑے جانے پر کچھ شرم وحیا۔

(اعتراض ۲۱۵): حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے واقعات پر اعتراضات کا اصولی جواب

موصوف نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۶۱طبع اول'' سے سرقہ کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے واقعات پر بھی اعتراض کیا: مثلاً ''ملفوظات ج ۴،ص ۳۱۴'' کے حوالے سے بھائی کے سر پر پیشاب کرنا۔اسی طرح ''اشرف السوانح، ج۱،ص ۲۲ وملفوظات ج ۴ص ۳۱۳'' کے حوالے سے نقل کیا کہ ایک دفعہ بارش میں تینوں چارپائیوں کے پاؤں باندھ لئے جب ابا جان نے گھسیٹنا چاہا تو تینوں چارپائیاں ایک ساتھ گھسیٹتی۔اسی طرح ''ملفوظات ج ۴،ص ۳۱۴ واشرف السوانح ج۱،ص ۲۴'' کے حوالے سے جوتوں کی صفیں بنانا اور اس کا امام بنانا وغیرہ وغیرہ۔

ان جیسے واقعات کا اصولی جواب یہ ہے کہ یہ سارے واقعات کم عمری و بچپنے اور شعور کی عمر تک نہ پہنچنے کے ہیں۔اس عمر میں بچہ مرفوع القلم ہوتا ہے۔مشہور حدیث ہے رفع القلم عن الثلاث۔عن الصبی حتی یحتلم الحدیث تین بندوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے اس میں ایک بچہ بھی ہے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔تو اس عمر میں تو شریعت نے بھی قلم اٹھایا ہوا ہے وہ بھی بچے سے باز پرس نہیں کرتی مگر یہ بدبخت رضاخانی تعصب میں اس قدر اندھے ہوچکے ہیں کہ اس عمر کی بچگانہ شرارتوں کو بھی موضع ہدف بنارہے ہیں۔

رضاخانی مناظر مطیع الرحمن رضوی طوائفوں کے سامنے اعلیٰ حضرت کی نقاب کشائی والے واقعہ کے متعلق لکھتا ہے:

''پھر جبکہ یہ امام احمد رضا کے بچپنے کا واقعہ ہے جب آپ مکلف نہیں تھے''۔

(امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں،ص ۴۰)

تو یہ واقعات بھی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپنے کے واقعات ہیں جب آپ مکلف نہ تھے۔تو اس پر اعتراض کرنا کیا شریعت سے مقابلہ نہیں؟

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸،ص ۶۰۸)

جب تقوے کا تصور ہی نہیں تو پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے اگر اس طرح کے افعال جو شرعاً اس عمر میں گناہ بھی نہیں صادر ہو گئے تو ان پر اعتراض کیوں؟ کیا بلوغت کے بعد بھی اس قسم کی کوئی حرکت صادر ہوئی ہے؟ اگر ہاں تو وہ پیش کی جائے۔

اگر کوئی رضاخانی کہے کہ پھر ہمارے اعلیٰ حضرت کے طوائفوں والے واقعہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ تو یہ تو آپ کی طرف سے ہمارے بزرگوں کے بچپن کے واقعات پر اعتراض کرنے کے جواب میں جواب آں غزل کے طور پر ہے۔مزید تفصیل کیلئے میری کتاب

’’نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے‘‘ ملاحظہ ہو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ واقعات تو بچپن کے تھے آئیے ہم آپ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس طرح کے مزاح و لطائف بتلاتے ہیں کیا معترضین اس پر بھی کوئی لب کشائی کریں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بدری صحابی ہیں حضرت نعیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ یہ بہت زیادہ مزاح کرنے والے اور شوخ مزاج تھے ان کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ تَاجِرًا إِلَى بُصْرَى وَمَعَهُ نُعَيْمَانُ وَسُوَيْبِطُ بْنُ حَرْمَلَةَ وَكِلَاهُمَا بَدْرِيٌّ وَكَانَ سُوَيْبِطٌ عَلَى الزَّادِ فَجَاءَهُ نُعَيْمَانُ فَقَالَ أَطْعِمْنِي فَقَالَ لَا حَتَّى يَأْتِيَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ نُعَيْمَانُ رَجُلًا مِضْحَاكًا مَزَّاحًا فَقَالَ لَأَغِيظَنَّكَ فَذَهَبَ إِلَى أُنَاسٍ جَلَبُوا ظَهْرًا فَقَالَ ابْتَاعُوا مِنِّي غُلَامًا عَرَبِيًّا فَارِهًا وَهُوَ ذُو لِسَانٍ وَلَعَلَّهُ يَقُولُ أَنَا حُرٌّ فَإِنْ كُنْتُمْ تَارِكِيهِ لِذَلِكَ فَدَعُونِي لَا تُفْسِدُوا عَلَيَّ غُلَامِي فَقَالُوا بَلْ نَبْتَاعُهُ مِنْكَ بِعَشْرِ قَلَائِصَ فَأَقْبَلَ بِهَا يَسُوقُهَا وَأَقْبَلَ بِالْقَوْمِ حَتَّى عَقَلَهَا ثُمَّ قَالَ لِلْقَوْمِ دُونَكُمْ هُوَ هَذَا فَجَاءَ الْقَوْمُ فَقَالُوا قَدْ اشْتَرَيْنَاكَ قَالَ سُوَيْبِطٌ هُوَ كَاذِبٌ أَنَا رَجُلٌ حُرٌّ فَقَالُوا قَدْ أَخْبَرَنَا خَبَرَكَ وَطَرَحُوا الْحَبْلَ فِي رَقَبَتِهِ فَذَهَبُوا بِهِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَأُخْبِرَ فَذَهَبَ هُوَ وَأَصْحَابٌ لَهُ فَرَدُّوا الْقَلَائِصَ وَأَخَذُوهُ فَضَحِكَ مِنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا

(مسند امام احمد، ج ۴۴ ص ۲۴۳، رقم الحدیث ۲۵۵۰۹)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تجارت کے سلسلے میں بصری کی طرف روانہ ہوئے ان کے ساتھ دو بدری صحابہ نعیمان رضی اللہ عنہ اور سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، زاد راہ کے نگران سویبط تھے ایک موقع پر ان کے پاس نعیمان رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیدو سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں جب تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ آجائیں میں کچھ بھی نہ دوں گا۔ نعیمان بہت ہنس مکھ اور بہت حس مزاح رکھنے والے تھے، انہوں نے کہا کہ میں بھی تمہیں غصہ دلا کر چھوڑوں گا۔ پھر وہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو سواریوں پر بیرون ملک سے سامان لاد کر لا رہے تھے اور ان سے کہا کہ مجھ سے غلام خریدو گے جو عربی ہے، خوب ہوشیار ہے، لیکن زبان کا تیز ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ یہ بھی کہے کہ میں آزاد ہوں اگر اس بنیاد پر تم اسے چھوڑنا چاہو تو مجھے ابھی سے بتا دو میرے غلام کو میرے خلاف نہ کر دینا، انہوں نے کہا ہم آپ سے دس اونٹوں کے عوض اسے خریدتے ہیں، وہ ان اونٹوں کو ہانکتے ہوئے لے آئے اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے آئے، جب اونٹوں کو رسیوں سے باندھ لیا تو نعیمان کہنے لگے یہ رہا وہ غلام لوگوں نے آگے بڑھ کر سویبط سے کہا کہ ہم نے انہیں خرید لیا ہے سویبط نے کہا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، میں تو آزاد ہوں ان لوگوں نے کہا کہ تمہارے آقا نے ہمیں پہلے ہی تمہارے متعلق بتا دیا تھا اور یہ کہہ کر ان کی گردن میں رسی ڈال دی اور انہیں لے گئے۔ ادھر حضرت ابوبکر واپس آئے تو انہیں اس واقعے کی خبر ہوئی وہ اپنے ساتھ کچھ ساتھیوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس گئے اور ان کے اونٹ واپس لوٹا کر سویبط کو چھڑا لیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اس واقعے کے یاد آنے پر ایک سال تک ہنستے رہے۔

اب بتاؤ! حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے چار پائی باندھنے یا جوتیوں کو امام بنانے پر تو اعتراض ہے جو بچپن کے واقعات ہیں مگر اس واقعہ پر کیا تبصرہ کریں گے؟ کیا معترض کو نہیں معلوم کہ آزاد آدمی کو بیچنا کتنا بڑا گناہ ہے؟ لوگوں سے یہ کہنا کہ وہ زبان کا تیز ہے الخ یہ سچ میں آتا ہے؟ اگر معترض کہے کہ جی یہ سب مزاح میں تھا تو ظالمو! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ واقعات جو بچپن کی بچکانہ شرارتوں پر محمول ہیں ان پر اعتراض کیوں؟

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے واقعہ پر تو ان کو اعتراض ہے کہ کتے کا پلا کسی مہمان کے برتن میں ڈال دیا مگر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ ایک اعرابی اپنا اونٹ لایا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحن میں اسے بٹھادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ نے حضرت نعیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یار یہ اونٹ ہمیں ذبح کر کے کھلا دو، کیونکہ گوشت کھانے کی خواہش ہو رہی ہے۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کے پیسے ادا کر دیں گے۔ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کر دیا جب اعرابی واپس آیا اور اپنی اونٹ کی حالت دیکھی تو چلانے لگا کہ ہائے میرا اونٹ ہائے میرا اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور پوچھا کہ کس نے یہ کام کیا؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت نعیمان نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے گئے اور لوگوں سے ان کے بارے میں پوچھتے تو ضباعۃ بنت زبیر کے گھر میں آپ نے ان کو ڈھونڈ نکالا جو ایک گڑھے میں اوپر کھجور کے سوکھے پتے وغیرہ ڈال کر چھپے ہوئے تھے تو ایک شخص نے گڑھے کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں اس میں چھپے ہوئے ہیں اور زبان سے زور سے بولتے بھی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تو ان کو نہیں دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس گڑھے سے نکالا اور حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ سوکھے پتوں کی جھاڑ پھونک گرنے کی وجہ سے تبدیل ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تجھے اس کام پر کس نے ابھارا؟ انہوں نے کہا کہ جنہوں نے آپ کو میرا پتہ بتلایا انہوں نے ہی ایسا کرنے کو مجھے کہا۔ (گویا انہوں نے مجھے پھنسایا تو اب میں ان کو پھنساؤں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے چہرے کو صاف بھی کرتے رہے اور اس حرکت پر ہنستے بھی رہے اور بعد میں اس اونٹ کا تاوان ادا کر دیا۔

(الاستیعاب، ص ۴۴۳، ذکر نعیمان بن عمرو بن رفاعۃ)

کیوں جناب!!! کسی اور کا اونٹ بلا اجازت ذبح کرنا، ایک اعرابی بیچارے کو پریشان کرنا، پھر بھاگ کر گڑھے میں چھپ جانا یہ حرکت اگر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہوتی تو ان رضاخانیوں نے آسمان سر پر اٹھالینا تھا۔

(۳) ان کے مزاح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو حضرت مخرمۃ بن نوفل بن اھیب زہری رضی اللہ عنہ انتہائی بوڑھے ہو چکے تھے عمر ایک سو پندرہ سال تک ہو گئی تھی نابینا بھی ہو گئے تھے یہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں آئے اور معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پیشاب کرنے لگے تو لوگ چلائے کہ مسجد ہے تو حضرت نعیمان بن رفاعہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں مسجد کے ایک کونے میں لے گئے کہ یہاں پیشاب کر دو یہ مناسب جگہ ہے اور وہاں بٹھا کر چلے گئے لوگ چلائے کہ اللہ کے بندے یہ مسجد ہے تو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مجھے یہاں کون لایا ہے؟ بتلایا گیا کہ حضرت نعیمان تو آپ نے قسم کھائی کہ اگر مجھے وہ مل گیا تو اس کی خوب پٹائی کروں گا۔ پھر کافی عرصہ گذر گیا اور اس بات کو بھی مخرمہ رضی اللہ عنہ بھول گئے لیکن ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز پڑھتے ہوئے ادھر ادھر التفات نہ کرتے تو مخرمہ رضی اللہ عنہ سے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: ''کیا آپ نعیمان کو تلاش کر رہے ہیں''؟ تو

مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں، ضرور بتاؤ کہاں ہے؟'' تو حضرت نعیمان نے کہا کہ: ''یہ آپ کے سامنے ہی تو کھڑے ہیں'' (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے) اب مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لاٹھی دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور زور سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دے ماری جس سے ان کا سر پھٹ گیا۔ تو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ اللہ کے بندے تو نے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا۔ اب جب بنو زہرہ کو معلوم ہوا تو اس معاملے کے فیصلہ کیلئے جمع ہوئے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ نعیمان کا ناس کرے بس چھوڑ و اسے وہ بدری صحابی ہیں''۔

(الاستیعاب، ص ۴۸۴)

کیوں جناب اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کر دیں تو تمہارا واویلا، یہاں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کچھ نہیں کیا کوئی لب کشائی ہوگی اس پر؟

ابو عمار محمود المصری کی ایک کتاب جس کا ترجمہ غیر مقلدین کے فضیلۃ الشیخ مولانا یاسر عرفات نے کیا اور نظر ثانی فضیلۃ الشیخ حافظ عبد اللہ سلیم نے کی اس میں ہے:

''بکر بن عبد اللہ مزنی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ایک دوسرے کی طرف خربوزے پھینکتے''۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد (۴۱) بحوالہ نصیحت آموز اور عبرت انگیز سچے واقعات ص ۴۲)

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضا خانی اعتراض کرے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کے نزدیک اللہ کے ولی تھے، اتنے بڑے عالم تھے تو بچپن میں اس قسم کی شرارتیں کیوں صادر ہوئیں؟ تو یہ بھی جہالت ہے ولی کیلئے تو ولی بننے کے بعد بھی معصوم عن الخطا ہونا ضروری نہیں۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کہ جو ولی یہ دعوی کرے کہ اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تو وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ پہلے چور تھے لیکن بعد میں اللہ کے ولی بنے۔ حضرت ابو عبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی کتاب میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ ولایت کے بعد بھی معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ لہذا یہ اصول کہیں نہیں لکھا کہ کسی بڑے آدمی کیلئے شرط ہے کہ اس کا بچپن بھی معاذ اللہ نبیوں کی طرح گذرے، بلکہ شرح عقائد میں تو نبی کیلئے نبوت سے پہلے بھی ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہونا ضروری نہیں بتلایا گیا۔ تو ولی کے کے متعلق یہ خیال کیوں؟ جب گناہوں سے محفوظ ہونا بھی ضروری نہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ واقعات تو بچپنے کے ہونے کی وجہ سے کسی گناہ کے زمرے میں بھی نہیں آتے ان کیلئے یہ شرط کیوں؟ نیز یہ خیال لانے والے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت نعیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟

اس کے علاوہ بھی اس باب میں اس نے کچھ اعتراض کیئے ہیں جو اتنے سطحی ہیں کہ عام آدمی بھی اصل حوالہ جات کو سیاق وسباق سے چیک کر کے ان کو کو پڑھ کر اس کا بوگس ہونا معلوم کرلے گا اکثر کا تعلق تواضع کے کلمات اور آپسی مزاح سے ہے۔ جس کے اصولی جواب ہم ما قبل میں نقل کر چکے ہیں۔

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(باب یازدھم)

اس باب میں اکابر دیوبند کی طرف سے ذکر کردہ فقہ حنفی کے مسائل پر رضاخانی وغیر مقلدین حضرات کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں

مؤلّف

مناظر اہل السنّت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

باھتمام

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

اس باب میں میں معترض بطورتمہید لکھتے ہیں:

”دیوبندی چونکہ اصولی طور پر ہی اسلام سے جدا ہیں تو مسائل کے سلسلے میں ان سے اتحاد کی بات بے جا ہے۔ہم ان کے حنفی کہلوانے کی دھوکہ دہی کی حقیقت بھی بالکل خود ان کی کتب سے ظاہر کر چکے ہیں مگر عموما دیکھا جاتا ہے کہ دیوبندی جب اپنے اکابر کی کفریات کو اسلامی ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ فروعات کو ہوا دیتے ہیں اس لئے ہم نے مناسب جانا کہ ان کے مذہب کی فقہ بھی الگ ثابت کرنے کیلئے چند مسائل ذکر کردیں“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص۱۸۹)

یہ مضمون اس نے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ”دیوبندی مذہب،ص۱۸۱“ سے سرقہ کیا ہے۔حیرت ہے کہ جو آدمی دو لائینیں بھی اپنی تحقیق سے نہ لکھ سکے وہ آج اس مسلک کا ترجمان بنا ہوا ہے۔

اس اقتباس میں معترض نے اپنے پیش روؤں کی طرح جو جھوٹ بولے ہیں کہ ہم اپنے اکابر کا دفاع نہیں کر سکتے۔بار ہا اس کا جواب دیا جاچکا ہے لہذا ہم اس میں وقت مزید ضائع نہیں کرتے۔البتہ چند باتوں کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) موصوف نے جو یہ کہا کہ:

”دیوبندی جب اپنے اکابر کی کفریات کو اسلامی ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ فروعات کو ہوا دیتے ہیں“

تو واقعی جب آدمی میں غیرت مرجاتی ہے تو وہ جو چاہے کرے و بولے اسے کوئی شرم وحیاء مانع نہیں ہوتی

بے حیا باش ہر چہ خواہی کنند

ہمارے اکابر ساری زندگی خان صاحب کو ان عبارات پر للکارتے رہے مگر اسے بریلی کے بل سے نکلنے کی جرات نہ ہوئی تفصیل میری کتاب”نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات ِخدمات و کارنامے“ میں مطالعہ کریں۔رضاخانیوں کو اس میدان میں کس طرح زمین کی دھول چٹائی گئی اس کیلئے”فتوحات نعمانیہ“ کا مطالعہ کریں۔ہم کئی سال پہلے”مجلہ نور سنت“ میں یہ اعلان کر چکے ہیں کہ کسی رضاخانی کا کوئی چیلنج ہو تو سامنے آئے مگر آج تک کسی کو رابطہ کی جرات نہ ہوئی

اب ایک دفعہ پھر کہتا ہوں پاکستان بھر کے رضاخانی مناظر عموما اور اس کتاب کے مولف خصوصا نے اگر ماں کا حلالی دودھ پیا ہے تو حسام الحرمین اور خان صاحب و اذناب کا کفرانہی کے اصولوں و کتب کی بنیاد کے عنوان پر ہم سے مناظرے کیلئے دو بدو بیٹھے۔ہمارے نمبر تمہارے بڑے چھوٹوں سب کے پاس ہیں اگر غیرت ہے تو رابطہ کرو۔

ہم ہر اس شخص کو مبلغ دس ہزار روپے انعام دیں گے جو اس کتاب کے مولف کو میرے سامنے مناظرے کیلئے لائے۔فھل من مبارز

(۲) رضاخانی خود کتنے بڑے حنفی ہیں ان کے اس دھوکے و دجل کیلئے میری کتاب”رضاخانیت بمقابلہ حنفیت“ کا مطالعہ کریں۔

(۳) معترض کے جوابات سے پہلے معترض کا ایک اصول سمجھ لیں کہ معترض نے جتنے بھی مسائل نقل کئے وہ انہیں حنفیت کے خلاف سمجھتا ہے بلکہ اسلام کے خلاف اور اس کی وجہ یہ بتلاتا ہے کہ معاذ اللہ چونکہ دیوبندی اسلام ہی کے مخالف ہیں لہذا انہوں نے مسائل بھی امت مسلمہ سے ہٹ کر گڑھے ہیں۔لہذا معترض کے اعتراض کے جواب میں ہم جتنے حوالے پیش کریں گے معترض کے اصول کے تحت

وہ اسلام سے عموماً و حنفیت سے خصوصاً ہٹے ہوئے ہیں۔اب دیکھتے جائیں۔

(اعتراض ۲۱۶): زاغ معروفہ کی حلت و حرمت کا مسئلہ

قارئین کرام! دراصل قطب الاقطاب فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سہانپور کے کسی باشندے نے سوال کیا کہ:

سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا۔ یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟۔

جواب: ثواب ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۰، ج ۲)

اتنی سی معمولی بات پر نام نہاد بریلوی مولویوں نے اپنا کمالِ علم یہ ظاہر فرمایا کہ وعظ و تقریر اشتہارات و رسائل غرض جملہ مراحل طے کر ڈالے اپنے اکابر و اساتذہ کو گالیاں دیں اور عوام سے دلوائیں حالانکہ زاغ معروفہ کا یہ مسئلہ کوئی جدید مسئلہ نہیں۔ دیگر آئمہ کرام کے زمانے میں بھی اس کے متعلق سوال ہوئے اور انھوں نے اس کی حلت پر فتوے دئے۔ لیکن زمانہ کا اقتضاء اور چودھویں صدی کی آزادی کا منشاء ہے کہ عقل و فہم کو، اصول و شریعت کو، مسلک حنفیت کو سب کو بالائے طاق رکھ کر آنکھیں بند کر کے وہ وہ خامہ فرسائی کی گئی کہ الامان والحفیظ۔

جبکہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کے محض زاغ معروفہ کی حلت کے فتوے کی بنیاد پر اگر علمائے دیوبند کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو یہ حضرات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زبان کیوں نہیں کھولتے جو ہر طرح کے کوے کو حلال مانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو:

مسلک مالکی میں ہر قسم کا کوا حلال ہے

المالكية قالوا: يحل اكل الغراب بجميع انواعه

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۲، ص ۱۸۳، کتاب الحظر والاباحۃ، طبع مصر)

مالکیہ کے نزدیک ہر قسم کا کوا کھانا حلال ہے۔

حیرت ہے کہ مسلک مالکی والے اگر ہر قسم، ہر نوع کے کوا کھانے کو حلال لکھ دیں تو ان کے خلاف ایک لفظ ان حضرات کے منہ سے نہیں نکلتا۔ مگر علمائے دیوبند اگر فقہ حنفی کی روشنی میں کسی چیز کی حلت کا فتوی دے دیں تو آسمان سر پر اٹھالیا جاتا ہے۔۔؟؟؟ آخر یہ محض تعصب اور دیوبند دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔؟۔

پھر بریلوی حضرات کو فتاوی رشیدیہ کا یہ فتوی تو نظر آتا ہے مگر کیا کبھی اپنے گھر کی خبر بھی لی ہے کہ جن کے اعلحضرت نے ''چمگادڑوں'' اور ''الوؤں'' تک کے حلت کے فتوے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

نواب احمد رضا خان کے نزدیک ''چمگادڑ'' حلال ہے

''چمگادڑ چھوٹا ہو یا بڑا جسے ان دیار میں باگل کہتے ہیں اس کی حلت و حرمت ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالی میں مختلف فیہ ہے۔ بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی۔ اس وجہ سے کہ وہ ذی ناب ہے مگر قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے کہ مطلقا دانت

موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانت جن سے جانور شکار کرتا ہو۔ظاہر ہے کہ چمگادڑ پرند شکاری نہیں لہذا درمختار میں قول حرمت کی تضعیف کی گئی ہے"۔(فتاوی رضویہ،ج ۲۰،ص ۳۱۸)

بریلوی حضرات اب بتلائیں کہ نواب احمد رضاخان بریلوی تمہیں کس مقام پر لے آئیں۔اب تو مہمانوں کی ضیافت پر اور میت کے سوم یعنی تیسرے دن اور میت کے چالیسویں میں اور ششماہی اور سالانہ ختم شریف میں اور شادیوں کے موقعہ پر مرغی کا اتنا مہنگا گوشت خریدنے سے تمہاری جان چھوٹ گئی۔کیونکہ حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرغی کا گوشت کھانا مکروہ ہے لہٰذا مکروہ سے بچنے کیلئے آپ کے امام صاحب نے آپ کی سہولت کیلئے یہ بابرکت فتوی دیا لہٰذا اب ہر بابرکت بریلوی محفل میں (خصوصا گیارہویں شریف اور احمد رضاخان صاحب کے سالانہ عرس) میں اس گوشت کو عام کیا جائے تاکہ مرغی کے گوشت کی مہنگائی کا توڑ بھی ہو سکے اور مہمان گوشت سے لطف اندوز بھی ہو سکیں۔اور احمد رضاخان صاحب کو جھولیاں اٹھا اٹھا کر دعائیں دیں کہ جس نے آپ حضرات کو مہنگائی کے منہ سے نکال کر بغیر قیمت کے ملنے والا چمگادڑ کا گوشت کھانے کا فتوی دے دیا تاکہ اس کے مقلدین پریشان نہ ہوں۔

اگر آپ کہیں کہ حضرت آپ ذرا صبر سے کام لیں ہمارے "اعلیٰ حضرت" نے اس کو اپنی طرف سے حلال نہیں کیا بلکہ فقہاء احناف کے حوالے دیئے ہیں تو یہی بات ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی کوے کی ایک قسم کی حلت پر فقہاء احناف کے حوالے بطور دلیل رکھتے ہیں اس وقت آپ حضرات کو یہ اصول یاد کیوں نہیں آتے؟۔

"الو" حلال ہے نواب احمد رضاخان صاحب کا فتوی

اہل السنت والجماعت پر اعتراض کرنے والوں ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ آپ کے خان صاحب نے تو "الو" کے حلال ہونے کا بھی ایک قول نقل کیا ہے۔فتوی ملاحظہ ہو:

"بعض نے کہا کہ شقراق نہ کھایا جائے اور بوم (الو) کھایا جائے۔۔۔وعن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ قول انہ حلال امام شافعی کا ایک قول ہے کہ یہ (الو) حلال ہے"۔(فتاوی رضویہ،ج ۲۰،ص ۳۱۳،۳۱۴)

اگرچہ خان صاحب نے الو کھانے کے قول کی تضعیف کی ہے مگر کل کو اگر کوئی بریلوی اس فتوے کو دیکھ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے الو کھانے لگ جائے تو کیا بریلوی حضرات اس شخص پر بھی اسی قسم کے سوقیانہ جملے کسیں گے جو وہ علمائے دیوبند پر بولتے ہیں؟ اور کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی کبھی ان لوگوں کی دراز زبانیں کھلیں گی؟ یا یہ گالیاں صرف حضرات دیوبند کیلئے رہ گئی ہیں؟۔ہاں ہاں کبھی ان کے خلاف ایک لفظ نہ بولیں گے اس لئے کہ علمائے دیوبند کے خلاف بکواس کرنے پر اوپر سے مرغ مسلم ملتا ہے اور ان حضرات کے خلاف بولنے پر جوتے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا ہی نہ ہو

زاغ معروفہ اور فقہاء احناف

قارئین کرام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتوی دیا اور فقہاء حنفیہ کی تصریحات کے عین مطابق ہے اور ان کی فقاہت

کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔اس سلسلے میں حضرات سلف رحمہم اللہ کے اقوال پیش کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ کوے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ کوا جس کی خوراک صرف اور صرف نجاست ہو یہ بالاتفاق حرام ہے۔

(۲) وہ کوا جس کی خوراک صرف پاک چیزیں ہوں جو صرف دانہ وغیرہ کھاتا ہے عموما دیہات وغیرہ میں ہوتا ہے یہ بالاتفاق حلال ہے۔

(۳) وہ کوا جو کبھی غلاظت کھاتا ہے کبھی پاک چیزیں اور اس کی خوراک دونوں قسم کی چیزیں ہیں ۔تو یہ کوا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے ۔اور فتوی بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے ۔اور یہی کوا ہمارے علاقے میں پایا جاتا ہے اور اسی کو فتاوی رشیدیہ میں حلال کہا گیا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن محمد سرخسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب مبسوط میں کوے کی اقسام اور ان کے احکام کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فان کان الغراب بحیث یخلط فیا کل الجیف تارۃ والحب تارۃ فقد روی عن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انہ یکرہ لانہ اجتمع فیہ الموجب للحل والموجب للحرمۃ وعن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ انہ لا باس باکلہ وھو الصحیح علی قیاس الدجاجۃ فانہ لا باس باکلھا ۔

(المبسوط، ج ۱۱ص ۲۴۸، بیروت)

اگر کوا وہ جو کبھی گندگی کھاتا ہے اور کبھی دانے تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ مکروہ ہے ۔کیونکہ اس میں حلت و حرمت دونوں موجب جمع ہو چکے ہیں ۔اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ۔اور یہی صحیح ہے ۔مرغی پر قیاس کرتے ہوئے کیونکہ اس کے کھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

اب بریلوی حضرات جواب دیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تم لوگ بھی اپنا پیشوا مانتے ہو مندرجہ بالا عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور فرمائیں کہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا نقل کر گئے ہیں اور کس طرح اس کو صحیح قرار دے چکے ہیں ۔اور یہ بھی بتادیں کہ کوے کی مذکورہ قسم پر حلت کا فتوی صرف ہمارے پیشوا حضرت گنگوہیؒ نے ہی دیا ہے یا امام اعظمؒ سے بھی اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے ۔؟

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اسی طرح امام علاؤ الدین ابو بکر کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کوے کی حلت وحرمت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فحصل من قول ابی حنیفۃ ان ما یخلط من الطیور لا یکرہ اکلہ کالدجاج و قال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یکرہ لان غالب اکلہ الجیف ۔

(البدائع الصنائع، ج ۶ص ۱۹۷)

امام ابو حنیفہ کے قول سے معلوم ہوا کہ جو پرندے حلال وحرام دونوں طرح کی غذا کھاتے ہیں وہ مکروہ نہیں ہیں جیسے مرغی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہیں کیونکہ ان کی غالب غذا مردار ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی جانور میں مردار ونجاست کا غلبہ ہو تو وہ بھی حرام ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عام پھرنے والی مرغی کو بھی حرام کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قسم کا پرندہ حلال ہے۔ حیرت ہے کہ بریلوی حضرات دیوبند دشمنی میں کوے کی حرمت پر تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہیں مگر مرغ مسلم ٹھونستے وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کو بالکل پست پشت ڈال دیتے ہیں۔

اسی طرح عنایہ علی ہامش فتح القدیر میں ہے کہ:

اما الغراب الابقع و الاسود فهو انواع ثلثه :نوع يتلقط الحب ولا ياكل الجيف وليس بمكروه،ونوع منه لا ياكل الا الجيف وهو الذى سماه المصنف الابقع الذى ياكل الجيف و انه مكروه و نوع يخلط ياكل الحب مرة والجيف اخرى ولم يذكره فى الكتاب وهو غير مكروه عند ابى حنيفة مكروه عند ابى يوسف (عنایہ ص ۵۱۲، ج۹)

غراب ابقع اور غراب اسود کی تین قسمیں ہیں ایک قسم صرف دانے چگتی ہے مردار خور نہیں یہ مکروہ نہیں ایک قسم صرف مردار خور ہے مصنفؒ نے اسی کو ابقع کہا ہے یہ مکروہ ہے۔ اور ایک قسم دونوں طرح کی غذائیں کھالیتی ہے۔ کتاب میں اس کا ذکر نہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اماا بو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

پھر آگے اس اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اصل ذالك ان ما يوكل الجيف فلحمه نبت من الحرام فيكون خبيثا عادة وما يوكل الحب لم يوجد ذالك فيه وما خلط كالدجاج فلا باس باكله عند ابى حنيفه و هو الاصح لان النبى ﷺ اكل الدجاجة و هى مما يخلط۔(ایضا ص ۵۱۲، ۵۱۳، ج۹)

اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو پرندہ گندگی کھاتا ہے تو چونکہ اس کا گوشت بھی اسی سے نشونما پاتا ہے اس لئے مکروہ ہے اور جو صرف دانہ کھاتا ہے تو چونکہ اس میں یہ صورت نہیں تو وہ حلال ہے۔ اور جو پرندہ گندگی اور پاک چیزیں دونوں کھاتا ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے اور یہی صحیح قول ہے اس لئے کہ مرغی بھی نجاست اور پاک چیزیں دونوں کھاتی ہے مگر حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا ہے۔

درمختار میں ہے کہ:

حل (غراب الذرع)الذى ياكل الحب (والارنب والعقعق)هو غراب يجمع بين اكل جيف و حب والاصح حله ۔(درمختار مع فتاوی شامی ص ۳۷۳، ج۹)

اور کھیتی کا کوا جو دانا کھاتا ہے حلال ہے اور خرگوش اور عقعق وہ کوا ہے جو گندگی اور دانا دونوں کھاتا ہے صحیح قول کے مطابق اس کا کھانا حلال ہے۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

والغراب الابقع مستخبث طبعا فاما الغراب الذرعى الذى يلتقط الحب مباح طيب و ان كان

الغراب بحیث یخلط فیاکل الجیف تارۃ والحب اخری فقد روی عن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انہ یکرہ و عن ابی حنیفۃ انہ لا باس باکلہ وھو الصحیح علی قیاس الدجاجۃ۔

(فتاوی عالمگیری، ج۵،ص۳۵۸)

اورغراب ابقع جوصرف مردار کھاتا ہے طبعاً گندہ ہے اورغراب زرعی جوصرف دانہ چگتا ہے مباح اور پاکیزہ ہے۔اوراگرکواایسا ہو جو مرداراوردانہ دونوں کھالیتا ہوتواس کے بارے میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مکروہ ہے اورامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں یہی صحیح قول ہے جیسا کہ مرغی دونوں چیزیں کھانے کا باوجود حلال ہے۔

ان حوالوں سے بھی صاف طور پرمعلوم ہوا کہ وہ کوایا کوئی بھی پرندہ جوغلاظت اور پاک اشیاء دونوں کھائے وہ صحیح تر قول کے مطابق ہے حلال ہے اوراسی بنیاد پرفتاوی رشیدیہ میں حلت کا فتوی دیا گیا۔غرض اس قسم کے کوے کی حلت میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں مگر چونکہ متروک الاستعمال ہے اس لئے نہ کسی نے اس کو کھانے کا خیال کیا نہ استفتاء کی ضرورت پیش آئی بلکہ عوام کا خیال یہی رہا ہے کہ حرام کوا یہی ہے۔لہٰذا سہارنپور کے کسی باشندے نے شیخ المشائخ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استفتاء کیا اور مولانا ممدوح نے معمولی طور پر جواب دے دیا۔اتنی سی معمولی بات پرنام نہاد مولویوں نے اپنا کمال علم یہ ظاہر فرمایا کہ وعظ وتقریر میں وہ وہ گالیاں دی کہ الامان والحفیظ حالانکہ ان جاہلوں نے ذرا یہ نہ سوچا کہ ان گالیوں کی زد میں صرف حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں آرہے ہیں۔۔بلکہ یہ اعلام امت بھی اس کا نشانہ بن رہے ہیں۔غرض فقہ حنفی کی ہر مستند کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے طوالت کے خوف سے ہم انہی حوالہ جات پر بس کرتے ہیں اس لئے کہ ماننے والے کیلئے ایک حوالہ بھی کافی ہے اورنہ ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے متعلق نواب احمد رضا خان کا اصول

قارئین کرام ماقبل کے حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جوفتوی دیا وہی فتوی امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ احمد رضا خان صاحب کے اصول کے تحت جومسلک اور موقف علامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوے کی حلت کے متعلق اختیار کیا احمد رضا خان صاحب کے اصول کے تحت وہی مسلک ان کا بھی بنتا ہے۔چنانچہ اللہ رب العزت نے مولوی صاحب کے قلم سے ایسی بات نکلوادی جس سے مسلک اہلسنت دیوبند کی زبردست تائید ہوتی ہے۔احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

’’اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتوی دیا مگر اصح واحوط اقدم قول امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الاعلام بان فتوی علی القول الامام میں ہے۔اذا قال الامام فصدقوہ فان القول ما قال الامام۔ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی‘‘۔

(ملفوظات،حصہ دوم،ص ۱۴۴)

قارئین کرام احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ وہ ہر حال میں فتوی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہی دیتے ہیں الا کوئی سخت مشکل ہو بلکہ وہ تو اس میں اس قدر جنونی ہو چکے تھے کہ اس کی تائید میں ایک عدد رسالہ بھی لکھ دیا تھا جس کا حوالہ انھوں نے

اپنے اوپر کے ملفوظ میں بھی دیا۔پس ہم نے ثابت کر دیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ زاغ معروفہ کو حلال مانتے ہیں اور احمد رضا خان کے قائم کردہ اصول کے تحت یہی مذہب مولوی احمد رضا خان کا بھی بنتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی اسی پر ہے۔پس یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمائے دیوبند کی ضد میں ان لوگوں نے نہ صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو چھوڑ دیا بلکہ اپنے دین کے بانی جن کے نام پر ان کے پیٹ کے دھندے چل رہے ہیں کہ تقلید کو بھی خیر باد کہہ دیا۔

پھر یہ بھی دیکھیں کہ ہم نے ما قبل میں ثابت کر دیا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرغی کھانا مکروہ ہے یہ لوگ کوے کی حرمت پر تو ان کے قول پر فتوی دیتے ہیں مگر نہ معلوم مرغی کے حرام ہونے پر یہ لوگ امام ابو یوسف کے مذہب پر کب فتوی دیں گے۔؟ مر جائیں گے مگر مرغی کھانا نہ چھوڑیں گے اگر چہ حرام کی ہی کیوں نہ ہو۔پس بریلوی حضرات کو بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ کوے کے مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتوی دیں گے تو ردعمل میں مرغی کی حرمت پر بھی فتوی دینا ہوگا۔اور اس صورت میں مولوی احمد رضا خان کے وصایا شریف میں درج ایک درجن مرغن غذاؤں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔تو کیا اس کیلئے تیار ہو۔؟

وقت کی کمی کی وجہ سے یہ چند معروضات پیش کر دی ہیں۔اگر کسی بریلوی کی طرف سے کوئی ردعمل آیا تو انشاء اللہ مزید تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔اللہ پاک حق بات قبول کرنے اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

کوا حلال ہے بریلوی فتوی

’’کوا چار قسم پر ہوتا ہے ایک وہ ہے کہ صرف دانہ ہی چگتا ہے جس کو فارسی میں زاغ کہتے ہیں وہ حلال ہے۔اور جو کوا مردار ہی کھاتا ہے وہ حرام ہے۔اور جو کوا پنجہ سے شکار کرتا ہے وہ بھی حرام ہے۔جو دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی کھاتا ہے جس کو عربی میں عقعق کہتے ہیں وہ امام صاحب کے نزدیک حلال ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اول قول مفتی بہ ہے‘‘۔

(انوار شریعت، ج ۲ ص ۱۹۹)

(اعتراض ۲۱۷): اگر کوا حلال ہے تو کھاتے کیوں نہیں؟

جواب: ضروری نہیں کہ جو چیز حلال ہو اسے کھایا بھی چاہئے ٹڈی حلال ہے مگر کوئی بھی ہمارے دیار میں اسے کھاتا نہیں بلکہ ایک طرح سے کراہت ہوتی ہے اسے دیکھ کر۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ (ضب) پیش کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا صحابہ نے کھایا۔

اوجھڑی حلال ہے مگر بہت سے افراد اسے نہیں کھاتے اور ایک طرح کی گھن محسوس کرتے ہیں۔خان صاحب بریلوی نے چمگادڑ کو حلال کہا ہے مگر کیا آپ نے کبھی کھایا ہے؟

(اعتراض ۲۱۸): مشت زنی جائز ہے

یہ عنوان قائم کر کے معترض لکھتا ہے:

’’سوال زید کو جماع کی سخت ضرورت ہے اور اس کی زوجہ حائضہ ہے اس صورت میں وہ کیا کرے گا؟

الجواب: بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکال دے یا اس کے ہاتھ سے خارج کرا دے لیکن اس کی ران وغیرہ کو مس نہ کرے۔

(امداد الفتاوی، ج ۲،ص ۳۳۹)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ”دیوبندی مذہب،ص ۱۸۳ طبع اول“ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا پورا جواب یوں ہے:

”بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکال دے یا اس کے ہاتھ سے خارج کرا دے لیکن اس کی ران وغیرہ کو مس نہ کرے۔فی الدر المختار و یمنع (ای الحیض) حل دخول المسجد الی قولہ و قربان ما تحت الازار یعنی مابین سرۃ و رکبۃ ولو بلا شھوۃ و حل ما عداہ مطلقا۔(امداد الفتاوی، ۲،ص ۳۵۷)

کتنی بڑی بے شرمی کی بات ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فقہ حنفی کا جزیہ پیش کیا مگر اس خائن نے اسے نقل نہ کیا۔ہم تفصیلی جواب دینے کے بجائے ان کے خان صاحب کا جوتا ہی ان کے سامنے رکھتے ہیں امید کرتا ہوں کہ تبرک سمجھ کر چومیں گے خان صاحب لکھتے ہیں:

”زید اگر ایام حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلت کو مس کر کے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ ہے کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں؟

الجواب: پیٹ پر جائز ہے۔اور ران پر ناجائز کہ حالت حیض و نفاس میں ناف کے نیچے سے رانوں تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کر سکتا“۔(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۲،ص ۴۰)

لیجئے آپ کے خان صاحب پیٹ پر ذکر رگڑ کر منی نکالنے کو جائز قرار دے رہے ہیں اب اگر اس معترض میں غیرت ہوگی تو اعتراض واپس لے یا اسی انزال میں ڈوب کے مر جائے۔

ایک رضا خانی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے بتلائے ہوئے مسئلہ پر یہ اپنی ذہنی گندگی یوں انڈیلتا ہے:

”معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کو بالکل چھٹی ہے کہ ایام ماہواری میں اپنی عورتوں سے مشت زنی کروایا کریں،کیا دیوبندی صاحبان عورتوں سے مشت زنی کرانے کیلئے ہی نکاح کرتے ہیں“۔(دیوبندی مذہب،ص ۱۸۳)

فتاوی رضویہ کی عبارت کی روشنی میں یہی سوال ہمارا رضا خانیوں سے ہے غیرت ہے تو جواب دو۔

رہا مشت زنی کے جواز کا فتوی معاذ اللہ تو وہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تو کہیں نہیں دیا لیکن آئیے ہم فقہ حنفی سے اس کا جواب بتلا دیتے ہیں۔علامہ شامی اور صاحب درمختار دونوں لکھتے ہیں:

وَلَوْ خَافَ الزِّنٰی یُرْجٰی أَنْ لَا وَبَالَ عَلَیْہِ.

یعنی اگر مشت زنی زنا میں مبتلا ہونے کے خوف سے کی تو امید ہے کہ اس پر اس کا کوئی وبال نہیں

فَإِنْ غَلَبَتْہُ الشَّھْوَۃُ فَفَعَلَ إِرَادَۃَ تَسْکِیْنِھَا بِہٖ فَالرَّجَاءُ أَنْ لَا یُعَاقَبَ

(شامی، ج ۲،ص ۳۹۹،مَطْلَبٌ فِی حُکْمِ الِاسْتِمْنَاءِ بِالْکَفِّ)

یعنی اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہو گیا اور شہوت سے تسکین کیلئے مشت زنی کی تو امید ہے کہ آخرت میں ماخوذ نہ ہوگا۔

یہی مسئلہ البحر الرائق میں لکھا ہوا ہے:

وَهَلْ يَحِلُّ الِاسْتِمْنَاءُ بِالْكَفِّ خَارِجَ رَمَضَانَ إِنْ أَرَادَ الشَّهْوَةَ لَا يَحِلُّ لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - »نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ« ، وَإِنْ أَرَادَ تَسْكِينَ الشَّهْوَةِ يُرْجَى أَنْ لَا يَكُونَ عَلَيْهِ وَبَالٌ كَذَا فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ

(البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۹۹)

یہی فتوی کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا ہے:

الِاسْتِمْنَاءُ بِالْكَفِّ ذَكَرَ الْمَشَايِخُ فِيهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ { نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ ، فَإِنْ غَلَبَتْهُ الشَّهْوَةُ فَفَعَلَ إِرَادَةَ تَسْكِينِهَا بِهِ فَالرَّجَاءُ أَنْ لَا يُعَاقَبَ }

(فتح القدیر، ج ۴، ص ۳۲۶)

بلکہ کویتی موسوعہ میں تو شہوت مفرط کی صورت میں اس کو واجب لکھا ہے:

وَإِنْ كَانَ الِاسْتِمْنَاءُ بِالْيَدِ لِتَسْكِينِ الشَّهْوَةِ الْمُفْرِطَةِ الْغَالِبَةِ الَّتِي يُخْشَى مَعَهَا الزِّنَى فَهُوَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ ، بَل قِيل بِوُجُوبِهِ ، لأَنَّ فِعْلَهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ مِنْ قَبِيل الْمَحْظُورِ الَّذِي تُبِيحُهُ الضَّرُورَةُ ، وَمِنْ قَبِيل ارْتِكَابِ أَخَفِّ الضَّرَرَيْنِ

(الموسوعۃ الفقہیہ، ج ۴، ص ۹۸)

یہ تو تھا حنفی مذہب۔ اب مالکیہ کا مذہب ملاحظہ ہو ان کا مذہب بھی یہی ہے۔ شیخ خطاب عینی المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ غَازِيٍّ: ظَاهِرُهُ أَنَّهُ يَجُوزُ لَهُ الِاسْتِمْنَاءُ بِيَدِهَا وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْمَذْهَبِ صَرَّحَ بِذَلِكَ وَقَدْ صَرَّحَ بِجَوَازِهِ أَبُو حَامِدٍ فِي الْإِحْيَاءِ.

(قُلْتُ) ، وَلَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ ، وَعُمُومُ نُصُوصِهِمْ كَالصَّرِيحَةِ فِي ذَلِكَ قَالَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ مَالِكٌ: وَالْحَائِضُ تَشُدُّ إِزَارَهَا وَشَأْنُهُ بِأَعْلَاهَا ، كَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ فِي الْبُخَارِيِّ وَالْمُوَطَّإِ قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ وَقَوْلُهُ: شَأْنُهُ بِأَعْلَاهَا ، أَيْ: يُجَامِعُهَا فِي أَعْكَانِهَا وَبَطْنِهَا ، أَوْ مَا شَاءَ مِنْهَا مِمَّا هُوَ أَعْلَاهَا ، انْتَهَى.

قَالَ ابْنُ بَشِيرٍ: لَا خِلَافَ فِي جَوَازِ الْوَطْءِ فِيمَا فَوْقَ الْإِزَارِ ، انْتَهَى

(مواہب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل، ج ۱، ص ۳۷۴)

اب حنبلی مذہب کا مسئلہ بھی پڑھ لیں انہوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ اگر عوام کا خوف نہ ہوتا تو اس کا ترجمہ بھی کرتا معترض اسے پڑھے اور ڈوب مرے۔

وَلِحَدِيثٍ رَوَاهُ الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ فِي جُزْئِهِ ، وَعَنْهُ: يُكْرَهُ تَنْزِيهًا ، نَقَلَ ابْنُ مَنْصُورٍ: لَا يُعْجِبُنِي بِلَا ضَرُورَةٍ ، قَالَ مُجَاهِدٌ: كَانُوا يَأْمُرُونَ فِتْيَانَهُمْ أَنْ يَسْتَعِفُّوا بِهِ ، وَعَنْهُ: يَحْرُمُ مُطْلَقًا ، وَنَقَلَهُ الْبَغَوِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ عَنْ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ ، (وَإِنْ فَعَلَهُ خَوْفًا مِنَ الزِّنَا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ لَوْ فَعَلَ ذَلِكَ خَوْفًا عَلَى بَدَنِهِ لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ ، فَفِعْلُهُ خَوْفًا عَلَى دِينِهِ أَوْلَى ، وَيَجُوزُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ ، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَى نِكَاحٍ ، وَلَوْ أَمَةً

(المبدع شرح المقنع، ج ۷، ص ۴۲۷)

اب میں انصاف قارئین سے مانگتا ہوں کہ جو مسئلہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ نے لکھا ہو یہ بدبخت اسے اسلام کے منافی بتلاتا ہے تو ہم ان جیسے رضاخانیوں ہی کو اسلام سے خارج سمجھیں یا اپنے ان اسلاف کو معاذ اللہ؟

(اعتراض۲۱۹): فرج کی رطوبت پاک ہے

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''جو رطوبت اکثر اوقات رحم سے سائل ہوتی ہے جسکو اصل سائل نے پوچھا ہے ۔۔۔پس اس رطوبت مغائرہ للودی والمذی والتشبیہ باللعاب امام صاحب وصاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلا کے اصل جواب میں قول بالطہارۃ پر فتوی دیا گیا ہے۔

(بوادر النوادر،ص ۲۱۳ از تھانوی)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۰)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۳ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: اس مسئلہ پر اعتراض کرنا بھی پرلے درجے کی جہالت اور رضاخانیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد ہے۔اس لئے کہ رطوبت داخل فرج میں اختلاف ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پاک ہے اور صاحبین کے نزدیک ناپاک ہے۔ملاحظہ ہو اس پر ناقابل تردید دلائل۔

وَأَمَّا رُطُوبَةُ الْفَرْجِ فَهِيَ طَاهِرَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ كَسَائِرِ رُطُوبَاتِ الْبَدَنِ وَعِنْدَهُمَا نَجِسَةٌ

(الجوهرة النيرة، ج۱،ص ۳۸)

جہاں تک فرج کی رطوبت کی بات ہے تو وہ امام صاحب کے ہاں پاک ہے جیسے بدن کی دیگر رطوبات جبکہ صاحبین کے نزدیک ناپاک ہے۔

درمختار میں ہے:

رُطُوبَةَ الْفَرْجِ طَاهِرَةٌ عِنْدَهُ (رد المحتار علی الدر المختار، ج۱،ص ۱۶۶)

لیکن ان لوگوں کا فقہ حنفی پر ایمان ہوتا تو اعتراض ہی کیوں کرتے؟ اس لئے اب انہی کے گھر کا حوالہ پیش خدمت ہے۔مولوی امجد علی گھوسوی لکھتا ہے:

''عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں''۔

(بہار شریعت، ج ۲،ص ۸۴)

غلام مہر علی کی جہالت اور بدیانتی

غلام مہر علی بدترین تحریف کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''حالانکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ رطوبت نجس ہے دیکھو فتاوی شامی ج ۱ص ۱۱۷ میں ہے کہ ان الخارج نجس بالاتفاق''۔

(دیوبندی مذہب،ص ۱۸۳)

حالانکہ علامہ شامی کی یہ عبارت پیشاب پاخانہ کے بارے میں ہے نہ کہ مذکورہ مسئلہ کے متعلق دراصل علامہ شامی فرماتے ہیں کہ نجاست جب

تک محل میں ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اسی لئے کہا گیا کہ استنجا سنت ہے حالانکہ جو چیز خارج ہوئی وہ بالاتفاق نجس ہے۔

أَقُوْلُ: قَدْ يُقَالُ إِنَّ النَّجَاسَةَ مَا دَامَتْ فِي مَحَلِّهَا لَا عِبْرَةَ لَهَا، وَلِذَا كَانَ الِاسْتِنْجَاءُ سُنَّةً لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي غَيْرِ الْغُسْلِ مَعَ أَنَّ الْخَارِجَ نَجِسٌ بِالِاتِّفَاقِ، فَلَا تَدُلُّ سُنِّيَّةُ الْغُسْلِ عَلَى الطَّهَارَةِ فَتَدَبَّرْ

(اعتراض ۲۲۰): دیوبندی عقل کے فتوے سے اپنی ماں سے زنا اور اپنا گوہ کھانا جائز ہے

یہ عنوان قائم کر کے اس رضاخانی نے ملفوظات ج۶ص ۴۴ کے حوالے سے اعتراض کیا ہے۔اور یہ اعتراض اس نے ’’دیوبندی مذہب ،ص ۱۸۴‘‘ سے سرقہ کیا ہے۔چونکہ اس ملفوظ پر بہت تفصیل کے ساتھ فاتح رضاخانیت حضرت مولانا یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ رضاخانیوں کے ساتھ مناظرہ کر چکے ہیں لہذا ہم اس پورے مناظرے کو ہی یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

مناظرہ دوکوٹہ

مرتب: اعجاز الحق صاحب

مورخہ ۲۸ جون ۱۹۶۹ء بروز جمعہ مولانا عبد القادر صاحب دیوبندی حنفی آف کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ تبلیغ دین کی اشاعت کیلئے خان عاشق محمد خان صاحب جوئیہ رئیس اعظم دوکوٹہ تحصیل میلسی ضلع ملتان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو جامع مسجد میں تو تقریر کرلوں خدا کی دین کی باتیں سنادوں؟۔چنانچہ موصوف نے اجازت بخشی اور مولانا نے خطاب فرمایا۔لیکن جامع مسجد کے خطیب مولوی اللہ بخش فاضل انوار العلوم ملتان، چونکہ بریلوی مسلک رکھتے تھے جنہوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور دوران تقریر چٹ بازی شروع کی تاکہ مولانا موصوف ایسی باتوں میں الجھ جائیں وعظ ختم کر کے اسٹیج چھوڑ دیں۔مگر مولانا ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة کے تحت اپنا فریضہ انجام دیا۔جمعہ سے فارغ ہوئے تو پھر چند لوگوں کی معیت میں مولوی اللہ بخش بریلوی نے مجبور کیا کہ آپ کے اکابر العیاذ باللہ گستاخان رسول ہیں جنہوں نے ایسی گستاخانہ عبارات لکھی ہیں حتی کہ ’’ماں کے ساتھ زنا کرنا جائز‘‘ لکھا ہم ثابت کریں گے کہ مولانا تھانوی نے یہ عبارت لکھی ہے۔لہذا آپ ہمیں جواب دیں۔مولانا نے فرمایا اگر مسئلہ پوچھا ہے تو میں بتا دیتا ہوں اور اگر مناظرہ کرنا ہو تو پھر خوب تیاری کرلی تاکہ یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے تیاری نہیں کی۔اب آپ لوگوں کی مرضی ہے۔چنانچہ بریلوی نے ۱۱۔۷۔۶۹ء بروز جمعہ کا انتخاب فرمایا۔پھر لطف یہ کہ اپنے ہی مرکز کو مقام مناظرہ قرار دے کر مولانا عبد القادر صاحب سے مذکورہ تحریر پر دستخط کروالئے کہ آپ جس کو چاہیں ہمارے سامنے لے آئیں اور مذکورہ عبات پر مناظرہ کرلے۔اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مولانا عبد القادر صاحب نے دفتر تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ پہنچے عصر کی نماز پڑھی۔دفتر میں خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور دین پوری صاحب تشریف فرما تھے۔ان کے پہلو میں اتفاقا مناظر اسلام مولانا محمد یوسف رحمانی بیٹھے تھے۔مولانا عبد القادر صاحب نے مولانا دین پوری کو سارا ماجرہ سنایا۔آپ نے مناظر اسلام مولانا یوسف رحمانی کو مجبور فرمایا۔چنانچہ مولانا رحمانی نے فوراً لبیک کہا اور بریلویت کے مرکز پر دندان شکن جوابات دیکر اپنے مسلک کی حقانیت اور اپنا لوہا منوالیا۔بریلویت پر جو بجلی گری فبهت الذی كفر کا نظارا بریلویوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔انگشت بدندان تھے ان پر صف ماتم بچھ گئی۔حق کو بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہوا۔اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ

فریقین کے پیش کردہ دلائل کومن وعن عوام الناس تک پہنچایا جائے تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ بریلوی حضرات کس دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کی تحریرات وعبارات میں کس طرح قطع وبرید کر کے تلبیس ابلیس کی بناء پر اہل حق کو بدنام کرتے اور کیا کیا ڈھونگ رچاتے ہیں۔

مناظر اسلام مولانا یوسف رحمانی صاحب کا استقبال

مورخہ ۱۰۔۷۔۶۹ بروز جمعرات مولانا گل محمد صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند اور صوفی غلام حیدر صاحب جگو والہ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان، مولانا محمد یوسف رحمانی کے پاس پہنچ گئے کہ مولانا عبدالقادر صاحب اتفاقاً بیمار ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ علی الصبح ہم آپ کی معیت میں دوکوٹہ چلیں۔ چنانچہ مولانا رحمانی صاحب مورخہ ۱۱/۷/۶۹ بروز جمعہ چند ساتھیوں سمیت ملتان سے میلسی کی بس پر بیٹھ کر دوکوٹہ اڈہ پر اترے۔ پندرہ دنوں سے مناظرہ کا اعلان ہو رہا تھا لوگ حق و باطل کا معرکہ دیکھنے کیلئے بیتاب تھے۔ علاقہ بھر کے دیوبندی بریلوی حتیٰ کہ شیعہ حضرات بھی منتظر تھے کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں دیوبندی حضرات خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے اسلام زندہ باد، مناظر اسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی بریلوی حضرات بھی رنگ رلیاں منا رہے تھے اور اپنی فتح کے فیصلے قبل از وقت بزعم خود کئے ہوئے تھے۔ کہ اول تو ہمارے قلعہ پر کوئی آہی نہیں سکتا۔ خدانخواستہ کوئی آ ڈیکا تو پھر آج کامیابی کا سہرا ہمارے سر ہوگا۔ ان بیچاروں کو کیا علم تھا کہ ہمارے مقدر میں شکست فاش اور ذلت لکھی جا چکی ہے۔ مولوی اللہ بخش صاحب بریلوی چند حواریوں سمیت اڈہ پر ہی ایک دکان کے باہر بیٹھے کتب بینی میں مصروف تھے، زندہ باد کے نعرے سنتے ہی حیرت زدہ ہو گئے۔ کہرام مچ گیا۔ مولانا رحمانی صاحب احباب و رفقاء کی معیت میں سیدھے خان عاشق محمد خان صاحب کے ڈیرہ پر تشریف لے گئے۔

مناظر اسلام صدر بریلوی کے ڈیرہ پر

دروازہ پر دستک دی گئی۔ فوراً ایک شخص باہر آیا معلوم ہوتا تھا کہ مدت سے منتظر ہے۔ آتے ہی بولا اندر تشریف لائیے۔ خان عاشق محمد خان صاحب پر تپاک ملے۔ اگرچہ آپ بریلوی مسلک رکھتے تھے۔ مگر نہایت ہی شریف، دیندار، مہمان نواز، اور منصف مزاج ثابت ہوئے۔ چار پائیاں، کرسیاں، میز سب چیزیں موجود تھیں۔ مہمانوں کو بٹھا دیا۔ ایک نوکر کو حکم دیا کہ حسب ضرورت اشیاء مہیا کرے۔ جمعہ کے روز نہانا بحیثیت سنت اور گرمی کی وجہ سے صابون تیل وغیرہ نلکے کے پاس ہی رکھا تھا۔

مولانا رحمانی صاحب نے قبل از مناظرہ تبادلہ خیالات کیا۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی متنازعہ فیہ عبارت ''الاضافات الیومیہ'' سے نکال کر روشنی ڈالی اور ثابت کر دیا کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خوب مطمئن ہوئے۔ لیکن اپنے مسلک کے مولوی اللہ بخش صاحب بریلوی کا علمی حدود اربعہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مولانا رحمانی سے کہا کہ آپ غسل کر لیں تا کہ مناظرہ جلدی شروع ہو جائے۔ میں بریلوی مولوی صاحبان کو بلا لاؤں۔ مولانا رحمانی صاحب نے اپنے بیٹھنے کیلئے ایک چار پائی کو منتخب کیا۔ جس پر پڑے ہوئے تکیہ کے نیچے دو کتابیں (اضافات الیومیہ حصہ چہارم مولانا تھانویؒ اور دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ مصنفہ مولوی غلام مہر علی بریلوی چشتیاں) رکھی تھیں۔ مولانا رحمانی وضوء بنا رہے تھے کہ چند آراستہ پیراستہ مجسمے اور مشبہ شکل چہرے نظر آئے جن کے پہلو میں خان صاحب اور ان کے پیچھے ازدحام کثیر ایک شخص جس کے سر پر بہترین عمامہ، گلے میں ریشمی رومال سفید لباس میں ملبوس، قیمتی واسکٹ پہنے ہوئے سرفہرست تھے۔ آتے بلا سلام وکلام اس چار پائی پر بیٹھ

گئے ۔اتنے میں مولانا رحمانی صاحب بھی وضوء سے فارغ ہو گئے ۔

ابتداءکلام

مولانا رحمانی: مولانا میں اس چار پائی پر بیٹھ سکتا ہوں؟ چونکہ آپ سمجھ چکے تھے کہ یہی شخص حریف مناظرہ ہے۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: دوسری چار پائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۔وہاں بیٹھ جا۔

مولانا رحمانی: جناب آپ سے پہلے یہ چار پائی میں نے منتخب کی ہے ۔یہ الفاظ کہتے ہی مولانا رحمانی مذکورہ چار پائی پر سرہانے کی طرف چوکڑی جما کر بیٹھ گئے ۔بیٹھتے ہی دونوں کتابیں تکیہ کے نیچے سے نکالیں اور ایک کتاب کو کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔مولوی اللہ بخش صاحب بریلوی دم بخود ہو گئے ۔اتنے میں مجمع میں سے کسی نے آواز دی کہ مولوی صاحب اب آپ کرسی پر آجائیے ۔فوراً بیچارے شرمندہ ہو کر چار پائی سے اٹھے اور کرسی پر جا بیٹھے ۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: آپ بھی کرسی پر آجائیے ۔

مولانا رحمانی: کرسی بے وفا ہے اس پر بیٹھنا بے سود ہے ۔فرمائیے کس لئے کرسی پر بیٹھوں؟

مولوی اللہ بخش بریلوی: مناظرہ کیلئے ۔

مولانا رحمانی: یہ فرمائیے کہ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہو؟ دیوبندی ،بریلوی ،نیچری پرویزی ،چکڑالوی ،قادیانی ،رافضی خارجی تاکہ میں اسی کے مطابق آپ سے کلام کروں ۔اور شرائط نامہ لکھ دیجئے تاکہ باقاعدہ مناظرہ شروع ہو جائے ۔

حکیم محمد صدیق شاہ بریلوی: مولوی اللہ بخش صاحب مناظرہ کرنا ہے تو کسی بڑے عالم سے کرنا ،نامعلوم یہ کون ہیں ۔آپ کی شایان شان نہیں کہ ان سے مناظرہ کریں ۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: شاہ جی جاتے چور کی لنگوٹی بھلی ۔یہ کیا سمجھیں گے کہ ہم خالی واپس آگئے ۔

مولانا رحمانی: حکیم صاحب سے ،شاہ جی آپ کی کیا مرضی ہے مناظرہ نہ ہو؟ یا آپ مولوی اللہ بخش سے بڑے عالم ہو؟ اگر یہی بات ہے تو لکھ دیجئے کہ مولوی اللہ بخش جاہل ہے پھر تم بحث کر کے دیکھ لو ۔اب میں تمہارے گھر آچکا ہوں ان شاء اللہ آج تمہارا دامن چاک اور اپنے اکابر کا دامن پاک کر کے ثابت کر دوں گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ روزانہ عیدیں نہیں ہوا کرتیں ،ہمیشہ کھیریں نہیں ملا کرتیں ،دودھ پلانے والی مائیں مر چکیں ۔لکھ دو کہ مولوی اللہ بخش جاہل ہے ۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: شاہ جی تمہیں شرم نہیں آتی جب میں بات کر رہا ہوں تو تمہیں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے؟

رحمانی صاحب: خان عاشق محمد خان صاحب مناظرہ کی صدارت کریں اگر چہ آپ بریلوی ہیں ہمیں آپ کی صدارت منظور ہے ۔اور مولوی اللہ بخش صاحب کو چاہئے کہ فوراً موضوع وشرائط مناظرہ لکھ دے تاکہ وقت ضائع نہ ہو اور عوام الناس پریشان نہ ہوں ۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: آپ بھی کرسی پر آجائیں اور اپنا موضوع مناظرہ لکھ دیجئے ۔

مولانا رحمانی: کرسی پر بیٹھتے ہی مولوی صاحب موضوع طے ہو چکا ہے جو کہ آج سے پندرہ روز قبل آپ نے خود لکھ کر دیا تھا ۔شرائط نامہ تحریر کیجئے ۔

مولوی اللہ بخش صاحب: پہلی بحث ”مسئلہ امکان کذب“ پر ہوگی۔

مولانا رحمانی: مولانا گل محمد صاحب میری کتب میز پر رکھئے۔مولوی اللہ بخش صاحب بچارے جان چھڑانے کیلئے موضوع تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔اور آپ میرے ساتھ بیٹھئے انہیں بھی پتہ چل جائے کہ مناظرہ میں معین مناظرہ اور صدر مناظرہ کا ہونا ضروری ہے۔ان لوگوں کو کیا علم کہ مناظرہ کسے کہتے ہیں؟اگر میری بات غلط ہے تو مولوی اللہ بخش صاحب مناظرہ کی تعریف کریں۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: ذرا پانی پلائیے۔

مولانا رحمانی: مولوی صاحب گھبرائیے نہیں یہ سارا گھڑا آپ کیلئے بھرا رکھا ہے۔نلکا آپ کیلئے قریب ہی لگا ہوا ہے کربلا نہیں۔ابھی سے پانی یاد آگیا۔

ابھی تو ابتداء مناظرہ ہے بلکتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مولوی صاحب! یہ خان صاحب کا ڈیرہ ہے دوکوٹہ ہے۔آپ کا اپنا اڈہ ہے آپ ابھی سے تڑپنے لگے۔فکر نہ کیجئے اب پتہ چلے گا چور کون ہے؟لنگوٹی کس کی ٹوٹی؟پانی کس نے مانگا،ارے بھائی دیکھتے کیا ہو،دوا نہیں مٹکا اٹھا کر،کچھ ہوش آئے پھر یہ شرائط نامہ لکھیں گے۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: بہر حال پہلے امکان کذب کے مسئلہ پر بحث ہوگی۔

مولانا رحمانی: آپ کے پاس مولانا عبد القادر صاحب کی دستخط شدہ تحریر ہے۔نکالئے ابھی آپ کی صداقت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔لائیے وہ تحریر کہاں ہے نکالئے جلدی کیجئے اگر آپ مناظرہ نہیں کر سکتے تو لکھ دیجئے۔یہ نہ سمجھئے گا کہ بندہ کسی اور موضوع پر بحث نہیں کرتا بلکہ شرائط واصول کی بات ہے کہ جو موضوع طے ہو چکا ہے اس پر بحث کر لیجئے پھر دوسرے موضوع پر بحث کر لینا۔اگر میری بات آپ کو منظور نہیں اور آپ طے شدہ موضوع سے بھاگنا چاہتے ہیں تو میں عوام الناس اور صدر مناظرہ سے پوچھتا ہوں کہ آج سے پندرہ روز قبل کیا موضوع طے ہوا ہے؟۔اور کس موضوع پر بحث کرانا چاہتے ہیں؟فیصلہ عوام اور صدر مناظرہ پر ہے۔

عوام الناس: طے شدہ جمعہ کے دن والا موضوع (۲۸/۶/۶۹ کا تحریر کردہ)

صدر مناظرہ: پہلے اس موضوع پر بحث ہوگی پھر کسی دوسرے موضوع کو چھیڑنے کی اجازت ہوگی جب تک طے شدہ موضوع پر بحث و فیصلہ نہیں ہوتا۔دوسرا موضوع تبدیل کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔مولوی اللہ بخش صاحب شرائط نامہ لکھئے۔

شرائط نامہ

۱۱/۷/۶۹

۷۸۶

۹۲

درحیثیت وکیل نام مناظر: اللہ بخش عفی عنہ

مذہب مناظر: اہل سنت والجماعت بریلوی

مسئلہ زیر بحث: متنازع فیہ: امکان کذب، توہین رسالت، ماں کے ساتھ زنا عقلا جائز۔

مقصد: علماء دیوبند نے اپنی تصانیف میں شان ربوبیت، شان رسالت و اولیاء عظام میں ناشائستہ عبارات لکھیں ان کا ثبوت انہی کی کتابوں سے۔ اور مطالبہ یہ کہ مخاصم مناظر سے دریافت کرنا کہ یہ عبارات کفریہ ہیں کہ نہیں۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو مصنف کے حق میں فتوی کفر کا مطالبہ اور اگر جواب نہیں میں ہے تو عبارات کے کفریات پر اشارہ کر کے حاضرین کو ان سے آگاہ کرنا اور مناظر کو مجبور کرنا۔

اللہ بخش عفی عنہ فاضل انوار العلوم ملتان

مقیم موضع لال سگوڈاک خانہ دوکوٹہ تحصیل میلسی (ملتان)

شرائط مناظرہ منجانب مناظر اسلام مولانا محمد یوسف رحمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

آج مورخہ ۱۱/ ۷/ ۶۹ بروز جمعہ بمطابق ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ خاص بمقام ڈیرہ خان عاشق محمد خان صاحب رئیس اعظم دوکوٹہ تحصیل میلسی ضلع ملتان۔ احقر محمد یوسف رحمانی بحکم خان صاحب درج ذیل امور و اعتقادیات پر بحث کیلئے حاضر ہوا۔

موضوع: مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ”ماں کے ساتھ زنا جائز ہے“ العیاذ باللہ۔

میرا دین و مذہب: اسلام ہے، قرآن وسنت، اجماع امت اور قیاس، یہ اربعہ ادلہ شریعت میں معتبر ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی شخص گفتگو کرے تو وہ قابل حجت نہ ہوگی۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول و فعل اجتہادی مسائل میں میرے نزدیک مسلّم ہے۔ جو بات یا مسئلہ قرآن وسنت سے ٹکرا جائے وہ ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ منصوص علیہ مسئلہ میں کسی کا قول و فعل حجت یا قابل قبول نہیں۔ میں علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کا خادم ہوں۔ اگر قرآن وسنت سے کوئی فریق جھوٹا ہو جائے تو مجمع عام میں اسے اپنے مسلک سے رجوع کرنا ہوگا۔ ایمان کا دارومدار قرآن وسنت پر ہے جس کا ہمیں پورا یقین ہے۔

خاکپائے علماء دیوبند محمد یوسف رحمانی

آغاز مناظرہ

فریقین کیلئے زیادہ سے زیادہ دس منٹ مقرر ہوئے۔ اگر کوئی مناظر اپنا وقت چھوڑ دے تو اس کی مرضی۔ اور یہ طے پایا کہ دو آدمی قلم کاغذ لیکر بیٹھیں اور لفظ بلفظ مناظرہ قلمبند کریں۔ ہر دو مناظر اپنے دلائل ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے لکھواتے جائیں نہ کہ کھڑے ہو کر تقریر و وعظ شروع کر دیں چنانچہ یہ فیصلہ طے پایا اور باقاعدہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ سنئے۔

مولوی اللہ بخش بریلوی: علماء دیوبند نے فرمایا ہے کہ عقلاً ماں کے ساتھ زنا جائز ہے۔

مولانا رحمانی: میں علماء دیوبند کا شاگرد ہوتے ہوئے یقین دلاتا ہوں کہ علماء دیوبند کے نزدیک قرآن وسنت اجماع امت اور قیاس کی رو سے زنا خواہ کسی سے بھی کیوں نہ ہو وہ ناجائز اور حرام ہے۔ حلت وحرمت کا حکم شریعت سے ہوتا ہے نہ کہ عقل سے۔ عقل پر شریعت معتبر

ہے ۔شریعت پر عقل معتبر نہیں ہو سکتی ۔جو شخص عقل سے شریعت پر جواز ثابت کرے اور اس کا قائل معتقد ہو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ہاں اگر شریعت کا منکر یا قرآن وسنت کا منکر شریعت کو سمجھنے کیلئے یا ماننے کیلئے عقل سے دلیل مانگے تو اسے عقل سے ہی سمجھانے کے بعد شریعت کا پابند کیا جاتا ہے ۔عقلی مسائل سمجھانے کی رو سے شریعت کے احکام پر کوئی جرح وقدح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ عقلی مسئلہ شریعت میں معتبر (حجت سمجھا جاتا ہے) ہوتا ہے ۔اور نہ ہی شریعت اسے جائز کہتی ہے ۔۔

مولوی اللہ بخش صاحب: جس قول کی مناظر نے میری طرف نسبت کی ہے اس میں کچھ کمی بیشی کی گئی ہے میں اپنے قول کا اعادہ کرتا ہوں تا کہ بات صاف ہو جائے ۔میرا قول یہ ہے کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا عقلا جائز ہے ۔اس جیسی فحش عبارت علماء دیوبند نے اپنی کتب کے اندر لکھی ہے ۔بس میرے ذمہ اسی کا ثبوت ہے ۔مجیب کو چاہئے کہ وہ ثابت کرے کہ اس قسم کی عبارت ہماری کتب میں موجود نہیں ہے ۔

مولانا رحمانی: مولوی اللہ بخش صاحب نے فرمایا ہے کہ میرا قول ہے کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا عقلا جائز ہے ۔اور اس جیسی فحش عبارت علماء دیوبند نے اپنی کتب کے اندر لکھی ہے اور مجھ سے اس کا جواب مانگا ہے کہ اس جیسی عبارت علماء دیوبند کی کتاب میں نہیں ہے؟

جواب سن لیجئے ۔کسی مثال کو کسی کتاب میں لا کر بیان کرنا کسی کو سمجھانے کی خاطر عقل سے کوئی بات سمجھائی جاتی ہے تو اس سے شریعت کے احکامات میں اگر کوئی خلل آئے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتی ۔مثلاً زانی کو کہا جائے کہ زنا کرنا ناجائز ہے کیونکہ قرآن وسنت ،اجماع امت اور قیاس نے اس کی حرمت پر دلیلیں قائم کر دی ہیں ۔زانی یہ بات کہے کہ زنا کس طریقے سے ناجائز ہوتا ہے؟ کیونکہ میری عقل یہ کہتی ہے کہ یہ جائز ہے ۔اس لئے کہ جب میں نطفہ تھا والدہ کے رحم میں آیا ۔پھر علقہ پھر مضغہ بنا ۔پھر مکمل صورت بننے کے بعد اللہ تعالی نے روح ڈالی ۔اور میں اپنی والدہ کے بطن میں تھا ۔اس وقت میرا سر ،پاؤں ،ہاتھ ،کان ،ناک ،ذکر ،دُبر تمام اجزاء ماں کے پیٹ کے اندر تھے جب میں باہر آیا مجھے شعور ہوا ۔اس کے بعد اپنی عقل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب سارا ہی والدہ کے اندر تھا تو مجھ پر کوئی شریعت کا جرم نافذ نہ ہوا اور اب اگر میرا صرف ایک جزء والدہ کے اندر چلا جائے تو کونسی حرج کی بات ہے؟

مجیب نے جواب دیا کہ اگر عقل پر حکم لگا دیا جائے تو عقلی دلائل سے بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں جن کی بناء پر عقلا یہ بھی اسی طرح جائز رکھا جانا چاہئے کہ ایک آدمی جس کی پیٹ کی اوجھری میں دو یا تین سیر فضلہ (گندگی) موجود ہے اب جس وقت قضائے حاجت کرے اس گندگی میں سے ایک قطرہ منہ میں ڈال لے تو اس میں کونسی حرج کی بات ہے؟ کیونکہ یہ بھی عقل ہی جائز رکھتی ہے ،جس طریقے سے تیرے عقل نے ایک جزء کا اندر جانا یا داخل کرنا اس کا جواز ثابت کیا ہے اسی طرح یہ امر ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر عقل زنا کو جائز رکھتی ہے تو پھر تیری عقل گندگی کے کھانے کو بھی جائز رکھے گی ۔یہ حکم شریعت کا نہیں جس پر ایمان یا حلت وحرمت کا دارومدار ہو ۔

مولوی اللہ بخش: عبارت میں طوالت ،پیچ وتاب ،ہیر پھیر باعث تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں ۔میں نے یہ الزام کب لگایا ہے کہ مصنف نے اسے از روئے شریعت جائز قرار دیا ہے؟ میرا تو یہ الزام ہے جب کہ وہ مفتی دین متین ہے اور اس کے پاس مستفتی حکم شریعت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شرعی حکم بتا دے ۔اور اگر کوئی عقلی حکم دریافت کرنا ہوتا تو دنیا میں حکماء ،عقلاء سائنسدان اور فلاسفر ،ایسے ایسے صاحب موجود ہیں ۔جنہوں نے اپنی عقل کے ساتھ ایسے ایسے کام کر دکھائے کہ دنیا حیران ہے ۔اور مولوی بیچارہ چکر میں ہے ۔مولوی سے تو سوائے حکم دین کے کچھ سوال ہی نہیں ہوتا ۔اور اگر ہو بھی جائے تو اسے اسکی اتباع ضروری نہیں یہ شریعت کا گیند ہے شریعت کا حکم سنا دے اور بس ۔

مولانا رحمانی: مولوی صاحب! بس تو اڈہ پر ہوگی کیا بات ہے، ابھی سے بھاگنے کا خیال ہے گھبرائیے نہیں۔ سنئے آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ ایسے زنا کو شریعت کی رو سے جائز قرار دے دیا ہے بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ ایسی عبارت علماء دیوبند کی کتب میں موجود ہے۔ اور مولوی سے صرف شریعت کے حکم کے سوا کوئی اور بات دریافت نہیں کی جاتی۔ اور اگر پوچھی بھی جائے تو وہ بات مفید نہیں ہوتی بلکہ ایسی مثال لاکر کسی کو سمجھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ عقلی باتیں تو اور لوگوں سے دریافت کی جاسکتی ہیں۔ اگر یوں ہی مان لیا جائے۔ تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی عقلی دلیلیں برائے سمجھانے مشرکین وکفار مکہ ومدینہ کے بیان فرمائی ہیں وہ سب آیات بینات مولوی اللہ بخش صاحب کے فرمان کے مطابق فضول ورائیگاں ہو جائیں گی۔ جیسے:

یاایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین وکفار کو سمجھانے کیلئے ایک مثال بیان کر کے حکم بتلایا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا غیروں کو ہر وقت ہر منٹ ہر سیکنڈ زمان ومکان میں مختار وناصر سمجھتے ہیں ان کا ابطال اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار وثبوت پیش کرنے کیلئے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جن کو تم نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ مکھی پیدا کرنا تو درکنار جو چیز مکھی تمہارے معبودانِ باطلہ کے سامنے سے چرالے جائے اسے بھی واپس نہیں لے سکتے خواہ تمام اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ حکم خدا تعالیٰ نے مشرکوں اور کافروں کو سمجھانے کیلئے عقلی دلیل سے بیان فرمایا ہے حکم یہ تھا کہ قدرت کاملہ میری ہے اس کے علاوہ مخلوق میں کوئی مختار وناصر نہیں۔ اس میں بلا کیفیت وکمیت ان کی عقل کے مطابق مثال دے کر اس حکم کو بتلایا کہ جب ایک مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے تو تمہاری مشکلات کو کیسے حل کر سکتے ہیں؟ یہ دلیل عقلی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھانے کیلئے قرآن مجید میں بیان فرمائی۔ اور اگر مدمقابل (حریف مناظر) کو اس دلیل سے گریز ہو تو پھر ان کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی ایسی مثال بیان فرمائی ہے جس کو میں لفظ بلفظ درج کرائے دیتا ہوں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ جس مجمع میں گانے بجانے کے آلات ہوں اس میں جا کر انہیں نہیں سننا چاہئے۔ اگر کوئی سنے تو وہ شخص شریعت کی رو سے مجرم ہوگا بلکہ اگر یہ جواب دے کہ مجھے حال طاری ہوا یا وجد آگیا اس لئے کہ میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہیں کر سکا کہ یہاں پر مزامیر ہیں یا کہ نہیں۔ تو اس کے متعلق جو حکم وجواب سلطان المشائخ نے فرمایا ہے سنیئے:

''حضور سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں میں ہو سکتا ہے یعنی آدمی شراب پیئے اور کہے کہ مجھے خبر بھی نہ تھی کہ یہ شراب ہے یا شربت۔ ماں کے ساتھ زنا کرے'' (احمد رضا خان خان کی معنوی ذریت نے جس قدر عبارات میں قطع و برید کر کے علماء دیوبند کو بدنام کر رکھا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اگر ہم لوگ ان کے اکابر کی عبارات میں یہی وطیرہ اختیار کرلیں تو یہ بیچارے قیامت تک اپنی جان نہیں چھڑا سکتے مثلاً سنئے۔ مولانا تھانویؒ نے تو دہریہ کو عقلی جواب دیا کہ جس طرح اوجھڑی تمہارے پیٹ میں ہے اور اوجھڑی میں گندگی بھی ہے جو کہ ہر وقت پیٹ میں رہتی ہے اگر جسم سے باہر نے آلی چیز دوبارہ پیٹ یا جسم میں عقلاً داخل کرنا جائز معلوم ہوتی ہے اسی لئے زنا جائز ہونا چاہئے خواہ ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو تو پھر اپنی عقل کی رو سے گندگی کھانے کو بھی جائز کہو گے، ہرگز نہیں۔ جس طرح اب تمہاری عقل نے ہی ایک عقلی الزامی دلیل سے سمجھ لیا کہ گندگی کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ پیٹ سے ہی باہر آئی ہے۔ اسی طرح جب بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آگیا اب اس کا کوئی جزو عضو بھی دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا اور عقل ہی نے یہ حکم صحیح ثابت کر دیا۔

اب انگریزی مجدد کی سنیئے وہ کہتا ہے آدمی ماں کے ساتھ زنا کرے اور یہ ''امر'' بھی ہے جو کہ وجوب کیلئے دلالت کرتا ہے سنائے مولوی

اللہ بخش صاحب آپ نے مولوی احمد رضاخان صاحب کی اقتداء کرتے ہوئے اس حکم پر کتنی دفعہ عمل کیا ہے؟ یہ بات مولانا نے مولوی اللہ بخش سے کہی جو انگشت بدنداں رہ گئے کوئی جواب بن نہ پایا۔ پھر سوال کیا بتلائیے احمد رضاخان نے کہا ہے کہ شراب پیئے مولوی صاحب کیا آپ لوگ جو احمد رضاخان کے مقلد و متبع بنے ہوئے ہیں۔ان دونوں احکامات کو بجالاتے اور عمل پیرا ہو کر دکھاتے ثواب کماتے ہیں۔آخر تمہارے اعلیٰ حضرت نے یہ حکم دیا ہے جو تمہارے نزدیک شاید قرآن وسنت سے زیادہ قابل حجت ہے۔فبھت الذی کفر۔سنائیے مولوی صاحب تم نے کتنی دفعہ شراب پی اور کتنی دفعہ اپنی ماں سے زنا کیا ہے؟

بد نہ بولے زیر گردوں اگر کوئی میری سنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے۔(از ناقل)

اور یہ کہہ دے کہ میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم بھی نہ کر سکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔

(مسائل سماع ص:۲۸ مصنفہ مولوی احمد رضاخان بریلوی)

اگر مولوی یا مفتی کو قرآن وسنت کے علاوہ کوئی مثال یا عقلی ڈھکوسلہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے فوائد الفواد شریف میں ایک جاہل وجد کرنے والے کو جو مسائل سماع کی وجہ سے آلات سماع یا مزامیر میں ڈوب کر اپنے حال سے جاہل ہو چکا تھا۔اور اس نے اپنے خیال یا وجد کو معتبر مانا تو سلطان المشائخ نے یہ عقلی جواب دیا کہ یہ عذر کوئی قابل قبول نہیں کہ آدمی شراب پیئے اور شریعت کے حکم کی رو سے بچنے کیلئے یہ کہہ دے کہ میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ یہ شراب ہے یا شربت، یا ماں کے ساتھ زنا کر بیٹھا اور یہ کہہ دیا کہ میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔

یہ ایک عقلی دلیل تھی جس کو محبوب الٰہی نے فوائد الفواد میں درج کر دیا۔اور اسی کو اعلیحضرت بریلوی احمد رضاخان نے اپنے کتابچہ ''مسائل سماع صفحہ ۲۸''، پر لکھا۔مولوی اللہ بخش صاحب کے بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سترھویں پارے کی آیت یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ الخ اور سلطان المشائخ کا وہ فرمان جو انہوں نے فوائد الفواد میں ارشاد فرمایا اور اس کو مولوی احمد رضاخان نے مسائل سماع میں درج کر کے مسئلہ سمجھایا۔موصوف کے فرمان کے مطابق آیت قرآنی اور محبوب الٰہی کا فرمان مسائل میں منقول شدہ فضول باطل بیکار اور مردود ہے۔العیاذ باللہ۔

مولوی اللہ بخش صاحب: بیان مذکور کے اندر جو الزامات مجھ پر عائد کئے گئے ہیں وہ دراصل میرے بیان کو غلط فہمی کے مرہون منت ہے۔کیونکہ میرے بیان کے اندر مولوی کا لفظ تھا کہ مولوی شریعت کا گیند ہے جب اس سے شرعی مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے شریعت کے حکم کے مطابق ہی جواب دینا چاہئے۔باقی رہا مجتہد اور امام یا صالحین وانبیاء یا باری تعالیٰ ان کا عقلی مثالیں بیان فرمانا تو ہمارے لئے عین دین ہے۔یہ اس لئے کہ اسلام ہمہ گیر اور عالمگیر دین ہے۔اس لئے ہر مکتب فکر کو عاجز بنا کر اپنے احکام کا پابند بنایا ہے اور جب تک اس کے اندر اس قسم کے دلائل اور عقلی مثالیں بیان نہ فرمائی جائیں تو بہت سے دلدادگان عقل اس کی تبلیغ سے محروم رہ جائیں گے۔مولانا جو یہ آیت شریف لکھائی ہے اس ترجمہ میں بہت افراط سے کام لیا گیا ہے اور آیت شریف کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ آیت کے کسی لفظ سے ثابت نہیں ہوتا مثال کے طور پر مددگار، ناصر، مختار کل، اس قسم کے الفاظ ترجمہ میں لکھوانا بتاؤ قرآن مجید کے کونسے لفظ کا ترجمہ ہیں۔پھر مولانا کو یہ بھی پتہ نہ چلا کہ اگر کچھ حصہ آیت کا ذکر کر دیا جائے اور باقی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو الخ نہیں لکھا جاتا بلکہ الآیہ لکھا جاتا ہے(تقدیس الوکیل

ص ۴۳۳ مصنفہ غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں فی شرح تفسیر قولہ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدھا الخ یہاں پر الآیہ نہیں لکھا مزید تفصیل کی گنجائش نہیں) اس میں مخاصم کے ساتھ میرا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شرعی حکم کو عقلی دلیل سے سمجھنا چاہے تو اس کو عقل کے ساتھ دلیل گھڑ کے سمجھا دینا یہ بھی مولوی کے فرائض میں داخل ہے ۔

مولانا محمد یوسف رحمانی صاحب نے مولوی احمد رضا خان کے ترجمہ اور مفتی نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر والا قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی کھولا اور ہاتھ میں لیکر دوبارہ آیت کریمہ پڑھی اور لفظ بلفظ وہی ترجمہ پڑھ ڈالا جو چھپا ہوا تھا ۔ پھر مولوی اللہ بخش سے پوچھا کہ اب بتلائے یہ صحیح ہے یا کہ نہیں ۔ (بلکہ مولوی اللہ بخش نے مجبوراً لکھ دیا کہ یہ تفسیر غلط ہے مجھے ہی نہیں بلکہ بریلویوں کو اس پر اعتراض ہے اگر چہ تاج کمپنی نے دوبارہ اغلاط نامہ شائع کرنے کے بعد طبع دوم کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے مولانا رحمانی نے اغلاط نامہ بھی پیش کیا اور طبع دوم کا قرآن مجید سامنے رکھ دیا ۔ اب تو بڑے سٹپٹائے دم بخود ہو گئے زمین نے جگہ نہ دی کہ اس میں گھس جائیں) اور میرے مطلب کی ترجمانی کر رہا ہے یا کہ نہیں ؟ اب مولوی اللہ بخش صاحب پانی پانی کر رہے تھے ۔ بار بار رومال سے پسینہ پونچھتے ہیں ۔ راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں لیکن مولانا رحمانی اٹھنے نہیں دیتے کہ پہلے حق و باطل کا فیصلہ ہوگا ۔ پھر مولانا رحمانی نے عوام کو کھڑے ہو کر خطاب کیا کہ آج تمہارے دوکوٹ میں فیصلہ کئے بغیر جو مناظر بھاگنا چاہے اسے ہر طرح سے مجبور کر کے بٹھا دو تا کہ تم ہمیشہ کیلئے آپس میں نہ لڑتے رہو اور شکمی ملا اپنے ہتھکنڈوں سے تمہارا مال و متاع ہضم نہ کر جائے ۔ پھر مولانا رحمانی نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرج کر فرمایا کہ دوکوٹے والو ! سن لو میں پکا لوہے کی لٹھ جیسا دیوبندی ہوں اور تمہیں بتلا کر جاؤں گا کہ علماء دیوبند صحیح اہل السنۃ والجماعۃ مسلمان ہیں ۔ اگر چہ میں علمائے دیوبند کا خادم ہوں طالب علم بھی ہوں لیکن مولوی اللہ بخش صاحب کے ساتھ جب تک کہو مناظرہ کیلئے بیٹھا ہوں انشاء اللہ کئی سال تک اسے پڑھا سکتا ہوں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے ہم خدا کو وحدہ لاشریک معبود مسجود و خالق مالک رازق مانتے تمام قرآن پر ہمارا یقین ہے امام الانبیاء ﷺ کو تمام مخلوق سے اعلیٰ و افضل تمام انبیاء کا سردار خاتم النبیین شفیع المذنبین راحت العاشقین مراد المشتاقین رحمۃ للعالمین مانتے ہیں تمام احادیث نبویہ ہمارے لئے قابل حجت ہیں ۔ سنئے پہلے تو مولوی اللہ بخش صاحب نے ایک بیان میں کہا کہ عقلی دلائل بیان کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے پھر دوسرے بیان میں خود ہی فرما رہے ہیں کہ عقلی دلیل گھڑ کے سمجھا دینا یہ بھی مولوی کے فرائض میں داخل ہے ۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

؎ اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اب مولوی اللہ بخش کہتا ہے کہ جمعہ کا ٹائم ہو گیا ہے میری جان چھوڑیئے جانے دیجئے ۔ مولانا رحمانی نے فرمایا کہ یا تو لکھ دیجئے کہ ہم جھوٹے اور آپ سچے ہیں ۔ یا یہ لکھ دیجئے کہ جمعہ کے بعد پھر مناظرہ ہوگا ۔ ورنہ تو میں تمہیں یہاں سے ہلنے نہ دوں گا ۔ بقول آپ کے اگر ہم مسلمان نہیں تو پھر میں یہ پوچھتا ہوں کہ پہلے مجھے مسلمان بنا لیجئے یا خود مسلمان بن جائے اور پھر اکھٹے چل کر جمعہ ادا کر لیتے ہیں ۔ آخر میں بھی مسلمان ہوں میں نے بھی جمعہ پڑھنا ہے ۔ بصورت دیگر خان محمد عاشق خان صاحب بحیثیت صدر ہونے کے فیصلہ فرمائیں اور آپ کو اجازت دے دیں تو آپ کی جان چھوٹ سکتی ہے ۔ مگر پہلے مجھے چند منٹ ان لوگوں سے خطاب کرنا اور مسئلہ سمجھانا ہے جو مناظرہ شروع ہونے کے

کچھ دیر بعد مقام مناظرہ پر حاضر ہوئے ہیں۔اب مولانا رحمانی نے مشکوۃ شریف ص ۱۳۰ اٹھائی اور کھڑے ہو کر چیلنج کیا کہ اگر مولوی اللہ بخش صاحب میں ہمت ہے تو میں حدیث پڑھتا اور ترجمہ کرتا ہوں صرفی نحوی غلطی نکالیں اعتراض کریں جیسے ان کا جی چاہے تسلی کریں پھر یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سمجھانے والا کوئی نہیں تھا۔

معزز سامعین! مولوی اللہ بخش نے الزام لگایا کہ دیوبندیوں کے نزدیک عقلاً ماں سے زنا جائز ہے۔سننے میں پکا دیوبندی ہوں بلاخوف و خطر میں اپنے اکابر کا اس بارے میں مسلک بیان کرتا ہوں ہمارے نزدیک زنا حرام ہے خواہ کسی سے بھی کیوں نہ ہو۔ایک کافر بے دین نے مولانا تھانوی ؒ کی خدمت میں یہ سوال کیا کہ جب میں والدہ کے پیٹ میں تھا تو میرے تمام اجزاء والدہ کے اندر تھے جب میں پیدا ہوگیا تو اب اگر ایک جز اندر چلا جائے تو عقل اس کو جائز سمجھتا ہے مولانا تھانوی نے جواب ارشاد فرمایا کہ عقل کے اندھے اگر عقل کی رو سے بقول تیرے زنا جائز ہے تو پھر گندگی بھی کھالے کیونکہ یہ بھی تو تیرے پیٹ میں تھی باہر آگئی پھر تھوڑی سی اندر چلی جائے تو تیری عقل جائز سمجھتی ہے جس طرح گندگی کھانا نقلاً وعقلاً حرام اور ناجائز ہے۔اسی طرح زنا بھی نقلاً وعقلاً حرام ہے ناجائز ہے۔مولانا تھانوی ؒ تو کسی کو سمجھا رہے ہیں جو بقول مولوی اللہ بخش صاحب نے اپنی جہالت لاعلمی اور غلط فہمی سے مولانا تھانوی ؒ کی طرف منسوب کیا ہے یہ کسی دوسرے بے دین نے کہا اور مولانا تھانوی نے اس کو عقلاً بھی یہ دلیل دی کہ ناجائز وحرام ہے جیسے گندگی جس کو ہر ذی شعور ناپاک وحرام سمجھتا ہے۔ اس کے بعد مولانا رحمانی نے حدیث شریف پڑھنی شروع کی۔

جواب نمبر ۲: اگر تعصب کی پٹی نہیں اتری تو پھر لیجئے مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰ پر حدیث منقول ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِحَتّٰى ان كَانَ فِيهِمْ مَنْ يَأْتِي أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصنع ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَت عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً و تَفْتَرِقُ امتى عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةًقالوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي رواه الترمذى"

ترجمہ: البتہ ضرور میری امت پر بنی اسرائیل جیسا زمانہ آئے گا جس طرح بنی اسرائیل نے غلط کرتوت کئے تھے بالکل اسی طرح میری امت بھی کرے گی اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا کرے گا یعنی ماں کے ساتھ زنا کرے گا تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھی میری امت تہتر فرقوں میں ہوں گے اور صرف ایک جنتی ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنتی فرقہ کونسا ہوگا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو میری اطاعت واتباع کرے گا اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلے گا۔اس حدیث کو ترمذی اور ابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔

مولوی صاحب! بولئے کیا یہاں پر نعوذ باللہ من ذلک نبی علیہ السلام نے ''زناء'' کی اجازت دی ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث سے سمجھایا کہ تم میری امت کہلوانے والو! ایسے غلط کام نہ کرنا۔جس طرح دوسرے مقامات پر زناء کی حرمت نبی علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اسی طرح قرآن وسنت کے مطابق دوسری کتب میں مولانا تھانوی ؒ نے بھی زناء کو حرام لکھا ہے اور زناء کی حد بھی بتائی ہے۔البتہ آپ نے جس طرح اعتراض کیا ہے اسی طرح پہلے بھی کہنے والوں نے کہا تھا:

اما الذین کفروا فیقولون ماذا اراداللہ بھذا مثلا کافر بولے خدا تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے ایسی مثالیں بیان کرتا ہے۔چونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا اس بات سے کہ مچھر کی مثال بیان فرمائیں یا اس سے کچھ بڑی تو کافروں نے یہی جواب دیا تھا جو مذکور ہو چکا ہے۔اب مسلمان اور مومن کا جواب بھی سن لیجئے انہوں نے کہا فاما الذین امنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم ایمان والوں نے کہا کہ جو کچھ خداوند قدوس نے بیان فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور سچ ہے۔

اب تو مولوی اللہ بخش بے حد پریشان تھے کہ کب اور کیسے جان چھوٹے آخر صدر مناظرہ سے التجاء کی تو خان عاشق محمد خان صاحب نے کھڑے ہو کر فیصلہ سنایا۔

منصف مزاج وذی شعور شخص کے تاثرات

محترم جناب مولانا محمد یوسف صاحب رحمانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ سے بہت مختصر ملاقات ہوئی اور آپ سے کسی دم انس پیدا ہوگئی۔ایک مجھ جیسے جاہل محض کا یہ دعوی ہے تو فضول مگر شاید یہ آپ کے فاتح ہونے کی وجہ تھی۔خیر بندہ آپ کی دعاؤں کا خواستگار ہے اور زیادہ سے زیادہ اداب بجالاتا ہے۔والسلام ۷/۸/۶۹

ظہور حسین (صاحب) سابق ٹیچر مڈل اسکول دوکوٹہ (ضلع ملتان)

خان عاشق محمد خانصاحب کا بیان

لوگو! مولوی اللہ بخش صاحب بریلوی نے جو کچھ کہا ہے غلط ہے بلکہ مولانا تھانوی کی اردو عبارت ہی نہیں سمجھ سکے۔اور مولانا......محمد یوسف صاحب رحمانی دیوبندی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے۔یہ سنتے ہی نعرہ تکبیر کی صدا بلند ہوگئی بریلویت ماتم کناں تھی۔مولانا رحمانی شان وشوکت سے لوگوں کے آگے آگے چل رہے تھے مڈل اسکول میں نماز جمعہ ادا کی جہاں پر کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور حق کی داد دی۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

خدا تعالیٰ ہر شخص کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔حق کے سامنے باطل ہمیشہ یوں ہی رفو چکر ہو جاتا ہے۔

(اعتراض ۲۲۱): ہولے کھانے کیلئے روزہ توڑ دیا

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

”مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے ایک دن مسجد میں حاضر ہوا حضرت (نانوتوی) ہولے بھولے تناول فرمارہے تھے فرمایا کہ آئیے میں نے عرض کیا کہ میرا تو روزہ ہے پھر فرمایا آئیے میں کھانے بیٹھ گیا۔

(ارواح ثلاثہ،ص ۳۴۳)“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۱)

جواب: یہ نفلی روزہ تھا اور مہمان کی دعوت یا کسی مصلحت کی بنا پر نفلی روزہ توڑ کر بعد میں قضا رکھی جاسکتی ہے۔دراصل حجۃ الاسلام حضرت

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو الہاماً معلوم ہوگیا تھا کہ ان ہولوں میں اللہ نے ایسی برکت رکھ دی ہے کہ کھانے والے کو بے انتا جسمانی و روحانی نفع ہوگا اس لئے مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے کی دعوت دی کہ روزہ تو بعد میں بھی رکھا جاسکتا ہے لیکن شاید یہ فیوضات رحمانی بعد میں اس طرح نہ ہوں۔حضرت مولانا رفیع الدین کھانے کے بعد خود فرماتے ہیں:

''مجھے اس افطار کے بعد کچھ ایسی کیفیات ولذات محسوس ہوئیں کہ میں نے کبھی صوم میں نہیں دیکھی تھیں''۔

(ارواح ثلاثہ،ص ۲۹۹)

پیران پیر نے روزہ نہ توڑنے پر بندہ ہی ماردیا

رضاخانیوں کو ہمارے اکابر کے اس حوالے پر تو بڑا اعتراض ہے لیکن ذرا یہ حوالہ بھی ملاحظہ ہو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف منسوب کتاب کا ترجمہ کیا ہے جس میں ہے:

''حضرت غوث الاعظمؓ کا جلال

آپ کے مدرسہ میں مختلف ممالک کے مشائخ حاضر ہوئے۔غوث پاکؓ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ دسترخوان بچھادے۔جب دسترخوان بچھادیا گیا اور کھانا شروع ہوا تو آپ نے خادم کو حکم دیا کہ وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالے۔مگر خادم نے بتایا کہ وہ روزے سے ہے آپ نے اسے کہا'' کھاؤ تمہیں روزے کا ثواب ملے گا مگر خادم بضدرہا کہ اس کا روزہ ہے وہ نہیں کھائے گا۔آپ نے پھر کہا کھاؤ تمہیں ایک سال کے روزہ کا ثواب ملے گا اس نے پھر کہا میں تو روزہ دار ہوں آپ نے پھر فرمایا کھاؤ تمہیں سارے جہاں کے روزوں کا ثواب ملے گا اس نے پھر کہا میں نے روزہ رکھا ہے آپ نے ایک غضبناک نگاہ سے دیکھا وہ زمین پر گرا اور اس کا بدن سوجنے لگا اور اس سے خون اور پیپ بہنے لگی مشائخ نے اس خادم کی سفارش کرنی چاہی مگر وہ بھی آپ کے غضب کے ڈر سے خاموش ہوگئے مشائخ کی اس خاموشی پر آپ کو ترس آگیا اور وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوئی عارضہ ہی نہیں تھا''۔

(زبدۃ الآثار،ص ۸۸)

کیوں معترض صاحب علمائے دیوبند کا نفلی روزہ توڑنا تو آپ نے نزدیک فقہ حنفی سے بغاوت ہے لیکن اس حکایت کی رو سے تو شاید غوث اعظم کو آپ معاذ اللہ اسلام ہی سے خارج قرار دے دیں کیونکہ وہ تو روزہ توڑنے پر پورے جہاں کا ثواب دے رہے ہیں اور نہ توڑنے پر اس بیچارے ہی کا ستیاناس کردیتے ہیں۔آپ کے نزدیک روزہ توڑنا ایک غیر شرعی کام ہے تو غیر شرعی کام کرنے پر ثواب کا عندیہ دینے والا اور غیر شرعی کام نہ کرنے والے پر غضبناک ہونے والا اور اسے سزا دینے والا کیا مسلمان ہے؟

(اعتراض ۲۲۲): پیشاب مل جانے سے بھی پانی پاک رہتا ہے

یہ عنوان قائم کرکے موصوف نے ملفوظات حکیم الامت اور فتاوی دارالعلوم دیوبند کا حوالہ دیا۔یہ اعتراض اس نے''دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

اول ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل حوالہ ملاحظہ ہو:

''ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر دیہات کے قریب تالاب ہوتے ہیں دھوبی ان میں کپڑے دھوتے ہیں تو کیا ایسے

تالابوں کا پانی پاک ہے؟ فرمایا کہ دو باتیں دیکھنے کی ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ پانی کہاں سے آکر جمع ہوا ہے؟ دوسرا یہ کہ جو پانی آکر جمع ہوا ہے اس میں مقدار زائد پاک کی ہے یا ناپاک؟۔اگر اطراف سے آکر جمع ہوا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ اطراف گندے ہیں یا صاف؟۔ حاصل یہ ہے کہ اگر پاک مقدار زائد ہے تب تو پاک ہے اگر ناپاک مقدار زائد ہے تو ناپاک۔کیونکہ گندہ پانی زیادہ جمع ہو کر بھی پاک نہیں ہوتا۔مثلاً کثرت سے مقدار میں پیشاب جمع ہو اور اس میں تھوڑی مقدار میں پاک پانی ڈال دیا جائے وہ ناپاک ہی ہوگا اور اگر کثرت سے مقدار میں پاک پانی جمع ہو اور اس میں تھوڑی سی مقدار میں پیشاب ڈال دیا جائے تو وہ پاک رہے گا‘‘۔

(ملفوظات، ج۸ص۱۸۸،۱۸۹،ملفوظ نمبر ۱۹۱)

اب اس واضح شرعی مسئلہ پر اعتراض کرنا پرلے درجہ کی جہالت اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔اس لئے کہ بڑے تالاب میں اگر نجاست گر جائے تو وہ پاک ہی رہتا ہے الا یہ کہ تالاب میں اس کا اثر ظاہر ہو جائے۔چنانچہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والغدير العظيم الذى لايتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الآخر اذا وقعت بنجاسة فى احد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر۔

(ھدایہ جلد اول)

اور بڑا تالاب وہ ہے کہ اس کا ایک کنارہ متحرک نہ ہو دوسرے کنارے کی حرکت دینے سے جب اس کی ایک جانب نجاست پڑ جائے تو دوسری جانب وضوء جائز ہے۔

عالمگیری میں ہے کہ ماء جاری (ماء کثیر بھی ماء جاری کے حکم میں ہے) اگر نجاست گر جائے تو بالاتفاق و بالاجماع وہ پاک ہے اس سے وضو جائز ہے:

الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجارى لايتجنس جميعه بعد وقوع النجاسة فى طرف منه الا ان يتغير لونه او طعمه او ريحه و على هذا اتفق العلماء و به اخذ عامة المشايخ ۔۔۔ و هل يتنجس موضع وقوع النجاسة؟ ففى المرئية يتنجس بالاجماع ۔۔ و عند غير المرئية عند المشايخ العراق كذالك و عند مشايخ بخارى يتوضاء منه من موضع وقوع النجاسة هكذا فى الخلاصة وهو الاصح۔

(فتاوی ہندیہ، ج۱ص۷۰،کتاب الطہارۃ الباب الثالث فی المیاہ، النوع الثانی)

یہاں تک تو فقہ حنفی کا مسئلہ تھا جس سے آپ بیزار ہیں۔اب میڈان بریلوی مذہب کا فتوی بھی ملاحظہ ہو شاید کہ کچھ شرم آجائے۔

’’کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ در دہ میں کتا یا سور پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضوء یا پینا چاہئے یا پیشاب پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں؟

الجواب:۔ظاہر الروایۃ کا ماحصل یہ ہے کہ جہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ ایسی جگہ وضوء کیجئے تو اتنی دور کا پانی فوراً زیروزبر نہ ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک نہ ہوا اس سے وضوء وغیرہ سب جائز ہے۔۔۔۔آئمہ متاخرین نے اسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسرا آب جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضوء وغیرہ واجب تک پانی نجاست کا اثر نہ لے لے‘‘۔

اور فائدہ میں لکھا ہے:

''ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچہ نے پیشاب کر دیا ناپاک نہ ہوگا''۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج۱ص۲۵۷)

سائل نے پوچھا تھا کہ حوض دہ در دہ ہے اس میں خنزیر کتے نے پی لیا یا پیشاب پاخانہ کر دیا تو احمد رضا خان صاحب نے دہ در دہ کو ماء جاری کے حکم میں قرار دیا اور ماء جاری میں اس قسم کی نجاست کے متعلق لکھتے ہیں:

''آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا''۔(فتاوی رضویہ قدیم، ج۱ص۲۵۷)

اگر ماء کثیر میں ایک دو قطرے پیشاب کے گر جائیں اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ طہارت کا حکم دیں یہاں تمہاری گندی ذہنیت کے مطابق خان صاحب بریلوی سور کتے کے جھوٹے و پیشاب پڑے ہوئے پانی کو پینے اور وضوء کرنے کا حکم دے رہے ہیں ایسے سور و کتے پسند کو تم نے امام اہلسنت بنایا ہوا ہے۔۔۔شرم۔۔۔شرم۔۔۔شرم

اب ذرا ایک فتوی اور بھی پڑھ لو اور اگر رائی کے دانے کے برابر غیرت ہے جو عادۃ محال ہے تو خنزیر کے پیشاب پاخانے والے دہ در دہ تالاب میں ڈوب مرو:

''سوال: ایک تالاب دہ در دہ میں تمام محلہ کے چوبچوں، پاخانوں، نالیوں وغیرہ کا نجس پانی آ کر جمع ہوتا ہے۔ بلکہ بھنگی اس میں میلے کی ڈھلیاں (کسی میلے میں قبل و دبر کی نجاست (پیشاب پاخانہ) جن ڈھیلوں سے صاف کی جاتی ہے وہ مراد ہے۔ساجد) بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنارے پاخانہ پیشاب بھی کرتے ہیں کہ اس میں بہہ کر جاتا ہے۔تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک ہوں گے یا نہیں؟ اور اس تالاب کو حکم پانی کا دیا جائے گا یا نہیں؟۔

الجواب: اگر ان نجاستوں کو گرنے سے پہلے اس میں دہ در دہ پانی تھا اس کے بعد گریں اور ان کے گرنے سے اس کا رنگ یا مزا یا بو متغیر نہ ہوا اور کپڑا دھونے میں بھی نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہو گیا''۔

(فتاوی رضویہ، ج۱ص۳۴۶،قدیم)

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند میں بھی رضا خانی نے ''رضاخانیت'' کا ثبوت دیا ہے۔ پورا حوالہ اس طرح ہے:

''اگر کھیت کا کچھ حصہ خنزیر وغیرہ کھائے تو **باقی کھانا** کیسا ہے؟

جواب: کھیت کا اگر کچھ حصہ خنزیر وغیرہ نے کھایا تو وہ حلال و پاک ہے کھانا اس کا جائز ہے لعدم الیقین وعموم بلوی''۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند، ج۱ص۷۰۹)

یہاں باقی ماندہ فصل کی بات ہو رہی ہے جو سوال میں بالکل واضح ہے۔خاص خنزیر کے کھائے ہوئے حصہ کی نہیں۔اور ظاہر ہے کہ جب تک اس پر اثر نجاست بالیقین نہیں تو وہ پاک ہوگا۔کیا دو الگ الگ گیارہویں کے دودھ کے گلاس میں سے ایک میں نجاست گر جائے تو رضا خانی دوسرے کو بھی ناپاک کہیں گے؟

رب رٹھے عقل کھسے۔۔۔

(اعتراض ۲۲۳): سور کی چربی والا کپڑا پہن لو

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں:

”زمانہ تحریک میں یہ استدلال کیا گیا تھا کہ بدیشی کپڑا پہننا اس لئے حرام ہے کہ اس میں سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو زائد سے زائد یہ لازم ہوگا کہ بدون دھوئے ہوئے مت پہنو یہ کیسے کہہ دیا کہ بالکل حرام ہے۔(افاضات الیومیہ، ج ۲،ص ۳۲۳)“۔

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۲)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ”دیوبندی مذہب،ص ۱۸۶ طبع اول“ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ اس میں کیا غلط ہے؟ اگر سور کی چربی کپڑے پر لگی ہوئی ہو تو اس کو دھونے کے بعد نجاست زائل ہو جائے گی اور وہ پاک ہو جائے گا فقہ کے ابتدائی طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ نجاست زائل ہونے پر کپڑا پاک ہو جاتا ہے مگر کسی نے سچ کہا کہ احمد رضا خان جاہلوں کا پیشوا تھا۔ پھر اس معترض کا دجل ملاحظہ فرمائے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے سور کی چربی والا کپڑا پہننے کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ ملفوظ میں ایسا کچھ نہیں وہ تو اس کو دھو کر پاک کر کے پہننے کا حکم دے رہے ہیں اس پر اب سور کی چربی کہاں؟

گویا کوئی رضاخانی سے مسئلہ پوچھے کہ حضرت کپڑوں پر نجاست لگ گئی کیا حکم ہے اور رضاخانی جواب دے کہ دھو کر پہن لو تو یہ جاہل اس پر عنوان لگائے گا کہ نجاست والا کپڑا پہننے کی اجازت دے دی۔

فتاویٰ عالمگیری میں مسئلہ لکھا ہے کہ خنزیر یا گدھا نمک کی کان میں گر گیا اور نمک بن جائے تو اس نمک کا کھانا جائز ہے۔ خدا جانے کہ یہ جاہل اس مسئلہ پر کیا طوفان بدتمیزی بپا کرے گا۔

خان صاحب بریلوی لکھتا ہے:

اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے حتی کہ خنزیر بھی کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے ہے خون غذا سے ہے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں“۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴،ص ۴۴۰)

تو آپ کے نزدیک تو خنزیر سارا کا سارا پاک ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خان صاحب نے مسئلہ شریعت سے بیان کیا ہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ بھی تو شریعت کے مطابق تھا پھر اس پر اعتراض کیوں؟

(اعتراض ۲۲۴): بے وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں:

”آپ ان خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے تو رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشہ میں مست تھے آپ نے خان صاحب سے فرمایا کہ بھائی خان صاحب اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو چار آدمی اور جمع ہو جا کریں اور مسجد آباد ہو جائے۔ خان صاحب نے کہا کہ میرے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو۔

(تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۱۹۷،۱۹۸، ارواح ثلاثہ،ص ۲۱۶،تذکرۃ الخلیل،ص ۹۸)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص ۱۹۲)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے''دیوبندی مذہب،ص ۱۹۶ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پورا واقعہ اس طرح ہے:

''ایک مرتبہ آپ کا جلال آباد یا شاملی گزر ہوا ایک مسجد ویران پڑی تھی۔وہاں نماز کیلئے تشریف لاکر پانی کھینچا،وضو کیا مسجد میں جھاڑو دی بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی نمازی نہیں؟اس نے کہا جی سامنے خان صاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہے۔اگر وہ نماز پڑھنے لگے تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں۔آپ ان خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے تو رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشہ میں مست تھے آپ نے خان صاحب سے فرمایا کہ بھائی خان صاحب اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو چار آدمی اور جمع ہو جا کریں اور مسجد آباد ہو جائے۔خان صاحب نے کہا کہ میرے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں۔آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو۔اس پر اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو نماز پڑھ لیا کروں گا آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلہ پر نماز پڑھی اور سجدہ میں خوب روئے۔ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت آپ سے ایسی دو باتیں سرزد ہوئیں جو کبھی نہیں ہوئیں یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دے دی اور دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں بہت روئے۔فرمایا کہ سجدہ میں میں نے جناب باری تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ اے رب العزت کھڑا تو میں نے کر دیا اب دل تیرے ہاتھ میں ہے۔

ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں تو ظہر کا وقت تھا اپنا عہد یاد آیا پھر خیال آیا کہ آج پہلا روز ہے لاؤ غسل کر لیں کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے۔غسل کیا کپڑے پہنے اور نماز پڑھی۔بعد نماز باغ کو چلے گئے عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی بعد مغرب گھر پہنچے تو طوائف موجود تھیں۔اول کھانا کھانے گھر گئے بیوی پر جو نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے ان کی شادی کو سات سال ہو گئے تھے اور آج تک کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اس کی صورت دیکھی تھی۔فوراً باہر آئے رنڈی سے کہا کہ آئندہ میرے پاس نہ آنا۔خادم سے کہا کہ بستر اگھر میں بھیج دو۔سنا ہے کہ ان خان صاحب کی پچیس سال سے کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی''۔

(تذکرۃ الخلیل،ص ۹۸،۹۹)

سبحان اللہ!اس واقعہ کے جس جملہ پر رضاخانی کو اعتراض تھا اس پر یہ حاشیہ ہے:

''جن صاحب تصرف کو یہ بھروسہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بے قاعدہ نہیں رہ سکتا قاعدہ میں آکر رہے گا ان کو ایسی شرط منظور کر لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا کیونکہ واقع میں وہ شرط ہوتی ہی نہیں اس سے ضد ٹوٹ جاتی ہے اور آگے ان کا تصرف مجبور کر دیتا ہے کہ قاعدہ میں سب کام کرے جیسے کہ یہاں ایسا ہی ہوا اس لئے یہ حرام کو حلال کرنا نہیں ہوتا مگر دوسروں کو اس کی نقل درست نہیں''۔

(تذکرۃ الخلیل،ص ۹۸)

بات بالکل واضح ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو بذریعہ الہام مطلع کر دیا تھا کہ جب یہ نماز کیلئے آئے گا تو ان شاءاللہ وضو بھی کرے گا اور شراب نوشی بھی ترک کر دے گا اور اس کی تائید خود احادیث سے ملتی ہے۔دیکھیں ایک حدیث میں ہے

عن عبد الله بن فضالة، عن أبيه، قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي: وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

قَالَ : قُلْتُ : إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ ، فَمُرْنِي بِأَمْرٍ جَامِعٍ ، إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي ، فَقَالَ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ ، وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا ، فَقُلْتُ : وَمَا الْعَصْرَانِ ؟ فَقَالَ : صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا ۔ (سنن ابی داود رقم الحدیث ۴۲۸)

فضالہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتائیں سکھلائیں ان میں سے یہ بات بھی تھی کہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو۔ میں نے کہا یہ ایسے اوقات ہیں جن میں مجھے بہت کام ہوتے ہیں آپ مجھے ایسا جامع کام کرنے کا حکم دیجئے کہ جب میں اس کو کروں تو وہ مجھے کافی ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا عصرین پر محافظت کرو۔ عصرین کا لفظ ہماری زبان میں مروجہ نہ تھا۔ اس لئے میں نے پوچھا کہ عصرین سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دو نمازیں ایک سورج نکلنے سے پہلے (فجر) اور ایک سورج ڈوبنے سے پہلے (عصر)۔

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ نے اس کو بقیہ نمازیں معاف کر دی تھیں معاذ اللہ بلکہ شارحین نے اس کا ایک مطلب یہ بتلایا کہ صبح کا وقت سستی و نیند کا وقت ہوتا ہے اور عصر کا وقت کام کاج کا جب یہ ان دو مصروف اوقات میں نماز اپنے وقت پر پڑھ لے گا تو ان شاء اللہ باقی اوقات بھی پڑھنے کی توفیق مل جائے گی۔

وإنما خصّ- عليه السلام- هذين الوقتين؛ لكثرة وقوع الثواني والكسل فيهما؛ أما الصبح فلأنه عقيب النوم، والقيام من الفراش، والاشتغال بالماء البارد، ولا سيما في أيام الشتاء، وأما العصر فلأنه في وقت اشتغال الناس بالبيع والشراء، والاشتغال بالأعمال، ولا يقوى أعمال الناس وبَيعُهم وشراؤهم وسائر معاملاتهم إلا في آخر النهار.

(شرح ابی داود للعینی، ج ۲ص ۳۰۲)

بخاری ومسلم کی متفق علیہ مشہور حدیث ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب کرنے لگا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کی پٹائی کیلئے دوڑے مگر حضور ﷺ نے صحابہ کو منع کر دیا اور اس جگہ پانی بہانے کا حکم دیا۔

تو کیا اس حدیث سے یہ مطلب لیں گے کہ معاذ اللہ حضور نے مسجد اور وہ بھی مسجد نبوی ﷺ جیسی عظیم مسجد میں پیشاب کرنے کا جائز قرار دے دیا؟ نہیں بلکہ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ایک مصلحت کی بنا پر تھا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ اللہ اس کو شراب پینے کی اجازت یا بغیر وضو نماز پڑھنے کی اجازت جائز سمجھ کر نہیں دی بلکہ یہ مصلحت تھی جیسا کہ واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ کسی طرح مسجد آجائے ان شاء اللہ کی توفیق اور نماز کی نیت کی برکت سے پاکی خود ہی حاصل کر لے گا اور حرام سے خود ہی بچ جائے گا۔

اس سے بھی واضح حدیث میں ہے جو مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اسلام لایا اس شرط پر کہ صرف دو نمازیں پڑھے گا آپ ﷺ نے اس کی یہ شرط قبول فرمالی۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، أَنَّهُ «أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ مِنْهُ

(مسند امام احمد، ج ۳۸ص ۱۷۳، رقم ۲۳۰۷۹)

امام ابن رجب حنبلی نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ امام احمد سے کہ جب اسلام لے آئے گا تو باقی نمازوں کا بھی حکم دے دیا

جائے گا۔

قال الإمام أحمد في رواية ابنه عبد الله : إذا أسلم على أن يصلي صلاتين يقبل منه، فإذا دخل يؤمر بالصلوات الخمس، وذكر حديث قتادة عن نصر بن عاصم الذي تقدم.

(فتح الباری، ج ۴، ص ۱۳)

تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ شرط اسی بنیاد پر قبول کی تھی کہ ایک دفعہ مسجد آجائے نماز کی طرف متوجہ ہو جائے تو ان شاءاللہ وضو و پاکی کا بھی بتلا دیا جائے گا مگر اللہ کی شان دلوں کو پھیرنے والا کہ اس نے خود ہی اس کا دل پھیر دیا۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعض اوقات طریقہ بیعت یہ تھا کہ اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے بعض حقوق اسلام کو ترک کرنے میں نرمی کرتے کہ جب اسلام لے آئے گا تو خود ہی ان حقوق کی رغبت دل میں پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہی ابو داود کی حدیث پیش کی پھر بنو ثقیف کی اسلام کی روایت پیش کی کہ ہم نہ تو صدقہ دیں گے نہ جہاد کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کو قبول فرمالیا کہ جب اسلام لے آئیں گے تو خود ہی ان کاموں کی طرف خود ہی راغب ہو جائیں گے۔ یہی مصلحت دینی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر تھی۔

وقد كان أحيانا يتآلف على الإسلام من يريد أن يسامح بترك بعض حقوق الإسلام، فيقبل منهم الإسلام، فإذا دخلوا فيه رغبوا في الإسلام فقاموا بحقوقه وواجباته كلها. كما روى عبد الله بن فضالة الليثي، عن أبيه، قال: علمني رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فكان فيما علمني: وحافظ على الصلوات الخمس. قال : قلت: إن هذه ساعات لي فيها أشغال، فمرني بأمر جامع، إذا أنا فعلته أجزأ عني. قال: حافظ على العصرين - وما كانت من لغتنا - قلت: وما العصران؟ قال: صلاة قبل طلوع الشمس، وصلاة قبل غروبها. خرجه أبو داود وابن حبان في " صحيحه" والحاكم. وظن أن فضالة هو ابن عبيد، ووهم في ذلك، فليس هذا فضالة بن عبيد-: قاله ابن معين وغيره. وفي " المسند" من حديث قتادة، عن نصر بن عاصم الليثي، عن رجل منهم، أنه أتى النبي - صلى الله عليه وسلم - فأسلم على أن يصلي صلاتين، فقبل منه. وفي رواية: على أن لا يصلي إلا صلاتين، فقبل منه. وفيه- أيضا- عن جابر، أن ثقيفاً إذ بايعت اشترطت على رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أن لا صدقة عليها ولا جهاد. قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - : يصدقون ويجاهدون إذا أسلموا. قال الإمام أحمد في رواية ابنه عبد الله : إذا أسلم على أن يصلي صلاتين يقبل منه، فإذا دخل يؤمر بالصلوات الخمس، وذكر حديث قتادة عن نصر بن عاصم الذي تقدم.

(فتح الباری لابن رجب، ج ۴، ص ۱۲، ۱۳)

بریلوی پیر نے صرف تین نمازوں کی اجازت دی

بریلوی پیر سید نور الحسن شاہ بخاری لکھتے ہیں:

''ایک آدمی موضع سرلے تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کا رہنے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔نہایت سادہ لوح تھا۔عرض کیا کہ حضرت اللہ کا نام پوچھنے کیلئے حاضر ہوا ہوں ۔لیکن پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔کیونکہ اکیلا آدمی ہوں،کام کاج کرنا ہوتا ہے ۔حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آسانی سے کتنی ادا کرسکتا ہے؟عرض کیا تین پڑھ سکوں گا۔آپ نے فرمایا کہ اچھا ہے''۔

(الانسان فی القرآن (تحریف شدہ ایڈیشن)ص ۳۱،بار سوم)

کیوں جی!یہاں پر بھی کوئی تبصرہ فرمائیں گے؟

پیر کا حکم سب سے حسین وجمیل رنڈی کے پاس جاؤ

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

'' کبھی مرشد سالک کو اس کے حالات کے مطابق کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہوتی ہے لیکن حقیقت میں شریعت کے خلاف نہیں ہوتی میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک صاحب کی شادی ہوئی واپسی میں برات ڈاکوؤں نے لوٹ لی ان کی دلہن کو بھی لے گئے جس کے صدمے میں وہ پاگل ہو گئے گھر بار چھوڑ کر آوارہ گردی شروع کردی کسی طرح سکون نہیں ملا تو ایک عارف کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے مرید ہونے کی درخواست پیش کی شیخ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور ایک اشرفی دی اور حکم دیا کہ جاؤ شہر میں جو طوائف کنواری اور سب سے زیادہ حسین وجمیل ہو اس کے پاس رات بسر کرآ و انہوں نے اشرفی لی مگر ہمت نہ پڑی ،صبح کو پھر ویسے حاضر ہوئے شیخ نے واقعہ پوچھا تو بتادیا کہ میری ہمت نہیں پڑی ۔پھر شیخ نے وہی حکم دیا مگر پھر وہ تعمیل نہ کرسکے ۔تیسرے دن شیخ نے انہیں بہت سختی کے ساتھ حکم دیا تو مجبور ہو کر طوائف کے محلے میں گئے پوچھ گچھ کے بعد ایک ایسی طوائف کا پتہ چلا یہ وہاں گئے جب تنہائی ہوئی تو دیکھا کہ ایک انتہائی حسین وجمیل لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور رو رہی ہے ۔انہوں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بدقت تمام اپنی جورو داد سنائی اس کے مطابق یہ ان کی دلہن نکلی''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ ص ۱۵۲)

ہم بھی رضا خانیوں کو یہی سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ:

'' کبھی مرشد سالک کو اس کے حالات کے مطابق کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہوتی ہے لیکن حقیقت میں شریعت کے خلاف نہیں ہوتی''۔

اس حدیث سے مختار کل کا ثبوت اور اس کا رد

سنن ابی داؤد کی جو حدیث ہم نے پیش کی جاہل رضا خانی اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ شریعت میں من مانی تبدیلی کا اختیار تھا تبھی تو دیکھو اس صحابی کو صرف دو نمازیں پڑھنے کا حکم دیا اور باقی معاف کردیں ۔حالانکہ یہ بدترین جہالت ہے ۔اس حدیث کی شرح میں شارحین نے واضح کیا ہے کہ نہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار ہے ۔بلکہ اس صحابی کا مقصد یہ تھا کہ مشغولیات کی وجہ سے دیگر اوقات میں جو کمی کوتاہی ہوجاتی ہے یا نماز مستحب وقت پر ادا نہیں ہو پاتی تو کوئی ایسا عمل بتادیں کہ وہ کروں تو اس کمی کوتاہی کا مداوا ہوجائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو نمازوں کو وقت پر پڑھو ان شاءاللہ دیگر مواقع پر جو تقصیر ہوگئی وہ اس سے پوری ہوجائے گی ۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ جمع بین التسمیہ ہے جیسے کہتے ہیں سنۃ عمرین تو اس سے مراد حضرت ابوبکر وصدیق دونوں ہیں ۔

مشرقین اس سے مراد مشرق ومغرب دونوں ہے یہ تخفیف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اب عصرین سے مراد صبح سے عشاء تک کی تمام نمازیں مراد ہیں کہ ان کو وقت پر پڑھو گے تو باقی معاملات میں جو تقصیر ہوئی ہوگی وہ اس کی برکت سے معاف ہو جائیں گی۔

وَكَأَنَّهُ أَرَادَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ : حَافِظْ عَلَيْهِنَّ فِي أَوَائِلِ أَوْقَاتِهِنَّ ، فَاعْتَذَرَ بِالأَشْغَالِ الْمُفْضِيَةِ إِلَى تَأْخِيرِهَا عَنْ أَوَائِلِ أَوْقَاتِهِنَّ فَأَمَرَهُ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى هَاتَيْنِ الصَّلاَتَيْنِ بِتَعْجِيلِهِمَا فِي أَوَّلِ وَقْتَيْهِمَا وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

(سنن الکبری، ج ا،ص ۴۶۶، رقم ۲۲۷۷)

قَالَ الشيخ ولى الدين العراقى هذا الحديث مشكل مبادىء الرَّأْيِ إِذْ يُوهِمُ إِجْزَاءَ صَلَاةِ الْعَصْرِ لِمَنْ لَهُ أَشْغَالٌ عَنْ غَيْرِهَا فَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي سننه فى تأويله وَأَحْسَنَ كَأَنَّهُ أَرَادَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ حَافِظْ عَلَيْهَا بِأَوَّلِ أَوْقَاتِهَا فَاعْتَذَرَ بِأَشْغَالٍ مُقْتَضِيَةٍ لِتَأْخِيرِهَا عَنْ أَوَّلِهَا فَأَمَرَهُ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَاتَيْنِ بِأَوَّلِ وقتهما

وقال بن حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ إِنَّمَا أَمَرَهُ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الْعَصْرَيْنِ زِيَادَةُ تَأْكِيدٍ لِلْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى أَوَّلِ وَقْتِهِمَا وَأَطَالَ الْكَلَامَ فِيهِ الْمُنَاوِيُّ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ (حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ) قَالَ الْخَطَّابِيُّ يُرِيدُ بِالْعَصْرَيْنِ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَصَلَاةُ الصُّبْحِ وَالْعَرَبُ قَدْ تَحْمِلُ أَحَدَ الِاسْمَيْنِ عَلَى آخَرَ فَيُجْمَعُ بَيْنَهُمَا فِي التَّسْمِيَةِ طَلَبًا لِلتَّخْفِيفِ كَقَوْلِهِمْ سُنَّةُ الْعُمَرَيْنِ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْأَسْوَدَيْنِ يُرِيدُونَ التَّمْرَ وَالْمَاءَ فَالْأَصْلُ فِي الْعَصْرَيْنِ عِنْدَ الْعَرَبِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

(عون المعبود، ج ۲، ص ۶۸)

يريد بالعصرين صلاة العصر وصلاة الصبح والعرب قد تحمل أحد الاسمين على الآخر فتجمع بينهما فى التسمية طلبا للتخفيف كقولهم سنة العمرين لأبى بكر وعمر رضى الله عنهما. والأسودين يريدون التمر والماء والأصل فى العصرين عند العرب الليل والنهار قال حميد بن ثور:

ولن يلبث العصران يوم وليلةٌ... إذا طلبا أن يدركا ما تيمما

فيشبه أن يكون إنما قيل لهاتين الصلاتين العصران لأنهما تقعان فى طرفى العصرين وهما الليل والنهار (معالم السنن ج ا، ص ۱۳۴)

وحاصل كلام فضالة ومَعناه: أنى إذا واظبتُ على العَصرين كل واحد فى وقته المُستحب مع الأداء بالجماعة أجزأعنى فيما يقع عنى من التقصير فى غير الصلاة من طاعة الله تعالى من أبواب الفضائل والقُربات، ويحتمل أن يكون المعنى: أجزأ عنى إذا قصرتُ فى غير العصرين من الصلوات الخمس بأن أؤديها بغير الجماعة أوفى وقتها المكروه بسبب الاشتغال بالأعمال، فإن التقصير الذى يُوجد فى ذلك بهذه الحيثية رُبما يُجبرُ ويُجزىء عنى بمُواظبتى على العَصرين فى أوقاتهما المُستحبة مع الجماعة، وليس المعنى: أنه يجزىء عنه إقامتهما عن غيرهما، فإن ذلك لا يجزىء إلا عنهما، لا عن غيرهما، وكذا كل صلاة تؤدى لا تُجزىء إلا عن تلك الصلاة بعَينها، لا عن غيرها، فافهم وإنما خصّ- عليه السلام- هذين الوقتين، لكثرة وقوع

الثوانی والکسل فیهما؛ أما الصبح فلأنه عقیب النوم، والقیام من الفراش،والاشتغال بالماء البارد، ولا سیما فی أیام الشتاء، وأما العصر فلأنه فی وقت اشتغال الناس بالبَیع والشراء، والاشتغال بالأعمال، ولا یقوی أعمال الناس وبَیعُهم وشراؤهم وسائر معاملاتهم إلا فی آخر النهار.قوله: " وما کانت من لغتنا " أی: لُغة إطلاق العَصرین علی الصُبح والعَصر ما کانت من لغتنا.فلذلك قال: " فقلت: ومَا العَصران " ؟فأجاب-علیه السلام-بقوله ت " صلاةٌ " أی: أحدهما: صلاةٌ قبل طلوع الشمس، وهی صلاة الصبح، والأخری: صلاة قبلِ غروب الشمس، وهی صلاة العَصر، والعرب قد تحمل أحد الاسمین علی الآخر، فتجمع بینهما فی التسمیة طلبا للتخفیف کقولهم: " سنة العُمَرین " لأبی بکر وعمر-رضی الله عنهما-والأسودَین: للتمر والماء، والأصل فی العَصرین عند العرب: اللیل والنهار.قال حُمید بن ثور.

ولن یَلبث العصران یومٌ ولیلةٌ.... إذا طلبا أن یُدرکا ما تیمّما ویُشبه أن یکون إنما قیل لهاتین الصلاتین: العَصران؛ لأنهما یقعان فی طرفی العَصرین؛ وهما اللیل والنهار

(شرح سنن ابی داود للعینی، ج ۲،ص ۳۰۲)

(اعتراض ۲۲۵): افیون کھاؤ

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتاہے:

’’حضرت مولانا گنگوہی سے ایک شخص گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے آیا کہتا ہے کہ میں افیم کھاتا ہوں فرمایا اچھا یہ بتلاؤ کتنی کھاتا ہے؟ اتنی میرے ہاتھ پر رکھ دے۔۔۔۔چنانچہ اس نے ایک گولی بنا کر ہاتھ پر رکھ دی حضرت نے اس کا ایک حصہ توڑ کر اس کو کھلا دیا کہ اتنی کھالیا کر۔۔۔الخ۔(افاضات الیومیہ، ج ۴،ص ۳۱۸)

ایک دیہاتی آپ سے بیعت ہوا اور اپنی دیہاتی زبان میں عرض کیا کہ مولبی جی اور تو ساری چیزیں چھوڑ دوں گا پر افھیم (افیون) نہ چھوڑوں گا آپ نے ارشاد فرمایا نہ چھوڑنا۔(تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۱۴۸،۱۴۷)‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۳)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ’’دیوبندی مذہب،ص ۱۸۴،طبع اول‘‘ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: پہلے مکمل واقعہ پڑھ لیں:

’’چنانچہ ایک دیہاتی آپ سے بیعت ہوا اور اپنی دیہاتی زبان میں عرض کیا۔مولبی جی اور تو ساری چیزیں چھوڑ دوں گا پر اپھیم (افیون) نہ چھوڑوں گا آپ نے ارشاد فرمایا جانہ چھوڑنا۔چنانچہ دیہاتی چلا گیا۔کچھ دنوں کے بعد اس کے دل میں خیال ہوا کہ پیر صاحب کے پاس چلنا چاہئے۔ساتھ ہی خیال آیا کہ پیر صاحب نے افیون کے بارے میں دریافت کیا تو کیا جواب دوں گا۔اس خیال سے افیون چھوڑ دی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد آیا۔اور دو روپے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دست مبارک پر رکھ دئے کہ یہ آپ کا نذرانہ ہے۔ حضرت نے دریافت کیا تو عرض کیا کہ حضرت جی! میں نے اپھیم چھوڑ دی ہے اور اپھیم چھوڑنے سے میرا نفس خوش ہوا کہ دو روپیہ مہینہ

کی بچت ہوگئی لہذا میں نے نفس کی مخالفت کی، اس طرح پر کہ دو روپیہ مہینہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کروں گا"۔
(تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۵۰،۱۵۱)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو ہم نے ماقبل اعتراض کا دیا ہے کہ آپ کو کشف یا الہام یا قرائن سے معلوم ہوگیا کہ اگر ابھی اس سے سختی سے منع کیا جائے تو بیعت بھی نہ ہوگا اور دوبارہ انہی گناہوں کی دلدل میں چلا جائے گا اس لئے ابھی تو بیعت کرلی جائے اور جو کہہ رہا ہے مان لیا جائے بیعت کی برکت سے ان شاء اللہ خود ہی ان کاموں سے توبہ کرلے گا اور الحمدللہ ہوا بھی ایسا ہی۔ اس کی نظیر خود رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ہمیں ملتی ہے۔ رضاخانیوں نے لکھا:

"ایک شخص سرکار نامدار دو عالم کے مالک و مختار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں آپ (ﷺ) پر ایمان لانا چاہتا ہوں مگر میں شراب نوشی، بدکاری، چوری، اور جھوٹ کا عادی ہوں اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں۔ میں (ایک دم ہی) ان تمام گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ اگر آپ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ میں ان میں سے صرف ایک کو چھوڑ دوں تو میں آپ (ﷺ) پر ایمان لانے کو تیار ہوں۔ سلطان دو جہاں رحمت عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو اس نے اس بات کو قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا"۔ (اختیارات مصطفی ﷺ، ص ۱۹، مکتبۃ المدینہ)

اب کیا اس واقعہ سے مراد یہ لیں گے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ نے اس شخص کو بدکاری و شراب نوشی کی اجازت دے دی تھی؟ بلکہ رضاخانیوں نے یہی کفر مراد لیا ہے کیونکہ وہ اس واقعہ کو حضور ﷺ کے اختیارات کے باب میں لائے کہ حضور ﷺ کو یہ اختیار تھا کہ جس کیلئے شریعت کا جو حکم چاہیں بدل دیں معاذ اللہ تو اس شخص کیلئے بھی آپ ﷺ نے زنا و شراب خوری کی حرمت کا حکم بدل کر حلال کر دیا تھا۔ استغفر اللہ یہ تو اس مسلمان نے خود غیرت کی کہ ان چیزوں کی طرف بڑھا نہیں۔

یاد رہے کہ ہمارے نزدیک اس قسم کی روایات کا یہی مفہوم ہے کہ جو ماقبل میں بیان ہوا کہ آپ ﷺ کو شریعت کے کسی حکم میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا آپ شارح تھے نہ کہ شارع۔ اس قسم کی روایات کا منشاء یہی ہے کہ جب ایمان لے آئے گا تو اس کی برکت سے ان گناہوں سے خود ہی محفوظ ہو جائے گا۔

تاش کھیلنے کی اجازت

ایک رضاخانی میاں شیر محمد شرقپوری صاحب کا واقعہ نقل کرتا ہے:

"گاڑی کے جس ڈبہ میں حضرت صاحب قبلہ اپنے احباب کی معیت میں تشریف فرما تھے، اس میں چند افراد تاش کھیلنے میں انہیں کہا گیا کہ میاں صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں لہذا تاش کھیلنا بند کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا دیکھئے ہیں کئی ایسے پیر جو تعویذ گنڈے کر کے عورتوں کو لے بھاگتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے تاش کھیلنے سے روکنے والے دوست کو فرمایا کچھ نہ کہو یہ ٹھیک کہتے ہیں"۔
(حدیث دلبراں، ص ۱۶۸)

تو جناب کیا اس واقعہ سے آپ یہ نتیجہ نکالیں گے کہ میاں شیر محمد شرقپوری صاحب نے تاش کھیلنے کے جواز کا فتوی دیا ہے اور وہ تاش کھیلنے کو جائز سمجھتے تھے؟

افیون کھانے والا صاحب کشف درویش

پیر مہر علی شاہ صاحب کا ملفوظ ہے :

’’پھر آپ نے فرمایا یہاں ایک اور شخص تھا جو اکثر پانی میں افیون ملا کر پیا کرتا تھا۔ یہ اس پہلے درویش سے درجہ میں فائق تھا اور زیادہ بلند پرواز تھا۔ ایک دن میرے پاس آ کر کہنے لگا’’ آج تخت سے لہہ کے تلے بیٹھے ہوئے ہو‘‘ یعنی آج تخت سے نیچے بیٹھے ہو۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ سید صدیق شاہ صاحب کہتے تھے کہ ایک دن حضور نے اس جملہ کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ میں اس دن اپنے اشتغال ترک کر کے لوگوں کے ساتھ باتوں میں مشغول رہا۔ اس درویش نے اس امر کی طرف اشارہ کیا‘‘۔

(ملفوظات مہریہ، ص ۳۸)

تو اب رضاخانیوں کی زبانی میں اگر حضرت نے افیون کھانے کی اجازت بھی دی تو دراصل اسے صاحب کشف درویش بنانا چاہتے تھے۔ حیرت ہے ہم پر اعتراض وہ لوگ کر رہے ہیں جن کے مسلک میں درویش افیون کھاتا ہے اور اس کی برکت سے صاحب کشف ہو جاتا ہے۔

(اعتراض ۲۲۶): گوہ کھانے کیلئے خنزیر بننا پڑے تو خنزیر بن کر گوہ بھی کھالیتے ہیں

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

’’ایک موحد سے لوگوں نے کہا اگر حلوہ وغلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ (گونہہ) کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔(امداد المشتاق ص ۱۰۱ طبع لاہور)‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۹۳)

جواب: اس واقعہ پر رضاخانی وغیر مقلد دونوں حضرات اعتراض کرتے ہیں لہٰذا ہم دونوں کو سامنے رکھ کر جواب دے رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے حضرت کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

’’ایک موحد سے لوگوں نے کہا اگر حلوہ وغلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔(حاشیہ) قول انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا۔ اقول: اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام وآثار میں۔

(امداد المشتاق ص ۱۰۱، طبع لاہور)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس اشکال کا جواب آگے دیا جو اس معترض نے نقل نہیں کیا یعنی اگر اشیاء کی حقیقت کو دیکھیں تو حقیقت سب کی ایک ہے ہاں آثار ونتائج اور مآل وانجام مختلف ہیں۔ مثلاً اس واقعہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ حلوہ یہ گندم، سوجی وغیرہ سے بنتا ہے اور غلاظت یہ انسان کی خوراک ہے انسان گندم وغیرہ کھاتا ہے تو اسی کا فضلہ بصورت غلاظت نکلتا ہے تو اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو دونوں کی حقیقت ایک ہے لیکن ان کے احکام وآثار جدا جدا ہیں۔ ایک انسان کیلئے طیب مگر دوسرا حرام ہے۔ اسی طرح انسان کیلئے جو حرام وہی خنزیر

کیلئے خوراک تو یہ فرق آثار واحکام ہے۔

خان صاحب بریلوی لکھتا ہے:

اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے حتی کہ خنزیر بھی کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے ہے خون غذا سے ہے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں''۔(فتاوی رضویہ، ج ۴ص ۴۴۰)

ایک دوسرا جواب اس کا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا کہ معاذ اللہ گوہ کھانے کیلئے خنزیر بننا پڑے تو بن جاؤ یہ محض معترض کا اعلی حضرتی دجل وفریب ہے۔دوران درس استاذ بات سمجھانے کیلئے بعض اوقات کوئی فرضی واقعہ بیان کردیتا ہے یہ واقعہ بھی اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے۔مقصود صرف فرق مراتب کو بیان کرنا ہے کہ ماہیت بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔اب خنزیر کیلئے گوہ کی وہی حیثیت ہے جو انسان کیلئے حلوہ کی یہ مقصود نہیں کہ معاذ اللہ گوہ کھانے کیلئے خنزیر بن جاؤ ایسی جہالت کی امید رضاخانیوں ہی سے کی جاسکتی ہے۔

اس قسم کا واقعہ رضاخانی کتب میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو:

''انہوں نے ایک دفعہ خنزیر حوض کے کنارے رکھ کر ابن عربی سے کہا کہ اگر وجود واحد ہے تو اسے کھاؤ ابن عربی نے خدا کی مناجات کی اور تالاب میں غوطہ لگایا پھر کتے کی صورت میں برآمد ہوئے اور اس مردار میں سے کچھ کھالیا اس سے مناظرین لاجواب ہوگئے''۔

(مرات العاشقین،ص ۲۷۰)

لیجئے آپ کے شمس الدین سیالوی تو اسے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ قرار دے رہے ہیں گویا آپ کے اصول کے مطابق ابن عربی معاذ اللہ کتا بن کر حرام ومردار کھانے کی اجازت دے رہے تھے اور مردار کھانے کیلئے اگر کتا بننا پڑے تو بن جایا کرو۔استغفر اللہ۔

رضاخانیوں کی مستند ترین کتاب میں ایک رضاخانی میاں شیر محمد شرقپوری صاحب کا واقعہ بیان کرتا ہے:

''فراغت سے واپسی پر راستہ میں ہی ایک جگہ ''پیراں بھار''(پاؤں کے بل) بیٹھ گئے اور کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھ کر استنجا کیلئے کنویں کی طرف سے آنے والی پانی کی نالی پر چلے گئے۔استنجاء کے بعد آپ نے کیکر کے درخت سے تسبیح اتاری اور ساتھیوں کو لیکر گھر کی طرف واپس ہوئے۔راستہ میں آپ نے فرمایا''جب میں پیشاب کرکے لوٹا تو راستہ میں ایک جگہ پاخانہ پڑا ہوا تھا۔وہ سوکھ کر سنہری رنگ کا ہوگیا تھا۔مجھے وہ بڑا خوبصورت لگا میں اس کے پاس بیٹھ گیا مجھے اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔پاخانہ نے زبان حال سے مجھے کہا تمہیں مجھ پر اتنا پیار آرہا ہے اور بڑی محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے ہو مجھے کھا کیوں نہیں لیتے؟ میں نے یہ سن کر جواب دیا کہ تجھے کھا تو لوں لیکن کیا کروں شریعت اجازت نہیں دیتی''۔

(حدیث دلبراں،ص ۱۱۴،۱۱۳از حاجی فضل احمد مونگہ رضاخانی،اشاعت اول ۱۹۹۳)

یہ ہے رضاخانیوں کا نظریہ پاخانہ جس سے ایک فطری کراہت انسانی طبعیت میں ہوتی ہے،کوئی بھی سلیم الفطرت پاخانے کو دیکھ کر اس کے عشق ومحبت میں گم نہیں ہوتا مگر یہ رضاخانی اپنے دادا پیر کا قصہ بتلارہا ہے کہ پاخانے کو دیکھ کر اس کے حسن وجمال میں ایسے غرق ہوجاتے ہیں کہ پاخانہ بھی شرما کر کہتا ہے کہ حضرت اتنی ہی محبت ہے تو کھا کیوں نہیں لیتے؟ اور حضرت بھی آگے سے تھوتھو نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کیا کریں معاذ اللہ شریعت نے مصیبت ڈالی ہوئی ہے اگر شریعت نے منع نہ کیا ہوتا تو یقینا تجھے گیارہویں شریف کا حلوہ سمجھ کر

رکابی سمیت چاٹ لیتا۔شرم تم کومگر نہیں آتی۔

یہ موصوف رضاخانی اپنے ایک اور بزرگ کاواقعہ نقل کرتے ہیں:

''قاری محمد ابراہیم کئی کئی ہفتے شرقپور شریف مقیم رہتے اور عشق ومحبت کے کمال غلبہ کی وجہ سے قصبہ کی نالیوں کا پانی پینے لگتے اور کہتے یہاں کی نالیوں کا پانی گندا نہیں یہ تو آب حیات ہے''۔

(حدیث دلبراں،ص ۱۶۰)

انسانوں جانوروں کے پیشاب پاخانہ اور دیگر گندگیوں سے بھرے نالے آخر ان کیلئے ''آب حیات'' کیوں نہ ہو جب پیر صاحب خود پاخانے کے عشق میں مست ہوں جیسے پیر ویسا مرید۔شکر ہے کہ ان لوگوں نے کسی نہ کسی وجہ سے شریعت کا پاس رکھ ہی لیا ورنہ لوگوں کو کھیتوں میں ڈالنے کیلئے گوبر کے لالے پڑ جاتے پتہ چلتا کسی رضاخانی ''عاشق گوبر و پاخانہ'' کے عشق کے ہاتھوں سارے علاقہ کا گوبر ختم ہوگیا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ شیخ عبداللہ فرسی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ کوڑھ کے مریض تھے ایک عورت ان سے اسی حالت میں شادی پر راضی ہوگئی شادی والی رات قرشی حمام میں گئے اور بالکل خوبصورت نوجوان کی طرح باہر نکلے۔عورت ڈرگئی اور کہا کہ اللہ سے ڈرو!! میں فرسی کی بیوی ہوں۔تو شیخ نے کہا کہ میں اللہ کی قسم وہی ہوں تم سے ملنے کیلئے میں اس حالت میں آوں گا اور لوگوں سے جب ملوں گا تو وہی حالت ہوگی۔اس اللہ کی بندی نے کہا کہ نہیں مجھے آپ اسی حالت میں منظور ہیں۔اس کے بعد جب کبھی ان کے شوہر غسل خانے میں داخل ہوتے تو ان کے زخموں سے پیپ رستا،یہ اللہ کی بندی اس کے نکلنے کے بعد غسل خانے میں جاتی اور شیخ اور شوہر کا وہ پیپ پانی کی جگہ پیتی۔شیخ کی وفات کے بعد شیخ کے مریدوں میں اس عورت کا وہی مقام،احترام وعزت تھی جو شیخ کی تھی۔

(الطبقات الکبری،ص ۲۶۶،دارالکتب العلمیہ بیروت)

خنزیر بن کر گوہ کھانے پر تو آپ کو اعتراض ہے یہاں بزرگ کی بزرگ بیوی کا پیپ کھانے پر بھی کوئی اعتراض ہے؟ یا تمہارے لئے پیشاب،پاخانہ،پیپ سب حلال ہے؟ یہاں تک تو رضاخانیوں کو جواب تھا رہے غیر مقلدین تو ان کو وہی جواب کہ یہ فرق مراتب ہے اور قلب ماہیت ہے اور ماہیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے پھر ہوسکتا ہے کہ یہ محض فرق مراتب کو سمجھانے کیلئے بطور تمثیل ایک واقعہ بیان کیا گیا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی جن کا ہو حدیث میں ہڈی جنات کی غذا اور لید ان کے جانوروں کی غذا بتلایا گیا ہے۔بخاری کے ایک اثر جس میں ایک بندر کو سنگسار کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس نے ایک بندریا سے زنا کیا تھا اس کے جواب میں غیر مقلدین کے شیخ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''اس میں بندروں سے مراد جن ہیں۔دیکھئے فتح الباری (ج ۷،ص ۱۶۰) اور الحدیث حضرو،۲۴،ص ۲۰۔یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ جن مکلف مخلوق ہے اور جنوں کا مختلف اشکال اختیار کرنا بھی ثابت ہے لہذا تابعی کے اس قول پر اعتراض عجیب وغریب ہے''۔

(فتاوی علمیہ،ص ۲۷۴)

اسی طرح غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''ان کیلئے نزدیک سلطان کے ایک مجلس عقد کی گئی تا کہ ان کو وعظ کہنے سے منع کیا جائے سلطان نے حکم دیا انہوں نے اس بات کی شکایت اپنے شیخ ایوب کناس سے کی سلطان بیت الخلا میں تھے کہ یکا یک شیخ ایوب دیوار میں سے مع جاروب بصورت شیر کلاں نکلے اور منہ

پھاڑ کر سلطان کو نگلنا چاہا سلطان کانپ کر بے ہوش گر پڑے جب ہوش آیا کہا شیخ حسین کو کہلا بھیج کہ وعظ کہے ورنہ میں تجھ کو ہلاک کر ڈالوں گا پھر اسی دیوار میں گھس گئے سلطان پاس شیخ حسین کے آئے معذرت کی اور شیخ ایوب سے بھی ملنا چاہا مگر انہوں نے اجازت نہ دی''۔

(خیرۃ الخیرۃ،ص ۱۷۵،مطبع مفید عام آگرہ)

جیسے یہاں شیخ ایوب شیر بن گئے اور انسان جس کو کھانا حرام ہے کو کھانے کیلئے آگے بڑھے اسی طرح اگر کسی نے خنزیر بن کر گوہ کھالیا تو کیا اشکال ہے جو جواب اس کا وہی جواب ہمارے واقعہ کو سمجھ لیں۔

(اعتراض ۲۲۷): کچہری میں جھوٹ بولنا جائز ہے

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''سوال ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہے اس میں اپنے استیفائے حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملایا جائے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: احیا حق کے واسطے کذب درست ہے۔۔الخ۔

(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۷۵)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۳)

جواب: اس بے ایمان نے آگے کی عبارت نقل نہیں کی۔آگے وضاحت ہے کہ:

''مگر تاامکان تعریض سے کام لیوے''

یعنی کذب صریح سے حتی الامکان پرہیز کرے اور تعریض وتوریہ سے کام لے جو حقیقت جھوٹ ہی نہیں۔باقی علماء نے اس موقع پر کذب سے کام لینے کی اجازت دی ہے:

اَلْکِذْبُ مُبَاحٌ لِاِحْیَاءِ حَقِّہٖ وَدَفْعِ الظُّلْمِ عَنْ نَّفْسِہٖ

(شامی،ج ۹،ص ۶۱۲،مفتاح الجنان فی شرح شرعۃ الاسلام لامام زادی الحنفی ص ۳۹۰،البریقۃ المحمودیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ،ج ۴، ص ۱۴۴،الحدیقۃ الندیہ،ص ۳۷،الذخیرۃ البرہانیہ،ج ۱۰،ص ۳۱۵)

کذب مباح ہے اپنے حق کے حصول کے واسطے اور خود سے دفع ظلم کے واسطے۔

جھوٹ کے جواز کی تفصیل ماقبل میں ہو چکی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے۔

(اعتراض ۲۲۸): گندگی والا پانی پاک ہے

یہ عنوان قائم کر کے فقہ حنفی وعلم سے تہی دامن نام نہاد رضاخانی لکھتا ہے:

''سوال: تالاب دہ (۱۰) در دہ بہت زیادہ قریب بستی کے ہے ہاں بستی کو اس کے اطراف و جوانب میں بول براز کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔برسات میں اگر پُر نہ ہو اور باڑ ٹوٹ پھوٹ کر بھی نہ نکلا ہو اس صورت میں طاہر ہے یا غیر طاہر؟الخ

جواب: یہ تالاب پاک ہے اگر چہ باہر نہ نکلا ہو۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۲۷۲)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۳)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۴'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: اس مسئلہ پر اعتراض کرنا بھی رضاخانیوں کی شرعی مسائل سے بدترین جہالت کی دلیل ہے جس مسلک کے ترجمان و مناظر اس قدر جاہل ہوں اس مسلک کا عام آدمی جہالت کی کس سطح پر ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اس صورت میں یہ تالاب ماء جاری کے حکم میں ہے اور یہ واقعی ناپاک نہیں ہوتا۔صاف وضاحت بھی موجود ہے کہ بول و براز تالاب کے جوانب میں کیا جاتا ہے نہ کہ تالاب میں اور بارش میں پانی کا تالاب میں جانا یقینی بھی نہیں۔

اور اسی سے ملتا جلتا مسئلہ خان صاحب نے بیان کیا ہے ملاحظہ ہو:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ در دہ میں کتا یا سور پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضوء یا پینا چاہئے یا پیشاب پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں؟

الجواب:۔ظاہر الروایۃ کا ماحصل یہ ہے کہ جہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ ایسی جگہ وضوء کیجئے تو اتنی دور کا پانی فوراً زیروزبر نہ ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک نہ ہوا اس سے وضوء وغیرہ سب جائز ہے۔۔۔آئمہ متاخرین نے اسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسرا آب جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضوء وغیرہ روا جب تک پانی نجاست کا اثر نہ لے لے''۔

اور فائدہ میں لکھا ہے:

''ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچہ نے پیشاب کر دیا ناپاک نہ ہوگا''۔

(فتاوی رضویہ قدیم،ج ا،ص ۲۵۷)

سائل نے پوچھا تھا کہ حوض دہ در دہ ہے اس میں خنزیر کتے نے پی لیا یا پیشاب پاخانہ کر دیا تو احمد رضا خان صاحب نے دہ در دہ کو ماء جاری کے حکم میں قرار دیا اور ماء جاری میں اس قسم کی نجاست کے متعلق لکھتے ہیں:

''آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا''۔

(فتاوی رضویہ قدیم،ج ا،ص ۲۵۷)

اگر رضاخانی معترض میں ذرہ برابر غیرت ہوگی جس کی ہمیں کوئی امید نہیں تو اس خنزیر و کتے کے پیشاب ملے ہوئے دہ در دہ حوض میں ڈوب مرے گا۔

(اعتراض ۲۲۹): اپنی گائے بھینس سے زنا اور اس کا گوشت اور دودھ پینا

یہ عنوان قائم کر کے معترض لکھتا ہے:

''سوال: شخصے گاؤمیش حاملہ قیمتی تخمیناً صد روپیہ زنا کرد آں گاؤمیش راچہ کردہ شود۔الخ

الجواب: ظاہر شد کہ عند الامام اکل او و شرب لبن او ہمہ جائز بلا کراہت ہست پس درصورت مسوکہ از شان بہیمہ چیزے تعرض نہ کردشود چوں مالک او گوارہ فلسند۔(امداد الفتاوی،ک ۲،ص ۱۰۴)

تھانوی صاحب نے جوعبارت فتاوی شامی سے نقل کی ہے اس میں و قالا تحرق ایضا صریح طور پر موجود ہے اور تھانوی صاحب صاحبین کے قول کو نظر انداز کر کے زنا کا دروازہ کھول رہے ہیں حالانکہ یہی تھانوی صاحب پٹاخے کی خرید وفروخت کے بارے میں یوں فتوی تحریر کرتے ہیں کہ ان اشیاء کی خرید وفروخت امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز۔ پس خرید وفروخت نہ کرنا احتیاط پر ہے"۔ (امداد الفتاوی، ج ۵، ص ۲۵۲)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے "دیوبندی مذہب، ص ۱۸۵ طبع اول"۔ وص ۲۱۵،۲۱۶"طبع جدید سے سرقہ کر کے اسی جاہل کی مکھی پر مکھی ماری ہے۔

جواب: اصل فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: شخصے با گاؤمیش حاملہ قیمتی تخمینا صدرو پیہ زنا کرد آں گاؤمیش راچہ کردہ شود۔ واگر چار پایہ دیگرے باشد وانزال نہ کردہ است کہ اورا اسیر کردن آن چار پایہ راچہ کردہ شور حکم کشتن و بصد کشتن سوختن بعلت عار وحمل مید ہند وجائے کہ این ہر دو علت نباشد چیست وجائے کہ باشد و مالک چار پایہ نکشد برائے شیر نوشی دارد گناہ گار است یا نا؟

(وَ) لَا يُحَدُّ بِوَطْءِ (بَهِيمَةٍ) بَلْ يُعَزَّرُ وَتُذْبَحُ ثُمَّ تُحْرَقُ، وَيُكْرَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَيَّةً وَمَيِّتَةً مُجْتَبَى. وَفِي النَّهْرِ: الظَّاهِرُ أَنَّهُ يُطَالَبُ نَدْبًا اه

و فی الشامیة (قَوْلُهُ وَتُذْبَحُ ثُمَّ تُحْرَقُ) أَيْ لِقَطْعِ امْتِدَادِ التَّحَدُّثِ بِهِ كُلَّمَا رُئِيَتْ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهَا، وَهَذَا إذَا كَانَتْ مِمَّا لَا تُؤْكَلُ، فَإِنْ كَانَتْ تُؤْكَلُ جَازَ أَكْلُهَا عِنْدَهُ. وَقَالَا: تُحْرَقُ أَيْضًا. فَإِنْ كَانَتْ الدَّابَّةُ لِغَيْرِ الْوَاطِئِ يُطَالَبُ صَاحِبُهَا أَنْ يَدْفَعَهَا إلَيْهِ بِالْقِيمَةِ ثُمَّ تُذْبَحُ، هَكَذَا قَالُوا وَلَا يُعْرَفُ ذَلِكَ إلَّا سَمَاعًا فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ زَيْلَعِيٌّ وَنَهْرٌ (قَوْلُهُ الظَّاهِرُ أَنَّهُ يُطَالَبُ نَدْبًا إلَخْ) أَيْ قَوْلُهُمْ يُطَالَبُ صَاحِبُهَا أَنْ يَدْفَعَهَا إلَى الْوَاطِئِ لَيْسَ عَلَى طَرِيقِ الْجَبْرِ

الجواب: ازیں دوایت ظاہر گشت کہ ایں ذبح و احراق علی سبیل الوجوب نیست و اخذ مال کسے بلاطیب خاطر او باتلاف او بلا رضایش حرام است و ارتکاب حرام برائے اقامت مندوب پر ظاہر است کرنا جائز است و ہم ظاہر ظاہر شد کہ عند الامام اکل او و شرب لبن او ہمہ جائز بلا کراہت ہست پس درصورت مسوکہ از شان بہیمہ چیزے تعرض نہ کردشود چوں مالک اوگوارہ فکسند"۔

(امداد الفتاوی ج ۴، ص ۱۵۵، ۱۵۴، تھانہ بھون)

نوٹ: شامی کی عبارت ج ۴ ص ۲۶ مطلب فی وطی الدابۃ پر موجود ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ کسی اور کی بھینس جس کی مالیت سو روپے ہے (آج کے قریبا ایک لاکھ) اس سے زنا کرلیا معاذ اللہ اب مالک چار پائے کو مارنے پر راضی نہیں بھینس حاملہ ہے اور دودھ کیلئے اس کو رکھنا چاہتے تو کیا کرے؟ تو حضرت نے پہلے علامہ شامی وصاحب ھدایہ کی عبارت پیش کی کہ ایسے جانور کو ذبح کرنا اور جلا دینا چاہئے لیکن یہ کام واجب نہیں البتہ اگر یہ جانور واطی کا نہ ہو بلکہ کسی اور کا ہو تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اپنا جانور واطی کے حوالے کردے اور اس سے اس کے بدلے پیسے لے لے مگر یہ مطالبہ مندوب ہے جبرا ایسا نہیں کرسکتے نہ واجب ہے۔ یعنی اگر جانور کا مالک جانور دینے پر راضی نہ ہو تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔

اب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کی روشنی میں جواب دیا کہ جب مالک بھینس دینے پر راضی نہیں تو بلا رضا اس کا مال لینا حرام ہے اور بھینس کو مارنا ایک مندوب امر ہے واجب نہیں تو مندوب کے ارتکاب کیلئے حرام کام کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اس لئے اس جانور کا مارنا بدون رضامندی مالک جائز نہیں، اور یہ مار کر جلانا اس جانور کیلئے ہے جس کا گوشت کھانا جائز نہیں جس کا کھانا جائز ہے تو امام صاحب کے نزدیک ایسے جانور کو مارنے کے بعد اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے۔ تو امام صاحب کے اسی قول کی روشنی میں فتویٰ دیا کہ مالک کا اس بھینس سے انتفاع جائز ہے۔

اب بعض غیر مقلدین کی طرح شرم وحیاء سے عاری اس شخص نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ معاذ اللہ صاحبین کے قول کو ترک کر کے زنا کا دروازہ کھول رہے ہیں، تو یہ دروازہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کھولا ہے۔ معاذ اللہ۔ ان کو پکڑو۔ رہا صاحبین کا فتویٰ کہ اسے جلا دینا چاہئے تو وہ بھی بطور وجوب نہیں زیادہ سے زیادہ مندوب ہے۔ تو کیا صاحبین نے بھی زنا کا دروازہ کھولنے کی اجازت دی؟

علامہ ہاشم ٹھٹوی کی جواہر الفتاوی کتاب الجنایات میں تو صاف تصریح ہے کہ اگر جانور کسی اور کا ہو تو اسے مارنا جائز نہیں:

وفی جواھر الفتاوی وما ذکر فی بعض المواضع انھا اذا کانت للفاعل ذبحت فالوجه فیه ان البھیمة له وقد جنی فجاز اتلاف ماله بجنایته انکارا علیه وتقبیحا لفعله وان کانت لغیره لا یجوز اتلاف ملك انسان بجنایة غیره۔ (بحوالہ احسن الفتاوی، ج ۵ ص ۵۰۴)

مفتی احمد یار گجراتی بھی لکھتا ہے:

”یعنی جانور کا قتل سزا نہیں بلکہ اس چرچہ کو بند کرنے کیلئے ہے اور جب غذا یا علاج کیلئے جانور ذبح کرنا درست، اسی طرح اس فائدے کیلئے بھی اس کا قتل جائز ہے، یہاں اشعۃ نے فرمایا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے وجوبی حکم نہیں“۔

(مرعاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۴۱، رقم الحدیث ۳۵۷۶، مکتبۃ المدینہ)

اب بتائے صاحب اشعۃ بھی کہہ رہے ہیں کہ اپنا جانور قتل کرنا بھی صرف بطور مشورہ ہے نہ کہ واجب وضروری چہ جائیکہ غیر کا جانور، اب رضاخانی جواب دیں کیا صاحب اشعۃ بھی معاذ اللہ زنا کا دروازہ کھول رہے ہیں؟ کن احمقوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے جنہیں نہ قرآن و حدیث کا علم نہ فقہ حنفی سے کوئی مس اور ایسے بے شرم مناظر اسلام جیسے مقدس لقب کے حامل بنے ہوئے ہیں۔

رہی بات کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ کیوں نہیں دیا تو صاحبین کے مذہب پر بھی اس جانور کا مارنا ضروری نہیں لیکن اپنے خان صاحب کا یہ اصول ذہن میں رکھ لو:

”اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اصح واحوط اقدم قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الاعلام بان فتوی علی القول الامام میں ہے۔ اذا قال الامام فصدقوہ فان القول ما قال الامام۔ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی“۔

(ملفوظات، حصہ دوم ص ۱۴۴)

تو آپ کے خان صاحب کے اصول کی روشنی میں ہم یوسفی یا شیبانی نہیں بلکہ حنفی ہیں اسی لئے فتویٰ امام صاحب کے قول پر دیا۔

یاد رہے کہ یہ پٹاخے خان صاحب کے ہاں بھی حرام ہے چنانچہ فتویٰ دیتے ہیں:

”آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے“۔
(فتاوی رضویہ، ج ۲۳،ص ۲۷۹)

(اعتراض ۲۳۰): خاص حرام کھانا حلال ہے

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

”حضرت مولانا قاسم نانوتوی کو حرام کے طعام سے جیسے نفرت تھی ویسے ہی اس کا احساس بھی بہت جلد کرتے تھے مگر دعوت بوجہ دلداری ہر ایک کی منظور فرمالیا کرتے تھے پھر آ کر قے کرتے تھے جو فتوی سے حلال تھی۔(ارواح ثلاثہ،ص ۲۵۰)“۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۴)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ”دیوبندی مذہب،ص ۱۸۷ طبع اول“ سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: یہ اس معترض کا کھلا دجل وفریب ہے عنوان تو یہ دیا کہ معاذ اللہ گویا اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر نے خاص حرام کو بھی حلال قرار دے دیا،اور اس کی حلت کا فتوی دیا ہے۔حالانکہ جو حوالہ دیا اس میں ایسا کوئی ذکر نہیں اور اس پر اعتراض کرنا بھی اعلی حضرتی جہالت کی بدترین مثال ہے۔بات بالکل واضح ہے کہ جس مال کا یقینی طور پر حرام ہونا معلوم نہ ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ہاں اگر شک یا ظن ہو تو تقوی یہ ہے کہ نہ کھایا جائے۔حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تقوے اور اتباع شریعت اور اعلی اخلاق کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایسے لوگوں کی دعوت بھی قبول کرلیتے جن کے مال کا قطعی طور پر حرام ہونا معلوم نہ ہو یوں معاشرت حسن اخلاق،رواداری اور فتوے پر بھی عمل ہو جاتا اور گھر آ کر اپنے ظن وخیال کی وجہ سے قے بھی کرلیتے یوں ”تقوے“ پر بھی عمل ہو جاتا۔

ایسے بزرگ مشایخ کہ جو مشتبہ چیز کو بھی قے کرکے پھینک دیتے تھے یہ بدبخت ان کے ذمہ حرام کو حلال لگانے کا بہتان باندھ رہا ہے۔لیکن جن کے بڑوں کے دل سے خدا خوفی ختم ہو چکی ہو اور حرمین جیسی مقدس زمین پر جھوٹ بولتے ہوئے جن کے اعلی حضرت نہ شرمائے تو ان کے ادنی حضرت کیلئے تو جھوٹ،مکاری،دھوکا عین عبادت اور سنت اکابر ہوگا۔

ہماری بات کی وضاحت کتاب کے حاشیہ پر موجود ہے جس کو اس خائن نے نقل نہ کیا:

”دعوت کی منظوری حرام بین ہونے کی صورت میں نہ تھی بلکہ مشتبہ ہونے کی صورت میں جو فتوی سے حلال تھی کیا انتہا ہے اخلاق وشفقت کی“۔(ارواح ثلاثہ،ص ۲۱۳)

ایک ملفوظ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی دلنشین انداز میں وضاحت فرمائیں ہے آپ فرماتے ہیں:

”بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بھی بڑا اہتمام کیا ہے۔حضرت مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ کی ایک شخص نے دعوت کی کھانا مشتبہ تھا آپ نے اس کی دلجوئی کیلئے کھالیا مگر گھر پر آ کر قے کرکے سب نکال دیا اس میں ایک طالب علمانہ شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو ہی چکا تھا جو مذموم ہے پھر ایسا کرنے سے کیا نفع ہوا؟ جواب ہے کہ ایک تو فعل ہے یعنی کھانا وہ تو بے شک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزو بدن بننا جزو بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی ہے اس سے بچاؤ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بے فکری میں اجرت کہانت کا دودھ پی لیا تھا جس پر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر پھر بھی خبر ہونے کے بعد قے کردی اس کا بھی یہی نفع تھا“۔

(ملفوظات، ج ۲ص ۳۰۰،۳۰۱)

اب ذرا اپنے خان صاحب نواب بریلی کا حال بھی معلوم کرلیں:

''ایک کمسن صاجزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ میرے بوا (یعنی والدہ) نے آپ کی دعوت کی ہے۔۔۔ادھر صاجزادے صاحب پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے (فاضل بریلوی سے) کہ حضور یہ مکان نقارچی (نقارہ بجانے والے) کا ہے حضور یہ سن کر (غایت تقوی کی وجہ سے) کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا ابھی کیوں کہا؟ کھانے کے بعد کہا ہوتا''۔(فیضان اعلی حضرت،ص ۱۸۴،۱۸۵)

اب ہمارا استدلال یہ ہے کہ فاضل بریلوی کو تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ مال حرام سے حاجی صاحب نے بچالیا مگر الٹا حاجی صاحب پر ناراض ہوئے کہ اب کھاوں گا تو مرید پر نام نہاد تقوے کا حال کھل جائے گا اور نہیں کھاؤں گا تو مال مفت دل بے رحم پیٹ ناراض ہو جائے گا۔ بریکٹ میں رضاخانیوں نے وضاحت کی ہے کہ یہ کبید خاطر ہونا غایت تقوی کی وجہ سے تھا گویا فتوے کی رو سے ڈوم و مراثی کی کمائی اعلی حضرت کے ہاں حلال تھی۔

جس مال میں شبہ ہو اور حرمت معلوم نہ ہو تو خان صاحب فتوی دیتے ہیں:

''اور شبہ کے مال سے زیادہ احتراز چاہئے مگر حرمت نہیں جب تک معلوم نہ ہو''۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۱ص ۶۵۸)

تو جناب شبہ کا مال خان صاحب کے ہاں حرام ہے نہیں تو آپ کس منہ سے علمائے دیوبند پر حرام کو معاذ اللہ حلال کرنے کا الزام لگا رہے ہیں یہ اپنی طرف سے شریعت گھڑنا ہے۔

(اعتراض ۲۳۱): دیوبندی اکابر کی سود خوری

اس عنوان کے تحت معترض لکھتا ہے:

''ایک صاحب کا خط آئیرلینڈ سے آیا ہے اور لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنے والا ہوں اور میرا روپیہ بینک میں جمع ہے اس کے سود کو لیکر کہاں خرچ کرنا چاہئے میں نے جواب دیا کہ اس کو لیکر ہندوستان آجاؤ۔(ملفوظات، ج ۶ص ۲۰۷)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۴)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۷ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: مکمل ملفوظ ملاحظہ ہو:

''فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آئیرلینڈ سے آیا ہے اور لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنے والا ہوں اور میرا روپیہ بینک میں جمع ہے اس کے سود کو لیکر کہاں خرچ کرنا چاہئے میں نے جواب دیا کہ اس کو لیکر ہندوستان آجاؤ اور پھر آکر مسئلہ پوچھو۔ایسا جواب اس لئے لکھا کہ نازک مسئلہ ہے معلوم نہیں تحریر سے کچھ غلط فہمی ہو جائے۔پھر فرمایا کہ بہت ہی دور جگہ ہے لیکن ان جہازوں اور ریل کی بدولت کچھ بھی دور نہیں''۔(الافادات الیومیہ، ج ۵ص ۷۷)

اندازہ لگائیں کیا حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں ایسا لکھا کہ یہ سود کا پیسہ میرے پاس لے آؤ میں کھالوں گا معاذ اللہ؟ مگر ان دونوں معترضین نے کس قدر خدا خوفی سے بے خوف ہو کر خیانت کا ارتکاب کیا۔

ذرا گھر کا فتوی ملاحظہ ہو خان صاحب لکھتے ہیں:

''مگر سود خوار کے یہاں کھانے سے احتراز مناسب ہے''۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۱ ص ۶۵۸)

تو جناب آپ کے ہاں تو سود خور کے ہاں کھانے سے احتراز صرف ''مناسب'' ہے اس کا کھانا حرام نہیں تو سود کو آپ نے حلال قرار دیا ہے ہم نے نہیں معاذ اللہ۔ یہ جواب آں غزل ہے لہذا واویلا کرنے کی ضرورت نہیں۔

باقی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سود کے پیسے والے کو اپنے پاس بلا کر کیا سمجھانا تھا تو وہ اپنے گھر سے ملاحظہ کرلو:

''وارث اگر جانتا ہے کہ فلاں روپیہ سود کا ہے تو اسے لینا جائز نہیں، مورث نے جس سے لیا تھا اسے واپس دے یا تصدق کرے اور اگر کسی معین روپے کی نسبت علم اتنا نہیں اتنا جانتا ہے کہ اس میں اس قدر روپیہ حرام کے ہیں تو اتنا روپیہ مستحق کو پہنچائے اور اگر یہ بھی نہیں معلوم تو لینے والے پر وبال اور اس کیلئے حلال۔ واللہ تعالی اعلم''۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۱ ص ۶۵۸)

اب اس رضا خانی معترض کی الٹی سوچ کے مطابق تو سود کے پیسوں کو دوسروں کو دے کر اسے صدقہ کا نام قرار دے کر تو تمہارے نواب صاحب حلال قرار دے رہے ہیں اور اعتراض ہم پر؟

باقی رہی خان صاحب بریلوی کی حرام خوری تو یہ ایسا حرام خور تھا کہ اس نے اپنے بھائیوں کی جائیداد پر قبضہ کرلیا تھا اور اسی حرام سے اپنے بچوں کی پرورش کی تفصیل کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' ملاحظہ فرمائیں۔

(اعتراض ۲۳۲): سود کھانے کا دیوبندی حیلہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

''(سود استعمال کرنے کا) ایک حلیہ (حیلہ) شرعی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی یہ خیال کرے کہ سرکار بہت سے محصول اپنی رعایا سے لیتی ہے کہ ہماری شریعت میں جائز نہیں (اس نیت سے لے لے) ایسی نیت میں شاید حق تعالی مواخذہ نہ فرمائیں۔(فتاوی رشیدیہ، ص ۴۹۰، ۱)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۹۴، ۱۹۵)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب، ص ۱۸۷ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: اول مکمل سوال و جواب ملاحظہ ہو:

''ایک شخص کو سرکار کے بنک گھر سے اس کے روپیوں کا سود آتا ہے آیا اگر یہ سرکار سے سود لے لیا کرے اور آپ نہ کھاوے محتاجوں کو دے دیا کرے یا کسی غریب تنگ دست کو گھر میں کنواں لگوا دے تو یہ شخص سود خوروں میں گنا جاوے گا یا نہیں؟ اور محتاجوں کو روپیہ سود کا یا کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فقط۔

الجواب: سود لینا کسی حال میں جائز نہیں سود کا لینا ہر حال میں حرام ہے۔ چنانچہ قرآن شریف و حدیث میں اس کی قبائح مذکور ہیں۔ سو

بندہ کوکسی طرحا اجازت نہیں دے سکتا مگر ایک حیلہ شرعی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ سرکار بہت سے محصول اپنی رعایا سے لیتی ہے گو ہماری شریعت میں جائز نہیں گو قانون انگریزی سے وہ خلاف نہیں مگر شرع محمدیہ ﷺ میں ظلم ہے اور ناجائز ہے مستحق رد ہے سو یہ شخص یوں خیال کرے ک جو غریب رعایا ہے سرکار نے محصول خلاف شرع لیا ہے اس کو سرکار سے مسترد کراتا ہوں اور پھر اس کو وصول کر کے انہیں لوگوں پر تقسیم کردے جن سے سرکار نے کچھ بلا اذن شرع لیا تھا ایسی نیت میں شاید حق تعالی مواخذہ نہ فرماویں۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ،ج ۲،ص ۱۲۸،۱۲۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کس قدر دجل وفریب سے کام لیا اور کس برے طریقے سے کانٹ چھانٹ کر اس فتوے کو ان دونوں نے بد دیانتی سے نقل کیا۔کیا اس فتوے کو پڑھنے کے بعد کوئی انصاف پرور یہ گمان کرسکتا ہے کہ حضرت فقیہ العصر گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لئے یا معاذ اللہ دیوبندیوں کیلئے سود کو حلال کرنے کے حیلے بتلا رہے ہیں؟ وہ تو صاف اور واضح انداز میں لکھ رہے ہیں کہ سود لینا کسی صورت جائز نہیں۔

ہاں بینک کی طرف سے اپنے مال پر جو سود آرہا ہے وہ اگر غریبوں پر صدقہ کرنا ہے تو اس کا ایک حیلہ بتلا دیا کہ حکومت چونکہ کئی قسم کے غیر شرعی ٹیکس ان غریبوں سے لیتی ہے لہذا یوں گمان کرے کہ یہ سود لیکر دراصل وہ ٹیکس واپس لے کر انہی کو دے رہا ہوں احمد رضا خان لکھتا ہے:

”وارث اگر جانتا ہے کہ فلاں روپیہ سود کا ہے تو اسے لینا جائز نہیں،مورث نے جس سے لیا تھا اسے واپس دے یا تصدق کرے اور اگر کسی معین روپے کی نسبت علم اتنا نہیں اتنا جانتا ہے کہ اس میں اس قدر روپیہ حرام کے ہیں تو اتنا روپیہ مستحق کو پہنچائے اور اگر یہ بھی نہیں معلوم تو لینے والے پر وبال اور اس کیلئے حلال۔واللہ تعالی اعلم“۔

(فتاوی رضویہ،ج ۲۱ ص ۶۵۸)

اب جواب دیں یہاں تو خان صاحب بریلوی نے کسی قسم کا حیلہ بھی نہیں کیا ڈائریکٹ غریبوں پر صدقہ کرنے کو کہہ رہے ہیں تو کیا خان صاحب بریلوی بھی سود کو حلال کر رہے ہیں؟ کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے۔

باقی حیلہ شرعی جائز ہے بخاری میں وعالمگیری میں اس پر پورا باب ہے۔مشکوۃ کتاب البیوع باب الربا میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمدہ کھجور پیش کئے۔حضور ﷺ نے دریافت کیا کہاں سے لائے؟ عرض کیا میرے پاس ردی خرمے تھے میں نے دو صاع ردی خرمے دئے اور ایک صاع عمدہ خرمہ لے لیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو سود ہو گیا۔آئیندہ ایسا کہ ردی خرمہ پیسوں کے عوض فروخت کرو اور ان پیسوں کے اچھے خرمے لے لو۔اب یہ سود سے بچنے کا ایک حیلہ نبی کریم ﷺ نے بتلایا لیکن ان بے ایمانوں کے نزدیک تو شاید حضور ﷺ نے بھی معاذ اللہ۔۔استغفر اللہ۔۔۔۔

(اعتراض ۲۳۳): سود بھی ایک انعام ہے

اس عنوان کے تحت رضا خانی معترض لکھتا ہے:

”سوال: رہا سود تو کیا اس کو سود کہہ کر لینا حرام کہا جائے یا وہ بھی محسوب انعام میں ہی ہوگا۔کمپنی والے اس کو سود ہی کہتے ہیں۔الخ
الجواب: بندہ کا مدت سے خیال تھا کہ یہ صلہ (انعام) ہے،تسمیہ سے حرمت نہیں آتی۔(امداد الفتاوی،ج ۳ ص ۱۵۰ طبع کراچی)

اصل میں یہ عبارت تھانوی کی کتاب حوادث الفتاوی کی ہے جواب امداد الفتاوی میں شامل کر دیا گیا ہے۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۹۵)
نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب ص ۱۸۷ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔
جواب: دیوبندی مذہب والے نے تو یہاں دجل وفریب کی تمام حدیں پار کر دی ہیں اصل عبارت تک لکھنے کی زحمت نہ کی اور یوں ایک خود ساختہ وجاہلانہ مفہوم نقل کیا:
''اور پھر سود کو ایک انعام تصور کر کے ہضم کرنے سے گریز نہیں کیا گیا''۔(حوادث الفتاوی تھانوی ص ۲۶)''۔
(دیوبندی مذہب ص ۱۸۷ طبع اول)
کیا کوئی غیرت مند رضاخانی اس زمین پر موجود ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی فتاوی سے دکھادے کہ معاذ اللہ سود تو ایک انعام ہے لہذا اس کو ہضم کرلو؟۔
سرقہ باز ترجمان رضاخانیت نے جو کہا کہ پہلے یہ فتوی حوادث الفتاوی میں تھا اب امداد الفتاوی میں شامل کرلیا تو ہمیں پتہ ہے کہ تو کتنا بڑا محقق ہے۔ہم پر اپنا علم مت جھاڑ جب تو نے دیوبندی مذہب میں دیکھا کہ یہ تو حوادث الفتاوی کا حوالہ دیا اور وہ ہے نہیں تو امداد الفتاوی میں اس کو تلاش کیا اور وہاں مل گئی۔اس لئے یہ فرق بیان کر کے کوئی تیر نہیں مارلیا۔نیز امداد الفتاوی میں حوادث الفتاوی کا مکمل حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ دیوبندی مذہب والے نے حوادث الفتاوی کا صفحہ نمبر بھی غلط بتایا یہ اصل صفحہ ۳۶ ہے۔ہم حوادث الفتاوی ہی سے اصل سوال وجواب نقل کرتے ہیں کہ کس قدر خیانت سے کام لیا گیا ہے:
''سوال: ریلوے ملازموں کو پینشن نہیں ملتی ہے۔بجائے اس کے وہاں پر قانون ہے کہ ملازم کی تنخواہ سے مثلاً فی صدی دو روپے کاٹ لیتے ہیں اور یہ وضع تنخواہ حسب قانون ریلوے لازم ہے۔چاہے کوئی راضی ہو یا نہ ہو اور جس قدر ماہ بماہ وضع کرتے ہیں اسی قدر کمپنی یا گورنمنٹ اپنی طرف سے اس شخص کیلئے نامزد کر دیتی ہے اور یہ پھر یہ مجموعہ جو ماہ بماہ اس کی تنخواہ سے اور کمپنی کی طرف سے ہے اس کو تجارت میں لگادیتے ہیں اور اس کے احوال اصول مقررہ کے مطابق اس کے نفع کو جس کو وہ سود کہتے ہیں برابر اس کیلئے رکھتے جاتے ہیں۔جب ملازمت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو یہ سب روپیہ اس کو یکمشت دے دیتے ہیں۔تنخواہ سے جو کچھ وضع کر لیتے ہیں وہ تو اس کا حق ہے اس کی حلت میں تو کوئی شبہ نہیں اور کمپنی اپنی طرف سے جو ڈبل روپیہ اس کیلئے نامزد کرتی ہے وہ بھی عطا سلطانی یا انعام کہا جاسکتا ہے۔رہا وہ سود تو کیا اس کو سود کہہ کے لینا حرام کہا جاوے یا وہ بھی محسوب انعام میں ہوگا۔کمپنی والے اس کو سود ہی کہتے ہیں۔چنانچہ ہر سہ ماہی میں اس کا حساب بھیجتے رہتے ہیں۔کیا یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ سب انعام اور جائزہ ہے وہ چاہے اس کو سود کہیں۔بندہ نے اس مسئلہ میں بہت غور کیا تو اس طرف خیال جاتا ہے۔حضور جو ارشاد فرمائیں۔
الجواب: بندہ کا مدت سے یہ خیال تھا کہ یہ بھی صلہ ہے۔تسمیہ سے حرمت نہیں آئی۔
(حوادث الفتاوی، ج ۵، ص ۳۶، اشرف المطابع تھانہ بھون، امداد الفتاوی، ج ۳ ص ۱۵۰)
یہ تھا اصل فتوی۔اور اس کٹوتی کو آج کی زبان میں ''پراویڈنٹ فنڈ یا GPFUND'' کہتے ہیں۔اس میں فتوی یہ ہے کہ اگر یہ کٹوتی زبردستی کی جاتی ہو تو اس پر جو بڑھوتری ہوتی ہے وہ حکومت کی طرف سے انعام ہے اس کا لینا جائز ہے۔نہ کہ سود اگرچہ لوگ اسے سود کا نام

دے دیں کہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی۔ترجمان رضاخانیت کی فقہی بصیرت اور علمی حدود اربعہ سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن کیا کوئی غیرت مند رضاخانی فقیہ اس دھرتی پر موجود ہے جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے کو غلط ثابت کرے؟

اس جاہل ترجمان کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ سود نہیں اس لئے کہ ابتدا عقد ہی سے بوجہ اجل ملازم کی اصل تنخواہ میں اضافہ ہے اور کل اضافات اصل تنخواہ میں شمار ہو کر سب کا مجموعہ ابتدا عقد ہی سے بدلِ عمل ہے۔بوجہ تاجیل، بدل میں اضافہ بلا شبہ جائز ہے۔نیز ان اضافات کی شرح شروع ہی سے متعین ہوتی ہے اس لئے جہالت بھی نہیں ہے۔

رضاخانی بحر العلوم عبدالمنان اعظمی لکھتا ہے:

''پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہے۔اور ختم ملازمت کے بعد جب وہ رقم ملازم کو وصول ہوئی تو وہ اس کی جائز کمائی ہے''۔(فتاوی بحر العلوم، ج ۲ص ۱۶۶،۱۶۷،شبیر برادرز لاہور)

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''جی پی ایف کے نام سے جمع شدہ رقم پر گورنمنٹ جو زائد رقم دیتی ہے اس کا لینا بلا شبہ جائز ہے۔یہ سود نہیں گورنمنٹ یا فیکٹری کا عطیہ ہے جو حسن کارکردگی سے صلے میں دیتی ہے یا از کار رفتہ ہو جانے کی وجہ سے از راہ ترحم دیتی ہے''۔(قلمی فتاوی شارح بخاری)

(بحوالہ فتاوی شارح بخاری، ج ۱ص ۳۷)

اصل میں اس جاہل رضاخانی کو مغالطہ یہاں سے لگا ہے کہ گورنمنٹ اس کو سود کہتی ہے لہذا یہ سود ہی ہوگا جبکہ امجدی لکھتے ہیں:

''مگر عرف عام میں بے پڑھے لکھے لوگ گورنمنٹ کے کاغذات میں ان کو مسلمان کہتے اور لکھتے ہیں۔عوام کا عرف مدار حکم نہیں حکم کا مدار حقیقی معنی پر ہے''۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۳۸۹)

خان صاحب بریلوی سود کو حلال کرتے ہوئے

اس معترض نے تو اب تک صرف الزام تراشی کی کہ معاذ اللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ سود کو حلال کرنے کے حیلے بہانے تراش رہے ہیں اور سود کو انعام سمجھتے ہیں لیکن آئے ہم خود خان صاحب بریلوی کا حوالہ دیتے ہیں جو صریح سود کو حلال کہہ رہے ہیں ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ سود کہتے ہیں کل قرض جری علیہ النفع ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل ہو اب خان صاحب کا فتوی ملاحظہ ہو:

''اعلی حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا کہ گورنمنٹ قرض کا جو منافع دیتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

تو اعلی حضرت۔۔نے جواب دیا کہ سود کی نیت سے لینا جائز نہیں۔اگر یہ تصور کرکے لے کہ ایک جائز مال برضائے مالک بلا عذر و بد عہدی مل رہا ہے تو لینا جائز ہے۔مگر اہل تقوی اور دینی پیشواؤں کو ناواقفوں کی جانب سے سود خوری کی تہمت کا اندیشہ کے باعث اس سے بچنا چاہئے۔(فتاوی رضویہ، ج ۷، ص ۱۲۳)''۔

(جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے، ج ۱ص ۱۵۱، مرتب مفتی نظام الدین برکاتی، باہتمام مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ)

لیجئے خان صاحب تو صریح سود جس کو عوام بھی سود ہی سمجھتی ہے اسے بھی اس نیت سے لینے کو جائز کہہ رہے ہیں کہ مالک کی رضا سے مل رہا ہے ہاں عوام کہیں ہمیں سود خور نہ سمجھے اس لئے بچنا چاہئے لیکن چھپ چھپا کے مل جائے تو بالکل ہڑپ کر جانا چاہئے۔معاذ اللہ۔کیا اس صریح

سود خوری پر کوئی رضاخانی لب کشائی کرے گا؟ خان صاحب کے اس فتوے کی رو سے اگر حکومت شراب دے تو بتاویل رضائے مالک وہ بھی حلال ہوجائے گی لیکن عوام کے شراب خوری کے طعنہ کے اندیشے سے بس خان صاحب جیسے س لوگوں کو بچنا چاہئے۔معاذ اللہ۔

(اعتراض ۲۳۴): حق تلفی مسلمان ہی کی کرو

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ۔۔۔اس کے متعلق ایک عجیب لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان حق تلفی بھی کرے تو مسلمان ہی کے ساتھ کرے،کافر کے ساتھ نہ کرے۔(افاضات الیومیہ،ج ۴،ص ۳۴۸)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص ۱۹۵)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۸'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: یہاں پر بھی معترض نے دجل وفریب،خیانت اور بددیانتی کی تمام حدیں پار کردی ہیں۔ہم آپ کے سامنے پورا ملفوظ پیش کرتے ہیں اور پھر جواب دیں کہ آخر اس میں اعتراض والی کونسی بات ہے؟

''ایک صاحب نے آج کل کی حالت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ دغابازی اور حق تلفی تو عام ہوگئی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق ایک عجیب لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان حق تلفی بھی کرے تو مسلمان ہی کے ساتھ کرے،کافر کے ساتھ نہ کرے تاکہ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے۔اس لئے کہ مسلمان کی نیکیاں مسلمان ہی کو مل جائیں گی۔اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے ان کو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا وہ بزرگ اس کی مالی امداد روپیہ پیسے سے کرتے رہتے تھے اس نے محسن سمجھ کر گالیاں دینی چھوڑ دیں ان بزرگ نے روپے پیسے دینے بند کردئے۔اس شخص نے تعجب سے پوچھا حضرت یہ کیابات۔فرمایا کہ بھائی دنیا لینے دینے کی جگہ ہے۔تم نے مجھے دینا چھوڑ دیا۔میں نے تمہیں دینا بند کردیا کہ تم مجھ کو نیکیاں دیتے تھے کہ نماز روزہ کروخود اور دیدو مجھے،میں تمہیں روپیہ پیسے دے دیا کرتا تھا تم دینا شروع کردو۔دیکھو پھر ہم دیتے ہیں یا نہیں۔بھائی میں تم کو اپنا محسن سمجھتا تھا کہ اپنی نیکیاں مجھ کو دیتے تھے پھر فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات،ج ۴،ص ۲۹۴،۲۹۵،ملفوظ نمبر ۳۹۹)

کتنا دلنشین ملفوظ ہے اور تعلیم ہے،مگر علمائے دیوبند کے بغض میں جل بھن کر کوئلہ بن جانے والے اس شخص نے کیسا بدبودار عنوان اس پر قائم کیا۔حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ تھا کہ اول تو کسی کی بھی حق تلفی جائز نہیں نہ مسلمان نہ کافر۔بالفرض ایسی نوبت آبھی گئی تو کم ازکم مسلمان کی حق تلفی کرے تاکہ جو نیکیاں ہے وہ مسلمان ہی کے کھاتے میں جائے کسی کافر سے اسے کوئی فائدہ کیوں ہو؟ حضرت یہ ساری بات تو فرض کے طور پر کررہے ہیں نہ معاذ اللہ یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کی حق تلفی کرو۔اندازہ لگائیں جس شخص کے دل میں یہ تصور ہوگا کہ حق تلفی کرنے سے میری نیکیاں کسی دوسرے کے کھاتے میں چلی جائیں گی وہ کبھی ایسا سوچ بھی سکے گا؟

اور حجۃ الاسلام کے اس ملفوظ کو مزید غور سے ملاحظہ فرمائیں کس قدر عجیب نکتہ ہے کہ اس حق تلفی میں بھی مسلمان ہی کے حق کا خیال رکھا۔یعنی کوئی بندہ حق تلفی پر ہی بضد تو مسلمان ہی کی کرے تاکہ جس کی کررہا ہے آخرت میں اس کو اس کا صلہ ملے۔اللہ اکبر!!! جو آدمی حق تلفی میں

بھی ''حق مسلم'' کی اتنی رعایت رکھے آج ایک بد بخت کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی حق تلفی کی تعلیم دیتے تھے۔ تف ہے ایسے تعصب پر۔

رضاخانی اصول کے مطابق عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ والدین کو غیبت کا زیادہ حق دار سمجھتے

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے:

لو كنت مغتبا احدا لاغتبت والدىّ لانهما احق الناس بحسناتى

(شرح ابن بطال، ج۹ص ۲۴۵)

اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو ماں باپ کی کرتا کہ وہ لوگوں میں زیادہ حق دار ہیں میری نیکیوں کے۔

لیجئے ان جاہل رضاخانیوں کے نزدیک تو اب اس عبارت کا مطلب یہ ہونا چاہئے کہ غیبت ماں باپ کا ہی حق ہے۔ اس عبارت میں اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے مفہوم ومقصد میں بتلائے کیا فرق ہے؟ سوائے اسلوب و الفاظ کے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے کہا کہ فلاں آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے اسے مٹھائی کا ایک تھال بھیجا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنی نیکیاں مجھے ہدیہ کر دی ہیں تو میں نے بھی اس کے بدلہ تجھے ہدیہ بھیج دیا ہے۔ (شرح ابن بطال، ج۹ص ۲۴۵)

اب رضاخانی الٹی عقل کے مطابق اس حکایت کا مطلب یہ ہے کہ بجائے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کو تنبیہ کرتے کہ غیبت حرام ہے، نہ کرو، اسے ہدیہ بھیج کر اور غیبت پر ابھار رہے ہیں۔ اسے اور حرام کاری پر ابھار رہے ہیں۔ معاذ اللہ۔ واقعی پروفیسر مسعود نے جس عقل مند کا قول نقل کیا بالکل صحیح کیا کہ اعلی حضرت جاہلوں کے پیشوا تھے۔

اصل میں انہیں یہ تکلیف اس لئے کہ یہ کیا بات ہوئی ہمارے نقی علی خان نے تو اپنے بیٹوں اور بھائیوں کا حق مار لیا تھا ہمارے خان صاحب بریلوی نے اپنے بھائیوں کی ساری جائیداد باپ کے حکم پر ہتھیا لی تھی اور دیوبندی اتنے حقوق کے پاسدار ہوں؟؟ لہٰذا جھوٹ بول کر مکر و فریب کر کے انہیں بدنام کیا جائے۔ نقی علی خان اور بریلی کے نواب کے متعلق جو میں نے کہا اس کی تفصیل کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' ملاحظہ ہوں۔ ہم یہاں صرف نقی علی خان کے حوالے سے ایک حوالہ اپنی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں۔

مولانا نقی علی خان کس ذہن کے آدمی تھے؟ اس واقعہ کو ملاحظہ کریں

اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دورانِ علالت علاقے کی تقسیم کا دفعۃً ارادہ کر لیا اور دو موضعوں کی حقیت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلم موضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہوار کے ان دونوں بھائیوں کو ان موضعات کی آمدنی سے دینا لکھے، وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خان اور مولوی محمد رضا خان اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے، عمِ مکرّم مولوی محمد رضا خان تو بہت کم عمر تھے ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی مذکورہ بالا مسودہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت قبلہ) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرادوں، والدہ صاحبہ نے وہ مسودہ اعلیٰ حضرت کو دیا آپ نے دیکھا، دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے اور چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا کہ اس مسودہ کی

دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں، نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسند کرتا ہوں، میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصّے کر دیے جائیں اور ہر ایک کا حصّہ اس کے نام لکھ دیا جائے جس کا ہے اور اس مسودہ کو غالباً چاک کر دیا، اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزرگوار کو پہنچا دیا تو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ان کی والدہ محترمہ سے فرمایا یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دنیا کما کر ان پچاس پچاس روپے میں اضافہ کرلیا کریں گے، جو ان کے گذارے کیلئے کافی ہوگا، جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا، اس میں کل کی آدھی جائیداد اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھی اور بقیہ آدھی جائیداد میں ان دونوں بیٹوں کو برابر کا شریک کر دیا اور یہ مسودہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کو دیا کہ امن میاں کو دکھا دو اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی، میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلدی رجسٹری ہو جائے، چنانچہ وہ مسودہ رجسٹری ہوگیا اور چند ہی روز بعد مولانا نقی علی خان والد ماجد اعلیٰ حضرت قدّس سرّہٗ نے وفات پائی...... ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپیہ سے دوسری جائیداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد میری جائداد کے برابر کریں، اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی علی خان صاحب کے چار بھائیوں کے پاس تھے۔ وہ چار بھائی تھے خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی انہوں نے مقدّمہ بازی شروع کر دی، جس پر وہ ہارتے رہے انہیں مقدّمہ بازی کے دور میں اپنی جائیداد کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے، جب تک مقدمہ بازی کا دور رہا (جو سات آٹھ سال رہا) ان کی جائداد کی ادھر سے خریداری ہوتی رہی، مقدمہ بازی جب بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی...... ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۹۷،۹۸)

نقی علی خان صاحب نے ایک غیر شرعی کام کیا

یہ تقسیم جس وقت نقی علی خان صاحب نے کی اس وقت وہ مریض تھے اور اسی مرض میں وہ فوت ہوگئے، گویا مولوی نقی علی خان صاحب نے ہبہ مرض الوفات میں کیا اور مرض الوفات میں ہبہ یہ بمنزلہ ''وصیت'' کے ہے اور بمصداق حدیث نبوی ﷺ **لاوصیة لوارث** یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، لہٰذا نقی علی خان صاحب کا مولوی احمد رضا خان کو آدھی جائیداد دینا اور اس میں بیوی کو بھی محروم رکھنا ہرگز جائز نہ تھا اور خان صاحب کے دیگر دو بھائی بھی نابالغ اور چھوٹے تھے، بالفرض وہ اجازت دے بھی دیتے تب بھی اس اجازت کا اعتبار نہ رہتا، لہٰذا خان صاحب کا اس پر قبضہ کر کے اس کو اپنے تصرّف میں لانا بھی جائز نہ ہوا۔

إِذَا وَهَبَ أَحَدٌ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ شَيْئًا لِأَحَدِ وَرَثَتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ لَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ الْبَاقُونَ لَا تَصِحُّ تِلْكَ الْهِبَةُ

(مجلۃ الاحکام، ج ۱ص ۱۶۸)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے: مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثِهِ قَطَعَ اللهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مشکوۃ و ابن ماجہ) یعنی جس نے اپنے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ اسے جنت سے محروم کر دے گا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ایک اور فرمان مبارک ہے : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ (صحیح بخاری، ج ا ص ۳۵۲)

میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہوسکتی، چنانچہ (حاضر خدمت ہوکر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنالوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو، چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔

امام بخاری نے اس پر پورا باب باندھا ہے: ''بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ یعنی اور اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا اور ایسے ظلم کے ہبہ پر گواہ ہونا بھی درست نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عطایا کے سلسلہ میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو''۔

یہ حال ہے بریلوی کے ''مرجع فتاویٰ'' اور ''سب سے بڑے مفتی'' کا!!!!

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وارثوں کو میراث سے محروم کرنا حرام ہے اور بعض نے اسے گناہ کبیرہ میں سے شمار کیا ہے: أَفَادَ أَنَّ حرمَانَ الْوَارِثِ حرَام وعده بعضهم من الْكَبَائِر، (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۲ ص ۴۳۳)

بریلوی مفتی اعظم دیدار الوری فتویٰ دیتا ہے کہ: ''چند ورثہ کو محروم کر کے ایک وارث کو ہبہ کر دینا اگرچہ حرام نہیں مگر مکروہ اور ظلم ضرور ہے، چنانچہ طیبیؒ سے حاشیہ ص ۲۶۱ مشکوۃ میں ہے: (ترجمہ از ناقل، ساجد)

اگر کسی نے اپنی اولاد میں کچھ نظر انداز کر کے کچھ کو ہبہ کیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمھم اللہ کا مذہب ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے حرام نہیں ہے اور یہ ہبہ درست ہے۔

البتہ اگر ہبہ مرض الموت میں کرے گا جو بالآخر وصیت ہے یا وصیت نامہ بعض اولاد کے نام لکھ کر دے گا تو وہ ناجائز رہے گا، چنانچہ حدیث صحیح میں ہے: ألا لَا وصية لوارث یعنی خبردار وارث کیلئے وصیت جائز نہیں۔

اور بموجب اسی حدیث صحیح تمام کتب فقہ میں ہے''۔ (فتاوی دیداریہ، ص ۳۰۳، ۳۰۴)

پس خان صاحب بریلی کے والد نے مرض الوفات میں خان صاحب کے نام جائیداد لکھ کر نہ صرف ظلم بلکہ ایک ناجائز اور کارِ حرام نیز صحیح حدیث کی مخالفت کا گناہِ عظیم کیا۔

ہمارا بریلویوں سے سوال ہے کہ تم نے یہ واقعہ آخر کس لئے پیش کیا؟ خان صاحب کی صلہ رحمی اور حسن سلوک کے باب میں؟ اگر ہاں اور

ایسا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ خان صاحب بریلوی کے والد کے دل میں نہ تو اپنے بقیہ بیٹوں کیلئے کوئی محبت تھی نہ صلہ رحمی، ورنہ وہ اس طرح کی تقسیم نہ کرتے، خان صاحب کا اس تقسیم کو رد کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نقی علی خان کی یہ جائداد کی تقسیم ظالمانہ تھی، کیونکہ تم نے خود لکھا کہ خان صاحب شریعت کے خلاف نکتہ برابر کوئی کام نہ کرتے، پس اس تقسیم کو رد کرنا اور بار بار رد کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ نقی علی خان صاحب نے جائیداد کی تقسیم میں برابری کا اصول بالکل بھی سامنے نہ رکھا، اسی وجہ سے حسنین رضا جو نقی علی خان کے پوتے ہیں وہ خان صاحب کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کر رہے ہیں:

''ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا، ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے''۔

یعنی نقی علی خان نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی میرے باپ اور چچا کو ساری زندگی دنیا کمانے اور نان شبینہ کے محتاج رہنے میں یہ تو بھلا ہو میرے اعلیٰ حضرت کا کہ انہوں نے ہماری جائیداد کا بندوبست کر دیا۔

خان صاحب کے چچاؤں کا ملحقہ علاقوں کیلئے مقدمہ کرنا اس کی تفصیل اگرچہ فراہم نہیں کی گئی کہ وہ مقدمہ ان کا حق تھا یا نہیں لیکن بظاہر لگتا ایسا ہی ہے کہ نقی علی خان کے دیگر بھائیوں کا اس جائداد پر دعویٰ حق بجانب تھا، نہیں تو تسلیم کریں کہ نقی علی خان کے یہ بھائی ظالم اور مال حرام لینا چاہتے تھے، لیکن نقی علی خان صاحب نے جس طرح تقسیم کر کے اپنے ایک ہی بیٹے کو نوازنے کی پوری کوشش کی اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نقی علی خان کے والد رضا علی خان نے بھی اپنے دور میں اپنے باقی بیٹوں کو جائداد سے محروم رکھ کر نقی علی خان ہی کو نوازا ہوگا اور وہ بیچارے تنگ دستی سے مجبور ہو کر انگریزی قانون کے پاس گئے کہ شاید ہمیں ہماری جائیداد مل جائے۔

یہ ہے امام الاتقیاء کا ذاتی کردار! کیا جو شخص تقوے میں امامت کے درجے پر فائز ہو اس کو اس قسم کی حرکتیں زیب دیتی ہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ اس تقسیم میں خان صاحب کی والدہ کو جائداد سے بالکل محروم رکھا گیا ہے۔

اس ساری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ نقی علی خان نے اپنے بیٹوں کا حق باطل کیا۔

(اعتراض ۲۳۵): منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی معترض لکھتا ہے:

''دیوبندی قطب رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۹)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۹۵)

جواب: یہ اعتراض آج سے قریباً ۷ سال قبل بھی رضاخانیوں کی طرف سے اٹھایا گیا تھا جس کا منہ توڑ جواب ہماری سے ''سیف حق'' رسالہ میں دیا گیا تھا جو الحمدللہ آج تک لاجواب ہے۔ ہم اسی جواب کو یہاں نقل کر رہے ہیں ملاحظہ ہو:

۔۔۔ رضاخانی نے جہاں اپنی جہالت کا اظہار جابجا اپنے مضمون ''رضا کے نیزے کی مار ہے'' میں کیا، جس کا مدلل جواب قارئین ''رضا کا نیزہ ٹوٹ گیا'' کے نام سے پڑھ چکے ہیں، وہاں اپنے رسالے کلمۃ۔۔۔ (کلمۃ الحق أُریدَ بھا الباطل) جو برعکس نام نہند زنگی را کافور کا مصداق ہے۔ کے دوسرے شمارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا۔

اعتراض یہ تھا......(ملخصاً)

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے منی آرڈر کو ناجائز قرار دیتے ہوئے سود کہا ہے اور راہِ سنّت کے شمارہ پر منی آرڈر منگوانے کا پتہ لکھا ہے تو مجلّہ''راہِ سنّت'' حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی زد میں آتا ہے، فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

''بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخلِ ربا ہے، یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے،(ص ۴۱۰،تالیفاتِ رشیدیہ)

اور رضاخانی صاحب نے دریافت کیا ہے کہ مجلّہ''راہِ سنّت'' والے بتائیں کہ وہ حرام کار ہیں یا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ غلط ہے؟

(۔۔۔حق،ص ۲۴۲۴،شمارہ ۲)

جواب:

قارئینِ کرام! رضاخانی کے اس اعتراض کو پڑھ کر وہ مثل یاد آئی کہ ایک غیر عالم مدرسہ میں داخل ہوا کہ دیکھوں کہ طلبہ کیا پڑھتے ہیں؟ تو چلتے چلتے ایک کلاس میں داخل ہوا، دیکھا کہ کچھ طلبہ پڑھ رہے ہیں، اس نے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے ہو؟ طلبہ نے کہا کہ حدیثِ مبارک پڑھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ مجھے سناؤ، طالبِ علم نے پڑھنا شروع کیا: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو وہ پاگل بول اٹھا، خبردار! تم تو گستاخ اور بے ادب ہو نعوذ باللہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو بُرا کہہ رہے ہو، کہنا ہے تو یوں کہو: قال قال الشیطان......!

جو حال اس بے چارہ کا تھا کہ عربی کے قال کو جس کا مطلب ہوتا ہے''کہا'' اردو کا''کالا'' سمجھ بیٹھا تھا، یہی حال ہمارے رضاخانی صاحب کا ہے، ہم مؤدبانہ گذارش کریں گے کہ خدارا! علماء اور فقہاء کی عبارات سمجھنا آپ کے بس کی بات نہیں!

نہ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ غلط ہے اور نہ رسالہ راہِ سنّت سودی ہے، بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی آنکھوں پر عینک لگی ہوئی ہے، اس لیے آپ کو سارا جہاں پیلا نظر آرہا ہے۔

اب بندہ اپنے قارئین کو وضاحت کے لیے کچھ عرض کرتا ہے:

قارئینِ کرام! آج سے سوا سو سال قبل آپ حضرات کے علم میں ہوگا کہ روپیوں کی شکل کچھ اور تھی، عام طور پر چاندی کے دھاتی سکّے یا کسی اور قیمتی دھات کے سکّے بطور روپیوں کے استعمال ہوتے تھے، اس دور میں منی آرڈر یا ہنڈی کا نظام کچھ یوں تھا کہ جو شخص منی آرڈر یا ہنڈی کرانا چاہتا تھا تو وہ مطلوبہ رقم منی آرڈر بھیجنے والے کو جمع کرادیتا تھا اور منی آرڈر بھیجنے والا کچھ زائد رقم اس سے وصول کرتا منی آرڈر کروانے کے لیے جو رقم دی جاتی ہے اس کی حیثیت قرض کی سی ہے یا امانت کی سی۔

تو امانت تو بنتی نہیں کیونکہ بعینہٖ وہ روپیہ تو پہنچایا جاتا نہیں، نیز امانت کا اصول ہے کہ بلا تعدّی ہلاکت پر ضمان نہیں، مگر ڈاک خانے والوں سے اگر یہ رقم ضائع ہوجائے بلا تعدّی تو محکمہ اس کا ضمان دیتا ہے۔ ان دو امور سے پتہ چلا کہ یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے، پس فیس بھی جزوِ قرض ہوئی اور مقامِ وصول پر چونکہ فیس کی رقم کاٹ کر ادا کی جاتی ہے، اس لیے قرض میں کمی بیشی ہوئی......اور

قاعدۂ کلیہ ہے الاقراض تقضی بامثالھا اور منصوص ہے کہ قرض میں کمی بیشی کی شرط''ربا'' ہے، اس لیے یہ ممنوع ہوا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہی صورت تھی، اس لیے حضرت نے اس کو اپنے دور کے لحاظ سے سود میں داخل فرمایا کہ جو فیس لی جارہی ہے وہ بھی تو قرض کا ہی حصّہ ہے، اب کل رقم بمع فیس کے چارسو روپے جمع کرائی اور وصول صرف (۳۰۰) روپے ہوئے تو فیس خالی عن

العوض ہوئی جو ربا حقیقی ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں منی آرڈر کی شکل صرف اسی قدر تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، نیز اس دور میں چاندی کے پیسے تھے، مع رسیدی نوٹ کے (Gold Bullion Standard) اس کے کچھ عرصہ کے بعد ڈاک کے نظام میں یہ تبدیلی آئی کہ محکمہ ڈاک نے منی آرڈر بھیجتے وقت کچھ کاغذی کارروائی بھی شروع کی، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت منی آرڈر کے بارے میں فتویٰ دیا تھا تو اس دور میں ہنڈی کا بھی یہی طریق تھا، فرق صرف قرب اور بُعد کا تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا کہ ''ہاں، کوئی حیلہ کرے اور ربا سے بَری ہوجائے تو دوسری بات ہے''۔ (ص ۴۱۱، تالیفات رشیدیہ)

اب جب محکمہ ڈاک والوں نے کاغذی کارروائی شروع کی تو یہاں ایک حیلہ ہوسکتا تھا، وہ یہ کہ فیس کو اجرتِ کتابت وروانگی فارم کہا جاوے اور اصل رقم جو وصول ہوتی ہے اس کو قرض کے طور پر لیں تو اب یہاں دو معاملے ہوجائیں گے، ایک استقراض اور دوسرا اجارہ۔ اس حیلے کو اختیار کرنے سے معاملہ سود سے نکل جاتا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا ارشاد کے تحت، نیز فقہائے کرام کے اصولِ افتاء کے تحت بعد میں آنے والے اکابرین نے جب یہ دیکھا کہ اب صورتِ حال تبدیل ہوگئی اور یہ حیلہ ہوسکتا ہے تو ان حضرات نے اس کے مطابق جواز کا فتویٰ جاری فرمایا۔ چنانچہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ جلد ۳ ص ۱۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''منی آرڈر مرکّب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے۔''

ہمارے زمانے میں عرف مزید تبدیل ہوگیا، ایک ثمن خلقی کی جگہ ثمن عرفی نے لے لی اور ان فلوس کو اگر رسید مانا جائے اصل سونا سے تو پھر کوئی اشکال سرے سے ہی نہیں رہتا کہ منی آرڈر میں نوٹ (جو ایک زمانے میں رسیدی نوٹ تھا) جو دیے جاتے ہیں وہ تو رقم کی رسید ہے تو منی آرڈر بھیجنے والا بھی رسید دے رہا ہے اور وصول کرنے والا بھی رسید لے رہا ہے، یہاں مال ہے ہی نہیں، بلکہ رسید کے بدلہ میں رسید کا معاملہ ہے، چونکہ رسید خود مقصود نہیں، بلکہ یہ علامت اور وثیقہ ہے، اس لیے اس کو پہنچانے کے اجارہ میں رسید کی تبدیلی مضر نہیں، کیونکہ یہ مال نہیں کہ بعینہٖ اس کا پہنچانا لازم ہو، اس کے اجارہ کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے کوئی علامت یا پیغام پہنچانے پر اجارہ ہوتا ہے۔

غرض یہ ہے کہ رسیدی نوٹ بھیجنے کی صورت میں ان حضرات کے نزدیک قرض بھی نہیں بنتا کہ وہ تو پہلے سے ہی حکومت پر قرض ہے، لہٰذا اس دور میں فتویٰ اس کے مطابق دیا گیا، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

''دنیا میں بینک نوٹ (موجودہ کاغذی کرنسی) کا رواج بینک چیک کے رواج سے پہلے ہوا تھا اور یہ بینک نوٹ قرض خواہ کے پاس اس قرض کی سند سمجھا جاتا تھا جو قرض اس کا بینک کے ذمہ ہے اور اگر یہ نوٹ دوسرے شخص کو دے دیا جائے تو اس نوٹ کے تمام حقوق خود بخود اس دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوجائیں گے......''۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ج ۳ / ۲۱۸، ۱۹۵۰ء)

یاد رہے کہ نوٹوں کے اندر کئی تغیّرات آئے ہیں، پہلے دور میں چاندی کے سکّے بطورِ نوٹ کے تھے، پھر ان کی جگہ رسیدی نوٹ نے لے لی مگر دونوں استعمال ہوتے تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایسا ہی تھا، دیکھیے: (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ۲۱۸ تا ۲۲۷)

چنانچہ ایک عرصہ تک تو ان نوٹوں کی پشت پر سونا رہا اور یہ رسیدی نوٹ رہے، مگر آہستہ آہستہ ان کی پشت سے یہ سونا کم ہوکر انتہائی کم تناسب میں رہ گیا، اس وقت حکومتوں نے پابندی لگانی شروع کردی۔

ہم آسانی کے لیے نوٹوں کو چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا دور ثمنِ خلقی کا، دوسرا دور ثمنِ خلقی مع رسیدی نوٹ، تیسرا دور رسیدی نوٹ اور چوتھا دور ثمنِ عرفی کا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا دور دوسرا دور تھا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دور تیسرا دور تھا اور ہمارے زمانے میں چوتھا دور ہے، چنانچہ ثمنِ عرفی کی شکل اختیار کرنے کی وجہ سے اس میں مزید گنجائش آگئی، نیز ہمارے دور میں عام طور پر منی آرڈر کا فارم بھیجنے والا ہی پُر کرتا ہے تو اب اصحابِ افتاء نے غور کر کے یہ تاویل کی کہ یہاں درحقیقت دو عقد ہیں، ایک اجارہ علی الارسال، دوسرا اجارہ علی الحفظ۔ تو رقم بھی مضمون ہوگی اور اجارہ بھی صحیح ہوگا، فلا اشکال علیہ!

خلاصۂ کلام

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ اپنے زمانے کے عرف کے لحاظ سے دیا تھا اور ہمارے زمانہ میں جواز کا فتویٰ عرف کی تبدیلی کی وجہ سے ہے، پس کوئی اشکال نہیں، نہ حضرت کا فتویٰ غلط اور نہ آج کا منی آرڈر غلط، مزید وضاحت کے لیے کچھ حوالے ملاحظہ فرمائیں:

اصولِ افتاء میں عرف کی تبدیلی کی وجہ سے فتوے کا بدلنا منصوص ہے، علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقود رسم المفتی میں رقم طراز ہیں:

”انّ کثیرا من الاحکام الّتی نصّ علیہا المجتہد صاحب المذہب بنا علی ما کان فی عرفہ وزمانہ قد تغیّرت بتغیّر الازمان لسبب فساد اھل الزمان او عموم الضرورۃ کما قدّمناہ من افتاء المتأخرین بجواز الاستیجار علی تعلیم القراٰن وعدم الاکتفاء بظاھر العدالۃ مع انّ ذلک مخالف لما نصّ علیہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ“۔ (ص ۲۳)

اور آگے مثالیں دی ہیں کہ جن میں فتویٰ پہلے کچھ تھا اور بعد میں عرف اور احوال کے تبدیل ہونے سے فتویٰ بھی بدل گیا اور پھر لکھتے ہیں کہ:

”فمنہ کلہا قد تغیّرت احکامہا لتغیّر الالزمان امّا لضرورۃ وامّا للعرف وامّا للقرائن الاحوال،“
(شرح عقود رسم المفتی ص ۷۶، ۷۷، ۷۸)

اور مفتی کے لیے فرماتے ہیں:

”للمفتی اتباع عرفہ الحادث“ (ایضاً ص ۷۸)

مولوی احمد رضا نے لکھا ہے: ”احکام میں عرف ومصالح کے سبب تغیّر وتبدّل ہوتا ہے“۔ (ملفوظات ص ۳۱)

اس موضوع پر بے شمار حوالے ودلائل دیے جا سکتے ہیں، ایک مثال اور اس پر حوالے نقل کر کے بحث کو ختم کرتا ہوں، اجیرِ مشترک کے پاس کوئی شے ہلاک ہو تو مضمون ہوگی یا نہیں؟ امام صاحبؒ کے نزدیک ضمان نہیں، صاحبین کے نزدیک ہے اور ہمارے عرف میں لوگوں کی سہل پسندی اور غفلت کی وجہ سے فتویٰ امام صاحبؒ کے قول سے تبدیل ہو کر صاحبین کے قول پر آگیا تو فقہاء نے علّت یہی لکھی ہے کہ اب عرف تبدیل ہو گیا اس لیے فتویٰ بھی بدل گیا، ملاحظہ ہو:

”وفی التنویر مع الردّ ولا یضمن ماھلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان وقالا یضمن الّا من حرق

غالب اور لصوص مکابرین وھو استحسان... وبقولھما یفتی لتغیّر احوال الناس وبه یحصل صیانة اموالھم، شامیة ج۶،ص۶۵، وفی تبیین الحقائق وبقولھما یفتی الیوم لتغیّر احوال الناس، ج۶،ص۱۳۴"

غرض اس کی نظائر فقہ سے تو بے شمار دی جا سکتی ہے، بندہ آخر میں رضاخانی اور اس کی پارٹی سے صرف اتنا کہے گا کہ یہ نہ آپ کا موضوع ہے اور نہ آپ کی لائن ہے، آپ کے لیے فقہاء کی کتابیں پڑھنا جائز نہیں بوجہ غیر عالم اور استعداد نہ ہونے کے، آپ اپنی صلاحیتیں پولیس کی نوکری میں لگائیں، یہ لکھنا لکھانا آپ کے بس کی بات نہیں۔

بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے فتوے کے مطابق تو آپ کو ہماری کتابیں دیکھنا بھی جائز نہیں، آپ کے اعلیٰ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ (نام نہاد) متصلّب سنّی (بریلوی) کو اعتراض کی نظر سے خبثاء کی کتابیں دیکھنا جائز ہیں یا نہیں؟

تو خان صاحب نے جواب دیا کہ فقط متصلّب ہونا کافی نہیں، بلکہ عالم ہو، پورا ماہر ہو، وسیع النظر ہو، اس کے ساتھ (نام نہاد) متصلّب سنّی بھی ہو، کیا اعتماد رکھتا ہے اپنے نفس پر؟ اور جو اپنے نفس پر اعتماد کرے اس نے بڑے کذّاب پر اعتماد کیا۔

(ملفوظات، حصّہ چہارم، ص ۳۱۹)

پس رضاخانی صاحب! آپ تو خان صاحب کے فتوے کی زد میں آ گئے، مجھ سے کیا جواب مانگتے ہو؟ خان صاحب آپ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے نفسِ کذاب پر اعتماد کیا، اب اُس کو کیا کہیں گے......؟؟؟؟

(اعتراض ۲۳۶): نکاح کے موقع پر ڈومنیوں کا گانا جائز

ڈومنیوں سے نکاح میں گوانا بشرطیکہ خلاف شرع نہ گائیں درست ہے یا نہیں؟

جواب: عورتوں کے مجمع میں اگر عورتوں کا گانا موجب فتنہ کا نہ ہو تو درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۵۶)"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۹۵، ۱۹۶)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے "دیوبندی مذہب، ص ۱۸۷ طبع اول" سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: ایک دفعہ پھر اس نے دجل وفریب کیا اور مکمل حوالہ نقل نہ کیا پہلے مکمل فتوی ملاحظہ ہو:

ڈومنیوں سے نکاح میں گوانا بشرطیکہ خلاف شرع نہ گاوے درست ہے یا نہیں؟

جواب: عورتوں کے مجمع میں اگر عورتوں کا گانا موجب فتنہ کا نہ ہو تو درست ہے۔ ورنہ ناجائز ہے۔ مگر فقہا کو چونکہ فتنہ کا ہونا اکثر معلوم ہوا ہے وہ مطلقاً منع فرماتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے"۔

(فتاوی رشیدیہ، ج ۲ ص ۳۵۷)

یہ تھا مکمل حوالہ جسے اس خائن نے مکمل نقل نہیں کیا۔ یہاں ایک بات ملحوظ رہے کہ یہاں گانے سے مراد ساز وطبل ڈھول والا گانا نہیں اسے تو اسی فتاوی رشیدیہ میں اس سوال سے پہلے ہی حرام وناجائز قرار دیا ہے۔ مگر ساز باجوں سے خالی جو گانا ہے وہ مراد ہے مگر اسے بھی فتنے کے خوف سے نہ گانے ہی کو احوط بتلایا ہے۔

عہد نبوی میں اماں جی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک لڑکی کو تیار کر کے شب زفاف کیلئے اس کے خاوند کے پاس بھیجا تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اماں جی سے پوچھا:

ما کان معکم لھو ؟ تمہارے پاس لھونہیں ہے؟

فان الانصار یعجبھم اللھو ۔انصار لھوکو پسند کرتے ہیں۔

(بخاری ،رقم الحدیث ۵۱۶۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں لھو کی جگہ الفاظ ہیں:

فھل بعثتم معھا جاریۃً تضرب بالدف و تُغَنی

کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی بچی (لونڈی) بھیجی ہے جو دف بجا کر اور گا کر خوشی کا اظہار کرے۔اسی طرح ایک روایت میں فان الانصار یعجبھم اللھو کی جگہ قوم فیھم غزل انصاریوں میں شعروشاعری کا چرچہ ہے کے الفاظ ہیں۔

(فتح الباری، ج ۲ص ۲۸۲)

اس سے لھو کی وضاحت بھی ہوگئی کہ اس سے مراد شعروشاعری ہیں۔غرض اس حدیث سے صراحۃ معلوم ہوا کہ دف کے ساتھ اگر چھوٹی بچی اس موقع پر شعروشاعری کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے لیکن اب فتنے کے خوف سے فقہا منع کرنے ہی میں بہتری سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ عامر بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ ایک شادی میں گئے وہاں دو بدری صحابی (حضرت قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالی عنہما) بھی موجود تھے۔آپ نے دیکھا کہ وہاں چھوٹی بچیاں گانا گا رہی ہیں تو آپ نے دونوں صحابیوں سے کہا کہ تم بدری صحابی ہو اور تمہاری موجودگی میں کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:’’شادی کے موقع پر اس کی اجازت دی گئی ہے تمہارا دل کرے تو سن لو نہیں تو چلے جاؤ‘‘۔(سنن نسائی ،رقم الحدیث ۳۳۸۶)

ان اصحاب کے الفاظ یہ تھے:

انہ قد رُخِّصَ فی الغنا فی العرس ۔ (سنن الکبری للبیہقی ،ج ۷ص ۲۸۹،رقم ۱۴۶۹۲)

شادی بیاہ میں اس غنا کی رخصت دی گئی ہے۔

فقہاء کے نزدیک یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض نے مکروہ اور بعض نے جائز کہا دونوں میں تطبیق یوں ہے کہ جہاں فتنہ کا خوف ہو وہاں جائز نہیں اور آج کل کے حالات کو پیش نظر رکھ کر فتوی اسی پر ہے۔

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ عَنْهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ وَقَالَ الْفُقَهَاءُ: الْمُرَادُ بِالدُّفِّ مَا لَا جَلَاجِلَ لَهُ. اهـ. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ الذَّخِيرَةِ: ضَرْبُ الدُّفِّ فِي الْعُرْسِ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَكَذَا اخْتَلَفُوا فِي الْغِنَاءِ فِي الْعُرْسِ وَالْوَلِيمَةِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِعَدَمِ كَرَاهَتِهِ كَضَرْبِ الدُّفِّ.

(شامی کتاب النکاح ،ج ۳ص ۹)

موسوعۃ کویتیہ میں نکاح ،عید ،کسی لاپتہ کے واپس مل جانے پر ،ختنے اور دیگر خوشی کے موقعوں پر بلا آلات و بلا لھو ولعب گانے (بشرطیکہ غیر شرعی اشعار سے پاک ہو) کو جمہور کے نزدیک مباح قرار دیا ہے۔اور اس پر تفصیلی طور پر احادیث کو پیش کیا ہے۔

الْغِنَاءُ لِأَمْرٍ مُبَاحٍ:

إِذَا كَانَ الْغِنَاءُ لأَمْرٍ مُبَاحٍ، كَالْغِنَاءِ فِي الْعُرْسِ، وَالْعِيدِ، وَالْخِتَانِ، وَقُدُومِ الْغَائِبِ، تَأْكِيدًا لِلسُّرُورِ الْمُبَاحِ، وَعِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ تَأْكِيدًا لِلسُّرُورِ كَذَلِكَ، وَعِنْدَ سَيْرِ الْمُجَاهِدِينَ لِلْحَرْبِ إِذَا كَانَ لِلْحَمَاسِ فِي نُفُوسِهِمْ، أَوْ لِلْحُجَّاجِ لإِثَارَةِ الأَشْوَاقِ فِي نُفُوسِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ الْمُشَرَّفَةِ، أَوْ لِلإِبِلِ لِحَثِّهَا عَلَى السَّيْرِ - وَهُوَ الْحُدَاءُ - أَوْ لِلتَّنْشِيطِ عَلَى الْعَمَلِ كَغِنَاءِ الْعُمَّالِ عِنْدَ مُحَاوَلَةِ عَمَلٍ أَوْ حَمْلٍ ثَقِيلٍ، أَوْ لِتَسْكِيتِ الطِّفْلِ وَتَنْوِيمِهِ كَغِنَاءِ الأُمِّ لِطِفْلِهَا، فَإِنَّهُ مُبَاحٌ كُلُّهُ بِلاَ كَرَاهَةٍ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

وَاسْتَدَلُّوا عَلَى ذَلِكَ بِمَا ذُكِرَ سَابِقًا مِنْ حَدِيثِ الْجَارِيَتَيْنِ الَّذِي رَوَتْهُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا (2) وَهَذَا نَصٌّ فِي إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ فِي الْعِيدِ.

وَبِحَدِيثِ بُرَيْدَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ - إِنْ رَدَّكَ اللَّهُ سَالِمًا - أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلاَّ فَلاَ.

وَهَذَا نَصٌّ فِي إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ عِنْدَ قُدُومِ الْغَائِبِ تَأْكِيدًا لِلسُّرُورِ، وَلَوْ كَانَ الْغِنَاءُ حَرَامًا لَمَا جَازَ نَذْرُهُ، وَلَمَا أَبَاحَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِعْلَهُ.

وَبِحَدِيثِ عَائِشَةَ: أَنَّهَا أَنْكَحَتْ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الأَنْصَارِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ: أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُغَنِّي؟ قَالَتْ: لاَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ، فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ: أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ، فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ. وَهَذَا نَصٌّ فِي إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ فِي الْعُرْسِ.

وَبِحَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَيِّدَ الْحُدَاءِ، وَكَانَ مَعَ الرِّجَالِ، وَكَانَ أَنْجَشَةُ مَعَ النِّسَاءِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاِبْنِ رَوَاحَةَ: حَرِّكِ الْقَوْمَ، فَانْدَفَعَ يَرْتَجِزُ، فَتَبِعَهُ أَنْجَشَةُ، فَأَعْنَقَتِ الإِبِلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأَنْجَشَةَ رُوَيْدَكَ، رِفْقًا بِالْقَوَارِيرِ. يَعْنِي النِّسَاءَ.

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ، وَنَحْنُ نَؤُمُّ مَكَّةَ، اعْتَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الطَّرِيقَ، ثُمَّ قَالَ لِرَبَاحِ بْنِ الْمُغْتَرِفِ: غَنِّنَا يَا أَبَا حَسَّانَ، وَكَانَ يُحْسِنُ النَّصْبَ - وَالنَّصْبُ ضَرْبٌ مِنَ الْغِنَاءِ - فَبَيْنَا رَبَاحٌ يُغَنِّيهِ أَدْرَكَهُمْ عُمَرُ فِي خِلاَفَتِهِ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: مَا بَأْسٌ بِهَذَا؟ نَلْهُو وَنُقَصِّرُ عَنَّا السَّفَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: فَإِنْ كُنْتَ آخِذًا فَعَلَيْكَ بِشِعْرِ ضِرَارِ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ مِرْدَاسٍ فَارِسِ قُرَيْشٍ

وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ. الْغِنَاءُ مِنْ زَادِ الرَّاكِبِ (2)، وَهَذَا يَدُلُ عَلَى إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ لِتَرْوِيحِ النَّفْسِ.

وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالْحُدَاءِ.

(الموسوعة الكويتية، ج ۴، ص ۹۱ تا ۹۴)

یہاں تک تو مسئلہ کی وضاحت تھی۔خان صاحب بریلوی لکھتا ہے:

"ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے ۔ولہذا علما شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے،تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں ۔پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے ۔نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں،اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادھے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلا نہ فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر،نہ فسق و فجور کی باتیں،نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے،نہ نامحرم مردوں کو نغمہ عورات کی آواز پہنچے،غرض ہر طرح منکرات شرعیہ و مظان فتنہ سے پاک ہوں،تو اس میں بھی مضائقہ نہیں جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا"۔

(فتاوی رضویہ،ج ۲۳،ص ۲۸۱)

خان صاحب کہتے ہیں کہ اگر حدود شرع کا پاس رکھا جائے تو گانا جائز ہے یہی بات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

پھر آگے ہم نے جو روایات پیش کی ہیں خان صاحب نے بھی ان روایات کو ذکر کیا۔

هذا كله ظاهر بين عند من نور الله تعالى بصيرته وجميع ما نهينا عنه فان عليه دلائل ساطعة من القراٰن العظيم والحديث الكريم والفقة القويم بيدان وضوح الحكم اغنانا عن سردها فلنذكر بعض دلائل على ماذكرنا اباحته فانا نرى ناسا يشددون الامر يطلقون القول بالتحريم ومنهم من يبيح ضرب الدف بشرط ان لايكون معه شيئ من الشعر وانما يكون محض دف مع ان الاحاديث ترد ذٰلك كما ستعلم مماهنالك اخرج الامام البخارى فى صحيحه من الربيع بنت معوذ بن عفرا قالت جاء النبى صلى الله تعالى عليه واله وسلم فدخل حسين بن على فجلس على فراشى كمجلسك منى فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من اٰبائى يوم بدر ا الحديث۔

یہ سب کچھ اچھی طرح واضح ہے ہر اس بندے پر جس کو اللہ تعالی نے دل کی روشنی بخشی ہے اور تمام وہ باتیں جن سے ہم نے منع کیا ہے کیونکہ اس پر قرآن عظیم،حدیث مبارک اور فقہ قویم کے روشن دلائل موجود ہیں لہذا واضح حکم نے ہمیں اس کی تفصیل سے بے نیاز کر دیا ہے پھر ہم بعض دلائل بیان کرتے ہیں اس مسئلہ پر جس کی اباحت ہم نے پہلے ذکر کر دی کیونکہ کچھ لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ معاملہ میں سختی کرتے ہیں اور مطلق تحریم کا قول ذکر کرتے ہیں (قول بالتحریم مطلق بیان کرتے ہیں) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دف بجانا مباح کہتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اشعار نہ پڑھے جائیں بلکہ صرف دف بجائی جائے حالانکہ حدیث میں اس کی تردید آئی ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہوگا عنقریب تم جان لوگے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ اس بی بی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو حضرت حسین بن علی حاضر خدمت ہوئے اور میرے بچھونے پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تمہارا میرے پاس بیٹھنا ہے اور ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر ہمارے اکابر شہداء بدر کے مرثیے پڑھتی رہیں۔الحدیث۔

(۱) صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف بالنکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳)

واخرج ایضا عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا زفت امرأۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماکان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو۲؎
اور یہ بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے تخریج فرمائی کہ ایک دلہن اپنے انصاری شوہر کے گھر رخصت کی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمھارے پاس کوئی کھیل (گانے بجانے) کا سامان نہ تھا کیونکہ انصار اس سے جوش میں آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں،
(۲؎ صحیح البخاری باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵)

واخرج القاضی المحاملی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما فی ھذا الحدیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ادرکیھا یازینب امرأۃ کانت تغنی بالمدینۃ ۳؎
قاضی محاملی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس حدیث کی تخریج فرمائی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے زینب! کسی ایسی عورت سے رسائی حاصل کرو جو مدینہ منورہ میں گانے والی ہو،
(۳؎ فتح الباری بحوالہ المحاملی کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱۱/ ۱۳)(عمدۃ القاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/ ۱۴۹)

واخرج ابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال انکحت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ذات قرابۃ لھا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اھدیتم الفتاۃ قالوا نعم قال الا ارسلتم معھا من تغنی قالت لا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الانصار قوم فیھم غزل فلو بعثتم معھا من یقول اتینکم اتینکم فحیانا وحیاکم ۱؎
محدث ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے تخریج فرمائی (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) انھوں نے فرمایا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے قبیلہ انصار میں اپنی ایک قربتدار کا نکاح کیا تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم نے اس نوجوان لڑکی کو کوئی ہدیہ (تحفہ) دیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کی: جی ہاں، پھر فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے؟ سیدہ نے عرض کی: جی نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے لہذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجتے جو کہتا اتینا کم اتینا کم الخ یعنی ہم تمھارے پاس آگئے اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے،
(۱؎ سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸)

فاخرج الطبرانی عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لقی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جواری یتغنین یقلن تحیونا نحییکم فقال لاتقولوا ھکذا ولکن قولوا حیانا وایاکم فقال رجل یارسول اللہ اترخص للناس فی ھذا قال نعم انہ نکاح لاسفاح ۲؎
امام طبرانی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے تخرج فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات چند بچیوں سے ہوئی جو

گارہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم تمھیں اپنی زندگی بخشتی ہیں تو ہمیں بخشو آپ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا و ایا کم اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے۔ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اے برادر یہ نکاح ہے کوئی بدکاری تو نہیں ہے۔

(۲؎ معجم الکبیر حدیث ۶۶۶۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ / ۱۵۲)

واخرج احمد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن محمد بن حاطب الجمحی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح۱؎۔

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے نبی ﷺ سے تخریج فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں اعلان اور دف بجانے کا ہے۔

(۱؎ جامع الترمذی ابوب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی کراچی ۱ / ۱۲۹) (سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف نور محمد کارخانہ کراچی ۲ / ۹۰) (سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸) (مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۴۱۸ و ۴ / ۲۵۹)

واخرج النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظۃ بن کعب وابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ تعالیٰ وسلم ومن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب قد رخص لنا فی اللھو عند العرس۲؎

امام نسائی نے عامر بن سعد کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک تقریب شادی میں گیا میں نے دیکھا کہ چند لڑکیاں گارہی تھیں میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے اے دو ساتھیو! اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والو! تمھارے ہاں یہ کچھ کیا جارہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اگر پسند کرتا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سن لو اور اگر نہیں پسند کرتا اور نہیں چاہتا تو واپس چلا جا کیونکہ شادیوں میں ہمیں اس کی رخصت دی گئی ہے۔

(۲؎ سنن النسائی کتاب النکاح اللھو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۲ / ۹۲)

قال الامام البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری تحت الحدیث الاول فی الحدیث فوائد (الی ان قال) منھا الضرب بالدف بحضرۃ الشارع الملۃ ومبین الحل من الحرمۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعلان النکاح بالدف والغناء المباح فرقا بینہ وبین مایستتر بہ من السفاح۱؎ اھ

امام بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں فرمایا حدیث میں بہت سے فوائد ہیں (وہ سب شمار کرتے ہوئے) یہاں تک فرمایا ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ شارع ملت کی موجودگی میں دف بجائی گئی اور حلت وحرمت ظاہر کرنے والے ﷺ کی بارگاہ میں ایسا کیا گیا، اور دف بجا کر اور مباح گانا گا کر نکاح کا اعلان کروتا کہ نکاح اور خفیہ بدکاری (حلال وحرام) کا فرق واضح ہوجائے،

(۱؎ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰ / ۱۳۶)

وفی المرقاۃ قیل تلك البنات لم یکن بالغات حد الشھوۃ وکان دفھن غیر مصحوب بالجلاجل قال اکمل الدین الدف بضم الدال اشھر وافصح ویروٰی بالفتح ایضاً وفیه دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان، والحق بعضھم الختان و العیدین والقدوم من السفر ومجتمع الاحباب المسرور، وقال المراد به الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ماعلیه الجلاجل فینبغی ان تکون مکروھا بالاتفاق۲اھ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہا گیا کہ وہ بچیاں نابالغہ تھیں حد بلوغت کو پہنچی ہوئی نہ تھیں اوران کی دفیں بھی جھاروالی نہ تھیں،امام اکمل الدین نے فرمایاالدف حرکت پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور دال پر زبر کی حرکت کی روایت بھی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے اور دلہن کو رخصت کرنے کے وقت اعلان کے لئے دف بجانا جائز ہے اور بعض نے تقریب ختنہ،عیدین،سفر سے واپسی اور دوستوں کے اجتماع کو بھی تقریب شادی سے ملحق کیا ہے یعنی ان تمام مواقع پر بھی دف بجانے کی اصل اجازت ہے اور فرمایا کہ اس سے وہ دف مراد ہے جوگزشتہ زمانے میں مروج تھی،اور جھاروالی دف بجانابالاتفاق مکروہ ہے۔

(۲مرقاۃالمفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶ /۳۰۱)

وفی العینی تحت الحدیث الثانی فی التوضیح اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمۃالنکاح کضرب الدف وشبھه۱الخ

علامہ عینی دوسری حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ولیمہ ونکاح کے موقع پر کھیل کود کو اہل علم بالاتفاق مباح اور جائز قرار دیتے ہیں جیسے دف بجانایااس کے مشابہ کسی آلہ لہو کو استعمال کرناالخ،

(۱عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین الخ ادارۃالطباعۃالمنیریۃ بیروت ۳۰/ ۱۴۹)

وفی المرقاۃ تحت الحدیث الثانی ماکان معکم لھو"ای الم یکن معکم ضرب دف وقراءۃ شعر لیس فیه اثم وھذا رخصۃ عند العرس کذا قیل والاظھر ماقال الطیبی فیه معنی التحضیض کما فی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا الا ارسلتم معھم من یقول اتینا کم الحدیث۲اھ ملخصاً۔

مرقاۃ میں ان الفاظ (ماکان معکم لھو) کے ذیل میں ہے۔کیا تمہارے پاس کوئی دف بجانے والانہیں اورنہ ایسا کوئی اشعار پڑھنے والاہے کہ جن میں کوئی گناہ نہیں،شادیوں میں اس کی اجازت ہے یونہی کہا گیا۔اورزیادہ ظاہر وہ بات ہے جوعلامہ طیبی نے ارشاد فرمائی کہ حدیث میں تحضیض یعنی ابھارنے اوراکسانے کامفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں "الا ارسلتم الخ" کے الفاظ ہیں یعنی کیاتم نے اس لڑکی کے ساتھ اس کو نہ بھیجا جو یوں کہتا (اتینا کم الحدیث) ملخص پورا ہوگیا۔

(۲مرقاۃالمفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶ / ۳۰۲)

وفیھا تحت الحدیث السابع ای وان اللہ یحب ان تؤتی رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمه۳اھ قلت فالتحضیض کالتخضیض علی الرخصۃ لا لانه الافضل فافھم وفی اشعۃ اللمعات تحت الحدیث السادس تغنی مباح است درنکاح مثل دف۴اھ

اور اسی میں ساتویں حدیث کے ذیل میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عزیمتوں کو ادا کیا جائے (عبارت مکمل) میں کہتا ہوں یہ تخصیص اسی طرح ہے جیسے رخصت پر تخصیص، یہ نہیں کہ وہ افضل ہو اس کو سمجھ لیا جائے، اشعۃ اللمعات میں چھٹی حدیث کے ذیل میں ہے کہ نکاح میں گانا بجانا مباح ہے جیسے دف بجانا اھ

(۳ مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶ / ۳۱۹) (۴ اشعۃ اللمعات کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ / ۱۲۰)

وفی حظر ردالمحتار قبیل فصل اللبس عن الحسن لابأس بالدف فی العرس یشتھر وفی السراجیۃ ھذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی ھیأۃ التطرب ۱اھ

فتاویٰ شامی کی بحث حظر میں ہے جو فصل اللبس سے کچھ پہلے حضرت حسن سے روایت ہے کہ تشہیر کے لئے تقریب میں دف بجائی جاسکتی ہے اور دف کے بجائے میں کوئی حرج نہیں، سراجیہ میں ہے کہ یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ دف بآواز جھارنہ ہو، اور وہ گانے کی طرز پر نہ بجائی جائے، (عبارت مکمل)

(۱ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۲۲۳)

وفی الھندیۃ سئل ابو یوسف عن الدف أ تکرھہ فی غیر العرس بأن تضرب المرأۃ فی غیر فسق للصبی قال لا اکرھہ واما اللذی یجیئ منہ اللعب الفاحش للغناء فانی اکرھہ کذا فی محیط السرخسی ولا بأس بضرب الدف یوم العید کما فی خزانۃ المفتین ۲اھ،

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دف کے بجانے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ تقریب شادی کے بغیر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت بغیر حالت فسق کے صرف بچہ کے لئے بجائے، فرمایا میں اس کو ناپسند نہیں کرتا لیکن وہ جو گانے کے لئے فحش کھیل کے طور پر بجائے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی مذکور ہے۔ عید کے دن دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے اھ،

(۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۵۲)

وفی شھادات ردالمحتار جواز ضرب الدف فیہ (ای فی العرس) خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انہ مباح فی النکاح ومافی معناہ من حادث سرور قال ھو مکروہ للرجال علی کل حال للتشبہ بالنساء ۳ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ردالمحتار کی بحث شہادت میں ہے کہ شادی میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس وجہ سے جو بحرالرائق میں معراج سے منقول ہے بعد اس ذکر کرنے کے کہ وہ تقریب نکاح اور خوشی کے موقع سے جو مناسبت رکھتا ہو اس میں دف بجانا مباح ہے۔ اور فرمایا مردوں کے لئے وہ ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا ہے۔ (ت)

(۳ ردالمحتار کتاب الشھادات باب قبول الشھادت داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۳۸۲)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۲۸۲ تا ۲۸۸)

اب آئے رضاخانیوں کے گھر کا حال ملاحظہ ہو جہاں ڈھول باجے کے ساتھ حرام گانا باجا بھی بالکل جائز بلکہ یہ بدبخت اسے رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت کرتے ہیں معاذ اللہ ۔ یہ مضمون ہم اپنی کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات وکارنامے'' سے پیش کر رہے ہیں ۔

بریلوی مذہب میں ناچ، گانا، ڈھول تماشہ

اس کتاب میں ہے:

''یکے بعد دیگرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں گانا اور قوالی بکثرت ہوا کرتا تھا۔ اگر چہ گانا اور قوالی تمام خواجگان چشت قدس اللہ اروا حھم کا طریقہ اور روش ہے مگر آپ کے زمانہ میں اس کا بہت چرچا تھا اور حضرت امیر خسرو نے فنون موسیقی میں کچھ اور ہی بات پیدا کر دی تھی''۔ (سبع سنابل ،ص ۱۴۶)

''المختصر آپ کی خانقاہ میں اکثر اوقات گانے اور قوالی کا سماں رہتا''۔ (سبع سنابل ،ص ۱۴۷)

اس بکواس کو بھی ملاحظہ ہو:

''منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کو پوربی پردہ (ایک قسم کا گانا) بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت مخدوم پوربی پردہ بہت سنتے ہیں اور یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ فرمایا ہاں صحیح ہے ہم نے ندائے الست بربکم اسی پردہ میں سنی تھی''۔ (سبع سنابل ،ص ۱۵۰)

استغفر اللہ! حضور ﷺ تو آلات موسیقی کو توڑنے کیلئے مبعوث کئے گئے تھے ۔ آپ ﷺ نے گانے باجے کو حرام قرار دیا مگر ان بدبختوں کے بقول الست بربکم کی صدا بھی گانے کی صورت میں آتی ہے ۔ معاذ اللہ ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ساز بانسری کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے دیں اور راستہ بدل لیا، دور جا کر پوچھا: نافع کیا آواز آ رہی ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں، تب انہوں نے انگلیاں نکال کر فرمایا کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے ایسی ہی آواز سنی تھی اور آواز سن کر میری طرح آپ ﷺ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں تھیں'' (احمد، ابو داود، ابن حبان)

اسی کتاب میں قاضی حمید الدین کا واقعہ لکھا ہے کہ بغداد کے فقہاء نے سماع کے خلاف فتوی دیا ہوا تھا۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ وہ سماع غیر شرعی تھا تبھی فتوائے حرمت دیا ہوا تھا۔ اب جب قاضی صاحب بغداد آئے تو:

''بغداد میں اس وقت سات سو علماء اہل فتوی موجود تھے جبکہ بغداد ہی میں قاضی حمید الدین کے ایک مرید تھے جو بڑے معزز اور صاحب ثروت تھے آپ انہیں کے مکان پر فروکش ہوئے مکان کا ایک حجرہ بند تھا آپ نے پوچھا کہ اس حجرہ میں کیا ہے جواب دیا کہ وہ بانسری بجانے والا میرا ایک دوست ہے جس کا یہی پیشہ ہے ۔ قتل کے خوف سے ہم نے اسی حجرہ میں اسے بند کر رکھا ہے ۔ قاضی حمید الدین بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اے بھائی میں تو سماع کا شیدائی ہوں اس نئے نواز کو حجرہ سے نکالو اور کہو کہ بانسری بجائے (یہ وہ وقت تھا کہ) حضرت جنید کے وصال کے دو سو سال گزر چکے تھے اور کسی نے بغداد میں سماع نہ سنا تھا، (آپ کے ارشاد پر) نئے بجانے والا حجرہ سے باہر آیا اور نئے بجائی قاضی حمید الدین سماع میں مدہوش ہو گئے''۔ (سبع سنابل ،ص ۱۴۴)

ڈھول باجے اور بریلوی مذہب

آج رضا خانی صاحبان میڈیا پر آ کر ٹسوے بہا رہے ہوتے ہیں کہ مزارات پر جو کچھ ہو رہا ہے اس سے بریلوی مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ مزارات پر کیا ہوتا ہے؟ یہی بھنگ، چرس، شراب، رقص و سرور، قوالی، ناچ گانے۔ ان سب کا ثبوت سبع سنابل سے دے دیا گیا ہے۔ مزید ثبوت ملاحظہ ہوں۔

ایک بریلوی ولی صاحب فرماتے ہیں:

''سماع کے متعلق فرمایا میاں میں تو چشتی ہوں میرے کان میں تو ہر وقت ڈھولک کی آواز آتی ہے''۔ (فتح محمد، ص ۱۲۲)

اس کتاب کا مقدمہ مفتی منیب الرحمن کے مدرسے دار العلوم نعیمیہ کے ناظم تعلیمات مولوی جمیل احمد نعیمی نے لکھا اور اس کتاب کی مکمل تائید و توثیق کی ہے۔

بریلوی استاذ العلماء جو موجودہ دور کے بڑے بڑے بریلوی مولویوں کے استاذ ہیں یعنی عطاء محمد بندیالوی اس نے خرافاتی قوالی کے جواز پر پورا ایک رسالہ ''قوالی کی شرعی حیثیت'' کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں موصوف مروجہ ڈھول ڈھمکا ساز و باجے والے قوالی کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہی مروجہ قوالی ہے جس سے مانعین کو انکار ہے حالانکہ یہ قوالی شعار دین ہے''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۲۸)

معاذ اللہ ایک حرام کو ''شعار دین'' کہنا صریح کفر ہے۔ مروجہ قوالیوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا کس کو معلوم نہیں اسے شعار دین سے تعبیر کرنا اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوگی؟

مزید لکھتے ہیں:

''صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے قوالی مع مزامیر سنی ہے''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۲۷)

اس کے علاوہ اس پورے رسالے کا موضوع ہی ساز و آلات کے ساتھ قوالی کے جواز پر ہے اور موصوف کا دعوی ہے کہ ایسی سازوں والی قوالی صحابہ، تابعین تبع تابعین سے لیکر ائمہ مجتہدین تک نے سنی ہے۔ العیاذ باللہ۔

بریلوی عبد الحکیم شرف قادری اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''آخر الذکر رسالہ ''قوالی کی شرعی حیثیت'' کو اس مقصد کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے کہ حضرت استاذ مکرم کی یہ تحریر محفوظ ہو جائے اور اہل علم آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کر سکیں''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۱۶)

یعنی بقول قادری صاحب آل رضا خانیہ کو چاہئے کہ بجائے بھانڈوں کا رد کرنے کے اپنے ان مولویوں کی ان خرافات سے استفادہ کرتے ہوئے ان مجالس کو منعقد کریں۔

حیرت ہے رضا خانی آج کس منہ سے اس کا انکار کر رہے ہیں؟۔

مفتی منیب الرحمن کی پوری کیبنٹ نے یہ لکھا کہ:

''کچھوچھ شریف کے علماء یعنی شیخ المشائخ علامہ شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں ۔آلات موسیقی کے ساتھ قوالی سنتے تھے''۔

(اصلاح عقائد واعمال،ص ۵۴)

غرض بریلویوں کو قوالوں اور بھانڈوں پر ردو قدح کرنے سے پہلے اپنے گھر کے ان بھانڈوں کی خبر لینی چاہئے۔

اسی طرح مولوی منظور فیضی نے بھی اس کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں وہ بد بخت لکھتا ہے:

''صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ گانا باجا ہادی عالم ﷺ کے گھر میں حضور ﷺ کی موجودگی میں ہوا''۔(حلت سماع اور احادیث،ص ۲)

العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔مزید بریلوی مذہب کا گند ملاحظہ ہو:

''ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبوی میں گا رہے تھے دف بجا رہے تھے ناچ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو اوپر اٹھا کر یہ تماشہ دکھایا۔اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گانا، باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا''۔(مقابیس المجالس،ص ۱۴۱)

(اعتراض ۲۳۷): شراب کی آمدنی سے تنخواہ لینا جائز ہے

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

''سوال: سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا بہتر ہے یا شراب کی آمدنی سے۔(خلاصہ سوال)

الجواب: دوسری۔(امداد الفتاوی،ج ۳ص ۳۶۱)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۶)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۹ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: یہاں پر بھی اس رضاخانی نے بدترین اعلی حضرتی کا ثبوت دیا ہے حقیقت میں یہ شخص خیانت و بددیانتی میں خان صاحب بریلوی کا سچا جانشین ہے۔پورا سوال وجواب ملاحظہ ہو:

''سوال: سود لینے اور سود دینے دونوں کی سخت ممانعت آئی ہے۔مسئلہ ذیل میں مقابلۃً کونسی صورت روزگار کے اعتبار سے اختیار کی جاسکتی ہے؟

نمبر ۱: ایک شخص مدرسہ میں کسی ریاست کے ملازم ہے، والی ریاست نے ایک کثیر رقم سرکاری بنک میں جمع کردی، کہ اس کے سود سے اس مدرسہ کے اخراجات نکلتے ہیں، گو دوسری مد سے امداد آجاوے مگر مستقل آمدنی سود والی ہے۔

نمبر ۲: ایک دوسرا مدرسہ دوسری ریاست کا ہے جس میں کوئی خاص آمدنی وقف نہیں کی گئی اور تنخواہ ریاست کی سرکاری خزانہ سے دی جاتی ہے، جس میں محکمہ شراب کی بھی آمدنی شامل ہے۔لیکن آخر الذکر ریاست کے سکہ کا تبادلہ اگر سکہ انگریزی سے کرنا ضروری پڑے (مثلا وطن کو روپیہ روانہ کرنا ہے اور وہ انگریزی علاقہ میں ہے) اور اس کو اپنی تنخواہ کا قلیل حصہ کٹوا دینا پڑے، جس کو والی ریاست اس کو پینشن دیتے وقت مع کچھ اضافہ کے واپس کرے جس کی نسبت یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ بنک میں جمع کیا جاتا ہے یا تجارت میں لگایا جاتا ہے، بدرجہ مجبوری اور روزگار نہ ہونے کی حالت میں کون صورت قابل اختیار ہے''۔

الجواب: دوسری۔(امداد الفتاوی،ج ۳ص ۳۶۱)

کتنی بڑی بددیانتی اس بدبخت آدمی نے کی ہے۔عنوان تو یہ قائم کیا کہ معاذ اللہ شراب کی آمدنی سے تنخواہ لینا گویا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے،مگر اصل فتوے میں کیا صورت تھی وہ آپ کے سامنے ہے۔وہاں تو سوال ہے کہ سرکاری محکمہ میں ملازمت کرنا کیسا ہے جس میں ایک شعبہ شراب کا بھی ہے لیکن یہ یقینی نہیں کہ ہمارے ادارے کو جو تنخواہ ادا کی جاتی ہے تو وہ اسی شعبہ سے ہے۔تو حضرت نے جواز کا فتوی دیا۔اگر بقول رضاخانی ترجمان یہ ناجائز اور معاذ اللہ شراب کے پیسوں سے تنخواہ ہے تو آج پاکستان بھر کے تمام سرکاری مساجد،درگاہوں کے خطیبوں،ملازمین اور تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کو حرام کہے اور ان پر حرام خوری کا فتوی لگائے اور سرکاری نوکری کو حرام کہے کیونکہ پاکستان میں بھی صرف محکمہ شراب نہیں بلکہ معیشت ہی سود پر کھڑی ہے۔

خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

''جیسے سرکاری عطیات جن کے متعلق عین حرام ہونے کا علم نہیں ہوتا''۔(فتاوی رضویہ،ج۱۹،ص ۶۶۰،۶۶۱)

لیجئے نواب صاحب کے نزدیک تو سرکاری مال کے عین حرام ہونے کا علم ہی نہیں مگر اس کے نزدیک یہ حرام ہے اور پھر خود بھی سرکاری خطیبوں،درگاہوں،سرکاری ملازمین کا لنگر کھا کر حرام خوری کا ارتکاب کر رہا ہے اور اعتراض اہل حق پر۔

امداد الفتاوی کا یہ سوال ہندوستان کے بارے میں تھا اور ہندوستان کے بارے میں بریلویوں کے شرعی بورڈ کا فیصلہ ہے کہ یہاں ہر قسم کا عقد جائز ہے خواہ سود و جوئے کا عقد ہی کیوں نہ ہو ملاحظہ ہو:

''یہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ تمام عقود فاسدہ بشمول ربا و قمار جائز ہیں''۔(جدید فقہی مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے،ج۱،ص۱۴۱)

ما قبل میں خان صاحب بریلی کا حوالہ بھی گزر گیا کہ قرض پر حاصل ہونے والا سود بھی حلال ہے۔معاذ اللہ۔تو حرام خورو! سود اور جوئے کے حرام پیسے تم کھاؤ اور اعتراض ہم پر کرتے ہو۔جاہل کے بچوں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ تمہیں یاد رہے گا کہ کس سے واسطہ پڑا تھا؟ اور آئندہ اہل حق پر اس طرح کے بے ہودہ و بے تکے جاہلانہ دجل و فریب سے بھرپور اعتراض کرتے ہوئے سو دفعہ سوچو گے۔

(اعتراض ۲۳۸): ہندوؤں کے میلے میں جانا جائز ہے

اس عنوان کے تحت معترض لکھتا ہے:

''اگر کوئی چیز سوائے میلہ (ہردوار یا گنگا) کے کہیں نہ بکتی ہو اس کی خرید و فروخت کے واسطے جانا بضرورت جائز ہے۔

(امداد الفتاوی ج ۴،ص ۲۶۹)''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۶)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب،ص ۱۹۳'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: رضاخانی معترض نے اپنے اعلی حضرتی عادت بد کے مطابق یہاں ایک دفعہ پھر خیانت سے کام لیا،مکمل جواب اس طرح ہے:

''اگر کوئی چیز سوائے اس میلہ کے کہیں نہ بکتی ہو اس کی خرید و فروخت کے واسطے جانا بضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت جانا بہتر نہیں کہ ایسے مجمعوں میں شان مغضوبیت کی ہوتی ہے ان میں شریک ہونا غضب الٰہی کا حصہ لینا ہے۔اگرچہ اس مجمع والوں کی برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نہ رہے گا۔لاینتھی الناس عن غزو ھذا البیت حتی یغزو جیش حتی اذا کانوا بالبیداآو بیدا من الارض خسف باولھم و اخرھم و لم ینج اوسطھم قلت یا رسول اللہ فمن کرہ منھم قال بعثھم اللہ ما فی

انفسھم ۔(ترمذی، ج ۲،ص ۴۷۲)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ (اللہ کے) اس گھر پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ ایک ایسا لشکر لڑائی کرنے کیلئے آئے گا کہ جب اس لشکر کے لوگ مقام بیدا میں ہوں گے تو ان کے آگے والے اور ان کے پیچھے والے دھنسا دئے جائیں گے اور ان کے بیچ والے بھی نجات نہیں پائیں گے۔میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں جو ناپسند کرتے رہے ہوں ان کے افعال کو وہ بھی (دھنسا دئے جائیں گے)؟۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی ان کی نیتوں کے مطابق انہیں اٹھائے گا۔ساجد)

تو جب باوجود کراہت کے عذاب میں شریک ہو گئے تو خوشی سے جائیں وہ کیونکر بچیں گے۔واللہ اعلم"۔

(امداد الفتاوی، ج ۴،ص ۲۶۹)

یہ تھا وہ مکمل فتوی جو اس خائن نے نقل نہیں کیا۔حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کے ان میلوں میں جانے سے منع کر رہے ہیں اور اس پر حدیث سے وعید سے ڈرا رہے ہیں مگر اس متعصب نے کس قدر مسخ کر کے اس فتوے کو پیش کیا۔ہاں جہاں ایسی ضرورت ہو کہ کوئی ضرورت کی چیز ان میلوں کے علاوہ کہیں اور ملتی ہی نہیں تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے قاعدے کے تحت جانے کی اجازت دی ہے۔اگر معترض میں غیرت ہے تو کسی فقہی جزئیہ سے ثابت کرے کہ ایسی ضرورت کے موقع پر بھی جانا جائز نہیں۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ و ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روشنی میں ظالمین کی مجالست سے بچنا واجب ہے الا یہ کہ کسی کو کوئی مجبوری ہو اسی طرح تاجر حضرات بھی ضرورت بشریہ کے تحت ان کے ساتھ معاملات رکھ سکتے ہیں۔

وَمن ذَلِك وجوب التحذير من مصاحبة أهل الظُّلم ومجالستهم وتكثير سوادهم إلاَّ لمن اضطُرَّ. فَإِن قلت: مَا تقول فِي مصاحبة التَّاجِر لأهل الْفِتْنَة؟ هَل هِيَ إِعَانَة لَهُم على ظلمهم أَو هِيَ من ضرورات البشرية؟ قلت: ظَاهر الحَدِيث يدل على الثَّانِي. وَالله أعلم

(عمدۃ القاری، ج ۱۱،ص ۲۳۷،فتح الباری، ج ۴،ص ۴۰۰)

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"(ہندوؤں کے میلے میں) بغرض تجارت جانا فی نفسہ ناجائز وممنوع نہیں جبکہ کسی گناہ کی طرف مودی نہ ہو علماء فرماتے ہیں کہ مسلمان تاجر کو جائز کہ کنیز وغلام وآلات حرب مثل اسپ وصلاح وآہن وغیرہ کے سوا اور مال کفار کے ہاتھ بیچنے کیلئے دار الحرب میں لے جائے اگرچہ احتراز افضل، تو ہندوستان میں کہ عند التحقیق دار الحرب نہیں مجمع غیر مذہبی کفرہ میں تجارت کیلئے مال لے جانا بدرجہ اولی جواز رکھتا ہے"۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۳،ص ۵۲۴)

(اعتراض ۲۳۹): ایصال ثواب کا کھانا حرام ہے

اس عنوان کے تحت معترض لکھتے ہیں:

"دیوبندی قطب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد دیوبندی محدث سرفراز گھگڑوی اور غلام اللہ خان کے استاد وشیخ مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ جو مال صدقہ کرتا ہے اور کہتا ہے ثواب ان کی روح کو بخشتا ہوں یہ سب عبادت غیر اللہ کی ہے اس کو کھانا استعمال کرنا حرام ہے۔

(تفسیر بے نظیر،ص۱۷،۱۸،طبع سرگودھا)‘‘۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۶)

نوٹ:یہ اعتراض اس نے’’دیوبندی مذہب،ص ۴۷۱،طبع اول‘‘سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر’’احسن التفسیر المعروف تفسیر بے نظیر‘‘ہمارے لئے کلی طور پر حجت نہیں اس لئے کہ یہ تفسیر مماتی حضرات کی طرف سے شائع کی گئی ہے اور وہ کتب میں دسیسہ کاری کرتے رہتے ہیں۔

ثانیاً جو عبارت نقل کی اس میں بھی بدترین دجل وفریب کا اظہار کیا گیا مکمل عبارت اس طرح ہے:

’’جو چیز تقرب الی غیر اللہ کے لئے کی جائے،کھانا اس کا حرام ہے اور استعمال اس کا کرنا حرام ہے۔شامی میں ہے و اکلہ حرام بل سحت یعنی سخت حرام ہے۔تقربا کا معنی عبادت۔عقیدہ رکھنا غیر اللہ کو تسلط غیبی فوق الاسباب کارسازی میں یا علم میں مدح ثناء فعل تعظیم اس عقیدہ سے کرے وہ کفر وشرک ہے،عبادت غیر اللہ کی ہے۔اگر کوئی شخص غیر اللہ میں خیال کرے کہ سب کچھ ہمارے احوال جانتے ہیں پس ان کی مدحیں اور اوراد میں یعنی جو مال صدقہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ثواب ان کی روح کو بخشتا ہوں یہ سب عبادت غیر اللہ کی ہے اس کو کھانا استعمال کرنا حرام ہے‘‘۔(تفسیر بے نظیر،ص۱۷،۱۸)

قارئین کرام!ملاحظہ ہو یہاں کہیں بھی مطلقا ایصال ثواب کو معاذ اللہ حرام نہیں کہا گیا بلکہ غیر اللہ کو عالم الغیب مافوق الاسباب میں مشکل کشا سمجھ کر ان کی تقرب کی نیت سے کوئی چیز دینے کو حرام کہا گیا ہے اور یہ مسئلہ بالکل درست ہے غیر اللہ کے تقرب کیلئے جانور ذبح کرنا خنزیر سے بھی زیادہ ناپاک ہے اور ایسا کھانا بالکل حرام ہے۔

میں نے اپنی کتاب’’رضاخانیت بمقابلہ حنفیت‘‘میں اس پر بہت تفصیل سے کلام کیا ہے تفصیل وہاں ہی ملاحظہ ہو یہاں چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں:

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ(المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں::

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَاءَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَنْ يَّقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ}(الفاتحة 1 : 5)، وَقَالَ تَعَالَى : {فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا}(الجنّ 72 : 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى : {بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ}(الأنعام 6 : 41).

(حجۃ اللہ البالغۃ،ج1،ص185)

مشرکین اپنی حاجات،مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں۔ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر ونیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔نیز فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا(تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں،جیسا کہ(عام)مفسرین نے کہا ہے،بلکہ یہاں استعانت مراد ہے،جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ

فَیَکۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ} (بلکہ تم (سخت مصیبت کے وقت) اسی (اللہ) کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ماکولات ومشروبات ودیگر اموال رانیز از راہ تقرب لغیر اللہ دادن حرام وشرک است

کھانے اور پینے کی چیزیں اور اس طرح دوسرے اموال کو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے دینا حرام اور شرک ہے''۔

(فتاوی عزیزی، ص ۵۶)

مزید تفصیل امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تنقید متین'' میں ملاحظہ ہو۔

ایصال ثواب کے متعلق ایک وضاحت

رضاخانی اکثر اپنی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی ایصال ثواب کے منکر ہیں۔ یہاں میں اس مسئلہ کے متعلق ایک وضاحت کردوں کہ اہل السنۃ والجماعۃ سادات احناف دیوبند ایصال ثواب کے بالکل بھی منکر نہیں۔ اگر کسی رضاخانی میں جرات وغیرت نام کی کوئی چیز ہے تو ہمارے کسی مستند فتاوی کا کوئی ایک فتوی دکھادو جس میں شرعی ایصال ثواب کو معاذ اللہ حرام کہا گیا ہو یا اس کا انکار کیا گیا ہو۔ ہاں ہم ایصال ثواب کے نام پر تیجہ، چالیسواں، جمعراتی اس قسم کی خرافات و بدعات کے ضرور منکر ہیں اور یہ ایسی خرافات ہیں کہ آج رضاخانی بھی اس سے بیزار ہیں۔ خان صاحب بریلوی نے پوری کتاب ''دعوت میت'' کے نام سے لکھی جس میں تیجہ چالیسواں کی دعوتوں کو خرافات کہا۔ مفتی احمد یار گجراتی نے اپنی کتاب ''اسلامی زندگی'' میں ان تیجوں کی زبردست تردید کی ہے اور عوام کس قسم کی خرافات اور غیر شرعی امور ان رسومات کے انجام دینے کیلئے کرتی ہے اس پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ مزید تفصیل میری کتاب ''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت'' میں ملاحظہ ہو۔

(اعتراض ۲۴۰): چوری کا مال کھانے کی اجازت

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''سوال: عرض ہے کہ ہم انگریز کے گھر میں نوکری کرتے ہیں اور ایک خانساماں ہے جو کہ بازار کرتا ہے اور بازار کے پیسہ میں چوری کرتا ہے اور وہی پیسہ ہم کو دیتا ہے اور چوری کی بات صاحب جانتا ہے تو کیا یہ پیسہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ خانساماں جو تنخواہ دیتا ہے وہ اس چوری کے پیسے سے دیتا ہے جس کو روزمرہ کے سودے سے چراتا ہے۔۔۔۔اس لئے تم پر حلال ہے۔ الخ۔ (حوادث الفتاوی، ص ۱۹)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۹۶، ۱۹۷)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ''دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹'' سے سرقہ کیا ہے یہ آدمی ایسا بین الاقوامی سارق ہے کہ جس کتاب سے سرقہ کر رہا ہے عنوان تک بدلنے کی توفیق نہیں ملی عنوان تک اس ظالم نے سرقہ کر کے اپنی کتاب میں شامل کر دئے اور بنا پھرتا ہے محقق۔

جواب: قارئین کرام! میں نے بریلی کے نواب احمد رضا خان بریلوی جیسا خائن بھی دیکھا ہے مولوی عمر اچھروی بریلوی جیسا بددیانت، خائن اور یہودیانہ تاویلات کرنے والے کو پڑھا ہے لیکن خیانت، دجل وفریب، کتر و بیونت، جھوٹ مکر وفریب میں جو مقام دیوبندی مذہب کے مولوی غلام مہر علی کو ملا اور اس کی پیروی میں اس جاہل مطلق سارق معترض کو ملا وہ مقام خان صاحب بریلوی بھی حاصل نہ کر سکے۔ بندہ

اکثر سوچتا ہے کہ جب عیسائی و یہود اللہ و رسول پر ایمان لانے کا دعوی کرتے ہیں تو آخر اپنی مقدس کتب میں تحریف کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتے ہوں گے؟ لیکن ان لوگوں کو دیکھ کر ان کی نفسیات سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کی بات کرتے ہیں، خود کو عاشق کہتے ہیں، پوری دنیا میں خود کو دین کا واحد ٹھیکیدار کہتے ہیں اس کے باوجود بھی اس قدر مکر و فریب، جھوٹ و بد یانتی؟ واقعی حق کی توفیق یہ محض اللہ کا کرم ہے۔

قارئین کرام! یہاں ایک نکتہ اور بھی سمجھ لیں جس طرح یہ موجودہ رضاخانی اپنے گزرے ہوئے مولوی غلام مہر علی کے دجل وفریب سے بھرپور حوالے پر اعتماد کر کے اندھا بن کر بنا تحقیق اسے نقل کر رہا ہے یہی حال قریبا تمام رضاخانی مناظرین کا ہے۔ وہ سب خان صاحب بریلوی پر اعتماد کر کے اس کی اندھی تقلید میں علمائے اہل السنۃ کی تکفیر میں مصروف ہیں یہ لوگ اگر ایک دفعہ بھی تحقیق کر کے ان عبارات پر غور کر لیں تو کانوں کو ہاتھ لگائیں کہ خان صاحب نے کس قدر خیانت وفریب سے کام لیا چنانچہ پیر کرم شاہ ازہری کو اس کی توفیق ملی اور تحذیر الناس پر لگائے گئے الزامات سے صاف انکار کر دیا، علامہ خلیل خان برکاتی مرحوم کو اس کی توفیق ملی، مگر بجائے یہ لوگ ان کی اس بات پر غور و فکر کرتے اپنے مسلک کو بچانے کیلئے ان بیچاروں ہی کی تکفیر کر دی۔ ایسے لوگوں سے کیا اتحاد و اتفاق اور حق تسلیم کرنے کی امید کی جاسکتی ہے؟

اصل مقصد کی طرف آتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے میں اس قدر بد یانتی کی گئی ہے کہ ربیانِ یہود و راہبان نصاری بھی شرم سے سر جھکا دیں۔ ان کو خود بھی اپنے اس مکر و فریب کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اس لئے حوادث الفتاوی کی جلد نمبر بھی نقل نہ کی تا کہ کوئی تحقیق کرنا چاہیں تو ان کے فراڈ پر مطلع ہو کر ان پر تھوتھو نہ کرے۔ مکمل سوال و جواب ملاحظہ ہو:

''سوال: (بعد القاب وآداب) عرض ہے کہ ہم انگریز کے گھر میں نوکری کرتے ہیں اور ایک خانساماں ہے جو کہ بازار کرتا ہے اور بازار کے پیسہ میں چوری کرتا ہے اور وہی پیسہ ہم کو دیتا ہے اور چوری کی بات صاحب جانتا ہے تو کیا یہ پیسہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور خود انگریز حکم دیتا ہے کہ دو (وہی چوری کا پیسہ) تو اس میں کونسی بات پر عمل کیا جاوے؟

یہاں سے یہ تنقیح کی گئی

جب تم انگریز کے نوکر ہو تو تنخواہ انگریز کے پیسے سے ملنا چاہئے، خانساماں کے پیسہ سے کیسے ملتی ہے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اس کو صاف لکھو تو جواب دیا جاوے۔

تنقیح کا جواب یہ آیا

پیسہ صاحب کا ہے۔ فقط صاحب پیسہ بازار کرنے کو دیتا ہے۔ اور خانساماں اس میں سے چوری کرتا ہے اور صاحب ہم لوگوں کو تنخواہ جدا دیتا ہے۔

یہاں سے اس کا یہ جواب دیا گیا

مطلب اب بھی صاف نہیں ہوا۔ شاید یہ مطلب ہے کہ انگریز سب کام بذریعہ خانساماں کے لیتا ہے۔ یعنی سودا بھی خانساماں ہی سے منگاتا ہے، اور جو دام وہ بتلا دیتا ہے انگریزی دے دیتا ہے اور اسی طرح تمہاری تنخواہ دینے کو بھی اسی خانساماں سے کہہ دیتا ہے۔ پھر حساب معلوم

ہونے کے بعد وہ تنخواہ بھی اس کو بے باق کر دیتا ہے۔تو وہ خانساماں جو تنخواہ دیتا ہے وہ اس چوری کے پیسے سے دیتا ہے جس کو روزمرہ کے سودے سے چراتا ہے۔ **سواگر یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ پیسہ اسی انگریز کا ہے تو تنخواہ انگریز ہی کے پیسہ سے ملی اس لئے تم پر حلال ہے۔کیونکہ وہ پیسہ خانساماں کے حق میں حرام ہے۔نہ کہ اس انگریز کے حق میں اور اسی طرح وہ انگریز جس کو دلائے اس کے حق میں حرام نہیں** اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو صاف لکھو"۔

(حوادث الفتاوی، حصہ پنجم ص ۱۸، امداد الفتاوی، ج ۳، ص ۳۵۸، ۳۵۹)

خط کشیدہ عبارت پر غور فرمائیں جو اس پورے فتوے کی جان اور وضاحت ہے جسے ان ظالموں نے اڑا دیا جس سے مطلب بالکل واضح ہو کر آ گیا کہ جب وہ باورچی انگریز کے پیسے چوری کرتا ہے تو وہ ان پیسوں کا مالک ہی نہیں ہوا اس کے حق میں تو وہ پیسے حرام ہیں لیکن جب وہ ان پیسوں کا مالک ہی نہیں اور مالک اب بھی انگریز ہی ہے تو جو تنخواہ ان پیسوں سے ملی وہ گویا انگریز کے پیسوں سے ہی ملی اور اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہے؟ مگر اس بدبختوں نے کس طرح اس کو نامکمل نقل کر کے یہ بدبودار عنوان قائم کر دیا کہ گویا معاذ اللہ علمائے اہل السنۃ چوری کا مال کھانے کی اجازت دے رہے ہیں معاذ اللہ۔چوری کے مال کو کھانے کی اجازت تو معاذ اللہ قادیانی جیسے بدتر کافر بھی کھلے عام اجازت دینے کی ہمت نہیں کر سکتے تو یہ اولیاء اللہ اس کی اجازت کیسے دیں گے؟

بالفرض مان لیں کہ معاذ اللہ ایسا ہی فتویٰ دیا گیا تو آپ کا شیخ الاسلام فیض احمد گولڑوی لکھتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کو شرعی نقی نظر سے دیکھتے۔(مہر منیر ص ۲۶۸) تو یہ مسئلہ بھی معاذ اللہ شرعی نقطہ نظر سے بالکل ٹھیک ہوگا یعنی جو آپ اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس پر اعتراض تو اب شریعت پر اعتراض ہے۔

ماقبل میں ہم نے بریلویوں کی پوری ٹیم کا حوالہ دیا کہ خان صاحب سمیت بریلویوں کے نزدیک ہندوستانیوں سے معاذ اللہ سود و قمار کے عقد سے حاصل شدہ پیسہ لینا بھی جائز ہے۔مزید نواب صاحب فتویٰ دیتے ہیں:

وہ (کافر حربی کا مال) مسلمان پر اسی صورت میں حرام ہوتا ہے جب بطور غدر لیا جائے اور اگر غدر و دھوکے سے نہ لے تو جس طرح بھی حاصل کرے حلال ہے بشرطیکہ اس کافر کی رضامندی سے ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۶، ص ۵۱۲)

تو انگریز بھی حربی ہے جب اس کو معلوم تھا کہ پیسے چوری ہو رہے ہیں تو اس کی رضامندی ہی سے ملے لہٰذا اس فتوے کی روشنی میں یہ مال بالکل حلال ہے۔

(اعتراض ۲۴۱): بزرگانِ دین کے عرسوں کو جائز کہنے والوں سے دیوبندی عورتوں کا نکاح جائز نہیں

اس عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"سوال: قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس وسوئم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق

سے ربط وضوابط کرنا حرام ہے۔(فتاوی رشیدیہ،ص۴۵۵،۴۵۶)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص۱۹۷)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے''دیوبندی مذہب،ص ۱۹۲'' سے سرقہ کیا ہے۔

جواب: یہ دونوں رضاخانی دیانت وایمان داری سے تو تہی دامن ہیں ہی عقل سے بھی پیدل ہیں۔ پہلے یہ جواب دو کہ کیا تمہارے مذہب میں دیوبندی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو یہ خود تمہارے مذہب میں کفر اور اگر ناجائز ہے تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فتوی تو دیا ہے اس پر اعتراض شریعت پر اعتراض ہے۔

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

''عرس کرنے والے، عرس پر جانے والے عرسوں کا جائز ماننے والے تمام بزرگان اسلام مثلاً خواجہ معین الدین اجمیری، بابا گنج شکر فرید، قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی، خواجہ شاہ سلیمان رحمہم اللہ تعالی اور تمام مشائخ عظام اور ان کے تمام معتقدین جمہور اہل اسلام ان دیوبندی مولویوں کے نزدیک فاسق وکافر ٹھہرے اور معاذ اللہ ان سب کے نکاح حرام''۔

(دیوبندی مذہب،ص ۱۹۲ طبع اول)

پہلے تو اس نے یہ جھوٹ بولا کہ جمہور اہل اسلام ومشائخ عرس مناتے ہیں جب عرس بدعت ہے تو یہ کیسے مناتے ہیں؟ تفصیل میری کتاب ''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت'' میں ملاحظہ ہو۔ لیکن یہاں کام کی بات یہ ہے کہ خود رضاخانی نے تسلیم کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتوی دیوبندی عورتوں کے متعلق تھا پھر خود ہی نتیجہ نکالا کہ اس فتوے کی رو سے جمہور مشائخ واہل اسلام فاسق وکافر ٹھہرتے ہیں اور ان کے نکاح حرام ہیں معاذ اللہ تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جمہور مشائخ واہل اسلام نے دیوبندی عورتوں کو مسلمان سمجھ کر ان سے نکاح کیا تبھی تو فاسق و حرام کار ٹھہرے کیونکہ فتوی تو ان کے متعلق تھا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے سے کوئی کافر ہو یا نہ ہو مگر جمہور مشائخ واہل اسلام دیوبندی عورتوں سے نکاح کر کے آپ کے بڑوں کے فتووں کی رو سے ضرور کافر وحرام کار ٹھہرے اور آپ کے فتوے کی رو سے آج جتنے بھی گدی نشین ہیں وہ ثابت النسب نہیں کیونکہ دیوبندیوں کی اولاد ہیں جیسا کہ آگے خان صاحب بریلوی کا فتوی آرہا ہے۔

باقی یہاں ایک دفعہ پھر فتوی نقل کرنے میں خان صاحب بریلوی والا کمال (دجل وفریب) دکھایا گیا ہے مکمل فتوی اس طرح ہے:

''سوال: اگر کوئی شخص معتقد تعزیوں کا ہو کہ ان سے مرادیں مانگے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ اس میں امام حسین علیہ السلام موجود ہوتے ہیں یا قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس وسوئم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ نصاری اور یہود سے تو جائز ہے تو ان سے کیوں ناجائز ہو یہ بھی تو بہت سی رسمیں شرک وکفر کی ترک کرتے ہیں یا جس مرد وعورت نے سابق میں مراسم شرک وکفر معتقد یا غیر معتقد ہو کر کئے ہوں اور اب تائب ہو گئے ہوں تو ان کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اور ان دونوں قسموں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی بشرط مکروہ تنزیہی یا تحریمی اگر کوئی شخص اعادہ نماز کرے تو اس نے اچھا کیا یا برا کیا؟ اور نماز فجر وعصر کا بھی اعادہ کرے یا نہیں اور ابتدائے اسلام کرے یا نہیں اور رسم ہدیہ باہمی جاری رکھے یا نہیں؟ عیادت مریض وشرکت جنازہ کرے یا نہیں، مولانا مرحوم تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ستاروں وغیرہ کی نحوست وسعادت کا قائل ہو تو اس کی شرکت جنازہ وعیادت نہ کرے اور جو شخص بدعتی سے دل ملائے اس کا ایمان نہیں

ہے لہٰذا عرض ہے کہ اگر ظاہرا ان سے ملتا رہے اور اختلاف نہ رکھے اور دل سے برا نہ جانے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے۔ اگرچہ نکاح اس سے درست ہو جاوے۔ اور دختر مسلمہ کا نکاح نصرانی سے ہرگز درست نہیں اور جس عورت مسلمہ کا اگر فاسق و فاجر سے نکاح ہو گیا تھا اگر وہ تائب ہو گیا تو کوئی ضرورت تجدید نکاح کی نہیں، البتہ اگر اس کا کفر ثابت ہو جاوے تو تجدید واجب ہوگی اور جو ایسے شخص ہیں ان کا جب تک کفر ثابت نہ ہو فاسق کہلاتے ہیں۔ اور فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے، اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جاوے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے۔ بعض فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد جائز ہے اور ایسے شخص سے ابتدائے اسلام درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو کرلے اور عیادت و جنازہ کیلئے بھی وہی حال ہے اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو کرے ورنہ نہیں تقویۃ الایمان کا کلام صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاوی رشیدیہ، ج ۲، ص ۱۹۵، ۱۹۶)

یہ تھا مکمل فتوی حضرت فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتوی بالکل درست ہے ہم اس کی مکمل تائید کرتے ہیں جب یہ درست ہے تو اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہیں۔ فتوی واضح ہے کہ اگر تعزیوں سے یا اصحاب قبور سے مافوق الاسباب میں مانگتا ہے تو کفر ہے اور اگر صرف تعزیہ نکالتا ہے یا عرس وغیرہ دیگر بدعات کرتا ہے تو بدعتی ہے۔ اور بدعتی فاسق ہے فاسق نیک مسلمہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا۔ خان صاحب بریلوی کے سینکڑوں فتوے فتاوی رضویہ جلد ۱۱ میں مل جائیں گے کہ غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

فَالْفَاسِقُ لَا يَكُونُ كُفُؤًا لِصَالِحَةٍ بِنْتِ صَالِحٍ بَلْ يَكُونُ كُفُؤًا لِفَاسِقَةٍ بِنْتِ فَاسِقٍ

(فتاوی شامی، ج ۳، ص ۸۹)

پس فاسق آدمی نیک عورت جو کہ بیٹی ہو نیک مرد کی کا کفو نہیں ہو سکتا بلکہ وہ فاسقہ بنت فاسق کا کفو ہوگا۔

اب جواب دو کیا معاذ اللہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہزاروں مسلمانوں کے نکاح حرام کر دئے؟

پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب اپنے مسلک کے مناظر اشرف سیالوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"لمحہ فکریہ: کیا سیالوی صاحب اس وقت پاکستان بھر میں موجود سنی بریلوی کہلانے والے تمام لوگوں اور بالخصوص عوام کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ ان کے عقائد میں جراثیم شرک نہیں ہیں؟ ۔۔۔۔ تو خدارا مجھے بتائے کہ اس بدعت و شرک کی چلتی ہوئی آندھی میں اگر سختی نہ کی جائے تو اور کیا کیا جائے"۔ (لطمۃ الغیب، ص ۵۳، ۵۴)

مزید لکھتے ہیں:

"آج علماء و مشائخ اہل سنت کی چشم پوشی کے کرشمے ہیں کہ لوگ قبروں کو چومنا، مزارات کا سجدہ ضروری، درباروں کا طواف معراج عقیدت اور پیروں فقیروں کو تقدیر و قضا کا مالک سمجھنا پیری مریدی کا اہم جز سمجھتے ہیں"۔

(لطمۃ الغیب، ص ۵۵)

آخر میں معترض جیسے نام نہاد مناظرین اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے اکثر واعظین بہال کا تو کیا ذکر؟ مناظر اسلام اور شیخ الحدیث کہلانے والے مقتدایان قوم اذان برقبر، انگوٹھے چومنے اور نماز جنازہ کے بعد دعا جیسے جوازی واستحبابی حیثیت رکھنے والے مسائل پر دو دو گھنٹے خطاب فرمانا اسلام اور سنیت کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں لیکن آئے دن درباروں اور خانقاہوں پر شرک و بدعت کے جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں ان کے متعلق اہتمام کچھ فرمانے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے؟ شاید عوامی ردعمل کا خوف دامن گیر رہتا ہے یا سجادہ نشین حضرات کے دست تعاون کھینچ لینے کا ڈر زبان نہیں کھولنے دیتا''۔

(لطمۃ الغیب، ص ۵۶)

تو یہ تمہارا پیر بھی کہہ رہا ہے کہ مزارات پر خرافات شرک و بدعت کا ارتکاب ہوتا ہے تو یہی بات فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کردی تو آسمان سر پر اٹھالیا؟ یہ پیر صاحب کون ہیں اپنے مورخ سے اس کا تعارف بھی سن لو:

''حقیقت یہ ہے کہ عہد حاضر میں صاحبزادہ نصیر صاحب گولڑوی کی استقامت نے قرون اولی کے متدین اور متصلب علماء کرام کی یاد تازہ کردی اس عالم گیر قسم کی مخالفت، متعصبانہ برتاؤ، سوشل بائیکاٹ اپنوں اور بے گانوں کے طعن و تشنیع اور طرح طرح کی دل آزاریوں اور پھر ایک مہیب دباؤ کو صرف شریعت کی بالادستی ثابت کرنے کیلئے اس خندہ پیشانی کے ساتھ قبول اور برداشت کرنا بالخصوص شاہانہ ماحول میں پروان چڑھنے والے ایک صاحبزادے کیلئے ناممکن سی بات لگتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا''۔

(سیف العطاء، ص ۳۳، نور نور چہرے، ص ۲۵۶)

ایسے متصلب آدمی کو آج بعض چنڈو خان رضا خانی کہتے ہیں ہمارا معتبر نہیں تھا۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

حیرت ہے کہ آج ان مولویوں کو عرسوں پر جانے والے فساق، شرابی، چرسی موالیوں کے ساتھ نیک صالحہ عابدہ کا نکاح نہ ہونے پر تو بڑا دکھ و درد ہے مگر خان صاحب اور اس کے اذناب ساری زندگی دنیا بھر کے کروڑوں اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کو کافر کہتے رہے ان سے نکاح کو حرام بتلاتے رہے اس پر تو انہیں کبھی غیرت وحیاء اور شرم نہیں آئی؟ خان صاحب بریلوی کا اپنی ذات کی طرح یہ بدبودار فتوی ملاحظہ ہو:

''روافض تو عموما ضروریات دین کے منکر ہیں اور قطعا مرتد ہیں ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہوسکتا ہی نہیں ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۲۷)

یہ ایسا بدبخت آدمی تھا کہ اس کے اس قسم کے غلیظ وغیر شرعی فتووں سے اس کے اپنے مسلک کے شیخ الحدیث بھی محفوظ نہ رہے۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی کے والدین خان صاحب کے فتوے کی زد میں

احمد رضا خان نے ایک کتاب لکھی ہے ''**ازالة العار**'' جسے حال ہی میں بہار شریعت فاونڈیشن کراچی نے شائع کیا ہے۔ جس میں اس نے کہا ہے کہ چونکہ غیر مقلد (اہلحدیث فرقہ) گستاخ وہابی ہے اس لئے کافر ہے اور جو ان کافروں کو اپنی بیٹی دے وہ ایسا ہے جیسے کتے تلے اپنی بیٹی بچھادی یہ لوگ کتوں سے بھی بدتر ہیں **(ص ۴۴)**

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں غلام رسول سعیدی کا مایہ ناز شاگرد اسمٰعیل نوری اپنے استاذ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:
والد صاحب اور بڑے بھائی مسلکا اہلحدیث تھے۔(حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن۔ص ۳۸)
مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کے شاگرد اور چاہنے والے ناراض ہونگے کہ ہمارے استاذ صاحب کو گالی دے دی مگر ہمارا ابھی سوال ہے کہ جن کے متعلق آپ کے رضاخان صاحب نے یہ غلیظ فتوی دیا آخر کو وہ عورتوں بھی تو کسی کی ماں، بہن ،بیٹیاں ہیں۔ یہاں اس معترض سے بھی سوال کروں گا کیونکہ جی یہاں اپنے شیخ الحدیث کے والدین کو کافر وحرام کاری میں مبتلا کرنے پر کوئی حیاء وشرم آرہی ہے؟ مگر آپ بھی کہہ رہے ہوں گے کہ غیرت وحیاء ہوتی تو رضاخانی کیوں ہوتا؟ میری مثال تو:
بے حیاباش ہر چہ خواہی کنند

(اعتراض ۲۴۲): ہندو کا مسجد کیلئے چندہ دینا جائز ہے

اس عنوان کے تحت جاہل معترض لکھتا ہے:
''سوال: ہندو کا مسجد میں روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں؟
جواب: ہندو کا دیا ہوا چندہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے جبکہ بہ نیت ثواب دیتا ہو''۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۲۴)۔
سوال: کافر کی تعمیر کردہ مسجد میں ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں؟
جواب: اگر کافر لوجہ اللہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا ثواب مثل اور مساجد کے ہوگا۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۲۴)
مسجد ومدرسہ میں یہود کا پیسہ لگانا درست ہے۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۶۴)''۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۸)

جواب: اس مسئلہ پر اعتراض بھی فقہ حنفی اور اپنی کتب سے جہالت کی بدترین مثال ہے۔اس لئے کہ ذمی کافر ایسے امر پر وقف کرے جو مسلمان اور کافر بھی ذریعہ ثواب سمجھتے ہیں تو اس کا وقف صحیح ہے اور ان کاموں کیلئے اس کا مال لینا درست ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیلئے فقراء ومساجد کی مثالیں دیں اور فرمایا:

شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندھم کالوقف علی الفقرآ او علی مسجد القدس۔
(شامی،کتاب الوقف)

ذمی کافر کے وقف کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ وقف مسلمان وکافر دونوں کے مابین قربت کا ذریعہ ہوں جیسے فقرا یا مسجد اقصی پر وقف کرنا۔
پیر مہر علی شاہ صاحب کا فتوی ہے:
''کافر نے جو صف مسجد میں بچھائی ہے اس پر نماز پڑھنی جائز و درست ہے کیونکہ کافر کا کل مال حلال ہے خواہ ربا سے حاصل کیا ہو یا غیر ربا سے مثل تجارت وغیرہ سے پیدا کیا ہو''۔(فتاوی مہریہ،ص ۲۲۹،طبع اول)
رضاخانی فقیہ ملت نے فتوی دیا:
''غیر مسلم جو حلال کماتا ہے وہ بطور اعانت مدرسہ کو چندہ دینا چاہتا ہے کیا لینا جائز ہے؟

غیر مسلم کا چندہ لینا جائز ہے"

(فتاویٰ فیض الرسول ص ۳۲۳، پروگریسو بکس لاہور)

بریلوی فقیہ ملت کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:

"اگر مسجد کی تعمیری کام میں کوئی کافر حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کیلئے رقم دے تو اسے مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔۔۔فرماتے ہیں:"اگر اس (کافر) نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمانوں کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحتہ کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوا دو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ لانه انما یکون اذناً للمسلم بشراء الآلات للمسجد بمالهٗ"۔(فتاویٰ رضویہ، جلد ششم ص ۳۹۶)"۔

(فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۲، ص ۱۴۶، شبیر برادرز لاہور)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"کافر کے دیئے ہوئے پیسے کو مسجد میں لگانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت۔۔۔تحریر فرماتے ہیں:"مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں۔اور اگر بہ نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں۔۔۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۲۸۲)۔لہٰذا کافر اگر اپنے روپیہ کو نیاز مندانہ دے یا مسلمان کو ہبہ کر دے تو اس سے مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے"۔

(فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۲، ص ۱۵۵، شبیر برادرز لاہور)

اور ایک سوال جس میں واضح طور پر کافر ہندو مشرک سے چندہ لیکر مسجد میں لگانے و بنانے کے متعلق اجازت چاہی تھی جواب میں اس کی اجازت دی اور فتاویٰ رضویہ کی عبارت پیش کی۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

(فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۲، ص ۱۶۹، شبیر برادرز لاہور)

ایک اور فتویٰ بھی خان صاحب بریلوی کا ملاحظہ ہو:

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"اگر کسی کافر کا مال کہ نہ ذمی ہو نہ متامن، بلا عذر و بدعہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت شے مباح اسے لینا ممنوع نہیں اگرچہ دینے والا اپنے ذہن میں سود ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارف یتامیٰ میں بھی صرف ہو سکتا ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ، ۱۷، ص ۳۶۱)

اس تفصیل کے بعد اگرچہ ہمیں امید تو نہیں لیکن عقلاً محال بھی نہیں کہ معترض موصوف کسی کافر سے لے گئے چندے کی نیاز کی دیگ میں ڈوب کر مرجانا پسند کریں گے یا کم از کم اس اعتراض پر معافی مانگیں گے۔

(اعتراض ۲۴۳): ہندو کی دیوالی کی مٹھائی جائز ہے

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں:

”سوال: دیوالی کو اہل ہنود اپنے ملنے والوں کو اپنی خوشی سے کچھ مٹھائی وغیرہ دیتے ہیں شرعاً یہ مٹھائی وغیرہ ہندو سے مسلمانوں کو لینا اور کھانا کیسا ہے؟

الجواب: لینا اور کھانا اس کا درست ہے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند،ج ا،ص ۷۵۶)“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۸)

(اعتراض ۲۴۴): ہولی دیوالی کی پوڑیوں سے دیوبندی محبت

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں:

”سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوڑی یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

جواب: درست ہے۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۶۱،تالیفات رشیدیہ،ص ۴۷۱)“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۵۵)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ”دیوبندی مذہب،ص ۱۹۰ طبع اول“ سے سرقہ کیا۔

جواب: معترض نے ایک دفعہ پھر جدی پشتی بددیانتی سے کام لیا ہے۔قارئین کرام! آپ خود غور فرمائیں کہ اس ظالم نے عنوان تو یہ دیا کہ معاذ اللہ گویا اہل السنۃ کو ہندوؤں کی ہولی کی مٹھائیوں و پوڑیوں سے بڑی محبت ہے مگر جو حوالے دئے اس میں دور دور تک اس کا کوئی تصور و نام و نشان نہیں سائل نے اس کے کھانے کے جواز کا ایک شرعی مسئلہ پوچھا تھا اور اکابر اہل السنت نے اس کا شریعت کے مطابق جواب دے دیا۔

اس مسئلہ پر اعتراض کرنا بھی علم سے تہی دامن اس ترجمان رضاخانیت کی جہالت ہے کیونکہ یہ سب چیزیں بمنزلہ ہدایا کے ہیں اور کافر کا ہدیہ بالاتفاق قبول کیا جاسکتا ہے۔بخاری جلد اول میں اس پر پورا عنوان ہے:

”باب قبول الهدایۃ من المشرکین“

بَاب قَبُولِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام بِسَارَةَ فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ أَعْطُوهَا آجَرَ وَأُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أُكَيْدِرَ دُومَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا

شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا فَقِيلَ أَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ ابراہیم سارہ (اپنی بی بی) کولیکر (نمرود کے ملک سے) ہجرت کر گئے ایک بستی میں پہنچے جہاں کا بادشاہ ظالم تھا (اس نے سارہ کو بلا کر دست درازی کرنا چاہی اس کا ہاتھ سوکھ گیا) تب یوں کہنے لگا۔ ہاجرہ لونڈی اس کو دے کر نکالو اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زہر آمیز بکری تحفہ بھیجی گئی اور ابوحمید نے کہا کہ ایلہ (ایک شہر ہے وہاں) کے حاکم نے آنحضرت ﷺ کو ایک نقرہ خچر تحفہ بھیجا اور آنحضرت ﷺ نے ایک چادر بھیجی اور اس کے ملک کی اس کو سند لکھ دی۔

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دبیز قسم کے ریشم کا ایک جبہ ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ اس کے استعمال سے (مردوں کو) منع فرماتے تھے۔ صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی (کہ کتنا عمدہ ریشم ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (تمہیں اس پر حیرت ہے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔

اور سعید نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انسؓ نے کہ دومہ (تبوک کے قریب ایک مقام) کے اکیدر (نصرانی) نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ہشام بن زید نے اور ان سے انس بن مالکؓ نے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت لائی، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھایا (لیکن فوراً ہی فرمایا کہ اس میں زہر پڑا ہوا ہے) پھر جب اسے لایا گیا (اور اس نے زہر ڈالنے کا اقرار بھی کرلیا) تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے تالو میں محسوس کیا۔

خان صاحب گاؤ موتر وگوبر کھانے پینے کو جہاد سمجھتے تھے معاذ اللہ

رضاخانی مناظر مولانا عبدالرحیم سکندری فتاوی رشیدیہ کے فتوے پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”قارئین کو معلوم ہو کہ ہندو دھرم میں گئو ماتا کا پیشاب اور گوبر پاک اور متبرک ہے گوبر سے باورچی خانہ کو لیپ کر پاک کرتے ہیں اور کھانے پینے کی اشیاء میں گئو ماتا کا پیشاب چھڑک کر ملا کر متبرک بناتے ہیں اور رشید احمد گنگوہی اپنے پیروکاروں کو ان کی اشیا لیکر کھانے پینے کی ترغیب دے رہا ہے کسی نے کیا خوب کہا

اذا كان الغراب دليل قوم
سيهديهم الى الارض الجيائف

(الفتح المبین، ص ۷۲، ۷۳)

اب ذرا پڑھئے کہ ہولی دیوالی اور ہندو کی مٹھائی کھانے کے متعلق خان صاحب بریلوی کیا لکھتے ہیں:

”عرض: کافر ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟
ارشاد: اس روز نے لے ہاں اگلے روز دے تو لے لے نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثا کے تہوار کی مٹھائی ہے بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے“۔
(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۱۶۳)
تو لیجئے گویا خان صاحب گائے کے پیشاب اور گوبر کا متبرک کھانا اپنے پیروکاروں کو جہاد سمجھ کر کھانے کی ترغیب دے رہے ہیں واقعی

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم الی طریق ھالك

(اعتراض ۲۴۵): ہندوؤں کے ہاتھ کا رس حلال ہے

اس عنوان کے تحت موصوف بتقیص العلم معترض لکھتے ہیں:

”سوال: کولہو جو یہاں چلتے ہیں اس میں سارا کاروبار چمار اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں یعنی اس کا نکالنا اور اس میں ہاتھ ڈالنا اور اس کا اپنے برتن میں فروخت کرنا مسلمانوں کو ان کے ہاتھ کے چھوئے ہوئے رس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ رس نجس و ناپاک ہے علیٰ ہذہ پانی ان کے ہاتھ کا پاک ہے یا نجس ہے؟ ایسے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
جواب: صورت موجودہ میں خریدنا اس کا مسلمانوں کو اور استعمال کرنا اس کا درست ہے اور حلال ہے علیٰ ہذہ پانی بھی پاک ہے نماز وغیرہ درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷۵،۲۷۶)“۔

نوٹ: یہ اعتراض اس نے ”دیوبندی مذہب، ص ۱۹۱“ سے سرقہ کیا ہے۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۹۷)

جواب: ان مسائل پر اعتراض کرنا بھی رضاخانی جہالت ہے اس لئے کہ غیر مسلمانوں کی بنائی ہوئی چیزیں کھانا حلال ہے جب تک اس میں کوئی حرام یا نجاست نہ ملی ہوئی ہو۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے فتاویٰ جسے رضاخانیوں نے شائع کیا ہے میں ہے:

”ہندوؤں وغیرہ غیر مسلموں کی بنائی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں جو ہمارے ملک میں مروج ہیں طہارت یقینی اور ظنی کے ساتھ حلال ہیں“۔ (فتاویٰ مہریہ، ص ۸۰)

”جب تک کوئی نجاست ظاہری یقینا اعضا ظاہرہ کافر پر نہ لگی ہو اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کھانا پکوانا پانی بھروانا ماکولات تر مثل روغن زرد و شہد گوشت وغیرہ منگانا تقسیم کرانا سب درست ہے“۔ (فتاویٰ مہریہ، ص ۸۲)

مفتی احمد یار گجراتی صاحب کہتے ہیں:
”کافر کا پکایا ہوا کھانا مسلمان کیلئے حرام نہیں کیونکہ شہر میں سب دوکاندار کافر تھے“۔
(نور العرفان، ص ۴۷۱، سورہ کہف)

خلیفہ نواب خان صاحب بریلوی مفتی امجد علی گھوسوی لکھتا ہے:
”ہندوؤں کے ہاتھ کا پکا ہوا یا انکا چھوا ہوا کھانا صحیح ہے یہ نجس نہیں، اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو انما المشرکون نجس فرمایا گیا ہے اس سے مراد ان کی اعتقادی نجاست ہے نہ کہ ظاہری اور اگر ان کے بدن پر یا ہاتھ پر نجاست لگا ہوا

ہونا معلوم نہ ہو تو کسی چیز پر ان کا ہاتھ لگ جانے سے اس چیز کو نجس نہیں کہا جائے گا"۔
(فتاوی امجدیہ، ج ۴،ص ۲۹۲)
خان صاحب بریلوی نے بھی جواز کا فتوی دیا ہے:
"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیا خوردنی جیسے دودھ، دہی، گھی، شیرنی، وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیۃ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاءِ مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوی ہے؟
الجواب: آیۃ کریمہ انما المشرکون نجس ان کے نجس ونجاست دین کے بارے میں ہے اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ ومتون وشروح وفتاوی اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کیلئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال اصلی اشیاء میں طہارت وحلت ہے"۔(احکام شریعت، ص ۲۶۸،مسئلہ ۲۹،حصہ سوم)

(اعتراض ۲۴۶): ہندوؤں کی سودی روپیہ کا سبیل کا پانی جائز ہے

اس عنوان کے تحت رضاخانی معترض لکھتا ہے:
"سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں۔
الجواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔(فتاوی رشیدیہ، ح ۳،ص ۱۱۴)"۔
(دیوبندی مذہب،ص ۱۸۹،طبع اول)
اس کے بعد موصوف فتاوی رشیدیہ سے محرم میں شیعی سبیلیں لگانے کو بدعت والا فتوی نقل کر کے لکھتے ہیں:
"نوٹ: ناظرین اندازہ فرمائیں کہ ہندوؤں کی سبیلیں تو جائز اور مسلمانوں کی حرام تو دیوبندیوں کے فتوی سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ہندوؤں کی بت پرستی تو خالص تقرب الی اللہ کیلئے ہوتی ہے اسی لئے تو ان سے دیوبندیوں کو نیک ظن ہے اور مسلمانوں سے بدظنی اس سے تو صاف واضح ہو گیا کہ دیوبندی بھی مذہبا ہندوؤں اور آریہ کے حامی ہیں"۔
(دیوبندی مذہب،ص ۱۹۰،طبع اول)
جواب: اس جاہلانہ اعتراض کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوں دیتے ہیں:
"بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہندو اور غیر مسلم کا چندہ اور تحفہ تو حلال ہو گیا جس میں سود وغیرہ بھی شامل ہو گا لیکن مسلمان کو چندہ دینا اور سبیل وغیرہ لگانا نادرست ہوا، حالانکہ مسلمان کی کمائی اغلب ہے کہ حلال ہو گی، ان عبارات کے متعلق اور شوشے بھی چھوڑے جاتے ہیں مگر مرکزی بات یہی ہے جو عرض کر دی گئی ہے۔ مگر ان نادانوں نے اس بات کو نہ سوچا کہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح کی ہے کہ جو رقم کافر کے پاس ہو خواہ اس نے شراب فروخت کی ہو یا سود لیا ہو اور عام اس سے کہ اس نے خنزیر فروخت کر کے رقم حاصل کی ہو یا عصمت فروشی کے

بعد رقم حاصل کی ہو جب وہ رقم مسلمان کے ہاتھ میں آجائے گی اور تبدل ملک ہو جائے گا تو وہ حلال اور طیب ہو جائے گی۔

علامہ ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) نے تصریح کی ہے کہ مسلمان کیلئے سب سے اعلی درجہ کی کمائی وہ ہے جو جہاد میں کافروں سے حاصل ہوئی ہو، پھر تجارت، پھر زراعت اور پھر دستکاری وغیرہ سے حاصل کی ہوئی آمدنی۔(البحر الرائق، ج ۵ ص ۲۶۲ طبع مصر)۔

(تنقید متین ص ۵۳)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے جس عبارت کی طرف اشارہ کیا وہ یہ ہے:

وَمِنْ هُنَا قَالَ أَصْحَابُنَا أَفْضَلُ الْكَسْبِ بَعْدَ الْجِهَادِ التِّجَارَةُ. ثُمَّ الْحِرَاثَةُ. ثُمَّ الصِّنَاعَةُ

(البحر الرائق، ج ۵ ص ۲۸۳)

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''اگر کسی کافر کا مال کہ نہ ذمی ہو نہ متامن، بلا غدر و بدعہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت شے مباح اسے لینا ممنوع نہیں اگرچہ دینے والا اپنے ذہن میں سود ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارف یتامی میں بھی صرف ہو سکتا ہے''۔

(فتاوی رضویہ، ۱۷، ص ۳۶۱)

تو جناب کافر کا مال کسی طور پر بھی ہو اگرچہ سود ہی ہو لینا جائز و مباح ہے۔اور مزید آپ کے مذہب میں تو ہندوستان کے ہندوؤں سے جوئے و سود کا عقد کرنا بھی جائز ہے ملاحظہ ہو:

''یہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ تمام عقود فاسدہ بشمول ربا و قمار جائز ہیں''۔(جدید فقہی مسائل پر علماء کی رائیں اور فیصلے، ج ۱ ص ۱۴۱)

وہ (کافر حربی کا مال) مسلمان پر اسی صورت میں حرام ہوتا ہے جب بطور غدر لیا جائے اور اگر غدر و دھوکے سے نہ لے تو جس طرح بھی حاصل کرے حلال ہے بشرطیکہ اس کافر کی رضامندی سے ہو۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۶، ص ۵۱۲)

اس واضح فتاوی کے بعد نہ معلوم ہندوں کے پیاو کا پانی کیونکر آپ کو پینے میں تردد ہے۔سود ہضم جوا ہضم لیکن پانی حرام۔

مگر یہ فتوی ہے اور تقوی یہ ہے

یاد رہے کہ غیر مسلموں کی اشیاء کے کھانے کا جواز صرف فتوے کی حد تک ہے تقوی کیا ہے؟ تو حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت میں نے چماروں کے کنویں سے پانی پی لیا۔فرمایا توبہ کرلو اور آئیندہ ایسا مت کرنا جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا کہ میں نے اس لئے کہا تا کہ دل میں اس کی رکاوٹ رہے آگے نہ بڑھے نفرت پیدا ہو۔حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص لایا گیا مع اپنے کنبہ کے وہ خانساماں تھا، اس نے انگریز کی بچی ہوئی چائے پی لی تھی اس کے تمام متعلقین اس سے نفرت ظاہر کی کہ تو تو کرشان ہو گیا۔یہ شخص بہت پریشان تھا حضرت شاہ صاحب کے پاس سب مسئلہ پوچھنے آئے۔شاہ صاحب کے پاس اہل علم کا ان کے شاگردوں وغیرہ ہم مجمع رہتا تھا۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اتنی بڑی بات اتنی جلدی طے نہیں ہو سکتی کل آنا کسی بڑی کتاب میں مسئلہ دیکھیں گے اور بیوی بچوں سے کہا اس سے الگ رہنا یعنی روز دق کر کے فرمایا کہ آج ایک روایت نکلی ہے۔بہت بڑی

بات ہوگئی تم سے ۔اتنے مساکین کو کھانا کھلاؤ ۔اتنی نفلیں پڑھو۔غسل کرو۔غرض بڑا بکھیرا ابتلا دیا۔شاگردوں نے باہم جرحا کہا کہ نہ معلوم حضرت شاہ صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے فرمایا؟ حضرت شاہ صاحب نے سن کر فرمایا کہ تم کیا جانو یہ انتظامی بات ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ دلیر ہوجاتے اور کرشان بننا شروع ہوجاتے ۔حضرت شاہ صاحب کا طرز نہایت حکیمانہ تھا۔عجیب باتیں ہوتی تھیں''۔

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۶،ص ۲۷۹، ۲۸۰،ملفوظ نمبر ۳۲۱)

غیر مسلموں کی چیزوں سے اس حد تک پرہیز کرنے اور کروانے والوں کے متعلق یہ ظالم کہتا ہے کہ وہ تو اس کی کھانے کی فکر میں لگر رہتے ہوسکتا ہے کہ کوئی موڑھ مغز رضا خانی یہاں بھی اعتراض کردے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ فتوے سے ایک چیز درست اور تقوے سے نادرست تو اس کیلئے نواب بریلوی کا فتوی ملاحظہ ہو:

''مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو یہاں ایک دشواری نہ ہوان سے بچنا اولی ہے ۔غرض فتوی جواز اور تقوی احتراز''۔

(احکام شریعت، حصہ سوم،ص ۲۶۸)

(اعتراض ۲۴۷):کفار کے بتوں پر چڑھائے گئے چڑھاوے پاکیزہ اور حلال ہیں

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

''جو مرغا یا بکرا و کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر ہی لیتا ہے اس کا خرید نادرست ہے ۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۴۷۶)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۱۹۸)

نوٹ:یہ اعتراض موصوف نے''دیوبندی مذہب،ص ۱۹۱ طبع اول'' سے سرقہ کیا ہے ۔دیوبندی مذہب کا مولف اس حوالے پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''نوٹ:اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک مسلمانوں کے ہاتھوں کا کھانا جو کہ مسلمانوں نے تیار کیا اور خدا کے نام پر دیا گیا اور اس پر کلام الٰہی پڑھا گیا ہو یہ سب حرام ہے ،مگر دیوالی کی پوڑیاں جو کافر کے پلید ہاتھ سے تیار ہوئیں اور لم یذکر اسم اللہ علیہ کا مصداق بتوں کے نام پر دی گئیں بتوں کے گرد گھمائی گئیں اور یا کچھ اور کھانا (مثلاً جھٹکہ یا سور کا گوشت) دیوبندی مذہب میں یہ سب حلال و پاک ہے کیا یہ لوگ اسلام کے دشمن اور حرام خور نہیں ہیں؟''۔

(دیوبندی مذہب،ص ۱۹۱)

جواب: یہاں مولوی غلام مہر علی مولف دیوبندی مذہب کی کمینگی ایک دفعہ پھر کھل کر آگئی اگر کسی رضاخانی میں غیرت کے نام پر کوئی چیز ہے تو بتلائے کہ دیوبندیوں نے کہاں معاذ اللہ''سور کا گوشت'' حلال لکھا ہے؟ کیا رضاخانی اکابر چرس، بھنگ ،شراب کے نشے میں کتب لکھتے ہیں؟ کہ جو منہ میں آیا بک دو کون پوچھنے والا ہے؟ رہی ہولی کی پوڑیاں تو اس کا منہ توڑ جواب ما قبل میں نقل کردیا گیا ہے ۔

اب رہا فتوی رشیدیہ کا مذکورہ فتوی تو یہاں بھی اسی بے حیائی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس کا مظاہرہ نواب احمد رضا خان بریلوی نے حرمین میں کیا تھا۔مکمل فتوی ملاحظہ ہو:

”نذر غیر اللہ بکرا مرغا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر یا نشان یا جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہوا گر وہاں کے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کرے تو اس کا خریدنا اور صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں، درصورت علم یا بلا علم کے ارقام فرماویں؟

جواب: جو مرغا یا بکرا وکھانا کفارا پنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا اس کا خریدنا درست نہیں اور یہ سب جواب اس حالت میں ہے کہ علم ہو اس کے چڑھاوا ہونے کا اور بدون علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے (فتاوی رشیدیہ، ج۲،ص ۲۲۴)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آگے ہی حضرت نے اس جواز کی علت لکھی ہوئی تھی ”کہ کافر مالک ہو جاتا ہے“ جسے ان دونوں خائنین نے حذف کر دیا اور عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی بات بالکل صاف ہے کہ جب کافر اس بکرے وغیرہ کا مالک ہو گیا تو کافر کا اپنے مال کو مسلمان پر بیچنا جائز ہے۔ کیا رضاخانیوں کے مذہب میں کافر سے خریدی ہوئی بکری مرغا وغیرہ حرام ہوتا ہے؟

یہی فتوی خان صاحب بریلوی نے بھی دیا

اب ذرا ملاحظہ ہو کہ یہی فتوی خان صاحب بریلوی نے بھی دیا ہوا ہے:

”اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بھیڑا بھیڑی وغیرہ کو کسی اپنے دیوتا کے نام پر یا دیوتا کی جگہ پر لے جا کر اس کا کان کاٹ ڈالے اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھائے تو وہ جانور یا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب: حلال ہے۔ قال اللہ تعالی ومالکم الاتاکلوا مماذکر اسم اللہ علیہ۔ واللہ تعالی اعلم اللہ تعالی نے فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے کہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالی کا نام پکارا گیا“۔

(فتاوی رضویہ، ج۲۰،ص ۲۶۲)

لیجئے بقول رضاخانی خان صاحب نے:

”لم یذکر اسم اللہ علیہ کا مصداق بتوں کے نام پر دی گئیں بتوں کے گرد گھمائی گئیں اور یا کچھ اور کھانا (مثلاً جھٹکہ یا سور کا گوشت) رضاخانی مذہب میں یہ سب حلال و پاک ہے کیا یہ لوگ اسلام کے دشمن اور حرام خور نہیں ہیں؟“

دلچسپ بات یہ ہے کہ خان صاحب اسے مماذکر اسم اللہ علیہ کے تحت داخل کر رہے ہیں اور رضاخانی لم یذکر اسم اللہ علیہ کے تحت داخل کر رہا ہے اب ان دونوں میں کذاب کون ہے؟ یہ جواب ہمیں رضاخانی دیں اور بقول مولف دیوبندی مذہب خان صاحب بریلوی معاذ اللہ جھٹکہ یا سور کا گوشت مماذکر اسم اللہ علیہ کہہ کر حلال کر رہے ہیں اس سے بڑا حرام خور و سور خور کوئی اور ہو سکتا ہے؟

ایک اور دلچسپ بات کہ ایسے جانور کو حرام کہنے والے دیوبندی مذہب کے مولف جیسے رضاخانی کو خان صاحب ”وہابی“ کہتے ہیں:

”مشرکین اپنے بتوں کیلئے سانڈ چھوڑتے اسے سائبہ کہتے ہیں جسے کان چیر کر چھوڑتے اسے بحیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام جانتے اللہ تعالی نے ان کا رد فرمایا کہ:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰـكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ

وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

اللہ نے مقرر نہیں کیا کان چیرا ہوا اور نہ بحار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھرائیں نہیں لیکن کافر ان پر جھوٹ باندھتے ہیں تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا قول اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔اور آیہ ما احل بہ لغیر اللہ اس جانور کیلئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے یہ تعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ جاندار یا بے جان ذبیحہ ہو یا غیر جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے حرام ہو جائیں گی۔۔۔بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے اس میں حرج نہیں‘‘۔(فتاوی رضویہ، ج۲۰ص ۲۶۰،۲۶۱)

لیجئے خان صاحب کہتے ہیں کہ بتوں کے نام پر چڑھائے جانور کو حرام کہنا وہابیوں کا کام ہے اس کو کھانا چاہئے اس میں کافروں کی ذلت اور مسلمانوں کی شان وشوکت ہے گویا بقول رضاخانیوں کے بتوں کے نام پر جھٹکہ اور سور وغیرہ کا گوشت اگر رضاخانی کھائیں تو اس سے کافروں کو بہت ذلت ہوگی تو کب معترضین اس جہاد کا آغاز کر رہے ہیں؟

پڑا کبھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں
جلا کر خاک نہ کر دوں تو دیوبندی نام نہیں

مزے کی بات!!! خان صاحب کو بتوں کے نام پر حرام خوری کرنے کا اتنا شوق تھا کہ کسی نے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی پیش کیا کہ وہ سانڈ کو حرام کہتے ہیں کیونکہ جس نے بت پر چڑھایا اس کی اجازت کے بغیر اس کو کھایا جارہا ہے تو خان صاحب نے کہا کہ یہاں کے ہندوؤں حربی ہیں لہذا ان کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں ان کا مال ہر طرح سے کھانا جائز ہے جب تک حکومتی قانون کی خلاف ورزی نہ ہو یا دھوکا دہی نہ ہو۔(ملخصا فتاوی رضویہ، ج۲۰ص ۲۶۳)۔

نوٹ: یہ ساری گفتگو ہم رضاخانی معترضین کے جواب میں الزاما کر رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتوں کا ذبیحہ کھایا معاذ اللہ

رضاخانیوں کو ہم پر اعتراض ہے کہ بتوں کے نام پر جانوروں کو حلال کر رہے ہیں مگر ان کے مذہب میں تو طاہر مطہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہمت باندھی گئی کہ معاذ اللہ بتوں کے نام پر جو جانور ذبح ہوتے تھے جو قطعی حرام ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے اور اس بدترین جھوٹ کیلئے حوالہ بخاری کا دیا معاذ اللہ۔مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

’’حضور نے ظہور نبوت سے پہلے برسوں ابو طالب کے گھر کھانا کھایا ہاں بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا‘‘۔(نور العرفان،ص ۱۷۴ پیر بھائی لاہور وفرید بک ڈپو دہلی)

غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز

رہا معترض نے جو یہ گلہ کیا کہ مسلمانوں کے چڑھاووں کو حرام کہتے ہیں تو وہ ہم نہیں قرآن وحدیث اور فقہائے احناف اسے حرام قرار

دیتے ہیں۔

(۱) امام ربانی مجدد الف ثانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

و از این عالَم است صیامِ نساء که بنیّت پیران و بیبیان نگاه دارند و اکثر نامهای ایشان را از نزد خود تراشیده روزه‌های خود را به نام آنها نیت کنند و در وقت افطار از برای هر روزه طعام خاصی به وضع مخصوص تعیُّن می‌نمایند و تعیُّن ایام نیز می‌کنند از برای صیام و مطالب و مقاصد خود را به این روزه‌ها مربوط می‌سازند و به توسّل این روزه‌ها از این‌ها حوائج خود می‌خواهند و روای حاجات خود را از آنها می‌دانند، این شرکت در عبادت است؛ و بتوسل عبادتِ غیر حاجات خود را از آن غیر خواستن است. شناعت این فعل را نیک باید دریافت.

(مکتوب ات فارسی ج3، ص364)

اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو کہ عورتیں بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام کی نیت کرتی ہیں اور ہر روز کے روزہ افطار کے وقت ایک خاص طعام مخصوص طریقہ سے مقرر کرتی ہیں اور روزوں کیلئے دنوں کی تعین بھی کرتی ہیں اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں یہ عبادت شرک ہے اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے اس کام کے برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(مکتوباب، ج3 ص119 مترجم علامہ سعید احمد نقشبندی بریلوی، ناشر اعتقاد پبلیکیشنز دہلی)

(۲) علامہ ابن نجیم مصری وعلامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إِنْ ظَنّ أَنَّ الْمَيتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ

(البحر الرائق، ج2، ص321، 322، شامی ج2، ص660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

(۳) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

عبادت مر غیر را جائز نیست و نه مدد و در خواستن از غیر حق و ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنی حق تعالی تعلیم کرد مر بندگان را که بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یا الهی و خاص از تو مدد می خواهیم بر عبادت و بر هر چیز ایاک برائی حصر است پس نذر کردن برای اولیا جائز نیست که نذر عبادت است و اگر کسی نذر کرد وفای نذر نکند که احتراز از معصیت به قدر امکان واجب است

(ارشاد الطالبین، ص46، طبع ایران)

غیر اللہ کی عبادت اور اس سے مدد مانگنا جائز نہیں اللہ فرمایا تاہے ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنی اللہ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ کہیں کہ خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں عبادت اور ہر چیز پر۔ ایاک برائے حصر ہے پس اولیاء اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر بھی عبادت ہے اور اگر کسی نے نذر مان بھی لے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسی نذر معصیت ہے اور معصیت سے بچنا بقدر طاقت واجب ہے۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں::

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللهِ فِي حَوائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَاءَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِم أَنْ يَّقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ}(الفاتحة 1 : 5)، وَقَالَ تَعَالَى : {فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اَحَدًا}(الجنّ 72 : 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى : {بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ}(الأنعام 6 :41)۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، ج1 ص185)

مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔ نیز فرمایا فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اَحَدًا (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔ اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ} (بلکہ تم (سخت مصیبت کے وقت) اسی (اللہ) کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دور فرماتا ہے)۔

(۵) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى : {إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا}(الحجّ 22 : 73)إلخ إِشَارَةٌ إِلَى ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالَى، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللهِ تَعَالَى، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَى اللهِ تَعَالَى، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفَى أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولَى أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ : إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلَى ذٰلِكَ أَنَّهُ لَوْ قِيلَ : انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالَى وَاجْعَلُوا ثَوَابَهُ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلَى أَعْتَابِ حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّثْبِتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمْ

اللہُ تَعَالٰی، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتِرَاءَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكِّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَتْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوَهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضُحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰی، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ۔

(روح المعانی، ج2ص212,213)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (بلاشبہ جن کو [اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے)۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان میں سے 'دانشور' لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذرونیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذرونیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کے بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔ میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں! ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے 'اہل علم' کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب وسنت اور اسلافِ امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

نوٹ: علامہ آلوسی نے جو اپنا واقعہ بیان کیا یہ میرے تجربہ ہے بندے کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا کچھ ریوڑیاں لیکر کہ یہ غوث پاک کے نام پر تقسیم کرنی ہیں بندہ نے کہا کہ مسجد کے باہر اللہ کے نام پر تقسیم کر دو تو کہا نہیں اللہ کے نام پر نہیں غوث پاک کے نام پر معاذ اللہ۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ آج جہلاء کے ہاں یہ سب ثواب کیلئے نہیں بلکہ تقرب کیلئے کیا جاتا ہے ان مقتیوں کو حیاء بھی نہیں آتی جو عوام

کالانعام کے اس قسم کے عقائد کیلئے جواز وتاویلات کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔

(۶) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَمِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُوْرِ, النَّاذِرُونَ لَهَا, الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ, مِمَّنِ اللهُ تَعَالىٰ أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا, وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّوْدِ۔ (روح المعانی، ج17،ص67)

''ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر ونیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(۷) علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ, وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلىٰ ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ, فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ۔

''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مُردوں کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔

(۸) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُوْلَ: يَا سَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ رُّدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي, فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا, (قَوْلُهُ: بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذْرٌ لِمَخْلُوقٍ, وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ, لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ, وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ, وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيِّتٌ, وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ, وَمِنْهُ أَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالىٰ, وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ۔

(فتاوی الشامی، ج2،ص439)

اولیاء کے لیے نذرونیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں سرکار! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آگیا یا میرا مریض شفایاب ہوگیا یا میرا کام ہوگیا تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا یا چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذرونیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذرونیاز ہے، حالانکہ نذرونیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذرونیاز دی جارہی ہوتی ہے، وہ مُردہ ہوتا ہے اور مُردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذرونیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر اس ولی کے امور میں تصرف کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہ اس کا اعتقاد کفر ہے۔

(۹) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَالنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِيَ إِلىٰ قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ, وَيَرْفَعَ سِتْرَهُ قَائِلًا: يَا سَيِّدِي فُلَانٌ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا, بَاطِلٌ إِجْمَاعًا۔

(فتاوی عالمگیری، ج1،ص216)

اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آکر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تُو میری یہ ضرورت

پوری کردے تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ اجماعی طور پر حرام ہے۔

(۱۰) یہ مسئلہ مندرجہ ذیل کتب فقہ میں بھی مذکور ہے۔

(البحر الرائق لابن نجیم: 298/2، حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح ص:378)

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ کتنی صراحت کے ساتھ ان سادات احناف علماء نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کی نذر عبادت ہے اس لئے وہ حرام ہے اور عوام جو نذر مانتی ہے اس میں غیر اللہ سے استعانت کا نظریہ اور ان کا تقرب مقصود ہوتا ہے لہذا یہ بالاجماع باطل ہے۔ مگر دوسری طرف اہل بدعت کے اکابر کے یہ گمراہ کن اقوال بھی ملاحظہ ہوں:

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنیٰ ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔'' (جاء الحق، ص 307)

مفتی صاحب نے کار حرام کیلئے جو تاویل پیش کی اس کا بطلان ہم انہی کے گھر کے ایک فرد سے دکھا دیتے ہیں۔ بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''آج کل جس طرح اَن پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثارِ صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتب فتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل وانصاف سے بعید ہے۔''

(شرح صحیح مسلم، ج4، ص543)

اس سے قبل لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے: 'اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا' تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذر لغوی ہے۔ اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذرِ فقہی یا نذر شرعی ہے۔ اور نذرِ لغوی اور نذر شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذر شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذرِ لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جا سکتے ہیں اور لغوی حج کیے جا سکتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس!'' (شرح صحیح مسلم، ج4، ص542-541)

آپ نے ما قبل میں ملاحظہ فرمالیا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ اموات کی نذر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ مردہ کسی چیز کا مالک نہیں لیکن دوسری طرف بانی فرقہ مبتدعہ جناب اعلی حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کے اس عقیدہ کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

"سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔وہ آپ کو پسند آئی۔جب مزار شریف میں حاضر ہوئے تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا: عبدالوہاب! وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے۔ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی،خادم کو ارشاد ہوا۔انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔(صاحب مزار نے) ارشاد فرمایا: اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔"

(ملفوظات احمد رضا،ص: 276-275)

اول تو بزرگ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی نظر کسی دوسرے کی باندی پر پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے کیا بزرگوں کی کھلی توہین نہیں؟ کیا بریلویوں کے بزرگان دین مزارات پر دوسروں کی باندیاں تاڑتے ہیں؟ آج جو مزارات پر بے پردگی ہوتی ہے اس کی اصل بھی شاید یہی واقعہ ہو کہ ہماری نظر بھی کسی کی "باندی" پر پڑ جائے۔پھر اس تاجر کا کنیز کو صاحب قبر پر نذر کر دینا بالکل ناجائز و حرام تھا صاحب قبر کسی چیز کا مالک نہیں لہٰذا اس بزرگ کا اس باندی سے تمتع حاصل کرنا خالص زنا و حرام تھا۔ہمیں وہابی کہنے والے اور ہم پر بزرگوں کی توہین کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ خود ایک بزرگ کی کتنی بڑی توہین کر دی۔

(ماخوذ "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت)

خلاصہ کلام:

الحمدللہ رضاخانیوں کی طرف سے اہل السنۃ والجماعۃ پر احناف کی مخالفت کا منہ توڑ جواب آپ نے ما قبل کی سطور میں ملاحظہ فرمالیا جس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ "سادات دیوبند" احناف کے مخالف نہیں، بلکہ ان کے یہ مسائل فقہ حنفی کے عین مطابق ہیں۔جن کی تائید کتب رضاخانیہ سے بھی ہوتی ہے۔جبکہ رضاخانیوں نے ان مسائل پر اعتراضات کر کے خود اپنا "وہابی" ہونا تسلیم کر لیا اور ان کے دل کا بغض بھی معلوم ہو گیا کہ یہ احناف سے کتنا بغض رکھتے ہیں کہ عوام کے ڈر سے تو کھلم کھلا احناف پر اعتراضات کی جرات نہ ہو سکی لہٰذا علمائے دیوبند نے جو احناف کے مسائل بیان کئے تھے ان پر اعتراضات کر کے عوام کو احناف سے بدظن کرنے کی ناکام کوشش کی۔

رضاخانیوں نے یہ بھی الزام لگایا تھا کہ چونکہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ مسلمانوں سے الگ کوئی گروہ ہے اس لئے مسائل بھی سب سے الگ بیان کئے یہ الزام غلط ثابت ہوا اور ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ خود رضاخانی مسلمانوں سے الگ راہ پر گامزن ہیں تبھی مسلمانوں کے مسلمہ فقہاء کے بیان کردہ مسائل پر سوقیانہ، جاہلانہ اعتراضات کر رہے ہیں۔

باقی رضاخانیوں نے احناف کے مسلمہ مسائل سے کس طرح منہ موڑا، احناف کے مقابلے میں اپنا مذہب کیسے مدون کیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کس طرح معاذ اللہ کفر کے فتوے لگائے؟ اس سب کی تفصیل کیلئے میری کتاب "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" کا مطالعہ کریں۔

فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ

موضوع کی مناسبت یہاں ہم غیر مقلدین حضرات کی طرف سے فقہ حنفی پر اعتراضات کا بھی مختصر جائزہ لے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس عنوان سے جتنی بھی تحقیقات پیش کی جائیں گی وہ بندے کی ذاتی تحقیق نہیں بلکہ یہ سارا مواد ہمیں محترم محسن اقبال بھائی نے فراہم کیا ہے جو ماشاللہ اس عنوان پر مدلل کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مضامین میں مناسب ترمیم، حذف و اضافے کا اختیار بھی ہمیں دیا ہے۔ اللہ پاک اس بہترین کاوش پر انہیں دونوں جہانوں میں بدلہ آتا فرمایئے۔ آمین۔

(اعتراض ۲۴۸): فقہ حنفی میں نماز عید کی تکبیرات اور غیر مقلدین کا جھوٹ اور فریب

غیر مقلدین نے فقہ حنفی پہ نماز عید کی زائد تکبیرات کے بارے میں اعتراض کیا ہے لیکن دھوکہ دیتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کی اور مکمل عبارت نقل نہیں کی۔

ہدایہ میں جہاں لکھا ہے کہ نماز عید میں پہلی رکعت میں قرآت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرآت کے بعد تین تین تکبیر زائد کہے اس عبارت کے بعد لکھا ہے کہ ''یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور وہی ہمارا قول ہے'' جس کو غیر مقلدین نے نقل نہیں کیا۔ اصل میں احناف نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو دلیل بنایا ہے لیکن غیر مقلدین دھوکہ دیتے ہوئے ہدایہ کی یہ مکمل عبارت نقل نہیں کرتے۔ احناف کے چند دلائل اوپر پیش خدمت ہیں۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ عید کی پہلی رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ (۵) تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار (۴) تکبیریں بنتی ہیں. [خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین (۳) ہے۔

[مصنف عبدالرزاق ›ك تاب صلا ×العيدين «بَابُ التَّ ×بيرِ فِي الصَّلا ×ةِيَوْمَ الْعِيدِ رقم الحديث 5526]

عَنْ عَلْقَمَةَ ، وَالأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، قَالَ : كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسًا ، وَعِنْدَهُ حُذَيْفَةُ ، وَأَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ ، فَسَأَلَهُمَا سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالأَضْحَى ، فَجَعَلَ هَذَا يَقُولُ : سَلْ هَذَا ، وَهَذَا يَقُولُ : سَلْ هَذَا ، فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ : سَلْ هَذَا ، لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ " يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ، ثُمَّ يَقْرَأُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ ، ثُمَّ يَقُومُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ " .

[مصنف عبدالرزاق ›ك تاب صلا ×العيدين «بَابُ التَّ ×بيرِ فِي الصَّلا ×ةِيَوْمَ الْعِيدِ رقم الحديث 5528]

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے حضرت سعید بن العاصؓ نے عید الفطر اور عید الاضح × کے متعلق سوال کیا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان (حضرت حذیفہؓ) سے پوچھو، پھر حضرت حذیفہؓ نے کہا: یہ مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے پوچھا تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائد کہے، پھر قرأت کرے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، دوسری

رکعت میں تکبیر کہے، پھر قرأت کرے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے. (تین تکبیراتِ زائد اور ایک تکبیر رکوع کے لئے)

[المعجم الکبیر للطبرانی: ٤/ ٥٩٣، رقم: ٩٤٠٢؛ مصنف عبد الرزاق: ٣/ ١٦٧ باب التكبير في الصلاة يوم العيد رقم ٥٧٠٤]

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد « أبواب العيدين » باب التكبير في العيدين والقراءة فيهما رقم المسائل 3249]

فتح القدير « كتاب الصلاة » باب صلاة العيدين ص: 75-76

المحلى بالآثار « الأعمال المستحب في الصلاة وليست فرضا » صلاة العيدين « مسائل العمل والبيع في العيدين ص 296

نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية « كتاب الصلاة » باب صلاة العيدين ص: 257

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، " أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْعِيدِ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا، ثُمَّ قَرَأَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ، ثُمَّ قَامَ فِي الثَّانِيَةِ فَقَرَأَ، ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ ". حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، مِثْلَهُ.

[شرح معاني الآثار للطحاوي « كِتَابُ الزِّيَادَاتِ « بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ كَيْفَ التَّكْبِيرُ فِيهِمَا. رقم الحديث: 4825]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث رح نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قرأت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا. پھر جب آپ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو پہلے قرأت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا.

[سنن الطحاوی]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تکبیراتِ جنازہ کے چار (٤) ہونے پر تمام صحابہ کرام کا "اتفاق (یعنی اجماع) ہوا. حدیث کے الفاظ ہیں: فَأَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عَلَى أَنْ يَجْعَلُوا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَائِزِ، مِثْلَ التَّكْبِيرِ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، فَأُجْمِعَ أَمْرُهُمْ عَلَى ذَلِكَ ".

[شرح معاني الآثار للطحاوي « كتاب الجنائز « باب التكبير على الجنائز كم هو؟ رقم الحديث 1810]

ترجمہ: تو انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ نماز عید الأضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں.

غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بھی دھوکہ دیا اور جھوٹ بولا ہے..

(اعتراض ۲۴۹): فقہ حنفی میں وطی فی الدبر کی حد اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین نے یہ حوالہ بھی ہمیشہ کی طرح خیانت کرتے ہوئے ادھورا پیش کیا. اس حوالہ میں واضح لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک لواطت کرنے پر فاعل اور مفعول دونوں پہ تعزیر ہو گی لیکن غیر مقلدین نے دھوکہ دیتے ہوئے تعزیز کا لفظ نقل ہی نہیں کیا اور اپنی مرضی سے ترجمہ کر دیا کہ فقہ حنفی میں اس کی کوئی سزا نہیں..

امام ابوحنیفہ کے نزدیک لوطی پہ تعزیز ہے اس بات کا اعتراف غیر مقلد کے نواب صدیق حسن خان نے بھی کیا ہے کہ امام صاحب کے

نزدیک حد نہیں بلکہ تعزیر ہے (روضۃ الندیہ، صفحہ 261)

یہ تعزیر صرف امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نہیں بلکہ غیر مقلد عبد الرحمان مبارکپوری کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی کے ایک مذہب کے مطابق لوطی پہ صرف تعزیر لگائی جائے اور ان کا استدلال حدیث سے ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، کتاب الحدود)

علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی جس نے بھی بیوی کی دبر میں وطی کی اور بیوی نے بھی اس کی اطاعت کی تو دونوں کو تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر تعزیر کے بعد بھی وہ باز نہ آئیں تو جس طرح فاجر اور جس کے ساتھ فجور کا ارتکاب کیا گیا ہو ان کے درمیان علیحدگی کر دی جاتی ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ، جلد 3 صفحہ 103، 104)

ہے کسی غیر مقلد میں ہمت جو علامہ ابن تیمیہؒ پہ وہی فتوی لگائے جو احناف پہ لگاتے ہیں؟؟؟

ابن تیمیہؒ کی اس تعزیر کا حکم غیر مقلدین کے محدث فتاوی کی ویب سائٹ پہ بھی موجود ہے اور غیر مقلدین کے محدث فتاوی کی کمیٹی کے مطابق بھی اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ دبر میں وطی کرنے پر اتفاق کر لیں اور تعزیر لگائے جانے کے باوجود بھی باز نہ آئیں تو ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔

http//:www.urdufatwa.com/index.php?%2FKnowledgebase%2FArticle%2FView%2F5832%2F0%2F

غیر مقلدو! امام ابوحنیفہؒ تعزیر کہیں تو تم ان پہ حدیث کی مخالفت کا الزام لگاتے ہو تو اگر ہمت ہے تو علامہ ابن تیمیہؒ پہ بھی حدیث کی مخالفت کا الزام لگاؤ کہ ان کے نزدیک بھی لوطی کے لئے فقط تعزیر ہے اور بقول عبد الرحمان مبارکپوری امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی کے نزدیک تعزیر ہے اور ان کا استدلال حدیث سے ہے تو پھر امام شافعیؒ پہ بھی اس تعزیر پہ کیا فتوی لگے گا؟؟؟

کیا صرف احناف ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے منکر ہیں؟ لواطت کی حد اور احناف پہ غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب!

غیر مقلدین کا اعتراض فقہ حنفی پہ ہے کہ فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لواطت پہ حد نہیں جو کہ حدیث کے بھی خلاف ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔

غیر مقلدین کا یہ دعوی اس طرح غلط ہے کہ فقہ حنفی میں اس مسئلہ پہ تعزیر ہے اور فقہ حنفی کی کتاب الدر المختار میں موجود ہے کہ لوطی کو جو تعزیر دی جائے اس میں اس کو آگ میں جلایا جائے، یا اس پہ دیوار گرا دی جائے یا اس کو اوپر سے نیچے گرا دیا جائے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود) اور امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی لوطی پہ تعزیر ہے۔

جس نے بھی بیوی کی دبر میں وطی کی اور بیوی نے بھی اس کی اطاعت کی تو دونوں کو تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر تعزیر کے بعد بھی وہ باز نہ آئیں تو جس طرح فاجر اور جس کے ساتھ فجور کا ارتکاب کیا گیا ہو ان کے درمیان علیحدگی کر دی جاتی ہے اسی طرح ان دونوں کے درمیان بھی علیحدگی کر دی جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم۔ دیکھیں الفتاوی الکبری (3/104-105)

غیر مقلدین نے بلوغ المرام کا حوالہ دیا کہ لوطی کے قتل پہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے لیکن غیر مقلدین کے صفی الرحمان مبارکپوری

نے بلوغ المرام کے ترجمہ میں کہا کہ بقول امام شافعیؒ سو کوڑے لگائے جائیں اور سال بھر کی جلاوطنی ہو۔(بلوغ المرام، جلد 2 صفحہ 797) تو بقول غیر مقلدین امام شافعیؒ بھی اس اجماع کے منکر ہیں۔

غیر مقلدین کے عبدالرحمان مبارکپوری کے نزدیک بھی امام شافعیؒ کا ایک قول تعزیر کا ہے۔(بحوالہ تحفۃ الاحوذی، کتاب الحدود)

غیر مقلدین کی محدث فتاوی کی ویب سائٹ پہ بھی لوطی کی سزا پہ علامہ ابن تیمیہؒ کے قول کو دلیل بنا کر اس کے لئے تعزیر لگائی گئی ہے۔تو علامہ ابن تیمیہؒ کے ساتھ ساتھ محدث فتاوی کی کمیٹی بھی اس اجماع کی منکر ہے۔

غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ علامہ ابن تیمیہ، امام شافعیؒ اور محدث کمیٹی پہ بھی اس اجماع کے منکر ہونے کا فتوی لگائیں۔

فقہ حنفی میں وطی فی الدبر اور غیر مقلدین کی جوابی پوسٹ کا جواب

غیر مقلدین کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے علماء کے ترجموں اور ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں لیکن جب بھی ان کو ان کے مستند علماء کے حوالے احناف کے حق میں دئے جاتے ہیں تو تب غیر مقلدین کو یاد آتا ہے کہ وہ صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور پھر یہ احناف کے حسد اور بغض میں اپنے ہی علماء کو اور ان کی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں۔

وطی فی الدبر کے مسئلہ میں اب بھی غیر مقلد غلط بیانی کر رہے ہیں اور ادھوری بات نقل کر رہے ہیں۔احناف کا مسئلہ واضح ہے کہ اس پہ تعزیر ہوگی اور احناف کی کتاب رد المختار میں واضح لکھا ہے کہ تعزیراً اس کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے، آگ میں جلایا جاسکتا ہے یا دیوار سے گرایا جاسکتا ہے(بحوالہ رد المختار، کتاب الحدود) لیکن غیر مقلدین کو احناف کے بغض اور حسد میں کچھ نظر نہیں آتا۔

غیر مقلدین کے ہی عالم صفی الرحمان مبارکپوری نے کہا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک سو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا ہے۔

(بلوغ المرام، جلد2، صفحہ 797)

لیکن کسی غیر مقلد میں ہمت نہیں کہ امام شافعیؒ پہ اعتراض کرے جو خود غیر مقلدین کے نزدیک اس مسئلہ میں اجماع کے منکر ہیں۔

پہلے میں علامہ ابن تیمیہؒ کا حوالہ دے چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی وطی فی الدبر کرنے والے پہ تعزیر ہے(بحوالہ فتاوی الکبری، جلد3، صفحہ 105، 104) اور غیر مقلدین کے محدث فتاوی کی کمیٹی کا بھی یہی فتوی تعزیر کا ہے۔

اب اور دیکھیں کہ سعودیہ کے علامہ ابن بازؒ کے نزدیک وطی فی الدبر کرنا گناہ ہے کرنیوالے کو توبہ کرنی چاہیے لیکن وطی فی الدبر کرنیوالے پہ کوئی کفارہ نہیں ہے۔(فتاوی اسلامیہ، جلد3، صفحہ 286، 287)

سعودیہ کی فتاوی الجنہ دائمہ کمیٹی کے فتوی کے نزدیک جو دبر میں لاعلمی کی بدولت جماع کرے وہ معذور ہے اسکو کوئی سزا نہیں۔

(فتاوی الجنہ الدائمہ، جلد19، صفحہ 282)

غیر مقلدین تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کر رہے ہیں لیکن خود غیر مقلدین کے مستند عالم ہی دبر میں جماع کرنے پہ کوئی کفارہ یا سزا نہیں دے رہے۔احناف کا مسئلہ بھی واضح ہے کہ قتل کر دو یا آگ لگا دو لیکن یہ تعزیراً ہے۔ہے کوئی غیر مقلد جو اپنے مستند شدہ ان علماء پہ حدیث کی مخالفت کا فتوی لگا سکے؟؟

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ وطی فی الدبر کے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اس کی سزا قتل ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ

قتل کرنا بطور حد ہے؟؟

موجودہ غیر مقلدین کو امام ابوحنیفہؒ سے دشمنی اور بغض ہے اس لئے ان کا کام ہی دھوکہ دینا اور خیانت کرنا ہے۔لوطی کی سزا پر امام ابو حنیفہؒ کا واضح موقف موجود ہے کہ تعزیر ہے اور احناف کے نزدیک تعزیر کے طور پر اس کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے، جلایا جا سکتا ہے۔۔امام ابن تیمیہؒ کا موقف بھی تعزیر کا ہے لیکن آج تک کسی غیر مقلد میں ہمت نہیں ہوئی کہ امام ابن تیمیہؒ کے خلاف کوئی فتوی لگا سکیں۔ابن بازؒ کے نزدیک تو کوئی کفارہ ہی نہیں لیکن غیر مقلدین کو ان پر فتوی لگاتے سانپ سونگھ جاتا ہے کیونکہ پھر ان کے ریال بند ہو جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور محدث عبدالرحمان مبارکپوریؒ نے اس مسئلہ پر 4 اقوال نقل کئے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کا ایک مسلک تعزیر کا بتایا اور تسلیم کیا کہ ان کا استدلال حدیث نبوی ﷺ سے ہے لیکن آج تک کسی غیر مقلد کو ہمت نہیں ہوئی کہ کبھی امام شافعیؒ کے خلاف فتوی لگا سکیں۔۔

ان کے جاہلانہ فتوے صرف امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے لئے ہیں جبکہ ان کا محدث تسلیم کر رہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا استدلال حدیث نبوی ﷺ سے ہے۔لیکن موجودہ نفس پرست غیر مقلدین نہ تو ابن تیمیہؒ پر فتوی لگائیں گے، نہ ابن بازؒ پر جن کے نزدیک لوطی کی سزا پر کوئی کفارہ ہی نہیں اور نہ اپنے محدث مبارکپوری پر جو تسلیم کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا استدلال حدیث نبوی ﷺ سے ہے۔غیر مقلدین کے دھوکہ اور ان کی نفس پرستی سب پر واضح ہو چکی ہے کہ ان کو بغض و حسد امام ابوحنیفہؒ سے ہے اس لئے ان کے جاہلانہ اور خیانت بھرے اعتراض صرف امام ابوحنیفہؒ پر ہی ہیں۔ثابت ہوا کہ غیر مقلدین اکابر پرست اور نفس پرست ہیں اور ان کا قران و حدیث پر عمل کرنے کا دعوی صرف زبانی دعوی ہے ورنہ اسی مسئلہ پر ابن تیمیہؒ، ابن بازؒ وغیرہ پر فتوی لگاتے ان کو موت پڑ جاتی ہے۔

(اعتراض ۲۵۰): فقہ حنفی میں تیمم کی نیت کرنا اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین نے ہمیشہ کی طرح یہ حوالہ دینے میں بھی خیانت کی اور حوالہ ادھورا نقل کیا۔
مکمل حوالہ اس طرح ہے کہ:

''اگر طہارت کی نیت کرے یا نماز مباح ہونے کی نیت کرے تب بھی کافی ہے حدث یا جنابت کے لئے نیت کرنا ضروری نہیں''۔

لیکن غیر مقلدین نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر ہمیشہ کی طرح آدھی عبارت نقل کی اور آدھی عبارت چھوڑ دی۔تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے۔مسئلہ یہی ہے کہ تیمم میں صرف طہارت کی نیت کافی ہے حدث، یا جنابت کے لئے الگ نیت کرنا ضروری نہیں۔اس حوالہ سے پہلے ہدایہ میں تیمم کے مسائل میں واضح لکھا ہے کہ تیمم کے لئے نیت کرنا فرض ہے اور یہ احناف کا مسئلہ ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک تیمم میں نیت فرض نہیں۔

احناف نے تو واضح تیمم میں نیت کو فرض کہا لیکن غیر مقلدین نے ہمیشہ کی طرح حوالہ نقل کرنے میں خیانت کی اور ادھورا حوالہ نقل کیا۔

(اعتراض ۲۵۱): فقہ حنفی میں تیمم کا طریقہ اور غیر مقلدین کا دھوکہ وفریب

غیر مقلدین نے فقہ حنفی میں تیمم کے طریقہ پہ اعتراض کرتے ہوئے ہدایہ کا حوالہ دیا ہے اور غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے لیکن ہمیشہ کی طرح غیر مقلدین نے یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے خیانت کی اور ہدایہ کی ادھوری عبارت نقل کی۔

ہدایہ میں اس عبارت کے بعد آگے دلیل دی گئی ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے جس بات کو غیر مقلدین کبھی پیش نہیں کرتے اور ادھوری عبارت پیش کرتے ہیں۔فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث سے ثابت ہے۔

یہ مسئلہ صرف احناف کا نہیں ہے بلکہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے بھی تیمم کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں اور غیر مقلدین کے عمران ایوب لاہوری نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے کہ تیمم میں 2 ضربوں کا مسئلہ ابن عمر رضی اللہ، حضرت جابر رضی اللہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابراہیمؒ اور امام حسن بصریؒ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔

(فقہ الحدیث، جلد 1 صفحہ 265، 266)(ترمذی شریف، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی التیمم)

تو غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے ساتھ ساتھ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، حسن بصریؒ، ابن عمر رضی اللہ پہ بھی اس مسئلہ پہ حدیث کی مخالفت کا فتوی لگائیں۔

غیر مقلدین نے اعتراض کیا ہے کہ فقہ حنفی میں تیمم کے لئے 2 ضربیں ہیں جو کہ حدیث نبوی ﷺ کے خلاف ہیں۔یہ غیر مقلدین کا فقہ حنفی پر غلط الزام ہے کیونکہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث نبوی ﷺ سے ہی ثابت ہے۔

احناف کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس سے ثابت ہے کہ ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری ضرب ہاتھوں کے لئے ہے۔

(ابن ماجہ، حدیث نمبر 571، ابوداؤد، حدیث نمبر 318)

اس روایت کو غیر مقلدین کے مستند محدث علامہ البانی نے صحیح ابوداؤد میں نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اور زبیر علی زئی مرحوم نے سنن ابن ماجہ اور ابوداؤد کی تحقیق وتخریج میں صحیح قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے ہی عالم محمد قاسم امین صاحب سنن ابن ماجہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

"امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ امام شافعیؒ، لیث بن سعدؒ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لئے 2 ضربیں ہوں گی، ایک چہرے کے لئے اور دوسری ہاتھوں کے لئے"۔(سنن ابن ماجہ، صفحہ 205)

تو ثابت ہوا کہ احناف کا مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کو زبیر زئی اور علامہ البانیؒ صحیح قرار دے رہے ہیں اور بقول مولانا قاسم امین تیمم کی 2 ضربوں کا مسئلہ صرف احناف کا نہیں بلکہ امام مالکؒ، شافعیؒ، لیث بن سعدؒ اور جمہور کا ہے۔

اس کے علاوہ غیر مقلدین کے مشہور محدث عبداللہ روپڑی تیمم کے طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"تیمم کا طریق یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے ورنہ کسی اور چیز پر مارے۔جس پر مٹی یا گرد وغبار ہو۔پھر دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں مل کر پھونکے تاکہ ہتھیلیوں پر زیادہ گرد وغبار نہ رہے۔پھر دونوں ہتھیلیوں کو منہ پر پھر ہاتھوں پر گٹوں تک ملے یہ تیمم کی اصل صورت ہے اور اگر ایک دفعہ ہاتھ زمین پر مار کر منہ مل لے اور دوسری دفعہ مار کر ہاتھوں پر کہنیوں تک مل لے تو یہ بھی جائز ہے"۔

(فتاوی اہلحدیث، 1 / 287)

تو غیر مقلد محدث نے بھی تیمم کی 2 ضربوں کو جائز کہا جو کہ احناف کا موقف ہے۔

غیر مقلدین کے عمران ایوب لاہوری نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے کہ تیمم میں 2 ضربوں کا مسئلہ ابن عمر رضی اللہ، حضرت جابر رضی اللہ،

امام مالکؒ ،امام شافعیؒ ،سفیان ثوریؒ ،امام ابراہیمؒ اور امام حسن بصریؒ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔(فقہ الحدیث، جلد 1 صفحہ 265،266)

تو غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے ساتھ ساتھ امام مالکؒ ،امام شافعیؒ ،امام سفیان ثوریؒ ،حسن بصریؒ ،ابن عمر رضی اللہ پہ بھی اس مسئلہ پہ حدیث کی مخالفت کا فتوی لگائیں۔

(اعتراض ۲۵۲): کیا فقہ حنفی میں متعہ جائز ہے؟ غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلدین کا فقہ حنفی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ فقہ حنفی میں معین مدت تک نکاح یعنی کہ متعہ جائز ہے۔لیکن غیر مقلدین ہمیشہ کی طرح یہاں بھی دھوکہ دیتے ہیں۔اصل مسئلہ طلاق کی نیت سے نکاح کرنے کا ہے جس میں فقہا کا اختلاف ہے اور اسی بات کو فتاوی عالمگیری میں ذکر کیا گیا ہے جس کو غیر مقلد دھوکہ سے متعہ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

سب سے پہلی بات کہ یہ فتوی ان غیر مقلدین نے شیعہ سے چوری کیا ہے۔

شیعہ یہ الزام اہلسنت پہ لگاتے ہیں کہ اہلسنت کے نزدیک متعہ جائز ہے جس کو غیر مقلدین احناف اور فقہ حنفی کے بغض اور حسد میں آگے پھیلا رہے ہیں غیر مقلدین کی اطلاع کے لئے سعودیہ کے مشہور محدث علامہ ابن بازؒ کے نزدیک بھی طلاق کی نیت سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہ متعہ نہیں کہلاتا۔

علامہ ابن بازؒ کا یہ فتوی ان کی کتاب (مقالات وفتاوی ابن باز، ج 4 صفحہ 30 اور مسائل امام ابن باز، ج 1 صفحہ 185) پر واضح طور پہ دیکھا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن بازؒ کے علاوہ کئی اکابرین کے نزدیک طلاق کی نیت سے نکاح جائز ہے۔

امام نووی الشافعی کہتے ہیں:

وبه قال القاضي أبو بكر الباقلاني قال القاضي وأجمعوا على أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لا يمكث معها الا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور

اور یہ وہ ہے جو قاضی ابوبکر الباقلانی نے کہا ہے۔قاضی کہتے ہیں: اس بات پر اجماع" ہے کہ جو بھی مطلق نکاح (نکاح دائمی) کرتا ہے لیکن نیت یہ ہوتی ہے کہ عورت کے ساتھ صرف کچھ مدت کے لیے ہی رہے گا، تو بلاشبہ ایسا نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاح المتعہ (کی طرح حرام) نہیں ہے کیونکہ نکاح المتعہ میں پہلے سے ہی یہ شرط مذکور ہوتی ہے (کہ ایک مدت کے بعد خود بخود طلاق ہو جائے گی)۔اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ اخلاق میں سے نہیں ہے اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک یہ متعہ ہی ہے۔

(کتاب المنہاج شرح مسلم، جلد 9 صفحہ 182)

امام اہلسنت ابن قدامہ الحنبلی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

إن تزوجها بغير شرط، إلا أن في نيته طلاقها بعد شهر، أو إذا انقضت حاجته في هذا البلد، فالنكاح صحيح في قول عامة أهل العلم إلا الأوزاعي، قال: هو نكاح متعة. والصحيح أنه لا بأس به

اگر وہ عورت سے (مدت) کی کوئی شرط کیے بغیر نکاح کرتا ہے لیکن دل میں نیت ہے کہ اُسے ایک ماہ کے بعد طلاق دے دے گا یا پھر اُس علاقے یا ملک میں اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد طلاق دے دے گا (اور پھر آگے روانہ ہو جائے گا) تو پھر اہل علم کے مطابق بلا شبہ ایسا نکاح بالکل صحیح ہے، سوائے الاوزاعی کے جنہوں نے اسے عقد المتعہ ہی جانا ہے لیکن صحیح یہی رائے ہے (جو اہل علم کی ہے) کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (المغنی، جلد 7، صفحہ 573)

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز فرماتے ہیں:

[شیخ ابن باز صاحب سے سوال]: آپ نے ایک فتوی جاری کیا ہے کہ اس بات کی اجازت ہے کہ ویسٹرن [مغربی] ممالک میں اس نیت سے شادی کر لی جائے کہ کچھ عرصے کے بعد عورت کو طلاق دے دی جائے۔۔۔۔۔تو پھر آپکے اس فتوے اور عقد متعہ میں کیا فرق ہوا؟

[شیخ ابن باز کا جواب]: جی ہاں، یہ فتوی سعودیہ کی مفتی حضرات کی مستقل کونسل کی جانب سے جاری ہوا ہے اور میں اس کونسل کا سربراہ ہوں اور یہ ہمارا مشترکہ فتوی ہے کہ اس بات کی اجازت ہے کہ شادی کی جائے اور دل میں نیت ہو کہ کچھ عرصے کے بعد طلاق دینی ہے [ہمارا تبصرہ: یعنی لڑکی کو دھوکے میں رکھنا جائز ہے اور اسے بتانے کی ضرورت نہیں کہ دل میں نیت تو کچھ عرصے بعد طلاق کی کر رکھی ہے]۔ اور یہ (طلاق کی نیت) معاملہ ہے اللہ اور اسکے بندے کے درمیان۔

اگر کوئی شخص (سٹوڈنٹ) مغربی ملک میں اس نیت سے شادی کرتا ہے کہ اپنی تعلیم مکمل ہونے کے بعد یا نوکری ملنے کے بعد لڑکی کو طلاق دے دے گا تو اس میں تمام علماء کی رائے کے مطابق ہرگز کوئی حرج نہیں ہے۔ نیت کا یہ معاملہ اللہ اور اسکے بندے کے درمیان ہے اور یہ نیت نکاح کی شرائط میں سے نہیں ہے۔

عقد متعہ اور مسیار میں فرق یہ ہے کہ عقد متعہ میں باقاعدہ ایک مقررہ وقت کے بعد طلاق کی شرط موجود ہے جیسے مہینے، دو مہینے یا سال یا دو سال وغیرہ۔ عقد متعہ میں جب یہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو خود بخود طلاق ہو جاتی ہے اور نکاح منسوخ ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ شرط عقد متعہ کو حرام بناتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ اور اسکے رسول ص کی سنت کے مطابق نکاح کرتا ہے، چاہے وہ دل میں طلاق کی نیت ہی کیوں نہ رکھتا ہو کہ جب وہ مغربی ملک کو تعلیم کے بعد چھوڑے گا تو لڑکی کو طلاق دے دے گا، تو اس چیز میں کوئی مضائقہ نہیں، اور یہ ایک طریقہ ہے جس سے انسان اپنے آپ کو برائیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور زناکاری سے بچ سکتا ہے، اور یہ اہل علم کی رائے ہے۔

(مقالات وفتاوی ابن باز، ج 4 صفحہ 30 اور مسائل امام ابن باز، ج 1 صفحہ 185، فتاوی اسلامیہ، جلد 3 صفحہ 264)

غیر مقلدین کے مکتبہ دارالسلام سے غیر مقلدین کی تصدیق شدہ کتاب ''کتاب النکاح'' میں بھی سید سابقؒ کے حوالے سے طلاق کی نیت سے نکاح کو صحیح مانا گیا ہے۔ اس کتاب کو عمران ایوب لاہوری نے لکھا ہے اور اس میں علامہ البانیؒ کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے اور غیر مقلدین کے مکتبہ دارالسلام نے اس کتاب کو چھاپا ہے۔

کیا غیر مقلدین علامہ ابن بازؒ، علامہ البانیؒ اور عمران ایوب لاہوری پہ یہ فتوی لگائیں گے کہ ان علماء کے نزدیک بھی احناف کی طرح متعہ جائز ہے؟

یہ تھی غیر مقلدین کے جاہلانہ الزام کی حقیقت اور اب غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ اگر وہ قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں تو احناف کے ساتھ ساتھ ان اکابرین پہ بھی متعہ کے جائز کہنے کا فتوی لگائیں۔

(اعتراض ۲۵۳): غیر مقلدین کے نزدیک آلہ تناسل عورت کے منہ میں ڈالنا جائز ہے

غیر مقلدین نے جو حوالہ دیا ہے فتاوی عالمگیری کا اس میں کہیں بھی اس عمل کو جائز نہیں کہا گیا بلکہ اس میں لکھا ہے کہ:

''اگر مرد نے اپنی بیوی کے منہ میں اپنا آلہ تناسل داخل کیا تو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے اس کے برخلاف کہا ہے''۔

(فتاوی عالمگیری، جلد 9 صفحہ 110)

اس حوالہ میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ عمل جائز ہے بلکہ واضح لکھا ہے کہ یہ عمل مکروہ ہے اور بعض نے اس کے برخلاف کہا ہے تو اس سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کسی عمل کو صرف برخلاف کہہ دینے سے وہ جائز ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین نے یہ حوالہ بیان کرتے ہوئے جھوٹ کہا ہے کہ فقہ حنفی میں یہ عمل جائز ہے۔ اصل میں یہ مسئلہ خود غیر مقلدین کا ہے۔۔ ان کے نزدیک عورت کے لئے مرد کا آلہ تناسل منہ میں ڈالنا جائز ہے۔ ان کے فتاوی کی مشہور ویب سائٹ محدث فتاوی میں اس بارے میں فتوی دیا گیا ہے۔ کسی نے فتاوی میں اورل سیکس کے بارے میں فتوی پوچھا تو اس کا جواب دیا گیا کہ:

''شریعت کا اصول ہے یہ کہ'' ہر عمل جائز ہے سوائے اس کے جس کے بارے میں شریعت میں واضح ممانعت آ گئی ہو۔'' یہی اصول سیکس پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ شریعت نے میاں بیوی کے سیکس کے معاملے میں صرف دو امور کی ممانعت کی ہے:

1. ایک دوران حیض سیکس اور

2. دوسرے پیچھے کے مقام (دبر) میں سیکس۔

اس کے علاوہ باقی سب جائز ہے اورل سیکس کے بارے میں اختلاف اس وجہ سے ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی واضح ممانعت نہیں آئی۔ فقہاء کے سامنے جب یہ صورت آئی تو انہوں نے قرآن وحدیث کے عمومی مزاج سے استدلال کیا ہے۔ بعض کے نزدیک چونکہ ممانعت نہیں آئی، اس لیے یہ جائز ہے اور بعض کے نزدیک چونکہ اس میں گندگی ہوتی ہے، اس وجہ سے ناجائز ہے۔ اس میں جواز کے قائلین میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب کا نام آتا ہے۔ نیز جو لوگ جواز کے قائل ہیں، وہ بھی مطلق جواز کے نہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو تیار کرتے ہوئے اگر منہ سے شرم گاہ وغیرہ کو چوم لیں تو اس میں حرج نہیں۔ تاہم مادہ منویہ کے منہ میں ڈسچارج کرنے کو وہ بھی غلط سمجھتے ہیں''۔

http//:www.urdufatwa.com/index.php?%2FKnowledgebase%2
FArticle%2FView%2F2336%2F0%2F

ایک دوسرے فتوی میں کہا گیا ہے کہ:

''میاں بیوی ایک دوسرے کے جسم کے ہر حصے کا بوسہ لے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس حوالے سے کسی نص میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہے''۔

http//:www.urdufatwa.com/index.php?%2FKnowledgebase%2
FArticle%2FView%2F6877%2F0%2F

اب ہر حصے میں شرمگاہ اور آلہ تناسل بھی آتا ہے جس کو بوسہ دینے کے لئے غیر مقلد جائز کہہ رہے ہیں ۔اصل میں یہ فتوی خود غیر مقلدین کا تھا لیکن انہوں نے احناف پہ جھوٹا الزام لگا دیا۔

(اعتراض ۲۵۴): فقہ حنفی میں فوت ہونیوالے کے روزوں کی قضا اور غیر مقلدین کا دھوکہ

غیر مقلد نے اعتراض کیا ہے کہ:

''فقہ حنفی میں فوت ہونیوالے پہ روزوں کی قضا میں اس کا وارث روزہ نہ رکھے بلکہ گندم یا کھجور کا آدھا صاع میت کی طرف سے تقسیم کرے''۔

لیکن اس حوالے سے اگلی عبارت نقل نہیں کی جس سے مسئلہ کہ وضاحت ہوتی تھی۔

فقہ حنفی میں اگلی عبارت میں اس کی وجہ بھی بیان کی گئی کہ وہ روزہ ادا کرنے سے عاجز ہوگیا اور شیخ فانی کی طرح ہوگیا۔شیخ فانی کی تعریف بھی اسی باب میں موجود ہے کہ وہ بوڑھا جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور احناف کا یہ موقف احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ثابت ہے۔

غیر مقلدین کے عمران ایوب لاہوری نے بیان کیا ہے کہ یہی مسئلہ نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کا ہے بلکہ امام مالکؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ مسکین کو کھانا کھلائے۔(فقہ الحدیث، جلد 1 صفحہ 731)،

اس کے علاوہ شیخ صالح الفوزان نے علامہ ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ فرض روزے میت کی طرف سے ولی کے لئے جائز نہیں صرف نذر کے روزے میت کی طرف سے ولی کے لئے جائز ہیں۔(فقہی احکام و مسائل، جلد 1 صفحہ 328)

تو ہے کوئی غیر مقلد جو اس مسئلہ میں ابن تیمیہؒ، امام مالکؒ، ابن قیمؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ پہ حدیث کی مخالفت کا فتوی لگائے؟

(اعتراض ۲۵۵): فقہ حنفی میں حق مہر کی کم سے کم مقدار اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین نے اعتراض کیا ہے کہ فقہ حنفی میں حق مہر کم سے کم دس درھم ہے جو کہ حدیث کے خلاف ہے لیکن یہ حوالہ دیتے ہوئے بھی غلط بیانی کی گئی۔ہدایہ میں واضح لکھا ہے کہ:

''فقہ حنفی میں حق مہر کم سے کم دس درہم ہے اور اس کے بعد امام شافعی کا مسلک بیان کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہیں''۔

تو ثابت ہوا کہ احناف کا مسئلہ حدیث نبوی ﷺ پہ مبنی ہے۔اور یہ مسئلہ صرف امام ابوحنیفہؒ کا نہیں بلکہ امام مالکؒ کا بھی ہے۔

غیر مقلد عالم عمران ایوب لاہوری نے مہر کے مسئلہ میں تسلیم کیا کہ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار نہیں اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مقدار دس درہم ہے۔(فقہ الحدیث جلد 2 صفحہ 155)

یہ کتاب علامہ شوکانی کی کتاب کا ترجمہ ہے اور اس میں علامہ البانی کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔تو ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ صرف امام ابو حنفیہؒ کا ہی نہیں بلکہ امام مالکؒ کا بھی ہے جس کا اعتراف غیر مقلد علماء بھی کر رہے ہیں تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ساتھ

امام مالکؒ پہ بھی اعتراض کریں حدیث کی مخالفت کرنے کا۔

(اعتراض ۲۵۶): فارسی میں نماز پڑھنا، امام ابوحنیفہؒ پہ الزام کا جواب غیر مقلدین کے گھر سے

فارسی میں نماز پڑھنے کے بارے میں غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہدایہ میں واضح لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں رجوع کرلیا تھا۔ اس بات کا اعتراف نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے اپنے فتاوی نذیریہ میں بھی کیا ہے۔

غیر مقلد حضرات امام ابوحنیفہؒ پہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کے نزدیک فارسی میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس بات کا جواب غیر مقلدین کے شیخ الکُل مولوی نذیر حسین دہلوی نے اپنے فتاوی میں تفصیل سے دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس مسئلہ میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے مگر صاحبین کا قول عند الحنفیہ مفتی بہ اور قابل اعتماد کے ہے اور امام اعظم کا قول غیر مفتی بہ اور لائق اعتماد کے نہیں ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ امام ممدوح کے نزدیک فارسی وغیرہ زبان میں قرآن پڑھنا نماز میں لاچاری اور غیر لاچاری دونوں حالت میں درست ہے اور صاحبین کے نزدیک فارسی وغیرہ زبان میں قرآن پڑھنا نماز میں جائز نہیں ہاں لاچاری کے وقت درست ہے مگر پڑھنے والا اس صورت میں گنہگار ہوگا لمخالفۃ المتوارثۃ اور امام صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع کرکے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے پس اب ائمہ ثلثہ میں سے کسی کے نزدیک غیر لاچاری کی حالت میں نماز کے اندر فارسی وغیرہ زبان میں قرآن پڑھنا درست نہیں''۔

(ترجمہ) ''اگر کوئی فارسی میں نماز شروع کرے یا قرأت فارسی میں کرے یا ذبح کرتے وقت خدا کا نام فارسی میں لے اور وہ عربی اچھی طرح بول سکتا ہو تو پھر بھی ابوحنیفہ کے نزدیک درست ہے اور صاحبین کہتے ہیں درت نہیں ہاں ذبیحہ میں جائز ہے اور اگر عربی اچھی طرح نہ جانتا ہو تو پھر اور زبانوں میں قرأت کرسکتا ہے۔ صاحبین کا استدلال یہ ہے قرآن ایک عربی نظم ہے جیسا کہ نص سے ثابت ہے ہاں عجز کے وقت معنی پر اکتفا کرسکتا ہے جیسے جہ معذور آدمی سجدہ کی بجائے اشارہ کرلیتا ہے برخلاف تسمیہ کے کہ خدا کا ذکر ہر زبان میں کیا جاسکتا ہے امام ابوحنیفہ کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انہ لفی زبد الاولین (قرآن پہلی کتابوں میں تھا) اور یہ تو ظاہر ہے کہ پہلی کتابوں کی زبان عربی نہیں تھی لہٰذا عجز کے وقت دوسری زبان میں پڑھ سکتا ہے لیکن وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے سنت متواترہ کی مخالفت کی ہے اور امام صاحب کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع بھی بیان کیا جاتا ہے اور یہی صحیح ہے اسی طرح خطبۃ اور تشہد کا حال بھی ہے اور عبارت بالا میں جس نص کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آیت ہے قرآنا عربیا غیر ذی عوج تو فرض قرآن کی قرأت ہے اور وہ عربی زبان میں ہے تو عربی پڑھنا فرض ہوا۔ واللہ اعلم'' (سید محمد نذیر حسین)۔ (فتاوی نذیریہ، جلد 1 صفحہ 529، 530، 531)

غیر مقلدو! اگر تمہارے نزدیک امام اعظمؒ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تو پھر تسلیم کرو کہ تمہارا شیخ الکل نذیر حسین دہلوی جھوٹا تھا جس کے نزدیک امام صاحبؒ نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا تھا۔

(اعتراض ۲۵۷): فقہ حنفی میں درہم کی چوری کی مقدار اور غیر مقلدین کا اعتراض

غیر مقلدین نے اعتراض کیا ہے کہ فقہ حنفی میں چوری کے مال کی مقدار دس درہم ہے جس پہ ہاتھ کاٹنا جائز ہے جو کہ حدیث کے مخالف ہے۔۔ غیر مقلدین کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ احناف کے موقف پہ کئی احادیث موجود ہیں۔

نسائی شریف میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے لیکن ڈھال کی قیمت پہ اور ڈھال کی قیمت ان دنوں دس درہم تھی۔ایسی ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی موجود ہے۔۔

علامہ شوکانیؒ نے اس مسئلہ میں گیارہ مذاہب نقل کئے ہیں۔(بحوالہ فقہ الحدیث، ج2 صفحہ 624،625)

تو غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ میں احناف احادیث کی مخالفت کرتے ہیں غلط ہے اور احناف پہ بہتان ہے۔

(اعتراض ۲۵۸): فقہ حنفی میں مدت رضاعت اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین امام ابوحنیفہؒ پہ اعتراض کرتے ہیں کہ مدت رضاعت میں ان کا قول قرآن کے خلاف ہے۔امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی دو روایتیں ہیں۔ایک ڈھائی سال کی اور ایک دو سال کی۔

فقہ حنفی میں بھی مدت رضاعت 2 سال ہے جو کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔امام ابوحنیفہؒ کا بھی ایک قول 2 سال کا ہے جو کہ ان کا آخری قول ہے اور اس بات کہ تصدیق غیر مقلدین کے علامہ ابن قیم بھی کرتے ہیں۔علامہ ابن قیمؒ عرض کرتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کا قول اڑھائی سال کا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا آخری قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مطابق ہے (یعنی کہ 2 سال)''۔

(زاد المعاد، جلد 2، صفحہ 330)

تو امام ابوحنیفہؒ کے اس مسئلے کی وضاحت ابن قیمؒ نے بھی کر دی۔

اعتراض تو غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہؒ پہ ہے لیکن سعودی فتو ×ک میٹ ×ک ے علما ك رام ك ہنا ہےکہ:

''ابن قیم رحمہ اللہ اپن ×ک تاب ''تحفۃ المودود فی اح × ام المولود'' میں ك ہتے ہیں: ماں کے لئے بچے کو اڑھائی سال سے بھی زیادہ دودھ پلانا جائز ہے''۔(فتاو × اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء جلد 21 صفحہ 60،62)

اور یہ فتوی علامہ ابن باز، شیخ عبد العزیز الشیخ اور شیخ صالح الفوزان کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن قیم کے نزدیک اڑھائی سال سے بھی زیادہ دودھ پلانا جائز ہے۔اب غیر مقلدین ذرا بتائیں کہ علامہ ابن قیم بھی اڑھائی سال کہہ رہے ہیں دودھ پلانے کے لئے تو ان پہ کیا فتوی لگے گا؟

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ترجمہ: بڑے کو دودھ پلانا بھی جائز ہے اگر وہ داڑھی والا ہوتا کہ اس دودھ پانے والی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہو جائے۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن قیم بھی اسی طرف مائل تھے''۔(الدرر البہیۃ ص 158 مع الروضۃ الندیۃ)

علامہ شوکانی نے ایک کتاب فقہ پہ لکھی جس کا نام ''الدرر البھیہ'' ہے۔اس کا اردو ترجمہ ''فقہ الحدیث'' کے نام سے عمران ایوب لاہوری نے کیا ہے اور تحقیق علامہ البانی کی ہے۔تصدیق موجودہ دور کے غیر مقلد اکابر عالم مبشر احمد ربانی اور عبد الجبار شاکر کی ہے۔

غیر مقلدین تو بچوں کو دودھ پلانے پہ فتوے لگا رہے ہیں لیکن ان کے علامہ شوکانی تو بڑی عمر کے آدمی کو بھی دودھ پلانے کو جائز کہتے ہیں بھلے اس کی داڑھی ہو اور اور یہ اہلحدیث علماء اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔(فقہ الحدیث، صفحہ 236)

تو غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ جو فتویٰ وہ احناف اور امام ابوحنیفہؒ پہ لگاتے ہیں وہی اپنے ان اکابر علماء پہ بھی لگا دیں۔

متکلم اسلام زید مجدہ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مدت رضاعت اڑھائی سال ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ثم مدۃ الرضاع ثلثون شہراً عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ.

(الہدایہ: ج2 ص369 کتاب الرضاع)

اور یہ قرآن کی اس آیت: ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ: 233) کے خلاف ہے۔

جواب نمبر1:

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی (م 593ھ) نے دو قسم کی عورتوں کا ذکر کیا ہے:

1: خاوند والی 2: مطلقہ

آیت ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ: 233) میں اس مطلقہ کا حکم ہے جو خاوند کی خواہش اور بچہ کی ضرورت کے تحت اجرت پر دودھ پلاتی ہو، اس میں خاوند، بیوی، بچہ تینوں کے حقوق کے خیال کیا گیا ہے اور مدت رضاعت دو سال مقرر کر دی گئی ہے، ایک تو اسی آیت "حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ" کی وجہ سے اور دوسرے حدیث: "لا رضاع بعد الحولين"

(سنن سعید بن منصور: ص139 رقم الحدیث 987 عن ابن مسعود موقوفاً) کی وجہ۔

تینوں کی رعایت اس طرح ہے کہ بچہ دو سال تک ماں کے دودھ سے ہی صحیح پرورش پاتا ہے اور ماں چونکہ طلاق کی وجہ سے بچے کو دودھ پلانے کی شرعاً مکلف نہیں رہی اور باپ کے ذمہ اس کا نان ونفقہ بھی نہیں رہا۔ ماں کی اجرت مقرر کر کے اس کی معیشت اور بچہ کی پرورش کا انتظام ہو گیا اور اگر بچہ دو سال سے قبل بھی ماں کے دودھ کے بغیر پرورش پا سکتا ہو تو دو سال سے قبل دودھ چھڑانے کا باہمی مشاورت و رضامندی سے اختیار بھی دے دیا گیا اور بچہ کی جسمانی کمزوری یا کسی مرض کی وجہ سے ضرورت ہو تو دو سال کے بعد بھی دودھ پلانے کا اختیار دے دیا گیا۔ جیسا کہ آیت "فَإِنْ أَرَادَا فِصَالاً" کے لفظ "فا" اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ تفسیر: "إن أرادا أن يفطماه قبل الحولين وبعده."

(تفسیر الطبری: ج2 ص604 تحت ھذہ الآیۃ) سے ظاہر ہے۔

آیت ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ (الاحقاف: 15) میں خاوند والی عورت کا ذکر ہے کہ وہ اڑھائی سال تک دودھ پلا سکتی ہے۔

جواب نمبر2:

مدت رضاعت تو دو سال ہے، البتہ مسئلہ نکاح میں احتیاط کی بنا پر اڑھائی سال کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ مدت رضاعت دو سال میں نص صریح نہیں بلکہ اسی آیت میں ہی دو سال سے زائد مدت کے اشارے ملتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آیت "وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ الآية" میں لفظ "فَإِنْ أَرَادَا فِصَالاً" بتا رہا ہے کہ مدت رضاعت دو سال کے بعد بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اگر دو سال کے بعد رضاعت کی اجازت نہ ہوتی تو دودھ چھڑانا ضروری ہوتا، باہمی مشاورت اور رضا کی شرط ہی نہ ہوتی۔

اسی طرح آیت "وَحَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا" میں لفظ "حَمۡلُهٗ" میں دو احتمال ہیں:

نمبر 1: ماں کے پیٹ والا حمل

نمبر 2: گود والا حمل

اگر ماں کے پیٹ والا حمل مراد ہو تو معنی ہوگا کہ کل مدت حمل اور رضاعت مل کر اڑھائی سال ہے، البتہ مدتِ حمل اور رضاعت کی تقسیم کا ذکر نہیں کہ حمل 9 ماہ ہو تو مدتِ رضاعت 21 ماہ، حمل 12 ماہ ہو تو مدتِ رضاعت 18 ماہ وغیرہ۔ اسی لیے اکثر حضرات کی رائے یہ ہے اقل مدت حمل 6 ماہ اور اکثر مدت رضاعت 24 ماہ ہے۔

اور اگر حمل سے مراد گود والا لیں تو مطلب ہوگا کہ ماں کے گود میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت اڑھائی سال ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ حمل اور رضاعت ہر دو کی مدت اڑھائی سال ہے اور حمل سے مراد گود میں رکھنا قرآن کریم میں دوسرے مقام پر بھی استعمال ہوا ہے، جیسے "فَأَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ" (مریم: 27) اب یہ آیت بھی مدت رضاعت کے دو سال ہونے میں نص صریح نہیں ہوگی۔

یہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور بظاہر یہ زیادہ قوی ہے کیونکہ اس آیت میں ماں کی تین مشکلات کا ذکر ہے۔ [ا] پیٹ والا حمل [۲] جننا [۳] گود میں اٹھانا۔

کمافی قولہ تعالیٰ: ﴿حَمَلَتۡهُ أُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا وَحَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا﴾

اگر ﴿وَحَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ﴾ میں بھی گود والا حمل لینے کی بجائے پیٹ والا حمل مراد لیا جائے تو بظاہر یہ تکرار ہوگا اور مشکلات دو بنیں گی نہ کہ تین۔ لہٰذا امام صاحب کا مسلک یہ ہے مدت رضاعت دو سال ہے حرمت نکاح بالرضاعۃ میں احتیاطاً اڑھائی سال کی مدت کا خیال رکھا جائے۔

جواب نمبر 3:

امام صاحب کے دونوں قول ہیں دو سال اور اڑھائی سال، مگر فتویٰ دو سال پر ہے۔

[ا]: امام علاء الدین الحصکفی [م 1083ھ] میں ہے:

(حَوۡلَانِ وَنِصۡفٌ عِنۡدَهٗ وَحَوۡلَانِ) فَقَطۡ (عِنۡدَهُمَا وَهُوَ الۡأَصَحُّ) فَتۡحٌ وَبِهٖ يُفۡتٰى كَمَا فِيۡ تَصۡحِيۡحِ الۡقُدُوۡرِيِّ

(الدرالمختار مع ردالمختار: ج4 ص 387 باب الرضاع)

ترجمہ: مدت رضاعت امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال اور صاحبین کے نزدیک صرف دو سال ہے اور یہی دو سال والا قول زیادہ صحیح ہے، یہ بات فتح القدیر میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ علامہ قاسم بن قطلو بغا کی کتاب "تصحیح القدوری" میں ہے۔

[۲]: الشیخ عبدالغنی الغنیمی المید انی الحنفی [م 1298ھ] لکھتے ہیں:

(و قالا سنتان) لان ادنی مدۃ الحمل ستۃ اشھر فبقی للفصال حولان قال فی الفتح: وھو الاصح، و فی التصحیح عن العیون و بقولھما ناخذ للفتویٰ

(اللباب فی شرح الکتاب: ج3 ص 31 کتاب الرضاع)

ترجم: صاحبین فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت صرف دو سال ہے کیونکہ حمل کی کم سے کم مدت دو سال ہے اور مدت رضاعت کے لیے

باقی دو سال بچتے ہیں۔فتح القدیر میں ہے کہ یہی دو سال والا قول زیادہ صحیح ہے۔"تصحیح القدوری للعلامہ قطلو بغا" میں "عیون المسائل لابی اللیث السمر قندی" کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے۔

[۳]:مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

مدت رضاعت کی دو سال ہے علی الاصح المفتی بہ یعنی اسی پر فتویٰ ہے۔

(تذکرۃ الرشید:ج1ص185)

تو غیر مفتیٰ بہ قول پر فتوی دینا جائز نہیں تو اس کو بنیاد بنا کر تنقید کرنا کیسے جائز ہو گا؟!

جواب نمبر4:

غیر مقلدین کو یہ اعتراض زیب نہیں دیتا کیونکہ ان کے اکابر کے ہاں تو 60 سال کے بابا جی بھی عورت کا دودھ پی سکتے ہیں۔

"ویجوز ارضاع الکبیر ولو کان ذالحیۃ لتجویز النظر"

(کنز الحقائق از علامہ وحید الزمان:ص67،نزل الابرار از علامہ وحید الزمان:ص77)

ترجمہ:نظر کے جائز کے ہونے کے لیے بڑے آدمی کو دودھ پلانا جائز ہے۔

ارضاع کبیر بناء بر تجویز نظر جائز است

(عرف الجادی از نواب میر نور الحسن خان:ص130)

ترجمہ:نظر کے جائز کے ہونے کے لیے بڑے آدمی کو دودھ پلانا جائز ہے۔

(اعتراض ۲۵۹):فقہ حنفی اور مشت زنی!!غیر مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب

ایک غیر مقلد نے ھدایہ کا ایک حوالہ دے کر اعتراض کیا ہے کہ عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے تو قضا و کفارہ واجب نہیں اور فقہ حنفی میں مشت زنی جائز ہے لیکن ہمیشہ کی طرح یہاں بھی ادھوری عبارت پیش کی اور عبارت کا ترجمہ بھی ادھورا پیش کیا۔

اس عبارت سے پہلے صاحب ھدایہ نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا،قے،حجامت اور احتلام سے۔اس کے بعد اس کی وجہ بھی لکھی کہ اس میں جماع کی صورت نہیں پائی گئی اور جماع کا معنی نہیں پایا گیا اور وہ مباشرت کر کے شہوت سے انزال ہونا ہے۔

اس کے بعد غیر مقلدین کے اعتراض والی عبارت نقل کی کہ عورت کو دیکھا اور انزال ہوا،اس عبارت کے بعد لکھا:"جیسا کہ ہم نے دلیل بیان کی ہے"۔لیکن غیر مقلد نے یہ جملہ نقل ہی نہیں کیا۔صاحب ھدایہ نے وہی دلیل بیان کی کہ عورت کو دیکھنے سے جماع کی صورت نہیں پائی گئی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹا۔

بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے حضرت جابر ابن زید رضی اللہ عنہ کا اثر بیان کیا ہے کہ:"عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا"۔

اس کے بعد ھدایہ میں جو یہ قول بیان کیا ہے کہ:

”وہ ایسا ہی ہے جیسا ہاتھ سے منی نکالنے والا اور یہ **بعض مشائخ کا قول ہے**“

لیکن غیر مقلد نے اس جملے سے احناف پر اعتراض کیا کہ فقہ حنفی میں مشت زنی جائز ہے لیکن یہ نقل ہی نہیں کیا کہ یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اس میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک مشت زنی سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔غیر مقلد نے جو سکین لگایا ہے اسی سکین کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ قول ضعف پر مبنی ہے لیکن غیر مقلد نے اس کو نقل نہیں کیا۔اگر اس کے باوجود غیر مقلد نہیں مانتے تو غیر مقلدین کے اکابر اور مستند علماء کے نزدیک بھی جسم سے جسم ملانے، یا مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

غیر مقلدین کے عمران ایوب لاہوری فقہ الحدیث میں لکھتے ہیں کہ:

”بیوی کا بوسہ لینے، جسم سے جسم ملانے یا مشت زنی وغیرہ سے روزہ ٹوٹ جانے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں اور نبی کریم ﷺ نے ان افعال کو روزہ کے لئے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔آگے لکھا کہ ابن حزمؒ، امیر صنعانی، علامہ شوکانی اور علامہ البانی اسی کے قائل ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں“۔(فقہ الحدیث، صفحہ 723،724)

اب غیر مقلدین کو چاہیئے کہ احناف کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر علماء عمران ایوب لاہوری، علامہ البانی، علامہ شوکانی اور ابن حزم پہ بھی یہی فتوی لگائیں۔

(اعتراض ۲۶۰): جانور سے بدفعلی پہ حد اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین نے سنن ابو داؤد سے ایک روایت نقل کی کہ:”ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جانور سے بدکاری کرے تو ان دونوں کو قتل کر دو“۔اور پھر دیوبند کا ایک فتوی نقل کر کے اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی حدیث کے مخالف ہیں۔

جبکہ اصل فتوی یہی ہے کہ جو جانور سے بدکاری کرے اس کی سزا قتل نہیں بلکہ اس پہ تعزیر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی سنن ابو داود میں ہی ایک دوسری روایت ہے کہ:”جو جانور سے بدفعلی کرے اس پہ کوئی حد نہیں“۔غیر مقلدین کے مشہور محقق زبیر علی زئی کے نزدیک بھی آدمی پہ حد یا تعزیر ہے لیکن جانور کو قتل کیا جائے (سنن ابو داؤد، جلد 4 صفحہ 406)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے علاوہ خود غیر مقلدین کے اکابر علما نواب صدیق حسن خان اور عبد الرحمان مبارکپوری کے نزدیک بھی جانور سے بدفعلی کی سزا قتل نہیں بلکہ تعزیر ہے اور اس پہ کوئی حد نہیں۔

(بحوالہ فقہ الحدیث، جلد 2 صفحہ 617،617، عمران ایوب لاہوری)

عبد الرحمان مبارکپوری نے بھی تحفۃ الاحوذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ جانور سے مد فعلی پہ کوئی حد نہیں ہے اور ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ مذہب بہت سے فقہا کا، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، امام احمدؒ کا ہے اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی، کتاب الحدود)

تو جب یہ مذہب احناف کے ساتھ ساتھ بہت سے فقہا کا ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنیوالے پہ حد نہیں ہے تو پھر صرف احناف پہ اور دیوبندیوں پہ اعتراض کرنا غیر مقلدین کے حسد اور بغض کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر حنفی دیوبندی اس مسئلہ میں قتل نہ کرنے پہ حدیث کے مخالف ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر نواب صدیق حسن خان، عبدالرحمان مبارکپوری اور زبیر علی زئی بھی حدیث کے مخالف ہوئے تو غیر مقلدین کو چاہیئے کہ ان پہ بھی حدیث کی مخالفت کا فتوی لگا ئیں۔

(اعتراض ۲۶۱): مُردہ بچے کا جنازہ اور فقہ حنفی پہ غیر مقلدین کے جاہلانہ اعتراض کا جواب

غیر مقلدین کے علامہ بدیع الدین راشدی صاحب نے ہدایہ کے حوالہ سے فقہ حنفی پہ اعتراض کیا ہے کہ فقہ حنفی میں جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور اس کی آواز نہ آئے تو اس کو بنی آدم کے احترام کی وجہ سے صف کپڑے میں لپیٹا جائیگا اور اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ (فقہ و حدیث، صفحہ 149) اور ان کا دعوی ہے کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ میں حدیث نبوی ﷺ سے استدلال کیا ہے اور غیر مقلد عالم نے ہدایہ کی مکمل عبارت نقل نہیں کی بلکہ ادھوری عبارت نقل کی۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ:

''بچہ پیدا ہو کر اگر روئے تو اسکا نام رکھا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ روئے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے اور نہ روئے تو نہ پڑھا جائے کیونکہ رونا زندگی کی علامت ہے اسلئے اس کے حق میں میت کی سنت محقق ہوئی اور جو نہ روئے اس کو بنی آدم کے احترام کی وجہ سے صف کپڑے میں لپیٹا جائیگا اور اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اس حدیث کی بنا پہ جو میں نے روایت کی''۔ (ہدایہ، فصل فی صلوٰۃ المیت)

احناف کا یہ مسئلہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر ہے۔ صاحب ہدایہ نے پہلے حدیث بیان کی اور مسئلہ لکھنے کے بعد واضح بیان کیا کہ اس حدیث کی بناء پہ جو میں نے روایت کی ہے لیکن غیر مقلد عالم نے ہدایہ سے آدھی عبارت نقل کی اور باقی عبارت چھوڑ دی جس میں حدیث کا حوالہ تھا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بچہ (پیدائش کے وقت) زندگی کے آثار پائے جائیں، تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور وہ وارث بھی ہوگا''۔

(وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ الجنائز ۴۳ (۱۰۳۲)، سنن الدارمی/ الفرائض ۴۷ (۳۱۶۸) (صحیح) (تراجع الألبانی: رقم: ۲۳۶ قال الشیخ الألبانی: صحیح) اور ترمذی میں الفاظ ہیں: جب بچہ (پیدائش کے وقت) زندگی کے آثار نہ پائے جائیں، تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

تو احناف کا یہ مسئلہ بھی حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور اس کو حدیث کے مخالف کہنا غیر مقلدین کی جہالت ہے۔ اگر اس کے باوجود غیر مقلدین کا یہی کہنا ہے کہ احناف کا یہ مسئلہ حدیث کے مخالف ہے تو ان کو چاہیے کہ احناف کے ساتھ ساتھ اپنے علماء ثناء اللہ امرتسریؒ اور عبداللہ روپڑی پہ بھی حدیث کی مخالفت کا فتوی صادر فرمادیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ: ''حدیث شریف میں ہے کہ جو بچہ ماں کے پیٹ سے نکل کر آواز دے کر مرے اس کا جنازہ پڑھا جائے جو اتنا بھی نہ ہو اس کو یونہی دفن کر دیا جائے''۔

(فتاوی ثنائیہ/2/52) تو غیر مقلدین کے شیخ الاسلام بھی وہی فتوی دے رہے ہیں جو احناف کا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے محدث عبداللہ روپڑی جابر رضی اللہ کی حدیث کو ہی استدلال بنایا ہے اور ساتھ ساتھ علامہ شوکانی کا بھی حوالہ دیا ہے کہ:

”نیل الاوطار میں ہے۔ وَيَدُلُّ عَلٰى اِعْتِبَارِ الْاِسْتِهْلَالِ حَدِيْثُ جَابِرٍ عِنْدَ التِّرْمَذِيِّ وَالنِّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيِّ بِلَفْظِ اِذَا اسْتَهَلَّ السِّقْطُ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوَرِثَ (نیل الاوطار ص ۳ ص ۲۸۰) (یعنی آواز کے شرط ہونے پر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے جس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور بیہقی نے روایت کیا ہے، اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب کچھ بچہ آواز کرے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے، اور وہ وارث ہوبھی ہوگا)۔ اس روایت کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ:

”مگر بعض اور احادیث سے اس کی تاکید ہوتی ہے، اس لیے یہ لائق استدلال ہوگی“۔

اور فتویٰ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

”(ترجیح اسی کو ہے کہ جب زندہ باہر نکلے تو، تب نماز جنازہ وغیرہ ہونی چاہیے، ورنہ نہیں چنانچہ اوپر کی روایت سے واضح ہو چکا ہے، تفصیل، نیل الاوطار وغیرہ میں ملاحظہ ہو“۔ (فتاویٰ اہل حدیث جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۴۵۲)

تو غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور محدث روپڑی صاحب کا بھی وہی فتوی ہے جو احناف کا ہے تو اُمید ہے کہ غیر مقلدین اپنے ان اکابر علماء پہ بھی حدیث کی مخالفت کا فتوی صادر کریں گے۔

(اعتراض ۲۶۲): فقہ حنفی میں دعائے قنوت کے الفاظ اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف جو دعائے قنوت پڑھتے ہیں وہ کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ قنوت دعا ہے جو مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف کتابوں میں مروی ہے۔

احناف جو دعائے قنوت پڑھتے ہیں:

ا للهم إنّا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتو كل عليك ونثني عليك الخير نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك بالكفار ملحق

یہ ان الفاظ کے ساتھ اور تھوڑے سے مختلف الفاظ کے ساتھ ”نورالدین علی بن سلطان محمد الھروی کی فتح باب العنایہ 1 / 323 میں، سراج الدین عمر ابی حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی کی ”البدر المنیر 4 / 370 میں، المغنی ابن قدامہ 1 / 786، المراسیل ابی داوٗد 104، قیام الیل المروزیؒ 322، الطحاوي في شرح معاني الآثار 1 / 249، ابن أبي شيبة في ”مصنف (2 / 315) وعبد الرزاق في ”مصنف (4969) الدر اللح امفي شرح غرلالآح ام (1 / 113) ن اي المرافي شرح دي أبن العماص: 619) وغیرہ میں موجود ہے۔

ملا خسروؒ لکھتے ہیں:

اللهم إنا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونتوب إليك ونؤمن بك ونتو كل عليك ونثني عليك

الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم إياك نعبد ولك نصلى ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك الجد بالكفار ملحق۔

(الدر ※ في شرح ※ ام (1 / 113)

المراسيل مع الأسانيد لأبي داود « مراسيل أبي داود « باب: من الصلاة ※ « ※ ※ ※ يل ※ يل

[تخريج][شوا※ د][أطراف][الأسانيد] رقم الحديث :79

(حديث مرفوع) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْقَاهِرِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: "بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى مُضَرَ، إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيلُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنِ اسْكُتْ، فَسَكَتَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا، وَلا لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً، وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا: لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ سورة آل عمران آية 128 "، قَالَ: ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ: " اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ، وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْضَعُ لَكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَكْفُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجَدَّ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ "

عن عبيد بن عمير، قال سمعت عمر يقنت فى الفجر يقول: "بسم الله الرحمن الرحيم اللهم إنا نستعينك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير، ولا نكفرك, ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم اللهم إياك نعبد ولك نصلى ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك الجد بالكافرين ملحق اللهم عذب كفرة أهل الكتاب الذين يصدون عن سبيلك"

روا※ ابن أبي شيب ※ والطحاوي في شرح معاني الآثار 1 / 249.

فصح عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: " سَمِعْتُ عُمَرَ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ يَقُولُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلاَ نَكْفُرُكَ.

ثُمَّ قَرَأَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ، اللَّهُمَّ عَذِّبْ كَفَرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ".

روا※ ابن أبي شيب ※ في "مصنف ※" (2 / 315) وعبد الرزاق في "مصنف ※" (4969)

الدعوات ※ للبيهقي ※ في باب القول والدعاء في قنوت الوتر...

※ يل ※ يل

[تخريج][شوا※ د][أطراف][الأسانيد]

رقم الحديث :364

(حدیث مرفوع) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ، حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ ، قَالَ : قُرِءَ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ ، أَخْبَرَكَ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ ، قَالَ : بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى مُضَرَ إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنِ اسْكُتْ ، فَسَكَتَ ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا وَلَا لَعَّانًا ، وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ : " اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ ، وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ ، وَنَخْضَعُ لَكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَكْفُرُكَ ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجِدَّ ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ " ، وَرُوِّينَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَنَتَ بِذَلِكَ .

(الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار للحازمي «مِنْ كِتَابِ الْأَذَانِ «بَابٌ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ

اطالتقل※یل التخفا※یل

[تخریج][شوا※د][أطراف][الأسانید]

رقم الحدیث:143

(حدیث مرفوع) قَرَأْتُ عَلَى أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْخَالِقِ بْنِ هِبَةِ اللَّهِ بْنِ الْقَاسِمِ ، أَخْبَرَكَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْبَنَّاءِ ، أَنْبَأَ الْغَنَائِمِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَنَا اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَسَدِيُّ ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْعَبْدِ ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ ، قَالَ : " بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوا عَلَى مُضَرَ ، إِذْ جَاءَ جِبْرِيلُ ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنِ اسْكُتْ ، فَسَكَتَ ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا ، وَلَا لَعَّانًا ، وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً ، وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ سورة آل عمران آية 128 ، قَالَ : ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ ، وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ ، وَنَخْضَعُ لَكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ كَفَرَكَ ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ ، نَرْجُوا رَحْمَتَكَ ، وَنَخَافُ عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ " . هَذَا مُرْسَلٌ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْمَرَاسِيلِ وَهُوَ حَسَنٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ .

(المدون※ل※بر※ال※لأنس» كِتَابُ الصَّلَاةِ « الْقُنُوتُ فِي الصُّبْحِ وَالدُّعَاءُ فِي الصَّلَاةِ...

اطالتقل※یل التخفا※یل

[تخریج][شوا※د][أطراف][الأسانید]

رقم الحدیث:106

(حدیث مرفوع) قَالَ ابْنُ وَهْبٍ ، عن مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ، عن عَبْدِ الْقَاهِرِ ، عن خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ ، قَالَ : " بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى مُضَرَ إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيلُ ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنِ اسْكُتْ فَسَكَتَ ، فَقَالَ :

يَا مُحَمَّدُ, إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا وَلَا لَعَّانًا ، وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ، قَالَ : ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ : " اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ ، وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ ، وَنَخْنَعُ لَكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَكْفُرُكَ , اللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ , وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ, نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجِدَّ, إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ ".

وإذا أراد أن يقنت كبر ورفع يديه وقنت فيقول اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم إياك نعبد ولك نصلى ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك بالكفار ملحق- التوضيح فى شرح مقدمة الصلاة لأبي الليث السمرقندى

اللهم إنا نستعينك، ونستغفرك، ونؤمن بك، ونتوكل عليك، ونثنى عليك الخير, نشكرك ولا نكفرك، ونخلع ونترك من يفجرك، اللهم إياك نعبد، ولك نصلى ونسجد، وإليك نسعى ونحفد، نرجو رحمتك. ونخشى عذابك، إن عذابك بالكفار ملحق- جامع الرموز (204/1) ايج- ايم سعيد كمبنى

ثم إن الدعاء المشهور عند أبي حنيفة اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم إياك نعبد ولك نصلى ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك بالكفار ملحق - البحر الرائق (43/2) رشيدية

ثم القنوت الذى اختاره علماؤنا: »اللهم إنا نستعينك، ونستغفرك، ونؤمن بك، ونتوكل عليك، ونثنى عليك الخير، نشكرك ولا نكفرك، ونخلع ونترك من يفجرك، اللهم إياك نعبد، ولك نصلى ونسجد، وإليك نسعى ونحفد، نرجو رحمتك. ونخشى عذابك، إن عذابك بالكفار ملحق« -فتح باب العناية (323/1) دار الأرقم

ويقول فى القنوت: ((اللهم إنا نستعينك ونستهديك، ونستغفرك ونتوب إليك، ونؤمن بك ونتوكل عليك، ونثنى عليك الخير كله، نشكرك ولا نكفرك، ونخلع ونترك من يفجرك، اللهم إياك نعبد، ولك نصلى ونسجد، وإليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك، إن عذابك الجد بالكفار ملحق)) - نهاية المراد فى شرح هدية أبن العماد ص:619 دار البيروتى

اللهم إنا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونتوب إليك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك الله إياك نعبد ولك نصلى ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك إن عذابك الجد بالكفار ملحق وصلى الله على سيدنا النبى وآله وسلم - نور الإيضاح ونور الإيضاح ونجاة الأرواح (ص 60) دار الحكمة

(ثم قنت)، ويسن الدعاء المشهور، وهو: "اللهم إنا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونتوب إليك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثني عليك الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك، اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد، وإليك نسعى ونحفد، نرجو رحمتك ونخشى عذابك، إن عذابك، الجد بالكفار ملحق - اللباب في شرح الكتاب (39/1) دار الكتاب العربي

غیر مقلدین کے علامہ رئیس ندوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ:

''خلفائے راشدین وتر کے قنوت میں اللهم انا نستعينك والی دعا بھی پڑھتے تھے''۔

(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز، 646، 647)

باقی غیر مقلدین کا یہ سوال کہ بعینہ وہی الفاظ کسی حدیث یا فقہ کی کتاب میں سے دکھاؤ بھی ان کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔

غیر مقلدین کے صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ﷺ میں جو دعا نقل کی وہ یہ ہے

"اللهمَّ اهدِني فيمن هديتَ وعافِني فيمن عافيتَ وتولَّني فيمن تولَّيتَ وبارِكْ لي فيما أعطيتَ وقِني شرَّ ما قضيتَ إنك تَقضي ولا يُقضى عليك وإنه لا يَذِلُّ من واليتَ ولا يعِزُّ من عاديتَ تباركتَ ربَّنا وتعاليتَ،نستغفرك ونتوب اليك،و صلى الله على النبى"

یہی دعا غیر مقلدین کے عبداللہ محدث روپڑی نے ''تعلیم الصلوٰۃ 65، 66'' پر اور ابراہیم میر سیالکوٹی نے ''ریاض الحسنات 67'' پر نقل کی ہے۔

ہم نے تو احناف کی دعائے قنوت ثابت کر دی لیکن غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ جیسا ان کا سوال تھا ایسے ہی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ حدیث یا فقہ کی کسی کتاب سے یہ قنوت ثابت کر دیں جو ان کے تین بڑے علماء اپنی کتابوں میں لکھ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ کچھ غیر مقلد علماء نے تسلیم کیا ہے کہ غیر مقلدین کے اس دعائے قنوت میں کچھ الفاظ علماء کا اضافہ ہیں لیکن جیسا سوال غیر مقلدین کرتے ہیں ویسے ہی ان کو چاہیے کہ بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ اپنا دعائے قنوت ثابت کریں۔ شکریہ،

(اعتراض ۲۶۳): کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرنے سے روزہ کا ٹوٹنا اور فقہ حنفی پہ اعتراض کا جواب

کچھ غیر مقلدین نے فقہ حنفی پہ یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرنے، یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرنے سے فقہ حنفی میں روزہ نہیں ٹوٹے گا حالانکہ غیر مقلدین کا یہ ترجمہ غلط ہے۔ فقہ حنفی میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہے۔

فقہ حنفی کی عبارت میں لکھا ہے کہ کہ کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرنے، یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرے تو کفارہ نہیں ہے۔ جبکہ غیر مقلدین نے کفارہ نہیں ہونے کا یہ ترجمہ کیا کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا جو کہ غلط ہے۔

ہدایہ کے غیر مقلد مترجم سید امیر علی نے اپنے ترجمہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ احناف کے ہاں روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اسکا کفارہ

نہیں ہے بلکہ روزہ کی قضا ہے کیونکہ کفارہ قضائے شہوت سے ہوتا ہے۔(عین الھدایہ،صفحہ 1125)

سعودیہ کے فتاوی لجنہ دائمہ میں بھی رمضان میں جانور سے بدفعلی کرنے کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ:

''مذکورہ آدمی پر جس دن میں اس عظیم گناہ کا وقوع ہوا ہے اس کی قضاء واجب ہے، اور قضاء میں تاخیر کی وجہ سے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا ساتھ ہی اللہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم''۔

(جلد 9 صفحہ 259،مجموعہ دوم) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز،عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ،صالح فوزان

تو سعودیہ دائمہ کمیٹی نے بھی جانور سے بدفعلی سے صرف روزہ کی قضا کا حکم دیا ہے لیکن کفارہ کا حکم نہیں دیا تو کیا غیر مقلدین سعودیہ کے علماء پہ فتوی لگانا پسند فرمائیں گے؟؟

http//:alifta.com/Fatawa/fatawaChapters.aspx?languagename=ur&

View=Page&PageID=13804&PageNo=1&BookID=3

اس کے علاوہ یہی فتوی غیر مقلدین کے امام اہلحدیث نواب وحید الزماں کا بھی ہے کہ یعنی اس پر روزہ کا کفارہ نہیں ہے جو کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرے،یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرے۔۔

(نزل الابرار،صفحہ 231،کنز الحقائق صفحہ 48)

اس کے علاوہ خود غیر مقلدین کے نزدیک کفارہ صرف مباشرت اور ہمبستری میں ہے۔اگر مباشرت اور ہم بستری کے علاوہ بوسہ وکنار،یا مشت زنی سے یا کسی بھی طرح انزال ہوجائے تو اس پہ کوئی کفارہ نہیں ہے۔(بحوالہ فقہ الحدیث،جلد 1 صفحہ 723،722)

غیر مقلدین کا دعوی صرف قرآن وحدیث پہ عمل کرنے کا ہے تو غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت کردیں کہ جو کسی چوپایہ سے جماع کرے یا کسی مردہ عورت سے جماع کرے،یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرے تو اس کو روزہ کی قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا؟؟ حالانکہ خود غیر مقلد عالم امیر علی نے ہدایہ کے ترجمہ میں اس کی وضاحت کی اور غیر مقلد امام اہلحدیث علامہ وحید الزماں کا بھی یہی فتوی تھا۔اور غیر مقلد عمران ایوب لاہوری کے نزدیک مباشرت کے علاوہ کسی بھی طرح انزال ہونے سے کوئی کفارہ نہیں ہے تو غیر مقلد کیا اپنے علماء پہ بھی یہی فتوی لگائیں گے جو احناف پہ لگاتے ہیں؟

(اعتراض ۲۶۴): فقہ حنفی میں کتے کے جھوٹے برتن کو تین بار دھونا اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلد اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کے لئے سات مرتبہ دھویا جائے۔لیکن احناف کے نزدیک برتن کو ۳ بار دھونا ہی کافی ہے۔ بولئے یہ حدیث کی مخالفت ہے یا نہیں؟ اس کے لئے غیر مقلدین نے ھدایہ کا سکین دیا لیکن اپنی عادت کے مطابق ادھوری بات نقل کی۔ ہدایہ میں اس عبارت کے بعد واضح لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔ ہدایہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے استدلال کیا جارہا ہے جس کو غیر مقلدین نے نقل نہیں کیا اور ادھوری عبارت نقل کرکے احناف پہ حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا۔

کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے سے متعلق احادیث مختلف آئی ہیں۔ بخاری و مسلم کی بعض احادیث میں ساتھ مرتبہ دھونے کا حکم ہے اور مٹی سے مانجھنے کا حکم نہیں۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ساتھ بار دھونے کا حکم ہے اور پہلی بار مٹی سے مانجھنے کا حکم بھی۔

صحیح مسلم۔ جلد:۱/ پہلا پارہ/ حدیث نمبر: 649/ حدیث مرفوع

۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ۔

649۔ عبید اللہ بن معاذ، شعبہ، ابوتیاح، مطرف بن عبد اللہ، ابن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا پھر فرمایا ان لوگوں کو کیا ضرورت ہے اور کیا حال ہے کتوں کا، پھر شکاری کتے اور بکریوں کی نگرانی کے لئے کتے کی اجازت دے دی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈال جائے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ مٹی کے ساتھ اس کو مانجھو۔

ابو داؤد حدیث نمبر ۷۳ اور دارقطنی حدیث نمبر ۱۸۳ میں سات بار دھونے کا حکم ہے اور ساتویں بار مٹی سے مانجھنے کا حکم بھی۔ سات بار دھونے اور پہلی یا آخری بار مٹی سے مانجھنے سے متعلق احادیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن حضرت عبد اللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں میں آٹھ بار دھونے اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھنے کا حکم بھی ہے۔

پھر حضرت ابوہریرہ کا اپنا موقف بھی یہ تھا کہ تین بار دھویا جائے۔ جیسا کہ حافظ الحدیث ابن عدی نے الکامل، میں حضرت ابوہریرہ سے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈال دے تو اس میں جو کچھ ہے گرا دو اور برتن کو ۳ بار دھوؤ۔

أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي " الْكَامِلِ " عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الْكَرَابِيسِيِّ ثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ ثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُهْرِقْهُ وَلْيَغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے تو تین بار دھونا چاہئے''۔ (دارقطنی حدیث نمبر ۱۹۳، ۱۹۴)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَهْرِقْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۹۷ میں حضرت عطا ابن یسار کا فتویٰ موجود ہے، انہوں نے بھی 3، 5 یا 7 مرتبہ دھونے کی اجازت دی ہے۔

عبد الرزاق عن ابن جريج قال : قلت لعطاء : كم يغسل الاناء الذى يلغ فيه الكلب ؟ قال : كل ذلك سمعت، سبعا، وخمسا، وثلاث مرات.

معمر رح جو کہ صحیح مسلم کی سات مرتبہ دھونے کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے امام زہری سے کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ 3 مرتبہ دھویا جائے''۔

(مصنف عبد الرزاق، جلد 1 صفحہ 97)

عبد الرزاق عن معمر قال: سألت الزهرى عن الكلب يلغ فى الاناء قال: يغسل ثلاث مرات

اگر ۳ مرتبہ دھونے کی حدیث موجود نہ ہوتی اور سات بار دھونے کی حدیث ہوتی تو اعتراض کسی حد تک درست ہوتا کہ تین بار دھونے کی بات حدیث سے ٹکراتی ہے۔ جب ۳ بار دھونے کی حدیث بھی موجود ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ جس سے سات بار دھونے کی حدیث مروی ہے خود انہیں سے تین بار دھونے کی حدیث بھی مروی ہے بلکہ خود انہیں کا فتویٰ تین بار دھونے کا ہے تو پتہ چلا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وقت تھا جب کہ حضور اکرم ﷺ نے شروع شروع میں کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جب شکاری اور حفاظت کے کتے رکھنے کی اجازت دی تو کتے کے لئے جھوٹے برتن کو دھونے کے مسئلے میں تین بار دھونے کا حکم دے کہ حکم میں آسانی پیدا فرمادی۔ ورنہ حضرت ابو ہریرہ جیسے صحابی رسول سے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ حضور کی حدیث میں سات بار دھونے کا حکم ہو اور وہ از خود تین بار دھونے کو کافی سمجھیں۔

اگر صرف سات مرتبہ دھونا واجب ہو تو حضرت عبد اللہ ابن مغفل کی روایت کا کیا جواب ہوگا جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا لوگوں کو کتوں سے کیا لینا دینا ہے؟ پھر بعد میں آپ نے شکاری اور حفاظتی کتے رکھنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات بار دھوؤ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو (صحیح مسلم)

اب مسلم کی اس روایت سے تو آٹھ مرتبہ کا حکم بھی آگیا تو آپ کس پہ عمل کریں گے؟

اس کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ساتھ امام مالکؒ کا فتویٰ بھی تین مرتبہ دھونے کا ہی ہے جس کا اعتراف فتاوی علمائے حدیث میں موجود ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث، 1 / 25)

جیسا کہ فتاوی علمائے حدیث کے حوالہ سے ثابت ہوا کہ امام مالکؒ کا فتویٰ بھی تین بار دھونے کا ہے تو غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ وہ امام مالکؒ کے خلاف بھی حدیث کی مخالفت کا فتویٰ لگائیں؟ تو ثابت ہوا کہ احناف کا یہ مسئلہ بھی حدیث سے ثابت ہے اور غیر مقلدین کا احناف کو اس مسئلہ میں حدیث کا مخالف کہنا غلط ہے۔

(اعتراض ۲۶۵): غیر مقلدین کا فقہ حنفی پر ایک اعتراض ہے کہ نابالغ لڑکی سے جماع پر غسل واجب نہیں جب تک انزال نہ ہو

احناف کا فتویٰ بھی یہی کہ کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے بھلے انزال ہو یا نہ ہو جیسا کہ ہدایہ میں موجود ہے۔

لیکن غیر مقلدین کو شاید یہ معلوم نہیں کہ ان کے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی بغیر نزول منی غسل واجب نہیں اور امام بخاریؒ نے یہ مسئلہ مختلف احادیث میں تطبیق دینے کے بعد کہا۔ (اہلحدیث امرتسر، 17 جون 1938)

امام اہلحدیث نواب وحید الزماں لکھتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک عاقل مرد عورت جماع کریں، انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں۔

(نزل الابرار ج1 ص23،24)

اس کے علاوہ غیر مقلدین کے عمران ایوب لاہوری صاحب امام شوکانی کی کتاب الدرالبہیہ کے ترجمہ وتحقیق میں لکھتے ہیں کہ:

''جمہور کے موقف کے خلاف حضرت ابوسعید خدری، زید بن خالد، سعد بن ابی وقاص، حضرت معاذ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت علی رضی اللہ عنہم، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور ظاہریہ کا موقف یہ ہے کہ غسل صرف انزال کی صورت میں ہی واجب ہوتا ہے اور ان کا مؤقف حدیث کی بناء پر ہے لیکن جمہور کا مذہب راجح ہے''۔

(فقہ الحدیث،1 / 235،236)

تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ امام بخاریؒ، اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وہی فتوی لگائیں جو وہ احناف پر لگاتے ہیں۔

(اعتراض ۲۶۶): کپڑے نہ ہونے پر ننگا نماز پڑھنا اور بہشتی زیور پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین نے مولانا تھانویؒ کی کتاب بہشتی زیور پر اعتراض کیا ہے کہ مولانا تھانوی کے نزدیک ننگا ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن عادت سے مجبور ہو کر ادھوری بات نقل کی،

مولانا تھانویؒ نے ایک مسئلہ بیان کیا کہا گر سارا کپڑا نجس ہو تو ننگی نماز پڑھنے سے اس نجس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔۔اگر کپڑے نہ ہوں تو ننگی نماز پڑھے اور اس جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور بیٹھ کر پڑھے۔۔یہ مسئلہ آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے ثابت ہے۔صرف مسئلہ لکھنے پر اور بیان کرنے پر اعتراض ہے تو پھر یہ اعتراض امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق پر بھی آئے گا جنہوں نے یہی مسئلہ بیان کیا۔یہی فتوی حسن بصری رح جو جلیل القدر تابعی، فقیہ اور محدث تھے ان کا بھی ہے۔

حدثنا يزيد بن هارون، عن هشام، عن الحسن، في القوم تنكسر بهم السفينة فيخرجون عراة كيف يصلون؟ قال: جلوسا وإمامهم وسطهم ويسجدون ويغضون أبصارهم

(مصنف ابن ابی شیبہ)

امام ابن ابی شیبہؒ نے باب باندھا ''لوگوں کے پاس کپڑے نہ ہوں اور نماز کا ٹائم ہو تو کیا کریں'' امام عبدالرزاق نے تو باب تک باندھا ''برہنہ شخص کا نماز ادا کرنا'' ننگا نماز پڑھنے کا ذکر امام عبدالرزاق نے ابن عباس رض اور علیؓ سے بھی نقل کیا ہے۔

اب ان پر اعتراض کرو کہ ابن ابی شیبہ نے تابعین سے اور امام عبدالرزاق نے تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے یہی مسئلہ کیوں نقل کیا؟؟؟ کیا کوئی غیر مقلد امام ابن ابی شیبہؒ اور امام عبدالرزاقؒ پر اعتراض کرے گا کہ انہوں نے ننگا نماز پڑھنے کا ذکر حدیث کی کتب میں کیوں کیا؟

غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان تو لکھتے ہیں کہ:

''عورت تنہا اور دوسری عورتوں کے درمیان، شوہر کے ساتھ یا دوسرے محارم کے ساتھ بلکل برہنہ ہو کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے''۔

(بدورالاہلہ،39)

اب تو غیر مقلدین کے نواب صاحب نے عورت کے ننگی ہو کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دے دیا تو کیا کسی غیر مقلد میں جرآت ہے کہ وہ اپنے نواب صاحب کے خلاف وہی فتوی صادر فرمائیں جو مولانا تھانویؒ کے خلاف صادر کیا تھا؟؟

(اعتراض ۲۶۷): مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا

غیر مقلدین احناف پر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف کے نزدیک مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا جبکہ یہ احناف کا مفتی بہا مسئلہ نہیں ہے۔ ہدایہ میں وضاحت موجود ہے کہ: ''مشت زنی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضا ہوگی''۔ غیر مقلد مترجم امیر علی نے عین الہدایہ میں اس کی وضاحت کی کہ احناف کے نزدیک یہ حرام ہے۔ جبکہ دوسری طرف خود غیر مقلدین کے مستند ومعتبر علماء کے نزدیک ہم بستری کے علاوہ کسی بھی چیز سے انزال ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ ان کے نزدیک ہمبستری کے علاوہ ہر چیز حلال ہے، مشت زنی سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو مفسد قرار نہیں دیا۔ ان کے امام شوکانی نے اثر عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا اور غیر مقلد مترجم نے وضاحت کی کہ ابن حزم، البانی، امیر صنعانی، اور شوکانی کا یہی موقف تھا کہ مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فقہ الحدیث،723/ 724)

احناف پر اعتراض کرنے والے غیر مقلد اپنے ان اکابرین کے بارے میں کچھ عرض کریں گے جن کے نزدیک ہمبستری کے علاوہ ہر چیز یعنی مشت زنی بھی حلال ہے؟

(اعتراض ۲۶۸): بغیر انزال غسل کا واجب ہونا اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ احناف کے مسائل کا من مانا ترجمہ کرکے اور من مانا مطلب اخذ کرکے مذاق اڑاتے ہیں لیکن وہ اپنے علماء کی کتابیں پڑھنا بھول جاتے ہیں۔۔ ایسے ہی ایک مسئلہ ہے بغیر شہوت کے منی کے خارج ہونے پر غسل کے واجب ہونا۔ اس میں علماء کا بلکہ بقول غیر مقلد علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اختلاف رہا ہے۔ فقہ حنفی میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے اور اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس پر غیر مقلدین جاہلانہ اعتراض کرکے مذاق اڑاتے ہیں۔۔ امام ابو حنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک منی کا شہوت کے ساتھ روانہ ہونا لیکن شہوت کے بغیر اخراج ہونے پر غسل واجب ہوتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا لیکن احناف کا احتیاط موقف غسل کے واجب ہونے کا ہی ہے جس کو کبھی غیر مقلد نقل نہیں کرتے۔۔ جس صفحہ پر غیر مقلدین اعتراض کرکے اپنی جہالت دکھا رہے ہیں اسی صفحہ پر واضح لکھا ہے کہ واجب ہونے میں ہی احتیاط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی جائے کہ احناف کا مؤقف بھی حدیث نبوی ﷺ پر مبنی ہے۔ ابو داؤد شریف میں بغیر شہوت کے غسل واجب نہ ہونے پر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے اور اس کی تحقیق وتخریج مشہور غیر مقلد زبیر زئی نے کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حدیث کی تشریح میں غیر مقلد مترجم لکھتے ہیں:

''منی وہ مادہ ہوتا ہے جو انزال کے وقت تیزی سے اچھل کر باہر آتا ہے۔۔ اگر منی میں ''زور سے اچھلنے کی کیفیت'' نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا''۔ (ابو داؤد، حدیث 206)

یہاں اس مسئلہ کو حدیث نبوی ﷺ سے غیر مقلدین کے اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ شہوت سے منی خارج ہونے پر غسل واجب ہونے کا فتوی صالح العثیمین، شیخ صالح المنجد اور عبد اللہ روپڑی کا بھی ہے جہاں واضح لکھا ہے کہ شہوت سے منی خارج ہو تو غسل واجب

ہوتا ہے لیکن اپنے اکابرین کے ان حوالوں پر کبھی یہ غیر مقلد بات نہیں کریں گے اور نہ ان کا مذاق اڑائیں گے۔

(فتاوی ارکان اسلام، 217 / فتاوی اہلحدیث، جلد 1، 253 / فتوی صالح المنجد، فتوی نمبر 93027)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے تو امام بخاریؒ کا موقف یہی نقل کیا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(مجلہ الحدیث، 17 جون 1938)

امام شوکانی نے اپنی کتاب الدرالبہیہ میں جس کی تحقیق و تخریج غیر مقلدین نے کی ہے کئی صحابہ کرام جن میں امیر المومنین حضرت علی، ابو سعید خدری، سعد بن ابی وقاص، وغیرہ کا یہ مؤقف بیان کیا ہے کہ انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا۔

(فقہ الحدیث، 235)

غیر مقلدین جو احناف کے مسئلہ پر مذاق اڑا رہے ہیں کیا ان میں ہمت ہے کہ وہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑا سکیں جن کا مؤقف غیر مقلدین کے خلاف ہے؟؟ کیا غیر مقلدین میں ہمت ہے کہ وہ اپنے ان اکابر علماء کے ان فتووں کا مذاق اڑا سکیں جن کا موقف یہی ہے کہ بغیر شہوت کے منی خارج ہونے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(اعتراض ۲۶۹): حنفی بڑے گستاخ ہیں جو اپنی کتاب ”ہ دایہ“ کو قرآن کے برابر جانتے ہیں

وسوس※= حنفی بڑے گستاخ ہیں جو اپنی کتاب ”ہ دایہ“ کو قرآن کے برابر جانتے ہیں۔

یہ وسوسہ ب※ ی فرقہ جدید نام نہاد ا※ ل حدیث کے جہلاء نے کافی مشہور کیا ہ ے اور اپنی کتب و رسائل میں اس وسوسہ کو برابر لکھتے چلے جار※ ے ہیں اور عوام الناس کو ب※ ی گمرا※ کرنے کے لیئے یہ وسوسہ سناتے اور پڑ※ اتے ہیں۔

اس وسوسہ کے استعمال کا طریقہ عام طور پر اس طرح ہوتا ہ ے کہ پہلے عوام کو باور کراتے ہیں کہ دیکھو یہ حنفی کتنے گستاخ ہیں کہ اپنی فقہ کی کتاب ”ہ دایہ“ کے بارے میں یہ نظریہ رک※ تے ہیں کہ یہ بالکل قرآن کی طرح ہ ے، اور و※ شعر سناتے ہیں جو ”ہ دایہ“ کے بارے میں مشہور ہے، حکیم صادق سیالکوٹی نے ایک کتاب ”سبیل الرسول“ لکھی، جس میں فقہ حنفی کے خلاف بہتان طرازی و تہمت بازی و کذب و خیانت کے عجیب کرتب دک※ ائے، اسی کتاب ”سبیل الرسول“ میں حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ، جس طرح قرآن کے بعد اصح الکتب صحیح بخاری و مسلم ہے، اسی طرح احناف میں ہ دایہ کا درجہ ہ ے ہ دایہ میں لکھا ہ ے ان الھدایۃ کالقرآن کہ ہ دایہ مثل قرآن کے ہ ے۔ (سبیل الرسول ص 228)

اب حکیم صاحب نے تو یہ بات لکھ دی لیکن ہ دایہ میں کہاں لکھا ہ ے؟ کون سی جلد میں لکھا ہ ے؟ کون سے صفحہ پر لکھا ہ ے؟ کچھ پتہ نہیں کہاں لکھا ہ ے؟ اس لیئے حکیم صاحب نے بھی کوئی صفحہ و جلد کی نشاندہی نہیں کی۔ کیونکہ فقہ حنفی یا احناف کے خلاف کچھ لکھنے بولنے کے لیئے سچ وجھوٹ غلط و صحیح میں کوئی امتیاز ضروری نہیں ہے، بلکہ جو جیسا بھی کسی نے لکھ دیا یا بول دیا سب بسر و چشم قبول ہے، اور ان کو بھی پتہ ہ ے کہ اس قسم کے جھوٹ کو جن لوگوں پر پہنچنا ہ ے و※ سب بھی مجہول بہ جہل مرکب ہیں۔ کون پوچھے گا کہ ہ دایہ کی اصل کتاب و صفحہ دک※ اؤ، بس آنکھیں بند کر کے بات مان لیں گے اور پھر اس بات کو ادھر ادھر اڑاتے رہیں گے، اور اپنے زعم میں بہت خوش ہوں گے کہ ہم نے بڑا کمال کر دیا، اس فرقہ جدید میں شامل عوام کا یہی حال ہ ے، اللہ تعالی صحیح سمجھ دے۔

لہذا ہ م یہ بصد ادب کہتے ہیں کہ کوئی بھی نام نہاد ا※ ل حدیث ہمیں یہ عبارت ہ دایہ میں دکھلا دے، یہ عبارت کہاں ہے؟ صفحہ و جلد کا حوالہ

دیں؟

اور حکیم صاحب نے یہ بھی لکھا کہ (قرآن کے بعد اصح الکتب صحیح بخاری ومسلم ہے) اب یہ کہ کر تقلید کی شاہرا※ پر اتر گئے، کیونکہ حکیم صاحب اور اس کی فرقہ کا اصول یہ ہے کہ صرف اطیعوا الله واطیعوا الرسول، اب ہمیں یہ پوچھنے کا حق ہے کہ اللہ ورسول نے بخاری ومسلم کو اصح الکتب بعد القرآن کہاں فرمایا ہے؟ کسی ضعیف حدیث کا حوالہ ہی دیا جائے تو ※ بھی منظور ہے، اللہ تعالی عوام مسلمانوں کو صحیح سمجھ دے اور ان ہ ساوس سے محفوظ ک※ ے

فرقہ جدید نام ا※ ل حدیث کے ایک مولوی داود خان امرتسری اپنے رسالہ (المسح علی الجوربین) میں" ہ دایہ" کے بارے میں لکھا کہ:

"یہ حوالہ اس مقدس کتاب کا ہے جسے غالی حنفی قرآن پاک کے برابر جانتے ہیں، الهداية كالقرآن قد نسخت ... ما صنفوا قبلها في الشرح من كتب ہدایہ قرآن پاک کی طرح ہے، اس نے شریعت کی سابقہ کتابوں کو منسوخ کر دیا ہ ے (العیاذ باللہ) کیا اب بھی ہ دایہ شریف کو ماننے سے انکار ہو سکتا ہ ے ہدید ※ باید"۔ (صفحہ 15)

اس وسوسہ کو میں نے ان کے کئی رسائل میں پڑھا ※ ے، اور ان کی زبانی کئی مرتبہ سنا ہے، کذب وفریب وخیانت آج کل فرقہ جدید کے ابناء میں بکثرت سرایت کیئے ہوئے ہیں، اب پہلی بات تو یہ ہ ے کہ کوئی حنفی بھی ہ دایہ کو قرآن کے برابر کہنا تو درکنار یہ خیال تک بھی نہیں لا سکتا، ہ دایہ تو ہ دایہ قرآن تو مرتبہ و درجہ میں حدیث سے بھی پہلے ہے، لہذا ایک تو یہ صریح جھوٹ و بہتان ہو گیا احناف کے اوپر، لیکن یا تو فرقہ جدیدہ نام ا※ ل حدیث کے علمبرداروں کو کبھی جھوٹ و بہتان وتہمت بازی کی مذمت وشناعت میں وارد احادیث مبارکہ پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا یا پھر ان کا مقصد اپنے نام ا※ ل حدیث سے فقط یہ ہ ے کہ چند فروعی اختلافی مسائل میں کچھ احادیث یاد کر لیں، بس اسی کا نام عمل بالحدیث ہ ے، فو اسفا※۔

اور دوسرا اس شعر کا ترجمہ بھی پورا نہیں کیا، مکمل ترجمہ اس طرح ہ ے کہ

"بے شک ہ دایہ نے ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا جن کو فقہاء وعلماء نے اس سے قبل تصنیف وتالیف کیا، جیسے قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر کے ان سے بے نیاز کر دیا"۔

نام نہاد ا※ ل حدیث صاحب نے اس شعر میں موجود لفظ (صنفوا) کا ترجمہ اڑا دیا۔ صنفوا، تصنیف سے ہے، اسی طرح اس شعر میں (ألفوا) کا لفظ بھی ملتا ہ ے۔

اب قرآن مجید تو کسی تصنیف وتالیف نہیں ہ ے بلکہ قرآن وحی الٰہی مُنزل من اللہ ہ ے، تو معلوم ہ وا کہ شعر میں جو (صنفوا) ہ ے کا لفظ یہ صاف بتار※ اہ ے کہ مراد اس سے مراد" ہ دایہ" کی برتری کا اظہار ہ ے دیگر کتب فقہ پر کیونکہ کتب فقہ سب تصنیفات وتالیفات ہیں، اور قرآن کسی کی تصنیف نہیں بلکہ وحی الٰہی ہ ے، قرآن کی برابری یا ہرگز مراد نہیں ہ ے۔

اور جہاں تک تعلق ہ ے کتاب" ہ دای※" کے مرتبہ ومقام کا تو ا※ ل علم خوب جانتے ہیں، اللہ تعالی نے اس کتاب کو عظیم مقبولیت سے نوازا، عالم اسلام کا کوئی علمی مکتبہ ایسا نہیں جہاں" ہ دای※" نہ ہ و، أئم※ ك بارفق※ اء محدثین ومفسرین ومحققین علماء امت نے اس عظیم کتاب سے فیض ونفع حاصل کیا، اور شروع دن سے لے کر آج تک مقبول ومحمود ہ ے، سینکڑوں کی تعداد میں علماء امت نے اس کے شروحات وحواشی لکھے، ذیل میں اس عظیم کتاب کی چند شروحات کا تذکر※ کروں گا جو علماء اسلام نے لکھی ہیں، باقی کتاب" ہ دای※" سے متعلق تفصیلی بحث کا یہ موقع نہیں ہ ے،

صرف ایک جھلک آپ درج ذیل کتب کو دیکھیں جو اس عظیم کتاب کی شرح وتشریح میں لکھے گئے ہیں جو بذات خود ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے، صرف ان کتابوں کو ہی جمع کرلیا جائے تو ایک بڑا کتب خانہ تیار ہوجائے۔

ه داي ※نئے وحواشي

1. البناي ※في شرح ال※ داي ※نبدر الدين محمود بن أحمد بن موس ※أبي محمد العيني المصري ت 855ه ،

2. التوشيح : سراج الدين عمر بن اسحاق الغزنوي ت : 773ه (قال ابن عابدين في حاشيت ※※※ 2 / 483 وفي بعض النسخ التشريح ، وبعض ※التوشيح ※ التوشيح ※

3. الدراي ※شرح ال※ داي ※معين الدين ال※ روي بن عبد الله محمد بن مبار ※شا ※ت 954و ※مولاس ※ين شارح ال※ نز

4. شرح ال※ داي ※أحمد بن سليمان بن لك مال باشا ※ن ※ي ※ تمل ك خا※ ابن عابدين في مقدم ※حاشيت ※1 / 104

5. شرح ال※ داي ※: قاضي القضا ※شمس الدين محمد بن عثمان بن أبي الحسن المعروف بالحريري، ت: 728ه ※ر ※ابن عابدين في سال ※رسم المفتي

6. العناي ※: للمحقق أ※ مل الدين محمد بن محمود بن أحمد البابرتي ت: 786ه ※ومن أفضل شروح ال※ داي ※قال عن ※حاجي خليف ※(وقد أحسن في ※ وأجاد ※ وشرح جليل معتبر في البلاد الرومي ※) وقد وصف ※ال※ نوي بأن ※إمام محقق مدقق متبحر حافظ ضابط لم تر الأعين في وقت ※ مثل ※)

7. غاي ※البيان ونادر ※الأقران: أمير ك اتب بن أمير عمر بن أمير غازي الاتقاني ت: 758ه اعتن ※في ※تحرير المذ ※ب مع الاستدلال والترجيح وقد وصف ※ابن حجر أن ※شرح حافل ※※ك ملعت ※القرشي أن ※شرح نفيس يتسم بالطول والإتقان

8. الغاي ※شرح ال※ داي ※الش ※ يربغاي ※السروجي أحمد بن ابرا※يم بن عبد الغني ت 710ه و※ ذا الشرح لم يتم بل وصل في ※ال※ باب الأيمان ※※

9. فتح القدير: ك مال الدين بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن ال※ مام ت: 861ه ※لف ※عند تدريس ※ل داي ※※ ال※ أ※عل ※وج ※ الإتقان والتحقيق عل ※قار ※ال※ داي ※سراج الدين عمر بن علي ※ ناي وسبب تلقيب ※ب ※ ذا أن ※قرأ ال※ داي ※عل ※البابرتي عشر ※ر ※وصل في ※ال※ ك تاب ال※ ال※ تم ※بعد ※قاضي اد ※ملت ※تاب الف ※او ※ن متن الشروح برع ※ا

10. الفوائد الحميدي ※: للعلام ※علي بن محمد بن علي حميد الدين الرامشي الضرير ت: 666ه

11. ال※ فاي ※شرح ال※ داي ※جلال الدين الخوارزمي ال※ رلاي علماء القرن الثامن

12. معراج الدراي ※ال※ شرح ال※ داي ※قوام الدين محمد بن محمد بن أحمد البخاري ال※ ا※ ي ت ※※ 749ه ول ※عيون المذا※ ب

13. الن※ اي ※شرح ال※ داي ※الحسين بن علي بن حجاج بن علي حسام الدين السغناقي ت ※※ 710ه ※ أول شرح ل※ داي ※ول ※شرح التم ※يد في قواعد التوحيد وال※ افي

14. ن ※ اي ※ال ※ فاي محمد ※بيد الله المحبوبي مختصر ※ داي ※المسم ※بالوقاي ※

15. ال※ افي في شرح الوافي: عبد الله بن أحمد حافظ الدين النسفي و※ وشرح للوافي وال※ داي ※معلت 710ه

16.شرح ل※ داي※ السيد الشريف الجرجاني علي بن محمد بن علي الجرجاني ت816ھ

17.شرح ل※ داي※ ابرا※يم بن علي بن عبد الحق الواسطي ت744ھ ضمن ※ الآثار ومذا※ ب السلف※※※

18.حاشي※ عل※ ال※ داي※ جلال الدين عمر بن محمد الخبازي الخجندي ت671ھ ي※ مل※ أ※ مل※ محمد بن أحمد القونوي سما※ ت※ مل※ الفوائد، ول※ المغني في أصول الفق※

19.حاشي※ عل※ ال※ داي※ أبي الحسنات ل※ نوي

20..ن※ اي※ ال※ اي※ أبو الفضل محمد بن محمد الشقفي الحلبي المعروف بابن الشحن※ ت890※※

21.مقدم※ ال※ داي※ أبو الحسنات محمد بن عبد الحي ل※ نوي ل※ ندي ت1304ھ في※ جا ل※ داي※ جعل※ ا※ يا※ مذيل※ الدراي※

22..مختصر شرح السغناقي عل※ ال※ داي※ أحمد بن الحسن بن الزر※ شي ت738ھ

23.شرح ل※ داي※ حسام الدين※ ر※ بن عابدين في حاشيت※ ل※ ش※ ور※ لم اقف عل※ اسم المؤلف املا

24.شرح ل※ داي※ عبد العزيز بن أحمد البخاري شرح※ ال※ ا※ ن※ ا※ ماعل※ شرح البزدوي شرح الأخسي※ ثي

25.ال※ فاي※ مختصل※ داي※ علي ※ ال※ مالي※ شرح ل※ داي※ 750※※ مل※ بن※ جمال الدين من جيث وقل※※

26.خلاص※ ال※ اي※ محمود بن أحمد القونوي اختصر في※ شرح ل※ داي※ للسغناقي※ التقرير في مختصر التجريد البغي※ الاعجاز

27.خلاص※ ال※ اي※ في※ فوائد ال※ داي※ لمعلاء الدين أبي القاسم محمود بن عبد الله بن صاعد المروزي ت606ھ

28.شرح ل※ داي※ نجم الدين أبي الطا※ اسحاق بن علي بن يحيي ※ الحنفي ت711※※※ حاشي※ الدين مشحون ※ الفوائد النفيس※※※

29.شرح ل※ داي※ أحمد بن حسن التبريزي الجاربردي الشافعي ت744※ ز※ ر※ العراقي تبع※ حاجي خليف※※※

30.ال※ اي※ عل※ ال※ داي※ محي الدين أبي محمد عبد القادر بن محمد القرشي الحنفي※※ صاحب الجوا※ المضي※ ت775※※

31.التنبي عل※ ش※ لا※ ت ل※ داي※ لا※ بن أبي العز 792※※

32.شرح ل※ داي※ تقي الدين أبي ب※ بن محمد الحصني الشافعي ت829ھ

33.شرح ل※ داي※ شرف الدين يعقوب بن ادريس بن عبد الله الرومي الحنفي ال※ ش※ ور※ يعقوب ت833 عل※ ا※ ز※ ر※ حاجي خليف※ فيما قال※ سماعيل باشا※ 844※※

34.حاشي※ عل※ ال※ داي※ جلال الدين محمد بن أحمد المدعو مولانا زاد※ الخطائي ت※※ 859※※

35.شرح ل※ داي※ علي بن محمد بن محمد ال※ ش※ ور※ مصنف※ ال※ روي الرازي ت※※ 875 شرح ل※ داي※ مختصر※ الوقاي※ قاي※ الرواي※ محمود بن أحمد المحبوبي)※

36.شرح ال※ داي※ لسان الدين يوسف بن خير الدين خضر ب※ بن جلال الدين الرومي المعروف بخوج※ باشا ت:891※ مل※ وأ※ مل※ ※ مصطف※ المتوف※ 1039※※

37.حواشي عل※ ال※ داي※ حميد الدين بن أفضل الدين الحنفي المفتي ت908※※

38.حاشي ※ عل ※ ال ※ داي ※ ابن الشحن ※ مصلح الدين مصطف ※ ابن شعبان السروري ت962ه ※ ل ※ شرح فيعل ※ ك تاب الجمال ※ داي ※

39.شرح ال ※ داي ※ لأبي الخير أحمد بن مصطف ※ ابن خليل الحنفي المعروف بطاش ※ ※ بر ※ زاد ※ ت968 ※ ※

40.شرح ال ※ داي ※ علي بن قاسم المرغيناني الزيتوني ت979 ※ ※

41.شرح ال ※ داي ※ انصاري ك رتہ اد ※ محمد المرغيناني ت990 ※ ※

42.شرح ال ※ داي ※ ن ※ ريان بير ام الأنقر ※ وي مفتي الاسلام لرومي ت1001 ※ ※ ※ ※ مقد ※ عل ※ فتح القدير لابن ال ※ مام ※ ※

43.شرح ال ※ داي ※ عبدالحليم بن محمود المش ※ وربابخي زاد ※ القاضي الرومي الحنفي ت1013 ※ ※

44.شرح ال ※ داي ※ علي بن سلطان محمد القاري ال ※ روي نور الدين الفقي ※ المحدث ت1014 ※ ل ※ شرح عل ※ الوقاي ※ في مسائل ال ※ داي ※ وحاشي ※ عل ※ فتح القدير ※ ※

45.حاشي ※ السري الدين بن ابرا ※ يم الدروري المصري ت1069 ※ و ※ حلي ※ شرح ال ※ أ ※ مل ※ ※

46.تغيب اللبيب ال ※ تلخيص شرو ال ※ داي ※ ابن جروح اعلام ※ ابن ال ※ مام ※ نسب ※ حاجي خليف ※ أ ※ ※ ※

47.توجي ※ العناي ※ لجمع شروح الوقاي ※ لأبي اليمن محمد بن المحب ※ ※

48.حاشي ※ عل ※ ال ※ داي ※ ※ ※ ال ※ داي ※ ال ※ ار ※ ال ※ ※ ※ ※ ※

49.روض ※ الأخيار ※ نسب ※ حاجي خليف ※ لأحد

50.بد ※ الدراي ※ في شرح ال ※ داي ※ عبدالرحيم بن علي الآمدي ※ ※

51.شرح ال ※ داي ※ للمولی ※ لطا ※ ※

52.شرح ال ※ داي ※ حميد الدين مخلص بن عبدالله ※ ندي الد ※ لوي ※ تمل

53.العناي ※ ن ※ أ ※ ال ※ داي ※ ※ الدين أحمد يوسف الشاوتي ※ ي ※ عل ※ ال ※ داي ※ ※ ※

ہدایہ کے مختصر تعلیقات وحواشی

54.ملال ※ عل ※ داي ※ ابرا ※ يم بن احمد ※ ※ الموصلي المختصر في ※ عل ※ داي ※ 652 ※ ※

55.زوائدال ※ داي ※ عل ※ القدوري: علي بن نصر بن عمر نور الدين المش ※ وربابن السوي ت695ه ※ ز ※ دالفروع التي اشتمل علي ※ ك تاب ال ※ داي ※ اندعلا من ※ مختصر القدوري ※ ※

56.تعليق ※ عل ※ ال ※ داي ※ علي بن محمد بن الحسن القادوسي الملقب بالر ※ اي و. بمز لقان ت708 ※ ※

57.تعليقات عل ※ ال ※ داي ※ ابرا ※ يم بن علي بن أحمد الدمشقي المش ※ وربابن قاضي حصن الأ ※ راد

58.ك تاب فيما ※ مل ※ صاحب ال ※ داي ※ أحمد بن عثمان بن ابرا ※ يم الش ※ يربابن التر ※ مان ت744 ※ ※

59.الرعاي ※ في تجريد مسائل ال ※ داي ※ محمد بن عثمان بن موس ※ المعروف بابن الأقرب الم ※ ن ※ بأبي مليح ت744 ※ ※

60.ت ※ ذيب الأسماء الواقع ※ في ال ※ داي ※ والخلاص ※ عبدالقادر بن محمد القرشي صاحب الجوا ※ ت775 ※ ل ※ ※ ام ※ داي ※ ※

61. تعلیق ※ل ※ال ※ داي ※ سراج الدین عمر بن علي ال ※ نائي 829 المعروف بقار ※ الی ※ داي ※※ ※

62. سال ※ل ※ اول الط ※ ار ※ ال ※ داي ※ سفنان ناشل خضب ※ 891 ※※ ※

63. تعلیقات علی ※ال ※ داي ※ سیف الدین أحمد حفید السعد التفتازانی 906 ※※ ※

64. تعلیق ※ل ※ال ※ داي ※ ول ※ محمد علي المعروف سر ※ 981 ※※

65. تعلیق ※ مختصر ※ل ※ ك تاب البیع ※ ال ※ داي ※ ول ※ السعود 928 ول ※ ال علی ※ ك تاب الح ※ ما ※ ※ اي ※ ※

66. تعلیق ※ل ※ال ※ داي ※ ول ※ ا باداو ※ لقرمانی 944 ※※

عد ※ أصحاب البدايه ※ الن ※ اي ※ فی تحرید مسائل ال ※ داي ※ محمد بن أحمد لمش ※ وبطاش ك بر ※ زاد ※ ت 1030ه جمع المسائل وأشار ال ※ مواضع وجود ※ ان ال ※ داي ※ أو ر د بعض الشروح المحتاج الي ※ في حل ألفاظ ال ※ داي ※

67. تعلیق ※ل ※ال ※ داي ※ ول ※ محیي الدین محمد بن مصطف ※ المعروف بشیخ زاد ※ المحشي ※ ※

68. م ※ ذ ب ال ※ داي ※ جمال الأنصاري مخطوط من ※ نسخ في ال ※ تب ※ المحمودي ※ المدین ※ المنور ※ قم 2600)※

69. ان ※ ات أحقر الور ※ للسمرقندي الحمید ي مختصر ※ للسلطان محمد الفاتح ※ وصل في ※ ال ※ ك تاب الوقف

ہدایہ ※کے احادیث کی تخریج کرنے والے علماء امت

70. ال إمام العلام ※ علاء الدین علي بن عثمان المارديني المعروف بابن التر ※ مانی واستخریج ※ال ※ فاي ※ في معرف ※ أحادیث ال ※ داي ※ ※ و أوهم ※ بالي ※ تخريج أحادیث ال ※ داي ※※※

71. ال إمام الحافظ جمال الدین عبد الله بن یوسف الزیلعي ت: 762ھ و ※ تاب ※ ب الراي لأحادیث ال ※ داي ※

72. ال إمام الحافظ محیي الدین عبد القادر بن أبي الوفاء القرشي ت: 775ھ سم ※ ك تاب ※ وال ※ فاي ※ فهما ※ ن ※ شیخ ※ ماردیني لعناي ※

73. ال إمام الحافظ ش ※ اب الدین أحمد بن علي ابن حجر العسقلاني ت: 852ھ اسم ※ تاب ※ الدراي ※ في تخریج احادیث ال ※ داي ※ و مختصر لنصب الراي ※

74. ال إمام الحافظ قاسم بن قطلو بغا الجمالي ت: 879ھ اسم ※ تاب ※ ني ※ الألمعي فیما فات من تخریج احادیث ال ※ داي ※ للزیلعي ※ ※

75. محمود بن عبید الله بن صاعد علاء الدین الحارثي المروزي ت 606ھ سما ※ التنبي ※ل ※ أحادیث ال ※ داي ※ والخلاص ※ ر ※ مصلح الدین مصطف ※ ※ في تشیت ※ن ※ال ※ داي ※

اور ان کے علاو ※ علام ※ السروجي صاحب الغاي ※ اور قاضي ابرا ※ یم بن علي الدمشقي اور علام ※ البابرتي صاحب العناي ※ اور علام ※ العیني صاحب البناي ※ اور علام ※ ال ※ مال بن ال ※ مام صاحب فتح القدیر اور العلام ※ مصلح الدین مصطف ※ بن شعبان السروري رحمہم اللہ نے ب ※ ی اپنی شروحات میں احادیث ہدایہ کی تخریج ب ※ ی ہے یہ تو ایک سرسری نظر اس عظیم کتاب کی خدمت و شرح و تشریح و توضیح و بیان میں لک ※ ے گئے کتابوں کی ہے یہاں سے ایک عقل منداس کتاب کی عظمت و مرتبہ کو ب ※ ی پہچان لیتا ہے، اور اس پر مزید علماء ہند و پاک کی شروحات کو ملا لیا جائے تو صرف ہدایہ کے شروحات کی ایک طویل فہرست تیار ہو جائے۔

(اعتراض ۲۷۰): مذہب حنفی رائے اور قیاس پر مبنی ہے

یہ وسوسہ اور جھوٹ بھی بہت پھیلایا گیا اور آج تک اس فرقے کے جاہل لوگ عوام میں اس جھوٹ کو پھیلا رہے ہیں ۔فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث کی ہندوستان میں پیدائش کے بعد اس جھوٹ کو بہت فروغ دینے کی ناکام کوشش کی گئی ،الحمد للہ اس جھوٹ و وسوسہ کی ویسے بھی اہل علم کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں تھی کیونکہ علماء احناف اور فقہ حنفی کسی مخفی و پوشید※ چیز کا نام نہیں ہے اہل علم کو فقہ حنفی کا مرتبہ ومقام خوب معلوم ہے اور فقہ حنفی پر مشتمل کتب کا ایک بحر ذخائر دنیائے اسلام کے تمام کتب خانوں میں پھیلا ہوا ہے ،لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس وسوسہ کا جواب علماء احناف نے دیا ،اور اس وسوسہ کے جواب میں مفصل ومختصر کئی کتب لکھی گئی ،لیکن اس باب میں سب سے عظیم الشان انتہائی مدلل دلائل و براہین سے مزین کتاب العلامۃ المحقق ال※بیر المحدث العظیم الفقیہ الجلیل والبحاثۃ المدقق الثبت الحجۃ المفسر المحدث الاصولی البارع الادیب المؤرخ الزا※د الورع الشیخ ظفر احمد العثمانی الت※انوی الدیوبندی رحمہ اللہ نے لکھی ہے ، جس کا نام ((اِعلاءُ السنن)) ہے۔

یہ عظیم الشان کتاب اکیس (21) ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اور اس عظیم الشان کتاب کے دو مُقدمے ہیں ایک مقدمہ (قواعد فی علوم الحدیث) کے نام سے ہے جو کچھ کم پانچ سو (۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے ، جو کہ اصول حدیث وعلوم حدیث ، جرح وتعدیل کے اصول وقواعد وتعریفات ونادر تحقیقات وتشریحات اور بے مثل فوائد وفرائد کا ایک قیمتی خزانہ ہے ، دوسرا مُقدمہ اجتہاد وتقلید وتلفیق وقیاس وغیر※ اصول فقہ کے ابحاث علمیہ قیمہ پر مشتمل ہے، کتاب کی ترتیب ابواب فقہیہ پر مشتمل ہے، ابواب الط※ار※ سے لے کر آخر باب تک ہر باب مذہب احناف کے دلائل کا انبار لگا یا گیا (جزی اللہ مؤلف ※عیر الجزاءو آ※مل الجزاءو اس※ن فی الفردوس الا※ل※)

اور اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ایک عالم منصف جہاں مولف علام کے تبحر علمی کا اقرار کرے گا ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اقرار واظہار کرے گا کہ مذہب احناف دلائل و براہین کے اعتبار سے سب سے قوی ترین اور اقرب ال※ السنۃ مذہب ہے، باقی ایک جاہل متعصب شخص اگر انکار کرے تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے، یہ عظیم الشان کتاب فصیح وبلیغ عربی وعلمی زبان میں ہے، اور فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث کی آج کل کی ایڈیشن علم تو درکنار عربیت سے بھی نابلد ہیں، اور علم سے تو ان کو مس ہی نہیں ہے، اس لئے اس فرقہ جدید میں شامل لوگ بلا جھجھک حقائق کا انکار کر لیتے ہیں ۔

آخر میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فیصلہ وقول نقل کرتا ہوں جو اسی وسوسہ کو باطل کرنے کے لئے ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جس نے ابوحنیفہ یا ان کے علاو※ دیگر ائمۃ المسلمین کے متعلق یہ گمان کیا کہ و※ قیاس یا (رائے وغیر※) کی وجہ سے حدیث صحیح کی مخالفت کرتے ہیں تو اس نے خطا کی (اور ان ائمہ پر جھوٹ بولا) یا اس نے ظن وگمان سے بات کی یا خواہش نفس سے ، کیونکہ (امام اعظم) ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو ضعیف حدیث کے مقابلے میں بھی قیاس نہیں کرتے جیسے سفر میں نبیذ تمر کے ساتھ وضو والی حدیث اور نماز میں ق※ق※※ والی حدیث کے مقابلے میں (امام اعظم) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس کو چھوڑ دیا ۔الخ

علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ:

تمام اصحاب ابی حنیفہؒ کا اس بات اجماع ہے کہ مذہب ابی حنیفہؒ یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس ورائے سے اولی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک أول٭ ہے قیاس ورائے سے اور اسی پر (امام اعظم) ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مذ٭ب کی بنیاد ہے، اسی وجہ سے حدیث الق٭ق٭٭ کو (امام اعظم) ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس ورائے پر مقدم کیا اور نبیذ التمر کے ساتھ سفر میں وضو والی حدیث کو باوجود اس کے ضعیف ہونے کے قیاس ورائے پر مقدم کیا۔ الخ۔

لہذا جس مذہب میں یہ اجماعی اصول ہو کہ قیاس ورائے کے مقابلہ میں ضعیف حدیث بھی ملے تو اس پر عمل کرنا ہے اور قیاس ورائے کو چھوڑ دینا ہے۔ تو ایسے مذہب کے متعلق یہ کہنا کہ مذہب احناف رائے اور قیاس اور احادیث صحیحہ کی مخالفت پر مبنی ہے کیا یہ جھوٹ وفریب نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالی عوام الناس کو فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث میں جہلاء کے وساوس سے محفوظ رکھے، اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ دین کے معاملہ میں ان کے کسی بات پر اعتماد نہ کیا جائے تاوقتیکہ کسی اور مستند عالم سے اس کی تحقیق نہ کر لے۔

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله في مجموع الفتاوى(161/2: (ومن ظن بأبي حنيفة أو غيره من أئمة المسلمين أنهم يتعمدون مخالفة الحديث الصحيح لقياس أو غيره فقد أخطأ عليهم، وتكلم إما بظن وإما بهوى، فهذا أبو حنيفة يعمل بحديث التوضى بالنبيذ في السفر مخالفة للقياس وبحديث القهقهة في الصلاة مع مخالفته للقياس، لاعتقاده صحتهما، وإن كان أئمة الحديث لم يصحوهما.

وقد بينا هذا في رسالة: " رفع الملام عن الأئمة الأعلام " وبينا أن أحدا من أئمة الإسلام لا يخالف حديثا صحيحا بغير عذر، بل لهم نحو من عشرين عذرا، مثل أن يكون أحدهم لم يبلغه الحديث؛ أو بلغه من وجه لم يثق به، أو لم يعتقد دلالته على الحكم؛ أو اعتقد أن ذلك الدليل قد عارضه ما هو أقوى منه كالناسخ؛ أو ما يدل على الناسخ وأمثال ذلك. والأعذار يكون العالم في بعضها مصيبا، فيكون له أجران، ويكون في بعضها مخطئا بعد اجتهاده فيثاب على اجتهاده وخطؤه مغفور له؛: لقوله تعالى {رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا}. وقد ثبت في الصحيح أن الله استجاب هذا الدعاء وقال: » قد فعلت« ولأن العلماء ورثة الأنبياء۔

قال العلامة ابن حزم الظاهري : جميع أصحاب أبي حنيفة مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث أولى عنده من القياس والرأي (الإنتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، للحافظ أبي عمر يوسف بن عبدالبّر النمري القرطبي، ت463هـ، طبعة دار الكتب العلمية، بيروت)

"وقال في كتابه إحكام الإحكام : قال أبو حنيفة : الخبر الضعيف عن رسول الله ﷺ أولى من القياس ،ولا يحلّ القياس مع وجوده" (تاريخ التشريع الإسلامي)

وقال ابن القيم الجوزية في إعلام الموقعين : وأصحاب أبي حنيفة رحمه الله مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأي، وعلى ذلك بنى مذهبه كما قدّم حديث

القهقهة مع ضعفه على القياس والرأي، وقدم حديث الوضوء بنبيذ التمر في السفر مع ضعفه على الرأي والقياس .... فتقديم الحديث الضعيف وآثار الصحابة على القياس والرأي قوله وقول الإمام أحمد"(تذكرة الحفاظ. للإمام أبي عبدالله محمد بن أحمد الذهبي ت748ھ. دار الفكر العربي)

(اعتراض ۱۷۲): امام ابوحنیفہ ”عقید ※ اِرجاء“ رکھتے تھے

فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث کے بعض متعصب لوگوں نے (غني ※ الطالبين) کی اس عبارت کو لے کر امام ابوحنیفہ اور احناف کے خلاف بہت شور مچایا اور آج تک اس وسوسہ کو گردانتے چلے جا رہے ہ یں، ان ※ ی لوگوں میں پیش پیش کتاب ”حقیقت الفقہ“ کے مولف نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد عالم یوسف جے پوری بھی ہے، لہذا اس نے اپنی کتاب ”حقیقت الفقہ“ میں گمرا ※ فرقوں کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت فرقہ کا نام ”الحنفیہ“ اور پیشوا کا نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت لکھا، اور ”حنفیہ“ کو دیگر فرق ضالہ کی طرح ایک گمرا ※ فرقہ قرار دیا اور اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب (غنیۃ الطالبین) کی عبارت نقل کی۔

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب اس وسوسہ کا جواب دینے سے قبل یوسف جے پوری کی امانت و دیانت ملاحظہ کریں، اس نے اصل عبارت پیش کرنے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا اور و ※ بھی اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ذکر کیا، (غنیۃ الطالبین) کی اصل عبارت اس طرح ہے۔

أما الحنفية فهم بعض أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ماذكره البرهوتي في كتاب الشجرة۔(291)

اب (غني ※ الطالبين) کی اس عبارت کی بنیاد ایک مجہول شخص ”برہوتی“ کی مجہول کتاب ※※ تاب الشجرۃ“ پر ہے، لیکن یوسف جے پوری نے اس عبارت کا ترجمہ کرتے وقت ”ك تاب الشجر ※“ کا نام اڑا دیا جو کہ (غني ※ الطالبين) کا مآخذ ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

”یہ ”برہوتی“ کون شخص ہے؟ اور اس کی ”ك تاب الشجر ※“ کوئی مستند کتاب ہے؟“۔

حقیقت میں یہ دونوں مجہول ہیں، لیکن یوسف جے پوری چونکہ فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں جن کا یہ اصول ہے کہ ہم ہر بات صحیح و ثابت سند کے ساتھ قبول کرتے ہے ضعیف اور مجہول بات کا ہمارے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے خلاف جو بات جہاں سے جس کسی سے بھی مل جائے تو ※ سر آنکھوں پر ہے، اس کے لئے کسی دلیل ثبوت صحت سند غرض کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ”ك تاب الشجر ※“ اور اس کا مصنف ”برہوتی“ واقعی ایک معروف و معتمد آدمی ہے تو یوسف جے پوری نے اصل ”ك تاب الشجر ※“ کی عبارت مع سند کیوں ذکر نہیں کی؟

جب ایسا نہیں کیا تو اہل عقل پر واضح ہوگیا کہ یوسف جے پوری نے محض تعصب و عناد کی بنا پر جاہل عوام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

دوسری اہم بات (غنیۃ الطالبین) کی مذکور ※ بالا عبارت کو دیکھیں اس میں (بعض أصحاب أبي حنيفة) کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ کچھ حنفی اس عقید ※ کے حامل تھے، لیکن یوسف جے پوری کی امانت و دیانت کو داد دیں کہ اس نے ”بعض“ کا لفظ اڑا کر تمام احناف

کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بنا دیا۔

یوسف جے پوری لکھتا ہے کہ:

''ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدا ایں فرقہ حنفیہ کے اکثر اہل علم نے ان کو'' مرجئہ فرقہ'' میں شمار کیا ہے الخ ''۔

(حاشیہ حقیقت الفقہ ص 27)

جے پوری کی یہ بات کہ (اکثر اہل علم نے ان کو'' مرجئہ فرقہ'' میں شمار کیا ہے) یہ محض دھوکہ اور کذب و وسوسہ ہے، اس لئے اگر اکثر اہل علم نے امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہا ہے تو جے پوری نے ان اکثر اہل علم کی فہرست اور ان کے نام ذکر کرنے کی تکلیف کیوں نہیں کی؟

جو شخص امام ابوحنیفہؒ سے اس درجہ بغض و عناد رکھتا ہے کہ سب رطب و یابس غلط جھوٹ بغیر جانچ پڑتال کے اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، تعجب ہے کہ اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اکثر اہل علم نے امام ابوحنیفہ کو مرجئہ کہا ہے، لیکن اکثر اہل علم میں سے کسی ایک کا نام ذکر کرنے کی تکلیف نہیں کی۔

حافظ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر'' ارجاء'' کا الزام لگایا ہے، حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجئہ کہا گیا ہے، لیکن جس طرح امام ابوحنیفہؒ کی امامت کی وجہ سے اس میں بڑا پہلو نمایاں کیا گیا ہے دوسروں کے بارے ایسا نہیں کیا گیا، اس کے علاو ※ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہؒ سے حسد و بغض رکھتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے امام ابوحنیفہؒ کا دامن بالکل پاک تھا، اور ان کے بارے نامناسب اور بے بنیاد باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

(دیکھیے جامع بیان العلم وفضل ※ لابن عبد البر ص 431)

ارجاء کا معنیٰ اور حقیقت

ارجاء کا لغت عرب میں معنیٰ ہے'' الأمل والخوف والتأخير وإعطاء الرجاء والإمهال'' تاخیر اور مہلت دینا اور خوف اور امید۔ علامہ عبد الکریم شہرستانی اپنی کتاب (الملل والنحل) میں فرماتے ہیں کہ ارجاء کے دو معنیٰ ہیں۔

1. تاخیر کرنا جیسا کہ قول باری تعالیٰ'' قالوا أرجه وأخاه'' (ان ※ وں نے کہا کہ موسیٰ اور ان کے ب ※ ائی کو مہلت دے) یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیئے اور ان کو مہلت دینا چاہیئے۔

2. والثاني: إعطاء الرجاء. دوسرا معنیٰ ہے امید دلانا (یعنی محض ایمان پر کلی نجات کی امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گنا ※ و معاصی کچھ مضر نہیں ہیں۔

3. اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ بھی ہے کہ کبیر ※ گنا ※ کے مرتکب کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔

4. اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔

(الملل والنحل، الفصل الخامس اَلمرجئ ※)

ارجاء کے معنی ومفہوم میں چونکہ" التأخیر" بھی شامل ہے، اس لئے جوحضرات ائمہؒ گناہگار کے بارے میں توقف اور خاموشی سے کام لیتے ہیں، اور دنیامیں اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ اس کا معاملہ آخرت پر چھوڑتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے خوا※ اس کو معاف کرے اور جنت میں داخل کردے، یاسزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے، یہ سب" مرجئہ" ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے امام اعظمؒ اور دیگر ائمہ ومحدثین کو" مرجئہ" کہا گیا۔

علامہ ملاعلی قاری نے (شرح فقہ اکبر) میں یہی بات لکھتے ہیں:

ثم اعلم أن القُونَوِيَّ ذَكَرَ أَنَّ أبا حنيفة كان يُسَمَّى مُرجِئاً لتأخيره أمرَ صاحبِ الكبيرة إلى مشيئة الله، والإرجاء التأخير. انتهى

(منح الروض الأز※ في شرح الفق※الأ※ بر ص 67)

جاننا چاہئیے کہ علامہ قونوی نے ذکرکیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کوبھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ مرتکب کبیر※ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پرموقوف رکھتے تھے، اور" ارجاء" کے معنی ومفہوم موخر کرنے کے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقید※ قرآن وحدیث کی تصریحات وتعلیمات کے خلاف ہے؟؟ یا صریح نصوص آیات واحادیث سے امام ابوحنیفہ کے اس عقید※ کی تائید وتصدیق ہوتی ہے، اور تمام اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے۔

مرجئہ فرقہ کا عقید※

علامہ ملاعلی قاری (شرح فقہ الاکبر ص 104) پر فرماتے ہیں کہ:

"مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ" قدریہ سے جداایک فرقہ ہے جن کا عقید※ ہے کہ ایمان کے آنے کے بعد انسان کے لیئے کوئی گنا※ مضر نہیں ہے جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی مفید نہیں ہے اور ان (مرجئہ) کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کسی کبیر※ گنا※ پر اس کو کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا، پس اس ارجاء (یعنی مرجئہ اہل بدعت کا ارجاء) اور اُس ارجاء (یعنی امام اعظم اور دیگر ائمہ کا ارجاء) میں کیا نسبت؟"۔

یوسف جے پوری لکھتا ہے کہ:

"چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقید※ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقید※ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے"۔

(حاشیہ حقیقت الفقہ ص 72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے فقہ ا※ بر ※※ عبارت ملاحظہ کریں

ولا نقول ان المؤمن لا يضره الذنوب ولا نقول انه لا يدخل النار فيها ولا نقول انه يخلد فيها وان كان فاسقا بعد ان يخرج من الدنيا مؤمنا ولا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة

(شرح ك تاب الفقہ الا※ بر ص 108)

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گنا※ مضر نہیں، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں

کہ و※ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر چہ فاسق ہو جب کہ و※ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں اور تمام گنا※ معاف ہیں جیسا مرجئہ کا عقید※ ہے۔

اب یوسف جے پوری کی بات ((جو عقید※ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقید※ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے)) کو دیکھیں اور" شرح فقہ اکبر" کی مذکور※ بالا عبارت پڑھیں، اس میں مرجئہ کا رد و مخالفت ہے یا موافقت؟؟

یوسف جے پوری لکھتا ہے کہ:

"علامہ شہرستانی نے (کتاب الملل والنحل) میں بھی رجال المرجئہ میں حماد بن ابی سلیمان اور ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرھم کو درج کیا ہے، اسی طرح غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے"۔

(حاشیہ حقیقت الفقہ ص72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بھی دھوکہ وخیانت پر مبنی ہے یا پھر (کتاب الملل والنحل) کی عبارت پڑھنے میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے علامہ شہرستانی سے سنیے:

ومن العجيب ان غسان كان يحكى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب كذالك عليه ولعمری كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة

(الملل والنحل الفصل الخامس الغساني※)

تعجب کی بات ہے کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی اپنے مذہب کو امام ابوحنیفہؒ کی طرح ظاہر کرتا اور شمار کرتا تھا، اور امام ابوحنیفہؒ کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا غالبا یہ جھوٹ ہے، مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم کہ ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کو تو" مرجئ※ السن※" کہا جاتا تھا۔

اب آپ یوسف جے پوری کی عبارت پڑ※ یں اور علامہ شہرستانی کی اصل عبارت اور ترجمہ دیکھ لیں، یہ نام نہاد اہل حدیث امام صاحب پر اس طرح جھوٹ وخیانت، دھوکہ وفریب کے ساتھ طعن وتشنیع کرتے ہیں، حاصل یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں جو کچھ لکھا ہے اس کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور جو کچھ ہاتھ کی صفائی سے یوسف جے پوری نے دکھائی و※ بھی آپ نے ملاحظہ کرلی۔

ایک دوسری اہم بات بھی ملاحظہ کریں و※ یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے کئی جگہ امام ابوحنیفہؒ کے اقوال بھی نقل کئے اور ان کو امام کے لقب سے یاد کیا، مثلا ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تارک صلو※ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وقال الإمام أبو حيفة لا يقتل

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اب اگر شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک امام ابوحنیفہ" مرجئہ مبتدعہ ضالہ" میں سے ہوتے تو پھر ان کو" الإمام" کے لقب سے کیوں ذکر کرتے ہیں؟

اور مسائل شرعیہ میں امام ابوحنیفہ کے اقوال کیوں ذکر کرتے ہیں؟ ((میزان الاعتدال)) و ((تہذیب ال※ مال)) و ((تہذیب التہذیب)) اور ((تقریب التہذیب)) وغیر※ رجال کی کتابوں میں ایسے بہت سے رواۃ کے حق میں" ارجاء" کا طعن والزام لگایا گیا،

مثلاً اس طرح کے الفاظ استعمال کیے گئے:

رُمِیَ بالإرجاء، کان مرجئاً ،" وغیرہ

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب" تدریبُ الراوی" میں بخاری ومسلم کے ان راویوں کے اسماء کی پوری فہرست پیش کی ہے جن کو" مرجئہ" کہا گیا۔

امام الحافظ الذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قلتُ: الإرجاءُ مذهبٌ لعدةٍ من جِلَّة العلماء، ولا ينبغي التحاملُ على قائله

(المیزان ج3 ص163 فی ترجم ×" مسعر بن × دام)

میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ" ارجاء" تو بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور اس مذہب کے قائل پر کوئی مواخذ × نہیں کرنا چاہیئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک" ارجاء" فرقہ مبتدعہ ضالہ مرجئہ کا ہے اور ایک" ارجاء" ائمہ اہل سنت کا قول ہے، جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں گذر گئی ہے۔

آخری بات فرقہ اہل حدیث کے مستند عالم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی بات نقل کرکے بات ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں کہ:

''اس موقع پر اس شبہ کا حل نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہؒ کو بھی رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے حالانکہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ تقوی اور تورع پر گذری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں، بے شک بعض مصنفین نے (اللہ ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ، اور امام حسن بن زیادؒ کو رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے، جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے''۔

(تاریخ اہل حدیث، ارجاء اور امام ابوحنیفہ ص77)

اسی کتاب میں (ص93) پر لکھتے ہیں کہ: ''بعض لوگوں کو حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے آپ نے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ علیہ کو مرجیئوں میں شمار کیا ہے، سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید نواب صاحب مرحوم کے حوالے سے دیتے ہیں''۔

اس کے بعد مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے بانی فرقہ اہل حدیث نواب صدیق حسن صاحب کا کلام ان کی کتاب (دلیل الطالب) سے ذکر کیا، اور پھر اس ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ: '' حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے؟؟''۔

(اعتراض ۲۷۲): فقہ حنفی میں خون اور پیشاب کے ساتھ سورۃ فاتحہ لکھنا جائز ہے۔

متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ردالمحتار میں ہے:

لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ جَازَ لِلِاسْتِشْفَاءِ، وَبِالْبَوْلِ أَيْضًا

(ردالمحتار لابن عابدین: ج 1 ص 406 مطلب فی التداوی بالمحرم)

ترجمہ: اگر کسی کی نکسیر جاری ہوئی اور اس نے اس خون سے اپنی پیشانی اور ناک پر فاتحہ لکھ لی تو شفاء کے حصول کے لیے یہ جائز ہے، اسی طرح پیشاب کے ساتھ بھی ایسا کرنا جائز ہے۔

جواب:

مذہب حنفیہ میں بغیر طہارت قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں۔

لا یجوز لِمُحْدِثٍ اداءُ الصلاۃِ لفقدِ شرطِ جوازِها و هو الوضوء.... ولا مسُّ مُصْحَفٍ من غیرِ غلافٍ عندنا.

(بدائع الصنائع: ج 1 ص 140 مطلب فی مس المصحف، الدرالمختار: ج 1 ص 197 کتاب الطہارۃ)

ترجمہ: بغیر وضوء آدمی کے لیے نماز ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ وضوء کی شرط نہیں پائی گئی اور بغیر غلاف کے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔

جب حنفیہ اتنی احتیاط کرتے ہیں تو ان کے ہاں خون یا پیشاب سے-معاذ اللہ-قرآن لکھنا کیسے جائز ہوگا؟؟

ضابطہ:

امور محرمہ از قسم اقوال و افعال بحالت اکراہ و اجبار اور بوقت مخمصہ و اضطرار قابل مواخذہ نہیں رہتے، حق عمل میں حرمت مبدّل بحلت ہو جاتی ہے جب کہ حق اعتقاد میں حرمت بدستور برقرار رہتی ہے۔

اقوال کی مثال:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(سورۃ النحل: 106)

ترجمہ: جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے-وہ نہیں جسے زبردستی (کلمہ کفر کہنے پر) مجبور کر دیا گیا ہو جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا ہو-تو ایسے لوگوں پر اللہ کی جانب سے غضب نازل ہوگا اور ان کے لیے زبردست عذاب تیار ہے۔

افعال کی مثال:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(سورۃ البقرۃ: 173)

ترجمہ: اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ

وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں ”اکل حرام“ عملاً حلال ہے، دلیل اس کی ﴿فَلَا إِثْمَ﴾ ہے، اور اعتقاداً حرام ہے، دلیل اس کی ﴿غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ہے کیونکہ مغفرت گناہ کے بعد ہی ہوتی ہے۔

اصل عبارت:

علامہ ابن عابدین شامی نے الدر المختار لعلاء الدین الحصکفی کی جس عبارت کی شرح کی ہے، وہ اصل عبارت یہ ہے:

أُخْتُلِفَ فِي التَّدَاوِي بِالْمُحَرَّمِ وَظَاهِرُ الْمَذْهَبِ الْمَنْعُ

(الدر المختار: ج1 ص405 ص406 کتاب الطہارۃ)

ترجمہ: حرام چیزوں سے علاج کرنے میں اختلاف ہے، حنفیہ کا ظاہر مذہب (یعنی امام صاحب کا قول) یہ ہے کہ حرام اشیاء سے علاج کرنا منع ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے ”النہایۃ شرح الہدایۃ لحسام الدین السغناقی“ کے حوالے سے لکھا ہے:

فَفِي النِّهَايَةِ عَنِ الذَّخِيرَةِ يَجُوزُ إِنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً وَلَمْ يَعْلَمْ دَوَاءً آخَرَ.

(رد المحتار: ج1 ص405 مطلب فی التداوی بالمحرم)

ترجمہ: ”نہایہ“ میں ”ذخیرہ“ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ (تداوی بالمحرم کی گنجائش اس وقت ہے کہ) اگر حرام میں شفاء کا علم (یعنی یقین) ہو اور اس کے علاوہ اسے کوئی دوا معلوم نہ ہو۔

اعتراض:

دونوں اقوال میں تعارض ہے کہ پہلے قول سے منع ثابت ہو رہا ہے اور دوسرے سے جواز۔

جواب:

قولِ اول (عدمِ جواز) حالتِ اختیار کا ہے جب کہ قولِ ثانی (جواز) حالت اضطرار کا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی خود اس عبارت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَظَاهِرُ الْمَذْهَبِ الْمَنْعُ) مَحْمُولٌ عَلَى الْمَظْنُونِ كَمَا عَلِمْتَهُ.

(رد المحتار: ج1 ص406 مطلب فی التداوی بالمحرم)

کہ تداوی بالمحرم اس صورت میں منع ہے جب اس میں شفاء مظنون وموہوم ہو (یقینی نہ ہو)

اعتراض:

قول اول یعنی قول امام اعظم رحمہ اللہ اگرچہ قول ثانی کا مخالف نہیں لیکن حدیث کے تو خلاف ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج10 ص5 باب النہی عن التداوی بالمسکر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں شفاء نہیں رکھی جن کو تم پر حرام قرار دیا ہے۔

جواب:

تعارض کے لیے وحدات ثمانیہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں

وحدتِ موضوع ومحمول ومکاں

وحدتِ شرط و اضافت، جزء وکل

قوت وفعل است درآخر زماں

ان میں ایک "وحدت زمان" بھی ہے جو یہاں نہیں ہے، کیونکہ حدیث حالتِ اختیار کے لیے ہے اور قولِ امام حالت اضطرار میں ہے۔ مثال: کوئی کہے کہ علاج نہیں کرانا چاہیے اور مراد ہو زمانہ صحت، دوسرا کہے علاج کرانا چاہیے اور مراد ہو زمانہ مرض، تو اس میں کیا تعارض ہے!

اعتراض:

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام دوا میں مطلقاً شفاء نہیں جب کہ مذہبِ امام میں حرام کا بحالت اختیار استعمال کرنا ناجائز مگر بحالت اضطرار استعمال کرنا جائز ہے، تو ایک صورت تو پھر بھی مخالف حدیث ہوگئی۔

جواب:

بحالتِ اضطرار وہ چیز حرام رہتی ہی نہیں بلکہ حلال ہو جاتی ہے۔ اس موقف کے مطابق حکمِ خداوندی ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ پر بھی عمل ہو گیا اور "إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ" حدیث پر بھی۔

یہ ہے فقاہتِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، اور یہی مصداق ہے اس حدیث کا:

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"

(صحیح البخاری: ج1 ص16 باب من یرد اللہ بہ خیرا)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

اصل مسئلہ:

وَكَذَا اخْتَارَهُ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِي التَّجْنِيسِ فَقَالَ: لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ جَازَ لِلِاسْتِشْفَاءِ، وَبِالْبَوْلِ أَيْضًا إِنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً لَا بَأْسَ بِهِ، لَكِنْ لَمْ يُنْقَلْ

اصل میں "إِنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً" شرط اور "لَا بَأْسَ بِهِ" جزا ہے اور شرط علم جب منتفی ہے تو جزاء "لَا بَأْسَ بِهِ" خود بخود منتفی

ہوگئی کیونکہ ضابطہ ہے کہ مقدم اور تالی (یعنی شرط وجزا) میں نسبت تساوی کی ہوتو سلب مقدم سلب تالی کو مستلزم ہوتا ہے، جیسے"إنْ کانت الشمسُ طالعۃً فالنھارُ موجودلکنَّ الشمسُ لیستْ بطالعۃٍ"لہٰذا نتیجہ یہ ہوگا:"فالنھارُ لیس بموجودٍ"

اعتراض:

شرط"إنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً " ہے اور نفی اس کی نہیں، بلکہ نفی"يُنْقَل " کی ہے اور وہ شرط نہیں۔

جواب:

کتابت بالدم کا"موجب شفاء ہونا یا نہ ہونا" نہ عقلاً معلوم ہوسکتا ہے نہ طباً کیونکہ فن طب میں ادویات کی تاثیر سے بحث ہوتی ہے نہ کہ عملیات کی تاثیر سے۔اگر اس کا"موجب شفاء ہونا یا نہ ہونا" شرعاً ہوگا تو وہ منقول نہیں۔جب منقول نہیں تو معلوم بھی نہیں۔اور یہاں علم سے مرادعلمِ شرعی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ فقہاء اس کا جائز ہونا نہیں بلکہ حرام ہونا ثابت کررہے ہیں، اب بھی اگر کوئی ان پر اعتراض کرتا ہے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی " لا تَقْرَبُوا الصَّلاۃَ" تو پڑھے مگر" وَأَنْتُمْ سُکَارٰی " کو چھوڑ دے، یا"لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ " تو پڑھے مگر"إنْ کَانَ " کو چھوڑ دے۔

فائدہ:

غیر مقلدین کو یہ اعتراض ویسے بھی نہیں ہونا چاہے کیونکہ ان کے مذہب میں تو منی، خون، شرمگاہ کی رطوبت اور شراب پاک ہے۔

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

والمنی طاھر وغسلہ وفرك الیابس منہ ازکیٰ واولیٰ وکذلك الدمُ غیرُ دم الحیض ورطوبۃُ الفرج والخمرُ وبولُ الحیوانات غیرَ الخنزیر.

(کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق: ص16)

ترجمہ: منی پاک ہے، اسے دھونا اور خشک کو کھرچنا بہتر ہے۔اسی طرح حیض کے خون کے علاوہ دیگر خون، عورت کی شرمگاہ کی رطوبت، شراب اور خنزیر کے علاوہ دیگر جانوروں کا پیشاب بھی پاک ہے۔

حتیٰ کہ کتے کا پیشاب اور پاخانہ بھی نجس نہیں:

وکذالك فی بول الکلب وخزاءہ والحق انہ لا دلیل علی النجاسۃ

(نزل الابرار: ص50)

ترجمہ: اور بے وضو قرآن چھونا بھی جائز ہے۔

محدث را مس مصحف جائز باشد۔

(عرف الجادی از نواب میر نور الحسن خان: ص15)

ترجمہ: بے وضو آدمی کے لیے قرآن مجید کو چھونا جائز ہے۔

(اعتراض ۲۷۳): صحابیہ رسول ﷺ بی بی فاطمہؓ کی توہین

تمہارے شیخ الہند کی تقاریر میں لکھا ہے کہ: ”حنفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ کوسکنی اس لئے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں“۔
(تقاریر شیخ الہند ص ۱۳۳)

جواب:

اصل مسئلہ یہ ہے کہ:

کہ تین طلاق سے مغلظہ عورت جب عدت میں ہو تو آیا اس کے لیے اس کے طلاق دینے والے شوہر پر رہائش ونفقہ لازم ہے؟

احناف کے ہاں اس کے لیے رہائش ونفقہ (خرچہ وغیرہ) لازم ہے۔امام شافعیؒ کے ہاں اس کے لیے رہائش لازم ہے نفقہ نہیں رہائش ونفقہ دونوں لازم ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی مسلک ہے جیسا کہ آگے آئے گا، جبکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے نہ رہائش مقرر کی نہ نفقہ۔

اس کا جواب اہل علم یہ دیتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے:

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ

ترجمہ: اے نبیؐ، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُنہیں اُن کی عدت کے لیے طلاق دیا کرو اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے (زمانہ عدت میں) نہ تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں،* الا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں۔

یہاں پر صریح برائی سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں غیر مقلد مولوی عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم لکھتے ہیں:

قال ابن عباس: الفاحشة المبينة بذاءتها على أهل زوجها. فيحل إخراجها لسوء خلقها
(تحفۃ الاحوذی، ج ۴، ص ۱۳۴)

شیخ عبدالرحمن مبارکپوری صاحبؒ نے صریح برائی کی ایک تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کہ: اپنے سسرال والوں کے ساتھ بدکلامی کرے۔پس اسی صورت اس کا گھر سے نکالنا جائز ہوگا۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال الشافعي إنما جعلنا لها السكنى بكتاب الله قال الله تعالىٰ:

لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة قالوا هو البذاء أن تبذو على أهلها واعتل بأن فاطمة بنت قيس لم يجعل لها النبي صلى الله عليه وسلم السكنى لما كانت تبذو على أهلها
(جامع الترمذی)

یعنی امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مطلقہ عورت کے لیے رہائش اللہ کے کتاب کی وجہ سے مقرر کیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: نہ تم

اُنہیں اُن کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں،الایہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں ۔علماء نے کہا ہے: کہ صریح برائی سے مراد بدزبانی ہے کہ وہ عورت اپنے سسرال والوں کے ساتھ بدزبانی کرے اور امام شافعی نے یہ وجہ بیان کی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اس لیے رہائش مقرر نہیں کی کیونکہ وہ اپنے اہل پر بدزبانی کیا کرتی تھیں۔

لو جی: یہاں پر امام ترمذی نے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قرار دیا ہے۔لیکن غیر مقلدین کو اعتراض صرف احناف پر ہے۔

نیز ابوداؤد شریف میں ہے:

2294 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، فِي خُرُوجِ فَاطِمَةَ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ

(السجستاني، أبو داود، سنن أبي داود، ۲۸۸/۲)

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ فاطمہ کے گھر سے نکلنے کا سبب اس کی بدخلقی تھی۔

2296 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدُفِعْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فَقُلْتُ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طُلِّقَتْ فَخَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: »تِلْكَ امْرَأَةٌ فَتَنَتِ النَّاسَ، إِنَّهَا كَانَتْ لَسِنَةً، فَوُضِعَتْ عَلَى يَدَيِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى

[السجستاني، أبو داود، سنن أبي داود، ۲۸۹/۲]

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ جب میں مدینہ میں آیا تو سعید بن المسیب کے پاس گیا اور عرض کیا فاطمہ بنت قیس کو طلاق دی گئی اور وہ اپنے گھر سے نکل گئی تھی تو سعید بن المسیب نے کہا کہ یہ فاطمہ ایسی عورت ہے جس نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ ایک بدزبان عورت تھی اس لئے اس کو ابن ام مکتوم کے گھر میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔

سلیمان بن یسار اور حضرت سعید بن المسیب نے بھی یہی بات کہی ہے ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات تو سلف نے کہی ہے علماء احناف نے صرف اس کو نقل کیا لہذا غیر مقلدین کو چاہیئے کہ سب سے پہلے حضرت سلیمان بن یسار ۔حضرت سعید بن المسیب اور امام شافعی اور امام ابوداؤد کو صحابہ کرام کے متعلق زبان دراز کہیں والعیاذ باللہ

اصل بات یہ ہے کہ سلف نے یہ وجہ صرف حدیث کی تشریح میں بیان کی ہے اور قوی احتمال ہے کہ ان کو یہ بات صحابہ کرام سے پہنچی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو نفقہ و رہائش کیوں نہیں دی ورنہ سلف صالحین صحابہ کرام کے متعلق اپنے گمان و رائے سے اس طرح کبھی نہیں کہہ سکتے ۔حاشا وکلا۔اور اگر کسی صحابی سے کوئی خطا ہو گئی ہو جیسا کہ بعض صحابہ سے زنا صادر ہو گیا اور پھر انہوں نے توبہ کر کے اس کی سزا کاٹی تو اس کو نقل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس صحابی کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے ۔ورنہ پھر تو تمام محدثین جنہوں نے یہ واقعات نقل کیے وہ سب گستاخ صحابہ ہو گئے معاذ اللہ۔

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(باب دوازدھم)

اس باب میں رضاخانیوں کی طرف سے اکابر دیوبند کی عبارات میں نام نہاد تضاد دکھانے کا منہ توڑ و مدلل جواب دیا گیا ہے

مؤلّف
مناظر اہل السنّت
حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ
(فاضل جامعہ دار العلوم کراچی)

باھتمام
جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کے ثبوت

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

”دیوبندی بظاہر تو بڑے پاکباز اپنے کو ظاہر کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ان کے عقائد ونظریات کو ہم نے ان کی کتب معتبرہ سے بیان کر دیا ہے۔ یہاں ہم ایک اہم چیز کی نقاب کشائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہے دیوبندی اکابر کی دوغلی پالیسی۔ یہ لوگ جس طرح کا ماحول دیکھتے ہیں اسی قسم کے فتاوی جاری کر کے اندرونی طور پر اپنے مذموم نظریات کی تکمیل کریں گے۔عامۃ الناس کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کریں گے۔ابن الوقتی میں ان کی نظیر بمشکل ہی ملے گی۔اب ہم اپنے دعوی کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں“۔(دیوبندی مذہب،ص ۲۱۴)

جواب: یہ ساری خامہ فرسائی اسی تعصب کا نتیجہ ہے جو اس معترض کے دل میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے بارے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔رضاخانی اعلی وادنی حضرت مل کر کبھی قیامت کی صبح تک ثابت نہیں کر سکتے کہ اکابر اہل السنۃ نے کبھی ابن الوقتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے متضاد فتوے دئے ہوں، بلکہ یہ منافقت، ابن الوقتی دورنگی رضاخانیت کا خاصہ ہے۔صرف ایک دو نمونے پیش کر رہا ہوں۔رضاخانی یہاں صبح وشام نجدی علماء کو گالیاں دیتے ہیں، انہیں گستاخ وکافر کہتے ہیں مگر مولوی عمر اچھروی کو جب مکہ میں گرفتار کیا گیا اور اس سے اس بابت پوچھا گیا تو اس منافق کی زبان گونگی ہوگئی کیا کہتا ہے:

”بلکہ حکومت نجدیہ وہابیت کے متعلق اگر کچھ دریافت کرتی تو ان کو کہا جاتا کہ ہم یہاں بغرض زیارت حرمین حاضر ہوئے ہیں نہ کہ مفتی بن کر اگر کوئی فتوی ضرور ہم سے ہی دریافت طلب ہے تو سمندر پار پہنچنے پر فتوی دیا جاسکتا ہے“۔

(مقیاس حنفیت،ص ۴)

کیوں جی!!! یہ مفتی ہونا کوئی پاکستان کا شناختی کارڈ ہے جو پاکستان میں کام کرتا ہے اور سعودی میں نہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ دوران حج وعمرہ اگر کسی کو مسئلہ پیش ہوا تو اسے یہ مسئلہ پوچھنے کیلئے رضاخانی مولوی کو دوبارہ پاکستان لانا پڑے گا اور یہاں وہ اس کو بتائے گا۔منافقو! تم میں اتنی غیرت نہیں کہ گستاخ جسے سمجھتے ہو اس کے منہ پر کہتے کہ ہاں ہاں تم نے صحابہ کرام کے مزارات کی توہین کی، رسول اللہ ﷺ کی توہین کی، تم کافر ہو، گستاخ ہو۔ہم تمہیں گستاخ کہیں گے اور اس حق گوئی کی پاداش میں بے شک ہماری گردنیں کٹ جائے۔مگر اس کے بالمقابل ان منافقوں کی ابن الوقتی ملاحظہ ہو کہ مفتی ہونے سے ہی انکار کر دیا۔

ان منافقوں کی منافقت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ میرے پاس الیاس عطاری کے بیٹے کی ویڈیو ہے وہ گنبد خضراء کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ باندھ کر کچھ پڑھ رہا تھا جب شرطے (پولیس) کو اپنی طرف آتے دیکھا تو چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور سب کچھ بھول کر آگے بڑھ کر اس اپنے زعم میں گستاخ رسول ﷺ شرطے سے سلام کرنے لگ گیا۔تف ہے۔

یہ جتنے رضاخانی یہاں گلے پھاڑ کر نجدیوں کو گالیاں دیتے ہیں ان کو وہاں پکڑ کر شرطوں کے پاس لیکر جائیں پھر ان کی حالت دیکھیں۔ دوسری طرف اہل السنۃ کے ایک حق گو نوجوان عالم کی حق گوئی بھی ملاحظہ ہو کہ جب مولانا مفتی ندیم صاحب حفظہ اللہ عمرے کیلئے گئے اور وہاں

کے کچھ غیر مقلدین نے رفع الیدین پر مناظرے کا چیلنج دیا تو انہوں نے اسے قبول کیا جس پر وہاں کے غیر مقلدین نے حکام سے شکایت لگائی کہ یہ حکومت وقت کے خلاف باتیں کر رہا ہے حضرت کو گرفتار کیا گیا کئی دن جیل میں رہے انہوں نے یہ وضاحت کی کہ میں حکام کے خلاف کسی سرگرمی میں تو ملوث نہیں ہوں ہاں یہاں کے غیر مقلدین نے مجھے اس عنوان پر گفتگو کیلئے کہا تھا اس کیلئے تیار ہوں اور آخر تک اپنے اس موقف سے پیچھے نہ ہٹے بالاخر باعزت رہا ہو کر وطن واپس ہوئے۔

ایک اور منافقت ملاحظہ ہو جب رضاخانی سربراہ مولوی اختر رضاخان کو سعودیہ میں گرفتار کیا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو ہمارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ تو اب اس کو کہنا چاہئے تھا کہ تم گستاخ رسول ﷺ ہو معاذ اللہ کافر ہو اس لئے نہیں پڑھتا۔ مگر منافقت کی انتہاء دیکھئے کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں اور تم حنبلی اور آپ لوگ چونکہ حنفی مقتدی کی رعایت نہیں کرتے اس لئے نہیں پڑھتا۔

اگلی منافقت دیکھو کہ جب اس سے ”وہابی وسنی“ کا فرق پوچھا گیا تو اس کو کہنا چاہئے تھا کہ وہابی محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ان کے یہ یہ گستاخانہ عقائد ہیں۔جیسا کہ یہاں کے رضاخانیوں کی کتب فتاوی ان سے بھری پڑی ہیں مگر فوراً توسل وعلم غیب پر آگیا اور علم غیب کو ”اطلاع علی الغیب“ کہا (جو اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے) یعنی رضاخانیوں کے ہاں اس غیر اصولی وفرعی مسئلہ کے واضح کرنے میں بھی ڈنڈی ماری۔(تفصیل ملاحظہ ہو: رضائے مصطفی ص ۴،۵، جمادی الاولی ۱۴۰۷)

اسے کہتے ہیں کھلی منافقت، دوغلی پالیسی، مگر شرم تم کو نہیں آتی۔ایک اور منافقت ملاحظہ ہو یہاں صبح وشام نجدیوں پر فتوے لگاتے ہیں ان کے پیچھے نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر رضاخانی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ریالوں کے چکر میں ہم بریلوی بھی نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔(امام حرم اور ہم، ص ۱)

منافقت و دوغلی پالیسی کی ایک اور مثال ملاحظہ رضاخانی ہر چھوٹا بڑا یہ کہتا رہا کہ دیوبندی رحمۃ للعالمین حضور ﷺ کا خاصہ نہیں مانتے اور دیگر انبیاء کو بھی رحمۃ للعالمین مانتے ہیں یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے اس کا انکار کر دیا یہ گستاخی ہے۔خود معترض نے بھی اسے گستاخی میں شمار کیا، لیکن جب ہم نے بیسیوں دلائل اس بات پر دئے کہ خود آپ کے اکابر بھی اپنے پیروں اور بڑوں کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں اگر یہ گستاخی ہے تو اس پر بھی فتوی لگاؤ مگر انہوں نے دوغلی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پینترا بدلا اور صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا:

”باقی جن علماء نے تسامحاً بطور مبالغہ کے بعض کو رحمۃ للعالمین کہا ہے ہم ان کی تائید نہیں کرتے اور واضح کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ غلطی کی ہے اکابرین علمائے اہل سنت نے جو فرمایا ہے کہ کسی ولی یا عالم کو رحمۃ للعالمین نہیں کہہ سکتے بالکل صحیح ہے“۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۲۷۰)

دیکھا دورنگی کو؟ جب تک اپنے مولویوں کے حوالے سامنے نہیں آئے تھے تو فتوی گستاخی کا تھا جب اپنے اکابر سامنے آئے تو فتوی صرف ”غلطی“ صرف ”نہیں کہہ سکتے“ پر آگیا۔

رضاخانیوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا کہ انہوں نے جھوٹے حوالے نقل کئے ہم نے اس کا تفصیلی جواب ”دفاع اہل السنۃ جلد اول“ میں دے دیا ہے۔ساتھ ہی ہم نے خود رضاخانیوں کے گھر سے اس پر حوالے دئے کہ خود انہوں نے اکابر دیوبند کی طرف جھوٹے حوالے منسوب کئے جسے قیامت کی صبح تک ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ہم نے یہ حوالے دے کر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رضاخانیوں کا تبصرہ پیش کیا کہ:

''انہوں نے ہی بہتان طرازی کا بازار گرم کیا کتب دینیہ میں تحریفیں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے عبارات میں کتر و بیونت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (مخالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے یہ جماعت جب اپنی افتراء پردازی پر اتر آجائے تو خصم (مخالف) کے آباء و اجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبارات چاہے گھڑ لے آئے ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے...... مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا ایسا جیتا افترا و بہتان کیا ایسی گندی اور گھنونی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور ڈھٹائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کہیں اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور مکر و کید کا مجموعہ تم نے کبھی اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ چیز ہے کہ یہ سارا افترا و بہتان دجل و فریب مکر و کید تحریف و کذب محض اس لیے عمل میں کہ...... (اے دیوبندیو! از ناقل) تم یہ کہتے ہو...... اور تمہارے مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں''۔

(ردشہاب ثاقب: ص ۱۲ تا ۱۴/ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہی غلیظ تبصرہ رضاخانی اپنے ان اکابر کے خلاف بھی کرتے جنہوں نے اکابر دیوبند کی طرف جھوٹے حوالے منسوب کئے مگر منافقت، ابن الوقتی و دوغلی پالیسی کی بدترین مثال ملاحظہ فرمائیں کہ معترض کے دفاع کیلئے میدان میں آنے والے ایک صاحب اپنی دورنگی یوں دکھاتے ہیں:

''دیوبندی موصوف نے اس کے بعد بھی ''سفید و سیاہ'' کے چند حوالوں کی نشاندہی کر کے کوئی بہت بڑا تیر نہیں مارا، اور نہ ہی تحقیق کے کسی نئے باب کا آغاز کیا جا رہا ہے بلکہ یہ پرانی کہانی ہے جس کے متعلق سب سے پہلے خود علمائے اہلسنت نے نشاندہی فرمائی کہ جن ذرائع سے یہ حوالے مذکورہ مولفین تک پہنچے ان کی تصدیق نہ ہوسکی۔ اس کے بعد علماء اہلسنت و جماعت بریلوی نے بانگ دہل اس بات کا اعلان کیا کہ ان حوالوں کی تصدیق نہ ہوسکی''۔ (کشف القناع ص ۲۳۳)

دیکھا منافقت کو!!؟ جب یہی الزام اکابر دیوبند پر لگایا تو ''مکاری، عیاری، افترا پردازی، بہتان، گھناونی، گندی حرکت، بے شرمی، بے ایمانی، مکر، کید، دجل، فریب، تحریف، کذب''

غرض ایک پوری ''اعلیٰ حضرتی گردان'' پڑھ لی لیکن جب ان کے اپنے گھر سے یہ جھوٹ برآمد ہوا اور انہوں نے تسلیم بھی کر لیا کہ ہاں ایسا ہی ہے ہمارے مولویوں نے جو حوالے نقل کئے وہ جھوٹے ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں۔ تو بجائے یہ ساری گردان اپنے اکابر کے متعلق پڑھنے کے منافقت، ابن الوقتی، اور دوغلی پالیسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف ''تصدیق نہ ہوسکی'' جیسے الفاظ پر اکتفاء کر لیا گیا۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو آج رضاخانیوں کا فی الجملہ اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنیٰ حضرت تک کا یہ متفقہ و اجماعی فتویٰ ہے کہ جو حفظ الایمان کی عبارت کو گستاخانہ و کفریہ نہ مانے وہ کافر ہے معاذ اللہ ایسا کافر کہ اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔ مگر جب یہ معاملہ اپنے گھر آیا تو منافقت کی ایک مثال دیکھو: ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا''۔

(سیرت انوار مظہریہ،ص ۲۹۲)

یہ ہے منافقت و دوغلی پالیسی اور ابن الوقتی کہ جس عبارت کی بنیاد پر علمائے دیوبند کو گلے پھاڑ پھاڑ کر کافر کہتے ہو جب اپنے بندے نے کفر ماننے سے انکار کر دیا تو دوستی ومحبت کو برقرار رکھا اس کا مطلب ہے کہ اصل مسئلہ عشق رسالت ﷺ نہیں اصل مسئلہ بغض دیوبند ہے۔

منافقت و دورنگی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو رضاخانی حضرت نے علمائے دیوبند کے مختلف تراجم پر اعتراضات کئے کہ یہ گستاخانہ ہیں (تفصیل مجلہ نورسنت کے کنز الایمان نمبر میں ملاحظہ ہو) ہماری طرف سے اس کا مدلل جواب دیا گیا کہ جن تراجم پر آپ کو اعتراض ہے وہ تراجم علمائے اہلسنت کے علاوہ خود آپ کے بڑوں کے گھر میں بھی موجود ہے اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے مقابلے میں یہ بڑے سے بڑے کی قربانی دے دیتے، بلا جھجک اپنے ان اکابر و مولویوں کو بھی کافر کہتے مگر منافقت کی انتہاء ملاحظہ ہو رضاخانی چنڈوخانوں کے ٹبر کا ایک رضاخانی لکھتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی ترجمہ کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں بعض آیات کے لفظی تراجم کی بناء پر جوفتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی، دیوبندی مترجمین ہیں، ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتوی لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیوبندیہ اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے گستاخ ہیں اس لئے یقیناً ان آیات کے لفظی تراجم سے بھی ان کا مقصد اللہ تعالی اور نبی کریم کی شان کا انکار کرنا ہی ہے"۔

(ترجمہ کنز الایمان پر دیوبندی اعتراضات کا محاسبہ،ص ۱۴،۱۳،جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی)

دیکھا لفظی ترجمہ اگر دیوبندی کریں گے تو گستاخی ہے،لیکن اگر ہم کریں گے تو عین اسلام۔کیونکہ ہم تو دودھ کے دھلے ہوئے ہیں۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔باقی اس مکروفریب کے منہ توڑ جواب کیلئے میری کتاب "سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" ملاحظہ ہو۔اور رضاخانیوں کے "کریمینل ریکارڈ" کیلئے خود ان کے گھر کے ناقابل تردید دلائل کیلئے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم سوم کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔

منافقت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو رضاخانی پچھلے سوسال سے علمائے دیوبند پر تبرا کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ختم نبوت حضور ﷺ کی ایک صفت ہے ذات کا مرتبہ پہلے آتا ہے اس کے بعد صفات کا مسئلہ آتا ہے۔اب رضاخانی مولوی اشرف سیالوی نے معاذ اللہ حضور ﷺ کے خلاف ایک کتاب لکھی "تحقیقات" اس کتاب کی اشاعت سے رضاخانیت میں ایک طوفان آگیا اور بیسیوں کتب اس کے خلاف شائع کی گئیں مثلاً:

(۱) تنبیہات از عبد المجید سعیدی

(۲) تصریحات از مولوی نذیر احمد سیالوی

(۳) نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ

(۴) تجلیات علمی فی رد نظریات سلوی

(۵) نبوت مصطفی ﷺ جمہور امت کے آئینہ میں

(۶) نبوت عند الشیخین

(۷) تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں۔وغیرہ وغیرہ

ان کتب میں یہ تسلیم کیا گیا کہ اشرف سیالوی اور اس کے ہمنوا حضور ﷺ کی سرے سے نبوت ہی کے منکر ہیں۔اس کتاب میں حضور ﷺ کی بدترین توہین کی گئی ہے۔دوسری طرف اشرف سیالوی اور موید ین کی طرف سے یہ کہا گیا کہ جو ہمارے نظریہ پر نہیں وہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا منکر ہے۔یہ لوگ قادیانیت کی راہ ہموار کررہے ہیں۔کچھ عرصہ پہلے رضاخانی مناظر مولانا سعید احمد اسد اور ڈاکٹر اشرف جلالی رضاخانی کے درمیان ویڈیو کے ذریعہ مناظرہ ہوا یہ سب ویڈیوز نیٹ پر بھی موجود ہیں اور ہمارے پاس بھی،اس میں سعید اسد کی طرف سے کہا گیا کہ جو اشرف سیالوی کا نظریہ نہ مانے وہ ختم نبوت کا منکر ہے اور لوگ قادیانیت کی طرف مائل ہورہے ہیں اور جلالی کی طرف سے کہا گیا کہ سعید اسد و موید ین سب کے سب حضور ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہیں۔بہر حال یہ طے ہے کہ آدھی رضاخانیت منکر ختم نبوت ہے اور آدھی رضاخانیت منکر نبوت مصطفی ﷺ ہے۔

اب جس طرح یہ سو سال سے علمائے دیوبند پر تبرا کررہے ہیں اور یہ فتوے جاری کررہے ہیں کہ **من شك في كفره و عذابه فقد كفر** جو ان کے کفر میں بھی شک کرے وہ بھی کافر ہے معاذ اللہ۔اپنے ان مولویوں کے خلاف بھی اسی قسم کا ایک فتوی جاری کرتے ،مگر ان سب رضاخانیوں کو سانپ سونگھا ہوا ہے کسی رضاخانی کو اب تک کوئی متفقہ فتوی شائع کرنے کی جرات نہ ہوئی۔کیا یہ دوغلے پن کی بدترین مثال نہیں؟

منافقت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو پاکستان بننے سے پہلے خان صاحب بریلوی سمیت ان کے پیر و مرشد گھرانے اور مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی اور اس کے ماننے والوں نے پاکستان کی خوب مخالفت کی،مسلم لیگ و مسٹر محمد علی جناح صاحب پر کفر کے فتوے لگائے ان کو مسلمان ماننے والوں کو بھی معاذ اللہ مرتد کہا۔تفصیل ’’دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم‘‘ میں ملاحظہ ہو۔رضاخانیوں کے کسی فرد نے اس زمانے میں ان سے اعلان برات نہیں کیا۔مگر جیسے ہی پاکستان بنا انہوں نے یہ سارے فتوے غائب کر دئے۔اپنے اکابر کی اس مخالفت پر ایک لفظ بولنے کو یہ تیار نہیں الٹا علمائے دیوبند کو مطعون کرتے ہیں کہ یہ تو پاکستان کے مخالف تھے۔

منافقت کی ایک اور بدترین مثال ملاحظہ ہو رضاخانیوں کا علمائے دیوبند پر الزام ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دے دی اور اس بنیاد پر پچھلے سو سال سے یہ واویلا کہ جو انہیں مسلمان سمجھے وہ بھی کافر مگر دوسری طرف اپنے ہی مولوی اشرف سیالوی کے بارے میں یہ خود تسلیم کیا کہ انہوں نے معاذ اللہ جانوروں سے بھی بدتر کافروں سے حضور ﷺ کو تشبیہ دی ان کی یہ تشبیہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہے۔اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی آسمان سر پر اٹھالیتے فوراً حرمین سے رابطہ کرتے ایک فتوی جاری کرواتے مگر مجال ہو جو آج تک کسی مستند رضاخانی کے منہ سے یہ نکلا ہو اکہ جو اشرف سیالوی کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر۔اصل عبارت ملاحظہ ہو:

’’مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ’اسی طرح نبی مکرم ﷺ الخ‘‘ استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لئے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریباً چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کردیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالم ارواح میں تو مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آکر کافر ہو گئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آکر نبی نہ رہے۔۔۔مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟۔۔۔یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بے بس و بے زبان و بے جان قلم بھی یقیناً تڑپ رہا ہوگا،اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا وہ بھی زبان حال سے رو

رو کے آپ سے التجا کر رہا ہو گا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے“۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول ص ۶۲، ۶۳)

خود رضاخانی معترض موصوف بتقیص العلم کی دورنگی و منافقت کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ موصوف کی کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے:

”مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین“

اسی طرح کتاب میں انہی کی طرح ”اسلام“ سے تہی دامن ایک ”مناظر اسلام“ لکھتا ہے:

”دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کر کے ان کو دعوت غور و فکر پیش کی ہے“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱)

خود موصوف لکھتے ہیں:

”راقم الحروف نے دیوبندی مذہب کی حقیقت ان کے اکابر کی مستند کتب سے پیش کر دی ہے“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۶، ۲۷)

بلکہ موصوف اسی باب میں لکھتے ہیں:

”ابن الوقتی میں ان کی نظیر بمشکل ہی ملے گی۔ اب ہم اپنے دعویٰ کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۴)

مگر چند صفحہ بعد ہی معاذ اللہ علمائے اہل سنت کو کافر ثابت کرنے کیلئے ایک حوالہ دیتے ہیں:

”ماخوذ اشتہار مولوی محمد عیسیٰ ناظم مکتبہ جماعت اسلامی لودھراں ضلع ملتان“۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۶)

کیوں جناب یہ اشتہار اور مولوی محمد عیسیٰ کیا دیوبند اکابر اور ان کی مستند کتاب ہے؟ بلکہ مزید بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے اپنے ہی ایک کذاب اور متعصب مولوی کی کتاب سے حوالے نقل کرتا ہے:

”بحوالہ لطائف دیوبند، ص ۳۰، ۳۱“۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۲۹)

اسی باب کے صفحہ ۲۱۹ میں الطاف حسین حالی اور اس کی مسدس حالی کو بھی ہمارے کھاتے میں ڈال دیا۔ کچھ تو شرم کرو۔ لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہو کہ اس کتاب میں اکابر دیوبند کی مستند کتب سے حوالہ جات لئے گئے ہیں اور اندر ہر گھوڑے گدھے کو اکابر دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیتے ہو۔ یہ ان رضاخانیوں کی بدترین منافقت و دوغلی پالیسی ہے کہ ہمیں تو کہتے ہیں کہ مفتی اقتدار خان نعیمی، صاحبزادہ ابوالخیر زبیر، ابلیس کا رقص، پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں وغیرہ“ کے حوالے مت دو یہ ہمارے مستند علماء نہیں ہماری مستند کتب نہیں، اور علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے کبھی مماتیوں کے حوالے دیتے ہیں، کبھی پروفیسروں کے، کبھی اپنے گھر کے، کبھی مودودیوں کے، کبھی حالیوں کے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔۔۔

میں نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ ان منافقوں کا فتوی اپنے لئے کچھ اور ہے اور

دوسروں کیلئے کچھ اور ہے ۔مناظر اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ نے اپنی لاجواب کتاب ’’دست و گریبان‘‘ کی چار جلدوں میں تفصیل کے ساتھ رضاخانیوں کی تضاد بیانیاں ،دورنگی و منافقت کو مدلل انداز سے بیان کیا ہے جس کے جواب سے تاقیامت رضاخانیت عاجز ہے ۔باقی رہا معاملہ علمائے دیوبند کا خود کو پاکباز ظاہر کرنے کی کوشش کرنا تو یہ بھی نرا جھوٹ ہے ۔الحمدللہ علمائے دیوبند کی پاکبازی تو آپ کے اکابر کو بھی تسلیم ہے کچھ تفصیل میں ’’دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول‘‘ کے مقدمہ میں دے چکا ہوں مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا منیر اختر صاحب زید مجدہ کی کتاب ’’اکابر دیوبند کیا تھے؟‘‘ کا مطالعہ کریں۔

آخر میں جو معترض نے کہا کہ ہم اپنے دعوی کو ثابت کرتے ہیں ۔تو آپ کی اتنی علمی اوقات نہیں کہ کسی چیز کو ثابت کرسکیں ۔آپ تو دو سطریں اپنی تحقیق سے لکھنے کے لائق نہیں ،اس عنوان سے بھی جتنی گوہرافشانی ،دجل وفریب اور مکر کے جوہر آپ نے دکھائے ہیں وہ سب مولوی حسن علی رضوی میلسی رضاخانی کی کتاب ’’اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ،مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال‘‘ سے سرقہ شدہ ہے ۔بہرحال اب آتے ہیں آپ کے اس مزعومہ دعوے کی بیخ کنی کرنے کی طرف ۔

(اعتراض ۲۷۴): علم غیب کے متعلق تھانوی عقیدہ اور تھانوی عقیدے پر فتوی کفر

اس نے اولا حفظ الایمان کی معروف عبارت پیش کی اور پھر المہند کی عبارت پیش کرتا ہے:

’’جو شخص نبی ﷺ کے علم کو زید و بکر و بہائم ومجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعا کافر ہے ۔(المہند ص ۶۴)‘‘ ۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۴،۲۱۵)

جواب: یہ اعتراض اس نے ’’دیوبندی اکابر کا تکفیری افسانہ ص ۹‘‘ سے سرقہ کیا ہے ۔دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ المہند میں اس شخص پر کفر کا فتوی لگایا گیا ہے جو معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم جانوروں جیسا سمجھے استغفر اللہ اس بدبخت کے کفر میں کیا شک ہے؟ ۔خود حکیم الامت ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں ۔جبکہ حفظ الایمان میں ایسی کوئی بات نہیں ہم نے اس کی مکمل وضاحت جلد اول میں کردی ہے وہیں ملاحظہ کرلی جائے ۔المہند میں حفظ الایمان کا مکمل دفاع کیا گیا ہے ۔اب آتے ہیں ان عنوان پر رضاخانیوں کی منافقت کی طرف ۔

حفظ الایمان کی عبارت اور رضاخانیوں کی منافقت

یہ رضاخانی صبح شام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر تبرا کرتے ہیں کہ حفظ الایمان میں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کو جانوروں جیسا کہا گیا ہے ۔مگر خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہماری کتب میں حفظ الایمان سے بھی سخت عبارت ہے مگر اس پر فتوے لگاتے ہوئے ان منافقین کو موت آتی ہے ۔ملاحظہ ہو ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرت (اشرف سیالوی ۔ساجد) نے یہاں اپنی تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ کے کسی وصف کو نہیں بلکہ خود آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو ایک بے عقل و بے شعور چیز کا عین ٹھرانے کو حدیث سے ثابت کردیا ہے ۔(العیاذ باللہ) اب جب کہ حضرت کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو کسی بے عقل و بے شعور چیز کا عین قرار دینا حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے کسی وصف کو کسی بے شعور و بے عقل شے کے وصف کا عین قرار دینا یا اس سے تشبیہ دینا بہ درجہ اولی ثابت ہوسکتا ہے ۔(العیاذ باللہ) لہذا حضرت اس عبارت کے متعلق ذرا اظہارِ خیال فرمائیں‘‘ ۔(اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پیش کی ۔ساجد)

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ دوم، ص ۵۲، ۵۳)

یعنی جب اشرف سیالوی آپ نے نبی کریم ﷺ کی ذات ہی کو ایک بے شعور و بے عقل بے جان چیز سے تشبیہ دے دی تو آپ ﷺ کے کسی وصف مثلاً علم کو کسی بے شعور بے عقل مثلاً گدھا گھوڑا سے تشبیہ دینا تو بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور صحیح ہوگا۔ معاذ اللہ۔ ہے کسی رضا خانی میں غیرت کے یہاں کفر کا فتوی لگائے؟ اسی پر گرفت ایک اور انداز میں ملاحظہ ہو:

''مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ''اسی طرح نبی مکرم ﷺ الخ'' استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لئے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریبا چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالم ارواح میں تو مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر کافر ہو گئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر نبی نہ رہے۔۔۔ مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟۔۔۔ یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بے بس و بے زبان و بے جان قلم بھی یقینا تڑپ رہا ہوگا، اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا وہ بھی زبان حال سے رو رو کے آپ سے التجا کر رہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے''۔

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول، ص ۶۲، ۶۳)

اب اس غلیظ تشبیہ پر اپنے گھر کا فتوی بھی ملاحظہ ہو۔ رضا خانی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''لیکن دل میں جو عداوت رسول کا لاوا ابل رہا تھا وہ کس طرح پھٹتا اور اس خبث باطنی کا اظہار کیسے ہوتا؟ خوب یاد رکھئے جس کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے جس کے دل میں کسی کیلئے عزت اور احترام ہوتا ہے وہ ہمیشہ اس کو اعلی وارفع اشیا سے تشبیہ دیتا ہے اور جو کسی کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے وہ اس کو ارذل و گھٹیا چیزوں سے تشبیہ دیتا ہے''۔ (توضیح البیان، ص ۲۶)

حفظ الایمان کی عبارت کو درست سمجھنے والے رضا خانیوں کے دوست و محب ہیں

ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلی حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا''۔

(سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

یہ ہے منافقت و دوغلی پالیسی اور ابن الوقتی کہ جس عبارت کی بنیاد پر علمائے دیوبند کو گلے پھاڑ پھاڑ کر کافر کہتے ہو جب اپنے بندے نے کفر ماننے سے انکار کر دیا تو دوستی و محبت کو برقرار رکھا اس کے مطلب ہے کہ اصل مسئلہ عشق رسالت ﷺ نہیں اصل مسئلہ بغض دیوبند ہے۔

(اعتراض ۲۷۵): نبی بڑے بھائی اسمعیل دہلوی کا عقیدہ۔۔دہلوی عقیدہ پرفتوی کفر

اس عنوان کے تحت تقویۃ الایمان کی اسی معروف عبارت کو دجل وفریب، نامکمل نقل کیا اور المہند کی عبارت لکھی:

''ہمارے خیال میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم ﷺ کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔(المہند ص ۵۴ طبع لاہور)''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۵)

جواب: یہ اعتراض اس نے ''تکفیری افسانہ ص ۷،۸'' سے سرقہ کیا ہے۔المہند کا فتوی بالکل درست ہے واقعی جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کو:

''ہم پر صرف اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر''

وہ کافر ہے، ملعون ہے۔میں نے خود دفاع اہل السنۃ کی جلد اول میں یہ عبارت پیش کی ہے۔لیکن پوری رضاخانیت کو چیلنج ہے کہ تقویۃ الایمان کی کوئی ایک عبارت دکھادو جس میں ہو کہ:

''نبی کریم ﷺ کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر''

قیامت کی صبح تک نہیں دکھا سکتے تو جب یہ عبارت، یہ عقیدہ تقویۃ الایمان میں ہے ہی نہیں تو کفر کا فتوی اس پر کیسے لگ گیا؟ باقی تقویۃ الایمان پر اس حوالے سے جو اعتراض ہوتا ہے اس کا تفصیلی جواب میں جلد اول میں دے چکا ہوں وہاں ملاحظہ ہو۔

اس حوالے سے رضاخانی منافقت

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''نبی علیہ الصلوۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الٰہی و ازواجہ امھاتھم کہ بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔''(مقیاس حنفیت ص: ۲۰۲)

معلوم ہوا کہ رضاخانی مذہب میں حضور ﷺ کو ''بھائی'' کہنا ''تمام فضائل'' کا انکار کرنا ہے مگر مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام میں حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ تعالی عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃ اس کلمہ کو استعمال فرمایا''۔

(جاء الحق ص ۱۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

گویا ان رضاخانیوں کے نزدیک ضرورۃ بھائی کہہ کر پکارنا جائز ہے یعنی ضرورۃ حضور ﷺ کے تمام فضائل کا انکار کرنا اس مذہب میں جائز ہے معاذ اللہ۔مزید اس عنوان پر تضاد بیانی کیلئے دفاع جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔

(اعتراض ۲۷۶): شیطان کا علم زیادہ حضور ﷺ کے علم مبارک سے (نعوذ باللہ) جو حضور ﷺ سے کسی کو اعلم کہے وہ کافر ہے

اس عنوان کے تحت اس نے پہلے براہین قاطعہ کی وہی معروف عبارت پیش کی۔ پھر ''المہند ص ۵۷'' کا حوالہ دیا کہ جو شخص کہے کہ فلاں حضور ﷺ سے اعلم ہے وہ کافر ہے، اسی طرح ''الشہاب الثاقب ص ۸۸'' کا حوالہ دیا کہ جو شخص ابلین لعین کو رسول مقبول ﷺ سے اعلم کہے وہ کافر ہے۔ (ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۵،۲۱۶)

جواب: یہ اعتراض اس نے ''اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص ۱۳'' سے سرقہ کیا ہے۔عرض ہے کہ ''المہند والشہاب الثاقب'' میں جو لکھا ہے وہ بالکل برحق ہے۔ واقعی جو حضور ﷺ سے شیطان کو زیادہ علم والا اور اعلم کہے وہ ملعون، ہے کافر ہے، لعنتی ہے، مرتد ہے۔ مگر براہین قاطعہ میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ معاذ اللہ شیطان کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے۔ جو رضاخانی ایسا الزام لگائے خواہ وہ اعلیٰ حضرت ہو یا ادنی حضرت وہ بھی ملعون ہے، بدبخت ہے، کذاب و مکار ہے۔ براہین قاطعہ کی اس عبارت کی وضاحت میں ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد اول'' میں کر چکا ہوں۔ اسی جگہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اب ذرا رضاخانی اپنے گھر کا گند ملاحظہ کریں۔

شیطان حضور ﷺ سے وسیع علم رکھنے والا ہے۔معاذ اللہ

الیاس عطاری نواب احمد رضا خان کی عبارت نقل کرتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں''۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب، ص ۲۴۵، شوال ۱۴۳۰ھ، اکتوبر ۲۰۰۹)

اس عبارت کا مفہوم مخالف یہی نکلتا ہے کہ معاذ اللہ ابلیس لعین کا علم حضور ﷺ سے ''وسیع تر'' تو نہیں ہاں ''وسیع'' ہوسکتا ہے کیونکہ نفی صرف وسیع تر کی کی گئی ہے۔ مثلا کوئی معترض سے کہے کہ آپ کا علم خان صاحب سے وسیع تر نہیں تو اس کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ علم وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں۔

دعوت اسلامی کا فراڈ

جب اس عبارت پر اعتراض سامنے آیا تو رضاخانیوں نے ایک عجیب فراڈ کیا وہ یہ کہ اس کتاب کا ایک نیا ایڈیشن شایع کیا اس پر بھی تاریخ اشاعت ''شوال ۱۴۳۰ھ، اکتوبر ۲۰۰۹ء'' رکھی مگر اس عبارت کو غائب کر دیا۔ یہ سمجھتے تھے کہ یوں اس دجل وفریب کو شاید کوئی پکڑ نہیں سکے گا مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ اس لئے ساتھی یہ کتاب خریدتے وقت ایڈیشن چیک نہ کریں بلکہ صفحہ چیک کریں۔ باقی یہ عبارت خان صاحب کی کتاب ''خالص الاعتقاد'' میں بھی موجود ہے۔

ابلیس کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے معاذ اللہ

مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

''طرفہ تماشہ یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس میں بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے''۔

(انوار ساطعہ، ص ۳۵۹)

رضاخانی اصولوں کے مطابق اس پر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ رضاخانیوں کے نزدیک حاضر وناظر اور علم غیب ایک ہی چیز ہے اور حضور ﷺ کے علم کو یہ لوگ علم غیب سے تعبیر کرتے ہیں تو جب شیطان پاک وناپاک کفر وغیر کفر حضور ﷺ سے زائد مقامات پر حاضر ہے تو ان چیزوں کا علم بھی معاذ اللہ حضور ﷺ سے زیادہ ہی ہوگا۔ دوسری بات حاضر وناظر کو یہ لوگ فضیلت میں شمار کرتے ہیں جب شیطان لعین حضور ﷺ سے زائد جگہ پر حاضر وناظر ہے تو لامحالہ معاذ اللہ اس عبارت کی روشنی میں فضیلت میں بھی بڑھا ہوا ہے۔

بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے مانا ہے کہ علم غیر نافع شیطان کا حضور ﷺ سے زیاد ہے تو اس کے جواب میں یہ عبارت پیش کی جاسکتی ہے کہ آپ کے رامپوری صاحب نے بھی شیطان کو حضور ﷺ سے زائد مقامات پر حاضر وناظر مانا ہے۔

رضاخانیوں کے نزدیک حضور ﷺ جاہل ہیں معاذ اللہ

رضاخانی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ شیطان کو حضور ﷺ سے زیادہ علم والا مانتے ہیں معاذ اللہ۔ بالفرض نقل کفر کفر نہ باشد ایسا ہی ہو تو کم از کم اس میں حضور ﷺ کا علم تو مانا گیا ہے ناں، مگر رضاخانی تو وہ شیاطین ہیں کہ جو سرے سے حضور ﷺ کو عالم ہی نہیں مانتے بلکہ آپ کو "جاہل" مانتے ہیں۔ اب رضاخانی فتاوی کی روشنی میں حضور ﷺ کا علم ماننے والا گستاخ ہوگا یا حضور ﷺ کو سرے سے جاہل ماننے والا؟ اس کو ایک مثال سے سمجھیں ایک آدمی کہے کہ خان صاحب بریلوی عالم تو تھے مگر فلاں عالم کا علم ان سے زیادہ تھا اور دوسرا کہے چھوڑو جی وہ عالم کیا ہوں گے وہ تو سرے سے انسان ہی نہ تھے جاہل گدھا تھا۔

اب جواب دیں کہ پہلے والا آپ کے اعلی حضرت کی گستاخی میں بڑھا ہوا ہے یا دوسرا؟ اب ذرا عبارت ملاحظہ ہو رضاخانی اشرف سیالوی کے متعلق لکھتے ہیں:

"پھر مولانا نے امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پسندیدہ توجیہ پیش کی ہے:

ووجدك ضالاعن النبوة اى جاهلا فهداك للنبوة

اور آپ کو نبوت سے لاعلم پایا تو نبوت کی طرف ہدایت فرمائی۔

پھر تفسیر کبیر سے ایک توجیہ پیش کی جس کا لب لباب بھی یہی ہے کہ آپ نبوت سے لاعلم تھے۔ اس سلسلہ میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں۔ اولا مولانا نے جو ترجمہ اختیار فرمایا اس میں اور تفسیری اقوال میں کوئی مطابقت نہیں کیونکہ ترجمہ میں ضال بہ معنی محبت میں خود رفتہ یعنی محبت میں مستغرق جب کہ تفسیری اقوال میں ضال بہ معنی معاذ اللہ "جاہل"۔۔۔عالم ما کان وما یکون حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ جاہل کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویشناک امر ہے۔۔۔۔ہم اس قول سے مکمل طور پر برات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ کتب عقائد میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال کیلئے برے الفاظ سے اجتناب کرنا چاہئے اور قبیح عبارت جیسے لفظ جہل، کذب، معصیت سے پرہیز کرنا چاہئے"۔

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول ص ۷۴)

ملاحظہ فرمائیں کہ بریلوی تو نبی کریم ﷺ کو معاذ اللہ "جاہل" مانتے ہیں اور اسی قول کو نبی کریم ﷺ کے حق میں پسند کرتے ہیں۔ اور رضاخانیوں کی منافقت بھی دیکھیں کہ ایک لفظ کو خود قبیح وبرا کہہ رہے ہیں پھر بھی صرف "برات"؟؟ اگر اس قسم کا لفظ معاذ اللہ دیوبندی نے

استعمال کرلیا ہوتا تو آسمان سر پر اٹھالیتے۔

(اعتراض ۲۷۷): عصمت انبیاء سے انکار۔فتوی کفر از مفتیان دار العلوم دیوبند

اس عنوان کے تحت ''تصفیۃ العقائد ص۲۹،۳۱،۳۲'' کا حوالہ دیتا ہے اور پھر مفتیان دار العلوم دیوبند کی طرف منسوب فتوی نقل کرتا ہے:

''انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ان کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریر کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔واللہ اعلم احمد سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند الجواب الصحیح ایسے عقیدے والا کافر ہے جب تک تجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔مسعود احمد عفی اللہ عنہ

(مہر دار الافتاء دیوبند الہند فتوی ۱۷۸۶۱/۴۱)

ماخوذ اشتہار مولوی محمد عیسیٰ ناظم مکتبہ جماعت اسلامی لودھراں ضلع ملتان''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص۲۱۶)

جواب: یہ اعتراض اس نے ''اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص۱۰،۱۱'' سے سرقہ کیا ہے۔مولون حسن علی رضوی نے اسے بحوالہ'' ماہنامہ تجلی دیوبند اپریل ۱۹۵۶ء نقل کیا ہے۔یہ ایسا خائن آدمی ہے کہ اپنے مولوی کی کتاب سے بھی سرقہ کرتے ہوئے ڈنڈی مارتا ہے تو ہماری عبارات نقل کرنے میں کیسے ڈنڈی نہیں مارے گا؟

گذارش یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کی طرف منسوب یہ فتوی جعلی ہے۔اس کو شائع کرنے والا تجلی جیسا کذاب متعصب مجلہ ہے جس کے متعلق ہم جلد اول وجلد ثانی میں تفصیل سے گذارشات نقل کر چکے ہیں کہ ہمارا معتبر نہیں۔

خود رضاخانی معترض موصوف بتقیص العلم نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے:

''مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین''

اسی طرح کتاب میں انہی کی طرح ''اسلام'' سے تہی دامن ایک ''مناظر اسلام'' لکھتا ہے:

''دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کرکے ان کو دعوت غور وفکر پیش کی ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص۲۱)

خود موصوف لکھتے ہیں:

''راقم الحروف نے دیوبندی مذہب کی حقیقت ان کے اکابر کی مستند کتب سے پیش کر دی ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص۲۶،۲۷)

بلکہ موصوف اسی باب میں لکھتے ہیں:

''ابن الوقتی میں ان کی نظیر بمشکل ہی ملے گی۔اب ہم اپنے دعوی کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص۲۱۴)

مگر اب یہ حوالہ تجلی اور مودودیوں کے دے رہا ہے۔کیا مودودی کے ملتانی کارکن اکابر دیوبند ہیں؟اور کیا مودودیوں کے رسائل و اشتہارات مستند کتب دیوبند میں شمار ہوتی ہیں؟

بالفرض علی سبیل التنزل مان بھی لیں کہ دارالعلوم دیوبند سے ایسا کوئی فتوی صادر رہوا تھا تو پھر تجلی اپریل ۱۹۵۶ص ۱۰ پر اس کی وضاحت موجود ہے کہ یہ فتوی مودودی کے متعلق تھا۔اور یہ رضاخانیوں کا اصول ہے کہ قائل بدلنے سے فتوی بدل جاتا ہے اگر چہ عبارت ایک ہی ہو۔دفاع جلد اول ’’مرثیہ گنگوہی پر اعتراضات کا جائزہ‘‘ میں اس پر رضاخانی کتب کے حوالہ جات موجود ہیں۔’’سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ‘‘ میں بھی راقم نے یہ رضاخانی اصول نقل کیا ہے۔باب کے شروع میں بھی اس پر ایک حوالہ نقل ہوا ہے۔

اب رضاخانی اصولوں کے مطابق چونکہ مودودی واقعۃ انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار سمجھتا تھا جس پر اس کا ’’کریمینل ریکارڈ‘‘ شاہد ہے اس لئے اگر اس کی کوئی ایسی عبارت ہو جس میں انبیاء کے معصوم ہونے کا انکار کیا گیا ہو تو یقیناً اس پر اس کی تضلیل کی جائے گی لیکن حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کو معصوم سمجھتے تھے اس لئے یہ فتوی ان پر لاگو نہیں ہوگا۔مزے کی بات یہ کہ اسی تجلی کے ص ۱۰ پر ہے کہ مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے کو غلط قرار دیا اور اس پر دلائل دئے۔تو قصہ ہی ختم جب یہ فتوی ہی غلط ہے اور اس سے رجوع کر لیا گیا تو اب اس کو پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟۔

یہ ساری گفتگو علی سبیل التنزل ہے ورنہ ہمارے ہاں تو اصولاً یہ فتوی جعلی ہے۔

باقی تصفیۃ العقائد کی عبارت کی توضیح دفاع اہل السنۃ جلد اول میں کر دی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

رضاخانی اپنے گھر کی خبر لیں

رضاخانی مذہب میں نبی کی طرف آیت مغفرت ذنب میں ذنب کی نسبت کرنا کفر ہے اور یہ نبی کی عصمت کا انکار ہے۔جن تراجم میں ذنب کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ان تراجم پر رضاخانیوں کو اعتراض ہے کہ:

’’مسلمانو!غور فرمائیے!دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے۔معاذ اللہ‘‘۔

(فیصلہ کیجئے۔ص:۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی مولوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتوی لگایا:

(النجوم الشھابیہ؛ص:۵۸)اس پر ۵۴ رضاخانی اکابر کی تصدیقات ہیں

حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع نہیں کر سکتے۔

(ملخصاً گستاخ کون؟ص:۱۹۶)

شیر محمد اعوان رضاخانی آف کالاباغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بنا ڈالا۔۔ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن بھی خطاوں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے

کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟''۔

(محاسن کنزالایمان ص:۵۶۔۵۷)

مفتی محمد رمضان لکھتا ہے:

''ذنب، ذنب ہی رہے گا ذنب ہر حال میں ذنب ہے گناہ ہے جس سے اللہ کا ہر نبی ورسول پاک ہے''۔

(معارف رضا کنزالایمان نمبر ص ۱۵۹)

عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''گناہ کے الفاظ کو بار بار علی الاطلاق بول کر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات والاصفات سے نسبت دی جو بہت بڑا جرم ہے کیونکہ عرف میں لفظ ''گناہ'' کو جب علی الاطلاق بولا جائے تو تبادراً اس سے کبیرہ یا صغیرہ ہی مراد ہوتا ہے۔۔پس اس لفظ کے سنتے ہی ذہن فوراً ان دو قسموں (کبیرہ اور صغیرہ) میں سے کسی ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عوام اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مقول لہ کی طرف کبیرہ یا صغیرہ کی نسبت کی جا رہی ہے جو عوام کیلئے یقیناً پریشانی اور گمراہی کا باعث ہے''۔

(کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۵۹۔۶۰)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ موصوف نے یہ اقدام کر کے ان واضح قرآنی ارشادات کی صریح خلاف ورزی کی ہے جن میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب کا ہر حوالے سے ادب کرنے کا امر فرمایا ہے''۔(کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۶۱)

پس معلوم ہوا کہ ذنب کا لفظی ترجمہ یعنی گناہ کرنا نبی کریم ﷺ کیلئے یہ آپ ﷺ کے ادب کے خلاف ہے اور گستاخی ہے اور عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے۔

اسی طرح غلام مہر علی نے عصمۃ النبی میں اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے پر پوری کتاب لکھی کہ یہ گستاخی ہے۔

(۶) محاسن کنزلایمان (۷) فاضل بریلوی اور کنزالایمان (۸ الذنبک (۹) غوث اعظم اور اعلی حضرت (۱۰) مواخذہ التبیان (۱۱) مواخذہ معرکۃ الذنب نے بھی ذنب یا گناہ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے کو گستاخی کہا۔مزے کی بات ان میں سے اکثر کتابیں اپنے بریلوی مولویوں کے خلاف لکھی گئی ہیں۔

اب سنئے کہ خود رضاخانیوں نے اس ''ذنب'' کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کر کے کفر کا ارتکاب کیا:

حشمت علی خان لکھتا ہے:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر رات قیام فرماتے۔نماز میں کھڑے رہتے حتی تورمت قدماہ یہاں تک کہ پائے مبارک ورم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادئے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔''

(۱۵ تقریریں۔ص:۱۷۰)

مزید لکھتے ہیں:

''آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرمادئے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر''۔
(۱۵ تقریریں۔ص:۲۴۶)
بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے بشارت دی ہے لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ۔ یوم لا یخزی الله النبی والذین امنوا معه اے محبوب اللہ تعالی نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے وہ سب بخش دئے''۔
(کوثر الخیرات۔ص:۱۲۲۵ اہل السنۃ پبلی کیشنز جہلم)
رضاخانی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:
''نبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطاءً صادر ہو سکتے ہیں''۔(جاء الحق۔ص:۴۳۴)
پس یہ سارے مولوی اپنے ہی مولویوں کے فتووں کی رو سے گستاخ رسول ﷺ اور عصمت انبیاء کے منکر ہو کر کافر ہوئے۔مزید تفصیل کیلئے میری کتاب ''سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

(اعتراض ۲۷۸): مسئلہ حاضر وناظر رسول کریم ﷺ۔۔۔نبی پاک ﷺ کو حاضر ناظر ماننے والا کافر ہے

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں:
''رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں۔
(تحذیر الناس ص ۱۴، آب حیات ص ۶۹)
نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے۔(تفسیر عثمانی ص ۵۴۲)
امداد السلوک میں تو شیخ کو مرید سے قریب تر مانا۔(امداد السلوک فارسی ص ۱۱۰ اردو ص ۵۵، شہاب ثاقب ص ۶۱)''۔
اب ان عبارات کے مقابل میں عبارت لاتا ہے:
''نبی کو جو حاضر وناظر کہے بلا شک شرع اس کو کافر کہے''۔(جواہر القرآن ص ۷۳)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۱۶،۲۱۷)
جواب: پہلی بات تو یہ کہ تحذیر الناس، تفسیر عثمانی وغیرہما کی جو عبارات نقل کی اس میں کہیں بھی حاضر وناظر نہیں اور ان کو رضاخانیوں والے حاضر وناظر کے عقیدے پر محمول کرنا بھی رضاخانی مناظر کی اپنے مذہب سے جہالت ہے اس لئے کہ ان کے مذہب میں حاضر وناظر کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے:
مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

”عالم میں حاضر ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرنے اور صدہا کوس پر حاجتمند کی حاجت روائی کرے“۔

(جاء الحق ص ۱۴۵)

حاضر و ناظر کے اس رضاخانی معنی میں اور جو عبارات اکابر اہلسنت کی پیش کی گئی اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔پس جب ان عبارات کا تعلق حاضر و ناظر سے ہے ہی نہیں تو اس پر کسی قسم کا فتوی بھی نہیں۔

ان عبارات میں قرب سے مراد ”قرب معنوی و روحانی“ ہے یعنی جتنی محبت و مودت انسان کو اپنی جان سے ہوتی ہے اور جتنا حق انسان کی جان کا اس پر ہے اس سے زیادہ حق محبت و مودت انسان کو نبی اکرم ﷺ کی ذات سے ہے۔وہ اپنے نفس پر نبی کی شریعت کو مقدم سمجھے۔

اب رہی جواہر القرآن والی عبارت تو اول تو یہ تفسیر ہمارے ہاں ہر اعتبار سے معتبر تفاسیر میں شمار نہیں ہوتی۔

ثانیاً ہمیں صفحہ ۷۳ پر ایسی کوئی عبارت نہیں ملی صفحہ ۷۱، ۷۲ پر حاضر و ناظر کی بحث موجود ہے اور رضاخانیوں کو مدلل جواب بھی دیا گیا ہے، مگر یہ عبارت موجود نہیں۔مولوی حسن علی رضوی نے اس عبارت کو نقل کر کے حوالہ ”جواہر القرآن ص ۶“ کا دیا۔(اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص ۳۸)، مولوی غلام مہر علی نے جواہر القرآن ص ۶۰ کا حوالہ دیا۔(دیوبندی مذہب ص ۲۹۲ طبع اول) حالانکہ یہ عبارت نہ ہمیں ص ۶ پر ملی نہ ۶۰ پر نہ ۷۳ پر اور محض رضاخانیوں کے نقل کا ہمیں کوئی اعتبار نہیں۔واللہ اعلم۔

لیکن یہ بات درست ہے کہ اگر کسی کو اس معنی میں حاضر و ناظر مانا جائے جس معنی میں رضاخانی لیتے ہیں جو ہم نے تفصیل سے اپنی کتاب ”دروس مناظرہ جلد اول“ میں بیان کر دیا تو بلاشبہ یہ کفر ہے۔اب اگر رضاخانیوں میں غیرت ہے تو ہمارے اکابر سے بھی کسی کو حاضر و ناظر اس معنی میں دکھائے جس معنی میں رضاخانی لیتے ہیں۔دیدہ باید۔

حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والا کافر مشرک ہے رضاخانی فتوی

رامپوری علماء کا فتوی ہے:

”سوال: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو سوائے قبر کے حاضر و ناظر جان کر پکارنا بطور استداد بایں نظر کہ وہ سنتے ہیں جس جگہ ان کو پکارے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حاضر اور ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالی کے پکارنا جائز نہیں“۔

(فتاوی ارشادیہ، ص ۱۶۷)

(۱) نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

”اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔“(انوار شریعت جلد دوم ص ۲۴۳)

(۲) بدعتی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:”اگر کسے اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: اوکافراست فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر "۔
(انوارشریعت ج ۱ص ۲۳۹نی دارالاشاعت فیصل آباد)

اگرکوئی یہ اعتقاد رکھتا ہوکہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۳) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ہرآن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبدالحیؒ مرحوم ومغفور اپنے فتاوی جلداول ص ۳۲۸ وجلد ۳ص ۵ میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

"و تزوج بلا شھود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانه اعتقد ان الرسول و الملك یعلمان الغیب و نیز بزازیه است و عن ھذا قال علمائنا من قال ان الارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر"۔ (انوارشریعت، ج ۲ص ۲۳۹)

(۴) بدعتی مناظر عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے:

حاضر ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے اس میں دوسرا کوئی بھی شریک نہیں اس عقیدے سے کسی بھی سنی عالم کو اختلاف نہیں بے شک حاضر وناظر ہونا خدا تعالی کی خاص صفت ہے"۔ (سیف سکندری ص ۸۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

جب حاضر وناظر خدا کی صفت ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں جواب جتنے رضاخانی ہیں وہ سب اپنے ہی مولویوں کے ان فتووں کی رو سے مشرک وکافر ہوئے۔فتوے اور تضاد اس طرح پیش کئے جاتے ہیں۔

(اعتراض ۲۷۹): انبیاء واولیاء کو علم غیب حاصل ہونا۔انبیاء واولیاء کے علم غیب کا قائل کافر ہے

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

لوگ کہتے ہیں علم غیب انبیاء اولیاء کو نہیں ہوتا۔میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔اصل میں یہ علم حق ہے۔آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی۔اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔(شمائم امدادیہ ،ص ۶۱،امدادالمشتاق ،ص ۷۶)

علم غیب جو بلاواسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالی کے ساتھ اور جو بالواسطہ ہو وہ مخلوق کیلئے ہوسکتا ہے"۔
(بسط البنان مع حفظ الایمان ،ص ۱۰)

اس کے بعد فتاوی رشیدیہ اور دیگر کتب کے حوالے سے یہ کہا کہ دیوبندی مذہب میں رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب ماننا شرک وکفر ہے"۔(ملخصا دیوبندیت کے بطلان انکشاف ،ص ۲۱۷)

جواب: جتنی عبارات پیش کی ان میں کوئی تعارض نہیں۔اصل اعتقاد یہی ہے کہ جوکسی کیلئے''علم غیب اصطلاحی'' ثابت کرے اللہ کے سوا وہ مشرک وکافر ہے۔شمائم امدادیہ وامداد المشتاق میں جس علم غیب کی بات کی جارہی ہے وہ''علم غیب لغوی'' ہے جبکہ بسط البنان میں مراد اطلاع علی الغیب اوراظہارغیب مراد ہے۔اس پر راقم نے بہت تفصیل کے ساتھ''دروس مناظرہ جلداول'' میں بحث کی ہے۔یہاں ایک مضمون اسی کتاب سے بقدرضرورت پیش کررہاہوں جس میں علم غیب لغوی واصطلاحی کے درمیان فرق واضح کرکے اعلام امت کی اس قسم کی عبارتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

''اہل علم حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں (یعنی تفسیر ابن کثیر کی عبارت کان رجلا یعلم علم الغیب)''علم الغیب'' ہے مرکب غیر مفید ہے یعنی علم کی اضافت غیب کی طرف ہے۔اور یہ جملہ مرکب اضافی ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

''علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہوتو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے''۔

(ملفوظات حصہ سوم،ص ۳۶ رضوی کتب خانہ بریلی)

عبارت مووّل ہے

کسی کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اور مولانا احمد رضا خان کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت آپ کے مذہب میں بھی''کفریہ'' ہوئی کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہورہا ہے۔لہذا اس عبارت کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تاویل کی جائے گی۔اور تاویل یہ کہ اس عبارت میں علم غیب سے مراد علم غیب اصطلاحی نہیں جو کلی ذاتی ازلی ہو بلکہ مراد علم غیب لغوی ہے یعنی غیب کی کسی بات کا علم،(ثبوت بفردما) اور ظاہر ہے کہ غیب کی کسی بات کا جان لینا بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب کسی کے ہاں بھی کفر نہیں۔علم غیب لغوی و اصطلاحی کی یہ تفریق ہماری خانہ زاد نہیں بلکہ آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب جن کے بارے میں مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

''مصنفاتِ علامہ سعیدی،شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہما قرار دیا ہے،یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

(تفہیم المسائل۔ج ۳۔ص ۱۷۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن وشرح مسلم بھی رضاخانی مسلک میں حجت و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔اسی تبیان القرآن میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اعلی حضرت امام احمد رضا متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق...... ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتدا صرف اللہ تعالی کا علم نافذ

ہوتا ہے اس لئے مطلقا یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے......علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم یجز اطلاق فی غیرہ تعالی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون مناقضا واما اذا قید قیل اعلمہ اللہ تعالی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ (اللہ تعالی کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالی نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلق فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج ۹ ص ۸۱ دار العلوم امجدیہ)

نیز اعلی حضرت فرماتے ہیں......علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے"۔

(ملفوظات حصہ سوم، ص ۳۴ مدینہ پبلشنگ کراچی)

اعلی حضرت بریلوی اور شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین وآخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہر چند کے از روئے لغت او رمعنی صحیح ہے لیکن اصطلاحا صحیح نہیں ہے"۔ (تبیان القرآن ج ۴، ص ۴۸۷)

معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عبارت میں "علم الغیب" کا لفظ آجائے تو اس سے مراد اصطلاحی علم غیب نہیں ہوگا جس میں آپ کا اور ہمارا کفر و اسلام کا اختلاف ہے بلکہ لغوی اعتبار سے غیب کی باتوں کا بطور انباء معلوم ہونا مراد ہوگا مگر چونکہ یہ اطلاق بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں اس لئے اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کسی کتاب میں اس کا اطلاق ہو تو اسے تعبیر کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

(دروس مناظرہ، جلد اول مسودہ)

غرض ایک ہوتا ہے علم غیب اصطلاحی جس میں ذاتی کلی غیر متناہی ہونا ضروری ہے اور ایک ہے علم غیب لغوی جس میں ادراک، واسطہ، ہوتا ہے اول کفر ثانی کو علم غیب کہنا تسامح ہے لیکن کفر نہیں بلکہ یہ اطلاع علی الغیب، اظہار غیب او رانباء غیب وغیرہ ہیں۔

ہمارے جن علماء نے علم غیب پر کفر کے فتوے لگائے وہ علم غیب اصطلاحی پر اور الحمد للہ اکابر دیوبند میں سے کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب اصطلاحی کا قائل نہیں۔

اگر رضاخانی اس کو بھی تسلیم نہ کریں تو عرض ہے کہ مفتی حنیف قریشی نے ایک پورا رسالہ بزرگوں کی شطحیات پر لکھا ہے تو امداد المشتاق کی عبارت بھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ہم اسے ان کی شطحیات میں تسلیم کر لیتے ہیں ایسے کو پھر تیسا۔

علم الغیب اور رضاخانی فتوے

چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض علماء صالحین سے سنا گیا کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرادئے گئے تھے یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قایل نے اس سے کیا مراد لی ہے۔۔۔ یہ عبارت یہاں اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم خدا تعالی کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی وعطائی کا کیا مگر شیخ عبد الحق نے ان کو

مشرک نہ کہا بلکہ عارف کہا''۔(جاء الحق،ص ۸۶)

یہ عبارت اس پر صریح دال ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالی کے علم کے برابر جاننے والے بھی عارف باللہ ہے معاذ اللہ۔حالانکہ خود رضاخانیوں کے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی فتوی دیتے ہیں:

''یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے پاس جو علم غیب تھا سب اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرما دیا،کفر ہے،کیونکہ اس میں اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں مساوات لازم آتی ہے اور اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی بالفعل ہے۔یہ محال ہے کہ کسی مخلوق یا خود حضور اقدس ﷺ کا علم پاک غیر متناہی بالفعل ہو اور نہ یہ تحت قدرت باری تعالی داخل کہ وہ کسی مخلوق کو اپنا سب علم عطا فرمائے۔اس بیان کرنے والے پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔وہ اعلانیہ بیان کرنے والا یوں توبہ کرے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا(جملہ مذکورہ کو دہرائے) یہ کلمہ کفر ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں اللہ عزوجل نے اپنا سب علم حضور اقدس ﷺ کو نہیں عطا فرمایا''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۱،ص ۵۱۴)

مگر مفتی احمد یار گجراتی صاحب تو بغیر توبہ و تجدید ایمان ہی اس جہاں اپنا انجام بھگتنے پہنچ چکے ہیں ان کے اذناب سے درخواست ہے کہ اس شخص سے اعلان برات کریں ورنہ اپنے ہی شارح بخاری کے فتوے کو اپنے گلے کا طوق بنالیں۔

خان صاحب بریلوی مفتی شریف الحق امجدی کے فتوے کی زد میں

مفتی شریف الحق صاحب اس عقیدہ کو کفر کہہ رہے ہیں مگر ان کے خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

''علم الہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہو سکتی جبکہ بعطائے الہی مانے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم،ج ۶،ص ۷۷،دارالعلوم امجدیہ کراچی ۱۹۹۲)

اور یہ رضاخانی کتب میں مرقوم ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے لہذا خان صاحب بریلوی نے ایک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خود کفر کا ارتکاب کر لیا ہے۔

کیوں جی معترض صاحب! تعارض اسے کہتے ہیں اپنے ہی فتووں سے کفر کے گھاٹ اس طرح اتارا جاتا ہے۔

(اعتراض ۲۸۰):نبی پاک ﷺ کو غائبانہ پکارنا،ندا کرنا،یارسول اللہ کہنا،استمداد میں غیر اللہ اور حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا

اس کے تحت اس نے اکابر و مشایخ اہلسنت کے چند اشعار نقل کئے مثلاً:

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا

نہیں ہے قاسم بےکس کا کوئی حامی کار

(شہاب ثاقب،ص ۲۸،قصائد قاسمی،ص ۶)

دستگیری کیجئے میرے نبی

کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

(نشر الطیب، ص ۱۹۴)

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(شمائم امدادیہ، ص ۸۴، امداد المشتاق، ص ۱۱۶)

ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ﷺ

مجھے دیدار تک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ ﷺ ۔۔الخ

(کلیات امدایہ، ص ۲۰۵)

ہادی عالم مشکل کشا کے واسطے

(کلیات امدادیہ، ص ۱۰۳، تعلیم الدین، ص ۴۴، سلاسل طیبہ، ص ۱۴، اصلاحی نصاب، ص ۵۷۴، شجرہ تھانوی، ص ۶)

پھر کہا کہ دیوبندی مذہب میں کسی سے مدد طلب کرنا یا رسول اللہ کہنا شرک وکفر ہے۔

(ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

جواب: یہ اعتراض اس نے ’’اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ، ص ۶، ۷، ۱۳، ۱۹، ۳۰‘‘ سے سرقہ کیا ہے۔ہمارے دوست مولانا عبد الرحمن عابد صاحب زید مجدہ نے بڑے تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کیا کہ کن صورتوں میں کسی کو غائبانہ پکارا جاسکتا ہے اور کن صورتوں میں نہیں اور مشایخ دیوبند کے اس طرح کے اشعار جواز کی کس صورت میں ہے؟ ہم اسی کو یہاں پیش کر رہے ہیں۔چونکہ ان اشعار پر رضاخانی اور غیر مقلدین دونوں اعتراض کرتے ہیں لہٰذا دونوں کو سامنے رکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

مسئلہ استمداد بغیر اللہ کی وضاحت

اہل السنت والجماعت علماء دیوبند (نور اللہ وجوھھم یوم القیامۃ) کے نزدیک دلائل کی روشنی میں نداء اور استعانت میں تفصیل اور تقسیم ہے۔نہ نداء واستعانت تمام کے تمام بالکلیہ جائز ہے اور نہ مطلقاً شرک ہے، بلکہ اس میں تقسیم ہے جس کی تفصیل حاضر خدمت ہے۔بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ۔

بحث اول: استعانت من غیر اللہ کے بارے میں کریں گے۔

استمداد من غیر اللہ آٹھ قسم پر ہے:

(۱)... قسمِ اول: اللہ تعالیٰ کے علاوہ (نبی، ولی، پیر، بُت ودیگر غیر اللہ) کو مستقل اور قادر بالذات سمجھنا اور ان سے مدد مانگنا۔

حکم: ایسی مدد مانگنا صریح شرک ہے، ایسا شرک جس کی وضاحت پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اور عموماً مدّعیانِ اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے صرف وثنیہ (بت پرست) اس کے قائل ہیں کہ وہ وجود باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوقات کو بھی قادر بالذات سمجھتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔العیاذ باللہ

(۲)...قسم دوم: غیر اللہ (مستعان منہ، جس سے مدد مانگی جاتی ہے) کو تو قادر بالذات نہیں سمجھتے ہیں۔لیکن قادر بالعطاء سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ ایسا ہوتا ہے کہ اس بندے (نبی یا ولی و دیگر مخلوق) کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قدرت دی ہے جس کے بعد یہ مستقل اور خود مختار بن گیا ہے کہ اب جو بھی چاہتا ہے اور جب بھی چاہتا ہے اور جس کے حق میں بھی چاہتا ہے وہ کرسکتا ہے۔

حکم: استعانت کی یہ صورت بھی شرک ہے اور منصوص (قرآن کی رُو سے) شرک ہے۔مشرکین مکہ کا بھی یہی قصور تھا۔کیوں کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں کہتے تھے بلکہ ان کو متصرف باذن اللہ سمجھتے تھے۔لیکن ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ ان بتوں کو تو اب ویسے بھی اختیارات حاصل ہوگ؁ ہیں، وہ اب جس کے لئے اور جب بھی چاہیں مدد کرسکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مشرکین زمانہ جاہلیت میں ایسی تلبیہ پڑھتے تھے۔

”لبيك اللهم لبيك لاشريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك“

”ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں۔آپ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے لیکن وہ (شریک) ہے کہ جو آپ کا (شریک) ہے۔آپ ان کے اور ان کے تمام مملوکات کے مالک ہو“۔

اگر قرآن کی طرف رجوع کی جائے وہاں بھی ہمیں تصریح ملتی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں سمجھتے تھے: (هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ.مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى)

”وہ کہتے تھے کہ یہ (اصنام) اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ہم ان کی عبادت صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔

الغرض: ایسا عقیدہ بھی شرکیہ عقیدہ ہے اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل بعض ج؁ لاء مدّعیانِ اسلام نے بھی یہ عقیدہ اپنایا ہوا ہے۔ اللھم حفظنا منہ آمین میری مراد بریلوی طبق؁ (واخوات؁ م) ہے۔

(۳)...قسم سوم: زندہ آدمی سے امورِعادیہ میں مدد مانگنا، کہ وہ فعل عادۃً انسان کا فعل شمار ہوتا ہے۔یہ مستعان منہ محض ذریعہ اور آلہ بن جاتا ہے اور حاجت روا اور مشکل کشا فقط اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھا جاتا ہو۔

مثلاً: میں نے زید سے کہا کہ مجھے پانی دیدو، یا مثلا میری فلاں مدد کرو، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زندہ دوستوں سے امورِ عادیہ مدد مانگی تھی کہ: (مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ (سور؁ آل عمران آیت ۵۲)

اسی طرح دوسری جگہ میں ذوالقرنین کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنے زندہ ساتھیوں سے امورِعادیہ میں مدد مانگی تھی کہ: (فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ)(الکہ؁ ف:۹۵) میرے ساتھ اپنی قوت میں مدد کرو۔

ایسے بہت زیادہ دلائل اور شواھد موجود ہیں کہ انبیاء کرام علیھم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنھم اور سلف صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ نے مدد مانگی ہے اس سے یہی قسم مراد ہے اور اس کو ماتحت الاسباب استمداد ک؁ تے ہے

حکم: یہ قسم بالاتفاق جائز ہے۔

نوٹ: ہم اہل السن؁ والجماعۃ جس طرح تفریط (کمی) کے قائل نہیں ہیں اسی طرح افراط (زیادتی) کے بھی قائل نہیں ہیں۔بالفاظ دیگر جس طرح بدعت کے قائل نہیں ہیں اسی طرح الحاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔

یہاں امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے الحاد سے کام لیا ہے وہ کہتا ہے کہ (استعانت من غیر اللہ کی) یہ قسم بھی غلط ہے۔مزید کہتا ہے کہ اس میں تین نقصانات ہیں ایک یہ کہ اس میں شرک خفی کا شائبہ ہے.....الخ (حکمۃ القرآن طبع اول: ۱/ ۸۷) یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے.

(۴)...قسمِ چہارم: زندہ آدمی سے امورِ غیر عادیہ میں امداد طلب کرنا کہ وہ عادۃً اور شرعاً انسان کی قدرت سے باہر ہو اور انسان کا فعل بھی شمار نہیں ہوتا ہو۔

مثلاً: اے مرشد اے پیر مجھے بچہ دیدو وغیرہ۔

حکم: (استعانت من غیر اللہ) کی یہ قسم بھی ناجائز ہے۔البتہ کرامت اور اعجاز (معجزہ) اس سے مستثنیٰ ہے (اس کی تفصیل مستقل نمبر میں آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور چونکہ کرامت میں استمرار نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اس قسم سے خود بخود مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔)

(۵)...قسم پنجم: نبی یا ولی کی وفات کے بعد امور غیر عادیہ یا ان امورِ عادیہ کہ جس میں انسان کی موت کے ساتھ اس کی قدرت اور طاقت ختم ہو جاتی ہے میں مدد مانگنا.

مثلاً: (امورِ غیر عادیہ کی مثال) اے مرشد اے پیر مجھے اولاد عطا کر۔(ان امور عادیہ کی مثال جس کی موت کی وجہ سے طاقت وقوت ختم ہو جاتی ہے) اے فلاں میری فلاں مقدمہ ختم کرو۔

حکم: یہ بھی ناجائز ہے۔

(۶)...قسم ششم: کسی نبی یا ولی سے بعد از وفات روحانی فیض حاصل کرنے میں مدد طلب حاصل کرنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے۔

تنبیہ: روحانی فیض سے بریلویوں قبر پرستوں جیسا حصولِ فیض مراد نہیں ہے کہ روح مدد کرتی ہے العیاذ باللہ۔بلکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر جائز صورت میں مراد ہے۔یعنی اس سے مراد فیضِ قبور ہے۔جس کی وضاحت اور تفصیل گزر چکی ہے۔

(۷)..قسم ہفتم: اُمورِ عادیہ اور غیر عادیہ میں زندہ یا وفات شدہ کے توسل اور برکت کی مدد سے اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد مانگنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے اس کو مجازاً مدد کہا گیا ہے حقیقت میں توسل ہے اور مدد اللہ سے مانگنی ہے۔

تنبیہ: اس قسم میں استشفاع بھی داخل ہے۔

(۸)...قسم ہشتم: ایک نبی یا ولی ایک خاص وقت میں بطور اعجاز و کرامت کہہ دیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔اس خاص وقت میں سائل اس سے امور عادیہ اور غیر عادیہ میں کوئی مطالبہ کرے اور مدد مانگے۔

حکم: یہ جائز ہے۔

ایک تو اس میں استمرار نہیں ہے کیونکہ یہ کرامت ہے اور کرامت میں استمرار نہیں ہوتا ہے۔اور دوسرا یہ کہ یہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔کیونکہ کرامت اور معجزہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے۔(کما مرّ تفصیلہ) اس میں طاقتِ بشریہ کو دخل نہیں ہے۔اس وجہ سے یہ خلافِ قانون ہے اور خلاف قانون میں استمرار اور دوام نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ: یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں جس میں چار قسم جائز اور چار ناجائز ہیں۔

فائدہ: مذکور تقسیم کو آسان الفاظوں میں یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ وہ مدد جو ما فوق الاسباب ہو تو ناجائز اور جو ما تحت الاسباب ہو تو

جائز ہوگا تو جو جواز کی قسم ہوگی وہ ماتحت الاسباب میں داخل ہوگا اور باقی مافوق الاسباب میں ہوگا..

نداء بالغیر

اس میں بھی استعانت کی طرح آٹھ قسمیں بنتی ہیں۔جس میں بعض جائز اور بعض ناجائز صورتیں ہیں.

مخلوق کو جو نداء دی جاتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔

(۱)... یا زندہ کو ندا دی جائے گی۔

(۲)... یا مردہ کو ندا دی جائے گی.

اگر زندہ کو ندا دی جاتی ہے اس کی تین قسمیں بنتی ہیں:

(۱).. اس زندہ منادیٰ کو نزدیک سے ندا دی جائے گی جو عادۃً سنتا ہے۔

حکم: اس میں کوئی نزاع نہیں ہے یہ جائز ہے۔کیونکہ ایسی نداء قریب سے عادۃً سنی جاتی ہے۔

(۲)... زندہ آدمی (جس کو پکارا جائے) کو بُعداً (دور) سے نداء دی جائے محض شوق محبت،اور تلذذ کی نیت اور غرض سے۔

حکم: ایسی نداء بھی جائز ہے۔

(۳)... زندہ آدمی (جس کو پکارا جائے) کو غائبانہ نداء کرنا اس نیت سے کہ وہ دور سے بھی عادۃً سنتا ہے۔

حکم: یہ نداء ناجائز اور شرک ہے۔

ہر چہ فوت شدہ آدمی کو نداء کرنا ہے اس میں چار پانچ قسمیں بنتی ہیں۔

(۱)... میت کو (قبل دفن) نزدیک جا کر یا قبر کے پاس جا کر نداء دینا۔

حکم: یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ نداء بطور استعانت (طلب امداد) نہ ہو۔اگر بغرض سلام ہو تو ایسی نداء میں نبی،ولی اور عام مؤمنین سب کے سب شامل ہیں۔

مثلاً: جناب نبی کریم ﷺ کے قبر کے پاس جب تشریف لے جائے تو ایسا کہہ سکتے ہو کہ: "الصّلوۃ والسّلام علیک یارسول اللہ"

یا کسی ولی مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس جا کر یہ کہہ دیں کہ: "السّلام علیک یا ابابکر" اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر خواص وعوام اولیاء کرام اور عام المؤمنین کو اسی طرح نداء بدون الاستمداد کرسکتے ہو۔

تنبیہ: اگر یہ نداء سلام کے علاوہ کسی دوسری نیت کے لئے ہو پھر تو جناب نبی کریم ﷺ کے قبر مبارک کے ساتھ ایسی نداء جائز ہے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ کی سَماع میں تو اتفاق ہے۔البتہ عام قبور کو سلام کے علاوہ نداء کرنے میں آج کل کے دور میں احتیاط اسی میں ہے کہ سلام کے علاوہ دوسری نداء کی اجازت نہ دی جائے۔

۲: فوت شدہ کو غائبانہ طور پہ نداء کرنا بدون الاستمداد محض شوقاً محبۃً اور تلذذاً تحسّر اًحر ماناً کے غلبہ کی وجہ سے۔

حکم: یہ صورت بھی جائز ہے۔

ملاحظہ: اکثر بزرگانِ دین کی قصائد شعریہ میں جو نداء پائی جاتی ہے وہ نداء اس قسم میں داخل ہے۔ان کا عقیدہ یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ وہ

دور سے بھی سنتے اور مدد کر سکتے ہیں العیاذ باللہ...

۳: فوت شدہ شخص (نبی یا کوئی دوسرے ولی کو) غائبانہ نداء دینا اس نیت سے کہ وہ دور سے بھی عادۃً سنتے ہیں۔

حکم: نداء کی یہ صورت ناجائز اور شرک ہے۔

۴: کسی کو غائبانہ نداء سے پکارے لیکن اس سے مقصود استمداد یا شوق ومحبت نہ ہو بلکہ کسی دعا وغیرہ میں اس کا نام بصیغہ نداء مذکور ہو اور وہ اتباعاً و حکایۃً ایسی نداء کرے۔

حکم: یہ بھی جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ نداء وغیرہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔

مثلاً: التحیات میں "السلام علیک ایھا النبیّ" کہنا جو یہاں صیغہ نداء کے ساتھ ہی ہے۔ یا اسی طرح قرآن مجید میں "یافرعون" "یاھامان" وغیرہ یا حدیث پاک میں "یارسول اللہ" اسماء صیغہ نداء کے ساتھ مذکور ہیں۔ تو ایسے وقت میں اتباعاً ایسی نداء کریں تو یہ جائز ہے۔

خلاصہ: اس تمام بحث کا یہ خلاصہ نکلا کہ نہ ہم مطلقا استمداد کی اجازت دیتے ہیں۔ اور نہ مطلقاً نداء جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس میں بین بین (مبنی بر اعتدال) انصاف کے ساتھ اپنے اپنے وصف کے ساتھ بات کرتے ہیں۔

بالفاظ دیگر نہ افراط سے کام لیتے ہیں اور نہ تفریط سے بلکہ اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ یعنی ہم اس نداء اور استعانت سے لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ امور غیر عادیہ میں مطلقاً (میتاوحیا) اور ان امور عادیہ میں استعانت (مدد مانگنا) جو اس کی قدرت کے باہر ہو یا کسی مخلوق کو قادر بالذات یا قادر بالعطاء سمجھتے ہوئے پھر اسے مستقل اور خود مختار بنا دے۔ ایسی استعانات ہم بدلائلٍ نہیں مانتے ہیں۔

اور وہ نداء واستعانت جو انسان کی قدرت میں ہو اور ما تحت الاسباب ہو ایسی نداء اور استعانت کو ہم مانتے ہیں۔ فللّٰہ الحمد۔

اور اکابر دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ کے بھی یہی نظریات ہیں کہ استعانتِ محرّمہ کے قائل ہیں اور نہ بالکلیہ استعانت کے منکرین ہیں۔ بالفاظ دیگر۔ ہم (علماء دیوبند) ہرگز ہرگز استعانتِ محرّمہ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہم تو اس کو صریح شرک اور ناجائز کہتے ہیں۔

بریلوی حضرات یہاں خوش نہ ہوں کہ گویا ہمارے شرکیہ عقائد علماء دیوبند کی کتب سے بھی ثابت ہیں، نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ تو بریلویوں اور علماء حقہ کے عقائد میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ لیکن ناسمجھ اور قلتِ عقل والے غیر مقلدین اور بریلوی اس فرق سے یا تو جاہل ہیں یا متجاہل ہیں۔

خود اکابر دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ سے بھی ملاحظہ فرمائیں کہ علماء دیوبند (رحمھم اللہ) نہ تو استعانتِ فاسدہ کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً استعانت کو شرک و ناجائز کہتے ہیں۔

مثلاً: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ استعانت کی ایسی اقسام بیان کرتے ہیں کہ:

(۱)...استعانت واستمداد بالمخلوق جو باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو وہ شرک ہے۔

(۲)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ زندہ ہو یا میت۔

(۴)...اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ۔

(۵)وگرنہ لغو ہے۔

(امداد الفتاویٰ:۵ / ۳۳۵)

تومعلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہ تو مطلقاً استمداد کے شرک کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔

اور مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے بارے میں تقسیم کے قائل ہیں، غیر مقلدین اور انکے بھائی بریلوی حضرات مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ: استعانت کی تین معنیٰ ہیں:

(۱)...حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمتِ فلاں میرا کام کردے یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کا کلام نہیں۔

(۲)...صاحب قبر کو کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے...

(۳)...قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے قائل ہیں...الخ۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''نداء غیر اللہ کو کرنا دور سے شرک حقیقی تب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سماع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ اس کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصوداً سماع ہوتا ہے نہ عقیدةً، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کی ہوتی ہے کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے''۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۸۲)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

''جب انبیاء علیھم السلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کی تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ کفر ہے....''

(ایضاً ص:۲۰۳و۲۰۴، مکاتیب رشیدیہ ص:۷۲)

اسی طرح ایک جگہ پر حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول ذکر کرتے ہیں کہ:

''سو اشعار و مدح میں جو نداء خطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخر عالم کو حاضر و ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو وہ مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کی کہ اگر ضمن صلوۃ وسلام میں ہے تو ملائک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچادیں گے اور جو بدون اس کی ہے وقت عرض اعمال کی پیش ہوجاوے گا تو جائز ہے مگر چوں کہ اس مجمع میں جہال، سفہاء اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت نداء خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت وشرک کی تائید ہوتی ہے تو درصورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے تو درصورۃ ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر توہم شرک اور سبب فتنہ

وفساد کا ہے....الخ''۔

(البراہین القاطعہ،ص:۲۷)

(۳)...اسی طرح تقسیمات شیخ الاسلام محدّث دوران مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی" الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد" میں مفصلا ومحققاً بحث کی ہے۔

(۴)...اسی طرح ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند مناظرِ وقت فقیہ العصر مولانا حسن چاندپوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً نے بھی اس کے متعلق مفصّل ومدلل اور منقح بحث کیا ہے، دیکھئے: (سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد" مشمولہ رسائل چاندپوری جلد دوم)

اس پر اگر مزید تفصیل پیش کریں گے تو بات ب※ت لمبی ہو جائیگی۔لیکن مختصراً یہ کہ ہم نداء اور استعانت میں تقسیم کرتے ہیں یہ ویسے اہل باطل کے الزامات اور اتھامات ہیں کہ ایک طرف تو متشددین غیر مقلدین کہتے ہیں کہ علماء دیوبند بھی بریلویوں کی طرح نداء اور استعانت کے قائل ہیں۔

اور دوسری طرف بریلوی حضرات (واخواتہم سیفیان) کہتے ہیں کہ علماء دیوبند مطلقاً ہر نداء اور استعانت کو شرک کہتے ہیں۔

ہم ان دونوں فرقوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ: (سبحٰنك هٰذا بهتان عظيم)

ہم (علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کثر اللہ سوادھم) نے اپنا موقف پیش کیا کہ ہم ان میں تقسیم کے قائل ہیں، نہ تو بریلویوں اور سیفیوں کی طرح عقیدہ حاضر وناظر وعلمِ غیب جیسے عقائد کے ساتھ نداء کے قائل ہیں اور نہ غیر مقلدین کی طرح قائل ہیں کہ محض نداء کرنے سے بندہ کو کافر کہیں گے حاشا وکلا۔بلکہ خود غیر مقلدین کے اکابرین بھی یہ تصریح کرتے ہیں کہ علماء دیوبند مطلق استمداد کے قائل نہیں ہیں۔

غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی اشعار میں نداء شوقیہ بجذبہ حال مراد ہے نہ کہ نداء حقیقی غائبانہ حاضر وناظر جان کر....''

(اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان،ص:۱۱۳)

اسی طرح ایک اور کتاب (رسائل ثنائی※) میں بھی اس طرح مضمون کی طرف اشار※ کیا※ ے

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی علماء دیوبند استمدادِ بدعی کے قائل نہیں ہیں۔فللّٰہ الحمد والمنّۃ۔

اور یہ (نداء اور استعانت کے بارے میں) تقسیم ہم نے اصل یعنی شریعت سے لیا ہے مثلاً: استعانت کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوستوں سے مدد مانگی تھی کہ (من انصاری الی اللہ) کہ کون میری مدد کرے گا۔اسی طرح ذوالقرنین نے بھی اپنے ساتھیوں سے ماتحت الاسباب مدد مانگی تھی کہ (فاعینونی بقوۃ) کہ میرے ساتھ اپنی قوت میں مدد کرو۔اس سے بریلویوں کی شرکی استعانت بھی مراد نہیں ہے اور ساتھ ساتھ غیر مقلدوں کو بھی سبق ملتا ہے کہ مطلق استعانت شرک نہیں ہے۔

اسی طرح نداء کے متعلق بخاری شریف میں آتا ہے کہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کے بادشاہ ہرقل کو ایک خط بھیجا تھا اس میں ایسے الفاظ تھے بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیں: "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ إِلٰى هِرَقۡلَ عَظِيۡمِ الرُّوۡمِ: سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى، أَمَّا بَعۡدُ، فَإِنِّىۡ أَدۡعُوۡكَ بِدِعَايَةِ الۡإِسۡلَامِ، أَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ"۔

(بخاری:۱/۵ قدیمی کتب خانہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو اللہ کا بند※ اور رسول ہ ے ہرقل روم عظیم کے بادشا※ کو بسلام اس پر جوہدایت کا تابع ہو. اس کے بعد بیشک میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ قبول کرو تو سالم ہو جاؤ گے۔

دیکھئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب میں ہیں اور روم کا بادشاہ روم میں لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال تھا کہ یہ خط مکتوب الیہ (بادشاہ) کو پہنچ جائیگا، اس کے ہاتھ تک پہنچ جائے گا، اس کی نظر سے گزرے گا تب خطاب صحیح ہو جائے گا۔

یا اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، قوم ثمود نے جب اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور تباہ ہوئے تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ:

(فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ)

(سور※ الأعراف: آیت ۷۹)

اسی طرح خطاب حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی کیا تھا جبکہ کے اس کی قوم ہلاک ہو چکا تھا لیکن پھر بھی فوت شدہ لوگوں کو پیغمبر نداء خطابیہ کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ یہ خطاب اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مطلقاً نداء شرک و ناجائز نہیں ہے۔

بعض اوقات بعض صحیح العقیدہ حضرات کے اشعار اور مدح میں اگر جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بصیغہ خطاب کے ہو تو اگر کوئی بغیر عقیدہ فاسدہ کے ایسا کہے تو ڈائریکٹ شرک اور کفر کے فتویٰ لگانا جہالت اور احمقانہ حرکت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسجد تشریف لے آئے جب دیکھا تو لوگ تراویح میں مصروف تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے الفاظ سے دعا دیتے ہیں (اس وقت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات ہو چکے تھے) کہ:

نورت مساجدنا نور الله قبرك يابن الخطاب

(السیر※ الحلبی※، جلد ثانی ص: ۱۲ الابال※ جر※ ال※ المدین※ الناشر: ال※ تب العلمي※ بیروت)

آپ نے ہماری مساجد کو منور کیا اللہ تعالیٰ آپ کے قبر کو منور کرے اے (عمر) ابن الخطاب۔

دیکھئے: یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد نداء خطابیہ دیتے ہیں، لیکن یہ نداء بطور استغاثہ و استمداد (کمثل المبتدعین) نہیں ہے، مقصود یہ ہے کہ علی الاطلاق استعانت و نداء الی غیر اللہ کو شرک کہنا یا ان سے امداد طلب کرنا غلو اور ناجائز ہے۔

☆...صرف یہ نہیں بلکہ غیر مقلدین کے اکابر کا موقف بھی دیکھئے کہ وہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

(۱)...امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دا نداء شوقیہ دہ او رنداء شوقیہ پہ نزد دبعض علماؤ جائز دہ“ (یا رسول اللہ آواز ص: ۵۵)

یعنی یہ نداء شوقیہ ہے اور نداء شوقیہ بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(۲)...اسی طرح غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دھلوی لکھتے ہیں کہ:

”اگر کبھی غلبہ محبت کی بنا پر یا رسول اللہ یا یا غوث الاعظم زبان سے نکل جائے تو یہ جائز ہے۔“ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/ ۱۳۳)

(۳)...اسی طرح غیر مقلدین کے مفسر و عالم، امام اہل حدیث (مجموعۂ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ) نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"وبهٰذا ظهر ان ما تقوله العامه یا رسول الله او یا علی او یا غوث فمجرد النداء لانحکم بشرکهم "(هدیة المهدی ص: ۲۴)

ترجمہ: اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ عام لوگ جو یا رسول اللہ ﷺ یا یا علی یا یا غوث کہتے ہیں ہم صرف نداء کی وجہ سے شرک کا حکم نہیں لگاتے ہیں۔

دیکھئے...! امام اہلحدیث تو کہتے ہیں کہ ہم مطلق نداء کی وجہ سے شرک کا حکم نہیں لگاتے ہیں۔

(۴)...غیر مقلدین کے مشہور مؤرخ اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب میں ہے کہ: "۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت میں مولانا غزنوی پر جب مقدمہ چلا تو عدالت میں جسٹس منیر نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ (یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ) کہنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں؟ مولانا غزنوی نے فرمایا: اس کا انحصار کہنے والے کی نیت پر ہے ہر اس شخص کو جو یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے مشرک نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(نقوش عظمت رفتہ۔ص: ۵۶)

(۵)..غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے رسال✕ا✕ لحدیث میں نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کے ایک شعر کے متعلق ایک غیر مقلد وضاحت کرتے ✕و ✕لکھتے ہیں ک✕:

"نواب صاحب مرحوم کي مذکور✕ شعر کا مطلب آپ کی عام تصنیفات کی روشنی میں سمجھنا چا✕ یے تو معلوم ہو گا ک✕ اس سے مقصود حقیق✕ استمداد ن✕ یں بلک✕ ✕ ✕ اقت ے"۔ (رسال✕ لحدیث امرتسر، ۳ جون ۱۹۸۳، صفح✕)

ایک جگ✕ بریلوی حضرات مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اشعار نقل کئے ہیں کہ دیکھئے ان لوگوں نے بھی نداء غائبیہ بطور طلب امداد استعمال کیا ہے۔ غیر مقلدین کے اس مفتی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اس بریلوی کو مفصل جواب دیا ہے، لیکن ہم نشاندہی کے طور پر مختصر اقتباس لیں گے، موصوف اس کو جواب دیتے ہیں:

"....مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں نداء شوقیہ بجذبہ حال مراد ہے نہ کہ نداء حقیقی غائبانہ حاضر و ناظر جان کر....."۔

(اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، ص: ۱۱۳)

☆... امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے بھی یہ حقیقت واضح کی ہے کہ:

"اسباب کے درجہ میں مخلوق سے مدد مانگنا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے یعنی مدد دو قسم پر ہے:

(۱)...ایک ماتحت الاسباب ہوتی ہے، کہ ایک بندے کے پاس اسباب موجود ہیں اور آپ اس سے مدد مانگے۔ یہ جائز ہے...

(۲)...دوسری ایسی مدد مانگنی ہے کہ کسی کے پاس اسباب نہ ہو اور وہ بندہ غائب ہو یا وہ مردہ ہو اس کو پتہ نہیں ہوتا ہے اور آپ اس کو یہاں سے آواز دیتے ہیں.... یہ تمام شرک ہے"۔ (حکمۃ القرآن: ۱/۷۷ طبع اول، تحت سورۃ الفاتحہ: آیت: ۴)

نوٹ: امین اللہ پشاوری غیر مقلد کی یہ تفصیل پشتو زبان میں ہے یہاں اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

☆ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی اختلاف ن✕ یں ک✕ جن کاموں پر مخلوق کو قدرت حاصل ہے ان کاموں میں مخلوق سے استغاث✕ کرنا جائز ہے"

(اخلاص التوحید للحمید المجید مشمول ✕ مجموع✕ رسائل جلد ۱ صفح✕ ۳۲۵ و ۳۲۸، ۳۶۵)

بس اسی پر ہی اکتفاء کریں گے۔ ورنہ دلائل اور بھی ہیں لیکن خوف طوالت کی وجہ سے اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔

اب آتے ہیں بعض ان اشعار اور نداء کی طرف جن پر مخالفین اعتراضات کرتے ہیں:

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کی وضاحت:

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ونداء پر بعض غیر مقلدین اور سیفی اور بریلوی حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اشعار میں نداء کے ساتھ ساتھ استمداد کا بھی اخذ کیا ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار یہ ہیں:

یاشفیع العباد خذبیدی انت فی الاضطرار معتمدی

لیس لی ملجأسواك اغث مسّنی الضّر سیدی وسندی

غشنی الدھر یا ابن عبداللہ کن مغیثاً فأنت لی مددی

لیس لی طاعۃ ولا عمل بید حبیك فھو لی عتدی

یارسول الالہ باب لی من غمام الغموم ملتحدی

[نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص:۱۵۶]

(یا وہ اشعار جو رضاخانی معترض نے پیش کئے۔ساجد)

جواب:

تھکم ✕ تے یرک ✕ں ✕ ان بھی ✕ طوجیرت کنے کرگئے ین ✕ ک ✕ حقیق ✕ستد اہراھے.

آمدم برسر مقصد: یہ جواب تھوڑا مفصل مگر اُصولی لکھیں گے تاکہ تمام اشعار اور نداء کے متعلق بات واضح ہوجائے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہر کلام کو قائل کے عقیدے اور نظریہ کے مطابق لیا جائے گا۔ اور موصوف (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) تو علماء دیوبند کے سرخیل ہیں، اور علماء دیوبند کے اس بارے میں عقید ✕ اور نظری ✕ کی تفصیل گزرچکی ہے کہ علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ تقسیم کے قائل ہیں اور کسی بدعی استعانت اور بدعی نداء الی غیر اللہ کے قائل نہیں ہوے۔ علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ استمداد (مافوق الاسباب) کے قائل نہیں ہیں، جب بات ایسی ہے تو پھر موصوف کے اشعار غیر مقلدین سمیت بریلوی حضرات اور سیفی حضرات کیوں موصوف کے نظریہ کے مطابق نہیں لیتے ہیں...؟

موصوف (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا اس باب میں کیا عقیدہ تھا وہ تو پہلے گزرچکا ہے، البتہ موقع کی مناسبت سے اور یاد دہانی کے لئے دوبارہ ذکر کریں گے مع التفصیل، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ موصوف حاضر و ناظر یعنی مافوق الاسباب والی نداء کو خود شرک کہتے ہیں، اور نداء شوقیہ کو جائز سمجھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱)...استعانت واستمداد بالمخلوق جو باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو وہ شرک ہے۔

(۲)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ زندہ ہو یا میت۔

(۴)...اور خو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ۔

(۵) وگرنہ لغو ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ۵ / ۳۳۵)

اسی فتاویٰ میں ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ:

"پس اگر اکابر میں سے کسی کی کلام میں ایسی نداء ہو تو اس کو یا مجاز پر محمول کیا جاوے گا یا ان کی طرف نسبت کرنے کو غیر صحیح کیا جاوے گا یا مثل اس کی کوئی اور مناسب توجیہ کی جاوے گی یہ تو ان کی تبریہ کے لئے ہے باقی عوام کو بوجہ متیقن مفسدہ کے جزماً وحتماً روکا جاوے گا"۔

(فتاوی امدادیہ: ۵ / ۳۱۶ مکتبہ احمد شہید اکوڑہ خٹک پشاور)

دیکھئے...! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اشعار کی وضاحت فرمائی کہ جن خواص نے ایسے اشعار میں نداء استعمال کی ہو اس کو ہم صحیح محمل پر حمل کریں گے، اور جو عوام ہیں ان کو جزماً وحتماً ایسے اشعار سے منع کیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے عقیدہ کو نقصان پہنچے (یعنی ایسا نہ ہو کہ مخلوق کے لئے علمِ غیب کے قائل ہو جائے)۔

ایک اور جگہ پر ایک سائل کے جواب میں کہتے ہوئے (غیر اللہ کو) علم غیب وغیرہ (ثابت) کرنے پر ایسی بمباری کرتے ہیں کہ:

"بہر حال اس سے حاجتیں مانگنا اور اس کو متصرف سمجھنا اور غیب دان جاننا محض شرک ہے جن لوگوں نے ان کے کھانے پینے، ملنے سے کنارہ کیا بہت اچھا کیا خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور جو لوگ ان گمراہوں کی مدد کرتے ہیں وہ بھی انہی میں ہیں"۔

(ایضاً ص: ۳۵۶)

افسوس ایسے لوگوں پر جو تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان حوالہ جات کے بعد بھی بدعی اور شرکی نداء کے قائل سمجھتے ہیں۔ العیاذ باللہ

فیاللعجب وضیعۃ الادب!!

ایک اور جگہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نزاع کو ہی ختم کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

"بارادہ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کی منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقاً واستلذاذاً ماذون فیہ ہے چونکہ اشعار پڑھنے کی غرض محض اظہار شوق واستلذاذ ہوتا ہے اس لئے نقل میں توسع کیا گیا لیکن اگر کسی جگہ اس کے خلاف دیکھا جائے گا منع کر دیا جائے گا"۔ (ایضاً ص: ۳۵۴)

دیکھئے عقلاء... بعبارات چیخ چیخ کر ک ✕✕✕ ✕ ی ہ یں تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو محض شوقی ندا کے قائل تھے فاسد عقیدہ کے ہرگز ہرگز قائل نہیں تھے، وہ تو موحد، متبع سنت، پیر ہادی اور مہدی تھے وہ کیسے بدعت کے قائل ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ شرک۔!!

ایک اور جگہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "نداء غیر اللہ بطور استغاثہ کے ناجائز ہے"۔ (مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں ص: ۲۱۱)

ایک اور جگہ پر بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے کہ:

"مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا زیادہ قابل افسوس ہے"۔ (ایضاً ص: ۲۴۸)

اسی طرح مزید علمِ غیب کے متعلق اپنا عقیدہ ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء (علی ✕ ہم السلام) علمِ غیب ✕ یں (ایضاً صفحہ ✕ ۴۰۷)

آمدم برسر مطلب: اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر وناظر و دیگر فاسد عقیدہ کے قائل نہیں تھے۔ تو ان کے ی ✕

اشعار محض شوقاً محبتاً وتلذذاً لیس کہ وہ حقیقی استمداد۔

اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کے بعد یہ شعر کا حصہ بھی ذکر کیا ہے (اور مخالفین اس کو چھپاتے ہیں ظاہر نہیں کرتے ہیں) کہ: "جُدْ بِلُقْيَاكَ فِي الْمَنَامِ"

ترجمہ: مجھے خواب میں اپنا چہرہ انور دکھادیں۔

اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر و ناظر کے قائل ہوتے (جیسا کہ اہل باطل یہ الزام لگاتے ہیں) تو پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "فی المنام" (خواب میں) کی قید کیوں ذکر کرتے، حیات کی بات کیوں ذکر نہیں کی کہ مجھے زندگی میں اپنا چہرہ انور دکھادے۔ معلوم ہوا کہ یہ محض شوقیہ نداء ہے بدون العقید ہ الفاسد ہ

توجیه نداء: عبد الغفور لاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" قولهم فی المیراثی لا تبعد ای لا تهلك كأنهم من ضنهم بالمیت تصوّروه حیاً فكرهوا موته فقالوا لا تبعد ای لا ابعدت ولا هلكت " (عبد الغفور علی الفوائد الضیائیہ۔ ص: ۳۲۸)

علامہ عبد الحکیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

" ای لا ابعدت بكسر العین صیغة الخطاب یعنی ان صیغة النهی مستعمل للدعاء "۔

(حاشیہ نمبر: ۱۵، ص: ۳۲۸)

دیکھئے...! انہوں نے ان مُردوں کو زندہ تصور کیا تھا اس وجہ سے ان کو خطابی صیغہ جات سے خطاب کرتے ہیں۔

یا اسی طرح گزر گیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، قوم ثمود نے جب اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور تباہ ہوئے تو قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے کہ: (فتولىٰ عنهم وقال يٰقوم لقد ابلغتكم رسالة ربی)

اسی طرح خطاب حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی کیا تھا باوجود اس کے کہ ان کی قوم ہلاک ہو چکی تھی لیکن پھر بھی فوت شدہ لوگوں کو نبی وقت نداء خطابیہ کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

الغرض: بعض اوقات صحیح العقیدہ والا منادی اپنی نداء بغرض شوق ومحبت کرتے ہیں کہ ان کا مقصود اسماع نہیں ہوتا اور نہ کوئی دوسرے فاسد عقیدے کا مقصود ہوتا ہے۔ تو حضرت تھانویؒ کے ان اشعار اور دوسرے اشعار کا یہی حکم ہے۔ باوجود اس کے کہ خود بھی فرماتے ہیں کہ: "چونکہ اشعار پڑھنے کی غرض محض اظہار شوق و استلذاذ ہوتا ہے

(فتاویٰ امدادیہ جلد ۵ صفحہ ۳۵۴)

معلوم ہوا کہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اشعار محض شوقیہ ہیں نہ کہ استمداداً۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور شعر بھی ذکر کریں گے اس میں بھی اسی طرح صحیح تصور ہے بلا فاسد عقیدہ ونظریہ کے۔ لیکن اہل باطل کی بڑی ناانصافی اور عظیم دجل کو بھی دیکھئے کہ اہل باطل کی بڑی شخصیت اتنی بڑی خیانت سے کام لیتے ہیں تو پھر ان کے اصاغرین (چھوٹوں) سے کیا گلہ ہے..!

غیر مقلدین کے مناظر اعظم، شیخ الحدیث مولانا افضل سواتی غیر مقلد صاحب اپنی کتاب میں ایک شعر نقل کرتے ہیں کہ:

وَلَا اَتَاكَ اِمْرُءٌ مِّنْ ذَنْبِهٖ وَجِلٌ اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَهُوَ مُغْتَفِرُ

وَلَا دَعَاكَ لَهِيفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِلَّا وَلِيَّاهُ مِنْكَ الْعَوْنُ وَالْيُسْرُ

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب۔ص:۲۰۱ ناشر:اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

شیخ افضل غیر مقلد صاحب نے تو یہ اشعار تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کئے لیکن ترجمہ اپنی طرف سے کیا ہے۔ان اشعار کا ترجمہ خود تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں اور ابہام کے وقت قوسین میں اس کی تشریح خود کرتے ہیں۔

چنانچہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کا ترجمہ مع افادہ فی القوسین ایسے کرتے ہیں کہ:

ترجم※: اور آپ پاس (مزار شریف) پر کوئی شخص اپنی گنا※ سے ڈرتا ہ وادعائے مغفرت کیلئے عرض کرنے کو آیا مگر ک※و※ عفو کے ساتھ بخشا ہ وا گیا (اس طرح سے ک※ حیاتِ برزخی ※ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور و※ کامیاب ہ وگیا)

اور ن※ کسی مغموم نے کسی حادث ※ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہ و کر دعا کیلئے)

پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو جواب دیا (اس طرح سے ک※ حیاتِ برزخی ※ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور و※ کامیاب ہ وگیا)

نوٹ: قوسین میں عبارت خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ہے

یہ تھے وہ اشعار اور اس کا ترجمہ وتشریح خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔لیکن غیر مقلدین کی ناانصافی کو داد دینا چاہئے کہ غیر مقلدین اپنی آخرت اور پریشانی کا سخت دن بھول گئے ہیں کہ اشعار تو پورا نقل کئے لیکن شیخ افضل نے اپنی کتاب" دیوبندیا نو خطرناک عقائد۔ص:۲۳" میں ترجمہ میں اپنی غیر مقلدیت بدون اجتہاد کی خاطر صریح خیانت اور تحریف سے کام لیا ہے کہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود جگہ جگہ پر ترجمہ میں مابین القوسین خود اپنے قول کی تشریح کرتے ہیں،لیکن غیر مقلدین وہ قوسین والا ترجمہ نقل ہی نہیں کرتے ہیں۔صرف اس کا متن بغیر ترجمہ وقوسین کے تشریح کے نقل کرتے ہیں۔

ناظرین کرام...! آپ نے دیکھا کہ غیر مقلد شیخ افضل نے کتنی خیانت سے کام لیا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار لیکر خفیہ انداز میں اس میں غیر مقلدانہ تحریف کیا کہ عوام تو کجا وہ بے خبر علماء جو اس باب میں مطالعہ نہیں رکھتے ہیں ان کو بھی دھوکہ دینا چاہا لیکن الحمدللہ،اللہ تعالیٰ کی توفیق سے طلباء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) کی کوششوں کی بدولت یہ مجرمانہ حرکت آشکارا ہوا۔آپ خود اندازہ لگائیں کہ انہوں نے اور کتنے جھوٹ اور الزامات سے کام لیا ہوگا۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ اپنی میراثی عادت خیانت سے کام لیا ہے اور اپنے بدعی عقائد پر مبنی مسلک کو چمکانے کی ناکام کوشش کی ہے۔یہ موقعہ اس کا نہیں کہ ہم ان کے الزامات اور کذبات دکھادیں،یہی وجہ ہے کہ اس کتاب (دیوبندیا نو خطرناک عقائد) پر اپنا اسم محضہ بھی نہیں لکھا ہے بلکہ غیر معروف کنیت لکھی ہے یعنی "ابو ناصر السلفی" اور اپنی معصومیت لوگوں کو کھلار※ ے ※ یں ک※ دیکھے بریلوی فرق※ بھی ہ رجگ ※ سے سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارتے ※ یں معاذ اللہ

جبک※ خود تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قوسین ※ میں فرماتے ※ یں ک※ "مزار پر حاضر ہ و کر دعا کیلئے پکارا... ※ مطلب ی※ خطاب ہ رجگ ※ سے ن※ یں بلک ※ ی※ عند القبر الشریف ہ ے۔اور ی※ و※ مدد ن※ یں جو طور بریلوی متبدعان ※ طریقے سے مانگتے ※ یں جیساک ※ شیخ فضل غیر مقلد نے دھوکا دیا ہ و مہی※ ی※ بریلویان ※ والا طریق ※ ملزم کیاک ※ دیکھو بریلوی حضرات بھی غیر اللہ سے مدد مانگتے ہ یں اور علماء دیوبندؒ بھی غیر اللہ سے امداد مانگتے ہ یں معاذ اللہ

ن※ یں ہ رگز ن※ یں بلک ※ خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہ ے (اگر غیر مقلد خیانت ن※ کرتے اور و※ ترجم※ مع القوسین نقل

کر دیتے تو قارئین کرام خود بخود سمجھ جاتے، لیکن غیر مقلّد ین تو پھر غیر مقلّد ین ہی ہیں اگر پوری عبارت نقل کر دیتے تو پھر ان کی خیانت ظا※ رہ وجاتی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس مدد کی تشریح خود قوسین میں یوں کرتے ※ یں ک ※ "آپ نے سن کر دعا فرمائی...." مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائر کیلئے اللہ سے دعا فرمائیں گے توی ※ زائر (زیارت کرنے والا) کی حق میں مدد ہوگئ۔

خلاصہ: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استشفاع کا مسئلہ ذکر کرتے ہیں کہ قبر کے پاس جائے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہے کہ: اللہ تعالیٰ سے میرے لئے فلاں دعا مانگو اور جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ زندہ ہیں حیات برزخی کے ساتھ (بضوء الدلائل الشرعیہ) اس حیات برزخی کی وجہ سے عندالقبر جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سماع بھی ثابت ہے تو جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے تو آپ کی روحانی مدد ہوجائیگی جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے۔ یعنی یہ دعا قبول ہوجائے گی اور آپ کی وہ مراد اللہ تعالیٰ پوری فرمائیں گے۔

یہاں تو یہ مراد نہیں ہے (جیسا کہ شیخ افضل اور دیگر غیر مقلدین یہ تصور دیتے ہیں) کہ گویا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے اگر آواز دی جائے تو وہ بذاتِ خود سنتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور یا کہ یہاں جو عون اور مدد آیا ہے تو یہ جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ عرفی مدد مانگنی ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ بلکہ خود تھانوی ؒ نے اس کے ترجمہ میں مابین القوسین میں یہ ذکر کیا ہے کہ قبر کے ساتھ آواز دے اور اسی طرح عون کا مطلب بھی خود واضح کیا ہے کہ جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لئے دعا مانگیں گے۔

لیکن افسوس اگر آپ انصاف سے کام لیتے اور خیانت نہ کرتے تو یہ سب کچھ واضح ہوجاتا۔

نیز:...ان اشعار سے پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ:

"یہ نہ سمجھا جاوے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے"۔ (صفحہ:۱۹۹)

غیر مقلدو...! خدا کے لئے یہ حوالہ بھی دیکھیں، کم ازکم پوری زندگی ایک مرتبہ تو خیانت کے بغیر قدم اٹھائیے...!!!

تنبیہ: ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اشعار فرداً فرداً ذکر نہیں کر سکتے ہیں کہ ہر ایک شعر اور نداء کی توجیہات پیش کر دی۔

بس تفصیلی اور اُصولی بات ہم نے پیش کی بس ان اُصول کو تمام اشعار پرفٹ کریں۔

یہ تفصیل اگر چہ طویل ہوگئی لیکن فائدہ سے بہرحال خالی نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیوں کہ ہر شعر میں اہل باطل کوئی نہ کوئی خیانت ضرور کرے گا۔ اگر کسی کو شک ہو تو تجربہ کر سکتے ہیں۔

فیہ کفایۃ لمن لہ ھدایۃ۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض وہ اشعار جو اہل باطل پیش کر کے یہ اَثر دیتے ہیں کہ گویا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی نداء محرّمہ کے قائل ہیں۔ العیاذ باللہ۔ وہ اشعار مندرج ※ ذیل ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار۔ (قصائد قاسمی، ص:۸)

جواب: اوامرتسری صاحب کا ※ اصول ک ※ نواب صاحب کا ※ شعاع بطور محبت ہے ※ ک ※ بطورِ حقیقی استمداد (کمامرّ)

تو ※ ان ہم ※ ینگے ※ ※ بطور محبت ہے ※ ک ※ بطور حقیقی استمداد.

تحقیقی جواب: علماء کرام نے یہ اصول لکھا ہے کہ شعر کا مفہوم شاعر کے عقیدہ کے موافق لیں گے۔(تلخیص المفتاح۔ص:۸)

اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو علماء دیوبند کے مرکزی رؤوس اور اکابر میں شمار ہوتے ہیں اور علماء دیوبند کا مسئلہ نداء کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے کہ ہم بطور استغاثہ نداء کو شرک کہتے ہیں تو نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نداء محرّمہ کے کیسے قائل ہوسکتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔وہ (محمد قاسم نانوتوی ؒ) تو پکّا مؤحد بلکہ اپنے زمانہ میں رئیس المؤحدین تھے۔ان کا عقیدہ بھی بطور مزید افادہ کے ملاحظہ فرمائیں۔حضرت اپنے مرید کو صحیح عقیدہ سمجھاتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

"مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے کہ گاہ و بے گاہ بطور خرق عادت (بطور کرامت بوجہ کشف یا بصورۃ مثالیہ کے) بعض اکابر سے ایسے معاملات ہوئی ہیں اس سے جاہلوں کو یہ دھوکہ پڑا ہے،تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کی تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ میں،مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنی وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ ادھر سے (محض اللہ کے حکم سے) کچھ فیض آتا ہے اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہئے ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھئے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام"۔

(فیوضاتِ قاسمیہ،ص:۴۹)

دیکھئے...! قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو حاضر و ناظر جیسے فاسد عقیدے کو کفر کہتے ہیں۔لیکن پھر بھی یاران اپنے حصولِ ریال اور حصولِ ڈالر کی خاطر جھوٹ اور اتہامات سے کام لیتے ہیں کہ علماء دیوبند حاضر و ناظر اور علم غیب (لغیر اللہ) وغیرہ کے قائل ہیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور کتاب میں اس ولی اللہ اور مجاہد اسلام (نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کا عقیدہ ایسا چمکتا ہے،فرماتے ہیں کہ:

"بعد خدا سب میں افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کی برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش نہ کرسی ان کی ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلّہ مگر بایں ہمہ ان کو بایں ہر طرح خدا کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کی بنانے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر نقصان کی ان کو قدرت نہیں.....۔

(قبلہ نما،ص:۷)

دیکھئے رئیس المؤحدین کے قلم سے توحید سے بھری موتیاں اور مؤحدانہ خوشبو والا عقیدہ۔سبحان اللہ۔

اگر قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے توحید سے لبریز الفاظ والے اقتباسات و فرامین نقل کریں گے تو بحث کافی لمبی ہوجائے گا۔

مختصراً: ان اشعار میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ قیامت کے دن ہماری مدد یعنی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے لئے دعا کریں۔

اصل میں ان اشعار کے آگے اور پیچھے قیامت اور شفاعت کا ذکر ہے۔لیکن باطل سیاق و سباق کو چھپانے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔

صفحہ ۷ پر ایسا شعر ہے کہ:

"یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکھٹے گناہ کے انبار"

اور صفحہ ۸ میں ایسا شعر ہے کہ:

"مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیوں کہ گزار"

اس شعر میں قیامت کا ذکر ہے۔

الغرض: حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی نداء نہیں کی ہے جو ناجائز ہے اور جو مافوق الاسباب ہے، بلکہ یہاں نداء تشفعاً ہے کہ قیامت کے دن مجھ گناہ گار کی بھی شفاعت کرو۔ تو اس میں کونسی قباحت ہے۔ اگر چہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو پسند نہیں کرو گے لیکن ہم تو پسند کرتے ہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شافع ومشفع ہیں اور قیامت کے دن مخلوق کی سفارش کریں گے" (مجموعہ رسائل جلد ا ص ۳۲۸)

یہی وجہ ہے کہ فاتح بریلویت، قاطع بدعت، امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً بھی فرماتے ہیں کہ یہ وہ استمداد نہیں ہے جس کے اہل بدعت قائل ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"اس مدد سے مافوق الاسباب قسم کی مدد جو خاصہ خداوندی ہے ہرگز مراد نہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے شفاعت کی مدد مراد ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور اس قصیدہ کی اس سے پہلے اشعار اس کا واضح قرینہ اور دلیل ہیں جن میں صاف طور شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔" (بانی دار العلوم دیوبند، ص:۵۰)

دیکھئے...! ہم نے یہ شہادت بھی پیش کی کہ خبر دار دھوکہ نہیں ہونا اے اہل باطل ہمارا یہ عقیدہ بالکل نہیں ہے جو آپ کے زعم باطل میں ہے۔ بلکہ خود غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں نداء، نداء شوقیہ ہے نہ کہ نداء بدعی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اشعار میں نداء شوقیہ بجذبہ حال مراد ہے نہ کہ نداء حقیقی غائبانہ حاضر و ناظر جان کر۔ چنانچہ خود مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم فیوض قاسمیہ حصہ اول ص: ۵۲ میں فرماتے ہیں: اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیئے ورنہ اسلام کیا ہوگا کفر ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھئے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں۔ والسلام"
(اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، ص:۱۱۳)

نوٹ: اس کتاب (اکمل البیان) کا اصل مصنف حافظ عزیز الدین مراد آبادی غیر مقلد ہے لیکن اس کتاب پر تمہید ثناء اللہ امرتسری نے لکھی ہے۔ اور اس پر مقدمہ مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے لکھی ہے، اور اس کتاب پر نظر ثانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی غیر مقلد نے کی ہے۔ گویا کہ یہ تمام اکابرین غیر مقلدین یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار بطور شوقاً کہے ہیں نہ کہ عقیدۃً۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو دوسرے اشعار ہیں انکو بھی انہی اصول پر محمول کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ

اہل باطل حضرات حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کی بنیاد پر علماء دیوبند (قدس اللہ اسرارھم) پر بے جا اعتراضات کرتے ہیں کہ وہ (علماء دیوبند رحمھم اللہ) غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔سبحان اللہ!!

اپنی بات کو حق ثابت کرنے کے لئے وہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شوقیانہ اشعار پیش کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے تمام علماء دیوبندؒ پر تبرا بازی کرتے ہیں۔حالانکہ ان عقل اور علم کے یتیموں کو یہ پتہ نہیں کہ پہلے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تو پہچان لیں، پھر بعد میں جناب حاجی صاحب کے اشعار اس کے عقیدہ پر فٹ کر کے دیکھئے۔(کہ کیا سچ میں حاجی صاحب ایسا ہے جیسا کہ ہم ان پر الزام لگاتے ہیں۔تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی الزمات بے بنیاد تھے)

خیر آتے ہیں ان اشعار کی طرف جن کو اہل باطل اپنے جھوٹے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ناکام کوشش کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔لیکن اس میں بری طرح سراسر ناکام ہیں۔وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

یارسولِ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفی فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل۔
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ،ص:۹۰،دارالاشاعت کراچی پاکستان)

ایک اور جگہ(اہل باطل) کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے حضرت علیؓ کو بھی مشکل کشا کہا ہے مثلاً:حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب
کھولدے دل میں درعلم حقیقت میرے رب
ہادی عالم مشکل کشا کے واسطے۔(ص:۱۰۳)

علماء دیوبند رح بھی کہتے ہیں کہ:اشعار کہنے کا غرض محض اظہار شوق ہوتا ہے۔
(امداد الفتاویٰ:۵/ ۳۵۴)

اگر حاجی صاحب کو دیوبندی مان لیا جائے یا علماء دیوبند کا ممدوح مان لیا جائے تو نداء کے متعلق علماء دیوبند کا عقیدہ ذکر ہو چکا ہے تو پھر کیوں ہم(علماء دیوبند) پر الزامات لگاتے ہیں۔ہم تو اس باب میں تقسیم کے قائل ہیں تو ضرور بالضرور اس کو عشقاً وشوقاً پر حمل کریں گے، کیونکہ:ہم غیر اللہ سے مافوق الاسباب استمداد کے قائل نہیں ہیں۔

لیکن پھر بھی بعض حضرات کے منہ بند کرنے کے لئے ہم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نداء کے متعلق وضاحت پیش کر دیتے ہیں گے۔دیکھئے کہ خود شاعر اور قائل حاجی صاحب اپنی اشعار اور نداء کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں،چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نداء کے متعلق لمبی تفصیل بیان کی ہے،لیکن خوف طوالت کی وجہ سے تمام کی تمام ہم نقل نہیں کر سکتے ہیں مختصرا چند

اقتباسات ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالی، فرماتے ہیں کہ:

"چھوتھا مسئلہ ندائے غیر اللہ کا اس میں تحقیق یہ ہے کہ اسکی مقاصد واغراض مختلف ہوتی ہیں کبھی محض اظہار شوق کبھی تحسر کبھی منادی کو سنانا کبھی اس کو پیام پہنچانا سو مخلوق غائب کو پکارنا اگر محض واسطے تذکرہ اور شوق وصال اور حسرت فراق کی ہو جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتے ہیں اور اپنے دل کو تسلی دیا کرتے ہیں اس میں تو کوئی گناہ نہیں........سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو خبر پہنچ جاوے گا اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل ہو تب بھی جائز ہے مثلاً ملائکہ کا درود شریف حضور اقدس ﷺ کو پہنچانا احادیث سے ثابت ہے اس اعتقاد سے کوئی شخص "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کہے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر نہ مشہود ہو نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو نہ پیغام پہنچانے کا کوئی ذریعہ دلیل سے موجود ہو تو نداء ممنوع ہے مثلاً کسی ولی کو دور سے ندا کرنا اس طرح کہ اس کو سنانا منظور ہے اور روبرو نہیں نہ ابھی تک اس شخص کو یہ امر ثابت ہوا کہ انکو کسی ذریعہ سے خبر پہنچے گی یا ذریعہ متعین کیا مگر اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں یہ اعتقاد افتراء علی اللہ اور دعویٰ علم غیب ہے بلکہ مشابہ شرک کی ہے.....مشرب اس فقیر کا یہ ہے کہ ایسی نداء میرا معمول نہیں ہاں بعض اشعار میں ذوق شوق سے صیغہ ندا برتا گیا ہے اور عمل درآمد وہی رکھنا چاہئے جو اوپر تین مسئلوں میں مذکور ہے۔"

(کلیات امدادیہ، ص: ۸۴)

یہ تھا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت کہ وہ خود علم غیب (غیر اللہ کے لئے) اور حاضر و ناظر کی نفی کرتے ہیں اور حضرت نے استعانت محرّمہ کے پرخچے اڑا دئے۔ لیکن پھر بھی اہل باطل کے الزمات اور اتھامات (تہمتوں) میں کوئی کمی نہیں آتی ہے اور اسکے بعد بھی حضرت حاجی صاحبؒ پر معاذ اللہ بریلویت کا ٹھپ ✕ لگاتے ہوئے حیان ✕ یں آتی۔ اور افضل سلفی غیر مقلد پر ماتم کرنے کا جی چاہتا ہے کہ اتنی جہالت اور ظلم سے کام لیا ہے وہ کہتا ہے کہ: "دا بعینہ عقیدہ د بریلیانو دہ.....حقیقت کی دا دواڑہ فرقی یو ہ عقیدہ لری" (یہ بعینہ بریلویوں والا عقیدہ ہے....حقیقت میں یہ دونوں فرقے ایک عقیدہ رکھتے ہیں۔ (د دیوبندیانو خطرناک عقائد ص: ۲۴)

انا للہ وانا الیہ راجعون.....سبحٰنك هٰذا بهتان عظيم۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بریلویوں کے عقائد کی نفی کرتے ہیں لیکن پھر بھی غیر مقلدین کو حاجی صاحب اور بریلویوں کی عقائد میں فرق نظر نہیں آتا۔!!

ناظرین کرام کی تلذذ طبع کی خاطر یہ عرض کرینگے کہ غیر مقلدین نے خود بریلویوں اور علماء دیوبند میں فرق کیا ہے، مثلاً غیر مقلدوں کے مناظر، شیخ الحدیث و مفتی عبد القادر حصاری غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

"اصلی ان کی شناخت دو طرح سے ہوئے کتب فق ✕ کی پابندہ وتو دیوبندی حنفی اور اگر بدعات سیئ ✕ کے عامل ہوئے تو بریلوی بدعتی حنفی...

(فتاوی حصاری ✕ ۱۴ / ۲)

الغرض: شاعر کا عقیدہ جب صحیح ہے تو اب دیکھتے ہیں کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے..؟ (یہ رضاخانی اصول ہے۔ ساجد) یہ اشعار ج ✕ ان ذکر کیئے گیئے ہیں وہ اس عنوان کے ماتحت ہیں کہ:

"شوق زیارت آنحضرت ﷺ"

معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب یہ اشعار عقیدۃً نہیں بلکہ محض شوقاً کہا ہے۔ اور مزید اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ "شوق زیارت....."

معلوم یہ ہوا کہ جناب حضرت حاجی صاحب یہ مناجات جناب نبی کریم ﷺ کے روضہ کی زیارت کے شوق سے کہتے ہیں ۔اور جناب نبی پاک ﷺ کے روضہ مبارکہ کی حاضری اور وہاں اللہ تعالیٰ سے جناب نبی پاک ﷺ کی شفاعت ومغفرت کی درخواست کرنا باتفاق اہل السنت والجماعت جائز ہے ۔(اس مسئلہ کی تحقیق آگے اپنی مقام پر آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ)

حضرت حاجی صاحب بھی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں کہ:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زاروفریاد کرتا ہوں (چونکہ نبی پاک ﷺ کا سماع عندالقبر اجماعی ہے،تحقیق آگے اپنے مقام پر آئیگی ان شاء اللہ) کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعامانگو اور میری یہ روحانی مدد کرو(یعنی میرے لئے دعا کرو) میں بہت سخت مشکل میں پھنسا ہوں ۔(یعنی گناہوں میں ڈوبا ہوں) تاکہ آپ کی روحانی توجہ اور دعا سے میری پریشانی اور مشکلات دور ہوجائے ۔(یعنی میری مشکلات اللہ تعالیٰ دور کرے آپ کے دعا کی ذریعہ سے) تو میری یہ مشکل کشائی ہوجائے گی ۔(یعنی میری مشکل حل ہوجائے گی)۔

ان اشعار میں''مشکل کشا'' کا وہ معنی نہیں ہے جس کو اہل بدعت لیتے ہیں کہ یہ فوت شدہ آدمی مجھے اولاد دے دینگے یا میری فلاں مافوق الاسباب کام کرے وغیرہ ۔حاشاوکلا۔

کیونکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح العقیدہ بزرگ تھے اس نے خود استمداد محرّمہ کی نفی کی ہے (کمامر تفصیل ※) تو حاجی صاحب کی لفظ مشکل کشا سے مطلب یہ ہے کہ آپ میرے لئے دعا کرو تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے میری مشکل حل ہوجائے اور میری مغفرت ہوجائے ۔تو گویا آپ کے ذریعہ سے میری مشکل کشائی ہوگئی اس وجہ سے حضرت حاجی صاحبؒ نے مشکل کشا کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ اہل بدعت کے نظری ※ کی طرح مشکل کشائی مراد نہیں ہے۔

صاحب البیت ادری بمافی ※ کے مطابق اسی طرح توجیہ ترجمان علماءِ دیوبند حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظ ※ اللہ نے بھی کی ہے، دیکھئے:(فتاوی عثمانی:۱/۵۸)

ہمارا عقیدہ جو بھی ہے اس کا ہم برملا اظہار کرتے ہیں ۔اور جو ہمارا عقیدہ نہیں ہوتا ہے ہم اس کو ہرگز بیان نہیں کرتے ہیں ۔اگر یہ ہمارا عقیدہ ہوتا کہ نبی پاک ﷺ مشکل کشا ہیں معاذ اللہ (جیسا کہ اہل البدعۃ سمجھتے ہیں) تو ہم اس عقیدہ کا برملا پرچار کرتے ۔حالانکہ ہم نبی پاک ﷺ سے مدد مانگنا (جیسے اہلِ بدعت کا نظریہ ہے) کو شرک کہتے ہیں ۔بالخصوص ترجمانِ علماء دیوبند، شیخ الحدیث رئیس المؤحّدین، قاطع الشرک والبدعۃ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ وکثر اللہ امثالھم کی تحریرات اس پر شاھد ہیں،اور اس نے ایسی مبتدعانہ عقائد کی بیخ کنی کی ہے ک ※ غیر مقلدین کی ساری جماعت اکھٹا ہوجائے تو ※ خدمت ن ※ یں کرسکتے فللّٰہ الحمد جزاھم اللّٰہ عنا وعن سائر المسلمین۔

مزید مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی دیکھئے کہ وہ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں،حضرت سے کسی نے سوال کیا ہے کہ:

''اشعار اس مضمون کی پڑھنے:

یارسولِ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفی فریاد ہے مدد کر/محمد مصطفی میرے تم سے ہر گھڑی فریاد ہے ۔کیسی ہیں...؟

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے مجبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیویں یا محض مجبت سے بلا کسی خیال کی جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کی شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کی عقیدہ کو فاسد کرتی ہیں لھٰذا مکروہ ہوں گے۔

(تالیفاتِ رشیدیہ،ص:۱۰۴)

تنبیہ: اس زمانہ میں ایسی ذوجہتین معنی ہرگز استعمال نہ کیا جائے، جس سے اہل بدعت بے جا فائدے اٹھاتے ہیں.

اور ہر چہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشکل کشا کہا گیا ہے وہ باعتبار" ما کان" کے ہے، یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ میں دقیق، سخت اور مشکل ترین مسائل اور مقدمات بہت جلدی حل کر لیتے تھے، تو ایسے مشکل چیزیں حل کرنے والے کو فارسی زبان میں مشکل کشا کہتے ہیں اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہا گیا ہے۔

مثلاً: ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق کہتے ہیں اور فاروق کا معنی ہے" الفارق بین الحق والباطل" یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا، اور ہم اب بھی (یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفات کے بعد بھی) عمر رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں، تو کیا وہ اب بھی (حالاً) فرق کرنے والا ہے...؟ نہیں بلکہ وہ اپنے زمانہ میں حق اور باطل میں فرق کرنے والے تھے، یعنی باعتبار" ما کان" کے فاروق ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی باعتبار" ما کان" کے مشکل کشا کہا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مشکل ترین مقدمات حل کر لیتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اب بھی (حالاً) مشکل کشاء ہیں اور لوگوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں اولاد وغیرہ دیتے ہیں، حاشا وکلا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی کو مشکل کشا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: اگر مشکلات کونیہ مراد ہیں تب تو جائز نہیں اگر مشکلات علمیہ مراد ہیں تو جائز ہے''۔ (ملفوظات، ج ۵، ص ۱۸۱، ملفوظ ۱۸۲)

خلاصہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیلہ میں پیش کرتے ہیں۔ ن ※ کوئی چیز علی رضی اللہ عنہ سے مانگتے ہیں.

(مضمون ختم شد)

شرح عقائد میں ایک اعتراض ہوا کہ نصاریٰ تین قدما مانیں تو مشرک اور تم اللہ کی آٹھ صفات قدیمہ مانو تو مشرک کیوں نہیں؟ تو شارح عقائد نے تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دیا کہ نصاریٰ جس معنی میں قدیم مانتے ہیں وہ واقعی شرک ہے اور ہم جس معنی میں قدیم مانتے ہیں وہ شرک نہیں تو رضاخانی جس معنی میں مشکل کشا مانتے ہیں وہ واقعی شرک ہے جبکہ ہم اس معنی میں مشکل کشا تسلیم ہی نہیں کرتے۔ رہی غائبانہ ندا کی تو تفصیل اس کی گذر چکی خود بریلوی مولانا عبدالسمیع رامپوری نے بھی ہمارے اکابر کے ان اشعار کو نقل کیا اور توجیہ یہی کی کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حاضر وناظر یا عالم الغیب مان کر ہی پکارا ہو (جس پر فتوی شرک ہے) بلکہ شوقیہ ومحبۃ بھی پکارا جا سکتا ہے یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح ہم مکتوب الیہ کو الفاظ خطاب سے پکارتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جب خط اس کے پاس پہنچ جائے گا تو خطاب درست ہو جائے گا تو اگر یہ نیت ہو کہ فرشتے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جائیں گے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ اس پر دلایل بھی دئے کہ ضروری نہیں کہ عالم الغیب اور حاضر وناظر مان کر ہی پکارا جائے ایسے حضرات کو بھی پکارا گیا جو صاحب کشف نہ تھے نہ حاضر وناظر۔ تفصیل کیلئے دیکھئے:

''انوار ساطعہ ص ۴۵۴ تا ۴۶۰'' بلکہ ص ۴۶۰ پر تو کمال ہی لکھ دیا پکارتا ہوں یعنی یا رسول اللہ اس کا معنی لکھا کہ یاد کرتا ہوں۔ پس رامپوری صاحب نے ان صفحات پر جو بحث کی اسی نیت سے ہمارے اکابر نے پکارا ہے۔

''اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اس سے جملہ خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو''۔

(انوار ساطعہ،ص ۴۵۸)

''یارسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی ان کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں''۔

(انوار ساطعہ،ص ۴۶۰)

اب ذرا رضاخانی اپنے گھر کی خبر لیں۔

بریلوی مفتی اعظم کا فتوی

اہل بدعت کے مفتی اعظم مفتی شاہ مسعود جو بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود کے والد ہیں لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ یارسول اللہ کہنا سونے اور نشست اور ہر کاروغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بنیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک ہے''۔

(فتاوی مسعودی،ص ۵۲۹،مطبوعہ سرہند پبلی کیشنز کراچی،طبع اول)

اور رضاخانی اسی نیت سے کہتے ہیں لہذا اپنے مفتی کے فتوے کی رو سے مشرک ہوئے۔

رضاخانی دکھاوے کیلئے یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں

''(ابو البیان) حضرت مولانا غلام علی صاحب مفسر قرآن مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ ایک موقعہ پر جماعت علما کے ہمراہ مجلس مبارک میں موجود تھے آپ نے ارشاد فرمایا:''مولانا محض دکھاوے کیلئے یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں''۔

(معدن کرم غیر تحریف شدہ ایڈیشن،ص ۱۲۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی اور سیفیوں کی بدترین تحریف کا انکشاف

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آنچہ جہال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاءللہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاءللہ جائز نیست شرک وکفر است''

(ارشاد الطالبین فارسی،ص ۲۹)

یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یاشیخ عبد القادر جیلانی شیاءللہ یا یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاءللہ جائز نہیں ہے بلکہ شرک وکفر ہے۔

ارشاد الطالبین کا یہ نسخہ حکیم عبد المجید احمد سیفی نے لاہور سے شائع کیا ہے۔مگر موجودہ سیفی بریلویوں کی دیانت و امانت کا حال ملاحظہ ہو کہ سیفی استاذ العلماء پیر عابد حسین سیفی نے جب اس کا ترجمہ بمع فارسی متن شائع کیا جس پر کئی سیفی بزرگوں کی تقریظات ہیں ارشاد الطالبین کی اس عبارت سمیت پورے دو (۲) صفحات جس پر شرکیہ عقائد کا زبردست رد تھا غائب کر دئے نہ اصل متن دیا نہ اس کا ترجمہ۔شرم،شرم،شرم کیا اسی دھوکا بازی،دجل وتلبیس،بددیانتی وتحریف کا نام تصوف ہے؟

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدلتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان سیفیہ بے توفیق

(اعتراض ۲۸۱):عبد الرسول وعبد النبی نام رکھنا

رضا خانی نے اعتراض کیا کہ دیوبندی عبد النبی وعبد الرسول نام رکھنے کو شرک کہتے ہیں جبکہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے خود کو پنڈت برہم چاری کہا اسی طرح ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ کا حوالہ دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ سے کھلی دشمنی ہے۔

(ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۲۱)

جواب: یہ اعتراض اس نے ''اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص ۱۴'' سے سرقہ کیا ہے۔گذارش ہے کہ عبد النبی وعبد الرسول نام رکھنے کو علمائے دیوبند منع نہیں کرتے بلکہ احناف کا یہ نظریہ ہے۔

اپنے وقت کے مجدد حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يَجُوْزُ نَحْوُ عَبْدِ الْحَارِثْ وَلَا عَبْدِ النَّبِيِّ وَلَا عِبْرَةَ بِمَا شَاعَ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج۹ ص ۱۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

عبد الحارث وعبد النبی جیسے نام رکھنا جائز نہیں اور لوگوں میں اس قسم کے نام پھیل جانے کا کوئی اعتبار نہیں۔(یعنی بالفرض لوگوں میں یہ نام رکھنے کا رواج پڑ گیا ہے تو یہ رواج اس کو جائز نہیں قرار دے سکتا)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

از انجملہ کسانیکہ در ذکر دیگراں را باخدا ہمسر مے کنند و و نام دیگراں را مانند نام خدا بطریق تقرب ذکر مے نمایند وازانجملہ اند کسانیکہ در ذبح و نذر و قربانی ھاباخدا دیگراں را ہمسر مے کنند و از انجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلاں و عبد فلاں می گویند و ایں شرک در تسمیہ است وازانجملہ اند کسانیکہ در دفع بلا ھادیگراں رامے خوانند

(تفسیر عزیزی، ج ا ص ۱۶۳ مکتبہ حقانیہ پشاور)

بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ ذکر کرتے ہیں دوسروں کا اللہ کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کو مانند نام اللہ کے ساتھ براہ تقرب ذکر کرتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں کہ ذبح و نذر و قربانی میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعضے وہ آدمی ہیں کہ نام رکھتے ہیں کہ بندہ فلاں عبد فلاں (یعنی جیسے عبد المصطفی، عبد النبی) اور یہ شرک فی التسمیہ ہے اور بعضے وہ مشرک ہیں کہ دفع بلا کیلئے دوسروں کو پکارتے ہیں۔اپنے فتاوی میں آپ فرماتے ہیں:

سوال: اقرار غلامی نسبت بہ بزرگان و خواجگان کہ نہ بر زر خریدہ اندکردن جائز است یانہ۔

جواب: لفظ غلام بدو معنی استعمال می کنند یکے بمعنی مملوک زر خرید دوم بمعنی خادم نسبت کردن بمالک بمعنی اول است و نسبت بزرگان بمعنی اول دروغ است کہ بزرگان انیکس را ھرگز نہ خریداند و بمعنی دوم میتواں گفت لیکن چون لفظ موھم باشد اھل اسلام را این قسم الفاظ استعمال کردن نشاید زیراکہ شرک چنانچہ در عبادت و قدرت میشود ھمیں قسم شرک در تسمیہ ھم میشود ایں قسم نام نہادن شرک در تسمیہ است ازینھم احتراز لازم است چنانچہ در ترجمہ قرآن مسمی بہ فتح الرحمن در تحت آیۃ

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيْمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

مذکور است کہ در اینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانچہ اھل زمان ما غلام فلاں و عبد فلاں نام مے نھند واللہ اعلم۔

سوال: بزرگان وخواجگان کی غلامی کا اگر کوئی شخص اقرار کرے حالانکہ وہ ان کا زرخرید نہیں تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: لفظ غلام دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک بمعنی مملوک زرخرید دوسرا بمعنی خادم تو جب غلام کی نسبت مالک کے ساتھ کی جاتی ہے تو اس سے مقصود معنی اول ہوتا ہے اور لوگوں کو یہ فعل یعنی غلامی کی نسبت بزرگان کے ساتھ باعتبار معنی اول کرنا غلط ہے اس واسطے کے یہ لوگ بزرگان کے زرخرید نہیں البتہ باعتبار دوسرے معنی کے خادم کے معنی میں نسبت کر سکتے ہیں لیکن اس لفظ میں فعل ناجائز کا وہم ہوتا ہے اس واسطے اہل اسلام کو چاہئے کہ ایسا لفظ استعمال نہ کریں کیونکہ شرک جس طرح عبادت وقدرت میں ہوتا ہے ویسا ہی شرک نام رکھنے میں بھی ہوتا ہو جاتا ہے اور ایسا نام رکھنے میں شرک تسمیہ میں ہوتا ہے۔اس سے بھی پرہیز لازم ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے

فَلَمَّآ آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَآ آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

قرآن کریم مسمی بہ فتح الرحمن میں اس آیت کے ترجمہ کے بعد لکھا ہے:

''کہ اس سے معلوم ہوا کہ شرک تسمیہ بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ اس زمانہ میں بعض لوگ غلام فلاں وعبد فلاں نام رکھتے ہیں اس سے پرہیز چاہئے۔واللہ اعلم۔

تو یہ نام اس لئے منع ہیں کہ شرک فی التسمیہ ہے اس سے ذہن بندگیت کی طرف جاتا ہے جبکہ حضرت شاہ جی نے جو خود کو کہا ''پنڈت کرپا رام برہم چاری'' اس سے کسی کا ذہن بھی اس طرف نہیں جاتا اور وہ ایک ضرورت کے موقع پر توریہ تھا اور اس لفظ کا اردو میں معنیٰ ''عطاء اللہ شاہ بخاری'' ہی بنتا ہے تفصیل ہم نے دفاع جلد دوم میں کر دی ہے لہذا دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں۔رہا خدام الدین کا حوالہ وہ ہمارے پاس نہیں اس لئے تبصرے سے قاصر ہیں۔مولوی عبد المجید سعیدی لکھتا ہے:

''محولہ کتاب فقیر کے پاس نہیں ہے کہیں دستیاب بھی نہ ہوسکی اس لئے بعد از مطالعہ تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہیں''۔

(تنبیہات، ج ۲،ص ۱۰۰۶)

(اعتراض ۲۸۲): شیخ کے ہاتھ چومنا۔ہاتھ چومنا موجب لعنت ہے

اس عنوان کے تحت امداد المشتاق وخدام الدین کے حوالے دئے جس میں ہاتھ چومنے کا ذکر تھا پھر جواہر القرآن ص ۶۱ کا حوالہ دیا کہ زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے یا اس کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے اور اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے۔

(ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۲۲)

جواب: یہ اعتراض اس نے ''اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص ۱۰،۱۱'' سے سرقہ کیا ہے۔عرض ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا، بوسہ دینا بالکل جائز ہے احادیث وسلف سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔جواہر القرآن کی جو عبارت پیش کی اول تو یہ تفسیر ہماری معتبر نہیں۔

ثانیا رضاخانی نے اس عبارت میں اپنی عادت بد کے مطابق شدید بددیانتی کی ہے مکمل سیاق وسباق کے ساتھ اور اصل عبارت یہ ہے:

"شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں لفظ عبادت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عبادت بندگی کا نام ہے یعنی بندہ ہونا یہ اسی ذات کے لائق ہوسکتا ہے جس کی طرف بندہ ہر وقت ہر چیز میں محتاج ہو اور اس کے سامنے ذلیل ہو۔عبادت کا بہترین معنی علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین صفحہ ۴۰ جلد اول سطر ۲۰ میں لکھا ہے:

والعبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بأن للمعبود سلطۃ غیبیۃ (ای فی العلم والتصرف) فوق الاسباب یقدر بھا علی النفع والضر فکل دعا و ندا و ثنا و تعظیم ینشا من ھذا الاعتقاد فھی عادۃ

اگر یہ اعتقاد خدا تعالیٰ کے حق میں ہو کہ ہمارے حالات جاننے والا اور ان میں متصرف ہونے میں اللہ جل شانہ کا مافوق الاسباب غیبی قبضہ ہے اور اسی اعتقاد کے ماتحت اللہ کریم کو پکارا جائے یا کوئی صفت وثنا کی جائے کوئی نذر و نیاز دی جائے یا کسی اور فعل کی تعظیم کی جائے تو یہ سب اللہ کی عبادت اور موجب ثواب ہوگی۔

لہذا اس اعتقاد کے ماتحت مسجد کو آنا، وضو کرنا، دوزانو بیٹھنا وغیرہ سب افعال اللہ کی عبادت میں داخل ہوں گے اور اگر معاذ اللہ یہ اعتقاد کسی پیر وپیغمبر کے متعلق اور اسی اعتقاد کے ماتحت اس پیر وفقیر وپیغمبر کی طرف کی جائے،وہاں جا کر دوزانوں بیٹھے اس پر کپڑا ڈالے وہاں کچھ شیرینی تقسیم کرے اس کی قبر کو بوسہ دے یا گھر ہی میں بیٹھ کر اس کے نام پر صدقہ وخیرات دے اور اسی عقیدہ کے ماتحت زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے یا اس کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت ہوں گے اور اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے"۔(جواہر القرآن ص ۳۸)

قارئین کرام! دیکھا یہ تھی اصل عبارت کے کسی کو معبودیت کے لوازم ثابت کرکے پھر یہ افعال کئے جائیں تو بلاشک یہ افعال موجب لعنت ہیں نہ کہ مطلقا ہاتھ چومنا۔مگر ان یہودی صفت ربیوں نے کس طرح سیاق وسباق کو مکمل طور پر حذف کرکے ایک تھوڑا سا ٹکڑا قطع و برید سے نقل کرکے اس سے اپنا من مانا معنیٰ کشید کیا۔جہاں تک مطلقا ہاتھ چومنا ہے کسی عقیدہ شرکیہ سے خالی ہو کر تو اس کے بارے میں خود اسی جواہر القرآن میں ہے:

"تعظیم کی دوسری قسم یہ ہے کہ غیبی تسلط اور مافوق الاسباب قدرت وتصرف کا اعتقاد رکھے بغیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ،اپنے استاد،پیر ومرشد اور دوسروں کی تعظیم وتکریم کو بجالانا،ان کی اطاعت کرنا،ان کے سامنے دوزانو بیٹھنا،ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا،ان کی خدمت میں تحفے تحائف اور ہدیے پیش کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تعظیم چونکہ عبادت میں داخل نہیں اس لئے یہ اللہ کے سوا قابل احترام ہستیوں کیلئے جائز ہے"۔

(جواہر القرآن ص ۹)

شرم تم کو مگر نہیں آتی

(اعتراض ۲۸۳): قبلہ وکعبہ کہنا

رضاخانی معترض نے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پیش کئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق:

جدھر آپ کو مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا

میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

(کلیات شیخ الہند،ص ۸،مرثیہ ص ۸)

اور پھر فتاوی رشیدیہ کے حوالے سے لکھا:

”ایسے کلمات (قبلہ وکعبہ وغیرہ) مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں“۔

(فتاوی رشیدیہ،ص ۵۵۲)

جواب:اس کا جواب ہم رضاخانی کتب ہی سے دے دیتے ہیں۔رضاخانیوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اشعار میں وہ وسعت ہوتی ہے جو نثر میں نہیں۔ایک چیز نثر میں ناجائز ہوگی لیکن اشعار میں جائز ہوسکتی ہے اسی طرح اشعار کو عقائد کا مدار بنانا بھی درست نہیں چنانچہ رضاخانی مولوی صلاح الدین سعیدی لکھتا ہے:

”شاعرانہ مذاق الگ ہوتا ہے اس میں حدود شرعیہ نگاہ میں نہیں رکھی جاتیں کیونکہ یہ پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ ان میں مبالغۃ ہوتا ہے اور ان میں کسی کے عقائد کا سراغ نہیں لگ سکتا“۔

(رسائل میلاد حبیب ﷺ ص ۱۷۴)اس کتاب پر تقدیم مولوی محمد صدیق ہزاروی کی ہے۔

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

”اس نعت میں اعلی حضرت ۔۔۔نے نبی کریم ﷺ تو تو تیرا کہا اس پر بھی جواب ملاحظہ ہو کہ نعت وسلام وشاعری میں حضور نبی کریم ﷺ کو تو،تم،تمہارا کہنا بے ادبی نہیں ہے کہ ادب و بے ادبی کا دارومدار عرف پر ہے اور عرفا نثری طور پر کسی بزرگ کو تو،تم،تیرا کہنا بے ادبی اور بطور نظم یہ بے ادبی نہیں ہے۔

(کنزالایمان اور مخالفین،ص ۲۶۰)

تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی نثر کے متعلق ہے اور شیخ الہند نے اس لفظ کو اشعار میں استعمال کیا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ عرف کی وجہ سے اشعار میں اس کی اجازت ہے نثر میں نہیں۔بالفرض مان لیں کہ فتاوی رشیدیہ کا فتوی عمومی ہے نثر ونظم دونوں اس میں شامل ہے تو اس کا جواب بھی اپنے گھر سے ملاحظہ فرمالیں:

”فرمایا سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظ”رعنا“ کا اطلاق (یعنی استعمال) جا بجا ہے اور یہ شرعاً محض ناروا ہے و بے جا (یعنی نامناسب اور بے فائدہ) ہے مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے“۔

(ملفوظات اعلی حضرت،حصہ دوم،ص ۲۲۵،مکتبۃ المدینۃ)

ایک اور فتوی ملاحظہ ہو:

سُوال:مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعظِیْماً کو یَثرِب کہنا کیسا ہے؟ نیز ایسے اَشعار جن میں مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعظِیْماً کو یَثرِب کہا گیا ہے، انہیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّتَعظِیْماً کو یَثرِب کہنا ناجائز وگناہ ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت،امام اہلسنّت،مجدِّدِ دِین ومِلّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:مدینۂ طیبہ کو یَثرِب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گناہ گار (ہے)۔([1])

لہٰذا ایسے اَشعار جن میں یہ لفظ آئے انہیں پڑھنا جائز نہیں۔" قرآنِ عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ ربُّ العزت جَلَّ وَعَلَا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے: (وَ إِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ) (پ۲۱، الاَحزاب:۱۳) ترجمۂ کنز الایمان:"اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں "یثرب کالفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے۔ وہ ناپاک اسی طرف اِشارہ کرکے یثرب کہتے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان پر رد کے لئے مدینۂ طیبہ کا نام "طابہ" رکھا۔"([2])

مدینۂ منوّرہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

اَحادیثِ مُبارکہ میں مدینۂ منوّرہ کو یثرب کہنے کی سخت ممانعت آئی ہے چنانچہ سردارِ مکۂ مکرمہ، تاجدارِ مدینۂ منورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو مدینہ کو یثرب کہے تو اِستغفار کرے۔ مدینہ طابہ (پاک وصاف خوشبودار جگہ) ہے، مدینہ طابہ ہے۔([3]) اِس حدیثِ پاک کے تحت حضرتِ سیِّدُنا علّامہ عبدُ الرَّءُوف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: (حدیثِ پاک میں مدینۂ طیبہ کو یثرب کہنے پر) اِستغفار کرنے کے حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینۂ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے اِستغفار کا حکم فرمایا اور اِستغفار گناہ ہی سے ہوتا ہے۔([4])

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: بیشک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔([5]) اس حدیثِ پاک کے تحت حضرتِ سیِّدُنا علّامہ علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اللّٰہتعالٰی نے لوحِ محفوظ میں مدینہ کا نام "طابہ" رکھا ہے یا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینۂ پاک کا نام طابہ رکھیں تاکہ یثرب نام رکھنے والے منافقین کا رَد کرتے ہوئے نازیبا (یعنی نامناسب) نام کی طرف رُجوع کرنے پر ان کی سرزنش (یعنی ملامت) کی طرف اِشارہ ہو جائے۔([6]) اسی میں اِمام شرفُ الدِّین نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے ہے: حضرتِ سیِّدُنا عیسٰی بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے حکایت نقل کی گئی کہ جس کسی نے مدینۂ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ جہاں تک قرآنِ مجید میں یثرب کے نام کے ذِکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔([7]) اس حدیثِ پاک کے تحت مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: لوحِ محفوظ میں مدینۂ منوّرہ کا نام طابہ یا طیبہ ہے یا ربّ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کا نام طابہ رکھیں، اس کے معنیٰ ہے پاک وصاف اور خوشبودار جگہ۔ اسے ربّ تعالٰی نے کفر و شرک سے پاک کیا، یہاں کے باشندوں کو بد خُلقی وغیرہ سے صاف فرمایا جیسا کہ آج بھی مُشاہدہ ہے کہ مدینۂ منوّرہ (زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيمًا) کے (اصل) باشندے اَخلاق و عادات اور نرمیٔ طبیعت میں بہت اعلیٰ ہیں۔ نیز زمین مدینہ بلکہ دَر و دیوار میں ایک خاص مہک ہے وہاں کے خَس و خاشاک (کوڑا کرکٹ) اگرچہ گلی کوچوں میں جمع ہیں مگر بدبو نہیں دیتے، وہاں کی مٹی میں قدرتی خوشبو ہے مگر محسوس اُسے ہو جس کے دِماغ میں کفر و نفاق کا نزلہ زُکام نہ ہو۔([8])

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گزرے تھے
اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

حضورِ اکرم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مُعظّم ہے: وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔([9]) محقق عَلَی الاِطلاق، حضرتِ سیِّدُنا شیخ عبدُ الحق محدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نبیّ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام "مدینہ" رکھا۔ اس کی وجہ یہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا

اور اس سے اُنس و محبت رکھنا ہے اور آپ

([1] فتاویٰ رضویہ ،۲۱/۱۱۶[2] فتاویٰ رضویہ،۲۱/۱۱۷[3] کنز العمال ،کتاب الفضائل ، فضائل المدینہ ...الخ ،الجزء۱۲، ۶/۱۰۷،حدیث: ۳۴۸۳۶ دار الکتب العلمی بیروت [4] فیض القدیر ،حرف المیم ،۶/۲۰۱،تحت الحدیث : ۸۷۶۰ [5] مشکاۃ المصابیح ،کتاب المناسک ،باب حرم المدینہ...الخ ،الفصل الاول ،۱/۵۰۹،حدیث: ۲۷۳۸ دار الکتب العلمی بیروت [6] مرقاۃ المفاتیح ،کتاب المناسک ،باب حرم المدینہ...الخ ،۵/۶۲۲،تحت الحدیث: ۲۷۳۸ دار الفکر بیروت [7] مرقاۃ المفاتیح ،کتاب المناسک ،باب حرم المدینہ...الخ ،۵/۶۲۲،تحت الحدیث: ۲۷۳۷ [8] مراۃ المناجیح ،۴/۲۱۶ ضیاء القرآن پبلی کیشنز مرکز الاولیالاہور)

نے اسے یَثْرِبْ کہنے سے منع فرمایا۔اس لئے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ ''ثَرِبٌ'' سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہلاکت اور فساد ہے اور ''تَثْرِیب'' بمعنیٰ سرزنش اور مَلامَت ہے یا اس وجہ سے کہ '' یَثْرِبْ''کسی بُت یا کسی جابر وسَرکش بندے کا نام تھا۔''امام بخاری (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی) اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ''جو کوئی ایک مرتبہ (مدینے کو) یَثْرِبْ کہہ دے تو اسے دَس مرتبہ ''مدینہ'' کہنا چاہیے تا کہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے ۔''ایک دوسری روایت میں ہے کہ '' یَثْرِبْ کہنے والا اللہ تعالٰی سے اِستِغفار کرے اور مُعافی مانگے ۔''اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس نام سے پکارنے والے کو سزا دینی چاہیے ۔''(مزید فرماتے ہیں:) حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اَشعار میں لفظ '' یَثْرِبْ''صادِر ہوا ہے ۔([1])

بعض اکابر کے کلام میں یَثْرِب کی وجہ

سُوال: یثرب کہنے کی اتنی مُمانعت کے باوجود بعض اکابر کے کلام میں جو یَثْرِب کا ذِکر ملتا ہے،اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جن اکابر کے کلام میں یہ لفظ واقع ہوا ہے ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس حکمِ شرعی پر مُطَّلع نہ ہو سکے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد 21 صفحہ 118 پر اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت اِرشاد فرماتے ہیں :بعض اَشعارِ اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا،اُن کی طرف سے عُذر یہی ہے کہ اُس وقت اس حدیث وحکم پر اِطّلاع نہ پائی تھی جو مُطَّلع ہو کر کہے اس کے لئے عُذر نہیں معہذا شرعِ مطہر (یعنی شریعتِ مطہرہ) شِعر وغیرِ شِعر سب پر حُجّت (دَلیل) ہے،شِعر شَرع (یعنی شریعت) پر حُجّت (دَلیل) نہیں ہوسکتا''

([1] اَشِعۃُ اللَّمعات ،کتاب المناسک ،باب حرم المدینہ...الخ ،الفصل الاول ،۲/۴۱۷ کوئٹہ [2] فتاویٰ رضویہ ،۲۱/۱۱۸)

(بحوالہ نظر کی کمزوری کے اسباب مع علاج ص ۱۸ تا ۲۳ مکتبۃ المدینہ کراچی)

تو جس قدر سخت وشدید فتوے ''یثرب'' کہنے پر ہیں ''قبلہ وکعبہ'' کہنے پر نہیں پھر بھی آپ نے اکابر کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ان کو اطلاع نہ ہوئی تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ فتاوی رشیدیہ ہی کے فتوے کو درست مان لیں تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع نہ ہوسکی ورنہ ضرور پرہیز کرتے ۔

یہاں رضاخانیوں کی منافقت بھی دیکھیں کہ اکابر دیوبند کے خلاف معمولی معمولی باتوں پر آسمان سر پر اٹھانے والے یثرب کے لفظ پر کس طرح اپنے اکابر کو چھوٹ دے رہے ہیں یہ حسن ظن اکابر دیوبند کے متعلق اچار لینے چلا جاتا ہے، کیونکہ اکابر دیوبند سے اختلاف نہیں بغض ہے۔

رضاخانی اپنے گھر کی خبر لیں

مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم میرٹھی خان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ

جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

(یاد اعلیٰ حضرت، ص ۳)

اس کتاب کا مصنف مولوی عبدالحکیم شرف قادری ہے۔مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

قبلہ و دین کعبہ ایمان اعلیٰ حضرت مجدد ملت

راحت قلوب و رحمت یزداں، اعلیٰ حضرت مجدد وملت

(سیرت اعلیٰ حضرت)

اب مفتی احمد یار گجراتی کے بیٹے مفتی اقتدار خان نعیمی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

''عوام میں تو بعض بے وقوف لوگ اپنے بزرگوں کو قبلہ وکعبہ، مکہ مدینہ منورہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر یہ سب احمقانہ جہالتیں ہیں''۔

(تنقیدات، ص ۱۰۸)۔(بحوالہ دست وگریبان، ج ا ص ۵۲، ۵۳)

تو یہ سارے مولوی اس مفتی کے فتوے کی رو سے جاہل و احمق ہوئے۔یہ بہانہ مت کرنا کہ مفتی اقتدار خان نعیمی ہمارا معتبر آدمی نہیں اس لئے کہ جماعت اسلامی ملتان کی طرف سے شائع شدہ اشتہار کیا ہماری معتبر کتاب تھی؟ الطاف حسین حالی اور اس کی مسدس حالی ہمارے اکابر میں سے ہیں کیا؟ اگر یہ لوگ ہمارے خلاف حجت ہیں تو مفتی تو آپ کے بڑوں میں سے ہے وہ کیوں حجت نہیں؟

(اعتراض ۲۸۴): علمائے دیوبند کا بعض مسائل میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے اختلاف

رضاخانی نے کتاب کے آخر ص ۲۷۳ تا ۲۷۸ علمائے دیوبند کا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعض امور میں اختلاف نقل کیا ہے۔ جو کہ اس نے ''دیوبندی مذہب، ص ۱۷۶ تا ۱۸۰'' سے سرقہ کیا ہے۔ان کا اصولی جواب یہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی خواہ وہ اللہ کا ولی ہو، محدث ہو، فقیہ ہو، مجتہد ہو، مفسر ہو اس سے اختلاف فی نفسہ مذموم نہیں۔ورنہ تو رضاخانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کتب لکھیں۔ہاں عقائد کا اختلاف جبکہ حق و باطل کی قبیل سے ہو، کفر ایمان کا اختلاف اور ایک دوسرے پر گستاخی و گمراہی کے فتووں کا اختلاف جیسا کہ رضاخانیوں کا آپس میں ہے وہ ضرور مذموم ہے۔علمائے دیوبند کا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا مذموم اختلاف نہیں تھا۔رضاخانی نے ص ۲۷۷ پر جو بوادر النوادر سے خط دیا ہے اور یہ تاثر دیا کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند حاجی صاحب کے معتقدات کو شرک سمجھتے ہیں معاذ اللہ وہ کسی مستند دیوبندی کا قول نہیں بلکہ ایک عام آدمی کا خط ہے جس کا مدلل جواب بھی بوادر النوادر ہی میں موجود ہے مگر رضاخانی دھوکا دہی نہ کریں تو کیا کریں؟ شرم نہیں آتی خط نقل کرتے ہو اور جواب نقل نہیں کرتے۔

بہر حال اگر علمائے دیوبند کا حاجی صاحب سے اختلاف باعث اعتراض ہے تو سب سے بڑے بزرگ، اولیاء اللہ و اکابر جن کو صحابہ کہا جاتا ہے ان سے اختلاف کے متعلق رضاخانیوں کا کیا فتویٰ ہے؟ خان صاحب نے تو ان سے بھی اختلاف کیا۔ملاحظہ ہو:

مولوی محمد اسمٰعیل بریلوی لکھتا ہے:

''فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہوا گر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی''۔

(حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن :ص ۷۰ ا؍فرید بک اسٹال لاہور)

بریلویو! آنکھیں کھول کر اس حوالے کو پڑھو، ۱۴۰۰ سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا علمائے دیوبند چند ایک دو مسائل میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے اختلاف کریں تو اعتراض اور جو آدمی ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یار کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدن کا باغی:

''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔

(حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن :ص ۷۳ ا؍فرید بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمان، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

اب جواب دو جناب اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر تمام حنفی فقہاء بلکہ صحابہ وہ بھی اکابر صحابہ سے اختلاف کیا ان کی جگہ اپنی تحقیق پیش کی ان کی تحقیق پر اعتماد نہ کیا۔ سلف دصالحین کی پیروی کا نعرہ ان کا دھوکا ہے ان کا مقصد صرف اور صرف احمد رضا خان صاحب کی اندھی تقلید کروانا ہے۔

پیر کا فقہی مذہب لازم نہیں

آپ کے رضاخانی ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی آپ ہی جیسے رضاخانی کو جواب دیتا ہے جب اس نے کہا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو حنبلی تھے اور تم حنفی مرید ان سے کئی مسائل میں اختلاف کرتے ہو:

''اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں تاہم راجح قول یہی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تصوف میں پیر کا فقہی مذہب مرید کیلئے لازمی نہیں''۔

(افضیلت غوث اعظم دلائل وشواہد ص ۱۸۴)

مشایخ کو خطاء پر متنبہ کرنا گستاخی نہیں بلکہ احترام ہے

عطاء محمد چشتی گولڑوی لکھتا ہے:

''علماء ومشائخ عظام خطاء سے معصوم نہیں ہیں ان سے خطاء سرزد ہوسکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطاء پر متنبہ کرنا یہ گستاخی

نہیں ہے بلکہ یہی حقیقی احترام ہے۔۔۔اور اس کو گستاخی کہنا اس صدی کا تصوف ہے جو تصوف قدیم کے الٹ ہے''۔
(عورت کی حکمرانی، ص ۱۹)
باقی رضاخانیوں کا آپس میں لڑنے بھڑنے اور اختلاف کی تفصیل کیلئے ''دست و گریبان'' کی مکمل چار جلدوں کا مطالعہ کریں۔

(اعتراض ۲۸۵): حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر فتوی

رضاخانی نے حجۃ الاسلام کا ایک شعر نقل کیا:
جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار
(قصائد قاسمی، ص ۷)
اور پھر اس پر دارالعلوم دیوبند کے نام پر گھڑے ہوئے جعلی فتوے نقل کئے۔
(ملخصا دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۲۹ تا ۲۳۲)

جواب: یہ اعتراض اس سارق نے اپنے مولوی کی کتاب ''لطائف دیوبند'' سے سرقہ کیا ہے۔مناظر اسلام حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی صاحب نے اپنی کتاب ''بریلویت کا شیش محل'' میں اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے جس کو ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

ہاشمی صاحب سے پر لطف سوال

پہلے ہاشمی صاحب کی بات بغور پڑھیں اس کے بعد ان سے سوال کیا جائے گا۔ہاشمی صاحب ایک استفتا اور اس کا جواب اس طرح نقل فرماتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:
ایک میلاد خور نے مندرجہ ذیل شعر محفل مولود میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا۔
جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار
الجواب

(۱) یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے۔یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو تو اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے۔یہ شخص فاسق اور گناہنار ہے۔اس کو بمقدور اس حرکت سے روکنا شرعا لازم ہے۔
(احمد حسین ۱۵ رشوال ۱۳۶۹ھ سنبھل)

(۲) اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔(ظہورالدین سنبھل)

(۳) کسی بے ہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔بیوقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں، اگر اس یہ اس کا عقیدہ ہے تو

کفر ہے۔دین دار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط کرنا چاہئے۔(سعید احمد۔سنبھل)

(۴)اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور سننا دونوں کفر ہے۔(وارث علی عفی عنہ۔سنبھل)

(۵)تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔(محمد ابراھیم عفی عنہ مدرسۃ الشرح۔سنبھل)

(۶)شعر مذکورا گرچہ نعت میں ہے لیکن حد شرع سے باہر ہے۔ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والے کو پڑھنا جائز ہے۔یہ غلط اور قبیح ہے۔(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔دہلی)....

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ وہ تمام فتوے ہاشمی صاحب نے کسی کتاب کے حوالے سے نقل نہیں فرمائے ہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے،جبکہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتووں کا مجموعہ بنام کفایت المفتی شایع ہو چکا ہے۔اس میں یہ فتوی موجود نہیں ہے اور نہ ہی دارالعلوم دیوبند کے شائع شدہ مجموعہ فتاوی بنام فتاوی دارالعلوم دیوبند میں اس فتوی کا کوئی وجود ہے اور اگر(بالفرض)ہاشمی صاحب کی نقل پر اعتماد کرکے ان فتووں کا اعتبار بھی کرلیا جائے تو دوسری بات یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے ان فتووں سے جو نتیجہ اخذ کیا فرمایا ہے وہ سراسر غلط اور فریب آمیز ہے کیونکہ سنبھل کے غیر معروف مفتیوں کے برخلاف جو دو معتمد دیوبندی مفتیان کرام یعنی مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحبؒ کے فتوے ہاشمی صاحب نے نقل کیئے ہیں دونوں میں سے کسی میں شاعر پر کفر کا فتوی یا فاسق ہونے کا فتوی نہیں لگایا گیا ہے لیکن ہاشمی صاحب آنکھ میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شعر مذکور پر مفتیان دیوبند نے کفر وضلالت کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔۔گویا مذکورہ مفتیوں نے اپنے قاسم العلوم والخیرات کو ہی کافر و فاسق قرار دیا ہے''۔(لطائف دیوبند،ص ۲۴)

سنبھل کے غیر معروف مفتیوں نے شعر کا مطلب جو سمجھا تھا اور اس بنیاد پر کفر کا حکم لگایا تھا اس کی غلطی خود مفتی دارالعلوم سید مہدی حسن صاحب نے واضح کردی ہے کہ ابلیس کا بہ حکم قرآن جنت میں نہ جانا مسلم ہے لیکن شعر میں لفظ''جو''کلمہ شرط ہے اور وہ بطور فرض ومحال ہے اس لئے معنی غلط اور کفر کے نہیں ہوں گے۔

ہاشمی صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ کلمہ جو اردو زبان میں شرط کے معنی میں صرف مولانا نانوتوی ہی کے شعر میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ مولوی احمد رضا خان بھی اس کلمہ کو اگر اور فرضی شرط کے معنی میں لینے اور استعمال کرنے کو درست تسلیم کرتے ہیں۔

خان صاحب نے اپنے ایک بزرگ عالم کی شاعری پرفتوی لگایا

چنانچہ خان صاحب بریلوی نے بھی اپنے ایک مسلم بزرگ اور نامور عالم دین کے شعر پر شرعا ناروا اور بے جا ہونے کا حکم نافذ کرنے کے بعد پھر اس کی تاویل بھی خود کرڈالی ہے۔مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتیان دیوبند کے معاملہ کو آپ ہمارے کہنے سے نہیں بلکہ اپنے امام اکبر اور بانی فرقہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے حکم کی روشنی میں قیاس فرمالیجئے۔میری ان باتوں کا اگر حوالہ درکار ہو تو وہ بھی پیش کیے دیتا ہوں کیونکہ آپ لوگوں کی طرح بے پر کی اڑانے کی عادت سے اللہ نے ہماری جماعت کو محفوظ رکھا ہے۔ملفوظ اعلی حضرت کے معتمد اور مستند مرتب صاحب زادہ اعلی حضرت مولوی مصطفی رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

''ایک صاحب شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بریلی تشریف لائے تھے۔اعلی حضرت مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ

اشعار نعت شریف سنانے کی درخواست کی ۔استفسار فرمایا یہ کس کا کلام ہے ۔انھوں نے بتایا اس پر ارشاد فرمایا۔سوا دو کے کسی کا کلام میں قصدا نہیں سنتا۔مولانا کافی اور حسن میاں کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے ۔البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظ رعنا کا اطلاق جا بجا ہے اور یہ شرعا ناروا اور بے جا ہے ۔مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرو احتراز فرماتے ۔

حسن میاں مرحوم کے یہاں بفضلہ تعالی یہ بھی نہیں ۔ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتائے تھے ۔ان کی طبیعت میں ایسا رنگ رچا کہ کلام ہمیشہ اسی معار اعتدال پر صادر رہوتا۔جہاں شبہ میں ہوتے تھے مجھ سے دریافت کر لیتے تھے ۔ایک غزل میں یہ شعر خیال میں آیا:

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت

خدا ہو کے آتا نہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے ۔ یہ شرطیہ جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں ۔اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

اے محبوب! تم فرما دو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔ ہاں شرط جزا میں علاقہ چاہے وہ آیت کریمہ کی طرح یہاں بھی بروجہ حسن حاصل ہے“۔

(الملفوظ،حصہ دوم ص ۱۴۳)

ہاشمی صاحب دیکھا آپ نے ایں گناہیست کہ درشہر شمانیز کنند

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر اعلی حضرت کے فتوے سے درست اور مفتیان دیوبند کا فتوی بھی انہیں کی تحریر سے صحیح ثابت ہو ۔اور اسی طرح دونوں باتوں کے بالکل درست ہونے کی توجیہ وتاویل بھی اعلی حضرت کے ہی فتوی میں مل گئی ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ابلیس کے جنت میں جانے کا امکان عقلی ہے

مولانا حسن میاں اور مولانا نوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں ایک بہت واضح فرق بھی ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لئے ہاشمی صاحب کو اپنی نگاہ سے تعصب اور غفلت کا پردہ ہٹانا ہوگا۔کسی مخلوق کا خدا ہونا یا بنایا جانا عقلا اور شرعا دونوں محال ہے ۔مگر ابلیس کا جنت میں جانا شریعت کے محکم فیصلہ کی روشنی میں اگر چہ محال ہے لیکن عقلا ممکن ہے ۔اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ اگر ابلیس ایک شرط پوری کرے تو جنت میں جاسکتا ہے ۔ہمارے نزدیک اس حدیث کا سندی مقام جو بھی ہو ہاشمی صاحب کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ وہ ان کی نہایت معتبر اور قابل قدر تفسیر روح البیان میں ہے اور ان کے مطلب کی بھی ہے:

وفی الخبر قیل له من قبل الحق اسجد لقبر ادم قبل توبتك واغفر معصیتك فقال ما سجدت لقالبه وجده فکیف اسجد لقبره و میته وفی الخبر ان الله یخرجه علی رأس مأة الف سنة من النار و یخرج ادم من الجنة ویمّره لسجود ادم فیابی ثم رد الی النار

(حاشیہ جلالین ص ۸۰ بہ حوالہ روح البیان)

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ابلیس کو حکم ہوا آدم کی قبر کو سجدہ کرے تیری توبہ قبول اور تیرے گناہ معاف کر دوں گا۔اس

نے کہا میں نے آدم کے مجسمہ اور زندہ جسم کو سجدہ نہ کیا تو اس کی قبر اور مردہ جسم کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں؟ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی ابلیس کو ہر لاکھ سال کے بعد دوزخ سے نکالتے ہیں اور آدم کو جنت سے نکالتے ہیں پھر اس کو آدم کے سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں مگر رد کر دیتا ہے اور پھر جہنم رسید کر دیا جاتا ہے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی ابن ابی الدنیا سے ایک لمبی روایت کے تحت جس میں حضرت موسی علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ نقل فرمایا ہے۔لکھتے ہیں:

''از جناب الہی فرمان رسید کہ حق تعالی توبہ اورا قبول کرد تو اور بگوک بسوئے قبر حضرت آدم سجدہ نماید تا عفو تقصیر کرم ورا حضرت موسی ایں ماجرا را با ابلیس گفتند کہ من زندہ اورا سجدہ نکردم مردہ اورا چرا سجدہ کنم''۔

(تفسیر فتح العزیز ص ۱۲۱، ۱۲۲)

اللہ کی بارگاہ سے حضرت موسیؑ کو حکم ہوا اس کی توبہ آپ کی سفارش سے قبول کر لی جائے گی۔آپ اسے کہیئے کہ حضرت آدم کی قبر کو سجدہ کرلے تاکہ اس کے گناہ معاف کر دوں حضرت موسی نے یہ قصہ ابلیس سے کہا ابلیس نے جواب دیا میں جس کو زندگی میں سجدہ نہ کیا اس کے مرنے کے بعد اس کو سجدہ کیسے کروں گا؟''

ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد قارئین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی مواخذہ درست نہ ہوگا، البتہ مولانا حسن میاں صاحب جو اعلی حضرت کے اپنے بھائی ہوتے ہیں، ان پر ہاشمی صاحب کے فتوی کی روشنی میں کیا حکم شرعی نافذ ہوگا؟۔یہ قابل غور مسئلہ بن جاتا ہے۔

مولانا کافی کے شعر میں کثرت سے''راعنا'' کا استعمال جو بقول خان صاحب بریلوی از روئے شرع''ناجائز، ناروا اور بیجا'' ہے۔اس کے باوجود مولانا کافی معذور سمجھے گئے ہیں اور ان پر رضاخانی علماء نے اس ناجائز عمل کی وجہ سے کافر یا فاسق ہونے کا کوئی فتوی نہیں لگایا ہے بلکہ اس کے لئے خان صاحب نے ایک عذر تحریر فرما دیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورالصدر شعر پر ہاشمی صاحب وہی عذر ہوتے ہوئے اور اس سے بھی معمولی درجہ کو تاہی پر فتوی کفر اور تفسیق و تضلیل سے کم پر راضی ہونے کو تیار نہیں ہیں؟۔مولانا ہاشمی صاحب ہی کے لئے کسی شاعر میں کہا ہے

دو رنگی چھوڑ دے، یک رنگی ہو جا
سراسر موم ہو، یا سنگ ہو جا

(اعتراض ۲۸۶): محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم کے بارے میں اختلاف

رضاخانی معترض نے''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۲۴، ۲۲۵'' پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق اکابر اہل السنت کی متضاد آراء کو نقل کیا ہے جو اس نے''اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ص ۴۱ تا ۴۳'' سے سرقہ کیا ہے۔اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ ہم نے ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم'' کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ''مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح صاحب'' کا اختلاف ذکر کیا رضاخانیوں کا ایک گروہ ان کو''ولی اللہ'' مانتا ہے جبکہ دوسرا گروہ انہیں معاذ اللہ''مرتد اور جہنم کا کلب'' مانتا ہے استغفر اللہ حالانکہ ایسا شدید اختلاف محمد بن عبد

الوہاب نجدی مرحوم کے بارے میں اکابر دیوبند کا نہیں ہے۔پس جو جواب اس اختلاف کا رضاخانی دیں وہی ہماری طرف سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق اختلاف کا تسلیم کرلیں۔

اور ایک طرز ملاحظہ ہو۔بریلوی مناظر اعظم مولوی نظام الدین ملتانی جس کا شمار مفتی عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں سے کیا ہے وہ محمد بن اسحق پر شدید جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تمام محدثین نے مانا ہے جس کو یحییٰ بن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے اور یحییٰ بن قطان نے محمد بن اسحق کے بارے میں لکھا ہے: اشھد ان محمد بن اسحق کذاب اور میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدرالدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے لیس فیہ الا التدلیس دیکھو بناء جلد اول ص 711 اور اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ جب مدلس عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی: وھو الذی قلنا مدلس اذا قال عن فلان لا یحتج بحدیثه عند جمیع المحدثین مع انه قد کذبه مالك و ضعفه احمد و قال لا یصح الحدیث عنه ......الخ یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلان کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہوگی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا ہے اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔اور کہا ابوزرعہ نے اس کا اعتبار کسی شے میں نہیں کیا جاسکتا“۔(انوار شریعت،ج ۲ ص ۴۹)

یہی نظام الدین ملتانی اپنے ایک اور فتوی میں لکھتے ہیں:

”محمد بن اسحق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحییٰ بن قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحق کے متعلق لکھتے ہیں: اشھد ان محمد بن اسحق کذاب یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق بڑا جھوٹا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن دارقطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے“۔

(فتاوی نظامیہ،ص ۲۲۸ مطبوعہ لاہور)

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی کے ضعیف ہونے پر اتفاق لکھا ہے۔رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْوَاقِدِيِّ وَهُوَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِهِمْ (المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۱۲۹)امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف ومتروک پر اتفاق قرار دیا۔أَحَدُ أَوْعِيَةِ العِلْمِ عَلَى ضَعْفِهِ، المُتَّفَقِ عَلَيْهِ(سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۵۴)امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی توثیق کو رد کرتے ہوئے لکھا. كَمَا أَنَّهُ لاَ عِبْرَةَ بِتَوْثِيقِ مَنْ وَثَّقَهُ: كَيَزِيْدَ، وَأَبِي عُبَيْدٍ، وَالصَّاغَانِيِّ، وَالحَرْبِيِّ، وَمَعْنٍ، وَتَمَامِ عَشْرَةِ مُحَدِّثِيْنَ، إِذْ قَدِ انْعَقَدَ الإِجْمَاعُ اليَوْمَ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ، وَأَنَّ حَدِيْثَهُ فِي عِدَادِ الوَاهِي(سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۶۹ رقم ۱۷۲)سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کذب اور ضعیف پر اتفاق قرار دیا۔وأما حدیث میمونة ففیه الواقدی اتفقوا علی تضعیفه...قلنا الواقدی کذاب باتفاقهم(ایثار الانصاف في آثار الخلاف، جلد اول ص ۷۹،۲۷۸)امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور سے ضعف قرار دیا۔وَفِيهِ الْوَاقِدِيُّ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۲۵۶)امام ابن طاہر المقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی کے متروک ہونے پر اجماع لکھا ہے۔فیه محمد بن عمر الواقدی أجمعوا علی ترکه(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۳)

نظام الدین ملتانی سمیت یہ سارے علمائے اہلسنت جن کی جرح میں نے نقل کی ہے ان کو رضاخانی بھی اپنے بڑوں اور اکابر میں سے

مانتے ہیں لیکن یہ جرح رضاخانیوں کے امام نواب احمد رضاخان کو تسلیم نہیں خاص کرامام مالک کا قول چنانچہ بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کہتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کو یہ جرح تسلیم نہیں اپنے صدر المدرسین کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”مولانا احمد رضاخان صاحب نے فرمایا ہو تو ان پر الزام ہوسکتا ہے نہ کہ آپ کے قول سے خصوصا ایسا قول جس کو وہ صحیح ہی نہ مانتے ہوں تو ان پر عمل کیوں کریں لیکن آپ کو اپنے قول پر وعمل ضرور کرنا پڑے گا۔محمد بن اسحق اول تو امام مالک سے ثابت نہیں کہ انہوں نے ایسا فرمایا اور امام ابن ہمام نے اس کا انکار کیا ہے“۔(تین تاریخی بحثیں،ص ۴۴)

تحقیقی جواب

دراصل جب تک ہمارے اکابر مثلا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ،شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا پورا علم نہ تھا تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرتے ہوئے شیخ نجدی کی تردید کی لیکن بعد میں جب صحیح صورتحال کا اندازہ ہوا تو اپنی اس رائے سے رجوع فرمالیا لہذا کوئی تضاد نہ رہا۔تفصیل کیلئے مناظر اسلام حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب ”محمد بن عبد الوہاب نجدی اور علما ہندوستان“ کا مطالعہ کریں۔

(اعتراض): علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں شیخ نجدی کا رد کیا

جواب: اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ فیض الباری حضرت محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب نہیں بلکہ ان کی امالی ہیں (شاگردوں کی طرف سے جمع کردہ تقاریر)۔جس سے اتفاق بھی کیا جاسکتا ہے اور اختلاف بھی۔اس کے ہر ہر جملے اور ہر ہر حرف کی ذمہ داری ہرگز حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر عائد نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ چندعرصہ پہلے بندے نے اسی حوالے سے اس پر ایک مختصر مضمون بھی لکھا تھا جس کو یہاں نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

((امالی حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے متعلق ایک وضاحت))

ثانی ابن حجر حضرت شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دروس کو ”فیض الباری“،”العرف الشذی“ کے نام سے ان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے۔مجموعی حیثیت سے ان امالی کی افادیت وعلمیت کا کوئی بھی منکر نہیں۔اور جس علمی شان کے ساتھ احادیث پر بحث کی گئی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اکثر حصہ علوم انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا گنجینہ ہے۔لیکن ان امالی کے بعض معدودے مقامات میں جمہور اکابر دیوبند کی رائے سے ہٹ کر اقوال پڑھنے کو ملتے ہیں جس کے متعلق ہمیشہ کھٹکا رہتا ہے۔اس میں تو کسی اہل علم کو شک وشبہ نہیں کہ شاگردوں کی طرف سے جمع کردہ کتب کو لفظ بلفظ کسی صورت استاذ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ایک دفعہ خود شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے درس بخاری کے دوران طلبا نے کہا کہ حضرت آج جو آپ نے رائے دی ہے وہ آپ کے مطبوعہ دروس انعام الباری میں ذکر کردہ رائے کے خلاف ہے تو فرمایا کہ وہ میری کتاب نہیں کسی شاگرد نے جمع کی ہے اور اس پر نظر ثانی بھی نہ کرسکا لہذا درس کے دوران اگر مطبوعہ کتاب سے اختلاف ملے تو میرے درس کی رائے کو میری رائے سمجھا جائے اور کتاب میں مذکورہ بات کو ضابط کا سہو شمار کیا

جائے۔اسی طرح جن اہل علم نے ’’دروس ترمذی‘‘ کا مطالعہ کیا ان پر یہ مخفی نہیں کہ اس میں اغلاط کی کس قدر بھرمار ہے۔کچھ دن پہلے ہمارے بہت ہی عزیز دوست مولانا احسان اللہ ماتریدی حفظہ اللہ نے شیخ مصطفی صاحب کا ایک قول پیش کیا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ العرف الشذی وفیض الباری از قبیل امالی ہیں لہذا کلی طور پر ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ طلبا درس کے بعد لکھتے اور استاذ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر نظر ثانی کا موقع نہ ملا۔یہ ایک بہترین حوالہ تھا کہ ہماری بات کی تائید بڑوں سے ہوجائے مگر افسوس کہ شیخ کو اس بات کا حوالہ یاد نہ رہا کہ انہوں نے کہا پڑھا؟

لہذا حوالے کی جستجو میں بندے نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ’’معارف السنن‘‘ کی تمام جلدوں کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی اور مقدور بھر جستجو کے بعد اگرچہ بعینہ شیخ کا ذکر کردہ موقف تو نہ ملا لیکن کئی مقامات ایسے ملے جہاں العرف الشذی وفیض الباری کی عبارات کو شیخ نے ضابط (مرتب) اور شاگرد کے سہو وخطا پر محمول کیا اور شیخ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کو اس سے پاک قرار دیا چند مقامات ملاحظہ ہوں:

فغرض امام العصر فی "امالیہ" غرض صحیح وجھہ لطیف معقول، وانما کان اشکل فی بادی الرائی بتعبیر من الضابط فالا یرادعلیہ من صاحب تحفۃ الاحوذی منشاہ اما العجلۃ و اما قلۃ النصفۃ۔
(معارف السنن، ج ۱ص ۲۷)

کان اللفظ العرف الشذی ھکذا انہ علیہ السلام قضی حاجتہ و کنت قائما بعیدا منہ فجاہ وطلب الما "ولم اجد بھذا اللفظ فلعل الضابط روی معنی ما قرر الشیخ ۔
(معارف السنن، ج ۱ص ۱۲۹)

کان فی العرف الشذی المطبوع سابقا تصحیف و تحریف فاصلحتہ علی وفق ماذکرہ الحافظ ابن حجر۔
(معارف السنن، ج ۱ص ۲۵۲)

وقع فی العرف الشذی نسبۃ عدم الاغتسال الی محمد بن الحسن فلعلہ سھو من الضابط و انما النسبۃ الی النخعی ۔(معارف السنن، ج ۱ص ۴۰۴)

و قد ھھنا فی العرف الشذی سھو فی الضبط من الضابط ۔(معارف السنن ج ۲ص ۸۰)

لم یتکلم الشیخ رحمہ اللہ فی امالیہ علی جامع الترمذی علی حدیث الباب ..وا الضابط قصر فی ضبطہ۔(معارف السنن، ج ۲ص ۴۷۲)

نوٹ: ایک جگہ فیض الباری کی عبارت پر بھی تنبیہ کی مگر اب وہ مقام مل نہیں رہا اور دوبارہ تلاش کی ہمت نہ ہوئی۔

الحمد للہ اس جستجو کی برکت تھی کہ اپنے موقف پر کچھ صریح حوالے بھی مل گئے۔مثلا دیوبند میں ایک بڑا نام حضرت مولانا مہر صاحب کا ہے وہ فیض الباری کی ایک مشہور معترضہ عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

’’اگلی عبارت میں املا لکھنے والے مولانا بدر عالم میرٹھی سابق استاد حدیث جامعیہ اسلامیہ ڈابھیل سے سہو ہوا کہ ایضا کے بعد من الشیعۃ اور من البعض کا لفظ چھوٹ گیا‘‘۔(ایمانی دستاویز ص ۳۶۰)

حضرت مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ تحریر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن کاملپوری صاحبؒ سنا ہے کہ ''فیض الباری ہمارے شیخؒ کی امالی ہے اور باوجود سعی بلیغ کے اس میں بہت سی بین غلطیاں ہیں''۔ (فتاوی حقانیہ، ج ۲، ص ۱۲۳)

پس حضرت شاہ صاحبؒ کی امالی میں شاذ و مضطرب اقوال یا جہاں بعض مستند شخصیات پر طعن پایا جاتا ہے اس کے متعلق یہ قوی احتمال موجود ہے کہ اس میں ضابط سے یا تو سہو ہوا ہے یا اپنے خیالات کو بھی اس داخل کر دیا یا روایت بالمعنی کرتے ہوئے اصل مقصود کو بہتر طریقے سے بیان نہ کر سکے جیسا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی غلطیوں کی طرف اشارہ کیا۔ قصہ مختصر ان امالی میں جو کچھ ہے قطعی طور پر اس کی نسبت حضرت شاہ صاحب کی طرف نہیں کی جا سکتی اور دلائل وقرائن کی روشنی میں اس کے مندرجات سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ان کتب کی کوئی اہمیت نہیں مجموعی اعتبار سے یہ کتب علوم و معارف کا گنجینہ ہے اور کوئی بھی محدث اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ جیسے محدث نے معارف السنن میں انہی امالی کی ترتیب کو سامنے رکھا۔ (ختم شد)

حضرت شاہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف فیض الباری کے حوالے سے جو عبارت منسوب کی جاتی ہے اس میں ہرگز محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ گمراہ، کافر، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا گیا جیسا کہ بعض حضرات دھوکا دیتے ہیں اس میں صرف اتنا ہے کہ وہ قلیل العلم تھا اور تکفیر میں جلدی کرنے والا تھا۔ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت کا بہت تفصیل کے ساتھ محققانہ جواب دیا ہے جو ان کی کتاب کے ص ۱۰۷ تا ۱۳۷ تک پھیلا ہوا ہے باذوق حضرات ضرور اسے دیکھیں یہاں اس کا خلاصہ یوں نقل کروں گا کہ نجدی کے متعلق اس عبارت کو حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ماننے سے حضرت نے انکار کیا اور اسے مرتب کے سہو و غلطی پر محمول کیا۔

قصہ مختصر حضرت شاہ کشمیری کی طرف منسوب یہ قول روایۃً تو غلط ہے ہی درایۃً بھی غلط ہے کیونکہ جس شیخ ابن عبدالوہاب نے قرآن کی تفسیر لکھی ہو، مکمل فقہ کو قلم بند کیا ہو، اور اس میں آئمہ اربعہ کے اقوال کو جگہ جگہ پیش کیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کتاب لکھی ہو، عقائد پر کتب لکھی ہو، رد روافض پر لکھا ہو، اپنی ہر بات پر قرآن وحدیث سے استدلال کرتا ہو اسے قلیل العلم کیسے کہا جا سکتا ہے؟ رہی تکفیر میں جلد بازی تو اس الزام کی تردید خود شیخ ابن عبدالوہاب نے کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

پھر اسی فیض الباری میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف قدم عالم کا کفریہ قول منسوب کیا گیا ہے:

واختار الشاہ ولیُّ اللہ فی بعض رسائلہ قِدَمَ العالم، وتمسّك بما عند الترمذیِّ

(فیض الباری، ج ۴، ص ۲۹۹، کتاب دالخلق)

ہمارے مخالفین (مراد یہاں وہ بعض الناس ہیں جو اپنی نسبت دیوبند کی طرف کرتے ہیں) جواب دیں کیا وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض الباری ہی میں موجود اس قول سے بھی متفق ہیں؟

پھر خود حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے:

''ارواح ثلاثہ ص ۳۴ میں واقعہ درج ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس کچھ لوگ جمع تھے جن میں سے کسی نے شیخ موصوف کی مذمت اور تفسیق وتکفیر کی کہ اس نے ابن تیمیہ وابن قیم ایسے بد دینوں کے دین کو چمکانا چاہا۔ شاہ صاحبؒ نے یہ سن کر افسوس کیا اور اس کو ایسی بات کہنے سے روکا پھر فرمایا کہ محمد بن عبدالوہاب بھی نہایت سچے اور پکے مسلمان اور متبع سنت تھے۔ مگر بعض مسائل میں مقتضائے عقل کو

ترک کیا ہے۔اور ابن تیمیہ و ابن قیم بھی نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے مگر بشر تھے۔ان سے غلطی ممکن ہے اور اسی غلطی کی بنا پر ان کو برا بھلا کہنا ہر گز مناسب نہیں ہے"۔(ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۷۱)

لیجئے یہاں تو بحوالہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کو پکا مسلمان متبع سنت کہہ رہے ہیں اور انہیں برا بھلا کہنے سے بھی منع کر رہے ہیں اب بعض الناس جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں یقیناً شرم کرنی چاہئے۔

(اعتراض): شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع نہیں کیا۔

بعض الناس رضاخانیوں سے سرقہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع کا قول جھوٹا ہے کیونکہ ۱۳۷۰ھ میں لکھے گئے خط میں لکھتے ہیں کہ میرا وہی پرانا موقف ہے۔اور تم جو رجوع دکھاتے ہو وہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔

جواب: عقل مند آدمی کا کام اہل حق کے کلام میں تضاد و تعارض پیدا کرنا نہیں بلکہ تطبیق و ترجیح دینا ہے۔اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ اس باب میں حضرت مدنی کا رجوع والا قول ہی راجح ہے اور مکتوب والا قول محتمل ہو کر مرجوح ہے۔کئی وجوہ سے:

(۱) اس رجوع کو نقل کرنے والے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی تائید شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الاسلام صاحب تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی، تمامی اکابر علمائے دیوبند، اور دارالعلوم دیوبند کر رہا ہے۔اور یہی موقف شائع شدہ ہے۔لہذا اس کے مقابلے میں ایک نجی مکتوب کی کوئی حیثیت نہیں اس میں یہ احتمال ہے کہ اس پر جو تاریخ لکھی گئی وہ کاتب کی غلطی کی وجہ سے درج ہوگئی ہو اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فتاوی شیخ الاسلام میں یہ عدم رجوع والا مکتوب پہلے دیا گیا اور رجوع والا بعد میں جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آخری موقف رجوع والا ہی ہے اور یہ مکتوب رجوع سے پہلے کا ہے اور اس پر تاریخ غلط درج ہے۔اور ایسا ہونا ممکن ہے۔مناظرہ جھنگ کا جو فیصلہ ثالثین کا اشرف سیالوی نے مناظرہ جھنگ میں دیا اس میں مناظرے کی تاریخ ہی غلط لکھی ہوئی ہے بریلوی کہتے ہیں کہ کاتب کی غلطی ہے تو یہاں بھی کاتب کی غلطی کا احتمال قبول کرلیں۔

ثانیا: رضاخانیوں نے لکھا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کا مذہب اوروں سے زیادہ بہتر جانتا ہے یہ حوالے دفاع میں گزر چکے ہیں لہذا جب خود حضرت مدنی کے فرزند ارجمند حضرت ارشد مدنی مدظلہ العالی رجوع کا قول نقل کر رہے ہیں تو یہی صحیح ہوگا۔

ثالثا: (یہ جواب بعض الناس کیلئے ہے اور محض الزامی ہے) بالفرض علی سبیل التنزل مان لیں کسی درجے میں کہ حضرت مدنی نے رجوع نہیں کیا تو جمہور کے اقوال کے مقابلے میں ان کا یہ قول شاذ و تفرد ہوگا جس کی اصولا کوئی حیثیت نہیں، اور اس باب میں وہ خطائے اجتہادی پر ہوں گے۔اور اگر خطائے اجتہادی اور عدم علم کی تاویل نہیں مانتے تو بعض الناس میں سے کوئی غیرت مند سامنے آئے اور الشہاب الثاقب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف جو گستاخانہ کفریہ اقوال منسوب کئے گئے ہیں وہ ان کی اصل کتب سے ثابت کرے ورنہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر معاذ اللہ افترا کا الزام قبول کرے۔

حضرت مدنی کی طرف جعلی رجوع نامہ سے ہوشیار

کچھ عرصہ قبل ایران کے کسی عالم مرحوم کی کتاب ” اعتدال در مسلک دیوبند“ کے حوالے سے حضرت اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ العالی کا ایک خط پیش کیا گیا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا۔اگر چہ کتاب ومصنف دونوں غیر معروف تھے متداول کتب کے مقابل غیر متداول کتب کی کوئی حیثیت بھی نہیں،لیکن ہم نے مزید تحقیق حال کیلئے ہندوستان کے ایک ذمہ دار عالم فاضل دارالعلوم دیوبند فاتح رضاخانیت مناظر اسلام حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی کے ذریعہ حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اس خط کے متعلق وضاحت چاہی اور یہ کتاب بھی ان تک پہنچائی۔حضرت اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے کتاب تو نہ دیکھ سکے البتہ اپنے فرزند کے ذریعہ مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی تک یہ اصولی موقف پہنچا دیا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف نجدی کے متعلق آخر میں وہی تھا جو حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور فتاوی شیخ الاسلام جسے ہم نے خود شایع کیا اس کی اندر مرقوم ہے۔گویا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا تھا یہی موقف ان کا آخری وقت تک تھا۔اس صورتحال میں کتاب میں پیش کئے گئے خط کی حیثیت خود بخود کالعدم ہو جاتی ہے۔حضرت ارشد مدنی صاحب اور مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب حیات ہیں اللہ پاک انکی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے ان سے رابطہ کر کے اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ: اس کتاب کے مصنف کو ہم نہیں جانتے کہ کون صاحب ہیں البتہ اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتے ہیں لیکن اس کتاب میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے نڈر،جلیل القدر عالم دین پر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے سعودی نجدیوں کے خوف سے نجدی کے دفاع میں یہ کتاب لکھی ہے معاذ اللہ۔اس بے ہودہ الزام کے بعد یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے دریا برد کیا جائے نہ کہ بے شرمی دکھاتے ہوئے اپنے غلط موقف پر بطور استدلال پیش کیا جائے۔

خلاصہ کلام

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں جو کتاب لکھی اس پر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ،حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل تائید وتوثیق ہے۔حضرت مولانا عبد الرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے فتاوی پر کبھی اکابر کی تائید وتقریظات ہیں نے بانگ دہل اس کتاب کی تائید کی،شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس کتاب کی تائید کی،حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا موجودہ سارا خاندان حضرت منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے اتفاق رکھتا ہے، پشاور کے حضرت مولانا مفتی حسن جان شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نجدی رحمۃ اللہ علیہ کا زبردست دفاع کیا،فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کو عمدہ کہا،حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کو متبع سنت کہا،انہیں برا بھلا ان کی تفسیق وتکفیر سے منع کیا،اسی موقف کو بطور تائید حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارواح ثلاثہ میں نقل کیا،حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نجدیوں کی تعریف کی،حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے” پرانے چراغ حصہ اول ص ۳۰۲ “،علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے”عبقات حصہ دوم ص ۳۶۶ تا ۳۷۰ “ان کا

دفاع کیا میں حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مکمل تائید کی۔علمائے دیوبند کا مرکز اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند آج بھی کھل کر محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں ان الفاظ سے فتوی دیتا ہے کہ:

''سوال:

عبدالوہاب نجدی کون تھا؟ اس کے بارے میں علمائے دیوبند کی کیا رائے ہے تفصیلا جواب عنایت فرمائیں۔

جواب نمبر: 2123

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتوی: 1461/ھ=1142/ھ

(۱) سعودی عرب کے علاقۂ نجد کے ایک قریہ میں شیخ محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوئے، ۱۱۱۵ھ میں ولادت ہوئی اور نوے (۹۰) سال سے زائد عمر پا کر ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

(۲) اصول دین یعنی اعتقادات و ایمانیات میں شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی اہل سنت والجماعت کے مسلک سے متعلق ہیں اور فروعات میں حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے، چاروں ائمہ مجتہدین (امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ رحم ※ واسع ※) میں سے کسی کے مذہب کے مطابق تقلید کرنے والوں پر نکیر نہ کرتے تھے، نہ تقلید ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کو ضلالت و گمراہی قرار دیتے تھے۔ یہ رائے ان کی اصل کتابوں کے ملاحظہ کے بعد حضرات اکابر علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات'' ملاحظہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،

دارالعلوم دیوبند''۔

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آجانے کے بعد کسی صاحب ذکر دیوبندی نے اس کا رد نہیں لکھا جسے اجماع سکوتی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اب بعض الناس جواب دیں کہ کیا یہ سب بھی نجدی تھے؟ کیا یہ سب بھی دیوبند کے باغی تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ جیسے شر ذمۃ قلیلۃ اپنی ذاتی نفسانی خواہشات اور بدعات کو پروان چڑھانے کیلئے علمائے دیوبند سے باغی ہو چکے ہو۔ بندہ اپنے علما، مشائخ و اکابر کی جوتی کے خاک کے برابر بھی نہیں لیکن اگر بات فتووں پر آگئی ہے تو بعض الناس میں جرات ہے تو میرے اس مضمون کا جواب لکھ کر دکھائے۔دیدہ باید۔

چیلنج

راقم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات پر ایک مقالہ لکھا ہے جو شائع شدہ ہے موقع کی مناسبت سے اسے بھی یہاں نقل کر رہا ہوں۔ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مقالہ لکھنے سے پہلے میں نے شیخ کی تمام کتب جو ۱۲ جلدوں میں شائع شدہ ہے کا الحمد للہ تفصیلی مطالعہ

کیا اور پوری رضا خانیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ شیخ کے وہ گستاخانہ عقائد معاذ اللہ جن کی نسبت تم ان کی طرف کرتے ہو ان کی اصل کتب سے دکھاؤ اور منہ مانگا انعام وصول کرو۔ یاد رہے کسی زینی دحلان جیسے بدعتی کی کتاب سے نہیں شیخ کی اپنی کتاب سے، جب شیخ نے خود اپنی کتب میں اپنے عقاید کی وضاحت کر دی اور الزامات کو رد کر دیا تو اگر کسی ثقہ نے جرح کی ہو ان پر تو ہم یہی کہیں گے کہ اللہ ان پر رحم فرمائے ان تک شیخ کے صحیح حالات نہ پہنچ سکے۔

یاد رہے کہ شیخ عبد الوہاب نجدی نہ مسلکا نہ مشربا ہمارے اکابر میں سے ہیں نہ ان کی بات ہمارے لئے فی نفسہ حجت، لیکن کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جب کسی کے صحیح عقائد آپ تک پہنچ جائیں اور ایک آدمی خود اپنے عقائد کی وضاحت کر دے اس کے بعد بھی آپ اس پر کفر کے فتوے لگائیں یہ تعصب کے سوا کچھ نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات

ماضی قریب میں سعودی عرب میں ایک مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم کے نام سے گزرے ہیں ۔جوتوحید کی دعوت لیکر اٹھے اور پورے عرب پر چھا گئے ۔شیخ کو ان کے دور ہی میں ان کے سیاسی ومذہبی مخالفین خصوصا قبر پرستوں نے بہت زیادہ بدنام کیا۔ہماری معلومات کے مطابق شیخ احمد زینی دحلان وہ شخصیت ہے جس نے شیخ کو بدنام کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا،اور شیخ کی طرف ایسے مکروہ عقائد منسوب کئے جو کسی مسلمان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے ۔یہ مذموم پروپگینڈا اس منظم طریقے سے پھیلا گیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی بعض معروف شخصیات بھی اس کا شکار ہوگئی تھیں۔

لیکن جیسے جیسے شیخ اور ان کے متبعین کی کتب و دینی لٹریچر منظر عام پر آنے لگا صورتحال کافی حد تک واضح ہونے لگی۔ کچھ عرصہ قبل سعودی حکومت نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے تمام رسائل وکتب کو کئی جلدوں میں شایع کیا۔جس سے شیخ کی تعلیمات،عقائد ونظریات پر کافی حد تک روشنی پڑتی ہے۔اور اس مذموم پروپگینڈے جو شیخ کے خلاف پھیلا گیا کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔انہی رسائل میں سے ایک ایسا رسالہ ہماری نظر سے گزرا۔جس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے نہ صرف اپنے عقائد کو واضح انداز میں پیش کیا بلکہ ان کے خلاف جو الزامات گردش میں تھے اس کی بھی واضح تردید کی۔

رسائل کا یہ مجموعہ جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے یہ"الرسائل الشخصیۃ" کے نام سے چھپا ہے۔یہ شیخ کے پانچ رسائل کا مجموعہ ہے جسے جامع ※الامام محمد بن سعود،الریاض،المملکۃ※※العربي※السعودي※ نے شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان اور شیخ محمد بن صالح العیلقي کی تحقیق سے شایع کیا۔

اس میں پہلا رسالہ شیخ کے عقائد کے بارے میں ہے جو انہوں نے اہل القصیم کی طرف لکھا تھا،جنہوں نے شیخ کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کیا تھا اور ان کی طرف منسوب بعض باتوں کی وضاحت طلب کی تھی۔یہ خط شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم کے نظریات کے بارے میں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔

اب ہم افادہ عام کیلئے اس رسالے کا عام فہم مفہوم آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم کے عقائد

(۱) میں اللہ اور اس کے موجود فرشتوں اور تمہیں گواہ کرکے یہ کہتا ہوں کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے یعنی اللہ اس کے فرشتوں،تمامی کتب،جمیع رسل،موت کے بعد بعثت اور تقدیر خواہ خیر ہو یا شر پر ایمان رکھتا ہوں۔

(۲) اسی طرح ہم اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھتے ہیں جس کو اس نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کیا بغیر کسی تحریف وتعطیل کے۔

(۳) پس ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ کوئی شے اللہ کے مثل نہیں وہ ذات سمیع و بصیر ہے۔ہم اس کی صفات میں سے نہ تو کسی صفت کی نفی کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی صفات کو مخلوقات کی صفات کے مثل جانتے ہیں۔پس ہم ہراس عیب کی اس سے نفی کرتے ہیں جو اہل باطل اس کی ذات کیلئے ثابت کرتے ہیں۔

(۴) خوب جان لو کہ فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ افعال باری تعالی میں قدریہ وجبریہ کے درمیان ہے (یعنی قدریہ سب کچھ تقدیر پر ڈال دیتی ہے اور جبریہ انسان کو مجبور محض جانتے ہیں۔جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالی کو افعال کا خالق اور مخلوق کو کاسب سمجھتے ہیں) اسی طرح ایمان کے باب میں خوارج ومعتزلہ کے درمیان ہے (یعنی خوارج گناہ کبیرہ کی وجہ سے مسلمان کو ایمان سے خارج اور کفر میں داخل سمجھتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے تو خارج لیکن کفر میں داخل نہیں سمجھتا جبکہ فرقہ ناجیہ کے نزدیک نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے) اور اصحاب رسول ﷺ کے باب میں خوارج اور روافض کے درمیان ہے (یعنی خوارج اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دشمن اور روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن۔جبکہ اہل السنت دونوں سے محبت کرنے والے)

(۵) ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اسی سے نکلا اور وہ اس پر متکلم ہے اور اللہ نے اس کو نازل کیا اپنے بندے اور رسول اور اپنی وحی پر امین اور اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر یعنی محمد مصطفی ﷺ پر۔

(۶) ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالی فعال لما یرید ہے۔کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مشیئت وارادہ اور تدبیر سے ہوتا ہے۔اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھ دیا گیا ایک سطر اس سے کوئی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

(۷) ہم ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جو واقع ہوں گی مرنے کے بعد اور جس کی خبر دی رسول اللہ ﷺ نے۔جیسے قبر کا عذاب وتنعیم۔ارواح کا ان کے اجسام کی طرف لوٹایا جانا۔پس لوگ کھڑے ہوں گے حساب وکتاب کیلئے ننگے پریشان حال،سورج ان کے سروں پر ہوگا،میزان عدل لگایا جاچکا ہوگا،اور اس میں ان کے نامہ اعمال تولے جائیں گے۔نامہ اعمال تقسیم کردئے جائیں گے۔پس کوئی اسے دائیں ہاتھ میں پکڑنے والا ہوگا کوئی بائیں ہاتھ میں۔

(۸) ہم حوض کوثر،حوض رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید،شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔جس کے برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہوں گے جو اس سے ایک دفعہ پانی پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

(۹) ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ پل صراط جہنم پر بچھایا جاچکا ہے اور یہ کہ لوگ اس پر سے اپنے اعمال کے بقدر آسانی ومشقت سے گزریں گے۔

(۱۰) ہم نبی کریم ﷺ کی شفاعت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔اور آپ ﷺ ہی کی ذات سب سے پہلے شفاعت کرنے والی ہوگی اور آپ ﷺ ہی کی ذات وہ ذات ہے جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ہم گمراہوں اور بدعتیوں کیلئے شفاعت مصطفوی ﷺ کے منکر ہیں۔ہاں مگر اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بعد۔

(۱۱) ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جنت وجہنم کو پیدا کیا جاچکا ہے،اور وہ موجود ہیں۔اور وہ اب کبھی فنا نہ ہوں گے۔

(۱۲) ہم رؤیت باری تعالی پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔اور اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ مومنین اپنے رب کو ایسے دیکھیں گے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہیں۔

(۱۳) ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد نہ تو کوئی جدید نبی آئے گا نہ رسول۔ آدمی کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی رسالت پر ایمان نہ لے آئے اور آپ کی نبوت کی گواہی نہ دیدے۔

(۱۴) ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی المرتضی ہیں رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں۔ ان کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر، پھر بیعت رضوان والے اور پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱۵) ہم صحابہ کرام کا ذکر صرف خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ اور ان کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ان میں سکوت کرتے ہیں۔ اور ہم ازواج مطہرات کو ہر قسم کی برائی سے پاک سمجھتے ہیں۔

(۱۶) ہم اولیاء اللہ کی کرامات کو مانتے ہیں۔ اسی طرح جو ان کیلئے مکاشفات والہامات ثابت ہیں ان کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کے مستحق نہیں (یعنی خدائی صفات ان کیلئے ثابت نہیں کرتے) اور نہ ان سے حاجات کو طلب کرتے ہیں۔

(۱۷) ہم کسی مسلمان کیلئے یقینی طور پر نہ تو جنت اور نہ ہی جہنم کی گواہی دیتے ہیں۔ مگر ہاں وہ جن کے جنتی ہونے کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی تو بلاشبہ وہ جنتی ہیں۔ لیکن نیکوں کاروں کیلئے جنت کی امید اور بدکاروں کیلئے جہنم کا خوف ضرور رکھتے ہیں۔

(۱۸) ہم امت مسلمہ میں سے کسی کی بھی کسی گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ پر تکفیر نہیں کرتے۔ اور اس کے سبب نہ ہی ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

(۱۹) اور ہم جہاد کو جائز سمجھتے ہیں ہر نیک و بد امام کے ساتھ۔ اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز بھی ہر نیک و بد کے پیچھے جائز سمجھتے ہیں۔

(۲۰) اور جہاد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لیکر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس امت کا آخری گروہ دجال سے نہ لڑلے۔ اس جہاد کے عمل کو نہ تو کسی ظالم کا ظلم اور نہ ہی کسی عادل کا عدل ختم کرسکتا ہے۔

(۲۱) اور ہم ائمۃ المسلمین کی اطاعت خواہ وہ حکمران نیک ہوں یا فاسق کو واجب سمجھتے ہیں۔ جب تک کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دیں۔

(۲۲) اور جو حکمران ہوگیا اور لوگوں کا اس کی حکومت پر اتفاق ہوگیا تو اب اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔

(۲۳) اور ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۲۴) اور ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان نام ہے اقرار باللسان، عمل بالارکان اور تصدیق بالجنان کا۔ ایمان نیکی سے بڑھتا ہے اور گناہ سے گھٹتا ہے۔ اور اس کے کم وبیش ستر شعبے ہیں۔ سب سے اعلی ش※اد※ اَن لااِل※ اِلا اللہ، اور سب سے ادنی راستے سے کسی تکلیف دہ شے کو ہٹانا۔

(۲۵) جہاں شریعت محمدیہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری قرار دیا ہے وہاں ہم اس کو واجب سمجھتے ہیں۔

الزامات کی تردید

مجھ کو یہ بات پہنچی کہ بعض لوگوں نے مجھ پر ایسے جھوٹ گھڑے کہ جس کو میں نے کبھی نہیں کہا اور ان میں سے اکثر تو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں۔۔ مثلا

(۱) میں مذاہب اربعہ کو باطل کرنے والا ہوں۔ (معاذ اللہ)

(۲) اور میری طرف یہ منسوب کیا گیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان چھ سو سال سے گمراہی پر ہیں۔

(معاذ اللہ)

(۳)اور خود اجتہاد کا مدعی ہوں اور تارک تقلید ہوں۔

(۴)اور ان لوگوں کی تکفیر کرتا ہوں جو صالحین سے تبرک کے قائل ہیں۔

(۵)اور امام بوصیری کی تکفیر کرتا ہوں ان کے اس شعر یا اکرم الخلق کی وجہ سے۔

(۶)اور یہ کہتا ہوں کہ اگر میرا بس چلے تو میں روضہ رسول ﷺ پر بنے ہوئے گنبد خضراء کو گرادوں۔(معاذ اللہ)

(۷)اور اگر میرا بس چلے تو کعبۃ اللہ کا پرنالہ نکال کر لکڑی کا لگادوں۔

(۸)اور میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کو حرام کہتا ہوں۔(معاذ اللہ)

(۹)اور اسی طرح والدین یا دیگر مومنین کی قبور کی زیارت کا منکر ہوں۔

(۱۰)اور اسی طرح میں تکفیر کرتا ہوں ان لوگوں کی جو اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائیں۔

(۱۱)اور ابن الفارض اور ابن العربی کی تکفیر کرتا ہوں۔

(۱۲)اور میں نے دلائل الخیرات اور روض الریاحین کو جلا دینے کا حکم دیا اور روض الریاحین کو روض الشیاطین کہتا ہوں۔(معاذ اللہ)

جواب

ان ساری بکواسات کا میری طرف سے جواب یہ ہے کہ سبحانك هذا بهتان عظيم۔

ربا!!! تیری ذات پاک ہے یہ مجھ پر بہت بڑا بہتان ہے۔

ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک لا الہ الا اللہ کا معنی اور مقصد نہ جان لے۔اور ہاں اسی طرح اس شخص کی تکفیر کرتا ہوں جو غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اس کی نذر مانے اسی طرح جو غیر اللہ کے تقرب کیلئے کوئی جانور ذبح کرے تو یہ کفر اور ذبیحہ حرام ہے۔یہ مسائل بالکل حق ہیں اور میں اسی کا قائل ہوں۔اور میں اس پر کلام اللہ، سنت رسول ﷺ اور وہ علماء جن کی خلق پیروی کرتی ہے جیسے آئمہ اربعہ کے اقوال سے دلائل رکھتا ہوں۔اور اس پر میں نے ایک مستقل رسالے میں تفصیل لکھی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

یہاں رسالہ ختم ہوا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے دیگر رسائل سے بھی اس باب میں کچھ تفصیل نقل کردی جائے۔سو ملاحظہ ہو:

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

اور یہ جو ہم پر جھوٹ گھڑے گئے کہ ہم معاذ اللہ قرآن کی من مانی تفسیر کرتے ہیں، اور اس کے مطالب بیان کرنے میں کسی معتمد تفسیر کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے، اور ہم اسی حدیث کو لیتے ہیں جو ہماری عقل کے مطابق ہو اور حدیث کی تشریح میں کسی مستند شرح کی طرف مراجعت نہیں کرتے، اور ہم نبی کریم ﷺ کا رتبہ گھٹاتے ہیں یہ کہہ کر کہ معاذ اللہ وہ قبر میں ریزہ ریزہ ہوگئے، اور ہماری لاٹھی ان سے زیادہ نفع مند ہے، اور وہ کسی قسم کی شفاعت نہیں کرسکتے، اور ان کی قبر مبارک کی زیارت کرنا مستحب نہیں، اور جب تک آیت مبارکہ فاعلم أنه لا إله إلا الله نازل نہیں ہوئی تھی جو کہ مدنی ہے وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب بھی نہیں جانتے تھے، اور ہم علماء امت کی آراء کو کوئی اہمیت نہیں

دیتے اور ان کی کتب جلا دینے کے قائل ہیں کہ اس میں حق و باطل ہر قسم کی باتیں ہیں، اور ہم مجسمہ ہیں اور علی الاطلاق مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور ہم کسی کو اس وقت تک بیعت نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس کا اقرار نہ کرلے کہ وہ پہلے مشرک تھا، اور اس کے ماں باپ کفر پر مرے، اور ہم نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے سے منع کرتے ہیں، اور زیارت قبور کو مطلقاً حرام جانتے ہیں۔

اللہ کی پناہ! یہ سب کی سب خرافات ہیں۔ اور ان سب خرافات کے جواب میں ہمارا ایک ہی جواب ہے سبحانك هذا بهتان عظيم پس ان میں سے جو بات بھی کوئی ہماری طرف منسوب کرتا ہے وہ ہم پر جھوٹ بول رہا ہے اور افتراء گھڑ رہا ہے۔

جس کسی نے ہمارے حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور ہمارے ساتھ رہا ہے تو وہ یقینی طور پر اس بات کو جان لے گا کہ یہ سب خرافات ہیں جو ہماری طرف منسوب کی گئی ہیں لوگوں کو ہم سے متنفر کرنے کیلئے''۔

(الدرر السنیہ، ج ۱ ص ۲۲۹، ۲۳۰، بحوالہ الوہابیہ، صح ۴ ص ۲۹)

شیخ کا حضور ﷺ کے متعلق واضح نظریہ

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے بہت بڑے گستاخ ہیں حتی کہ وہ کہتے تھے کہ میری لاٹھی معاذ اللہ حضور ﷺ سے زیادہ طاقتور ہے۔ درود شریف کے سخت منکر ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سب خرافات کی تردید ما قبل میں گزر چکی ہے۔ مگر یہاں خاص طور پر حضور ﷺ کے بارے میں اور درود کے بارے میں ان کا نظریہ کیا تھا؟ ملاحظہ ہو:

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں نبی کریم ﷺ کا رتبہ علی الاطلاق سب سے اعلی ہے۔ اور یہ کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو شہدا کی حیات سے بھی اعلی ہے۔ اور وہ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مسنون ہے، اور جو اپنے قیمتی لمحات حضور ﷺ پر درود پڑھنے میں صرف کرے تو اس نے دونوں جہانوں کی کامیابی کو پالیا اور یہ درود اس کے غموں اور پریشانیوں کو دور کرنے کیلئے کافی ہو جائے گا''۔

(الدرر السنیہ، ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱، الوہابیہ، ج ۵ ص ۱)

خدارا انصاف کریں!!!

یہ ہیں اس شخص کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے عقائد اور اتہامات کی تردید۔ کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ محض کسی کی سنی سنائی باتوں پر کان دھرتے ہوئے ان کی طرف ایسے عقائد منسوب کرے کہ جس کو پڑھ کر شیطان بھی شرما جائے؟ جن تک حقیقت نہیں پہنچی وہ تو معذور ہیں، لیکن جن کے سامنے سب کچھ واضح ہوگیا کیا ان کے پاس اب کوئی عذر رہا؟ نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسے ایسے کفریات منسوب کئے جس کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ کسی پنڈت و پادری کو بھی نہ سوجھیں گے، لیکن اس سب کے باوجود وہ ان کی تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں کہ ان کی تاویل ہوسکتی ہے۔ اور بعد والوں نے یہ کہا کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کرلی تھی اس لئے تکفیر نہیں کی۔ تو جو شیخ نجدی خود ان کفریات کی تردید اپنے قلم سے کردے اسے بہتان و افتراء کہے اور اپنے عقائد کو واضح کردے اس پر فتوے بازی آخر کہاں کا انصاف ہے؟

میں نے آج سے کچھ عرصہ پہلے بدعتی مناظرین سے رابطہ کرکے یہ مطالبہ کیا کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب سے اس

کی کوئی ایسی عبارت جو صریح اور واضح طور پر گستاخی بنتی ہو پیش کریں ۔تو سوائے خاموشی کے دوسری طرف کچھ نہ تھا۔آخر کافی تک و دو کے بعد ایک صاحب کہنے لگا کہ نجدی نے اپنی کتاب التوحید میں قرآن مجید کی آیت:

فَلَمَّآ آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَآ آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

کے بارے میں کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔

جواب: شیخ مرحوم کی عبارت اس طرح ہے:

اللہ تعالی کے اس فرمان کا بیان جبکہ انہیں تندرست بچہ دیا انہوں نے اللہ کا شریک ٹھرایا اس چیز میں کہ انہیں دیا سو اللہ کے شریک سے برتر ہے۔۔۔ابن حزم کہتے ہیں مسلمانوں کا اتفاق ہے جس نام پر غیر اللہ کی عبودیت ہو وہ حرام ہے جیسے عمر کا بندہ، کعبہ کا بندہ اور جو نام اس قسم کے ہوں صرف عبد المطلب اس سے مستثنی ہے۔ابن عباس ؓ نے اعراف کی آیت مذکورہ کی یہ تفسیر کی ہے جب آدم وحوا ملے تو یہ حاملہ ہوئیں، اسوقت ابلیس انکے پاس آیا اور کہا میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا تم میری بات مانو ورنہ اس کے سر پر بارہ سنگہ کے دو سینگ کرونگا جو تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا اور ایسا کروں گا اس طرح انہیں ڈرایا، ورنہ اس کا نام عبد الحارث رکھنا، ان دونوں نے اس کی اطاعت نہ کی بچہ ہوا مگر مردہ پھر دوبارہ حمل رہا تب بھی شیطان نے آکر ایسی ہی گفتگو کی انہوں نے اس کی بات نہ مانی بچہ مردہ ہوا اس پر سہ بارہ حاملہ ہوئیں تب آکر پھر کہا انہیں بچے کی محبت آگئی اور اس کا نام عبد الحارث رکھا یہی معنی ہیں جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ کے، اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

(کتاب التوحید مترجم ص ۱۴۵،۱۴۶، میر محمد کتب خانہ کراچی)

پہلی بات تو یہ کہ شیخ نجدی مرحوم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ آگے تفسیر ابن ابی حاتم کا حوالہ دیا۔اور تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ قول حضرت ابن عباس سے مروی موجود ہے۔ملاحظہ ہو:

(ص ۱۶۳۳)

پھر اس آیت کی تفسیر میں ابن الجوزی لکھتے ہیں:

وقال مجاهد: كان لا يعيش لآدم ولد، فقال الشيطان: إذا وُلد لكما ولد فسمياه عبد الحارث، فأطاعاه في الاسم، فذلك قوله تعالى: جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَآ آتَاهُمَا، هذا قول الجمهور

(زاد المسیر، ج ۲، ص ۱۷۸)

مجاہد تابعی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی پس شیطان نے ان سے کہا کہ اب جو تمہارا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبد الحارث رکھنا پس انہوں نے نام رکھنے میں اس کی پیروی کی یہی مراد ہے اللہ کے اس قول سے جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَآ آتَاهُمَا۔ یہ قول جمہور مفسرین کا ہے۔

پس اگر یہ گستاخی ہے تو اس گستاخی میں حضرت شیخ محمد بن عبد الوہاب تنہا نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اور مجاہد جیسے تابعی اور جمہور امت۔ بدعتی ہمت کریں اور ان سب پر فتوی لگائیں۔(کم وبیش یہی شان نزول ان تفاسیر میں بھی ہے:

(البحر المحیط، ج ۵، ص ۲۴۶، خازن ج ۲ ص ۲۸۱، تفسیر رازی، ج ۱۵، ص ۴۲۷، بغوی، ج ۳، ص ۳۱۱، تفسیر ماوردی

،ج ۲،ص ۲۸۶،طبری،ج ۱۰،ص ۶۲۳،سمرقندی،ج ۱،ص ۵۷۴،ابن کثیر،ج ۳،ص ۴۷۵)

آخر میں ہم اس کی وضاحت کر دیں کہ ہم شیخ صاحب کو نہ تو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے اپنے ان مشائخ و اکابر میں سے سمجھتے ہیں جن کا قول و فعل ہم پر حجت ہو۔ان سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کرنے کا ہر ایک کو حق ہے اور یہی شیخ کا بھی نظریہ تھا۔ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم نے شیخ کی کتب جہاں تک پڑھی ہمیں یہی سمجھ آیا کہ اصولی عقائد میں ان کا اعتقاد وہی تھا جو اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔اگر کوئی اس کے خلاف دعوی کرتا ہے تو فعلیہ البیان والبرہان۔ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

دیگر نظریات

عراق کے ایک عالم عبد الرحمن بن عبد اللہ السویدی کو لکھے گئے ایک خط میں فرماتے ہیں:

أخبرك أنى ولله الحمد متبع، ولست بمبتدع. عقيدتى ودينى الذى أدين الله به مذهب أهل السنة والجماعة الذى عليه أئمة المسلمين، مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم إلى يوم القيامة ۔

(مجموع ※مؤلفات الشیخ الرسائل الشخصي ※ ج ۵ ص ۳۶)

میں الحمدللہ متبع سنت ہوں بدعتی نہیں،میرا دین وعقیدہ وہی ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔جس پر مسلمانوں کے بڑے بڑے آئمہ جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) اور ان کے متبعین گامزن ہیں قیامت تک کیلئے۔

سعودی عالم شیخ أحمد بن عبد العزیز بن عبد اللہ الحصین لکھتے ہیں:

عقيدة الشيخ هى عقيدة السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار، عقيدة الرسول صلى الله عليه وسلم وأصحابه والتابعين لهم بإحسان، عقيدة أئمة الهدى، أبي حنيفة، والشافعي ومالك وأحمد وسفيان الثورى وابن عيينة وابن المبارك والبخارى ومسلم وأبي داود، وسائر أهل السنن وأهل الفقه والأثر كالأشعرى وابن خزيمة وابن تيمية وابن القيم والذهبى وابن كثير رحمهم الله تعالى

(دعو ※ الامام محمد بن عبد الو ※ اب سلفي ※ لا و ※ اي ※،ص ۸۴)

شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو سلف وصالحین کا عقیدہ تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے صحابہ وتابعین، نیز ائمہ ھدی یعنی امام ابی حنیفہ امام شافعی،امام مالک،امام احمد بن حنبل سفیان ثوری،ابن عینیہ،عبد اللہ ابن مبارک،امام بخاری ومسلم و امام ابوداود،اور تمامی اہل السنۃ والجماعۃ خواہ اہل فقہ ہوں یا اہل حدیث جیسے اشعریہ،ابن خزیمہ،ابن تیمیہ،ابن القیم،ذہبی،ابن کثیر کا عقیدہ تھا۔رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

یہ کتاب سعودی عرب سے سرکاری طور پر چھپی ہے۔

(۱) شیخ روح مع الجسم کے ساتھ معراج کے قائل تھے۔(مختصر زاد المعاد،ص ۱۷۱)

(۲) شیخ روح کا بدن کے ساتھ تعلق کے قائل تھے اور اس پر ایک عجیب مثال دی کہ سورج کو دیکھو کتنا بلند ہے لیکن اس کی گرمی کی تاثیر زمین پر ہے تو روح تو سورج سے کئی درجہ اعلی ہے۔

(مختصر زاد المعاد،ص ۱۷۴)

(۳) فقہ آئمہ اربعہ کے اقوال کو پیش کرتے اور ان سے استدلال کرتے ۔ان کی کتاب ’’مختصر الانصاف والشرح الکبیر‘‘ میں اسی بنیاد پر ہے۔

سعودی مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’ان کا عقیدہ قرآن وحدیث پرعمل پیرا سلف وصالحین کے منہج کے مطابق خالص سنت، بیجا تاویل اور فلسفہ بیان کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے نہ ہی اسے اپنے عقیدے میں کوئی دخل دیتے ہیں ۔ہاں فروعی مسائل میں ان کا مذہب حنبلی تھا۔لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ کسی دوسرے امام کے جامد مقلد نہیں تھے قرآن وحدیث سے دلیل مل جاتی تو اسے قبول کرلیتے اور دوسرے مذاہب کے اقوال ودلائل کو چھوڑ دیتے تھے۔یعنی وہ عقیدے اور فروعی مسائل میں مستقل فکر کے مالک تھے‘‘۔

(امام محمد بن عبدالوہاب دعوت وسیرت، ص ۶ مترجم)

کم وبیش یہی بات ان کے ’’مجموعہ فتاوی ومقالات متنوعہ‘‘ کی جلد اول ص ۳۷۴ پر بھی مل جائے گی۔

یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی المسلک تھے اور مقلد تھے۔

شیخ کے پوتے شیخ عبداللطیف لکھتے ہیں:

’’اصول میں وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد پر کاربند تھے اور فروع میں امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے ۔ان کا کوئی قول ایسا نہیں ملے گا جو ائمہ اربعہ کے مخالف ہو۔

(مجموع الرسائل النجدی(۱) ۳/ ۳۷۶ مطبع المنار مصر ۱۳۴۴ھ بحوالہ دعوۃ الامام محمد بن عبدالوہاب، ص ۱۲۸)

مکہ کے علماء کے سامنے خود شیخ مرحوم نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں ۔اور چاروں ائمہ کی تقلید کرنے والوں میں سے کسی پر بھی نکیر نہیں کرتے ۔ ہاں ان کے علاوہ جو کسی اور مذہب کا مقلد ہو اسے درست نہیں مانتے ۔بلکہ ان چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید پر لوگوں کو مجبور کریں گے۔

(الدرر السنیۃ، ج ۱ ص ۲۲۷ بحوالہ الوہابیہ، ج ۴ ص ۲۵)

(۴) اہل فضل وعلم کیلئے اکراماً کھڑے ہونے کے استحباب کے قائل تھے۔

(مختصر زاد المعاد، ص ۲۹۶)

(۵) شیخ مرحوم کے فتاوی میں یہ بات موجود ہے کہ تین طلاق بیک وقت صحابہ کے دور میں تین ہی شمار کی جاتی تھیں ۔اور اس پر دلائل دئے ۔ملاحظہ ہو

(فتاوی ومسائل مندرجہ رسائل محمد بن عبدالوہاب، ج ۴ ص ۲۸)

نیز تین طلاق بیک وقت تین ہی شمار کی جاتی ہیں اس پر روافض کے خلاف زبردست دلائل دئے ۔ملاحظہ ہو: (الرد علی الرافضہ ،ص ۴۲)۔

معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک تین کو ایک سمجھنا روافض کا نظریہ تھا۔شیخ فرماتے ہیں:

وإن طلق ثلاثاً بكلمة واحدة وقع الثلاث، قبل الدخول أو بعده، وهو قول الأكثر

اگر ایک کلمہ سے تین طلاق دیں تو تین ہی ہوں گی عورت خواہ مدخول بھا ہو یا غیر مدخول بھا

(مختصر الانصاف والشرح الکبیر، ج ۲، ص ۳۵۰)

(۶) تعویذات اور رقیہ شرعیہ کے قائل تھے۔ (زاد المعاد ص ۳۰۳)

(۷) درود کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ پر سلام پڑھنے کے بھی قائل تھے چنانچہ ان کے خطبوں کے مجموعہ پر مشتمل کتاب ''الخطب المنبریۃ'' میں قریبا چالیس مقامات پر حضور ﷺ پر درود کے ساتھ سلام کا ذکر بھی موجود ہے۔

(۸) شیخ نے ایک کتاب لکھی ''الکبائر'' جس میں عنوان باندھا کہ صالحین سے بغض وعداوت رکھنا یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کے تحت مشہور حدیث ''من عادى لي وليا فقد بارزني بالحرب''۔ ذکر کی۔

(الکبائر ص ۳۰، باب بغض الصالحین)

اسی طرح ایک پورا باب قائم کیا: ''باب أذى الصالحين'' (الکبائر ص ۶۰)

(۹) شیخ مسلمانوں کو فاسق یا کافر کہہ کر پکارنے کو کبیرہ سمجھتے اس پر پورا باب قائم کیا ملاحظہ ہو:

الکبائر ص ۳۸۔

(۱۰) اپنی کتاب الکبائر ص ۵۵ پر اس روایت کو بھی ذکر کیا جس میں حضرت اسامہ بن زید نے ایک کلمہ پڑھنے والے کو قتل کیا اور جب رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ بار بار فرماتے یا أسامة أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا الله؟

(الکبائر ص ۵۶)

جب شیخ خود اس کو کبیرہ میں شمار کر رہے ہیں تو ان سے یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ ناحق خونِ مسلم کے پیاسے تھے؟۔

(۱۱) اسی کتاب میں ''کتاب المظالم'' کے عنوان سے پورا باب قائم کیا۔ غرض ان کی یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے۔ اصلاح معاشرے میں اور مسلم معاشرے سے ظلم وستم اور معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کیلئے یہ کتاب ایک سنگ میل کا کام دے سکتی ہے۔ اصلاح مسلم پر مشتمل ایسی معرکۃ الآرا کتاب لکھنے والا خود مسلمانوں پر کیسے ظلم وستم کر سکتا ہے؟۔

(۱۲) شیخ مرحوم نے روافض کے خلاف ایک رسالہ ''الرد علی الرافضہ'' لکھا جس میں رافضیوں کی خرافات کے رد کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے زبردست فضائل بیان کئے۔

(۱۳) شیخ مرحوم نے واضح طور پر لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے۔

(رسالۃ فی الرد علی الرافضۃ ص ۵)

(۱۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا کہ وہ لوگوں میں سے سے زیادہ جری وقوی تھے۔

(رسالۃ فی الرد علی الرافضۃ ص ۶)

(۱۴) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو وہ بہت بڑی کرامات اور ان کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا سمجھتے تھے۔ (الرد علی الرافضہ ص ۴۷)

(۱۵) اہل بیت وامام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو ناصبی کہتے۔

(الرد علی الرافضہ ص ۴۸)

(۱۶) شیخ فرماتے ہیں: اہل بیت کی محبت واجب ہے۔

(الدرر السنیہ، ج ۲، ص ۲۳۲ بحوالہ الوہابیہ ج ۵، ص ۴)

(۱۷) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگیں لڑی اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء اجتہادی پر تھے اور ایک اجر کے مستحق تھے۔

(الدرر السنیہ، ج ۱، ص ۲۳۵ بحوالہ الوہابیہ ص ۸، ج ۵)

وأنّ عليّ بن أبي طالب وأصحابه: أقرب إلى الحقّ من معاوية وأصحابه

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۲۵)

حضرت علی اور ان کے اصحابہ حضرت معاویہ اور ان کے اصحاب کے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب تھے۔

(۱۸) شیخ فرماتے ہیں: وأجمع أهل السّنة على السّكوت عمّا شَجَرَ بين الصّحابة, رضي الله عنهم. ولا يقال فيهم إلاّ الحسنى. فمَن تكلّم في معاوية أو غيره من الصّحابة فقد خرج عن الإجماع

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۲۶)

مشاجرات صحابہ میں سکوت پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔ان کے بارے میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں کہا جائے گا۔پس جو کوئی حضرت امیر معاویہؓ یا کسی اور صحابیؓ کے بارے میں کچھ نازیبا کہتا ہے تو وہ اس اجماع سے نکلنے والا ہے۔

(۲۰) حضرت شیخ مرحوم نے یزید کی حکومت کو فتنہ اور بمطابق حدیث ابی ہریرہؓ لونڈوں کی امارت سے تعبیر کیا۔اور کہا کہ ان کی حکومت میں حضرت امام حسین واہل بیت کی شہادت کا واقعہ ہوا۔اس کے بعد واقعہ حرہ پیش آیا اور تین دین کیلئے مدینہ میں قتل وغارت گری کو حلال کیا گیا۔اس کے بعد اس کی فوج نے یزید کی موت تک حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف مکہ مکرمہ کا محاصرہ کئے رکھا۔

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۲۹)

(۲۱) توسل بذوات الصالحین کے بارے میں شیخ مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ فروعی مسئلہ ہے۔بعض صالحین کے توسل کے قائل ہیں اور بعض توسل کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص مانتے ہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کرتے۔جبکہ دیگر نے اس توسل کو مکروہ لکھا اور یہی ہمارا نظریہ ہے۔لیکن چونکہ مسئلہ اجتہادی ہے لہذا ہم کسی گروہ پر نکیر نہیں کرتے۔ہاں مصائب وآلام میں بزرگان دین کو مشکل کشا سمجھ کر ان سے مانگنا یہ جائز نہیں۔

العاشرة: قولهم في الاستسقاء: لا بأس بالتوسل بالصالحين، وقول أحمد: يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم خاصة، مع قولهم: إنه لا يستغاث بمخلوق، فالفرق ظاهر جدًا، وليس الكلام مما نحن فيه؛ فكون بعض يرخص بالتوسل بالصالحين وبعضهم يخصه بالنبي صلى الله عليه وسلم، وأكثر العلماء ينهى عن ذلك ويكرهه، فهذه المسألة من مسائل الفقه 5، ولو كان الصواب عندنا: قول الجمهور: إنه مكروه، فلا ننكر على من فعله؛ ولا إنكار في مسائل الاجتهاد

(فتاوی ومسائل، ص ۶۸)

(۲۲) حضرت شیخ مرحوم بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

صلاة التراويح سنّة مؤكدة سنّها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتنسب إلى عمر، لأنه جمع الناس على أبيّ بن كعب". والمختار عند أحمد: عشرون ركعة...أنّ عمر لما جمع الناس على أبيّ، كان يصلي بهم عشرين ركعة

(مختصر الانصاف والشرح الکبیر ص ۲۱۲)

(۲۳) بعد دفن قبر پر میت کیلئے دعا کے قائل تھے۔قبر پر چلنے،ٹیک لگانے یا بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے۔اس طرح جس قبرستان میں نیک صالحین اولیاء اللہ مدفون ہوں اس قبرستان میں مسلمان کی تدفین کو مستحب سمجھتے۔(مختصر الانصاف والشرح الکبیر ص ۲۹۴)

(۲۴) زیارت قبور کو مردوں کیلئے اجماعی مسئلہ اور عورتوں کیلئے اختلافی مسئلہ سمجھتے ہیں۔

(مختصر الانصاف والشرح الکبیر ص ۳۰۳)

(۲۵) شیخ نے علماء مکہ کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم پر یہ بہتان ہے کہ ہم قرآن کی من مانی تفسیر کرتے ہیں بلکہ تفسیر کے باب میں ہم تفسیر ابن جریر،ومختصرلابن كثير الشافعي و كذا البغوي،والبيضاوي،والخازن،والحداد،والجلالين وغیرہ جیسی کتب سے تفسیر کرتے ہیں اسی طرح حدیث کے باب میں ہم عسقلانی قسطلانی،نووی اور علامہ مناوی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔

(الدرر السنیہ،ج ۱ص ۲۲۸ بحوالہ الوہابیہ،ج ۴ص ۲۷)

(۲۶) شیخ فرماتے ہیں کہ ہم:ہم جنگ میں بچوں اور عورتوں کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے۔یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم اپنے مخالف عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرتے ہیں اور عربوں کو گالیاں دیتے ہیں۔(الدرر السنیہ،ج ۱ص ۲۲۸ بحوالہ الوہابیہ،ج ۴ص ۲۸)

(۲۷) آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت افضل اعمال میں سے ہے۔

(کتاب التوحید ص ۷۹،میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲۸) آپ ﷺ کی محبت کا فرض ہونا اور اس کا اپنی جان اپنی اولاد اور مال سے بڑھ کر ہونا۔(کتاب التوحید ص ۱۰۷)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ پر دو اعتراضات کا منصفانہ جائزہ

جس طرح ہندوستان میں حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان مظلوم ترین شخصیت وکتاب ہے اسی طرح عرب میں محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ اور ان کی کتاب ''کتاب التوحید'' مظلوم ترین مصلح وکتاب ہے۔دلچسپ بات یہ کہ یہ دونوں حضرات اس وقت کے استعمار کے خلاف جہاد کیلئے میدان عمل میں اترے اور ان دونوں شخصیات کی کتب شرک و بدعت کی تردید میں بھرپور ہے۔حیرت کی بات کہ دونوں کے خلاف پروپگینڈا بھی ایک ہی کی طرح کیا گیا۔دونوں پر الزامات لگائے گئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو معاذ اللہ اپنی کتب میں کھلی گالیاں دی ہیں۔مگر دونوں کا دامن اس بہتان صریح سے پاک ہے۔اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ اس ماحول کے اصل تانے بانے کس سے جا کر ملتے ہیں؟ بہرحال اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں۔ہم نے چند سال پہلے شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ کی تمام کتب جو ۱۲ جلدوں میں سعودی عرب سے شائع ہوئیں ان کا مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ کی چند اہم باتوں کو ایک رسالے ''محمد بن عبد

الوہاب نجدی رحمہ اللہ کے عقائد ونظریات'' کے نام سے شایع کیا اور ساتھ میں یہ اعلان کیا کہ شیخ نجدی پر جو الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ اپنی کتب خاص کر کتاب التوحید میں نبی کریم ﷺ کی صریح گستاخیاں کی ہیں وہ کہتے تھے کہ نبی کا روضہ تو بت ہے، میری لاٹھی نبی ﷺ سے زیادہ طاقتور ہے، اولیا اللہ کو کافر کہتے، مجھے جب موقع ملا میں گنبد رسول ﷺ کو گرادوں گا، ساری امت مشرک ہو چکی ہے وغیرہ خرافات العیاذ باللہ۔ اس کا ثبوت ان کی کتابوں سے دو۔ اس کے بعد سے آج تک الحمدللہ دو سال ہو چکے ہیں وہ رضاخانی جو صبح شام یہ راگ الاپتے تھے کہ نجدی نے اپنی کتب میں نبی کریم ﷺ کو ننگی ننگی گالیاں دی ہیں اب شیخ نجدی کی عام کتب تو چھوڑیں کتاب التوحید میں بھی انہیں کوئی گستاخی نہیں مل رہی۔ دو سال کی سر توڑ کوشش کے بعد جو بزعم خویش دو گستاخیاں ان کو ملی ہیں ہم اس مضمون میں اس کا ہی جائزہ لیتے ہیں سو ملاحظہ ہو:

((پہلا اعتراض))

نجدی نے اپنی کتاب التوحید میں قرآن مجید کی آیت:

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

کے بارے میں کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو کیا آدم علیہ السلام نے شرک کیا تھا معاذ اللہ؟

جواب: شیخ مرحوم کی عبارت اس طرح ہے:

اللہ تعالی کے اس فرمان کا بیان جبکہ انہیں تندرست بچہ دیا انہوں نے اللہ کا شریک ٹھرایا اس چیز میں کہ انہیں دیا سو اللہ کے شریک سے برتر ہے۔۔۔ ابن حزم کہتے ہیں مسلمانوں کا اتفاق ہے جس نام پر غیر اللہ کی عبودیت ہو وہ حرام ہے جیسے عمر کا بندہ، کعبہ کا بندہ اور جو نام اس قسم کے ہوں صرف عبد المطلب اس سے مستثنی ہے۔ ابن عباس ؓ نے اعراف کی آیت مذکورہ کی یہ تفسیر کی ہے جب آدم وحوا ملے تو یہ حاملہ ہوئیں، اسوقت ابلیس انکے پاس آیا اور کہا میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا تم میری بات مانو ورنہ اس کے سر پر بارہ سنگہ کے دو سینگ کرونگا جو تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا اور ایسا کروں گا اس طرح انہیں ڈرایا، ورنہ اس کا نام عبد الحارث رکھنا، ان دونوں نے اس کی اطاعت نہ کی بچہ ہوا مگر مردہ پھر دوبارہ حمل رہا تب بھی شیطان نے آکر ایسی ہی گفتگو کی انہوں نے اس کی بات نہ مانی بچہ مردہ ہوا اس پر سہ بارہ حاملہ ہوئیں تب آکر پھر کہا انہیں بچے کی محبت آگئی اور اس کا نام عبد الحارث رکھا یہی معنی ہیں جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ کے، اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ (کتاب التوحید مترجم، ص ۱۴۵، ۱۴۶، میر محمد کتب خانہ کراچی)

پہلی بات تو یہ کہ شیخ نجدی مرحوم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ آگے تفسیر ابن ابی حاتم کا حوالہ دیا۔ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ قول حضرت ابن عباس سے مروی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: (ص ۱۶۳۳)

پھر اس آیت کی تفسیر میں ابن الجوزی لکھتے ہیں:

وقال مجاهد: كان لا يعيش لآدم ولد، فقال الشيطان: إذا وُلد لكما ولد فسمياه عبد الحارث، فأطاعاه في الاسم، فذلك قوله تعالى: جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا، هذا قول الجمهور (زاد المسير، ج ۲، ص ۱۷۸)

مجاہد تابعی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی پس شیطان نے ان سے کہا کہ اب جو تمہارا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام

عبدالحارث رکھنا پس انہوں نے نام رکھنے میں اس کی پیروی کی یہی مراد ہے اللہ کے اس قول سے جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا۔ یہ قول جمہور مفسرین کا ہے۔

پس اگر یہ گستاخی ہے تو اس گستاخی میں حضرت شیخ محمد بن عبدالوہاب تنہا نہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اور مجاہد جیسے تابعی اور جمہور امت۔ بدعتی ہمت کریں اور ان سب پر فتوی لگائیں۔(کم وبیش یہی شان نزول ان تفاسیر میں بھی ہے:

(البحر المحیط، ج۵،ص۲۴۶،خازن ج۲ص۲۸۱،تفسیر رازی ،ج۱۵،ص۴۲۷،بغوی ،ج ۳، ص ۳۱۱،تفسیر ماوردی ، ج۲،ص۲۸۶،طبری، ج۱۰،ص۶۲۳،سمرقندی، ج۱،ص۵۷۴،ابن کثیر، ج۳،ص۴۷۵)

آخر میں ہم اس کی وضاحت کر دیں کہ ہم شیخ صاحب کو نہ تو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے اپنے ان مشائخ واکابر میں سے سمجھتے ہیں جن کا قول وفعل ہم پر حجت ہو۔ان سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کرنے کا ہر ایک کو حق ہے اور یہی شیخ کا بھی نظریہ تھا۔ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم نے شیخ کی کتب جہاں تک پڑھی ہمیں یہی سمجھ آیا کہ اصولی عقائد میں ان کا اعتقاد وہی تھا جو اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔اگر کوئی اس کے خلاف دعوی کرتا ہے تو فعلیہ البیان والبرہان۔ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

((دوسرا اعتراض))

شیخ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ اے نبی ﷺ اپنے اعمال کو شرک سے پاک رکھ۔کیا معاذ اللہ حضور ﷺ کے اعمال میں شرک تھا جو شرک سے پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔

جواب: مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے علمی طبقہ میں "رضا خانی" جیسا جاہل طبقہ کوئی نہیں دیکھا اگر یہ عبارات کا مسئلہ نہ ہوتا تو ہم ان کو منہ نہ لگاتے آپ اہلحدیث سے بحث کرلیں شیعہ معتزلی سے بحث کرلیں کم ازکم کوئی دلیل تو ملے گی قرآن وحدیث، اجماع امت ،تاریخ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔مگر یہ رضا خانی فرقہ اس قدر جاہل ہے کہ ان کو بنیادی باتوں تک کا کچھ علم نہیں۔شیخ نجدی رحمہ اللہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو شیخ نجدی

و ثیابك وطهر

کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ای طهر اعمالك من الشرك (اصول الثلاثۃ وادلتہا ص ۲۰)

اس قسم کے کلام سے معاذ اللہ مقصود یہ نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے اعمال یا عقائد واقعۃ شرکیہ ہیں بلکہ یہ تعلیق المحال بالمحال کی قبیل سے ہوتا ہے۔اور ایک فرضی قضیہ ہوتا ہے۔چنانچہ خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کو رضا خانی "تفسیری ترجمہ" کہتے ہیں یعنی یہ ترجمہ نہیں گویا قرآن کی تفسیر ہے۔اور ہر لفظ اپنی جگہ ایسا ہے کہ کسی نئے لفظ کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔وہ قرآن پاک کی آیت:

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۶۵)

کا ترجمہ جو درحقیقت تفسیر ہے کرتے ہیں:

اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ "اسے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا" تو ضرور تیرا سب کیا دھرا

اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔(کنز الایمان)

تو اب جواب دیں کہ کیا نبی کریم ﷺ بھی شرک کر سکتے تھے جو اللہ فرما رہے ہیں کہ اگر شرک کیا تو آپ ﷺ کے اعمال غارت ہو جائیں گے؟ یہاں یہ تاویل نہ کی جائے کہ خان صاحب تو ترجمہ کر رہے ہیں اور نجدی صاحب مفہوم بیان کر رہے ہیں کیونکہ خان صاحب کا ترجمہ فقط ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر اور وہ بھی تفاسیر کا مغز وخلاصہ۔اس آیت کی توضیح میں رضا خانی دعوت اسلامی کی کیبنٹ لکھتی ہے:

اس آیت میں ایک ناممکن چیز کو ناممکن چیز پر موقوف کیا گیا ہے، جیسے اس آیت میں ہے: "قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ"۔(زخرف:۸۱) ترجمۂ کنزُ العرفان: تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کو فرض کر کے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔(صراط الجنان)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (۸۸)

ترجمہ: کنز الایمان یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔

تفسیر صراط الجنان {ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ: یہ اللہ کی ہدایت ہے۔} یہاں ہدایت سے مراد اس چیز کی معرفت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس معرفت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین، اپنی طاعت اور لوگوں کی طرف سے ٹھہرائے گئے اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔(خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲ / ۳۴){وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا: اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے۔} اس آیت میں عوام وخواص سب لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ جب فضیلت اور بلند مقام رکھنے والے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے کہ اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔تو ان کے مقابلے میں اور لوگوں کا حال کیا ہو گا۔(روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۸۸، ۳ / ۶۲)(تفسیر صراط الجنان)

شیخ نجدی رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ جب اللہ تعالی نے اپنے سب سے محبوب بندے نبی کریم ﷺ کو جب حکم دے دیا کہ اپنے آپ کو شرک کے اعمال سے محفوظ رکھیں تو عوام وخواص کو تو بدرجہ اولی ڈرنا چاہئے۔

یہاں ہم چند تفسیری اقوال پیش کرتے ہیں اور ان کے متعلق بھی اسی قسم کے اعتراضات اٹھاتے ہیں جیسا کہ رضا خانیوں نے شیخ نجدیؒ کی عبارت پر اٹھائے اور جو ان تفاسیر میں دفاع میں کہا جائے وہی شیخ کی عبارت میں ہماری طرف سے قبول کر لیں۔تفسیر خازن نے اس کے چار معنی بیان کئے ایک معنی یہ ہے کہ یہاں کپڑوں کا ذکر بطور کنایہ ومجاز ہے معنی یہ ہے کہ اے رسول اللہ ﷺ اپنے اعمال کو گناہوں سے پاک رکھیں اور اللہ کے متعلق شک وشبہ سے پاک رکھیں۔تو اب سوال ہے کہ کیا معاذ اللہ حضور ﷺ گناہ گار تھے یا رب کے بارے میں کسی شک وشبہ میں مبتلا تھے؟

الوجه الثالث: معناه حمل الثوب على النفس قال عنترة:

وشككت بالرمح الأصم ثيابه ... ليس الكريم على القنا بمحرم

يريد نفسه والمعنى ونفسك فطهر عن الذّنوب والرّيب وغيرهم وكنى بالثياب عن الجسد لأنها

تشتمل علیه.

(تفسیر خازن، ج ۴،ص ۳۶۲)

امام رازی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ اے محمد ﷺ اپنے دلوں کو کافروں والے اخلاق، جھوٹ، قطع رحمی اور افترا جیسے گناہوں سے پاک رکھیں جیسا کہ ان مشرکین کا دل ان گناہوں میں مبتلا ہے۔ تو کیا معاذ اللہ رسول اللہ کریم ﷺ معاذ اللہ واقعی ان گناہوں میں مبتلا تھے جو منع کیا جارہا ہے؟

وَالثَّانِي: أَنَّهُ زَجْرٌ عَنِ التَّخَلُّقِ بِأَخْلَاقِهِمْ، فَقِيلَ لَهُ: طَهِّرْ ثِيَابَكَ أَيْ قَلْبَكَ عَنْ أَخْلَاقِهِمْ، فِي الِافْتِرَاءِ وَالتَّقَوُّلِ وَالْكَذِبِ وَقَطْعِ الرَّحِمِ (تفسیر کبیر، ج ۳۰،ص ۶۹۹)

قتادہ، مجاہد، ضحاک، عکرمہ وابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا یہ معنی یہ بیان کیا گیا کہ اپنے آپ کو "ذنب" سے پاک رکھیں۔ تو فرمائیں کیا آپ کے مذہب میں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ "ذنبی" تھے اور ان کی طرف ذنب کی نسبت جائز ہے؟

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ قَالَ قَتَادَةُ وَمُجَاهِدٌ: نَفْسَكَ فَطَهِّرْ [عَنِ الذَّنْبِ] وَكَنَّى عَنِ النَّفْسِ بِالثَّوْبِ، وَهُوَ قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ وَالضَّحَّاكِ وَالشَّعْبِيِّ وَالزُّهْرِيِّ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" فَقَالَ: لَا تَلْبَسْهَا عَلَى مَعْصِيَةٍ وَلَا عَلَى غَدْرٍ،...وَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: لَا تَلْبَسْهَا عَلَى غَدْرٍ وَلَا عَلَى ظُلْمٍ وَلَا إِثْمٍ

(تفسیر بغوی، ج ۸،ص ۲۶۴)

دیگر تفاسیر میں بھی اسی قسم کے الفاظ ہیں کہ اپنے دل کو گناہوں ونافرمانیوں سے پاک رکھے۔

قال الماوردی: ولهم فی تأویل الآیة وجهان: أحدهما: معناه وقلبك فطهر من الإثم والمعاصی؛ قاله ابن عباس وقتادة. الثانی: وقلبك فطهر من الغدر؛ أی لا تغدر فتكون دنس الثیاب.... قال ابن العربی. وقال سفیان بن عیینة: لا تلبس ثیابك علی كذب ولا جور ولا غدر ولا إثم

(الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۹،ص ۶۳)

فطهر دثار النبوة عما یدنسه من الحقد والضجر وقلة الصبر.

(تفسیر بیضاوی)

آخر میں ہمارا سوال

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ ووجدك ضالا کا ترجمہ کرتے ہیں

ای جاهلا

(شرح الشفا، ج ۱،ص ۵۲، ۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع سوم محقق عبد اللہ محمد الخلیلی)

کیا جواب ہے اس کا آپ کے پاس؟

اسی طرح رضاخانی حجۃ الاسلام اشرف سیالوی نے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد نبی کریم ﷺ کو جاہل کہا جس پر ایک رضاخانی یوں تبصرہ کرتا

ہے:

"حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ 'جاہل' کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویش ناک امر ہے"۔

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، ص ۷۴)

تو پہلے اپنے گھر کا یہ گند صاف کریں پھر دوسروں پر زبان طعن دراز کریں

(تیسرا اعتراض): شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی مجسمی نظریہ والے تھے

جواب: بالکل جھوٹ بندہ نے اس پر بھی لکھا ہے جس کو یہاں پیش کر رہا ہوں۔

((شیخ محمد بن عبد الوھاب نجدی پر تشبیہ و تجسیم کا الزام))

تحریر: ساجد خان نقشبندی

شیخ ابن عبد الوہاب کا اصل میدان دعوت و شرک کا رد تھا اس لئے ان کی مولفات میں زیادہ تر اسی مسئلہ پر زور دیا گیا ہے مگر کہیں کہیں انہوں نے صفات پر بھی کلام کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات کے باب میں وہ "تفویض" یعنی "امروھا کما جات" کے قائل تھے جو اسلاف کا مذہب اور سب سے اسلم ہے۔ تاویل و تکلیف اور تشبیہ سے کوسوں دور۔ استوا میں امام مالک کے اس قول "والکیف غیر معقول" کو تسلیم کرتے۔ ہم یہاں اس مسئلہ پر شیخ اوران کے بیٹے کی چند نصوص کو پیش کرتے ہیں:

ومن الإيمان بالله: الإيمان بما وصف به نفسه في كتابه على لسان رسوله صلى الله عليه وسلم من غير تحريف، ولا تعطيل، بل أعتقد أن الله سبحانه وتعالى ليس كمثله شيء وهو السميع البصير، فلا أنفي عنه ما وصف به نفسه ولا أحرف الكلم عن مواضعه، ولا ألحد في أسمائه وآياته، ولا أكيف، ولا أمثل صفاته تعالى بصفات خلقه، لأنه تعالى لا سمي له ولا كفؤ له، ولا ندّ له ولا يقاس بخلقه، فإنه سبحانه أعلم بنفسه وبغيره، وأصدق قيلاً وأحسن حديثاً، فنزّه سبحانه عما وصفه به حقيقة، وأنزله على عبده ورسوله وأمينه على وحيه، وسفيره بينه وبين عباده نبينا محمد صلى الله عليه وسلم

(مجموع مؤلفات الشیخ 5/8)

مذهب السلف رحمة الله عليهم: إثبات الصفات وإجراؤها على ظاهرها ونفي الكيفية عنها، لأن الكلام في الصفات فرع عن الكلام في الذات، وإثبات الذات إثبات وجود لا إثبات كيفية، وعلى هذا مضى السلف كلهم، ولو ذهبنا نذكر ما أطلعنا عليه من كلام السلف في ذلك لخرج بنا عن المقصود في هذا الجواب

(المرجع السابق 4/101)

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی اپنے والد اور اپنا عقیدہ اس باب میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مذهبنا فی أصول الدین مذهب أهل السنة والجماعة، وطريقتنا طريقة السلف التی هی الطريق الأسلم والأعلم والأحكم، خلافا لمن قال طريقة الخلف أعلم، وهی أنا نقر آيات الصفات وأحاديثها، ونكل معناها مع اعتقاد حقائقها إلى الله تعالى

(الدرر السنية ج 1 / 126)

الذى نعتقده والذى ندين الله به، هو مذهب سلف الأمة وأئمتها من الصحابة والتابعين لهم بإحسان من الأئمة الأربعة، وأصحابهم رضی الله عنهم أجمعين، وهو الإيمان بذلك والإقرار به وإمراره كما جاء من غير تشبيه ولا تمثيل ولا تعطيل... ممن سبيلهم فی الاعتقاد: الإيمان بصفات الله تعالى، وأسمائه التی وصف بها نفسه، وسمى بها نفسه فی كتابه وتنزيله أو على لسان رسوله صلى الله عليه وسلم من غير زيادة عليها، ولا نقصان منها ولا تجاوز لها، ولا تفسير لها، ولا تأويل لها بما يخالف ظاهرها ولا تشبيه بصفات المخلوقين، ولا سمات المحدثين بل أمروها كما جاءت، وردوا علمها إلى قائلها، ومعناها إلى المتكلم بها صادق لا شك فی صدقه، فصدقوه، ولم يعلموا حقيقة معناها3 فسكتوا عما لم يعلموه، وأخذ ذلك الآخر عن الأول، ووصى بعضهم بعضا بحسن الاتباع، والوقوف حيث وقف أولهم، وحذروا من التجاوز لها والعدول عن طريقهم، وبينوا لنا سبيلهم ومذاهبهم، وحذرونا من اتباع طريق أهل البدع والاختلاف (مجموعة الرسائل ج 1 / 48)

الحمد لله رب العالمين، قولنا فيها: ما قال الله ورسوله، وما جمع عليه سلف الأمة وأئمتها من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن اتبعهم بإحسان، وهو الإقرار بذلك، والإيمان من غير تحريف ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل، كما قال الإمام مالك لما سئل عن قوله {الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى} كيف استوى؟ فأطرق الإمام مالك، وعلته الرحضاء- يعنی العرق- وانتظر القوم ما يجیء منه، فرفع رأسه إليه، وقال: الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة، وأحسبك رجل سوء، وأمر به فأخرج، ومن أول الاستواء بالاستيلاء فقد أجاب بغير ما أجاب به مالك، وسلك غير سبيله، وهذا الجواب من مالك فی الاستواء شاف كاف فی جميع الصفات مثل النزول والمجیء واليد والوجه وغيرها فيقال فی النزول النزول معلوم والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وهكذا يقال فی سائر الصفات الواردة فی الكتاب والسنة ...إلى آخر جوابهم رحمهم الله

نوٹ: الدرر السنیہ نامی ایک کتاب سے جو یہ حوالہ پیش کیا جارہا ہے کہ معاذ اللہ شیخ محمد بن عبد الوہاب اشعریوں کی تکفیر کرتے وہ بالکل جھوٹ وزور ہے۔ یہ ان کی اپنی کتاب نہیں بلکہ عبد الرحمن بن محمد قاسم کی جمع کردہ ہے جس میں شیخ سے لیکر ان کے زمانے تک کے نجدی علما کی تحریرات کو شامل کیا گیا ہے جس کی پوری ذمہ داری ہرگز شیخ پر نہیں ڈالی جاسکتی ہے جیسا کہ امالی کا اصول ہے۔ لہٰذا اس میں صرف وہی تحریر معتبر ہوگی جو شیخ کی کتب کے موافق ہوگی۔ اور یہ خط شیخ کا ہے بھی نہیں۔

ثانیاً صفات پر بحث ثانوی ہے ہمارا اصل مطالبہ یہ تھا کہ شیخ زینی دحلان نے جو کفریہ گستاخانہ الزامات شیخ پر لگائے اس کا ثبوت دو جس کے ثبوت سے اب تک تم عاجز اور ان شاءاللہ واللہ قیامت کی صبح تک عاجز رہو گے الا یہ کہ شیخ نجدی کے نام پر جھوٹی کتابیں گھڑ لو اور اس میں یہ کفریات شامل کرلو۔ نیز صفات میں اس سے پہلے بھی کئی محدثین و اسلاف کے قدم ڈگمگائے ہیں مگر کسی نے اس باب میں ان پر گمراہی کا فتویٰ نہیں لگایا تو شیخ نجدی کیوں؟

نوٹ: رضاخانی نے دیگر بھی کچھ حوالے نقل کئے مثلاً حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ وغیرہ مگر وہ سب فتوے جعلی ہیں کوئی مستند ماخذ اس کا پیش نہیں کیا گیا اس لئے ہم اس کے جواب کو ترک کرتے ہیں۔

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(باب سیزدھم)

اس باب میں رضاخانیوں کی طرف سے اکابر دیوبند پر پیر پرستی کے الزامات کا جائزہ لیا جائے گا اور خود ان کی اعلیٰ حضرت پرستی پر ناقابل تردید دلائل دئے جائیں گے

مؤلّف
مناظر اہل السنّت
حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ
(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

باھتمام
جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

(اعتراض ۲۸۷): حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر بزرگوں کو بدعتی کہنے کا الزام

دیوبندی علماء کی اپنی پیر پرستی

اس عنوان کے تحت جو کچھ لکھا سارا ’’دیوبندی مذہب، ص ۲۴۳ تا ۲۴۵‘‘ سے سرقہ شدہ ہے۔ بہرحال خدا خوفی سے ہمیشہ کی طرح بے نیاز ہو کر موصوف الزام تراشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اہل اسلام اپنے شیوخ طریقت کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان سے عقیدت رکھتے ہیں تو دیوبندی علماء کی طرف سے کفر و شرک کے فتووں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ (تقویۃ الایمان) فتاویٰ رشیدیہ اور جواہر القرآن وغیرہ کتب اس پر شاہد ہیں۔ ہمارے اولیاء شیوخ طریقت کی تو دیوبندی حد درجہ کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ان کے ہاں معتوب و مقہور ہوتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بدعتی قرار دے دیا۔ لکھا ہے کہ:

’’سلطان جی (حضرت نظام الدین اولیاء) قوالی میں سہہ بار کھڑے ہوئے قاضی ضیاء الدین شامی صاحب بھلانا چاہتے تھے مگر خود ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔ بعضوں نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا تو فرمایا کہ انوار و جلال کو دیکھ کر میں تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان (حضرت نظام الدین اولیاء) بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی کھڑا ہوا‘‘۔ (اضافات الیومیہ، ج ۳، ص ۲۵۸)‘‘۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۳۹)

جواب: جس آدمی میں نہ شرم ہو نہ غیرت ہو اسے آپ کب تک غیرت دلاتے رہیں گے؟۔ ہم اس کی خرافات کو ترک کرتے ہوئے اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔ یہ ان رضاخانیوں کا کالا جھوٹ ہے کہ معاذ اللہ دیوبندی اکابر و مشائخ کی تعظیم و تکریم کو کفر و شرک کہتے ہیں۔ زمین کے اوپر جتنے رضاخانی موجود ہیں اگر ان میں غیرت ہے تو وہ خود اور قبروں میں جا چکے اپنے حاجت رواؤں کو جمع کر کے کسی ذمہ دار ایک دیوبندی عالم کا فتویٰ دکھا دیں کہ اس نے معاذ اللہ کسی بزرگ و مشائخ کی تکریم و تعظیم کو کفر کہا ہو۔ محض تقویۃ الایمان و فتاویٰ رشیدیہ کا نام لکھ دینے سے تو کوئی چیز ثابت نہیں ہو جاتی۔

ہاں اگر تعظیم کا معنی یہ ہے کہ ان کو مختار کل مانو، خدائی صفات ان میں تسلیم کرو، شریعت سے عاری چرسی موالیوں کو ولی بناؤ، ننگے شاہ، کتے شاہ، گدھے شاہ گھوڑے شاہ، کوا کھوتی شاہ قسم کے لوگوں کو مشائخ بنا کر ان کی تعظیم ہم سے کرواؤ تو یہ مشکل ہے۔ یہ ’’تعظیم‘‘ نہیں بلکہ ’’تعزیر‘‘ کے لائق ہیں۔

جس حضرت حکیم الامت پر یہ ظالم الزام لگا رہا ہے کہ معاذ اللہ مشائخ کو بدعتی کہتا تھا وہ تو ساری زندگی مشائخ و تصوف کا دفاع کرتا رہا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر کتب تصنیف کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ لیکن جس موضوع کی طرف آپ نے سب سے زیادہ توجہ دی وہ اس وقت تصوف اور پھر اس میں رونما ہونے والی شرعی خرابیاں اور بدعات تھیں۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر ’’تربیت السالکین (۲ جلدیں)، التکشف، مسائل السلوک، التشرف، انفاس عیسیٰ، النکت الدقیقہ، السنۃ الجلیہ، الشراب السراب، بناء القبہ علی بناء الجبہ، حق السماع، خاتمہ بالخیر، حکایات مواعظت، قربات عند اللہ، یادگار دربار پرانوار خواجہ صاحب، امواج طلب، مثنوی زیر و بم، رونمائے مثنوی

،تشنیف الاسماع ،الابتلاء لاہل الاصطفاء ،الطم فی السم ،البصائر فی الدوائر" جیسی مایہ ناز کتب لکھیں ۔جبکہ مولوی مثنوی روم کی شرح" کلید مثنوی" کے نام سے چوبیس (۲۴) ضخیم جلدوں میں لکھی ۔ یہ مثنوی کی کسی زبان میں سب سے ضخیم ومعروف شرح ہے ۔

آپ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے تصوف کے مسائل کا قرآن مجید سے استنباط کر کے" بیان القرآن" نامی مایہ ناز اور مقبول عام تفسیر لکھی ۔

جو واقعہ اس خائن نے پیش کیا وہ مکمل اس طرح ہے:

"قاضی ضیاالدین رحمۃ اللہ علیہ مصنف احتساب الاحتساب کا ایک واقعہ سنا ہے وہ واقعہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا ۔وہ یہ کہ قاضی ضیاالدین صاحب کی حاضری کے وقت قوال کو اشارہ کیا سماع شروع ہو گیا سلطان جی کھڑے ہو گئے ،قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا ۔سلطان جی دوبارہ کھڑے ہوئے پھر قاضی صاحب نے بٹھلا دیا ،سلطان جی سہہ بارہ کھڑے ہوئے قاضی صاحب پھر بٹھلانا چاہتے تھے مگر خود ہی ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہوئے جب وہ حالت فرو ہوئی تو قاضی صاحب نے فرمایا پھر آ کر احتساب کروں گا ۔بعضوں نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا فرمایا:

"جب اول بار کھڑے ہوئے ان کی روح نے آسمان دنیا تک عروج کیا میں نے وہاں سے واپس لا کر بٹھلا دیا ۔دوسری بار تحت العرش تک پہنچے میں وہاں سے بھی لوٹا لایا تیسری بار فوق العرش پر پہنچے میں نے جانا چاہا تو ملائکہ جلال نے روک دیا کہ یہاں صرف نظام الدین کے قدم جاسکتے ہیں تم نہیں جاسکتے وہاں انوار جلال دیکھ کر میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا ان بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی کھڑا ہوا" ۔

(ملفوظات ،ج ۳ص ۲۴۰ ،ملفوظ نمبر ۴۰۸)

غور فرمائیں کہ اس ملفوظ میں تو حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ کی عظمت کو بیان کیا جا رہا ہے کس قدر بلند مقام تھے مگر یہ ظالم کہتا ہے کہ وہ ان کو بدعتی کہہ رہے ہیں کچھ تو شرم کرو ۔اگر بدعتی کہہ بھی رہے ہیں تو قاضی ضیاالدین رحمۃ اللہ علیہ نہ کہ حکیم الامت ۔حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تو صرف حکایت کو نقل کرنے والے ہیں ۔

یہ بھی احتمال ہے کہ بدعتی محفل میں موجود بعض حضرات کو کہا ہو ۔

رضاخانی ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی پرنسپل شمس العلوم گھوسی انڈیا لکھتا ہے:

"قاضی کا حسد:

بابا فرید کی نیک نامی اور عوام کے درمیان ان کی مقبولیت اجودھن کے قاضی کے حسد اور نفرت کا باعث بنی ،قاضی نے مقامی جاگیرداروں اور سرکاری عہدیداروں کو بابا کے خلاف بھڑکایا اور ان لوگوں نے بابا فرید اور ان کے اہل وعیال کو ستانا شروع کر دیا ۔قاضی اس حد تک پہنچ گیا کہ اس نے بابا فرید کو شہید کرنے کے لئے ایک پیشہ ور قاتل کو آمادہ کیا ۔شیخ نظام الدین اولیا بیان فرماتے ہیں کہ جب اس قاتل کو معلوم ہوا کہ بابا فرید کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔قاضی نے پھر وہاں کے والی (گورنر) سے شکایت کی کہ خانقاہ میں رہنے والے موسیقی اور اجتماعی حال وسماع جیسے" غیر اسلامی" فعل سے لطف اندوز ہوتے ہیں چنانچہ والی نے بابا فرید اور ان کے بیٹوں کیلئے زندگی دشوار کر دی" ۔

(محبوب الٰہی ،ص ۶۱ ،فرید بک سٹال)

اب کیا اس واقعہ میں قاضی کے حسد کو رضاخانی کے متھے لگانا قرین انصاف ہے؟ اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ رضاخانی مولوی بابا فرید سے حسد وبغض رکھتے؟

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے؟

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تو کسی ولی اللہ پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں لگایا کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو اس کا ثبوت دے۔لیکن شیخ ابن عربی جو رضاخانیوں کے ہاں بھی اللہ کے ولی ہیں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو رضاخانیوں کے ہاں بھی مسلم اکابرین سے ہیں انہوں نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے کفر پر پوری ایک کتاب ''الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود'' لکھی۔اب جواب دو جو سوقیا پن تم نے علمائے دیوبند کے خلاف اختیار کیا وہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی اختیار کریں گے؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے؟

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

المقتول علی الزندقۃ، ماروی وللہ الحمد شیئاً من العلم، وکانت لہ بدایۃ جیّدۃ و تألّہ و تصوّف، ثم انسلخ من الدین، وتعلم السحر و أراھم المخاریق، أباح العلماء دمہ فقتل سنۃ احدی عشرۃ و ثلاثمائۃ

(میزان الاعتدال، ج۱ص۵۴۸)

اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی چیز روایت نہیں کی۔اُس کی ابتدائی حالت بظاہر اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف کا اظہار کرتا تھا پھر وہ دین اسلام سے نکل گیا، جادو سیکھا اور استدراج کرتے ہوئے خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں، علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون بہانا جائز ہے لہذا اسے تین سو گیارہ ھجری (۳۱۱ھ) میں قتل کیا گیا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اگر قاضی ضیا الدین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کیا تو آسمان سر پر اٹھالیا پورے جماعت دیوبند کو مطعون کیا کہ یہ لوگ مشایخ و بزرگان دین کے دشمن ہیں یہاں پر بھی لب کشائی کرو مگر مجھے علم ہے کہ یہ منافقانہ قلم یہاں کبھی نہیں چلے گا۔

اگر محض کوئی حکایت و واقعہ نقل کرنا ناقل کا عقیدہ بن جاتا ہے تو پھر ذرا اپنے گھر کی فکر کرو خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

سلطان المشایخ کے مریدین و درویش حرام کاموں میں ملوث

''یعنی ایک صاحب نے سلطان المشایخ قدس سرہ میں گزارش کی کہ بعض وہ درویش جو آستانہ دار ہیں انہوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب و مزامیر تھے رقص کیا آپ نے ارشاد فرمایا انہوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع ہے ناپسندیدہ ہے''۔

(مسائل سماع، مندرجہ رسائل رضویہ، ج۱ص۴۸۷)

رضاخانی اصول کے مطابق سلطان المشایخ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کے پیر، درویش، بزرگان غیر شرعی ناجائز و حرام کام کیا کرتے تھے۔تو بزرگوں پر فتوے تم نے لگائے یا ہم نے؟ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے اس میں مزامیر و محرمات ہیں فرمایا میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں''۔

(مسائل سماع، مندرجہ رسائل رضویہ، ج ا ص ۴۸۸)

رضاخانی اصول کے مطابق سلطان المشائخ کے مریدین حرام کاموں ومحرمات میں ملوث تھے تو بزرگوں پر فتوے تم نے لگائے یا ہم نے؟

خان صاحب کا یہ ملفوظ بھی ملاحظہ ہو ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

بزرگ کو حرام کار کہہ دیا

''ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۰۸)

اب رضاخانی اصول کے مطابق نواب احمد رضاخان مشائخ وبزرگان دین کو ''حرام کار'' سمجھتے تھے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

خان صاحب بریلوی مشائخ وبزرگوں پر لعنت کرتے تھے

خان صاحب سے ان کے بیٹے نے پوچھا:

''کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالی عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہو کر گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے''

اس کے جواب میں خان آف بریلی کہتا ہے:

''ارشاد: یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہورہی تھی اب تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے''۔

(ملفوظات حصہ اول، ص ۹۱)

لو جی رضاخانی! اصول کے مطابق بغیر مزامیر والوں سماع کرنے والوں پر جب لعنت کی تو مزامیر کے ساتھ کرنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

بزم اولیاء کتاب جس کا ترجمہ رضاخانی علامہ بدر القادری نے کیا اس میں ہے کہ سماع کا انکار کروں تو ستر اولیاء کا انکار کروں۔

(بزم اولیاء، ص ۳۱۸، شبیر برادرز)

اس کے علاوہ چشتیہ کے ہاں ''سماع'' معمول ہے مگر خان صاحب رضاخانی اصول کے مطابق ان سب پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ اور رضاخانی اعتراض ہم پر کر رہے ہیں۔

اپنے ہی ہم مسلک مشائخ پر حرام کاری کا فتویٰ

مفتی منیب الرحمن کی کیبنٹ لکھتی ہے:

''امام اہلسنت حضرت احمد رضاخان قادری ۔۔نے آلات موسیقی کے ساتھ قوالی کے عدم جواز کا قول کیا اور کچھوچھ شریف کے علماء یعنی شیخ المشائخ علامہ شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں ۔۔اور ان کے فرزند محبوب المشائخ حضرت علامہ احمد اشرف ۔۔آلات موسیقی کے ساتھ قوالی سنتے تھے یہ بات اعلی حضرت کے علم میں تھے''۔(اصلاحِ عقائد واعمال، ص ۵۴)

خان صاحب نے "مسئلہ سماع" اور فتاوی رضویہ میں اس قوالی کو سخت حرام و ناجائز کہا ہے اور یہ رضاخانی مشایخ کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ خان صاحب کے فتوے کی رو سے یہ مشایخ سخت حرام کاری و ناجائز کاموں میں ملوث تھے۔ رضاخانیوں فتوے اس طرح لگتے ہیں مشایخ کو حرام کار، بدعتی، فاسق و فاجر اس طرح ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ تمہارے گھر کا گند تمہارے اصولوں پر اور اعتراض اللہ کے اولیاء اکابر دیوبند پر کرتے ہو۔ شرم کرو۔

خانقاہیں مردہ ہو چکی تھیں ان میں عشق رسالت ﷺ خان صاحب نے بیدار کیا

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا عبارتوں اور اقوال کی تردید سوائے کسی مجدد وقت کے کرنا بعید از قیاس تھا اسی کام کیلئے قدرت نے آپ کو مجدد بنا کر بھیجا۔ فاضل بریلوی نے اپنی خداداد طاقت سے باطل کی تاریکی چاک کر کے حق کا بول بالا کیا اور ہندوستان کی تمام خانقاہیں جو ان حملوں سے پریشان تھیں فاضل بریلوی نے ۵۵ علوم سے نظام خانقاہی کو زندہ فرمایا جس کی بنیاد عشق خدا و رسول ہے، عظمت انبیاء و اولیاء ہے، اخوت و مروت ہے اتحاد و اتفاق ہے، اسی بنیادی اساس پر خانقاہی نظام قائم ہے"۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳ ص ۷۰ ۳)

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خان صاحب کی حسام الحرمین سے پہلے پاک و ہند کی تمام خانقاہیں مردہ ہو چکی تھیں ان میں عشق رسالت ﷺ کی حرارت ختم ہو چکی تھی اتحاد و اتفاق نہ رہا تھا خان صاحب نے آ کر ۵۵ علوم (جن کا تعلق دجل و فریب جھوٹ و مکر سے تھا) اس کا استعمال کر کے اہل سنت کے عظیم طبقہ کو کافر بنا کر ان خانقاہوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ معاذ اللہ۔

اب اس رضاخانی کے بڑے پاک و ہند کی تمام خانقاہوں کو مردہ اور عشق رسالت ﷺ سے عاری باور کرائیں وہ تو خان صاحب کی عظمت اور حکیم الامت کی نقل کردہ بات پر بھی اس کو اعتراض نہ تو تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

پیری مریدی تو دھندا ہے

رضاخانی شیخ الحدیث مفسر اعظم پاکستان مولانا فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"دور حاضرہ میں پیری مریدی کا دھندا عروج پر ہے لیکن افسوس حقیقی پیری مریدی ناپید ہو چکی ہے"۔

(بیعت کی شرعی حیثیت، ص ۳، ادارہ تالیفات اویسیہ مندرجہ رسائل اویسیہ ۷)

نوٹ: حضرت حکیم الامت کے ملفوظ میں جس "نظام الدین" کا ذکر ہے وہ "نظام الدین بھکاری" ہیں مگر یہ جاہل اسے "نظام الدین اولیاء" سمجھ رہا ہے۔

(اعتراض ۲۸۸): حضرت تھانوی نے پنجاب کے پیروں کی مذمت کی

ترجمان رضاخانیت آگے لکھتا ہے:

"دیگر پیران عظام اور سجادہ نشین حضرات کے بارے میں دیوبندی نظریات بھی ملاحظہ کریں۔ "بڑا جوتا پہنے ہوگا، بڑا عمامہ سر پر ہوگا اور ایک

بہت بڑی تسبیح ہاتھ میں ہوگی جیسا کہ پنجاب کے پیر ہوتے ہیں۔مزاح کے طور پر فرمایا وہ پیر تو کیا پیر بھی نہیں۔
(اضافات الیومیہ، ج ۲، ص ۱۹۵)
عمامہ باندھے ہو، چوغہ پہنے اور تسبیح ہاتھ میں ہو۔۔۔تمام بھنگڑا پنا بزرگی کے سر تھوپا گیا۔(افاضات الیومیہ، ج ۸، ص ۲۴۸)
آج کل کے سجادہ نشین اور شیخ المشائخ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔(اضافات الیومیہ، ج ۴، ص ۱۱۶)
محض گدی نشین ہونا ان کے یہاں مقصود طریق ہے، حالانکہ گدھی نشین ہیں۔(اضافات الیومیہ، ج ۱، ص ۳۱۳)
گویا دیوبندیہ کے ہاں پنجاب کے پیر، پیر (قدم) ہیں۔مشائخ کرام بھنگڑ اور گمراہ اور گمراہ کرنے والے اور گدی نشین نہیں بلکہ گدھی نشین ہیں"۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۳۹، ۲۴۰)

جواب: میں نے ملفوظات کے حوالے چیک نہیں کیئے لہذا دروغ برگردن راوی لیکن ایسا ہی ہو اور معترض نے عبارت کو نقل کرنے میں کسی قسم کی بددیانتی، قطع و برید کا ارتکاب نہ کیا ہو (جو محال عادی ہے) تو اس سے مراد پنجاب کے فاسق و فاجر بدعتی گدی نشین ہیں۔ان کے "گدھے نشین" ہونے میں کیا شک و شبہ؟ ابھی کچھ عرصہ پہلے گولڑہ کے پیروں کے بچوں کی شادی پورے سوشل میڈیا پر چلی جس میں کروڑوں روپے لٹائے گئے، پورے پاکستان کے مراثی و مراثن بلا کر ان سے مجرے کروائے گئے۔ایسے بزرگ و مشایخ معترض صاحب ہی کو مبارک ہو اور رضاخانی مذہب کے بزرگ ہوتے بھی اسی طرح ہیں۔علمائے دیوبند کے تعصب میں یہ اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ آج چھوٹے بچے کو بھی علم ہے کہ ان مزارات پر سجادہ نشینوں کی سرپرستی میں کیا کیا خرافات ہوتی ہیں مگر یہ اس مبنی برحق بات پر بھی چیں بجبیں ہو رہا ہے۔

باقی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات کی وہ تمہارے لوگ بھی اپنی کتب میں لکھ چکے ہیں تفصیل میری کتاب "نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے" میں ملاحظہ ہو یہاں مختصراً چند حوالے نقل کر رہا ہوں۔

مولانا شاہ احمد نورانی صاحب فرماتے ہیں:

"یہ ملک پہلے "پیری پور" ہو چکا ہے۔اسلاف کی قبور مبارک کو سلام مگر آج آستانوں میں کیا ہے؟ علم و دانش کے بجائے بٹیر اور کتے پالنے کے مرکز ہمارے آستانے بن چکے ہیں۔۔۔پیروں کی ساری رونقیں ہیں۔جاگیریں، کوٹھیاں، جائیدادیں، عیاشیاں سب گیارہویں شریف کی بدولت ہیں مگر جب امریکی سامراج نے بغداد معلی پر حملہ کیا کس پیر نے میدان میں نکل کر حرف احتجاج بلند کیا؟ یعنی گیارہویں شریف تو ہم کھائیں مگر غوث لاعظم کے بغداد کیلئے احتجاج قاضی حسین احمد، فضل الرحمن اور ساجد میر کریں؟۔یہ پیروں کا شرمناک کردار ہے"۔
(ندائے اہل سنت، نومبر ۲۰۰۴، ص ۱۱)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری مزارات و مشایخ کی حالت یوں بتلاتا ہے:

"اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو زیارت و آداب سے ادنی واقفیت بھی نہیں رکھتے اور پھر ایسی حالت میں کچھ لوگ سجدے کی حالت میں نظر آتے ہیں تو کچھ لذت طواف سے آشنائی حاصل کرنے میں روحانی سکون محسوس کرتے ہیں۔مزاروں کے مجاورین مزارات کی صفائی کیلئے مخصوص جاروب سے نوجوان لڑکیوں کے رخساروں پر پھیرا لگاتے ذرا بھی خوف خدا محسوس نہیں کرتے۔حاضری دینے والیاں تو یقین رکھتی ہیں کہ وہ اس طرح سے صاحب مزار کے فیضان سے مستفید ہو رہی ہیں۔۔۔ہمارے مشائخ اپنی مشیخیت کی دکان چمکا کر لذت

دوراں سے محظوظ ہو کر خواب نوشیں سے بہرہ مند ہونے میں مصروف ہیں اور اپنے آباء و اجداد کے مزارات پر مکمل دسترس رکھنے کے باوجود شام وسحر انجام پانے والے غیر شرعی امور کے سیلاب پر بند باندھنے کیلئے زیارت وآداب کا ایک بورڈ بھی آویزاں کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے اور نہ مستقبل میں ایسی کوئی امید نظر آرہی ہے''۔(خدا کو یاد کرے پیارے،ص ۹۱،۹۲)

اس زمانے میں پیری مریدی ایک کاروبار ہے

بریلوی مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''اس زمانے میں پیری مریدی ایک کاروبار ہو کر رہ گئی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ص ۱۸۴)

سارے پیر، پیرزادے وسیدزادے جاہل ہیں رضاخانی فقیہ اعظم کا فتوی

''آج کل کے تقریباً سو فیصد پیرزادے علم سے کورے اور محروم ہیں۔خواہ وہ سید ہوں یا نہ ہوں اور سادات کرام میں علمی فقدان سب سے زیادہ ہے۔۔۔۔پیروں کا حال یہ ہے کہ ان میں کوئی ایسا نہیں نکلے گا جو یہ بتا سکے کہ نماز میں کتنے واجبات ہیں اور اکثر ایسے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتے کہ نماز میں کتنے فرائض ہیں''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ص ۲٦۱)

حکیم الامت پر اعتراض کرنے والا یہ جاہل مطلق یہاں کوئی فتوی لگائے گا؟

مولانا جاوید اقبال رضاخانی اپنے استاد اشرف جلالی کے دفاع میں لکھتا ہے:

''اس کے جواب میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے ہمارے رپاکستان میں بالخصوص اہل سنت عوام میں پیر پرستی کوئی نئی بات نہیں۔ میاں جو بات پیر جی کہہ دیں وہی مانی جاتی ہے اس کے مقابلہ میں جتنا بڑا عالم فاضل بھی قرآن وسنت کی بات کرے اس کو ٹھکرا دیا جاتا ہے اور یہ چیز اب پہلے سے بھی زیادہ ہوتی جارہی ہے اور اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ اسی حوالے سے وارد ہوا ہے''۔

(القول السدید،ص ۱۵۲)

لیجئے!یہ رضاخانی پیر وعوام دونوں کو کہہ رہے ہیں کہ ہمارے پیر اور ان کے مریدیں قرآن وسنت کے خلاف بات کرتے ہیں اور اگر کوئی مولوی قرآن وسنت کی بات انہیں بتادے تو اسے معاذ اللہ ٹھکرا دیتے ہیں اور پھر یہودیوں والی آیت اپنے پیروں فقیروں اور ان کے مریدین پر منطبق کی ہے یہاں پر بھی کوئی رضاخانی لب کشائی کرے گا؟

(اعتراض ۲۸۹): قادری،نقشبندی چشتی،سہروردی کہلانے والے یہودی ہیں

رضاخانی معترض لکھتا ہے:

''پھر ان سلاسل طریقت (قادری،نقشبندی،چشتی،سہروردی) کہلانے والے یہودی ہیں۔عبارت ملاحظہ ہو پھر تقویۃ الایمان کی ایک عبارت نقل کی''۔(ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۴۰)

جواب: یہی اعتراض کافی عرصہ پہلے رضاخانیوں کے ایک رسالہ میں تذکیر الاخوان کے حوالے سے کیا گیا تھا ہم نے اس وقت اس کا مدلل جواب دیا تھا اسی جواب کو یہاں نقل کر رہے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات ''تذکیر الاخوان'' کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے اور ''تذکیر الاخوان'' شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں بلکہ مولانا سلطان صاحب کی کتاب ہے۔

ثانیاً عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان عبارات سے جو مفہوم رضاخانی لے کر اعتراض کر رہے ہیں وہ مفہوم ہرگز نہیں بنتا۔ اس لئے ہم مولانا سلطان مرحوم کی دونوں عبارتیں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں جن میں انھوں نے تصوف کے سلسلوں قادری نقشبندی وغیرہ پر نہیں بلکہ ان نسبتوں سے اپنی وابستگی جتا کر اپنی بدعات چمکانے والوں پر طعن کیا ہے۔ مولانا قرآن کریم کی آیت کریمہ ''ولا تکونوا کالذین تفرقوا'' سے شروع کر کے مکمل دو آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''فائدہ: یعنی اگلی امتوں کے صاف حکم بھیج چکے تھے پھر وہ آپس میں اختلاف کر کے بہت فرقے ہو گئے چنانچہ یہود اور نصاری بہتر بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے کہ ان کو عذاب ہوتا ہے پس تم ان کی طرح مت ہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ تم کو قرآن حدیث میں صاف صاف حکم آ چکے ہیں تم اپنے دین میں نئی نئی رسم اور نئے نئے عقیدے اور طریقے نہ نکالو اور پھوٹ نہ ڈالو کہ کوئی معتزلی ہوئے کوئی خارجی بنے اور کوئی رافضی اور کوئی ناصبی اور کوئی جبری اور کوئی قدری اور کوئی مرجی کہلائے اور کوئی سر پر بال رکھ کر اور چار ابرو کا صفایا دے کر فقیری جتاوے پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی بنے۔ حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو''۔

(تذکیر الاخوان، ص ۹۲ طبع اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر اسی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا نے ہر فرقہ کی تفصیل بتائی اور اسی ضمن میں لکھا:

''اور ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ اور نماز معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے نئے نئے ورد اور وظیفہ اور فال نامے گنڈے تعویز اور اتارے اور حاضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجا راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلائے پھر کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھرایا اور کوئی سر پر بڑے بڑے بال رکھ کر چار ابرو کا صفایا دے کر اور بڑی بڑی ٹوپیاں اور تاج دھر کر اور سیلیاں گلے میں ڈال کر مداریہ اور جلالیہ مشہور ہوا''۔ (تذکیر الاخوان ص ۹۸)

قارئین کرام! یہ ہیں وہ عبارات جن سے ادھوری عبارتیں نقل کر کے رضاخانی اسی دجل و فریب کا مظاہرہ کرتے ہیں جو ان کے گرو گھنٹال احمد رضاخان نے مکہ و مدینہ میں کیا۔ حالانکہ ان عبارات سے صاف واضح ہے کہ مولانا چشتی قادری وغیرہ نسبتوں پر نہیں بلکہ بدعتی طبقہ جیسے رضاخانی میں سے خود ان نسبتوں سے وابستگی ظاہر کرنے والوں پر طعن کر رہے ہیں اور ان کی تردید کر رہے ہیں۔

تصوف کی ان نسبتوں پر طعن شاہ اسمعیل شہید کی طرف منسوب کرنا عقلاً بھی اس لئے بعید ہے کہ وہ خود مجاہد اعظم امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت بھی تھے اور تصوف پر ان کی ایک مستقل کتاب ''حقیقت تصوف'' کے نام سے مشہور ہے جس میں انھوں نے تصوف کے صحیح اصول بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض جلیل القدر اولیاء کرام کی تعریف بھی کی اور ان کے انداز کو سراہا اسی طرح ان کی ایک کتاب

''صراط مستقیم''، جس میں انھوں نے طریقت کے ان چاروں سلسلوں کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ ان کے مشاغل اوراد و اذکار اور لطائف وغیرہ کو بھی بیان کیا۔

اس عبارت کو بالکل اسی طرح سمجھیں جس طرح پیران پیر حضرت شیخ عبد القادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ''مسلک احناف'' کو ''فرقہ ضالہ مرجئیہ'' میں شمار کیا ہے مگر یہاں شیخ کی مراد مسلک حنفی نہیں بلکہ فرقہ غسانیہ جسکا بانی غسان بن ابان کوفی اور اس کے متبعین ہیں وہ چونکہ فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے اور اپنا لقب ''حنفیہ'' مشہور کیا ہوا تھا اس لئے پیران پیر نے ان کو اسی مشہور لقب سے ذکر کیا۔ اسی طرح صاحب تذکیر الاخوان کی مراد ان سلاسل پر طعن نہیں بلکہ ان کی مراد وہ گمراہ پیر فقیر اور بدعتی ہیں جنھوں نے خود کو ان سلاسل کے نام سے مشہور کر رکھا ہے مگر جس طرح غیر مقلد احناف کے تعصب میں غنیۃ الطالبین میں حنفیہ سے مراد احناف کو لیتے ہیں اسی طرح یہ رضاخانی مردود بھی تذکیر الاخوان کی اس عبارت سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

رضاخانی اپنے گھر کی خبر لیں

یہ تو تھا ان کے اعتراض کا جواب اگر کسی کو اس کا جواب الجواب لکھنے کی ہمت ہوئی تو ان شاء اللہ ہم مزید وضاحت کریں گے اب ذرا رضاخانیوں کو ان کے گھر کی بھی سیر کرا لیں رضاخانی مفتی احمد یار گجراتی اپنی کتاب جاء الحق میں لکھتا ہے کہ:

''قادری، چشتی، نقشبندی سہروردی یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں''۔

(جاء الحق ص ۲۲۹)

یہاں احمد یار گجراتی نے صاف طور پر ان چاروں سلاسل کو بدعت کہا۔ اب جو رضاخانی ان سلاسل کی طرف نسبت کر کے خود کو قادری چشتی نقشبندی کہلواتا ہے وہ بدعتی ہوگا اب بدعتی کے متعلق احمد رضاخان کا فتوی بھی پڑھ لیں:

''اصحاب البدع کلاب اهل النار''۔ (فتاوی افریقہ ص ۸۲)

بدعتی جہنم کے کتے ہیں۔

اسی طرح وہ لکھتا ہے کہ:

''التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب''۔ (فتاوی افریقہ ص ۸۲)

جو کسی بدعتی کی بیوی بنی وہ ایسا ہی ہے جسے کسے کتے تلے بچھ گئی ہے۔

لہٰذا یہ سارے رضاخانی جس میں احمد رضاخان۔۔۔ احمد یار گجراتی۔۔۔ نعیم الدین مراد آبادی۔۔۔ حشمت علی رضوی۔۔۔ عبد الغفور ہزاروی۔۔۔ عطاء بندیالوی۔۔۔ ابوداود صادق۔۔۔ الیاس قادری۔۔۔ یہ سب کے سب جو خود کو قادری نقشبندی چشتی کہلواتے ہیں بقول خان صاحب جہنم کے کتے ہیں اور ان سب کی بیویاں۔۔۔ تلے بچھی ہوئی ہیں اور۔۔۔ سے اپنا منہ کالا کروا رہی ہیں۔

(اعتراض ۲۹۰): علمائے دیوبند اپنے بزرگوں کیلئے خدائی صفات ثابت کرتے ہیں معاذاللہ

رضاخانی لکھتا ہے:

''دوسری طرف اپنے علماء اور پیروں کے بارے میں بڑے فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔ جتنے عقائد و نظریات انبیاء و اولیاء کے

بارے میں ان کے ہاں کفر وشرک کے تھے وہ سب ان کے اپنے مولویوں اور شیوخ کے بارے میں عین ایمان ہیں۔ یہ دیوبند کی اندھیر نگری کی ہے جن عقائد ونظریات علم غیب اختیارات وغیرہ در انبیاء واولیاء پر دیوبندی اہل سنت پر کفر وشرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ کرتے ہیں وہ تمام امور اپنے علماء کیلئے عین ایمان ان کے ہاں ہوجاتے ہیں۔ ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے وگرنہ اس پر ایک ضخیم دفتر تیار کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ تفصیل کیلئے شائقین زلزلہ اور آئینہ دیوبند وغیرہ کتب ملاحظہ کریں ہم اختصار کے ساتھ دیوبندیوں کی اپنی پیر پرستی بیان کریں گے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۴۰،۲۴۱)

جواب: اگر اہل سنت اپنے پیروں، علماء واکابر کے بارے میں بڑے فراخ دل ہیں تو وہ اس فراخ دلی کے مستحق بھی تو ہیں۔ انہوں نے ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت کی، دین کی تبلیغ کی، تقوی وطہارت سے ان کی زندگیاں معمور تھیں۔ بریلی کے اعلی حضرت کی طرح ساری زندگی ایک کمرے میں ''مرد کی شرمگاہ'' نادر پر تحقیقات پر اپنا سرمایہ زندگی برباد نہیں کیا اور نہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہوئے زندگی گزاری، اور نہ ہی قوالیوں ومزاروں پر اپنے حلال کا پیسہ برباد کیا۔ انہوں نے فراخ دلی سے مدرسے،، خانقاہیں اور دینی مراکز آباد کئے۔ ان کی اس دینی خدمات وعظمتوں کا اقرار خود آپ کے گھر کے لوگوں کو بھی ہے تفصیل کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات، خدمات وکارنامے'' نیز حضرت مولانا منیر اختر صاحب زید مجدہ کی کتاب ''اکابر دیوبند کیا تھے؟'' ملاحظہ ہو۔

یہ بھی رضاخانی معترض کے سیاہ جھوٹوں کی طرح ایک سیاہ جھوٹ ہے کہ ہم اپنے اکابر کیلئے علم غیب یا مافوق الاسباب میں اختیارات کا عقیدہ رکھتے ہیں اگر رضاخانی میں غیرت ہے تو کوئی ایک حوالہ نقل کرے۔ باقی ''زلزلہ'' جیسی پرفریب کتاب کے مکر وفریب کیلئے ''بریلوی فتنہ کا نیا روپ'' نامی کتاب ملاحظہ کرو جس سے ہم بھی ان شاء اللہ آگے اقتباسات نقل کریں گے۔

(اعتراض ۲۹۱): دیوبندی شیوخ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

''مرید کو یقین کے ساتھ جاننا چاہئے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید ومحدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس مضمون کو پختگی سے جانے رہے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربط قلب پیدا ہوجائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا اور مرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئی گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبان حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القا کردے گی۔

(امداد السلوک ص ۶۷،۶۸، اردو مترجم، فارسی، ص ۹)

راقم الحروف کے پاس امداد السلوک فارسی بھی موجود ہے۔ خوف طوالت کی وجہ سے مترجم کتاب کی عبارت نقل کی ہے۔ قارئین کرام انبیاء واولیاء کو حاضر ماننے سے تو اہل سنت کافر ومشرک دیوبندی کے ہاں قرار پاتے ہیں نعوذ باللہ مگر اپنے شیوخ کو حاضر وناظر مان کر پکے موحد بن جاتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۴۱)

جواب: اس عبارت پر رضاخانیوں کے ساتھ غیر مقلدین بھی اعتراض کرتے ہیں لہٰذا دونوں کو جواب دیا جارہا ہے۔

اس عبارت کو حاضر ناظر کے ”عقیدے“ پر محمول کرنا ہی جہالت ہے۔اس لیئے کہ اہل سنت نے جس حاضر و ناظر کے عقیدے کو کفر و شرک کہا ہے وہ مندرجہ ذیل باطل نظریات کا مجموعہ ہے:

”کسی کو عالم الغیب، مافوق الاسباب میں مختار کل اور ہر جگہ سے سننے کی طاقت والا سمجھنا اور ہر وقت ہر جگہ آکر حاجت روائی کرنے کی طاقت رکھنے والا سمجھنا“

جبکہ عبارت میں دور دور تک اس کا ذکر نہیں ۔عبارت میں شیخ کی روحانیت کا ذکر ہو رہا ہے ۔نیز اس عبارت کا تعلق ”جسد مثالی“ کے ساتھ ہے ۔یعنی اپنے شیخ کے انوارات و تجلیات کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھے اور اگر کبھی کوئی مسئلہ ہو جو شیخ سے حل کرانا مقصود ہو تو شیخ کو اپنے دل میں متصور کر ان شاءاللہ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔حضرت کی عبارت:

”پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں“۔

کی وضاحت حاشیہ ہی میں موجود ہے جو اس معترض نے نقل نہیں کی کہ:

”اس سے نداء غائب کے جواز کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ پکارنے اور آواز کو سننے کا تعلق ہے کانوں سے جو حصہ ہے جسم کا پس جب بدن دور ہے تو روحانیت کے قرب سے نداء جائز نہ ہوگی“۔(امداالسلوک ص ۶۷)

نیز معترض کی پیش کردہ عبارت:

”مرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئی گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبان حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القا کردے گی“۔

کی وضاحت حاشیہ ہی میں موجود ہے جو اس شخص نے پیش نہیں کی ملاحظہ ہو:

”یہ علاج و تدبیر ہے ربط قلب کے حصول کی جو وسیلہ ہے وصول الی اللہ کا۔پس لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں شیخ ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہو بلکہ شیخ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی اور حق تعالیٰ مرید کے حسن عقیدہ کی بنا پر کرم فرما کر ہدایت و الہام کا پیام و کلام شیخ کی صورت میں القا فرما دیتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی صورت میں برہان رب پہنچی“۔

(امداد السلوک ص ۶۸)

لیجیئے معترض صاحب! آپ تو کہتے ہیں کہ علمائے دیوبند اپنے اکابر کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں مگر اسی عبارت کے حاشیہ پر اس کی سختی سے تردید کر رہے ہیں مطلب واضح ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شیخ جسم کے ساتھ مریدوں کے پاس ہوتا ہے اور مریدوں کے مسائل حل کرتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مرید کے حسن ظن کی وجہ سے شیخ کی صورت میں اس مسئلہ کا حل القا کر دیتا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے یعقوب علیہ السلام کی صورت آگئی تھی جسے ”جسد مثالی“ سے تعبیر کرتے ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے ۔بندہ نے اپنے ”دروس مناظرہ“ میں اس کی وضاحت کی ہے مختصرا اسی کو یہاں پیش کر رہا ہوں ۔ملاحظہ فرمائیں۔

جسم مثالی کی وضاحت

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے کسی مقبول بندے کو اپنے کسی مقبول بندے کی کوئی صورت دیکھا دیتا ہے اور بعض اوقات اسباب کے درجہ میں اس سے کوئی کام بھی لے لیا جاتا ہے۔ بدعتی ایسے واقعات کے متعلق کہتے ہیں کہ دیکھو وہ بندہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تبھی تو فلاں مقام پر نظر آیا۔ اولا تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر ناظر اس لئے کہ اس کا صرف ایک مخصوص مقام پر مخصوص وقت کیلئے نظر آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی صورت مثالیہ صرف اسی مقام پر تھی ورنہ جس طرح یہاں نظر آیا ہر مقام پر نظر آنا چاہئے تھا۔

ثانیا صورت مثالیہ عالم مثال کی ایک شے ہے جو اصل کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس نقل وحرکت اور کہیں حاضر ہونے سے ''اصل ذات'' یعنی جس کی وہ صورت ہے کے حاضر وناظر نقل وحرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اصل کو یہ بھی علم نہ ہو کہ اس کی صورت مثالیہ فلاں مقام پر ہے۔ اس کو یوں سمجھے جیسے زندہ انسان کوئی خواب دیکھے اور اس سے گفتگو یا بحث وتکرار یا اظہار حب وبغض کرے لیکن اگر اصل انسان سے پوچھا جائے کہ کل خواب میں آپ کے ساتھ اس حالت میں ملاقات ہوئی تو وہ جواب دے گا کہ مجھے تو اس کا علم ہی نہیں۔ خواب میں بھی ایک مثالی شکل وصورت ہی سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''وہمچنیں ارباب حاجت از اعزہ احیاء واموات در مخاوف ومہالک مدد ہا طلب مینمایند ومی بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ ودفع بلیہ نمودہ اس گاہ ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود وگاہ نبود''۔

(مکتوبات دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۵۸)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس عبارت سے صراحتہ یہ معلوم ہوا کہ جن حضرات کی صور مثالیہ ہوتی ہیں ان کو بعض اوقات اطلاع تک نہیں ہوتی کہ ہماری صورت مثالیہ کیا خدمات انجام دے آئی ہے لہذا ان صور مثالیہ اور لطائف غیبیہ کا مسئلہ حاضر وناظر اور علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک اور مقام پر مجدد صاحب لکھتے ہیں:

''واولیائے کہ صاحب علم وکشف اند جائز است کہ بو بعضے از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند بلکہ صور مثالیہ ایشاں را در امکنہ متعددہ ظاہر سازند و در مسافت بعیدہ کارہائے عجیبہ وغریبہ از اں صور بظہور آرند کہ صاحب آں صور را از آنہا اصلا اطلاع نیست''۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ سوم، مکتوب ۲۱۶)

ثالثا یہ صورت مثالیہ کا ظاہر ہونا واقعات وکشفی حکایات ہیں نہ کہ نصوص قطعیہ لہذا ان سے عقیدہ پر کسی صورت استدلال نہیں کیا جاسکتا کما مر۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ نہایت نازل مسئلہ ہے۔ تصوف شیخ جو بعض حضرات نے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض کی قوت خیالیہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس سے کبھی شیخ کی صورت متمثل ہو کر منکشف ہو جاتی ہے اس کو حاضر ناظر سمجھنے لگتا ہے اس لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عامی شخص کو کبھی ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جن سے کشف ہونے لگے صرف اوراد کی تعلیم مناسب ہے اس صورت میں اگر شیخ کی صورت منکشف ہوگئی اسی طرح شیخ کی صورت متمثل ہونے پر شاغل اگر عالم آدمی ہے تو حقیقت سمجھے گا چونکہ اس کی حقیقت کے مبادی اس کے ذہن میں ہیں مگر جاہل نہ سمجھے گا اس کا اعتقاد خراب ہوگا''۔

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۴، ص ۱۹)

اب دیوبندی تو تصور شیخ کو بھی اس لئے منا کر رہے ہیں کہ کہیں شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھ لے اپنی جہالت کی وجہ سے اور یہ کہتے ہیں کہ

دیوبندی اپنے مشائخ کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کے حوالہ جات

مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزمان نے تصریح کی ہے:

ولکنہ علی کل حالٍ یبقی الاتصال الروحانی بقبر اوموضع تکون فیہ اجزاء البدن الدنیوی

(ھدیۃ المھدی ص ۶۲ ص ۶۳)

روح (چاہے علیین میں، چاہے سجین میں یا پرندوں کے قالبوں میں) ہر حال میں روحانی اتصال قبر یا جہاں بدن عنصری کے اجزاء ہوں ہوتا ہے۔

اور صاحبزادہ نواب صدیق حسن خان مرحوم لکھتے ہیں:

"در مسئلہ انتفاع اولیاء از ارواح اولیاء وانبیاء بقدر مناسب حال بدون تقلید برسوم بدعات رجال واصل ضلال خود چنداں خلاف میان اھل علم نیست"۔ (مآثر صدیقی ۴ ص ۱۲۸)

اولیاء اور انبیاء کے ارواح مقدسہ سے بغیر رسوم و بدعات کی پابندی کے جو اہل ضلالت کا شیوہ ہے اپنے مناسب حال فیض اٹھائیں تو اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

"اگر مرشد کے دل کی کیفیتیں اور اس کے جذبات پاک ہیں اور وہ انوار قدسیہ سے منور ہے اور مرید کا دل بھی کدورت نفسانیہ سے پاک ہوتے ہوئے انوار قدسیہ کا طالب وخواہشمند اور اس کے فیض کے حاصل کرنے کے قابل ہے تو اس میں بھی اس کی رسائی بھرنور بھر جاتا ہے چنانچہ یہ مضمون اہل طریقت واشارات کے طریق پر اس آیت سے سمجھا جاسکتا ہے

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا

یعنی حق تعالیٰ آسمان کی طرف سے بارش اتارتا ہے تو وادیوں میں بقدر ان کی وسعت کے پانی بہ پڑتا ہے

اس اثر کو اہل طریقت کے ہاں تصرف کرنا یا فیض وبرکت بخشنا کہتے ہیں"

(سراجاً منیراً ص ۳۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"(ترجمہ) توجہ خواجگان کا طریقہ (اللہ تعالیٰ انکے بھیدوں کو پاک کردے) اور وہ اس توجہ کا نام تصرف رکھتے ہیں یہ ہے کہ وہ اپنے سارے دل سے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ارتباط کی وجہ سے ان کے دل میں اور طالب کے دل میں اتصال واتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور بطریق انعکاس ان کے دل سے اس (طلب) کے باطن پر پرتو پڑتا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان (بزرگوں) کی استعداد کے آئینے میں ظاہر ہو جاتی ہے اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے تو جو کچھ بطریق انعکاس حاصل ہوا تھا وہ دوام کی صفت پکڑ لیتا ہے اور شرائط تصرف اور اس کی باریکیوں کا بیان اور اس کے طریقہ کی تفصیل مرشد کے بتانے کے متعلق ہے اور حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت

عبیداللہ (قدس اللہ اسرارھما) سے منقول ہے کہ اصحاب تصرف کئی قسم پر ہیں بعضے ماذون ومختار ہیں کہ حق سبحانہ وتعالی کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور اس (طالب) کو مقام فنا اور بیخودی پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس قسم کے ہیں کہ باوجود قوت تصرف کے سوائے امر غیبی کے تصرف نہیں کرتے جب تک درگاہ الہی سے مامور نہ ہوں کسی کو توجہ نہیں دیتے اور بعض دیگر اس طرح کے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی کوئی صفت یا کوئی حالت غالب ہوجاتی ہے تو اس غلبہ حال کے وقت مرید کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور ان کو اپنے حال سے متاثر کردیتے ہیں پس جو شخص نہ مختار ہو اور نہ ماذون ہو اور نہ مغلوب اس سے تصرف کی امید نہیں رکھنی چاہئے"۔(سراجاً منیراً:ص ۳۵)

رضاخانی اور حاضروناظر

خان صاحب بریلوی لکھتا ہے:

"کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کہ جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل وشرف جانے"۔

(السوء العقاب،ص ۱۰)

اب عبدالسمیع رامپوری نے شیطان کو حضور ﷺ سے زیادہ مقامات پر حاضر وناظر مانا۔(انوار ساطعہ ص ۲۵۹) تو خان صاحب نے خود کہا کہ جو چیز انسان بھنگی چمار مرتد میں ہو کوئی نیم پاگل بھی اسے مقام مدح میں شمار نہیں کرے گا تو بقول رضاخانی جب حاضر وناظر ہونا شیطان کو بھی حاصل ہے تو اسے نبی کریم ﷺ کی مدح میں پیش کرنا کیا نیم پاگلوں کے کاموں سے بھی بدتر کام نہیں؟

(اعتراض ۲۹۲): دیوبندی پیر حاجی صاحب رب المشرقین ورب المغربین ہیں

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

"ایک شخص نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں القاب کی جگہ یہ لکھا تھا، رب المشرقین ورب المغربین۔ حضرت نے وہ خط حاضرین کو پڑھنے کیلئے دیا۔۔۔ یہ فرما کر اس شخص کی معذوری ظاہر کروں کہ بوجہ بے علمی کے ایسا ہوا"۔

(اضافات الیومیہ،ج ا،ص ۱۳۱)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۴۱،۲۴۲)

(اعتراض ۲۹۳): خدا تعالی کا حسین احمد مدنی کے روپ میں گلیوں میں پھرنا

یہ عنوان قائم کرکے رضاخانی لکھتا ہے:

عبدالرزاق ملیح آبادی نے حسین احمد مدنی کے متعلق مضمون اس طرح شروع کیا کہ:

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنی گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔کبھی خدا کو اس کے عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے۔تم کبھی تصور بھی کرسکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں آکر رہے گا۔تم سے ہمکلام

ہوگا، تمہاری خدمتیں کرے گا۔نہیں ہرگز نہیں ایسا کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا پھر کیا میں دیوانہ ہوں ۔مجذوب ہوں کہ بڑھانک رہا ہوں ۔ نہیں بھائیوں یہ بات نہیں ہے ۔ بڑی ہوں نہ سودائی جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے حق ہے ۔حقیقت ومجاز کا فرق ہے ۔محبت کا معاملہ ہے اور محبت میں اشاروں اور کنایوں ہی سے کام لینا پڑتا ہے ۔محبت بے پردہ سچائی کو گوارا نہیں کرتی ۔ کچھ بند بند ڈھکی ڈھکی ،چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں''۔(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر،ص ۳۱۳)

قارئین کرام حسین احمد مدنی کے متعلق یہ جملے لکھنے کا کیا مقصود ہے ۔بات واضح ہے پھر یہ جملہ ہوا ہے نہ ہوگا سے پیدا ابہام کو اگلے جملے نہ میں سڑی نہ سودائی نہ مجذوب سے ابہام کو دور کر دیا ہے ۔کہنا یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حسین احمد مدنی کے روپ میں گلی کوچوں میں چلتا پھرتا ہے،گھروں میں آ کر رہتا ہے،ہمکلام ہوتا ہے،لوگوں کی خدمتیں کرتا ہے''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۲۵۶،۲۵۷)

جواب : قارئین کرام دونوں اعتراضات کا ترتیب وار جواب ملاحظہ فرمائیں ۔اولاً مکمل ملفوظ ملاحظہ ہو:

''ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں القاب کی جگہ یہ لکھا تھا ،رب المشرقین و رب المغربین ۔حضرت نے وہ خط حاضرین کو پڑھنے کیلئے دیا۔اب جو دیکھتا ہے ہنسی کی وجہ سے بے تاب ہو جاتا ہے حضرت کو پڑھ کر کوئی سنا نہیں سکتا تھا۔آخر میں وہ میرے پاس آیا میں نے ہنسی کو ضبط کر کے حضرت کو سنایا۔حضرت بڑے ہی حلیم تھے سن کر فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔جہل بھی کیا بری چیز ہے ۔ یہ فرما کر اس شخص کی معذوری بیان فرما دی کہ بوجہ بے علمی کے ایسا ہوا''۔

(ملفوظات حکیم الامت ،ج ۱،ص ۱۶۹،ملفوظ نمبر ۱۷۴)

بات بالکل واضح ہے کہ اس شخص نے جہالت کی وجہ سے ایسا کہا اور اکابر دیوبند کی طرف سے اس کو بالکل پسند نہیں کیا گیا اس پر نہ صرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا گیا بلکہ اس شخص کو بھی جاہل کیا گیا۔اگر دیوبندی پیر پرست ہوتے تو اس پر تو خوش ہونا چاہئے تھا اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تھی ۔رہا کفر وشرک کا فتوی تو یہ بھی رضاخانیوں ہی کا اصول ہے کہ بوجہ جہالت تکفیر سے سکوت کیا جائے گا۔چنانچہ دفاع جلد اول کے باب سوم میں''لزوم والتزام'' کی بحث میں رضاخانیوں کے ایک گروہ کے حوالہ جات میں نے تفصیل سے لکھے کہ شاہ اسمٰعیل شہید کی تکفیر اس لئے خان صاحب نے نہیں کی کہ''لزوم کفر''ان کی عبارات میں پایا جاتا تھا اور لزوم کفر یہ ہے کہ قائل کو بوجہ جہالت اس کے کفر وگستاخ ہونے کا علم نہ ہو۔اب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لے لیں ۔

شیخ ابو بکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

فالجاهل والمخطی من هذه الامة ولو عمل من الکفر والشرك مایکون صاحبه مشرکا او کافرا فانه یعذر الجهل والخطا حتی تبیین له الحجة التی یکفر تارکها بیانا واضحا ما یلتبس علی مثله۔

(محاسن التاویل ،ج ۳،ص ۱۶۱)

پس جاہل اور خطا کار اس امت میں سے اگر شرک وکفر میں سے کوئی ایسا عمل کرے جسکے کرنے سے انسان کافر یا مشرک ہو جاتا ہے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا جہالت اور غلطی کی وجہ سے یہاں تک کہ اس پر حجت واضح کر دی جائے اس طور پر کے جس کے بعد کوئی اشکال باقی نہ رہے ۔

جہاں تک اس نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ معاذ اللہ دیوبندی انہیں اللہ تعالیٰ سمجھتے ہیں ۔ یہ بھی اس کا دجل وفریب ہے ۔اس لئے کہ وہ عبارت صاف دلالت کر رہی ہے کہ وہ یہ سب کچھ بطور استفہام کہہ رہے ہیں یعنی ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا اور نہ ایسا ہوسکتا ہے ۔خود اسی اقتباس میں ان کی یہ وضاحت موجود ہے:

"نہیں ہرگز نہیں ایسا کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا"

رہا رضاخانی کا یہ کہنا کہ پھر آگے خود سے مجذوب وسودائی ہونے کی نفی کیوں کی؟ یہ نفی بتارہی ہے کہ ایسا ہی ہے ۔ یہ بھی جہالت بلکہ دجل ہے ۔دراصل جب صاحب مضمون نے وضاحت کردی کہ ایسا نہ ہوا نہ کبھی ہوگا۔تو ذہن میں ایک اشکال آسکتا تھا کہ جب ایسا ہونا ہی نہیں تو آخر مضمون کو اس قسم کی باتوں سے کیوں شروع کیا؟ کیا صاحب مضمون کوئی دیوانہ یا مجذوب ہے جو ایسی باتیں کررہا ہے؟ تو اس کی وضاحت کی کہ صاحب مضمون کوئی مجذوب یا دیوانہ نہیں ۔اب ایک سوال رہ گیا کہ پھر انہوں نے اس قسم کے کلام سے مضمون کی ابتدا کیوں کی ؟ تو بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کوئی اچوتھا،نرالہ طرز اختیار کیا جاتا ہے تو صاحب مضمون نے بھی قاری کو اپنے مضمون کی طرف متوجہ کرنے اور اس کے تجسس میں اضافہ کیلئے اس قسم کا نرالہ پیرایہ اختیار کیا۔اگر معترض میں غیرت ہے تو پورے مضمون میں سے دکھائے کہ صاحب مضمون نے اپنی ان باتوں کا مصداق حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھرایا ہو۔ بالفرض علی سبیل التنزل مان لیتے ہیں کہ صاحب مضمون کا وہی مقصد تھا جو معترض نے سمجھا تو اسی کا یہ اصول ہے:

"جن عقائد کو یہی دیوبندی محبوب خدا نور مجسم شفیع معظم رحمت عالمیان ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء واولیاء کے متعلق شرک وکفر قرار دیتے ہیں انہی عقائد ونظریات کو اپنے اکابر دیوبند کے حق میں ایمان واسلام ٹھرا لیتے ہیں اور وہ صرف ایک دو کے بارے میں ہمیں اس طرح کی روایت ملتی تو ہم اسے سوء اتفاق اور لغزش قلم پر محمول کر لیتے"۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۵۸)

تو جناب! اس اقتباس کو بھی آپ "سوء اتفاق اور لغزش قلم" پر محمول کرلیں ۔اور لغزش قلم ویسے ہی معاف ہے ۔اب ذرا اپنے گھر کا گند دیکھ لیں جو جواب آپ اس کا دیں وہی جواب ہماری طرف سے ان عبارات کا۔

میرے پیر کی شکل خود اللہ سے ملتی ہے (العیاذ باللہ)

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی
کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(دیوان محمدی ص ۲۰۱)

اللہ تعالیٰ کوٹ مٹھن کی گلیوں میں (نعوذ باللہ)

خرام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا

محمد مصطفی یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا بے پردہ جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں
احد احمد ہے لیکن میم کے پردے میں آیا ہے
(دیوان محمدی ص ۱۹۱)

بابا فرید کا تخت اللہ تعالیٰ کا تخت ہے (نعوذ باللہ)

تخت فرید تخت ہے رب فرید کا
نقشہ کھینچا ہوا ہے یہ عرش مجید کا
(دیوان محمدی ص ۱۷۳)

بابا فرید کا ذکر خدا کا ذکر ہے

ذکر فرید ذکر خدا ہے خدا گواہ ہے
ہے فاذکروا میں تذکرہ ذکر جدید کا
بس یا فرید کہتے ہی جنت ملی ہمیں
اللہ ڈھونڈتا ہے بہانہ فرید کا
(دیوان محمدی ص ۱۷۳)

قارئین کرام! غور فرمائیں ان کے پیر کبھی تو اللہ کی صورت معاذ اللہ کبھی کوٹ مٹھن کی گلیوں میں پیر کی صورت میں اللہ کی چہل قدمی معاذ اللہ، بابا فرید کا ذکر اللہ کا ذکر ان کا تخت اللہ کا تخت اس پر تو کبھی ان کے پیٹ میں مروڑ نہیں اٹھا اور اگر کسی جاہل نے کچھ کہہ دیا تو فوراً پورے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کو بدنام کرنا شروع کردو۔

رضاخانی تاویل شطحیات

رضاخانی یہاں بے بس ہو کر کہتے ہیں کہ یہ اشعار شطحیات پر محمول ہیں اور شطحیات بزرگ پر کوئی فتویٰ نہیں۔ اول بات یہ کہ یہ بھی فراڈ ہے حنیف قریشی نے لکھا کہ شطحیات کی وجہ سے صرف صاحب شطح پر فتویٰ نہیں ہوگا اس کا کلام غیر اسلامی اس پر عقیدہ رکھنا کفر۔ (مناظرہ گستاخ کون) لہذا پہلے یہ تسلیم کرو کہ یہ اشعار کفریہ ہیں۔

ثانیاً دیوان محمدی پر مولوی احمد سعید کاظمی کا پورا مقدمہ ہے جس میں اس نے اس قسم کے اشعار کی توجیہ بیان کی کہ یہ تو ''عقیدہ وحدۃ الوجود'' ہے۔ لہذا آپ کے مذہب میں یہ شطحیات نہیں بلکہ عقیدہ ہے۔

ثالثاً غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''اورصوفیوں کی طرح مغلوب الحال بنا کر معذور بنانے کی کیا حیثیت رہ گئی۔ نیز اس طرح اگر تھانوی صاحب کو صوفی سمجھ کر معذور سمجھا جائے تو پھر مرزائیوں کے لاہوری گروپ کی تکفیر کیسے ہوگی، وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں پھر وہ بھی کہہ سکیں گے کہ مرزا نے جہاں نبوت ورسالت کے دعوے کئے ہیں وہ غلبہ حال کی وجہ سے کئے ہیں آپ ان کے اس استدلال کا جواب کیسے دیں گے لہٰذا جب تک تھانوی صاحب کی قربانی نہ دیں گے آپ ان کی تکفیر نہیں کرسکیں گے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۳۹۵،۳۹۶)

توجب تک اپنے ان اکابر کی قربانی نہیں دوگے مرزائیوں کی تکفیر نہیں کرسکو گے۔

رابعا مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''مصنف دھماکہ ص ۲۹ کے حاشیہ پر اپنے مخصوص مسخرے انداز میں لکھتا ہے'' خانصاحب بریلوی بڑے شاعر ہوتے تو اسے مبالغہ قرار دے کر ہم آگے نکل جاتے نرے صوفی ہوتے تو اسے شطحیات صوفیہ میں جگہ ملتی''

کیوں کیا شریعت پر مصنف دھماکہ یا اس کے آباء واجداد کی اجارہ داری ہے۔ وہ شاعروں اور صوفیوں کو کونسی دلیل شرعی پر نظرانداز کرتے ہیں اور ان کے ''شرک'' کو ایمان واسلام قرار دے کر آگے نکل جانے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں۔۔؟ مصنف دھماکہ کے نزدیک اگر کوئی صوفی اور شاعر حضور اقدس ﷺ کو اول وآخر کہتا تھا تو اس کو کوئی اعتراض نہیں صوفی اور شاعر کا شرک قبول ہے۔ معلوم نہیں صوفیوں اور شاعروں کو اس نے کونسی دلیل شرعی سے کھلی چھٹی دے دی ہے۔ اور اس کا اختیار اس کو کہاں سے مل گیا؟''۔

(قہر خداوندی، ص ۱۰۱)

بس اس سے بہتر تبصرہ ہم کوئی اور نہیں کرتے۔

پیر شرقپوری رضاخانیوں کا رب اور خدا ہے معاذ اللہ

رضاخانیوں کی مستند کتاب میں شیر محمد شرقپوری صاحب کی طرف منسوب ہے:

''حضرت قبلہ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا صوفی صاحب بھی مسکرا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا صوفی صاحب کیسے اور کدھر آنا ہوا؟ حضور بوٹا مل کو شالامار باغ کا میلہ دکھانے آیا تھا۔ صوفی صاحب نے عرض کی۔ اچھا بہت میلہ دیکھا ہے؟ آپ نے پوچھا۔ صوفی صاحب خوش رہے۔ حضور نے دوبارہ ارشاد فرمایا۔ اتنا میلہ دیکھا ہے کہیں رب بھی دیکھا ہے۔؟ صوفی صاحب تو خاموش رہے لیکن بوٹا مل بول اٹھا حضور میں نے رب دیکھا ہے۔ حضرت صاحب قبلہ ہنس پڑے اور فرمایا عشقے اوئے مینوں وی دس۔ وہ دوڑ کر حضرت صاحب سے لپٹ گیا اور کہا:

''یہ ہے رب۔۔ یہ ہے رب میں نے تو ڈھونڈ لیا''

آپ خاموش ہوگئے''۔

(حدیث دلبراں، ص ۱۳۸)

میاں جمیل احمد شرقپوری کے بیٹے نے غلام اللہ کے حوالے سے ایک واقعہ ان الفاظ سے نقل کیا:

"بھائی! تو تو میرا رب ہے تو تو خدا ہے۔ تو تو خدا ہے تو میرا رب ہے تو نے مجھے بھی رب بنا دیا"۔

(منبع انوار ص ۶۴، اویسی بک سٹال بہاولپور)

بریلوی پیر کا دعوی میں خدا ہوں

گجرات کے سب سے بڑے دربار دربار عالیہ بڑیلہ شریف کے سجادہ نشین اپنے ایک پیر کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضور سرکار پاکؒ نے فرمایا ہمیں یہاں آپ کی خدمت میں جناب مولوی حاکم دین صاحبؒ نے بھیجا ہے اور جناب مولوی صاحب نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خدا ہوں۔ اور ہم طلب حق میں سخت بے چین ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں خدا ملے۔ جناب نمبردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور قبلہ عالم صاحبزادہ صاحب کسی وقت مجھ پر ایک ایسی وجدانی حالت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت مجھے قطعی طور پر کوئی اپنی ہوش نہیں ہوتی اور نہ ہی مجھ کچھ پتہ ہوتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں بعد میں میرے پاس بیٹھے ہوئے لوگ مجھے بتاتے ہیں جو اس وقت میری زبان سے سنتے ہیں کہ میں خدا ہوں"۔

(انوار الحفیظ، ص ۲۴۶،۲۴۵)

اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا مصداق بریلوی پیر ہے معاذ اللہ

ایک رضاخانی اپنے پیر کے متعلق یہ شعر کہتا ہے:

حقیقت ثم وجہ اللہ کی ہے منکشف ہم پر
جدھر منہ کیجئے سرکار ہیں خواجہ حفیظ اللہ

(انوار الحفیظ، ص ۶۹۶)

لاہور میں ننگا خدا بیٹھا ہے استغفر اللہ

بریلوی پیر بکواس کرتا ہے:

"جاؤ مولوی صاحب لاہور (شریف) اوتھے ننگم ننگا خدا بیٹھا جے"۔

(انوار الحفیظ، ص ۲۵۱، ۲۸۹)

نوٹ: یہ کہہ کر ان حوالوں سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی کہ یہ ہماری معتبر کتاب نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے خلاف مودودی کے حوالے پیش کرو وہ معتبر، مسدس حالی کے حوالے معتبر، مماتیوں کے حوالے معتبر تو یہ تو تمہاری نامورگدی کی کفریات ہیں یہ کیوں معتبر نہیں؟

رضاخانیوں کے نزدیک خان صاحب بریلوی سید الانس والجان ہے معاذ اللہ

"پس از سلام مسنون حضرت سید ولد آدم و سید الانس والجان (روحی فداہ)......(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۷، ص ۴۴)

اس تمام تر تفصیل کے بعد جناب مولوی غلام مہر علی کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

"بتائے صاحب! کہ مسلمان پر تو جائز بات پر شرک و بدعت کی ڈگری ہو جائے، مگر دیوبندی صاحبان خدا کے ارشاد رب المشرقین

والمغربین (سورۃ رحمن) کا انکار کرکے خدا کی خاصہ صفت کو اپنے پیروں کے لئے ثابت کریں تب بھی وہ پکے موحد اور معذور تصور کر لئے جائیں"۔(دیوبندی مذہب،طبع اول،ص ۲۳۸)

یہ رضاخانی کا جھوٹ ہے کہ اکابر دیوبند نے کسی جائز کام پر معاذاللہ بدعت وشرک کا فتوی دیا ہے۔باقی آپ ہی کی زبانی کہ علمائے دیوبند کی قرآن وسنت کے مطابق تشریحات پر بھی معاذاللہ گستاخی رسول ﷺ کے فتوے اور خود اپنے مولویوں کو رب،خدا،اللہ،بناد وحضور ﷺ کا لقب "سید الانس والجان" اپنے اعلیٰ حضرت کیلئے ثابت کرو جس پر اعلیٰ حضرت نے کوئی نکیر بھی نہیں کی حالانکہ علمائے دیوبند نے رب المشرقین والمغربین پر نکیر کی تو تم پھر بھی مکے موحد و پکے عاشق رسول ﷺ۔؟؟ آپ ہی کی زبانی

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

نوٹ: معترض نے "الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر کا صفحہ نمبر ۳۱۳" دیا ہے، حالانکہ ہمارے پاس جو شیخ الاسلام نمبر ہے اس میں یہ اقتباس ص ۵۹ پر موجود ہے۔خدا جانے معترض نے کس رسالے سے سرقہ کرکے اپنی کتاب میں یہ حوالہ شامل کر دیا ہے۔

(اعتراض ۲۹۴): تھانوی کو نبیوں اور صحابہ کے برابر سمجھتا ہوں

اس عنوان کے تحت رضاخانی معترض لکھتا ہے:

"ان صاحب نے پرچہ پیش کیا اس میں لکھتا تھا کہ میں سلام سے محروم رہا اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کو نبیوں اور صحابہ کے برابر سمجھتا ہوں۔(اشرف المعمولات،ص ۵۰،مزید المجید،ص ۱۸،ملفوظات حکیم الامت،ج ۱۵،ص ۱۲۴)

اس مقام پر دیوبندیوں نے تو اس مرید تھانوی کی تکفیر نہ کی آخر کیوں؟ کیا صرف اس لئے کہ یہ اعتقاد ان کے اپنے مولوی کے بارے میں تھا"(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۴۲)

جواب: پہلا جھوٹ تو یہ ہے کہ یہ شخص حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔اگر کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو ثابت کرے کہ یہ شخص حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے اس کی زبردست سرزنش کی ہے۔ملفوظات کا مطالعہ کرنے والوں کو خوب معلوم ہے کہ ایسے بدفہم لوگوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہرگز مرید نہ کرتے تھے۔دوسرے حوالے میں بھی موروثی دجل وفریب کیا مکمل حوالہ سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو جسے اس نے پورا نقل نہیں کیا:

"حضرت کے یہاں ایک لیٹر باکس رکھا ہے جن لوگوں کو کچھ کہنا سننا ہوتا ہے خط میں لکھ کر اس لیٹر باکس میں ڈال دیتے ہیں حضرت والا سہولت سے جواب لکھ کر بذریعہ خادم کے ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ایک صاحب نے کچھ بے ہودہ اور بے جوڑ باتیں لکھ کر بکس میں ڈال دیں حضرت والا نے دیکھ کر اس پرچہ پر یہ لکھ دیا کہ ظہر کے بعد اس پرچہ کو میرے ہاتھ میں دینا بعد ظہر کے بعد ان صاحب نے پرچہ پیش کیا۔اس میں یہ لکھا تھا کہ میں سلام سے محروم رہا اور یہ بھی لکھا کہ میں آپ کو نبیوں اور صحابہ کے برابر سمجھتا ہوں"۔

(ملفوظات حکیم الامت،ج ۱۵،ص ۱۳۳،ملفوظ نمبر ۵۶)

رضاخانی کا دعوی تو یہ تھا کہ دیوبندی جو تعظیم حضور ﷺ کیلئے ثابت کرنا شرک سمجھتے ہیں وہ اپنے بزرگوں کیلئے ثابت کرتے ہیں معاذاللہ

اب اس جاہل آدمی کے یہ کہنے پرتو دیوبندیوں کوخوش ہونا چاہئے تھامگر ملفوظ کے شروع میں صاف لکھا ہے کہ ایک صاحب نے کچھ بے ہودہ اور بے جوڑ باتیں لکھی تھیں اور آگے بھی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب سرزنش کی ہے۔جس کو اس خائن نے نقل نہیں کیا۔

اب اگر کسی جاہل کی طرف سے کچھ کہنے کا ذمہ دار پورا مسلک ہوتا ہے تو آئے ہم جاہل نہیں بلکہ ذمہ دار لوگوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

نواب احمد رضا خان کو رضاخانی نبیوں اور صحابہ سے بڑھ کر سمجھتے ہیں معاذ اللہ

صاحبزادہ ابوالخیر زبیر صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں:

''اس فرقہ کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے''۔(مغفرت ذنب،ص ۶)

مزید لکھتے ہیں:

''بعض اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حضور اکرم ﷺ سے بھی بڑھ کر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حضور کی صحیح احادیث کو ٹھکرا کر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کو ہر حال میں صحیح قرار دینے پر مصر ہیں''۔

(مغفرت ذنب،ص ۴۸)

رضاخانی اگر یہاں کہیں کہ ہم صاحبزادہ کو نہیں مانتے یا یہ جاہل لوگوں کا کہنا ہے تو اس منافقت پر ہم کہیں گے کہ جو الزام تم نے ہم پر لگایا کیا وہ ہمارے اکابر کی طرف سے تھا؟ صاحبزادہ کے یہ کہنے کے بعد کیا کسی رضاخانی نے ان لوگوں پر کفر کا فتوی لگایا یا خود صاحبزادہ نے ایسے رضاخانیوں پر کفر کا فتوی لگایا؟

نواب احمد رضا خان کے وصایا میں ہے کہ:

''تقوی کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ اکرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا''۔(وصایا شریف،ص ۲۴)

معاذ اللہ! یہاں کسی رضاخانی کو فتوی یاد نہیں آیا بلکہ یہ گستاخی کاتب کے ذمہ لگادی جواب دیں کیا کاتب پر کسی نے کفر کا فتوی لگایا؟ کیا کاتب کو سامنے لاکر توبہ کروائی گئی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ملفوظات کے اس جاہل کے بارے میں یہ مطالبہ کس اصول پر؟

(اعتراض ۲۹۵): دیوبندی پیروں کیلئے علم غیب مانتے ہیں

موصوف لکھتے ہیں:

''دیوبندی مولوی کو مافی الارحام کا علم ہے

راؤ عبدالرحمن خان صاحب بے تکلف فرماتے جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔(ارواح ثلاثہ،ص ۱۷۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۴۳)

دیوبندی شیوخ دلی حالات سے باخبر

ایک مرتبہ کیرانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے۔ پاس بیٹھے تھے دل میں خیال کرنے لگے کہ معلوم نہیں کہ حاجی صاحب کا مرتبہ بڑا ہے یا حافظ ضامن صاحب کا۔حضرت اس خطرہ پر مطلع ہوئے فرمایا کہ ایسا خیال بہت بری بات ہے۔
(افاضات الیومیہ،ج ۸،ص ۱۸۵)

دیوبندی مولوی کیلئے علم غیب

دیوبندی مناظر امین اوکاڑوی کی سنئے کہ:

ایک دن میں رسالہ خدام الدین میں حضرت (احمد علی لاہوری) کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالی نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہے۔آنکھیں تو اصل دل کی ہیں۔اگر روشن ہوجائے تو حلال وحرام کا امتیاز ہوجاتا ہے۔ اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا ہے۔میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر جن کا نام رشید احمد تھا،اور ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا وہ کہتے آرہے تھے کہ کس نے حرام نوٹ لینا ہے۔یہ حرام ہے یہ حرام ہے۔میں نے کہا کہ مجھے دے دو۔وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کیا کروگے میں نے مجلس ذکر کی عبارت سنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوریؒ کو حلال وحرام کی تمیز ہے یا نہیں۔اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہوگئے۔ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک حرام کے روپے سے۔اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ایک ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے۔ یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا اور ہم لاہور پہنچ گئے۔ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی ہم حاضر ہوئے اور پھل حضرت کے سامنے رکھ دئے۔ہماری طرف دیکھا فرمایا بھائی یہ کیا لائے ہو۔میں نے عرض کیا حضرت زیارت کیلئے حاضر ہوئے تھے۔یہ کچھ ہدیہ ہے۔فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو اور آپ نے سب پھل الگ الگ کردئے کہ یہ حلال ہیں یہ حرام ہیں''۔
(تجلیات صفدر،ج ا،ص ۱۲، ۱۴ طبع فیصل آباد)

جواب: ہم نے چند واقعات نقل کردئے۔اصولی جواب یہ ہے کہ اس قسم کے جتنے واقعات بھی علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کی کتب میں مذکور ہیں ان کا تعلق کشف وفراست مومن کے کے ساتھ ہے۔علمائے دیوبند کشف کے قائل ہیں اسی طرح بطور الہام (ولی کیلئے) یا وحی (اگر نبی ہو) چھپی ہوئی چیز یا غیب کسی کسی چیز کا پتہ لگ جانے کے بھی قائل ہیں۔انباء الغیب،اطلاع علی الغیب کے طریق پر علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کیلئے سینکڑوں غیوب کے قائل ہیں کسی دیوبندی نے اس پر شرک وکفر کا فتوی نہیں لگایا۔لیکن یہ چیزیں''علم غیب'' نہیں۔چونکہ یہ اعتراضات غیر مقلدین بھی کرتے ہیں لہذا ہم مختلف کتب سے اس پر ذرا تفصیلی کلام نقل کرتے ہیں اکابر دیوبند کے جو واقعات یہاں نقل نہ ہوسکے اسے بھی اسی تفصیل پر محمول کیا جائے۔

یہ معترضین کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے،کہ وہ اس کو بھی علمِ غیب کا نام دیتے ہیں،حالانکہ یہ علم غیب نہیں بلکہ یہ فراست ہے،روایات میں آتاہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الطَّيِّبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ

عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ، ثُمَّ قَرَأَ: إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ.

(سنن الترمذی ۲/۱۴۹، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الحِجْرِ، جامع بیان العلم وفضل ✖ ۱/۶۷۷، المعجم الکبیر ۴/۶۵، المعجم الاوسط ۳/۳۱۲، الطب النبوی للاَصب ✖ انی ۱/۲۰۴، حلی ✖ الاَولیاء ۴/۹۴، کتاب الروح صفح ✖ ۲۹۹)

ترجم ✖ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ک ✖ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ک ✖ مومن کی فراست سے ڈرو کیونک ✖ ✖ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو اگر اس مرد مومن نے اللہ کی دی ہوئی فراستِ صادق ✖ سے روحانی بیماری یا دل کی بات کو پ ✖ چان لے تو کیا قباحت لازم آتی ہے.؟

اس کی ایک مثال سمجھو جیسا کہ ایک ماہر اور ہوشیار ڈاکٹر مریض کے چہرے کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ اس کو فلاں مرض ہے، اور یا کوئی ماہرِ تفتیش مجرم کے چہرے کو دیکھ کر اس کی شناخت کر سکتا ہے، اسی طرح ایک متقی اور پرہیزگار انسان بھی جب کسی کی حالات کو دیکھ لیتا ہے تو ان کا روحانی مزاج کو سمجھ کر علاج بتادیتا ہے۔ اور اسے اس کی بیماری کا پتہ چل جاتا ہے۔

جب بندہ ہر آن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق بنا ہو، تو اس کو اللہ تعالیٰ ایک بصیرت عطا فرما دیتے ہیں جس کی وجہ سے بعض مخفی چیزوں سے بھی اسے اللہ تعالیٰ باخبر کر دیتے ہیں، لیکن یاد رکھنا اس کو علم غیب نہیں بلکہ اس کو فراست کہتے ہیں۔

مثلاً: حافظ ابن القیمؒ (المتوفی: ۷۵۱ھ) نے کتاب الروح میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجلس میں ایک آدمی داخل ہوا، اس نے راستے میں ایک اجنبی عورت کو دیکھ آیا تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مجلس والوں سے فرمایا: " يدخل على أحدكم واثر الزّنا ظاهر على عَيْنَيْه" کہ آپ میں سے ایک بندہ میرے پاس اس حالت میں آتا ہے ک ✖ زنا کا اثر اس کی آنکھوں سے ظا ✖ ر ہو تا ہے میں نے ک ✖ ا: کیا جناب نبی کریم ﷺ کے بعد بھی وحی جاری ہے.؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "لَا وَلَكِن تبصرة وبرهان وفراسة صَادِقَة " کہ نہیں یہ تو بصیرت، برهان اور سچی فراست ہے۔

وَهَذَا عُثْمَان بن عَفَّان دخل عَلَيْهِ رجلٌ من الصَّحَابَةِ وَقد رأى امْرَأَةً فِي الطَّرِيق فَتَأَمَّلَ محاسنَها فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ يدْخل عليَّ أحدُكم واثر الزِّنَا ظَاهِرُ على عَيْنَيْهِ فَقلت أوحيٌ بعد رَسُولِ اللهِ فَقَالَ لَا وَلَكِن تبصرةٌ وبرهانٌ وفراسةٌ صَادِقَةٌ

حافظ ابن القیمؒ (المتوفی: ۷۵۱ھ) مزید فراست کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

وَلَيْسَ هَذَا من علمِ الْغَيْبِ بل علام الغيوب قذف الْحَقَّ فِي قلبٍ قريبٍ مُسْتَبْشِرٍ بنوره۔
(کتاب الروح صفح ✖ ۲۹۹)

کہ یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ علام الغیوب ذات نے ایسے دل میں حق ڈال دیا ہے جو اس سے نزدیک ہے اور اس کے نور سے چمک ✖ ا ہے

نوٹ: یہ واقعہ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا) مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

(ازالۃ الخفاء: ۴/۳۱۵، رسالۃ قشیریہ: ص: ۲۷۲، تفسیر قرطبی: ۱۰/۴۰، تحت تفسیر سورۃ الحجر آیت: ۷۵، تفسیر کبیر: ۷/۴۳۴، تفسیر

سورۃ الکھف آیت: ۱۲، شریعت وطریقت: ص:۲۰۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فراست صادقہ دی تھی، جس کی وجہ سے اس نے معلوم کرلیا کہ اس بندہ کو کیا ہوا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کو فراست عطاء ہو تو وہ ہر جگہ ہر کسی کے حق میں ہر وقت صحیح ہو، حاشا وکلا۔

اس سے علم غیب اور فراست کے راستے جدا ہو گئے، لھٰذا اس حوالہ سے نہ بریلوی خوش ہوں اور نہ غیر مقلدین۔

(۲)... اسی طرح امام غزالی زکریا بن داوٗد کی روایت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

"وقال زكريا بن داود دخل أبو العباس بن مسروق على أبي الفضل الهاشمي وهو عليل وكان ذا عيال ولم يعرف له سبب يعيش به قال فلما قمت قلت في نفسي من أين يأكل هذا الرجل قال فصاح بي يا أبا العباس رد هذه الهمة الدنية فإن لله تعالى ألطافاً خفية۔

(احیاء علوم الدین: ۳/ ۲۵)

ترجمہ ومفہوم: ابو العباس بن مسروق شیخ ابو الفضل ھاشمی کے پاس گئے، وہ بیمار تھے اور صاحب اھل وعیال تھے، اور اس کے معاش کی کوئی وسیلہ وذریعہ نہیں تھا جسکی وجہ سے اس کی ضروریات زندگی پوری ہوسکے (فرماتے ہیں کہ) جب میں اس کے یہاں سے اٹھ گیا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ کہاں سے کھاتے ہیں، تو اس نے مجھے جھنجھوڑا اور فرمایا کہ یہ ذلیل خیال اور وسوسہ اپنے دل سے نکال دو، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر مخفی عنایات بھی ہوتی ہے۔

رضاخانیو! غیر مقلدو....!! شیخ زکریا بن داوٗد اور امام غزالی رحمھما اللہ تعالیٰ پر بھی کوئی فتویٰ لگاؤ گے یا نہیں....؟

نوٹ: ہم مکرر سہ کرر یہ بات کرتے ہیں یہ واقعات کشف اور کرامت سے تعلق رکھتے ہیں، ہرگز اس سے عقیدہ نہ بنانا، اسے صرف خرق عادت کے طور پر ماننے بس۔

یہ صرف بریلویوں اور غیر مقلدوں کا جھل اور ضد ہے کہ اس سے عقیدہ بناتے ہیں، ورنہ غیر مقلدین نے بھی بار بار یہ بات لکھی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ: "ان کرامات کے صدور کا اختیار اولیاء کے پاس نہیں ہے" (مجموعہ رسائل عقیدہ ۳/ ۲۹۹)

الزامی جواب: غیر مقلدو...! اپنے گھر کی بھی خبر لو کہ آپ کے گھر میں کیا حال احوال ہے...؟

غیر مقلدین نے اپنے بڑوں کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

"پروفیسر عبد الرحمن صاحب بی ای علیگ جو قاضی صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور خاص عزیز رہے ہیں، بیان فرماتے ہیں کہ بار بار ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک وشبہ پیدا ہو جاتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی سے اس کا جواب دے دیتے جس سے ہماری تسلی ہو جاتی۔"

(سوانح عمری عبد اللہ غزنوی: ص:۹)

غیر مقلدو...! اپنی معترضانہ سوچ اور تنقیدی نظر کو ایک مرتبہ اس طرف بھی پھیر کے دیکھو کہ یہ کیا ہے...؟

جب دل میں صرف بات اور اعتراض آجاتا تو پہلے ہی سے قاضی صاحب اس اعتراض کا جواب دے دیتے، اور یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں ہے، بلکہ بار بار ایسا ہوا ہے۔ اس کے متعلق کیا خیال ہے...؟

اسی طرح یہ واقعہ پہلے بھی گزر چکا ہے،کہ مولانا عبدالحمید سوھدری صاحب غیر مقلد اور صوفی احمد الدین حنیف غیر مقلد نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری غیر مقلد کی کرامت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

’’حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شائد ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنے ہو،ان سے الگ ہو جانا چاہئے،ابھی آپ اپنی جی میں یہ خیال کر کے اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے ،صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے...

(سوانح عمری:ص:۹۰،کرامات اہل حدیث:ص:۱۹)

غیر مقلدو...!تھوڑا انصاف سے’’خرق عادت کے طور پر ہی سہی‘‘کام لیں کہ ہماری کرامت پر اعتراض اور اپنے واقعات پر بالکل خاموشی...؟یہ کونسا غیر مقلدانہ انصاف ہے...؟کیا آپ کے اس بدعی مسلک میں اس ناانصافی کو کار اہلحدیث اور خدمت اہل حدیث کہا جاتا ہے...؟عجیب خیانتوں سے بھرا※ وا مسلک ہے آپ لوگوں کا۔

اور عجیب بات یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کے اعتراض تو ویسے بھی جہالت پر مبنی ہوتی ہے ۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی طرح جن حکایات کی وجہ سے آپ لوگ ہم پہ اعتراضات کرتے ہیں،بالکل وہی حکایات آپ کی کتب میں بھی پائی جاتی ہیں،اگر اس کی وجہ سے آپ ہمیں مطعون ٹہراتے ہو تو آپ اپنے بڑوں کو کیوں کچھ نہیں کہتے ہو،معلوم ہوتا ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام کی عادت (ناانصافی) کے پختہ عادی ہو۔

(۳) اسی طرح اسحاق بھٹی غیر مقلد مولانا غلام رسول غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں:

’’جب میں وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام اعتراضات وسولات کی فہرست اعتراض کرنے والے کے نام کے ساتھ مجھے پیش کی جاتی ہے۔(تذکرہ غلام رسول قلعوی:ص:۲۳۴)

غیر مقلدو....!انصاف نام کی اگر کوئی چیز آپ کے ہاں ہے تو براہ کرم اس کو دیکھیں کہ یہ کیا ہے،اور کیا کہہ رہا ہے...؟

اگر اس قسم کی حکایات غیر مقلدین کے کسی بڑے کے سامنے پیش کی جائے بغیر یہ بتائے کہ یہ فلاں غیر مقلد نے لکھی ہیں،تو وہ بھی فوراً اس پر کفر کے فتوے لگا دیں گے،لیکن اگر ان کو کہا جائے کہ یہ فلاں غیر مقلد نے لکھی ہے تو پھر وہ اس میں تاویلاتِ فاسد※ شروع کریں گے،کہ نہیں یہ اس نے نہیں لکھی ہے،یا یہ اس سے ثابت نہیں ہے،وغیرہ،بس اس طرح بہانوں سے چھٹکارہ حاصل کریں گے۔

غیر مقلدو....!اس پر اور تبصرہ نہیں کریں گے،بس اپنے مکروہ چہرے کو اس آئینہ میں ضرور دیکھو پھر دوسروں پر اعتراض کیا کرو،شائد آئندہ ایسی ذلت مقدر نہیں ہوگی

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو
راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

(ماخوذ از توضیحات عبارات اکابر)

مافی الارحام کا جزئی طور پر معلوم ہو جانا،یا کل کی کسی بات کا علم ہو جانا ہم اس کے منکر نہیں اور نہ یہ علم غیب ہے ۔یہ وضاحت امام

اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''ازالۃ الریب'' میں کی ہے اور بندے نے بھی اپنے ''دروس مناظرہ'' میں اس کی وضاحت کی ہے ملاحظہ ہو:

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَأِنْ قُلْتَ قَدْ أَخْبَرَ الْاَنْبِیَآءُ وَالْأَوْلِیَآءُ بِشیءٍ کَثِیْرٍ مِّنْ ذَالِكَ فَکَیْفَ الْحَصَرُ قُلْتُ اَلْحَصَرُ بِأِعْتَبَارِ کُلِّیَاتِہَا دُوْنَ جُزْئِیَّاتِہَا (مرقاۃ، ج۱ص ۱۲۸)

اگر تو یہ اعتراض کرے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام نے ان میں سے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے تو حصر کیسے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم؟ تو اس کا جواب دوں گا کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے اعتبار سے نہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِلْمُھَا الْخَاصُ بِہٖ مَاکَانَ عَلَی وَجْہِ الْاِحَاطَۃِ وَالشُّمُوْلِ لِأَحْوَالِ کُلِّ مِّنْہَا وَ تَفْصِیْلِہٖ عَلَی وَجْہِ الْأَتَمِّ وَ فِیْ شَرْحِ الْمُنَاوِیْ الْکَبِیْرِ لِجَامِعِ الصَّغِیْرِ فِی الْکَلَامِ عَلَی حَدِیْثِ بُرَیْدَۃَ الثَّابِتُ خَمْسٌ "لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ عَلَی وَجْہِ الْاَحَاطَۃِ وَالشُّمُوْلِ کُلِّیاً وَّ جُزْئِیاً فَلَا یُنَافِیْہِ اِطِّلَاعُ اللّٰہِ تعالی بَعْضَ خَوَاصِہٖ عَلَی بَعْضِ الْمُغَیِّبَاتِ حَتّٰی مِنْھَا ھَذِہِ الخمس لانھا جُزْئِیَّاتٌ" مَّعْدُوْدَۃٌ" (روح المعانی، ج۱۱ص ۱۰۹)

وہ علم جو اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ ایسا علم جو علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہو کہ ان میں سے ہر ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ کی سابق حدیث میں جو آیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے کلیات و جزئیات کا علی سبیل الاحاطۃ والشمول علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پر مطلع کر دے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں۔

الہام، کشف و کرامت کے ذریعہ کسی چھپی ہوئی چیز کے علم ہو جانے کے قائل حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مقام ولایت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وازآنجملہ الہام است کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند واگر بغیر ایشاں ثابت میشود اور اتحدیث میگویند۔

اور ولایت کے شعبوں میں سے ایک الہام بھی ہے، یہی الہام جب اس کا تعلق، انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام سے ہو تو اس کو وحی کہتے ہیں اور جب نبیوں کے علاوہ دوسرے مقبول بندوں سے تعلق ہو تو (دین کی خاص زبان میں) اس کو تحدیث کہتے ہیں۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وحی و الہام کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً غیبی آواز آنا یا فرشتے کے ذریعہ پیام آنا وغیرہ وغیرہ اور قرآن و حدیث سے ان سب کی دلیلیں اور مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

واز جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسے را از مقبولین عالی مقام درحالت منام برامرے ازامور غیبیہ مطلع می فرمایند۔

اور الہام کی قسموں اور صورتوں میں سے ایک خواب بھی ہے کہ عالی مقام مقبولین میں سے کسی کو سونے کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ خواب کے ذریعہ امور غیبیہ میں سے کسی بات کی اطلاع فرمادیتے ہیں۔

پھر اس دلیل میں مشہور حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔الخ پیش کرکے فرماتے ہیں۔

وازعمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی است (منصب امامت۔ص:۳۱،۳۲)

اور ولایت کے اعلیٰ کمالات میں سے ایک تعلیم غیبی بھی ہے۔

پھر تین، چار صفحے کے بعد اولیاء اللہ سے کرامات کے ظہور کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

واما خرق عادت پس احتیاج بہ بیان نہ دارد زیرا کہ ظہور خوارق ازہا دیان راہ حق کی از اتباع انبیاء اند بوجہی مشہور ومتواتر است کہ حاجتی بیان نیست

(منصب امامت۔ص:۳۶)

اور رہا خرق عادت (یعنی کرامات کے ظہور) کا معاملہ تو اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا اتباع اور ان کی پیروی کرنے والے راہ حق کے ہادیوں سے خوارق وکرامات کا ظہور اس قدر مشہور اور حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ اس کے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

ہم اس سے ملتے جلتے دیگر اعتراضات بھی یہاں نقل کررہے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

(اعتراض ۲۹۶): پہلے سے علم کہ میں کل مروں گا

اعتراض: علماء دیوبند پہلے سے یہ بات کہہ دیتے کہ میں کل، یا آج مرجاؤں گا۔(مثلاً: دیکھئے فضائل۔ج ص:۲۵۶)

حالانکہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ: (وَما تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ) [سورۃ لقمان ۳۴] یہ تو صریح علم غیب ہے۔اور علماء دیوبند اس کے قائل ہیں۔

جواب: غیر اللہ کے لئے علم غیب کے ثبوت کے خلاف علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) نے جتنا تعاقب کیا ہے، تمام غیر مقلدین بشمول مردہ وزندہ، عرب وعجم کے جمع ہوکر اس کے عشر عشیر تک بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں بفضل اللہ تعالیٰ۔بلکہ آپ لوگ خود بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ علماء دیوبند علماء احناف علم غیب کے قائل نہیں ہیں "وشھد شاھد من اھلھا" کے مصداق کے مطابق اختصاراً چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱... غیر مقلدین کا شیخ الحدیث اور مناظر وقت رئیس ندوی غیر مقلد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ: "فرقہ دیوبندیہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو عالم الغیب نہیں مانتا۔(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص:۲۴۰)

۲... موصوف دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: "حنفی مذہب اللہ کے علاوہ نبی ورسول وفرشتوں کے عالم الغیب اور حاضر وناظر ہونے کے عقیدہ ونظریہ کو کفر قرار دیتا ہے۔(تصحیح العقائد ص:۱۷۷)

۳... غیر مقلدین کے محقق اور مناظر عبد القادر حصاری صاحب لکھتے ہیں: "اسی وجہ سے علماء اہلحدیث اور فقہاء احناف ان لوگوں کو کافر

ومشرک سمجھتے ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو غیب دان جانتے ہیں۔'' (فتاویٰ حصاریہ: ۶/ ۵۷۹)

۴..مولانا داؤد راز صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی غیب دان ک× نا کفر ہے جیسا ک× علما حناف نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

(شرح بخاری مترجم جلد ۵ صفح× ۱۰)

۵..مزید اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

کتب فق× میں صاف لکھا ہوا ہے ک× جو آنحضرت ﷺ کو غیب دان جان کر کسی امر پر گوا× بنا تو اس کی ی× حرکت اسے کفر تک پ× نچا دیتی ہے۔ (ایضاً صفح× ۱۰۸)

۶..غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں ک× "فق× ا× حنفی× نے بالاتفاق لکھا ہے ک× نبی علی× السلام کے بارے میں علمِ غیب کا عقید× رکھنا کفر ہے" (شمع توحید مشمول× رسائل ثنائی× صفح× ۱۳۹)

جب خود غیر مقلدین کے اکابرین تسلیم کر چکے ہیں ک× علماء احناف علمِ غیب کا عقید× کفر بتلا ر× ے ہیں تو اس سے شتر مرغ کی طرح آنکھیں بند کر کے ضد و تعصب میں آ کر ہمارے اکابرین کو علم غیب کا قائل بتلا کر کیا غیر مقلدین اپنے ہی اکابر کو مشرک ن× یں بنا ر× ے...؟

بلک× خود حضرت شیخ کریا بکھی× تصریح کرتے ہیں ک× علم غیب کا عقید× کسی مخلوق کیلئے ماننا صحیح ن× یں، صرف نشاند× ی کیلئے ایک حوال× ملاحظ× فرمائیں فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے ایک دوسرا عقید× بھی ثابت ہو گیا ک× حضور اقدس ﷺ عالم الغیب ن× تھے" (تقریر البخاری جلد ۴ صفح× ۱۸)

غیر مقلدو...! یہ آپ ہی کے گھر کی گواہی ہے۔اب آپ کی مرضی ہے کہ اپنے اکابر کو ''کذابین'' کی فہرست میں شامل کرو گے یا خود کو، اور یا انصاف کو اپناؤ گے آخر غیر مقلدین کی × ات × ماماتاو ظلم کب تک ہو گا....؟؟

دلچسپی کیلئے ایک دو حوالے غیر مقلدین کے بھی دیکھ لیجئ×...

☆...ڈاکٹر سید سعید احسن عابدی صاحب لکھتے ہیں:

"خضر علی× السلام کا علم اس علم سے مختلف تھا تو × لازماً کائنات کے بعض اسرار کا علم تھا جس کو ہم علم غیب بھی ک× × × سکتے ہیں"

(روشنی صفح× ۱۳۸)

☆...نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کی کتاب میں ی× حوال× بھی قلمبند ہے:

"اے میرے بھائیو اور احباب! میں تم × یں اس بات پر گوا× بناتا × وں ک× میں نے اللہ تعالیٰ، ملائک× ، انبیاء اور روحانیین جو اس وقت حاضر ہیں...الخ" (المعتقد المنتقد مشمول× مجموع× رسائل جلد ۳ صفح× ۳۶۴)

باقی مزید حوالے کسی اور موقع × پر پیش کرینگے ان شاء اللہ العزیز.....

آمدم برسر مقصد: علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ بے شک اس آیت پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام ذی روح کی موت، اور موت کی جگہ، حالت وکیفیتِ موت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بعض اوقات اپنی قدرت ظا× ر کرتے × وئے بعض لوگوں کو عادات وقانون کے خلاف آگاہی

دیتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو مخلوق کو ذرہ برابر بھی علم نہ ہوگا۔

مثلاً: بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ: جناب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا لیکن نبی کریم ﷺ کو بالکل علم نہیں ہوا تھا، بخاری شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

(فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ ﷺ بِمَوْتِهِ) (بخاری:۱/۱۷۸)

ہاں! جب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو احیاناً جزئی طور پر عام قانون کے خلاف حالتِ موت کے بارے میں آگاہی دے دیتا ہے، ایسے الھامی اور کرامتی واقعات بروئے حدیث ممکن الوقوع ہیں، ایسے واقعات کثیر تعداد میں موجود ہیں، لیکن بطور نمونہ کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی موت کے بارے میں خبر دینا:

بخاری شریف میں ایک روایت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ:

فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: "يَوْمَ الِاثْنَيْنِ" قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَتْ: "يَوْمُ الِاثْنَيْنِ" قَالَ: أَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

کہ جناب نبی کریم ﷺ کس دن میں وفات پائے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ: پیر (سموار) کے دن، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آج پیر (سموار) کا دن ہے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امید ہے کہ آج رات تک میری موت واقع ہو جائے۔

دیکھئے...! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کی اطلاع رات تک محدود کردی، کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آیت "وما تدری نفس بای ارض تموت" پر ایمان نہیں تھا...؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲)... اسی طرح بخاری شریف ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ میرے والد نے جنگ اُحد کے موقع پر رات کے وقت مجھے بُلایا اور فرمایا کہ: "مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ" مجھے ایسا لگتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے پہلے جنگ میں میں شہید ہو جاؤں گا، تو اس کا بیٹا (جابرؓ) فرماتے ہیں کہ:

"فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ" (۱/۱۸۰ و ۲/۵۴۴ بَابٌ ※ لْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعلَّ※)

ک※ صبح سب سے پہلے میرے والد "عبد اللہ" شہید ہوئے۔

دیکھئے...! حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں کل شہید ہو جاؤں گا اور وہ بھی سب سے پہلے۔ تو کیا صحابہ□ کا ایمان برابر نہیں تھا۔ العیاذ باللہ۔ یا غیر مقلدین کے علم و عقل میں قصور ہے...؟ (یقیناً غیر مقلدین کے علم و عقل میں کمی اور قصور ہوسکتا ہے لیکن صحاب※ؓ میں ذر※ بھی قصو※ یں)

غیر مقلدین کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے...؟

(۳)... امام ابوعمر حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ عُثْمَانُ يَمُرُّ بِحَشِّ كَوْكَبٍ، فَيَقُولُ: إِنَّهُ سَيُدْفَنُ هَاهُنَا رَجُلٌ صَالِحٌ (الاستیعاب: ۳/۱۶۱، باب عثمان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ "حش کوکب" (یہ ایک مقام کا نام ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پیسوں سے خریدا تھا) سے گزر رہے تھے تو فرمایا کہ یہاں ایک نیک بندہ (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بارے میں فرمایا) دفن ہوگا۔

اور پھر جناب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین اسی جگہ میں ہوئی۔

اور امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

فَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَقُولُ: يُوشِكُ أَنْ يَهْلِكَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَيُدْفَنُ هُنَاكَ" (پھر فرماتے ہیں) "قَالَ مَالِكُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ: فَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَوَّلُ مَنْ دُفِنَ هُنَاكَ

(طبقات لابن سعد: ۲ / ۹۵ ذ※ رما خلّف عثمان و※ مهاش ؤاین دفن)

نوٹ ی※ واقع ※ مندرج ※ یل کتابوں میں بھی موجود ہے:

(معرف ※ الصحاب ※ نعیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ۶۸ / ۱، تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۴ / ۳۵۴، مختصر تاریخ دمشق ۹ / ۲۷۶ ت※ ذیب الب※ مالی فی اسماء الرجال ۹ / ۵۷۶)

دیکھئے...! حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے سے اپنے مدفن کی اطلاع دی کہ یہاں ایک نیک بندہ دفن ہوگا۔

کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس علمِ غیب تھا...؟ کیا جناب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آیت (وَما تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ) کا علم نہیں تھا...؟

اوی※ ی واقع ※ صحاب ※ کرامؓ کی کرامات میں خود غیر مقلدوں نے بھی شمار کیا ہے (دیکھئے عبد ال※ ادی عبد الخالق مدنی کی کتاب "کراماتِ اولیاء" صفح ※ ۱۵ صاحب تخریج: ابو احمد عمر دراز)

☆... حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلْمَى، قَالَتْ: اشْتَكَتْ فَاطِمَةُ شَكْوَاهَا الَّتِي قُبِضَتْ فِيهَا، فَكُنْتُ أُمَرِّضُهَا، فَأَصْبَحَتْ يَوْمًا كَأَمْثَلِ مَا رَأَيْتُهَا فِي شَكْوَاهَا تِلْكَ، قَالَتْ: وَخَرَجَ عَلِيٌّ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ اسْكُبِي لِي غُسْلًا، فَاغْتَسَلَتْ كَأَحْسَنِ مَا رَأَيْتُهَا تَغْتَسِلُ، ثُمَّ قَالَتْ: يَا أُمَّهْ أَعْطِينِي ثِيَابِيَ الْجُدُدَ، فَأَعْطَيْتُهَا فَلَبِسَتْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: " يَا أُمَّهْ قَدِّمِي لِي فِرَاشِي وَسَطَ الْبَيْتِ ففعلتُ وَاضْطَجَعَتْ وَاسْتَقْبَلَتِ الْقِبْلَةَ، وَجَعَلَتْ يَدَهَا تَحْتَ خَدِّهَا ثُمَّ قَالَتْ: " يَا أُمَّهْ إِنِّي مَقْبُوضَةٌ الْآنَ، وَقَدْ تَطَهَّرْتُ الْآنَ، فَلَا يَكْشِفُنِي أَحَدٌ فَقُبِضَتْ مَكَانَهَا قَالَتْ: فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَخْبَرْتُهُ

(مسند احمد ۸ / ۵۸۷ مسند القبائل، حدیث ام سلمٰی ※، ※ کذا فی اسد الغاب ※ 7 / 344، الطبقات لابن سعد 8 / 27 وابن شب ※ فی تاریخ المدین ※ 108 و 109 وابن شا※ ین فی "الناسخ والمنسوخ (646) وابن الجوزی فی العلل المتنا※ ی ※")

حضرت ام سلمیٰؓ نے بیان کیا ک ※ حضرت فاطم ※ؓ ایسی بیماری میں مبتلا ہوئی جس میں ان کو موت آگئی و※ بیمار تھی اور میں تیماردار تھی ایک دن صبح سویرے میں نے ان ※ یں دیکھا ک ※ ان کا فاق ※ نظر آ※ ا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کام کی غرض سے با※ ر گئے ہوئے تھے ک ※ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ ک ※ نے پر ک ※ اے ماں میں ن ※ انا ※ تی ہوں میرے لئے ن ※ انے کا پانی نڈیل دو میں نے پانی تیار کر دیا و※ جس طرح ※

تندرستی میں ن※اتی تھی ویسے ہی خوب ن※ائیں پھران※وں نے نئے کپڑے مانگے میں نے ان کو کپڑے بھی دے دیے جوان※وں نے خود پ※ن کرک※ا امی اب ذرا آپ میرے لئے گھر کی بیچ میں بستر بچھا دیجیئے میں نے ی※بھی کر دیا س و※بستر پر جا لیٹیں اور قبل※کی طرف من※ کر کے اپنا ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ کرک※ا اے امی جان اب میں اللہ تعالی سے ملنے جار※ی ہوں اور بالکل پاک ہوں اب کوئی بلا ضرورت مجھے کھولےن※یں اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد پورا واقع ※میں نے ان سے ک※※دیا۔

☆..امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ (عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک القشیری المتوفی:۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

"وَقَالَ أَبُو يعقوب النهرجوری: كنت بمكة حرسها الله تَعَالَى فجاءنی فَقِير مَعَهُ دِينَار فَقَالَ: إِذَا كَانَ غدا فأنا أموت فأصلح لی بنصف هَذَا قبرا والنصف الثَّانِي لجهازی فَقُلْتُ فِي نفسی: دخل الشاب فَإِنَّهُ قَدْ أصابهم فاقة الحجاز فلما كَانَ الغد جاء ودخل الطواف ثُمَّ مضى وامتد عَلَى الأَرْض فَقُلْتُ: هوذا يتماوت فذهبت إِلَيْهِ فحركته فَإِذَا هُوَ ميت فدفنته كَمَا أمر"

(الرسالۃ القشیریہ:ص:۴۷۴،کتاب.الادب)

اس عبارت کاخلاصہ※وی※ہےکہ ※بو یعقوب ال※ن※رجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ※یں کہ ※یں مکہ ※یں تھا میرے پاس ایک فقیر ملا اس کے پاس ایک دینار تھا اس نے مجھے و※دینار دیا اور ک※ا ک※ میں کل مرونگا تو آپ آدھا دینار میری قبر کی مزدوری پر لگا دو اور آدھا دینار میرے کفن پر خرچ کر دو تو جب و※کل طواف کیلئے آیا تو طواف کرنا شروع کیا ک※و※مر گیا میں نے اسکو حرکت دیا معلوم ہوا ک※و※فوت ہوا※ےتو اس نے مجھے جیسی وصیت کی تھی اسی طرح میں نے اسکا کفن دفن کیا۔

اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کو غیر مقلدین بھی قابل اعتماد سمجھتے ※و ئےان سے استدلال کرتے ہیں(دیکھیے:مجموع ※رسائل عقید※ج ا ص ۱۳۶)

اصل بات یہ ہے کہ یہ ہر کسی کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ میں کب مروں گا، میں کہاں مروں گا، اور کہاں دفن کیا جاؤں گا، لیکن اگر اللہ چاہے تو خرقِ عادت کے طور پر بعض لوگوں کو جزوی طور ایسی بات احیاناً بتا دیتے ہیں، جیسا کہ احادیث گزر گئے، اس کو علم غیب نہیں کہتے ہیں۔

اس لئے تو حافظ ابن تیمی※(المتوفّی:۷۲۸ھ)فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا خَوَاصُّ النَّاسِ فَقَدْ يَعْلَمُونَ عَوَاقِبَ أَقْوَامٍ بِمَا كَشَفَ اللَّهُ لَهُمْ"

(مجموع الفتاوی ۱۱/ ۶۵، الناشر مجمع الملک ف※د لطباع※ المصحف الشریف المدین※ النبوی※ المملک※ العربی※ السعودی※)

ک※ اللہ کے خاص بندے لوگوں کے انجام کا کشف کے ذریعے سے علم ہو جاتا ※ے

غیر مقلدین اپنے گھر کی بھی خبر لیں

مشہور غیر مقلد عبدالمجید سوھدروی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ (قاضی سلیمان منصور پوری غیر مقلد،از ناقل) مسجد کلی گراں میں تیس سال تک وعظ کہتے رہے جب ۱۹۳۰عیسوی میں حج کو روانہ ہونے لگے تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ دوستو! میرا آخری جمعہ ہے اگر اس اثناء میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے میں اس سے معافی مانگ لوں چنانچہ لوگ بھانپ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب واپس نہیں آئیں گے، لگتا※ے آپ کو کسی اشارہ سے اپنی وفات کا علم ہو چکا

ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا واپسی میں آپ جہاز ہی میں انتقال فرما گئے۔(کرامات اہل حدیث،ص:۹۰)

غیر مقلدو....!اس واقعہ میں اس بات پر نظر ڈالیں کہ:

”آپ کو کسی اشارہ سے اپنی وفات کا علم ہو چکا ہے۔“

یہاں بھی اپنی تکفیری زبان سے کوئی فتوی لگاؤ۔

(۲)...غیر مقلدین کی ایک اور کرامت بھی ملاحظہ فرمائیں:

”پٹیالہ میں ایک گیندی شاہ نامی مستانہ فقیر تھا جو ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا، جاہل لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات برآتی ہیں، چنانچہ جو شخص آتا شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا ایک بار قاضی جی کا ادھر سے گزر ہوا وہ احترام کے طور اٹھ بیٹھا، آپ نے فرمایا: سائیں جی شراب حرام ہے اس سے تائب ہو جائے اب آپ کی آخری دن ہے...الخ۔(کرامات اہلحدیث،ص:۸۵)

غیر مقلدو...!یہ اپنی تکفیری نظر یہاں بھی دوڑائیں، اور اپنے گھر کی خبر بھی لیں، یہاں قوم شعیب علیہ السلام کی سنت (ناانصافی) سے کام نہ لینا، ورنہ ساری دنیا کو یقین ہو جائے گا کہ یقیناً یہ (ناانصافی) آج کل کے غیر مقلدین کی امتیازی وصف بن چکا ہے، آگے مرضی آپ کی۔

اپنے گھر سے بے خبر ہو کر دوسروں پر اعتراضِ فاسد کرنا شائد غیر مقلدین کو یہ وصف اچھا لگتا ہو، ورنہ ساری دنیا کو اس کی حیثیت معلوم ہے۔(ماخوذ از توضیحات عبارات اکابر)

(اعتراض ۲۹۷):کسی مرنے والے سے بیداری کی حالت میں ملاقات

ارشد صاحب نے بزرگان جماعت دیوبند کے واقعات کے سلسلہ میں پہلے نمبر پر بے داری کی حالت میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ خارق عادت واقعہ ہے اور کرامات ہی کے قبیل سے ہے اور تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ ”کرامت“ صاحب امت بزرگ کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور اس کی قدرت میں یہ سب کچھ ہے اور اولیائے امت کے واقعات میں اس کی مثالیں بھی بکثرت ہیں چند ہی صفحے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ”انفاس العارفین“ سے ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیداری کی حالت میں اور گفتگو کا واقعہ نقل کیا جا چکا ہے۔اور عنقریب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بیداری میں ملاقات اور گفتگو کا واقعہ ذکر کیا جائے گا۔

بلاشبہ ہمارے عوام کیلئے اس طرح کے واقعات کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہے تو صرف ایک نکتہ پر غور کر کے اپنی صلاحیت کے مطابق سمجھ بھی سکتا ہے۔

بیداری میں مرنے والوں سے ملاقات کیسے لوگوں کی ہوتی ہے

اس کا تو کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ خواب میں مرنے والوں کو دیکھا جاتا ہے تو جسم عنصری ہی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور ان سے باتیں بھی ہوتی ہیں۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ خواب میں عام طور سے ایسا کیوں ہوتا ہے اور بیداری میں کیوں نہیں ہوتا؟

واقعہ یہ ہے کہ نیند کی حالت میں چونکہ ہمارے احساسات اور ادراکات کا تعلق اس عالم سے منقطع ہو جاتا ہے۔اس لئے دوسرے عالم

والوں سے رابطہ قائم ہونے کا ان کی باتیں سننے کا امکان زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔اسی لئے خواب کے ایسے واقعات پر کسی کو کوئی تعجب اور توحش نہیں ہوتا۔بس سمجھنا چاہئے کہ بیداری کی حالت میں اس طرح کا معاملہ بالعموم ایسے ہی حضرات کے ساتھ ہوتا ہے جن کا باطن اپنے گردوپیش کی دنیاو مافیہا سے منقطع زیادہ رہتا ہے۔ایسی حالت میں دوسرے عالم والوں سے ان کی روحانیت کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ ان سے ملاقات کرتے،ان کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں اور یہ سب خرق عادت کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے اور دراصل اس کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کو ان بزرگ ہی کی قدرت کا کرشمہ اور ان کا اختیاری فعل اور تصرف سمجھے تو وہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا کیونکہ خرق عادت اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت اور شان ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:۔

خرق عادت پروردگار تعالیٰ از بندہ ممکن نہ باشد۔(تکمیل الایمان۔ص:۴۵)

سنتہ اللہ اور عادۃ اللہ کو توڑنا کسی بندہ سے ممکن نہیں۔

(۲)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا ایک واقعہ سوانح قاسمی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

”دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے کوئی سیدھے سادھے اور مسکین صفت مولوی صاحب کسی قصبے کی مسجد میں امام تھے وہاں بریلوی قسم کے کوئی واعظ آ گئے۔انہوں نے ان بیچارے مولوی صاحب کے خلاف طوفان برپا کر دیا اور قصبہ کے عوام کو بھڑکا دیا۔عوام نے مولوی صاحب کو ان واعظ صاحب سے مناظرے کیلئے مجبور کیا۔ بیچاروں کو منظور کرلینا پڑا جب مناظرہ کا وقت آیا تو یہ بیچارے مولوی صاحب بہت خوفزدہ اور پریشان تھے۔(اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے موقع پر اللہ کے اس مسکین بندے نے کیسے الحاح اور عاجزی سے اپنے رب سے دعا کی ہوگی اور مدد مانگی ہوگی)ان مولوی نے بیان کیا کہ میں نے اچانک محسوس کیا کہ ایک صاحب جن کو میں پہچانتا نہیں تھا میرے بازو میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو،گفتگو شروع ہوئی،تھوڑی ہی دیر کے بعد ان واعظ صاحب کا یہ حال ہوا کہ امام صاحب سے رو رو کر معافی مانگنے لگے اور وہ اجنبی صاحب جو اچانک آکر میرے برابر میں بیٹھ گئے تھے وہ اسی طرح اچانک غائب ہو گئے“۔

آگے بیان کیا گیا ہے کہ”مدت کے بعد جب یہ مولوی صاحب ایک دفعہ دیوبند آئے اور اپنے اساتذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اور حضرت کے دریافت کرنے پر اچانک ظاہر ہونے والی شخصیت کا حلیہ بیان کیا تو انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ:

یہ تو حضرت الاستاذ (مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تھے جو تمہاری امداد کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے“۔

اس واقعہ کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے اس مسکین بندے کی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔ یہ ان میں سے کسی کا بھی اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا فعل اور تصرف تھا۔خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل بتلایا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی اس طرح کی امدادوں کی مثالیں کتابوں میں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

ابن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں ایک سوال کے جواب میں کرامات کے موضوع پر کئی صفحے میں بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔اس میں سیدی حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے ابن الملقن کی "طبقات الاولیاء" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:۔

بیداری کی حالت میں حضرت پیران پیر کی رسول پاک ﷺ اور حضرت علیؓ سے ملاقات

ایک دن ظہر کی نماز سے پہلے میں نے حضور ﷺ کو (بیداری کی حالت میں) دیکھا، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا، بیٹا! تم لوگوں کو واعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے۔(یابنیّ لم لا یتکلم) میں نے عرض کیا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں بغداد کے اہل زبان اور اصحاب فصاحت کے سامنے کیسے بات کرسکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھول دیا تو آپ نے سات بار میرے منہ میں تھوکا اور فرمایا، جاؤ اب واعظ کہو اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ پر چلنے کی دعوت دو۔" (حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں:۔)

اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور میں واعظ کیلئے بیٹھ گیا اور مخلوق بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے بولنا مشکل ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس واعظ میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔انہوں نے مجھ سے فرمایا، بیٹا کیا بات ہے کیوں نہیں بولتے؟

میں نے عرض کیا ابا جان! (مجمع کے اثر سے) بولنا مشکل ہورہا ہے۔آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھول دیا تو آپ نے اس میں چھ دفعہ تھوکا، اس کے بعد سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب ہوگئے اور میں نے واعظ کیا"۔

(فتویٰ حدیثیہ۔ص:۲۱۲)

یہ تو سوانح قاسمی میں بیان کئے ہوئے واقعہ کی ایک مثال تھی لیکن ارشد صاحب نے اس واقعہ کے سلسلے میں ایک نئی بحث چھیڑی ہے دراصل یہاں ہم کو اسی پر گفتگو کرنا ہے۔سوانح قاسمی کے مرتب حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس واقعہ کا ذکر کرکے حاشیہ میں لکھا تھا کہ:

وفات یافتہ بزرگوں کے ذریعہ خداوندی امداد کا مسئلہ

وفات یافتہ روحوں سے امداد کے مسئلے میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنۃ والجماعت کا ہے۔آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن پاک ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں، صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخفیف صلوات کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن مجید کی کس آیت پاک یا حدیث شریف سے اس کی تردید ہوتی ہے؟ اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امدادیں پہنچارہے ہیں۔روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دودھ ہمیں گائے اور بھینس سے ملتا ہے تو یہ ایک واقعہ ہے، بھلا یہ بھی انکار کرنے کی کوئی چیز ہے۔(حاشیہ سوانح قاسمی۔جلد اول۔ص:۳۳۲)

ارشد صاحب کا عیارانہ افتراء

ارشد صاحب نے ''زلزلہ'' میں مولانا گیلانی مرحوم کے حاشیہ کا یہ حصہ نقل کیا ہے اور اس کے بارے میں حیرت انگیز دیدہ دلیری سے دعویٰ کیا ہے کہ مولانا گیلانی نے اس حاشیہ میں ''اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون'' کیا ہے اور جس تصور اور عقیدہ کو علمائے دیوبند ہمیشہ مشرکانہ کہتے رہے تھے اس کو مولانا گیلانی نے اپنا اور اپنی جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے، آگے ارشد صاحب نے لکھا ہے:۔

''میں یقین کرتا ہوں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے گی''۔(زلزلہ۔ص:۲۵)

سو فیصد جھوٹا دعویٰ

میں کہتا ہوں اور ارشد صاحب کے پورے گروہ کو چیلنج کرکے کہتا ہوں کہ ارشد صاحب نے یہاں جیسا شرمناک فریب اپنے ناظرین کو دیا ہے اور جس دیدہ دلیری کے ساتھ سو فیصد جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کی مثال کسی ایسے شخص کی تحریر سے نہیں مل سکتی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہو یا کم سے کم حیاء وشرم ہی کا مادہ ہو۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور تمام علمائے دیوبند کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ اور کسی بھی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا اور اس بنا پر مدد چاہنا بلا شبہ شرک ہے کہ وہ خود اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ہماری مدد کر سکتے ہیں اور ہم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا حال ہے کہ وہ شہیدوں اور ولیوں کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لئے ان کیلئے منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے ہیں اور حاجتی بن کر ان کی قبروں پر جاتے ہیں۔

لیکن ایسا عقیدہ رکھنا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کسی مخلوق اور اپنے کسی مقرب بندہ یا اس کی روح کے ذریعہ اپنی قدرت کاملہ اور اپنے حکم سے عام عادۃ اللہ کے مطابق یا خارق عادت طریقے پر اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے۔ ہرگز شرک نہیں بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے اور مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو جماعت دیوبند اور عام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کہا ہے۔ مولانا گیلانی ؒ کے حاشیہ کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اس کو پھر پڑھ لیجئے۔ اس میں یہی بات کہی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں اور قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں میں اختلاف یہی ہے کہ وہ ایسی خارق عادت امداد کو بالخصوص جب کہ کسی وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اسی بزرگ کا فعل اور تصرف اور اسی کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے ہیں، اس لئے اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں، پھر اسی بناء پر اس کیلئے نذریں، منتیں مانتے اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں جیسا کہ تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے، یہ بالکل وہی عقیدہ اور تصور ہے جو اکثر مشرک قوموں کا رہا ہے۔

اور ہم اہل السنۃ والجماعۃ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرمایا ہے ہر ایسی امداد کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی زندہ یا وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل وتصرف اور اسی کی امداد یقین کرتے ہیں، اس لئے اسی سے دعا اور مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں، خود مولانا گیلانی نے اسی حاشیہ میں منقولہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے اور کس قدر صحیح لکھا ہے:۔

خود مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت

''مشرک قوموں کا طریقہ کار یہ ہے کہ بجائے امداد پہنچانے والی حقیقی قوت (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ) کے امداد کے ان ذرائع اور وسائل ہی

کو پوجنے لگتی ہے۔اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نفع ہو یا نقصان خواہ بلا واسطہ پہنچے یا بالواسطہ ہر حال میں سب کو اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں جو ان ذرائع اور وسائط سے نفع اور نقصان کی صورتوں کو پیدا کر رہا ہے (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ)۔۔۔۔۔پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں بلکہ اس امداد کیلئے بزرگوں کو یا ان کی قبروں کی یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔موحد اور مشرک کے نقطہ نظر میں یہی جوہری فرق ہے۔"

ناظرین کرام! غور کریں کہ سوانح قاسمی کے اسی حاشیہ میں یہ صراحت اور وضاحت ہونے کے باوجود ارشد صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا گیلانی نے اسی عقیدہ کو اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ بتلا کر اپنے مذہب سے انحراف کیا ہے جس کو وہ مشرکانہ عقیدہ کہتے رہے ہیں۔کیسا شرمناک فریب اور دلیرانہ جھوٹ ہے، ہمیں یقین ہے کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور یوم آخرت کے محاسبہ پر ایمان رکھتا ہو تو وہ ایسے پرفریب اور ایسی دروغ بیانی کی جرأت نہیں کرسکتا۔

الغرض مولانا گیلانی مرحوم ومغفور نے یہاں جو کچھ لکھا ہے بلا شبہ وہی جماعت دیوبند کا مسلک وعقیدہ ہے اور ارشد صاحب نے اس موقع پر "تقویت الایمان" ص ۱۰ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں شرک اس عقیدے کو کہا گیا ہے جو قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں اور بھوت پریت کے پرستاروں کا عقیدہ ہوتا ہے۔"تقویۃ الایمان" کی پوری عبارت اس موقع پر یہ ہے:۔

"عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست کو بیمار کردینا، فتح وشکست دینی، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ کی شان ہے اور کسی انبیاء واولیاء کی، پیر وشہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں۔یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

سوانح قاسمی کے حاشیہ کی مولانا گیلانی مرحوم کی پوری عبارت ابھی اوپر نقل ہو چکی ہے اور تقویت الایمان کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اگر آپ کو عقل وفہم دی ہے تو آپ فیصلہ کریں کہ وہ شخص دیانتداری اور شرم وحیا سے کس قدر عاری اور کیسا فریبی ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ مولانا گیلانی مرحوم ومغفور نے اپنا اور جماعت دیوبند کا عقیدہ وہی بتلایا ہے جس کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں شرک کہا گیا ہے۔تقویۃ الایمان کی عبارت کا یہ جملہ مقصد کی پوری وضاحت کر رہا ہے کہ "یعنی اللہ کا سا تصرف کرنا محض شرک ہے"۔

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مریضان شرک ہی تقویۃ الایمان کے خاص مخاطب ہیں اور وہ ولیوں، شہیدوں اور اماموں کیلئے اسی طرح کا تصرف ثابت کرتے ہیں جس طرح کے تصرف کا عقیدہ عرب کے مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے اور تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں اور اس طرح کی دوسری تمام عبارتوں میں اسی عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے اور وہ بلا شبہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو بھی اپنے فیض اور تصرفات کا واسطہ بناتا ہے

لیکن یہ عقیدہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اولیاء،مقربین کے ذریعہ بھی اپنے بندوں کوفیض اور مدد پہنچا تا ہے اور عالم میں بڑے بڑے تصرفات وانقلابات کاان کو واسطہ بنا تا ہے ۔اہل السنت والجماعت علماء دیو بند کا عقیدہ ہے اور خود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل بلکہ داعی ہیں وہ اپنی بے نظیر کتاب ’’منصب امامت‘‘ میں ولایت کے ایک خاص مقام اور اس پر فائز ہونے والے اولیاءاللہ (اصحاب خدمت) کے بارے میں فرماتے ہیں : ۔

اس مسئلہ پر شاہ شہیدؒ کا ہدایت افروز کلام

حکیم علی الاطلاق ایشانرا واسطہ درتصرفات کونیہ میگرداند مثل نزول امطار ونمواشجار۔۔۔۔وتقلیب احوال دادوار وتحول اقبال وادبار سلاطین وانقلابات حالات اغنیاومساکین،ورفع بلا،ودفع وباءاومثال ذالک

اللہ تبارک وتعالیٰ جوحکیم مطلق ہے ان اولیاء مقربین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بنا تا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا، درختوں کا نشوونما پانا اور حالات کا پلٹا کھانا، بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا، دولت مندوں،فقراء ومساکین کے احوال کا بدل جانا، بلاؤں کا ٹل جانا اور وباؤں کا ہٹ جانا اوران جیسے دوسرے تصرفات

پھر اس کی سند میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان ابدال کا ذکر ہے جن کا مستقر شام بتلایا گیا ہے اوران کے بارے میں فرمایا گیا ہے ۔

يسقى بهم الغيث وينصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب

ان کے ذریعہ اوران کی برکت سے بارش نازل ہوتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی جاتی ہے اوران کے ذریعہ اوران کی برکت سے اہل شام سے عذاب اور آفات کو ہٹادیا جاتا ہے ۔

حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آگے حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرح مثال دے کر سمجھایا ہے کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی یہ روشنی پیدا کرتا ہے اور وہی اپنی قدرت اوراپنے حکم سے ہم کو پہنچاتا ہے ۔یہ سورج و چاند واسطۂ فیض ہیں ۔اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ سورج، چاند ہی روشنی پیدا کرتے اور ہم کو پہنچاتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہوگا۔اسی طرح ’’اصحاب خدمت‘‘ کے ذریعہ جوفیض پہنچتا ہے یا جوتصرفات عالم میں ہوتے ہیں وہ خودان کا فعل اورتصرف نہیں ہوتے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کافعل اورتصرف ہوتے ہیں ۔اگرکوئی شخص اس کو ان اولیاء اللہ (اصحاب خدمت) ہی کا فعل اورتصرف اوران کی قدرت کا کرشمہ سمجھے تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا،چنانچہ فرماتے ہیں : ۔

پس آنچہ ازتغیرات وتقلبات مذکورہ چہ دراقطار عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ ازقدرت کاملہ،ایشاں نیست نہ ازنتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلاایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کاروبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامرالٰہی قدرت خود صرف مینمایند وایں تصرفات گوناگوں وتغیرات، بوقلموں درعالم کون برروئے کارے آرندکہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہرکہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردوداست وکافرمطرود بالجملہ نزول تقدیرالٰہی بنابروجاہت کسے یادعائے کسے ازمقبولین امرے دیگر وصدورتصرفات کونی ازہماں مقبول اگرچہ بامراللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر۔

(منصب امامت ص:۴۹،۵۰)

''پس تغیرات اور حالات میں جو تبدیلیاں (جن کا اوپر ذکر ہوا)،اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت اور طاقت کا نتیجہ نہیں ہوتیں اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کردیئے ہوں اور وہ بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں،ایسا عقیدہ رکھنا خالص شرک وکفر ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے کہ (وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں) وہ بلاشبہ مشرک وکافر ہے۔الحاصل کسی مقرب بندہ کے خاص مقام قرب ووجاہت کی بنا پر یا کسی مقبول بندہ کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوجانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندہ سے عالم کون میں تصرف کا ہونا اگرچہ بامر وعطاء الٰہی دوسری بات ہے۔پہلی بات عین اسلام ہے اور دوسرا عقیدہ خالص کفر ہے۔''

یہ ہے ہم اہل السنت والجماعت کا عقیدہ،یہی بات حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اگر مولانا گیلانی مرحوم ومغفور کو بریلوی ذہنیت کا تجربہ ہوتا تو ان کا بیان اور زیادہ واضح ہوتا۔

مولانا نعمانی کے متعلق صریح جھوٹا دعویٰ

ارشد صاحب نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ سے متعلق اسی سلسلہ بحث میں ''الفرقان'' کے ایک اداریہ کے حوالے سے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کی ایک عبارت بھی نقل کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس عبارت میں بھی اس عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے جس کو حضرت مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے۔یہ بھی ارشد صاحب کا سوفیصدی جھوٹ ہے۔

مولانا نعمانی مدظلہٗ کی اس عبارت کا آخری حصہ خود ارشد صاحب نے یہ نقل کیا ہے:۔

''شرک جب ہوتا ہے جب کسی ہستی کو اللہ کے قائم کئے ہوئے اس ظاہری سلسلہ اسباب سے الگ غیبی طور پر اپنے ارادہ واختیار سے کار فرما اور متصرف سمجھا جائے۔اس اعتقاد کی بناء پر اس سے اپنی حاجتوں میں مدد مانگی جائے''۔

(الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ ص:۲۵،زلزلہ ص:۳۰)

ناظرین کرام!حضرت مولانا گیلانی کی عبارت کو پھر پڑھ لیں،کیا اس میں اس عقیدہ کا شائبہ بھی ہے جس کو الفرقان کی اس عبارت میں شرک قرار دیا گیا ہے،ہمیں یقین ہے کہ اس بے باکی سے جھوٹ وہی شخص بولے گا اور لکھے گا جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیاء اور صداقت سے بالکل ہی محروم کردیا ہو۔

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کے اس اداریہ کا یہ آخری حصہ بھی نقل کیا ہے:۔

''آپ مسلمان کہلانے والے قبوریوں اور تعزیہ پرستوں کو دیکھ لیجئے۔شیطان نے ان مشرکانہ اعمال کو ان کے دلوں میں ایسا اتار دیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی کوئی بات سننے کے روادار نہیں۔

''میں تو انہیں لوگوں کو دیکھ کر اگلی امتوں کے شرک کو سمجھتا ہوں اگر مسلمانوں میں یہ لوگ نہ ہوتے تو واقعہ یہ ہے کہ میرے لئے اگلی امتوں کے شرک کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا''۔(الفرقان ص:۳۰،زلزلہ ص:۳۱)

ارشد صاحب نے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس عبارت کو نقل کر کے بڑے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ خود ان کا اپنا حال ہے اور وہ خود حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کے اس وار کا نشانہ بن گئے ہیں ورنہ جو بات ان سطروں میں کہی گئی ہے اس کی سچائی میں کس آنکھوں والے کو شبہ ہوسکتا ہے؟ اور قریب قریب یہی بات ایک دوسرے انداز میں اب سے دو ڈھائی سو برس پہلے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی ہے۔"الفوز الکبیر۔ص:۱۱" کے حوالہ سے شاہ صاحب کی یہ بارت پہلے بھی نقل ہو چکی ہے۔

اگر در تصویر حال مشرکین واعمال ایشاں توقف داری احوال محرفان اہل زمانہ خصوصاً آنانکہ باطراف دارالاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن، کو............بہ قبور وآستانہا مے روند وانواع شرک بعمل مے آرند

اگر عرب کے مشرکین کے احوال واعمال کا صحیح تصور تمہارے لئے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانہ کے پیشہ ور عوام خاص گروہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں (جس کی وجہ سے وہ دینی تعلیم اور صحبت سے محروم ہیں) ان کا حال دیکھ لو وہ قبروں اور آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کرتے ہیں۔

کہیئے کیا بنیادی فرق ہے حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کی مندرجہ بالا عبارت میں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شرک سوز ارشاد میں؟

کیا ہے کسی بریلوی میں ہمت کہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بھی اس غیظ وغضب کا اظہار کرے جس کا حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کے خلاف اظہار کیا گیا ہے؟۔

(ماخوذ از بریلوی فتنہ کا نیا روپ)

(اعتراض ۲۹۸): قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر دیوبند نے بعد از وفات دنیا میں واپس آنے کا دعویٰ کیا ہے

(اشرف السوانح جلد ۱ صفحہ:۳۹و۴۰، وجلد ۳ ص ۱۷۱، ارواح ثلاث ※ ص ۲۶۲، سوانح قاسمی جلد ۱ صفحہ ※ ۳۳۲) یہ بعینہٖ حاضر وناظر کا عقیدہ ہے۔(دیکھئے غیر مقلدین کی مسخرے او راست ※ زاء دیوبندیت تاریخ وعقائد صفحہ ※ ۲۸ تا ۴۴ تحف ※ المناظرین اللبشاوری صفحہ ※ ۲۹۸)

جواب: ایسے واقعات پر اعتراض کرنا اور پھر اس سے عقیدہ حاضر وناظر ثابت کرنا اعلیٰ ترین جہالت ہے، اور یہ جہالت غیر مقلدین کا مقدر ہے۔

خود غیر مقلدین کا یہ اصول ہے کہ:"ان (کرامات، از ناقل) سے شرکیہ عقائد کا ثبوت لانا جرم ہے") کرامات اہل حدیث ص: ۲۴)

لیکن غیر مقلدین کا اپنے اصول سے خلاف ورزی کر کے علماء حق علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) پر اعتراض کرنا علما دیوبند کے ساتھ تعصب کی بدترین مثال ہے۔

حقیقت: ان واقعات کا تعلق (نصرتِ الٰہی) کے ساتھ ہے، جو"صورتِ مثالی" کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے، جس کی نقل وحرکت کے ساتھ اصل اجساد (اجسادِ عنصری ※) کی نقل وحرکت یا حاضر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اجسادِ مثالیہ کی نقل وحرکت کے باوجود اجسادِ عنصریہ کو بالکل علم نہیں ہوتا ہے۔

(تفصیلاً دیکھئے ہمارے نظریئے کی ترجمانی کرتی ہوئی کتاب تسکین الصدور ۲۶۸ للشیخ صفدر رحمۃ اللہ علیہ)

مثلاً: کسی کو خواب میں دیکھا کسی کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور اس کے ساتھ پھرتا رہتا ہے اور نقل وحرکت بھی کرتا ہے، لیکن اگر حالتِ بیداری میں اس سے پوچھا جائے تو وہ اس واقعہ سے بالکل لاعلمی کا اظہار کرے گا۔ تو جس طرح بعض اوقات عالَمِ خواب میں صورتِ مثالیہ کے ساتھ ملاقات ہوسکتی ہے، لیکن اس سے عقیدہ حاضر وناظر ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح زندہ یا وفات شدہ بندہ کا بعض اوقات صورتِ مثالی کے ساتھ بعض لوگوں کے ساتھ بدونِ عقیدہ حاضر وناظر کے ملاقات ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس بندہ کو بالکل علم ہی اس واقعہ کا نہ ہو۔

مثلاً: تفسیر معالم التنزیل سورۃ یوسف کی آیت (لولا ان را برھان ربّہ) کی تفسیر میں امام المفسرین ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ:

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مُثِّلَ لَهُ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِهِ فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهُ مِنْ أَنَامِلِهِ" (تفسیر بغوی: ۲/ ۴۸۴)

ترجمہ: حضرت سعید ابن جبیر ؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کا جسم مثالی دکھایا گیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر ہاتھ پھیر دیا جس کے ذریعہ سے ان کا خیال وہم شہوت انگلیوں کے سروں سے نکل گئی۔

دیکھئے...! کہاں یوسف علیہ السلام اور کہاں یعقوب علیہ السلام...؟ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی مثالی صورت حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے کردی، اور اس کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام کو آخری وقت تک یہ علم نہیں تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہاں اور کس حالت میں ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت زیادہ روئے اور آنسو بہائے۔

اس آیت کی یہ تفسیر مختلف تفاسیر میں نقل ہوئی ہے مثلاً

[تفسیر مقاتل بن سلیمان: ۲/ ۳۲۹، تفسیر طبری: ۷/ ۱۴۳، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن: ۲/ ۲۱۳، تفسیر مظھری: ۵/ ۱۵۴، تفسیر نیسابوری ۴/ ۸۷، تفسیر جلالین: ص: ۲۰۶ تفسیر درمنثوی: ۴/ ۵۲۲ تفسیر سراج المنیر للخیب شیرانی: ۲/ ۱۰۱، تفسیر قرطبی: ۹/ ۱۷۰، التفسیر نسفی: ۲/ ۱۰۴، تفسیر خازن: ۲/ ۵۲۳، التفسیر الوسیط للواحدی: ۲/ ۶۰۸، الوجیز للواحدی: ۱/ ۵۴۳ تفسیر بغوی: ۲/ ۴۸۶ تفسیر کشاف: ۲/ ۴۵۶، زاد المسیر: ۲/ ۴۳]

بلکہ خود غیر مقلدین کی تفاسیر میں بھی ایسا مضمون ہے، چنانچہ امین اللہ پشاوری غیر مقلد سے تصحیح شدہ تفسیر "تفسیر لا مثال" میں ہے کہ:

"اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت بطور معجزہ دیکھا اور اس کو دانت پیسے" (تفسیر لامثال: ۲/ ۴۳۶)

علامہ شوکانی (المتوفّٰی: ۱۲۵۰ھ) (جنھیں غیر مقلدین اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں) کی تفسیر (فتح القدیر للشوکانی ۳/ ۲۴) میں بھی یہ ہے۔

☆...نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (المتوفّٰی: ۱۳۰۷ھ) نے بھی اپنی تفسیر "فتح البیان فی مقاصد القرآن ۶/ ۲۱۵) میں بھی ایسا تفسیری مضمون نقل کیا ہے۔

دیکھئے...! بعض حضرات کی صورتِ مثالی بعض اوقات میں خرقِ عادت کے طور پر ایسے انداز میں مختلف جگہ میں پیش ہوسکتی ہے کہ اس

کی اصلی صورت کو قطعاً علم نہ ہو، تو اس کا عقیدہ حاضر و ناظر سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (جس کو غیر مقلدین بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں، دیکھئے فتاویٰ ثنائیہ، ریاض المرتاض) فرماتے ہیں کہ:

”واولیائے کہ صاحب علم وکشف اند جائز است کہ بربعضے از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند بلکہ صور مثالیہ ایشاں را در امکنہ متعددہ ظاہر سازندہ و در مسافت بعیدہ کارہائے عجیبہ ازاں صور ظہور آرند کہ صاحب آں صور را از انہا اصلاً اطلاع نیست“

(دفتر اول، حصہ سوم مکتوب ۲۱۶ ص: ۱۲۱)

ترجمہ: وہ حضرات اولیائے کرام جو صاحب علم و صاحب کشف ہے، جائز ہے کہ اس کو اپنی خوارق (اور کرامات) کا بالکل اطلاع نہ ہو، بلکہ اس کی مثالی صورت متعدد جگہوں میں (اور مختلف اوقات میں، ناقل) ظاہر ہونے سے اور مسافت بعیدہ طے کرنے سے عجیب وغریب کام کئے ہوں، اس کے ساتھ ساتھ ان کی اصلی صورت کو مطلقاً علم وخبر ہی نہ ہو۔

کم وبیش یہی بات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جس کو غیر مقلدین اپنی طرح تارک التقلید مانتے ہیں) نے بھی کی ہے، اور اس پر بطور دلیل حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا ہے۔ وہ واقعہ جو ہم نے پیش کیا ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(تفہیمات الٰھیہ: ۱/ ۱۴۷)

اور امین اللہ پشاوری غیر مقلد ایک حدیث (میں نے موسیٰ علی ⌧ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا) کو صحیح ک ⌧ ⌧ کر اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ک ⌧:

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی زندگی کے و ⌧ احوال جو انبیاء کرام اپنی زندگی میں کرتے تھے اور آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی ک ⌧ جب ی ⌧ انبیاء کرام زند ⌧ تھے تو کیسے حج کرتے تھے کیسے تلبی ⌧ ک ⌧ تے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گویا ک ⌧ میں یونس علی ⌧ السلام کو دیکھ ⌧ ہوں گویا ک ⌧ میں عیسی علی ⌧ السلام کو دیکھ ⌧ ہوں۔ (فتاوی الدین الخالص پشتو صفح ⌧ ۲۳۱، اردو مع تغییر الالفاظ صفح ⌧ ۱۹۰)

دیکھے پشاوری صاحب نے کیا لکھا ک ⌧ نبی علی ⌧ السلام کو انبیاء کرام علی ⌧ م السلام مثالی طور دکھایا گیا تو کیا امین اللہ پشاوری غیر مقلد بھی حاضر و ناظر عقیدے کا حامل ٹ ⌧ را...؟

تو اسی طرح ہمارے محض کرامات والے واقعات میں بھی احیاناً (بعض اوقات) بدون عقیدہ حاضر و ناظر کراماتاً اور خرقِ عادت طور پر صورت مثالی کے ساتھ واقعات ہے، لیکن وہ بھی ان کے اختیار میں نہیں ہے۔

تو ہم پر تبرا بازی کرنے اور فتویٰ لگانے سے پہلے صاحب بغوی، سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی، اور اسی طرح دیگر مفسرین کرام جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں، بلکہ خود امین اللہ پشاوری غیر مقلد، قاضی شوکانی، نواب صدیق حسن خان پر بھی فتویٰ لگائیں تاکہ آپ کا انصاف لوگوں کو معلوم ہو جائے، مزید یہ کہ پہلے ابن قیم اور دیگر اسلاف کرام کے حوالہ جات بھی گزر گئے ان سے بھی ایسے حوالہ جات نقل ہوئی ہیں، لیکن ہم کو علم ہے کہ انہوں نے یہ بطور عقیدہ کے نہیں لکھے ہیں بلکہ بطور کرامت کے لکھے ہیں، اور کرامت کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”کرامت سے حلت وحرمت ثابت نہیں ہوتا“۔ (مجموعہ رسائل جلد ۲ ص ۲۷۹)

لیکن آجکل کے غیر مقلدین کی جہالت پوری دنیامیں ظاہر ہے ک※ محض کرامت والاواقع※ دیکھ کر بریلویان※ ذ※ ن کے مطابق اس کو جلدی حاضروناظر کے کھات※ میں ڈال دیتے ہ یں.

غیر مقلدین مندرجہ ذیل واقعات پر بھی نظر ڈالیں اور اپنے اکابرین کے لئے فتویٰ تیار کریں

الزامی جوابات: غیر مقلدو...! اپنے گھر کی بھی خبر لو:

صوفی (عبداللہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مالی اسٹیشن پر میں بخار سے بے تاب پڑا تھا اور سخت پیاس لگی ہوئی تھی اٹھنے کی سکت نہ تھی کوئی پانی پلانے والا بھی قریب نہ تھا تو میں نے دل میں گلہ سا کچھ کیا کہ خدایا! نہ میری ماں ہے نہ باپ، اکیلا تو پہلے ہی ہوں کوئی پُرسان حال نہیں ہے تُو نے اب مجھے اس سفر میں بیمار کر دیا ہے، اتنے میں اواز آئی کہ ماں باپ کو ملنا ہے اور اتنے میں واقعی میرے ماں باپ آگئے میں نے کہا تم فوت ہو چکے ہو تم کہاں سے آگئے...؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے تمہارے بیمار پُرسی کے لئے بھیجا ہے....الخ
(سوانح حیات صفحہ: ۱۷۲، از خالد گھر جاکھی)

اس واقع※ کے پیش نظر آپ اپنے اکابر پر کوئی فتویٰ لگاوگے، یا یہ آپ لوگوں کی گھر کی بات ہے، اس پر پردہ ڈالوگے...؟ افسوس آپ کی انصاف پروری پر، آپ کے گھر میں جو کچھ بھی ہوجائے خیر ہے کوئی بات ن※ یں ہ ے، لیکن اگر دوسروں کے ایک دو کرامت والے واقعات سامنے آجائیں وہ بھی بغیر فاسد عقیدہ کے، تو پھر جلدی اس پر کفر کے فتویٰ لگاوگے، العیاذ باللہ
(ماخوذ از توضیحات عبارات اکابر)

(اعتراض ۲۹۹): بعد الوفات باتیں کرنا

اعتراض: علماء دیوبند کی کتب میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ ایک میت (فوت شدہ آدمی) نے موت کی حالت (اس حال میں کہ وہ مردہ ہے) میں بھی ا※ لِ دنیا کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کی ہیں۔ (فضائل حج، ۱۵۶، فضائل درود)

جواب: ایسے واقعات (میت کا※ ل دنیا کے ساتھ ایسی بات چیت کرنا ک※ عام لوگ اسے سنیں) کرامتاً خرقِ عادت کے طور پر ہوتی ہیں، یعنی یہ کوئی عام قانون اور نظریہ نہیں ہے کہ ہم ایسے حالات ہر انسان کے لئے ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ آپ حضرات عوام کو غلط رنگ کے ساتھ پیش کرتے ہو۔ اور ایسے واقعات ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی کتب میں درج کئے ہیں، اس سے انکار کرنا کم علمی اور اصولِ دین سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کا انتقال ہوا، اس صحابیؓ کے عجیب وغریب کرامات ہیں جن سے ایک یہ ہے کہ جب یہ صحابی وفات ہوئے اور جب جنازے کا وقت قریب ہوا اور جنازے کی نماز پڑھانے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتظار ہو رہا تھا تو اچانک اس صحابیؓ (حضرت زید بن خارجہؓ) نے موت کی حالت میں باتیں کرنا شروع کر دی اور کہا کہ: (السلام علیکم انصتوا انصتوا! (یعنی السلام علیکم، خاموش ہوجاؤ خاموش ہوجاؤ) اس کے بعد اس صحابیؓ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت اور جناب شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے صدق اور امانت کی شہادت دی۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ: عثمان رضی اللہ عنہ

کے چار سال گزر گئے اور دو سال اور بھی گزر جائیں گے، اس کے بعد فتنوں کا سلسلہ شروع ہوگا اور بیر حریس کا واقعہ ہونے والا ہے۔

☆...امام العلل امام بیہقیؒ (المتوفّٰی: ۴۵۸ھ) موصوف کی موت کے بعد باتیں کرنے کی روایات نقل کی ہیں، اور پھر اس روایات کی اسناد کی توثیق بھی کی ہے، امام بیہقیؒ اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں کہ:

" يَقُولُ: أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا فَنَظَرَ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ فَإِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ، فَكَشَفْنَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: هَذَا أَحْمَدُ رَسُولِ اللهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْأَمِينُ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللهِ كَانَ ضَعِيفًا فِي جِسْمِهِ قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللهِ، صَدَقَ صَدَقَ"۔

[دلائل النبوة: ۲ /۵۶۱، باب ماجاء في شهادت الميّت لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالرسالة، ەكذا في: إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفد ×والمتاع ۲۹۷ / ۱۵الموا× ب اللدني ×با لمنح لمحمدي ×ے ۲۹ / ۲، شرح الشفاء ۶۵۲ / اشرح لزرقاني عل ×المواً× ب اللدني × بالمنحمدي × ۶۵ / ۷]

☆...مشہور مفسر ابن کثیرؒ (المتوفّٰی: ۷۷۴ھ) نے اپنی تاریخ (البدایہ والنہایہ: ۱۱۴ / ۴) میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے، بلکہ ابن کثیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نےان مذکو رباتوں سے بھی زیاد ×باتیں نقل کی ہ یں فرماتے یں ک×:

[باب في كلام الأموات وعجائبهم]

قِصَّةُ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَكَلَامُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ..... (اس عنوان کے ماتحت پھر زید□ کا واقعہ ذکر کرتے ھیں)

"فَأَتَانِي آتٍ فِي مَقَامِي، وَأَنَا أُسَبِّحُ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ: إِنَّ زَيْدًا قَدْ تَكَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مُسْرِعًا، وَقَدْ حَضَرَهُ قَوْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهُوَ يَقُولُ أَوْ يُقَالُ عَلَى لِسَانِهِ: الْأَوْسَطُ أَجْلَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِي كَانَ لَا يُبَالِي فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، كان لا يأمُرُ أَنْ يَأْكُلَ قَوِيُّهُمْ ضَعِيفَهُمْ، عَبْدُ اللهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَدَقَ صَدَقَ كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ. ثُمَّ قَالَ: عُثْمَانُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ يُعَافِي النَّاسَ مِنْ ذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ، خَلَتِ اثْنَتَانِ وَبَقِيَ أَرْبَعٌ، ثُمَّ اخْتَلَفَ النَّاسُ وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ بعضا فلا نظام وأنتجت الأكما، ثم ارعوى المؤمنين وقال: كِتَابُ اللهِ وَقَدَرُهُ، أَيُّهَا النَّاسُ: أَقْبِلُوا عَلَى أَمِيرِكُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، فَمَنْ تَوَلَّى فَلَا يَعْهَدَنَّ دَمًا وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَقْدُورًا، اللهُ أَكْبَرُ هَذِهِ الْجَنَّةُ وَهَذِهِ النَّارُ، وَيَقُولُ النَّبِيُّونَ والصديقون: سلام عليكم: ياعبد الله ابن رَوَاحَةَ هَلْ أَحْسَسْتَ لِي خَارِجَةَ لِأَبِيهِ وَسَعْدًا اللَّذَيْنِ قُتِلَا يَوْمَ أُحُدٍ؟ كَلَّا إِنَّهَا لَظَى نَزَّاعَةً لِلشَّوَى تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى وَجَمَعَ فَأَوْعَى ثُمَّ خَفَتَ صَوْتُهُ، فَسَأَلْتُ الرَّهْطَ عَمَّا سَبَقَنِي مِنْ كَلَامِهِ فَقَالُوا: سَمِعْنَاهُ يَقُولُ: أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا، فَنَظَرَ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ فَإِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ...الخ

البدا والنا× ×ای× (۶ / ۴۴)

یعنی کشخص× ہ تک سپ×× ی کلی ×ک× (أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا) پھر بعد میں ی× سارا کلام کیا، اور آخر میں لکھتے ہ یں: (هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَلَهُ شَوَاهِدٌ)

بلکہ ✖ ایک اور عجیب حکایت بھی نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ:

"حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ الْعَبْسِيِّ قَالَ: مَرِضَ أَخِي الرَّبِيعُ بْنُ حِرَاشٍ فَمَرَّضْنَاهُ، ثُمَّ مَاتَ فَذَهَبْنَا نُجَهِّزُهُ، فَلَمَّا جِئْنَا رَفَعَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. قُلْنَا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، أَلَسْتَ قَدْ مِتَّ؟! قَالَ: بَلَى، وَلَكِنْ لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَبِّي وَلَقِيَنِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، ثُمَّ كَسَانِي ثِيَابًا مِنْ سُنْدُسٍ خُضْرٍ، وَإِنِّي سَأَلْتُهُ أَنْ يَأْذَنَ لِي فَأُبَشِّرُكُمْ فَأَذِنَ لِي، وَإِنَّ الْأَمْرَ أَيْسَرُ مِمَّا تَذْهَبُونَ إِلَيْهِ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَأَبْشِرُوا وَلَا تَغْتَرُّوا.....الخ ۔

(البدایہ والنہایہ:۶/۵۹]

دیکھئے...! میت کے ساتھ باتیں کرنے کے بارے میں خود ابن کثیرؒ نے بھی سنداً نقل کیا ہے، اس کے متعلق کیا خیال ہے...؟ ساتھ اس کے کہ آپ ابن کثیرؒ کو تارک التقلید کہتے ہیں، دیکھئے:[نور العینین صفحہ ✖:۲۶]

☆... حافظ ابن حجرؒ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے صحابہ رضی اللہ عنھم کی سیرت پر لکھی ہوئی کتاب (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ:۱/۲۴۶ مکتبۃ المعروفیہ کوئٹہ پاکستان) میں بھی امام بخاریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:"وذکر البخاری رحمہ اللہ وغیرہ انہ الذی تکلم بعد الموت" کہ امام بخاریؒ نے (تاریخ کبیر:۳/۳۸۳)

اس میں بھی یہ بات ہے کہ اس نے بعد الموت باتیں کی ہیں۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ سعد بن خارجہؓ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ:"وانہ تکلم بعد موتہ" [ایضاً جلد اول ص:۷۰۱] اسی طرح ایک اور جگہ حافظ ابن حجرؒ، ابن سعدؒ، ابوحاتمؒ، ترمذیؒ، یعقوب بن سفیانؒ، بغویؒ، طبرانیؒ اور محدث ابونعیم [رحمھم اللہ تعالیٰ] کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں، اور پھر اس واقعہ کی توثیق بھی کرتے ہیں، دیکھئے (التھذیب:۲/۵۴۶)

☆... بلکہ دوسرے ائمہ کو تو چھوڑ و خود امام بخاریؒ بھی اپنی معروف کتاب (التاریخ الکبیر:۳/۳۸۳) میں فرماتے ہیں:

"زید بن خارجۃ بن ابی زھیر الخزرجی الانصاری: شھد بدراً توفی زمان عثمان رضی اللہ عنہ، ھوالذی تکلم بعدالموت"۔

کیا امام بخاریؒ پر تبرّ ابازیاں کرو گے یا یہ فتوے صرف علماء دیوبند کے لئے وقف ہیں...؟

☆... اسی طرح مشہور تابعی ابوقلابہؒ کا بھی صاحب قبر کے ساتھ مکالمہ ملاحظہ فرمائیں

الشیخ ابن القیم الحنبلیؒ (المتوفی:۷۵۱ھ) مشہور محدث ابن ابی الدنیا سے سنداً ابوقلابہؒ کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

"وَقَالَ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بن علی العجلی حدثنا مُحَمَّد بن الصَّلْت حدثنا اسماعيل بْن عَيَّاش عَن ثَابت بن سليم حدثنا أَبُو قِلَابَة قَالَ أَقبلت من الشَّام إِلَى الْبَصْرَة فنزلت منزلا فتطهرت وَصليت رَكْعَتَيْنِ بلَيْل ثمَّ وضعت رأسی على قبر فنمت ثمَّ انْتَبَهت فإِذا صَاحب الْقَبْر يشتكيني يَقُول قد آذيتني مُنْذُ اللَّيْلَة ثمَّ قَالَ إِنَّكُم تَعْمَلُونَ وَلَا تعلمُونَ وَنحن نعلم وَلَا نقدر على الْعَمَل ثمَّ قَالَ الركعتان اللَّتَان ركعتهما خير من الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثمَّ قَالَ جزى الله أهل الدُّنْيَا خيرا أقرئهم منا

السَّلَامَ فَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا مِنْ دُعَائِهِمْ ....." الخ۔
(کتاب الروح ص: ۱۳ او ۱۴، المکتبۃ الحقانیہ پشاور پاکستان)

یعنی ابوقلابہؒ (مشہور تابعی) خود بیان فرماتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ آیا، ایک جگہ قیام کیا، وہاں میں نے رات کو وضو بنایا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے ایک قبر پر سر رکھ کے سوگیا، پھر جب میری آنکھیں کھلیں تو صاحب قبر نے شکایت کی اور کہا: آپ نے آج رات مجھے تکلیف پہنچائی (یعنی آپ کے میرے قبر پر سر رکھنے سے مجھے تکلیف ہوئی ہے) اور پھر اس صاحب قبر نے کہا: آپ لوگ (زندہ لوگ) عمل کرتے ہیں اور اس کے (نتیجے) کا علم آپ کو نہیں ہوتا ہے، اور ہمیں اس کا علم ہوتا ہے لیکن افسوس کہ ہم عمل نہیں کر سکتے ہیں اور پھر اس (مُردے) نے مجھے کہا کہ وہ دو رکعت (جو آپ نے پڑھی) دنیا اور مافیھا (جو دنیا میں ہے) سے بہتر ہیں۔ اور پھر اس (مردے) نے مجھے کہا کہ: دنیا والوں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے، ہماری طرف سے انکو سلام کہنا۔ کیونکہ ※ ہم پر داخل ہو کرہ میں دعائیں دیتے ※ یں۔

دیکھئے...! ابوقلابہؒ سے مردے نے باتیں کی، یہ ابوقلابہؒ کی کرامت ہے کہ ابوقلابہؒ نے اس مردے کے ساتھ حالت بیداری میں باتیں کی، اور اسی طرح یہ صاحبِ قبر کی بھی کرامت تھی۔

لیکن یاد رکھنا...! یہ کوئی عام قانون نہیں ہے کہ قبر پرست اس سے عادت بنائیں، اور ہر قبر کے پاس رات گزارنا شروع کریں، بلکہ یہاں ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایسے واقعات سے بالکلیہ انکار کرنا، اور پھر اس کے قائل کو مشرک وغیرہ کہنا (العیاذ باللہ) بھی غلط ہے اور ہر صاحبِ قبر اور ہر زائرِ قبر سے گفتگو کرنا اور پھر اس سے مدد مانگنا بھی غلط ہے۔

ابن القیمؒ، ابن ابی الدنیاؒ اور اس کی سند میں جو محدثین ہیں سمیت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام پر غیر مقلدین اعتراضات کریں گے یا کہ اس جگہ میں اپنی غلطی تسلیم کریں گے...؟

الزامی جوابات: آپ کے قاضی منصور پوری کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس نے میت (مجدد الف ثانیؒ) سے باتیں کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ چونکہ آپ لوگوں کو نسیان کا مرض ہے (دیکھئے: رحمۃ الباری) اس وجہ سے وہ واقعہ تکراراً پھر نقل کریں گے، ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شائد ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہئے، ابھی آپ اپنی جی میں یہ خیال کر کے اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے، صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے....

(سوانح عمری: ص: ۹۰، کرامات اہلحدیث: ص: ۱۹) اس کے متعلق کیا خیال ہے....؟

☆...اسی طرح غیر مقلدین کی ایک اور کرامت بھی گزر چکی ہے، کہ فوت شدہ لوگوں کے ساتھ ملاقات اور پھر اس سے باتیں کرنا، بلکہ اپنی مشکل بھی ان سے حل کرواتے، مثلاً: "آپ بڑے صاحب کمال، عابد، زاھد، اور متقی تھے، آپ کے مراقبہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی چادر اوڑھ کر بیٹھ جاتے فی الفور آپ کو مراقبہ کھل جاتا انبیاء اور اولیاء کی زیارت ہوتی، ان سے گفتگو ہوتی اس سے حل مطالب فرماتے"

[تذکرہ اہل صادقپور،ص:۶۳،ناشر:مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کراچی]
دیکھئے غیر مقلدو...!دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اگر کچھ اپنے گھر کی بھی خبر لیتے تو شاید اتنے شرمند ※نہ ہوتے۔

☆... اسی طرح حافظ ابن القیمؒ (المتوفی:۷۵۱ھ) حضرت مطرّف تابعیؒ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے علاقے کی قبرستان تشریف لے گئے:

"فَرَأَى أَهْلَ الْقُبُورِ كُلَّ صَاحِبِ قَبْرٍ جَالِسًا عَلَى قَبْرِهِ فَقَالُوا هَذَا مُطَرِّفٌ يَأْتِي الْجُمُعَةَ قُلت وتعلمون عِنْدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالُوا نعم ونعلم مَا يَقُول فِيهِ الطير قلت وَمَا يَقُولُونَ قَالُوا يَقُولُونَ سَلام سَلام"

(کتاب الروح:ص:۱۴۳)

ترجمہ: آپ نے قبر والے کو دیکھا کہ ہر ایک اپنی قبر میں بیٹھا ہے،(جب ان مُردوں نے دیکھا کہ مطرفؒ آگیا) تو انہوں نے کہا کہ: یہ مطرّفؒ جو ہر جمعہ کو(ہمارے پاس) آتا ہے،تو میں نے ان سے کہا کہ کیوں آپ سمجھتے ہیں کہ یہ جمعہ کا دن ہے۔تو انہوں (مُردوں) نے کہا جی ہاں (بلکہ) ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس دن چڑیا کیا کہتی ہیں،میں نے ان سے کہا کہ: وہ(چڑیا) کیا کہتی ہیں...؟ تو انہوں نے کہا کہ: وہ(اس طرح کہتی ہیں کہ) سلام سلام۔

ملاحظہ: غیر مقلدین ابن القیمؒ کو تارک التقلید اور سرخیل اہل حدیث کہتے ہیں۔
(مقالات الحدیث:ص:۲۳۱،فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ:۱/۲۶۳)

اور زبیر علیزئی غیر مقلد ابن القیمؒ کی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:"ابن القیمؒ کی ثابت شدہ کتاب الروح ..."الخ۔
(توضیح الاحکام:۱/۱۱۹)

بس اسی پر اکتفاء کریں گے،مزید تفصیل کے لئے گزشتہ مضامین پر ایک مرتبہ پھر نظر دوڑائیں۔(ان شاءاللہ تسلی ہو جائے گی)
(ماخوذ از توضیحات عبارات اکابر)

(اعتراض ۳۰۰):پاؤں دھو دھو کر پینا

واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاوں دھو دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۳)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۵۲)

جواب: بریلوی جاہل معترض اگر کچھ پڑھ لکھ لیتا تو آج اس جہالت کا مظاہرہ نہ کرتا"پاوں دھو دھو کر پینا"اردو کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ

"انتہائی عظمت،یا محبت،یا اطاعت ظاہر کرنے کی جگہ،مطیع ہونا،فرماں بردار ہونا
غالب۔۔۔میرے کلام میں کیونکر مزہ نہ ہو پیتا ہوں دھو کے خسرِ شریں سخن کے پاوں"۔
(نور اللغات،ج ۱،ص ۷۹۰)

''تعظیم وتکریم کرنا، بہت عزت کرنا، بہت پیار کرنا، حکم ماننا'' (فیروز اللغات ص ۲۷۱)

اب مطلب ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر ایک ولی اللہ کی نظر سے دیکھو تو ان کی اطاعت ان سے محبت نجات آخروی کا سبب ہے کہ اللہ کے ولیوں کے گستاخوں کے متعلق خود حدیث قدسی ہے کہ

من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب

اور اگر ایک عالم دین کی نظر سے دیکھو تو ان کی اطاعت نجات آخروی کا سبب ہے اور ان کی توہین کفر اور آخرت میں سبب خسران۔۔۔بریلوی حکیم احمد یار گجراتی لکھتا ہے کہ:

''جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے ایسے ہی عالم دین کی فرماں برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برادری ہے''۔

(تفسیر نور العرفان ص ۱۰۶)

جب عالم کی اطاعت نبی کی اطاعت تو لامحالہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کامل اطاعت سے ہی نجات اخروی ہے کیونکہ نبی کی اطاعت بھی نجات اخروی کا سبب ہے تو عالم کی اطاعت کرنے والا بھی نبی کی اطاعت کرنے والا ہے۔

اور بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین لکھتا ہے کہ:

''عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے۔۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تحقیر کیلئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور اس کا نام گھٹا کر لیا وہ کافر ہو گیا''۔(انوار شریعت، ج۱ص ۱۱۱، ۱۱۲)

کچھ سمجھ شریف میں بات آئی؟

مفتی احمد یار گجراتی کا فتوی اور بریلویوں کیلئے ڈوب مرجانے کا مقام

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''بزرگوں کا دیدار، ان کے پاؤں کا دھون شرابا طہورا ہے کہ اس سے جسمانی وروحانی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے''۔

(نور العرفان، ص ۸۷۵)

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر غیرت مند بریلوی کا دل کرے گا کہ وہ کہیں ڈوب مرے۔

(اعتراض ۳۰۱): دیوبندی پیر نے غائبانہ طور پر جہاز غرق ہونے سے بچالیا

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک بار میرے بھتیجے صبح کو آئے تھے۔آگبوٹ تباہی میں آگیا حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حضرت حاجی صاحب اور دوسری طرف حضرت جیوہ (حافظ ضامن صاحب) آگبوٹ کو شانہ دئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم کنارے پر لگ گیا۔

(امداد المشتاق ص ۱۴۱، شمائم امدادیہ ص ۱۰۰)

حضرت حاجی صاحب کی طرف منسوب ہے کہ وہ جہاز کا اٹھا لینا۔۔۔ظاہر ہے کہ آپ کی کرامات عظیمہ کو نہ ماننا اقرب الی الشرک ہے۔

(افاضات الیومیہ،ج ۸،ص ۲۸۳،امداد المشتاق ص ۱۴۱)

اس طرح کے واقعہ کو کرامات امدادیہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

(کرامات امدادیہ ص ۱۸)

دیوبندی مولوی عبد الصمد صارم نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ص ۲۵ طبع مکتبہ اشرفیہ لاہور)

اس واقعہ پر انہی کا تبصرہ ملاحظہ کریجئے فرمایا کہ فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجیب ہے کہ صحیح ہو دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔

(امداد المشتاق ص ۱۴۱،شمائم امدادیہ ص ۱۱۰،حاجی امداد اللہ ص ۳۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۴۴،۲۴۵)

جواب:ان واقعات پر اعتراض کرنا پرلے درجے کی جہالت اور نرا تعصب ہے۔اس میں صاف واضح لکھا ہوا کہ یہ واقعہ از قبیل ’’کرامت‘‘ ہے،اور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کرامت اللہ کا فعل ہوتا ہے اس میں ولی کو کوئی اختیار نہیں۔بعض اوقات اللہ اسی ولی کی مثالی صورت سے کرامۃ کسی انسان کی مدد کر دیتا ہے۔مثالی صورت کی وضاحت ما قبل میں گزر چکی۔یہاں پر بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ اللہ تعالی نے آگبوٹ کو بچایا اور جیسے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرنے سے بچانے کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا یہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کی مثالی صورت کو بھیج دیا اور ان کو بچالیا۔خود حاجی صاحب وضاحت کر رہے ہیں کہ مجھے تو اس کی خبر بھی نہیں۔

رضاخانی نے دعوی یہ کیا تھا کہ دیوبندی جن چیزوں کو نبیوں کیلئے شرک وکفر کہتے ہیں اپنے مولویوں کیلئے ثابت کرتے ہیں تو اب اگر غیرت ہے تو کوئی مستند حوالہ دو کہ کسی مستند دیوبندی نے نبی یا ولی کے خرق عادت فعل بطور معجزہ یا کرامت پر شرک وکفر کا فتوی لگایا ہو۔

آخر میں جو اس نے عبارت پیش کی:

’’فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے‘‘۔

اس کی وضاحت بھی کتاب میں کر دی گئی ہے جسے اس خائن نے نقل نہیں کیا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں حاشیہ پر فرماتے ہیں:

’’قولہ دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے۔اقول:یہ تعبیر مجازی ہے خود آنے سے مراد خود کی نصرت واعانت آنا مراد ہے کما فی قولہ تعالی ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام‘‘

(امداد المشتاق ص ۱۴۸)

یعنی معاذ اللہ دوسروں کے لباس میں آنے سے مراد اللہ تعالی کی ذات کا آنا مراد نہیں بلکہ یہ نسبت مجازی ہے مراد اس کی مدد ونصرت کا آنا ہے جیسا کہ قرآن کی آیت پیش کی بظاہر اس کا لفظی ترجمہ یہی بنے گا کہ اللہ بادلوں کے جھنڈ میں آرہا ہے مگر مراد اس سے اللہ کا عذاب ہے۔یا جیسے کہتے ہیں بنی الامیر البلد حالانکہ شہر تو مستری ومزدوروں نے تعمیر کیا ہوتا ہے یہاں نسبت مجازی ہے اس پر بیسیوں دلائل دئے جاسکتے ہیں۔

نوٹ:ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں جاہل رضاخانی نے اس کے علاوہ بھی دیگر عبارات پیش کی ہیں جس پر اعتراض اس قدر لایعنی ہے

کہ اس کا جواب دیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے مثلاً کہیں علمائے دیوبند کو پاکباز کہا، کہیں علمائے دیوبند کے ہاتھوں کرامت کسی کو شفا مل گئی۔ موصوف کا دعویٰ تھا کہ جو چیز نبیوں کیلئے دیوبندی شرک وکفر مانتے ہیں وہی اپنے مولویوں کیلئے ثابت کرتے ہیں حالانکہ آج تک کسی نے بھی نبی کے معجزہ یا ولی کی کرامت یا کسی بزرگ کو پاکباز وغیرہ کہنے پر کفر وشرک کا فتویٰ نہیں لگایا۔لیکن رضاخانی اگر اپنا موروثی دجل وفریب نہ کریں تو کیا کریں۔اللہ ان کو ہدایت دے۔

رضاخانیوں کی اعلیٰ حضرت پرستی

یہ مضمون راقم کی کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات، خدمات وکارنامے'' سے ماخوذ ہے۔

(۱)......خان صاحب کے بھتیجے حسنین رضا ''بانی مسلک بریلویت'' کے متعلق لکھتے ہیں: ''غیر فصیح اور غلط لفظ بچپن میں بھی زبان مبارک پر نہ آیا،جسم وجان قلب وزبان کے مالک رب تبارک نے آپ کو ہر لغزش سے محفوظ رکھا۔''

(سیرت اعلیٰ حضرت وکرامات ص۱۲۶،مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ایک جگہ یہی صاحب یوں لکھتے ہیں: ''ہر موقع پر ان کی زبان ملکوتی قوت کے اقتدار میں حرکت کرتی تھی،جہاں سہو ونسیان کا گویا گزر ہی نہیں ہوتا تھا،ان کا ہر جواب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑے غور وتاّمل کے بعد دیا گیا ہو۔'' (ایضاً ص ۸۱)

یعنی سہو ونسیان نہ ہوتا تھا۔

ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قبلہ کی زبان کھلی تو صاف تھی اور بچوں کی طرح کج مج نہ تھی،غلط الفاظ آپ کی زبان سے سنے ہی نہ گئے''۔(ایضاً ص ۲۹)

(۲)......شاہ اولاد رسول مارہروی صاحب نواب احمد رضاخان صاحب بریلوی کے متعلق کہتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں''۔(فقیہ اسلام ص۱۳۰از ڈاکٹر احسن رضا اعظمی،مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

(۳)......ڈاکٹر احسن رضا اعظمی صاحب اس بات سے متفق ہیں کہ: ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا (احمد رضاخان) کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں''۔(فقیہ اسلام ص ۳۱)

(۴)......بانی دعوت اسلامی مولوی الیاس عطّار قادری صاحب لکھتے ہیں کہ: ''مجدد اعظم امام احمد رضاخان''

(فیضان سنت ص ix سن طباعت سوم،مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(۵)......مولوی صابر حسین شاہ بخاری قادری صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''سنئے کہ اعلیٰ حضرت (مولوی احمد رضاخان صاحب) اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں''۔(امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر السادات سیّد محمد محدث کچھوچھوی ص ۲۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۶)......بریلوی محدث کچھوچھوی صاحب ایک خطبے میں کہتے ہیں کہ: ''تصدیق حق میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پرتو......باطل چھانٹنے میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مظہر......رحم وکرم میں ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی تصویر......باطل شکنی میں حیدری شمشیر......دولت

فقہ و درایت میں امیر المومنین...... سلطنت قرآن حدیث کا مسلم الثبوت و زہر المجتہدین...... اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنّت فی الآفاق...... مجدد مائۃ حاضرہ...... مدید ملّت طاہرہ...... اعلم العلماء عند العلماء...... قطب الارشاد علی لسان الاولیاء...... فانی فی اللہ و الباقی باللہ...... عاشق کامل رسول ﷺ...... مولانا شاہ احمد رضا خان‘‘ (ایضاً ص ۳۰)

(۷)...... پروفیسر شکیل احمد اعوان بریلوی صاحب ’’مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

’’امام احمد رضا کی عظیم علمی کاوشوں اور تجدیدی کوششوں کو بہ نظر غائر دیکھا جائے تو آپ امام غزالیؒ، امام فی الدین ابن عربی، امام ابو الحسن شعرانیؒ، امام ابو منصور ماتریدی، علامہ ابو بکر محمد بن الطیب باقلانی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی عظیم علمی روحانی اور مصلح شخصیات کی صف میں نظر آتے ہیں‘‘۔ (امام احمد رضا اور احیائے دین ص ۲۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۸)...... مولوی عبد العلیم صدّیقی صاحب لکھتے ہیں کہ ؎

عیاں ہے شانِ صدّیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(امام احمد رضا اور احیائے دین، ص ۳۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۹)...... مولوی عبد الطیف نعیمی مدرّس جامعہ نعیمیہ لاہور صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’فقہ میں تو احمد رضا کا کوئی ثانی نہیں‘‘۔ (ارادۃ الادب لفاضل النسب ص ۱، مطبوعہ اسلامک بک سروس لاہور)

(۱۰)...... پروفیسر حافظ محمد شکیل بریلوی لکھتے ہیں کہ: ’’علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں‘‘۔ (رضا کوئز بک ص ۲۰۸، مطبوعہ مسلم کتابوی لاہور)

(۱۱)...... مولوی عبد الحکیم شرف قادری بریلوی محدث کچھوچھوی کے الفاظ نقل کرنے میں خیانت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی حفاظت فرمائی اور زبان وقلم کو نقطہ برابر لغزش تک سے محفوظ رکھا‘‘۔ (یاد اعلیٰ حضرت ص ۳۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

(۱۲)...... احکام شریعت کے مقدمہ میں بریلوی محدث کچھوچھوی کے درج ذیل الفاظ موجود ہیں کہ:

’’علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبد الحق محدث دہلوی، حضرت مولانا بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطاء کرے اس کو ناممکن فرما دیا‘‘۔ (احکام شریعت ص ۲۷، مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور)

(۱۳)...... بریلوی جانشین حکیم الامت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجراتی نے بھی محدث کچھوچھوی کے مذکورہ بالا الفاظ نقل کیے ہیں، (تنقیدات علی مطبوعات ص ۱۴۴، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

(۱۳)...... مولوی عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ’’کوئی انصاف پسند اور صاحب نظر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا واقعی فقہ میں علامہ شامی سے بھی آگے نکل گئے ہیں‘‘۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۶۴، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

(۱۴)......مولوی غلام رسول سعیدی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''طبقاتِ فقہاء کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا موازنہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قواعد شرعیہ وضع کرنے کی وجہ سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔''

(مقالاتِ سعیدی ص ۵۷۰، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

ایک جگہ یوں احمد رضا کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دماغ میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ ذہانت ہے، آنکھوں میں خصاف کی ضیاء ہے، عقل ابوبکر رازی کی ہے اور حافظہ قاضی خان کا معلوم ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۵۵۰)

(۱۵) ڈاکٹر احسن رضا اعظمی بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''امام احمد رضا کی قوت حافظہ قرونِ اولیٰ کی یاد دلاتی ہے۔'' (فقیہ اسلام ص ۲۰)

آگے لکھتے ہیں کہ: ''کیوں نہیں وہ تو محدثین کے امام ہیں''۔ (ایضاً ص ۲۰)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: ''گویا اعلیٰ حضرت بہ یک وقت ابن ہمام بھی تھے اور ابن عابدین بھی'' (ایضاً ص ۴۵۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: ''علم حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر کے پرتَو ہیں، علوم عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں تو امام ابوحنیفہ کے قواعد واصول برتنے میں آپ پر بزدوی سرخسی کا شبہ ہوتا ہے اور صرف انہیں علوم تک نہیں، بلکہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی شان یکساں معلوم ہوتی ہے۔'' (ایضاً ص ۴۵۵)

(۱۶)......احکام شریعت میں مسئلہ نمبر (۱۰۰) میں مولوی احمد رضا خان کے القاب یوں لکھوائے گئے ہیں کہ: ''قبلہ کونین وکعبہ دارین''

(احکام شریعت ص ۲۰۳ حصہ دوّم)

(۱۷) مولوی حسن علی رضوی میلسی بریلوی نے مولوی احمد رضا خان پر کتاب مرتب کی جس کا نام یہ رکھا کہ: ''مناقب مجدّد اعظم'' (مطبوعہ انجمن انوار القادریہ کراچی)

(۱۸)......فدائے رضویت ایوب علی رضوی بریلوی صاحب مولوی احمد رضا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت مع نغمۃ الروح ص ۴۸، مطبوعہ بہار پور بریلی ہندستان)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

تو حدیث وفقہ میں یکتا امام — اور مفسر طبری سا احمد رضا
بلکہ طبری کا بھی وہ مرتبہ نہیں — وہ ہے تیرا مرتبہ احمد رضا
(نغمۃ الروح ص ۴۳)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا — جو پھرا تم سے شہہ احمد رضا

(ایضاً ص ۴۲)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

دیوبندی نیچری ندوی سبھی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا احمد رضا

(ایضاً ص ۴۳)

یعنی مولوی احمد رضا خان کا کلمہ پڑھانے کے درپے ہیں!!!!

ایک جگہ یوں کہتے ہیں کہ:

چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں اے میرے مشکل کشا احمد رضا

(ایضاً ص ۴۴)

قبر و حشر ونشر میں تو ساتھ دے ہو مرا مشکل کشا احمد رضا

(ایضاً ص ۴۸)

مانگ لے اب جو کچھ مانگنا ہو محبّ دینے والا ہے اعلیٰ ہمارا رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت ص ۲۷)

دل ملا آنکھیں ملیں ایمان ملا جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

(نغمۃ الروح،ص ۴۲)

مجھ کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا واہ کیا ہے عطا شاہ احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت،ص ۲۴)

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خان کا

(ایضاً ص،۲۵)

(۱۹)...... بریلوی مولوی محمد نورالدین صاحب نظامی جیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور، یوپی لکھتے ہیں کہ:''مجدّد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی حضرت مولانا الحاج شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ''،(سوانح امام احمد رضا ص ۳۰،مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور)

(۲۰)...... بریلوی حکیم ابوالبرکات مولوی نعیم الدین صدیقی قادری رضوی نوری گورکھپوری نائب شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی لکھتے ہیں کہ:

آپ کے اوصاف تک کس کی رسائی ہو بھلا   ہو نبی کے معجزہ بس ختم ہے اس پہ سخن

(ایضاً ص ۳۷)

(۲۱)......اب ذرا مولوی احمد رضا خان صاحب کے الفاظ اپنی ذات کے بارے میں بھی پڑھ لیں کہ: ''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''، (وصایا شریف ص ۲۰، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

یعنی ہر فرض سے اہم فرض مولوی احمد رضا خان کی بات کو ماننا ہے۔

(۲۲)......تبھی تو یہ الفاظ سے بریلوی علماء کی زبان سے نکلے کہ: ''رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں، یہ درست ہے''۔ (الصوارم الهندیہ مع التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۱۳۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

یہی بات انوار شریعت جلد اوّل ص ۱۴۰ اور فتاویٰ صدر الفاضل ص ۸۲ اور ص ۱۳۴ پر لکھی ہے۔

قارئین کرام! یہ تھا مولوی نواب احمد رضا بریلوی بانی بریلویت کا مقام خود ان بریلویوں کی نظر میں، مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں جو مبالغہ آمیزیاں بریلوی حضرات نے کی ہیں اس کو آپ بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، یہ حوالہ جات مستند و معتبر بریلوی کتب سے بیان کیے گئے ہیں اور سب مولوی بریلوی حضرات میں معتبر و مستند مانے جاتے ہیں، یہ تو تھی کسی اندھے معتقد کے قلم سے اپنے اعلیٰ حضرت کے مناقب و فضائل میں چند مبالغہ آرائیاں اب نواب صاحب کی حقیقی سوانح انہی کی سیرت کی کتب سے ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ عوام کو نواب صاحب کے بارے میں کس قدر دھوکے میں رکھا جا رہا ہے۔

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(باب چہاردہم)

اس باب میں رضاخانیوں کی طرف سے اکابر دیوبند پر کئے جانے والے مختلف متفرق اعتراضات کے جوابات دئے گئے ہیں جو اکثر سوشل میڈیا یا دیگر کتب میں ہماری نظر سے گزرے

مؤلّف
مناظر اہل السنّت
حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ
(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

باھتمام
جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

(اعتراض ۳۰۲): حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد پر نامرد، اور حضرت تھانوی پر حرامی ہونے کا الزام معاذ اللہ

سوشل میڈیا پر بریلوی حضرات آج کل بڑے ہی زور شور سے یہ اعتراض کرتے پھرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نامرد تھے لہٰذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حرامی ثابت ہوئے، معاذ اللہ رب العلمین۔

جواب: بندہ کے پاس جب علم نہیں ہوتا اور عقل وشعور تدبر سے خالی ہوتا ہے اور مزید یہ کہ اس کے دل میں بغض بھرا ہو تو پھر اسطرح کے بھونڈے اعتراض کرنیکی حماقت کرتا ہے۔میں بڑی ہی جرات سے کہتا ہوں کہ بریلویوں کے پاس ایک ادنی سی بھی دلیل نہیں جو اتنے بڑے الزام کو ثابت کرسکے، ایسے شخص کے لیے بس یہی کہا جاسکتا،

أهلكه الله ومن معه. آمین،

جواب دینے سے پہلے ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اختصار سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ آپ اس واقعہ کو پڑھ کر ان بریلوی مولویوں کی حقیقت سمجھ سکیں۔واقعہ یہ ہیکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو مرض خارش ہوگئی اور مرض اس قدر شدید تھا کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ ایک حکیم نے کہا یہ مرض ٹھیک ہوسکتا ہے مگر وہ دوا قاطع النسل ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بیماری کی شدت کی وجہ اس دوا کا استعمال کرلیا، پھر یہ بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدہ کو یہ خبر پہونچی اس کے بعد پھر حضرت کی نانی کو یہ خبر پہونچی کہ حکیم نے ایسی دوا دی تھی۔تو وہ ایک حافظ مجذوب (بزرگ) صاحب کے پاس لے گئیں تو اس بزرگ نے کہا کہ جاؤ اسکی دو اولاد ہوگی ایک نام اشرف علی خان ہوگا اور دوسرے کا نام اکبر علی خان ہوگا پھر فرمایا اور اسمیں سے ایک میرا ہوگا وہ مولوی اور حافظ ہوگا دوسرا دنیادار ہوگا"۔(ماخوذ اشرف السوانح، ج۱،۴۶)

اب اس واقعہ پر بریلوی اعتراض:

1 حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے قاطع النسل دوا کھالی اس سے وہ نامرد ثابت ہوئے۔(معاذ اللہ)

2 اس بزرگ نے یہ کہا کہ دو اولاد ہوگی اور اسمیں ایک میرا ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت تھانو رحمۃ اللہ علیہ ی اپنے باپ کے نہیں بلکہ اس بزرگ کی اولاد تھے یعنی حرامی۔(استغفر اللہ)

تو آئیے اب اسکے جواب کی طرف ہم چلتے ہیں۔

اعتراض نمبر ا ایک کا جواب

سب سے پہلی بات یہ ہیکہ عموماً ڈاکٹر جب کوئی دوا تجویز کرتا ہے تو اگر اسکے ری ایکشن ہونے کا اندیشہ ہو تو ڈاکٹر پہلے آگاہ کر دیتا ہے، لیکن یہ کوئی قطعی اور جزمی نہیں کہ ایسا ہو ہی جائے اس لیے کہ عام مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر کبھی دوا صحیح بھی دیتا اسکے باوجود ری ایکشن ہوجاتا ہے، تو ٹھیک اسی طرح کسی دوا میں کبھی ری ایکشن کا اندیشہ ہونے کے باوجود نہیں ہوتا، چنانچہ الیاس عطاری لکھتا ہے:

"یہ اصول یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فن طب سارا کا سارا ظنی ہے یقینی نہیں"۔(سموسے کے نقصانات، ص ٦)

تو محض ظن و اندیشہ ہونے سے کسی کو نامرد کہنا یہ ان رضاخانی جاہلوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔جبکہ اس واقعہ میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ واقعی اس دوائی وجہ سے حضرت کے والد نامرد ہو گئے تھے (معاذ اللہ)، بلکہ یہ رضاخانیوں کا سفید جھوٹ ہے جو اپنے گرو گھنٹال مولوی مجدد بدعات احمد رضا کی سنت زندہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے من مانا مطلب گڑھ کر اہل سنت دیوبند کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

امام اہل بدعت اعلیٰ حضرت کی گواہی

ڈاکٹر کی بات بسا اوقات درست نہیں ہوتی خود کہتے ہیں کہ:

''مجھے ڈاکٹر نے بتایا کہ کثرت کتب بینی سے آنکھ میں خشکی آ گئی ہے اس لیئے پندرہ روز تک کتابیں نہ دیکھو مگر مجھے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی پھر ڈاکٹر نے کہا خدا نا کرے بیس برس کے بعد آنکھ میں پانی اتر آئے گا یعنی آنکھ خراب ہو جائیگی، مگر میں نے التفات نہ کیا بلکہ ایک موتیے کی بیماری والے شخص کو دیکھ کر دعا پڑھ لی، اور اپنے محبوب پاک کی ارشاد پر مطمئن ہو گیا۔۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:''بیس برس درکنار تیس برس سے زائد ہو گئے گزر چکے ہیں مگر وہ حلقہ ذرہ برابر بھی نہیں بھرا یعنی آنکھ خراب نہ ہوئی''۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، حصہ اول، ص ۷۱)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

بریلویو! تمہارے اعلیٰ حضرت کیلئے ڈاکٹر کی بات غلط ہوسکتی تیرے اعلیٰ حضرت کی آنکھ ڈاکٹر کے کہنے کے باوجود خراب نہ ہوئی۔اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کیلئے حکیم کی بات گویا وحی الٰہی ہوگئی معاذ اللہ؟ ظالم جب یہاں مانتا ہے کہ ڈاکٹر کی بات غلط ہوسکتی ہے تو وہاں کیوں نہیں؟

اس اعتراض کی حقیقت حدیث شریف کی روشنی میں

قال رجل: أأعتزل یا رسول الله؟ فقال رسول الله إن الله یخلق ما یشاء تعتزل أم لا "ثم جاء الرجل بعد مدة وقال: کنت اعتزلت وحبلت إمراتی. فقال قد کنت قلت إن الله یخلق ما یشاء، ترمذی شریف، باب ما جاء فی العزل،

ترجمہ: ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اے اللہ کے رسول کیا میں اپنی بیوی سے عزل کروں (عزل کہتے ہیں اپنی بیوی سے ہمبستری کرتے وقت منی رحم کے بجائے باہر نکال دینا، تاکہ بچہ پیدا نہ ہو) تو آپ نے فرمایا کہ تم عزل کرو یا نہ کرو، مگر اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے، پھر وہ شخص ایک مدت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کرنے لگا (اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی بیوی سے عزل کیا کرتا تھا (تاکہ بچہ پیدا نہ ہو) اسکے باوجود میری بیوی حاملہ ہوگئی تو آپ نے فرمایا میں نے تجھے کہا تھا نا کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ پیدا کر دیتا ہے۔

اس حدیث پاک کو بغور ملاحظہ کریں تو صاف طور سے یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ اس شخص کا عزل کرنا یعنی (اپنی مادہ منویہ کو رحم کے بجائے باہر نکال دینا) اور اس کے باوجود بچہ پیدا ہو جانا، اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ تمہارا یہ بچہ ناجائز ہے معاذ اللہ حالانکہ

سبب نہیں پایا گیا، تو اگر بالفرض والمحال اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے تسلیم بھی کرلی جائے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد اس دوا کی وجہ سے معاذ اللہ نامرد ہو گئے تھے تو اب اگر اللہ کے فضل اور بزرگوں کی دعا سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہو گئے تو رضاخانیوں تمہیں یہ کس نے حق دیا کہ تم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگاؤ؟۔حقیقت یہ ھیکہ

بغض دیوبند میں ہر ایک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلی نظر آتا ہے۔

بریلوی مولوی کی گواہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بزرگ کی دعا سے پیدا ہوئے

مفتی حنیف قریشی غیر مقلدین سے ہونے والے ایک مناظرے کے روئیداد میں بزرگوں کی تکوینی قدرت اور بزرگوں کی شان کا تذکرہ کرتے ہیں اور استدلال کے طور پر کسی اور واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس واقعہ سے سوشل میڈیا کے نابالغ رضاخانی مولوی، اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حرامی ثابت کرنے کی مذموم کوششیں کرتے ہیں دیکھیں کیا لکھتے ہیں:

’’دیگر کتابوں میں کئی جگہ پر مذکور رہے کہ کارخانہ تکوین مجذوب (بزرگ) کے سپرد ہوتا ہے، اور مجذوب (بزرگ) ولی کی شان کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ مولوی اشرف علی تھانوی رقمطراز ھیں کہ یہ جو میری طبیعت بکھیڑوں سے گھبراتی ھے اسکی بڑی وجہ یہ بھی ھیکہ میں ایک مجذوب (بزرگ) کی دعا سے پیدا ھوا ھوں‘‘۔

(روئیداد مناظرہ، گستاخ کون، ص ۱۴۱)

مولوی ضیا اللہ قادری کوٹلی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ایک ولی اللہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔

(سیرت غوث پاک، ص ۱۷۹)

غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

’’اس سے پتہ چلا کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت پیدا ہی بزرگوں کی دعا سے ہوئے ہیں‘‘۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدہ جائزہ، حصہ اول، ص ۳۳۶)

تو یہ تسلیم بھی کرلیں کہ حکیم کی بات ٹھیک ہو گئی تھی تو یہ تکلیف عارضی ہوگی اور بعد میں اللہ کے ولی کی دعا کی برکت سے اس مسئلہ کو حل کر دیا گیا۔اب تمہارے مولوی تو ولی کی دعا کی برکت سے پیدائش مان رہے ہیں اور تم اپنی خبیث ذہنیت سے ایک خبیث الزام لگا رہے ہو۔

شرم۔شرم۔شرم۔

اعتراض نمبر ۲ کا جواب

دوسرا اعتراض یہ کیا کہ اس بزرگ نے یہ کہا کہ اسمیں ایک میرا ہوگا، تو اس سے پتہ چلا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ کے نہیں۔ کاش بریلوی حضرات نے تعصب، بغض وعناد کی عینک اتار کر کچھ اور آگے پڑھ لیا ہوتا تو شاید یہ اعتراض انکے خواب وخیال سے بھی نہ گزرتا خود اس کے آگے وہ بزرگ صاحب اپنے اس قول: ’’کہ ایک میرا ہوگا اسکی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں یعنی وہ حافظ اور مولوی ہوگا (جس طرح میں ہوں)‘‘۔کیونکہ بزرگ صاحب بھی حافظ تھے مطلب یہ تھا کہنے کا وہ میری طرح دین دار ہوگا،مگر افسوس کہ رضاخانیوں کو اتنی واضح

انداز میں لکھی ہوئی یہ بات دکھائی نہ دے سکی۔ یہ تو تھا اس اعتراض کا جواب۔اب ذرا انکے گھر کی بھی خبر لے لیں۔جاہلو! یہ اضافت تشریفی ہے نہ کہ نسبی۔

نواب احمد رضا خان بریلوی خود اپنی کتابوں کی روشنی میں ہیجڑا (نامرد) نکلا اور اسکی اولاد حرامی

اعلی حضرت اپنی کتاب میں کیا لکھتے ہیں ملاحظہ کریں:

''وہ مرد نہیں (بلکہ نامرد) جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے''

مزید اس کے آگے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کی مثل نہ دیکھے''۔

(ملفوظات اعلی حضرت، حصہ اول، ص ۸۱)

اب مجدد صاحب کی مردانگی ملاحظہ کریں کہ کہاں تک تھی:

'' ایک بار بیگم صاحبہ نے انکی (اعلی حضرت کی) مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے دستر خوان بچھا کر قورمہ (سالن) کا پیالہ رکھ دیا اور چپاتیاں (روٹیاں) دستر خوان کے ایک گوشہ میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائے کچھ دیر بعد وہ دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن تو آپ نے نوش فرما لیا لیکن چپاتیاں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں پوچھنے پر آپ نے فرمایا چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں''

(انوار رضا، ص ۳۶۶)

انکے ایک مولوی کیا لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ بہت دقت تب ہوئی جب حضرت نے اپنا چشمہ پیشانی پر چڑھا لیا تھا پھر کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذھن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ تو اوپر چڑھا لیا ھے چشمہ کی تلاش شروع کی مگر چشمہ نہ ملا''۔

(حیات اعلی حضرت، ص ۴۶)

اب دیکھئے اوپر ملفوظات میں تو یہ لکھ مارا کہ وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی اور مثل ناخن کے نہ دیکھ لے مگر جناب اعلی حضرت بریلوی کو سامنے رکھی روٹی نظر نہیں آئی، سر پر رکھا ہوا چشمہ نظر نہیں آیا لہذا اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی خود اپنی کتاب کی روشنی میں (نامرد) ثابت ہوا ا، تو اب اعلی حضرت بریلوی کے بچے کیا ہوئے اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

(اعتراض ۳۰۳): بہشتی زیور کے ایک وظیفہ پر غیر مقلدین و رضاخانیوں کے اعتراض کا منہ توڑ جواب

بہشتی زیور میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا یہ آیت ایک پرچہ پر لکھ کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر عورت کے بائیں ران میں باندھے یا شیرینی پر پڑھ کر اس کو کھلاوے انشاء اللہ تعالی بچہ آسانی سے پیدا ہوگا آیت اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ

حُقَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَ تَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۔(بہشتی زیور،ص ۶۴۲ حصہ نہم)

جواب: اس سلسلے میں ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ عورت کی زندگی میں وضع حمل سب سے دشوارترین وتکلیف دہ عمل ہوتا ہے بعض اوقات تو اس کی شدت وتکلیف سے عورت کی جان بھی چلی جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں ہے۔خود راقم جس مسجد میں خدمات سرانجام دے رہا ہے اس علاقے میں پچھلے سال ایک عورت بچے کی ولادت کے دوران شہید ہوئی اور اگلے دن نومولود بھی وفات پا گیا۔اسی طرح راقم کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا کہ میری گھر والی کو سات (۷) ماہ کا حمل تھا ایک دم سے طبعیت خراب ہوئی ہسپتال لے کر گئے تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کر کے بچے کو زندہ نکالا جاسکتا ہے مگر ماں کے مرجانے کا قوی امکان ہے اس لئے اگر ماں کو بچانا ہے تو بچہ ضائع کرنا ہوگا جس پر میں نے کہا اللہ اولاد اور دے دیگا اور بچہ ضائع کرنا پڑا۔غرض یہ دو واقعات تو خود اس راقم کے مشاہدے میں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اس وقت موت وحیات کی کیفیت میں ہوتی ہے لہذا یہ حالت ”حالت اضطراری“ پر محمول کی جائے گی اور حالت اضطراری میں بہت ممنوع بلکہ حرام قطعی بھی مخصوص وقت کیلئے جائز ہو جاتی ہیں،ایسی حالت میں تو خنزیر کھانے اور شراب پینے تک کی بھی گنجائش ہے چنانچہ یہ وظیفہ بھی اسی حالت پر محمول ہے۔

پھر اس میں گستاخی تب ہوتی جب اس کی ناپاکی میں تلوث ہونے کا خوف ہوتا جبکہ اسے کپڑے میں لپیٹ کر باندھنے کی تاکید کی جارہی ہے بہرحال چونکہ یہ حالت ایک اضطراری حالت ہے اس لئے اگر ماہر باشرع عالم دین اس کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتقوی میں بھلا کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؟۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِذَا عُسِرَ عَلَى الْمَرْأَةِ وِلَادَتُهَا خُذْ اِنَاءً نَظِيفاً فَاكْتُبْ عَلَيْهِ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ (الاحقاف ۳۵) اِلَى آخِرِ الآيَةِ وَ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا (النازعات ۴۶) اِلَى آخِرِ الآيَةِ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (يوسف ۱۱۱) اِلَى آخِرِ الآيَةِ ثُمَّ يُغْسَلُ وَ تُسْقَى الْمَرْأَةُ مِنْهُ وَ يُنْضَحُ عَلَى بَطْنِهَا وَ فِي وَجْهِهَا

(کنزالعمال،ج ۱۰،ص ۲۷،رقم الحدیث ۲۸۳۷۷،کتاب الطب الباب الثانی تعسیر الولادۃ،ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور)

جب کسی عورت پر بچہ جننے میں سختی ہو تو ایک صاحب برتن لیکر اس پر کانهم یوم یرون ما یوعدون آخر آیت تک (سورۃ الاحقاف آیت ۳۵) اور کانهم یو یرونها آخر تک (سورۃ النازعات ۴۶) اور لقد کان فی قصصهم آخر آیت تک (سورہ یوسف ۱۱۱) لکھ لے پھر اس میں پانی ڈال کر گھول لے اور وہ پانی عورت کو پلائے اور اس کے پیٹ اور چہرے پر چھڑکے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو قرآن کی آیت کو کپڑے میں لپیٹنے کا قول کیا تھا یہاں تو قرآن کی آیات کو چھڑکنے کا قول وہ بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا جارہا ہے اس پر بھی کسی کو کوئی فتوی لگانے کی جرات ہوگی؟

خود معترضین نے اس وظیفہ کو جائز لکھا غیر مقلدین کا حوالہ

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”برائے دردزہ

''جس عورت کو دردزہ ہوا سکے کیلئے ایک پرچہ کاغذ پر یہ آیت لکھے والقت مافیھا وتخلت واذنت لربھا وحقت اھیا اشراھیا اور اس پرچہ کو پاک کپڑے میں لپیٹے اور اس عورت کی بائیں ران میں باندھے تو وہ جلد جنے گی''۔

(الدآء والدوآء، ص ۱۲۵، مکتبۃ التوحید دہلی)

اب انصاف و دیانت کا تقاضہ یہی ہے کہ نواب صاحب پر بھی فتوی لگایا جائے اگر غیر مقلدین حضرات اس کے جواب میں کہیں کہ ہم نواب صاحب کے مقلد نہیں تو ہم نے بھی آپ کو ان کی تقلید کی دعوت نہیں دی ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد نہیں ہیں مگر انہیں فتووں سے نوازا اسی طرح آئیندہ جب بھی کسی جلسہ کسی کتاب میں اس وظیفہ پر فتوی لگائیں تو ساتھ ہی نواب صاحب کی اس کتاب کا حوالہ دے کر انہیں بھی انہی فتووں سے نوازیں تاکہ پوری دنیا پر آپ کی دیانت و انصاف پسندی واضح ہو جائے۔

رضاخانی حضرات

بریلوی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتے ہیں:

''دردزہ کیلئے

اس آیت کریمہ کو لکھ کر پارچہ میں لپیٹ کر اس کی بائیں ران پر باندھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا بہت جلد اور آسانی سے پیدا ہوگا والقت مافیھا وتخلت واذنت لربھا وحقت اھیا واشراھیا''۔

(فتاوی انوار شریعت، ج ۲، ص ۴۳۹، سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اس فتوے کو بریلوی مفتی غلام سرور قادری استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ رضویہ لاہور کے حاشیہ کے ساتھ ''فتاوی نظامیہ'' کے نام سے اشاعت القرآن پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا مگر اس میں سے اس وظیفہ کو نکال دیا گیا ہے،

شرم......شرم......شرم......

بریلوی کتب میں تحریفات پر راقم کا لاجواب قسط وار مضمون ''بریلوی علماء یہود کے نقش قدم پر'' مجلہ نور سنت کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک نظر ادھر بھی

یہی نواب صدیق حسن خان صاحب احتلام روکنے کا وظیفہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر داہنی ران پر آدم اور بائیں ران پر حواء لکھے گا تو یہی احتلام سے بچا رہے گا''۔

(الداء والدواء، ص ۱۷۹)

استغفر اللہ! کسی غیر مقلد میں دم ہے کہ اس وظیفہ پر بھی کوئی فتوی لگائے؟ جمعیت علماء پاکستان کے صدر صاجزادہ ابوالخیر زبیر حیدرآبادی کے متعلق بریلوی شیخ الحدیث نعیمیہ کراچی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''اعضاء کی پیوندکاری کے جواز کو ثابت کرنے کیلئے صاجزادہ صاحب نے فقہ کے اس جزئیہ سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس شخص کو نکسیر آئے اور خون بند نہ ہوتا ہو تو وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کریم سے کچھ لکھ سکتا ہے اگر پیشاب سے لکھنے میں شفاء ہو تو اس سے بھی لکھ سکتا ہے چنانچہ اپنے استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شریعت اسلامیہ میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور کس قدر اس کو اہمیت حاصل ہے۔۔؟ اس کا اندازہ اس سے لگائے کہ کلام اللہ یعنی قرآن پاک کی عظمت وحرمت عام آدمی کی عظمت وحرمت سے کہیں زیادہ ہے جس کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ جنبی کو اس کا پڑھنا اور بے وضو آدمی کو اس کا ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں لیکن اگر اس کے مقابلے میں انسانی جان بچانے کی بات آجائے تو ترجیح انسانی جان کو ہی دی جائے گی اس سلسلہ میں فقہاء کے بیان کردہ اس کو مسئلہ کو ملاحظہ فرمائے۔۔۔

اور جس کو نکسیر آئے اور خون بند نہ ہوتا ہو تو اگر وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن سے کچھ لکھنا چاہے تو ابو بکر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے ان سے پوچھا گیا کہ اگر پیشاب سے قرآن کا کچھ حصہ لکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اس میں اس کی شفاء ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (جدید طبی مسائل کا شرعی حکم ص ۵۵،۵۴)

(بحوالہ،تبیان القرآن، ج ۹ ص ۱۸۴ ارید بک سٹال لاہور وحقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن ص ۱۰۵، ۱۰۴،فرید بک سٹال لاہور)

استغفراللہ! اب ہے کسی رضاخانی میں یہ جرات کے اپنے اتنے بڑے مولوی کو بھی اتنی سنگین بات لکھنے پر قرآن کی توہین کے الزام میں جہنم واصل کرے؟

دیدہ باید

(اعتراض ۳۰۴): خود دیوبندیوں کا اقرار کہ واقعی ہم نے غلط مسائل لکھ کر اسلام کو تباہ کیا ہے اشرف علی کی غلط تصنیف

اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

"(۱) تالیفات مذکورہ کے بعض مقامات میں مجھ سے اختصار موہم یا زیادت موہمہ یا غفلت سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جو اس وقت ذہن میں حاضر ہیں۔

(تنبیہات وصیت تھانوی مطبوعہ میرٹھ ص ۱۳،اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۱۴)

(۲) بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے۔

(تنبیہات وصیت ص ۱۳،اشرف السوانح ص ۱۱۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۲۶)

جواب: رضاخانی معترض نے یہاں ایک دفعہ پھر اعتراض کرکے اپنی جہالت اور بدترین تعصب کا مظاہرہ کیا ہے۔اول مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"تالیفات مذکورہ کے بعض مقامات میں مجھ سے اختصار موہم یا زیادت موہمہ یا غفلت سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جو اس وقت ذہن میں حاضر نہیں ان کیلئے دو قاعدہ عرض کرتا ہوں۔ایک یہ کہ میری کسی ایسی تصنیف میں جو اس محل لغزش سے متاخر ہو اس کی اصلاح کردی گئی ہو اور متاخر ہونا تاریخ کے ملانے سے جو کہ ہر تصنیف کے آخر میں التزاما لکھی گئی ہے معلوم ہوسکتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم کرلینا

چاہئے کہ میری تالیفات میں جومضمون متعارض ہواس میں اخیر کا قول میرا سمجھا جائے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع مشتبہ کو دوسرے علماء محققین سے تحقیق کرلیا جائے اوران کے قول کو میرے قول پر ترجیح دی جائے۔ اسی طرح اگر میرا لکھا ہوا کوئی مشتبہ فتوی کسی کی نظر سے گزرے اس سے بھی یہی تقریر معروض ہے کیونکہ بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے۔میں نے سائل کا پتہ معلوم ہونے پر اس کو مطلع بھی کر دیا ہے لیکن پتہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں یا اس سائل کے پاس میرے تصحیح محفوظ نہ رہنے کی تقدیر پر احتمال غلطی میں پڑنے کا ہوسکتا ہے اس لئے احتیاطا یہ عرض کیا گیا۔ باب اول جزی غلطیوں کے مقامات کونقل کرتا ہوں۔۔۔الخ''۔

(اشرف السوانح، ج ۳ص ۱۴۴،۱۴۵)

غور فرمائیں اس میں کہیں دور دور تک بھی یہ بات ہے کہ معاذ اللہ ہم نے غلط مسائل لکھ کر اسلام کو تباہ کیا؟ یہ رضاخانی کا وہ کالا جھوٹ ہے جس کا ثبوت یہ قیامت تک نہیں دے سکتا۔حضرت حکیم الامت تو بشری تقاضوں کے تحت اپنی لغزشوں کا ذکر کر رہے ہیں جس سے کوئی بشر مبرا نہیں۔اوراس میں بھی کمال احتیاط ملاحظہ فرمائیں کہ خود کہہ رہے ہیں کہ وہ لغزشیں یا تو بعد کی کتب میں درست کرلی گئیں اسی طرح جن غلطیوں کے متعلق علم ہوا کہ ان میں غلطیاں تھیں تو لوگوں کو باقاعدہ خطوط لکھ کر آگاہ کیا گیا اور جن کیلئے ایسا ممکن نہ ہوسکا تو اس مرض الوفات کے وقت بھی حضرت تھانوی نے خود اپنی وصیت میں ان لغزشوں کو ذکر کیا مگر وہ بھی معمولی علمی اور زیادہ سے زیادہ املاء کی غلطیاں تھیں۔

ایسی معمولی غلطیوں میں بھی اس قدر احتیاط،حزم اور خدا خوفی رکھنے والی شخصیت کے متعلق یہ بدبخت لکھتا ہے کہ اس نے تو ایسے مسائل لکھے جس سے اسلام تباہ ہوگیا اور خود بھی اس تباہی کا اقرار کیا۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے مقدمے میں عجیب بات فرمائی جس کا مفہوم بنتا ہے کہ:

''یہ کتاب اگرچہ مشتمل ہے ان مسائل پر جس کو متاخرین نے لکھا لیکن وہ معصوم نہ تھے یعنی ان سے غلطی ہونا اور خطاء ہوجانا محال نہیں۔بلاشبہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی دوسری کتاب کو غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا۔اللہ کی کتاب کے علاوہ دیگر کتب میں غلطی اور لغزش واقعی ہوجاتی ہے کیونکہ یہ انسانوں کی تالیفات ہیں اور غلطی اور لغزش کا ہوجانا علامات بشر میں سے ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بہت سی کتب لکھیں لیکن میں نے ان میں درست بات کا استیعاب نہیں کیا۔اور یہ ممکن ہے کہ ان میں ایسی باتیں بھی ہوں گی جو کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہوں۔کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر یہ قرآن کسی اور کا لکھا ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے پس تم ان کتب میں جو بات کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دیکھو تو اسے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیر دو۔امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب الرسالۃ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی (۸۰) دفعہ پڑھا اور وہ ہر دفعہ کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے آخر کار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہائے کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہ ناممکن فرمادیا کہ اس کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب بالکل صحیح ہو''۔

جواب دو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا غلط مسائل لکھ کر اسلام کو تباہ کیا؟

اصل عبارت ملاحظہ ہو:

إِنَّ هَذَا الْكِتَابَ وَإِنْ كَانَ مُشْتَمِلًا عَلَى مَا حَرَّرَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ وَعَلَى التَّحْقِيقَاتِ الْمَذْكُورَةِ لَكِنَّهُ غَيْرُ

مَعْصُومٍ. أَيْ غَيْرُ مَمْنُوعٍ مِنْ وُقُوعِ الْخَطأِ وَالسَّهْوِ فِيهِ. فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ، أَوْلَمْ يُقَدِّرِ الْعِصْمَةَ لِكِتَابٍ غَيْرِ كِتَابِهِ الْعَزِيزِ الَّذِي قَالَ فِيهِ - {لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلا مِنْ خَلْفِهِ} [فصلت: 42]- فَغَيْرُهُ مِنَ الْكُتُبِ قَدْ يَقَعُ فِيهِ الْخَطأُ وَالزَّلَلُ، لِأَنَّهَا مِنْ تَآلِيفِ الْبَشَرِ وَالْخَطأُ وَالزَّلَلُ مِنْ شِعَارِهِمْ. [تَنْبِيهٌ] قَالَ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ الْعَزِيزِ النَّجَّارِيُّ فِي شَرْحِهِ عَلَى أُصُولِ الْإِمَامِ الْبَزْدَوِيِّ مَا نَصُّهُ: رَوَى الْبُوَيْطِيُّ عَنْ الشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّهُ قَالَ لَهُ: إنِّي صَنَّفْت هَذِهِ الْكُتُبَ فَلَمْ آلُ فِيهَا الصَّوَابَ. وَلَا بُدَّ أَنْ يُوجَدَ فِيهَا مَا يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةَ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - {وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلافًا كَثِيرًا} [النساء: 82]- فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهَا مِمَّا يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةَ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنِّي رَاجِعٌ عَنْهُ إلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةِ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ الْمُزَنِيّ: قَرَأْت كِتَابَ الرِّسَالَةِ عَلَى الشَّافِعِيِّ ثَمَانِينَ مَرَّةً فَمَا مِنْ مَرَّةٍ إلَّا وَكَانَ يَقِفُ عَلَى خَطَأٍ. فَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هِيهِ، أَبَى اللَّهُ أَنْ يَكُونَ كِتَابًا صَحِيحًا غَيْرَ كِتَابِهِ. (فتاوی شامی ج ا،ص ۸۱،۸۲)

مولوی محمد افروز چڑیا کوٹی بریلوی لکھتا ہے:

''تفردات امام بخاری، مغالطۃ العوام، اور روایت زیر بحث کی حقیقت کو اجاگر کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے اس تسامح کے ساتھ بعض دیگر تسامحات کی بھی نشاندہی کرتے چلیں ورنہ عام ذہن یہ بنا ہوا ہے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہی ہے اور اس کتاب میں خطاء و وہم کا کوئی گزر نہیں''۔

(مصطفی جان رحمت پر خودکشی کا الزام، ص ۵۵)

جواب دو کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غلط روایات کو اپنی صحیح میں نقل کر کے اسلام کو تباہ کیا؟

اور لیجئے خان صاحب بریلوی کا حوالہ بھی پڑھئے:

''ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے، نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

(حرمت سجدہ تعظیمی، ص ۹۰)

اب جواب دو کہ انبیاء کے علاوہ جن سے قول ضعیف خلاف دلیل یا جمہور واقعہ ہوا کیا انہوں نے بھی اسلام کو تباہ کیا؟

خان صاحب بریلوی کے غلط مسائل موصوف کے اپنے گھر سے

یہاں ہم صرف چند حوالہ جات نقل کر رہے ہیں تفصیل کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' ملاحظہ ہو۔

''لیکن علامہ غلام رسول سعیدی حال شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے نزدیک لیغفرلک اللہ (الآیۃ) کا ترجمہ اعلیٰ حضرت غیر صحیح ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی

ایرادات اور خدشات ہیں،

شرح صحیح مسلم،ص ۵ ۳۳،ج ۷ مطبوعہ لاہور)(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹،ص ۱۵۵)

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سعیدی صاحب کی مخالفت مجدد ملت کی وجہ سے ۔۔۔سعیدی صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اہل سنت کو نیچا دکھانے اور وہابیت کے پنجے مضبوط کرنے میں نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں یقیناوہ کام کر دکھایا ہے جو بڑی ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کے باوجود کم وبیش ایک سوسال کی طویل مدت میں بھی وہ سرانجام نہ دے سکے‘‘۔

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹،ص ۱۵۷)

مفتی اقتدار خان نعیمی صاحب اعلیٰ حضرت کی فقہی بصارت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۳۶۸ پر ہے ظاہر ہے کہ چمگادڑ پرندہ شکاری نہیں،اول حالانکہ مشاہدہ ہے کہ چمگادڑ شکاری پرندہ ہے۔میں نے خود اس کو چھوٹی نسل کے مینڈکوں کو منہ سے شکار کرتے دیکھا ہے۔اس طرح چھوٹی چھوٹی مچھلی اور دیگر حشرات کا شکار کرتی ہے اور اڑتے ہوئے باز اور عقاب کا شکار کرتی ہے یعنی اڑ کر آتی ہے اور شکار جھپٹ کر لیجاتی ہے۔اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے یہاں چڑیا گھر کا مشاہدہ کیا اور ویڈیو کیسٹ بھی دیکھی بلکہ حاصل کر کے رکھ لی۔اس کے علاوہ علامہ امام جاحظ کتاب الحیوان جلد اول ص ۶۰۰ طبع بیروت میں لکھتے ہیں لا یصطاد الا فی طیران اللیل ترجمہ خفاش یعنی چمگادڑ صرف رات ہی میں اڑتے ہوئے شکار کرتی ہے اور شکاری ہونا ہی اس کے حرام ہونے کا باعث ہے کیونکہ ذوناب ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں جن فقہا نے اس کو حرام کہا صرف ذوناب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ذوناب کے شکاری ہونے کی وجہ سے اور ذوناب شکاری کے حرام ہونے میں اتفاق ہے لہذا چمگادڑ متفقاً حرام ہوئی‘‘۔

(نقش نعل پاک،ص ۳۷)

نواب احمد رضا خان صاحب کی ایک اور جہالت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فتاوی رضویہ ہشتم ص ۲۷ پر مرتب عبد المنان صاحب لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ گائے کا گوشت حضور ﷺ نے کھایا ہے یا نہیں اعلیٰ حضرت نے اس سے لاعلمی ظاہر کی ہے لیکن آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام۔۔نے مسلم شریف کے حوالے سے حاشیہ میں اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے کیا عجیب بات ہے کہ گویا کہ اعلیٰ حضرت کو مسلم شریف نہیں آتی تھی؟‘‘۔

(نقش نعل پاک،ص ۳۸)

اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ خان صاحب نے جب حدیث کی کتاب کسی سے پڑھی ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ آئے گی کہاں سے؟

نواب احمد رضا خان کی فقہی بے بصیرتی تو اپنی جگہ مسلم یہ علم سے کورا آدمی تو اردو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا چنانچہ مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

’’فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۲۰۸ پر ایک شعر کے متعلق سوال ہے کہ یہ شعر کسی نعت کا مطلع بنایا جاسکتا ہے شعر ؎

نعت خیر البشر نہ ہو جائے دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ مطلع سخت باطل و ناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے۔اول نہ معلوم یہاں اس بالکل

درست شعر کو باطل و ناجائز کیوں کہا گیا حالانکہ اردو محاورے اور طرز گفتگو کے اعتبار سے صحیح ہے۔اس شعر میں نعت کہنے کی اجازت طلب کی گئی ہے۔یہ نفی نہیں بلکہ سوال اجازت ہے جس طرح عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ حکم دو تو میں یہ کام نہ کر دوں شاعر یہاں بھی کہہ رہا ہے کہ حضرات سامعین کیا اس محفل میں بجائے دنیوی باتوں کے ایک نعت شریف نہ سنادی جائے۔اور قلب مومن دل حقیقت کا آئینہ حق نمانہ بنادیا جائے‘‘۔(نقل نعل پاک،ص ۳۹)

بریلوی امام المناطقہ عطامحمد بندیالوی احمد رضاخان کی فقہی بصیرتوں پر یوں قلم پھیرتا ہے:

’’مسئلہ اول:اعلی حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ انگریز کے دور حکومت میں ہندوستان دارالاسلام تھا اور دلائل ایسے ذکر کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ انگلینڈ اور جاپان اور اس قسم کے کئی ممالک بھی موجودہ دور میں دارالاسلام بن جائیں گے۔۔۔

مسئلہ دوم:۔اعلی حضرت کے نزدیک نوٹوں میں سود جائز ہے دس روپے کا نوٹ دو دس روپے کے نوٹوں کے بدلے بیچنا جائز ہے اور اس کی بنا اس امر پر ہے کہ نوٹ سونا چاندی نہیں بلکہ عروض ہیں نوٹ کے اوپر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ اس کے خلاف ہے دس روپے کا نوٹ سونے اور چاندی کی رسید ہے نوٹ کو بیچنا دراصل اس سونا اور چاندی کو بیچنا ہے اور سونے اور چاندی میں تفاضل منع ہے نوٹ پر یہ عبارت درج ہے (حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا) مثلا دس روپے ادا کردئے جائیں گے۔اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دس روپے کا نوٹ یہ دس روپے نہیں ہے بلکہ دس روپے کی رسید ہے اور دس روپے چاندی ہے۔۔۔

مسئلہ سوم:جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا کتب مذہب میں منع لکھا ہے لیکن اعلی حضرت اس کو جائز مانتے ہیں‘‘۔

(مقالات بندیالوی،ج۱ص۲۰۱)

(اعتراض ۳۰۵):تقویۃ الایمان کی رو سے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا نام درست نہیں

آپ نے دیوبندیوں کی زبان وقلم سے بے شمار سنیوں کو مشرک بناتے ہوئے دیکھا ہوگا مگر آج ان کے اپنے ہی باپ کو مشرک بنتے ہوئے دیکھیں گے تقویۃ الایمان میں ہے کہ غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنا شرک ہے اور ان کے مولوی کا نام غلام غوث ہزاروی ہے لہٰذا چاہئے کہ ان پر لعنت کریں۔(محصلہ)

جواب:قارئین کرام آپ نے رضاخانیوں کی ناپاک زبان اور بدبودار قلم سے بے شمار مسلمانوں کو کافر اور گستاخ بناتے ہوئے دیکھا ہوگا مگر آپ آج دیکھیں کہ خود ان کے بڑے کس طرح گستاخ اور کافر بنتے ہیں۔بریلوی معترض نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی تقویۃ الایمان کی عبارت نقل کرنے میں اسی دجل وفریب سے کام لیا جو ان لوگوں کو احمد رضاخان صاحب سے وراثت میں ملا ہے۔

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی مطلق غلام محی الدین یا غلام مصطفی وغیرہ نام رکھنے کو’’شرک‘‘ نہیں کہا بلکہ ان کی عبارت بہت سے قیودات کے ساتھ مقید ہے (کم سے کم دس) ہم آپ کے سامنے حضرت شاہ صاحب کی پوری عبارت سیاق وسباق کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

’’سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کیلئے ان کی نذرونیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو

ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اوران کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہنتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہنتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور رکھتا ہے کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں ست کر گزرتے ہیں‘‘۔

(تقویۃ الایمان:ص ۱۰ ادارالاشاعت ۱۹۷۰)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ:

(۱) جاہل لوگ اولیاء اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سب کچھ سنتے ہیں مشکلیں آسان کرتے ہیں اس لئے مشکلوں میں ان کو پکارتے ہیں۔

(۲) اسی عقیدے کی بنیاد پر ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔

(۳) ان کی منتیں مانتے ہیں

(۴) اسی عقیدے کی وجہ سے ان کے نام کی چوٹی رکھی جاتی ہے۔

(۵) کسی کے نام کی بدھی باندھتے ہیں۔

(۶) ان سے تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔

(۷) کسی کے نام پر کوئی کپڑا مخصوص کر کے اس کو پہنا جاتا ہے۔

(۸) ان کے نام پر قسمیں کھائی جاتی ہیں۔

(۹) ان کے نام پر پیروں میں بیڑیاں ڈال لیتے ہیں۔۔

(۱۰) اور پھر انہی عقائد کے ساتھ انہی عقائد کی وجہ سے ایک کام یہ بھی کرتے ہیں کہ آفات اور بلاؤں کو ٹالنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تا کہ یہ پیر خوش ہو کر ان سے آفات و بلاؤں کو ٹال لے۔۔

اب میں رضاخانیوں سے پوچھتا ہوں کہ بتاو کیا ان سب عقیدوں پر یقین رکھتے ہوئے اپنے کسی لڑے کا نام انہی عقائد کی وجہ سے کسی بزرگ کی طرف منسوب کرنا ’’شرک‘‘ ہے یا نہیں؟

غرض حضرت شاہ صاحب مطلق کسی کی طرف اپنے نام کو منسوب کر دینے کا شرک نہیں کہتے بلکہ ان کے نزدیک یہ تمام قیودات پیش نظر ہے اور قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ

پھر معترض کا اسے ’’شرک اصطلاحی‘‘ کہنا بھی تعصب ضد یا جہالت ہے اس لئے کہ ’’شرک‘‘ کا لفظ ’’کلی مشکک‘‘ ہے ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس سے شرک اصطلاحی ہی مراد ہے۔

یہ تو تھا اعتراض کا مختصر جواب اگر معترض کو جواب الجواب دینے کی ہمت ہوئی تو ان شاء اللہ ہم مزید تفصیل عرض کریں گے اور انہیں مایوس نہیں کریں گے۔

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم کا شجرہ نسب

قارئین مولوی احمد رضا خان اپنی کتاب ''احکام شریعت'' میں لکھتا ہے کہ:

''نظام الدین محی الدین تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمی کا معظم فی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین بدر الدین نور الدین فخر الدین شمس الاسلام محی الاسلام بدر الاسلام وغیرہ ذالک سب کو علمائے کرام نے سخت ناپسندیدہ رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا''۔

(احکام شریعت، ص ۹۸)

اب ذرا پیر مہر علی شاہ صاحب کا شجرہ نسب بھی ملاحظہ فرمالیں:

''سید مہر علیشاہ ابن سید نذر دین شاہ ابن سید غلام شاہ ابن سید روشن دین ابن سید عبد الرحمن نوری ابن سید عنایت اللہ ابن سید غیاث علی ابن سید فتح اللہ ابن سید اسد اللہ ابن سید فخر الدین۔۔۔۔۔''

اور پھر آگے چل کر تاج الدین۔۔اور والدہ کی طرف سے نسب میں سید صدر الدین کا نام آتا ہے۔۔

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان نے اسکو سخت ناپسند مکروہ کہا اور مطلق مکروہ حرام پر بولا جاتا ہے تو کیا پیر صاحب کے آباؤ اجداد نے ایک حرام کام کو حلال سمجھ کر کیا اور کیا حرام کو حلال سمجھنے والے مسلمان ہوسکتے ہیں؟ اگر ہاں تو کیسے؟ اگر نہیں تو پیر صاحب کے نسب کے بارے میں کیا فتوی ہے؟ کیا بریلوی معترض ان پر بھی لعنت کرنے کی جرات کرے گا۔؟

احمد رضا خان کا فتوی اور بریلوی ملاں کے ماں باپ کا ایمان

اسی احکام شریعت میں احمد رضا خان لکھتا ہے کہ:

''لوگوں سے دیکھئے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون رافضی خبیث خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں تو قطعا معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہلواتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا نام رسول اللہ خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔ پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہوگیا یہاں تک کہ بعض خدانا ترسوں کا نام نبی اللہ سنا ہے۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔کیا رسالت وختم نبوت کا ادعاء حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں''۔(احکام شریعت، ص ۹۴،۹۵)

اس عبارت سے معلوم ہو''نبی احمد'' نام رکھنا حرام ہے اس کا تبدیلی کرنا ضروری ہے یہ نام رکھنا گویا نبوت کا دعوی کرنا ہے۔اب اٹھاؤ عبد الحکیم شرف قادری کی کتاب ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' کھولو اس کا ص ۵۲ جس پر اس نے اپنی جماعت کے ایک بزرگ کا تعارف دیا ہے جس کا نام:

''خواجہ نبی احمد''

بریلوی جاہل معترضین بتائیں کہ کیا نبی احمد کے والدین نے اپنے بیٹے کیلئے نبوت کے دعوے کو پسند کیا۔؟ کیا انھوں نے حضور ﷺ کی نام کی توہین نہ کی؟ اگر نہیں تو کیسے؟ اگر ہاں تو کیا نبی احمد صاحب کے والدین مسلمان رہے؟ اور بدون تجدید ایمان ونکاح ان کی ہمبستری زنا خالص اور اولاد ولد الحرام ہوئی یا نہ ہوئی؟

یا تو جواب ہاں میں دو یا اپنے مولویوں اور ان کے والدین کو حلالی اور مسلمان ثابت کرنے کیلئے احمد رضا خان کی کتاب پر لعنت بھیجو

عزض دوگونہ عذاب است جان مجنوں را

بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

مولانا دبیر صاحب کا فتوی

''مولوی دبیر نے مولوی غلام خان سے کہا کہ غلام کا معنی لونڈا ہیں گویا تمہارا نام ہوا'' خان کا لونڈا''اس پر مجمع میں آوازیں بلند ہوئیں اور مولوی غلام خان شرمندہ ہوا اس واقعہ کے بعد اس نے اپنا نام غلام اللہ تجویز کیا اور مشہور ہوا''۔

(فوز المقال: ج ۴ ص ۱۴۱ ۵)

اب ذرا لونڈے کا معنی اردو لغت میں بھی دیکھ لیں:

لونڈا: مفعول، بدفعلی کرنے والا لڑکا۔

(فیروز اللغات: ص ۱۱۷۰)

اب ذرا اٹھاو عبد الحکیم شرف قادری کی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت۔کھولو فہرست اور دیکھو''لونڈوں یعنی مفعولوں'' کی ایک فہرست:

(۱) غلام احمد (۲) غلام الدین (۳) غلام جان (۴) غلام حیدر (۵) غلام دستگیر (۶) غلام سرور (۷) غلام قادر

(مزید تفصیل کیلئے فہرست دیکھیں)

ہوسکتا ہے کہ بریلوی کہے کہ اجی''لونڈے'' کا ایک معنی''لڑکا'' بھی آتا ہے اگر چہ اس تاویل کا بطلان خود فوز المقال میں ہے مگر ہم کہتے کہ ٹھیک ہے اگر یہاں بہت سے معنی کے ہوتے ہوئے ایک معنی کو لیا جا سکتا ہے وہ معنی جو آپ کے موافق اور ہمارے مخالف ہے تو ہم بھی شاہ صاحب کی عبارت میں وہی معنی لیں گے جو آپ کے مخالف اور ہمارے موافق ہے۔۔

اور ذرا ان ناموں پر بھی غور کریں۔۔۔

''غلام نبی۔۔۔غلام رسول۔۔۔غلام مصطفی'' (یہ نام بھی کتاب کی فہرست میں موجود ہے)

ان خبیثوں نے جو اصول نقل کیا ہے اس سے کتنی بڑی توہین کا ارتکاب ہو رہا ہے جسے بیان کرنا ہمارے بس میں نہیں۔لعنت ایسے مذہب پر۔ یہاں تو آپ یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ لغت میں دیگر معنی بھی لونڈے کے آتے ہیں اس لئے کہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ کے استعمال میں سوء ادب کا ادنی ترین شائبہ بھی پایا جائے اسے حضور ﷺ کے حق میں اس کا بولنا ہرگز جائز نہیں''۔

(التبیان: ص ۲۷۵)

بریلویوں نے اللہ کیلئے بیٹا تجویز کرلیا

آگے''غلام اللہ'' کے نام کے متعلق کہتے ہیں کہ:

''قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی غلام کا لفظ آیا ہے وہاں اس کا معنی لڑکا اور بیٹا کے ہیں تو غلام اللہ کا مطلب ہوا''اللہ کا بیٹا'' تو اپنے نام کے لحاظ سے وہ خود خدا کا بیٹا بنا جو کہ ایک عظیم شرک ہے لہذا پہلے اسے خود اپنا نام تبدیل کروانا چاہئے تا کہ اس کا شمار مشرکوں کے زمرہ میں نہ ہو

اور بعد میں دوسروں پر شرک کے فتوے لگائے''۔

(فوز المقال: ج ۴،ص ۵۴۸)

اور عبد الحکیم شرف قادری نے اسی کتاب کی فہرست میں اپنے اکابر کا ایک نام ''غلام اللہ شرقپوری'' لکھا جس کا تذکرہ ص ۲۹۶ پر موجود ہے معلوم ہوا کہ یہ بریلوی خدا کیلئے بیٹا ہونے کا دعویدار ہیں اور عیسائیوں کی طرح مشرک ہیں۔معاذ اللہ۔بریلوی معترض ہم سے گلہ کر رہا تھا کہ ہم مشرک کہتے ہیں مگر فوز المقال کے فتوؤں کو ملاحظہ فرمائیں کہ تھوک کے حساب سے شرک کون بانٹ رہا ہے؟

اب اگر بریلوی معترض میں واقعی انصاف کا کوئی مادہ ہے تو اپنے ان اکابر پر بھی اسی طرح ''لعنت'' بھیجے جس طرح دوسروں کے اکابر کے متعلق اس قسم کی خباثت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(اعتراض ۳۰۶): قبر سے دستگیری امداد المشتاق کی ایک عبارت پر اہل بدعت کا اعتراض اور اس کا جواب

آج کل سوشل میڈیا اور واٹس اپ گروپس پر رضاخانی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں جو کچھ یوں ہے:

''حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا''۔

(امداد المشتاق،ص ۱۲۳)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رضاخانیوں نے لکھا:

''جناب اشرفعلی تھانوی صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے کہ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ حق، سچ، ایمان ہے یا کفر، شرک، بدعت ہے اور سوال یہ ہے کہ قبر والے سے یہ کہنا کہ بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اگر ماتحت الاسباب ہے تو کوئی اور بھی مانگ سکتا ہے یا صرف دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے اور اگر مافوق الاسباب ہے تو شرک ہوا یا نہیں؟''

غیر مقلدین جو اسی تاک میں لگے رہتے ہیں کہ بریلویہ کی طرف سے کوئی حوالہ یا اعتراض ہمیں ملے تاکہ ہم دونوں بھائی اہل حق کے خلاف شانہ بشانہ کام کریں وہ بھی اس حوالے پر معترض ہیں لہٰذا ہم دونوں کو سامنے رکھ کر جواب دیں گے۔

جواب: اس اعتراض کو سمجھنے کیلئے پہلے مسئلہ استمداد کو سمجھئے۔

((مسئلہ استمداد من غیر اللہ کی وضاحت))

اہل السنت والجماعت علماء دیوبند (نور اللہ وجوہہم یوم القیامۃ) کے نزدیک دلائل کی روشنی میں نداء اور استعانت میں تفصیل اور تقسیم ہے۔نہ نداء واستعانت تمام کی تمام بالکلیہ جائز ہے اور نہ مطلقاً شرک ہے بلکہ اس میں تقسیم ہے جس کی تفصیل حاضر خدمت ہے۔بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ۔

بحث اول: استعانت من غیر اللہ کے بارے میں کریں گے۔

استمداد من غیر اللہ آٹھ قسم پر ہے:

(۱)...قسمِ اول: اللہ تعالیٰ کے علاوہ (نبی، ولی، پیر، بُت و دیگر غیر اللہ) کو مستقل اور قادر بالذات سمجھنا اور ان سے مدد مانگنا۔

حکم: ایسی مدد مانگنا صریح شرک ہے، ایسا شرک جس کی وضاحت پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور عموماً مدّعیانِ اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے صرف وثنیہ (بت پرست) اس کے قائل ہیں کہ وہ وجود باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوقات کو بھی قادر بالذات سمجھتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ العیاذ باللہ

(۲)...قسم دوم: غیر اللہ (مستعان منہ، جس سے مدد مانگی جاتی ہے) کو تو قادر بالذّات نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن قادر بالعطاء سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ ایسا ہوتا ہے کہ اس بندے (نبی یا ولی و دیگر مخلوق) کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قدرت دی ہے جس کے بعد یہ مستقل اور خود مختار بن گیا ہے کہ اب جو بھی چاہتا ہے اور جب بھی چاہتا ہے اور جس کے حق میں بھی چاہتا ہے وہ کرسکتا ہے۔

حکم: استعانت کی یہ صورت بھی شرک ہے اور منصوص (قرآن کی رُو سے) شرک ہے۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی قصور تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں کہتے تھے بلکہ ان کو متصرف باذن اللہ سمجھتے تھے۔ لیکن ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ ان بتوں کو تو اب ویسے بھی اختیارات حاصل ہوگ※ ہیں، وہ اب جس کے لئے اور جب بھی چاہیں مدد کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین زمانہ جاہلیت میں ایسی تلبیہ پڑھتے تھے۔

"لبیك اللھم لبیك لاشریك لك الاشریکاھو لك تملکه وماملك"

"ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں۔ آپ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے لیکن وہ (شریک) ہے کہ جو آپ کا (شریک) ہے۔ آپ ان کے اور ان کے تمام مملوکات کے مالک ہو"۔

اگر قرآن کی طرف رجوع کی جائے وہاں بھی ہمیں تصریح ملتی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں سمجھتے تھے: (هٰؤُلاءِ شُفَعاؤُنا عِنْدَ اللّٰه. مَا نَعْبُدُهُمْ إِلاَّ لِيُقَرِّبُونا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى)

"وہ کہتے تھے کہ یہ (اصنام) اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ ہم ان کی عبادت صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔

الغرض: ایسا عقیدہ بھی شرکیہ عقیدہ ہے اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل بعض ج※ لاء مدّعیانِ اسلام نے بھی یہ عقیدہ اپنایا ہوا ہے۔ اللھم احفظنا منہ۔ آمین۔

میرے بریلوی طبق※ (واخوات※ م ہاے.

(۳)...قسم سوم: زندہ آدمی سے امورِ عادیہ میں مدد مانگنا، کہ وہ فعل عادۃً انسان کا فعل شمار ہوتا ہے۔ یہ مستعان منہ محض ذریعہ اور آلہ بن جاتا ہے اور حاجت روا اور مشکل کشا فقط اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھا جاتا ہو۔

مثلاً: میں نے زید سے کہا کہ مجھے پانی دیدو، یا مثلاً میری فلاں مدد کرو، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زندہ دوستوں سے امورِ عادیہ مدد مانگی تھی کہ: (مَنْ أَنْصارِي إِلَى اللّٰهِ قالَ الْحَوارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصارُ اللّٰه (سور※ ال عمران آیت ۵۲)

اسی طرح دوسری جگہ میں ذوالقرنین کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنے زندہ ساتھیوں سے امورِ عادیہ میں مدد مانگی تھی کہ:
(فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ)(الکہف:۹۵) میرے ساتھ اپنی قوت میں مدد کرو۔

ایسے بہت زیادہ دلائل اور شواہد موجود ہیں کہ انبیاء کرام علیھم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنھم اور سلف صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ نے مدد مانگی ہے اس سے یہی قسم مراد ہے اور اس کو ماتحت الاسباب استمداد کہتے ہے

حکم: یہ قسم بالاتفاق جائز ہے۔

نوٹ: ہم اہل السنۃ والجماعۃ جس طرح تفریط (کمی) کے قائل نہیں ہیں اسی طرح افراط (زیادتی) کے بھی قائل نہیں ہیں۔ بالفاظ دیگر جس طرح بدعت کے قائل نہیں ہیں اسی طرح الحاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔

(۴)...قسمِ چہارم: زندہ آدمی سے امورِ غیر عادیہ میں امداد طلب کرنا کہ وہ عادۃً اور شرعاً انسان کی قدرت سے باہر ہو اور انسان کا فعل بھی شمار نہیں ہوتا ہو۔

مثلاً: اے مرشد اے پیر مجھے بچہ دیدو وغیرہ۔

حکم: (استعانت من غیر اللہ) کی یہ قسم بھی ناجائز ہے۔ البتہ کرامت اور اعجاز (معجزہ) اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۵)...قسم پنجم: نبی یا ولی کی وفات کے بعد امور غیر عادیہ یا ان امورِ عادیہ کہ جس میں انسان کی موت کے ساتھ اس کی قدرت اور طاقت ختم ہو جاتی ہے میں مدد مانگنا.

مثلاً: (امور غیر عادیہ کی مثال) اے مرشد اے پیر مجھے اولاد عطا کر۔ (ان امور عادیہ کی مثال جس کی موت کی وجہ سے طاقت وقوت ختم ہو جاتی ہے) اے فلاں میری فلاں مقدمہ ختم کرو۔

حکم: یہ بھی ناجائز ہے۔ الا یہ کہ یہ بطریق توسل ودعا ہو۔

(۶)...قسم ششم: کسی نبی یا ولی سے بعد از وفات روحانی فیض حاصل کرنے میں مدد طلب حاصل کرنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے۔

تنبیہ: روحانی فیض سے بریلویوں قبر پرستوں جیسا حصولِ فیض مراد نہیں ہے کہ روح مدد کرتی ہے العیاذ باللہ۔ بلکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر جائز صورت میں مراد ہے۔ یعنی اس سے مراد فیضِ قبور ہے۔ (تفصیل کیلئے کتاب توضیح عبارات اکابر کا مطالعہ کریں)۔

(۷)..قسم ہفتم: اُمورِ عادیہ اور غیر عادیہ میں زندہ یا وفات شدہ کے توسل اور برکت کی مدد سے اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد مانگنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے اس کو مجاز اً مدد کہا گیا ہے حقیقت میں توسل ہے اور مدد اللہ سے مانگنی ہے۔

تنبیہ: اس قسم میں استشفاع بھی داخل ہے۔

(۸)...قسم ہشتم: ایک نبی یا ولی ایک خاص وقت میں بطور اعجاز وکرامت کہہ دیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس خاص وقت میں سائل اس سے امور عادیہ اور غیر عادیہ میں کوئی مطالبہ کرے اور مدد مانگے۔

حکم: یہ جائز ہے۔

ایک تو اس میں استمرار نہیں ہے کیونکہ یہ کرامت ہے اور کرامت میں استمرار نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے

بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ۔کیونکہ کرامت اور معجزہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے ۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے ۔ (کمامرّ تفصیل※) اس میں طاقتِ بشریہ کو دخل نہیں ہے ۔اس وجہ سے یہ خلافِ قانون ہے اور خلاف قانون میں استمرار اور دوام نہیں ہوتا ہے

خلاصہ: یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں جس میں چار قسم جائز اور چار نا جائز ہیں ۔

مذکور تقسیم کو آسان الفاظوں میں یوں بھی تعبیر کر سکتے ہ یں ک ※و ※مدد جو ما فوق لا اسباب ہ وتو نا جائز اور جو ماتحت الاسباب ہ وتو و ※جائز ہ وگا تو جو جواز کی قسم ہ وو ※ماتحت الاسباب میں داخل ہ وگا اور باقی ما فوق لاسباب میں ہ وگا..

خلاصہ: اس تمام بحث کا یہ خلاصہ نکلا کہ نہ ہم مطلقا استمداد کی اجازت دیتے ہیں ۔اور نہ مطلقاً نداء جائز سمجھتے ہیں ۔بلکہ اس میں بین بین (مبنی بر اعتدال) انصاف کے ساتھ اپنے اپنے وصف کے ساتھ بات کرتے ہیں ۔

بالفاظ دیگر نہ افراط سے کام لیتے ہیں اور نہ تفریط سے بلکہ اعتدال سے کام لیتے ہیں ۔یعنی ہم اس نداء اور استعانت سے لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ امور غیر عادیہ میں مطلقاً (میتا وحیا) اور ان امورِ عادیہ میں استعانت (مدد مانگنا) جو اس کی قدرت کے باہر ہو یا کسی مخلوق کو قادر بالذات یا قادر بالعطاء سمجھتے ہوئے پھر اسے مستقل اور خود مختار بنا دے ۔ایسی استعانات ہم بدلائلٍ نہیں مانتے ہیں ۔

اور وہ نداء واستعانت جو انسان کی قدرت میں ہو اور ماتحت الاسباب ہو ایسی نداا اور استعانت کو ہم مانتے ہیں ۔فللّٰہ الحمد ۔

اور اکابرین دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ کے بھی یہی نظریات ہیں کہ استعانتِ محرّمہ کے قائل ہیں اور نہ بالکلیہ استعانت کے منکرین ہیں ۔

بالفاظ دیگر نہ غیر مقلدین خوش ہوں کہ ہم نے علماء دیوبند کی کتب میں استعانت کے الفاظ پائے ہیں فلھذا ہم اپنی تکفیری مشن میں کامیاب ہوئے، نہیں بلکہ یہ ان (غیر مقلدین) کی غلط فہمی ہے ۔ہم (علماء دیوبند) ہرگز ہرگز استعانتِ محرّمہ کے قائل نہیں ہیں ۔بلکہ ہم تو اس کو صریح شرک اور نا جائز کہتے ہیں ۔اور نہ بریلوی حضرات خوش ہوں کہ گویا ہماری شرکیہ عقائد علماء دیوبند کی کتب سے بھی ثابت ہیں، نہیں ہ رگزن ※یں بلکہ ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو پہلے گزر چکی ہے ۔تو بریلویوں اور علماء حقہ کے عقائد میں آسمان اور زمین کا فرق ہے لیکن ناسمجھ اور قلتِ عقل والے غیر مقلدین اور بریلوی اس فرق سے یا تو جاہل ہیں یا متجاہل ہیں ۔

خود اکابرین دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ سے بھی ملاحظہ فرمائیں کہ علماء دیوبند (رحمھم اللہ) نہ تو استعانتِ فاسدہ کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً استعانت کو شرک و نا جائز کہتے ہیں ۔

مثلاً: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ استعانت کی ایسی اقسام بیان کرتے ہیں کہ:

(۱)...استعانت و استمداد بالمخلوق جو باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو وہ شرک ہے ۔

(۲)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے ۔

(۳)...اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ زندہ ہو یا میت ۔

(۴)...اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ ۔

(۵) وگرنہ لغو ہے ۔

(امداد الفتاویٰ: ۵/ ۳۳۵)

تو معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ نہ تو مطلقاً استمداد کے شرک کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔

اور مفتی رشید احمد گنگوہیؒ بھی اس کے بارے میں تقسیم کے قائل ہیں، غیر مقلدین اور انکے بھائی بریلوی حضرات مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ:

استعانت کی تین معنیٰ ہیں:

(۱)...حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمتِ فلاں میرا کام کردے یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عندالقبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کا کلام نہیں۔

(۲)...صاحب قبر کو کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے...

(۳)...قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے قائل ہیں...الخ۔(فتاویٰ رشیدیہ)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''نداء غیر اللہ کو کرنا دور سے شرک حقیقی تب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سماع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ اس کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصوداً سماع ہوتا ہے نہ عقیدۃً، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کی ہوتی ہے کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے''۔(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۸۲)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

''جب انبیاء علیہم السلام کو علمِ غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسببِ علمِ غیب کی تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ کفر ہے....''

(ایضاً ص:۲۰۳ و ۲۰۴، مکاتیب رشیدیہ ص:۷۲)

اسی طرح ایک جگہ پر حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ایک قول ذکر کرتے ہیں کہ:

''سو اشعار و مدح میں جو نداء خطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخرِ عالم کو حاضر و ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو وہ مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کی کہ اگر ضمن صلوۃ وسلام میں ہے تو ملائک آپ ﷺ تک پہنچادیں گے اور جو بدون اس کی ہے وقت عرضِ اعمال کی پیش ہوجاوے گا تو جائز ہے مگر چوں کہ اس مجمع میں جہال، سفہاء اور اہلِ بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت نداء خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت و شرک کی تائید ہوتی ہے تو درصورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے تو درصورۃ ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر توہم شرک اور سبب فتنہ وفساد کا ہے....الخ۔(البراہین القاطعہ، ص:۲۷)

(۳)...اسی طرح تقسیمات شیخ الاسلام محدث دوران مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی ''الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد'' میں مفصلاً ومحققاً بحث کی

ہے۔

(۴)...اسی طرح ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند مناظرِ وقت فقیہ العصر مولانا حسن چاند پوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً نے بھی اس کے متعلق مفصل ومدلل اور منقح بحث کیا ہے، دیکھئے: (سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد" مشمولہ رسائل چاند پوری جلد دوم)

اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اب سمجھیں کہ امداد المشاق کا واقعہ استعانت کی قسم نمبر ۷ میں آتا ہے اور فتاوی رشیدیہ کی قسم نمبر ۳ میں۔

یہ ممکن ہے کہ اس مرید کو کشف قبور ہوا ہو اور کشف قبور ثابت ہے۔جیسا کہ مفسر ابن کثیرؒ نے ابن عساکرؒ کے حوالہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۱ کی تفسیر میں حضرت عمر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ: حضرت عمر کے زمانہ میں ایک نوجوان مسجد میں کثرت سے عبادت کرتے تھے،ایک عورت نے اس نوجوان کو دیکھا اور اس پر عاشق ہوگئی ،اس جوان کو اپنی نفس کی خواہش پورا کرنے کے لئے بلایا،اور ہمیشہ اس کو دھوکہ کرنے کی ترکیب کرتے یہاں تک کہ اس جوان کو اپنے گھر لانے کے قریب کردیا

لیکن اس کے ذہن میں قرآن کریم کی یہ آیت آئی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ: (ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون) اور بے ہوش ہوگئے،اور جب پھر اس آیت کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس جوان کی روح پرواز کرگئی،تو حضرت عمرؓ اس جوان کی تعزیت کے لئے اس کے والد کے پاس تشریف لے گئے،چونکہ اس جوان کو رات کے وقت ہی دفن کردیا تھا،اور حضرت عمرؓ نے اس جوان کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی،اور حضرت عمرؓ اس جوان کی قبر پر حاضر ہوئے اور آواز لگائی کہ: ثُمَّ نَادَاهُ عُمَرُ فَقَالَ: يَا فَتَى وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ فأجابه الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ"

ترجمہ: عمرؓ اس جوان کے قبر کے پاس آیا اور صاحب قبر (میت) سے مخاطب ہوا کہ: اے جوان...! جو اللہ تعالیٰ کے مقام سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے دو جنت ہیں،تو (قبر سے اس میت) جوان نے جواب دیا کہ: اے عمرؓ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنت دئے۔اس واقعہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وَقَدْ ذَكَرَ الْحَافِظُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَرْجَمَةِ عَمْرِو بْنِ جَامِعٍ مِنْ تَارِيخِهِ أَنَّ شَابًّا كَانَ يَتَعَبَّدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَهَوِيَتْهُ امْرَأَةٌ فدعته إلى نفسها، فما زَالَتْ بِهِ حَتَّى كَادَ يَدْخُلُ مَعَهَا الْمَنْزِلَ، فَذَكَرَ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذا مَسَّهُمْ طائِفٌ مِنَ الشَّيْطانِ تَذَكَّرُوا فَإِذا هُمْ مُبْصِرُونَ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَأَعَادَهَا، فَمَاتَ، فَجَاءَ عُمَرُ فَعَزَّى فِيهِ أَبَاهُ، وَكَانَ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَذَهَبَ فَصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ بِمَنْ مَعَهُ، ثُمَّ نَادَاهُ عُمَرُ فَقَالَ: يَا فَتَى وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ فأجابه الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ

[تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۳۴]

نوٹ: یہ واقعہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے: تاریخ ابن عساکر ۳/ ۴۱۱ مختصر تاریخ دمشق لابن منظور: ۱۹/ ۱۹۰، روضۃ المحبین لابن القیم: صفحہ: ۳۱۷۔)

دیکھئے...عمر کا قبر والے سے بات کرنا کشف قبور نہیں ہے...؟ معلوم ہوا کہ اس طرح کی واقعات ثابت ہیں لیکن ہر وقت ہر کسی کے لئے اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے ناجائز مدد طلب کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ اور کشف قبور: حافظ ابن تیمیہ الحنبلیؒ (المتوفیٰ: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"وَقَدْ انْكَشَفَ لِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعُوا صَوْتَ الْمُعَذَّبِينَ فِي قُبُورِهِمْ وَرَأَوْهُمْ بِعُيُونِهِمْ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فِي آثَارٍ كَثِيرَةٍ مَعْرُوفَةٍ"

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۴/ ۲۹۶)

زیادہ لوگوں پر قبر کے حالات منکشف ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کی آوازیں سنتے ہیں جن کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سے واقعات موجود اور مشہور ہیں۔

حافظ ابن القیم الحنبلی اور احوالِ قبور

غیر مقلدین کا ممدوح شیخ الاسلام حافظ ابن القیم (المتوفیٰ: ۷۵۱ھ) حضرت مطرف تابعیؒ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے علاقے کے قبرستان تشریف لے گئے:

"فَرَأَى أَهْلَ الْقُبُورِ كُلَّ صَاحِبِ قَبْرٍ جَالِسًا عَلَى قَبْرِهِ، فَقَالُوا: هَذَا مُطَرِّفٌ يَأْتِي الْجُمُعَةَ قُلْتُ وَتَعْلَمُونَ عِنْدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالُوا: نَعَمْ، وَنَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ. قُلْتُ: وَمَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا يَقُولُونَ سَلَامٌ سَلَامٌ (کتاب الروح: ص: ۲۲ و ۲۳، المکتب ※ الحقاؒ ※ پشاور پاکستان)

ترجمہ: آپ نے قبر والے کو دیکھا ک ※ ہر قبر والا اپنی قبر پر بیٹھا ہے سب نے انہیں دیکھ کر ک ※ ا: لوی ※ مطرف ※ یں جو ہر جمعہ کو (ہمارے پاس) آتا ہے، تو میں نے ان کو کہا کہ کیا تم ※ یں بھی جمع ※ کے دن خبر ر ※ تی ہے، تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں، بلکہ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ چڑیاں اس دن کیا کہتے ہیں، تو میں نے کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ وہ اس طرح کہتے ہیں کہ: سلام سلام۔

ملاحظہ: غیر مقلدین ابن القیمؒ کو تارک التقلید اور سرخیل اہل حدیث کہتے ہیں۔

(دیکھے مقالات الحدیث، ص: ۴۳۱۔ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: ۱/ ۲۶۳)

اور اس کتاب کے متعلق زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ: "ابن القیم کی ثابت شدہ کتاب الروح ..." (توضیح الاحکام: ۱/ ۱۱۹)

نیز . ی ※ وال ※ مش ※ ومفسر ابن کثیر علیہ الصلوٰۃ والسلام (المتوفّی: ۷۷۴ھ) نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

(دیکھے: سور ※ الروم آیت نمبر ۵۳، ناشر دار طیب ※ للنشر والتوزیع المحقق: سامي بن محمد سلام ※)

بہر حال امداد المشتاق کا مذکورہ بالا واقعہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس جولاہے کو اس وقت کشف قبور ہوگیا ہو اور ہم چونکہ قبر میں حیات بھی مانتے ہیں اور اکثر سماع کے بھی قائل ہیں تو اس شخص نے بطور توسل اور دعا اپنے پیر سے کہہ دیا ہو گا کہ یہ مشکل ہے۔ پیر صاحب نے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگی ہو گی اور اللہ نے کرامۃ اس مزار سے اس کرامت کا ظہور کر دیا مگر

عقیدے اور کرامت میں چند فروق:

(۱)... عقیدہ دائمی ہوتی ہے اور کرامت عارضی اور غیر دائمی ہوتی ہے۔

(۲)... عقیدہ اختیاری چیز ہے اور کرامت و کشف ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا ہے،

(۳)..کرامت سے شرعی احکام ثابت نہیں ※ یں ہوتے جبکہ ※ عقید ※ تو احکام کا منبع ہے

(۴)..کرامت کسی اور پر حجت نہیں ※ یں ہوتا جبکہ ※ عقید ※ سب کیلئے یکساں ہے۔

(۵)..کرامت ایک ظنی چیز سے بھی ثابت ہو جاتی ہے جبکہ ※ عقید ※ کیلئے مضبوط دلیل درکار ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب بریلوی حضرات کو ہم مشرک اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قبر والے کو مستقل بطعا قادر مانتا ہے اور مافوق الاسباب اس مردے ہی سے مانگتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ مجھے ملا اس مردے کے اختیار سے ملا اور یہ اس پر قادر تھا اس کو بطور عقیدہ اپناتا ہے یہ شرک ہے۔

جبکہ علمائے احناف دیوبند اہل قبور سے بطور توسل استعانت کے قائل ہیں وہ اہل قبور کو مافوق الاسباب میں قادر بھی نہیں مانتے اور اگر توسل کی صورت میں ایسا کچھ ظاہر ہوا تو اسے کرامت مانتے ہیں اور کرامت و معجزہ درحقیقت اللہ ہی کا فعل ہے گویا اس صورت میں اہل قبر نے کوئی مدد نہیں کی بلکہ مدد اللہ ہی نے کی یہ گویا واسطہ بن گیا۔

تو علماء احناف جس نظری ※ کی تردید کرتے ہے وہ عقیدۃً اور دائماً تسلیم کرنے والے نظری ※ کی تردید ※ ہے، اور اس عقیدہ کی تردید کرامت (عارضی اور خرق عادت) کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

معترض کے سوالات کے جوابات:

سوال نمبر ۱: جناب اشرفعلی تھانوی صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے کہ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ حق، سچ، ایمان ہے یا کفر، شرک، بدعت ہے

جواب: حق سچ ہے۔ الحمد للہ۔

سوال نمبر ۲: اور سوال یہ ہے کہ قبر والے سے یہ کہنا کہ بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اگر ماتحت الاسباب ہے تو کوئی اور بھی مانگ سکتا ہے یا صرف دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے اور اگر مافوق الاسباب ہے تو شرک ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ سب ماتحت الاسباب ہیں اس لئے کہ روٹی تو باپ، بھائی، سیٹھ، بھی دے دیتا ہے۔ رزق اسباب سے مربوط ہے۔ کوئی اور سے مراد اگر عوام کالانعام خصوصا بریلوی ہوں تو بالکل بھی نہیں مانگ سکتے کیونکہ وہ جب مانگے گیں تو اس عقیدے سے مانگے گے کہ یہ ولی مافوق الاسباب ہر طرح کا قادر مختار ہے اس لئے اس سے مانگو جو کہ صریح شرک ہے۔

(اعتراض ۳۰۷): ایضاح الادلہ کے حوالے سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تحریف قرآن کا جواب

غیر مقلدین نے ایضاح الادلہ میں ایک آیت جو کاتب کی غلطی سے غلط چھپ گئی تھی (جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی) اس کو لیا اور خوب اچھالنا شروع کیا۔

معترضہ آیت مع سیاق وسباق

انبیاءے کرام اور دیگر اولو الامر کو خارج از اطاعت سمجھنا ایسا ہوگا جیسا متبعین احکام حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعت حکام بالا دست کہنے لگے یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا (فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول والی اولی الامر منکم) الخ

جواب:

اول تو اب اس اعتراض کا کوئی تک ہی نہیں بنتا کیونکہ کتابت کی غلطی ہے اس کی تصحیح ہو چکی ہے۔ مگر پھر بھی ہم اس الزام سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع اس طرح کرتے ہیں کہ یہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی نہیں ہے بلکہ یہ کاتب کی غلطی اور یہ عین ممکن ہے۔ شاید معترض حضرات نے اس کتاب کے سیاق وسباق کو نہیں دیکھا جہاں تک اس سیاق کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احسن امروہی نے جو ادلہ کاملہ کا جواب دیا تھا اس میں آیت (فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ) نقل کی ہوگی اور اس سے استدلال کیا ہوگا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی طرف تنازعات پھیرنے کا حکم نہیں لہذا تقلید ایک گمراہی ہے جس کے جواب میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ احسن امروہی کو اس طرف توجہ دلا رہے تھے اور وہ یہ آیت درج کرنا چاہتے ہونگے کہ (یایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعوا الرسول وا ولی الامر منکم) مگر ہوسکتا ہے کہ حضرت والا کی عبارات چھاپتے ہوئے کاتب کی نظر چوک گئی ہو اور وہ اوپر والی آیت میں لفظ (الرسول) لکھنے کے بعد غلطی سے سطور چھوڑ کر نیچے والی آیت میں یہی لفظ دیکھ کر اس سے آگے لکھنا شروع کر دیا ہو اور یہ حادثہ عین ممکن ہے کہ دونوں آیات میں یہ لفظ موجود ہے اور غلطی بھی اس کے آگے سے ہی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ خود آگے لکھتے ہیں:

"آپ نے آیت (فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ۔۔۔الآیۃ) تو دیکھ لی اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکوہ بالا معروضہ احقر بھی ہے"۔

(ایضاح الادلہ طبع دیوبند صفحہ ۹۷)

اسی طرح حضرت والا نے دوسری والی آیت (یایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعوا الرسول وا ولی الامر منکم) (ایضاح الادلہ صفحہ ۲۵۶) کو بھی درست لکھا ہے اگر تحریف کا ارادہ ہوتا تو یہاں پر کیوں درست لکھتے؟ یعنی کے حضرت والا کو صحیح آیت معلوم ہے ورنہ چند سطور آگے آیت درست ہو اور پیچھے آیت غلط لکھے ایسا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا یہ حق بات سے چھپنے کا ایک پروپگنڈہ ہے۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱: یہ کاتب کی غلطی والا بہانہ انتہائی لولا لنگڑا بہانہ ہے لہذا اس بہانے کو بنا کر راہ فرار اختیار نہ کریں۔

جواب: اچھا تو آپ اس بارے میں کیا کہیں گے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے واذکر فی کتاب اسماعیل انہ کان صدیقا نبیا یہ آیت قرآن میں کہاں ہے؟ اسی طرح کی غلطیاں دس سے زاید مقامات پر ہیں۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب "الروضۃ الندیۃ" میں سات آیات غلط لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۵۵، ۱۵۶، ۲۴۲ اور ۳۰۸) ٹھیک اسی طرح علامہ وحید الزماں اپنی کتاب نزل الابرار میں چھ آیات غلط لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۳، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۲۲۵ اور ۲۵۱ اسی طرح مولانا ارشاد الحق اثری اپنی کتاب توضیح الکلام جلد ۲ صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:

’’اللہ فرماتا ہے ان ھو الا ذکری للذاکرین‘‘

یہ آیت بھی ہم کو قرآن میں نہیں ملتی اب اسے غیر مقلدین کیا نام دیں گے کاتب کی غلطی یا اثری صاحب کی تحریف؟

اعتراض نمبر ۲: محمود الحسن صاحب انسان تھے کوئی نبی تو نہیں تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان سے غلطی ہوگئی ہو؟۔

جواب: جی بلکل درست فرمایا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ انسان تھے کوئی نبی نہیں تھے، مگر ہم ان کو اس غلطی سے اس لیئے بری کہہ رہے ہیں کہ ایک بندہ ایک جگہ آیت درست لکھتا ہے اور دوسری جگہ غلط ایسا ممکن ہے کہ یہ حافظے کا تسامح ایک جگہ ہو اور ایک جگہ نہ ہو۔اسی طرح ان کا یہ جملہ جس قرآن میں آیت (فان تنازعتم الخ) موجود ہے اسی قرآن میں یہی آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو آیات مختلف ہیں لہذا ان کی تحریر چھاپتے ہوئے کاتب سے زبردست غلطی ہوئی اور دو آیتیں مل گئی جس کو شر پسندوں نے تحریف کا نام دے دیا اور آج تک دے رہے ہیں حتی کے ان کی تصحیح ہوگئی ہے۔

(اعتراض ۳۰۸): حضرت تھانوی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل یاد نہیں تھے

ہاشمی صاحب نے لطیفہ نمبر ۸ کے تحت اشرف السوانح سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس کے لیے ان الفاظ میں پہلے تمہید قائم کی:

فضائل مصطفی آج مصلحتا بیان کردینا چاہئے تاکہ وہابیت کا شبہ ختم ہوسکے۔

فضائل کے لئے روایات درکار ہیں اور مجھے یاد نہیں مولانا تھانوی کا ارشاد:

دارالعلوم دیوبند میں بڑے جلسے دستار بندی میں میں بعض اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو اور موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔حضرت والا (تھانوی صاحب) نے باادب عرض کیا اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھے مستحضر نہیں۔

(اشرف السوانح حصہ اول، ص ۷۶ لطائف دیوبند، ص ۳۴)

میں ہاشمی صاحب کا اس اقتباس پر تبصرہ نقل کرنے سے پہلے ان سے ایک سوال کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ اگر کسی خاص وقت میں کسی موضوع سے متعلق مضامین ذہن میں مستحضر نہ ہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ شخص نہ تو اس موضوع سے دلچسپی رکھتا ہے اور نہ اس سلسلہ کا کوئی علم ہی اس کو حاصل ہے اور نہ ہی اس کی عملی زندگی کا اس موضوع سے کبھی کوئی تعلق رہا ہے؟۔اگر یہی تاثر ہاشمی صاحب دینا چاہتے ہوں تو بخاری و مسلم میں لمبی لمبی حدیث شفاعت ہے جس میں خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

فیاتونی فاقول انا لھا فاستاذن علی ربی فیوذن لی ویلھمنی محامد احمدہ بھا لا تحضرنی الان

(مشکوۃ ج ۲، ص ۴۴۸)

محشر کی ہولناکیوں میں تمام انبیاء کے پاس سے ہوکر ان کے بتانے پر لوگ میرے پاس آئیں گے، میں کہوں گا میں شفاعت کے لیے موجود ہوں پھر اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا اور مجھے اجازت دی جائے گی۔خدا میرے دل میں ایسی تعریفیں ڈال دے گا جس کے ذریعے میں تعریف کروں گا۔ <u>وہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہیں</u>۔

ہاشمی صاحب اس روایت پر اچھی طرح غور فرمالیں اس کے بعد اپنی بےلاگ تنقید کے لیے اپنا بےباک قلم اٹھائیں اور بےخوف

ہو کر تبصرہ فرمائیں۔ مجھے تعجب یہ ہوگا اگر وہ اپنے تیز وتند اور نہایت غضب ناک لب ولہجہ میں نقل کفر کفر نہ باشد کے طور پر بول اٹھیں:

''یہ وہی ہیں جن کے بارے متعلق بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور جمیع ما کان وما یکون کا تفصیلی علم ہر وقت اور ہر آن ان کو حاصل ہے اور ساری کائنات ان کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہمہ وقت روشن اور قدرت کے خزانے کی کنجیاں جن کے دست اقدس میں دے دی گئی ہیں۔ مگر قربان جائیے ان کے مبلغ علم اور یادخداوندی اور اس کی حمد وثنا کے ضذ نہ پر کہ وہ تعریفیں بھی ان کو مستحضر نہیں ہیں جن سے خدا کی حمد وثنا بیان کی جائے گی۔ اور قربان جائیے ان کے اخیار اور اقتدار پر کہ وہ حشر کی آکری گھڑی میں بھی بے اختیاروں کی طرح اذن واجازت کے بغیر کچھ نہ کرسکیں گے۔ اجازت حاصل ہونے کے بعد ہی سفارش کریں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''۔

کیا اس روایت کی روشنی میں اس طرح کا خبیث تبصرہ اس انداز واسلوب میں کوئی مسلمان گوارا کرسکتا ہے؟۔

مگر مجھے کہنے دیجئے اور بلاتمثیل وتشبیہ کہنے دیجئے کہ ہاشمی صاحب نے اسی طرح کی الٹی منطق اشرف السوانح کے مذکورہ اقتباس پر استعمال فرمائی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مولانا تھانوی اپنے جملہ اوصاف وکمالات کے باوجود علمی وعملی بلندی کے اس مقام کو تو کیا اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے جو رسالت مآب ﷺ کو خدا کی بارگاہ سے حاصل ہو چکی ہے، لیکن بایں ہمہ اوصاف آپکی ذات پر بھی ایک وقت خاص میں کسی بات کے مستحضر نہ ہونے سے آپ کے کمال پر کوئی حرف نہیں آتا تو پھر مولانا تھانویؒ کے متعلق ہاشمی صاحب کا یہ طنز آمیز تبصرہ کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ ہاشمی صاحب اشرف السوانح کے مذکورہ اقتباس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ حضرت والا وہی ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا ہے کہ وہ حکیم الامت، مجدد دین وملت، آیت من آیات اللہ، حجۃ اللہ فی الارض اور نہ جانے کیا کیا ہیں مگر قربان جائیے ان کے مبلغ علم اور جذبہ محبت رسول پر حجۃ اللہ فی الارض اور آیت من آیات اللہ ہوتے ہوئے بھی نہ تو فضائل رسول کی روایات ان کو مستحضر ہیں اور نہ ہی بیان فضائل سے کچھ دلچسپی۔

(لطائف دیوبند ص ۳۵)

ہاشمی صاحب بھی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ سے عقیدت اور ان کے فضائل سے مولانا تھانوی کو اتنی زبردست دلچسپی ہے کہ جتنی خود ہاشمی صاحب کے بڑے حضرت یعنی خان صاحب بریلوی کو بھی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد مأۃ حاضرہ اور نہ جانے کیا کیا ہوتے ہوئے بھی خان صاحب رسول اللہ ﷺ کی سیرت وفضائل پر مشتمل کوئی کتاب نہ تصنیف فرما سکے۔ جب کہ مولانا تھانویؒ نے بے نظیر کیاب سیرت اور فضائل رسول میں ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' تصنیف فرما کر اجر وثواب کے ساتھ ہی ساتھ شہرت ومقبولیت کا اولی مقام حاصل کرلیا۔ ظاہر ہے ایسے شخص کے بارے میں اور اس کی جماعت کے بارے میں اگر مجمع کے اندر اس وقت کوئی ایسا ناواقف ونادان طبقہ موجود بھی تھا، جو وہابیت کا شبہ کرتا ہو تو ایسے لوگ جو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ بارہا اس شبہ کی تردید اور اس کے خلاف رسالت مآب ﷺ سے خوش عقیدگی اور ان کے فضائل وکمالات کا بیان سن چکے ہوں اور ان سب کے باوجود وہ شبہ میں مبتلا ہوں تو یہ ایسا شبہ نہیں ہے جس کو کسی خاص مقصد سے منعقد ہونے والی مجلس میں اس اغراض ومقاصد سے ہٹ کر خواہ مخواہ اس کو گفتگو کا موضوع بنالیا جائے۔ اسی لے مولانا تھانوی نے اس شبہ کے زائل کرنے کی خواہش کو رد فرمادیا تھا۔ (بریلویت کا شیش محل)

(اعتراض ۳۰۹): علمائے دیوبند کی پیٹ پرستی

رضاخانیوں نے "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۶۳ تا ۲۷۲"، "دیوبندی مذہب ص ۱۵ تا ۱۷۱" پھر "ص ۲۰۳ تا ۲۰۸" کئی صفحات اس بات پر سیاہ کئے کہ دیوبندی اکابر پیٹ پرست ہیں۔ حالانکہ علمائے دیوبند نے صرف بشری تقاضے کے تحت کسی چیز کے کھانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا یا کسی کھانے کو پسند کیا تھا انہوں نے ایسے تمام امور کو "پیٹ پرستی" کا مکروہ نام دیا۔ اب ذرا اس کے جواب میں جواب آں غزل کے طور پر رضاخانی اکابر و مولویوں کی پیٹ پرستی کے چند نمونے بھی ملاحظہ ہوں۔ ہمارے فاضل دوست جناب سفیان معاویہ حفظہ اللہ نے آج سے چند سال پہلے اسی قسم کے ایک مضمون کا منہ توڑ جواب لکھا تھا اسی کو ہم نقل کر رہے ہیں۔

رضاخانی مولویوں کی پیٹ پرستی

(یہ مضمون جہانیاں کے ایک رضاخانی کے مضمون "ہیں عجب منکر کھانے غرانے والے" کے جواب میں ہے جس میں احمد رضاخان کی بدنام زمانہ وصایا کے دفاع کی ناکام کوشش کرتے ہوئے علمائے اہلسنت پر بھی بے بنیاد الزام تراشی کی گئی تھی یہ مدلل مضمون اسی مضمون کے جواب میں ہے۔ پہلا حصہ وصایا شریف کے دفاع کے جواب میں اور دوسرا حصہ علماء اہلسنت پر اعتراضات کے جواب میں ہے)

حصہ اول

قولو واشربو ولا تسرفوا کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو۔

قارئین کرام! سعیدی صاحب کا مضمون پڑھا تو پتہ چلا کہ انہوں نے اپنے احمد رضاخان کی نمک حلالی کرتے ہوئے ان کی وصیت شریف کا ناکام دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ آئیے ہم آپ کو احمد رضاخان کی وہ لاجواب وصیت اور اپنی گزارشات پڑھاتے ہیں:

احمد رضاخان کی وصیت اور ہماری گزارشات:

فاضل بریلوی مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی اپنی وفات سے پہلے وصیت تحریر کرواتے ہیں جس میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ:

اعزاسے <u>اگر بطیب خاطر ممکن</u> ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:

(i) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔

(ii) مرغ کی بریانی

(iii) مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا

(iv) شامی کباب

(v) پراٹھے اور بلائی

(vi) فیرنی

(vii) ارد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم

(viii) گوشت بھری کچوریاں

(ix) سیب کا پانی

(x) انار کا پانی

(xi) سوڈے کی بوتل

(xii) دودھ کا برف

اگر روزانہ ایک چیز ہوسکے یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ ہو۔

(وصایا شریف۔ص:19، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

مندرجہ بالا حوالے پر ہماری گزارشات پڑھ لیں:

(i) فاضل بریلوی نے اپنی اس وصیت میں ''کچھ بھیج دیا کریں'' کہ الفاظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ چیزیں مجھے بھیجنی ہے اور ان چیزوں کی مجھے طلب ہے۔یعنی ''بلٹی'' کا منتظر رہوں گا۔

(ii) فاضل بریلوی کا ملفوظ ہے کہ:

''ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھنے دینا۔صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہوگیا ہے۔لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: ''یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا تمہیں جزائے خیر دے تم بہت اچھا کفن بھیجا''۔

(شیخ کامل۔ص:233، مطبوعہ ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ، ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ص:154، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

فاضل بریلوی کے اس ملفوظ سے ان کا نظریہ سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک مردے کو اشیاء پہنچائی جاتی ہیں لہٰذا فاضل بریلوی نے وہ اشیاء اپنے لئے ہی لکھوائی تھیں۔

(iii) جب فاضل بریلوی نے دوبارہ وصیت میں دودھ کا برف بتایا تو لکھنے والے نے کہا:

''<u>اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔</u> فرمایا پھر لکھو۔انشاء اللہ مجھے رب تعالیٰ سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے''۔

(حاشیہ وصایا شریف۔ص:19)

دیکھئے یہاں بھی ''عطا فرمائے گا'' کی دعا قبول ہوئی اور دودھ کا برف خان صاحب کیلئے لے آئے مگر آج تک بریلوی حضرات یہ بات نہ لکھ سکے کہ اس کو فاضل بریلوی کے ساتھ کس جگہ رکھا گیا؟؟

(iv) فاضل بریلوی کی وصیت پر صحیح طور پر غور کر کے آخر مفتی فیض احمد اویسی بریلوی شیخ القرآن والتفسیر کو بھی یہ بات ماننا ہی پڑی کہ:

''بالفرض سیدنا اعلیٰ حضرت خود ان اشیاء کو تناول فرمائیں تو پھر کیا خرابی اور کون سا شرعی جرم ہے؟''

(بلی کے خواب میں چھچھڑے۔ص: 17، مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

ناظرین کرام !!ذرا ایک اور بات پہ توجہ کریں کہ:

مفتی فیض احمد اویسی صاحب ذات کے پٹھان احمد رضا خان کو "سیدنا" لکھ کر کیسے عوام کو دھوکہ دے رہا ہے۔

(v) فاضل بریلوی کو مرتے وقت بھی ایک کھانا نہیں بلکہ بیک وقت 12 کھانے مع لوازمات کے یاد آرہے ہیں۔ان کھانوں کی فہرست سے اعلیٰ حضرت کا "پیٹو" ہونا خوب معلوم ہوجاتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب کو یہ چیزیں قیود کے ساتھ بہت مرغوب تھیں۔اسی سلسلے میں بریلوی مفتی اعظم پاکستان مفتی اقتدار احمد خان گجراتی نعیمی بدایونی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہ (وصیت) تو آیت کریمہ پر عمل ہے،

لن تنالو البر حتی تنفقو مما تحبون

تم بھلائی نہیں پا سکتے تاوقتیکہ اپنی پیاری چیز خیرات کرو۔اعلیٰ حضرت کو اللہ کی نعمتیں (یعنی کھانے) مرغوب تھیں"

(راہ جنت۔ص:14،مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

فاضل بریلوی کا پیٹو ہونا درج ذیل واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ:

اعلیٰ حضرت اور ککڑی

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک بار کہیں مدعو تھے،کھانا لگادیا گیا سب کو احمد رضا خان کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا۔احمد رضا نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی،پھر دوسری،پھر تیسری،اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھادیئے مگر آپ نے سب کو روک دیا اور فرمایا،ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔چنانچہ آپ نے سب ختم کردیں۔

(فیضان سنت۔ص:458،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ککڑیوں کو "کڑوی" بتا کر سب لوگوں کے حصے کی بھی کھا جانا ایک تو احمد رضا خان کو بدذوق ظاہر کرتا ہے۔اور دوسرے نمبر پر صحیح قسم کے پیٹو کی نشاندھی بھی کرتا ہے جو ہر طرح کی چیز کھا جاتا ہے۔حالانکہ کتب احادیث میں تو جلی ہوئی روٹی کھانے تک کی ممانعت ہے تو پھر کڑوی چیز کیسے کھائی جاسکتی ہے؟

یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ککڑیاں کڑوی نہ ہوں اور جان بوجھ کر احمد رضا نے ساری ککڑیاں ہضم کرنے کا پلان بنالیا ہو۔

فاضل بریلوی کی ہی نسل کا ایک سگِ رضا شیرِ رضا خانیت عنایت اللہ سانگلہ ھل مولوی بھی بہت بڑا پیٹو مشہور رہا ہے۔جلسوں میں بلانے والے لوگوں کا بیان ہے مولوی صاحب کھانا بہت کھاتے تھے۔کئی آدمیوں کا کھانا اکیلے خود کھا جاتے تھے یہ بات بہت مشہور ہے۔جیسا کہ ایک رضاخانی مفتی،ان کے پیٹو ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت شیر اھلسنت کی خوش خوراکی

"ایک دفعہ نور احمد کے گاؤں سے اگلے گاؤں میں وہابیوں کے ساتھ مناظرہ تھا۔حضرت شیر اھلسنت مغرب کے وقت ہی میرے گھر تشریف لے آئے تاکہ اگلے دن مقرر وقت پر آسانی سے پہنچ سکیں۔کیونکہ آپ بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ وقت کے بھی بہت پابند تھے۔حضرت شیر اھلسنت نے مجھ سے پوچھا نور احمد کیا پکایا ہے؟ مولانا نور احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت آج ساگ پکایا ہے۔آپ نے فرمایا:

ساگ لے آؤ۔ دیسی گھی ہے۔؟

میں نے عرض کی کہ حضرت کل ہی دوکلو لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ساگ میں دیسی گھی خود ڈالنا کیونکہ عورتیں دیسی گھی کے معاملے میں بہت کنجوس ہوتی ہیں۔حضرت شیر اھلسنت کے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔اس نے عرض کی کہ آج ہم نے گوشت پکایا ہے۔آپ نے فرمایا: جاؤ لے آؤ اور ساتھ فرمایا: تمہارے گھر انڈے بھی ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں، انڈے بھی ہیں۔آپ نے فرمایا وہ بھی ابال کر لیتے آنا۔

مولانا نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں دیسی گھی خود ڈال کر ساگ لایا اور وہ گوشت اور انڈے لے کر آیا۔

حضرت شیر اہل سنۃ نے ساگ میں نیچے تک انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں ساگ کے اوپر اوپر دیسی گھی تو ڈال کر نہیں لے آئے ہو۔ساگ دیسی گھی سے مکمل طور پر تر تھا۔حضرت شیر اہلسنت نے ساگ گوشت اور انڈے تناول فرمائے"۔

(حضرت شیر اہلسنت فاضل بریلی شریف۔ص:25-24،مطبوعہ ادارہ اہلسنت وجماعت لاہور پاکستان)

کیوں جی بریلوی صاحب کچھ ہوش ٹھکانے آئے یا ابھی تک نشے میں ہو؟؟

اگر نہیں تو وصیت شریف کے متعلق ایک اور نکتہ بھی پڑھ لیں:

فاضل بریلوی نے جو 12 کھانے لکھوائے وہ ان کے پیٹو ہونے کو اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ ایک طرف گرم گرم اشیاء ہیں اور دوسری طرف ٹھنڈی اشیاء ہیں دونوں چیزیں طبی لحاظ سے غیر مفید بھی ہوسکتی ہیں۔مگر پیٹو ان باتوں کو سوچے بنا اپنے پیٹ کیلئے ہر طرح کی چیز اپنے ذہن کے مطابق موافق جان کر کھا جاتا ہے۔اور فاضل بریلوی تو 12 کھانوں کی بلٹی کے منتظر تھے۔

(vi) وصیت کی ان بارہ اشیاء کے ساتھ کہیں کہیں آپ کو کچھ قیود بھی ملیں گی

مثلاً دودھ کے برف کے ساتھ دو شرطیں

۱۔ خانہ ساز یعنی بازاری نہ ہو

۲۔ اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو یعنی ہر فرض سے اہم فرض تو یہی ہے کہ بھینس کے دودھ کا نہ ہو اور کسی سعی بسیار کے باوجود بھینس کے علاوہ کوئی دودھ میسر نہ ہوسکے تو پھر بھینس کا دودھ بھی قبول ہے۔

اسکے بعد ارد کی دال کے ساتھ دو شرطیں ہیں

۱۔ پھریری

۲۔ مع ادرک ولوازم

یہ اس لئے کہ اتنی چیزوں کو ہضم کرنا کوئی معمولی کام نہیں ممکن ہے ان چیزوں کو کھانے کے بعد نفخ اور ریاح ہو جائے اور وہ بھی قبر جیسی تنگ وتاریک جگہ اس لیے ادرک کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ "ریح" کیلئے بہت مفید ہے اور لوازم سے معلوم نہیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کیا مراد ہے اسکی تعین تو کوئی بریلوی ملاں ہی کرسکتا ہے یا کوئی عمر رسیدہ خانصاحب بریلوی کا عقیدت مند جو ان کے شب وروز کے معمولات بچشم غائر دیکھ چکا ہو۔

اور آخر میں سوڈے کی بوتل کو اس لیے ذکر فرمایا گیا کہ اگر ان اشیاء کے ہضم ہونے میں کوئی کسر باقی رہ جائے تو سوڈے کی بوتل کا پانی

پورا کردے گا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ ان اشیاء کی ترتیب محض اتفاقی نہیں بلکہ تمام طبی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائم کی گئی ہے۔اور کھانے کی یہ ترتیب کھانے کے زیادہ شوقین ہی کی لگتی ہے۔اس ترتیب میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی تمام تر مجددانہ صلاحیتوں کو خوبی سے سمودیا۔(بحوالہ رضاخانی مذہب)

یہی دیکھ کر مولانا ظفر علی خان صاحب نے کہا تھا جسکو بریلوی مولوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

تربت احمد رضاخان پر چڑھاوا ہے فضول

جبتک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

خلیل احمد رانا صاحب!اگر یہ واقعتا تمہارے فاضل بریلوی کا اتنا قابل فخر کارنامہ تھا تو بتاؤ

(الف) سید شاہد علی نورانی بریلوی نے فاضل بریلوی کی اس مذکورہ بالا وصیت کو نقل کر کے خراجِ تحسین کیوں پیش نہ کیا۔

(ایک جائزہ اعلیٰ حضرت احمد رضاخان کی علمی خدمات۔ص:53)

آخر وہ وصیت لکھنے میں کیوں شرمندہ تھے؟

(ب) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کو احمد رضا خان کی وصیت کی ساری باتیں لکھتے گئے مگر اس قابل فخر کارنامہ کو کیوں نظر انداز کر گئے؟؟

(سیرت اعلیٰ حضرت۔ص:107-105،مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

(ج) شرمندگی کے اسی احساس نے بابائے رضویت عبدالحکیم شرف قادری صاحب جیسا رضاخانی فاضل بریلوی کی پوری وصیت لکھنے کی ہمت نہ کرسکا کہ:

''اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتے میں تین بار مرغ کی بریانی،مرغ پلاؤ وغیرہ چیزیں فاتحہ کے طور پر بھیج دیا کریں۔''

(یاد اعلیٰ حضرت۔ص:59،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

(د) بریلوی عطاء الرحمن قادری صاحب کو بھی فاضل بریلوی کی وصیت شریف لکھنے کی جرأت نہ ہوسکی؟؟

(تذکرہ اعلیٰ حضرت۔ص:64-60)

ایسے اعلیٰ کارنامہ پر شرمندگی کیوں؟؟ ہونا تو چاہیے تھا کہ بریلوی اس کی خوب تشہیر کرتے مگر چھپالینا اس بات کی نشاندھی کر رہا ہے کہ

''دل میں چور ہے''

ایسی وصیت کو دیکھ کر ہی ایک بریلوی ظہیر الدین قادری برکاتی نوری کو کہنا پڑا کہ:

''اگر انواع وقسم کے ان کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں''۔

(علمائے اہلسنت سے روح اعلیٰ حضرت کی فریاد۔ص:55،محلہ پوروہ۔متصل نئی سڑک کانپور)

شاید ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے کہ

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ے
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(ر) بانی دعوت اسلامی الیاس عطار قادری جیسا سگ احمد رضا بھی فاضل بریلوی کے غاصب ہونے جیسے کارنامے گنوانے کے ساتھ ساتھ اس وصیت شریف کو بیان کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔

(تذکرہ امام احمد رضا۔ص:14-13 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(ڈ) پروفیسر حافظ محمد شکیل ارج رضوی صاحب کیوں اس اعلیٰ کارنامے کو بیان نہ کرسکے؟۔(رضا کوئز بک۔ص:40)

(vi) فاضل بریلوی کے بیان کے مطابق گائے کا گوشت ان کی صحت کے لئے مضر تھا مگر پھر بھی وہ گوشت کھاجاتے تھے جوان کے پیٹو ہونے کو ظاہر کرتے ہیں کہ بغیر پوچھے جو نظر آجاتا بس ہڑپ کرنے کی کرتے۔

جیسا کہ بریلوی شیخ القرآن فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جبکہ حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 91 پر گائے کا گوشت بھری پوریاں کھانا ثابت ہے''۔

(بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ص:15)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں یہ بھی پڑھیے کہ:

''گائے کا گوشت کھانے سے مجھے۔۔۔۔ضرر ہوتا ہے ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا اور ساتھ ایک رقعہ لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں۔شوربے میں مرچ زیادہ تھی اور میں مرچ کا عادی نہیں۔

میں نے ایک بوٹی صاف کر کے کھائی بہت اچھا پکا تھا میں نے ایک بوٹی اور مانگی مگر اس وقت معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ص:372،حصہ چہارم،مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

اسی طرح ایک سوانح نگار رضاخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک صاحب نے آپ کی دعوت کی ملک العلماء مولانا ظفر الدین ہمراہ تھے۔میزبان بڑا مفلس وکنگال تھا۔ٹوٹی چٹائی بچھائی گئی اعلیٰ حضرت اسی پہ بیٹھ گئے۔باجرہ کی روٹی بڑے گوشت کا قیمہ لاکر رکھا گیا۔ملک العلماء سوچنے لگے اب کیا ہوگا۔اعلیٰ حضرت تو بڑے کا گوشت نہیں کھاتے۔(آخر پڑھ کر بسم اللہ الذی الخ) مسلمان کچھ بھی کھلائے نقصان نہیں کرے گا''۔

(خیابان رضا۔ص: 104-103)

یاد رہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت نہیں ہے۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت) جبکہ مصطفی رضا خان قادری بریلوی مفتی اعظم ہند کے نزدیک نبی علیہ السلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت ہے اور انہوں نے مسلم شریف کی روایت بھی نقل کی ہے۔اس سے فاضل بریلوی کی علمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اسی طرح ایک اور رضاخانی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ:

''ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا۔گائے کا گوشت آپ کو سخت نقصان کرتا تھا۔مگر ایک غریب مومن کی

دل جوئی کے لئے آپ نے تناول فرمالیا۔جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی۔"

(خیابان رضا۔ص: 124)

[پیٹو کھانا کھاجاتا ہے یہ سوچے بنا کہ آگے مجھے تکلیف ہوگی۔]

آگے اس تحریر کو بھی پڑھ کر کڑیاں ملائیں:

"پہلی بار کی حاضری میں میری عمر بائیس برس کی عمر تھی میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی صرف گوشت پر اکتفا کرتا اور گوشت بھی دنبے کا سنا چرے ہوئے ہوتے ہیں۔"

(ایضاً۔ص: 372)

(vii) پیٹو لوگوں کی ہی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو کھانے کی چیز دیر سے ملے تو کھانا لانے والے کو تھپڑ مار دیتے ہیں جیسا کہ بریلوی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ :

"زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا"۔

(خیابان رضا ۔ص:42،ص:80)

(viii) اسی طرح جب کسی پیٹو اور بھوکے سے جب کوئی سوال کیا جائے مثلاً:

دو اور دو کتنے ہوتے ہیں

تو پیٹو اور بھوکا کہتا ہے

چار روٹیاں

یہی حال کچھ احمد رضا خان صاحب کا تھا کہ، جب ان سے سوال کیا گیا کہ:

"عرض : حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں "

(ملفوظات حصہ اوّل ص 141، شیخ کامل ص 167)

دیکھئے سائل کا سوال کیا تھا اور اعلیٰ حضرت صاحب کس انداز سے دعوت کے لفظ کو جواب میں لے آئیں اور اپنی مجددانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔خان صاحب جہاں دعوت کے بارے میں فکر مند ہوتے تھے۔اسی طرح چندہ کی فکر میں غور و فکر بھی کیا کرتے تھے۔اس کے لیے غیروں کی منتیں بھی کیا کرتے تھے۔جیسا کہ فاضل بریلوی "مولاما عبد الباری فرنگی محلی صاحب" پر کفر فتوے لگاتے ہوئے انہیں چندہ ہتھیانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ:

"جو چندہ اہلسنت کا اس مجمع ضلالات میں پہنچ چکا ہے۔اس کو خالص اپنے قبضے میں کیجئے جو تدابیر جائز و مفید و ممکن ہوں سب اہلسنت مل کر تجویز و ترویج کریں کہ پھر دیکھیں کہ ہم غربا آپ کی خدمت کو حاضر ہیں یا نہیں۔"

(الطاری الداری۔حصہ اوّل۔ص: 19)

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے انکی پیٹ کی فکر اور دماغی سوچ کا اندازہ لگائیں۔(یہ جواب آن غزل ہے کیونکہ حضرت تھانوی نے جب

کسی کو ایسا ہی جواب دیا تو دیوبندی مذہب کا مولف اسے پیٹ کی فکر کہتا ہے)

خلیل احمد رانا صاحب !! آپ کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کی وہ وصیت غربا کے لئے تھی یہ محض تمہارا اپنی کتب سے جہالت کو واضح کرتا ہے ورنہ دلائل و براھین سب اعلیٰ حضرت کے کھانے کو ذکر کرتے ہیں ۔اگر اس پر تمہیں مزید اصرار رہا تو پھر ہم اس نکتہ کو بھی کھولیں گے کہ اگر بریلوی اعلیٰ حضرت کیلئے یہ وصیت نہیں مانتے بلکہ دوسروں کے لئے مانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے ۔؟؟

حصہ دوم

علمائے اہلسنت کے کھانے پر اعتراضات کے منہ توڑ جوابات

قارئین کرام! شروع میں ہم نے قرآن پاک کی ایک آیت لکھی تھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کھانا کھاؤ اور پیو پینے والی چیزیں مگر اسراف نہ کرو۔ پتہ چلتا ہے کہ کھانا کھانا کوئی عیب اور خامی نہیں بلکہ اسراف کرنا بری چیز ہے جس کی قرآن میں بھی ممانعت ہے ۔اگر انسان کھانے کی چیز کھاتا ہے تو اس پر طعن و تشنیع نہیں کیا جاسکتا ہاں جو پیٹو پیٹ کا دھندہ بنا کر، مرتے وقت ایک نہیں ،دو نہیں اکھٹے بارہ کھانوں کی فہرست (چٹ پٹے اور لذیذ کھانے کی فہرست) تیار کرواتا ہے اور بلٹی کا منتظر رہتا ہے یقیناً اس کا یہ فعل قابل مذمت ہے ۔ایسے شخص پر طعن کرنا بالکل ٹھیک اور درست بات سمجھی جاسکتی ہے ۔کیونکہ مرتے وقت بھی اس کو سنت رسول اور ذکر اللہ کرنے کی بجائے 12 کھانوں کی فہرست یاد آئے اس کو برا بھلا کہنا بالکل عقل کے مطابق ہے ۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے طعام پر اعتراض:

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آخری وقت میں ککڑی کی خواہش کرتے ہیں ۔ڈھونڈ کر ان کے لئے چھوٹی سی ککڑی لائی جاتی ہے جس کو وہ تناول فرماتے ہیں ۔

جواب:

(i) جاہل معترض صاحب مجھے ذرا بتائے اس عبارت میں کہاں تمہارے اعلیٰ حضرت کے 12 کھانوں کی طرح فہرست تیار کی جارہی ہے ۔یہاں تو محض ایک چیز کا ذکر ہے

کہاں 12 لذیذ کھانے اور کہاں ایک چیز؟؟

(ii) ہم کہہ چکے ہیں کہ کھانا کھانا مطلقاً کوئی عیب نہیں ۔بلکہ بات زیادہ اور چٹ پٹے کھانوں کی تعداد کی ہو رہی ہے ۔اگر فاضل بریلوی کے یہ 12 کھانے کسی بھینس کے آگے رکھ دیے جائیں تو شاید وہ بھی برداشت نہ کرسکے ۔

(iii) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بطور علاج سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے آخر وقت میں ککڑی کھانے کی فرمائش کی ۔جو آخری وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کرنے کی کوشش کرے تمہارے نزدیک وہ: ”قابل مذمت، مضحکہ خیز اور قابل افسوس ہے ۔“ (ہیں عجب منکر کھانے غرانے والے)

خود تمہارے الیاس عطار قادری، بانی دعوت اسلامی نے لکھا ہے کہ:

”کھجور طبعاً گرم خشک ہے اور ککڑی سرد تر۔ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔حضور انور ﷺ نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ بیک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی ککڑی اور کبھی چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں۔“

(فیضانِ سنت۔ص 460،نیاایڈیشن)

آگے ان الفاظ پر غور کرو:

”کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کیلئے بہت مفید ہے۔“(ایضاً ص 284)

تو حضرت ؒ تو علاج کیلئے استعمال فرما رہے ہیں اگر فاضل بریلوی کی وصایا شریف کو ہی غور سے پڑھا ہوتا تو جہالت کا عظیم مظاہرہ کرنے کی بجائے دونوں اطراف کا موازنہ کر کے غور وفکر کرتے۔وصایا شریف میں مولوی احمد رضا خان صاحب نزاع کی حالت میں سرد پانی منگواتے ہیں جو وہ افاقے کیلئے نوش کرتے ہیں۔(رضا کوئز بک ص40)(وصایا شریف ص17)

ہمارے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ککڑی استعمال کی جو سرد اور تر ہوتی ہے جو افاقے کے ساتھ ساتھ سنت نبوی ﷺ کی کشش بھی رکھتی ہے۔آپ کے اعلیٰ حضرت کو افاقے کیلئے ککڑی نہ یاد آئی بلکہ سرد پانی یاد آیا اور ہمارے حضرت نانوتوی ؒ کو افاقے کیلئے ککڑی یاد آئی۔

عشق رسالت میں فرق خود دیکھ لیں

ہمارے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا موازنہ کیا بھی تو اعلیٰ حضرت جیسے جاہلوں کے پیشوا سے۔حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو شہر مدینہ میں داخل ہو کر اس ڈر سے کہ آقا کا شہر ہے جوتے مبارک اتار کر بغل میں دبا لیتے ہیں اور تمہارے احمد رضا صاحب وہاں جا کر بھی علم جفر کی تلاش کرتے ہیں اور اگر جوتا پاؤں میں نہ ہو تو نیا خریدنے کیلئے نکل پڑتے ہیں۔حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سبز رنگ کا جوتا پہننا روضہ پاک کے رنگ کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتے اور مولوی احمد رضا خان صاحب سبز رنگ کے جوتے پہننے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ایک بات اور ہمارے حضرت کو تو نبی ﷺ کی مرغوب شئے افاقے کے لئے آخری وقت یاد آئی جس کو امیر دعوت اسلامی الیاس عطا قادری صاحب نقل کرتے ہیں کہ:

”حضور ﷺ کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی“۔

(فیضان سنت ص 460)نیاایڈیشن

جبکہ احمد رضا کو سرد پانی یاد آیا طبی لحاظ سے بھی ککڑی سرد پانی سے زیادہ مفید ہے اور سنت نبوی ﷺ بھی ہے۔مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی تو مت ماری گئی تھی کہ وہ ککڑی کھانے کو دیوبندی غذائیں کہہ کر ”سنت نبویﷺ“ کو لوگوں کی نظر سے گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(بلی کے خواب میں چھچھڑے۔ص:16)

اگر پھر بھی ککڑی کھانے پر اعتراض رہے تو پھر اپنے گھر کی خبر لو۔الیاس عطار قادری مفتی احمد یار نعیمی کی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”بزرگان دین رحمھم اللہ المبین حضور ﷺ کے فاتحہ میں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں“۔

(فیضان سنت ص 460،نیاایڈیشن)

اور پیچھے ہم ذکر کر آئیں ہیں کی اعلیٰ حضرت نے بھی ککڑیاں کا پورا تھال اکیلے کھایا ہے (فیضان سنت)لو بریلوی ملاں بھی ککڑی کھاتے

ہیں!!۔اب یہاں بھی تھوڑی سی جرأت کرو؟

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے طعام پر اعتراض:

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت سرداا ور انناس کا شربت تناول کرتے ہیں۔

جواب:

(i) بریلوی معترض صاحب 12 کھانوں کی بلٹی میں اور چند قاشیں اور انناس کا شربت افاقے کیلئے کھانے میں بہت فرق ہے۔اور شاید آپ جیسے عقل کے اندھوں کو یہ فرق نظر نہیں آیا ہوگا۔لو اب ہم نے نشاندھی کر دی ہے۔

(ii) طبی لحاظ سے سرداا ور انناس کا شربت بھی افاقے کیلئے بہت مفید ہے۔تو اگر اس بات پر اعتراض ہو کہ افاقے کیلئے یہ چیزیں کیوں نوش فرمائی تو یہ آپ کی جہالت ہوگی۔پھر آپ کے احمد رضا خان نے بھی تو سرد پانی نزاع کی حالت میں پیا تھا۔اگر اعتراض یہاں ہوتا ہے تو آپ کے احمد رضا پر بھی ہوگا! ترازو ایک ہونا چاہئے۔

جیل میں گوشت منگوانے پر اعتراض

خلیل رانا صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں گوشت کی خواہش کا اظہار کیا ہے مگر سعیدی صاحب کاش اس طرح کے اعتراضات کرنے سے پہلے باغی ہندوستان میں مولوی فضل حق خیر آبادی کے وہ قصیدے بھی پڑھ لیتے جو اس نے جیل میں لکھے اور رو رو کر جیل کی سختیوں کا ذکر کر کے جیل سے آزادی کی دہائیں انگریز حکومت کو دے رہا ہے فی الحال ہم اسی قصیدے سے صرف چند اشعار کے اردو ترجمے نقل کر رہے ہیں اگر اس سے بھی طبعیت ٹھیک نہ ہوئی تو انشاء اللہ آپ کیلئے ہمارے پاس نسخوں کی کمی نہیں۔

''ماش کی دال غذا ہے،گوشت،پیاز،ترکاری،ککڑی،کچھ میسر نہیں''۔

(باغی ہندوستان،ص ۳۰۳،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

اس کی آب وہوا ناموافق اور وبائی ہے نہ تو اس میں شکم سیری ہے نہ پانی میں سیرابی

پانی گرم ہے جس میں سیرابی نہیں جس طرح کہ غذا ماش ہے جس میں مزا نہیں

وہاں نہ شیریں پانی ہے نہ لذیذ کھانا اور نہ وسیع میدان ہی سامنے ہے

(باغی ہندوستان،ص ۳۰۶،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

بریلوی اگر آپ کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہے اور اس بات کا احساس ہے کہ ایک دن مر کر اللہ کو جواب دینا ہے تو اپنے اس ''پیٹو ملاں'' پر بھی ایک عدد مضمون لکھ دیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کا جواب

سعیدی صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حلوے کی خواہش پر جو کہ ملفوظات میں ہے پر بھی اعتراض کیا حالانکہ وہاں صرف ایک

ظریفانہ پیرائے میں بات کی اور ہے بھی ملفوظات جو بقول رضاخانیوں کے معتبر نہیں ہوتے۔آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل حلوہ خور کون ہے؟۔

احمد رضاخان کی حلوہ خوری احمد رضاخان کا ٹھنڈا حلوہ

''زمانہ قیام میں علماء عظام مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا مذاکرات علمیہ رہتے۔شیخ عبد القادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے ہر چند عذر کیا نہ مانا آخر گذارش کی کہ ''الحلو البارد'' شیریں سرد ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس الحلو البارد کی پوری مصداق تھی نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ۔ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے کہا رضی الوالدین اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے''۔(ملفوظات،حصہ سوم،ص ۱۹،۲۰)

لیجئے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ ٹھنڈا حلوہ کھانا احمد رضاخان کی مرغوب غذا تھی تو دوسروں کے کھانے پر اعتراض کرتے ہوئے تم لوگوں کو حیاء نہیں آتی۔۔؟؟؟

حلوے کے بارے میں ارشاد اعلیٰ حضرت

حلوہ پکائے اور صلحاء یعنی نیک لوگوں کو کھلائے۔رضاخان صاحب کے ہاں حلوہ شریف ایک مستقل عنوان تھا آپ جس حلوے کے کھانے کے شیدائی تھے اس حلوہ شریف کی تفصیل کچھ یوں ہے

حلوہ بپزدہ وبصلحا بخوراند (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ص ۲۰۲)

یہاں پر اس بات کو بھی نوٹ کریں کہ احمد رضاخان نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ حلوہ پکا کر غریب مساکین کو کھلائیں بلکہ کہا کہ اس حلوے کے حقدار صرف صلحاء ہیں یعنی رضاخان جیسے نام نہاد صلحاء۔اعلیٰ حضرت کی ایک محفل میں یہ سوغات خاص طور پر تھیں،

''اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا''۔

(حیات اعلیحضرت،ص ۲۰۲،۲۰۳،ج ۱)

شب برات کا حلوہ اور قرآنی آیات کا جعلی سہارا

''رب فرماتا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے''۔(نور العرفان۔ص:۵۱)

غور فرمائیں کہ کس طرح رضاخانیوں نے خدا خوفی سے بے پرواہ ہو کر آیت میں تحریف کرتے ہوئے اس سے شب برات کا حلوہ ثابت کیا کیا قرآن حلووں کی تعلیم دینے کیلئے نازل ہوا ہے؟ حالانکہ اس آیت کا تفصیلی شان نزول بخاری مسلم اور تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے کہ کس طرح صحابہ نے اس آیت کے بعد اپنے محبوب مال،باغات،کنیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کئے مگر یہ بدبخت یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کے

بجائے لوگوں سے حلوے بٹورنے کیلئے قرآن کی آیت کو پیش کر رہا ہے۔

خلیل رانا صاحب کچھ کرم آپ یہاں بھی فرمائیں گے اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حلوے کی خواہش کا اظہار کیا تو بقول احمد یار گجراتی کے اس آیت پر عمل کیا اور تم نے حضرت گنگوہی پر اعتراض کر کے قرآن کی آیت کا انکار کیا لہٰذا اس اعتراض سے فوراً توبہ کرو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کہ آخری وقت بیوی کی فکر تھی:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آخری وقت میں اپنی بیوی کے خرچے کی فکر کر رہے ہیں۔

جواب:

(i) یہ اعتراض بھی بریلوی جہالت کا واضح ثبوت ہے کیونکہ شرعی لحاظ سے یہ بات بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ اس میں بھلا کونسی قباحت تھی جو تم جیسے عقل سے فارغ بریلوی کو نظر آ گئی؟

(ii) حدیث پاک پڑھو جس کا مفہوم تقریباً کچھ ایسا ہے۔

”روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری حالت اپنے بعد مجھ جو خیال میں ڈالتی ہے اور تمہاری خدمت میں ثابت قدم وہی لوگ رہیں گے جو صابر او رصدیق ہیں۔“ (رواہ الترمذی)

اسی حدیث کو نقل کرتے ہوئے حضرت تھانوی ؒ اپنی اسی کتاب میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں جسکو خائن بریلوی گیارھویں شریف کا دودھ سمجھ کر پی گیا کہ:

”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بعد بی بی کے آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق بھی ہے اور امر طبعی تو ہے ہی۔“ (تشبیہات وصیت)

بقول مفتی فیض احمد ملتانی گولڑوی صاحب:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہر معاملہ کو شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے عادی تھے۔ (مہر منیر)

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو آخری وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے بیوی کا خیال رکھنے کی بات کی۔ مگر تم جیسے سنت کے دشمنوں کو بھلا یہ باتیں کہاں پسند آتی ہیں کہ کوئی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کریں۔ تم ہوئے بدعت کے عاشق لہٰذا کب پسند کرو گے۔

دیگر عبارات پر اعتراضات کے جوابات

(i) ناظرین کرام! ہم یہ بات پہلے کر چکے ہیں کہ مطلقاً کھانا کھانا کوئی عیب اور خامی نہیں ہے۔ ہمیں اعتراض تو فاضل بریلوی کی وصیت کے چٹ پٹے کھانوں کی لسٹ اور بلٹی پر ہے۔

(ii) کسی دوست احباب کے ساتھ بے تکلفی برتنا یہ کوئی معاشرے میں قابل طعن نہیں ہے بلکہ یہ ایک اچھی بات سمجھی جاتی ہے۔ بے تکلفانہ انداز پر اعتراض بھی بریلوی جہالتوں میں سے ایک بڑی جہالت ہے۔

(iii) ظرافت اور ظریفانہ انداز بھی ماحول کو خوشگوار بناتا ہے۔ مگر تعصب کے مارے ہوئے عقل کے اندھے ان پر طعن و تشنیع کر کے اپنی

جہالت کو دنیا کے سامنے آشکار کرتے ہیں۔

(iv) میٹھا (یعنی میٹھی شئے) بھی پیارے نبی علیہ السلام کو پسند رہی ہے۔ اگر کوئی نبی علیہ السلام کی پسند سمجھ کر اس کو کھاتا ہے تو اس پر اعتراض بھی بریلوی جہالت ہے۔

(v) کسی بزرگ کے تبرک کیلئے اگر دو لوگ آپس میں جھپٹے تو اس پر ان کی محبت اور مروت پر مسکرا دینا چاہئے نہ کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اپنی جہالت دنیا کو دکھانے کیلئے اعتراض شروع کر دیں۔

(vi) اگر تمہیں کھانے پر اعتراض ہو تو آؤ گھر میں اپنا حال بھی دیکھ لو جو تمہارے اصولوں سے قابل طعن ہونگے۔

۱۔ آپ کے محدث کچھوچھوی کی زبانی کھانے کی فکر سنئے:

''شام کو جب چلا تو شہامت گنج کی موڑ پر پہلے پان کھانے کی خواہش ہوئی ابھی پان والے سے کہا بھی نہ تھا۔''

(امام احمد رضا اور محدث کچھوچھوی ص 28، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

۲۔ عبد الحکیم اختر شاہ جہانپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت احمد رضا کی عام غذا روٹی، چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا''۔

(سیرت امام احمد رضا ص 50، مطبوعہ پروگریسو بک لاہور)

۳۔ بریلوی، ملاّ وں 12 ربیع الاوّل کو کیا کھاتے تھے سنو:

''نماز کے بعد فوراً ہی صفوں کے درمیان شیرنی تقسیم کر دی جاتی۔۔۔۔تقریباً دس من شیرنی تیار کی جاتی تھی اس طرح بغیر کسی شوروغو۔۔ کے آسانی کے ساتھ ہزاروں ہ فرین مجالس میں مٹھائی تقسیم ہو جاتی اس کے بعد مجلس ختم ہو جاتی۔ صبح 9 بجے سے غربا و امراء سب کو ایک دستر خوان پر کھانا کھلایا جاتا، تقریباً 40 من کھانا تیار ہوتا۔ کھانے کا سلسلہ صبح ۱۰ بجے سے شام ۳ بجے تک تقریباً چھ گھنٹے جاری رہتا۔ ہزاروں انسان اس خوان لیغما سے مستفیض ہوتے۔ (ملفوظات مظہری ص 52)

۴۔ الیاس عطار قادری امیر دعوت اسلامی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''جی ہاں میرا قریباً بچپن سے معمول ہے کہ جب بھی مرغی کھاتا ہوں تو اس کی سفید نرم ہڈی بھی کھا لیتا ہوں۔ (فیضان سنت۔ ص 606)

۵۔ پروفیسر حافظ محمد شکیل ادج بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

احمد رضا صاحب پان بھی کھایا کرتے تھے۔

(رضا کو ئز بک ص 24، مطبوعہ مسلم کتابوی لاہور)

۶۔ بریلوی سوانح نگار محمد احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''رمضان میں بعد افطار صرف پان کھا لیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالہ میں فیرنی تناول فرماتے۔''

(خیابان رضا۔ ص 42)

۷۔ اختر حسین فیضی مصباحی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''فاضل بریلوی کے والد نے احمد رضا کو شیرینی کھانے کیلئے ایک روپیہ عنایت فرمایا''

(خیابان رضا،ص:81)

باپ نے بیٹے کی پسند اور شوق دیکھتے ہوئے ہی انعام میں شیرینی کیلئے ایک روپیہ دیا ہوگا۔اور فاضل بریلوی نے اپنی اس عادت کو آگے بھی بڑھایااور اپنے شاگرد کو بھی ایک روپیہ شرینی کھانے کیلئے دیا۔(ظفرالدین بہاری)(خیابان رضاص 81)

۸۔ اختر حسین مصباحی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوہ،سوھن فروخت کیا کرتے تھے،ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوھن خرید فرمایااور آگے جاکر اپنے شاگرد کر کھانے کو دیا۔''

(خیابان رضاص 81-80)

۹۔ بریلوی محمد اجمل رضا قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

اسی سلسلے میں حضرت محدث کچھوچھوی ایک دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

''دوسرے دن دارالافتاء پر(محدث صاحب کو)لگانے سے پہلے'خود گیارہ روپے 11 کی شیرینی منگائی'اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کراور شرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔''

(شیخ کامل ص 121،مطبوعہ ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ)

۱۰۔ غلام اویس قرنی صاحب مفتی عزیز احمد بدایونی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جب بھی پیکٹ میں بند دودھ(ملک پیک)نوش فرماتے تو اس کے خالی ڈبے جمع رکھتے اور جب وطن واپس آئے تو ساتھ لے آئے۔

(احوال وآثار مفتی عزیز احمد قادری بدیوانی ص 42-41،مطبوعہ ادارہ نعمانیہ لاہور)

۱۱۔ بریلوی سید حمزہ علی قادری صاحب کے اہتمام سے مفتی فیض احمد اویسی صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

''جمعہ کے بعد کھانے کیلئے گھر لے گئے۔پرتکلف دعوت تھی بالخصوص سبز چنوں کی دعوت خوب رہی اس لیے کہ پاکستان سے ان کے عزیز یہاں آئے ہیں تو وطن کی سوغات یہی سبز چنے لے آئے ہیں جنہیں ہم نے مزے لے کر کھائے''۔

(سفرنامہ انگلینڈ حجاز ص 31،مطبوعہ عطاری پبلشرز کراچی)

آگے لکھا ہے کہ:

''مولانا خواجہ بشیر احمد صاحب نے فرمایا ہم نے سرّ پاکستان کی جامع مسجد میں گیارہویں شریف کا افتتاح کرنا ہے اس کی دعوت ضرور قبول کریں فقیر(فیض احمد اویسی)نے بسروچشم قبول کیا۔''(ایضاً ص 31)

فیض احمد اویسی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''حافظ صاحب موصوف''قصر شیرین''لے گئے یہاں وہی دیکھا جو ہمارے حلوائی کی دکان۔حافظ صاحب نے گرمی محسوس کرتے ہوئے فالودہ کا ناشتہ کرایا''۔(ایضاً ص 114)

۱۲۔ بریلوی مولوی حکیم محمد یعقوب سلامت پوری صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ وہ دفتر سے فارغ ہو کر سیدھے مسجد میں حضرت کی

خدمت میں شب بسری کیلئے حاضر ہوئے ۔تاکہ آخر شب کی مجلس میں شامل ہو کر فیوض و برکات سے متمتع ہوں لیکن اس دن کچھ دفتری کام کی زیادتی اور شام کو زیادہ کھانے کی وجہ سے ان پر سستی اور ذہول کی کیفیت طاری ہوگئی۔

(قطب لاہور ص 81، مطبوعہ ادارہ اہلسنت والجماعت لاہور)

۱۳۔ ایک بریلوی کی زوجہ صاحبہ کا بیان ہے کہ: (غلام قادر بھیروی)

''آج رات خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی۔خواب میں اس نے دیکھا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئی ہے۔تو اسے بتایا گیا کہ آپ مسجد کی ایک طرف باغیچہ میں بیٹھے ہیں جب وہ اس طرف گئی اور زیارت کیلئے آگے بڑھی تو حضرت نے اس سے پوچھا: تو کون ہے ؟''

اس نے عرض کیا: حضور میں آپ کے خادم میاں رحیم بخش کی اہلیہ ہوں۔اپنے مخلص خادم میاں رحیم بخش کا نام سن کر آپ نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا اور اسے تین عدد لوکاٹ عطا فرما کر کھالینے کا حکم دیا۔مطابق فرمان اس نے وہ تین عدد دانے وہیں کھڑے کھڑے کھا لیے۔لوکاٹ کھا چکی تو اسے جاگ آ گئی۔(قطب لاہور ص:105)

۱۴۔ بریلوی قطب ملا عبدالقادر بھیروی کے شاگرد مولوی حکیم محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ:

''پہلے حکیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے انہیں دو عدد چھوہارے عطا فرمائے ہیں''۔(قطب لاہور ص 102)

(vii) ''کھانے کی فکر ہونا'' کے عنوان سے بھی اپنے گھر میں جھانک کر دیکھ لیں:

۱۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریانی حلال ہے۔

(جاء الحق ص 169، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

دیکھئے سمجھانے کیلئے مثال بھی کھانے کی چیز کی یاد آئی جیسے بھوکا کسی کو سوال سمجھائے:

بھئی دو اور دو چار ہوتے ہیں جیسے چار روٹیاں یہ دو اور دو روٹیوں کا مجموعہ ہے

۲۔ بریلوی شیخ القرآن مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی بریلوی حکیم الامت کی طرح لکھتے ہیں کہ:

''فاتحہ دو عبادتوں کا مجموعہ کا نام ہے۔تلاوت کلام اور صدقہ اور جب یہ دونوں علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے اس لیے کہ بریانی چاول،گوشت گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزاء حلال تو بریانی بھی حلال''۔(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص 21، مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کراچی)

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب۔مجدد بریلویہ لکھتے ہیں کہ:

سوال: کافر ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں۔مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: اس روز نہ لے۔دوسرے روز دے تو لے لے۔(تعلیمات اعلیٰ حضرت ص 95، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ہولی دیوالی کی ہندوؤں کی مٹھائی کھانے کی فکر میں کون دبلا ہو رہا ہے؟

۴۔ مجدد بریلویہ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

مسئلہ: میت کے سوم کے چنے کا کسی قدر وزن ہونا چاہیے اگر چھواروں پر فاتحہ دی جائے تو ان کا وزن کسی قدر ہوگا؟ الجواب: کوئی وزن

شرعاً مقرر نہیں۔ اتنے ہوں جس میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔

(عرفان شریعت ص ۳، مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور)

مولوی حسن علی رضوی بریلوی اس حوالہ کا جواب دیتے ہوئے اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ:

''اور چھوہارے بھی ہوتے تو کونسی قیامت آنے لگی تھی حسب استطاعت اس سے بھی پڑھ سکتے ہیں''۔

(قہر خداوندی ص 72، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

ذرا تصور میں 70 ہزار چھوہارے کا وزن معلوم کر کے دیکھیں۔

۵۔ مفتی محمد اکمل عطاری صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

کھانا لے کر چلیں ٹھنڈا شربت بھی لیں

خیر خواہی کریں قافلے میں چلو

(سرکار کے قافلے۔ ص: 124، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

۶۔ مفتیان دعوت اسلامی لکھتے ہیں کی:

غذا کا عمدہ حصّہ مثلاً بوٹی وغیرہ حرص سے جھپٹتے ہوئے دوسروں کی خاطر ایثار کروں گا۔

(رہنمائے جدول۔ ص: 229۔ مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

ایسے حالات میں بریلوی مولوی کیلئے بوٹی بریلوی عوام چھوڑیں گے۔

۷۔ الیاس عطار قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

چسکیاں گرم چائے کی لو اور کھالو ہلکی سی غذا جاگو۔

(فیضان سنت۔ ص 844)

۸۔ الیاس عطار قادری صاحب کی نقل کردہ نظم بھی ملاحظہ ہو:

تھکن ہے ہوں اگر .... تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو....لاٹ سے چاہے رہائی بدلی....کے گنا جوس.....

.. ..اگر تجھ کو جو مارے تو جامن تازہ کھا اور لے نظارے

(فیضان سنت۔ ص: 640)

۹۔ بریلوی خطیب پاکستان محمد شفیع اوکاڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اے اللہ اس کلام کا ثواب اور اگر کوئی شیرینی یا کھانا وغیرہ بھی ہو تو پھر یوں کہے۔''

(ثواب العبادات ص 31، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

۱۰۔ بریلوی علامہ محمد اکمل عطاری قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

شربت دودھ پلا کر یا کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنا

(عاشقوں کی عید۔ص: 24)

۱۱۔ اکمل عطاری قادری۔بریلوی دعوت اسلامی کا مبلغ لکھتے ہیں کہ:

''اس دن (یعنی عید میلا دالنبی بزعم بریلوی) مٹھائیاں تقسیم کریں،دودھ شربت پلائیں کھانا کھلائیں''۔

(عاشقوں کی عید ص 11 ،مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

۱۲۔ بریلوی مجدد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد پورا ہوگیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دونگا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگر چہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے۔گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنے مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اس طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیئے جاتے ہیں جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے''۔

(الحجۃ الفائحہ ص 13-12 ،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

۱۳۔ مزارات پر چڑھاوں کی فکر میں وہابیوں کو رضا خانی فضلہ خور عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''نہ انہوں (یعنی وہابیوں) نے کبھی مزارات پر چڑھاوے چڑھائے''۔

(محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان۔ص 27،مطبوعہ مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی لاہور)

۱۴۔ بریلوی سجادہ نشینوں کے متعلق بھی پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب بریلوی کی سن لیں:

سجادہ نشینوں کے ٹھیکے

''یہ سن کر ہی آپ کے چودہ طبق روشن ہوجائیں گے کہ وہ نااہل کاروباری پیر جنہیں بزرگوں کی گودیاں وراثت میں ملی ہیں (یعنی زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن) یہ لوگ سالانہ عرسوں کے موقعوں پر میلوں ٹھیلوں کے ذریعے بہت بڑا بزنس کرتے ہیں اور سال بھر کا خرچہ دنوں میں ہی جمع کر لیتے ہیں۔اسلام کو بڑی بے دردی سے ذبح کرنے والی سرکسوں کی بدقماش انتظامیہ انہیں لاکھوں روپے کا ٹھیلہ فراہم کرتی ہے۔جس سے سجادہ نشین اور اس کا خاندان اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کو بیچ کھاتے ہیں''۔

(کاروباری پیر اور زوال اہلسنت ص 26-25،مطبوعہ مکتبہ نظام مصطفی بہولپور)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''یہ سجادہ نشین اور مجاور لوگ جہلا سے پیسے بٹورنے کیلئے نت نئے ڈھونگ رچاتے رہتے ہیں۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بہشتی دروازہ کو دیکھ کر انہوں نے بھی بہشتی موریاں اور جنتی کھڑکیاں کھول ڈالی ہیں۔جہاں سے یہ لوگ رقمیں بٹور بٹور کر جہلا کو جنت میں داخل کرتے ہیں''۔(ایضاً ص 26)

۱۵۔ بریلوی شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے بارے میں بھی اپنے گھر کا فیصلہ سن لو:

''رضادارالاشاعت کی جانب سے مجلس رضا کی بلا قیمت تقسیم کی جانے والی کتب اندھیرے سے اجالے تک اور شیشے کے گھر یکجا کر کے'' البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے 66 روپے قیمت کے ساتھ شائع کر دی گئی ہے۔اب میاں صاحب نواز شریف انعام دیں یا نہ دیں کتابوں کی فروخت سے انعام کا حصول شروع ہوگیا ہے۔جب اس منصوبہ حصول زر کی طرف ایک محترم کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی تو حضرت (عبدالحکیم شرف قادری) صاحب چراغ پا ہو گئے اور ''شیشے'' کی دھمکی دے کر اپنی بہادری کی داستان سنانے لگے حالانکہ محترم حضرت صاحب (عبدالحکیم شرف قادری کی بہادری ہم سے کوئی ڈھکی چھپی نہیں مگر ہم ان مسئلوں میں پڑنا نہیں چاہتے البتہ اگر مزید بہادر بننے کی کوشش کی گئی تو ہم انشاءاللہ'' کچھا چٹھہ'' شائع کر دیں گے۔ (ادارہ)

(ماہنامہ القول السدید لاہور، مارچ 1992ء ص 91، مطبوعہ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

۱۶۔ بریلوی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے متعلق بھی سن لیں۔

''جھوٹی خوابیں گھڑے والے اور حضور ﷺ کی زیارت کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو اپنا عقیدت مند بنانے کے چکر میں تاکہ ان عقیدت مندوں سے نذرونیاز وصول کرسکیں۔''

(ماہنامہ انیس اہلسنت اگست 2005ص 58، مطبوعہ فیصل آباد)

۱۷۔ مولوی حسن علی رضوی میلسی کے بارے میں بھی سن لو:

''مولوی حسن علی بھی زمینداروں کا درباری قوال اور چڑھتے سورج کا پجاری ہے''

(پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص 158، پہلا ایڈیشن، مطبوعہ لاہور)

۱۸۔ الیاس عطار قادری رضوی۔امیر بریلویت امیر دعوت اسلامی صاحب کی اس تحریر پر بھی غور کریں اور پیسوں کی فکر ملاحظہ کریں:

''ربیع النور الشریف کے دوران 1200 روپے اگر یہ نہ ہوسکے تو 112 اور اگر یہ بھی نہ بن پڑے تو 12 روپے (بالفان و بالفات) کسی سنی عالم کو پیش کیجئے''۔(صبح بہاراں ص 39، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

۱۹۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں قل شریف گیارہویں شریف، بارھویں شریف، یہ سب رسومات کھانے پینے کا چکر نہیں تو اور کیا چیز ہے۔بغیر حلال حرام کی تفریق تناول اشیاء کیا جاتا ہے جیسا کہ حسن علی رضوی میلسی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ:

''اسی طرح مولانا عبدالسمیع صاحب نے بھی کہا کہ آج میلاد میں بہت سے قبیح امور داخل ہو گئے ہیں (بعض دفعہ) قاری دیندار نہیں ہوتا۔موضوع جھوٹی باتیں شاعروں کی گھڑی ہوئی پڑھتے ہیں۔کھانے اور شیرینی میں رشوت، سود اور غضب کا مال ہوتا ہے۔''

(برق آسمانی ص 128، مطبوعہ البرھان پبلی کیشنز لاہور)

اور یہ جرم بھی بریلویوں پر اب تک قائم ہے کہ:

''آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حلوے مانڈے کے بٹوارے کا جھگڑا ہے''

(دیوبند سے بریلوی۔ص 27)

یہ صرف بریلویوں میں ہی صفت پائی جاتی ہے کہ وہ حلوے مانڈے کیلئے لڑ رہے ہیں۔مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی کتاب سے ان

اشعار کو بھی پڑھ کر لطف اندوز ہو:

ختم شریف میں جب تک نہ ساتھ حلوہ ہو قبر کے پیٹ سے مشکل عذاب نکلے گا
ہمارے پیٹ میں حلوہ خوب ڈالو گے پڑے گا زور تو جلدی ثواب نکلے گا

(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص 83، مطبوعہ قطب مدینہ پبلی شرز کراچی)

بریلوی رسومات سب ہندوؤں سے کشیدہ ہیں۔

مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی صاحب خود اس بات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

''ہندوؤں کے مذہب میں ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ جس چیز یعنی کھانا کپڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ہو تو اس کا سن کلپ (یعنی نیت) یوں کرے کہ ثواب پہنچانے والا دائیں ہاتھ میں پانی لے کر شاستری زبان میں یہ کہے کہ آج فلاں مہینہ فلاں تاریخ فلاں دن ہے تو میں فلاں شخص فلاں فلاں چیز فلاں شخص (یعنی مردی) کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ پھر اس پانی کو زمین پر ڈال دے۔ اگر چہ ان کے نزدیک ثواب پہنچانا ہر روز درست ہے مگر بعض دن بھی مقرر کرنے ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک دن کریا کرم کے لئے مقرر ہے۔ ان کے مطابق مردے کے مرنے سے اس دن تک اس کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے اور جزاوسزا کے قابل ہوتا ہے۔ اس لئے اس دن کا نام کریا کرم رکھا ہے کیوں کہ شاشتری زبان میں کریا بدن کو اور کرم عمل کو کہتے ہیں۔ یعنی اس مردے کو کوئی قریبی رشتہ دار شاستر کے مطابق مرنے کے دن سے اس دن تک ایسے عمل بجالائے جن کے سبب سے اس مردہ کا بدن تیار ہو۔''

آگے لکھتے ہیں:

''مہابرہمن وہ برہمن ہیں جس کو مردوں کے نام کا صدقہ دیتے ہیں۔ برہمن کے کریا کرم کے لئے اس کے مرنے کے بعد گیارہواں دن۔ کھتری کے لئے تیرھواں دن۔ ویش یعنی بنئے وغیرہ کے لئے پندرھواں یا سولھواں دن۔ شودر یعنی بالڈھی وغیرہ کے لئے تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ان کے علاوہ ایک ایک چھ ماہی یعنی مرنے کے چھ ماہ بعد اور ایک سال بعد برسی کا دن مقرر ہے۔''

''ہر سال اَسوج کے مہینے کے نصف اوّل میں بھی اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ جس تاریخ کو کوئی مرے اسی تاریخ میں ثواب پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سَرادہ ہے۔ جب سرادہ کا کھانا تیار ہو جائے تو پہلے اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ وید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر وید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں اُبھشَرمن کہلاتا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں۔ جب اپنے معبودوں کی روح کے لئے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر۔ کچھ نفع کی امید رکھ کر۔ نذر و مَنّت کے لئے ان کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں اور ان کے لئے بھی دن مقرر ہیں۔ ان کے بعض معبودوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر ہیں۔ جیسے بام ماگ میں دیوی کو شراب اور گوشت کا بھوگ لگانا۔ ہنومان کو چوُرما۔ مہادیو کو دھتورہ کا پھول اور بیل کا پتہ وغیرہ چڑھانا بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔'' (ص 192- 191)

مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس مقام پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ مسلمانوں کے بھی ثواب پہنچانے میں یہی ہندوؤں کی ساری رسوم موجود ہیں۔ بعض مسلمانوں نے ثواب پہنچانے کے لئے دن مقرر کر لئے ہیں۔ جیسے مردہ کی سوئم کو قُل کہتے ہیں اور چہلم جس میں پلنگ بچھا کر اور طرح طرح

کے کھانے رکھ کر اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کی روح یہاں آتی ہے ۔بعض کہتے ہیں کہ اس دن روح گھر سے نکلتی ہے ۔ چھ ماہی اور برسی مناتے ہیں ۔حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور سترھویں کے اور کسی دن میں نہیں کرتے ۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم شب برات کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں ۔علیٰ ہذا القیاس دوسرے بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے ہی کے دن کرتے ہیں بعض کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کر رکھے ہیں ۔جیسے شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا حلوے کا توشہ ۔حضرت بی بی کی دہی خُشکہ کی صحنک ۔حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مالیدہ ۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میٹھے چاولوں کا کونڈا وغیرہ ۔ان سب کھانوں کو گرما گرم کھانا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس پر کیلے کا پتہ اور سرخ ڈورے بھی ضرور رکھتے ہیں ۔بعض اس دن روزہ رکھتے ہیں ۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلیم اور شربت کی نیاز ۔سید سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا روٹ یا ریوڑیاں ۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی میٹھی کھچڑی اور پیر نبوی رحمۃ اللہ علیہ کا نمک ۔بعض بزرگوں کے نام پر بھی مقرر کر لئے ہیں بلکہ بعض اشخاص نے یہ بھی قید رکھی ہے کہ فلاں بزرگ کی سوا روپیہ کی نیاز ہو فلاں کی پانچ پیسے کی ۔فلاں کا روٹ سوا من کا ہو فلاں کا روٹ پانچ سیر کا ۔فلاں کی تین کوڑی کی نیاز ۔مُردے کا اسقاط خاص قرآن مجید ہی کا ہو اس کو ساتھ ہی آدمیوں کے ہاتھوں میں لازمی پھرایا جائے ۔بعض نے ان نیازوں کے کھلانے اور لینے والے بھی مقرر کر رکھے ہیں ۔مثلاً شاہ عبدالحق کا توشہ وہی شخص کھائے جو حقّہ نہ پیئے اور کھائے تو وضو کر کے کھائے ۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحنک صرف وہی عورت کھائے جس نے دوسرا خاوند نہ کیا ہو ۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز سیّد ہی کھائیں ۔کندوری کی نیاز صرف کنواری لڑکیاں کھائیں ۔بعض دنوں کے لئے بعض کھانے مقرر کر رکھے ہیں جیسے ہندوؤں کی رسم ہے کہ دوسہرہ کو دہی اور خُشکہ ۔ دیوالی کو شیرینی ۔منگل اور اتوار کے دن برت یعنی روزے میں میٹھا ۔اور گوگے پیر کی نوی کو سویاں ۔اس طرح مسلمانوں نے بھی مقرر کر لئے ہیں کہ شب برأت کو حلوا ۔محرم کو حلیم اور شربت ۔عید کو سویاں ۔مخدوم جہانیاں کے روزے میں میٹھی روٹیاں وغیرہ ۔ان کے علاوہ بھی ایسی ہی قیدیں لگا رکھی ہیں ۔بعض مسلمان بزرگوں کو اس امید پر نیاز دیتے ہیں کہ وہ ہمارے رزق یا اولاد میں ترقی دیں گے یا کوئی مراد پوری کریں گے اور اگر ہم ان کی نیاز نہ دیں گے تو ڈرتے ہیں کہ ہمارا کچھ نقصان کر دیں گے ۔بعض لوگ ثواب پہنچانے کو فرض کی طرح ضروری سمجھتے ہیں ۔اگر کوئی گیارہویں وغیرہ کا دن نہ کرے تو اسے طعنے دیتے ہیں ۔بعض لوگ نیاز وغیرہ کے دن نئے برتن لگانا ضروری سمجھتے ہیں ۔جس طرح ہندو سَرادہ کے دن کھانے پر اُبھشر من سے منتر پڑھواتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ملاں کو بلا کر ختم دلاتے ہیں ۔جب تک ملاں اس پر ختم نہ پڑھ لے تب تک اس میں سے کسی کو کھانے نہیں دیتے ۔جس طرح ہندو سن کلپ کرتے وقت دائیں ہاتھ میں پانی لیتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ختم کے وقت کھانے کے ساتھ پانی کا پیالہ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں ۔جس طرح ہندو اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں اسی طرح مسلمان محرم میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کے لئے پانی کی مشکیں زمین پر بہاتے ہیں ۔ جیسے ہندو دیوتاؤں کے نام پر گھی وغیرہ آگ میں جلا کر اس کا نام ہوم رکھتے ہیں اسی طرح مسلمان اپنے بزرگوں کے لئے ہزار ہا چراغ روشن کر کے ۔اس میں دھڑیوں اور مَنوں تیل جلا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور اس کا نام روشنی رکھتے ہیں ۔بعض لوگ ختم کے وقت اس اعتقاد سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ بزرگوں کی ارواح یہاں حاضر ناظر ہیں ۔“(ص195- 193)

ابو ریحان البیرونی نے بھی ہندو دھرم کی مفصل تاریخ لکھتے ہوئے ایصال ثواب کی ان ہی رسومات کی طرف اشارہ کیا ہے:

”مرنے والے کے وارث پر جو فرائض مرنے والے کے سلسلے میں عائد ہوتے ہیں ان میں پہلے سال کے دوران سولہ ضیافتیں کرنا

شامل ہیں۔ان ضیافتوں میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کے ساتھ صدقہ بھی دیا جاتا ہے۔یہ ضیافتیں موت کے گیارہویں اور پندرہیں دن اور اس کے بعد ہر مہینے میں ایک بار دی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ سال بھر تک جاری رہتا ہے۔چھٹے مہینے کی ضیافت زیادہ بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے اور اس میں کھانا بھی اعلیٰ درجے کا کھلایا جاتا ہے۔پھر ایک کھانا سال ختم ہونے سے ایک دن پہلے باپ دادا کے نام پر دیا جاتا ہے اور آخری کھانا سال کے آخری دن دیا جاتا ہے۔سال ختم ہونے پر میت کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"سولہ کھانوں اور ان کھانوں کے ساتھ صدقہ دینے کے علاوہ وارثوں پر یہ بھی۔۔۔۔۔۔ہے کہ موت کے وقت سے دس دن تک روزانہ گھر کے باہر کسی طاق پر یا ایسی ہی کسی اور جگہ پر کھانے سے بھری تھالی اور پانی کی لٹیاں رکھیں'اس لیے کہ ممکن ہے ابھی روح قرار کی جگہ نہ پہنچی ہو اور بھوکی پیاسی گھر کے آس پاس چکر لگا رہی ہو۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"پھر دسویں رات وارث میت کے نام پر بہت سا کھانا اور ٹھنڈا پانی خیرات کرتا ہے۔گیارہویں دن سے روزانہ ایک آدمی کی خوراک اور ایک درہم کسی برہمن کے گھر بھیجا جاتا ہے اور یہ عمل بلا ناغہ سال بھر تک جاری رہتا ہے۔" (کتاب الہند ص284 -283)

ہندوؤں کے ساتھ یہ مشابہت کا کچھ اقرار دبا دبا مفتی فیض احمد اویسی بھی ان الفاظ میں نقل کر جاتے ہیں کہ:"ہندو کی اگر کوئی رسم اسلام کے مشابہ ہے تو اسلامی مسئلہ پر حرف نہیں آتا"

(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص 94)

دیکھئے تیجہ، دسواں، ساتواں اور چہلم کو ہندوانہ رسم کے ساتھ مشابہ مان لیا ہے۔(ایضاً ص94)

آخر میں ہم آپ کو دو حوالے پڑھا کر اجازت چاہئے ہیں۔

۲۰۔ بریلوی مناظر اعظم مولوی عمر اچھروی صاحب درج ذیل عنوان اپنی کتاب میں باندھتے ہیں کہ:

☆ فضیلت دودھ

☆ فضیلت حلوا و شہد

☆ فضیلت گوشت

☆ فضیلت ایک پراٹھا پکا کر نذرانہ کرنا اور قبول کرنا

(مقیاس حنفیت ص511 - 510)

یہ سب باندھے تو شوق و ذوق سے باندھے مگر فضیلت جہاد کا نام تک نہیں لے سکے۔

۲۱۔ بریلوی امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"ابتدائی زمانے میں آپ نے چینی بنانے کی مشین بٹالہ سے منگوا کر گھر میں لگوائی تھی"

(سیرت امیر ملت ص87)

ان کی غذا کے بارے میں بھی پڑھ لیں:

”بارہ مہینے حضور کی غذا مرغی کا شربا، پھلکا اور خشکہ ہوتی تھی۔شہد بہت مرغوب اور اسی طرح لسی بھی۔دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔دن کے کھانے کے ساتھ دہی بھی ضرور تناول فرماتے۔نہار منہ دودھ نوش جان فرماتے۔گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا۔گرم گرم نوش فرماتے تھے۔جاڑوں میں سرسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ساگ کو سکھا کر رکھ لیتے جو دوسرے موسموں میں پکاتے تھے اور کھاتے تھے۔

اس کی کھر بھی پسند تھی،دہی کے ساتھ تناول فرماتے۔گنا پسند فرماتے تھے اور خود منہ سے چھیل چھیل کر کھاتے جب تک دانت قائم رہے یہ عادت مبارک جاری رہی۔رس نکلوا کر نوش فرماتے اور پسند کرتے تھے۔اسی طرح گاجریں بھی بہت مرغوب تھیں۔کدوکش میں کسوا کر اس کا گجریلا پکواتے اور تناول فرماتے تھے،گاجریں کس کے اور سکھا کر رکھ لی جاتی تھیں تاکہ دوسرے موسموں میں گجریلے کے کام آئیں۔کھانے کے وقت تھوڑی سی مولی کھانا بھی مرغوب خاطر تھا۔ضرور تناول فرماتے۔شلجم پسند تھا۔عموماً سالن میں شلجم ڈلواتے تھے۔ہریسہ مرغوب خاطر تھا۔نمکین پسند فرماتے تھے۔کسٹرڈ کی کھیر بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

گرمیوں میں آپ کو کدو بہت پسند تھا۔اس لئے سالن میں ڈالا جاتا تھا کدوکش میں کسوا کر کدو کی کھیر بھی تیار کرواتے اور شوق سے تناول فرماتے۔پھلوں میں آم بہت مرغوب تھا۔اسی طرح اناناس لیچی خربوزہ اور تربوزہ(ہندوانہ)پسند فرماتے تھے۔سالن میں سکھایا ہوا سرسوں کا ساگ پکواتے ورنہ خرفہ کا ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے۔جیسا کہ دوسرے مقامات پر ذکر آئے گا حضرت قبلہ عالم ہمیشہ قہوہ نوش فرماتے اور وہ بھی ہمیشہ تلخ(بغیر شکر چینی کے)استعمال فرماتے تھے۔کالی چائے کبھی پیتے نہیں دیکھا دودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی جسے عرف عام میں کشمیری چائے کہتے ہیں۔حضور کے قہوہ میں عام طور پر ادرک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔نیز حضرت کی پیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔اگر کسی اور کو قہوہ عطا فرماتے تو عنبر کی وہ ڈلی نکال لی جاتی۔

شلغم کا اچار بہت مرغوب تھا۔ادرک کا مربہ اور زیتون کا اچار بھی پسند خاطر تھا۔آم کا اچار اور چٹنی بھی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔دوسرے اچار بھی کبھی کبھی استعمال فرمائے ہیں۔(سیرت امیر ملت ص 78-77)

وقت کی قلت اور مصروفیات کی وجہ سے جواب ابھی بھی مختصر دیا جارہا ہے۔اگر اب بھی آپ کو ضرورت محسوس ہوئی تو انشاء اللہ پھر ہم تفصیل کے ساتھ اپنی گزارشات عرض کریں گے اگر آپ کو حضرت حسین مدنی ؒ کے آم کھانے پر اعتراض تھا تو ادھر اپنے امیر ملت کو بھی ذرا اپنی گرفت میں لیں تاکہ انصاف کا خون نہ ہو۔آپ ہی کے انداز میں ہم آخری بالکل آخری حوالہ نقل کر کے اجازے چاہتے ہیں۔مفتی احمد یار خان نعیمی فاضل بریلوی کی سوانح حیات لکھتے ہوئے احمد رضا کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہیں کہ:

”تو جب معلوم ہوا کہ جب انہوں نے اپنی روانگی کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا سب سے پہلے آپ نے مفتی اعظم سے کل جائیداد کا وقف نامہ لکھا گیا تو خود ملاحظہ فرما کر دستخط ثبت فرما دیئے۔وقف نامے میں جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی اور تین چوتھائی آمدنی بحصص شرعی ورثہ پر تقسیم فرمادی۔“(سیرت اعلیٰ حضرت ص 106)

آگے لکھتے ہیں کہ:

وصال:

12 بجے دن کے بعد اعلیٰ حضرت نے جائیداد کا وقف نامہ لکھوایا اور اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا۔(ایضاً ص 107)

یاد رہے کہ 12 بجے احمد رضا نے وفات پائی ہے تو خلیل احمد رانا صاحب حضرت تھانویؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر میں تو جھانک لیتے۔

ایک اور حوالہ سن لو!! مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حقیقت ہے کہ اسلام نے جتنا کھلانے کا حکم دیا ہے اتنا تو کسی نے نہیں دیا۔''

(محافل جشن عید میلاد النبی۔ص:35)

یار زندہ صحبت باقی

(مضمون مکمل ہوا)

(اعتراض ۳۱۰) دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟

اس حوالے سے بھی رضا خانیوں نے یہ جھوٹ اپنی مختلف کتب میں درج کیا ہوا ہے کہ دار العلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی نہیں بلکہ حاجی عابد حسین مرحوم ہیں اور اس حوالے سے ایک کتاب بھی لکھ ماری کہ ''دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟'' لہٰذا ہم اس اعتراض کا تفصیلی جواب بھی حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب مرحوم و مغفور کے تحقیقی قلم سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

دار العلوم کا بانی

تاریخ و حقایق کی روشنی میں

تحریر لطیف: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

سہ روزہ اخبار ''مدینہ'' بجنور کی ۹ر ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ/ ۹ر جولائی ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوریؒ کا ایک مضمون ''بانیٔ دار العلوم دیوبند'' کے عنوان سے شایع ہوا تھا، جو بعد میں ''تذکرۂ شیخ الہندؒ'' کا حصہ بھی بنا۔ اس کے بارے میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اسی زمانے میں دار العلوم دیوبند سے مراسلت بھی فرمائی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے ایک طویل مضمون سپرد قلم فرمایا تھا، جس میں ''دار العلوم دیوبند کا بانی'' کے عنوان سے تاریخ کی روشنی میں محققانہ بحث و نظر کے ساتھ حقایق کا جایزہ لے کر حقیقت حال کو واضح کیا گیا ہے۔ (نعمان)

قیام دارالعلوم:

انقلاب ۱۸۷۵ء کے بعد جب دہلی کی سلطنت کے ساتھ دہلی کی درس گاہیں مٹ رہی تھیں علمی خانوادوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تباہ و برباد کیا جا رہا تھا اور بہ ظاہر اسباب علم کے دین کے لیے کوئی ظاہری سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا کہ ہندوستان میں ان کا وجود قایم رہ سکے تو اللہ کی فیاض قدرت نے اعجازی طور پر وقت کے چند نفوس قدسیہ کے ہاتھوں دارالعلوم دیوبند کو وجود بخشا اور دیوبند جیسی کوردہ بستی میں جہاں علم سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور رسوم کی گرم بازاری تھی یہ علم و ہدایت کا سرچشمہ جاری ہوا، جس نے تھوڑی ہی مدت میں صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند: یاغستان، افغانستان جزایر شرق الہند، جاوا، سماٹرا، تبت، چینی ترکستان، روسی ترکستان، خیوہ، بخارا، قازان، بلخ، برہما، افریقہ، شام، عراق اور حجاز تک اپنے علم کے دھارے پھیلا دیئے، اور جو کام حکومتی یونی ورسٹیاں اپنے کروڑوں رپے کے میزانیوں اور اقتدار کے زور وقوت سے نہ کرسکیں وہ کام اس غریب الحال ادارے نے غریبوں کے معمولی پیسوں سے کر دکھایا۔

دارالعلوم کی بنا کا مسئلہ:

دارالعلوم کی تاسیس میں پیش قدمی کس نے کی جس پر بانی کا اطلاق کیا جائے؟ سو دارالعلوم اور ملک کے عام علمی حلقوں میں اس عظیم ادارے کا بانی ’’حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز‘‘ کو سمجھا جاتا ہے، جو عموماً زبانوں پر مذکور اور قلوب میں متعارف ہیں، لیکن کچھ عرصے سے اس کے خلاف یہ منفی آواز کانوں میں پڑ رہی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ بانیٔ مدرسہ نہیں ہیں، اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس منفی آواز کے لیے کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ کچھ پہلو ایسے ضرور موجود ہیں کہ ان کی رو سے بہ ظاہر اس منفی آواز کی گنجایش بھی نکلتی ہے۔ یہ بحث الگ ہے کہ اس منفی آواز کی بنیادیں تاریخی طور پر کیا مقام رکھتی ہیں؟ تاہم آواز ہے اور اٹھی ہوئی ہے، اور اس آواز کی تصدیق و تکذیب سے قطع نظر اس سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بانیٔ مدرسۂ دیوبند ہونے کی نفی کا تصور بعض حلقوں میں موجود ہے۔

سوانح قاسمی اور تاسیس دارالعلوم کا تذکرہ:

تقریباً ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء) میں جب سوانح قاسمی کا مسودہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے قلم سے مرتب ہو رہا تھا تو اس حلقے کے بعض حضرات نے اس تصور پر کہ ’’سوانح قاسمی‘‘ میں یقیناً مدرسۂ دیوبند کی تاسیس کا تذکرہ آئے گا، اور ممکن بلکہ اغلب ہے کہ دارالعلوم اور عام علمی حلقوں میں شہرت عامہ کے مطابق بانیٔ مدرسہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو ظاہر کیا جائے۔ ان کے پاس دیوبند سے ایک تحریر پہنچی کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا بانیٔ مدرسہ ہونا خلاف واقع ہے، بلکہ اس کے بانی حضرت مولانا عابد صاحب دیوبندیؒ ہیں۔

صفر ۱۳۸۵ھ (جون ۱۹۶۵ء) کی مجلس شوریٰ دارالعلوم کے اجلاس سے کچھ قبل پھر اس حلقے سے اراکین مجلس شوریٰ بہ شمول مہتمم کے نام الگ الگ مراسلے پہنچے، جن میں اس منفی دعوے کی تجدید کی گئی تھی کہ حضرت والاؒ بانیٔ مدرسۂ دیوبند نہیں ہیں۔

پھر اس سے متصل ۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ (۹ جولائی ۱۹۶۵ء) کو اخبار ’’مدینہ‘‘ بجنور میں ایک مقالہ بہ عنوان ’’دارالعلوم دیوبند کا بانی‘‘ شایع ہوا، جس کا مضمون تقریباً وہی ہے جو مذکورہ مراسلوں کا تھا اور بہ طور سند نفی وہی حجتیں اس میں بھی پیش کی گئی تھیں جو ان مراسلوں میں تحریر کی گئی تھیں، جو اراکین مجلس شوریٰ کے نام بھیجے گئے تھے۔

مسئلۂ بنا کی تنقیح:

بہر حال یہ منفی آواز مخصوص حلقے ہی کی کیوں نہ ہو مگر بار بار ذمے دارانِ مدرسہ کے سامنے آتی رہی ہے۔ میرے خیال میں یہ کسی طرح مناسب نہ ہوگا کہ اس آواز کو صدا بہ صحرا سمجھ کر اس کا جواب خاموشی سے دیا جائے، جیسا کہ اب تک دیا جاتا رہا ہے، جب کہ اس صدا کی کچھ بنیادیں ہیں اور ان میں سے بعض دل لگتی بھی ہیں، اس لیے معقول بات یہ ہوگی کہ یا تو منفی دعویٰ تسلیم کیا جائے یا عدمِ تسلیم کی وجوہ ظاہر کی جائیں، تاکہ دوسرے حضرات بھی مطمئن ہو سکیں، اور ایک مسئلہ خواہ مخواہ بے وجہ مختلف اور نزاعی نہ بنا رہے، جس سے قلب میں بُعد کی آب یاری ہوتی رہے۔ جب کہ دارالعلوم سب کی مشترکہ متاع ہے، اور اس کے معاملات سے منفی پہلو کے دعوے دار بھی اتنے ہی متعلق ہیں جتنا کے مثبت پہلو کے مدعی ہو سکتے ہیں، اس لیے مناسب ہوگا کہ اس مشترک اور متفق علیہ پونجی کو ایک مسئلے کے بے معنی اختلاف سے مختلف فیہ نہ بنایا جائے، اور منفی اور مثبت جہتوں پر انصاف واعتدال کی نگاہ ڈال کر حقیقت واقعہ کا سراغ لگایا جائے، تاکہ یہ مسئلہ نزاعی انداز سے قایم نہ رہے۔ البتہ حجت وبینہ سے ثابت شدہ چیز بھی کسی کے نزدیک قابلِ تسلیم نہ ہو تو یہ نزاع واختلاف کہلاتا ہے اور اس میں صاحب حجت معذور ہوتا ہے۔

بانیٔ دارالعلوم کوئی بھی فرد ہو یا جماعت، اصل شے بنا ہے، جس نے مسلمانانِ ہند و بیرون ہند کو نظری اور عملی قدروں کی ساتھ راہ استقامت پر ڈالا اور انہیں ایک خاص فکر عطا کیا، اور سو برس سے آج تک اس کی وہی افادی نوعیت قایم ہے۔ ظاہر ہے کہ بنا و تاسیس اینٹ پر اینٹ رکھ دینے کا نام نہیں، ورنہ بانی معمار کو ہونا چاہیے، بلکہ حقیقی بنا وہ فکر و نظر اور وہ نصب العین ہے جس کے لیے کسی ادارے کا آغاز کیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ فکر سامنے آنے سے صاحب فکر یا مفکر ذات بھی طبعاً سامنے آجائے اور اس کی تاسیس کی نوبت پر کلام بھی کیا جائے، لیکن حقیقتاً مقصودِ اصلی بنا ہی رہی ہے، اس لیے میرا روئے سخن بنیاد سے بانی کی طرف جانا ہے، بانی سے بنیاد کی طرف آنا نہیں ہے، اور اس لیے یہ مضمون محض اصولی اور تاریخی نقطۂ نظر سے پیش کیا جا رہا ہے، جس میں بہ لحاظ بانی ابتدا ہی سے کوئی خاص متعین شخصیت پیش نظر نہیں۔ نیز یہ پیش کش بھی مثبت انداز سے ہے منفی طور پر نہیں۔ اس لیے اگر منفی پہلو کے مدعیوں پر کوئی تنقیدی نگاہ بھی ڈالی گئی ہے تو وہ صرف تحقیق کے ضمن میں ہے، خود تنقید اصل یا مقصود نہیں۔

حاجی محمد عابد حسین صاحبؒ اور بنائے دارالعلوم:

نفی کے حلقے نے دارالعلوم دیوبند کا بانی حضرت حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا ہے، لیکن عرض کردہ نقطۂ نظر سے یہ زیر بحث ہی نہیں اور نہ حضرت ممدوحؒ کے بانی ہونے سے کسی کو انکار ہے۔ خود احقر نے بھی اپنی متعدد تحریرات میں انہیں بانیانِ مدرسے میں گنایا ہے، لیکن مسئلے کا منفی پہلو کہ ان کے سوا کسی دوسرے پر بانی کا اطلاق نہیں ہو سکتا یا تشخیص کے ساتھ کہ فلاں بانی نہیں محل بحث ہے۔

بلا شبہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کو جن واقعات کی بنا پر بانی کہا گیا ہے وہ اپنی جگہ صحیح ہیں، لیکن واقعات صرف وہی نہیں بلکہ اور بھی ہیں، اور اتنے ہی صحیح ہیں جتنے کہ یہ ہیں، اس لیے اگر کل واقعات کو سامنے رکھ کر نتیجہ اخذ کیا جائے تو وہ پورا اور مکمل ہوگا، ناقص اور نا تمام نہ ہوگا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے واقعات بھی سامنے رکھ دوں، تاکہ اخذ کردہ نتیجہ جامع اور واقعات کا نچوڑ ثابت ہو۔

حضرت نانوتویؒ سے دارالعلوم کی نسبت:

واقعہ نگاری کے سلسلے میں یہ خامہ فرسائی اس لیے نہیں، اور نہ ہونی چاہیے کہ ہم خواہ مخواہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بانیٔ دارالعلوم ثابت کرنے کی غرض سے کوئی قلمی جدو جہد کریں، اور سچ پوچھیے تو یہ کچھ حضرت ممدوحؒ کے لیے فخر کی بات بھی نہیں کہ انہیں وقت کے ایک مقامی مدرسے کے بانی یا مجوز کی حیثیت سے پیش کرنے کی سعی کی جائے، جیسا کہ محترم مقالہ نگار مدینہ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیوں کہ ادارے سے حضرت والاؒ کی شخصیت نہیں بنی، بلکہ آپ کے دور میں شرف مرکزیت ہی وہ ادارہ پاسکتا تھا جسے آپ سے کوئی نسبت ہوجاتی۔ اس لیے ظاہر ہے کہ دیوبند کے مدرسے کی طرف آپ کو یا آپ کی طرف مدرسے کو منسوب کرنے کی غرض یہ نہیں ہوسکتی کہ آپ کے مفاخر کی فہرست میں کوئی اضافہ کیا جائے، جب کہ آپ کی زندگی کے بلند ترین نصب العین کا خاکہ ایک ایسی ہمہ گیر اور جامع تحریک کی نوعیت لیے ہوئے ہے جس کے مختلف مظاہر میں سے یہ مدرسہ بھی ایک مظہر ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس مدرسے کی ابتدائی حد تک تو شاید حضرت والاؒ کا تذکرہ کچھ زیادہ موزوں بھی نہ ہو، پھر بھی یہ سطور محض تاریخی حیثیت سے صرف یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کی جارہی ہیں کہ حقیقتاً تاسیس مدرسہ سے حضرت نانوتویؒ کے تعلق کی نوعیت کیا تھی جس کی بنا پر آپ کو بانیٔ دارالعلوم کہا جاتا ہے؟

بنا کی روایات تحقیق وتجزیے کی روشنی میں:

نیز بانی سے متعلق روایات کے اختلاف وتضاد کی وجہ سے چوں کہ یہ مسئلہ پیچیدہ اور معرکۃ الآراء بھی ہے، اس لیے بہ حیثیت ایک مؤرخ کے یہ فریضہ ہر تاریخ نگار کے سامنے آنا چاہیے کہ ساری روایات پر نظر ڈال کر درایت وتنقیح کے ساتھ واقعات کی روشنی میں کوئی قولِ فیصل سامنے لے آیا جائے۔

بانیٔ دارالعلوم کے بارے میں روایتیں متعدد بھی ہیں اور باہم متعارض بھی۔ اگر یہ روایتیں افواہی ہوتیں تو ہوسکتا تھا کہ سب کو ساقط الاعتبار قرار دے کر ان میں سے کسی ایک کو قراین وشواہد کی مدد سے ترجیح دے دی جاتی اور بقیہ کو رد کر دیا جاتا، لیکن آخر لکھی پڑھی دستاویزات کو کیا کہہ کر ٹھکرادیا جائے؟ پھر ایک آدھ کے علاوہ منسوب بھی ایسے ثقہ افراد اور نفوسِ قدسیہ کی طرف ہیں کہ جن کے نام سے ہمارا ہی نہیں، ہماری روایت و درایت ہی کا نہیں، بلکہ اس دور کے پورے فن روایت کا اعتبار قایم ہوتا ہے۔ درصورتِ ثبوتِ روایات کسی ایک کا رد اور کسی کا قبول بھی دشوار ہے، کہ روایات کا رد وطرد درحقیقت اربابِ روایات کی تردید وتکذیب ہے۔ جب کہ یہی حضرات بانیانِ مدرسہ اپنے سوا ہر ایک کو بانی کہہ رہے ہیں۔ تواضع پر محمول کیا جائے تو ایک ہی راوی کی دو مخالف روایتوں کے باہمی تخالف اور تضاد کو کیا کہا جائے؟ پھر ایک روایت مثبت پہلو پر مشتمل ہے، منفی پہلو کہ ''فلاں بانی نہیں ہے'' کسی روایت میں نہیں۔ نفی خواہ لازم آجائے مگر اس کا التزام کسی راوی یا مدارِ روایت نے نہیں کیا کہ ان روایات کو کسی مجادلے ونزاع ہی کا ثمرہ کہہ کر رد کردیا جائے۔ اس لیے ان میں کافی احتیاط اور تعمق سے غور کر کے اصلیت کے سراغ لگانے کی ضرورت ہے، اور یہ کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے کہ بہ یک جنبش قلم یہ کہہ کر معاملہ ختم کردیا جائے کہ ''فلاں بانی نہیں ہے'' اور ''نہ ہوسکتا ہے''۔ ''بانی'' کی تشخیص کے سلسلے میں روایات حسبِ ذیل ہیں:

۱- حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی روایت: حضرت اقدس مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوّلین صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے تو اپنی مؤلفہ مختصر ''سوانح قاسمی'' میں تین افراد کے مجموعے کو بانی ومجوزِ مدرسہ کہا ہے۔ چناں چہ ایک جگہ یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حضرت نانوتویؒ میرٹھ میں تھے اور میں نے ان سے اسی زمانے میں ایک جماعت کے ساتھ صحیح مسلم پڑھی۔ فرماتے ہیں:

''یہی وہ زمانہ تھا کہ مدرسۂ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی، مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسۂ دیوبند میں قایم کریں، مدرس کی تن خواہ پندرہ رپے تجویز فرمائی اور چندہ شروع ہوا''۔
(مختصر سوانح قاسمی: ص ۳۹)

۲-سوانح مخطوطہ کے مصنف حاجی فضل حق صاحب مرحوم کی روایت: ''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف (منشی فضل حق صاحب مرحوم دیوبندیؒ مہتمم ثالث دارالعلوم دیوبند و متوسل خاص حضرت نانوتوی قدس سرہٗ) نے ان تین میں سے دو کو اس تفصیل سے مجوز و بانی کہا ہے کہ محرک مولانا فضل الرحمن صاحب عثمانیؒ تھے اور بانی حاجی محمد عابد صاحبؒ تھے۔ اس روایت میں مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ کا نام نہیں۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''مدرسۂ اسلامیہ دیوبند کی بنائے اول آپ (حاجی محمد عابد صاحب) نے ڈالی تھی اور آپ ہی اس کے مربی و سرپرست ہیں۔
مختصر کیفیت اس (بنائے مدرسہ) کی جو لطف سے خالی نہیں عرض کرتا ہوں۔ سب سے پہلے مولوی فضل الرحمن صاحب دیوبندی سلمہ اللہ تعالیٰ اس مدرسے کے محرک ہوئے، اور چند بار آپ (حاجی محمد عابد صاحب) کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اگر ایک مدرسہ علم دین کا جاری کیا جاوے تو خالی نفع سے نہ ہوگا''۔ (سوانح مخطوطہ: محفوظ بہ خزانہ دارالعلوم)

۳-تذکرۃ العابدین کے مؤلف کی روایت: ''تذکرۃ العابدین'' کے مصنف جناب حاجی نذیر احمد صاحب مرحوم خلیفہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ نے اس کے برعکس حاجی محمد عابد صاحبؒ کو مجوز و بانی اور مولانا فضل الرحمن صاحب کو محض تعمیل کنندہ اور کارپرداز ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جب حضرت حاجی (محمد عابد) صاحبؒ نے دوبارہ چلہ کر لیا تو ایک روز آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، صبح کو مولوی فضل الرحمن صاحبؒ وغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ علم دین اٹھا جاتا ہے، کوئی تدبیر کرو کہ علم دین قایم رہے۔ جب پرانے عالم نہ رہیں گے تو کوئی مسئلہ بتانے والا بھی نہ رہے گا۔ جب سے دہلی کا مدرسہ گم ہوا ہے کوئی علم دین نہیں پڑھتا۔ اس وقت سب صاحبوں نے عرض کیا کہ جو تدبیر آپ فرمائیں وہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا: چندہ کر کے مدرسہ قایم کرو اور کاغذ لے کر اپنا چندہ لکھ دیا اور رپے بھی جمع کر دیئے''۔ (تذکرۃ العابدین: ص ۶۹)

۴-حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی روایت: حضرت اقدس حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ اجرائے مدرسہ کو تین افراد کی سعی کا ثمرہ ظاہر فرما رہے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ، حضرت حاجی عابد حسین صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ۔ چناں چہ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''اب اس مضمون کو ایک عظیم او رمقدس بشارت وعلامتِ مقبولیت پر ختم کرتا ہوں، اور وہ بشارت حضرت سیدی و مرشدی الحاج الحافظ الشاہ محمد امداد اللہ قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ ہے، جو مجموعہ مکتوبات کے مکتوب ہیج دہم (اٹھارہ) بہ نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا ایک جزو ہے، جو ابتدائے مدرسے کے وقت صادر ہوا ہے۔
ملفوظ: از اجرائے مدرسہ علم دین بہ سعیٔ آں عزیزاں وعزیزم حافظ عابد حسین صاحب چہ خوش ہا رونمود کہ بہ بیاں نمی آید''۔
(القاسم دیوبند کا دارالعلوم نمبر، ۳۰ رمحرم ۱۳۴۷ھ/ ۱۹ رجولائی ۱۹۲۸ء)

۵-حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب اور ان کے معاصرین کی روایت: حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ اپنی کتاب "الھدیۃ السنیہ" میں (جو عربی زبان میں دیوبند، مدرسۂ دیوبند اور منتسبین مدرسے کے حالات پر مشتمل ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ء) میں لکھی گئی ہے) صرف حاجی محمد عابد صاحبؒ کو بانی مدرسہ ظاہر فرما رہے ہیں، جس کا ترجمہ اور ماحصل اردو زبان میں یہ ہے:

"جب اللہ تعالیٰ شانہ وعز سلطانہ نے ان دیار کی خیر کا ارادہ فرمایا تو سید جلیل ذی نسب عالی فخر امثال وامجاد سید اجل محمد عابد ادامہ اللہ وابقاہ کو اس مدرسے کی تاسیس کا الہام فرمایا، جس کی بنیاد تقوے پر رکھی گئی"۔

(الھدیۃ السنیۃ: ص ۲)

۶-اسی کی تائید ذیل کی روایت سے بھی ہوتی ہے: حضرت گنگوہیؒ اور ان کے ساتھ مولانا حکیم ضیاء الدین رام پوریؒ، مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندیؒ، مولانا فضل الرحمن صاحب دیوبندیؒ، حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبندیؒ، منشی فضل حق صاحب دیوبندیؒ ممبران مدرسہ سب مل کر حاجی محمد عابد صاحبؒ ہی کو بانی و مجوزِ مدرسہ قرار دے رہے ہیں۔ چناں چہ ان چھ بزرگوں کے دستخطوں سے ۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ (۲۵/جنوری ۱۸۸۹ء) کو مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے حج کو جانے کے موقع پر ایک اشتہار شایع کیا گیا، جس میں حاجی محمد عابد صاحبؒ کو دوبارہ مہتمم مدرسہ بنا دیئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس اشتہار کی عبارت کا متعلقہ ٹکڑا یہ ہے:

"ناچار بہ جز اس تدبیر کے کوئی چارہ نہ بن پڑا کہ سب مجتمع ہو کر بہ خدمت بابرکت حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دامت برکاتہ (بانی و مجوزِ اول مدرسۂ ہذا و حال سرپرست و سرآمد اربابِ شوریٰ) حاضر ہوں......الخ"

(اشتہار مطبوعہ و محفوظ بہ دار العلوم)

گو بانی و مجوزِ اول وغیرہ کے الفاظ اشتہارِ مطبوعہ میں دو قوسوں کے درمیان لکھے گئے ہیں، اور قوسین بہت ہی خفیف لگائی گئی ہے، جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ قوسین کے درمیان کی عبارت جسے ہم نے بھی اصل اشتہار کے مطابق قوسین ہی میں لکھا ہے، الحاقی ہو۔ مگر چوں کہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ کی کتاب "ہدیۂ سنیہ" میں تاسیس کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف اصل عبارتِ کتاب میں منسوب کیا گیا ہے، اس لیے اس شبہے کو نظر انداز کر دیا گیا، گو شبہے کا محل کافی موجود ہے۔

۷-حیدرآباد کمیٹی کی رپورٹ: حیدرآباد دکن کی ایک کارکن کمیٹی نے ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) کے نزاع کے موقع پر دار العلوم کی تائید و حمایت کرتے ہوئے اپنی جو رپورٹ موسم بہ "تذکرہ" بہ توسط مہتمم وقت مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی رحمہ اللہ مجلس شوریٰ مدرسۂ دیوبند کو بھیجی ہے، اس میں وہ بانی مدرسہ اور محرک و مجوز حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کو قرار دے رہی ہے، جس کا ایک جملہ یہ ہے:

"مجلس بعد جلسۂ کامل عرض کرتی ہے کہ بانیان اور محرکِ اعظم اس (مدرسے) کے دو نفس نفیس تھے: ایک مولوی محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ اور دوسرے جناب مولوی رشید احمد صاحب مد فیوضھم"۔ (تذکرہ: ص ۲۰)

۸-حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی روایت: مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علمائے ہند و رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند بھی اپنے مرتبہ قانون (دستورِ اساسی دار العلوم دیوبند) میں جو ۱۳۶۷ھ (۴۸-۱۹۴۷ء) میں ترتیب دیا گیا، حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہما اللہ کو ہی بانی مدرسہ قرار دے رہے ہیں، جس کی اس مجلس کے تمام اراکین شوریٰ نے جنھوں نے بہ اتفاق رائے یہ دستور ہر دفعہ پر پوری بحث و تمحیص کے بعد منظور کیا ہے، توثیق کی ہے، جن میں خصوصیت سے قابل ذکر حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوریؒ

صدر جلسہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمنؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب، مولانا حکیم محمد یٰسین صاحب نگینوی، مولانا حکیم مشیت اللہ صاحب بجنوری وغیرہ ہیں۔ چناں چہ حضرت مفتی صاحبؒ ممدوح دستور میں دارالعلوم کے مسلک کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دارالعلوم کا مسلک اہل السنت والجماعت حنفی مذہب اور اس کے مقدس بانیوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وحضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما کے مشرب کے موافق ہوگا''۔ (دستور اساسی: ص ۵)

۹-حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کی روایت: حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمہ اللہ صرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کو بانی ٔ مدرسہ قرار دے رہے ہیں، چناں چہ وہ حضرت ممدوحؒ کے فضایل ومناقب ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''پیش وائے منازلِ دین، رہنمائے مراحل یقین، آیت قدرتِ الٰہی، مایۂ رحمتِ نامتناہی، غفراں مآب مغفرت جناب حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کہ کدورایں حدیقہ پربہار وبانی ایں بنائے فیض آثار بودہ، جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء''۔

(روداد جلسۂ دستار بندی دارالعلوم دیوبند، بابت ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء: ص ۲۳، ۲۴)

۱۰-حضرت نانوتویؒ کا ذاتی ارشاد: خود حضرت نانوتویؒ اپنی اس معرکۃ الآراء تقریر میں جو عمارتِ دارالعلوم کا سنگِ بنیاد رکھنے کے دن جامع مسجد دیوبند میں حضرتؒ نے کی ہے، بانی ہونے کی نسبت باشدگان دیوبند کی طرف فرمارہے ہیں، حضرتؒ کے جملے حسبِ ذیل ہیں:

''اس مدرسے کی بنیاد دیوبند والوں نے ڈالی، اس امر میں وہ سب کے امام ہیں''......الخ (روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء)

تلک عشرۃ کاملۃ

ان دس روایات میں مشترک طور پر بانی کے سلسلے میں چھ نام تشخیص کے ساتھ آرہے ہیں: حضرت حاجی محمد عابد صاحب، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمن اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہم اللہ، اور عجیب بات یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو بانی کہہ کر گویا خود اپنے بانی ہونے کی نفی کر رہا ہے۔

روایت کا قدرِ مشترک اور ماحصل:

یہ بحث تو جداگانہ ہے کہ ان روایتوں کی درایتی پوزیشن کیا ہے اور ان کے تضاد کو رفع کرنے کی کیا صورت ہے؟ یہاں سردست صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان روایات سے حسبِ ذیل دو نتیجے واضح طور پر سامنے آتے ہیں:

۱-ایک یہ کہ یہ سب روایتیں مثبت انداز کی ہیں، جو کسی نہ کسی کو بانی ثابت کر رہی ہیں۔ منفی انداز کی نہیں جو کسی کے بانی ہونے کی نفی کے لیے بیان کی گئی ہوں۔ اندریں صورت اگر کسی روایت کو کسی کے بانی ہونے کی نفی کے لیے استعمال کیا جائے تو دوسری روایت خود اس کی نفی کر کے ثابت کردہ بانی کی نفی کردے گی اور اس طرح کوئی ایک بھی بانی باقی نہ رہے گا۔

۲- دوسرے یہ کہ روایات کے اس قدر مشترک سے یہ صاف نمایاں ہے کہ بانی ہونا ایک شخصیت میں منحصر نہیں کیا جا سکتا، اور یہ کہ ان روایات کے مدار حضرات جن سے یہ روایتیں صادر ہوئی ہیں وحدتِ بانی کے قایل نہیں بلکہ تعدد بانی کے مدعی ہیں، اس لیے حصر کے ساتھ کسی ایک کے بانی ہونے کا دعویٰ کر دیا جانا ساری روایات کے خلاف یقیناً ایک غیر تاریخی دعوی ہوگا، جس سے اس سلسلے کی ساری تاریخ ہی ختم ہو جائے گی۔

بانیین کے تعدد کا اثبات:

اس لیے اوپر سے لے کر آج تک دارالعلوم کے ذمے دار حضرات بانی کے تعدد کو تسلیم کرتے رہے، نہ کبھی اس کے اعلان سے گریز کیا اور نہ کبھی اس کی کوشش کی کہ بانی کو کسی ایک شخصیت میں محصور کر کے دوسرے بانیوں کے بانی ہونے کی نفی کی جائے، خواہ ان کے بانی ہونے کی نوعیت کچھ بھی ہو۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے سفر مالٹا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"مولانا (حضرت شیخ الہندؒ) کے ارشاد کے مطابق ان میں (کارکنانِ مدرسہ میں جو حضرت شیخ الہندؒ کے تشریف لے جانے سے شکستہ خاطر تھے) تاز روح پھونک دی اور سب نے ٹھان لیا کہ یہ دینی امانت (مدرسۂ دیوبند) جو مقدس بانیان کی وراثت سے موجودہ جماعت کے ہاتھ آئی ہے اس کی حفاظت اس وقت تک ہر ممکن ذریعے سے پوری طرح کی جائے جب تک کہ محض بہ فضل خداوندی اس کے سنبھالنے کے لیے دوسری جماعت تیار نہ ہو جائے"۔ (روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء)

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اپنے ایک مضمون "تشریح واقعۂ دیوبند" میں لکھتے ہیں:

"اور باوجود اس کے مولانا محمد احمد صاحبؒ (مہتمم خامس دارالعلوم) کی زبردست شخصیت نے دارالعلوم کی پرانی پالیسی کو تھامے رکھنے میں جو ایک ذمے دار اور بہادر مہتمم کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اپنی کیسی اولوالعزمی، جاں فشانی اور تحمل صدمات کا ثبوت دیا، اور کس تدبر اور ہوش مندی کے ساتھ مدرسے کے کل پرزوں کو باہم مربوط رکھ کر اس فیض تعلیم و ترویج دین الٰہی کو بیش از بیش جد و جہد کے ساتھ شایع کیا، جو مدرسے کے بانیوں نے اس سے ارادہ کیا تھا"۔

(تشریح واقعۂ دیوبند: ص ۴، ۵- ۱۳ر رمضان ۱۳۳۳ھ/ ۲۵ر جولائی ۱۹۱۵ء)

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"دارالعلوم کے بانیوں اور سرپرست حضرات اور منتظمین میں چوں کہ خلوص اور تقدس بہ درجہ اتم موجود تھا، اس لیے (مدرسۂ دیوبند) ابتدا ہی سے روز افزوں ترقی کے مدارج طے کر رہا تھا"۔ (حیات شیخ الہند: ص ۲۶)

احقر راقم الحروف نے اپنی ایک ذمے دارانہ تحریر میں مدرسۂ دیوبند کی تاسیس کا ۱۸۵۷ء والا پس منظر دکھلاتے ہوئے لکھا ہے:

"اس وقت چند اہل اللہ اور نفوسِ قدسیہ کے مصفیٰ قلوب میں ارشاداتِ غیب کے تحت علم و عمل کے تحفظ اور صیانتِ دین کا ایک جذبہ صادقہ ڈالا گیا، چند مخلص قلوب مستعد ہوئے کہ قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں کو باقی رکھنے کے لیے ایک علمی ادارہ

(مدرسۂ دیوبند) قایم کیا جائے“۔

(دارالعلوم کی سرسٹھ سالہ زندگی: ص ۱، بابت ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)

تعددِ بانی تسلیم، مگر بانیٔ اعظم کا تشخص:

بنابریں بانی کے سلسلے میں اثبات ونفی کا مخلوط طریقہ کہ کسی ایک کو بانی ثابت کر کے دوسروں کے بانی ہونے کی نفی کی جائے، نہ ان تاریخی روایتوں سے جوڑ کھاتا ہے اور نہ ہی مدرسے کے باخبر اور مبصرین کے تاریخی اسوہ کے مطابق ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان ذمے داروں کے سامنے مذکورہ تاریخی روایتوں کی کتاب کھلی ہوئی تھی اور وہ ان ساری روایات اور ان کی رواۃ کی عدالت وثقاہت اور پختگی وثبوت کی وجہ سے ترجیح وانتخاب اور رد وانکار کا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتے تھے، اس لیے تعددِ بانی کے قایل رہے۔ البتہ بانیٔ اعظم ایک کو مانتے رہے، جس میں دوسروں کے بانی ہونے کی نفی شامل نہ تھی، جس کے تفصیل آگے آ رہی ہے۔

بنائے حضرت نانوتویؒ کی نفی کا دعویٰ تاریخ کی روشنی میں:

مدعیانِ نفی نے جو زیرِ نظر مقالات میں حصر کے ساتھ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے بانی ہونے اور حضرت نانوتویؒ کے بانی نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ یقیناً کوئی تاریخی دعویٰ نہیں کہلایا جا سکتا، بلکہ ان کا ایک استنباطی دعویٰ ہوگا اور وہ بھی نا تمام۔ جب کہ اس سلسلے کی دوسری روایتیں ان کے سامنے ہیں ہی نہیں، جن کے مجموعے ہی سے پورا نتیجہ نکالا جا سکتا تھا، اسی لیے ان کے اس دعوے کو یہ دوسری روایتیں رد کر رہی ہیں۔ اس لیے تاریخی طور پر یہ دعویٰ اور اس کے اثبات کا طرزِ استدلال کوئی تاریخی اہمیت نہیں رکھتا، جب تک کہ عرض کردہ روایات کا تضاد رفع کر کے نتیجہ نکالنے کی کوئی آخری اور منقح صورت پیدا نہ کی جائے، دراں حالے کہ یہ بجائے خود ایک نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ اور فنی طور پر سخت ترین مرحلہ ہے کہ اس تضاد کو رفع کرنے کے لیے ترجیح وانتخاب کا راستہ اختیار کیا جائے یا تطبیق اور جمع بین الروایات کا۔

اس سلسلے میں طبعاً سب سے پہلا مرحلہ اسی منفی دعوے پر نظر کرنے کا آتا ہے کہ آیا اس نفی کی وجوہ اس درجے کی ہیں کہ ان سے یہ نفی کا نتیجہ نکالا جا سکے یا نہیں؟ تاکہ اس کے اور مثبت دعووں پر غور کیا جا سکے۔

میں اس سلسلے میں جو کچھ بھی عرض کروں گا وہ تین مقالات پیشِ نظر رکھ کر عرض کروں گا۔ ایک وہ مراسلہ جو ”سوانح قاسمی“ کے وقت مولانا مناظر احسن صاحبؒ کے پاس بھیجا گیا ہے، دوسرا وہ مراسلہ جو مجلس شوریٰ صفر ۱۳۸۵ھ (جون ۱۹۶۵ء) کے اراکین کے پاس ارسال کیا گیا ہے، اور تیسرا مدینہ اخبار کو وہ مقالہ جو بہ عنوان ”دارالعلوم دیوبند کا بانی“ ۹؍ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ (۹؍جولائی ۱۹۶۵ء) کو شایع کیا گیا ہے۔

ان تینوں تحریرات کا مجموعہ اس زیرِ نظر تحریر میں سامنے رہے گا اور یہی تحریریں اس مقالے کی نگارش کا محرک بھی بنی ہیں۔ اس لیے تنقید وتاید کے سارے پہلو ان سب ہی پر عاید ہوں گے، کسی ایک کا نام یا حوالہ دے کر الگ الگ کوئی بحث نہ کی جائے گی۔ نیز چوں کہ ان مقالات کا اصل موضوع حضرت نانوتویؒ کے بانی ہونے کی نفی ہے، اس لیے میں انہیں ”منفی نگار حضرات“ کے عنوان سے تعبیر کروں گا۔

ان حضرات نے بانی سے متعلقہ روایات میں ترجیح وانتخاب اور نفی وانکار کا راستہ اختیار کر کے خصوصیت سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ علیہ کے بانی ہونے کی نفی اور حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے بانی ہونے کا اثبات بہ طور موضوع ومقصد اختیار فرمایا ہے، شاید اس لیے کہ ان دو ہی بزرگوں سے متعلق روایتیں ان تک پہنچی ہوں گی، تو انہیں سے حضرت حاجی صاحبؒ کو بانی ثابت کرتے ہوئے صرف حضرت نانوتویؒ کے

بانی ہونے کی نفی کی گئی۔گو "مدینۃ" کے مقالے کی حد تک حضرت والاؒ کے وقار کو تھامنے یا یوں کہیے کہ دارالعلوم سے ان کی ایک عمومی نسبت کو کسی حد تک قایم رکھنے کے لیے اعتذار کے لہجے میں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ حضرت والاؒ کی شان سے فروتر ہے کہ وہ کسی ایک مدرسے کے بانی کہلائیں، جب کہ وہ ہندوستان میں ایک عمومی تعلیمی تحریک کے بانی اور ایک عظیم دینی انقلاب کے محرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت والاؒ کے عمومی محرک ہونے کا یہ دعویٰ اپنی جگہ صحیح اور بلا شبہ حضرت والاؒ کا ۱۸۵۷ء کے بعد یہ ایک مستقل ذوق یا بہ طور الہامِ ربانی ایک مستقل داعیۂ باطن تھا کہ ملک میں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا جائے۔ان کے نزدیک شرحِ صدر کے ساتھ انقلاب ۱۸۷۵ء کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے پنپنے اور عزت کے ساتھ زندہ رہنے کی صورت بہ جز دینی تعلیم وتربیت اور قیامِ مدارس کے دوسری نہ تھی، اس لیے وہ یہ تحریک لے کر کھڑے ہوئے، جو دارالعلوم دیوبند کے قیام سے ہندوستان میں بہ صورتِ قیامِ مدارس کامیابی کے ساتھ پھیلی اور اس کے پھل پھول نمایاں ہوئے۔چوں کہ سب سے پہلا چندے کا مدرسہ ہندوستان میں یہی قایم ہوا اور پھر اس کے نقشِ قدم پر دوسرے سیکڑوں ہزاروں مدارس نے جنم لیا۔چناں چہ اس بارے میں خود حضرت نانوتویؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔آپ نے مدرسۂ دیوبند کے جلسۂ سالانہ تقسیمِ اسناد وانعام بابت ۱۲۹۰ھ(۱۸۷۳ء) میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"چوں کہ اکثر مدارس اس مدرسے کی دیکھا بھالی مقرر کیے گئے ہیں یا کیے جاتے ہیں،تو گو کوئی مدرسہ اس سے ترقی پا جائے، پر اہلِ عقل کے نزدیک وہ بھی دیوبند ہی کا پرتو ہوگا،اور اس پر جب یہاں کے باشندوں کی شکستہ حالی اور پریشان روزگاری پر نظر کی جائے تو یہ ان کی ہمت کی بات کسی طرح ان کاموں سے کم نہیں جو اہلِ سلطنت نے بہ رفاہِ عام کیے ہیں"۔

(روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء: ص ۱۲)

حضرت نانوتویؒ ایک نہیں متعدد دینی مدارس کے بانی ہیں:

لیکن اس صورتِ حال کو سامنے رکھ کر بعض "منفی نگار حضرات" کی عبارت کا یہ جملہ کہ

"حضرت مولاناؒ کو کسی ایک مدرسے کا بانی قرار دینا ایک تاریخی غلطی ہے"

بہ ایں معنیٰ تو بالکل صحیح ہے کہ وہ کسی ایک مدرسے کے بانی نہ تھے، بلکہ اپنے اس خاص مکتبِ فکر کی تحریکِ عام کے سبب اس فکر کے تمام مدارس کے بانی تھے،اور انہیں بانیٔ مدرسۂ دیوبند ہی نہیں بلکہ بانیٔ مدارسِ ہند کہنا چاہیے،اور بلا شبہ اس معنے کے لحاظ سے یہ جملہ ان کے شایانِ شان اور ان کی عمومی تحریک کی کام یابی کے حسبِ حال ہوگا،لیکن اگر اس جملے کے معنی یہ ہوں کہ اس عمومی تحریک کی بنیاد پر ان کا کسی بھی مدرسے کی خصوصی تاسیس سے کوئی تعلق نہیں تھا تو یہ خود ایک تاریخی غلطی ہے۔دراں حالے کہ حضرت والاؒ نے اپنی اس عمومی تحریک اور ہمہ گیر جذبے کے تحت اپنی خصوصی مساعی سے بھی جگہ جگہ خود پہنچ کر مدرسوں کی بنیادیں رکھیں اور مدارس قایم فرمائے اور وہ آج تک ان کے بانی کہلاتے ہیں۔جیسے مراد آباد، گلاؤٹھی، انبیٹھہ، تھانہ بھون، شاہ جہاں پور، بریلی اور نگینہ وغیرہ۔ان میں اپنے ہی شاگردوں کو مدرس کی حیثیت سے بھیجا،حتیٰ کہ بعض مدارس میں تو دیوارِ مدرسہ پر یہ عبارت بھی آج تک کندہ شدہ موجود ہے:

"قایم کردہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ"

جیسے مدرسۂ شاہی مراد آباد۔چناں چہ حضرت والاؒ کی ان خصوصی تاسیسوں کا یہ علم ویقین اس حد تک عام تھا کہ علما کے خاص ماحول سے

گزر کر دوسرے طبقات میں بھی پھیلا ہوا تھا۔سرسید بانی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ،انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴/اپریل ۱۸۸۰ء میں حضرت نانوتویؒ کی وفات پر اپنے تعزیتی مضمون میں لکھتے ہیں:

’’اُن (حضرت نانوتویؒ) کی کوشش سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قایم ہوا۔علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی ان کی سعی وکوشش سے اسلامی مدارس قایم ہوئے‘‘۔

مولانا منصور علی خاں صاحبؒ (افسر الاطباء ریاست حیدرآباد دکن) اپنی کتاب ’’مذہبِ منصور‘‘ میں حضرت نانوتویؒ کی مخصوص سوانح درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ہندوستان میں اکثر مقامات پر مدارسِ دینی جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور مشورے سے جاری ہیں، خصوصاً مدرسہ دیوبند۔اول مولانا مرحوم نے اسی مدرسے کو چندے سے قایم فرمایا تھا‘‘۔

(مذہبِ منصور: ج ۲،ص ۱۷۷)

یہ دونوں بزرگ ان مدارس کے قیام کو حضرتؒ کی عمومی تحریک کا نہیں بلکہ خصوصی سعی اور مخصوص جدوجہد کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی عمومی اور ہمہ گیر ذات کو جیسے ایک عمومی تحریک کے بانی کی حیثیت سے کسی ایک مدرسے کی تاسیس میں محدود ومحصور کر دینا تاریخی غلطی ہے اسی طرح انہیں خود انہی کی تحریک کے عموم میں نہ لا کر ان کی خصوصی تاسیسوں سے انکار کر دینا اس سے بھی بڑی تاریخی غلطی ہے۔اس لیے مدرسہ دیوبند سے آپ کے بانی ہونے کی نفی کے لیے یہ عمومی تحریک نہ کوئی حجت ہے نہ استدلال، زیادہ سے زیادہ اعتذار ہے،مگر اس کا نام دلیل نہیں۔

حضرت نانوتویؒ کا چندے میں پہل نہ کرنے کا مسئلہ:

رہا حضرتِ والاؒ کے بانی نہ ہونے کے سلسلے میں سندِ نفی کے طور پر یہ کہا جانا کہ انھوں نے مدرسے کے ابتدائی چندہ وصول کرنے میں پہل نہیں کی اور نہ وہ چندہ ہوتے وقت دیوبند میں موجود تھے،لیکن یہ عمل حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کا ہے،تو ظاہر ہے کہ کسی کا چندہ ہوتے وقت موجود نہ ہونا یا کسی کا چندہ وصول کرنے میں پہل کرنا نہ بانی ہونے کی نفی کے لیے کافی ہے نہ اثبات کے لیے،اور نہ ہی کسی ادارے کے قیام کے سلسلے میں یہ کوئی ایسی بنیاد ہے کہ اسے دلیل کی حیثیت دی جائے۔گو اس تنقیح کا یہ ہرگز منشا نہیں کہ میں حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے بانیانِ مدرسہ میں سے ہونے کی نفی کا قایل ہوں یا اس کا ادعا کر رہا ہوں، ہرگز نہیں! میں تو جیسا کہ عرض کر چکا ہوں خود اپنی متعدد تحریرات میں تعددِ بانی کا قایل ہو کر انہیں بانیوں میں شمار کرتا ہوں،اور ہمارے قلوب میں ان کی وہی عظمت وتقدیس موجود ہے جو ایک با خدا بزرگ کی ہونی چاہیے،لیکن جہاں تک استدلال کی نوعیت کا تعلق ہے محض ان مذکورہ طریقوں سے نہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے بانی ہونے کا کوئی پختہ ثبوت ہوتا ہے اور نہ حضرت قاسم العلوم والخیراتؒ کے بانی ہونے کی نفی ہی کی کوئی بنیاد نکلتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے نام حاجی صاحبؒ کا ایک گرامی نامہ اور اس کا تجزیہ:

اس سلسلے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو تاسیس دارالعلوم سے بے تعلق بلکہ بے خبر ثابت کرنے کے لیے سب سے بڑی دلیل حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے گرامی نامے کے اس ٹکڑے کو بتایا گیا ہے جس میں حاجی صاحبؒ مدرسے کے قیام کے لیے چندہ کر کے

حضرت نانوتویؒ کو ان الفاظ میں اطلاع دے رہے ہیں:

''کل عصر اور مغرب کے درمیان تین سو روپے جمع ہو گئے، اور اب آپ تشریف لے آئیے''۔(مدینہ اخبار، ۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ)

اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو اس وقت تک قیامِ مدرسہ کی خبر تک بھی نہیں تھی۔ اس خط سے ہی انہیں پہلی بار اطلاع ہوئی کہ دیوبند میں کوئی مدرسہ قایم ہو رہا ہے، اور جب وہ قایم ہوا تو حضرت نانوتویؒ قیامِ مدرسے کے وقت دیوبند میں موجود بھی نہ تھے، اس لیے وہ بانی کیسے ہوئے؟

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حاجی صاحبؒ کا یہ خط ہی اس کی مستقل دلیل ہے کہ حضرت نانوتویؒ تاسیس مدرسے سے نہ لاعلم تھے نہ بے تعلق، بلکہ انہیں اس خط سے پہلے ہی سے اس کا علم بھی تھا اور سے گہرا تعلق بھی تھا، حتیٰ کہ اس چندے کے بارے میں بھی وہ مطلقاً بے خبر نہ تھے۔ کیوں کہ اول تو خط کی مذکورہ عبارت کے اسلوبِ بیان ہی نے یہ ساری بات واشگاف کر دی ہے، اور ''اب'' نے تو اس حقیقت کو بالکل ہی کھول کر رکھ دیا ہے کہ حضرتِ والاؒ اس خط کے پہنچنے سے قبل ہی ان تمام امور سے باخبر بلکہ ان میں مؤثر انداز سے دخیل تھے، کیوں کہ اس قسم کے مواقع پر لفظ ''اب''، کسی معلوم معاملے کے لگے ہوئے انتظار کو رفع کرنے اور ابتدائی مراحل کے مختتم ہو جانے پر اصل مقصد کی تکمیل کرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہا کرتے ہیں کہ وہ (معہود فی الذہن) معاملہ جس کا آپ کو انتظار تھا یا آپ اسے کچھ اہم یا مشکل سمجھ رہے تھے مکمل ہو چکا ہے، اب آپ آ جائیں، یعنی آنے میں کوئی تامل محسوس نہ کیا جائے، وجہِ تامل رفع ہو چکی ہے اور اس میں کوئی حالت منتظرہ نہیں رہی، لہٰذا اب آنے میں تاخیر نہ ہونی چاہیے۔

یہی اسلوبِ بیان اس خط میں اختیار کیا گیا ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں نہ صرف یہ کہ تاسیس مدرسے کا منصوبہ علم ہی کی حد تک تھا بلکہ کوئی عملی صورت بھی باہم طے شدہ تھی، اور جوں ہی اس کے ابتدائی مراحل طے ہو گئے ووں ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے انتظاری کیفیت ختم کرنے کے لیے لفظ ''اب'' کے ساتھ اسی انداز میں حضرت والاؒ کو اطلاع دے دی، جیسے کسی قصہ طلب کام کی اطلاع بہ حالت انتظار کنائی الفاظ میں دیا کرتے ہیں۔ اس لیے اس خط کی رو سے دعویٰ کرنا کہ حضرت نانوتویؒ کو اس خط سے پہلے مدرسے کے قیام و اجرا اور ان مراحل کے منصوبوں کی کوئی خبر تک نہ تھی، کم از کم اس خط کے اسلوب اور طرزِ بیان سے مفہوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ خط حضرت والاؒ کی لا علمی اور بے تعلقی کے بجائے میں تو سمجھتا ہوں کہ پہلے سے ذہن میں آئے ہوئے علم اور معاملے کی طے شدگی بلکہ اس کے ساتھ منصوبے کے بہ روئے کار لائے جانے کے انتظار کی دلیل ہے۔

حاجی صاحبؒ کے خط کی بنیاد پر ایک فرضی تخیل:

پھر اس خط کی غرض و غایت کے سلسلے میں یہ تخیل قایم کر لینا کہ حاجی صاحبؒ نے حضرتِ والاؒ کو مدرسی پر بلانے کے لیے یہ خط لکھا، اس خط پر ایک بے بنیاد اضافہ ہے، جس کا خط کی عبارت یا اس کے کسی ایک لفظ میں اشارتاً یا کنایتاً کوئی ذکر ہی نہیں۔ غور کیا جائے کہ خط کے اجمالی بلکہ کنائی اسلوبِ بیان سے بالخصوص حضرتِ والاؒ کی مزعومہ بے خبری کے ساتھ انہیں ملازمت کے لیے اچانک بلا بھیجنا اور وہ بھی مبہم اور نا تمام الفاظ میں کہ چندہ ہو چکا ہے، اب آپ آ جائیں، محض ایک عقدِ مجہول کی صورت ہے جو حضرت نانوتویؒ کی مزعومہ لا علمی اور بے

خبری کی حالت میں ایک بے معنی اور ان بزرگوں کی شان سے فروتر بات ہے۔ کیوں کہ اس عنوانِ بیان کا حاصل یہ نکلے گا کہ سارے کام ہو گئے، چندہ بھی ہو گیا، مدرسہ بھی قایم ہو گیا، صرف مدرس کا تقرر باقی ہے، اب آپ مدرسی کے لے آجائیں۔ گویا حضرتِ والاؒ کو ملازمت کی تلاش تھی اور حضرت حاجی صاحبؒ سے کہہ رکھا تھا کہ کوئی مدرسہ قایم ہو تو میرا بھی خیال رکھیں، اس لیے حاجی صاحبؒ نے بروقت تحریر فرمایا کہ چندہ تین سو روپیہ ہو گیا ہے، یعنی تن خواہ ملنے میں دشواری نہ ہو گی، اب آپ آجائیں۔ ظاہر ہے کہ اس خط کی غرض و غایت مدرسی اور اس کی غرض حضرت والاؒ کا بلاوا اقرار دینا قطع نظر خط کے اسلوب کے ان بزرگوں میں سے کسی کی بھی شان کے شایاں نہیں۔

حاجی صاحبؒ کے خط کی غرض وغایت:

اگر مدرسی کے لیے حضرتؒ کو بلایا جانا خط کی غرض و غایت ہوتی اور حضرتؒ اس قصے سے کلیتاً لا علم اور بے خبر ہوتے، گویا قیامِ مدرسہ کی یہ بالکل ابتدائی اطلاع ہوتی، جس کی حضرتؒ کو پہلے سے مطلق خبر نہ ہوئی تو خط کا اسلوبِ بیان یہ ہوتا کہ ’’میرا ارادہ مدرسہ قایم کرنے کا ہے، چندہ بھی کر چکا ہوں، مدرس کی تلاش ہے، آپ مدرسی قبول فرمائیں اور تشریف لے آئیں‘‘۔ نہ یہ کہ ’’چندہ ہو چکا ہے اب آپ آجائیں‘‘۔ ورنہ اس اندازِ بیان پر قدرتاً حضرتؒ کے ذہن میں جب کہ وہ معاملے ہی سے بے خبر تھے یہ سوالات پیدا ہونے چاہیے تھے کہ کیسا چندہ؟ کس کام کے لیے کیا گیا ہے؟ مجھے آخر کیوں بلایا جا رہا ہے؟ جب کہ میں برسرِ کار بھی ہوں، آخر مجھے ایک جمی جمائی اور مطابقِ ذوق جگہ سے بے وجہ کیوں اکھاڑا جا رہا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ مگر نہ تو حاجی صاحبؒ کوئی واضح بات لکھتے ہیں اور نہ حضرت والاؒ کو اس اجمال سے کوئی استعجاب ہوتا ہے، نہ وہ کوئی سوال کرتے ہیں بلکہ اپنی خوشی کا اظہار کر کے پندرہ روپے ماہوار کا ایک مدرس نامزد کر کے بھیج دیتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مجمل اور کنائی خط اور اس کا بلا استفسار و استعجاب یہ تفصیلی جواب اس کی واضح دلیل ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان پہلے سے کوئی منصوبہ طے شدہ تھا، ورنہ اطلاع محض تین سو روپے کے جملے سے حضرت نانوتویؒ نے خود بہ خود کیسے سمجھ لیا کہ یہ سارا قصہ قیامِ مدرسہ کے لیے کیا جا رہا ہے اور مجھے مدرسی کے لیے بلایا جا رہا ہے؟

اس لیے جب تک یہ سارے منصوبے ان دونوں بزرگوں کے درمیان پہلے سے طے شدہ نہ مانے جائیں، خط کا اجمال اور جوابِ خط کی تفصیل معقول نہیں ٹھہر سکتے۔ البتہ اگر معاملہ دونوں بزرگوں کے درمیان طے شدہ اور معہود فی الذہن مانا جائے تو یہ اجمال و تفصیل دونوں اپنی اپنی جگہ معقول اور قابلِ قبول ہو جاتی ہیں، اور حاصل یہ نکلتا ہے کہ حاجی صاحبؒ نے خط میں تو کسی تصریح کی ضرورت یوں نہ سمجھی کہ یہ سب معاملہ حضرتؒ کے ذہن اور علم میں پہلے ہی سے ہے اور باہم طے شدہ ہے، فقط چندے کی اطلاع کر کے بلایا جانا کافی ہے، وہ خود ہی سمجھ جائیں گے، اور ادھر حضرت والاؒ نے جواب میں تفصیل کر کے مدرسے کا ذکر بھی فرما دیا بلکہ اسے ’’مدرسۂ مذکور‘‘ کے عنوان سے تعبیر فرمایا، جب کہ حاجی صاحبؒ کے خط کے اس ٹکڑے میں مدرسہ کہیں بھی مذکور نہیں، اور چندے کی خبر پر ملا محمود صاحبؒ کو پندرہ روپے ماہوار پر نامزد کر کے بھیجنے کی بھی اطلاع دے دی، اور آیندہ کے لیے اپنے ساعی رہنے کی اطمینان بخش خبر بھی دے دی، جو اس کی صاف دلیل ہے کہ یہ سب قصے حضرتؒ کے ذہن اور علم میں تھے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی کنائی عبارت سے کسی پہلے سے طے شدہ منصوبے ہی کو سمجھ کر قابلِ عمل درآمد سمجھا جاتا ہے نہ کہ مجہول مطلق کو۔

اس لیے حاجی صاحبؒ کے خط کی غرض و غایت چندے کی اطلاع دے کر حضرت نانوتویؒ کو مدرسی کے لے بلایا جانا نہ صرف یہ کہ خط

میں روایت پر محض اپنا ایک قیاسی اضافہ ہے بلکہ درایتاً غیر معقول بھی ہے ۔اس لیے اس خط اور اس کے اندازِ بیان سے نہ تو حضرتؒ کی بے خبری ثابت ہوتی ہے اور نہ قیامِ مدرسہ سے ان کی بے تعلقی، بلکہ اس کا عکس ثابت ہوتا ہے،اور اس صورتِ حال کے تحت اس خط سے حضرتؒ کے بلاوے کی غرض نہ مدرسی کے لیے بلاوا نکلتی ہے نہ حضرتؒ کے لیے اجرائے تنخواہ کی سہولت کی خوش خبری، بلکہ خط کا صاف اور متبادر مفہوم صرف یہ ہوسکتا ہے کہ چندہ ہو چکا ہے، اب آپ آ کر مدرسے کا اجرا کر دیں اور اسے قایم کر دیں، جس میں اب کوئی حال منتظرہ باقی نہیں ہے ۔ابتدائی مراحل چندہ وغیرہ سب طے ہو چکے ہیں ۔

حضرتِ والاؒ نے اس طے شدہ منصوبے اور کارِ خیر کی عملی تاخیر گوارہ نہ کرتے ہوئے لکھ بھیجا کہ مدرس بھیج رہا ہوں، یعنی کارِ تدریس کا آغاز کر دیا جائے، اس میں کسی انتظار کی ضرورت نہیں ۔ چوں کہ زمانہ خیر و برکت کا تھا، قلوب اخلاص وللہیت سے پر تھے، اس لیے اصل مقصد کو پیش نظر رکھا گیا جو تعلیم کا اجرا تھا۔ چناں چہ حاجی صاحبؒ نے حضرتؒ کے تحریر فرمانے پر تعلیم کا آغاز کرا دیا اور حضرتؒ کی تحریر کے بعد ان رسمیات کو غیر ضروری سمجھا کہ اس خط کے بعد اجرائے تعلیم حضرتِ والاؒ کے افتتاح کرنے پر معلق پڑا رہے، جو خود ان کی منشا کے خلاف ہے۔

اندریں صورت حاجی صاحبؒ کے خط سے حضرتِ والاؒ کی قیامِ مدرسہ سے بے تعلقی اور بے خبری کا نتیجہ نکالنا ذاتی تخیل ہے، خط کا مفہوم نہیں ۔ساتھ ہی اس پر بھی غور کیا جائے کہ حاجی صاحبؒ کے خط میں تو نہ مدرس کا ذکر ہے نہ مدرس طلبی کا اور نہ مدرس کے سلسلے میں کسی معاملے کے طے کرنے کا، جیسے تن خواہ وغیرہ، اور ادھر مزعومہ طور پر حضرت نانوتویؒ اس قصے سے مطلقاً لاعلم اور بے خبر بھی ہیں، مگر پھر بھی از خود مدرس کا تقرر بھی فرما دیتے ہیں، خود ہی پندرہ رپے ماہوار مدرس کی تن خواہ بھی مقرر فرما دیتے ہیں اور ان سارے معاملات کو مکمل طریق پر طے کر کے مدرس کو بھیج بھی دیتے ہیں ۔تو سوال یہ ہے کہ کیا ایک بے تعلق اور لا علم محض آدمی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ ایک سو اسی رپیہ سالانہ کے مستقل بوجھ کا کسی دوسرے آدمی کو خواہ مخواہ مکلف ٹھہرا دے اور بلا استمزاج کیے ہوئے اسے مجبور کر دے کہ وہ دواماً یہ مصارف اپنے سر رکھے؟ کم از کم عقل وفہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہے ۔اس لیے بھی خط اور جوابِ خط کی یہ ساری صورتیں اس وقت تک معقول نہیں ٹھہر سکتیں جب تک کہ ان دونوں بزرگوں میں قیامِ مدرسے کا منصوبہ پہلے سے طے شدہ اور باہمی طور پر سمجھا سمجھایا نہ مانا جائے، ورنہ حضرت نانوتویؒ کو قیامِ مدرسہ سے بے تعلق اور لا علم ماننے کی صورت میں حاجی صاحبؒ کا یہ کنائی خط قصہ طلب عبارت میں بھیج دینا اور حضرت والاؒ کا جواب میں ایک تفصیلی پروگرام بنا کر لکھ بھیجنا اور حاجی صاحبؒ کے سر ایک مسلسل بار عاید کر دینا کوئی معقول بات نہیں رہتی، چہ جائے کہ اس غیر معقول صورتِ حال کو قیامِ مدرسہ سے حضرتِ والاؒ کی بے تعلقی اور لا علمی کی حجت کے طور پر پیش کیا جائے ۔

حاجی صاحبؒ کے خط کی حقیقی وضاحت:

حقیقت یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے خط کی یہ مجمل عبارت قدرتاً دوسرے جملوں کو چاہتی ہے ۔اگر یہ خط پورا نقل کر دیا جاتا تو بات صاف ہو جاتی، لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ خط محفوظ ہے یا ضایع ہو چکا ہے، تاہم یہ غنیمت ہے کہ ابھی اس خط کے دیکھنے والے موجود اور بہ قید حیات ہیں، ان کے بیان سے وہ امور جو ہم نے اس مجمل عبارت سے بہ طور استنباط کے پیش کیے ہیں نصِ صریح بن جاتے ہیں ۔

حضرت الاستاذ علامہ محمد ابراہیم صاحبؒ سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے فرمایا اور سوانح قاسمی کی تالیف کے وقت لکھ کر بھی دے

دیا تھا جو شامل فایل ہے، کہ میں نے حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کا وہ خط حاجی نذیر احمد صاحبؒ خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ (مصنف تذکرۃ العابدین) کے پاس اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پڑھا ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت نانوتویؒ کو لکھا تھا، اس میں صراحتاً یہ مضمون مرقوم تھا:

''وہ جو آپ میں اور ہم میں باہم مذاکرات ہوتے رہتے تھے کہ کوئی مدرسہ قایم کیا جائے، فقیر کو ایک دن خیال آ گیا اور چندے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا کل عصر مغرب کے درمیان تین سو روپے ہو گئے، اب آپ تشریف لے آئیں''۔

حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت نانوتویؒ کا تاسیسِ دارالعلوم کے متعلق مشترک منصوبہ:

اس جملے سے وہ پوری بات واضح ہو گئی جو ہم نے شایع شدہ جملے کے اسلوبِ بیان سے بہ طور استنباط عرض کی تھی کہ تاسیس مدرسے کا منصوبہ ان دونوں بزرگوں کے علم میں تھا، باہم طے شدہ تھا اور اجرائے مدرسہ کے لیے اسی کے تحت چندہ کیا گیا اور حضرت والاؒ کو بلایا گیا، اس لیے خط کی یہ تحریری اطلاع حضرتؒ کے لیے کوئی ابتدائی یا نئی خبر نہ تھی، اس لیے انہوں نے سارا واقعہ پیش نظر رکھ کر جواب میں سارا پروگرام تفصیل سے لکھ بھیجا اور حاجی صاحبؒ نے اس کے مطابق اسے عملی جامہ پہنا دیا۔

نیز اسی سے یہ بھی کھل گیا کہ اس خط کے ذریعے حضرت نانوتویؒ کو اسی مقصد کے لیے بلایا گیا تھا جس مقصد کے لیے ان بزرگوں میں باہم مذاکرے ہوتے تھے، اور وہ یقیناً مدرس کے انتخاب وتقرر کے مذاکرے نہ تھے، کہ اول تو کسی شخص کا مدرسی پر مقرر کیا جانا کوئی ایسا اہم اور پیچیدہ مسئلہ نہ تھا کہ اس پر آٹھ نو برس مسلسل مذاکرے ہوں۔

دوسرے یہ جزوی بات طبعاً مدرسے کا منصوبہ طے ہو جانے کے بعد کی تھی، نہ یہ کہ مدرسہ تو قایم نہ ہو اور مدرس کا انتخاب وتقرر کا مسئلہ چھڑ جائے اور برسوں چھڑا رہے۔

تیسرے یہ کہ اس سے زیادہ بے معنی اور بے حیثیت بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے یہ مذاکرے اپنی مدرسی قایم کرنے کے لیے کیے ہوں؟ جب کہ ان کے ہم عصروں کے ذہنوں میں ان کی مزاجی کیفیت کا پورا علم تھا کہ کسی مدرسے میں بیٹھ کر اور مدرس بن کر پڑھانا ان کی آزاد فطرت کے خلاف ہے، جس پر انہوں نے اپنی پوری زندگی گزاری اور خود دارالعلوم میں بھی مدرس کی حیثیت سے کبھی نہیں پڑھایا۔ چھتہ کی مسجد میں بہ طور خود منتخب افراد کی تعلیم وتربیت کا ذاتی سلسلہ قایم رکھا، یہ نہ مدرسۂ دیوبند میں بیٹھ کر پڑھانا تھا نہ مسجد چھتہ میں مدرسِ مدرسہ کی حیثیت سے پڑھانا تھا۔ جو بے محل طریق پر میری طرف منسوب کر کے مدینہ اخبار کے مقالے میں اس پر حیرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ مدرسی شخصی تھی نہ کہ رسمی، یا ملازماتی، اور تعلیم وتعلم آپ کا شغل دوامی تھا مگر آزادانہ!

حضرت نانوتویؒ کا دارالعلوم سے رسمی نہیں حقیقی تعلق:

چناں چہ ''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''(حضرت نانوتویؒ کے) اخلاص کا یہ حال کہ جملہ قول وفعل آپ کے لوجہ اللہ تھے۔ ریا کا نام نہ تھا۔ طمع نفی کی بو بھی نہ تھی۔ کبھی وعظ پر اجرت نہیں لی، نہ کبھی نفسانی خواہش سے وعظ کہا۔ نہ کبھی قرآن وحدیث کو مال دنیا کی عوض میں پڑھا پڑھایا، جو کام تھا وہ محض للہ۔ بے طمع ہونا آپ کا ظاہر وباہر۔ کیوں کہ اگر آپ کو طمع دنیوی ہوتی تو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ سونے کی دیواریں

بنالیتے۔ مدرسۂ دیوبند کے مکان کو لاکھوں اینٹوں سے تعمیر کرایا مگر اپنے گھر میں ایک چھوٹا روڑا بھی نہ لگوایا''۔(سوانح مخطوطہ:ص ١٦)

اسی سوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے:

''یہ سب کو معلوم ہے کہ مدرسۂ اسلامیہ دیوبند آپ ہی کا ساختہ پرداختہ ہے، اور کیا کچھ اس کا کارخانہ؟ کہ چھوٹی سی سرکار مگر ہرگز کبھی اس کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھایا۔ اپنے پاس سے دینا جانتے تھے لینے کا نام نہ تھا''۔

(سوانح مخطوطہ:ص ١٦)

جس سے واضح ہے کہ آپ کی خدمتِ مدرسہ لوجہ اللہ تھی اور تعلیم اپنی شخصی تھی۔ آپ کے اس درس میں اساتذۂ دارالعلوم بھی شریک ہوتے تھے، بلکہ فرمایش کرکے حدیث یا تفسیر کا درس شروع کراتے تھے، جیسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دار العلوم کی فرمایش پر تفسیر کا درس شروع کرایا، جو چھتہ کی مسجد میں شروع ہوا، جس میں عموماً اساتذۂ دارالعلوم شریک تھے۔ حضرت والاؒ نے اپنے شخصی درس کے لیے کچھ ہونہار طلبا منتخب کر لیے تھے اور سفر و حضر میں ان کے پڑھانے اور تربیت دینے کا سلسلہ قایم رہتا تھا۔ یہ صورت قیام دیوبند چھتہ کی مسجد میں اور بہ صورتِ سفر جہاں بھی قیام ہو وہیں یہ درس جاری رہتا۔ حسبِ روایت مولانا مبارک علیؒ سابق نایب مہتمم دار العلوم دیوبند: حضرت والاؒ کا سفر گنگوہ ہوا، تلامذہ ساتھ تھے اور وہاں ابوداؤد شریف کا درس دیا، جو اس زمانے میں معمول تھا، ناغہ نہیں فرمایا، اور سبق کچھ زیادہ مقدار میں ہوا تو بہ طور مزاح حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ''یہاں اس تیز روی سے یہ طالب علم کیا خاک سمجھے ہوں گے؟'' حضرتؒ مسکرادیئے اور درس جاری رہا۔

بہرحال حضرتؒ کی اس شخصی تدریس کا نہ بانی کے مسئلے سے کوئی تعلق تھا نہ ملازماتی مدرسی سے۔ اس لیے چھتہ کی مسجد کی اس تدریس کا انتساب رسمی تدریس سے اور وہ بھی میرے حوالے سے خلاف واقعہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حاجی صاحبؒ کا حضرت والاؒ کو اطلاع دے کر بلانا تدریس کے لیے نہیں تھا بلکہ اجرائے مدرسہ کے لیے تھا، جس کے لیے ان بزرگوں میں برسوں مذاکرے ہوتے رہے۔

اجرائے مدرسے کے لیے حضرت نانوتویؒ ہی کو کیوں دعوت دی گئی؟

اسی کے ساتھ اس خط کا یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ حاجی صاحبؒ نے اجرائے مدرسہ کے لیے یہ دعوت آخر حضرت نانوتویؒ ہی کو کیوں دی؟ اور کسی کو کیوں نہیں دی؟ جب کہ خود دیوبند میں اہل علم و فضل دوسرے بھی تھے۔ سو اس کی وجہ حضرت نانوتویؒ کی شخصیت اور ذاتی وجاہت سے قطع نظر اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ بنیادی مذاکرات کا تعلق ہی ان سے تھا اور حضرت والاؒ ہی نے قیام مدرسے کا جذبہ ان میں پیدا کیا تھا، اس لیے حضرت حاجی صاحبؒ کا قیامِ مدرسہ کی اس ابتدائی جدوجہد چندہ وغیرہ کے لیے اٹھنا حضرت نانوتویؒ ہی تحریک کے زیر اثر عمل میں آیا، جسے حاجی صاحبؒ نے مذاکراتِ باہمی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ اس لیے ان مذاکرات کی بنا پر وہ اجرائے مدرسہ کے لیے حضرت والاؒ ہی کو بلا سکتے تھے کہ یہ انہیں کی تاثیر و تصرف کے ظہور کی صورت پیدا ہو رہی تھی، ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی یہ اجتماعی رنگ کی تعلیمی تحریک جس کے تحت ملک میں چندے کے مدارسِ دینیہ کا وجود ہوا، حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ نے ان میں پیدا نہیں کی تھی، جس سے غالباً ''منفی نگار حضرات'' بھی انکاری نہیں ہیں۔ چناں چہ مدینہ اخبار کے مقالے میں محترم مقالہ نگار نے تحریر فرمایا ہے:

''یقیناً مدرسے کا یہ خاکہ (اجتماعی رنگ کی تعلیمی تحریک) حضرت حاجی (محمد عابد) صاحبؒ کے ذہن میں نہ تھا، وہ محدود دایرے میں مدرسے کو چلانا چاہتے تھے''......الخ (مدینہ اخبار، ۹؍ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ)

مولانا محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیت علمائے ہند نے فرمایا:

''اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ دارالعلوم کے پرشوکت تصور سے حضرت حاجی (محمد عابد) صاحبؒ کا ذہن خالی تھا''۔

(علمائے ہند کا شان دار ماضی: ج ص۶۰)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حاجی صاحب مرحوم کے سامنے (دارالعلوم کا) وہ مستقبل نہ تھا جو حضرت مولانا نانوتویؒ کو نظر آرہا تھا''۔(ارواحِ ثلاثہ: ص۱۸۹)

حاجی صاحبؒ کا درویشانہ مزاج اور اجتماعیت سے پرہیز:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حاجی محمد عابد حسین صاحبؒ پر رنگِ سلوک غالب تھا، بلکہ کسی حد تک تصوف کی مروّجہ رسوم کی پابندیاں بھی تھیں، اور وہ ایک تارک الدنیا بزرگ تھے، جنوں نے (بہ تصریح مصنف ''سوانح مخطوطہ'') اپنی ساری جایداد و املاک راہِ خدا میں دے کر فقیری اور گوشہ گیری اختیار فرمالی تھی۔ ان کا اصلی ذوق گوشہ نشینی تھا، اسی لیے چھتہ کی مسجد کو انہوں نے اپنا قرار گاہ بنالیا تھا اور اس میں درویشانہ انداز سے رہتے تھے۔ اجتماعیت یا علمی انداز سے کسی ہمہ گیر تحریک کے لیے اٹھنا ان کا مذاق ہی نہ تھا۔ اس لیے یہ مانا جانا مشکل ہے، اور کسی نے مانا بھی نہیں کہ ''قاسمی تحریک''، حضرت حاجی محمد عابد حسین صاحبؒ کی تاثیر و تصرف کا نتیجہ تھی۔

دوسرے یہ کہ اجتماعی رنگ کی تحریک جس پر تعلیم کا سرپوش پڑا ہوا تھا ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے تاثرات کا نتیجہ تھی، تاکہ تعلیمی رنگ سے تربیتی انداز میں اس ناکامی کی تلافی کی جائے، اور ظاہر ہے کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ ۱۸۵۷ء کی تحریک جہاد میں شامل نہیں تھے کہ ان میں یہ تاثرات پیدا ہوتے، اور کوئی ہمہ گیر فکر ان میں نمایاں ہوتا۔ اس لیے یہی ماننا پڑے گا کہ حاجی صاحبؒ کی یک سوئی کی زندگی میں تعلیمی سلسلے کی یہ خاص حرکت خواہ وہ محدود ہی پیمانے پر کیوں نہ ہو، حضرت نانوتویؒ ہی کی پیدا کردہ تھی، جو ان مذکورہ ''مذاکرات'' کی صورت سے چھتہ کی مسجد میں ۱۸۵۷ء کے بعد آٹھ نو برس تک وقتاً فوقتاً جاری رہی، اور جب بھی حضرتؒ کا دیوبند آنا ہوتا تو قیام چھتہ ہی کی مسجد میں ہوتا۔ ان ایام میں اس مبارک مسجد میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندیؒ کی آمد و رفت بھی ہوتی، جیسا کہ ''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف نے اس کی بھی صراحت کی ہے، اور وہ بھی چھتہ ہی کی مسجد میں قیام فرماتے تھے۔ اس لیے حضرتؒ نے بھی اپنے ہنگامی قیام کے لیے اور مستقل قیامِ دیوبند کے بعد رہایش کے لیے اسی مسجد کو اختیار فرمایا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ کا باہمی ربط و ضبط:

اس گہ و بے گہ کے مسلسل قیام سے ان بزرگوں میں غیر معمولی ربط و ضبط اور قلبی تعلق کے باہمی علاقے قایم ہوئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ علم اور علما کی عظمت تو پہلے سے غیر معمولی طور پر اپنے اندر لیے ہوئے تھے، اب حضرتِ والاؒ کی پیاپے آمد سے معیت اور تبادلۂ خیالات و افکار سے علم براری اور عالم پروری کے جذبات بھی ان میں بھر گئے اور سلسلۂ تعلیم کے اجرا و قیام کی قوتِ قریبہ بھی پیدا ہوگئے، جس سے وقت مقدر آپہنچنے پر وہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور مدرسہ قایم کرنے کے لیے چندہ مانگنے کے لیے انتہائی بےنفسی سے خود ہی اپنا رومال دوسروں

کے سامنے پھیلایا، جس کو حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ نے اپنی ایک طویل نظم میں جو مدرسۂ دیوبند کے جلسۂ سالانہ تقسیم انعام، بابت ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) کے موقع پر پڑھی گئی، ظاہر فرمایا ہے:۔

مردِ حق عابد صداقت کیش
اوّلاً گسترانْد روماِلش
ہم بہ اخلاصِ دل دراں بہ نہاد
چیزے از طیبات اموالش
گوئیا ایں ہمہ فتوح کثیر
در رسیدہ ہمہ بہ افضالش

لیکن حاجی صاحبؒ کے ان جدید تاثرات کو جو قیامِ مدرسہ کے لیے ایک دم داعی ہو گئے، سر چشمہ کہاں تھا؟ اور یہ پر و بال کہاں سے آئے؟ تو مولانا فضل الرحمن صاحبؒ ہی اسی نظم میں سر چشمے کا بھی پتہ دے رہے ہیں کہ وہ سر چشمہ ''فیضانِ قاسمی'' تھا، جس سے پر و بال کی یہ پرواز حاجی صاحبؒ میں اچانک رونما ہوئی۔ فرماتے ہیں:۔

لیکن ایں طایر(۱) ہمایوں فال
شد ز قاسم عطا پرو بالش

غور کرنے کی بات ہے کہ اس نظم میں حضرت حاجی صاحبؒ کے چندہ کرنے اور رومال پھیلانے کا ذکر ہے جو اجرائے مدرسہ سے یقینا پہلے کی چیز ہے اور محض مبادی میں سے، لیکن اسے بھی مولانا فضل الرحمن صاحبؒ ''عطائے قاسم'' سے تعبیر کر رہے ہیں، جس سے واضح ہے کہ حضرت والاؒ نے مذاکرات کے ذیل میں صرف قیامِ مدرسہ ہی کا جذبہ ان میں پیدا نہیں کیا بلکہ بہ طور اصول کے یہ بھی ذہن نشین کیا کہ بنائے مدرسہ چندے کے اصول پر ہونی چاہیے، سرکاری گرانٹوں یا امیروں کی جاگیروں کے بھروسے پر نہ ہو، تاکہ یہ ادارہ عوامی رہے، سرکاری یا جاگیرداری نہ ہو جائے۔ غالباً اسی لیے حضرت حاجی صاحبؒ نے اجرائے مدرسہ کے لیے جب حضرت والاؒ کو بلایا تو سب سے پہلے چندے ہی کا ذکر کیا اور وہ بھی تعین مقدار کے ساتھ، ورنہ فی نفسہ اس کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ اس موقع پر چندہ اور اس کی مقدار کا ذکر کیا جائے۔

شاید اسی اہمیت کے پیش نظر مولانا منصور علی خاں صاحبؒ (تلمیذ حضرت نانوتویؒ) نے مدرسۂ دیوبند کے قیام کو حضرت نانوتویؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے خصوصیت سے اس کی بنیاد چندہ ظاہر کی ہے:

''خصوصاً مدرسۂ دیوبند اول مولانا مرحوم (حضرت نانوتویؒ) نے اس مدرسے کو چندے سے قایم کیا تھا''۔ (مذہب منصور: ج ۲، ص ۱۷۷)

دارالعلوم کے لیے چندے کی تجویز حضرت نانوتویؒ ہی کی اسکیم تھی:

پس ایک طرف حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اس تحصیل چندۂ مدرسہ کو ''عطائے قاسم'' سے تعبیر کر رہے ہیں، اور ایک طرف مولانا منصور علی خاںؒ اسے بنائے مدرسہ کے سلسلے میں بہ طور بنیاد کے ذکر کر رہے ہیں، اور ادھر حضرت نانوتویؒ اپنے اصولِ ہشت گانہ میں

چندے کی دفعہ کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں کہ اول و آخر دونوں دفعات چندے ہی کے بارے میں لائی گئی ہیں۔ یہ تینوں وثیقے ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتے ہیں کہ حضرت نانوتوی ؒ اور حضرت حاجی صاحب ؒ میں قیام مدرسہ ہی کا منصوبہ طے شدہ نہ تھا بلکہ چندے کی اسکیم بھی طے شدہ تھی، اور اسی کے تحت حضرت حاجی صاحب ؒ نے چندہ کیا اور پھر خصوصیت سے خط میں چندے ہی کا ذکر تعین مقدار کے ساتھ کر کے حضرت ؒ کو بلایا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ سب معاملہ اول سے لے کر آخر تک آپ ہی کے اصول ومقاصد کے مطابق ہوا ہے، اس لیے اب آپ کو آنے میں تامل نہ ہونا چاہیے، بلکہ اشعار مذکورۂ بالا سے یہ حقیقت بہت صاف ہو کر عیاں ہو جاتی ہے کہ جب یہ مبادی اور تحصیل چندہ کے پر و بال اور یہ پرواز ''عطائے قاسم'' ہیں تو قدرتی طور پر حاجی صاحب ؒ کے یہ تمام اقدامات ہوئے، اور کہا جا سکتا ہے کہ قاسمی تحریک کا سب سے پہلا اثر دیوبند ہی میں مدرسۂ دیوبند کے قیام کی صورت میں نمایاں ہوا۔ یہی بنیاد تھی کہ اجرائے مدرسہ اور آغازِ تعلیم کے لیے حضرت حاجی صاحب ؒ نے صرف حضرت والا ؒ ہی کو بلایا، جب کہ یہ سب فیضان انہیں کا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی کوئی گنجایش ہے کہ دیوبند کے مدرسے کے قیام وتاسیس کا حضرت نانوتوی ؒ سے کوئی تعلق نہ تھا؟ بلکہ انہیں حاجی صاحب ؒ کے خط ملنے سے پہلے اس کی خبر تک بھی نہیں تھی کہ دیوبند میں کوئی مدرسہ قایم ہونے والا ہے؟ میں تو عرض کروں گا کہ مدرسے ہی کی نہیں چندے تک کی اسکیم سے بھی حضرت ؒ بے خبر نہ تھے، اور یہ ابتدائی مرحلہ بھی ان دونوں بزرگوں میں طے شدہ تھا، اسی لیے حاجی صاحب ؒ کے خط میں اہمیت کے ساتھ چندے کی اطلاع دے کر حضرت والا ؒ کو بلایا گیا، تا کہ مدرسے کی تاسیس کا عوامیت پر قایم ہونا نمایاں ہو جائے۔

اجرائے تعلیم کے وقت حضرت نانوتوی ؒ کی عدم موجودگی کی وجہ:

رہا یہ کہ اجرائے تعلیم کے وقت حضرت والا ؒ دیوبند میں موجود نہ تھے۔ کیا اس وقت جو وہاں موجود تھے وہ سب کے سب مدرسۂ دیوبند کے بانی تھے؟ اس لیے کہ موجود تھے۔ اگر حضرتِ والا موجود نہ تھے تو اجرائے مدرسہ کے حق میں ان کا تحریری اذن ومنشا موجود تھا۔ ان کا تقرر کردہ اور بھیجا ہوا مدرس بہ تعین تنخواہ موجود تھا۔ ان کی مؤثر تحریک اور مذاکروں کا نمایاں ثمرہ موجود تھا، جس کا حاجی صاحب ؒ اپنے خط میں اور مولانا فضل الرحمن صاحب ؒ اپنی نظم میں اعتراف فرما رہے ہیں۔ اس لیے یہ عدم موجودگی ان کے بانی ہونے کی پوزیشن میں اگر وہ بانی تھے، کیا خلل انداز ہو سکتی ہے؟

البتہ ایک سوال یہاں ضرور پیدا ہوتا ہے کہ میرٹھ سے دیوبند حضرت والا ؒ کی آمد ورفت بہ کثرت تھی اور ۱۸۵۷ء کے بعد اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھی، جیسا کہ ''سوانح مخطوطہ'' کے حوالے سے عرض کیا جا چکا، پھر اجرائے مدرسہ کے لیے ایک دن یا چند گھنٹوں کے لیے دیوبند تشریف لے آنے میں آخر کیا رکاوٹ تھی؟ بالخصوص جب کہ اس ادارے کے قیام کے سلسلے میں برسوں مذاکرے بھی فرمائے، خواص وعوام کو آمادہ بھی کیا اور ان کا عین متمنا یہی تھا لیکن جب وہ مبارک ساعت آئی کہ وہ قایم ہو تو حضرت ؒ بلانے پر بھی تشریف نہیں لائے؟

اس کا ایک ظاہری اور بڑا سبب تو حضرت والا ؒ کی زندگی اور آپ کا قلبی مقام ہے، اور وہ یہ کہ آپ کمالِ تواضع وانکسار کے سبب امتیاز و شہرت اور نام آوری کے مواقع سے طبعاً گھبراتے تھے۔ امامت سے ہمیشہ گھبراتے تھے۔ خطابت و وعظ سے بے حد بچتے تھے۔ بیعت کرنے سے گریزاں رہتے تھے اور اگر کسی کو کر بھی لیا تو تربیت کے بعد اجازت وخلافت دینے سے گھبراتے تھے کہ شیخ کہلائیں۔ خود اجازت دینے کے بجائے کمال کسرنفسی سے حضرت گنگوہی ؒ کی طرف رجوع کرا دیتے تھے کہ اجازت وہاں سے لو۔ اگر حضرت مولانا احمد علی صاحب

محدث سہارن پوری رحمہ اللہ حکماً حضرتؒ سے وعظ نہ کہلائیں اور حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ بیعت کرنے پر مجبور نہ کریں تو شاید عمر بھی وہ یہ راستہ نہ چلتے۔ظاہر ہے کہ ان کی یہ زندگی اجرائے مدرسہ کے اس کھلے امتیازی مقام کو کیسے برداشت کرتی؟ اس لیے خود تشریف نہیں لائے، مگر جو کام خود آ کر انجام دیتے وہ بہ احسن اسلوب وہیں سے انجام دے دیا، جیسا کہ ملا محمود صاحبؒ کے بھیجنے کی تفاصیل سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا شمار برطانوی گورنمنٹ کے باغیوں میں:

دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ جہادِ شاملی کے سربراہوں میں سے تھے۔آپ کو گورنمنٹ اپنے کھلے باغیوں میں شمار کرتی تھی۔ چناں چہ اس جنگ میں شکست کے بعد آپ کا وارنٹ گرفتاری نکلا ہوا تھا، بلیک لسٹ میں نام آیا ہوا تھا اور پولیس ہر وقت تلاش وجستجو میں سرگرداں رہتی،اور شبہے پر بھی ان مقامات کا محاصرہ کیا جاتا رہتا تھا،جہاں حضرتؒ کی موجودگی کی خبر دی جاتی تھی۔اس لیے آپ ہر وقت گورنمنٹ کی نگاہوں میں معتوب اور مشتبہ تھے،اور گورنمنٹ کا یہ تصور آپ کے حق میں بے محل نہ تھا کہ آپ کو ذرا بھی کوئی موقع ملے گا تو آپ اس گورنمنٹ کی تخریب و بغاوت سے نہ چوکیں گے۔ظاہر ہے کہ ان حالات میں اگر حاجی صاحبؒ کی اطلاع پر حضرتؒ خود دیوبند پہنچ کر مدرسۂ دیوبند کا افتتاح واجرا کرتے تو حکومت کو یہ باور کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا کہ اس مدرسے کی بنیاد باغیانہ جذبات پر رکھی گئی ہے، اور یہاں جہاد کے سوا اور کوئی تعلیم نہیں دی جائے گی۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شروع ہی سے گورنمنٹ اس کی تخریب کے درپے ہوجاتی یا اسے قایم ہی نہ ہونے دیتی یا چلنے نہ دیتی،اور وہ فکرِ خاص جس پر یہ مدرسہ قایم کرنا مقصود تھا (جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے) کبھی بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔بہ الفاظِ دیگر وہ ساری اسکیم ہی فیل ہوجاتی جو حضرت والاؒ کے ذہن کی امانت بنی ہوئی تھی۔

ادھر حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ جن سے نو برس تک اس اجرا و قیامِ مدرسے کے مذاکرے ہوتے تھے، نہ سیاسی لاین کے آدمی تھے اور نہ اس تحریکِ جہاد میں شریک تھے۔ایک صوفی صافی تارک الدنیا اور گوشہ نشین مگر بااثر بلکہ وسیع الاثر بزرگ تھے، جن کے خلاف انگریزوں کے ذہن میں کوئی تصور اور کوئی جذبہ نہ تھا۔اس لیے حضرت والاؒ نے اپنی انتہائی دانش مندی سے باوجود اطلاع و دعوت کے اجرائے مدرسے کے وقت خود دیوبند سے غیر حاضر رہ کر یہی ضروری سمجھا کہ مدرسے کا افتتاح ان کی عدم موجودگی میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ذریعے عمل میں آئے، تاکہ ابتدا ہی سے گورنمنٹ مدرسے کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھنا نہ شروع کر دے،اور وہ فکر جو اس مدرسے کے ذریعے چلانا مقصود ہے اوّل مرحلے ہی میں محو نہ کر دیا جائے۔مدرسہ جم جانے اور اس کے اثرات ملک میں پھیل جانے کے بعد قدرتی طور پر ایسے خطرات کا پیش آنا یقینی نہیں رہ سکتا تھا، اس لیے ابتدا ہی میں حضرتِ والاؒ نے اس کی رعایت ضروری سمجھی اور وقت پر اپنی غیر حاضری سے ان خطرات کا سدِ باب فرما دیا۔

گلاؤٹھی کے مدرسے کے خلاف حکومتِ وقت کا رجحان:

اس قسم کے خطرات اس دور میں محض احتمالی نہ تھے بلکہ واقعاتی شکل لیے ہوئے تھے۔ چناں چہ حضرت والاؒ ہی کے بعض قایم فرمودہ مدارس کے اوّل مرحلے میں یہ خطرہ عملی صورت میں پیش آیا اور مدرسے کو اس وقت تک بند کر دینا پڑا جب تک حالات اطمینان بخش نہ ہوگئے۔حضرت والاؒ نے گلاؤٹھی پہنچ کر اپنے ایک متوسل منشی مہربان علی صاحبؒ رئیس اعظم گلاؤٹھی کو مدرسہ قایم کرنے پر آمادہ فرمایا۔

مقررہ وقت پر انہوں نے سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے حضرتِ والاؒ کو دعوت دی، آپ نے گلاؤٹھی پہنچ کر ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں جو مدرسۂ دیوبند کی عمارت بننے کا سال ہے، مدرسے کا اجرا فرمایا اور خود ہی اس کا نام ”منبع العلوم“ تجویز فرمایا۔ مدرسے کی مدرسی کے لیے حضرتِ والاؒ نے اپنے بڑے داماد مولانا عبداللہ صاحب انبیٹھوی کو تجویز فرما کر بھیجا، جن کے ساتھ ان کے صاحب زادے مولانا محمد میاں صاحب مہاجر کابل اور خود حضرتِ والاؒ کے صاحب زادے (میرے والد بزرگ وار) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ بہ حیثیت طالب علم کے تھے۔ مدرسے کی تاسیس پر چھ مہینے ہی گزرنے پائے تھے کہ کلکٹر نے منشی مہربان علی صاحبؒ کو بلا کر تہدید آمیز لہجے میں کہا کہ کیا اس مدرسے کے بنیاد مولوی محمد قاسم نے رکھی ہے؟ اور کیا اس میں جہاد اور بغاوت کی تعلیم دی جا رہی ہے؟ منشی صاحب گھبرا گئے اور انہوں نے بہت ہی دب کر یہ جواب دیا کہ جی نہیں، وہ تو ایک مکتب ہے، جس میں نماز اور روزے کے کچھ مسائل بتادیئے جاتے ہیں اور کچھ قرآن شریف کی تعلیم دے دی جاتی ہے، مگر کلکٹر کا انداز دیکھ کر منشی صاحبؒ موصوف اس قدر مرعوب اور خوف زدہ ہوئے کہ انہیں آ کر مدرسہ بند کرنا پڑا اور مولانا عبداللہ صاحبؒ کو مجبوراً جواب دینا پڑا۔ کچھ عرصے بعد جب یہ قصہ ماضی ہوگیا تب پھر از سرِ نو مدرسے میں تعلیم شروع ہوئی اور مدرسے کا ثانوی وجود ہوسکا۔

یہ واقعہ حضرت مولانا محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسۂ گلاؤٹھی نے مولانا بشیر احمد خاں صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم دیوبند سے بیان فرمایا، اور مولانا موصوف نے دارالعلوم کے بزرگوں کے ایک اجتماع میں، جس میں یہ احقر بھی حاضر تھا، یہ واقعہ نقل فرمایا۔ اس سلسلے میں مولانا ممدوحؒ نے اس مدرسے کی تاسیس کے محرکات کے بارے میں ایک لطیفہ بھی نقل فرمایا کہ منشی مہربان علی صاحبؒ کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، انہوں نے اپنے شیخ حضرت نانوتویؒ سے اس بارے میں دعا کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم گلاؤٹھی میں دینی مدرسہ قایم کردو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پسری اولاد دے گا۔ اس پر منشی صاحبؒ نے قیامِ مدرسے کا ارادہ کیا اور حضرتِ والاؒ کو گلاؤٹھی بلا کر اس کا سنگِ بنیاد رکھوایا، لیکن چھ ماہ کے اندر جب وہ کلکٹر کی غضب ناکی کا واقعہ رونما ہوا اور منشی صاحبؒ نے مدرسہ بند کردیا، تو دیوبند آ کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے مدرسہ بند کرنے کا واقعہ ذکر کیا، مولاناؒ نے جوش اور جذبے سے فرمایا کہ ”یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔“ اگر مدرسہ نہیں تو نرینہ اولاد بھی نہیں۔ چناں چہ منشی صاحب نے محض نرینہ اولاد کے لیے دوسری شادی کی مگر نرینہ اولاد عمر بھر کبھی نہ ہوئی۔

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ اس دور میں مدرسہ یا دوسرا ادارہ خصوصیت سے حضرت نانوتویؒ کے انتساب سے برطانوی گورنمنٹ کی نگاہوں میں کھٹک جاتا تھا اور وہ اس کے درپئے تخریب ہوجاتی تھی۔ اگر حضرتِ والاؒ مدرسۂ دیوبند کے اجرا کے لیے میرٹھ سے دیوبند پہنچ کر خود مدرسے کا اجرا فرماتے تو ممکن تھا کہ یہی حشر اس کا بھی ہوتا جو مدرسۂ گلاؤٹھی کا ہوا، بلکہ اس سے زیادہ، کیوں کہ گلاؤٹھی کا مدرسۂ دیوبند کے مدرسے سے نو برس بعد جاری ہوا، جب کہ ملک میں برطانوی حکومت کی طرف سے امن و امان کا اعلان ہوچکا تھا اور ملک کے کام اپنی اپنی جگہ جم گئے تھے، لیکن حضرت نانوتویؒ اور ان کے انتساب سے جاری شدہ کاموں کے بارے میں حکومت کی کھٹک بہ دستور باقی تھی، تو نو برس پہلے جب کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے آثار پوری طرح مضمحل بھی نہ ہونے پائے تھے حضرتؒ کی نسبت سے جاری شدہ کام اور وہ بھی تعلیمی ادارہ حکومت کو کس قدر کھٹکتا اور وہ اس کے استیصال میں کیا کچھ نہ کرتی؟ اس لیے حضرتؒ نے کمالِ احتیاط سے مصلحتاً مدرسے کے ابتدائی ایام میں بہ سلسلہ اجرا و قیامِ مدرسہ آگے آنا پسند نہیں فرمایا، گو اندرونی طور پر اس کے ابتدائی مراحل اور سلسلۂ تعلیم کے آغاز کے وسایل جیسے مدرس کا تقرر و تعین و اجرائے تنخواہ اور مستقبل میں مساعی کی بشارت وغیرہ کے مبادی سب آپ ہی نے طے فرمائے۔

پس اجرائے مدرسہ کے وقت حضرتؒ کی اس عدم موجودگی کو بانیٔ مدرسہ ہونے کی نفی کے لیے حجت بنانا صرف لفظ ’’عدم موجودگی‘‘ کو سامنے رکھ کر اس کے نیچے کی ساری تاریخ اور واقعات سے لا علمی پر مبنی ہے۔ حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاءُ!

بہر حال یہ عدم موجودگی بہ وقتِ اجرا حضرت والاؒ کے بانی ہونے کی نفی کے لیے کارگر نہیں ہو سکتی، جب کہ واقعات کا ذکر کردہ تسلسل سامنے موجود ہو۔ نیز مدرسۂ دیوبند کے اجرا و قیام سے حضرت نانوتویؒ کی بے تعلقی جو اس خط کی ایک نا تمام عبارت سے ثابت کی جاری ہے یوں بھی مستبعد اور بعید از قیاس ہے کہ ایک ایسی شخصیت جو عمومی طور پر اس دور میں ایک ہمہ گیر تعلیمی تحریک اور اجرائے مدارس کی محرک اعظم تسلیم کی گئی ہو اور اس نے جگہ جگہ خود پہنچ کر مدارس قایم بھی کیے ہوں، اس کا خود اپنے گھر میں قیام مدرسہ سے نہ صرف بے تعلق بلکہ لا علم محض ہونا غیر قدرتی ہے۔ حضرتؒ کی ہمہ گیر شخصیت کے لیے زیادہ موزوں اور شایانِ شان یہی ہو سکتا تھا کہ وہ باہر سے پہلے اپنے گھر کی زیادہ فکر کریں اور اپنی اسلامی تعلیمی تحریک کو زیادہ سے زیادہ دیوبند میں ابھاریں، تا کہ باہر والوں کے لیے مثال قایم ہو اور تحریک آگے بڑھے۔ سو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرتِ والاؒ کے فیضان نے پہلے دیوبند ہی کو تاکا ہے، اور اس کے بعد ہی طبعی ترتیب سے آپ درجہ بہ درجہ آگے بڑھے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کی اصلاحی تحریک:

’’سوانح مخطوطہ‘‘ کے مصنف نے حضرتِ والاؒ کو آفتاب سے تشبیہ دیتے ہوئے دیوبند کو قمر کہا ہے اور بتایا ہے کہ اس سے ہندوستان کے شہر اور قصبے روشن ہوئے، اور یہ قمر آفتابِ قاسمی سے چمکا تو صورتِ دلیل یہ ہو جاتی ہے کہ آفتاب نے قمر کو روشن کیا اور قمر نے پورے ملک پر اپنا نورانی سایہ پھیلا دیا، جس سے یہ طبعی ترتیب نکل آئی کہ آپ نے پہلے اپنے گھر کو ہی چمکایا، بعد میں ماحول کی طرف توجہ فرمائی، جس کو ’’سوانح مخطوطہ‘‘ کے مصنف نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:

> ’’وہ آفتابِ عالم تاب (حضرت نانوتویؒ) مشرقِ نانوتہ میں طلوع ہوا اور زمین دیوبند کو منور فرمایا، اور منور بھی کیسا؟ قمر بنا دیا اور اس قمر سے تمام ہندوستان کے قصبوں اور شہروں کو روشن کر دیا۔ دیوبند کے حدود دہلی سے بڑھ گئے۔ دیوبند یا ایک کوردہ تھا یا ایسا نام روشن ہوا کہ مرکزِ خواص و عوام ہو گیا اور دار العلم بن گیا‘‘۔ (سوانح مخطوطہ: ص ۱۹)

رہا یہ کہ دیوبند کی اس ماہ تابیٔ ضیائی کی نوعیت کیا تھی؟ تو سچ پوچھیے تو نورانیتیں دو ہی ہیں: نورِ اخلاق اور نورِ علم۔ سو حضرتِ والاؒ نے تحریکِ خاص سے خواص کو مذاکرات کے ذریعے آمادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اصلاحی انداز میں عام اہل دیوبند کی طرف دونوں ہی طریقوں سے توجہ فرمائی۔ ان کی پہلی توجہ اصلاحِ اخلاق و معاشرت کی طرف منعطف ہوئی، اور جو جاہلانہ رسوم و رواج یہاں جڑ پکڑ چلے تھے ان کا انسداد فرمایا:

> ’’جب مولانا کا چند روز دیوبند میں قیام ہوا تو آپ کو اہل دیوبند کے حال پر رحم آیا اور ان کی درستی اور اصلاحِ معاش و معاد کی طرف متوجہ ہوئے‘‘۔
>
> (سوانح مخطوطہ: ص ۳۹)

قصبۂ دیوبند کی پانچ قدیم خرابیوں کی اصلاح:

جس کی تفصیل دوسری جگہ یہ کی ہے:

اس قصبے میں پانچ بنیادی خرابیاں گھر کر چکی تھیں اور ان سے پھر دوسری بیماریاں نشو ونما پارہی تھیں۔ایک حج کی طرف کوئی عام توجہ باقی نہیں رہی تھی اور ایک عظیم رکن اسلام متروک ہو چکا تھا، جس سے اجتماعی عبادت وعمل کی زندگی برباد ہو چکی تھی۔دوسرے نکاح بیوگان کہ اسے ایک قبیح ترین عیب سمجھا جانے لگا تھا اور اس کا نام لینے سے بھی تلواریں کھنچ جاتی تھی، جس سے معاشرہ اور رہن سہن فاسد ہو کر رہ گیا تھا۔ تیسرے نفاقِ باہمی جس سے مقدمہ بازی کی کثرت ہوگئی تھی اور برادریوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔اتفاق واتحاد کا نشان مٹ چکا تھا، جس سے قوت اور قومی طاقت کا فقدان ہو چکا تھا۔چوتھے بیاہ شادی کی مسرفانہ رسمیں،فضول خرچی اور اس پر مفاخرت سے معیشت تباہ ہورہی تھی۔پانچویں غمی کی جاہلانہ رسمیں جس سے عقاید وافکار خیالات کی دنیا اجڑ چکی تھی۔بالخصوص تشیع کا زیادہ غلبہ تھا۔ہرسنی آدھا شیعہ تھا،تقریباً ہر مسجد سے تعزیہ اٹھتا تھا،ماتمی مجلسیں ہوتی تھیں اور عزاداری اپنے پورے عروج پر تھی۔اس پر ستم ظریفی یہ کہ یہ سب کچھ سنیت کے نام پر ہو رہا تھا۔

غرض یہ پانچ بنیادی خرابیاں تھیں جس سے عباداتی زندگی، معاشرتی زندگی اور معاملاتی زندگی برباد ہورہی تھی۔حضرت والاؒ نے مواعظ اور تدابیر سے ان رسوم کا انسداد فرمایا۔نہ صرف وعظ وپند سے بلکہ تنظیم اور عملی قوت سے بھی روٴسائے دیوبند اور برادریوں کو جمع کر کے سب کے اتفاق سے حضرتِ والاؒ نے ایک کتبہ اور وثیقہ لکھایا، جس میں عہد کیا گیا تھا کہ شادی غمی کی رسمیں یک قلم موقوف، مستورات کا ہندوانہ لباس یک قلم ختم اور نزاعاتِ باہمی کا تصفیہ حسبِ اصول شرعیہ ہوا کرے،اور اس کے لیے اس عہد نامے میں سب سے پہلی دفعہ یہ تھی کہ کوئی مقدمہ یا معاملہ جس میں فریقین مسلمان ہوں سرکاری کچہری میں نہ جائے،اور ایک عدالتِ شرعی (محکمۂ قضا) مقرر ہو،جس کے حاکم حضرتِ والاؒ ہوں۔چناں چہ یہ شرعی عدالت قایم ہوئی اور برسہابرس کے الجھے ہوئے مقدمات جنہوں نے قصبے میں نااتفاقی اور ناچاقی پھیلا رکھی تھی منٹوں میں طے ہونے لگے،اور لوگوں میں باہمی میل ملاپ اور محبت و وداد کی روح دوڑ گئی۔جیسا کہ''سوانح مخطوطہ'' میں صفحہ ۴۵ سے صفحہ ۴۷ تک یہ تمام تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

دوسری توجہ تعلیم کی طرف فرمائی،جس سے اصل دین قلوب میں متعارف ہو،اور تمام دینی مقاصد کے ذہنوں میں جاگزیں ہونے کی صورت پیدا ہو جائے،جب کہ جہالت نے ان کے قلوب کو چرلیا تھا،جس کا واحد ذریعہ تعلیمی مدرسے کا قیام ہی ہوسکتا تھا،جو حضرتِ والاؒ کی بنیادی تحریک تھی،لیکن اس کے لیے عام قلوب میں استعداد پیدا کی جانی ضروری تھی۔جب تک عوام میں اپنی جہالت اور علم کی ضرورت کا احساس نہ ہوتا قیامِ مدرسہ ممکن نہ تھا،جو حقیقتاً ان ہی کی اعانت کا محتاج تھا۔سو اس سلسلے میں حضرتِ والاؒ نے بھرپور توجہ فرمائی۔خواص وعوام دونوں پر اثر ڈالا اور اپنی اپنی نوعیت سے دونوں حلقوں کے ذہن کو بنایا،جس کی قدرتی صورت یہ بنی کہ قیامِ مدرسہ سے بہت پہلے ہی سے حضرتِ والاؒ کی آمدورفت دیوبند میں شروع ہو چکی تھی۔آپ کے قرابتی تعلقات اہل دیوبند سے کافی تھے۔آپ کی بڑی بہن دیوبند ہی میں بیاہی تھیں،آپ کے والد ماجد کی بہن یعنی آپ کی پھوپھی بھی دیوبند ہی میں بیاہی گئیں۔پھر خود آپ کی شادی بھی دیوبند میں ہوئی۔اس بنا پر دیوبند میں آمدورفت بہ کثرت رہتی تھی اور دیوبند مثل آپ کے وطن ثانی کے تھا۔۱۸۵۷ء کے بعد یہ آمدورفت اور بھی بڑھ گئی اور قیام کچھ زیادہ ہونے لگا،جیسا کہ''سوانح مخطوطہ'' میں مرقوم ہے۔چوں کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندیؒ اور حاجی محمد عابد صاحبؒ چھتہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے،حضرتِ والاؒ نے ان بزرگوں کی وجہ سے اسی مسجد میں قیام کیا اور ان دونوں بزرگوں سے کمال درجے کا انس اور ربط ضبط ہوگیا۔یہی زمانہ ان مذاکرات کا ہے جو قیامِ مدرسہ کے سلسلے میں حضرتِ والاؒ نے ان حضرات سے کیے اور ان کے ذہن میں اس دور کے

مصیبت زدہ اور شکست خوردہ مسلمانوں کو سنبھالنے اور ابھارنے کے لیے تعلیمی تحریک پیوست کی، اور ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں بہ صورتِ مرقومہ بالا اس کا ظہور ہوا۔ صاحب سوانح مخطوطہ لکھتے ہیں:

''مولانا مرحوم (حضرت نانوتوی) کی دیوبند میں بہت سی قرابتیں قدیمہ و جدیدہ ہیں، اس لیے مولانا کی آمد و رفت یہاں اکثر رہتی تھی، مگر آزادی اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ نہ کسی سے رلنا نہ ملنا، سب سے الگ رہنا، مگر ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) میں جو کہ چوبیس سال کا عرصہ ہوا آپ کی دیوبند میں آمد و رفت اور زیادہ بڑھ گئی اور قیام بھی زیادہ سے زیادہ ہوا۔ یہ وہ سال مبارک ہے جس میں دیوبند بختِ خفتہ بے دار ہوا اور ظلم و جہل کی رات تمام ہوئی اور علم و عمل کی صبح صادق نمودار ہوئی۔ اسی زمانے میں جناب مولوی رفیع الدین صاحب و جناب حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی سلمہما اللہ تعالیٰ جن کی مختصر کیفیت آگے عرض کروں گا، چھتہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے۔ مولانا نے ان بزرگوں کی وجہ سے اسی مسجد میں قیام کیا اور ان دونوں بزرگوں سے کمال درجے کا اتحاد پیدا ہوگیا''۔ (سوانح مخطوطہ: ص ۲۹)

ظاہر ہے کہ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) کے بارے میں صاحب سوانح مخطوطہ کا یہ کہنا کہ ظلم و جہل کی رات ختم ہوئی اور علم کی صبح صادق نمودار ہوئی، قیامِ مدرسے کی طرف تو اشارہ ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ مدرسے کا قیام تو اس سے نو سال بعد ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں ہوا ہے، اس لیے یہ علم کی صبح صادق درحقیقت علم کی وہی داغ بیل یعنی قیامِ مدرسہ کے سلسلے کے باہمی مذاکرے ہیں، جن کے نتیجے میں نو سال بعد مدرسے کا قیام عمل میں آیا۔

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب سوانح مخطوطہ جیسے حضرات اس ابتدا ہی سے انتہا کو سمجھ گئے تھے کہ یہ مذاکرے کچھ رنگ لانے والے ہیں اور علم کی پو پھٹنے کی خبر دے رہے ہیں۔ نیز صبح صادق کی نمود کو پورے دیوبند کی طرف منسوب کرکے یہ کہنا کہ اس قصبے کے بختِ خفتہ بے دار ہو گئے، اس کی علامت ہے کہ صاحب سوانح کے نزدیک پورے قصبے پر ان مذاکرات کے اثرات پڑ چکے تھے۔ چناں چہ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) سے قبل کی آمد کے بارے میں صاحب سوانح کا یہ کہنا کہ حضرت میں یک سوئی کا غلبہ تھا تو ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء) کے بعد کی آمد کا صاف مطلب یہ نکلا کہ اب حضرتِ والا حریمِ اختفا سے نکل کر باذن اللہ رلنے ملنے اور سب میں گھل مل جانے کے مقام پر آچکے تھے، تاکہ انہیں بھی اپنی حقیقی روح سے آشنا بنائیں، اور یہ حقیقی روح وہی قاسمیت اور علمی تحریک تھی جسے گھل مل کر آپ نے عوام آشنا بنایا اور جسے صاحب سوانح نے علم کی صبح صادق ہونے سے تعبیر کیا ہے، جو ۱۸۶۶ء میں علم کا سورج طلوع ہونے کی خبر دے رہی تھی۔

بہر حال اس طرح آپ نے دیوبند کو علم اور اخلاق دونوں سے آراستہ کرنے کی جدوجہد فرمائی، تاکہ دیوبند کی مثال سے پورا ملک اور پورے ملک سے پھر پورا عالم اسلام منور ہو سکے۔ چناں چہ سوانح مخطوطہ کے مصنف نے اس حقیقت کو تاریخی طور پر واشگاف بھی کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جب وہ طبیبِ روحانی (حضرت نانوتوی) اپنی قوم (اہل دیوبند) کی اصلاح (رسوم مروجہ و قبائح اخلاق و معاشرہ) سے فارغ ہوا، تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر نظر ڈالی اور بہ نظر غور دیکھا تو دریافت کیا کہ مادۂ جاہلیت بعض کے اندر پیدا ہو چکا ہے اور خوف ہے کہ اس مادے سے امراضِ متعدی پیدا ہو جائیں اور رفتہ رفتہ وہی امراض وبائی ہو کر ایک عالم کو ہلاک

کردیں، اور اس مرض کا چلتا ہوا نسخہ علم دین ہے، جہاں تک ممکن ہو اس کی اشاعت میں سعی کی جائے۔ چناں چہ مدرسۂ اسلامی عربی دیوبند جاری کیا"۔

(سوانح مخطوطہ: ص ۹-۴۷)

اس سے واضح ہے کہ حضرت والاؒ کا ملک سے پہلے اپنے گھر کی طرف توجہ فرمانا محض قیاسِ جلی ہی کے مطابق نہیں، بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اہل دیوبند کی طرف توجہ فرما کر پہلے خواص کا ذہن بنایا، جس کی طرف حضرت حاجی صاحبؒ نے مذاکرات کے عنوان سے اشارہ فرمایا، اور پھر عوام کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔

معاشرے کی اصلاح کے بعد تعلیمی تحریک کا اجرا:

ابتداً اصلاحِ رسوم اور اصلاحِ معاشرہ کا وظیفہ انجام دیا، پھر اصل دین دلوں میں جمانے کے لیے تعلیمی تحریک کے سلسلے سے مدرسے کا قیام عمل میں آیا، تاکہ اصلاحی سلسلہ تعلیمی راستے سے آگے بڑھے اور پختہ ہو کر ملک گیر ہو جائے۔ اس کے مبادی اور ابتدائی مراحل طے کرنے میں حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش قدمی فرمائی۔ اب آگے یہ ان اکابر اہل اللہ کی للہیت اور بے لوث جذبۂ خدمت کی بات ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے تو ازراہِ حق پسندی اجرائے مدرسہ کے لیے حضرت نانوتویؒ کو بلانا ضروری سمجھا، جب کہ ان میں یہ جذبہ اور ابتدائی عمل کا ابھار حضرتِ والاؒ ہی کے مذاکرات سے پیدا ہوا تھا، جو ان کے خط سے ظاہر ہے، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ عجز و نیاز اور بہ مصالح مذکورہ اپنی آمد کے انتظار میں اس کارِ خیر کا تعین کر کے دیوبند بھیج دیا، تاکہ تعلیم کا اجرا بلا کسی تاخیر و انتظار کے جلد عمل میں آجائے۔ بہرحال وقت کے قدرتی تقاضے اور تاریخی تصریحات کے بہ موجب تحریکِ قاسمی کا اولین نقش قدرتی طور پر پہلے دیوبند ہی پر پڑنا چاہیے تھا اور پڑا، کہ یہی نقش اوّل آخر کا نقش ثانی کا پیش خیمہ بن سکتا تھا، جو پورے ملک کے لیے بنا۔

بہرحال حاجی صاحبؒ کے خط کی مختصر عبارت کے ساتھ اس کے قدرتی ٹکڑوں کو ملائے جانے سے مدرسۂ دیوبند کا یہ ابتدائی اجرا جو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا حضرت نانوتویؒ سے اس طرح وابستہ ہو جاتا ہے کہ حاجی صاحبؒ کا اقدام دراصل حضرتِ والاؒ ہی کا اقدام تھا، اور اجرائے تعلیم کے وقت ان کی عدم موجودگی سے بانی ہونے کی پوزیشن میں کوئی خلل واقعہ نہیں ہوتا کہ اسے وجہ انکار بنایا جائے، بلکہ خط کی ان تصریحات کے بعد یہ انکار توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے یہ نفی حیرت ناک ہے کہ دیوبند کے مدرسے کی تاسیس سے حضرت نانوتویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے خط پہنچنے تک بے تعلق بلکہ لا علم محض تھے، جب کہ خواص و عوام دونوں کا تاثر اس بارے میں حضرتؒ ہی کے مذاکروں اور تحریک سے ہوتا رہا، جس کا اندازہ حضرت حاجی صاحبؒ کے خط اور مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کی نظم سے ہوتا ہے، اور پورے قصبے کے جذبے اور تاثر کا اندازہ خود حضرتِ والاؒ کی تقریر کے ایک جملے سے اور صاحب سوانح مخطوطہ کی عبارت سے ہو رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں حضرت والاؒ کی مدرسۂ دیوبند کے قیام و اجرا سے بے تعلقی اور لا علمی بے بنیاد ہو کر رہ جاتی ہے، جس پر "منفی نگار حضرات" نے اپنے مقالات میں زور دیا اور اسے منفی دعوے کی حجت کے طور پر استعمال کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منفی پہلو پر زور دیتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کے بانیٔ مدرسۂ دیوبند نہ ہونے کی دلیل میں حضرت حاجی صاحبؒ کا جو خط نا تمام انداز سے پیش کیا گیا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ نفی نہیں نکلتی بلکہ اس کے برعکس اثبات نکل رہا ہے، اور خط کے باقی ماندہ جملے ملا

لینے سے تو مستقلاً اس نفی کا رد نکل آتا ہے۔

ایک نامعلوم وغیر محقق رسالے کا حوالہ:

رہا وہ کہن سال رسالہ جسے مدینہ اخبار میں محترم مقالہ نگار نے تخمینی طور پر نصف صدی سے زاید کی عمر کا بتلایا ہے اور حضرتِ والاؒ کے بانی ہونے کی نفی میں اسے بہ طور سندِ نفی پیش کیا گیا ہے، اس لیے قابل بحث نہیں کہ نہ اس کا نام معلوم نہ مصنف کا پتہ، نہ سن تصنیف۔ اگر اس رسالے کی تخمینی عمر کے ساتھ مصنف کا بھی کوئی تخمینی پتہ نشان دے دیا جاتا اور تخمینی ہی طور پر اس تحریر کا کوئی اسم و رسم بھی سامنے رکھ دیا جاتا تو اس پر کچھ عرض کیا جاتا، لیکن تحریر کی اس گم نامی کی صورت میں عرض بھی کیا جائے تو کیا عرض کیا جائے؟ پھر جو کچھ اس گم نام تحریر میں کہا گیا ہے (مثلاً حضرت نانوتویؒ کے بانی ہونے کا قصہ ۱۹۰۵ء سے شروع کیا گیا ہے، اس سے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ وہ بانیٔ مدرسہ ہیں)، سو اس کی حقیقت کچھ تو خود حضرت حاجی صاحبؒ کے خط کی عبارت سے، کچھ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کی نظم سے اور کچھ سر سید اور مولانا منصور علی خاںؒ وغیرہ کے نوشتوں سے اور کچھ سوانح مخطوطہ کی تصریحات سے سامنے آ چکی ہے، جو یقیناً ۱۹۰۵ء سے پہلے کی بات لکھ رہے ہیں، نہ کہ گورنر صاحب والے جلسے اور اس کے بعد کی۔ نیز اس کے بارے میں اور کچھ شہادتیں آگے بھی آنے والی ہیں۔

اصل بانی کا تعیّن:

بہر حال جب حضرتِ والاؒ کے بانی ہونے کی نفی کالعدم ہوگئی، جس کا واقعات نے ساتھ نہیں دیا تو اصل سوال پھر لوٹ آیا کہ بانی کون ہے؟ اور یہ کہ اوپر کی عرض کردہ متضاد روایات کو سامنے رکھ کر آج کس کو بانی کہا جائے اور کس کو نہ کہا جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک کہ روایات کا تضاد ختم نہ ہو، یا متضاد روایتیں ختم نہ ہوں، یعنی صورتیں دو ہی ہیں: ایک متضاد روایتوں میں ترجیح و انتخاب کہ کسی ایک روایت کو قرائن کی مدد سے ترجیح دے کر بقیہ کو رد کر دیا جائے، دوسرے تطبیق اور جمع بین الروایات کہ کسی ایک روایت کا بھی نہ انکار کیا جائے، نہ اسے چھوڑا جائے، لیکن سب روایتوں کو جمع کر کے ان کا صحیح محمل متعین کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر بانی کا تعین نہیں ہوسکتا۔

رفعِ تضاد کی پہلی صورت یعنی رد و انکار اور ترجیح و انتخاب رواۃ کی ضبط و عدالت اور جلالتِ شان کے لحاظ سے دشوار تر اور مشکل ہے، بالخصوص جب کہ وجوہِ انکار بھی منقح نہیں ہیں، اس لیے احقر کے خیالِ ناقص میں اس کی کوئی گنجایش نہیں ہے کہ ان روایات میں سے کسی ایک کو بھی رد کیا جائے یا کوئی ایسی تاویل کی جائے جو محض لفظی ہیر پھیر سے تعلق رکھتی ہو اور دل اسے قبول نہ کرتا ہو۔ اس لیے کہ اتنے اکابر کی شہادتوں کو بہ یک جنبش قلم غلط ٹھہرا کر کسی ایک شخصیت کے بانی ہونے اور دوسری کے بانی نہ ہونے پر اصرار کیا جانا خواہ وہ حاجی محمد عابد صاحبؒ ہوں یا حضرت نانوتویؒ، کم از کم ان روایتوں اور راویوں کے منصب و مقام سے میل نہیں کھاتا، اور اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مخالف دستاویزی تحریرات باہم ٹکرانے کے لیے نہیں ہیں، کہ ایک سے دوسری کو ساقط الاعتبار بنایا جائے، ورنہ ان سب کی دستاویزات ساری کی ساری ختم ہو جائے گی اور کوئی ایک بھی بانی ثابت نہ ہوگا، بلکہ راویوں کی ثقہ و عدالت اور تقدیس و حرمت اس کی مقتضی ہے کہ ان سب روایتوں کو قبول کر کے ان میں بہ لحاظ نوعیتِ واقعات تطبیق دی جائے اور سب کو اپنے موقع پر قرائن و شواہد اور واقعات کی مدد سے چسپاں کیا جائے، جس کی نوعیت اس کے سوا دوسری نہیں ہے کہ یہ سب حضرات بہ حیثیت مجموعی بانی ہیں۔ جہاں تک اس مسئلے کی تفصیل کا تعلق

ہے اس کی نوعیت یہ محسوس ہوتی ہے کہ مدرسۂ دیوبند کی یہ ساری بنائیں جن کی رو سے مختلف حضرات کو بانی کہا جارہا ہے درحقیقت ایک بنا کے مختلف پہلو ہیں، جو حسبِ مناسبت مختلف حضرات کے ذریعے رونما ہوئے ہیں۔

قدرتی بات ہے کہ جب بھی کسی جماعتی نصب العین یا عمومی ادارے کے قیام کا مسئلہ سامنے آیا تو طبعی طور پر اس کے قیام وانصرام میں مختلف شخصیتیں جمع ہو کر اپنی اپنی نوعیت سے آگے بڑھتی ہیں اور اپنی اپنی صلاحیتیں عمل میں لا کر ہر ہر فرد اپنے اپنے رنگ سے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے، اس لیے ان کے قیام میں درجہ بہ درجہ سب کا حصہ شامل ہوتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ کسی ادارے کے آغاز وافتتاح یا اجرا کے وقت اس کا ہر پہلو اولیت ہی لیے ہوتا ہے، اس صورت میں جو فرد بھی اس کے کسی پہلو کو بہ روئے کار لائے گا وہ اس کے حق میں اوّلیت ہی لیے ہوئے ہوگا، جس کو تاسیس کہتے ہیں۔ اس لیے اس کے آغاز کنندہ پر بانی اور مؤسس کا اطلاق درست ہوسکتا ہے، خواہ وہ کسی جزوی پہلو کا افتتاح کرے یا کل کا، جب کہ نفس ادارہ ہی اوّلیت اور آغاز کے مقام پر ہے تو اس کا ہر ہر فرد بھی اولیت اور آغاز کی شان لیے ہوئے ہوگا۔

مثلاً اگر تعلیمی نصب العین سامنے ہو جسے کسی جماعتی یا اداراتی صورت سے وجود دیا جارہا ہو تو قدرتی بات ہے کہ کوئی اس کی تجویز پیش کرتا ہے، کوئی تعلیم کا اجرا کرتا ہے، کوئی وسایل تعمیر فراہم کرتا ہے، کوئی اس کا مسلک ومشرب یعنی پالیسی طے کرتا ہے، کوئی اس کے بنیادی اصول وضع کر کے دستور بناتا ہے، کوئی اس کے انتظامی اور تعلیمی قواعد وضوابط بناتا ہے، کوئی اس کی تعمیر اٹھانے کے لیے آگے بڑھتا ہے اور کوئی اسے بہ روئے کار لانے کے لیے ذہن بناتا ہے اور خواص وعوام میں روح پھونک کر ان کے جذبات کو قیامِ ادارے کے لیے برانگیختہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے یہ علمی آغاز کرنے والے سب کے سب بانی ہی کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں، جب کہ ان سب کا بنا سے تعلق ہوتا ہے۔ اندریں صورت ظاہر ہے کہ جس کے سامنے ان میں بنا وتاسیس کا کوئی بھی پہلو نمایاں ہوگا خواہ وہ جزوی ہو یا کلی، جس کو کسی شخصیت نے آگے بڑھایا ہوگا تو واقعاتی سطح پر وہ اس کو بانی کے لفظ سے یاد کرے گا اور اس میں حق بہ جانب ہوگا، جب کہ ہر پہلو کی آغازِ ادارہ میں بنا ہی رکھی جاتی ہے۔

بانی ہونے کی مختلف حیثیتیں:

اس اصول کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خاص خاص بناؤں کے دایرے میں مثلاً حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ اجرائے تعلیم وافتتاحِ مدرسہ اور فراہمیٔ وسایل کی حیثیت سے بلاشبہ بانی ہیں، جس میں پہل اور اولیت انہی کا حصہ ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ اس عمل کے مذکرِ اول اور معین تاسیس کی حیثیت سے بانیٔ مدرسہ ہیں کہ یہ عمل ان ہی کا حصہ ہے اور اس میں پہل انہوں نے ہی کی۔

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ مؤید اوّل اور معین تاسیس کی حیثیت سے بانیٔ مدرسہ ہیں، کہ ان کے ہر ہر لفظ سے تائید ونصرت اور تعاون کا عمل نمایاں ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ محدثِ اوّل کی حیثیت سے بانیٔ مدرسہ ہیں کہ اس مدرسے میں تعلیم حدیث کے بانی مبانی رہے ہیں، اور اس عمل میں بلاشبہ اولیت کا فخر انہی کو حاصل ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اس مدرسے کے فقہی مسلک اور اس میں تصلب پیدا کرنے کی حیثیت سے بانیٔ مدرسہ ہیں کہ انہی سے اس عمل کی بنیاد قایم ہے۔

بانی کی عمومی نسبت:

البتہ جو لوگ بنیاد کے ان تمام پہلوؤں میں کسی شخصیت کی روح کو دوڑتا ہوا دیکھتے ہیں، جس کے آثار جڑ بنیاد سے لے کر شاخوں اور پھل پھول پتیوں تک میں پھیلتے ہوئے محسوس ہو رہے ہوں، ادارے کی در و دیوار، افعال و آثار، پالیسی اور حکمت عملی، اساسی اصول، بنیادی طریق کار، رنگِ تعلیم و تربیت اور اس کے پروردہ فضلا کے اخلاق و ملکات کی نوعیت میں اسی کے آثار رچے ہوئے دکھائی دیں، جس سے یہ ساری تاسیسیں جزوی ہوں یا خصوصی اسی کے فیضان سے متحرک نظر آئیں، بلکہ اس میں مدغم ہوں تو لوگ علی الاطلاق اسی کو بانی کہنے میں قلوب کی تسکین محسوس کریں گے۔ اس صورت سے بنا کی مختلف اور خاص خاص نسبتوں میں اسی روح الکل کے بانی ہونے کی عمومی نسبت آجاتی ہے اور من جانب اللہ عام زبانوں پر اس کا چرچا اور قبولِ عام پھیل جاتا ہے۔

پس جیسے ان سب اکابر کو اپنی اپنی نوعیت سے بانی کہنے میں لوگ حق بہ جانب ہیں ایسے ہی اس جامع شخصیت کو علی الاطلاق بانی کہنے اور اس کے بانی ہونے کو من اللہ سمجھنے میں بھی حق بہ جانب ہیں، جس کی تکذیب ممکن نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس معنوی نسبت و غلبے کے ساتھ ساتھ رسمی انداز سے بھی بنا و تاسیس میں اس کا ہاتھ ہو اور کھلا دخل نمایاں ہو تو پھر تشخص و انفرادیت کے ساتھ اسے بانی پکارنے میں کسی تامل و جھجک محسوس کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔

پس تاریخی طور پر بلا شبہ مدرسۂ دیوبند کی تاسیس کے سلسلے میں ان سب اکابر کا ہاتھ ہے، لیکن عموماً بانی کا لفظ بولتے وقت جمع الکل اور روح الکل ہونے کی شان چوں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں نمایاں ہے، اس لیے بہ حیثیت بانی انہی کا نام زبانوں پر جاری ہوا، اور خواص و عوام میں ابتداً ہی سے اس کا چرچا پھیل گیا، جس میں دوسرے حضرات کے بانی ہونے کی نفی شامل نہیں۔ اس طرح یہ تمام متضاد روایتیں ایک نقطے پر جمع ہو سکتی ہیں اور ان کا تضاد ختم ہو سکتا ہے۔

جمعِ روایات کا احسن طریقہ:

ہمارے خیال میں ہمارے سلف نے بھی جمع روایات کا یہی طریقہ کار اختیار کیا ہوا تھا، کیوں کہ اس سے صرف نظر کیا جانا مشکل ہے کہ ان بزرگوں کے سامنے جنہوں نے کسی نہ کسی کے بانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ ساری ہی روایتیں ہوں گی، جن میں کسی دوسرے کو بانی کہا گیا ہے۔ اگر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتویؒ کو بانی کہہ رہے ہیں تو وہ اس سے کیسے بے خبر ہوں گے کہ ایک اشتہار میں انہوں نے حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمہ اللہ کے بانیٔ مدرسہ ہونے پر بھی اپنے تصدیقی دستخط ثبت کیے؟ اور ساتھ ہی اس سے کیسے بے خبر ہوں گے کہ کہنے والوں نے خود انہیں بھی بانی کہا ہے؟

اور اگر مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کو بانی کہہ رہے ہیں تو کیا انہیں اس کا علم نہ ہوا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جیسے ثقہ بزرگ نے خود انہیں بھی بانی کہا ہے؟

اور اگر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تین افراد کو بانی کہہ رہے ہیں تو کیا انہیں یہ علم نہ ہوا ہوگا کہ ان کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ

قدس سرہ خود انہیں بھی بانیوں میں شمار کر رہے ہیں؟

اور اگر حضرت شیخ الہندؒ حضرت نانوتویؒ کو بانی اور قایم کنندہ مدرسہ کہہ رہے ہیں تو کیا انہوں نے اپنے والد بزرگ وار کی کتاب ''الھدیۃ السنیۃ'' بھی نہیں پڑھی ہوگی، جس میں حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کو بانی کہا گیا ہے؟

اور اگر حضرت تھانویؒ حضرت نانوتویؒ کو بانیٔ مدرسہ فرمارہے ہیں تو کیا انہیں یہ علم نہ ہوگا کہ ان کے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہؒ خود حاجی محمد عابد صاحبؒ کو بھی بانیوں میں شمار کر رہے ہیں؟

اور اگر حضرت گنگوہیؒ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کو بانی کہہ رہے ہیں تو کیا انہیں اس ''تذکرہ'' کا علم نہ ہوا ہوگا جس میں خود انہیں بھی بانی کہا گیا ہے؟ دراں حالے کہ یہ رسالہ ''تذکرہ'' ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) میں لکھا گیا ہے اور حضرت گنگوہیؒ کی وفات **۱۳۲۳**ھ (۱۹۰۵ء) میں پورے چھ برس بعد میں ہے۔

بہر حال جب ایک ہی دور کی یہ ساری باتیں ہیں اور کہنے والے خود سننے والے بھی ہیں تو ہر ایک بانی والی روایت ہر ایک کے سامنے ضرور آئی ہوگی۔ بہ الفاظ دیگر بانی والی روایتوں کا یہ تضاد روایتوں کے اصل سر چشمے کے سامنے بھی ہوگا لیکن پھر بھی وہ ایک دوسرے کو بانی کہتے رہے اور کسی نے کسی کے حق کہ خود اپنے بھی بانی ہونے کی نفی نہیں کی، اور اس طرح ان میں سے ہر ہر فرد ان متضاد روایتوں کے ماتحت گویا کئی کئی آدمیوں کو بانی تسلیم کرتا رہا اور کبھی بھی اسے اپنی یا دوسروں کی تضاد بیانی کا دھیان نہ گزرا۔ ان اکابر و اعیان کی ثقاہت و عدالت کے پیش نظر اس کا صاف اور کھلا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کے ذہنوں میں یہ بانی والی روایتیں متضاد بھی نہ تھیں، ورنہ دو ضدوں کے درمیان رہ کر یہ ساری متضاد روایتیں کیسے قبول کر لیتے؟ بلکہ وہ ان روایات سے بنائے مدرسہ کو ایک ہی بنا سمجھ کر بنا کی مختلف نوعیتیں اور مختلف پہلو اپنے ذہنوں میں لیے ہوئے تھے، اور ہر روایت کو کسی نہ کسی ایک پہلو کا ترجمان سمجھے ہوئے تھے، اس لیے اس سے بتلائے ہوئے بانی کو اس پہلو کے لحاظ سے وہ بانی تصور کرتے تھے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان روایتوں میں تضاد ہی نہ تھا اور نہ وہ غیر صحیح تھیں، بلکہ ان کے ذہن میں ہر روایت کا ایک خاص محمل تھا، جس پر محمول ہو کر یہ روایت کسی بھی دوسری روایت سے متصادم نہ تھی، اس لیے وہ رفع تضاد کے ساتھ ان متعارض روایتوں کو قبول کیے ہوئے تھے، اور وہ رفعِ تضاد ہی تھا اور یہی ہو بھی سکتا تھا کہ ان حضرات کے نزدیک بنا کے کسی نہ کسی مخصوص پہلو کے لحاظ سے ان روایتوں کی ہر نام بردہ شخصیت بانی تھی، اس لیے جن کے سامنے جو پہلو آیا، جس سے کوئی شخصیت وابستہ دیکھی اس نے اسی کے لحاظ سے اسے بانی کہہ پکارا، اس طرح ایک ایک راوی نے کئی کئی بانیوں کے بانی ہونے کا دعویٰ کیا، جس میں کوئی تضاد نہیں۔

بانیٔ مطلق:

البتہ جس شخصیت میں بنا کے مخصوص اصول اور بنا کا وہ خاص فکر دیکھا، جس پر ادارہ کھڑا ہوا ہے اسے علی الاطلاق بانی کہا۔ پس ادارے کے اضافی بانی تو کئی ثابت ہوئے اور حقیقی اور مطلق بانی ایک ہی رہا۔ اس لیے اگر رفعِ تضاد کی آج بھی یہ صورت اختیار کر لی جائے جو ان اسلافِ کرام کے ذہنوں میں تھی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ اور کیا ضرورت ہے کہ ان روایتوں کو ٹکرا کر نفی و اثبات کا معرکہ قایم کیا جائے؟ کیوں کہ ہر ایک کو الگ الگ بانی کہہ کر ہر دوسرے کے بانی ہونے کی نفی کی جائے گی تو قدرتاً کوئی ایک بھی بانی ثابت نہ ہوگا، اور اتنی

بڑی عظیم القدر بنا بلا بانی کے رہ جائے گی۔اس لیے روایات میں تطبیق اور رفع تضاد کی آسان اور واقعاتی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ بانی سب ہوں مگر اضافی اور ہر ایک کے بانی ہونے کی نوعیت جدا جدا ہو، اور ان میں بانی مطلق ایک ہو، جس کے فکری اصول مضبوط رہنمائی اور دیئے ہوئے نقشے پر ادارہ کھڑا ہوا ہو اور چل رہا ہو۔

دارالعلوم کے محرکِ حقیقی اور مفکرِ اوّل:

پس حضرت نانوتوی ؒ اس سارے سلسلے کے محرکِ اوّل اور مفکر ہونے کی حیثیت سے اس مدرسے کے بانیٔ اعظم ہیں، جنہوں نے ان سب بانیوں میں حرکت پیدا کی اور ان میں منصوبہ بندی کی زندگی پیدا کر کے ان بانیوں کے سربراہ کی حیثیت سے آگے آئے۔مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اسی حقیقت کی طرف ''سوانح قاسمی'' میں ''تاذین خاص'' اور ''تاذین عام'' کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ نے اپنی تاذین (اذن) سے بہ توسط حضرت حاجی محمد عابد صاحب ؒ اس کام کی تکمیل فرمائی، اس لیے عام زبانوں میں علی الاطلاق بانی وہ کہلائے، حتیٰ کہ بانیوں کا حلقہ بھی انہیں بانی کہنے سے خاموش نہیں رہا، اس لیے بہ حیثیت بانی ان ہی کا نام مخلوق کی زبان پر چڑھ گیا، اور اضافی بانیوں کی بنا کی جزوی نسبتیں اس بانیٔ اعظم کی کلی اور اجتماعی نسبت میں گم ہو کر رہ گئیں، جس سے صورت یہ بن گئی کہ اوروں کو بانی کہلانے کے لیے مضامین لکھنے کی ضرورت پڑی ہے اور حضرتِ والا ؒ کو بانی کہلانے کے لیے کسی قلمی یا زبانی جدوجہد کی حاجت نہیں پڑتی، بلکہ من اللہ اس تاسیس کی عام تلقی بالقبول کے ساتھ زبانیں ان کے بانی ہونے کے بارے میں خود بہ خود گویا اور دل خود بہ خود معترف ہیں۔نہ صرف آج ہی بلکہ ابتدائے مدرسہ سے آج تک یہی صورت حال قایم اور زبان زد چلی آرہی ہے، جب کہ حضرت والا ؒ ہی میں بنائے مدرسہ کی یہ ساری شانیں مجتمع دیکھی گئیں۔

چناں چہ ان تمام خصوصیاتِ بنا کا حضرتِ والا ؒ میں جمع ہو جانے کا اجمالی نقشہ جو اسلافِ کرام ہی کی شہادتوں سے ہم تک پہنچا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمایا جائے، جس کی بنا پر حضرتِ والا ؒ کو خواص وعوام بانی سمجھتے ہیں اور سمجھنے پر مجبور ہیں:

۱- اس سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا کہ حضرت نانوتوی ؒ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد شکست خوردہ مسلمانوں کے لیے بہ طور تلافیٔ مافات ایک اجتماعی رنگ کی تعلیمی تحریک لے کر اٹھے جو آگے بڑھی اور اس کے اثرات بہ تدریج ملک میں پھیل گئے، جس سے میکالے کی تعلیمی اسکیم آزاد نہ رہی کہ پوری قوم کو بہالے جائے، بلکہ اس کے مقابل ایک دوسری ہمہ گیر تحریک بھی آگئی اور اس نے بھی قوم کا ایک بڑا حلقہ گھیر لیا، جیسا کہ ''مدینہ'' کے محترم مقالہ نگار نے اسی کو ''تحریکِ قاسمی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔مدرسۂ دیوبند اسی تحریک کا مظہر اتم ہے، جیسا کہ اس کے کاموں سے نمایاں ہے۔

۲- اس تحریک کی ابتدا دیوبند سے ہوئی اور حضرتِ والا ؒ نے خصوصی طور پر قیام مدرسہ کے لیے لوگوں کے ذہنوں کو ہموار کرنے کی جدوجہد یہیں سے شروع فرمائی، مذاکرات کے ذریعے خواص کو ابھارا، جیسا کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب ؒ کے خط سے ظاہر ہے، اور ترغیب و تحریض کے ذریعے عوام کے جذبات ہموار کیے، جیسا کہ صاحبِ سوانح مخطوطہ کی رویات سے واضح ہے اور یہی جذبات مدرسۂ دیوبند کے قیام کا سبب بنے جو حضرتِ والا ؒ کے پیدا کردہ تھے۔

۳- یہ تحریک اپنے عملی رخ کے لحاظ سے درحقیقت بنائے مدارس کی تحریک تھی۔چناں چہ حضرت والا ؒ کی اس تحریک کا اثر ملک میں جابہ جا

مدرسے قایم ہونے ہی کی صورت میں نمایاں ہوا۔حضرتؒ نے خود بھی خصوصی مشوروں اور تذکیرات ومساعی سے مدارس قایم کرائے اور جگہ جگہ خود بھی پہنچ کر مدرسوں کی بنیادیں رکھیں، جن کے بانی کی حیثیت سے وہ یاد کیے گئے۔مدرسۂ دیوبند بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں بلکہ اسی کلیے کا جزو ہے، جیسا کہ سرسید، مولانا منصور علی خاںؒ اور مؤلف سوانح مخطوطہ کی تصریحات سے واضح ہے۔

۴- حضرتِ والاؒ کی اس تحریک کا سب سے پہلا اثر بھی دیوبند ہی میں نمایاں ہوا، اور اس نوعیت کا سب سے پہلا چندے کا مدرسہ ہندوستان میں دیوبند ہی میں قایم ہوا، اور دیوبند جب کہ بوجوہ متعدد ہ حضرتِ والاؒ کے وطن کی حیثیت رکھتا تھا تو آپ نے وطن کے حق کو مقدم رکھتے ہوئے قیام مدرسہ کے لیے یہاں محض ایک عمومی تحریک یا خصوصی تحریض پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ آگے بڑھ کر خصوصی طور پر عملی اقدامات بھی کیے، جن سے مدرسۂ دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔جیسا کہ سوانح مخطوطہ کی تصریحات سے واضح ہے، اور حضرت حاجی صاحبؒ کے خط اور حضرتِ والاؒ کے جوابِ خط سے بھی اس پر روشنی پڑ رہی ہے۔

۵- چھتہ کی مسجد کے مذاکرات درحقیقت خواص کی ذہن سازی اور ان کے دلوں میں قیام مدرسہ کے جذبات کی تخم ریزی تھی، جس سے حضرت حاجی صاحبؒ کی یک سو اور خلوت پسند طبیعت اس جلوتی لاین پر آئی اور تاسیس مدرسہ کے ابتدائی مراحل انھوں نے انھی مذاکرات کے زیر اثر انجام دیئے، اس لیے ان کے اقدامات درحقیقت ''فیضان قاسمی'' سے تھے، اور یہ ابتدائی تاسیس بھی بہ لحاظ حقیقت تاسیس قاسمی تھی، جیسا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کی نظم سے واضح ہے۔

۶- ان مذاکرات کو یاد دلا کر جب کہ ان ہی کی بنیاد پر حضرت حاجی صاحبؒ نے خصوصیت سے حضرتِ والاؒ ہی کو اجرائے مدرسہ کے لیے بلایا، جیسا کہ خود حاجی صاحبؒ کے خط سے واضح ہے تو اس سے صاف نمایاں ہے کہ خود حاجی صاحبؒ کے ذہن میں بھی حضرتِ والاؒ کا محرک و مجوزِ مدرسہ ہونا جا گزیں تھا، جو بنائے مدرسہ کی اصل اور اساس ہے، ورنہ اگر یہ دعوت محض اخلاقی ہوتی تو مذاکرات کا حوالہ دے کر ہرگز نہ دی جاتی، اس لیے گو اجرائے تعلیم کا ظہور حاجی صاحبؒ کے عمل اور حرکت سے ہوا لیکن حقیقتاً ان ہی مذاکارات کی عملی تعمیل تھی جو مدرسے کے اجرا کی اساس ثابت ہو چکے تھے، اور یہ اساس حضرت نانوتویؒ کی قایم فرمودہ تھی، جیسا کہ مذکورہ خط سے نمایاں ہے۔

۷- اس مدرسے کو جاری کرنے کے لیے حضرت نانوتویؒ ہی نے ملا محمود صاحبؒ کو مدرس بنا کر اور ان کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہوار تجویز کر کے میرٹھ سے دیوبند بھیجا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اجرائے مدرسہ ان کے اذن اور ان کے ارسال کردہ مدرس سے ہوا، گو حضرت والاؒ بقائے مدرسہ ہی کی مصالح کے پیش نظر اس اجرا کے وقت دیوبند میں تشریف نہیں لائے، جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ آیندہ کے لیے مدرسے کے حق میں ساعی رہنے کے وعدے سے حضرت حاجی صاحبؒ کی تسلی ہو گئی جیسا کہ حضرتِ والاؒ کے جوابی خط سے واضح ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی فکر پر دارالعلوم کا قیام:

۸- ساعی ہونے کے وعدے کے ایفا کے سلسلے میں بالآخر حضرتِ والاؒ قیام مدرسہ کے تھوڑے ہی عرصے میں دیوبند تشریف لے آئے، قیام فرمایا اور غیر رسمی طور پر ہر طرح سے مدرسے کو ہاتھ میں لیا، اس کی سرپرستی فرمائی، اس کی مستقل عمارت کی فکر فرمائی اور ایک بڑا

جلسہ بلا کر عمارت کا سنگ بنیاد رکھایا۔حاجی صاحبؒ کو باوجود ان کے مستقل تعمیر مدرسہ کے خلاف ہونے کے اس پر راضی کیا اور شریکِ تاسیس فرمایا، جیسا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات سے ظاہر ہے، جو رسالہ دارالعلوم میں شایع شدہ ہیں۔

فضلا کے قاسمی ہونے کی وجہ:

۹- نظامِ تعلیم کا ڈھانچہ مرتب فرمایا۔اس کے مناسبِ حال تعلیمی اور انتظامی شخصیتیں جمع کیں۔انتظام مدرسہ کے اساسی اصول وضع فرمائے جو آج تک اس کے نظم کی اساس بنے ہوئے ہیں، ان میں اپنی ہمہ گیر اجتماعیت کے رنگ کو منضبط فرمایا، جس سے اس ادارے میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ قایم ہے، اور فضلائے دیوبند کا یہی وہ امتیازی رنگ ہے جس کی بنا پر انہیں ''قاسمی'' کہا جاتا ہے اور وہ دوسری جگہ کے فضلا سے الگ پہچانے جاتے ہیں۔

غرض ادارے کے اصول سے لے کر فروع تک ہر دایرے پر دیوبند آتے ہی حضرتِ والاؒ کا چھا جانا، جب کہ وہ رسمی انداز کے نہ منتظم ہوئے نہ مدرس، نہ کبھی دارالعلوم میں بیٹھ کر پڑھایا نہ دفتر کی کسی اسامی پر بیٹھ کر کار نظم سے تعلق رکھا، مگر پھر بھی سب کے سب ان کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے سرگرم رہے۔ذرا بھی چوں و چرا نہ کی، اور کسی کے بھی دل میں یہ سوال پیدا نہ ہوا کہ آخر ایک بیرونی بے تعلق لا علم محض آدمی کیوں اور کس استحقاق سے ادارے میں آتے ہی اس طرح گھس گیا کہ گویا ادارہ تنہا اسی کا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دلوں میں اسے ابتدا ہی سے اس ادارے کا ہمہ اوست اور اس کی اساس و بنیاد اور ادارے کی تاسیس سے لے کر تدریس ونظم تک اسی کو قیامِ ادارے کا ذمے دار سمجھا جا رہا ہو، ورنہ عادتاً ایک بے تعلق اور بے خبر انسان کا اچانک پہنچ کر اس طرح دخیل ہو جانا برداشت نہیں کیا جاتا۔

۱۰- پھر بنیادی چیز وہ فکر اور نصب العین ہے جس پر ادارہ قایم کیا جائے، سو ابتدائے تاسیس سے ہی مدرسۂ دیوبند کا قیام حضرت والاؒ ہی کے خصوصی فکر پر عمل میں آیا، جیسا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مقولے سے نمایاں ہے، جسے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ روایت فرما رہے ہیں۔مولانا موصوف اپنے ایک طویل مضمون ''احاطۂ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن''(۱) میں لکھتے ہیں کہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے فرستادے کی حیثیت سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کا سیاسی مسلک معلوم کرنے کے لے حاضر ہوا اور میں نے سوال کیا۔فرماتے ہیں کہ میں:

> ''اپنی بات (حضرت شیخ الہند کے سیاسی مسلک کے بارے میں استفسار) ختم کر چکا تو دیکھا کہ حضرت (شیخ الہند) پر ایک خاص حال طاری ہے اور اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم دیوبند کو جن کو وہ 'حضرت الاستاذ' کے لفظ سے یاد کیا کرتے تھے، ان ہی کا نام لے کر فرمایا: حضرت الاستاذ نے اس مدرسے کو کیا درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے لیے قایم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قایم ہوا۔جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قایم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے، تا کہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے''۔
>
> (ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند، ماہ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ/فروری ۱۹۵۳ء)

اس سے صاف نمایاں ہے کہ یہ مدرسہ محض تعلیم وتعلم ہی کا مدرسہ نہ تھا بلکہ ایک خاص مکتب فکر اور مکتب خیال بھی تھا، جس پر اس کی بنیاد

رکھی گئی، اور وہ مکتب فکر یقیناً حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کا نہ تھا بلکہ حسب تشریح شیخ الہندؒ حضرت نانوتویؒ کا تھا۔اس لیے اس فکر کے بانی حضرتؒ ہوئے۔اس فکر کو ہی محترم مقالہ نگار''مدینہ'' نے''قاسمی تحریک'' کے عنوان سے تعبیر کیا ہے اور صحیح کیا ہے،لیکن ان کے سامنے چوں کہ مولانا مناظر احسنؒ کی یہ روایت نہ تھی،اس لیے وہ اس تحریک کو ایک عمومی رنگ سے لکھ کر مدرسۂ دیوبند کی بنا سے اس کا کوئی خصوصی تعلق قایم نہ فرما سکے۔

قاسمی فکر کے اصول ہشت گانہ پر دارالعلوم کا ارتقا:

۱۱-حضرتِ والاؒ کا یہ فکر عملی طور پر تو ان کی تعلیمات میں لپٹا ہوا تھا،جس کے نمونے وہ مخصوص فضلا تھے جو قاسمی مکتبِ فکر سے پیدا ہوئے اور دیوبند سے لے کر بیرونِ دیوبند،ہند اور بیرون ہند تک پھیل گئے اور مدارس کو سنبھالا،اور اجتماعی طور پر یہ فکر ان کے آٹھ بنیادی اصول میں لپٹا ہوا آپ نے مدرسۂ دیوبند کے لیے وضع کیے اور آپ ہی کے قلم سے لکھے ہوئے خزانۂ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہیں۔''سوانح قاسمی'' وغیرہ میں اس کا فوٹو بھی شایع ہو چکا ہے(۱)،ان اصول پر خود حضرتِ والاؒ نے بہ طور عنوان جو عبارت لکھی وہ حسبِ ذیل ہے:

''وہ اصول جس پر یہ مدرسہ نیز اور مدارسِ چندہ مبنی معلوم ہوتے ہیں''۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرتِ والاؒ کے نزدیک درحقیقت مدرسے کی بنا ان اصول پر کی گئی ہے،اس لیے خود ہی ان اصول کو بنائے مدرسہ قرار دیا۔پس اگر اینٹ گارے سے اس کی صورت کی بنیاد رکھی گئی تو ان آٹھ معنوی اینٹوں پر اس کی حقیقت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ان اصول پر حضرتِ والاؒ نے اپنے مخصوص اجتماعیت کے رنگ کو منضبط کر دیا ہے۔

پہلا اصول: آپ کا اولین منشا یہ تھا کہ یہ مدرسہ عوامی ہو،یعنی عوام کا ہو،غرباء کا ہو،سرکاری یا جاگیر دارانہ یا نوابی نہ ہو،اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ اس کی تعمیر صرف عوام کے پیسے سے ہو اور اس میں دخل عوام کا ہو،اس لیے سب سے پہلا اصول عوامی چندے کا رکھا گیا اور اس کی بھی تکثیر پر زور دیا گیا کہ جہاں تک بھی ہو اسے پھیلایا جائے اور اس کا دایرہ وسیع کیا جاتا رہے۔کسی ایک شہر یا صوبے میں محدود ہو کر نہ چھوڑ دیا جائے۔اصولِ ہشت گانہ میں اس اصول کو اولیت دے کر درحقیقت اس کی اہمیت واضح فرمائی ہے۔پس مدرسۂ دیوبند کا پہلا بنیادی اصول ''رابطۂ عوام'' ثابت ہوا جس پر آج حکومتوں اور ساری ہی اجتماعیتوں کی بنیاد ہے۔

دوسرا اصول: دوسری بنیاد یہ تھی کہ اس مدرسے کے نظام میں جو بھی مستفید کی حیثیت سے داخل ہو اس کی امداد و اعانت،اس کے طعام و قیام کی انتہائی سعی عمل میں لائی جائے،کیوں کہ اس تربیتی ادارے میں داخل ہونے والے ہی اس کے تیار کردہ نظام کے کل پرزے بنیں گے۔اگر وہ صحیح طور پر ادارے میں فٹ اور اس سے مربوط ہوں گے تو وہی دوسرے دن اس نظام کے دست و بازو ثابت ہوں گے،اس لیے اجرائے طعام بلکہ اس کی بھی افزایش و تکثیر پر زور دیا گیا،جو تربیت اور وابستگی کی روح اور اجتماعیت کا پہلا زینہ ہے۔اسے ''رابطۂ خواص'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔نیز اسی دفعہ سے علی الاعلان واضح کر دیا گیا کہ حضرتؒ کے نزدیک فری تعلیم اور مفت تربیت ہی قومی بچوں کو آگے بڑھا سکتی تھی۔**خرید کردہ تعلیم اور بہ قیمت ملنے والی تربیت نہ تعلیم ہے نہ تربیت بلکہ بزنس ہے،جس سے صاحبِ ضمیر پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ بکے ہوئے افراد ہی تیار ہو سکتے ہیں۔**

تیسرا اصول: تیسری بنیاد یہ تھی کہ اس مدرسے کا نظام شورائی ہو، اس کی ایگزیکٹو کونسل اہل شوریٰ پر مشتمل ہو۔ یہی باڈی اہل چندہ کی وکیل ہو، پھر ان سب کے نمایندے کے طور پر مہتمم کا عہدہ رکھا، جو درحقیقت اہل شوریٰ کا وکیل اور کارپرداز ہے۔ اس لیے اس اصول کا حاصل جمہوریت یا مرکزیت ہے، یعنی دارالعلوم کا نظام خواہ وہ کلی ہو یعنی پورے ادارے کا ہو جزوی یعنی اندرونی شعبہ جات کا ہو، نہ تو استبداد اور شخصیتِ محضہ پر مبنی ہو اور نہ ہی لا مرکزیت پر، جس کا نام اس زمانے میں ''جمہوریت'' رکھا گیا ہے، بلکہ قیادتِ شورائیہ پر ہو۔ ایک صاحبِ عزم ہو اور اس کی پشت پر شورائی قوت ہو، تاکہ اس نظام کا ہر مسئلہ نکھرا ہوا ثابت ہو اور اس میں پوری قوم کا دماغ شامل ہو، جو باہمی تعاون و تناصر اور مابینی اتحاد کا بنیادی وسیلہ ہے کہ اس کے بغیر کوئی اجتماعیت آگے نہیں بڑھ سکتی۔

چوتھا اصول: چوتھی بنیاد مربیوں کا وحدتِ ذوق ہے، جو باہمی اتحاد کی روح ہے۔ مختلف المذاق اور متفاوت المشرب مربیوں کے جمع ہو جانے پر نہ صرف یہ کہ مستفیدوں کی تربیت نہیں ہو سکتی بلکہ ذہنی کشاکش اور خارجی نزاع وجدال بھی نقد وقت ہوتا ہے، جس سے مقصد پیچھے رہ جاتے ہیں اور جھگڑے آگے آ جاتے ہیں، اس لیے اتحادِ مشرب کو مدرسے کے ''نظامِ اجتماعی'' کے لیے اساسی قرار دیا گیا، جس کا قدرتی ثمرہ ایک نصب العین پر لگ کر جزوی اغراض سے بالا تری اور بے غرضانہ خدمت ہے، جس میں خود بینی اور آزار رسانی کا وجود نہیں ہوتا اور یہی اجتماعیت کی روح ہے جو نظام کو آگے بڑھاتی ہے۔

پانچواں اصول: پانچویں بنیاد بلکہ بنیادوں کی بنیاد ''علم اور تعلیم'' ہے، جس کی لائنوں سے یہ سارا نظام اٹھایا گیا کہ وہ اپنی حدود میں مکمل ہو۔ اپنے نصاب اپنے نظام اور اپنی تنظیم کے لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہو۔ اگر اس میں نقص آ جائے، خواندگی نہ ہو یا ناقص ہو تو سارا نظام بے گانہ اور یہ پورا کارخانہ معطل اور لایعنی ہوگا۔ نہ آباد ہوگا نہ فایدہ رساں رہے گا۔

چھٹا اصول: چھٹی بنیاد اختیارِ اسباب کے بعد اسباب سے بے نیازی اور خدا پر بھروسہ ہے، جو مسبب الاسباب اور کارسازِ حقیقی ہے۔ یقین رکھا جائے تو اس کی مدد پر نہ کہ بے سہارا اسباب پر، اور حقیقی توجہ ہو تو صرف مالک الملک پر نہ کہ فانی مملوکات پر۔ اس لیے نظامِ ادارہ کسی کارخانۂ تجارت اور اس کی یقینی آمدنی یا کسی امیر محکم القول یا کسی حاکم کی قوت وحول اور ان کی موعودہ گرانٹوں پر نہ چلا جائے، کہ ان امور پر بھروسہ کر لینے سے توجہ الی اللہ اور سرمایہ رجوع الی اللہ ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ امدادِ غیبی منقطع ہو جاتی ہے اور کثرتِ وسایل کے سبب لوگ کھانے بانٹنے میں لگ کر باہمی نزاع وجدال کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور بندگی کا مادۂ خوف ورجا پادرِ ہوا ہو جاتا ہے، جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے، جس سے اوپر کی مدد آتی ہے، اس لیے بہ درجۂ اسباب اس قسم کی بے سروسامانی ملحوظ رکھنے پر زور دیا گیا۔

ساتواں اصول: اس سلسلے میں خصوصیت سے سرکار اور امرائے حکام کی شرکت زیادہ مخل اور مضر تھی تو اسے خصوصیت سے روک دیا گیا، جو درحقیقت استغنا اور غنا کی روح ہے، اور کوئی بھی نظام پابستگی، محتاجگی اور درماندگی کے ساتھ نہیں چل سکتا جب تک کہ اربابِ نظام میں خودارادیت کی روح دوڑی ہوئی نہ ہو۔

آٹھواں اصول: آٹھویں بنیاد یہ ہے کہ مخلص اور بے غرض افراد کا چندہ یا تعاون زیادہ حاصل کیا جائے، جن کا رخ چندہ دینے سے نام آوری اور جاہ وشہرت نہ ہو۔ نظر بر احوال ان کا حسنِ نیت کھلا ہوا ہو کہ اسی سے ادارے کے نظام میں خیر و برکت آ سکتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لقمۂ حلال ہی عطا کنندہ اور عطا یافتہ دونوں میں توفیق کے دروازے کھول سکتا ہے۔ مسلوب التوفیق لوگوں سے حقیقی معنی میں وہ

اجتماعی خدمت نہیں بن پاتی جو دلوں کا مطلوب اور عقل کا مرغوب ہے۔ممکن ہے کہ اموال کے رطب و یابس سے کوئی نظام وسیع ہو جائے مگر وہ صورتاً نظم ہوگا جو حقیقت سے خالی ہوگا۔اس سے نہ دلوں کو چین مل سکتا ہے نہ روحوں کو سکون، جو سارے نظاموں کا مقصودِ اصلی ہے ۔اس لیے اس تعاونِ باہمی یا اعانتِ مابینی کے سلسلے سے ''**رابطۂ عوام**'' پیدا کرنے میں انتخاب اور'' **نگاہِ انتخاب**'' کو ضروری قرار دیا گیا تا کہ ''**نظام اجتماعیت**''محض مادی ہو کر نہ رہ جائے بلکہ روحانیت اور اخلاقیت سے بھر پور ہو۔

اصولِ ہشت گانہ کا عملی انطباق:

عجیب بات یہ ہے کہ ان اصولِ ہشت گانہ کی ابتدا بھی چندے سے کی گئی اور انتہا بھی چندے پر کی گئی، جس سے واضح ہے کہ رابطۂ عوام حضرتؒ کی نگاہ میں اہم ترین چیز تھی، جس پر آنے والے زمانے کی تعمیر ہونے والی تھی۔ پس پہلی دفعہ میں اگر تکثیر چندہ پر زور دیا گیا ہے تا کہ عوام کی قوت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو تو آخری دفعہ میں اس کی تحدید پر زور دیا گیا ہے کہ یہ تکثیر محض مخلصین کے دایرے میں محدود رہے۔ بہ الفاظِ دیگر باور کرایا گیا ہے کہ غیر مخلصوں یا دایرۂ اخلاص سے بے خبر اور بے گانہ طبقوں کا تعاون اس مخلصانہ ادارے کے لیے کبھی مفید نہ ہوگا، اور نہ پھر کسی مقررہ نہج پر اس کا نظام چل سکے گا۔

حضرتِ والاؒ کے ان اصولِ ہشت گانہ کی اس تشریح سے ظاہر ہے کہ رابطۂ عوام، قومی تربیت اور ٹریننگ، نظام شورائی، مرکزیت و قیادت، اتحادِ خیال، وحدتِ ذوق، استحکام، تعلیم، انضباطِ تربیت، صاحب ضمیر افراد کی پیداوار، قومی استغنا و خود داری، عزم، خود ارادیت، انتخابِ حلقہ جات حضرتِ والاؒ کی اجتماعیت کے عناصرِ خاص تھے، جنہیں آپ نے ان آٹھ اصولوں میں منضبط فرما کر اپنا نقطۂ نظر واضح فرمایا ہے۔

قاسمیت یا قاسمی تحریک:

یہی وہ اجتماعی رنگ کا تعلیمی نظام ہے جسے یاد کرنے والوں نے ''قاسمیت'' یا ''تحریکِ قاسمیت'' سے یاد کیا ہے، جو آج کی رسمی تحریکوں سے بالاتر اور بالکل جداگانہ ہے، لیکن اس کا ڈھانچہ آج کے ترقی یافتہ اور مروجہ نظاموں سے الگ بھی نہیں ہے بلکہ ملتا جلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی اسی فکرِ خاص سے ہو سکتی تھی، اس لیے اگر اسی کی تلافی کے لیے مدرسۂ دیوبند قایم کیا گیا اور بلا شبہ قایم کیا گیا، جیسا کہ حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ گزر چکا ہے تو مدرسۂ دیوبند کی بنیاد اسی فکر اور انہیں اصول پر ہونی چاہیے تھی، اور اگر یہ بنیاد حضرت نانوتویؒ نے ڈالی ہے اور بلا شبہ ڈالی ہے تو وہی اس کے حقیقی بانی ٹھہرتے ہیں، جب کہ وہی ۱۸۵۷ء کی تلافی کا تصور بھی ذہن میں باندھ سکتے تھے اور وہی اسے لے کر بھی اٹھے۔

پس جیسے مدرسے کی ظاہری تعمیر کے وقت آپ نے ہی صورتِ مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا ایسے ہی مدرسے کی معنوی تعمیر کے لے آپ ہی نے ان اصول سے حقیقتِ مدرسہ کی بھی تاسیس کی اور ان اصول پر خود ہی یہ عنوان بھی قایم فرمایا کہ یہ اصول مدرسے کی بنیاد و اساس ہیں۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود ان کے ذہن میں بھی شعوری طور پر یہ حقیقتِ واقعہ موجود تھی کہ وہ اس مدرسے کی بنیاد رکھ رہے ہیں، ورنہ اصولِ ہشت گانہ پر خود ہی یہ عنوان قایم نہ فرماتے لیکن ادعا کبھی نہیں فرمایا، جیسا کہ بحمد اللہ ان بانیوں میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا، لیکن ادعا نہ کرنے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ حقیقتِ واقعہ کا ادراک و شعور بھی نہ ہو۔ چناں چہ اس شعوری حقیقت کے تحت حضرتِ والاؒ نے بے

جھجک خود ہی مدرسے کے لیے مدرس کا انتخاب کر کے بھی بھیجا اور اس کی تنخواہ بھی خود ہی جاری کر دی اور پھر خود ہی اپنے برادرِ عم زاد جو آپ کے فیض یافتہ اور تلمیذ بھی تھے، یعنی صاحب العلم والعرفان حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرکاری ملازمت چھڑا کر مدرسۂ دیوبند کی صدر مدرسی کی مسند پر لا بٹھایا، جو اس فکرِ خاص کے حامی اور اس سے سرشار تھے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے تایدی ارشادات:

۱۲- شاید حضرتِ والاؒ کی اسی تاسیسی خصوصیت کی طرف حضرتؒ کے شیخ طریقت حضرت اقدس حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کا ذیل کا جملہ بھی مشیر ہے جو انہوں نے دیوان محمد یٰسین صاحب عرف دیوان اللہ دیا مرحوم خادم خاص حضرت نانوتویؒ و اولین ناظم کتب خانہ مدرسۂ دیوبند سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے حج کے موقع پر مکۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت اپنے شیخ الشیخ حضرت اقدس حاجی امداد اللہؒ سے عرض کیا کہ ''حضرت! ہمارے مدرسے کے لیے دعا فرماتے رہیں''۔

تو فرمایا: ''چہ خوش؟ راتوں سجدے میں پیشانیاں ہم نے رگڑیں کہ خدایا! مسلمانانِ ہند کی بقا و حفاظت کے لیے ایک مدرسے کو وجود عطا فرما، اور مدرسہ آپ کا ہو گیا''؟

اس کے بعد فرمایا: ''خیال یہ تھا کہ مدرسہ نانوتہ میں قایم ہو گا یا تھانہ بھون میں۔ کیا خبر تھی کہ اس دولت کو دیوبند والے لے اڑیں گے''۔

یہ روایت اجمال کے ساتھ ''سوانح قاسمی'' میں اور قدرے تفصیل کے ساتھ ''ارواحِ ثلاثہ'' میں بہ الفاظِ مختلفہ بیان کی گئی ہے، جیسا کہ ''سوانح قاسمی'' کے جلد دوم، صفحہ ۲۲۳ میں حوالہ موجود ہے۔ میں نے خود بھی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے۔

اس روایت کے تحت حضرتِ اقدسؒ کا قیامِ مدرسہ کے سلسلے میں نانوتہ کا نام لینا اور ذہن میں اس کا تصور آنا اسی وقت ممکن تھا کہ وہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں اس خاص قسم کے مدرسے کی تاسیس کا جذبہ اور تعلیمی تحریک کا فکرِ خاص محسوس فرما رہے ہوں، جو بعد میں ''تحریک قاسمی'' اور قیامِ مدرسہ کی صورت میں نمایاں ہوا، اور شاید اسی بنا پر (جیسا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا اور بارہا سنا) کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ نے ۱۸۵۷ء کے بعد خود اپنے لیے بھی حضرتؒ کی معیت میں ہجرت کی اجازت چاہی، تو فرمایا کہ تم ہندوستان ہی میں ٹھہرو، تم سے خدا کو یہاں کام لینا ہے۔ وہ کام یہی تعلیمی نظام اور اس کے ذریعے مسلمانانِ ہند کو سنبھالنا تھا جو دیوبند سے چل کر ملک گیر بلکہ عالم گیر ہونے والا تھا۔

رہا یہ کہ تھانہ بھون کا نام بھی اس بارے میں حضرتِ اقدسؒ کی زبان پر آیا تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد قیامِ مدرسہ کا یہ داعیہ خود حضرتِ اقدس حاجی امداد اللہؒ کا بھی ہو، جب کہ وہ ۱۸۵۷ء کے معرکے میں ''امام الکل'' تھے اور ۱۸۵۷ء ہی کے معرکے کی ناکامی کی تلافی کے لیے اس مدرسے کے قیام کی ضرورت سمجھی ہو (جیسا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے مقولے سے ظاہر ہوا)، اور اسی جذبے کے تحت کسی دینی مرکز کے قیام کی راتوں دعائیں فرماتے رہے۔

پس اس حقیقت کے پیش نظر کہ مرشد تھانویؒ کا جذبہ مسترشد نانوتویؒ کے ہاتھوں پورا ہونے والا ہے۔ حضرتِ اقدسؒ کے قیامِ مدرسہ کی نسبت ذوات کا نام لیے بغیر ان کے وطنوں کی طرف فرما دی کہ مدرسہ تھانہ بھون میں قایم ہو گا جو مرشد کی جگہ ہے، یا نانوتہ میں قایم ہو گا جو مسترشد کی جگہ ہے، لیکن یہ قسمت کی یاوری ہے کہ دیوبند کی چھوٹی سی گم نام بستی اس دولت کے لیے ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی اور وہ اس دولت کو

لے اُڑی، گویا اس تعبیر سے حضرت نانوتویؒ کے بانیٔ مدرسۂ دیوبند ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا گیا۔رہا یہ کہ مدرسے کا تھانہ بھون یا نانوتہ میں قیام نہ ہوا سو اس کی وجہ جو بزرگوں سے سننے میں آئی ہے یہ ہے کہ یہ دونوں بستیاں جہاد کا مرکز اور انگریزوں سے بغاوت کا سر چشمہ بن چکی تھیں، اس لیے انگریز نے ان دونوں بستیوں کو تہس نہس کر دینے کی سعی کی۔بطونِ اوراق میں محفوظ ہے کہ اگر مدرسہ نانوتہ یا تھانہ بھون میں قایم ہو جاتا تو مدرسے کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان بستیوں کا ہوا۔البتہ دیوبند کی بستی ان تحریکات سے خالی اور الگ تھلگ تھی اور یہاں جہاد وغیرہ کا چرچا نہ تھا،اس لیے اجرائے مدرسہ کے لیے اسی بستی کو منتخب کیا گیا اور یہ بستی یہ دولت لے اُڑی۔

ان ایک درجن وجوہ و دلایل کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جائے کہ ایک شخصیت خاص حالات کے تحت ایک ہمہ گیر تعلیمی تحریک لے کر اُٹھے، جس کی بنیاد و قیام مدارس پر ہو، اس کے تحت مدارس قایم ہوں، خود بھی مدارس قایم کرے اور دوسروں سے قایم کرائے، خاص دیوبند میں اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خواص وعوام کو آمادہ کرے اور اُبھارے، اسی کے تحت مدرسے کا وجود عمل میں آیا۔اجرائے مدرسہ کے لیے اس ترغیب وتحریض کو یاد دلا کر خصوصیت سے اسی کو دیوبند بلایا جائے، خود کے نہ آسکنے پر تنخواہ دار مدرس بھیج کر مدرسہ جاری کر دینے کا منشا ظاہر کرے، جو اس کا تحریری اذن ہو، حاجی محمد عابد صاحبؒ اس کی تحریر پر مدرسے کا اجرا عمل میں لائیں، اور اس دور کے ذمے دار اس اجرا کو بلکہ اس کے مبادی تک کو ''**عطائے قاسم**'' یا ''**فیضانِ قاسمی**'' سے تعبیر کریں۔اسی کے فکر اور منصوبے پر مدرسے کی بنیاد رکھی جائے۔وہی شخصیت مستقبل کے لیے مساعی کا وعدہ دے اور بالآخر دیوبند پہنچ کر ہر طرح مدرسے کو ہاتھ میں لے اور بل جھجک مدرسہ اس کے حوالے ہو جائے۔مدرسے کی عمارت کا سنگِ بنیاد خود ہی رکھائے، اس کے نظامِ تعلیم وانتظام کا ڈھانچہ بھی خود ہی بنائے اور اس کے ہمہ جہتی دخل و تصرف کو لوگ بلا چون وچرا اس طرح قبول کریں جیسے اس کے اکابر اس کے منتظر بیٹھے تھے۔نہ کسی کو اس عمل دخل پر استعجاب ہو نہ تحیر، پھر اس کے اکابر اس مدرسے کی بنا کو اس کے وطن کی طرف منسوب کر کے اس کی تاسیس باور کرائیں، اور جن احوال واسباب پر مدرسے کا قیام عمل میں آئے وہ اس کے اوپر گزرے ہوئے احوال ہوں، تو یہی وہ بنیادی امور ہیں جو کسی ادارے کی تاسیس کا صحیح مفہوم کہے جاسکتے ہیں۔اس لیے سوچا جائے کہ علی الاطلاق بانی کسے کہا جائے؟

خواص وعوام کی زبان پر بنا کی نسبت:

بہرحال یہ ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بانیٔ مدرسہ ہونے کی نوعیت، جس کی رو سے انہیں خواص وعوام کی زبانوں پر بانی بولا جاتا ہے۔حاصل یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہندوستان کے حسبِ حال حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعلیمی رنگ میں ایک ہمہ گیر اجتماعی رنگ کے مؤسس تھے۔اس فکر کا مظہر اتم دارالعلوم دیوبند ہے، جس کا خاکہ پیش کیا جاچکا ہے، اسی لیے اس ادارے کا بنیادی مزاج، رنگِ تعلیم، ذوقِ ہمہ گیری اور اندازِ جامعیت وہی ہے جو حضرت والاؒ کا تھا، اور طبعی طور پر اساس کا رنگ ہوتا تھی وہی ہے جو مؤسس کا ہو، پھر اس کا بنیادی مسلک اور ذوق جس پر سو برس سے اس کے فضلا کی تعلیم وتربیت ہو رہی ہے، سب جانتے ہیں کہ وہ حضرتِ والاؒ ہی کا ہے جسے اس احاطے میں ''قاسمیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

غرض ذوق وفکر، مسلک ومشرب اور اجرائے تعلیم سے لے کر عملی تربیت، اجرائے تعلیم کا عملی اذن اور آخر عمارتِ مدرسہ کا سنگِ بنیاد جس سے مدرسے نے استقلالی صورت حاصل کی وغیرہ، سارے ہی وہ امور ہیں جن سے تاسیس مدرسہ کے بارے میں حضرت نانوتویؒ کا مدرسے

سے نہ صرف گہرااور خصوصی تعلق ہی ثابت ہوتا ہے بلکہ آپ ہی اس کے مدارِکل نمایاں ہوتے ہیں۔اس لیے اور حضرات اگر بانی ہیں تو وہ بانی ٔاعظم اور بانیوں کے سربراہ ہیں۔یہی حقیقت حضرت شیخ الہندؒ کے ایک قصیدے میں جو انہوں نے حضرتِ والاؒ کی آمدِ دیوبند اور سلسلۂ علم یعنی مدرسہ ٔ دیوبند کے اجرا کے بارے میں لکھا ہے، حسبِ ذیل شعر سے حضرتِ والاؒ کا سربراہِ بانیاں ہونا نمایاں ہے:۔

جملہ اعیان و اکابر تھے جلو میں اس کے
اس کی شوکت کو پہنچتی تھی کہاں شوکتِ جم

حضرت نانوتویؒ کے بانی ہونے کی نسبت شروع سے چلی آ رہی ہے:

یہی بنیاد ہے جس کی بنا پر روایات کا ایک عظیم ذخیرہ ملتا ہے، جو حضرتِ والاؒ کو بانی ٔ مدرسہ قرار دے رہا ہے۔اس میں بھی بڑے اکابر اہل اللہ اور عظامِ رجال شامل ہیں جو آپ کو بانی کے نام سے یاد کر رہے ہیں۔ان شہادتوں میں ایک طبقہ حضرت نانوتویؒ کے اکابر کا ہے، ایک معاصرین کا، ایک تلامذہ و مستفیدین کا اور ایک مشاہیرِ ملک کا ہے، جو آپ کو مختلف عنوانوں سے دار العلوم کا مؤسس اور دار العلوم کو ان کے آثار اور باقیاتِ صالحات بتلا رہا ہے۔کسی نے انہیں بانی کہا۔کسی نے انہیں مدرسے کا مصدر کہا، جس سے مدرسہ صادر ہوا ہے۔کسی نے مدرسے کو ان کی عمدہ ترین یادگار بتلایا۔کسی نے انہیں مدرسے کا قایم کنندہ کہا۔کسی نے مؤسس کے لفظ سے یاد کیا۔کسی نے مدرسے کو ان کی باقیاتِ صالحات میں سے کہا اور کسی نے انہیں اس باغ کا باغ بان کہا وغیرہ وغیرہ۔غرض تعبیریں مختلف ہیں اور منشا ایک ہے:۔

عباراتنا شتّٰی و حسنک واحد
و کل الی ذالک الجمال یشیر

اور پھر ان شہادتوں کا ایک بڑا عدد وہی ہے جو ۱۹۰۵ء سے قبل کا ہے۔جب کہ ایک کہنہ اور گم نام تحریر کے گم نام مصنف نے اس قسم کی شہادتوں کو جو سب کی سب ان کے سامنے ہیں بھی نہیں، خلافِ واقعہ کہہ کر انہیں ۱۹۰۵ء سے ایک جاری شدہ پروپیگنڈہ بتلایا ہے، لیکن ان شہادتوں سے واضح ہے کہ ابتدائے مدرسہ ہی سے حضرتِ والاؒ کا بانی ٔ مدرسہ ہونا اپنوں اور پرایوں میں ایک بدیہی اور متواتر حقیقت کی حیثیت سے مسلم تھا، ذہنوں میں متعارف تھا اور زبان وقلم پر اس کا چرچا پھیل چکا تھا۔

بنائے دار العلوم کے متعلق ناقابلِ تردید شہادتیں:

۱-حضرتِ والاؒ کے اکابر میں سب سے بڑی شخصیت ان کے پیرومرشد حضرت اقدس حاجی محمد امداد اللہ قدس سرہٗ کی ہے۔وہ حضرت نانوتویؒ کی وفات پر اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں جو مکۂ مکرمہ سے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ مہتمم ثانی مدرسہ ٔ دیوبند کے نام بھیجا گیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

”عزیز مرحوم (حضرت نانوتویؒ) کے جو شاگرد و مرید اور دوست ہیں سب مدرسے کی طرف توجہ رکھیں کہ عزیزم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عمدہ یادگار یہ مدرسہ ہی ہے، اس سے غفلت نہ کریں“۔(مکتوب محفوظ محافظ خانہ دار العلوم)

۲-حضرتِ والاؒ کے معاصرین میں اس وقت کے ذمے دار اکابر میں سے حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند کی مقدس شخصیت اس ماحول میں معروف ترین شخصیت ہے۔حضرت ممدوحؒ حضرت نانوتویؒ کی وفات پر بہ حیثیت مہتمم اپنے تعزیتی

مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس چشمۂ فیض (مدرسۂ دیوبند) کے منبع اور اس آبِ حیات کے مصدر اور اس آفتاب عالم تاب کے مظہر آپ (حضرت نانوتوی) ہی ہیں''۔

(روداد دارالعلوم دیوبند، بابت ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

۳- مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی مہتمم رابع مدرسۂ دیوبند (جو جہادِ شاملی میں حضرت نانوتوی کے مخصوص رفیق اور ہر وقت کے ساتھی تھے) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم خامس دارالعلوم کے عہدۂ اہتمام پر تقرر کا ذکر کرتے ہوئے مدرسۂ دیوبند کی بنیاد و تاسیس کو حضرت نانوتوی کے دستِ مبارک اور سعی قدم کی طرف منسوب فرمارہے ہیں۔ فرماتےہیں:

''اُمید ہے کہ ان (حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب) کا مہتمم مدرسہ ہونا مدرسے کے ثبات اور ترقی کے لیے ایسا ہی مبارک و مفید ہوگا جیسا کہ ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ و الغفران (حضرت نانوتوی) کا قدم اور دست مبارک اس مدرسے کی بنیاد اور سرپرستی کے واسطے مبارک ہوا''۔

(روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء)

۴- حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمہ اللہ جن کا شمار بانیانِ دارالعلوم میں اس دور کے بزرگوں نے کیا ہے، اپنے ایک مضمون میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

''پیش وائے منازل دین، رہنمائے مراحل یقین، آیت قدرتِ الٰہی، مایۂ رحمتِ نامتناہی، غفراں مآب مغفرت پناہ جناب حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کہ کد یورا ایں حلقہ پر بہار و بانی ایں بنا فیض آثار بودہ، جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء''۔

(روداد جلسہ دستار بندی دارالعلوم دیوبند، بابت ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء: ص ۴-۲۳)

پھر اپنی نظم موسوم بہ ''ارمغانِ مدرسہ'' میں حضرت نانوتوی کے اصولِ اساسی ہشت گانۂ دارالعلوم دیوبند میں سے ایک اصول (کہ اس مدرسے کے لیے کبھی کسی مستقل آمدنی کی سبیل نہ پیدا کی جائے ورنہ امدادِ غیبی منقطع ہوجائے گی) کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کے لیے
کوئی سرمایہ بھروسے کا ذرا ہوجائے گا
پھر یہ قندیل معلق اور توکل کا چراغ
یہ سمجھ لینا کہ بے نور و ضیا ہوجائے گا

(ماہ نامہ القاسم، دارالعلوم نمبر، محرم ۱۳۴۷ھ/ جولائی ۱۹۲۸ء: ص ۳۳)

۵- حضرت والا کے تلامذہ اور طبقۂ تلامذہ کے مقدس افراد میں سے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا مقولہ بہ روایت مولانا مناظر احسن گیلانی گزر چکا ہے:

''حضرت الاستاذ (حضرت نانوتویؒ) نے اس مدرسے کو کیا درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے لیے قایم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قایم ہوا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قایم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قایم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے کہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے''۔

(ماہ نامہ دار العلوم، بابت جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ: ص ۴۲)

اس میں حضرت نانوتویؒ کی مدرسۂ دیوبند کا قایم کنندہ فرمایا گیا ہے، اور اسی متن کی شرح حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے قصیدے میں فرمائی ہے، جو حضرت نانوتویؒ کے مرثیے کے طور پر لکھا ہے، اس کے چند متفرق اشعار بلاترتیب درجِ ذیل ہیں: ۔

شیخ الہندؒ کے قلم سے حضرت نانوتویؒ کا مرثیہ:

آپ نے اپنے جلیل القدر استاذ کا ذکر بہ سلسلہ قیامِ مدرسۂ دیوبند فرمایا ہے۔ اس وقت کے جہل ظلم کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

اتنے میں دیکھتے بس کیا ہیں ایک مردِ خدا
آرہا تیز روی سے ہے لیے ساتھ علم
بے نیازی و توکل رخِ روشن سے نمود
قطع منزل کے لیے دونوں قدم تیغ دودم
گاڑ کر اس نے علم ایک ندا کی ایسی
یک بہ یک چونک پڑے اہل غدر اہل خیم
اس کی آواز تھی یا بانگِ خلیل الٰہی
کہہ کر لبیک چلے اہلِ عرب اہلِ عجم
باندھ کر چست کمر کہتے ہوئے نحن معک
چل پڑے جو بھی ملا اس یم رحمت کا قدم
اس مربیٔ دل و جاں کی مسیحائی سے
علم دین زندہ ہوا جہل نے لی راہِ عدم
علم کو لا کے ثریا سے ثریٰ پر رکھا
آنکھوں سے دیکھا لیا عَلَّم مَا لَم یَعلَم
دولتِ علم سے سیراب کیا عالم کو
قاسمِ علم بھلا کیوں نہ ہو پھر اس کا عَلَم
طائر علم شریعت کے یہ دیبن

برکتِ حضرتِ قاسم سے ہے مامونِ حرم
سلسلے علم کے امصار و قریٰ تک جاری
اس کی ہمت سے ہوئے بل یہ ترا فیض اعم
جملہ اعیان و اکابر تھے جلو میں اس کے
اس کی شوکت کو پہنچتی تھی کہاں شوکتِ جم

علم کا جھنڈا گاڑنا بنائے مدرسہ کی طرف اشارہ ہے۔ بانگِ خلیل اللٰہی سے آواز کی ہمہ گیری اور عرب وعجم میں فیضان کی عمومیت کی طرف اشارہ ہے۔نحن معک اور یم رحمت کا قدم سے حضرت والاؒ کے ساتھ وقت کے اکابر واعیان کی معیت و پیروی کی طرف اشارہ ہے۔ امصاروقریٰ میں علمی سلسلوں کے پھیل جانے سے قیام مدرسہ کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔جو حضرتِ والاؒ کی بنیادی تحریک تھی۔جملہ اعیان واکابر کے جلو میں ہونے سے اجتماعی رنگ کے تعلیمی سلسلے میں حضرتِ والاؒ کے قاید اور سربراہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، جس سے آپ کا مدرسۂ دیوبند کے قیام کے حق میں سربراہِ بنا ہونا اور بانیوں کی جماعت کو متحرک کر کے بانی بنانا واضح ہوتا ہے، جو آپ کے ''بانیٔ اعظم'' ہونے کی دلیل ہے۔

مولانا محمد میاںؒ مہاجر کابل کی سند میں بانی کا ذکر:

۶-مولانا محمد میاں انبیہٹویؒ مہاجر کابل (جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے نواسے اور مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے یعنی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی بہن کے پوتے ہیں) کی قلمی سند میں لکھا گیا ہے، جو دارالعلوم سے انہیں عطا کی گئی تھی:

''فانه حفيد مولانا انصار على وحفيد بنت استاذ الاستاتذة الاعلام مولانا مملوک العلی النانوتوی و ابن بنت الامام حجة الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی مؤسس هذه المدرسه''۔
(سند محفوظ بدارالعلوم)

اس سند پر (جو پرانے کاغذات میں محفوظ ہے) حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رکن مجلس شوریٰ مدرسہ، حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب برادرِ خورد حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب، جناب حاجی ظہور الدین صاحب دیوبندی ممبر مدرسہ رحمہم اللہ اور دوسرے اکابر اساتذہ کے دستخط ہیں، جس میں بانی اور مؤسس کا لفظ حضرت نانوتویؒ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت تھانویؒ کی شہادت:

۷-حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جو حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی معتقدین میں سے تھے، حتیٰ کہ اس دور کے نزاع کے وقت بھی انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں کی حاضری ترک نہیں فرمائی۔ ۱۹۰۵ء سے بہت پہلے اپنی ''مثنوی زیروبم'' لکھی ہے، اس میں حضرت نانوتویؒ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

اے کجا رفت آں مدارِ اہتدا

آں محمد قاسم مولائے ما

مرشد موصل برائے طالباں

ہادیٔ کامل برائے گم رہاں

داشت حرفِ علمِ دیں ہمت بلند

مدرسہ کردہ بنا در دیوبند

(مثنوی زیروبم، بہ حوالہ القاسم دارالعلوم نمبر: ص ۱۹)

۸- مولانا نواب محی الدین خاں صاحبؒ رئیس مراد آباد وتلمیذ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ قاضیٔ ریاست بھوپال نے ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں آج سے بہتر سال قبل (۱) مخالفین دارالعلوم کے پھیلائے شکوک شبہات کا جواب ایک تحریر موسوم بہ ''تذکرہ'' میں دیتے ہوئے اس کے مقدمے میں فرمایا:

''کیوں کہ جیسا کہ اس (مدرسۂ دیوبند) کا قیام تمام مدارس کے قیام کا سبب تھا، ایسے ہی بہ ظاہر حال اس کی خرابی بھی باقی مدارس کی خرابی کی دلیل ہوسکتی ہے، اور بالخصوص اس سبب سے اور زیادہ رنج والم تھا کہ یہ بنیاد حضرت اقدس مولانا واستاذنا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ کی قایم کی ہوئی ہے اور اس میں تزلزل آنا گویا تمام متوسلانِ حضرتِ مرحوم کے قیامت کا نمونہ ہے''۔

(تذکرہ: ص ۲)

۹- سوانح مخطوطہ کے مصنف حاجی فضل حق صاحبؒ مہتمم ثالث مدرسۂ دیوبند اس سوانح میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علاوہ بے شمار حسنات اور باقیاتِ صالحات کے تین کام مہتم بالشان مولانا علیہ الرحمہ (حضرت نانوتویؒ) سے ظہور میں آئے، اول مدرسۂ دیوبند، دوم مباحثۂ شاہ جہان پور، سوم ترویج نکاحِ بیوہ گان''۔

(سوانح مخطوطہ: ص ۵۵)

۱۰- مولانا منصور علی خاں صاحبؒ تلمیذ حضرت نانوتویؒ وناظر الاطباء ریاست حیدر آباد دکن کی تحریر ان کی ایک مطبوعہ تصنیف ''مذہبِ منصور'' میں طبع شدہ موجود ہے، جو پہلے پیش کی جاچکی ہے۔ اس کا یہ جملہ مکرر پیش ہے، جس میں حضرتِ والاؒ کو قایم کنندۂ مدرسۂ دیوبند کہا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''خصوصاً مدرسۂ دیوبند، اول مولانا مرحوم (حضرت نانوتویؒ) نے اس مدرسے کو چندے سے قایم کیا تھا''۔ (مذہب منصور: ج ۲، ص ۷۷)

۱۱- حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک ذمے دارانہ پمفلٹ میں جو بہ عنوان ''دار العلوم دیوبند کے اطمینان بخش حالات'' شایع ہوا تھا، تحریر فرمایا:

''حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی کی طرف مسلمانانِ عالم کا رجحان ومیلان......الخ (پمفلٹ مطبوعہ: ص ۷)

دارالعلوم کی مسجد کا کتبہ:

۱۲- پھر اسی نسبتِ بانی کے ساتھ حضرت ممدوحؒ نے دارالعلوم دیوبند کی خوش نما مسجد کی لوح ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں سنگِ مرمر کا ایک کتبہ بہ موجودگی حضرت شیخ الہندؒ و بہ علم حضرت ممدوحؒ نصب کرایا جو آج تک نصب شدہ موجود ہے، اور اس کتبے پر حضرت ممدوحؒ کا قطعۂ تاریخ بھی کندہ ہے۔ کتبے کی عبارت حسبِ ذیل ہے، جس میں حضرتِ والاؒ کو بانیٔ دارالعلوم لکھا گیا ہے:

''الحمد للہ کہ اس مسجدِ مقدس متعلق مدرسۂ اسلامیہ دیوبند بہ صرفِ زر و بذلِ ہمت جناب حاجی سیٹھ غلام محمد اعظم ساکن راندیر ضلع سورت بہ زمانۂ اہتمام مولانا محمد احمد خلف الرشید حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بانی مدرسہ یک ہزار و سہ صد و بست و ہشت (۱۳۲۸ھ) انجام پذیر رفت''۔

۱۳- مولانا سعید الدین صاحب رحمہ اللہ ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم و تلمیذ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں جو صفر ۱۳۴۶ھ (اگست ۱۹۲۷ء) میں مطبع علوی بھوپال میں چھپ کر شایع ہوا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بانیٔ مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جس طرف ان کی توجہ ہوگئی اسی طرف مدرسے کے لیے امداد و فتوحات ہونے لگتی تھیں اور اہل اسلام متوجہ ہوتے تھے۔ اسی توجہ کا ظہور حضرت صدر مہتمم صاحب (حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ) کے ذریعے ہو رہا ہے''۔

(مکتوب: ص ۸۵)

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تحریر:

۱۴- حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ کے سلسلے میں مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند اپنے پمفلٹ ''قواعد و مقاصد جمعیۃ الانصار'' (مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں:

''الحمد للہ کہ اس مبارک تمہید ابتدائے جمعیۃ الانصار اور عظیم الشان جلسۂ دستار بندی مدرسۂ عالیہ (دیوبند) کی صورت میں شمس الائمہ حضرت مولانا محمود حسن صدر المدرسین اور فخر الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ جو مقدس بانی قدس سرہٗ کے ظاہری و باطنی جانشین ہیں، کی متفقہ کوشش سے نمودار ہوئی''۔ (قواعد و مقاصد جمعیۃ الانصار: ص ۳)

حضرت علامہ کشمیریؒ کی تقریر:

۱۵- حضرت الاستاذ الاکبر العلامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے علامہ رشید رضا مصریؒ کی آمد پر جو تقریر عمارتِ دارالعلوم میں فرمائی اس میں ایک جگہ حضرت نانوتویؒ کے مناقب و فضایل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''تلمذ علی الشیخ عبد الغنی شمس الاسلام و المسلمین العارف الحافظ المحقق الشیخ محمد قاسم ابو احمد و اشار بیدہ الی مولانا الحافظ محمد احمد رحمہ اللہ المہتمم فی ہذہ المدرسۃ الدیوبندیۃ الجالس فی ہذہ الحفلۃ 'طیب' مؤسس ہذہ المدرسۃ العالیہ و بانیہا''۔

دوسری جگہ فرمایا:

"ثم لما استولت الاجانب علی ھذہ البلاد و قامت الحرب بین الحق و الباطل اسس الشیخ محمد قاسم ھذہ المدرسة العالیة فنفع اللّٰہ بھا کثیرا جزاہ اللّٰہ خیر الجزاء"۔ (روداد دار العلوم دیوبند، بابت ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء، ضمیمہ: ص ۴۰)

حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ کا حوالہ:

۱۶-حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دار العلوم دیوبند (المعروف بہ میاں صاحبؒ) تحریر فرماتے ہیں:

"اگر وہ (حضرت شیخ الہندؒ) متاع دنیا کی طلب فرماتے تو بہت مواقع ایسے تھے کہ لوگ حضرتؒ کو سر آنکھوں پر بٹھلاتے اور صد ہا روپیہ مشاہروں اور نذرانوں کی صورت میں پیش کرتے، لیکن آپ نے باوجود ذاتی ضرورتوں کے ہمیشہ اپنے استاذ (حضرت نانوتوی قدس سرہٗ) کے لگائے باغ دار العلوم دیوبند کی سرسبزی و شادابی کو مطمح نظر رکھا اور اسی دینی خدمت میں عمر تمام کردی"۔ (حیات شیخ الہندؒ: ص ۲۰ مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند)

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شہادت:

۱۷-حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحریر موسوم بہ "دار العلوم کی دوازدہ سالہ زندگی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"چوں کہ حسبِ وصیتِ بانیٔ دار العلوم ہر مدرس اور ملازم دار العلوم کا فریضہ ہے کہ وہ توسیع چندہ اور ترقی دار العلوم کی کوشش بلیغ عمل میں لائے"......الخ۔ (دار العلوم کی دوازدہ سالہ زندگی: ص ۱۳(۱))۔

سرسید کا تعزیتی مضمون:

۱۸- پھر یہ تصور صرف اعیانِ مدرسہ ہی کا نہیں تھا بلکہ اس دور کے مشاہیر اور سر برآوردگان ملک کا بھی تھا جو دار العلوم کے لحاظ سے بیرونی لوگ تھے۔ جب کہ اس دور میں دار العلوم کا نہ کوئی پروپیگنڈہ تھا، نہ اس کا کوئی رواج تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی، اور ساتھ ہی یہ زمانہ ۱۹۰۵ء کا بھی نہ تھا کہ اسے بیس ویں صدی عیسوی کی تبدیلی کے نیچے لا کر غلط بیانی قرار دیا جائے۔ ان میں سے سرسید بانی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں (جن سے حضرت نانوتویؒ کی کتنے ہی مسایل میں مخالفت بھی چلتی رہی ہے)۔ وہ اخبار انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴/اپریل ۱۸۸۰ء میں حضرتؒ کی تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اُن ہی (حضرت نانوتویؒ) کی کوشش سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قایم ہوا۔ علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی ان کی سعی و کوشش سے اسلامی مدرسے قایم ہوئے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے حسرت اور افسوس کے کہہ کر خاموش ہو جائیں یا چند آنسو بہا کر اور رومال سے پونچھ کر صاف کر لیں، بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگار کو قایم رکھیں۔ دیوبند کا مدرسہ ان کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ یہ مدرسہ ہمیشہ قایم اور مستقل رہے"۔

۱۹- ۳/صفر ۱۳۱۵ھ (۴/جولائی ۱۸۹۷ء) جسے آج اسّی برس (۱) ہو چکے ہیں، عالی جناب مولوی شوکت حسین صاحبؒ ساکن ورنگل

اپنی ایک مطبوعہ اپیل بہ نام ''گزارش''، میں جو پندرہ صفحے کا ایک پمفلٹ ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ممدوح الشان (حضرت نانوتویؒ) علمائے متاخرین میں بہت ہی بڑے نام ور فاضل اور بانسبت بزرگ تھے۔ مدرسۂ دیوبند کی بنا بھی ان کے مبارک ہاتھوں کی ڈالی ہوئی ہے۔ کیا شک ہے کہ ان کا شمار علما میں سے تھا''۔ (گزارش: ص ۴)

مولانا حکیم عبدالحیؒ ناظم ندوۃ العلماء کی تاریخ میں بانی کا تذکرہ:

۲۰-: ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) میں آج سے بہتر سال قبل یعنی ۱۹۰۵ء سے بہت کافی پہلے حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ (از احفاد حضرت سید احمد شہیدؒ) اپنے سفر نامے میں جو ۱۳۱۲ھ میں بہ وقت سیر دارالعلوم یہاں کے حالات کے بارے میں لکھا گیا ہے، دارالعلوم سے متعلق ایک نزاع کا ذکر کرتے ہوئے (جس کی تفصیلات کو وہ حضرت شیخ الہندؒ سے سنا ہوا ظاہر فرما رہے ہیں) لکھتے ہیں:

''مختصر یہ ہے کہ اس نزاع کی بنیاد اسی وقت پڑ گئی تھی جس وقت مدرسۂ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی تھی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بانیٔ مدرسہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے مدرسے کے جو اصول اس وقت قایم کیے تھے اور جن پر اب تک عمل در آمد ہے ان میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ...... الخ

(رسالہ دارالعلوم، شوال ۱۳۷۱ھ/ جولائی ۱۹۵۲ء)

ان اکابر و اعیان کے اتنے بڑے جمِ غفیر کی شہادتوں کو جو حضرتِ والاؒ کو بانیٔ مدرسہ پکار رہا ہے نہ جھٹلایا جا سکتا ہے نہ رد کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اتنے ثقات و کبرا اعاداتاً جھوٹ پر جمع ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی غلط پروپیگنڈے کا شکار تھے، کیوں کہ ان میں بہت سے وہ ہیں جو ان کے تلامذہ اور بلا واسطہ مستفیدین کے طبقے میں سے ہیں، جنہیں ان اکابر سے براہِ راست سماع و لقا حاصل ہے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ یہ سارے بیانات مثبت ہیں کہ ''فلاں صاحب بانی ہیں''، جو پشت پر دلایل لیے ہونے کی علامت ہے، منفی نہیں ہیں کہ ''فلاں بانی نہیں ہیں۔''، جس کے لیے نہ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ان کا حقیقت ہونا ہی ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے انکار کی کوئی وجہ نہیں رہتی، بلکہ چار و ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرتِ والاؒ بانیٔ مدرسہ تھے، اور اگر دوسرے حضرات کو ایک ایک دو دو شہادتوں کی بنا پر بانی کہا جانا ضروری ہے تو حضرتِ والاؒ کو شہادتوں کے اتنے کثیر عدد کی وجہ سے جو حدِ تواتر سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے بہ طریق اولیٰ بانی کہا جانا ضروری ہے۔

پھر اور حضرات کے بانی ہونے کا ثبوت اگر سو برس بعد کی کچھ شہادتیں ہیں تو حضرتِ والاؒ کے بانی ہونے کا ثبوت پورے سو برس کی مسلسل شہادتوں کے ساتھ تلقی بہ قبولِ عام ہے، جو صدی کے کسی حصے میں بھی منقطع نہیں ہوا، بلکہ صدی کے ہر حصے میں چھوٹے اور بڑے یہی کہتے آ رہے ہیں اور تاریخ کے اوراق بھرے آ رہے ہیں کہ حضرتِ والاؒ بانیٔ مدرسۂ دیوبند ہیں۔ اس لیے ایسے ثابت شدہ دعوے کے رد کیے جانے کی کوئی وجہ سامنے نہیں آتی کہ اسے قبول نہ کیا جائے۔

رشتۂ اعتدال:

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں جماعتِ دارالعلوم دو کناروں کے بیچ میں ہے، اور افراط و تفریط سے ہٹ کر کمالِ اعتدال کا رشتہ

سنبھالے ہوئے ہے۔نہ تو وہ اس افراط میں مبتلا ہے کہ بانیٔ مدرسۂ دیوبند کے سلسلے میں حضرت نانوتویؒ کے نام سے گریزاں ہو کر بانی ہونے کی نفی پر تل جائے اور اس نفی ہی کو اپنا موضوع ٹھہرالے، اور نہ اس تفریط میں غرق ہے کہ خواہ مخواہ کھینچ تان کر تن تنہا صرف انہیں کو بانی پکار کر دوسروں کے بانی ہونے کے انکار پر آ جائے، جو حقیقتاً بنائے مدرسہ میں تاریخی طور پر دخل رکھتے ہیں، بلکہ ہمارا فکر ونظریہ ہے کہ مثبت انداز میں ہر بانی کا جو مقامِ تاسیس ہے وہ اسے دیا جائے اور دل میں اس کی نوعیتِ تاسیس کی عظمت رکھی جائے اور بانیٔ مطلق ایک کو سمجھا جائے، جب کہ بنا کی ساری خصوصیات اس میں جمع ہیں اور وہ حضرت نانوتویؒ ہیں۔جس سے بانی کے سلسلے کی تمام روایات قابل قبول بھی ہو جاتی ہیں اور تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، اور رفعِ تضاد کی اس صورت میں اسلافِ دارالعلوم کا نقشِ قدم بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔فللّٰہ الحمد!

بہر حال جب کہ ثقات واعیان کی یہ بیسیوں شہادتیں واضح کرتی ہیں کہ حضرتِ والاؒ کا بانیٔ دار العلوم ہونا خواص وعوام کے قلوب میں متعارف اور مسلم تھا تو اتنے مثبت دلایل وشواہد اور واضح قراین کے ہوتے ہوئے منفی پہلو کی چند کمزور شہادتیں تاریخ کو نہیں بدل سکتیں۔ البتہ ان مثبت دلایل کو ان کی اسی نوعیت کے ساتھ قبول کیا جائے گا جو حقیقتاً ان کی واقعاتی نوعیت ہے اور واقعات ہی نے متعین کی ہے، اور اسی سے ان کا صحیح محمل متعین کیا جائے گا جو عرض کیا گیا، جس سے حضرتِ والاؒ کے بانیٔ مدرسۂ دیوبند ہونے کی نوعیت واشگاف ہو جاتی ہے۔

بنائے مدرسہ کے بعد اس سے حضرتِ والاؒ کے تعلق کی نوعیت اور اس کے اثرات:

قدرتی بات ہے کہ بنا میں بانی کا عمل دخل کلی طور پر خود اعتمادی لیے ہوئے ہوتا ہے، اور قوم بھی اسے اپنا محسن سمجھتے ہوئے اس کا اثر مانتی ہے، اس لیے طبعی طور پر مدرسے کے تمام نظری اور عملی کاموں میں بانیوں کی اس مقدس جماعت کا، جن کے اسمائے گرامی مذکورہ روایات میں بانی کے آئے ہیں، درجہ بہ درجہ عمل دخل یہی نوعیت لیے ہوئے ہے، مگر یہاں بھی حضرت نانوتویؒ بانیوں کے سربراہ ہی کی حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے کاموں میں غیر اختیاری طور پر اختیاری اور خود اعتمادی کی خصوصی شان محسوس ہوتی ہے، جو ان کے بانیٔ مطلق ہونے کی کھلی شہادت ہے۔

اس سلسلے میں حضرتِ والاؒ کے تعلق کے دو رخ ہیں: پہلا یہ کہ جہاں تک مدرسے سے مالی یا اخلاقی یا کسی بھی مادی مفاد حاصل کرنے کا تعلق ہے حضرتِ والاؒ نہ صرف اس سے بے نیاز ہی رہے بلکہ پورے قصد اور ہمت کے ساتھ اس سے بچنے کی سعی فرماتے رہے۔نہ کبھی کوئی رسمی عہدہ قبول فرمایا نہ معاوضہ طلبی کا کوئی ادنا تصور ان کے ذہن میں آیا۔نہ تن بدن کی کسی ادنا راحت طلبی کے مدرسے سے روادار ہوئے، جس کی وجہ آپ کی روحانیت کا علو ومقام اور ساتھ ہی آپ کی طبیعت کی افتاد، مزاج کی وارستگی، طبعی آزادی اور فطری غنا وسیر چشمی تھی، جو ایسے مفادات کا تحمل ہی نہیں کر سکتی تھی۔"سوانح مخطوطہ" کے مصنف لکھتے ہیں:

> "اور آپ (حضرت نانوتویؒ) کا قول تھا کہ مجھ کو پوری راحت اسی میں ملتی ہے کہ میں اپنے طور پر رہوں، غیر کا تابع ہو کر رہنا پسند نہیں آتا"۔
>
> (سوانح مخطوطہ: ص ۳۸)

ظاہر ہے کہ اس طبعی افتاد کے ساتھ منافع کوشی کے تصورات کیسے جمع ہو سکتے تھے؟ پھر اس غنا کے ساتھ ایثار کا عالم یہ تھا کہ بہ قول صاحب سوانح مخطوطہ:

''اور (حضرت نانوتویؒ نے) تقسیم مال ومتاع خود دہر ہر خاص وعام میں خوب مشق حاصل کی''۔(سوانح مخطوطہ،ضمیمہ)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں مدرسے سے ذاتی مفاد حاصل کرنے کا کوئی ادنا تصور بھی قایم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اگر کیا جاسکتا ہے تو یہ کہ مدرسے پر حضرت والاؒ خود اپنی ذات سے خرچ کرتے ہوں نہ کہ مدرسے کو اپنے او پر خرچ کرتے ہوں۔ چناں آپ کی طبعی اور فطری افتاد بتلاتے ہوئے ''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''مولانا (حضرت نانوتویؒ) نے اپنے عمل کو کسرِ نفسی سے صحیح کیا۔اپنے علم کو جبر نقصان مسلمانوں اور مقابلہ کفار ومشرکین میں صرف کیا اور اپنی قوتِ عملیہ کو ہر چہار طرف سے سکیڑ کر بہ شکل جذر ظاہر کیا اور لا کلمے سے اپنے آپ کو ایسا نفی کیا کہ ذات صفر کی برابر ہوگئی،اور الا کلمے سے ضرب اثبات ایسی لگائی کہ حاصل ضرب ایک رہا اور عمل جمیع برادران اسلام اور تفریق بین الکفر و الاسلام اور تقسیم مال خود دہر ہر خاص وعام میں خوب مشق حاصل کی''۔

(سوانح مخطوطہ،ضمیمہ)

کسرِ نفسی کی بنا پر حضرت نانوتویؒ کا استغنا:

ظاہر ہے کہ جب کسرِ نفسی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی تو مدرسے سے کسی عہدے یا منصب کی طلب کا سوال ختم ہوجاتا ہے، جو حبِ جاہ کا شعبہ ہے،اور جب مالی ایثار حد کو پہنچا ہوا تھا تو معاوضہ طلبی کے تصورات ناممکن ہوجاتے ہیں، جو حبِ مال کے شعبے ہیں۔''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''مدرسۂ اسلامی دیوبند آپ (حضرت نانوتویؒ) ہی کا ساختہ پرداختہ ہے،اور کیا کچھ اس کا کارخانہ ہے کہ چھوٹی سی سرکار،مگر آپ نے ہرگز کبھی اس کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھایا۔اپنے پاس سے دینا جانتے تھے لینے کا کام نہ تھا''۔

(سوانح مخطوطہ:ص ۱۵)

چناں چہ روداد مدرسۂ دیوبند بابت ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں صفحہ ۹ پر حضرتؒ کا چندہ بھی درج ہے،جس سے واضح ہے کہ مدرسے پر خرچ فرماتے رہتے تھے۔

آگے حضرتِ والاؒ کی بے نفسی، بے طمعی اور زہد وقناعت کے بارے میں مزید تفصیل سے لکھتے ہیں:

''اگر آپ (حضرت نانوتویؒ) کو طمع دنیوی ہوتی تو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ سونے کی دیواریں بنالیتے۔مدرسۂ دیوبند کے مکان کو لاکھوں اینٹوں سے تعمیر کرایا مگر اپنے گھر میں ایک پھوٹا روڑا بھی نہ لگوایا''۔

(سوانح مخطوطہ:ص ۱۶)

ایک جگہ آپ کے تقوے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور یہاں تک مدرسے کے مال سے احتیاط تھی کہ اگر کبھی بہ ضرورت مدرسے کے دوات وقلم سے کوئی اپنا خط لکھ لیتے تو فوراً ایک آنہ مدرسے کے خزانے میں داخل کردیتے اور فرماتے کہ یہ بیت المال کی دوات ہے، ہم کو اس پر تصرف جایز نہیں ہے''۔(سوانح مخطوطہ:ص ۱۶)

غرض طمع نفس اور لالچ کا تصور حضرت والاؒ کے آس پاس بھی نہ تھا کہ عہدوں یا نمائشی اقتدار کے جذبات دل میں اُبھرتے۔سوانح مخطوطہ کے جملے یہ ہیں:

''اخلاص کا یہ حال کہ جملہ قول و فعل آپ کے خالصاً للہ تھے، ریا کا نام نہ تھا طمع نفسی کی بو بھی نہ تھی، کبھی وعظ پر اجرت نہ لی، نہ کبھی نفسانی خواہش کی وجہ سے وعظ کیا، نہ کبھی مالِ دنیا کے عوض میں پڑھایا''۔(سوانح مخطوطہ:ص ۱۶)

حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''مسئلہ کبھی نہ بتلاتے، حوالہ کسی پہ فرمادیتے، فتویٰ لکھنا اور مہر کرنا تو درکنار۔اول امامت سے بھی گھراتے، آخر کو اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پڑھا دیتے۔وعظ کبھی نہ کہتے تھے''۔(مختصر سوانح قاسمی:ص ۱۱)

گو بعد میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوریؒ کے جبر و اصرار سے وعظ فرمانا شروع کیا، جیسا کہ ''مختصر سوانح قاسمی'' میں مرقوم ہے۔

ظاہر ہے کہ اس جذبے کے بعد اخلاقی مفادات یا جاہی عہدے حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے آپ نے کبھی رسمی عہدہ قبول نہیں فرمایا۔نہ رسمی طرز کے مدرس بنے، نہ منتظم، نہ ناظم، نہ مہتمم اور نہ کبھی کسی مالی معاوضے کا سوال درمیان میں آیا۔جس میں علاوہ حضرتِ والاؒ کی مزاجی افتاد کے بنیادی وجہ یہ تھی کہ مدرسے کو وجود آپ سے ملا تھا نہ کہ آپ کو مدرسے سے۔مدرسے کے عہدے آپ سے بنے تھے نہ کہ آپ عہدوں سے۔مدرسے کا مالیہ آپ سے وجود پذیر ہوتا تھا نہ کہ آپ مالیے سے۔ظاہر ہے کہ جو شخص ہمہ وقت مدرسے کو اپنا پروردہ سمجھ کر اس پر جھکا ہوا ہو اس میں یہ طلبیں کیسے جاگزیں ہو سکتی تھیں؟

مالی منافع کو چھوڑ کر راحتِ نفس کے لیے بھی آپ نے مدرسے کو کبھی ذریعہ نہیں بنایا۔سوانح مخطوطہ میں ہے:

''آپ کے مزاج میں حرارت بہت تھی اور موسم گرما میں سرد مکان بہت مرغوب تھا۔مدرسے میں ایک سرد خانہ (تہ خانہ) تیار ہوا اور گرمی کی بہت شدت تھی، مولوی رفیع الدین صاحب نے عرض کیا کہ سرد خانہ تیار ہے، وہاں دوپہر کو آرام کیا کیجیے۔ مولانا نے فرمایا: 'ہم کون جو اس میں آرام کریں؟ وہ حق ہے طالب علموں کا' اور کبھی آپ نے سرد خانے میں جا کر استراحت نہ کی اور گرمی کی تکلیفیں سہا کیں''۔(سوانح مخطوطہ:ص ۱۶)

بہر حال اس غنا و ایثار، زہد و قناعت اور صبر و تحمل کے لیے علو مقام کے ساتھ ظاہر ہے کہ منافع طلبی اور مفاد پرستی کا جوڑ لگنا ناممکن تھا، اس لیے حضرت والاؒ نے مدرسۂ دیوبند سے استحصال کا کبھی کوئی واسطہ اور تعلق نہیں رکھا، نہ کبھی عہدے دار بنے، جیسے مدرس یا منتظم۔نہ کبھی رسمی انداز سے اس کے کارکن ہوئے۔ظاہر ہے کہ اس مزاج اور اس حال و مقام پر ہوتے ہوئے جیسے یہ ناممکن تھا کہ حضرتؒ کا کوئی معاصر جو ان کے مزاج کو پہچانتا ہو، انہیں مدرسۂ دیوبند کی مدرسی یا ملازمت کے لیے بلائے، ایسے ہی یہ بھی ناممکن تھا کہ خود حضرت والاؒ بھی اس قسم کی موظفانہ خدمات اور ان سے استحصال مفادات کا کوئی تصور بھی ذہن میں لائیں۔

دارالعلوم سے حضرت نانوتویؒ کے تعلق کی نوعیت:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مدرسے سے آپ کے تعلق کی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ سمجھا جائے کہ آپ اجرائے مدرسہ کرا کر اس سے

قطعاً بے تعلق ہو گئے تھے؟ اور اس کے کسی فکر وعمل میں آپ کی شرکت نہ تھی؟ مگر ظاہر ہے کہ بے تعلقی کے تصور کی یہاں کوئی گنجایش نہیں نکلتی، کیوں کہ ایک شخص کسی بنا کو اس سے بے تعلق ہونے اور اس سے منقطع ہو جانے کے لیے قایم نہیں کرتا، ورنہ قایم کرنے ہی کی اسے کیا ضرورت درپیش تھی؟ دوسرے یہ کہ حضرتِ والاؒ نے اپنے اس جوابی خط میں (جو قیام مدرسہ کے سلسلے میں آپ نے حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کو لکھا تھا) خود ہی یہ بشارت دی تھی کہ ''**میں مدرسے کے حق میں ساعی رہوں گا**''۔ ظاہر ہے کہ اس وعدے کا ایفائے انقطاع سعی وعمل اور بے تعلق رہنے سے نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ مدرسے کے ساتھ انتہائی تعلق اور اس کے بارے میں پوری جدو جہد اور عملی مساعی سے ہی ہوسکتا تھا۔ تیسرے یہ کہ بہ قول حضرت شیخ الہندؒ جب حضرت نانوتویؒ نے ایک فکر خاص پر پورا مدرسۂ دیوبند قایم فرمایا کہ وہ فکر پھیلے اور آگے بڑھے (جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے) تو مدرسے سے بےفکری، بے تعلقی اور کلی علاحدگی سے یہ غرض وغایت آخر کیسے پوری ہوسکتی تھی؟ اور اس فکر کو صاحبِ فکر کی بے تعلقی کی صورت میں آخر کون چلاتا اور پورا کرتا؟ ان تمام واقعاتی وجوہ کا قدرتی تقاضا ہے کہ حضرتِ والاؒ اجرائے مدرسہ کے بعد بھی مدرسے سے اتنے ہی متعلق ہوں جتنا کہ اس کی تاسیس سے متعلق رہے، کہ یہ بھی بانی ہونے کا ایک قدرتی اقتضا ہے، بلکہ غور کیا جائے تو مدرسے کی ذمے داری سب سے زیادہ بہ لحاظِ اصول وفکر حضرتِ والاؒ ہی پر عاید ہوسکتی تھی، جس کو آپ نے اجرائے مدرسہ کر کے طبعاً خود اپنے سر عاید فرما لیا تھا۔ چناں چہ ان اصولی استدلالی تقاضوں کو اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ حضرتِ والاؒ اگر تا بہ حدِ مفادات ذاتی مدرسے سے بے نیاز اور بے تعلق تھے تو بہ حدِ سعی وعمل ہمہ وقت اس میں منہمک اور مشغول بھی تھے، اور آپ کا ہمہ وقتی عمل مدرسے ہی کی فلاح و بہبود اور اس کی ہی ہر جہتی ترقی تھا۔ ''سوانح مخطوطہ'' میں ہے:

۱- حال آں کہ رات دن مدرسے کی اسلوبی میں مصروف رہتے اور تعلیم میں مشغول''۔ (سوانح مخطوطہ: ص ۱۶)

ظاہر ہے کہ یہ رویہ کہ کمال استغنا بھی ہو اور کمال عمل بھی اور کمال مرجعیت بھی، اسی فرد کا ہوسکتا ہے جو اول سے لے کر آخر تک مدرسے کے قیام واجرا کی اصل واساس اور ادارے کا ہمہ اوست مانا گیا ہو، اور اس نے محض اپنے فکر کو (جو ملہم من اللہ ہو) آگے بڑھانے کے لیے ادارے کو قایم کیا ہو، جس میں ذاتی مفاد کا کوئی شایبہ نہ ہو۔ چناں چہ مدرسے کے کاموں میں آپ کی ذہنی مصروفیت اور صرفِ ہمت کا اندازہ اس ایک واقعے سے ہوسکتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا دارالعلوم کے بنیادی امور میں تصرف:

۲- حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم ثانی مدرسۂ دیوبند کا خود اپنا مقولہ ہے جو ''ارواحِ ثلاثہ'' میں نقل کیا گیا ہے:

''مدرسے کا اہتمام میں نہیں کرتا بلکہ حضرت نانوتویؒ کرتے ہیں، جو کچھ مولانا کے قلب پر وارد ہوتا ہے وہ بعینہٖ میرے قلب میں منعکس ہو جاتا ہے اور وہ کام کر گزرتا ہوں۔ چناں چہ میرے کام کرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ مولانا! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میرے دل میں بھی یہی آ رہا تھا جو آپ نے کیا''۔

اس سے صاف نمایاں ہے کہ حضرتِ والاؒ کا امور مدرسہ میں دخل وتصرف صرف علم ہی کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ آپ جزوی جزوی امور پر توجہ بھی رکھتے تھے۔ ورنہ ایک ذمے دار کارکن (مہتمم) کی جزیاتی امور میں ہمت افزائی، رہنمائی اور باطنی تاذین کے کوئی معنی ہی نہیں ہوسکتے۔

۳-اس ذہنی اور قلبی مصروفیت اور ہمتِ باطن کے علاوہ آپ کا ظاہری عمل بھی کسی ایک نوع میں منحصر نہ تھا بلکہ ہمہ جہتی تھا۔آپ روز مرہ کی جزئیات کے علاوہ اہم بنیادی امور: تقرر،تنزل اورعزل ونصب وغیرہ جیسے امورِکلیہ میں بھی ابتدا ہی سے دخیل تھے۔چناں چہ مدرسے کی عین ابتدائی تاسیس کے وقت میرٹھ سے ملامحمود صاحبؒ کا تقرر بہ حیثیت مدرس آپ ہی نے بہ اختیارِ خود کر کے دیوبند بھیجا، اور آپ ہی نے پندرہ روپیہ ماہ واران کی تنخواہ جاری فرمائی، جو ایک بااختیار ذمے دار کا کام ہوتا ہے، جیسا کہ خود حضرتِ والاؒ کے مکتوب بہ نام حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ سے نمایاں ہے، جو گزر چکا ہے۔

۴- پھر آپ ہی نے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی غنی و مستغنی شخصیت پر زور اور دباؤ ڈال کر انہیں عہدۂ مہتممی پر مقرر فرمایا۔’’سوانح مخطوطہ‘‘ میں ہے:

’’حضرت مولانا مرحوم کے دباؤ سے آپ نے (مولانا رفیع الدین صاحبؒ) نے عہدۂ اہتمام مدرسۂ دیوبند اپنے سر دھرا، ورنہ بہت گھبراتے تھے‘‘۔(سوانح مخطوطہ: ص ۳۵)

۵-حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صدر مدرس مدرسۂ دیوبند بنا کر آپ ہی نے دیوبند بلایا اور صدر مدرسی پر مامور فرمایا۔حضرت میاں صاحب (مولانا اصغر حسین) رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

’’حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (ابن مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جو اجمیر میں سو روپیہ مشاہرے پر مدرس رہ چکے تھے اور پھر بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو گئے تھے، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ارشاد سے اس (صدر مدرسی کی) خدمت [پر] مدرسۂ دیوبند کو ایک اسلامی خدمت سمجھ کر اواخر ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں تشریف لائے اور نہایت قلیل مشاہرے بیس روپے (کچھ عرصے بعد تیس روپے) پر صدر قرار پائے‘‘۔

(حیات شیخ الہند: ص ۱۰)

بہر حال ان تقررات سے ظاہر ہے کہ مہتمم مدرسہ، صدر مدرس مدرسہ، مدرس دوم مدرسہ (ملامحمود صاحبؒ) آپ ہی کے مقرر فرمودہ تھے جو ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) اور اس سے متصل سنین میں عمل میں آئے۔جس سے واضح ہے کہ میرٹھ چھوڑنے سے قبل ہی حضرتِ والاؒ کے تصرفات اہم امور میں ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) ہی سے جاری ہو گئے تھے۔پھر یہی نہیں بلکہ مدرسے کی عام جزئیات تک میں بھی آپ ہی کا منشا کارفرما تھا۔چناں چہ روز مرہ کی جزئیات میں آپ کا دخل وتصرف’’سوانح مخطوطہ‘‘ کی اس عبارت سے ظاہر ہے:

۶-’’آپ (حضرت مولانا رفیع الدین صاحب) کی اور مولانا (نانوتویؒ) کی کبھی صراحتاً یا کنایتاً، خفیہ یا علانیہ کسی طرح کی مخالفت (دربارۂ امورِ مدرسہ) نہیں ہوئی بلکہ روز بہ روز ترقی......‘‘ الخ۔(سوانح مخطوطہ: ص ۳۵)

جزئیاتِ عمل میں مخالفت کی یہ نفی اسی وقت بر جائے خود صحیح ہو سکتی ہے کہ حضرت والاؒ کا جزئیاتِ اہتمام اور مدرسے کے جزو کل میں عمل دخل ہو، ورنہ موافقت ومخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

۷-حضرتِ والاؒ ہی نے مدرسے میں فن سپہ گری کا شعبہ جاری فرمایا اور خود اپنی نگرانی میں طلبا کو لکڑی اور تلوار کے ہاتھ سکھواتے تھے، کہ درحقیقت ۱۸۵۷ء کا یہ بھی ایک فکر تھا، جیسا کہ صاحب سوانح مخطوطہ نے اسے بالتفصیل بیان کیا ہے اور بعض معترضین کا یہ مقولہ بھی نقل کیا ہے:

’’اب یہ مدرسۂ عربیہ تھوڑا ہی رہا ہے، یہ مدرسۂ حربیہ ہو گیا ہے‘‘۔

دارالعلوم کی رودادوں میں حضرت نانوتویؒ کا نام سرفہرست:

۸- ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں مدرسے کے قیام کا اعلان جن بزرگوں کی طرف سے ہوا ہے ان میں سرفہرست حضرتؒ ہی کا اسم گرامی ملتا ہے، جیسا کہ روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) کے صفحہ ۳ سے ظاہر ہے۔

۹- پھر ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) سے ۱۲۹۷ھ (۱۹۲۷ء) تک درجاتِ عربیہ کا امتحان بھی آپ ہی بہ شمول بعض اراکین خود لیتے تھے، با ضابطہ رپورٹ اور رائے اپنے دستخط سے جو سرفہرست ہوتے تھے، دفتر اہتمام میں داخل کرتے تھے، جو رودادوں میں برابر شایع ہوتی تھی۔ چناں چہ ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں مدرسۂ دیوبند کے سب سے پہلے سالانہ امتحان کے نتایج کی رپورٹ میں سرفہرست حضرتؒ کے دستخط ہیں، اور پھر دوسرے بزرگوں مثل مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صدر مدرس مدرسۂ دیوبند، مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ ڈپٹی انسپکٹر سررشتۂ تعلیم ضلع سہارن پور، مولوی مہتاب علی صاحبؒ مدرس تحصیل اسکول دیوبند کے دستخط ہیں۔

(روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء))

۱۰- پھر روداد مدرسہ بابت ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں ہے:

''امتحان سالانہ تحریری وتقریری نہایت احتیاط وکمال مصروفیت سے جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب بہ شمول دیگر علما وفضلا کے کئی روز تک لیا اور کیفیتِ ذیل تحریر فرمائی''۔ (روداد ۱۲۸۵ھ: ص ۶)

۱۱- سالانہ امتحان کے پرچہ ہائے سوال بھی حضرتِ والاؒ ہی بہ شمول حضرت صدر مدرس تحریر فرماتے تھے۔ روداد کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

''اور امتحان تحریری میں ہر روز جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے سوالات تحریر فرمائے۔ جب امتحان پورا ہولیا تب جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب نے باہم مل کر اُن کے جوابات دیکھے''۔

(روداد مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۸۷ھ: ص ۱۰)

اسی طرح ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) کی روداد میں نتایج امتحان کی رپورٹ میں حضرتِ والاؒ کے دستخط سرفہرست ملتے ہیں۔ غرض سال بھر کی پڑھائی اور اس کے نچوڑ میں نتایج امتحان سالانہ میں حضرتِ والاؒ کا گہرا عمل دخل اور ذمے دارانہ روّیہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) سے جو مدرسے کی تاسیس کا سال ہے، حضرتؒ کے سن وصال ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) تک مسلسل رودادوں میں مذکور چلا آرہا ہے۔

امورِ مدرسہ میں حضرت نانوتویؒ کا عمل دخل:

۱۲- ساتھ ہی مدرسے کے سالانہ جلسہ ہائے تقسیم انعام وتقسیم اسناد کے سلسلے میں حضرتِ والاؒ ہی آگے آگے سربراہِ کار کی شان سے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرتؒ ہی جلسے کے سامنے تقریریں فرماتے تھے، اور صرف وعظ و پند ہی نہیں بلکہ ان تقریروں میں مدرسے کی سالانہ کارگزاری کا بیان بھی ہوتا تھا۔ نیز اس میں چندہ دہندگان کا شکریہ، چندے کی اپیل اور مدرسے کے بارے میں لوگوں کو توجہ دہانی بھی ہوتی تھی، جو ایک عملی ذمے دار کی شان ہوتی ہے۔ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں جو مدرسے کی عمارت کے سنگِ بنیاد رکھنے کا سال ہے، حضرتِ والاؒ کی

تقریر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ان کی موجودگی میں سنائی۔ بہ ظاہر موقع کی اہمیت کی وجہ سے یہ تقریر تحریری طور پر مرتب فرمائی گئی ہے، جس میں مدرسے کی دس سالہ کارگزاری نمایاں کی گئی ہے، جسے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ذریعے سنوایا گیا۔ چناں چہ یہ تقریر اور ہر سال کی ایسی ہی تقریریں رودادوں میں طبع شدہ موجود ہیں، جن سے حضرتِ والاؒ کی مدرسے کے بارے میں ذمے دارانہ مصروفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۳- حتیٰ کہ حضرتِ والاؒ کے نام سے مدرسے کے لیے چندے کی اپیل بھی شایع ہوتی تھی جو روداد میں شایع شدہ موجود ہے۔(دیکھو: رودادِ مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۹۳ھ:ص ۳۸)

۱۴- ۱۲۹۴ھ(۱۸۶۸ء) میں حضرت نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا رفیع الدین رحمہم اللہ کی حج کی روانگی کی کیفیت لکھ کر آخر میں لکھا گیا ہے:

> ''الحمد للہ کہ ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۵ھ میں حضرات ممدوح الصدر(حضرت نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب) مع الخیر والعافیت رونق افروز مدرسہ ہوئے، اور خدا کا فضل اور ان حضرات کی کرامت ہے کہ ان کے زمانۂ غیبت میں اس کارخانے میں کچھ کسی قسم کا کوئی حرج واقع نہیں ہوا''۔(روداد ۱۲۹۵ھ:ص ۱)

یہ مدرسے کے کاموں میں ان کی غیبت میں حرج واقع نہ ہونے پر شکرِ الٰہی بجالانا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ سب حضرات اپنے اپنے دایرے میں ہمہ وقت کارہائے مدرسہ میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ ان کی غیبت میں اندیشہ تھا کہ امورِ مدرسہ میں خلل پڑ جائے، مگر خلل واقع نہ ہونے پر شکرِ الٰہی بجالایا گیا۔

۱۵- اور آخر میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتؒ کی ہمہ وقتی مصروفیات کو بہت ہی صریح اور واضح الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔حضرت ممدوحؒ بہ حیثیت مہتمم مدرسہ حضرتؒ کی وفات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اور جیسے مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسلسل مختلف خدمات ومعاونتِ دارالعلوم میں مصروف رہتے تھے ایسے ہی.....'' الخ۔(رودادِ مدرسہ، بابت ۱۲۹۷ھ:ص ۳)

دارالعلوم کی شاخوں کا قیام بہ ایما حضرت نانوتویؒ:

۱۶- مدرسۂ دیوبند کی شاخوں اور فروعی مدارس میں جو بیرونِ دیوبند خود حضرت والاؒ ہی کے قایم فرمودہ تھے، مدرسین کو بھیجنا حضرتِ والاؒ ہی کے امر و اذن سے ہوتا تھا، اور حضرتؒ کے مخصوص تلامذہ کا ان میں تقرر ہوتا تھا۔ چناں چہ مظفر نگر میں مدرسہ قایم فرما کر اس میں اپنے ہی تلمیذ مولانا محمد مراد صاحب پٹنیؒ کو بھیجا، اور مراد آباد میں مولانا احمد حسن صاحبؒ کو، انبیٹھہ میں مولانا صدیق احمد صاحبؒ کو، نگینہ میں مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ کو اور دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کو مامور فرمایا، وغیرہ وغیرہ!''سوانح مخطوطہ'' میں اس کی کچھ تفصیلات دی گئی ہیں اور مختلف رودادہائے مدرسہ میں بھی اس سلسلے کے کچھ تاریخی ٹکڑے ملتے ہیں۔

گو رسمی طور پر حضرتِ والاؒ نے مدرسے کا کوئی عہدہ قبول نہیں فرمایا لیکن مدرسے کے رسمی کاموں میں کوئی ایسا کام نہیں ملتا جس میں آپ کا عمل دخل نہ ہو، خواہ عہدے داروں کا تقرر ہو یا شعبہ جات کا اضافہ، انضباطِ اصول وقواعد ہوں یا روزمرہ کی جزئیات، جیسا کہ ان ایک

درجن سے زاید انواعِ کار سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۷-حتیٰ کہ حضرتِ والا کی تعلیمی مصروفیات کو دیکھ کر جو بہ طور خود تھیں اربابِ مشورہ نے انہیں رسمی خدمت سپرد کر دیئے جانے اور ان پر مدرسے سے کچھ معاوضہ لینے پر اصرار کیا مگر ہرگز قبول نہیں فرمایا۔''سوانح مخطوطہ'' میں ہے:

''اوایل میں اہل شوریٰ نے درخواست کی کہ آپ بھی اس مدرسے کی مدرسی قبول فرمائیے اور اس کے عوض میں کسی قدر تنخواہ، مگر قبول نہ فرمایا، اور کبھی کسی طور یا ڈھنگ سے ایک حبہ تک کے مدرسے سے روادار نہ ہوئے''۔

(ص ۱۶)

جس سے واضح ہے کہ آپ کی ہمہ وقتی اور غیر معمولی خدمت و مصروفیت اس درجے پر تھیں کہ آپ اس کے ہوتے ہوئے کوئی گھریلو کام یا فراہمی معاش نہیں کر سکتے تھے، جو بہ ظاہر اسبابِ گزر بسر کا ذریعہ بنتے، تو اربابِ شوریٰ نے معاوضہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ غالباً اسی وجہ سے ذمے دارانِ مدرسہ نے آپ کے حق میں اعلیٰ رسمی عہدوں کے القاب بے دریغ استعمال کیے ہیں، جس سے خود حضرتِ والاؒ کارہ تھے، جیسے سرپرست یا مربی یا مدبرِ امور وغیرہ، جو آپ کی ہمہ وقتی خدمات وتصرفات کی واضح دلیل ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے لیے سرپرست، مربی اور مدبر مدرسہ کے القاب:

۱۸-مثلاً قیامِ مدرسہ کے بعد آپ ہی اس مدرسے کے اولین سرپرست کہلائے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''مختصر سوانح قاسمی'' میں لکھتے ہیں:

''(حضرت نانوتویؒ) شروع مدرسہ میں دیوبند آئے پھر ہر طرح اس مدرسے کے سرپرست ہوئے''۔ (ص ۳۹)

''سوانح مخطوطہ'' کے مصنف نے لکھا ہے:

''جس قدر مدرسے کے کارکن ہیں ماشاء اللہ بجائے خود بے نظیر ہیں۔ سرپرست دیکھو تو مولانا (نانوتوی) مرحوم جیسا باکمال، مہتمم رفیع الدین صاحب جیسا باوقار، مدرسین نور علی نور۔ من جملہ ان کے جناب مولانا محمد یعقوب صاحب مدرسِ اوّل، ہر بات میں سب سے اوّل......'' الخ۔

(ص ۳۴)

اس عبارت میں مدرسے کے کارکنوں کے عنوان کے نیچے عہدوں کے القاب کے ساتھ حضرتؒ کا ذکر کیا جانا بجائے خود اس کی واضح دلیل ہے کہ آپ محض تبرک کے درجے میں سرپرست نہ تھے بلکہ عملی سرپرست تھے اور مشغولِ کار ذمے داروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ البتہ موظفین وملازمین میں سے نہ تھے بلکہ آپ کا سارا عمل حسبۃً للہ ہوتا تھا۔

۱۹-: ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے عہدۂ اہتمام پر تقرر کی تجویز کے سلسلے میں لکھا ہے:

''اور حسب مقتضا و مصلحتِ وقت بہ اتفاق رائے جملہ اہل مشورہ وصاحب سرپرست (حضرت گنگوہیؒ) مولوی حافظ احمد صاحب خلف الرشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ العزیز سرپرست اول مدرسہ ہٰذا مہتمم مقرر ہوئے''۔ (روداد سالانہ دارالعلوم دیوبند، بابت ۱۳۱۳ھ: ص ۳)

اس عبارت میں حضرتِ والاؒ کو مدرسۂ دیوبند کا اوّلین سرپرست کہا گیا ہے۔

بہرحال مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور صاحب سوانح مخطوطہ نے سرپرست کل اور بعد کے ذمے دارانِ مدرسہ نے حضرتِ والاؒ کو سرپرستِ اوّل مدرسۂ دیوبند ظاہر کیا، جو بلاشبہ ایک تصرف وعمل کا منصب ہے، جس کا تجاویز کی منظوری میں مؤثر دخل رہا ہے، جیسا کہ خود اسی تجویز میں حضرت گنگوہیؒ کی بہ حیثیت سرپرست منظوری تجویز اہتمام میں دکھائی گئی ہے۔

۲۰-: ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں جب حضرتِ والاؒ مع دیگر علما وفضلا کے حج کو تشریف لے گئے اور ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں واپسی ہوئی تو اس میں حضرتِ والاؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب منشی فضل حق صاحبؒ مہتمم وقت مدرسۂ دیوبند کی عبارتِ ذیل رودادِ مدرسہ میں ملتی ہے، جو قابل توجہ ہے:

''حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب ادام اللہ فیوضہم مدبر و مربی مدرسۂ ہذا......'' الخ (رودادِ مدرسۂ دیوبند، بابت ۱۲۹۵ھ: ص۱)

ظاہر ہے کہ سرپرست یا مربی کا مدبر مدرسے کا اطلاق کسی ایسی ہی ذات پر ہوسکتا ہے جو ہمہ وقت ظاہر و باطن مدرسے کے کاموں میں منہمک ہو اور اسی کی منشا پر سارے کام چل رہے ہوں۔ نیز مہتمم اور ذمے دارانِ کار یہ منصبی القاب اسی وقت کسی شخص کے لیے استعمال کرسکتے ہیں جسے مدرسے میں اوپر سے لے کر نیچے تک ذمے دار کارکن اسے مدرسے کا ہی نہیں بلکہ خود اپنا بھی مرجع الامور سمجھے ہوئے ہوں، اور تاسیس سے لے کر تفریعی امور تک میں اسے سربراہ اور قاید تسلیم کیے ہوئے ہوں۔ بلاتشبیہ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے گاندھی جی کانگریس کے چار آنے کے ممبر تک نہ تھے، مگر ساری کانگریس اور سارے کانگریسی انہی کو کانگریس کا مربی و رہنما اور کرتا دھرتا اور ہیرو سمجھتے تھے۔ انہی کی پالیسی، انہی کے اصول اور انہی کی تعلیمات کو آزادئ ملک کی اساس و بنیاد قرار دیئے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت نانوتویؒ مدرسۂ دیوبند کے چار پیسے کے بھی ملازم نہ تھے، نہ کوئی عہدے دار نہ منصب دار، لیکن ادارے کے سارے حلقۂ اثر میں کرتا دھرتا اور ہیرو انہی کو سمجھا جاتا تھا۔ نہ محض خوش اعتقادی کے طور پر بلکہ ابتدائے تاسیس اور تاسیس کے بعد ان کی ہمہ وقتی خدمات اور مصروفیات کی وجہ سے اور قدم قدم پر انہیں کی رہنمائی کی وجہ سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے استغنا اور مزاجی وارستگی کا حاصل یہ نہیں تھا کہ تاسیس مدرسہ کے بعد انہوں نے مدرسے سے کوئی تعلق نہیں رکھا اور وہ صرف چھتہ کی مسجد میں شخصی طور پر صرف تعلیم وارشادات اور اشغالِ باطنی یا شخصی درس وتدریس یا تصنیف و تالیف یا تبلیغی اسفار میں وقت گزارتے تھے، نہیں! بلکہ آپ کے عزیز اوقات کا زیادہ حصہ مدرسے کے کاموں، اس کی بہبود وفلاح اور اس کی توسیع وترقی میں صرف ہوتا تھا، گریز اگر تھا تو صرف رسمی عہدے داری یا مالیاتی انتفاع سے تھا، جسے وہ خود ہی فرما چکے تھے کہ مجھے کسی کے تابع ہوکر رہنا پسند نہیں آتا، لیکن اس کے معنی عمل کی نفی کے نہیں بلکہ عملی خود اعتمادی اور استقلال کاری کے ہیں۔ ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا حضرتِ والا نے مدرسے کی بنیاد اس سے بے تعلق رہنے یا اس سے گریزاں ہونے کے لیے رکھی تھی؟ نہیں! بلکہ اپنے عملی علمی اور فکری منصوبوں کو چلانے اور آگے بڑھانے کے لیے رکھی تھی، تاکہ ۱۸۵۷ھ کی شکست کی تلافی ہو اور ایک جماعت ان جذبات کی حامل پیدا ہوجائے جو ۱۸۵۷ء کے مجاہدین اپنے اندر لیے ہوئے تھے، نیز یہ کہ جماعت مقامی نہ ہو بلکہ ملک گیر بلکہ اس سے بھی آگے ہوکر عالم گیر ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کا ذریعہ تعلیم وتربیت ہی ہوسکتا تھا، جس سے دل ودماغ کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کا ذریعہ مدرسہ ہی ہوسکتا تھا، اس

لیے مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی، جس سے یہ فکر شروع ہوا اور براہ مدارس پھیلتے پھیلتے عالم گیر بن گیا، جس میں علم واخلاق کے ساتھ استقلال، خود اختیاری، غنا و استغنا اور غیرت وحمیت سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے۔

چناں چہ اس جماعت نے غریبانہ زندگی کو سرمایہ دارانہ زندگی پر اور مستغنیانہ اور خود کارانہ زندگی کو امرا اور حکومتوں کی محتاج گی کی زندگی پر اور بالا دستی کی زندگی کو زیردستی کی زندگی پر ترجیح دی، جو حضرتِ والاؒ کا فکر تھا۔ سو ظاہر ہے کہ یہ فکر مدرسے سے ہٹ کر یا اس سے کٹ کر رہنے سے پورا نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے جس نے اس مقصد کے لے مدرسہ قایم کیا تھا اسے مدرسے سے بے تعلق رہنے کے بجائے سب سے زیادہ امورِ مدرسہ میں مصروف اور مشغول رہنا چاہیے تھا۔ اس لیے حضرتِ والاؒ اس بارے میں جہاں سب سے زیادہ غنی تھے وہیں سب سے زیادہ مصروف بھی تھے اور تا انقضائے حیات مسلسل اور برابر مصروف رہے۔ چناں چہ یہ مصروفیت ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) سے ہی شروع ہوگئی تھی جو مدرسے کے آغاز کا سال ہے، حال آں کہ اس وقت تک حضرتِ والاؒ کا میرٹھ سے تعلق قایم تھا، جیسا کہ رودادوں سے ظاہر ہے لیکن سالانہ امتحانات، تقریروں میں اپیلیں، تقررات اور توسیع وترقی کے منصوبے وغیرہ اس وقت سے حضرتؒ کے فکر اور رائے کے مطابق شروع ہو گئے تھے، اور پھر حضرتؒ کے قیام، دیوبند کے بعد تو یہ مشاغل مسلسل اور ہمہ وقتی ہو گئے، جس سے حضرتِ والاؒ کے اس فکر و نصب العین کے جو اثرات اس مدرسے سے ہندو بیرون ہند میں ظاہر ئے سب کے سامنے ہیں اور تاریخ شاہد عدل ہے۔

بہر حال حضرت والاؒ کی یہ خود کارانہ اور استقلالی شان عمل بھی بجائے خود ان کے بانیٔ مدرسہ ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے، کیوں کہ جو شخص نہ عہدے دار ہو نہ تنخواہ دار، نہ مدرس ہو نہ ملازم، نہ ناظم ہو نہ منتظم، اور دخیل کار اس درجے ہو کہ تمام مدرس وملازم، ناظم و منتظم اور مہتمم غرض سارے عہدے دار اس کے خم ابرو دیکھتے ہوں، اور وہ بھی محض روحانی یا اخلاقی طور پر نہیں بلکہ رسمی طور پر بھی، اور پورے زور اور خود اعتمادی کے ساتھ ان کی عملی سرپرستی کرتا ہو تو یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس ذات کو نفس ادارے کے حق میں چشمہ اور مصدر اور اس کے کاموں کے لیے منبع اور مخزن سمجھا گیا ہو۔ اس سے ہی ادارے نے جنم لیا ہو اور اس سے ادارے کے کاموں کا آغاز ہوا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہی معنی کسی ادارے کی تاسیس کے ہوتے ہیں، جس سے بانی کی حیثیت متشخص ہوتی ہے، اور بہ حیثیت بانی قلوب اس کی طرف خود بہ خود ملتفت ہوجاتے ہیں۔ پس آپ کا بانی بلکہ سربراہ ہونا جہاں سابق میں عرض کردہ وجوہ و دلایل سے ثابت شدہ ہے وہیں مدرسے کے کاموں میں آپ کی اس مصروفیت، مرجعیتِ عامہ اور مؤثر دخل کاری سے بھی نمایاں ہے۔

حاصل بحث:

خلاصہ یہ ہے کہ ان تفصیلات سے بانی والی روایتوں میں مذکورشدہ افراد کے بانی ہونے کی نفی نہ کرتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کے بانی ہونے کی نوعیت بھی واضح ہوگئی اور ساتھ ہی حضرتِ والاؒ کے بانی ہونے کی جامع شان بھی ہویدا ہوگئی، جو مدرسے کے قیام سے لے کر اس کے عملی کاموں کے انصرام وغیرہ تک سے نمایاں ہوتی رہی۔ شاید اسی نوعیت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند نے جو حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاندانی تعلق بھی رکھتے ہیں، حاجی صاحب ممدوحؒ کو بانیانِ مدرسہ میں شمار کرتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کو ''بانیٔ اعظم'' کے لقب سے یاد کیا ہے، جو اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ بنائے مدرسہ کی جو نسبتیں اور حضرات میں خاص خاص خصوصیتیں لیے ہوئے تھیں وہ حضرتِ والاؒ میں جامعیت کے ساتھ سب جمع تھیں، اور ظاہر ہے کہ جامعیت کسی نسبت

کے لیے کمالِ ثبوت اور کمالِ امتیاز کا ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ نفی اور تساوی کا۔

حضرت نانوتویؒ کی نسبت سب نسبتوں کی جامع ہے:

پھر جب کہ حضرتِ والاؒ کی نسبت ان تمام نسبتوں کی جامع ثابت ہوتی ہے جو اس احاطے میں پھیلی ہوئی ہیں، اس لیے حضرتِ والاؒ کے بعد اس دار العلوم کی رنگ کاری کرنے میں ایک دو شخصیتیں نہیں بلکہ اباً عن جدٍ مختلف رنگ کی کتنی ہی شخصیتوں کا ہاتھ رہا ہے، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی استعداد و صلاحیت سے اپنے مناسبِ حال دار العلوم کے کسی نہ کسی پہلو اور نسبت کو اُبھار کر ان قاسمی نسبتوں کو اجاگر کیا۔ کسی نے اسے ساری مجموعی شان سے اُبھارا، جیسے حضرت شیخ الہندؒ۔ کسی نے اس کی اجتماعی شان کو تقویت دی جیسے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اور حضرت مولانا محمد میاں صاحب انبیٹھوی مہاجر کابل رحمہم اللہ نے۔ کسی نے اس کا علمی وقار بلند کیا جیسے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سرپرست رابع دار العلوم دیوبند، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہما اللہ۔ کسی نے اس کی انتظامی اور تنظیمی شان بلند کی جیسے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم خامس دار العلوم و حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم سادس دار العلوم۔ رحمہما اللہ! کسی نے اس کے تقدس اور مشیخت کی شان کا بول بالا کیا جیسے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہما اللہ۔ کسی نے اس کی فنی اور استدلالی شان کو اونچا کیا جیسے حضرت مولانا غلام رسول خان صاحب، حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی رحمہم اللہ۔ کسی نے اس کی ادبی شان کو بڑھایا جیسے حضرت مولانا عبد الصمد صاحب نگینوی اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی رحمہما اللہ۔ کسی نے اس کے مسلک کے تحفظ اور دفاع پر تقریر و تحریر سے پورا زور صرف کیا جیسے حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری اور ان کے امثال، رحمہم اللہ تعالیٰ! ان کے علاوہ اور بہت سے اساتذۂ علوم و فنون نے جن کی فہرست طولانی ہے، اس کی آبیاری میں حصہ لیا، جو اسی سے بنے اور اسی میں فنا ہو گئے۔

بہر حال جب کہ دار العلوم اپنی جامع نسبت کے سبب کسی ایک پہلو یا ایک نسبت کا نام نہ تھا بلکہ ان ساری نسبتوں کے مجموعے کا نام تھا، اس لیے ہر نوع کی شخصیت بھی اس نے بنائی اور پھر ہر شخصیت سے اپنے کسی نہ کسی پہلو کو روشن کرنے کا کام لیا اور اسے بڑھا کر اونچا کیا، اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ دار العلوم کی گل کاری ایک دو محدود شخصیتوں پر منتہی ہو کر ختم ہو گئی، بلکہ وہ ہمہ گیر رہی اور تا حال جاری ہے، اور فرقِ مراتب کے ساتھ برابر جاری رہے گی، جب تک علمِ الٰہی میں مقدر ہے۔ ان شاء اللہ!

خلاصہ یہ ہے کہ اس دار العلوم کے جامع مکتبِ فکر کے تحت اکابر و اساطین دار العلوم اس کے مختلف پہلوؤں کو حسبِ تقاضائے وقت لے کر اُٹھے اور اپنے اپنے وقت میں مثالی ثابت ہوئے۔ اس لیے دار العلوم کی ترقیات کسی ایک دو کی نہیں بلکہ درجہ بہ درجہ ان سارے بزرگوں کی رہینِ منت ہیں، جن کی چند مثالیں ہزاروں میں سے بہ طورِ نمونہ عرض کی گئیں۔ ان میں سے جس پر جس شان کا غلبہ ہوا وہ اسی شان سے معروف اور متعارف ہوا، مگر یہاں شان چوں کہ ایک آدھ نہیں بلکہ بہت سی ہیں، اس لیے ان کے مجموعے ہی کا نام ''دار العلوم دیوبند'' ہے۔ کسی ایک شان کو دار العلوم نہیں کہا جائے گا اور سب ہی شانوں کو اونچا کرنے سے اس کا اصلی مقام ظاہر ہو سکتا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے بانی ہونے کی جامع نوعیت:

میرے خیال میں یہ چند سطریں حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز کے بانیٔ دارالعلوم دیوبند ہونے کی جامع نوعیت کے لیے کافی ہیں، جس کے تحت وہ ''بانیٔ دارالعلوم دیوبند'' کے لقب سے مشہور ہوئے، اور جب بھی دارالعلوم کا ذکر آتا ہے تو تنہا انہی کو بانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں نہ دوسرے حضرات کے بانی ہونے کی نفی شامل ہے نہ بانیوں سے متعلقہ روایات سے کسی کا انکار۔

بہر حال ان تمام متضاد روایتوں کی تطبیق وجمع کا نچوڑ جس سے تمام متضاد روایتیں جمع ہو کر اپنے اپنے محل پر چسپاں ہو جاتی ہیں، ہر روایت کا واقعی مقام اسے مل جاتا ہے، اور ہر ایک کا محمل متعین ہو کر مجموعے سے جامع حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ امید ہے کہ ان سطور سے اُن حضرات کے خلجانات رفع ہو جائیں گے جو ایک کو بانی کہہ کر دوسرے کے بانی ہونے کی نفی کو تاریخ سمجھے ہوئے ہیں۔ والحمد اللّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

(سہ روزہ مدینہ-بجنور، ۱۷، ۲۵، ۲۸/ اکتوبر، یکم، ۵/ نومبر ۱۹۶۵ء)

(بشکریہ یادگار اکابر کا حجۃ الاسلام نمبر)

الزامی حوالہ جات

(۱) مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ **بانی دارالعلوم دیوبند** حضور ﷺ کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی تسلیم نہیں کر رہے۔

(تہتر اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ وعقائد ص ۶۶)

(۲) مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب **بانی مدرسہ دیوبند**)

(جاء الحق ص ۳۹۹ جیلانی بک ڈپو دہلی)

(۳) مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

مولوی محمد قاسم صاحب **بانی مدرسہ دیوبند**۔ (الحق المبین ص ۲۷)

(۴) مولانا نذیر صاحب جن کی انوار ساطعہ پر تقریظ لکھی گئی ہے اور ان کو کئی القاب سے رضا خانی یاد کرتے ہیں وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی۔ (البوارق اللامیہ ص ۲۴)

(۵) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رضا خانی لکھتا ہے:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند''۔ (تذکرہ علما اہلسنت وجماعت لاہور، ص ۱۸۵)

(۶) رضا خانی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی نے بھی محاسبہ دیوبندیت جلد اول ص ۹۰ پر حجۃ الاسلام کو بانی دارالعلوم دیوبند مانا۔

(۷) مولوی قاسم نانوتوی۔۔**دیوبند کے بانی** ہیں۔ (تبلیغی جماعت کی نقاب کشائی ص ۴)

(۸) غلام نصیر الدین سیالوی نے بھی عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۲۸۲ پر حجۃ الاسلام کو ''**بانی دیوبند**'' لکھا۔

مزید حوالہ جات بھی موجود ہیں لیکن فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(اعتراض ۳۱۱): اللہ کو عاشق کہنے پر دیوبندی علماء بے ادب

ایک رضا خانی معترض لکھتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''بعض لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں چنانچہ شعراء اشعار نعتیہ میں اس مضمون کو باندھتے ہیں سو عشق کا خاصہ ہے عاشق کو مضطرب کر دینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے مگر غضب یہ ہے کہ بعض بے باکوں نے اس اضطراب کو بھی نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کیلئے مان لیا''۔ (اشرف الجواب ص ۱۶۸)

مولوی اشرف علی تھانوی نے مزید کہا:

''الحاصل معشوق کہنا یہ سخت بے ادبی ہے اس لئے کہ عشق کا خاصہ آدمی کا ہے اس لئے کہ عشق نام ہے نفس کے ایک خاص انفعال کا اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہے''۔ (اشرف الجواب، ص ۱۶۸)

ان دونوں اقتباسات سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے مطابق اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا بے ادبی ہے جبکہ دوسری طرف دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے اللہ پاک کو عاشق کہا:

خدا عاشق تمہارا اور محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ
(کلیات امدادیہ، ص ۲۰۵)

دیوبندیوں کے امام مولوی قاسم نانوتوی کا نبی ﷺ کو عاشق کہنا

خدا تر، تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق، تم اس کے عاشق زار، (قصیدہ بہاریہ، بحوالہ مجلہ محبت، ص ۱۷)

سراج الیقین دیوبندی

حضرت شاہ ہدایت اللہ، عاشق اللہ، معشوق اللہ۔ (حوالہ شمس العارفین، ص ۳)

دیوبندیوں کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر میں کہتے ہیں:

''میرے ہالیو (ہل جوتنے والو) اللہ کا محبوب، عاشق کے گھر کو چلا''۔
(حوالہ سوانح و افکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ص ۲۸۷)

جواب: اس جاہلانہ اعتراض کا جواب رضا خانی اصولوں کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔

پہلا اصول:

اشرف الجواب حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں اسی طرح رسالہ محبت حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں اسی طرح سوانح و افکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں۔

اب جس رسالہ میں یہ اعتراض پیش کیا گیا اسی میں حشمت علی رضوی کا یہ قول ہے:

''ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے''۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز بحوالہ کلمہ حق ص ۴۲، شمارہ ۱۵)

لہذا ممکن ہے کہ اشرف الجواب یا دیگر کتب جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس میں ''غلطی'' واقعی ہوگئی ہو لہذا اس کو ان کے مصنفین کی طرف منسوب کرنا خباثت نفسانی و بے ایمانی ہے۔ بلکہ پہلے رضاخانی اصولوں پر ان کتابوں کو جن کی طرف ان کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کتاب ثابت کیا جائیے اس کے بعد یہ بھی ثابت کیا جائے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف وتدسیس نہیں ہوئی یہ ہم نہیں رضاخانی فقیہ ملت شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بازار میں کسی کے نام سے کوئی کتاب چھپ جانا اس کی دلیل نہیں کہ جس کے نام سے کتاب چھپی ہے یہ اسی کی تصنیف ہے، کسی کی کتاب اس وقت مانی جائے گی جب مصنف کے عہد سے لیکر شائع ہونے تک معتمد اور مستند لوگوں کے یہاں محفوظ ہو۔۔۔ پھر اصل کتاب مصنف کی ہوگی تو الحاق سے محفوظ ہے اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۱۵۴)

نوٹ: رضاخانیوں نے ''ہدیہ بریلویت پر ایک نظر'' کتاب میں بھی احکام شریعت کے متعلق یہی لکھا کہ یہ خان صاحب کی کتاب نہیں لہذا اس کے مندرجات کو ان کی طرف یقینی طور پر منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ (مفہوم) اسی کے پیش نظر ہم نے یہ بات کہی ہے۔

دوسرا اصول

بے ادبی کا جو فتوی پیش کیا وہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتاب ''اشرف الجواب'' سے پیش کیا گیا۔ جبکہ اشعار امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پیش کیا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ مقام ومرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں بڑا ہے۔

اب اس صورت میں رضاخانیوں کا اصول ہے:

''ایک طرف دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں، دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہئے؟ ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وہ فہم وفراست عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے۔ جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے''۔

(کشف القناع، ج ۱ ص ۲۶۸)

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتوی اگر نسبت یقینی بھی ہو تب بھی چونکہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وحاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو استعمال کیا ہے لہذا اس اصول کے مطابق ترجیح حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال کو ہوگی اور اشرف الجواب کی عبارت کالعدم ہوگی۔

تیسرا اصول:

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو رضاخانی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں اس پر فی الوقت صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔ پیرزادہ اقبال فاروقی لکھتا ہے:

''حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چودہویں صدی کے نامور شیخ طریقت اور مولف تھے''۔۔۔مزید لکھتے ہیں: ''قیام ہندوستان کے دوران بہت سے نامور اصحاب ان سے باطنی فیض پایا آپ کے اکثر خلفا ذی علم وتعلیم وتعلم کے فن سے تعلق رکھتے تھے''۔۔۔مزید لکھتے ہیں: ''ان کے چند اکابر خلفا پیر مہر علی شاہ صاحب وغیرہ''۔

(تذکرہ علما ومشائخ پاکستان وہند، ج۱ص ۴۳۰)

اب عاشق ومعشوق کہنا یہ رضاخانیوں کے نواب احمد رضاخان وشریف الحق امجدی کے ہاں بھی ممنوع ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو: فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۲۸۱۔

لہذا اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں بلکہ رضاخانیوں کے ذمہ بھی بنتا ہے۔

چوتھا اصول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کملی کی نسبت کے متعلق شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۵۶۵ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر ہے۔ایک قسم کی ادنی پوستیں جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔فیروز اللغات ص ۶۶۷ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر ہے۔چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔شامی میں ہے

مجرد ایھام المعنی المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا یہام منع کیلئے کافی ہے۔اس کی نظیر راعنا ہے۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے۔اگرچہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگرچہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۵،۵۳۶)

''صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ممنوع ہے''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۷)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ''کملی'' کمل کی تصغیر ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں۔تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱ص ۵۳۸)

''مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقا ناجائز ہے علما نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے اگرچہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود

صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے۔۔۔جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا‘‘۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۳۹)

خلاصہ کلام کہ کملی چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔خود امجدی صاحب کے بقول:

’’تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے‘‘۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۱۷)

اب یہی لفظ کملی رضاخانی بزرگوں نے بھی استعمال کیا ہے تو امجدی صاحب ان کی طرف سے جواب دیتے ہیں:

’’حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبلیک حجاج بیت الحرام   بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے

کے بود یارب کہ رود یثرب وبطحا کنم   گہہ بمکہ منزل وگہہ درمدینہ جاکنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے‘‘۔(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۴۰)

’’اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے‘‘.(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۳۷)

پس اس فتوے کی روشنی میں ہم بھی کہتے ہیں کہ جن بزرگوں نے یہ لفظ استعمال کیا ان کا اس طرف دھیان نہیں گیا۔رضاخانی اعتراض کا جواب رضاخانی گھر سے ہی ہوگیا اسے کہتے ہیں ’’اصل کرامت‘‘۔الحمد للہ۔

تحقیقی جواب

دراصل اشرف الجواب میں اس لفظ کو ایک خاص معنی میں لینے پر یہ فتوی لگایا گیا ہے اور وہ ہے:

’’عشق کا خاصہ ہے کہ عاشق کو مضطرب کر دیتا ہے اور حق تعالی اس سے منزہ ہے‘‘

(اشرف الجواب ص ۱۶۷)

اور ہمارے جن مشایخ کا حوالہ رضاخانی نے دیا اس میں عشق ان معنی میں مستعمل نہیں بلکہ ’’محبت‘‘ کے معنی میں استعمال ہے اس پر قرینہ خود ان کے اشعار ہیں۔حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں آگے ہی ’’محبوب‘‘ کا لفظ موجود ہے:

’’خدا عاشق تمہارا اور محبوب تم اس کے

ہے ایسا مرتبہ کس کا سنا وٗ یا رسول اللہ''

(کلیات امدادیہ، ص ۲۰۵)

اسی طرح امام مولوی قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو اشعار پیش کئے اس میں ''حبیب و محبوب'' کے الفاظ موجود ہیں۔

خدا تر، تو خدا کا حبیب اور محبوب

خدا ہے آپ کا عاشق، تم اس کے عاشق زار

(قصیدہ بہاریہ، بحوالہ مجلہ محبت، ص ۱۷)

اب شریف الحق امجدی صاحب معشوق کے معنی لکھتے ہیں:

''عرف عام میں ان تینوں کے معنی محبوب کے ہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۲۸۱)

اور ظاہر ہے کہ محبوب کے لفظ میں کوئی مضائقہ نہیں اور رضا خانیوں کے نزدیک ویسے بھی گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے اور امجدی صاحب نے واضح کر دیا کہ عرف میں اس لفظ کا وہ معنی نہیں جس کو بے ادبی کہا گیا۔

اب شریف الحق امجدی صاحب کا ہی ایک فتوی ملاحظہ ہو۔ مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب سے ایک سوال ہوا:

''خالد کہتا ہے کہ جو خوبی سارے نبیوں میں تھی وہ تمام خوبیاں غوث پاک میں تھیں۔ کیا اس کا کہنا صحیح ہے۔ اور اس طرح کہنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

''یہ جملہ بادی النظر میں صحیح نہیں۔ خوبیوں میں نبوت بھی ہے اور خواص نبوت۔ سرکار غوث اعظم نہ نبی ہیں، نہ خواص نبوت سے متصف ہیں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان کے قول کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے۔ بعض جگہ قرآئن عقلی کلام میں مخصص ہوتے ہیں۔ علما نے فرمایا انبت الربیع البقل سبزہ نے بہار اگایا۔ اگر مومن کہے تو اس میں مجاز عقلی ہے۔ مراد سبب کی مسبب کی طرف اسناد ہے۔ سبزہ اگانے والا حقیقۃ اللہ تعالی ہے۔ لہذا ربیع کو سبزہ اگانے والا کہنا کفر ہے۔ مومن کا ایمان باللہ اس پر قرینہ ہے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں، مجازی ہے۔ اسی طرح قول مذکور کا قائل مومن ہے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ امتی ہیں قائل کا یہ عقیدہ اس پر قرینہ ہے کہ اس کی مراد وہ خوبیاں ہیں جو نبوت اور لوازم نبوت کے سوا ہیں۔ اس میں بھی مبالغہ ہے مگر قائل کافر نہ ہوگا نہ گمراہ۔ خاطی ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

امجدی صاحب نے اولاً خود تسلیم کیا کہ قائل کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ غوث پاک کو نبوت بھی ملی اور خواص نبوت بھی جس میں امام الانبیاء ہونا بھی شامل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت بھی شامل ہے معاذ اللہ اور یہ دونوں باتیں ضروریات دین کا انکار ہے۔ امجدی صاحب کو عبارت میں بھی کوئی قرینہ نہ ملا جو اس قول کا رد کرتا اور کلام کا کوئی صحیح محمل متعین کرتا لہذا انہوں نے قرینہ اور مخصص ''عقیدہ'' کو قرار دے دیا کہ چونکہ قائل مسلمان ہے عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے اور غوث اعظم کو امتی سمجھتا ہے لہذا وہ ایسا نہیں کہہ سکتا۔ اللہ اکبر۔

معلوم ہوا کہ مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے عقیدے کے مطابق معنی کو واضح کیا جائے گا حالانکہ امجدی کو جو عبارت پیش کی گئی اس میں قائل نے اپنی مراد و عقیدہ کی کوئی وضاحت نہیں کی اس کے باوجود امجدی صاحب نے اس کے ''عقیدہ'' کو معنی کیلئے مخصص قرار دیا۔

تو مشائخ دیوبند کے اشعار میں تو خود محب و محبوب کی صراحت موجود ہے لہذا یہاں عاشق و معشوق کو اسی معنی میں لیا جائے گا۔

نیز اشرف الجواب میں مغلوب الحال اور عشق و محبت میں سرشار لوگوں کو اس سے خود مستثنیٰ کیا گیا ہے۔(اشرف الجواب،ص ۱۶۸)

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و امام نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان الفاظ کا صدور مغلوب الحال ہونے کی کیفیت میں ہوا۔

پھر جس رضاخانی ٹبر کی طرف سے یہ اعتراض آیا ہے اسی ٹبر کا ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''یہاں بے ادبی کا لفظ شرعاً توہین وگستاخی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اکثر علما و بزرگان دین بعض اوقات فرط محبت اور اعلیٰ درجہ کے کمال تقوی کی بنا پر ایسے الفاظ لکھ جاتے ہیں''۔

(دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ج ۱،ص ۳۹۹)

تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں بھی ''بے ادبی'' کو گستاخی کے معنی میں نہیں لیا گیا اور اسی شرعی فتوی کی صورت میں نہ لیا جایئے نہ اسے گستاخی پر محمول کیا جائے بلکہ اسے فرط محبت اور کمال تقوی پر محمول کرلیا جائے ظاہر ہے کہ اس صورت میں دوسرے لوگوں کو یہ لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

کیا رضاخانی مذہب میں اشعار پر گستاخی کا فتوی لگانا جائز ہے؟

محسن کاکوروی کا ایک شعر ہے

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں کھوٹے داموں بکنے یوسف کی یہ تصویر نہیں

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں:

''بلحاظ فن یہ شعر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھئے تو مصرعہ ثانی سے ایک اولوالعزم (حضرت یوسف علیہ السلام) نبی کی توہین وتنقیص کا پہلو نکلتا ہے (نواب احمد رضاخان صاحب لکھتے ہیں کہ جو کسی نبی کی توہین وتنقیص کرے وہ کافر ہے ملخصاً تمہید ایمان ص ۱۲۱۔ساجد)

مگر حسن قادری ایک اور شعر نقل کرکے لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی کی شاعرانہ عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ دونوں اشعار عالم استغراق یا جوش روانی میں سپرد قلم ہوئے اور غیر شعوری طور پر ادب کا دامن چھوٹ گیا''۔

(شرح کلام رضا المعروف شرح حدائق بخشش،ص ۲۴)

اب دیکھیں کہ یہ تسلیم بھی کیا کہ شعر میں ایک اولوالعزم نبی کی توہین ہے ادب کا دامن چھوٹ گیا مگر شاعرانہ عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے

فتوی نہیں لگایا اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ بالفرض بے ادبی ہوتا تب بھی ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ لفظ استعمال کیا انہوں نے غیر شعوری طور پر استعمال کرلیا۔ان کی دینی وملی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگائیں گے ۔

اس جاہلانہ اعتراض کے دیگر بھی کئی جواب ہوسکتے ہیں فی الوقت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

آخری بات

رضاخانی تو آج عاشق ومعشوق کے لفظ کو گستاخی بنانے کیلئے پر تول رہے ہیں مگر ان کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ وامام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کے متعلق لکھتے ہیں :

’’مذکور بالا عاشق ومعشوق دونوں کے اشعار میں آجانا حجت نہیں یہ ان کا سہو وخطا ہے‘‘ ۔

(شرح حدائق بخشش ،ج ا،ص ۷۸)

تو آپ کے ہاں تو یہ زیادہ سے زیادہ سہو ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں تو اعتراض کس بنیاد پر؟

(اعتراض ۳۱۲) : مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب نے اپنے رسالہ میں متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ پر سخت جرح کی

جواب : ہم سمجھتے ہیں کہ ’’زمزم‘‘ رسالہ میں متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے خلاف جو مضمون شائع ہوا وہ حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ ان کی کتب ورسالہ شائع کرنے والے ناشر کی شرارت ہے ۔ہم نے اس سلسلہ میں حقیقت جاننے کیلئے حضرت غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا شہاب علوی صاحب زید مجدہ سے رابطہ کیا۔ان کی تفصیل کے مطابق قصہ کچھ یوں ہوا کہ ہمارے ساتھ یہاں علی گڑھ کالج میں ایک ڈاکٹر ہمارے دوست ہوا کرتے تھے ۔ان دنوں علی گڑھ میں ’’ہادی حسن ہال‘‘ میں غیر مقلدین نے احناف کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی بپا کیا ہوا تھا۔اب ان ڈاکٹرز حضرات کو بھی اس حوالے سے بحث ومباحثہ سے واسطہ پڑتا۔جس کیلئے یہ حضرات حضرت مولانا غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پڑھتے تھے ۔اب ان کی کتب کے حصول کیلئے ان ڈاکٹر صاحب کا پبلی شرز کے پاس جانا ہوا اور ان سے غازی پوری صاحب کی کتب طلب کی ۔جس کی قیمت انہوں نے بہت زیادہ بتلائی جس پر ان ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ان کتب کی قیمت بہت زیادہ ہے اگر آپ مناسب قیمت پر نہیں دیتے تو AhnafMedia.org پر یہ کتب اپلوڈ ہیں ،جنہیں مولانا الیاس گھمن صاحب چلا رہے ہیں میں وہاں سے ڈانلوڈ کرلوں گا۔

پاک وہند میں یہ ایک عام سی بات ہے کہ ویب سائٹس کے ذمہ داران اپنی ویب سائٹ پر کتب اپلوڈ کرتے رہتے ہیں جن کا انہیں کسی قسم کا کوئی نفع نہیں ملتا۔چونکہ پبلیشر کو اس کی زیادہ معلومات نہ تھیں وہ یہ سمجھا کہ شاید اس ویب سائٹ کے مالک حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب ہماری اجازت کے بغیر ہماری شائع کردہ کتب اپلوڈ کرکے پیسے کما رہے ہیں ۔یہی سے انہیں غلط فہمی پیدا ہوئی اور ان کے دل میں اس حوالے سے منفی تاثرات وجذبات ابھرے ۔مگر اس کیلئے وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے ۔

اب ہوا یہ کہ حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب کا انتقال ۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ فروری ۲۰۱۲ کو ہوگیا۔اور جس رسالہ میں

ان کا یہ مضمون ہے وہ ان کی وفات کے بعد ربیع الاول ربیع الاثانی ۱۴۳۳ھ کا ہے۔گویا مضمون غازی صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوا۔

ہم نے اس سلسلہ میں اول ان کے بیٹے حضرت مولانا عبد الرحمن غازی پوری صاحب سے خود بھی اور شہاب علوی صاحب کے ذریعہ بھی معلوم کیا کہ کیا یہ آپ کے والد صاحب کا مضمون ہے؟ تو انہوں نے صاف کہا کہ جس وقت میرے اباجی کی وفات ہوئی میری دستار بندی کا زمانہ تھا مجھے پبلیشر کی طرف سے یہ رسالہ تیار ملا تھا۔مجھے اس کا کوئی علم نہیں کہ یقینی طور پر یہ میرے والد صاحب کا مضمون ہے یا نہیں اور نہ ہی والد صاحب کے اس اصل مضمون کا مسودہ میرے پاس ہے۔

اب مزید دیکھیں اس مضمون سے دو سال قبل اگست ۲۰۱۰ میں حضرت قاری افتخار رشیدی صاحب خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مقیم جدہ سعودی عرب) کے گھر جدہ میں قاری محمد اسلم شہزاد (ہم زلف مولانا زاہد الراشدی صاحب حال مقیم امریکا)، قاری سیف اللہ جدہ حال مقیم شیخوپورہ، کی موجودگی اور دستخطوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب کے مابین ہوا جس میں ہے کہ مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ نے کہا کہ نہ میں نے آپ کی کوئی کتاب چھاپی نہ نفع لیا ہاں میرے ادارے کے ایک استاذ نے ادارے کے نام پر کتب چھاپی اور آئندہ اس سے بھی ان کو منع کر دیا جائے گا اور اسی معاہدے میں ہے کہ سابقہ کتب کی رائیلٹی مولانا ایاز ملکانی صاحب کو دی گئی تھیں جو انہوں نے مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب کے حوالے کر دی ہے۔اس پر غازی صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور آئیندہ کیلئے کسی بھی قسم کی کتاب نہ چھاپنے کا کہا۔یہ اصل تحریر ہمارے پاس موجود ہے جو مطالبہ پر ہم پیش کر سکتے ہیں۔

اب دیکھیں کہ اس معاہدے میں اقرار ہے کہ ملکانی صاحب نے جو رائیلٹی وصول کی تھی وہ غازی صاحب کے حوالے کر دی مگر غازی صاحب کی وفات کے بعد ان کے نام پر جو تحریر چھپی اس میں ہے:

”جب میں نے حضرت ملکانی دامت برکاتہم سے اس بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے تین دفعہ حاشا وکلا کہہ کر بتلایا“۔

(زمزم ص ۵، ج ۱۵، شمارہ ۲)

معاہدے میں گواہوں کی موجودگی میں ہے کہ کتب کے پیسے ملکانی صاحب سے وصول کر لئے اور معاہدے کے دو سال بعد ان کی وفات کے بعد کے مضمون میں ہے کہ میں نے ملکانی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے انکار کیا کہ مجھے تو کچھ نہیں ملا۔پس گواہوں کی موجودگی میں جو معاہدہ ہوا یہ عبارت اس کے بالکل معارض ہے اور یہ اس کے جعلی ہونے کیلئے کافی ہے۔۔

اسی مضمون میں یہ بھی ہے کہ دوران سفر مولانا گھمن صاحب کسی مہتمم سے نہیں ملتے حالانکہ آج بھی نیٹ پر ان کی ویڈیوز موجود ہیں وہ جس کسی بڑے ادارے میں جاتے ہیں ادارے کے مہتمم حضرات سے خصوصی ملاقات کرتے ہیں۔

اس مضمون میں ایک اور غلط بیانی بھی ہے کہ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ سے خلافت واپس لے لی حالانکہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۲ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲ جون ۲۰۱۳ میں ہوئی۔حضرت کی وفات کے بعد آپ کی سوانح سہ ماہی ”فغان اختر“ بابت ماہ محرم ۱۴۳۵ھ مطابق نومبر ۲۰۱۳ میں چھپی اس میں خلفاء کی فہرست میں حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کا نام ۱۸ ویں نمبر پر موجود ہے۔

اس صریح غلط بیانی کے بعد کس کو یقین ہے کہ باقی مضمون میں بھی صداقت ہوگی؟۔ہم یہی کہتے ہیں کہ حضرت غازی پوری صاحب کا

دامن اس بات سے بری ہے کہ وہ چند ٹکوں کے جھگڑے کیلئے اس قسم کی باتیں لکھیں انہوں نے اگر کچھ لکھنا ہوتا تو اپنی زندگی میں لکھتے۔

پھر خود مئی کے آخر اور جون 2007ء کے شروع میں حضرت مولانا محمد ابوبکر غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے انہیں پاکستان کے مختلف جامعات کا دورہ کرایا۔ ہندوستان واپس جا کر حضرت غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوماہی شمارہ "زمزم" میں قسط وار سفر نامہ تحریر فرمایا۔ ربیع الاول، ربیع الثانی 1429ھ مطابق مارچ و اپریل 2008ء کے شمارہ میں حضرت غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گھمن صاحب حفظہ اللہ کے بارے میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔ دو اقتباس پیش خدمت ہیں۔ حضرت غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مرکز اہل سنت سرگودھا: یہ مرکز مولانا محمد الیاس گھمن نے قائم کیا ہے، اس کا مقصد ماہر اساتذہ کی نگرانی میں مدرسوں کے بااستعداد فارغین کو باطل فرقوں سے مناظرہ اور ان کے اعتراضوں کا جواب دینے کے لیے تیار کرنا ہے۔ اس کی عمارت بڑی شان وشوکت والی نہیں ہے مگر جو کام ہو رہا ہے وہ بڑے بڑے مدارس کے کاموں سے بڑا ہے، مدرسین عام طور پر اپنے فن کے ماہر ہیں، بعضوں کے حافظہ اور ان کی معلومات دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی حالانکہ ان کی عمریں ابھی جوانی بلکہ نوجوانی کی حدوں والی ہیں مگر ان کا علم اتنا گہرا اور پختہ ہے کہ انہیں دیکھ کر رشک آتا ہے اور اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بے حیثیتی کا اندازہ ہوتا ہے، طلبہ بھی اپنے مقصد میں جی جان سے لگے ہوئے نظر آئے۔ مولانا محمد الیاس کا مقصد طلبہ کی تعداد کا بڑھانا اور عمارتوں کا بنوانا نہیں ہے اس مرکز کے قیام سے ان کا مقصد ایسے افراد کا پیدا کرنا ہے جو فتنوں کا تعاقب کرسکیں۔ پاکستان میں سلفیت، مسیحیت، قادیانیت اور بریلویت کا فتنہ عام ہے، ان فتنوں کا مقابلہ یہاں کے اساتذہ کرتے ہیں۔ اس مرکز کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس وقت جہاں ان فتنوں کا زور ہے اور ان سے مقابلہ آرائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لوگ اسی مرکز سے رابطہ کرتے ہیں حالانکہ پاکستان میں بڑے بڑے دینی وعلمی مراکز ہیں مگر فتنوں کے تعاقب کے لیے لوگوں کی نگاہیں اسی مرکز کی طرف اٹھتی ہیں۔'' (زمزم: ج۱۱ شمارہ ۲ ص ۶۱)

یہاں اپنی روحانی کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''یہاں مجھے قلبی سکون ملا، اساتذہ وطلباء کی محبت اور ان کی خدمت مجھے رہ رہ کر یاد آتی ہے اور یہ احساس پختہ ہوا کہ دین کا کام اللہ جن سے چاہیں لے لیں۔ اس کیلئے عمر اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کوئی قید نہیں''۔

(زمزم ص ۶۱، ۶۲: ج ۱۱ شمارہ ۲ ص ۶۱)

یہ ان کی زندگی میں ان کے اپنی آنکھوں دیکھی کیفیت وتاثرات ہیں اگر کوئی ایسا معاملہ ہوتا تو اپنی زندگی میں اس کی تردید کرتے، مگر اس کے بعد پانچ (۵) سال تک تو وہ خاموش رہے اور وفات کے بعد اچانک انہیں یاد آیا کہ وہ تو بڑے خائن تھے، یہ تھے، وہ تھے، پیسوں کے لالچی تھے، میرے نام پر چندہ کرتے۔ کیا کوئی یقین کرسکتا ہے؟ کتنی دلچسپ بات ہے کہ غازی پوری صاحب کو اپنی کتب چھاپنے کیلئے تو ہر وقت پیسوں کی ضرورت رہتی مگر ان کے نام پر گھمن صاحب زید مجدہ لوگوں سے چندے لے رہے تھے!!!۔

اسی رسالہ میں وہ لکھتے ہیں:

''جب مولانا محمد الیاس گھمن صاحب جیسا کوئی باغیرت وباحمیت ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں اترتا ہے تو وہ اس کی حوصلہ افزائی کیا کرتے یہ کام ان کی نظر میں کھٹکتا ہے اور وہ اس کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے''۔ (زمزم ص ۶۲: ج ۱۱ شمارہ ۲ ص ۶۱)

حضرت گھمن صاحب کی تردید والا مضمون اگر واقعی غازی پوری صاحب کا ہے تو جس کام پر وہ دوسروں کو کوس رہے ہیں اس میں تو وہ خود ملوث نکلے۔اور ایک ''باغیرت و باحمیت'' مرد میدان کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے۔غرض یہ زبردست تائیدی کلمات،ان کی اپنی زندگی میں حضرت گھمن صاحب کی بے لوث خدمات،مسلکی درد،اخلاص کام کی لگن کی زبردست تائید بتلا رہی ہے کہ پانچ سال بعد ان کی وفات کے فورا بعد چھپنے والا مضمون جعلی اور کسی ایسے ہی دشمن کی شرارت ہے جس کی آنکھوں میں حضرت گھمن صاحب کا یہ کام کھٹک رہا تھا اور جو غازی پوری صاحب اور گھمن صاحب دونوں کو مشترکہ دشمن ہے۔

خلاصہ کلام: بریلوی مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہ مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب کے بالواسطہ شاگرد ہیں تو وہ ان کے مذہب کے بارے میں سرفراز سے بہتر جانتے ہیں''۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ اول،ص ۵۱)

جب بالواسطہ شاگرد بھی مذہب بہتر جانتا ہے تو بھائی شہاب علوی صاحب تو بلاواسطہ شاگرد ہیں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ تحریر مولانا غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ ناشر کی کوئی شرارت ہے۔اسی طرح غازی پوری صاحب کے بیٹے بھی اسے اپنے والد کی طرف یقینی طور پر منسوب کرنے سے انکاری ہیں۔اور دیگر قرائین اور حضرت کی اپنی زندگی کی تحریر اس کی تردید کر رہی ہے۔

مرنے کے بعد چھپنے والی کتاب کا اعتبار نہیں رضاخانی اصول

رضاخانی مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''یہ دونوں کتابیں اعلی حضرت کے وصال کے بعد چھپی ہیں اس لئے اس میں غلطی کا امکان بعید نہیں ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۳۶)

پس جب رسالہ زمزم بھی حضرت ابوبکر غازی پوری کے وصال کے بعد چھپا تو اس میں اس قسم کی غلطی کا امکان بعید نہیں۔پس جب غلطی کا امکان آگیا تو یہ رضاخانی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

(فتاوی رضویہ،ج ۲۹،عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول)

یعنی جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''قارئین کرام!ایک بات تو واضح ہے کہ ان فتووں کو لدھیانوی صاحب کی کتاب میں ان کے آنجہانی ہونے کے بعد شامل کیا جانا اور بعد کے ایڈیشنز میں سے ان کا صفایا کر دیا جانا کئی سوالات پیدا کرتا ہے۔مگر ایک بات تو واضح ہے کہ لدھیانوی صاحب کی زندگی میں ایک چیز سامنے نہیں آتی،بعد میں سامنے لائی جاتی ہے مگر اس کے فوراہی بعد اس کو دوبارہ صفحہ قرطاس سے اڑا دیا جاتا ہے اس کا سبب اس سے اتفاق نہ ہونا ہی ہوسکتا ہے''۔(کشف القناع ص ۲۶۷)

پس ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو مضمون حضرت غازی پوری کی زندگی میں چھپا اس میں حضرت متکلم اسلام کی زبردست توثیق ہے لہذا ان کی وفات کے بعد چھپنے والا مضمون جس کی نسبت خود ان کی آل اولاد اور شاگرد یقینی طور پر کرنے سے قاصر ہے۔بہت سے سوالات کو جنم دیتی ہے۔

ایک اور رضاخانی اصول

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء و تلامذۃ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے''۔(کشف القناع ص ۲۱۳)

پس ہم نے اس کی تردید خود غازی پوری صاحب کے شاگرد و اولاد امجاد سے دکھادی لہذا رضاخانی اصول کے مطابق یہ حوالہ کالعدم ہوگا۔

ذاتی اختلاف میں نہ پڑنا بہتر ہے

ہم نے پہلے کہا کہ غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جو الزامات ہیں وہ ''ذاتی نوعیت'' اور ''لین دین'' کے ہیں۔حضرت گھمن صاحب کے عقائد پر کوئی اعتراض نہیں اور ذاتی اختلاف کے بارے میں عبدالحکیم شرف قادری بریلوی لکھتا ہے:

''اس میں شک نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجوہ کی بنا پر ہو یا اس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں نہ الجھنا بہتر ہے''۔

(تمہید ایمان، ص ا، اکبر بیک سیلز لاہور)

تو رضاخانیوں کو شرم آنی چاہئے کہ وہ اس اختلاف میں الجھ رہے ہیں۔

رضاخانیوں کو ان کے گھر سے جواب

اگر کوئی رضاخانی کہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کے نام پر جعلی مضمون چھپ جائے؟ تو ایسا سوال کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ بریلی سے ایک کتاب چھپی ہے ''ابلیس کا رقص'' بریلوی سربراہ اختر رضاخان ازہری کے نام سے اس پر کئی بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔مگر رضاخانیوں نے اس کے خلاف ایک کتاب شایع کی: ''دعوت اسلامی کے خلاف پروپگینڈے کا جائزہ'' جس میں کہا کہ یہ کتاب اختر رضاخان کی نہیں اختر رضاخان ازہری نے اس کی تردید کی ہے۔تو جب تمہارے مولوی کی زندگی ہی میں اس کے نام پر تمہارے ہی مولویوں کی تصدیقات و تقاریظ سے بقول تمہارے جعلی کتاب شائع ہو سکتی ہے تو حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے نام سے ناشر کوئی جعلی تحریر شائع کیوں نہیں کر سکتا؟ جس کی اصل خود غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے پاس بھی نہیں اور جو ان کی زندگی میں چھپنے والے مندرجات کے بالکل برخلاف ہے جس میں واضح طور پر غلط بیانیاں موجود ہیں۔

چھانی اپنے چھید دیکھے

باقی اس مضمون میں کہیں بھی متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے کسی عقیدے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔جبکہ اپنے گھر کا حال دیکھو کہ جہاں تمہارے مایہ ناز عالم و شیخ الحدیث اشرف سیالوی کے کفر و گستاخیوں پر دس سے زائد کتب مارکیٹ میں آچکی ہیں۔تمہارے شاہ احمد نورانی، حسن علی رضوی، شاہ تراب الحق قادری کے کفر پر تین سے زائد کتب مارکیٹ میں موجود ہیں جن کے اقتباسات بندہ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں بیان کر چکا ہے۔دعوت اسلامی کی گمراہیوں پر پانچ سے زائد مستند کتب موجود ہیں۔

تمہارے صف اول کے اکابر کے کفر پر حشمت علی رضوی کی کتاب ”ستر باادب سوالات“ موجود ہے۔مزید اپنی نورا کشتی دیکھنے کیلئے ”دست و گریبان“ کتاب ملاحظہ ہو۔تو پہلے اپنے پھٹے ہوئے دامن کی طرف نظر کرو اس کے بعد ہماری طرف آنا۔

(اعتراض ۳۱۳): مولانا فضیل احمد ناصری صاحب نے مولانا گھمن صاحب پر تنقید کی

حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب اپنی زندگی ہی میں اس سے رجوع کر چکے ہیں جسے بندے نے ایک مضمون کی صورت میں اسی وقت ان کے اصل لیٹر پیڈ کی کاپی کے ساتھ انٹرنیٹ پر شائع کر دیا تھا اسی مضمون کو یہاں پیش کر رہا ہوں۔

(((۔۔۔۔استاذ الحدیث نائب ناظم تعلیمات جامعہ انور شاہ دیوبند حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تاریخی قدم اور متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے حوالے سے ایک وضاحت۔۔۔۔)))

تحریر: ساجد خان نقشبندی

قارئین کرام جن حضرات کا تاریخ اسلام پر مطالعہ ہے وہ یہ جانتے ہوں گے کہ اسلامی تاریخ میں جتنی بھی قابل قدر اور قد آور شخصیات گزری ہیں جہاں ان کے علم وفضل تقوی وطہارت کی گواہی دینے والے ہیں ان کی خدمات دینیہ کا کھلے بندوں اعتراف کرنے والے ہیں وہاں طعن وتشنیع کرنے والے بھی ضرور پائے جاتے ہیں۔یہ طعن کرنے والے معترض دو قسم کے ہیں:

(۱) جن لوگوں نے حسد یا معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے ایسا کیا وہ اپنے فریق کی شہرت کو برداشت نہ کر سکے۔

(۲) جن حضرات نے غلط فہمی کی بنا پر ایسا کیا۔ان تک اس شخصیت کے بارے میں ایسی غلط معلومات پہنچائی گئی کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو ہم بھی یہی فیصلہ صادر فرماتے۔

اس حوالے سے میں چند مثالیں تاریخ سے پیش کرنا چاہوں گا:

(۱) عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ شام گیا اور امام اوزاعی سے بیروت میں ملا تو انہوں نے مجھے فرمایا اے خراسانی یہ کوفہ میں کون بدعتی آیا ہوا ہے جسے ابوحنیفہ کہا جاتا ہے؟ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور گھر کی طرف لوٹ آیا۔امام ابوحنیفہ کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور امام صاحب کے بیان کردہ سب سے عمدہ مسائل میں سے چند مسائل کا انتخاب کیا تین دن تک اسی تگ و دو میں رہا اس کے بعد امام اوزاعی سے پھر ملنے گیا وہ ان دنوں موذن و امام تھے مسائل امام ابی حنیفہ پر مشتمل کتاب میرے ہاتھ میں تھی اس کو دیکھ کر فرمایا اس کتاب میں کیا ہے؟ میں نے وہ کتاب ان کے آگے بڑھائی انہوں نے اس میں سے چند مسائل دیکھے اذان کے بعد بھی کچھ دیر تک اس کو پڑھتے رہے اس کے بعد کتاب کو جیب میں رکھا لوگوں کو نماز پڑھائی پھر نماز کے بعد دوبارہ کتاب نکالی یہاں تک کہ پوری پڑھ لی پھر مجھ سے کہا: ”اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ جس سے تو عراق میں ملا؟ اس کے پاس جا اور ان سے خوب استفادہ کر“ میں نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھے منع کیا ہوا تھا۔

پھر جب امام اوزاعی و امام ابوحنیفہ مکہ میں ملے تو ان سے امام اوزاعی نے کچھ مسائل میں گفتگو کی تو انہوں نے ان مسائل سے بھی زیادہ مسائل ان کے سامنے بیان کئے جو امام عبد اللہ ابن مبارک نے بیان کئے تھے جب امام اوزاعی ان سے جدا ہوئے تو امام عبد اللہ بن مبارک کو فرمایا کہ یہ شخص اپنے علم وکمال عقل سے مجھ پر غالب آ گیا میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اس کے بارے میں میں غلط فہمی میں مبتلا

تھااس کی مجلس کولازم پکڑ بلاشبہ ان کے بارے میں مجھے غلط خبریں پہنچی تھیں۔

(تبییض الصحیفۃ،ص ۱۶۵)

اب دیکھیں امام اوزاعی جیسا محدث بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر فقیہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہوگیا تھا۔

(۲) شیخ محمد زاھد الکوثری (المتوفی ۱۳۷۱ھ) نے اپنی کتاب میں ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیسی بن ابان احناف کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے ایک دن ان سے کہا گیا کہ چلیں امام محمد کی مجلس میں چلتے ہیں تو فرمایا کہ یہ لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے میں نہیں جاتا۔راوی کہتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور اسی دن امام محمد کا درس بھی تھا راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ رہا اور کسی طرح امام محمد کی مجلس میں ان کو بٹھا دیا جب امام محمد درس سے فارغ ہوئے میں نے ان کو قریب کیا اور امام محمد کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں،امام محمد نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے کونسی حدیث آپ نے دیکھی جس کی ہم نے مخالفت کی؟ جب تک ہم سے خود نہ سن لو اس قسم کی باتیں ہمارے بارے میں مت کہو۔تو عیسی بن ابان نے اس دن احادیث کے پچیس ابواب کے بارے میں سوال کیا اور امام محمد نے ان سب کے جواب دئے اور بتایا کہ جو احادیث آپ پیش کررہے ہیں وہ منسوخ ہیں یا موول ہیں یا مرجوح ہیں اور دلائل وشواھد اس پر پیش کئے۔جب ہم امام محمد کی مجلس سے لوٹے تو حضرت عیسی بن ابان نے مجھ سے کہا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا جو اب دور ہوگیا میں نہیں سمجھتا کہ اللہ کی زمین پر اس جیسا شخص کوئی موجود ہوگا اس کے بعد عیسی بن ابان آپ کی مجلس میں پابندی سے آتے اور آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

(النکت الطریفۃ،ج ۱،ص ۱۹)

ملاحظہ ہو حضرت محدث عیسی بن ابان رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے زمانے کے کبار محدثین میں ہوتا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل اساتذہ میں سے ہیں سے کس طرح بدظنی میں مبتلا تھے؟۔

کچھ یہی صورتحال متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ پیش آئی۔اس دور میں مسلک حقہ خصوصا احناف کی ترویج ودفاع میں جتنا کام اللہ نے آپ سے لیا اس کی نظیر مشکل ہے۔دنیا کا وہ کونسا کونہ ہے جہاں آپ اسلام کی دعوت لیکر نہیں پہنچے اور وہ کونسا اعتراض ہے جو دین حق پر ہوا،احناف پر ہوا اور آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔آپ بیک وقت کہنہ مشق مدرس،باعمل پیر،شیریں بیاں خطیب،اصلاح پسند مبلغ،نڈر مجاہد اور سخی رئیس ہیں۔آپ کے قائم کردہ سرگودھا مرکز سے فارغ التحصیل ملک و بیرون ملک دین کا پیغام پہنچارہے ہیں،ایک پورا میڈیا سیل قائم ہے جس میں اردو،عربی،پشتو،انگریزی بیک وقت چار زبانوں میں مسلک حق کی ترویج کی جارہی ہے۔آپ کی تالیفات پاک وہند سے شائع ہوکر اہل علم سے داد وتحسین وصول کرچکی ہیں۔کئی کتب کا دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ملک و بیرون ملک کی معروف خانقاہوں سے آپ کو خلافت واجازت میسر ہے۔میں نے آپ کے ساتھ ذاتی طور پر وقت گزارا ہے صبح سے لیکر رات ۱۲ بجے تک تبلیغ،بیان،ملاقاتوں واسفار کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن صبح چار بجے چاک و چوبند تہجد کیلئے پھر اٹھے ہوئے ہوتے ہیں، میں نے آپ کے ڈرائیور تک کو تہجد گزار دیکھا ہے۔ایک دفعہ لاہور سے کراچی ہمارا سفر تھا۔ایئر پورٹ پہنچے تو فلائٹ میں ابھی ٹائم تھا تو مجھے کہنے لگے:''بیٹا ساجد! لوگ کہتے ہیں کہ فلائٹ لیٹ ہوجاتی ہے تو ٹائم پاس نہیں ہوتا تمہیں وقت گزارنے کا طریقہ نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا ضرور حضرت جی۔کہا آپ کا وضو ہے؟ میں نے کہا جی ایئر پورٹ میں نماز کیلئے مختص جگہ پہنچے کہا قرآن اٹھا کر تلاوت شروع کردو اور خود بھی

تلاوت شروع کر دی۔آدھے گھنٹے بعد فلائٹ کی تیاری کا اعلان ہوا اور مجھے کہا دیکھو کیسے وقت گزر گیا لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ ائیر پورٹ پر وقت نہیں گزرتا‘‘۔سبحان اللہ۔

پاکستان میں میرے علم کی حد تک آپ کا مدرسہ واحد مدرسہ ہے جہاں تہجد پڑھنا باقاعدہ مدرسے کے نظم میں شامل ہے جہاں پہلا سبق فجر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے جہاں چاشت و اشراق طلبا و اساتذہ پڑھتے ہیں اور اس کیلئے باقاعدہ گھنٹہ بجتا ہے جہاں ایک جمعرات بچوں کی چھٹی نہیں ہوتی اور وہ اس دن مسجد میں بیٹھ کر درود شریف اور دیگر وظائف کا اہتمام کرتے ہیں۔

افسوس کہ حضرت کی یہ شہرت و مقبولیت بھی بعض لوگوں کو ہضم نہ ہوئی لہذا بعض نے تو بغض و حسد کی بنا پر پروپگینڈا کیا اور بعض غلط فہمی کی بنا پر اس پروپگینڈے کے شکار ہو گئے۔لیکن میں حضرت کے صبر کو سلام کرتا ہوں کہ حضرت نے اپنے متعلقین کو سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ میرے متعلق کوئی بھی کچھ کہے آپ خاموش رہیں اور انہیں کچھ نہ کہیں۔کیا یہ صبر ہی آپ کے بڑے پن کی دلیل نہیں؟ آج بڑے بڑے جبہ و دستار والے اپنی ذاتی وجاہت کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے؟ لیکن قربان جاوں حضرت پر کہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی آپ نے ایسے لوگوں کو معاف کیا اور اللہ سے اس کے بدلے اجر کی امید رکھی۔

میری اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ حضرت کے زیر سرپرستی مرکز اہل السنہ کے نام حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک لیٹر و حکم نامہ بھیجا گیا مدرسہ کے مہتمم اور حضرت متکلم اسلام کے بھائی حضرت مولانا خبیب احمد گھمن صاحب حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ حالیہ صدر وفاق المدارس اور حضرت مفتی نعیم صاحب مہتمم جامعہ بنوریہ کے پاس گئے ان دونوں حضرات نے حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک سفارشی رقعہ لکھا کہ ان حضرات کی بات سنی جائے جب یہ حضرات حضور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس حوالے سے گئے کہ آپ کی طرف منسوب یہ حکم نامہ ہماری طرف بھیجا گیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ یہ خط میرا ہے اور نہ میری صحت فی الحال ان امور کی اجازت دیتی ہے میں نے یہ کہا ہی نہیں میں جانتا ہی نہیں۔بہر حال معاملہ رفع دفع ہو گیا یہ ساری کاروائی کیا تھی اور کیوں تھی اس تمام کاروائی کا ناقابل تردید ثبوت آج بھی ہمارے پاس موجود ہے لیکن کیا کریں حضرت متکلم اسلام دامت برکاتہم العالیہ نے ہی منع کیا ہوا ہے کہ چھوڑ و انتشار ہو گا جس نے جو کیا اللہ اسے جزائے خیر دے اللہ اکبر۔اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ کیا کیا کھچڑیاں پک رہی ہوتی ہیں

اسی غلط فہمی کی ایک کڑی حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ایک مضمون بھی تھا جو حضرت نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر لکھا تھا اور اسی میں ایک اقتباس متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں بھی رقم ہو گیا تھا۔حضرت نے یہ مضمون سوشل میڈیا کیلئے لکھا تھا اور اسے کسی کتاب میں اشاعت کیلئے نہیں دیا تھا۔لیکن پاکستان میں نہ معلوم کس کے کہنے پر اس مضمون کو اس اقتباس کے ساتھ ہی ایک کتاب میں شائع کر دیا گیا۔راقم نے جب اس سلسلہ میں حضرت سے رابطہ کیا اور پوری صورتحال آپ کے سامنے رکھی تو حضرت نے انتہائی بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بالکل بھی اندازہ نہ تھا کہ میرے اس مضمون کو کتاب کا حصہ بنایا جایے گا اور اگر بنانا بھی تھا تو اس اقتباس کو نکال لیتے۔میں حضرت گھمن صاحب کی خدمات دینیہ کا معترف ہوں اور جو کچھ اس مضمون میں لکھا گیا وہ غلط فہمی کی بنا پر تھا میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور اس حوالے سے اپنے لیٹر پیڈ پر یہ نئی تحریر لکھ کر دی جو آپ کے سامنے ہے۔اللہ اکبر! اپنے بڑوں کی کتب میں پڑھا تھا کہ وہ کس طرح فنافی اللہ تھے اور حق بات تسلیم کرنے میں ذرہ بھر بھی

اپنی ذات اور ذاتی وجاہت کو رکاوٹ بننے نہیں دیتے لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔آج ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ جن سے اگر نجی محفل میں گفتگو کرو تو کہتے ہیں کہ حق تو وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو لیکن اب ہم عوام کے سامنے اپنی اس رائے سے کیسے رجوع کریں؟ لوگ تو ہمارا گریبان پکڑیں گے۔لیکن حضرت کی وسعت ظرفی پر قربان جاؤں کے ایک منٹ کیلئے بھی اس چیز کی پروانہ کی اور جس بات کو حق سمجھا اسے بیان کر دیا۔

یقیناً اس کا شایان شان اجر تو عند اللہ ہی ہوسکتا ہے ہم یہاں صرف شکریہ ہی ادا کر سکتے ہیں کہ مسلک ان کی اس حق گوئی سے ایک بڑے انتشار سے بچ گیا۔اس ایک مثال سے ہی اندازہ لگالیں کہ باقی حضرات نے بھی اس حوالے سے جو کچھ کہا یقیناً کسی غلط فہمی ہی کی بنیاد پر کہا ہے۔حضرت کی اس تازہ تحریر کے بعد ناشرین کو بھی خوف خدا دامن گیر ہونا چاہئے کہ وہ نئے ایڈیشن میں کتاب سے مذکورہ اقتباس نکال لیں اور حق گوئی کا مظاہرہ کریں۔

والسلام۔

(((۔۔۔۔حضرت استاذ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تحریر۔۔۔۔))))

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید مجدہم عصر حاضر کی ان علمی شخصیات میں ہیں جن سے فاطرِ ہستی نے خوب کام لیا۔ان کی تقریریں اور تحریریں ملت بیضا کے دفاع کیلئے وقف ہیں۔ان کے علمی بیانات اور اصلاحی خطبات سے امت کو بڑا فائدہ پہنچا۔ان کی کتابیں اور رسالے اور مقالے آشیانہ باطل پر برق بن کر گرتے ہیں۔افہام وتفہیم بلا کا ہے۔مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کر دیتے ہیں۔مناظرے کا خصوصی ذوق بھی انہیں حاصل ہے۔غیر مقلدیت اور رضا خانیت کے خلاف ہمہ وقت شمشیر بے نیام رہتے ہیں۔احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں انہیں اختصاص حاصل ہے۔ان کی تحریرات وخطبات سے بندے کو بھی کافی فائدہ پہنچا ہے۔فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دیوبندیت کے ترجمان تھے۔ان کی وفات پر احقر نے سوشل میڈیا کیلئے ایک مختصر تحریر لکھی تھی،جس میں حضرت رحمہ اللہ کے کمالات اور حق بیانیوں کے دو چار مثالیں پیش کی تھیں۔وہ تحریر حضرت مرحوم کی سوانح حیات کا حصہ بن گئی۔اگر بندے کو شمولیت کے ارادے کا علم ہوتا تو مزید باتیں لکھتا اور زائد باتیں ساقط کر دیتا۔اب وہ زائد باتیں جزء کتاب بن چکی ہیں۔ کاش کہ ایسا نہ ہوتا!!

زائد باتوں سے خاکسار کی مراد حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب پر منفی تاثرات ہیں۔مولانا بھی بشر ہی ہیں۔ان کی بعض ذاتی جہات پر بلا وجہ کی بحثیں ہوئیں تو یہ ہیچ میرز بھی اس میں شریک ہوگیا۔بعد میں تحقیق سے ثابت ہوا کہ مولانا گھمن صاحب بے داغ ہیں والغیب عند اللہ۔

جو لوگ احقر کی ان باتوں کو بہ طور سند پیش کر رہے ہیں،وہ اب نہ کریں۔بندہ ان سے خود کو بری کر رہا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ مولانا گھمن صاحب زید مجدہم سے بیش از بیش کام لے اور امت کو ان کے فیوض سے خوب سیراب فرمائے۔

فضیل احمد ناصری

خادم حدیث ونائب ناظم تعلیمات جامعہ محمد انور شاہ دیوبند،الہند

۸،۶،۱۴۴۱ھ (۱،۴،۲۰۲۰)

شخصیات پر اعتراضات کا اصولی جواب

رضاخانی لکھتے ہیں:

”اس مسئلہ میں راجح مرجوح کی بحث تو ہوسکتی ہے مگر اس کو کفر یا گستاخی قرار دینا محل نظر ہے اور ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہرگز حجت نہیں“۔ (دست و گریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ص ۵۷۰)

شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اوّل کے علماء میں سے نہیں تھے، سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا، سیاسی خیالات میں جمہور علما اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی اس لئے ان کے اقوال جو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا“۔ (مقالات سعیدی، ص ۴۶۸)

مفتی انس رضاخانی لکھتا ہے:

یہ رضاخانی یہ لکھتا ہے کہ:

”ایسا اکثر ہوجاتا ہے کہ بڑے بڑے علما پر بھی تھوڑا بہت طعن ہوجاتا ہے“۔

(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۱۵۷)

”دوسرا یہ کہ کوئی سنی عالم دین کسی شخصیت پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے معمولی سا طعن کردے جیسے مذکورہ صورت میں بعض اہل سنت علمائے کرام نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ پر طعن کیا ہے تو یہ ان کا اپنا ذاتی موقف ہوگا، ان کے ذاتی موقف کو تمام اہل سنت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں“۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۱۶۰)

مولوی غلام مہر علی نے بھی ذنب کی نسبت کرنے پر سعیدی مولویوں کو گستاخ رسول ﷺ ثابت کیا، مولوی حشمت علی رضوی نے بھی تحریک پاکستان و مسلم لیگ کی حمایت کرنے والوں کو بدمذہب کافر کہا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر رضاخانیوں نے کفر کے فتوے لگائے مگر آپ نے پڑھا کہ ان سب رضاخانیوں نے اسے ”تفرد“ یا ”محل نظر“ کہا بلکہ مفتی انس نے تو صاف لکھ دیا کہ بڑے علما پر تھوڑا بہت طعن ہوجاتا ہے۔ تو ہمارے علما کا تو آپس میں معاذ اللہ کفر و ایمان کا کوئی اختلاف نہیں محض غلط فہمی کا ہے تو وہ ذاتی تفرد یا محل نظر کیوں نہیں ہوسکتا؟ لہٰذا رضاخانی کسی ایسے اختلاف کو اپنے ان اصولوں کی روشنی میں پیش ہی نہیں کرسکتے۔

رضاخانی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے متعلق رضاخانی فقیہ النفس مفتی شریف الحق امجدی یہ انکشاف کرتے ہیں کہ ان پر ایک ”بہت بڑے مستند مرجع فتاوی شخصیت“ نے کفر کا فتوی لگایا۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۱۸)

تو کیا آپ نے اس مستند مرجع فتاوی کا فتوی تسلیم کرلیا؟ اگر نہیں تو علمائے دیوبند کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے کچھ تو شرم کریں۔ ایسے موقع پر رضاخانیوں کے سامنے مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کی کتاب ”دست و گریبان“ رکھ دیا کریں یا میں نے جو دفاع جلد دوم و سوم کے مقدمہ میں فتوے نقل کئے ہیں ان کو پیش کر دیا کریں ان شاء اللہ طبعیت صاف ہوجائے گی۔

معاصرانہ چپقلش کا کوئی اعتبار نہیں

بالفرض مان بھی لیں کہ متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ پر بعض ہم عصر علما نے جرح کی ہے تو رضا خانیوں کے نزدیک ہم عصر علما کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ امام ابن حجر ہیثمیؒ کی کتاب کا ترجمہ مولوی ظفر الدین بہاری خلیفہ مجاز خان صاحب بریلوی نے بنام: ’’جواہر البیان‘‘ کیا ہمارے پیش نظر اس کا استنبول سے شائع شدہ ۲۰۱۳ء کا ایڈیشن ہے اس میں ہے:

’’ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ اس باب میں بہیتروں سے غلطی ہوئی ہے اور فرقہ جاہلیہ اس میں گمراہ ہوا۔ وہ نہیں جانتا کہ اس بارے میں اس پر کیا گناہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کو جمہور نے اپنا دینی پیشوا مان لیا ہو اس کے بارے میں کسی طعن کرنے والے کا قول معتبر نہ ہوگا۔ اس پر یہ دلیل ہے کہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی بعضوں نے بعضوں کو حالت غیظ وغضب میں بہت سخت و سست کہا۔ اس میں سے بعض تو حسد پر محمول کیا گیا اور بعض کی ایسی تاویل کی گئی کہ اس سے مقول فیہ میں کچھ لازم نہیں آتا۔ یونہی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم واجمعین کے کلمات میں ہم چشموں کا ایک دوسرے پر طعن کرنا بہت سا مذکور رہے، جس کی طرف ایک عالم نے بھی التفات نہ کیا نہ اس کا خیال کیا کیونکہ وہ بھی بشر ہیں۔ آپس میں کبھی ایک دوسرے سے خوش رہتے ہیں اور کبھی ناراض ہوتے ہیں اور رضامندی کے وقت کی بات اور ہوتی ہے اور ناراضی کے وقت کی دوسری۔ تو جو شخص علما میں سے ایک کا طعن دوسرے پر قبول کرے اسکو چاہئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ایک کی تشنیع دوسرے کے حق میں قبول کرے اور یونہی تابعین وتبع تابعین وآئمہ مسلمین رضی اللہ عنہم میں بھی بعضوں کا اعتراض بعضوں کے حق میں مان لے تو اگر ایسا کوئی کرے گا غایت درجہ گمراہ اور نہایت ہی نقصان میں ہوگا‘‘۔

(جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۴۸)

’’جارح کی جرح اگرچہ مفسر ہو جب بھی اس شخص کے حق میں مقبول نہیں جس کی طاعتیں معصیت پر غالب ہوں۔ جس کے مداح مذمت کرنے والے سے زیادہ ہوں اور جس کے مزکی جرح کرنے والوں سے وافر ہوں جبکہ وہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جس کی وجہ سے عقل گواہی دے کہ مثلاً تعصب مذہبی یا منافست دنیوی اس کا باعث ہے۔ جیسا کہ عام طور پر ہم عصروں میں ہوا کرتا ہے۔ تو ایسی حالت میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ثوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف التفات نہ ہوگا۔ نہ امام مالک کے خلاف ابن ابی ذئب وغیرہ نہ امام شافعی کے خلاف ابن معین وغیرہ نہ احمد بن صالح کے خلاف امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کلام کی طرف التفات کیا جائے گا۔ تاج سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تقدیم جرح کو مطلق رکھیں تو آئمہ میں سے کوئی شخص سالم نہ رہے گا‘‘۔

(جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۴۷)

’’اسی واسطے مبسوط میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مذکور رہے کہ علما کی گواہی علما کے خلاف جائز نہیں اس لئے کہ وہ آپس میں سب سے زیادہ حسدی اور ایک دوسرے سے بہت بغض رکھنے والے ہیں‘‘۔

(جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۵۰)

(اعتراض ۳۱۴): قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن پر وکی لیکس کے حوالے سے رضاخانیوں کے اعتراض کا منہ توڑ جواب

کچھ عرصہ پہلے رضاخانیوں کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ وکی لیکس میں آیا ہے کہ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب نے وزیر اعظم بننے کیلئے امریکہ سے مدد مانگی اور کہا کہ ہمارے لوگ برائے فروخت ہیں۔قارئین کرام کتنی شرم کی بات ہے کہ رضاخانی علمائے اہلسنت کے تعصب میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ الزام کس کی طرف سے آرہا ہے؟۔

قرآن پاک میں آتا ہے کہ یاایھا الذین ان جائکم فاسق بنباء فتبیینو ااے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔۔۔مگر یہاں تو فاسق کیا ایک یہودی کی خبر بغیر کسی تحقیق کہ مانی جارہی ہے اور یہودی بھی وہ جو خود زنا کے کیسوں میں ملوث رہا ہو۔۔؟؟؟ رضاخانیوں نے اتنا بڑا الزام جس یہودی ادارے کی رپورٹس کی بنیاد پر لگایا ہے اس کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

پروپیگنڈہ دجالی ہتھیار۔۔وکی لیکس کی حقیقت

(عبدالرحمن حنفی بھائی کے مقالے سے ماخوذ)

یہ دنیا اس وقت ایک گلوبل ویلیج کا منظر پیش کر رہی ہے ایک ایسا ویلیج جس کے لوگ ایک ساتھ سوچتے ہیں ایک ساتھ چلتے ہیں ایک ساتھ محسوس کرتے ہیں اختلافات ایک الگ بات ہیں لیکن جس طرح آج ہو رہا ہے کہ پوری دنیا میں کسی ایک مسئلے کسی ایک بات کا چرچا ہو جاتا ہے اور وہ بات وہ مسئلہ پوری دنیا میں گردش کرنے لگتا ہے ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا نہ ہوتا تھا آخر کیوں؟ آخر ایسا کیوں ہے کیا پہلے دنیا کچھ اور تھی اب کچھ اور ہے؟ کیا پہلے انسان کچھ اور تھے اب کچھ الگ ہیں؟ قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ بات وکی لیکس کی چل رہی ہے اور میں کیا لیکر بیٹھ گیا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ وکی لیکس کو سمجھنے سے پہلے کچھ اور سمجھنا ضروری ہے کیوں کہ ابھی تو آپ نے ایک وکی لیکس دیکھا ہے آگے اس طلسم ہوشربا میں اور بہت کچھ ایسا ہونے والا ہے جس سے عقلیں حیران ہو جائیں گی نظریات بدل جائیں گے افکار اپنی جگہ سے ہلا دیے جائیں گے پورے عالم کی سوچ وفکر پر غاصبانہ قبضہ کیا جائے گا اور قبضہ بھی ایسا جسے راضی خوشی دنیا قبول کرے گی آئیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا گلوبل ویلیج کیوں ہے اور اس کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں ہم جب تک اس بات کو نہیں سمجھیں گے نہ حقائق کا ادراک ہو گا نہ پروپیگنڈے کے مکر وفریب پہچان پائیں گے.

گلوبل ویلیج

گلوبل ویلیج ایک اصطلاح ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اب دنیا ایک گاؤں کی طرح ہے گاؤں کس طرح ہوتے ہیں کہ ان کے رہنے والوں کو ایک دوسرے کے بارے میں تمام معلومات ہوتی ہیں کیوں کہ آبادی بہت کم ہوتی ہے فاصلے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اس لئے گاؤں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے احوال بخوبی معلوم ہوتے ہیں گلوبل ویلیج کا مختصر ترین مفہوم یہی ہے یعنی دنیا کے فاصلے سمٹ گئے ہیں اب یہ دنیا ایک بین الاقوامی گاؤں کا منظر پیش کر رہی ہے لیکن ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ دنیا واقعی اسی طرح کا ایک گلوبل ویلیج ہے

جس طرح سیدھے سادے سے عام قسم کے گاؤں ہوتے ہیں؟ تو قارئین حقیقت یہی ہے کہ دنیا اس طرح کا گلوبل ولیج ہرگز نہیں ہے جس طرح گاؤں کے چوہدری وڈیرے ہوتے ہیں اسی طرح اس دنیا کے چوہدری وڈیرے بھی ہیں بس فرق یہ ہے کہ گلوبل ولیج کے چوہدری وڈیرے ریاستیں ہیں گاؤں کے چوہدری وڈیرے لوگوں کے جسموں پر قبضہ کرتے ہیں لیکن اذہان وافکار پر نہیں لیکن آج کی جدید دنیا کے چوہدری وڈیرے لوگوں کو ذہنی غلام بناتے ہیں جسم سے نہیں کھیلتے روح سے کھیلتے ہیں آپ کے بدن کو غلام نہیں بناتے نظریات کو جکڑتے ہیں مائنڈ کنٹرول ہپناٹزم اسی چیز کے الگ الگ نام ہیں ان سب کے اسباب الگ الگ ہیں اسکول کالجوں کا نصاب، ٹی.وی، ریڈیو، نیوز چینل، پرنٹ میڈیا یعنی اخبارات رسائل وجرائد وغیرہ سیاسی جلسے جلوس اور کتابیں، ڈائجسٹ، ناول، پمفلٹ اور پوسٹرز، فلمیں، آرٹس شو، ڈرامے، اسٹیج شو اور سائنسی خود ساختہ اور گمراہ کن نظریات تھیوریاں، نت نئے انکشافات، یہ تمام چیزیں بطور ہتھیار استعمال کی جاتی ہیں انسان کو ذہنی غلام بنانے کے لیے اس کے افکار کی جکڑ بندی کے لیے یہ تمام چیزیں کارآمد ہیں آپ سوچیں گے کہ پھر تو دنیا میں کوئی بھی چیز قابل اعتبار نہ رہی کس قسم کی معلومات پر یقین کیا جائے اور یہ کیسے جانچا اور پرکھا جائے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ دیکھیں ایک سچے مومن میں اور فاسق وکافر میں زمین آسمان کا بنیادی فرق ہے یہ بالکل ایسا ہے کہ ایک اجالا ہے ایک اندھیرا ہے ایک کے پاس نور ہے دوسرے کے پاس تاریکی جس طرح یہ دونوں مساوی نہیں ہیں اسی طرح ان دونوں کے ساتھ معاملہ بھی مساوی نہیں ہے مومن کبھی جھوٹ نہیں کہتا لیکن ایک فاسق یا کافر سے کچھ بعید نہیں ہے کافر کا تو کفر ہی سب سے بڑا جھوٹ ہے لیکن فاسق کو اس لیے لے آیا کیوں کہ فاسق بھی ناقابل بھروسہ ہوتا ہے بس فاسق نے ابھی تک کفر نہیں کیا ہے لیکن وہ جن گناہوں کے راستوں پر چل رہا ہے ان کا انجام کفر ہی ہوتا ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے آمین، مقصد یہ ہے کہ ایک مومن کی دی ہوئی خبر اور ایک فاسق یا کافر کی دی ہوئی خبر برابر نہیں ہوتی، آئیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ معلومات اور خبروں کا تجزیہ کیسے کیا جائے انھیں کس تناظر میں لیا جائے اور معلومات وخبروں کے جو غلط ذرائع ہیں ان کے مفاسد سے بچاؤ کیسے ممکن ہو؟

غلبے کی اہمیت

دنیا پر جس کا غلبہ ہوگا وہ دنیا کو اپنے انداز میں چلائے گا بات یہ نہیں ہے کہ ذرائع اطلاعات ومعلومات بذات خود ایک غلط چیز ہیں دنیوی فنون سکھانے کے ادارے اسکول وکالج بذات خود غلط نہیں ہیں بل کہ ان پر دسترس کس کی قائم ہے یہی چیز پرکھنے کی ہے کیا اسکول اور کالجوں کا نصاب نیک دیندار لوگ تشکیل دیتے ہیں یا لارڈ میکالے کا تشکیل دیا ہوا ہے؟ کیا نیوز چینل اللہ والوں کے ہاتھ میں ہیں یا کفار اور فاسقین انہیں کنٹرول کرتے ہیں؟ آپ کہاں اپنے بچوں کو تعلیم دلوا رہے ہیں؟ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ آپ جو کچھ پڑھتے ہیں اسے پڑھنے کے بعد کیا سوچ رہے ہیں؟ آپ کیا دیکھ رہے ہیں اور وہ دیکھنے کے بعد کیسے نظریات اپنا رہے ہیں؟ آپ کے زیر مطالعہ کس قسم کی کتابیں ہیں کونسے ناول ڈائجسٹ آپ پڑھتے ہیں کس قسم کے میگزین آپ لاتے ہیں؟ کونسے لوگوں کے اخبار آپ کے گھر آتے ہیں؟ کس طرح کے ریڈیو چینل آپ سنتے ہیں؟ انٹرنیٹ کی کونسی سائٹس پر آپ جاتے ہیں؟ کس طرح کے جلسے جلوسوں میں آپ کی شرکت ہوتی ہے؟ کس طرح کے نعرے آپ سنتے ہیں کس طرح کے لگاتے ہیں؟ آپ سائنس پر کس طرح نظر رکھتے ہیں اسے دین کے ماتحت رکھتے ہیں یا دین کو اس کے ماتحت؟ یہ سب بنیادی باتیں ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کفار اور فاسقین کے قبضے میں جو اسباب ہوں وہ انھیں حق کی امداد کے لیے استعمال کریں اگر آپ نے ایسے اسباب اختیار کیے ہوئے ہیں جو کفار و فاسقین کے قبضے میں ہیں تو آپ ذہنی غلام ہی ہیں ایسے ذہنی غلام

ایسے نظریاتی غلام جو خود اپنی غلامی سے بے خبر ہیں جی ہاں جناب جب اللہ والوں کا غلبہ ہوگا جب اللہ والے دنیا کے لیے تمام جائز اسباب استعمال کریں گے تب آپ کو کسی کی غلامی ہرگز نہ کرنی ہوگی بس دجل وفریب سے پاک صاف ستھرے معاشرے میں اللہ کے بندوں کو صرف اللہ کا بنایا جائے گا.

نظریہ حق و باطل

جو بھی مسلمان حق و باطل کے نظریے سے ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے وہ میری بات آسانی سے سمجھ جائے گا ہاں جس کے نزدیک نظریہ حق و باطل کی کوئی بنیادی حثیت ہے ہی نہیں جس کا بنیادی نظریہ صرف معیشت ہے یا بد بودار دنیوی حرص وہوس کی ماری سیاست یا دیوی دیوتا قسم کے لیڈر یا قومیت یا وطنیت کے بت اسے میں سمجھانا بھی نہیں چاہتا اسے اللہ ہی سمجھائے میرے نزدیک تو اصل معیار صرف ایک ہی ہے عشق وعداوت کہ جس کے یہ دو جذبے درست سمت میں ہوں گے وہ انسان خود بھی پورا درست سمت میں ہوگا انشاءاللہ، جس کا کسی سے عشق ہو تو وہ بھی صرف اللہ کے لیے اور بغض ہو تو وہ بھی صرف اللہ کے لیے میں نے یہ بات یہاں اس لیے کہی کیوں کہ میرے یقین کے مطابق اگر کسی مسلمان کا معیار یہ نہ ہوگا تو وہ باطل کے کسی بھی ہتھکنڈے سے جال سے ہرگز بچ نہ پائے گا عشق خالص اور عداوت خالص نجات کے لیے شرط ہے دونوں لازم وملزوم ہیں صحیح طریق پر، کسوٹی صرف ایک ہے نظریہ حق و باطل، حق سے عشق اور باطل سے بغض وعداوت، حق کے لیے تڑپنا اور باطل کا سر کچلنے کو مچلنا، کوئی کتنی بہترین تحریر وتقریر آپ کے سامنے کردے اگر یہ صفات آپ کو حاصل نہیں ہیں تو آپ کو سمجھانا امر محال ہے.

مثالیں، تجزیے اور حقائق کی زباں

کہتے ہیں جرم کی تفتیش کا سب سے مضبوط پہلو یہ دیکھنا ہے کہ اس جرم سے سب سے زیادہ فائدہ کسے حاصل ہو رہا ہے یعنی اگر کوئی قتل ہوگیا قتل کا کوئی سراغ بھی نہیں مل رہا تو یہ دیکھا جائے گا کے مقتول کی موت سے سب سے زیادہ فائدے میں کون رہا؟ مقتول کی موت سے جو سب سے زیادہ فائدے میں ہوگا اسی پر سب سے زیادہ شک کیا جائے گا اسی طرح ہر معاملے کے حقائق الگ الگ ہوتے ہیں تناظر جدا ہوتے ہیں لیکن اگر انھیں صحیح سے پرکھ لیا جائے مرکز نگاہ حقائق پر ہو تو حقیقت کھل کر واضح ہوتی ہے کیوں کہ حقیقت حقائق کے طفیل ہے اور حقائق حقیقت سے ہیں ہم اسے کچھ مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں.

☆ مارشل آرٹ میں ایک تکنیک ہے دشمن کا داؤ اسی پر الٹ دینا یعنی جب دشمن آپ سے زیادہ طاقتور ہے اور وہ آپ کو دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اسے اسی سمت میں کھینچ لیں جس سمت میں وہ زور آزمائی کر رہا ہے دشمن بری طرح گر جائے گا جی ہاں آپ کا دشمن آپ پر یہی تکنیک استعمال کرتا ہے آپ نے کبھی سوچا کے زید حامد جہاد کا اتنا شور کیوں کرتا ہے خلافت خلافت کی رٹ کیوں لگاتا ہے غزوہ ہند کی بات کیوں کرتا ہے؟ کیا ماڈل گرلز اور گلوکاروں کو ساتھ لیکر وہ جہاد کریگا؟ مجاہدین کی تو حمایت وامداد کے بجائے وہ ان کی مخالفت کر رہا ہے پھر بھی زبان پر جہاد کا نعرہ ہے؟ دیکھیں دشمن آپ پر کس طرح داؤ الٹ رہا ہے وہ آپ کے معاشرے کے رجحانات پر نظر رکھے ہوئے ہے وہ حقائق جانتا ہے اس کی حقیقتوں پر نظر ہے وہ آپ کو آپ کے نظریات کے مطابق شکار کرنے کی سوچ بھی رکھتا ہے آپ تھوڑا سا اپنا زاویہ درست کرلیں تو بجائے اس کے کہ دشمن آپ کے دماغ میں گھسنے پائے آپ خود اس کے دماغ میں گھس جائیں گے، ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کو دیکھیں کتنا اچھا کام کر رہے ہیں کفار سے مناظرے کر رہے ہیں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں حکومتی آشیرباد کے ساتھ اور مزے والی

بات تو یہ ہے کہ وہ مجاہدین کی مخالفت بھی نہیں کرتے ارون دھتی رائے جو ایک ہندو مصنفہ ہے اسے بھارتی حکومت برداشت نہیں کر رہی صرف تحریک کشمیر کی حمایت کے جرم میں لیکن ذاکر نائیک صاحب کو سرکاری سرپرستی میسر ہے ٹی.وی چینلز پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے جن کے ماہانہ اخراجات کروڑوں میں ہوتے ہیں یوٹیوب پر ویڈیو میں دیکھا کہ ایک لائیو پروگرام میں ٹیلی فون پر سوالات کیے جا رہے ہیں ایک شخص فون کر کے ذاکر نائیک سے پوچھتا ہے کہ امت مسلمہ کے اتنے خراب حالات ہیں ہر طرف ظلم وستم ہے پھر اب تک جہاد فرض کیوں نہیں ہے؟ ذاکر نائیک صاحب کہتے ہیں جہاد تب فرض ہوگا جب خلافت قائم ہوگی مزے والی بات یہ ہے کہ سوال کرنے والے نے اگلا سوال بالکل درست کر دیا اور پوچھ لیا کہ خلافت کیسے قائم ہوگی؟ بس جناب میزبان ڈاکٹر شاہد مسعود نے فون کاٹ دیا.

☆ ایک مشہور کرکٹر ہیں کھیل کی دنیا سے جب ان کا جی بھر گیا تو سیاست میں کود گئے اور سیاست میں بھی تب کودے جب یہودیوں سے رشتے داری قائم ہو چکی تھی سنا ہے کہ ان کے سسر نے تحریک انصاف بنانے کے لیے اربوں روپے کے فنڈز دیئے یہودی نے بیٹی بھی راضی خوشی دی وہ بھی مسلمان کر کے اور پیسوں کی بارش بھی برسا دی کیا خوب پھر طرفہ تماشا یہ کہ انہی صاحب کو امت کے غم ستانے لگے ان کے افکار ونظریات سارے پلٹا کھا گئے کہاں عیش وعشرت کی دنیا کہاں سیاست کی تلخیاں؟ ان کو امت کے غم نے اچانک اتنا ستایا کہ مجاہدین کی حمایت کرنے لگے امریکا کی مذمت کرنے لگے اور لندن میں بیٹھ کر کراچی میں سیاست کرنے والے یہودیوں کے مایہ ناز ایجنٹ کی یہ کرکٹر صاحب شدید مخالفت کرنے لگے انہوں نے دعوی کر دیا کہ لندن میں اس ڈون کے خلاف مقدمہ درج کرائیں گے عوام خوش ہونے لگی کچھ دوستوں کو جب ہم نے سمجھایا کہ بھائی یہ صہیونی سیاست کے پیچ وخم ہیں دونوں حضرات کے آقا ایک ہی ہیں مخالفت اور دشمنی دکھاوے کے لیے ہے لیکن وہ دوست مان کے نہیں دیے کچھ عرصے کے بعد جب یہ شور شرابہ ختم ہوا کرکٹر صاحب نے کوئی دال نہ گلائی اور بات حال ہی میں یہاں تک آ گئی کہ وہ اپنی ممکنہ وزارت عظمیٰ کے چکر میں لندن والے ڈون کی حمایت وتعریف کرنے لگے پھر برطانیہ کے انتخابات میں یہودی امیدواروں کی انتخابی مہم بھی چلائی تب بات کچھ صاف ہوئی لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ لوگ جوق در جوق ان کی جماعت میں شامل ہوتے جا رہے ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں کہ دشمن نے رجحانات کو دیکھتے ہووے سمجھتے ہوئے عوام کو یرغمال بنایا ہے.

مقصد میرا یہ بات آپ کو سمجھانا ہے کہ اگر آپ بنیادی طور پر نظریہ حق و باطل رکھتے ہوں گے تو انشا اللہ آپ پروپیگنڈے کا شکار کبھی بھی نہ ہوں گے کیوں کہ حقائق ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتے ہیں اسی طرح ایک اور واقعہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کچھ دوست ساتھ بیٹھے ہوئے تھے بات ہوئی افغانستان کے مرجہ آپریشن کی تو ایک دوست نے کہا کہ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ پر امریکی فوج کی مرجہ آپریشن میں ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ آ رہی ہے کہ مقامی پولیس جنگجوؤں کے ساتھ مل گئی جس کی وجہ سے یہ آپریشن ناکام ہوا وہ دوست اس بات پر خوش ہو رہے تھے کیوں کہ ان کی نظر خبر میں جنگجو کی کامیابی کے نقطے پر تھی لیکن میں چوں کہ اس بات پر بنیادی نظر رکھتا ہوں کہ میڈیا کسی حال میں مجاہدین کا بھلا نہیں چاہتا اس لیے میں اس خبر کے پوشیدہ نقصان کو سمجھ گیا اور اس دوست کو سمجھایا کہ یہ پروپیگنڈہ ہے اس دوست نے کہا کہ یہ پروپیگنڈہ کیسے ہوسکتا ہے امریکی فوج کا آپریشن تو واقعی ناکام ہوا ہے تب میں نے اس دوست کو سمجھایا کہ دیکھیں میڈیا اس طرح کا پروپیگنڈہ نہیں کرتا کہ دن کو رات بتا دے یعنی امریکی فوج کا آپریشن ناکام ہوا تو اس نے ناکام ہی بتایا دن کو رات اور ناکام کو کامیاب جب کوئی چینل بتائے گا تو وہ چینل دیکھے گا کون؟ اسے پروپیگنڈہ تھوڑی کہتے ہیں پروپیگنڈہ تو اسے کہتے ہیں کہ خبر ایسے تناظر میں آپ کو دکھائی جائے کہ نظر آپ کی اس نقطے پر رہے جس طرف آپ کا رجحان ہے لیکن خبر کا نتیجہ نکالنے کی بات آئے گی تو نتیجہ آپ غلط نکالیں گے مطلب یہ کہ کامیابی طالبان کو نہیں ملی

مقامی پولیس طاقتور تھی جس نے امریکی فوج کو شکست دی نتیجہ یہ نکلا کہ طالبان کی فتح کو دھندلا کر دیا گیا یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سوویت یونین کے خلاف جنگ میں فتح کو امریکا نے دھندلا کرنے کی کوشش کی اور اسی طرح امریکی اور ناٹو افواج افغانستان میں اپنی مکمل شکست کے بعد مجاہدین کی فتح کو دھندلا کرنے کی کوشش کریں گی یعنی آئی.ایس.آئی نے مدد کی طالبان کی وغیرہ وغیرہ.

وکی لیکس کے معاملے کی حقیقت سمجھانے کے لیے ہی یہ ساری تمہید باندھی گئی اور اس لیے بھی کہ آئندہ ہونے والے حالات و واقعات سے آپ دھوکا نہ کھا بیٹھیں ہمیں اپنے آپ کو اس قابل بنانا ہوگا کہ ہم حالات و واقعات کا صحیح تناظر میں تجزیہ کر سکیں انھیں حقائق کی کسوٹی پر پرکھ سکیں آپ اس واردات میں یہ دیکھیں کہ فائدہ کسے ہو رہا ہے اور نقصان کسے ہو رہا ہے۔ درحقیقت امریکا کے جو خفیہ معاملات اور پالیسیاں ہیں وکی لیکس نے ان کا انکشاف تو کیا ہی نہیں ہے جیسے ایران کے ساتھ اسرائیل، امریکا اور برطانیہ کی جو خفیہ پالیسی ہے عالم اسلام کے خلاف جو خفیہ اتحاد ہے ان ممالک کا جو مکروہ کردار ہے عالم اسلام کے خلاف، (عالم اسلام سے مراد وہ ممالک ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں نہ کہ ان ممالک کی ریاستیں جو یہودی ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں) ان تمام باتوں کے راز وکی لیکس نے کہاں فاش کئے ہیں اس کا تو وکی لیکس میں کہیں کوئی ذکر نہیں ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اگر سعودیہ نے ایران پر حملہ کرنے کی بات کی ہے تو کس تناظر میں کی ہے عرب ممالک کو ایران سے خطرہ کیوں ہے ایران تو مرگ بر امریکا اور مرگ بر اسرائیل کا نعرہ لگاتا ہے آخر عرب ممالک کو ایران سے دشمنی کیا ہے؟ بیشک عرب ممالک بھی امریکا کے اتحادی ہیں لیکن یقین جانئے عرب ممالک اور پاکستان سے زیادہ قریبی اور حقیقی نظریاتی اتحادی امریکا و اسرائیل کا ایران ہی ہے، ایران کا عراق و افغانستان کی موجودہ حکومتوں میں کیا کردار ہے؟ ایران اپنے پڑوس میں امریکا و اسرائیل کی کس طرح مدد کر رہا ہے؟ (دیکھیں ڈاکٹر ٹریٹا پارسی کی کتاب ٹریچرس الائنس دی سیکرٹ ڈیلنگز آف ایران، اسرائیل اینڈ یونائیٹڈ اسٹیٹس) اسرائیل سے متعلق کس قسم کے انکشافات وکی لیکس نے کئے ہیں یا بھارت کے خلاف؟ مکمل حقائق کا تو وکی لیکس میں کہیں ذکر ہی نہیں ہے جس سے دجل وفریب کے جال تار تار ہو جائیں صرف کھچڑی ہی پکائی گئی ہے جس سے دشمنوں کے مطلوبہ اہداف پورے ہوں، میرا دعویٰ ہے کہ وکی لیکس سے نتائج تقریباً غلط نکلتے ہیں ہمیں اسی ترتیب سے وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن سے اسلام دشمنوں کو کوئی بنیادی نقصان نہیں پہنچتا باقی۔

المدد یا امریکا

رضاخانیوں نے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی پر الزام تراشی کرنے کیلئے ''روزنامہ امت'' کی خبر کو بنیاد بنایا لیکن آئے اسی اخبار کے حوالے سے ہم آپ کے سامنے یہ حقائق پیش کرتے ہیں کہ:

سنی اتحاد کونسل کی قیادت امریکی سفیر سے ملاقاتیں کرتی ہے اور پینٹاگون کی یاترا کرتی ہے۔ثروت اعجاز قادری اور صاحبزادہ فضل کریم کو ملک میں دیوبندی بریلوی فرقہ وارانہ جنگ چھیڑنے کیلئے امریکہ سے فنڈ مل رہے ہیں۔سنی اتحاد کونسل کی قیادت کی ہمدردیاں مغرب سے بہت بڑھی ہوئی ہیں''۔(روزنامہ امت، ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۰)

رضاخانیوں نے مولانا فضل الرحمن صاحب پر الزام تراشی کرنے کیلئے وکی لیکس کو بنیاد بنایا ہے اور جس اخبار کی خبر کو انھوں نے عوام کے

سامنے پیش کر کے قوم کو بے وقوف بنانے کی ناکام کوشش کی۔

وکی لیکس جھوٹ کا پلندہ ہے

خود رضاخانیوں نے وکی لیس کے خلاف ’’ماہنامہ جام نور جنوری ۲۰۱۱‘‘ کے شمارے میں ص ۱۴ تا ۱۹ پورا ایک مقالہ شائع کیا کہ وکی لیکس جھوٹ کا پلندہ ہے۔اس کے بعد بھی اس جھوٹی رپوٹس کی بنیاد پر علمائے دیوبند کو بدنام کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

(اعتراض ۳۱۵): مولانا فضل الرحمن اتنا عرصہ کشمیر کیٹی کے چئیر مین رہے آخر مسئلہ کشمیر کیلئے کیا کیا؟

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان نے ہمیشہ مظلوموں کے لئے آواز بلند کی ہے اور ان کے متعلق ہر فورم پر عالمی قوتوں کے ضمیروں کو ہمیشہ جنجھوڑا ہے کہ وہ دہرا معیار چھوڑ کر انسانیت کو ایک نگاہ سے دیکھیں فلسطین،افغانستان،کوسوو،بوسنیا،داغستان،عراق،برما،اور دیگر مظلوموں کی طرح ہمیشہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں دنیا بھر میں آواز اٹھائی ہے اور بار ہا دنیا کے مردہ ضمیر رہنماؤں کو متنبہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ اپنی قراردادوں پر عملدرآمد میں کیوں ناکام ہو رہا ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں کیا جا رہا ہے..؟

کشمیری مسلمان 1948 سے اقوام متحدہ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ انہیں کب ان کی آزادی کا حق دیا جاتا ہے مگر اقوام متحدہ اور دیگر عالمی قوتیں لمبی تان کے سو چکے ہیں.

اس سلسلے میں قائد جمعیت کی اقوام متحدہ میں کی گئی تقریر ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ آپ نے برطانیہ کے اعلیٰ عہدیداروں سے مسئلہ کشمیر پر کئی دفعہ بحث کی ہے یورپی یونین کے پارلیمنٹ سے بھی خطاب کر چکے ہیں مشرق وسطیٰ اور چین سے بھی مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کے لیے دورہ کر چکے ہیں.

جولائی 2016 میں عید الفطر کے بعد جب بھارت کی طرف سے کشمیریوں پر مسلسل ظلم کا بازار گرم کیا گیا تو اس موقع پر قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب پر الیکٹرانک میڈیا اور بعض دیگر لوگوں نے شدید تنقید کی کہ مولانا صاحب کہاں ہے.....؟ اور بعض بغض کی بیماروں نے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں ایک انٹرویو کے دوران قائد جمیت نے فرمایا کہ کیٹی کے حدود اربعہ ہے یہ محدود سی کیٹی ہیں جس کا کام حکومت کو تجاویز دینا ہے اور وفود بھیج کر بیرون دنیا میں مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر پر وزیر اعظم بھی میں ہوں، وزارت خارجہ بھی میں ہوں، ڈی جی آئی ایس بھی میں ہوں، اور یہ سب کام میں نے ہی کرنے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ اور عالمی فورمز پر اٹھانا وزارت خارجہ کا کام ہے میرا یا کشمیر کیٹی کا نہیں.

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قائد جمعیت کشمیر کیٹی کے چیئرمین تھے تو کشمیر کیٹی کی پہچان تھا اس سے قبل بھی کشمیر کیٹی کے چیئرمین گزرے ہیں سوائے نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم کے اور کسی کو چیئرمین کا نام تک بھی نہیں پتہ.

قائد جمعیت جب تک امور خارجہ کیٹی کے چیئرمین تھے تو لوگوں کو پتہ تھا کہ امور خارجہ کی کیٹی موجود ہے اس کے بعد آج تک امور خارجہ کیٹی کے کتنی چئیرمین گزرے ہیں کسی نے نام سنا ہے کہ امور خارجہ کیٹی کا چیرمین کون ہے...؟

قائد جمعیت کی کارکردگی اہل فہم کے سامنے ہیں آپ کے علاوہ بھی کئی لوگ کشمیر کیٹی کی چیئرمین شپ پر فائز رہ چکے ہیں ان کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیجیے کہ ان کی کارکردگی کہاں ہے..؟....تنقید سے پہلے سوچئے.

قائدجمعیت نے شروع دن سے کشمیر پر وہی پالیسی اختیار کی ہے جو جمعیت علماء اسلام کی جماعتی پالیسی ہے کہ کشمیریوں کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت کا آزادانہ حق دیا جائے اور وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرے کہ وہ کیا چاہتے ہیں اس سلسلے میں جب بھی بھارت سے کشمیر پر مظالم ہوئے ہیں تو جمعیت اور قائد جمعیت نے اس ظلم و بربریت کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی ہے 9 فروری 1990ء کو ملک کے کئی شہروں میں جمعیت علمائے اسلام کے زیراہتمام کشمیری عوام پر بھارتی مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا لاہور شہر میں قائد جمعیت کی قیادت میں کشمیری عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر زبردست مظاہرہ کیا اور مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے قائد جمعیت نے فرمایا:

”کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہیں. کشمیریوں کو آزادی حاصل کرنے کا پورا حق ہے آج جب حق خودارادیت دلوانے کے لیے بھارت پر دباؤ ڈلوانے کا مسئلہ مرکزی اور صوبائی دونوں حکومتیں صرف جلسے جلوس پر اکتفا کیئے ہوئے ہیں. آپ نے فرمایا....آج کشمیر میں آزادی کی تحریک پورے عروج پر ہے کراچی حیدرآباد اور سندھ میں فسادات کرائے گئے ہیں اور یہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے عوام کی توجہ مسئلہ کشمیر سے ہٹانے کے لیے کرائے ہے ایسے حربے حکومت کے استحکام کا باعث نہیں بن سکتے“

اس کے کچھ عرصہ بعد بینظیر کی حکومت غلام اسحاق خان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچی.

اس کے بعد مسلسل جمعیت علماء اسلام کشمیریوں کے حق میں اپنی جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے بہارت نے جب بھی کشمیری عوام پر ظلم کیا ہے جمعیت علماء اسلام نے اس کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی ہے اور قائد جمعیت نے تو دنیا بھر میں کشمیریوں کی بھرپور وکالت کی ہے.

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے پہلا خطاب...

امور خارجہ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے 1994 میں جب آپ امریکا کے دورے پر گئے تھے اس موقع پر آپ نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے عربی میں خطاب کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر کے بارے میں فرمایا:

”حقوق انسانی کی عالمی کانفرنس 1993 اعلان ویانا کے متفقہ منظوری اور عملی پروگرام نے یہ امید دلائی کے حقوق انسانی کے لیے بے غرض جدوجہد کے بہان نو کو صبح طلوع ہونے کو ہے مگر یہ امید دم توڑ گئی. حقوق انسانی اب سیاسی اور معاشی مفادات کے تابع ہے دنیا کے بیشتر حصوں میں حقوق انسانی کے بڑے پیمانے پر پامالی ایک معمول ہیں مگر ان واقعات کے خلاف بین الاقوامی ردعمل یکساں معیار کا نہیں ہے. انسان کو تحقیر وتذلیل سے تحفظ کی ضرورت ہے یہ غیر متعلقہ محرکات سے متاثر ہو جاتی ہے حقوق انسانی کے مائل پر بحث جاری ہے اس طرح سے بین الاقوامی برادری کے زیادہ طاقتور ارکان کے ارضی و حربی مفادات کو آگے بڑھایا جائے انسانی حقوق کی بلاتخصیص و بلاجبر ارتقاو تحفظ کے عہد سے وابستگی مکمل طور پر عیاں نہیں ہے.... ہمارے خطے میں متنازعہ سیاست جموں وکشمیر ابھی تک ظالمانہ تسلط کے شکنجے میں ہے انسانی حقوق کمیشن ہیومن رائٹس واچ اور ایسے ہی دوسری بین الاقوامی تنظیموں نے انسانی تاریخ کے تاریک دور ملتے جلتے مظالم کے ایسے شواہد اکٹھے کیئے ہیں جو تاریخ کی یاد تازہ کر دیتی ہیں ان تنظیموں کی رپورٹ بھارتی کے ایسے مظالم سامنے لائی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی....ماورائے عدالت قتل معمول ہے، طاقت کا بے جا استعمال ایک رواج ہے، اذیت ایک عام سی بات ہے، ہزاروں کشمیری حبس بے جا میں ہیں اور ہزاروں غائب ہو چکے ہیں کشمیریوں کو دبانے اور سزا دینے کیلئے تمام عمر کی عورتوں سے زیادتی جبر کا ایک ہتھیار ہے.

پورے کے پورے گاؤں، قصبے اور مکانات جلا دیے جاتے ہیں 45 ہزار سے زائد کشمیری قتل کیے جا چکے ہیں کشمیر میں اس مقامی جدو جہد کا بنیادی سبب ان کے اس حق خود ارادیت سے انکار رہے جو ان کے ساتھ اقوام متحدہ بھارت اور پاکستان نے کیا تھا، اس قانونی حق کا انکار کشمیریوں کو محکوم بنانے کیلئے بھارتی حکمرانوں کے مسلسل جبر سے مرکب ہے.

چار عشروں پر محیط ابتلا اور بڑھتی ہوئی بے چینی کے بعد کشمیری عوام نے اپنے شہری، سیاسی اور حق خود ارادیت کے حقوق کے مطالبات کو اجاگر کرنے کیلئے 1990 میں پر امن مظاہروں کا اہتمام کیا بھارتی حاکموں کے جابرانہ قوانین اور طاقت کے ظالمانہ استعمال سے اس کا انتقام لیا.

20 جنوری 1990 کو پر امن مسلم مظاہرین پر فائرنگ سے 100 افراد ہلاک ہوئے تب سے وہاں بھارتی تسلط میں اضافہ ہوتا گیا کشمیریوں کو دبانے کیلئے 6 لاکھ سے زائد بھارتی فوج متعین ہیں، ہر پچاس میٹر پر ایک بنکر ہے، ہر تین مرد کشمیریوں کیلئے ایک فوجی ہے. اس موسم گرما میں دو پہاڑی ڈویژن کشمیر بھیجے گئے مقبوضہ ریاست میں پہلی کا پٹر گن شپ کا استعمال ہوا''۔

کشمیر مظالم پر اقوام متحدہ میں دوسرا خطاب!

30 نومبر 1994 کی سہ پہر مولانا صاحب کو اقوام متحدہ کی تیسری کمیٹی برائے انسانی حقوق کے سامنے، انسانی حقوق کے سوال پر دوبارہ تقریر کرنے کے لیے کہا گیا مولانا صاحب نے انسانی حقوق کے سوال بالخصوص کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر جامع تقریر کی.

مولانا صاحب کی تقریر کی وجہ سے بھارتی حکومت کا نمائندہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا بھارتی نمائندے نے جواب کے حق میں مطالبہ کیا جو اسے فراہم کیا گیا لیکن وہ مولانا صاحب کی جانب سے اٹھائے سوالات کا جواب دینے میں ناکام رہا مولانا صاحب کی تقریر کی بازگشت اگلے روز امریکی ایوانوں میں سنی گئی تھی.

چاڈ، عالمی کانفرنس وسطی افریقہ میں مسئلہ کشمیر پر خطاب

4 تا 6 فروری 2000 کو وسطی افریقہ کے ملک جمہوریہ چاڈ میں القیادہ الشعبیہ الاسلامیہ العالمیہ کے زیر اہتمام بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں 70 سے زائد مسلمان ممالک کے زعماء، سربراہان اور نمائندوں نے شرکت کی اس کانفرنس میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن نے پاکستانی وفد کی قیادت کی اور کانفرنس کے پہلے اجلاس کے دوسرے سیشن میں مسئلہ کشمیر کی اہمیت پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا....!

''محترم بھائیو!

مسئلہ کشمیر برصغیر پاک و ہند میں امن قائم کرنے کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے نتیجے میں ایک تباہ کن جنگ ہو سکتی ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ دیگر جمہوری حکومتیں جن کے ہندوستان اور پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہے وہ ان دونوں حکومتوں کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کریں اور فریقین کو مذاکرات کے میز پر لے آئیں اور مسئلہ کشمیر کے حل کے فعال کردار کریں''...

عراق میں سیمینار سے خطاب!

20 سے 22 اگست 2001 تک الموتمر الشعبی الاسلامی کے زیر اہتمام فلسطین پر اسرائیلی مظالم کے خلاف امت مسلمہ کو متفقہ موقف اپنانے کے حوالے سے ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے قائدین کو مدعو کیا گیا تھا۔

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے قائد جمعیت نے فرمایا پاکستان کشمیری مجاہدین کے موقف کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اقوام متحدہ کی طرف سے تسلیم کردہ ان کے جائز اور قانونی حق خود ارادی کی حمایت کر رہا ہے پاکستان کا یہی اصولی موقف مغربی طاقتوں کی نظر میں اس کا جرم بن چکا ہے چنانچہ امریکہ اور ہندوستان کے مابین فوجی تعاون کی ایک حالیہ معاہدے کے مطابق اسرائیل سے یہودی ماہرین کی خدمات طلب کی گئی ہے جو کشمیر میں جاری تحریک مزاحمت کو دبانے میں ہندوستانی فوج کی مدد کرے گی یہی حال ہر اسلامی ملک اور ہر اسلامی ریاست کا ہے کہ جب بھی ان میں سے کوئی ملک معاشی فوجی یا سیاسی اعتبار سے سر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا انجام وہی ہوتا ہے جس کا مشاہدہ ہم ملیشیا، انڈونیشیا، عراق اور لیبیا میں کر رہے ہیں۔

چنانچہ برادرانِ گرامی!

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری اور ہماری حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ امت مسلمہ کو درپیش مشکلات اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں متفقہ اور مضبوط موقف اپنائیں اس مقصد کیلئے میں تمام اسلامی قوتوں کو مجلس التنسیق الاسلامی کے پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

بھارتی تھنک ٹینک کے ساتھ مسئلہ کشمیر پر گفتگو

جولائی 2003 میں قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمن صاحب بحیثیت قائد حزب اختلاب اپنے رفقاء جناب حافظ حسین احمد، مولانا گل نصیب خان اور قاضی حمید اللہ مرحوم کے ہمراہ ہندوستان کے دورے پر گئے بھارتی حکومت کے تمام سابق وموجودہ وزرائے خارجہ اور خارجہ سیکرٹریز پر مشتمل تھنک ٹینک سے قائد جمیعت کی باضابطہ ملاقات رکھی گئی۔

طویل، تلخ وشیریں اور حد درجہ متنوع سوال و جواب پر مشتمل پورے تین گھنٹوں کی نشست میں قائد جمعیت کی مدلل اور مبرہن گفتگو سن لینے کے بعد اس تھنک ٹینک کے چیئرمین کا نکتہ نظر یہ تھا کہ ہم کشمیر پر ٹاکس نہ کرنے کے اپنے عزم سے اعادہ اور رجوع کرنے پر سنجیدہ غور کریں گے اور یہ کہ بیرونی قوتوں کی مداخلت واقعی معنوں میں مسئلہ کو مزید گھمبیر کر دینے کا باعث ہوسکتی ہے۔

کشمیر کمیٹی کے چیئرمین شپ کا منصب

2008 کے بعد پارٹی کے پانچ سالہ دور میں قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمن مدظلہ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین رہ چکے تھے اور اسے حوالے سے بھرپور کردار ادا کر چکے تھے جس کی بنا پر 11 مئی 2013 کے الیکشن کے بعد نواز شریف کی مسلم لیگ کی حکومت میں دوبارہ یہ منصب 10 دسمبر 2013 کو ایک بار پھر قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کے حوالے کر دیا گیا۔

کشمیر کمیٹی کے چیئرمین بننے کے بعد قائد جمعیت نے مسئلہ کشمیر کو اہمیت دیتے ہوئے اسے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے ایجنڈے میں

اول نمبر پر لے آئے تو جنرل مشرف کے دور میں خواہشات پر بلائے طاق رکھ دیا گیا تھا.

ملک کے اندر بھی اس کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرکے پانچ فروری کو ہر سال پورے ملک میں کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر منانے کا اہتمام کیا اور یوں ایوان صدر میں صدر پاکستان کی موجودگی میں تقریب منعقد کرنے کی روایت شروع کرڈالی.

کشمیری قیادت کے ساتھ روابط بڑھائے، مہاجر کیمپوں کے دورے کیے اور آپ پہلے کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہیں جس نے مہاجر کیمپوں کا دورہ کرکے مہاجر کشمیریوں کی حالت زار کا خود مشاہدہ کیا.

قائد جمعیت کشمیر کمیٹی کے چیئرمین منتخب ہوئے تو آپ نے مسلسل جدوجہد اور محنت سے بیرون ممالک کے دورے کرکے اس مسئلہ کی پھر سے اہمیت دلائی اور خارجہ پالیسی میں مسئلہ کشمیر کو سرفہرست لائے.

2009 میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب پارلیمانی وفد کے ہمراہ بھارت کے دورے پر تشریف لے گئے تھے، جہاں آپ نے 18 فروری 2009 کو انڈین کشمیر کمیٹی کے چیئرمین سے مسئلہ کشمیر پر ملاقات کی. ملاقات میں کشمیر ایشو، مذاکرات اور گفت وشنید کا اول واخر ایجنڈا رہا. ایک ایک لفظ جس انداز سے بولا جا رہا تھا سیاسی اور سفارتی اصطلاحات جو اپنے پس منظر میں ایک طویل تاریخ کا آئینہ دار ہوتے ہیں، خوبصورتی اور تدبر کے ساتھ استعمال ہو رہے تھے زندگی میں پہلی بار اس طرح کی گفتگو ایک باخبر سامع کی طرح سن رہے تھے.

قائد محترم نے فرمایا کہ کشمیری عوام بغیر کسی تحریک اور لالچ کے اپنی آئندہ نسل کو آزادی اور حریت کی جس اعلیٰ منصب پر فائز ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اس میں رکاوٹیں ڈالنے کے بجائے انہیں سننے کی ضرورت ہے. صداقت اور سچائی نیز دلیل سے بھری ان کی سوچ کو سامنے آنے دیا جانا چاہیے.

جس پر بھارتی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نے کہا کہ ہم نے اس حوالے سے کشمیر کی عوام سے براہ راست رابطے بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے وادی اور جموں کے تقریباً سب ہی علاقوں میں اپنی کمیٹی کی جانب سے اس عمل کو یقینی بنانے کا انتظام کر رکھا ہے کہ ان کی آواز ہم خود سنیں اور اس کی آواز صداقت اور دھلی ہوئی سچائی کو دل کی کانوں سے سننے کا اہتمام کریں.

قائد جمعیت نے بھارتی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین کے ان خیالات کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیریوں کو براہ راست سننے سے مسائل کا حل نکلے گا. (بشکریہ جناب واحد مراد صاحب)

(اعتراض ۳۱۶): دیوبندی ڈالر کے پجاری

آئی ایس آئی کے سربراہ شجاع پاشا نے مشترکہ اجلاس میں بریفنگ کیلئے کھڑے ہوئے تو دیوبندی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے مولانا عطاء الرحمن نے کہا کہ امریکا آئی ایس آئی کا بگ باس ہے اس پر شجاع پاشا نے کہا اگر میں نے کھل کر بات کی تو یہ بتادوں گا کہ سعودی عرب اور لیبیا سے کس کو ڈالر ملتے ہیں. (نوائے وقت ۱۴ مئی ۲۰۱۱، وجنگ اخبار)

جواب: جناب پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو ثبوت دئے وہ اخباری حوالوں پر مشتمل ہے اور اخباری بیانات کے متعلق آپ کے مولوی حسن علی رضوی صاحب کہتے ہیں کہ:

''یہ کہاں ضروری ہے کہ اخباری خبر سو فیصد درست ہوتی ہے یہاں بھی رپورٹر یا نامہ نگار بیان دینے والے کی مرضی کے خلاف ان سے

منسوب کر کے بہت کچھ لکھ دیتے ہیں''۔

(قہر خداوندی،ص ۵۱،مکتبہ قاسمیہ رضویہ کراچی)

تو جناب جب آپ کے مذہب میں اخباری بیان معتبر ہی نہیں تو اس قسم کے حوالوں سے استدلال کر کے اعتراض کرنا کیا یہ اپنے ہی اصولوں کا خون نہیں؟

ثانیا بیان ملا بھی تو کس کا؟ ایک داڑھی منڈے شجاع پاشا کا جو فاسق فاجر ہے۔اب آئیے اس قسم کے لوگوں کے متعلق آپ کے بڑے کیا کہتے ہیں:

''فاسق مسلمان کی گواہی جائز نہیں''۔(تفسیر نعیمی،ج ۷،ص ۱۲۵)

اور حسن علی رضوی کہتا ہے کہ:

''شہادت ملی بھی تو داڑھی منڈا ایڈیٹر کی جو شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی''۔

(برق آسمانی،ص ۱۲۸،البرہان پبلیکیشنز لاہور)

تو جناب آپ کو بھی ہمارے خلاف شہادت ملی بھی تو داڑھی منڈے کی جو شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔امید کرتا ہوں کہ آنجناب کو شرم ضرور آگئی ہوگی۔پھر سعودی عرب اور لیبیا ایک مسلمان ملک ہے اگر وہ کسی کی امداد کرتا ہے تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے واضح کریں؟ کیا بریلوی جماعتیں درختوں پر اگنے والے مال پر پلتی ہیں؟ کیا انہوں نے کبھی کسی سے امداد وصول نہیں کی؟

آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ سعودی عرب کے ریالوں اور برٹش گورنمنٹ کے ڈالروں پر پلنے والے کتنے کون ہیں؟

''یہاں بیڈفورڈ میں عرب کے تمام ممالک سے اعلیٰ تعلیم کیلئے کثیر تعداد میں تین سال قبل انہی کی مساعی سے سعودی عرب کے نمائندہ خصوصی ڈاکٹر ذکی بداوی ڈائریکٹر آف دی اسلامک کلچرل سینٹر لندن سے خاص اس سلسلے میں تشریف لائے تھے مسجد و مدرسہ کا معائنہ کیا تھا۔عمائدین سے مالی امداد کا وعدہ کر کے گئے تھے لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کوئی امداد روانہ نہ کی۔

یہ اقربا پروری اور تعصب کے بھید بھاو کیوں؟ کیا اہلسنت کے حجاج سعودی حکومت کو ٹیکس نہیں دیتے ضرور دیتے ہیں تو پھر ان کے اداروں کو قومی و دینی اعانتوں سے محروم رکھنے کا کیا مطلب؟ کیا انہی اسلام یہی تعلیم دیتا ہے''۔

(المیلاد،ص ۲۸۳،۲۸۴،سال ۱۴۰۳ھ)

ایک طرف تو سعودیہ والوں کو وہابی کہہ کر دن رات ان پر بھونکتے ہو اور دوسری طرف ریال نہ ملنے پر شور کرتے ہو شرم کرو۔۔۔اور لگے ہاتھوں ایک اور حوالہ لیتے جاو

''مدرسین کی تنخواہوں کی ضمانت گورنمنٹ کی امداد سے مضبوط کرادی گئی''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام بریلوی نمبر،ص ۲۶۶)

گورنمنٹ سے ڈالر منظر اسلام بریلی کے اساتذہ لیں اور اعتراض ہم پر کرتے ہو۔

(اعتراض ۳۱۷): سپاہ صحابہ اہل سنت والجماعت یہ سب دہشت گرد ہیں

رضاخانی اور ان کے ہمنوا رافضی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سپاہ صحابہ اور اہل سنت والجماعت اسی طرح ان کے قائدین مثلاً موجودہ دور میں حضرت مولانا لدھیانوی صاحب حضرت مولانا اورنگزیب فاروقی صاحب یہ سب دہشت گرد ہیں۔

جواب: یہ بالکل جھوٹ ہے، ماضی میں علمائے حق پر ریاستوں کی طرف سے اس قسم کے الزامات لگتے رہے، ان کو قید و بند میں رکھا گیا ان پر جبر و ظلم کیا گیا۔ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ریاستی جبر کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟ ریاستی الزامات کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا نہیں پڑا؟ وہ حکومتیں تو آج کی حکومتوں کے مقابلے میں کئی درجہ عادل و انصاف پرور تھیں۔ کیا یہ الزام تراشی کرنے والے ان ائمہ کو بھی معاذ اللہ جھوٹا کہیں گے؟ دہشت گرد کہیں گے؟

جو جماعت خود بدترین دہشت گردی کا نشانہ بنی ہو۔ جس جماعت کے سارے قائدین شہید کر دئے گئے ہوں، دس ہزار کارکنان کو شہید کر دیا گیا اس پر دہشت گردی کا الزام لگانا پرلے درجے کی شقاوت قلبی اور نرا تعصب ہے۔

پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو سپریم کورٹ نے پھانسی کی سزا سنائی اور حکومت نے ان کو تختہ دار پر لٹکایا۔ مگر آج تک کوئی سیاسی و مذہبی جماعت اس بنیاد پر بھٹو کو دہشت و قاتل نہیں کہتی بلکہ سرے سے اس فیصلے کو ہی غلط کہتی ہے۔

کیا ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حکومت نے کرفیو نافذ کر کے دس ہزار مسلمانوں کو شہید نہیں کیا؟ کیا یہ متعصب معترض ان شہدآء کو بھی معاذ اللہ دہشت گردی میں شمار کرے گا؟ ابھی چند عرصہ پہلے رضاخانیوں کے خادم حسین رضوی نے حکومت پاکستان و ریاست پاکستان کے خلاف دو دھرنے دئے کہ انہوں نے ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کی یہ قادیانی نوازیں۔ حکومت نے اس دھرنے کو ختم کرنے کیلئے آنسو گیس استعمال کیا، طاقت کا استعمال کیا، لاٹھی چارج کیا گیا، گرفتاریاں کی گئیں رضاخانی جواب دیں کیا حکومتی کاروائی کی بنیاد پر ہم خادم حسین رضوی اور اس کی جماعت کو دہشت گرد جماعت کہیں؟

۱۹۸۵ء میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جھنگ سے الیکشن لڑا اور ہزاروں ووٹ حاصل کئے، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں حضرت مولانا ایثار الحق قاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے الیکشن لڑا اور جیتا، جرنیل صحابہ حضرت مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۲ء میں قومی و صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر الیکشن لڑا اور دونوں سیٹیں جیت گئے، پھر ۱۹۹۴ء میں صوبائی، ۱۹۹۷ء میں پھر صوبائی اور ۲۰۰۱ء میں قومی اسمبلی کی نشست پر کامیاب ہوئے اور قومی اسمبلی کے ممبر ہوتے ہوئے شہید کر دئے گئے، مولانا لدھیانوی صاحب نے ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۸ء میں الیکشن لڑا، مولانا معاویہ اعظم صاحب ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں صوبائی نشست پر کامیاب ہوئے اور اس وقت پنجاب اسمبلی کے معزز ممبر ہیں اور پنجاب حکومت کے اتحادی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی دہشت گرد کو پاکستان کے الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت ہے؟ اور کسی قومی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر بننے کی اجازت ہے جہاں ملک کے قوانین بنتے ہیں؟

حکومت پاکستان کا ان کو شناختی کارڈ، پاسپورٹ جاری کرنا اور قومی و صوبائی اسمبلی کی نشستوں پر الیکشن لڑنے کی اجازت دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کسی قسم کی دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔

پیغام پاکستان کا بیانیہ

حکومت پاکستان نے ابھی حال ہی میں صدر ممنون حسین کی سربراہی میں دہشت گردی کے خلاف ایک متفقہ قومی بیانیہ بنام ’’پیغام پاکستان‘‘ شائع کیا ان میں ’’متفقہ فتوی اور اعلامیہ کی توثیق کرنے والے علمائے کرام، مفتیان عظام، اور اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی‘‘ کے عنوان کے تحت دوسرے نمبر پر نام ہے ’’علامہ محمد احمد لدھیانوی سرپرست اہلسنت والجماعت جھنگ‘‘۔

(پیغام پاکستان، ص ۵۹)

اسلام آباد میں ۱۶ جنوری ۲۰۱۸ء کو قومی سطح پر کتاب کی تقریب رونمائی پر خطاب بھی کیا۔ اسی طرح جب کراچی میں گورنر ہاؤس میں صوبائی سطح پر جب اس کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تو اس میں مولانا اورنگزیب فاروقی صاحب بھی شامل تھے اور خطاب بھی کیا۔ کیا دہشت گردوں کو حکومت سرکاری پروٹوکول کے ساتھ سرکاری تقریبات میں بیان کرنے کا موقع دیتی ہے؟

دہشت گرد عباس قادری کا اقرار کہ حکومت دہشت گردی کے جھوٹے مقدمات قائم کرتی ہے

ایک تقریر میں دہشت گرد تنظیم سنی تحریک کے سربراہ عباس قادری کہتا ہے:

’’رہنماؤں اور کارکنان پر ملک سے بغاوت اور ناجائز اسلحہ کے مقدمات قائم کردئے۔ یعنی مرکز اہلسنت سے حاصل کئے جانے والا لائسنس یافتہ اسلحہ بھی کئی مرتبہ کی یقین دہانیوں کے باوجود واپس نہ ہوا جبکہ کراچی شہر کے کئی کارکنان پر دہشت گردی اور دیگر عدالتوں میں جھوٹے مقدمات چلائے جارہے ہیں۔۔ سنی تحریک کے رہنماؤں وکارکنان پر ملک سے بغاوت کے اور دیگر جھوٹے مقدمات قائم کردئے گئے‘‘۔ (شمشیر اعلی حضرت، ص ۷۰، ۷۱)

حکومت وفوج کی سنی تحریک کے خلاف کاروائی بزبان رضاخانی

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’کراچی میں قائم تحریک کے آفسوں پر پولیس اور رینجرز کے چھاپے لگ رہے ہیں تحریک کے ذمہ داروں اور کارکنوں کی گرفتاریوں کیلئے طاقت کا استعمال ہو رہا ہے۔۔۔ حیدرآباد کے ڈویژن اور علاقائی دفاتر پر چھاپے، گوجرانوالہ کے ڈویژن اور علاقائی دفاتر پر چھاپہ قصور میں ضلعی وعلاقائی دفاتر پر چھاپے لاہور کے ڈویژن دفتر پر چھاپہ، سبی میں دفتر اور کوئٹہ کے ضلعی دفتر پر چھاپہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان کے صوبائی دفتر پر چھاپہ۔ وزارت داخلہ کے حکم پر ڈویژنل وضلعی کنوینرز اور کارکنوں کی گرفتاری اور دفاتر کو سیل کرنے کی ہدایت ملی۔۔۔ پولیس، رینجرز، ایف سی اور انٹیلی جنس فعال۔ مرکز اہل سنت چاروں طرف سے محاصرے میں تھا شہر بھر کے تھانوں نفری، رینجرز کی نفری اور حساس اداروں کے اہل کار مرکز کے چاروں طرف پھیل چکے تھے‘‘۔

(شمشیر اعلی حضرت، ص ۶۴)

حکومت پیسے دے کر لوگ مرواتی ہے

سنیوں کا قاتل متعصب دہشت گرد عباس قادری اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے:

”اگر ایک عام آدمی ہے ۲۵۰۰۰ میں آپ اس کو مروا سکتے ہیں ۔ یہ سن لیں یہ گورنمنٹ یہ انتظامیہ کے لوگ سن لیں جو امن و امان کے نام پر سب کو بے وقوف بناتے ہیں ۔ ۲۵۰۰۰ روپے میں عام سا کوئی سا آدمی بھی آپ مروا دیں ۔ ۵۰۰۰۰ میں اس سے بڑا۔ اس سے بڑا قد آور ہے تو اس سے بڑا ہے تو ایک لاکھ اس سے بڑا ہے تو ڈیڑھ لاکھ ۔ دو لاکھ تین لاکھ یہاں بولیاں لگتی ہیں ۔ قد کے حساب سے یہاں پر قاتل دندناتے گھومتے ہیں ۔ دہشت گرد منڈلاتے ہیں ۔ (شمشیر اعلیٰ حضرت، ص ۷۵)

کیوں جناب! جب حکومت بقول تمہارے ہماری کسی جماعت پر مقدمہ قائم کرے تو وہ وحی الٰہی بن جائے معاذ اللہ اور یہاں تمہارا سربراہ خود اقرار کر رہا ہے کہ حکومت و عدالتوں میں ہم پر دہشت گردی کے مقدمات قائم ہیں، انٹیلی جنس ادارے تک ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو کیا اب مانو گے کہ تم سند یافتہ دہشت گرد ہو؟ یہ بھی اقرار کر لیا کہ حکومت اپنے دشمنوں کو پیسے دے کر مرواتی ہے تو ایسے حکومتوں کی کاروائی کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کو الزام دیتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ جو حکومتیں اپنے مخالفین کے قتل تک کروا سکتی ہیں وہ اس کے علاوہ اپنے مخالفین کے ساتھ کیا کیا ظلم و زیادتی کر سکتی ہے ہر عقل مند کیلئے اسے سمجھنا دشوار نہیں ۔

دہشت گرد کس بنیاد پر کہا جا رہا ہے

رضاخانیوں سے اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ ان کو کس بنیاد پر دہشت گرد کہا جا رہا ہے آیا جابر و ظالم فاسق و فاجر حکومتوں کے بنائے ہوئے مقدمات کی بنا پر یا اخباری رپورٹوں کی بنیاد پر دونوں صورتوں میں تو آپ بھی دہشت گرد ہیں ۔ ملاحظہ ہو تفصیلات ۔

خادم رضوی کو انسداد دہشت گردی عدالت نے چار ہزار سال قید کی سزا سنادی

۱۷ جنوری ۲۰۲۰ء کو تمام نیوز چینل خصوصاً جیو پر یہ خبر نشر ہوئی کہ دہشت گردی عدالتوں نے خادم حسین رضوی کے بھتیجے سمیت ۸۶ افراد کو دہشت گردی کا الزام ثابت ہونے پر ۴۷۳۸ سال قید کی سزا سنادی ۔

اگر کسی رضاخانی میں انصاف ہے تو اس بنیاد پر اپنے ان بڑوں کو دہشت گرد کہے ۔

خادم رضوی کرپٹ آدمی ہے

اسلام آباد (ڈیلی پاکستان آن لائن) پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ تحریک لبیک کے رہنما علامہ خادم رضوی اور ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی ساکھ قابل اعتماد نہیں ہے، تحریک لبیک کے سربراہ خادم حسین رضوی ایک کرپٹ آدمی ہیں جبکہ اشرف آصف جلالی ایک موقع پرست اور جوڑ توڑ کی سیاست کرنے والے شخص ہیں ۔ آئی ایس آئی رپورٹ میں پیر محمد افضل کے کسی منفی پہلو کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ (روزنامہ ڈیلی پاکستان ۱۹ مارچ ۲۰۱۸)

خادم حسین کرپٹ آدمی ہے

”آئی ایس آئی کی 46 صفحات پر مبنی رپورٹ میں بتایا گیا کہ تحریک لبیک نہ ہی کالعدم جماعت ہے اور نہ ہی واچ لسٹ پر ہے ۔ علامہ خادم رضوی بظاہر کرپٹ آدمی ہیں ۔ انکی شخصی شہرت غیر تسلی بخش ہے ۔ ان کا رہن سہن بظاہر ان کی آمدن سے مطابقت نہیں رکھتا ہے ۔ رپورٹ میں تحریک لبیک کے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کو مطلبی اور موقع پرست قرار دیتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ مذہبی انتہا پسند کارروائیوں میں بھی

ملوث ہیں۔رپورٹ کے مطابق علامہ خادم رضوی نے مارچ، دھرنا سے قبل ایک کروڑ روپے سے زائد رقم اکٹھی کی تھی۔لوگوں سے کہا تھا کہ یا تو مارچ میں شریک ہوں یا پھر 300 روپے فی کس جمع کرائیں۔دیگر منسلکہ مدارس نے بھی مارچ کیلئے امداد جمع کی"۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۱ مارچ ۲۰۱۸)

خادم حسین رضوی صاحب دہشت گرد اور عدالتوں سے مفرور

اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی عدالت نے فیض آباد دھرنے کے دوران پولیس چوکی پر حملے اور تشدد کے تین مقدمات میں مولانا خادم حسین رضوی سمیت تین ملزمان کے ناقابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے، تین مقدمات تھانہ کھنہ میں درج کئے گئے تھے۔مقدمہ میں خادم حسین رضوی، مولانا عنایت اللہ، ضیاء اللہ خیری اور شیخ اظہر کو نامزد کیا گیا ہے۔مقدمات میں دہشت گردی، پولیس پر تشدد، کارسرکار میں مداخلت، دیگر سنگین نوعیت کی دفعات شامل کی گئی ہیں۔عدالت نے ملزمان کے ناقابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کرتے ہوئے پولیس کو حکم دیا ہے کہ وہ ملزمان کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرے۔انسداد دہشت گردی کی عدالت کے جج شاہ رخ ارجمند نے فیض آباد دھرنے کے دوران پولیس چوکی پر حملے اور تشدد کے مقدمات کی سماعت کی جس میں تحریک لبیک کے خادم حسین رضوی سمیت تین ملزمان کے ناقابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے۔عدالت کی جانب سے تھانہ کھنہ میں درج تین مقدمات میں وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے ہیں، مقدمات میں دہشت گردی، پولیس پر تشدد، کارسرکار میں مداخلت سمیت دیگر سنگین نوعیت کی دفعات شامل ہیں۔ان مقدمات میں خادم حسین رضوی، مولانا عنایت اللہ، ضیا اللہ خیری اور شیخ اظہر تھانہ کھنہ پولیس کو مطلوب ہیں۔عدالت نے ملزمان کو گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔(نوائے وقت ۲۰ مارچ ۲۰۱۸)

انسداد دہشت گردی کی عدالت نے فیض آباد دھرنا کیس میں تحریک لبیک کے خادم حسین رضوی اور پیر افضل قادری کو گرفتار کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا ہے کہ 4 اپریل تک ملزمان کے خلاف مقدمے کا حتمی چالان جمع کرایا جائے۔پیر کو اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی کی عدالت کے جج شاہ ارجمند نے فیض آباد دھرنا کیس کی سماعت کی۔عدالت کی جانب سے چالان پیش کرنے کے حکم کے باوجود پولیس حتمی چالان پیش نہ کرسکی جس پر عدالت نے شدید برہمی کا اظہار کیا۔عدالت نے بار بار طلبی اور مفرور قرار دیئے جانے کے بعد بھی پیش نہ ہونے پر تحریک لبیک کے خادم حسین رضوی اور افضل قادری کو گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم جاری کیا۔عدالت نے خادم حسین رضوی اور پیر افضل قادری کا مفرور ملزم کا اسٹیٹس بھی برقرار رکھا ہے۔مزید برآں عدالت نے پولیس کو حکم دیا کہ 4 اپریل تک ملزمان کے خلاف مقدمے کا حتمی چالان جمع کرایا جائے۔عدالت کو بتایا گیا کہ اٹارنی جنرل امریکا میں ہیں۔عدالت نے ڈپٹی اٹارنی جنرل کو ہدایت کی کہ جو بھی پیش کرنا ہے اٹارنی جنرل آفس کے ذریعہ پیش کریں۔(۱۹ مارچ ۲۰۱۸ نوائے وقت، ایکسپریس)

خادم رضوی کی تحریک لبیک کو دہشت گرد جماعت قرار دیکر کالعدم کر دیا گیا

TLP گھناؤنے جرائم میں ملوث کالعدم قرار دینے کیلئے سپریم کورٹ میں ریفرنس دائر کیا جائے گا، تحریک لبیک کالعدم نوٹیفیکیشن جاری۔(روزنامہ جنگ کراچی، ۱۶ اکتوبر ۲۰۲۱)

تحریک لبیک کالعدم پرتشدد کاروائیوں میں دو پولیس اہلکار شہید، ۵۸۰ زخمی، ۳۰ گاڑیوں کا نقصان، ۲۰۶۳ کارکن گرفتار کئے گئے، تحریک

لبیک کوختم کر رہے ہیں ،وزیر داخلہ ،انسداد دہشت گردی ایکٹ ۱۹۹۷ کے تحت تحریک لبیک کو کالعدم قرار دے دیا گیاوزارت داخلہ نے نوٹیفیکیشن جاری کر دیا۔(روزنامہ ایکسپریس ،۱۶اکتوبر ۲۰۲۱)

ہمارا سوال بریلوی حضرات سے ہے کہ جب یہی ایجنسیاں بقول تمہارے علمائے دیوبند کے خلاف رپورٹ بناتی ہیں اور یہی عدالتیں جب علمائے دیوبند پر کیس کرتی ہیں تو تم اسی کی بنیاد پر صبح شام میڈیا پر علماء دیوبند کو دہشت گرد کہتے پھرتے ہو کیا اپنے اسی اصول سے خادم حسین رضوی اور اس کی جماعت کو ایک کرپٹ آدمی اور ملک دشمن دہشت گرد طالبان خارجی تسلیم کرو گے؟ نیز بتایا جائے کہ اگر رضوی بے قصور ہے اور یہ مقدمات جعلی ہیں تو آخر رضوی عدالتوں میں پیش کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

سنی تحریک کی دہشت گردی اور ٹارگٹ کلرز

سنی تحریک قبضہ مافیا اور دہشت گرد تنظیم ہے غیر ملکی امداد ملتی ہے حکومت کا ایسی تنظیموں کے خلاف کاروائی کا فیصلہ۔

(ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ کراچی ۸ جولائی ۲۰۱۱)

۶۰ گرفتار ٹارگٹ کلرز میں سے بعض کا تعلق سنی تحریک سے۔

(ملاحظہ ہو مین ہیڈنگ روزنامہ ایکسپریس کراچی ،۱۴ دسمبر ۲۰۱۰)

رینجرز نے سنی تحریک کے مرکزی دفتر کا محاصرہ کر لیا ۱۵ زیر حراست۔

(روزنامہ دنیا کراچی ۱۸ جون ۲۰۱۵)

اس کے بعد ۲۲ جون ۲۰۱۵ کو سنی تحریک کے گرفتار ٹارگٹ کلرز کی لسٹ بمع تصاویر و معلومات رینجرز کی طرف سے میڈیا کو دی گئی جو ہمارے پاس بھی موجود ہے۔

مری سے سنی تحریک کے بھتہ خور کارکن گرفتار جماعت کے مرکز میں فیصل قادری نامی شخص کو بھتہ جمع کراتے تھے۔

(روزنامہ ایکسپریس کراچی ۲۲ ستمبر ۲۰۱۳)

سنی تحریک کے ۱۱ کارکن ۹۰ روز کیلئے ریمانڈ پر ۔ملزمان ۸۴ افراد کے قتل اغوا ،ڈکیتیوں ،جلاؤ گھیراؤ میں ملوث ہیں ۔ترجمان رینجرز۔

(۲۴ جون ۲۰۱۵)

ان ملزمان کو تحفظ پاکستان آرڈیننس اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا۔

(روزنامہ جنگ ،۲۳ ستمبر ۲۰۱۵)

ثروت قادری پر حملے کی افواہ کراچی میں ہنگامے فائرنگ چار گاڑیاں نذر آتش۔

(روزنامہ نوائے وقت کراچی ،۳۰ اکتوبر ۲۰۱۰)

کراچی میں آپریشن سنی تحریک کے ۴۰ کارکن گرفتار ،گرفتاریاں ہنگامہ ،جلاؤ گھیراؤ کے الزام میں کی گئیں۔

(روزنامہ جسارت کراچی ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۰)

سنی تحریک کا مفرور سیکٹر انچارج گرفتار۔(روزنامہ عوام کراچی)

اخبار کا تراشہ بندے کا پاس موجود ہے تاریخ والی جگہ غلطی سے محفوظ نہ کر سکا۔اس کے علاوہ دیگر ریکارڈ بھی میرے پاس محفوظ ہے وڈیو ریکارڈ اس کے علاوہ ہے۔کیا اس سب تفصیل کے بعد کسی رضا خانی میں جرات ہے کہ اپنی اس دہشت گرد تنظیم کو دہشت گرد، غندہ گرد جماعت تسلیم کرے؟

سنی تحریک کے سربراہ متعصب عباس قادری کی سنی دیوبندیوں کو قتل کرنے کیلئے اپنے کارکنان کو ابھارنا

حافظ محمد بلال قادری نے دہشت گرد جماعت ''سنی تحریک'' کے سابق سربراہ ''عباس قادری'' کی سوانح حیات لکھی ہے۔جسے والضحیٰ پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔عباس قادری کی یہ دہشت گردانہ زبان بھی ملاحظہ ہو:

''ہم اپنے قائد کے خون کا بدلہ لیں گے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم ایک ایک بوند کا بدلہ لیں گے۔ہم میں جب تک سانس ہے ہم دیوبندیت و وہابیت کو نیست و نابود کر دیں گے''۔(شمشیر اعلیٰ حضرت ص ۷۳ از بلال قادری)

ہم ہر قانون توڑ دیں گے

چاہے کوئی سا بھی قانون ہماری راہ میں حائل ہو ہمیں روکنے کی کوشش کرے گا ہم رکیں گے نہیں اور بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔
(شمشیر اعلیٰ حضرت ص ۷۴)

ہم ہر حکومت کا تختہ الٹ دیں گے

''سنیوں کو جمع مت ہونے دو کسی طرح ان سے اتحاد پیدا نہ ہونے دو اگر اتحاد پیدا ہو گیا تو یہ ہر دیوار کو توڑ دیں گے ہر حکومت کا تختہ الٹ دیں گے''۔(شمشیر اعلیٰ حضرت ص ۷۷)

آئین پاکستان کے تحت حکومت کا تختہ الٹنا ریاست سے بغاوت کے جرم میں آتا ہے اور آرٹیکل ۶ کے تحت اس کی سزا موت ہے۔

ہم دیوبندیوں کے مدرسہ میں گھس کر ان کو ماریں گے

''ہمارے بازوؤں میں بھی اتنی طاقت ہے کہ ہم قاتلوں کو ٹھکانے لگا کر چھوڑ دیں گے۔ہمارے میں بھی اتنے حوصلے ہیں چاہے قاتل افغانستان چلا جائے یا دیوبندی کے دارالعلوم میں چلا جائے یا دیوبندیوں کے کسی مدرسہ میں چلا جائے اس کو پناہ نہیں ملے گی ہم ان کو بے چین کر دیں گے ہم ان کو بے قرار کر دیں گے ہم ان کو چین سے نہیں رہنے دیں گے
(شمشیر اعلیٰ حضرت ص ۷۹،۸۰)

گولی کا جواب گولی سے دیں گے

''جو جس انداز میں ہم سے بات کرے گا اسی انداز میں ہم اس سے بات کریں گے اگر کوئی گالی دے گا تھپڑ مارے گا گھونسہ دے گا، گولی مارے گا گولی ماریں گے ہم میں اس کو۔جو جس انداز میں ہم سے بات کرے گا اسی انداز میں نمٹیں گے۔(شمشیر اعلیٰ حضرت ص ۸۱)

دیوبندیو! تم حرامی ہو ہم سے پنگا مہنگا پڑے گا

''یہ سن لو دیوبندیو وہابیوں ہم سے پنگا تم نے لے تو لیا جو تم کو بہت مہنگا پڑے گا۔ بہت مہنگا پڑے گا۔ تم نے سلیم بھائی کو شہید کر کے اچھا نہیں کیا۔ تم نے ظلم کیا۔ تم نے زیادتی کی، تم نے ناانصافی کی، تم نے بے غیرتی کی ہے تم نے یزیدیت کا ثبوت دیا ہے تم نے اپنے حرامی ہونے کا ثبوت دیا ہے''۔ (شمشیر اعلیٰ حضرت، ص ۸۴)

کارکنان کو اہل سنت دیوبند کو قتل کرنے کیلئے ابھار نا ٹرینگ لینے کی تاکید کرنا

''اے سنیو! ایک بال بھی وائٹ نہیں ہونی چاہئے۔ یہ سمجھ لو جس کو باؤلنگ کرانا نہیں آتی وہ ٹرینگ کر لے۔ وہ اس کی پریکٹس کر لے۔ ابھی بھی وقت ہے ابھی وقت ہے باؤلنگ کرنے کا ابھی ہم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا ابھی وقت ہے تم تیاری کر لو باؤلنگ کی۔ ایک بال بھی وائڈ نہیں ہونی چاہئے ایک بال بھی مس نہیں ہونی چاہئے چھ کی چھ بالیں وکٹوں پر لگنی چاہئے۔۔۔ وہ سارا دیوبندیوں وہابیوں میں تقسیم کر دو جتنی چار پیایئاں تم نے نکالی ہیں وہ سب ان کو لگا دو۔ سنو ہم ان کی نسل کو برداشت نہیں کریں گے ہم حلالی ہیں ہمارا تعلق حلال طبقے سے ہے ہم حرامیوں کو پیدا نہیں ہونے دیں گے''۔ (شمشیر اعلیٰ حضرت، ۸۶)

دیوبندیوں کو ٹھکانے لگانے کیلئے میں حاضر ہوں

''ہاں بدلہ لینے کی نیت سے ٹھکانے لگانے کی نیت سے میں حاضر ہوں۔۔۔ میں تمہارے ایوانوں میں پہنچ جاوں گا میں تمہارے مدارس میں گھس جاؤں گا میں تمہارے ایوانوں میں پہنچ جاؤں گا میں تمہارے مدارس میں گھس جاؤں گا میں تمہارے دارالعلوم میں گھس جاوں گا میں تمہارے تمام قلعے ختم کر دوں گا''۔ (شمشیر اعلیٰ حضرت، ص ۸۸)

دیوبندیو! میں تمہارے ایوانوں کو آگ لگا دوں گا

''دیوبندیو وہابیو! تم نے اچھا نہیں کیا خدا کی قسم تم نے اچھا نہیں کیا۔ میرے بھائی کو شہید کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔ میرے رہنما کو شہید کر کے تم نے اچھا نہیں کیا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا میں تمہارے ایوانوں کو آگ لگا دوں گا''۔
(شمشیر اعلیٰ حضرت، ص ۸۹)

تمہارا امن بھاڑ میں گیا، اب کوئی امن نہیں، امن کی فاختہ ہم نے اڑادی

''اور ہاں حکومت کہتی ہے کہ امن قائم رکھو مجھے کہتی ہے بہت جذباتی باتیں بولتا ہے۔ بہت زیادہ بولا ہے۔ ابھی تو بولا ہے ہم نے تم گھبرا گئے ابھی تو صرف بولا ہے کھیلا بھی نہیں۔۔ ہاں ہاں حکومت ہم سے کہتی ہے کہ امن قائم کرو کون سا امن؟ جس نے اہل سنت کو نقصان پہنچایا؟ جس نے ہمارے مسلک کو مٹانے کی کوشش کی وہ امن جو کہ صرف سنیوں پر لاگو ہوتا ہے آج میں اس امن اس امن کی فاختائیاں یہ دیکھو حکامت کے لوگو یہ وہ فاختہ ہے جس کے نام پر تم نے ہمیں بت وقوف بنایا تھا۔ یہ وہ فاختہ ہے جس کا واسطہ دے کر تم ہمیں روکتے تھے آج ان فاختاؤں کو ہم نے اڑا دیا امن کی فاختاوں کو ہم نے اڑا دیا۔ ہم سے امن کی امید نہیں کرنا۔ ہم سے امن کا لحاظ نہیں رکھنا۔ ہم سے امن

کی مروت نہیں رکھنا۔ہم نے ساری امن کی فاختائیں اڑا دیں۔اب ہمارے پاس امن کے نام پہ نہیں آنا۔اب ہمارے پاس امن کی بات لے کر نہیں آنا۔"(شمشیر اعلی حضرت،ص۹۰)

دیوبندی جہاں سے آئے ہیں ہم وہی گھسیڑ دیں گے

"ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔اے صدر جنرل مشرف! وزیر داخلہ! تمام حکمران کا طبقہ سن لے یہ ہمارے قائد کو شہید کر کے اچھا نہیں کیا۔ تم نے ہمیں چھیڑ دیا۔ہمیں بے قرار کر دیا ہے۔اب ہم ان کا وہ حشر کریں گے کہ ان کی نسلیں بھی یاد کریں گی۔ہم ان کو جہاں سے آئے ہیں۔۔۔

حضرت نے کہا ہم ان کی نسلوں پر پابندی لگا دیں گے ہم نے پنجاب میں کہا تھا اب کراچی میں اس چہلم کے پروگرام میں سنیوں کو یہ پیغام دیتا ہوں اور حکومت وقت کو یہ کہتا ہوں کہ واقعی میں ہم ان کی نسلوں پر پابندی لگا دیں گے"۔
(شمشیر اعلی حضرت،ص۸۶)

خلاصہ: قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہ کس قسم کا درندہ صفت،بدزبان انسان اور فسادی تھا۔اس طرح عوامی مجمع میں کھلم کھلا دھمکیاں تو آج تک تحریک طالبان پاکستان جیسی دہشت گرد تنظیم نے بھی ابھی تک اپنے مخالفین کو نہیں دی جس طرح یہ ایرانی غنڈا علمائے اہل سنت و حکومت کو دے رہا تھا۔اس کھلم کھلا دہشت گردی کے بعد بھی رضاخانی منافقت کی تمام حدیں پار کر کے میڈیا پر آ کر معصوم بنتے ہیں کہ ہم تو بہت امن پسند ہیں۔

یہ تمہاری امن پسندی ہے کہ گولی کا جواب گولی سے دو؟ یہ امن پرستی ہے کہ ہم سے امید امن مت رکھو؟ یہ امن پرستی ہے کہ ہم مخالفین کے مدرسوں میں گھس جائیں گے؟ یہ امن پرستی ہے کہ مخالفین کو یہ غلیظ دھمکی دو کہ جہاں سے آئے تھے وہیں گھسیڑ دیں گے؟
شرم تم کو مگر نہیں آتی

دیوبندیوں پر قتل کا الزام

عباس قادری صاحب نے بنا ثبوت اپنی تقریروں میں بار بار دیوبندی وہابیوں پر اپنے سربراہ سلیم قادری کے قتل کا الزام لگایا۔حالانکہ خود اس نے اپنی تقریروں میں اقرار کیا کہ اصل قاتل کون ہیں؟ اور قتل کون کراتی ہے؟ چنانچہ ایک تقریر میں کہتا ہے:

"اگر ایک عام آدمی ہے ۲۵۰۰۰ میں آپ اس کو مروا سکتے ہیں۔یہ سن لیں یہ گورنمنٹ یہ انتظامیہ کے لوگ سن لیں جو امن و امان کے نام پر سب کو بے وقوف بناتے ہیں۔۲۵۰۰۰ روپے میں عام سا کوئی سا آدمی بھی آپ مروا دیں۔۵۰۰۰۰ میں اس سے بڑا۔اس سے بڑا قد آور ہے تو اس سے بڑا ہے تو ایک لاکھ اس سے بڑا ہے تو ڈیڑھ لاکھ۔دو لاکھ تین لاکھ یہاں بولیاں لگتی ہیں۔قد کے حساب سے یہاں پر قاتل دندناتے گھومتے ہیں۔دہشت گرد منڈلاتے ہیں۔(شمشیر اعلی حضرت،ص۷۵)

ایک تقریر میں تو صاف لفظوں میں جنرل مشرف کی حکومت کو قاتل کہا:

""ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔اے صدر جنرل مشرف! وزیر داخلہ! تمام حکمران کا طبقہ سن لے یہ ہمارے قائد کو شہید کر کے اچھا نہیں کیا۔تم نے ہمیں چھیڑ دیا۔ہمیں بے قرار کر دیا ہے۔۔۔"(شمشیر اعلی حضرت،ص۸۶)

جب حکومت پیسے دے کر قتل کرواتی ہے قائد کو حکومت نے قتل کرایا، چھیڑا تمہیں حکومت نے تو اہل سنت دیوبند پر بکواس کرنے اور الزام تراشی کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟

لطیفہ

دیوبندیوں، وہابیوں کو دھمکی دینے والے کہ "ہم تمہیں چھوڑیں گے۔۔۔نہیں، جہاں سے آئے ہو وہاں گھسیڑ دیں گے" کو خود نشتر پارک میں بم دھماکے میں قتل کر دیا گیا۔ اب ہم یہ تو نہیں کہتے کہ خدا جانے کس نے موصوف کو جہاں سے آئے تھے وہیں۔۔۔لیکن ماقبل کے بیانات میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ یہ کام کون کرتا ہے؟ اور حکومت مجھے کہہ بھی رہے تھی کہ امن سے رہو تم بہت بولتے ہو۔

دوسروں کے مدرسوں میں گھسنے کی دھمکی دینے والوں کا آج اپنا یہ حال ہے کہ موصوف کے قائد سلیم قادری کے بیٹے بلال قادری کو آج کوئی اسی کے باپ کی بنائی ہوئی "سنی تحریک" میں گھسنے نہیں دے رہا ہے اور اس بیچارے نے اپنی الگ سے سنی تحریک بنادی ہے۔

اس کے مقابلے میں علمائے دیوبند کی امن پسندی ملاحظہ ہو

اب اس کے مقابلے میں علمائے اہل سنت دیوبند کی امن پسندی ملاحظہ ہو امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ضیاالرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ اس جماعت کے دس ہزار سے زائد ذمہ داران و کارکنان کو بے دردی سے ٹارگٹ کلنگ کے نام پر شہید کر دیا گیا۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب پر دو دفعہ قاتلانہ حملہ ہوا، حضرت مولانا حسن جان رحمۃ اللہ علیہ جیسے سفید ریش بزرگ عالم کے سینے کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ عالم کو اسلام آباد میں چھریوں کے وار کر کے بے دردی سے شہید کر دیا گیا لیکن کسی ایک ذمہ داری دیوبندی کی تقریر پیش نہیں کی جاسکتی جس نے حکومت کو ڈرایا ہو، امن قائم کرنے سے انکار کیا ہو، مخالفین کے گھروں، مدرسوں میں گھسنے کی دھمکیاں دی ہوں، مخالفین کو جہاں سے آئے تھے وہیں گھسیڑنے کی غلیظ باتیں کی ہوں۔ بلکہ بار بار ہمارے سٹیج سے صبر کی تلقین کی گئی، قانون کو ہاتھ میں نہ لینے کی تلقین کی گئی اور حکومت سے اپیل کی گئی کہ ہمارے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔

حضرت مولانا عبد الغفور ندیم شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں بندہ شامل تھا اس وقت طالب علم تھا ناگن چورنگی پر جیسے ہی جنازہ ہوا کسی شرارتی نے پتھر اٹھا کر سامنے بلڈنگ کے شیشے پر مارنے شروع کر دئے تو فوراً مسجد سے اعلان ہوا کہ یہ آدمی شرارتی ہے قانون نافذ کرنے والے انہیں پکڑے۔

۲۰۱۹ء میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے جولانگ مارچ کیا اور اسلام میں جو پرامن دھرنا دیا بڑا سے بڑا دشمن ان کی امن پسندی پر حیران وششدر رہ گیا جبکہ خادم رضوی کے دھرنوں کا حال سب کو معلوم ہے۔ اللہ حق سچ قبول کرنے کی توفیق دے۔

(اعتراض ۳۱۸): اہلسنت والجماعت (سپاہ صحابہؓ) کو سعودی عرب فنڈنگ کرتا ہے

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ (سپاہ صحابہؓ) کو سعودی عرب یا دیگر عرب مما لک فنڈنگ کرتے ہیں۔ گذارش ہے کہ اس الزام کا ثبوت کیا ہے؟ بنا مستند ثبوت تو کوئی بھی کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ رضاخانیوں اور رافضیوں کو یہودی فنڈنگ کر رہے ہیں۔

بالفرض مان لیتے ہیں فنڈنگ کر رہی ہو تو اس میں مضائقہ کیا ہے؟ کیا رضاخانی و رافضی ملک و بیرون ملک سے اپنی جماعت، مدرسے، تنظیمیں چلانے کیلئے چندے نہیں لیتے؟ کیا ملک بھر میں قائم NGOs غیر ملکیوں سے فنڈ نہیں لیتی؟ کیا ملک کے مختلف ادوارِ حکومت میں سر براہان مملکت نے سعودی عرب اور دیگر ملکوں سے فنڈ اور قرضے وہ بھی سودی نہیں لئے؟ اس پر تو واویلا کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

غرض اگر فنڈنگ ہوتی بھی ہے تو اس میں شرعی قباحت بتلائی جائے۔ ما قبل میں گزر چکا کہ خان صاحب بریلوی سمیت جید علمائے بریلویہ کے نزدیک کافروں سے بھی چندہ لیکر مسجدوں و مدرسوں میں لگایا جاسکتا ہے۔ خان صاحب بریلوی تو انگریزوں سے بھی چندہ لینے کے جواز کے قائل تھے ''دفاع جلد دوم'' میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے تو اگر کسی مسلمان ملک نے کوئی فنڈنگ بالفرض کر بھی دی تو کونسا آسمان گر گیا اور کونسا شرعی ضابطہ ٹوٹ گیا؟

جرنیل صحابہ حضرت مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کا تفصیلی جواب دیا ہے جس کو ہم من وعن یہاں نقل کر رہے ہیں ملاحظہ ہو:

''کون سا ملک سپاہ صحابہؓ کی پشت پناہی کرتا ہے؟

اہم سوال اور اس کا جواب

سپاہ صحابہؓ کی جدو جہد کے نتیجے میں جب شیعیت کے چہرے سے نقاب اٹھنے لگا اور ایران کے نام نہاد اسلامی انقلاب کی قلعی کھلنے لگی تو مخالفین نے فوراً یہ الزامات لگانا شروع کر دیئے کہ سپاہ صحابہؓ کی سعودی عرب، عراق حتیٰ کہ امریکہ حمایت کر رہا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جانے لگی کہ چونکہ ایران امریکہ مخالف ہے لہٰذا امریکہ اور اس کے حامی اسلامی ممالک ایران کی مخالفت کیلئے سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ ایران اور اس کے حواریوں کے پاس دلائل اور ثبوت صرف اس حد تک ہیں کہ ہم امریکہ مخالف ہیں اور ہمیں امریکہ اپنی سازشوں کے ذریعہ سپاہ صحابہؓ جیسی جماعتوں کے ہاتھوں پریشان کر رہا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سپاہ صحابہؓ امریکہ اور اس کی پالیسیوں سے نفرت کرتی ہے۔ اور ہم ایران اور اس کے حواریوں سے ہزار گناہ بڑھ کر امریکہ پر لعنت بھیجتے ہیں اور امریکہ مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ایران منافقت کے لبادہ میں اور امریکہ کفر کی صورت میں عالم اسلام کے شدید دشمن اور بدترین مخالف ہیں۔ ایک نے حرمین شریفین کا تقدس پامال کر کے وہاں خمینی زندہ باد، ایران زندہ باد کے نعرے لگا کر اپنی منافقت کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے نے اسلامی ممالک کے وسائل پر قبضہ کر کے جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ پر مشتمل اپنی فوجوں کو اتارا ہے۔ ایک ملک نے اپنے پڑوسی ملک عراق کے خلاف اسرائیل کا اسلحہ خرید کر استعمال کیا ہے اور دوسرے ملک نے عراق کی عوام پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم ایران کی امریکہ سے دشمنی کے باعث ایران کے مخالف ہوئے ہیں تو پھر لیبیا، کیوبا، روس، اور اب عراق امریکہ کے بدترین دشمنوں میں شامل ہیں۔ سپاہ صحابہ نے کبھی ان ممالک کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ایران کی موجودہ نام نہاد اسلامی حکومت کے بانی مسٹر خمینی کی تصنیفات: کشف الاسرار، ولایت فقیہ، تحریر الوسیلہ، اور صحیفہ انقلاب عقائد کے اعتبار سے دنیا بھر کے مسلمانوں پر ظلم کی شاہد ہیں۔ اور پھر عملاً مسٹر خمینی نے ایرانی آئین میں جس طرح ترمیم کر کے ایران کو شیعہ اثنا عشریہ سٹیٹ قرار دے کر اس کے تمام عہدوں پر صرف شیعہ اثنا عشری کی تقرری کو ضروری قرار دیا ہے اور ایران کے 35% فیصد سنی آبادی کو بنیادی مذہبی اور جمہوری حقوق سے محروم کر رکھا ہے اسے ہر شخص وہاں جا کر چشم خود دیکھ سکتا ہے۔

جب ایران کی حکومت پاکستان میں شیعہ حقوق کیلئے آواز بلند کرتے ہوئے اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ پاکستانی حکمرانوں کو واجب القتل قرار دینے اور پاکستان میں شیعہ کو مسلح کر کے اسلام آباد کا گھیراؤ تک کر لیتی ہے تو اگر ایران کے سنی مسلمانوں کے حق میں سپاہ صحابہؓ بھی آواز بلند کرتے ہوئے ایرانی حکمرانوں کو اسلام اور جمہوریت و انسانیت کا دشمن قرار دیتی ہے تو اس میں امریکہ یا کسی اسلامی ملک کا کیا دخل ہے؟ جہاں تک بات ہے کسی اسلامی ملک سے تعاون حاصل کرنے کی تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلامی ممالک بھی ایران کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور ایران میں جا کر اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں اور سپاہ صحابہؓ کی قیادت کے عمرے تک کا ویزہ دیتے ہوئے بھی تردد کا شکار ہو جاتے ہیں وہ ایران کی مخالفت کیلئے کیونکر سپاہ صحابہؓ کی حمایت کر سکتے ہیں۔

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ کبھی کسی اسلامی ملک کے کسی سفیر نے سپاہ صحابہؓ کے پروگراموں میں اس طرح شرکت نہیں کی جس طرح شیعہ کی چھوٹی چھوٹی مجلسوں میں ایرانی سفیر تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور سپاہ صحابہؓ کا کوئی لیڈر کبھی ان سفارتخانوں میں نہیں گیا۔ ہم نے اسمبلی کے اندر اور باہر بار بار چیلنج کیا اور آج بھی ہمارا چیلنج موجود ہے کہ اگر کسی اسلامی یا غیر اسلامی ملک کی امداد کا ایک روپیہ بھی سپاہ صحابہؓ پر ثابت ہو جائے تو ہم پر غداری کا مقدمہ چلا کر ہمیں سزائے موت دے دی جائے۔

اس سے بڑھ کر اس الزام کے جھوٹے ہونے کا کیا ثبوت ہے کہ حکومت ہماری لیڈر شپ کو بار بار گرفتار کر لیتی ہے لیکن وہ خود بتائے کہ کبھی کسی ملک نے حکومت سے ہمارے رہائی کیلئے سفارش کی؟ کبھی کسی ملک نے ہماری گرفتاری پر احتجاج کیا؟ اگر واقعہ سپاہ صحابہؓ کو غیر ملکی سرپرستی حاصل ہوتی تو آج حکومت پاکستان ہم پر بھی ہاتھ ڈالتے ہوئے اس طرح ہزار مرتبہ سوچتی جسطرح ایرانی ایجنٹوں پر ہاتھ ڈالتے ہوئے سوچتی ہے اور آج ہم جیلوں کے مہمان نہ ہوتے۔

آخری بات کہ جو جماعت یا لیڈر کسی ملک کی خوشنودی کیلئے دولت یا عہدہ کی غرض سے کام کرتا ہے وہ اپنی جان کی قربانی نہیں دیتا ہے۔ اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ عوام بے شک مر جائیں لیکن مجھ پر آنچ نہ آئے۔ جبکہ سپاہ صحابہؓ کی قیادت نے ہمیشہ پہلے اپنے آپ کو گولیوں بم دھماکوں اور راکٹ لانچروں کے سامنے پیش کیا ہے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم کو بلند کرتے ہوئے شرک و کفر کے خلاف آقا نامدار ﷺ کی ختم نبوت و ناموس کا تحفظ کرتے ہوئے گستاخان رسول کے خلاف اور اصحاب رسول و ازواج مطہرات کے تقدس و شرافت کا پھریرا لہراتے ہوئے منافقت اور رافضیت کے خلاف آواز بلند کرنا جہاد سمجھتے ہیں اور اس راہ میں مر جانا شہادت و سعادت یقین کرتے ہیں۔ جو جماعت خوشنودی رب کی طلبگار ہو اور شوق شہادت سے سرشار ہو وہ کسی ملک کی ایجنٹی کر کے اپنی محنت ضائع نہیں کیا کرتی''۔

(میرا جرم کیا ہے، ص ۴۱۶ تا ۴۱۸)

رضاخانی اور غیر ملکی فنڈنگ کی بھیک

آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ سعودی عرب کے ریالوں اور برٹش گورنمنٹ کے ڈالروں پر پلنے والے کتے کون ہیں؟

''یہاں بیڈفورڈ میں عرب کے تمام ممالک سے اعلیٰ تعلیم کیلئے کثیر تعداد میں تین سال قبل انہی کی مساعی سے سعودی عرب کے نمائندہ خصوصی ڈاکٹر ذکی بداوی ڈائریکٹر آف دی اسلامک کلچرل سینٹر لندن سے خاص اس سلسلے میں تشریف لائے تھے مسجد و مدرسہ کا معائنہ کیا تھا۔ عمائدین سے مالی امداد کا وعدہ کر کے گئے تھے لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کوئی امداد روانہ نہ کی۔

یہ اقرباپروری اور تعصب کے بھید بھاو کیوں؟ کیا اہلسنت کے حجاج سعودی حکومت کو ٹیکس نہیں دیتے ضرور دیتے ہیں تو پھر ان کے اداروں کو قومی و دینی اعانتوں سے محروم رکھنے کا کیا مطلب؟ کیا انہی اسلام یہی تعلیم دیتا ہے"۔

(المیلاد،ص ۲۸۳،۲۸۴،سال ۱۴۰۳ھ)

ایک طرف تو سعودیہ والوں کو وہابی کہہ کر دن رات ان پر بھونکتے ہو اور دوسری طرف ریال نہ ملنے پر شور کرتے ہو شرم کرو۔۔۔اور لگے ہاتھوں ایک اور حوالہ لیتے جاو:

"مدرسین کی تنخواہوں کی ضمانت گورنمنٹ کی امداد سے مضبوط کرادی گئی"۔

(ماہنامہ اعلی حضرت کا منظر اسلام بریلوی نمبر،ص ۲۶۶)

گورنمنٹ سے ڈالر منظر اسلام لے اور اعتراض ہم پر؟۔

فروری ۲۰۱۰ میں رضاخانی سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاجزادہ فضل کریم کی سربراہی میں میلاد کے جلوس کی آڑ میں دہشت گردی کی گئی ۱۸ افراد کو شہید کیا گیا حضرت مولانا زاہد القاسمی کی قبر کی بے حرمتی کی گئی اور ان کی لائبریری کو آگ لگادی گئی جس میں سینکڑوں دینی کتب قرآن مجید و حدیث کی کتب جل کر خاکستر ہوگئی اس وقت کے وزیر دخلہ جناب عبد الرحمن ملک نے اعلان کیا کہ اس فرقہ واریت کے لئے باقاعدہ باہر مما لک سے پیسے دئے گئے اور سوچی سمجھی سازش کے تحت یہ کام کیا گیا۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

روزنامہ جنگ کراچی یکم مارچ ۲۰۱۰ روزنامہ امت یکم مارچ ۲۰۱۰،روزنامہ اسلام یکم مارچ ۲۰۱۰ اور اس تاریخ کے دیگر اخبارات)

(اعتراض ۳۱۹):مولانا ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب بریلوی کو پہلے شیعہ کہا پھر شیعہ کے خلاف ان کے فتوے اپنی کتاب میں نقل کئے

جواب: جی بالکل! حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب کے متعلق برملا جلسہ میں کہا کہ:

"میرے پاس"احمد رضاخان بریلوی کے شیعہ ہونے کی ستائیس (۲۷) دلیلیں ہیں"

وہ سب اور اس پر مستزاد میں نے اپنی کتاب"مسلک اعلی حضرت"،میں جمع کردی ہیں۔اس موقف سے شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت تک رجوع نہیں کیا تھا۔اگر رجوع کا کوئی مستند ثبوت ہے تو پیش کیا جائے۔اب خان صاحب کا فتوی شیعوں کے خلاف پیش کرنے پر تعجب کرنا بھی عجیب ہے یوں سمجھو کہ روافض کا کفر انہی کے گھر کے آدمی سے پیش کردیا۔اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ بلکہ اس فراست پر تو ان کو داد دینی چاہئے۔

خود کاشف اقبال نے"دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف"،میں اور مولوی حسن علی رضوی نے"اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ"میں یہ طرز اختیار کیا کہ ایک طرف کہتا ہے کہ علمائے دیوبند ختم نبوت کے منکر کو کافر کہتے ہیں پھر کہتا ہے کہ علمائے دیوبند خود ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوگئے معاذ اللہ،علماے دیوبند شیطان کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں پھر لکھا کہ دیوبندی معاذ اللہ شیطان کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مانتے ہیں (ان سب کا منہ توڑ جواب ماقبل میں دے دیا گیا ہے) تو اگر خان صاحب کو شیعہ کہہ دیا پھر خان صاحب ہی سے شیعہ کے کفر پر فتوی پیش کردیا تو کیا تعجب ہے؟

اگر اعتراض کرو کہ احمد رضا خان کو شیعہ بھی کہتے ہو اور پھر رضاخانیوں سے شیعہ کے خلاف اتحاد بھی کرتے ہو تو جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ ایک طرف کہتے ہو کہ مرزائیوں کو ختم نبوت کے انکار کا راستہ انہی دیوبندیوں نے دکھلایا پھر انہی دیوبندیوں سے اتحاد بھی کرتے ہو۔ختم نبوت کی تحریکیں انہی کے ساتھ مل کر چلاتے ہو۔شاہ احمد نورانی نے ’’متحدہ مجلس عمل‘‘ کی صورت میں مفتی منیب الرحمن نے ’’اتحاد تنظیم المدارس‘‘ اور ’’رویئت ہلال کمیٹی‘‘ کی صورت میں ان دیوبندیوں سے اتحاد کیا ہوا ہے۔کس اصول پر؟ جو بھی اصول ہو پس ہمارے لئے بھی وہی اصول پسند کرلو۔

کہتے ہیں کہ فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیعہ بھی کہتے تھے پھر اپنی کتاب ’’تاریخی دستاویز‘‘ میں ان کے نام کے ساتھ ’’رح‘‘ لکھا ہوا ہے۔تو کیا ہوا۔۔!!!؟ بھائی صاحب!!! آپ کے مناظر مفتی حنیف قریشی نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کفر و گستاخی پر معاذ اللہ طالب الرحمن غیر مقلد کے ساتھ مناظرہ کیا لیکن اسی مناظرہ کی روئیداد میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھتا ہے:

’’شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب‘‘۔(مناظرہ گستاخ کون ص ۴۲۲)

جو جواب اس عبارت کا آپ کی طرف سے وہی جواب ہماری طرف سے۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

’’اس ایڈیشن میں قاسم نانوتوی کے نام کے ساتھ کلمہ ترحم مکمل موجود نہیں بلکہ اس کا اختصار ’’ ؒ ‘‘ لکھا ہوا ہے اور یہ کتابت کی غلطی پر موقوف ہے کاتبوں سے اس طرح کی غلطی کا صادر ہونا بعید از امکان نہیں‘‘۔(کشف القناع ص ۱۳۹)

مزید لکھتا ہے:

’’اگر کوئی تحریر یا جملہ اس کے خلاف ملتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ تحریر قبل از علم لکھی گئی ہے یا وہ امور جن میں کاتب کی غلطی متحمل ہے وہ مبنی بر غلطی کتابت ہیں‘‘۔(کشف القناع ص ۱۴۰،۱۴۱)

تو جب ڈنکے کی چوٹ پر شیعہ کہہ دیا تو اب اس کے خلاف جو تحریر یا جملہ ملے تو آپ کے مولوی کے اصول کے مطابق اس میں کتابت کی غلطی کا امکان ہے لہذا استدلال باطل ہوا۔آخر میں اب ذرا اپنے ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی کو بھی پڑھ لو جو لکھتا ہے:

’’کسی کو رحمہ اللہ لکھا جانا اس کے عقائد کی صحت کی ضمانت اور دلیل نہیں‘‘۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ا ص ۲۹۴)

’’محض کسی کے نام کے ساتھ مرحوم لکھا جانا جنت کا ٹکٹ نہیں ہے‘‘۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ا ص ۲۹۵)

(اعتراض ۳۲۰) مولانا طارق جمیل صاحب رنڈیوں، فلم ایکٹروں وغیرہ کو بھی تبلیغ کرتے ہیں یہ کونسا دین ہے؟

یہ وہی دین ہے جس کو آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی ایک بزرگ کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

’’حکایت: مثنوی شریف میں ہے کہ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک حسینہ رنڈی آگئی جس کے حسن میں سارا شہر گرفتار ہوگیا لوگ فسق و فجور میں پھنس گئے۔لوگوں نے سلطان العارفین کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کا زمانہ ہو اور لوگ ایسی معصیت میں مبتلا ہو جائیں۔جائے تعجب ہے۔فرمایا ماجرا کیا ہے؟ لوگوں نے اس رنڈی کا حال بیان کیا۔فرمایا چلو پھر ہم اس رنڈی کے گھر پر چلیں۔اس کے دروازے پر مصلی بچھایا نماز شروع کردی۔رات تک نماز میں نوافل پڑھتے رہے اس درمیان میں جو

کوئی رنڈی سے ملنے آیا حضرت کو دیکھ کر لوٹ گیا۔رات گئے آپ نے رنڈی سے پوچھا کہ مائی! تیری روز کی آمدنی کتنی ہے؟اس نے بتائی وہ رقم ہی اپنے گرہ سے اسے عطافرما کرارشادفرمایا کہ چونکہ ہم نے تیری پوری فیس ادا کردی اب تیری یہ رات ہماری ہوگئی۔اس نے عرض کیا کہ بے شک۔فرمایااب ہم جوکہیں وہ کر۔اس نے کہا بہت اچھافرمایاوضو کرکے دورکعت نفل ادا کر۔اس نے تعمیل ارشاد کی۔جب قیام ورکوع کرکے اس نے سجدے میں سر رکھا کہ سلطان نے بارگاہ رب العالمین میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔۔۔الخ‘‘۔
(معلم تقریر،ص ۷)

یہاں تو رنڈی کے پاس حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ رات گزار رہے ہیں مگر کسی رضاخانی کو اعتراض نہیں تو اگر مولانا طارق جمیل صاحب نے کسی ایکٹر،مراثی،رنڈی،خواجہ سرا کو وعظ ونصیحت کردی اور اللہ نے اسے ہدایت دے دی تو تمہیں تکلیف کیا ہے؟کہیں فحاشی ختم ہونے کا دکھ تو نہیں ہو رہا ہے؟

(اعتراض ۳۲۱)شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک رضاخانی کا اعتراض

شرم وحیا،غیرت وحمیت سے عاری نام نہاد رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

’’ہمارے دور میں مولوی غلام خان (پاکستان) کا اپنے وقت کا تمام گستاخوں میں نمبر اول تھا۔اس کی تقریر اور تحریر نبوت اور ولایت کی گستاخی اور بے ادبی پر مبنی ہوتی آخری تقریر دبئی (عرب ممالک میں ہوئی) عینی گواہ شاہد ہیں کہ اس نے جونہی گستاخانہ رویہ اختیار کیا تو غضب الٰہی ایسا جوش میں آیا کہ اسٹیج پر عذاب الٰہی نے آگھیرا یہاں تک کہ ہسپتال پہنچتے ہی شکل تبدیل ہوگئی۔اس کی ہیبت ناک شکل دیکھنے والوں کی حالت غیر ہو جاتی اسی لئے چہرہ کو چھپادیا گیا اور دبئی سے پاکستان بھیجنے والے ڈاکٹروں نے چہرہ دیکھنے کی ممانعت کردی بالآخر اسے ڈھکے چھپے چہرے سے دفنایا گیا‘‘۔(شرح حدائق بخشش،ج ۱،ص ۲۱۴)

جواب:اویسی کے اس صریح جھوٹ پر جتنی لعنت کی جائے کم ہے یقیناً اس سیاہ جھوٹ کی سزا اس وقت قبر کی سیاہی کی صورت میں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے کی شکل میں وہ بھگت رہے ہوں گے۔اویسی کی اس جھوٹ کی تردید اسی وقت کردی گئی تھی چنانچہ حضرت مولانا ضیا القاسمی صاحب نے اس زمانے میں ایک رسالہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کا سفرآخرت ابوظہبی میں آخری دیدار متحدہ عرب امارات کے علما،معززین اور ڈاکٹروں کے تاثرات ومشاہدات‘‘ کے نام سے شائع کیا ہم وہ مکمل رسالہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو اور رضاخانیوں کی کذب بیانی کا اندازہ لگائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ القرآن مولٰنا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں فرزندان توحید کی محبت وعقیدت کا مرکز تھے، مرحوم نے عمر بھر اشاعت توحید وسنت کیلئے جو محنت کی اس کی خوشبو سے آج بھی پورا عالم اسلام معطر ہے۔دنیا کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں حضرت شیخ القرآن کے تلامذہ موجود نہ ہوں۔

فکرِ ولی اللّٰہی کی زندہ تصویر ــــــ جہاد شاہ اسماعیل کا بے مثال جرنیل ــــــ اکابر علماء دیوبند کی دینی تحریک کا نڈر اور بیباک مبلغ ــــــ ایک حسین وجمیل ــــــ سراپا اخلاص وایثار ــــــ توحید وسنت کا شیدائی ــــــ دین کیلئے

عزیمت و استقلال کا مجسمہ _____ گرہوں اور شرک و بدعت کے متوالوں کو راہِ ہدایت دکھانے والا شیخ القرآن ____ ہم سب کو اداس اور تنہا چھوڑ کر عالم جاودانی کو رُخصت ہوگیا_____ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات فرزندانِ توحید وسُنت کیلئے ایک عظیم المیہ اور نا قابل تلافی نقصان تھا جس سے دل آرزدہ تھے ہمتیں جواب دے چکی تھیں۔ پورا عالم سوگوار تھا، ہر ملک ہر شہر ہر قریہ اور ہر بستی میں تعزیتی اجلاس دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیلئے ختم قرآن پاک کا سلسلہ جاری تھا۔لاکھوں انسان ان کی وفات کی خبر سن کر دل گرفتہ ہو کر رہ گئے، راولپنڈی کے بازار بند ہو گئے، پاکستان بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ پورے ملک سے علماء، سیاسی راہنما، عوام وخواص ہزاروں کی تعداد میں راولپنڈی کا رُخ کر رہے تھے، لیاقت باغ جو شیخ القرآن کی خطیبانہ جادو اثر آواز سے ہر عید پر مسرت و انبساط لئے آنے والوں کا استقبال کیا کرتا تھا اُس اچانک سانحہ پر اپنا گریبان چاک کر چکا تھا اس نے اپنا سینہ ہر آنے والے کیلئے کھول دیا تھا اور وہ ہر آنے والے کو صدا دیتا تھا کہ آئیے! میرے سینہ پر اس مفسر کی نماز جنازہ کیلئے صفیں باندھیے جو کبھی یہاں سے باطل قوتوں کو للکارتا اور ارباب اقتدار کو جھنجھوڑتا تھا۔اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں شامل کیجئے جو اس خادم توحید وسنت کیلئے آپ کی زبان اور دل سے نکلے گی۔

لیاقت باغ آج ہر مکتب فکر کے علماء اور عوام کیلئے کھلا ہے۔صدر پاکستان ایک بوریہ نشین فقیر کے جنازہ کو کندھا دینے کیلئے بے قرار ہے عوام کے ہجوم اور دھکم پیل سے بے پرواہ ہو کر آگے بڑھتا ہے اور نمناک آنکھوں سے جنازے کو کندھا دیتا ہے۔ یوں ایک شہنشاہ کو ایک فقیر کے جنازے کے ساتھ دیکھ کر قدرت خداوندی کا ایک عجیب سا منظر سامنے آجاتا ہے اور زبان بے اختیار پکار اُٹھتی ہے کہ خدا کے نام پر مر مٹنے والے یوں دلوں پر بادشاہی کرتے ہیں۔

چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ صرف صدر مملکت ہی نہیں بلکہ لاکھوں عقیدت مند آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اپنے پیارے راج دلارے قائد اور محبوب راہنما کو رُخصت کر رہے ہیں۔ **ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔**

عالمی نشریاتی ادارے۔ بی بی سی لندن، ریڈیو پاکستان، ٹی وی اور اخبارات نے نمایاں اور شہ سرخیوں کے ساتھ حضرت شیخ القرآن کی وفات کی خبریں نشر کیں ادارئیے تحریر کیئے ان کی بہادری جرأت، باطل شکن خطابت اور ملی و اسلامی تحریکوں میں ان کی بے مثال عزیمت و استقلال پر خصوصی مضامین لکھ کر انہیں خراج تحسین پیش کیا_____ آج بھی ہر زبان پر شیخ القرآن اور ان کی توحید وسُنت کیلئے قربانیوں کے تذکرے موجود ہیں۔ پورا ملک ان کیلئے دُعا گو اور ان کی مجاہدانہ زندگی کو سلام عقیدت پیش کر رہا ہے ____ مگر برا ہو شرک و بدعت کے پجاریوں کا، ان کے دل اس قائدِ اہل سُنت کے جنازہ میں لاکھوں مسلمانوں کی شرکت اور بے پناہ عوامی مقبولیت سے بوکھلا اُٹھے، شرک و بدعت کے زنگ آلود چہروں پر شکنیں پڑ گئیں۔ وما اہل بہ لغیر اللہ کے باطل اور حرام رزق سے بڑھی ہوئی توندوں میں مروڑ اُٹھنے لگی اور ان کے نجس منہ کی شرک زدہ زبانیں یہ ہذیان بکنے لگیں کہ” دیوبندیوں نے مولوی غلام اللہ خان کا چہرہ اس لئے نہیں دکھایا کہ (معاذ اللہ) ان کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا“ _______ **اناللہ و انا الیہ راجعون**

بھلا! سوچنے کی بات ہے کہ

جب ان کے بقول اگر چہرہ دکھایا ہی نہیں گیا تھا تو انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ چہرہ (معاذ اللہ) دکھانے کے قابل نہیں تھا؟ ____ کیا انہوں نے اپنے آئینہ میں اپنا ہی منہ دیکھ کر اس پر قیاس کر لیا تھا ____ یا انہوں نے اپنے ہی کسی اعلیٰ اور ادنیٰ حضرتوں کے مسخ شدہ

چہرے تو نہیں دیکھ رکھے تھے کہ جن کی پریشانی نے انہیں عذاب میں مبتلا کر رکھا ہو؟ کیا مولوی حشمت علی اور احمد رضا خاں کے چہرے انہیں بھول گئے جن کے مسخ شدہ اور تعفن زدہ چہروں کے تذکرے ابھی تک زبان زد عوام وخواص ہیں۔

اب جبکہ سب کے معاملے اللہ کے سپرد ہو چکے ہیں تو اس پر اشتہار بازی اور تقریریں نہ صرف شرمناک بلکہ خبث باطن کا انتہائی گھناؤنا مظاہرہ ہیں جس کی ہر شریف اور دردمند پاکستانی کو پرزور مذمت کرنی چاہیے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ـــــ قسمت کی خوبی

حضرت شیخ القرآن اللہ کو پیارے ہو چکے ان کی قسمت کی خوبی دیکھیئے کہ وہ عمرہ کیلئے پاکستان سے حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں بیت اللہ میں اپنے مسجود حقیقی کو سجدوں سے مناتے ہوئے حجرِ اسود کو تلاوت قرآن کرنے والے ہونٹوں سے چومتے ہوئے، دہلیزِ کعبہ سے چمٹ کر خداوند قدوس کی رحمتوں کو سمیٹتے ہوئے، ملتزم اور حطیم پر آنکھوں سے بے پناہ آنسوؤں کے اپنے رب کے حضور نذرانے پیش کرتے ہوئے، مطاف اور حرم پاک کے انوارات سے جھولیاں بھرتے ہوئے عازم مدینہ منورہ ہوتے ہیں۔ وہاں درود وسلام کے نذرانے اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے شفاعت کے تحفے اور رحمت خداوندی کے تحفے ساتھ لے کر راستے میں ہی دوبئی کے ہسپتال میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں۔

یوں ایک بندہ اپنے مولیٰ سے اور ایک اُمّتی اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رحمت شفاعت کے لازوال تحفے لاتا ہوا راستے میں اپنے محبوب مولیٰ سے جا ملتا ہے، کیا اس کی راہ میں جہاد کرنے والا چہرہ ـــــ اس کے در پر جھکنے والا چہرہ ـــــ اس کی فرقت میں رونے والا چہرہ ـــــ ختم نبوت کیلئے اُداس ہونے والا چہرہ ـــــ اور اپنے محبوب پیغمبر کی عظمت وناموس پر کٹ مرنے کا عہد کرنے والا چہرہ ـــــ یوں مسخ کر دیا جاتا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں بلکہ جس نے بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ انور کی آخری زیارت کی وہ بے اختیار پکار اُٹھا کہ ـــــ ''یہ ایک مفسر قرآن اور توحید وسُنت کے شیدائی کا چہرہ ہے جس پر توحید وسُنت کے انوارات جھلملا رہے تھے اور خدائی انوار کی بارش ہو رہی تھی''۔ ہسپتال کے ڈاکٹر اور عملہ بیک زبان پکار اُٹھتا ہے کہ ہم نے اس قسم کا عاشق ربانی آج تک اس ہسپتال میں جان دینے والے مریضوں میں نہیں دیکھا جس کی زبان آخری وقت تک تلاوتِ قرآن پاک اور کلمہ شہادت کے ورد میں مصروف رہی ہو اللہ اکبر.......ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دوبئی میں تاریخی نماز جنازہ

دوبئی میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی نماز جنازہ ہوئی جہاں نماز جنازہ میں بہت بڑا ہجوم پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح متحدہ عرب امارات میں پھیل گئی، لوگ کاروں اور ویگنوں پر آناً فاناً ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جن علماء نے آپ کے جسدِ خاکی کو غسل دیا ان کا بیان ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر ایسے انوارات دیکھنے میں آئے جن کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ شرک و بدعت کے پجاریوں کو یقیناً ان بیانات سے اطمینان نہیں ہوگا اور وہ اپنے حسد وبغض کی آگ میں اور جل بھن مریں گے مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کیلئے متحدہ عرب امارات کے وہ بیانات شائع کر رہا ہوں جو متحدہ عرب امارات کے حالیہ دورے کے دوران وہاں کے جید علماء کرام اور ہسپتال کے ذمہ داران نے میری گزارش پر نہایت خندہ پیشانی سے مجھے اشاعت

کیلئے عنایت فرمائے اور حضرت شیخ القرآن قدس سرہ کی بلند و بالا شخصیت کے ساتھ وابستگی اور عقیدت کو اپنے لئے قابل فخر سرمایہ سمجھا جس پر میں ان حضرات کا تہہ دل سے مشکور رہوں۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حاسدین ومعاندین کو موتو ابغیظکم کی تصویر بنادے۔وماذالک علی اللہ بعزیز

محمد ضیاء القاسمی

۸۰۔۱۱۔۶

ابوظہبی متحدہ عرب امارات

شیخ اشتیاق حسین عثمانی

وزارۃ العدل والشئون الاسلامیہ والاوقاف ابوظھبی

دولۃ الامارات العربیہ المتحدہ

خطیب اسلام مولٰنا قاسمی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں شیخ القرآن مولٰنا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھا۔اس دنیا میں سب سے آخری شخص میں ہوں جس نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار کیا میں نے اور ایک پٹھان ساتھی دونوں نے مل کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بدن روئی کی طرح نرم اور چہرہ سرخ تھا کم ازکم دس ہزار افراد جنازہ میں شریک تھے انتقال سے پہلے حضرت نے وضو فرمایا اور مسجد میں نوافل ادا کیے اور پھر آ کر محراب میں بیٹھ گئے اور پھر ایک ساتھی کے ساتھ مسجد سے باہر نکلے اور اکیلے بیٹھ کر اس کے ساتھ ہسپتال تشریف لے گئے اور وہاں اچانک انتقال فرما گئے ہسپتال کے ڈاکٹروں اور دوسرے عملے کا کہنا تھا کہ آج تک ہم نے ایسی نورانی چہرے والی میت نہیں دیکھی۔

اشتیاق عثمانی

مراسلہ کے تائید کنندگان:۔مولٰنا عبدالرّب،قاری محمد رفیق،قاری محمد افضل،عبدالقیّوم ظہیر اقبال محمود احمد،وصیف الرحمٰن۔از دوبئی۔

مجلس اشاعت الاسلام دہرہ۔دبی (U.A.E) ص ۵۱۵۲

حلف نامہ

ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ہم سب شیخ القرآن حضرت مولٰنا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال ان کے غسل وغیرہ کے تمام مراحل میں موجود اور شریک تھے۔یہاں تک کہ جب مرحوم کا جنازہ عام دیدار و زیارت کے بعد تابوت میں رکھا گیا تو

اس وقت بھی ہم وہاں موجود تھے۔ ہزاروں سوگواروں نے اپنے آنسوؤں اور اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کئے ہمارے سامنے کھلے عام تابوت بند کیا گیا اور ہم نے مرحوم کا چہرہ مبارک نہ صرف یہ کہ عام حالت کی طرح پایا بلکہ قرآن و سُنّت کے مقدس علوم کے اثرات اور انوار و برکات کو جھلکتا محسوس کیا۔ ہمیں اس جھوٹے پروپیگنڈے پر انتہائی حیرت ہوئی جو پاکستان میں کچھ جھوٹے عناصر نے حضرت مولٰنا مرحوم کے خلاف کیا ایسے جھوٹے لوگوں کے لئے ہم یہی کہتے ہیں کہ۔لعنۃ اللّٰہ علی الکذبین (جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو!)

دستخط کنندگان کے نام و پتے

۱ محمد فہیم۔ امام وخطیب جامع مسجد ابوبکر الصدیقؓ دبی،
۲ محمد اسماعیل امام مرکزی جامع مسجد قصص نمبر ۳،
۳ محمد سعید خان امام وخطیب جامع مسجد النور دبی،
۴ محمد اکرم خان امام وخطیب جامع مسجد الشیراوی دبی،
۵ سیّد دولت میر امام وخطیب جامع مسجد عثمانؓ ابن عفان دبی،
۶ محمد اشفاق خان امام وخطیب جامع مسجد المطار القدیم شارجہ،
۷ محمد شفیق خان امام وخطیب جامع مسجد المصلیٰ شارجہ،
۸ اسرار الدین امام وخطیب جامع مسجد القاضی شارجہ،
۹ محمد نجم الدین العین (U.A.E)
۱۰ محمد خلیل احمد مترجم دیوان امیری ابوظہبی
۱۱ مولٰنا خلیل الرحمن، ابوہنا دبی،
۱۲ حافظ کریم بخش امام وخطیب العزیز دبی،
۱۳ محمد اسحاق خان ممبر اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات دبی،
۱۴ محمد عبد العزیز مسجد قرب المصلیٰ شارجہ
۱۵ حافظ اشتیاق حسین عثمانی مسجد سی سی ابوظہبی،
۱۶ مولوی حبیب گل مسجد گلف ہیلٹن دوبئی۔ (مجموعہ رسائل قاسمی،۱/۷ ۳ تا ۳۷۸،مکتبہ قاسمیہ فیصل آباد)

رضاخانی اس کا جواب دیں

ازلی بدبخت اویسی کی طرح ایک اور بدزبان رضاخانی لکھتا ہے:

’’بلکہ ان میں تو ایسے بھی ہوتی ہیں جن کا منہ بھی نہیں دکھلایا جا اور اخبارات کو مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ طبی وجوہات کی بنا پر چہرہ نہیں دکھلایا گیا یہ میت کس بے ادب کی ہے کہ منہ دکھانے کے قابل نہیں‘‘۔(کشف القناع، ج ا،ص ۲۳)

اگر اسی قسم کی حرکتوں کو رضاخانیوں نے ’’حق و باطل کا معیار‘‘ قرار دے دیا تو اب ہمارے مندرجہ ذیل اعتراضات کا جواب دے:

(۱) مرتے وقت احمد رضا خان کا چہرہ سیاہ ہوگیا تھا زبان باہر نکل آئی تھی ہاتھوں پر کیڑے لگ گئے تھے اور تین دن کے مرے ہوئے گدھے سے بھی زیادہ بدبو اس کی نعش سے آرہی تھی ۔خان صاحب کو خود بھی پتہ تھا کہ مرنے پر میری کیا حالت ہونی ہے اس لئے اس کی قبر پر سات دفعہ اذان دی گئی کیونکہ رضاخانی کہتے ہیں کہ اذان دینے سے قبر میں آیا ہوا شیطان چلا جاتا ہے لیکن خان صاحب کا شیطان اتنا بڑا تھا کہ ان کو بھی معلوم تھا کہ ایک دفعہ کے اذان سے اس ساتھی نے جانا نہیں ۔

اب اگر کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو خان صاحب کی اصل مرنے کی مستند تصویر ہمیں دکھائے یاد رہے کہ خان صاحب کے زمانے میں کیمرہ آچکا تھا اسی لئے انہوں نے اس کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔

(۲) حشمت علی رضوی جب مرا تو زبان باہر نکل آئی تھی اور زبان پر کیڑے پڑ گئے تھے جب کہ جسم کے ہر سوراخ سے کیڑے نکل رہے تھے اور مسلسل پاخانہ منہ سے جاری تھا اگر کسی رضاخانی میں جرات ہے تو اپنے قائم کردہ اصول سے اس کو غلط ثابت کرے ۔

(۳) ابھی حال ہی میں اشرف سیالوی مرا دعوت اسلامی والوں نے اس کی ویڈیو میں ہلکی سے جھلک دکھائی صاف معلوم ہو رہا تھا کہ شکل مسخ بالکل بندر جیسی ہوگئی ہے اور منہ سے غلاظت نکلنے کی وجہ سے کئی کلو روئی منہ میں ٹھونسی ہوئی تھی ۔

(۴) یہ اصول لکھنے والے کا پیر ابو داود صادق کی شکل بھی آخر میں بگڑ کر خنزیر جیسی ہوگئی تھی اسی لئے کسی اخبار میں اس کی تصویر نہیں دی گئی جسم میں اس قدر غلیظ بدبو پیدا ہوگئی تھی کہ کئی کئی من عرق گلاب اور خوشبوئیں پھینکی گئی پھر بھی محسوس کرنے والوں نے محسوس کی ۔

(۵) علامہ رب نواز حنفی صاحب آج سے کئی سال پہلے کراچی کے کوکب نورانی کو چیلنج کر چکے ہیں کہ تیرے باپ شفیع اوکاڑوی کا چہرہ مرتے وقت مسخ ہوگیا تھا اور اس کے جسم سے بھی بدبو پھوٹنے لگی تھی اسی لئے کسی کو اس کا دیدار کرنے نہیں دیا گیا اور نہ ہی میڈیا کو اس کی تصویر جاری کی گئی اگر غیرت ہے تو اپنے ہی قائم کردہ اصول سے اس کے غلط ہونے کا ثبوت دو ۔

چہرے کس کے مسخ ہوئے؟ بے ادب کون ہے؟

رضاخانی تو قیامت کی صبح تک ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی دیوبندی کا معاذ اللہ مرتے وقت چہرہ مسخ ہوگیا ہو لیکن آئیے ہم خود ان کے گھر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں معروف رضاخانی عالم مولوی اشرف سیالوی کے بارے میں خود ان کے مولویوں نے کہا کہ وہ بے ادب ہے لہذا ہم اس کے جنازے میں شرکت نہیں کریں گے :

”سرائے عالمگیر (جہلم) سے معروف فاضل علامہ مفتی محمد طیب ارشد صاحب نے فون پر بتایا کہ انہوں نے سیالوی صاحب سے اپنی ملاقات میں کہا کہ آپ اس موضوع پر مناظرہ کی بات کرتے ہیں تو کیا اپنے مدمقابل کے سامنے منکر شان نبوت کی سیٹ پر بیٹھ کر اچھے لگیں گے اس سے رجوع کریں ورنہ آپ اسی حالت میں فوت ہوگئے تو نہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھوں گا اور نہ اپنے احباب کو شریک ہونے دوں گا“۔(تنبیہات ،ص ۲۲)

اب رضاخانی ہی کی زبانی

”یہ میت کس بے ادب کی ہے کہ منہ دکھانے کے قابل نہیں“

میں نے خود رضاخانی اشرف سیالوی کا چہرہ دیکھا جس کی ویڈیو دعوت اسلامی نے جاری کی اور میرے پاس موجود ہے ناک اور منہ

سے غلاظت نکلنے کی وجہ سے روئیاں ٹھونسی ہوئی تھیں چہرہ بالکل بندر کی طرح ہو کر مسخ ہو چکا تھا اس لئے کیمرہ دور رکھا گیا مگر چہرے کی پھٹکار دور سے بھی واضح تھی اس واضح پھٹکار پر بھی ایک رضاخانی یہ جھوٹ بولتے ہوئے نہیں شرماتا کہ:

''چہرہ انور کھلا کھلا مسکراہٹ رخساروں پر سجی ہوئی''۔ (مجلہ حجت الاسلام،ص ۲۵۴)

گویا ان بدنصیبوں کے ہاں پھٹکار ''انوار'' کہلاتے ہیں منہ میں تو روئی ٹھونسی گئی تھی تو ''مسکراہٹ'' کا کیا معنی؟

چہرے اگر دیکھنے ہوں تو علمائے دیوبند کے علامہ عبد الرشید شہید، علامہ علی شیر حیدری، علامہ ڈاکٹر خالد محمود، امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، حضرت پیر عزیز الرحمن ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے پرانوار، مسکراتے، مطمئن چہرے دیکھو جن کے آخری دیدار کی تصاویر آج بھی نیٹ پر بآسانی دستیاب ہیں۔مگر ان بدبختوں کے اندر بھی خان صاحب بریلوی کی خبیث روح رچی بسی ہوئی ہے یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے اس کا متعفن نعشہ کسی گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا اور عام مردوں کے شیطان بھگانے کیلئے ایک اذان لیکن اس کی قبر سے اس کے ''یار غار'' کو بھگانے کیلئے سات بار اذانیں دی گئیں اور جس طرح آج بھی منوں گلاب کے پھول، موم بتیاں، عرق گلاب ڈال کر اس کی قبر کے تعفن کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اہل حق کا سفر آخرت بھی شائد معاذ اللہ اسی طرح ہوگا۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

قارئین کرام! ہمارا اختلاف فریق مخالف سے دلائل کی بنیاد پر ہے کسی کے مرنے کے بعد اس قسم کے تبصروں کے ہم روادار نہیں لیکن تنگ آمد بجنگ آمد آخر ہم بھی بشر ہیں، ہمارے ساتھ بھی غیض وغضب کا مادہ ہے ہم کیا کریں؟ کب تک ان کی بکواسات، گالیاں اور تہمتیں سن سن کر سر جھکا کر نکل جائیں؟ آخر ان کو بھی تو احساس ہو کہ اکابر جس طرح تمہارے پیارے ہیں ہمارے بھی ہیں، جس طرح تمہیں تکلیف ہوتی ہے ہمیں بھی۔

تبلیغی جماعت پرعمومی اعتراضات کے جوابات

تبلیغی جماعت ایک خالص دینی واصلاحی ودعوتی جماعت ہے اور دعوت وتبلیغ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر امت اسلامیہ کاایک اہم فریضہ ہے،اور اسی اہم فریضہ کی انجام دہی کے لیے اس تبلیغی تحریک کا اجراء کیا گیا،اسی فریضہ کی طرف یہ آیت مبارکہ انتہائی واضح تعلیم دے رہی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

علامہ شوکانی فتح القدیر میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وفيه دليل على ان هذه الامة الاسلامية خير الامم على الاطلاق، وان هذه الخيرية مشتركة ما بين أول هذه الأمة وأخرها بالنسبة إلى غيرها من الأمم، وإن كانت منفاضلة فى ذات بينها، كما ورد فى فضل الصحابة على غيرهم.قوله : [اخرجت للناس] أى : أظهرت لهم وقوله [تامرون بالمعروف] إلخ. كلام مستانف يتضمن بيان كونهم خير أمةمع ما يشتمل عليه من أنهم خير امة ما اقاموا على ذالك واتصفوا به.فاذا تركوا الامر بالمعروف وانهى عن المنكر زال عنهم ذلك، ولهذا قال مجاهد: انهم خير امة على الشرائط المذكورة فى الأية وهذا يقتضى أن يكون (تامرون) وما بعده فى محل نصب على الحال، أى: كنتم خير امة حال كونكم آمرين ناهين مؤمنين بالله وبما يجب عليكم الايمان به من كتابه ورسوله، وما شرعه لعباده؛ فانه لا يتم الايمان بالله سبحانه إلا بالإيمان بهذه الامور.

اس میں بتایا گیا ہے کہ امت اسلامیہ دوسری امتوں کے لیے باہر لائی گئی ہے،اس امت مسلمہ کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ امم عالم کی خدمت و راہنمائی کرے، اوران میں خیر کی دعوت اور معروف (نیک کاموں) کی اشاعت اور منکر (برے اور غیر شرعی) کی ممانعت کرے،اوراگر یہ امت اس فریضہ سے غفلت برتے تو وہ اپنی زندگی کے مقصد سے غافل ہے۔

اس آیت مبارکہ سے چند آیات قبل یہ حکم ربانی ہے:

[وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ]

امت مسلمہ پر ہر زمانہ میں یہ فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت امت مسلمہ میں سے دعوت الی الخیر وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام میں مستقل مصروف عمل رہے،اور اگر تمام اہل اسلام نے اس فریضہ سے روگردانی وغفلت اختیار کی تو سب امت گناہگار ٹھہرے گی،اور اگر کچھ لوگوں نے اس فریضہ کو انجام دیا تو پوری امت کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔

جاء فى كتب ورسائل ابن تيمية : الامر بالمعروف والنهى عن المنكر فرض كفاية إذا قام به طائفة منهم سقط عن الباقين فالامة كلها مخاطبة بفعل ذلك ولكن إذا قامت به طائفة سقط عن الباقين.

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے جب اسے انجام دینے کیلئے ایک جماعت کھڑی ہوجائے تو باقی سے یہ فرض ساقط ہوجائے گا سوامت تو تمام کی تمام اس آیت میں مخاطب ہے لیکن جب ایک جماعت نے اس کام کے کرنے کا بیڑا اٹھالیا تو باقی سے ساقط ہوجائے گا۔ پوری امت کی صلاح وفلاح وارشاد کے لیے یہی جماعت ذمہ دار ٹھہرائی گئی، اوراس کے تین (۳) فرائض قرار دیئے گئے۔

۱۔ پوری امت بلکہ ساری انسانیت کو خیر کی دعوت دینا۔

۲۔معروف کی اشاعت و دعوت دینا۔

۳۔منکر کی ممانعت وروک تھام کرنا۔

جب تک اور جس نسبت سے امت میں اس جماعت کے افراد رہے یہ فریضہ پورا ہوتا رہا، اور حدیث خیر القرون کے مطابق جماعت صحابہ، جماعت تابعین، جماعت تبع تابعین کے بعد جماعت گھٹ کر افراد رہ گئے حتیٰ کہ ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کی حفاظت وصیانت، حمایت واشاعت اور احیاء کے لیے علماء حق علمائے دیوبند کو منتخب کیا، جنہوں نے دین متین کے تمام شعبوں میں تجدیدی وہمہ گیر وہمہ نوع وفقید المثال وعدیم النظیر خدمات وکارنامے انجام دیئے جن کا احاطہ واحصاء بلا مبالغہ ناممکن ہے۔دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزندان ذی وقار میں سے ایک فرزند ارجمند حضرت العلامہ محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جنہوں نے دین متین کے ایک اہم شعبہ دعوت وتبلیغ کا اجراء واحیاء کیا اور پھر ان کے نامور فرزند نسبتی حضرت العلامہ الشیخ المحدث محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت وتبلیغ کی اس تحریک کو جس عروج تک پہنچایا وہ کسی تعارف وتبصرہ وتائید کا محتاج نہیں ہے۔

انتہائی حیران کن بات تو یہ ہے کہ روز اول سے لے کر آج تک ذرائع ابلاغ ونشرواشاعت کے ذریعہ جماعت تبلیغ کی کوئی تشہیر نہیں کرائی گئی، جماعت کا کوئی اخبار نہیں نکلا، کوئی ماہنامہ جاری نہیں ہوا، کوئی دفتر وآفس نہیں بنایا گیا، کوئی ممبر سازی نہیں کی گئی، کوئی چندہ نہیں کیا گیا، کوئی جھنڈا نہیں بنایا گیا، شہرت وریا ونام نمود کے تمام دروازے شروع دن سے بند کردیئے گئے، اور اخلاص وللہیت وعبودیت کو جماعت کا بنیادی واساسی شرط واصول قرار دیا گیا، اور آج تک اور آئندہ بھی جماعت تبلیغ کا یہی اصول رہے گا۔

تبلیغی جماعت کے خلاف پھیلائے جانے والے عمومی وساوس واعتراضات

جماعت تبلیغ اہل حق کی جماعت ہے، اور مجموعی طور پر جماعت پر خیر غالب ہے، اور ہر زمانہ میں اہل حق کی مخالفت کی گئی ہے، ایسا ہی تبلیغی جماعت کے ساتھ ہوا، ہم یہ دعوی ہرگز نہیں کرتے کہ تبلیغی جماعت معصوم فرشتوں کی جماعت ہے جن سے کوئی غلطی وکوتاہی نہیں ہوسکتی ، بلکہ گناہ وخطا ہر انسان سے سرزد ہوتا ہے، لیکن اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تبلیغی جماعت کی یہ تحریک اور چلت پھرت بڑی مبارک ہے، کتنے لوگوں کی زندگیاں اس جماعت کی برکت سے سنور گئیں، کتنے کفر وشرک کی ظلمات میں ڈوبے لوگ نور ایمان وتوحید کی دولت سے مالامال ہوگئے، کتنے فاسق وفاجر لوگ نیک صالح بن گئے، کتنے بے نمازی نماز کے پابند ہوگئے، کتنے بدعقیدہ خوش عقیدہ بن گئے، کتنے بے داڑھی لوگوں کے چہرے داڑھی کے نور سے چمک گئے، کتنے بدعات وخرافات میں مبتلا لوگ سنت کے نور سے منور ہوگئے، کتنے ہی معاصی وگناہوں کی ظلمات سے نکل کر طاعات وعبادات کے خوگر ہوگئے، کتنے والدین کے نافرمان اولاد اپنے والدین کے فرماں بردار بن گئے ، کتنے غافل لوگ عابد وزاہد بن گئے، حاصل یہ کہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد کے یہ وہ عمومی ثمرات ہیں جس کا کوئی جاہل ومعاند ہی انکار کرسکتا ہے،

یقیناً اتنے سارے فوائد کے ساتھ جماعت کے کچھ افراد سے کوئی غلطی وکوتاہی وبے ضابطگی بھی ہوسکتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے پوری جماعت کو لعنت ملامت کرنا کہاں جائز ہے؟؟ اور پھر تبلیغی جماعت کے افراد کی کسی بھی غلطی کی نشاندہی واصلاح سب سے پہلے علماءِ حق علمائے دیوبند ہی کرتے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے، کیونکہ علماءِ حق کا ایک خاص وامتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ حق بات کے معاملہ میں کسی رشتے ناطے کسی دوستی ونسبت کا کوئی لحاظ نہیں کرتے، اور حق بات اور دین کے معاملہ میں علماءِ حق علماءِ دیوبند کی یہی شان ہے،

فکثر اللہ امثالھم فی البلاد والعباد

باقی بعض افراد تبلیغی جماعت کے خلاف بڑی ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہیں، اور تبلیغی جماعت کے خلاف تحریر وتقریر غرض تمام ذرائع استعمال کررہے ہیں، کبھی جہالت وضلالت کی تہمت لگاتے ہیں، کبھی شرک وبدعت کا لیبل لگاتے ہیں، کبھی توحید وسنت کا دشمن بتلاتے ہیں، کبھی قبوری وخرافاتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں، غرض بہت سارے اعتراضات کرتے ہیں اور وساوس وشکوک پھیلاتے ہیں، اور تبلیغی جماعت کے خلاف یہ سارے اوہام وشکوک ووساوس تقریباً تمام فرق مُبتدعہ وضالہ کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں، اور اکثر ناواقف اور ان پڑھ مسلمان ان شکوک ووساوس سے متاثر ہوجاتے ہیں، اور اسی طرح تبلیغی جماعت کے کچھ مخالف وہ بھی ہیں جو جماعۃ التبلیغ سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، نہ تو انہوں نے جماعۃ التبلیغ کے ساتھ کچھ وقت لگایا اور نہ جماعت کے اصول وعزائم سے باخبر ہوتے ہیں، اور نہ جماعت کے ذمہ دار افراد وعلماء کی صحبت میسر ہوئی، ایسے لوگوں سے جماعۃ التبلیغ کی مخالفت کی وجہ جب پوچھی جاتی ہے تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ فلاں شیخ کا بیان سنا یا تحریر دیکھی ہے وہ تبلیغی جماعت کو بدعتی وقبوری جماعت کہتا ہے، اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں جماعۃ التبلیغ کے خلاف چند مشہور وساوس باطلہ واوہام کاذبہ کا مختصر ذکر کردوں، ممکن ہے کہ جماعۃ التبلیغ کے کسی ناواقف مخالف کے لیئے ہدایت کا ذریعہ بن جائے، باقی مُعاند ومُتعصب لوگوں کے طعن وتشنیع وتعریض وتشکیک کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ان کو سمجھانا بندہ کی بس سے خارج ہے۔

(اعتراض ۳۲۲): تبلیغی جماعت کا جو طریقہ تبلیغ ہے یہ حضور ﷺ اور خیر القرون کے زمانہ میں نہیں ملتا لہٰذا یہ مُروجہ تبلیغی طریقہ بدعت ہے

جواب: کتاب وسنت کی تبلیغ اور کلمۃ الحق کی دعوت کی اشاعت کرنا فرض کفایہ ہے، اور پھر کتاب وسنت اور دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کوئی متعین ومخصوص طریقہ شریعت نے مقرر نہیں کیا کہ اس خاص طریقہ کے علاوہ دعوت وتبلیغ جائز نہ ہو، بلکہ حالات وزمانہ وماحول کے لحاظ کے سے تبلیغ دین کے طریقے مختلف ہوتے رہے ہیں، لہٰذا کسی بھی زمانہ میں بھی تبلیغ شریعت کا کوئی مُتعین وخاص طریقہ ووسیلہ نہیں رکھا، بلکہ علمائے دین وصُلحائے امت نے اپنے زمانہ وحالات وماحول کیلئے جو طریقہ ووسیلہ مناسب سمجھا اس کو اختیار کیا، کیونکہ شریعت نے تبلیغ کے لئے جائز ذرائع ووسائل کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی، لہٰذا یہ کہنا کہ تبلیغ کا فلاں طریقہ سنت ہے فلاں طریقہ بدعت ہے فلاں طریقہ جائز ہے فلاں ناجائز ہے، یہ اعتراض ایک جاہل آدمی ہی کرسکتا ہے جس کو تاریخ اسلام اور اسلاف کی سیرت کا کچھ علم نہیں ہے چہ جائیکہ قرآن وحدیث کا کچھ علم رکھتا ہو، لہٰذا یہ وسوسہ واشکال محض باطل اور جاہلانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔

(اعتراض ۳۲۳): تبلیغی جماعت والے صرف تبلیغی نصاب پڑھتے پڑھاتے ہیں کسی دوسری کتاب کے

پڑھنے کو منع کرتے ہیں

جواب: یہ وسوسہ بھی کاذبہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے علمائے حق کی کسی دینی کتاب کے پڑھنے پڑھانے اور مطالعہ کرنے سے روکتے ہیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ایک خاص نظام وانتظام کے تحت تبلیغی جماعت کے لیئے تبلیغی نصاب مقرر کیا گیا ہے، جس پر اعتراض وطعن ایک جاہل یا معاند ومتعصب شخص ہی کرسکتا ہے، اور تبلیغی نصاب پر یہ اعتراض تب صحیح ہے جب کہ اس میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی بات موجود ہو، لیکن یہ بات محقق ومسلم ہے کہ تبلیغی نصاب میں کوئی خلاف شرع مواد نہیں ہے، اس لیئے بفضل اللہ اس کا نفع ہر خاص وعام کو مل رہا ہے۔

(اعتراض ۳۲۴): تبلیغی جماعت والے کتاب فضائل اعمال کی جگہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس کیوں نہیں دیتے جو کہ صحیح ترین کتب ہیں؟

جواب: یہ وسوسہ پیش کرنے والا یا تو تبلیغی جماعت کے اصول سے جاہل ہے یا محض متعصب ومعاند ہے، کیونکہ تبلیغی جماعت کی نقل وحرکت کا اولین مقصد یہ ہے کہ غفلت وجہالت کے اندھیروں میں پڑے لوگ دین کا ضروری علم سیکھنے اور پھر اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، اور تبلیغی جماعت کے لیئے فضائل اعمال پر مبنی کتاب مرتب کرنے اور اس کی تعلیم دینے کا اصل یہ حکم نبوی ہے کہ:

عن انس بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: یَسِّروا ولا تُعَسِّروا وبَشِّروا ولا تنفِّروا. (رواه البخاری ومسلم واحمد والنسائی وغیرهم)

یہ ارشاد نبوی کے دو جملے ہیں مگر ان میں طریق دعوت وتبلیغ کا ایک دفتر بند ہے، داعی اور مبلغ کو چاہیئے کہ جب کسی فرد و جماعت کو دعوت دے تو اس میں آسان سے آسان طریقے پیش کرے، اور سختی نہ کرے بلکہ ان کو خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور فضائل اعمال اور رحمت ومغفرت الٰہی کا بکثرت اور وسعت سے تذکرہ کرے، ان کو دین کی طرف راغب ومائل ہونے کا شوق وحوصلہ دلائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عقائد وفرائض غفلت برتی جائے، یہ تو کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات صحیح بخاری وصحیح مسلم کا درس کیوں نہیں دیتے؟؟ تو عرض ہے کہ اہل علم وبزرگان دین نے فضائل اعمال پر مبنی احادیث کو بمع تشریح وفوائد کے اور اسی طرح آیات قرآنیہ بمع ترجمہ وتفسیر کے جمع کیئے ہیں، اور بخاری ومسلم وغیرہا تمام کتب سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے، تو اس اعتبار سے بخاری ومسلم کا درس ہی ہو گیا، اور فضائل اعمال میں ہر حدیث کو بحوالہ مع اقوال محدثین کے ذکر کیا گیا ہے، اور اسی کی تعلیم وقرآت جماعت تبلیغ کے نصاب میں شامل ہے، لہذا کتاب فضائل اعمال اور اس میں موجود احادیث پر طعن وتشنیع درحقیقت ان کتب احادیث پر طعن وتشنیع ہے جن کتب سے ان احادیث کو لیا گیا ہے، اور اگر کچھ جہلاء کو فضائل اعمال میں موجود کرامات اولیاء پر مبنی چند واقعات سے تکلیف ہے، تو ہم کہتے ہیں ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ ہو، کیونکہ جمیع اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ کرامات الاولیاء حق، اور ایسے جاہل لوگوں سے میری درخواست ہے کہ تمہیں اگر فضائل اعمال میں موجود کرامات اولیاء سے بڑی چڑ ہے، تو ذرا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطن پڑھ لیں، تو ان شاء اللہ فضائل اعمال میں چند کرامات تم بھول جاوگے، یا پھر اس کتاب الفرقان کا انکار ہی کروگے، اور پھر یہ تاثر دینا کہ

احادیث صرف بخاری ومسلم کی قابل اعتبار ہیں باقی کتب احادیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں، یہ ایک جاہلانہ سوچ ہے، باقی بخاری ومسلم ودیگر علوم شرعیہ کی باقاعدہ تحصیل وتعلیم کا اگر کسی کو شوق ہوتو اس کے لئے اہل حق کے مستقل مدارس وادارے موجود ہیں تبلیغی تحریک تو دین سے بے خبر وغافل لوگوں کو جگانے کے لئے ہے، مساجد سے دور لوگوں کو مسجد سے قریب کرنے کے لیئے ہے، مسلمانوں کی وہ کثیر تعداد جو دین سے بے بہرہ ہے ان کو دین کی بنیادی تعلیم دینے کے لیئے ہے۔

(اعتراض ۳۲۵): تبلیغی جماعت نے جو چھ نمبر صفات بنائے ہیں، ان کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہاں ہے؟

جواب: اللہ تعالی نے جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو تمام صفات حمیدہ وخصال عظیمۃ واوصاف کریمۃ سے نوازا تھا، اور پھر اللہ تعالی نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی صفات عالیۃ کثیرۃ کے ساتھ متصف کیا، اور تبلیغی جماعت میں جن چھ صفات حمیدۃ کی تعلیم وتحصیل کی کوشش ومحنت کی جاتی ہے، یہ صفات حمیدۃ صحابۃ الکرام رضی اللہ عنہم میں بکمال موجود تھیں، اور ساتھ ہی تبلیغی جماعت کا یہ دعوی نہیں ہے کہ صرف ان صفات کی تحصیل ضروری ہے باقی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان چھ صفات کی حیثیت امّ الصفات کی طرح ہے، لہذا تبلیغی جماعت کا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے ان صفات حمیدۃ وخصال مجیدۃ کی تحصیل بوجہ ان کی اہمیت کے ضروری ہے، جب یہ صفات کامل ہوجائیں تو بقیہ خصال وصفات کی تحصیل میں آسانی ہوجاتی ہے، اور تبلیغی جماعت کا یہ دعوی بھی نہیں ہے کہ اصول دعوت صرف ان چھ صفات میں منحصر ہیں، مختصر طور پر ان صفات کو ملاحظہ کریں، کیونکہ اکثر جاہل لوگ بس سنی سنائی باتوں کو اچھالتے رہتے ہیں، باقی حقائق کا ان کو کچھ علم نہیں ہوتا:

1 = الکلمۃ الطیبۃ: لا الہ الا اللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ

2 = الصلاۃ ذات الخشوع والخضوع

3 = العلم مع الذکر

4 = محبۃ المسلین واکرامھم

5 = تصحیح النیۃ واخلاص باللہ تعالی

6 = الدعوۃ الی اللّٰہ والنفر فی سبیل اللّٰہ

اب یہ چھ نمبر وصفات جن کی دعوت وتحصیل کا تبلیغی جماعت میں مذاکرہ کیا جاتا ہے، یعنی کلمہ طیبہ کا حقیقی معنی ومفہوم واہمیت سمجھنا، اور پھر نماز کو سنت کے مطابق صحیح کرنا خشوع وخضوع جیسے عظیم صفات پیدا کرنا، فرض اور ضروری علم سیکھنا، اور ذکر اللہ کی پابندی اور عادت بنانا، تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر وافضل سمجھنا اور ہر حال میں ان کا احترام واکرام کرنا، اور اپنی نیت کو درست کرنا ہر نیک عمل خالص اللہ تعالی رضا کے لیئے کرنا، اور لوگوں کو اللہ تعالی کے دین کی طرف بطریق احسن دعوت دینا، یہ ہے چھ نمبر وصفات کا خلاصہ وحاصل، اور بقول حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ یہ چھ نمبر وصفات ہماری دعوت (وجماعت) میں الف، باء، ہیں۔ پس یہ چھ نمبر وصفات تبلیغی جماعت کے نزدیک وسیلہ وذریعہ ہیں مقصد عظیم کے حاصل کرنے کا، اور وہ مقصد عظیم یہ ہے کہ ہماری زندگی میں کامل دین آجائے اور ہمارے دلوں میں کامل ایمان

راسخ ہو جائے، لہٰذا یہ چھ نمبر وسائل ہیں، اب یہ چھ نمبر و صفات آپ نے مختصرا ملاحظہ کیئے، میرے خیال میں کوئی بہت بڑا جاہل و بے وقوف اور دین سے بالکل بے خبر شخص ہی یہ مطالبہ کرے گا کہ ان چھ صفات کے ثبوت پر قرآن وحدیث سے دلائل دو، حاصل کلام یہ ہے کہ یہ چھ صفات ایک مشق وتمرین ہے اور ابتداء سبق ہے اپنی زندگیوں میں دین کو کامل کرنے کے لیئے، اور یہ اسلوب ایک وسیلہ ہے عظیم مقصد شرعی کو حاصل کرنے کے لیئے۔

(اعتراض ۳۲۶): تبلیغی جماعت نے جو یہ چھ نمبر صفات خاص کیئے ہیں، اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت ہیں

جواب: یہ وسوسہ بھی گذشتہ وسوسہ سے ملتا جلتا ہے، لیکن اس وسوسہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خاص طور پر اس انداز سے ان چھ نمبر کا ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت ہے، یہ وسوسہ بھی بالکل باطل ہے، کیونکہ جن چھ صفات کی تحصیل وتعلیم کو تبلیغی جماعت نے اس زمانہ میں لوگوں کے عمومی حالات کو سامنے رکھ کر خاص کیا ہے، خاص اس طرز کا ثبوت احادیث میں ثابت ہے، یہ صرف تعلیم وتربیت کا ایک انتظامی امر ہے۔ ہاں اگر وہ اسے دین وشریعت سمجھتے تو ضرور خاص اسی طرز کا ثبوت احادیث سے طلب کرنا آپ کا حق تھا۔

دیکھیئے جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی یہ عادت مبارکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مثلاً ایک صحابی نے سوال کیا کون سا عمل زیادہ فضل ہے؟ تو آپ نے ایک عمل کی نشاندہی وراہنمائی فرمائی، دوسرے وقت میں کسی صحابی نے یہی سوال کیا تو آپ نے کسی دوسرے عمل کی فضلیت کی نشاندہی وراہنمائی فرمائی، چند احادیث اس باب میں ملاحظہ کریں:

ففي الصحيح انه صلى الله عليه وسلم سئل: اي الأعمال افضل؟ فقال: ايمان بالله. قال: ثم ماذا؟ قال: الجهاد في سبيل الله. قال: ثم ماذا؟ قال: حج مبرور." (نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایمان باللہ کہا اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کہا اس کے بعد فرمایا حج مقبول) وفي النسائي عن ابي أمامة قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: مرني بأمر آخذه عنك فقال: "عليك بالصوم فانه لا مثل له. وفي الترمذي: اي الأعمال افضل درجة عند الله يوم القيامة؟ قال: "الذاكرين الله كثيراً والذاكرات" إلى أن قال الشاطبي. (ترمذی میں ہے کہ کونسا عمل اللہ کے ہاں درجے کے اعتبار سے افضل ہے فرمایا کثرت سے ذکر کرنا) وفي مسلم: أي المسلمين خير؟؟ قال: "من سلم المسلمون من لسانه ويده". وفيه سئل: أي الإسلام خير؟؟ قال: "تطعم الطعام وتقر السلام على من عرفت ومن لم تعرف" (کونسا مسلمان بہتر ہے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے اور مسلم ہی میں ہے کہ وہ مسلمان بہتر ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو). وفي الصحيح: "وما اعطى أحد عطاءً هو خير وأوسع من الصبر". وفي الترمذي: "(صبر سے بہتر کوئی چیز کسی کو نہیں دی گئی) خيركم من تعلم القرآن وعلمه." (تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جو قرآن پڑھے اور پڑھائے) وفيه: "أفضل العبادة انتظار الفرج" (افضل عبادت کشادگی کا انتظار ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے وقت کی مناسبت اور سائل کی حالت کے موافق ایک ہی سوال کے مختلف جوابات ارشاد فرمائے

،لہذا اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے حالات واوقات کی مناسبت سے اصلاح وتربیت کے لئے مختلف وسائل واعمال کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اور اس کا مقصد یہ نہیں کہ سارا دین انہی چھ صفات میں بند ہے اور اس کے اختیار کرنے میں دیگر صفات وخصال کی نفی لازم آتی ہے، لہذا آپ ﷺ نے ایک نوجوان کے لیئے ایک وقت میں اس طرح راہنمائی فرمائی "فعليه الصوم" اسی طرح بعض صحابہ کو ذکر اللہ، اور تلاوت قرآن، اور اطعام الطعام اور اِقراءُ السلام وغیرہ اعمال کی طرف راہنمائی فرمائی، لہذا انہیں احادیث مبارکہ کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے اہل العلم نے اولا ان چھ صفات حمیدہ کی تحصیل کو خاص کیا، اور یہ وسائل شرعیۃ ہیں اور تربیۃ وتعلیم ہے مقصد شرعی کو حاصل کرنے کے لیئے فقط، لہذا حضرت الامام العلامۃ محمد الیاس الکاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنی جماعت میں ان چھ صفات کی تعلیم وتحصیل وتذکیر کو خاص کیا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کے احوال کا تقاضہ وضرورت اسی میں ہے، اور یہ چھ صفات عبودیت اور بندگی کو کامل کرنے اور تعلق مع اللہ کی عظیم دولت کو حاصل کرنے کے لیے ہیں، (لا الہ الا اللہ) اللہ تعالی کی سچی عبودیۃ اور بندگی میں داخل ہونے کے لیئے، عبودیۃ اور بندگی میں داخل ہونے کے بعد اس کے صحیح راستے پر چلنے کے لیئے طریق العبودیۃ حاصل کرنا ہے (محمد رسول اللہ) سے، پھر عبودیۃ اور بندگی کا صحیح طریقہ معلوم کرنے کے بعد اس کی تطبیق ضروری ہے عملی طور پر اس کا اظہار لازمی ہے، لہذا نماز خشوع وخضوع وغیرہ تمام صفات وشرائط کے ساتھ اس عبودیت اور بندگی کی عملی تطبیق ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ عبودیت اور بندگی صحیح شکل میں اور سنت کے مطابق پیدا ہو لہذا اس کے لیئے علم ضروری ہے اور یہ علم عبودیت اور بندگی کی تصحیح کرتا ہے، اسی میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس عبودیت اور بندگی میں تقویت اور دوام رہے، تو ذکر اللہ اس عبودیت اور بندگی کی تقویت وپختگی کے لیئے ہے، اسی طرح بندہ مومن پر لازم ہے کہ اس عبودیت اور بندگی کے ثواب کی حفاظت بھی کرے پس اکرام المسلمین اور ان کے حقوق کی ادائیگی اس عبودیت اور بندگی کی حفاظت کے لیئے ہے، اور پھر جب انسان کو عبودیۃ کاملۃ اور دیگر اعمال کثیرۃ کی توفیق ہو جائے تو یہ جاننا از حد ضروری ہے کہ ان تمام اعمال کی روح اخلاص ہے جس کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہے لہذا اخلاص اور تصحیح نیت عبودیت اور بندگی کی قبولیت کے لیئے ہے، پس جب یہ عبودیت اور بندگی بندہ میں پیدا ہو جائے تو دیگر تمام دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے، یہ ہے اصل حقیقت ان چھ صفات کی جن کی تحصیل وتعلیم کی تبلیغی جماعت میں کوشش ومحنت وجدوجہد کی جاتی ہے۔

(اعتراض ۳۲۷): تبلیغی جماعت والوں نے جماعت میں جانے کے لیئے جو چالیس دن مقرر کیئے ہیں، اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے لہذا یہ بدعت ہے جس کو تبلیغی جماعت نے لوگوں میں رائج کر دیا ہے

جواب: یہ وسوسہ بھی باطل وفاسد ہے، ہم بار بار یہ وضاحت کہہ رہے ہیں کہ یہ سب تحدیدات انتظامی ہے نہ کہ دینی وحکم شرعی۔ چالیس دن تک لگاتار عمل کرنے سے انسان کے روح وباطن میں بہت برکت وتاثیر ہوتی ہے، اور ساتھ ہی نصوص شرعیہ سے بعض امور میں اس عدد 40 کی اہمیت ورعایت بھی ثابت ہے، لہذا مجاہدہ وریاضت میں اس عدد کو خصوصیت حاصل ہے، چند نصوص اس بارے میں درج ذیل ہیں:

1 = فطرت وخلقت کی ابتداء بھی چالیس 40 دن سے ہوتی ہے:

عن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) قال: قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): "إن أحدكم ليجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما نطفة. ثم يكون علقة مثل ذلك، ثم يكون مضغة مثل ذلك، ثم ليرسل اليه

الملك فينفخ فيه الروح، ويؤمر بأربع كلمات: رزقه وأجله وعمله وهل هو شقي او سعيد"۔

اس حدیث میں انسان کی خلقت کے اطوار ومراحل کا ذکر ہے، انسان کی خلقت رحم میں تین مراحل سے گذرتی ہے، اور تینوں مراحل میں چالیس، چالیس دن لگتے ہیں، اس عدد کی حکمت اور اصلی راز اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

رواه البخاري و مسلم والترمذي و الامام احمد، وغيرهم ۔وروى الامام مسلم في صحيحه كما أخرج الامام أحمد في مسنده حديثا عن حذيفة ابن أسيد الغفاري قال: سمعت رسول الله (صلى الله على وسلم) "يدخل الملك على النطفة بعدما تستقر في الرحم بأربعين ليلة فيقول: يارب ماذا، شقي أسعيد؟ وذكر أم أنثى؟ فيقول الله، ويكتبان، ويكتب عمله وأثره، ومصيبته، ورزقه، ثم تطوى الصحيفة، فلا يزاد على ما فيها ولا ينقص، رواه مسلم والامام احمد والطبراني في المعجم الكبير۔

2= اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا عہد ووعدہ لیا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وبهذا استدل الصوفية على الوصال وان أفضله أربعون يوما۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ ص ۳۹۶)

3= حدیث حسن میں ہے کہ جس نے چالیس دن تک مسجد میں جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لیئے دو "براءۃ" پروانے لکھے جاتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے براءت کا اور دوسرا نفاق سے براءت کا۔

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم): "من صلى أربعين يوما في جماعة يدرك التكبيرة الاولى كتب له برائتان: براءة من النار، وبراءة من النفاق"۔

(حديث حسن رواه الترمذي سنن الترمذي، وبمعناه في الترغيب والترهيب للمنذري)

ایسے ہی ترمذی وابن ماجہ وغیرہ میں ایک دوسری روایت ہے کہ:

كما روى ابن ماجه والترمذي عن عمر عن النبي (صلى الله عليه وسلم) قال: "من صلى في مسجد جماعة أبعين ليلة لا تفوته الركعة الأولى من صلاة العشاء كتب الله له عتقا من النار"

(ابن ماجه، الترغيب والترهيب إتحاف المتقين للزبيدي، كنز العمال)

اب اسی حدیث حسن کی روشنی میں تبلیغی جماعت والے چالیس دن کے لیئے نکلنے کا کہتے ہیں، تاکہ دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ایک یہ عظیم فائدہ بھی حاصل ہو یعنی چالیس دن تک مسجد میں جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنا، اور پھر اس کے نتیجہ میں دو عظیم فوائد کا حاصل ہونا یعنی جہنم اور نفاق سے براءت کا لکھا جانا، اور عمومی طور پر اپنے گھر میں ہی رہ کر اس پر عمل نہیں ہوتا، جیسا کہ ہماری حالت بالکل واضح ہے، لہذا جماعت میں جانے کے لیئے چالیس دن مقرر کرنا ایک وسیلہ ہے اور شریعت نے جائز وسائل کو مشروع قرار دیا ہے۔

(اعتراض ۳۲۸): تبلیغی جماعت والوں نے جماعت میں نکلنے کے لیئے جو معروف ترتیب بنائی

ہے، کیا نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے اس معروف ترتیب کے ساتھ نکلنا ثابت ہے؟

جواب: یہ معروف ترتیب ایک وسیلہ و ذریعہ ہے مقصود ومطلوب کو حاصل کرنے کے لیئے، اور یہ ترتیب ازخود مقصود وغایت نہیں ہے، اور اسلام میں عبادت کے وسائل محدود نہیں ہیں، لیکن شریعت نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ ہر وہ چیز جو مقصود تک پہنچائے پس وہ بھی مقصود ہے بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو،

(کل ما یؤدي الی المقصود فھو مقصود اذا لم یخالف الشرع)

لہذا اگر مقصد افضل ہے تو وسیلہ بھی افضل ہوگا اور اگر مقصد بُرا اور ناجائز ہے تو وسیلہ وذریعہ بھی ناجائز ہوگا، لہذا کسی بھی مقصود چیز کا وسیلہ مقصود کے تابع ہے، علمائے امت نے بھی اس بارے میں یہی تصریح کی ہے،

وقد ذكر الشيخ العز بن عبد السلام في (قواعد الا حكام في مصالح الأنام) "إن الواجبات والمندوبات ضربان: أحدهما مقاصد والثاني وسائل، وكذلك المكروهات والمحرمات ضربان: أحدهما مقاصد والثاني وسائل، وللوسائل أحكام المقاصد. فالوسيلة إلى أفضل المقاصد هي أفضل الوسائل، والوسيلة إلى أرذل المقاصد هي أرذل الوسائل ثم ترتب الوسائل بترتب المصالح والمفاسد." ويقرر في موضع آخر أن الوسائل هي أخفض رتبة من المقاصد إجماعاً.

ويقرر الإمام القرافي في "الفروق" الفرق الثامن والخمسون بين قاعدة المقاصد وقاعدة الوسائل فيقول: "موارد الأحكام على قسمين: مقاصد وهي المتضمنة للمصالح والمفاسد في أنفسها، ووسائل وهي الطرق المفضية إليها وحكمها حكم ما أفضت إليه من تحريم وتحليل. غير أنها أخفض رتبة من المقاصد في حكمها. والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل. وكلما سقط اعتبار المقصد سقط اعتبار الوسيلة فإنها تبع له في الحكم."

(اعتراض ۳۲۹): تبلیغی جماعت کی کتاب (فضائل اعمال) ضعیف احادیث پر مبنی ہے لہذا اس کتاب سے بچنا بہت ضروری ہے

جواب: کتاب (فضائل اعمال وغیرہ) کتب کے لیئے بعض جہلاء بہت سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، امت میں گمراہی وتباہی کا سبب قرار دیتے ہیں، یہ وسوسہ بھی بہت سارے ناواقف لوگوں پر استعمال کیا جاتا ہے، کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث ہیں، لہذا جہاں اس تبلیغی جماعت کو چھوڑنا ضروری ہے، وہاں ان کی فضائل اعمال سے بھی بچنا بہت ضروری ہے، اب ایک عام آدمی "ضعیف حدیث" کا معنی وحکم کیا جانے؟ یہ جاہل لفظ "ضعیف" سے اردو والا معنی مراد لیتے ہیں، بلکہ جو فرقہ یہ دعوی کرے کہ ہمارے دو ہی اصول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، تو ان کیلئے تو کسی حدیث کو ضعیف کسی کو صحیح کسی کو غریب وغیرہ امتیوں کے بنائے ہوئے نام بولنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن وذخیرہ حدیث میں کہیں بھی یہ نام واصطلاحات وارد نہیں ہوئے بلکہ بہت بعد میں امتیوں نے بنائے ہیں، یہ خالص اندھی تقلید

ہے، نہ معلوم کس مجبوری کی وجہ سے یہ فرقہ اپنے اس اصول (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) کو توڑ دیتے ہیں، خیر میں "ضعیف حدیث" کے حوالے سے مختصرا کچھ عرض کرتا ہوں، کیونکہ اس وسوسہ کے ذریعہ یہ فرقہ عوام کو بہت جلد بے راہ کرلیتا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ کتاب (فضائل اعمال) میں سب احادیث ضعیف نہیں ہیں، بلکہ صحیح، حسن، وضعیف وغیرہ سب ہیں۔

ضعیف حدیث پر عمل کا حکم

الامام محی الدین النووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہت ساری میں کتب میں تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ "فضائل الاعمال وترغیب وترھیب" میں "ضعیف حدیث" کو لینا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے،

الامام النووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنی کتب (الروضہ) اور (الارشاد والتقریب) اور (الاذکار) میں نقل کی ہے، اور یہی الامام النووی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، اور اسی طرح کی تصریح دیگر کبار ائمہ حدیث نے بھی کی ہے، مثلا الحافظ ابن حجر العسقلانی، والامام النووی، والامام ابن جماعۃ، والامام الطیبی، والامام سراج الدین البلقینی، والحافظ زین الدین أبو الفضل العراقی، والامام ابن دقیق العید، والحافظ ابن حجر الھیتمی، والامام ابن الھمام، والامام ابن علان، والامام الصنعانی، وغیرھم اور حتی کہ آج کل کے عرب کے سلفی علماء میں سے الشیخ بن باز، والشیخ صالح اللحیدان، والشیخ صالح الفوزان، والشیخ عبدالعزیز آل الشیخ، والشیخ صالح آل الشیخ، والشیخ علی حسن الحلبی، وغیرھم بھی یہی کہتے ہیں، ان علماءِ امت کی چند تصریحات ملاحظہ کریں:

وقال الحافظ السخاوی: "وممن اختاروا ذالك أيضاً ابن عبد السلام وأبن دقيق العيد" [القول البديع فی الصلاة علی الحبيب الشفيع (ص۱۹۵)].

وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی: "تجوز رواية الحديث الضعيف إن كان بهذا الشرطين: ألا يكون فيه حكم، وأن تشهد له الأصول" [الإصابة فی تميز الصحابة (۵/۶۹۰)].

وقال الإمام ابن علان: "ويبقى للعمل بالضعيف شرطان: أن يكون له أصل شاهد لذالك كاندراجه فی عموم أو قاعدة كلية، وأن لا يُعتقد عند العمل به ثبوته بل يُعتقد الاحتياط" [الفتوحات الربانية (۱/۸۴)].

وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی: "ولا فرق فی العمل بالحديث الضعيف فی الأحكام أو الفضائل إذ الكل شرع" [تبيين العجب (ص۴)].

وقال الإمام الصنعانی: "الأحاديث الواهية جوزوا أي أئمة الحديث التساهل فيه، وروايته من غير بيان لضعفه إذا كان وارداً فی غير الأحكام وذالك كالفضائل والقصص والوعظ وسائر فنون الترغيب والترهيب" [توضيح الأفكار لمعانی تنقيح الأنظار (۲/۲۳۸)].

وقال العلامة علی القاری: "الأعمال التی تثبت مشروعيتها بما تقوم الحجة به شرعاً، ويكون معه حديث ضعيف ففی مثل هذا يُعمل به فی فضائل الأعمال؛ لأنه ليس فيه تشريع ذالك العمل به، وإنما فيه

بیان فضل خاص یرجی أن یناله العامل به" [المرقاة (۲/۳۸۱)].

وقال العلامة حبیب الرحمن الاعظمی: "والضعیف من الحدیث وإن کان قبولاً فی فضائل الأعمال، ولا بأس بإیراده فیها عند العلماء" [مقدمة مختصر الترغیب والترهیب (ص۶)].

وقال الإمام إبن حجر الیتمی :فی الفتح المبین "أتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال لأنه إن کان صحیحاً فی نفس الأمر فقد أعطی حقه من العمل به".

وقال الشیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ: "أما فی فضائل الاعمال فیجوز أن یستشهد بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال وأن یذکر لأجل ترغیب الناس فی الخیر، وهذا هو المنقول عن أئمة الحدیث وأئمة السلف" [محاضرة (الوجه الثانی)].

وقال الشیخ محمود الطحان: "یجوز عند أهل الحدیث وغیرهم روایة الأحادیث الضعیفة والتساهل فی أسانیدها من غیر بیان لِضعفها فی مثل المواعظ والترغیب والترهیب والقصص وما أشبه ذالك" [تیسیر مصطلح الحدیث (ص۶۵)].

ضعیف حدیث کی تعریف

یاد رکھیں کہ محدثین کرام کے "حدیث ضعیف" کی اصطلاحی تعریف میں مختلف اقوال وآراء ہیں، تین اقوال بطور خلاصہ وبغرض فائدہ نقل کرتا ہوں:

1 = (کل حدیث لم تجتمع فیه صفات الحدیث الصحیح ولا صفات الحدیث الحسن)

ہر وہ حدیث جس میں " حدیث صحیح اور حدیث حسن " کے صفات وشرائط موجود نہ ہوں تو وہ "حدیث ضعیف" ہے، اور یہ مشہور محدث امام ابن الصلاح الشافعی رحمہ اللہ کا قول ہے، اور اسی تعریف کو ان کے بعد حافظ ابن جماعۃ اور حافظ ابن کثیر اور حافظ نووی اور حافظ جرجانی وغیرہم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے، اور پھر اسی تعریف پر دیگر محدثین کے کچھ تعقیبات بھی ہیں، جس کی تفصیل اصول حدیث کی کتب میں موجود ہے۔

2 = (کل حدیث لم تجتمع فیه صفات القبول) ہر وہ حدیث جس میں صفات قبول موجود نہ ہوں، یہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور بعض دیگر محدثین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اعتراضات وتعقیبات اس پر بھی ہیں۔

3 = (ما قصر عن درجة الحسن قلیلا) ہر وہ حدیث جو درجہ میں " حدیث حسن " سے کم ہو، حافظ الذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الموقظة) میں یہ تعریف کی ہے، اور اصل اس تعریف کا امام ابن دقیق العید اور علامہ عراقی کا کلام ہے، اور اعتراضات وتعقیبات اس پر بھی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حافظ ابن الصلاح الشافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب (مقدمۃ ابن الصلاح) میں فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جس میں چھ شرائط پائے جائیں تو وہ " صحیح" ہے، اور وہ چھ شرائط یہ ہیں:

1 = اتصال سند

2 = عدالة الرّواة

3=ضبط الرواۃ

4=السلامۃ من الشذوذ

5=السلامۃ من العلۃ

6=وجود العاضد

اور جمہور متاخرین محدثین کے نزدیک "حدیث حسن" کی تعریف بھی یہی ہے جس میں شروط سابقہ پائی جائیں، مگر "حدیث حسن" کا راوی اگرچہ حافظ ہوتا ہے لیکن حفظ میں "حدیث صحیح" کے راوی سے کم ہوتا ہے، اور پھر "حدیث ضعیف" بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے، لہٰذا متاخرین محدثین کے نزدیک "حدیث ضعیف" کی تعریف یہ ہے کہ جس میں ان شروط مذکورۃ بالا میں سے کوئی ایک شرط یا اکثر مفقود ہوں، پھر اس کے بعد "حدیث ضعیف" کے انواع واقسام کی ایک طویل بحث ہے۔ (من شاء المزید فلیراجع الی المطولات)

فحاصل الکلام انہم عرفوا الحدیث الضعیف بأنہ :ھو ما فقد شرطا من شروط الحدیث المقبول وھی ستۃ:

1=ألعدالۃ: أی الصدق والتقوی والالتزام الظاھر بأحکام الإسلام.

2=ألضبط: ھو الدقۃ فِي الحفظ والإتقان ثم الاستحضار عند الأداء .

3=ألاتصال: أیکل واحد من الرواۃ قد تلقاہ من رواۃ الحدیث حتی النھایۃ دون إرسال أو انقطاع.

4=عدم الشذوذ: وھو مخالفۃ الراوِي الثقۃ لمن ھو أثق منہ .

5= عدم وجود العلۃ القادحۃ:أی سلامۃ الحدیث من وصف خفی قادح فی صحۃ الحدیث والظاھر السلامۃ منہ۔

6=ألعاضدُ عند الاحتیاج إلیہ.

(راجع : مقدمۃ ابن الصلاح(ج 1 /ص 6) والباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث(ج 1 /ص 5) وتدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی(ج 1 / ص 73) والتقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر فی أصول الحدیث(ج 1 /ص 2) وتدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی(ج 1 /ص 120) .

اس مختصر بحث اور ائمہ حدیث کی تصریحات سے یہ واضح ہوا، کہ حدیث کی تعریف وتقسیم وغیرہ سب محدثین کے اجتہاد کا ثمرہ ہے، اس لیئے اس باب میں محدثین کے اقوال وآراء اختلاف بھی پایا جاتا ہے، اور حدیث کا ہر طالب ان سب تعریفات واصطلاحات خالص تقلید میں پڑھتا ہے اور استعمال کرتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہی تقلید فقہاء کرام کے اجتہادات کی ہو تو فرقہ جدیدہ کے نزدیک شرک و بدعت و جہالت بن جائے، اور وہی خالص تقلید محدثین کی ہو تو کچھ فرق نہ پڑے، حالانکہ فقہاء کرام ومجتہدین عظام کے تمام اجتہادات دلائل کیساتھ موجود ہیں، جب کہ محدثین کے ان اجتہادات کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے، ہر محدث نے اپنی ذوق وفہم وبصیرت سے یہ تعریفات واصطلاحات وضع کی ہیں۔ اللہ تعالی تمام اہل اسلام کو صحیح فہم وبصیرت عطا فرمائے۔

(اعتراض ۳۳۰): تبلیغی جماعت والے جوگشت کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے

جواب: یہ وسوسہ بھی جہالت پر مبنی ہے، گشت کا مقصد دعوت الی اللہ دعوت الی الخیر ہے، بدلیل قول اللہ تعالی ((ولتکن منکم امة يدعون إلى الخير)) وقوله تعالى: ((يا أيها المدثر قم فانذر، وربك فكبر))، وقوله تعالى: ((وانذر عشيرتك القربين)) وقوله تعالى: ((فاصدع بما تؤمر))

اسی طرح حضور ﷺ بنفس نفیس دعوت الی اللہ کے لیئے طائف جانا، اور قبائل مختلفہ کا گشت کرنا، اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ان کے اجتماعات ومجامع میں اور اسی طرح حج کے موسم میں خصوصی دعوت دیتے، اور ہر آزاد وغلام وضعیف وقوی وغنی وفقیر کو آپ دعوت دیتے، اور اسی طرح مختلف بازاروں میں جا کر (سوق ذي المجاز، وعکاظ) آپ دعوت دیتے، اسی طرح آپ صلی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، بدلیل: عن ابن عمر (رضی الله عنهما) قال: " كان النبي (صلى الله عليه وسلم) يزور قباء أو يأتي قباء راكبا وماشيا زاد في رواية فيصلي فيه ركعتين " (رواه البخاري ومسلم) وفي رواية (للبخاري والنسائي): أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) كان يأتي مسجد قباء كل سبت راكباً وماشياً، وكان عبد الله يفعله. وعن عبد الله بن دينار، أن ابن عمر كان يأتي قباء كل سبت، وكان يقول: رأيت النبي (صلى الله عليه وسلم) يأتيه كل سبت. (رواه مسلم) اور پھر آپ نے صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ صحابہ کرام کو بھی یہ اہم عمل سکھایا ان کی تعلیم وتربیت کی اور پھر دعوۃ وتبلیغ کے لیئے صحابہ کرام کو مختلف اطراف واکناف میں بھیجا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی صحابہ کرام کا اصلی رأس المال دعوۃ وتبلیغ ہی تھا۔

(اعتراض ۳۳۱): تبلیغی جماعت والے صرف مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں کفار کو کیوں تبلیغ نہیں کرتے؟

جواب: تبلیغی جماعت کا یہ عظیم کام صرف مسلمانوں کے لیئے خاص نہیں ہے، بلکہ دعوۃ وتبلیغ کی اس بابرکت تحریک سے اللہ تعالی نے بے شمار غیر مسلموں کو بھی دولت ایمان سے سرفراز فرمایا ہے، اور اگر بالفرض ہم یہ تسلیم کرلیں کہ تبلیغی جماعت والے کفار کو دعوت نہیں دیتے تو اس میں کوئی خلاف شرع بات نہیں ہے، بلکہ اس عمل کے ثبوت میں بھی احادیث کثیرہ موجود ہیں، مثلاً حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعت صحابہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا، حضرت معقل بن یسار، حضرت عبد اللہ بن مغفل، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف تشریف لے گئے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے، وغیر ذالک، اور یہ سب اسفار اہل اسلام کو دعوت کے لیئے تھے۔ اور پھر مزید یہ کہ آج مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ ہر عام وخاص جانتا ہے، اس لیئے سب سے پہلے تو مسلمانوں کی اصلاح وارشاد ضروری ہے، پہلے مسلمان تو مکمل دین پر عمل کرنے والے بن جائیں، کیا آج سب مسلمان حضور ﷺ کی اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ ہیں؟ کتنے مسلمان ہیں جو اور تو اور نماز جیسا اہم فریضہ اور دین اسلام کے اس بنیادی رکن سے بھی بے خبر وغافل ہیں، اور حتی کہ ایسے مسلمانوں کی بھی کثرت ہے جو کلمہ طیبہ صحیح طور پر پڑھ بھی

نہیں سکتے، تو ایسے مسلمانوں کا فکر کون کرے گا؟؟ اسی طرح مسلمانوں میں دعوت قبول کرنے کی امید بھی زیادہ ہے، لہٰذا جو غیر مسلموں کو تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں، لیکن تبلیغی جماعت پر محض اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

(اعتراض ۳۳۲): تبلیغی جماعت والے "جہاد فی سبیل اللہ، یا مطلق فی سبیل اللہ" کی احادیث و آیات کو دعوۃ و تبلیغ پر محمول کرتے ہیں

جواب: تبلیغی جماعت کا "جہاد فی سبیل اللہ، یا مطلق فی سبیل اللہ کی احادیث و آیات کو دعوۃ و تبلیغ کے کام پر محمول کرنا صحیح اور درست ہے، اس لیئے کہ محدثین کرام نے بھی اس قسم روایات و احادیث کو کار خیر پر محمول کیا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے جہاد بمعنی قتال کی نفی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح بخاری" میں ایک باب قائم کیا ہے (باب المشی إلی الجمعة) اور اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "فی سبیل الله" والی روایت نقل کی ہے، جو عام طور پر "کتاب الجهاد" میں محدثین ذکر کرتے ہیں،

حدثنا علی بن عبد الله قال: حدثنا الولید بن مسلم قال: حدثنا یزید بن أبي مریم قال: حدثنا عبایة بن رفاعة قال أدرکنی أبو عبس وأنا أذهب إلى الجمعة. فقال: سمعت النبی یقول: من اغبرت قدماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار. (صحیح البخاری، کتاب الجمعة)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ "سعی الی الجمعۃ" جمعہ کی نماز و خطبہ سننے کے لیئے جانا بھی "فی سبیل اللہ" میں داخل ہے۔ اور اسی طرح دیگر محدثین و فقہاء و علماء امت نے لفظ "فی سبیل اللہ" کو تمام خیر کے کاموں میں استعمال کیا ہے، لہٰذا تبلیغی جماعت والے حضرات اگر "فی سبیل اللہ" کی نصوص کو دعوۃ و تبلیغ کے کام پر محمول کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ دعوۃ و تبلیغ کا اہم ترین کام بھی "فی سبیل اللہ" کے مفہوم میں داخل و شامل ہے۔ علماء امت کی چند تصریحات اس بارے میں درج ذیل ہیں:

قال ابن کثیر رحمه الله:

"وأما فی سبیل الله فمنهم الغزاة الذین لا حق لهم فی الدیوان، وعند الإمام احمد والحسن واسحاق والحج من سبیل الله للحدیث"۔ (تفسیر القرآن العظیم: ج2،ص.366)

وقال الخازن فی تفسیره قوله تعالی "وفی سبیل الله":

"وقال قوم: یجوز أن یصرف سهم سبیل الله الی الحج یروی ذلك عن ابن عباس وهو قول الحسن والیه ذهب أحمد بن حنبل واسحاق بن راهویه۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل: ج3،ص.92)

وقال الشوکانی فی تفسیره قوله تعالی "وفی سبیل الله."

"وقال ابن عمر هم الحجاج والعمار، وروی عن احمد واسحاق انهما جعلا الحج من سبیل الله.

(فتح القدیر: ج2،ص.373)

وقال الإمام القرطبی:

"الثانیۃ والعشرون قولہ تعالی: "وفی سبیل اللہ" ھم الغزاۃ وموضع الرباط۔ الی أن قال وقال ابن عمر: الحجاج والعمار. ویؤثر عن احمد واسحاق رحمھما اللہ انھما قال: سبیل اللہ الحج. (الجامع لأحکام القرآن: ج8،ص.185)

وقال الامام الکاسانی فی معرض کلامہ عن المراد من قولہ تعالی: "وفی سبیل اللہ"

"وقال محمد: المراد منا الحاج المنقطع لما روی أن رجلا جعل بعیراً لہ فی سبیل اللہ فامر النبی -صلی اللہ علیہ وسلم ء أن یحمل علیہ الحاج". (بدائع الصنائع: ج2،ص.45)

محدثین کرام ومفسرین عظام وفقہاء امت وعلماء کبار کی ان چند تصریحات سے واضح ہوا کہ "فی سبیل اللہ" سے کبھی حج وعمرہ بھی مراد ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا "الحج والعمرۃ فی سبیل اللہ" رواہ أحمد، اور کبھی والدین کی خدمت کو بھی "جہاد فی سبیل اللہ" کہا گیا، جیسا کہ اس روایت میں ہے عن عبداللہ بن عمرو قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجہاد فقال أحی والداك قال نعم قال ففیہما فجاھد، روای البخاری۔-

لہذا خلاصہ کلام یہ ہے "فی سبیل اللہ" کا لفظ ہر کار خیر کو شامل ہے۔اور دعوت وتبلیغ کا اہم وعظیم عمل بھی اس میں بطریق اولی داخل ہے ۔مگر اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تبلیغ کی آڑ میں جہاد کا انکار کر دیا جائے اسلئے کہ یہ تو کفر ہے جہاد دین کا کام کرنے کا افضل ترین راستہ ہے یقینا اس درجے تک کوئی عمل نہیں پہنچ سکتا ہر مسلمان کا یہ ایمانی فریضہ ہے کہ جب موقع ملے کفار کے خلاف جہاد وقتال میں ضرور حصہ لے یہ بہانہ ہرگز نہ ہو کہ میرا تو ابھی ایمان ہی نہیں بنا جب اللہ کی راہ میں جہاد پر نکل کر اللہ کی نصرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا تب ہی تو ایمان بنے گا۔ یہ چند وسوسے تھے جو عام طور پر لوگ تبلیغی جماعت کے بارے میں پھیلائے جاتے ہیں جن کا میں نے ذکر کر دیا ہے۔

(اعتراض ۳۳۳): دیوبندیوں نے درود دشمنی کی وجہ سے فضائل اعمال سے فضائل درود نکال دیا

محترم گزارش یہ ہے کہ اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ اگر اس اعتراض کا مقصد یہ ہے کہ علماء دیوبند معاذ اللہ دوردشریف کے منکر ہیں یا درود شریف کو اچھا نہیں سمجھتے تو علماء دیوبند کے حکیم الامت مجدد حضرت علامہ ومولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد السعید'' کے نام سے مستقل درود شریف کی ایک کتاب لکھی ہے، اسی طرح مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل درود شریف کے فضائل پر ایک کتاب لکھی ہے، اسی طرح علماء اہل سنت دیوبند کے کسی بھی پیر ومرشد سے بیعت ہونے کے لئے چلے جائیں وہ وظائف میں دروشریف کو ایک وظیفہ کے طور پر شامل کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاۃ المسلمین'' میں لکھا ہے کہ ذاکر اگر تین تسبیحات کی پابندی کرلے صبح وشام سو دفعہ ''سبحان اللہ'' سو دفعہ ''الحمد للہ'' اور سو دفعہ ''درود شریف'' تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ قیامت کے دن اسے ذاکرین میں سے اٹھایا جائے گا۔

اسی طرح ملفوظات حکیم الامت میں ہے:

''ہر پریشانی کا علاج

ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی‘‘۔ (ملفوظات، ج۱۰،ص ۲۵۸ ملفوظ نمبر ۱۸۰)

ظالمو! جو لوگ ہر پریشانی کا حل ہی درود شریف کے وظیفہ کو سمجھیں تم اسے درود کا منکر کہو کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ اور خود تبلیغی جماعت والے جب فضائل ذکر کے تحت جب ذکر کرتے ہیں درود شریف کا سو سو دفعہ لازمی ذکر کرتے ہیں میں نے خود کئی مجلسوں میں یہ بات سنی ہے اور آج بھی جا کر ملاحظہ کر سکتے ہیں جہاں چھ نمبر کی پابندی کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ تبلیغی احباب جہاں بھی بیٹھتے ہیں اور وہاں نبی علیہ السلام کا نام آتا ہے تو وہاں درود شریف لازمی بیان کرتے ہیں۔

ہمارے مدارس میں بھی آپ اچانک چلے جائیں اور انکو کہیں کہ ہمیں درس میں بیٹھنا ہے اور اپنا تعارف نہ کرائیں اور جا کر درس میں بیٹھیں جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام آنے گا وہاں ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کا ذکر ضرور کیا جائے گا۔ جب پہلی دفعہ نام مبارک آئے گا تب مسئلہ بیان کیا جائے گا کہ ہر مجلس میں ہر دفعہ نام مبارک کے وقت درود پڑھنا مستحب ہے اور زندگی میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

ہم ہر نماز کے بعد دروشریف کا اہتمام کرتے ہیں کسی دیوبندی چلتے ہوئے کو پکڑ لیں اور اس سے پوچھیں کہ تو درود شریف کا منکر ہے تو وہ منہ پہ تھپڑ لگائے گا کہ ہمارے بڑوں نے تو درود شریف کے فضائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور تو ہمارے بارے میں یہ خیال رکھتا کہ ہم درود شریف کے معاذ اللہ منکر ہیں!؟؟

اب اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ یہ اعتراض آپکا درست تب بیٹھے گا جب آپ یہ ثابت کر دیں کہ اہل سنت دیوبند نے باقاعدہ پلاننگ کے تحت فتوی جاری کر کے فضائل درود شریف کو اپنی کتاب سے نکالا ہے کہ اس کا پڑھنا جائز نہیں اس کو رکھنا جائز نہیں ہے معاذ اللہ۔ تب تو آپ کا اعتراض بنتا ہے اور اگر چھاپہ خانہ والوں نے کوئی کام کیا ہے تو اس کے ہم تو ذمہ دار نہیں۔

دراصل شروع میں ایک ساتھ یہ فضائل اعمال کتاب لکھی ہی نہیں گئی تھی۔ بلکہ تمام فضائل کی کتب حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحب کی طرف سے جدا جدا لکھی گئی تھیں۔ جو اب بھی مل جاتی ہیں۔ میرے پاس پرانے نسخہ ہیں جسمیں فضائل نماز الگ سے ہے، فضائل درود الگ سے ہے، فضائل صحابہ الگ سے ہے، فضائل ذکر الگ سے ہے، فضائل قرآن الگ سے ہے، فضائل تبلیغ الگ سے ہے، فضائل حج الگ سے ہے۔ اس کے بعد جب اسے رائیونڈ کے ایک فیضی کتب خانہ نے یکجا کر کے شایع کیا تو اس میں شروع ہی سے اس مجموعہ میں انہوں نے اسکے اندر فضائل درود کو شامل نہیں کیا تھا۔ بعد میں جب دیگر مکتبہ والوں نے شائع کیا تو اسمیں فضائل درود شریف کو بھی شامل کر دیا۔

اب نکالیں تو تب جب ہم شامل کریں یہ تو شروع ہی سے شامل نہیں تھی تو نکالنے والا اعتراض ہی باطل ہوا۔ رہا یہ سوال کہ اسکو شامل کیوں نہیں کیا؟ تو شامل تو فضائل حج بھی نہیں ہے اب یہ ایک ترتیب ہے کہ اتنے سارے فضائل ہم ایک ساتھ نہیں پڑھ سکتے اور ایسا ہوتا بھی ہے کہ ہم انمیں سے ہر ایک کے لئے وقت مقرر کرتے ہیں مثلاً ظہر میں تعلیم مختصر کی جاتی ہے تو فضائل قرآن سے یا فضائل تبلیغ سے یا فضائل نماز میں سے ایک دو فضیلت لے لی جاتی ہے اور عشا میں تفصیلی تعلیم ہوتی ہے تو کچھ وہاں ذکر کیا جاتا ہے

اسی طرح جب حج کا مہینہ آتا ہے تو تعلیم میں فضائل حج کو بھی شامل کیا جاتا ہے اسی طرح رمضان میں فضائل درود شریف کو بھی شامل کیا جاتا ہے آپ رائیونڈ مرکز چلے جائیں یا دیگر شہروں کے مراکز میں چلے جائیں وہاں اگر درود پڑھنے سے منع کیا جائے تب تو آپ کا اعتراض بنتا ہے اب جب ایک چیز شروع ہی سے شامل نہیں ہے یا پھر انتظامی امور کی وجہ سے شامل نہیں کی گئی تو اسمیں اعتراض والی

کونسی بات ہے؟

اعتراض تو آپ پر ہونا چاہئے کہ آپ کے احمد رضا بریلوی نے علماء دیوبند پر بیسیوں کتابیں لکھیں علماء اہل حدیث پر بیسیوں کتابیں لکھیں شاہ اسماعیل شہید مرحوم اور ندوۃ العلماء کے خلاف کئی کتابیں لکھیں یہاں تک بریلویوں نے احمد رضا کا سب سے بڑا کمال ہی اسکو تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے مخالفین کا رد کیا ہے۔ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ احمد رضا نے بذات خود فضائل درود شریف پر سیرت النبی علیہ السلام پر مستقل کوئی کتاب لکھی ہے؟ تو پھر اسطرح کا اعتراض ہم بھی کر سکتے ہیں۔ فضائل درود پر کوئی کتاب کیوں نہ لکھی؟ کیا درود سے کوئی بغض تھا یا دشمنی تھی؟

اسی طرح حضور ﷺ کی سیرت وفضائل پر بھی کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ نہیں احمد رضا نے اپنی کتابوں میں متفرق طور پر درود کے فضائل بیان کیے ہیں نبی علیہ السلام کے فضائل بیان کیے ہیں تو ہم بھی تو متفرق طور پر بیان کرتے ہیں بلکہ متفرق کیا فضائل درود شریف پر ہماری مستقل تصنیفات ہیں:

ہم بھی درود شریف پڑھتے ہیں۔۔۔۔

اسکے اوراد ووظائف کرتے کراتے ہیں۔۔۔

اسکی فضائل و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔۔۔

ہم نے تو درود شریف کا انکار نہیں کیا۔ اور نہیں ہم نے درود شریف کے فضائل کا انکار کیا ہے۔ تو اعتراض ہم پر کیوں؟

اعتراض تو اصل آپ پر بنتا ہے کہ اس نے اس پر کوئی کتاب کیوں نہیں لکھی؟ یہ کوئی جواب نہیں کہ متفرق طور پر ذکر کیا، اس کے پاس وقت نہ تھا یہ تو کوئی جواب نہ ہوا کہ متفرق طور پر احمد رضا نے درود کے فضائل بیان کیے اسکے پاس سب کام کیلئے وقت تھا علماء دیوبند کے خلاف، ندوۃ العلماء کے خلاف لکھنے کا وقت تھا درود شریف کے فضائل پر لکھنے کا وقت نہیں تھا؟

جب تم کہتے ہو کہ معاذ اللہ علماء دیوبند حضور ﷺ کے فضائل وکمال کے منکر تھے تبھی مستقل کتب لکھیں تو بقول تمہارے منکر تو وہ درود کے بھی ہیں تو اس پر مستقل کوئی کتاب کیوں نہ لکھی؟ علمائے دیوبند کا رد بھی تو وہ متفرق طور پر کر سکتا تھا۔

ہم نے تو لکھی مگر بقول آپکے اس کو نکال دیا ہے مگر احمد رضا بریلوی نے تو سرے سے لکھی ہی نہیں تو اس پر اعتراض کیوں نہیں؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بھی محض تعصب، جہل، ضد وعناد کی بنیاد پر کیا گیا ہے حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اللہ انکو ہدایت دے۔

فیضان سنت سے درود شریف کا باب غائب

اخیر میں ہم بریلویوں کو دعوت فکر دیتے ہیں ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں۔ میرے پاس فیضان سنت کا پرانا والا ایڈیشن ہے۔ اسمیں باضابطہ درود شریف کا ایک باب ہے جبکہ نئے ایڈیشن میں درود شریف کے باب کو سرے سے خارج کر دیا گیا ہے تو جو اعتراض آپ ہم پر کر رہے تھے جیسا کہ غفران سیالوی رضاخانی نے اپنی ایک ویڈیو میں کہا کہ دیوبندی خبیث ہیں درود شریف کو نکال دیا تو یہ خباثت تو آپکے گھر میں بھی موجود ہے تو اب انصاف کا دامن تھامتے ہوئے کچھ اس پر بھی لب کشائی فرمائیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ہمارے فضائل اعمال کو تو ہر کسی کو شائع کرنے کی اجازت ہے لیکن آپکی فیضان سنت کو شائع کرنے کی صرف مکتبۃ المدینہ کو اجازت ہے جسکا سربراہ الیاس قادری ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں سے درود شریف کو نکالنا باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہوا

اور جماعتی سطح پر نکالا گیا ہے تو یہ اعتراض تو آپ کے گھر کا تھا اور پیش ہم پر کر دیا۔

(اعتراض ۳۳۴): تذکرۃ الرشید میں شرکیہ تعویذ ہے۔(معاذاللہ)

تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۰۱ پر ایک تعویذ اس طرح درج ہے:

"حب کے لئے ایک بار آپ نے یہ عمل ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ صلی اللہ پسر محمد ہاتھ تیل منہ چکنا بیٹھون سر ڈھاؤن تھک باندھون ٹھا کر باندھون باندھون سگرا گانون میران جمن جتی یوں کہیں من موہن میرا ناؤں بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اکتالیس بار پڑھ کر عطر پر دم کرے اور اس عطر کو دونوں انگوٹھوں کے ناخن پر لگا کر اپنی ابروؤں پر پھیر لے اور مطلوب کے سامنے جائے انشاء اللہ اسکے قلب میں محبت پیدا ہوگی"

غیر مقلد کا اعتراض: پسر محمد ہاتھ تیل منہ چکنا بیٹھوں سر ڈھاؤن تھک باندھوں ٹھا کر باندھوں سگرا گانوں میراں جمن جتی.... یہ کون سی زبان ہے؟ اور اس سے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوگی یہ کیسی بات ہے؟ کیا اسلام میں ہے ایسا؟ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے عنقریب وہ رحمان ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا"۔ یہ "من موہن.... جمن جتی" ہمارے لئے طریقہ نہیں ہے۔

جواب:

یہ تعویذ "دکنی اردو زبان" میں لکھا ہوا ہے۔ دنیا میں تقریباً ساڑھے چھ ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں سے دو ہزار زبانیں ایسی ہیں جنہیں ایک ہزار سے کم لوگ بولتے ہیں۔ یہ سروے رپورٹ ہے باقی ساڑھے چار ہزار زبانیں ایسی ہیں جنہیں ہزار سے زیادہ لوگ بولتے ہیں وکیپیڈیا کے پیج پر بھی یہ ساری انفارمیشن آپ کو مل جائے گی تو ضروری نہیں کہ ہر زبان ہم کو معلوم ہو۔

آپ جانتے ہونگے کہ اردو زبان کی بہت سی شاخیں ہیں جیسے حیدر آبادی اردو، بنگلوری اردو، ایسے ہی اردو کی ایک قدیم شاخ "دکنی اردو" ہے۔ جس کی اپنی الگ گرامر، قاعدے اور قوانین ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا یہ تعویذ جو دکنی اردو میں ہے اس زبان کی بھی الگ سے اسی طرح ڈکشنری ملتی ہے جیسے انگلش، مراٹھی، اردو وغیرہ کی ڈکشنری ملتی ہیں۔ اس زبان کے بہت سے الفاظ عام اردو کے الفاظ سے الگ ہیں، اس میں سنسکرت اور ہریانوی وغیرہ زبانوں کے بہت سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

قلی قطب شاہ (المتوفی ۱۰۲۰ھ) اس زبان کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ اسی طرح ولی دکنی نام کے بھی ایک شاعر گیارہویں صدی ہجری میں اس زبان کے گزرے ہیں۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تعویذ دکنی اردو زبان میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس تعویذ میں جو الفاظ ذکر ہوئے ہیں ان میں سے بہت سے الفاظ دکنی اردو کی ڈکشنری میں بھی ملتے ہیں۔

سوال: مولانا گنگوہی نے دکنی اردو زبان میں کوئی جادو ٹونے والا تعویذ تو نہیں لکھ دیا؟

جواب: ہرگز نہیں اس میں جادو ٹونا اور شرکیہ کلمات بالکل نہیں ہیں، اس لئے کہ جادو ٹونا اور شرکیہ کلمات کا تعویذ تو حرام ہے بالکل جائز نہیں۔

سوال: تو پھر اس تعویذ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دکنی اردو کی ڈکشنری سے اس تعویذ کا ترجمہ میں آپ کو کر کے بتاتا ہوں۔ آپ ابوضمیر غیر مقلد یداس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے: ''بیچ میں کیا ہے؟ بسم اللہ صلی اللہ (علیہ وسلم بھی نہیں اس میں) پسر محمد.....''

جواب: پسر محمد مطلب محمد کے بیٹے تو اگر آپ کے ابا کا نام محمد ہو تو آپ کو پسر محمد کہا جائے گا اور یہاں پر صلی اللہ کہنا بالکل درست ہے کیونکہ صلی اللہ کا مطلب ہوتا ہے اللہ کی رحمت ہو، اس میں غلط کیا ہے؟ اللہ کی رحمت کسی پر بھی ہوسکتی ہے چاہے نبی پر ہو غیر نبی پر ہو، آپ پر ہو مجھ پر ہو، اہل وعیال پر ہو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو صبر کرتے ہیں ترجمہ:

"ان کے رب کی طرف سے ان پر رحمتیں ہوں"

تو یہاں پر بھی صلی اللہ کہا تو اس میں کیا اعتراض؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہاں پر انہوں نے درود شریف پڑھا ہو دکنی زبان میں "صلی اللہ پسر محمد" محمد کے اہل وعیال پر اللہ کی رحمت ہو "اللھم صلی علی آل محمد" یہ کہنا تو درست ہے مصنفِ عبد الرزاق کی روایت ہے، لہٰذا یہاں پر کوئی اعتراض نہیں اور اگر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ آپ (مولانا گنگوہی) نے درود شریف نہیں پڑھا تو یہ اعتراض بھی بالکل غلط ہے اس لئے کہ آخر میں آپ نے کہا ہے "بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

ابو زید ضمیر غیر مقلد: ہاتھ تیل تیل؟

جواب: ہاتھ تیل یعنی ہتھیلی، یہ ہاتھ اور تیل الگ الگ نہیں ہے بلکہ ہتھیلی کو اس طرح الگ الگ لکھتے ہیں۔

ابو زید: منہ چکنا؟

جواب: چکنا نہیں "چیکنا" جس کا مطلب ہوتا ہے "پونچھنا" منہ چیکنا یعنی منہ پونچھنا۔

ابو زید: بیٹھوں سرڈھاؤں تھک باندھوں ٹھا کر باندھوں باندھوں سگرا گانوں میراں جمن جتی من موہن؟؟

جواب: بیٹھوں سرڈھاؤں اس کا مطلب ہے بیٹھ کر سرڈھانک کر یعنی ٹوپی پہن کر بیٹھنا۔ تھک باندھوں یعنی کس کر باندھ لو۔ سگرا گانوں یعنی سارے گاؤں کے لوگ۔ میراں یعنی بہت بڑے بزرگ۔

ایسے ہی ابو زید نے جو مذاق اڑایا ہے جُمن، یہ جُمن نہیں "جَمن" ہے۔ یعنی ہمیشہ جتی یعنی عابد زاہد۔ من موہن یعنی محبوب ہونا۔ ڈکشنری کے مطابق تعویذ کا یہی ترجمہ بنتا ہے لیکن ایک بات آپ یاد رکھیں کہ زبان ایک ایسی کمپلکس چیز ہے کہ اس میں بعض مرتبہ ایک لفظ کے ایک سے زائد معنی بھی ہوتے ہیں۔ میں اس کی کئی مثالیں دے سکتا ہوں، جیسے ایک لفظ ہے "چوٹی" ہمارے یہاں چوٹی بولا جاتا ہے سر کی چوٹی کو یا پہاڑ کی چوٹی کو لیکن آپ بنگال کی طرف چلے جائیں وہاں چوٹی کہتے ہیں چپل کو۔ یا جیسے مثال کے طور پر اردو میں کہتے ہیں ہم نے ان کو دعوت دی لیکن مدھیہ پردیش میں کہتے ہیں ہم نے ان کو اِذن دیا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں وہاں لڑائی ہوگئی مگر بھوپال وغیرہ میں کہتے ہیں وہاں غدر ہوگیا۔ ہم کہتے ہیں کوئی رکھ دی مگر وہاں کہتے ہیں پٹخ دی۔ ہمارے یہاں پٹخنا الگ معنی میں آتا ہے جبکہ ان کے یہاں "پٹخنا" رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ کپڑا کچا ہے یعنی سلا ہوا نہیں ہے جبکہ حیدر آباد میں کپڑا کچا ہے یعنی گیلا ہے۔ ایک مثال اور لے لیجئے بنگلور وغیرہ میں کہتے ہیں "جپ لے کے بیٹھنا" یعنی انتظار کرنا، جبکہ ہمارے یہاں جپنے کا مطلب ہوتا ہے تسبیح پڑھنا، ایسے ہی یوپی وغیرہ کی طرف کہتے ہیں "ہمچ کے مارنا" یعنی بہت زور سے مارنا تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت مرتبہ ایک زبان میں اک لفظ ہوتا ہے، جو اس علاقے کے لوگ اس کا

معنی جانتے ہیں دوسرے علاقے میں اس کا معنی الگ ہوتا ہے اور کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ علاقے اور جگہ کے بدلنے سے ایک ہی لفظ کے دو الگ الگ معنی ہوتے ہیں۔ تو لغت سے اس تعویذ کے یہی معنی ہم کو نظر آرہے ہیں۔ لیکن ہوسکتا ہے اس کے کچھ اور معنی بھی بنتے ہوں!!

سوال: ٹھیک ہے مفتی صاحب تھوڑی دیر کے لئے آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ یہ تعویذ دکنی اردو زبان میں ہے مگر یہ کیا الفاظ ہیں: "ہاتھ تیل، منہ چیکنا، منہ پونچھ کر بیٹھو، سر باندھ کر بیٹھو اچھے سے باندھ لو یہ بے تکے سے الفاظ..... کیا سنس ہے اس کا؟ آپ کو نہیں لگتا ہے کہ یہ کتنے عجیب وغریب الفاظ ہیں؟ جن کا آپس میں کوئی ربط کوئی تعلق کوئی سنس ہی محسوس نہیں ہو رہا ایسے بے تکے الفاظ جن کا آپس میں کوئی سنس نہیں کا استعمال رقیہ اور تعویذ میں کیوں کیا گیا ہے"۔؟؟

جواب: دیکھو پہلے تو آپ نے شروع کیا کہ یہ کون سی زبان ہے۔ میں بتا دیا اور اس کا ثبوت بھی دے دیا پھر آپ نے ہماری تعویذ میں کوئی شرک، بری بات یا جادو ٹونے والی بات ہوگی یہ سوچ لیا تو میں نے ڈکشنری سے اس کا ورلڈ ٹو ورڈ ترجمہ کرکے بتا دیا کہ تعویذ میں کوئی بھی خرابی نہیں ہے اب تم یہ کہہ رہے ہو کہ اس تعویذ کا کوئی سنس نہیں بنتا ہے!!!؟

دیکھو میں تمہارے سوالوں کے جواب دو صحیح حدیثوں سے دونگا جس کے اندر تعویذ لکھا ہوا ہے پہلی حدیث سے تمہیں ہماری تعویذ پر جو بھی سوال ہے اس کا جواب مل جائے گا اور دوسری صحیح حدیث سے تمہیں اس سے بھی بڑھ کر جواب مل جائے گا زرا دھیان سے سنیں کیونکہ یہاں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تعویذ رقیہ کا ذکر صحیح حدیث سے میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے محدث گزرے ہیں چوتھی صدی ہجری کے یعنی آج سے تقریباً ہزار سال پرانے ہیں اور تمام ہی محدثین ان کو معتبر مانتے ہیں، انہوں نے اور دوسرے محدثین نے بھی ایک صحیح حدیث نقل کی ہے حدیث اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک رقیہ پیش کی گئی جس کے الفاظ یہ تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ، شجة قرنية ملحة بحر قفطا

(معجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۹۰، رقم ۱۰۰۵۰، اوسط، رقم ۵۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۰۲۰، رقیۃ العقرب)

یہ الفاظ وہ ہیں جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں ذکر کیے ہیں۔ آپ ﷺ سے اس تعویذ کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرقہ اہل حدیث کی طرح تعویذ کا مذاق نہیں اڑایا، بلکہ صحابہ کرام سے فرمایا اس رقیہ میں کوئی حرج نہیں ہے یہ سلیمان علیہ السلام کے لیئے ہوئے عہد ہیں۔

سوال: مفتی صاحب! اس رقیہ میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں کیا آپ ہر لفظ کے الگ الگ مطلب بتا سکتے ہیں؟

جواب: بسم اللہ... اللہ کے نام سے (شجۃ قرنیۃ) سر کا زخم (ملحۃ بحر)۔ سمندر کی ہیبت...... (قطفا) اگر لغت سے مصدر مانا جائے تو اس کا معنی ہوگا جفتی کرنا یعنی بیوی سے ملنا۔ تم کہتے تھے ناں کہ تعویذ سمجھ میں آنا ضروری ہے تو بتاؤ سلیمان علیہ السلام کی یہ جو تعویذ ہے اس سے تمہیں کیا سمجھ میں آیا؟ سر کا زخم، سمندر کی ہیبت، جفتی کرنا اس سے بھی کوئی سنس نہیں بن رہا ہے؟۔ اسی لئے ان الفاظ کے بارے میں علماء نے واضح طور پر کہا ہے کہ ان کے معنی معلوم نہیں ہیں، یہ بات ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکواۃ میں لکھی ہے تو یہ حدیث آپ نے دیکھی اس کے معنی بظاہر سمجھ میں نہیں آرہے اور اگر ڈکشنری سے کوئی اس کا ترجمہ کرتا ہے تو بے جوڑ سا لگتا ہے تو کیا آپ نبی پر اعتراض کریں گے کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام والی حدیث کی اجازت کیسے دے دی؟ جبکہ اس کا بھی کوئی سنس نہیں بنتا ہے؟

ایسی ہی ایک مثال آپ کو اور دیتا ہوں پانچویں صدی ہجری تقریباً ہزار سال پہلے کے مشہور محدث حافظ ابن عبد البر مالکی ﷺ کی صحابہ کرام کے حالات میں لکھی بہت ہی مشہور کتاب ہے" الاستیعاب" اس میں بھی اور دوسرے محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں حضرت ام سلیمان شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک تعویذ کیا کرتی تھیں جس میں یہ الفاظ بھی تھے :

بِسۡمِ اللّٰہِ صلو صلب جبر تَعَوُّذًا

(الاستیعاب،ص ۱۸۶۹)

جس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہیں مگر اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت دی بلکہ یہ بھی حکم فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالہ عنہ کو بھی یہ رقیہ سکھادو۔ اب آپ بتائیے کہ آپ کو اس کا ترجمہ کیا سمجھ میں آیا؟ اب آپ کیا کہیں گے اسے بھی بے جوڑ کہہ کر مذاق اڑائیں گے؟ نہیں نہیں اس کا مذاق کیسے اڑا سکتے ہیں یہ تو حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

سوال: ان دو حدیثوں سے آپ نے یہ تو ثابت کر دیا کہ وہ تعویذ جس کا کوئی سنس نہ بنتا ہو حتی کہ ترجمہ بھی سمجھ نہ آئے وہ تعویذ اور رقیہ جائز ہے ابو زید صاحب نے مولانا گنگوہی کے جس تعویذ پر اعتراض کیا ہے اس کا ترجمہ تو ڈکشنری وغیرہ سے آپ نے بتادیا مگر آپ کم از کم اتنا تو مانتے ہیں ناں کہ اس تعویذ کا کوئی سنس نہیں ہے؟

جواب: میں نے ایسا کب کہا کہ ہماری تعویذ کا کوئی سنس نہیں بنتا؟ دیکھئے! مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعویذ کو سمجھنے اور اس کا معنی جاننے سے پہلے بہت ضروری ہے کہ تم اس کا بیک گراؤنڈ جانو کہ کن حالات میں وہ تعویذ لکھا گیا، ابو زید صاحب نے آدھی بات بتائی اور آدھی بات کو اڑادیا۔ انہوں نے تعویذ تو پڑھ کر بتایا لیکن کن حالات میں یہ تعویذ لکھا گیا؟ کب لکھا گیا؟ کہاں لکھا گیا؟ کیوں لکھا گیا؟ کس کے لئے لکھا گیا؟ یہ سب ذکر نہیں کیا۔

اس تعویذ کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ جب انگریزوں کے خلاف تھانہ بھون میں جنگ آزادی لڑی گئی................اس وقت انگریزوں کا ظلم وستم حد سے بڑھا ہوا تھا بہت سارے لوگوں کو پھانسی دی گئی بہت سوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور بہت سارے لوگوں کو کالے پانی کی سزا ہوئی، اسی قید کے زمانے میں آپ کے ساتھ مظفر نگر کا ایک مسلمان آدمی جو بہت ہی ڈرا ہوا اور پریشان تھا اور دوسرے دن جج کے سامنے اس کی پیشی تھی اس کے لئے آپ نے یہ عمل کر کے اسے دیا تھا تا کہ اللہ تعالی جج کے دل میں اس آدمی کے لئے محبت پیدا کردے اور وہ اس مسلمان کو رہا کردے اور اللہ کا کرنا ہوا بھی ایسا ہی کہ وہ شخص رہا ہو گیا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت قید میں تھے یہ تعویذ والا واقعہ اسی وقت کا ہے۔ تو یہ اس عمل کو کرنے کا پورا بیک گراؤنڈ ہے اور اس تعویذ کے ساتھ ساتھ لکھا ہوا ہے مگر ابو زید صاحب نے اس کو چھپا لیا۔

سوال: مفتی صاحب! تعویذ کا پس منظر میں سمجھ گیا اب اس تعویذ کا سنس بتائیے؟

جواب: یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ وضو کرلو سر ڈھانکنے سے مراد ٹوپی پہننا ہے....عمامہ کس کے اچھی طرح باندھ لو (عمامہ باندھنا سنت ہے) منہ پونچھ کر یعنی منہ صاف ستھرا ہو اس سے پانی نہ ٹپک رہا ہو اللہ اور رسول ﷺ کو صاف صفائی پسند تھی یعنی اچھی طرح تیار ہو جاؤ جیسے جمعہ کے لئے تیاری کی جاتی ہے اور اس طرح دعا کرو اللہ تعالی سے جس طرح سارے گاؤں کے نیک، عابد اور زاہد لوگ دعا کرتے ہیں

(تعویذ بتانے سے پہلے آداب،طور طریقہ بتانا یہ مولانا گنگوہی نے آپ ﷺ سے ہی سیکھا ہے آپ ﷺ کسی کو عمل بتانے سے پہلے آداب سکھاتے تھے اس بات کو اہل حدیث فرقہ کے لوگ بھی مانتے ہیں) پھر اس دعا کو اکتالیس مرتبہ پڑھو کہ اللہ تعالی اس جج کے دل میں محبت اتار دے اس کے دل کو پھیر دے۔صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ دل اللہ تعالی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس طرف جس کے دل کو چاہے پھیر دے کسی کے دل کو کسی طرف پھیر دے کسی کے دل کو کسی کے خلاف پھیر دے یہ اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے تو دیکھو الحمد للہ کیا بہترین تعویذ ہے بالکل قرآن وسنت کے مطابق ہے۔

سوال: ابوزید صاحب نے لوگوں کے علاج کے لئے قرآنی طریقہ بھی تو بتایا ہے جیسا کہ آپ نے ویڈیو میں دیکھا تو قرآن میں جب لوگوں کے علاج کا طریقہ موجود ہے تو یہ دنیٰ زبان میں تعویذ لکھنے کی کیا ضرورت؟

جواب: یہ اعتراض بہت ہی بوگس اور بچکانہ ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن وسنت میں ہے کہ ساری بیماری کا علاج شہد کلونجی اور صدقہ میں ہے تو آپ کینسر پیشنٹ کو کیموتھراپی کیوں کراتے ہو؟ اور بخار آنے پر کروسنگ کیوں کھلاتے ہو؟ میں آپ کو مثال سے سمجھاتا ہوں صحابہ کرام کا ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ ہے امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ایک قبیلے کا سردار تھا اس کو سانپ نے ڈس لیا تھا صحابہ کرام کی ایک جماعت وہاں سے گزر رہی تھی تو ان سے کہا گیا آپ ان کا کچھ جھاڑ پھونک کر سکتے ہیں؟ تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ آگے گئے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا اور اللہ کے حکم سے وہ ٹھیک ہو گیا۔ اب یہاں پر آپ دیکھئے کہ سانپ کے کاٹے ہوئے کا علاج انہوں نے صرف سورہ فاتحہ سے کیا۔اب اگر کوئی شخص سانپ کے کاٹنے ہوئے کا علاج سورہ فاتحہ سے نہ کرتے ہوئے کسی اور جائز دوا سے کر لے تو شریعت کی نگاہ میں وہ بھی گنہگار نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح تعویذ بھی ایک علاج ہے اگر اس میں کوئی شرکیہ اور حرام چیز نہیں ہے اور شفاء دینے والی ذات اللہ ہی کو مانتا ہے تو تعویذ کے ذریعہ علاج کرنے کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ایسے تعویذ کا عقیدے سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

اس کی میں دلیل آپ کو دیتا ہوں مسلم شریف کی روایت ہے حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے جھاڑ پھونک کے کلمات میرے سامنے لاؤ جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو (حدیث نمبر 2200)

جو بھی علاج مفید معلوم ہو اسے اختیار کرنا درست ہے۔آپ مجھے بتائیے آپ اپنا علاج کیسے کرتے ہیں؟ جی مفتی صاحب میں قرآن وحدیث کے علاوہ بھی دوسرے طریقے سے علاج کرواتا ہوں جیسے ڈاکٹر کے پاس جا کر دوا انجکشن وغیرہ لینا ابوزید صاحب کے فرقے کے ایک بہت بڑے عالم نواب صدیق حسن خان صاحب انہوں نے خود تعویذ پر مستقل کتاب لکھی ہے "کتاب التعویذات" اس کا ایک پرانا اڈیشن ہے اور ایک نیا اڈیشن بھی ہے۔یعنی آج بھی یہ کتاب چھپ رہی ہے۔ اس نئے اڈیشن کے صفحہ 162 پر لکھا ہوا ہے دردزہ کے لئے اس میں انہوں نے قرآن پاک کچھ آیت لکھی ہے اور آگے لکھا ہے:

احیی اشر احیی

کاغذ میں اس کو بھی لکھے اور حاملہ کے ران پر باندھے اب آپ بتائیے ...احیی اشر احیی ...کیا قرآن پاک کی آیت ہے؟ کیا قرآن پاک کی آیت کے آگے یہ لکھنا ابوزید کے نزدیک صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو انہوں سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہ لی؟

(بشکریہ الاجماع فاونڈیشن)

(اعتراض ۳۳۵): بریلوی مناظر سعید اسد اتحاد کرنا چاہتا ہے تم کیوں نہیں کرتے؟

جواب: سعید اسد کا اتحاد کا نعرہ محض ایک ڈھونگ، دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں بندہ اپنے ایک مضمون میں اس پر مختصر تبصرہ کر چکا ہے جو یہاں نقل کر رہا ہوں۔

((مولانا سعید اسد فیصل آبادی اور اتحاد امت کا میٹھا زہر))

تحریر: ساجد خان نقشبندی

آج مورخہ 11 جنوری 2023 بریلوی مسلک کے سابقہ مناظر مولانا سعید اسد صاحب کی وفات کی خبر بھائی عثمان بٹ نے بذریعہ واٹس اپ دی۔ مولانا سعید اسد صاحب کی ساری جوانی اور بڑھاپا اہل السنۃ والجماعۃ خصوصا احناف دیوبند کی دشمنی میں گزرا وہ اپنے ہم مسلکوں میں ''فاتح دیوبندیت'' کے نام سے جانے جاتے۔ ساری زندگی امت میں افتراق وانتشار کا بیج بو کر آخری عمر میں بلی سو چوہے کھا کر حج کو چلی کے مصداق انہیں ''اتحاد امت'' کا خیال آیا اور بعض اچھے خاص لوگوں کو اس خوشنما عنوان کے دام تزویر میں موصوف پھنسا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے یعنی عمر کا آخری حصہ بھی مسلمانوں کو دھوکا دینے ہی میں گزارا۔

حیرت یہ ہے کہ اتحاد امت کے اسی نعرے کی گونج کے دوران موصوف کا اپنے ہی ہم مسلک ڈاکٹر اشرف آصف جلالی سے اسلام وعدم اسلام کا اختلاف رہا۔۔۔۔

اپنی ہی ہم مسلک سیاسی جماعت ''تحریک لبیک'' کے علاقہ امیر ہونے کے باوجود اختلاف پر انہیں نہ صرف عہدے سے برطرف کیا گیا بلکہ جماعت ہی سے فارغ کر دیا گیا۔۔۔

وفات سے کچھ دن پہلے تک سندھ کے مفتی چمن زماں بریلوی کے ساتھ سوشل میڈیا پر ان کا اختلاف چل رہا تھا۔

موصوف کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کے اپنے سگے بھائی نے ان کی گمراہی پر ایک عدد کتاب لکھی ہے۔

تو جو آدمی اپنے مسلک میں اتحاد نہ کر سکا کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ امت میں اتحاد کا داعی ہوگا؟ صرف یہی نہیں اس دوران ان کے داماد و پوتے برابر اپنے مخالفین کو سوشل میڈیا پر چیلنج دیتے رہے۔ تفصیل ان کے سوشل میڈیا پیجز پر دیکھی جا سکتی ہے۔

موصوف اتحاد امت کے داعی تھے!! بعض بھولے بھالے سنی دیوبندیوں نے ان کا خیر مقدم کیا!! بعض حضرات نے ان کے پیچھے نماز تک پڑھ کر اپنی نمازیں خراب کی، ان کو اپنے سٹیج پر بیانات تک کیلئے بلایا لیکن کیا کوئی مائی کا لعل ثابت کر سکتا ہے کہ مولانا سعید اسد صاحب نے کسی دیوبندی اور مخالف فرقے والے کے پیچھے نماز پڑھی؟ اسے اپنے مدرسے کے جلسہ جلوس میں بلوایا؟ اس دوران بیسیوں جید علمائے دیوبند وفات پائے کسی ایک کیلئے تعزیتی کلام جاری کیا؟

آپ اس شخص کے تعصب کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس نے ماضی میں اپنے ہی ہم مسلک پیر نصیر الدین گولڑوی کو وہابی کہا اور بعد میں اس سے رجوع کر لیا اور اس پر گولڑہ کے پیر خانے سے معافی بھی مانگی لیکن دوسری طرف اس نے جو آخری فتوی 2017 میں جاری کیا وہ اکابر دیوبند کی تکفیر کا فتوی تھا۔

آج بھی پورا انٹرنیٹ موصوف کے فرقہ ورانہ بیانات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر آپ اتحاد کے داعی ہیں تو سب سے پہلے اس گند کو تو صاف

کریں جس نے آگ لگائی ہے لیکن صاف تو دور اس کے مقابلے میں کوئی ایک بیان دکھا دیا جائے جس میں دور دور تک اتحاد کی کوئی سنجیدہ کاوش نظر آرہی ہو؟ کہتے ہیں کہ الحاد کے خلاف امت کو جوڑنا چاہتے تھے لیکن زندگی کے ۹۹ ویں فیصد بیانات اہل سنت خصوصا دیوبند کے خلاف ہیں اور بمشکل ایک فیصد الحاد و مرزائیت و رافضیت کے خلاف۔ یہ کیسا داعی امت تھا جس کی ساری زندگی اہلسنت فرقوں کے خلاف ہی بیانات و دروس میں گزر گئی؟۔

کیا جس شخص کی ساری زندگی بدعات و شرکیات کی ترویج میں گزری اس کی ایک آدھ اچھی بات کو لیکر اس کی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے؟ جبکہ وہ ان بدعات وغلط عقائد پر نہ صرف خود آخر دم تک قائم ہو بلکہ اس کا پورجوش داعی بھی ہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر بدعت اتنی ہی معمولی شے ہے کہ محض ''اتحاد امت'' کا نعرہ لگانے سے یہ گناہ دھل جاتا ہے تو معاف کیجئے اپنے طلبا وعوام کو دھوکے میں نہ رکھیں اپنے فتاوی کی کتب سے ''کتاب العقائد'' کو نکال کر دریا برد کر دیجئے جس میں جگہ جگہ بدعات خصوصا بریلوی عقائد ونظریات پر رد ہے۔۔۔

پھر ہمت کیجئے اور ''بدعتی و بدعقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے'' کے فتوے کو چوک پر پھاڑ کر ریزہ ریزہ کیجئے۔۔۔

پھر امام اہلسنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، فاتح بریلویت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، فاتح رضا خانیت حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کھل کر اعلان برأت کیجئے جنہوں نے ساری زندگی میدان مناظرہ و میدان تصنیف میں اس فتنہ کی سرکوبی کرتے گزار دی۔

کہا جاتا ہے جی سٹیج پر اس لئے بلاتے ہیں کہ کوئی اختلافی بات نہیں کرتا!!! تو کیا کل کو کوئی رافضی یا مرزائی کہہ دے کہ مجھے اپنے سٹیج پر بلاؤ میں صرف قرآن سناوں گا اور کچھ نہیں اسے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

ابراھیم بن ھلال جو کہ معزالدولہ کا منشی تھا اور ایک بے دین تھا مگر اس کے باوجود رمضان کے روزے رکھتا اور قرآن کا بہترین حافظ تھا اور زبانی قرآن پڑھتا بلکہ جا بجا اپنی تحریروں میں آیات قرآنیہ سے استدلال بھی کرتا۔ ستر سال سے اوپر عمر پائی (البدایہ والنہایہ ج 6 ص 313) شریف رضی نے اس کے مرنے پر اس کا مرثیہ لکھا یہ کہہ کر کہ مجھے اس کے دین وعقیدے سے کیا؟ میں نے تو اس کے فضائل پر اس کا مرثیہ پڑھا لیکن حافظ ابن کثیر جلال میں آکر کہتے کہ اس کے کوئی فضائل نہیں تھے اور نہ اس قسم کے لوگ اس لائق ہیں کہ ان پر مرثیہ پڑھا جائے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرز عمل ان لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو بعض اہل بدعت و بے دینوں کے مرنے پر ان کے چند اچھے کاموں کو دیکھ کر ٹسوے بہارہے ہوتے ہیں۔ مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ''سیر اعلام للذہبی'' سے ایسے کئی بدعتیوں کا تعارف پیش کرتا جنہوں نے خدا کے خوف سے کبھی آسمان کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا جنہوں نے مجموعی اعتبار سے اسلام کی خدمت کی لیکن اسلاف نے ان کے مرنے پر ان سے بیزاری کا اعلان کیا۔

خدارا اس بات کو سمجھیں کہ موصوف کی ان کوششوں کے پس منظر میں بھی ایک بہت بڑی بھیانک سازش تھی وہ اس طرح کہ موصوف کے استاد مولانا اشرف سیالوی صاحب نے ایک کتاب ''تحقیقات'' کے نام سے لکھی جس میں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کی عمر میں نبی بنے اس سے پہلے آپ ولی تھے نبی نہ تھے۔ بریلوی مسلک کی طرف سے اس کتاب کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا درجن بھر کتب اس نظریہ کے خلاف لکھی گئی اور اہل بدعت نے اپنی پرانی عادت کے مطابق سیالوی صاحب اور ان کے ہم نظریہ لوگوں کو تکفیر و تضلیل شروع کر دی۔

مولانا سعید اسد صاحب چونکہ مولانا اشرف سیالوی کے شاگرد تھے لہٰذا اپنے استاد کے نظریہ کے حامل تھے۔ چنانچہ استاد کی وفات کے بعد انہوں نے بھی کھل کر اس نظریہ کا پرچار شروع کر دیا۔ جس پر زبردست طریقے سے مسلک بریلویت کی طرف سے ان کا رد کیا گیا۔

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی طرف سے باقاعدہ انہیں مناظروں کے چیلنج دئے گئے اور انہیں مسلک سے خارج قرار دے دیا گیا۔ مسلک میں ان کی ساری شہرت وعزت خاک میں مل گئی۔ واللہ تاللہ باللہ کراچی کے ایک کاروباری شخصیت سیٹھ مبین صاحب کے ساتھ میں بیٹھا تھا کہ ان کا فون مبین صاحب کو آیا جو ان کے دیوبندی دوست تھے کہ میرے ہم مسلک لوگوں نے میرے مدرسے کو چندہ دینا تک بند کر دیا۔ لہٰذا سعید اسد صاحب نے دوبارہ اپنے ہم مسلکوں میں مقام پانے کیلئے ''اتحاد امت'' کا نعرہ لگایا۔ موصوف نے اس نعرے سے مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی:

(۱) اپنے ہم مسلکوں کو یہ تاثر کہ دیکھو میں تو دوڑ دوڑ کر دیوبندیوں کے پاس جا رہا ہوں مگر دیوبندی میدان مناظرہ میں میرے سامنے نہیں آ رہے ہیں میرے خوف وڈر سے اور دیکھو یہ ہمارے مسلک کی حقانیت کی دلیل ہے۔

(۲) دوسری طرف اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف جو بمصداق حدیث مومن بھولا بھالا ہوتا ہے کو دھوکا دے کر ان کے سٹیج پر اپنے لئے جگہ پیدا کی اور دیوبندیوں کے سٹیج پر اپنے عقائد بیان کرنے شروع کر دئے۔

(۳) اور یوں اپنے ہم مسلکوں کو یہ تاثر دیا کہ دیکھو میں تو دیوبندیوں کے سٹیج پر بھی جا کر اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہوں۔

موصوف اگر واقعی اتحاد امت میں مخلص تھے تو آخر بتائیں کہ مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب و دیگر سے ملاقاتوں کے بعد اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ آخر ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقاتوں کی کوشش کیوں نہیں کی گئی؟

موصوف 5 نومبر 2017 متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کے مرکز میں آئے اور اتحاد امت کا نعرہ لیکر آئے لیکن اس مجلس میں اکابر دیوبند کی کھلم کھلا تکفیر کا دعوی مع دستخط دیکر گئے جس کا عکس پیش کیا جا رہا ہے اور نیٹ پر بھی موجود ہے۔ یہ کیسا اتحاد امت ہے کہ آپ اپنے فریق مخالف کو کھلم کھلا کافر لکھیں اور پھر اتحاد امت کا تمغہ بھی سینے پر سجائیں؟

متکلم اسلام نے اس موقع پر کیا خوب کہا کہ ''یعنی آپ میرے گھر آؤ میرے والد کو موٹی سی گالی دو اور پھر کہو حضرت ہم آپ سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں!!! کیا یہ کھلا مذاق نہیں؟''۔

آپ دیوبندیوں کے مرکز آئے انہیں کافر لکھ کر گئے اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو میں تو اتحاد کرنا چاہ رہا ہوں مگر دیوبندی اتحاد نہیں کر رہے ہیں۔ میں خود اس ملاقات میں شامل تھا سعید اسد صاحب نے وہاں واضح طور پر کہا کہ اس اتحاد کو سبوتاژ کرنے کی لوگ بہت کوشش کریں گے لیکن پھر خود ہی چند عرصہ بعد ایک ویڈیو اپلوڈ کر دی کہ مولانا الیاس گھمن صاحب مجھ سے مناظرہ سے بھاگ رہے ہیں اور دوبارہ پھر کبھی متکلم اسلام صاحب سے اتحاد کیلئے رابطہ نہیں کیا کیونکہ وہاں ان کی اس چال کا جو حشر کیا گیا وہ سب نے ویڈیو کی صورت میں دیکھ لیا ہے۔

حیرت ہے کہ موصوف ایک طرف اتحاد امت کا راگ الاپ رہے تھے لیکن اسی دوران جس قسم کے ویڈیوز بیانات اور وہ بیانات جن عنوانات کے ساتھ نیٹ پر اپلوڈ کئے جا رہے تھے آپ ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں کیا یہ رویہ اتحاد امت کے داعی کا ہوتا ہے؟

(۱) تین ماہ قبل یوٹیوب پر موصوف کا کلپ اپلوڈ ہوا:

’’کیا مماتی دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے‘‘
اور ظاہر ہے کہ اس میں یہی بتلایا گیا کہ بالکل نہیں ہوتی۔
(۲) جب دیوبندیوں نے موصوف کو اپنے سٹیج پر بلایا تو اسے بھی موصوف کے حواریوں نے کس مکروہ انداز میں پیش کیا ملاحظہ ہو:
’’وہ مناظر جب علامہ سعید اسد صاحب نے دیوبند کے سٹیج پر عقیدہ اہلسنت بیان کیا‘‘
یعنی موصوف دیوبندیوں کے سٹیج پر اتحاد کی باتیں نہیں بلکہ اپنا عقیدہ پیش کرنے جاتے۔
(۳) ایک سال قبل داعی اتحاد امت نے غیر مقلدین حضرات کو یہ چیلنج دیا:
’’رفع یدین ثابت کرنے پر ایک لاکھ روپے کا انعام‘‘
(۴) ایک اور کلپ ملاحظہ ہو جو سات ماہ قبل اپلوڈ ہوا:
’’حضرت علامہ مولانا سعید احمد اسد صاحب کا مولانا پسروری کو ایک لاکھ دینے کا چیلنج‘‘
(۵) 17 ستمبر 2022 کو اپنے مخالفین کو اس خوشنما عنوان سے مخاطب کیا جاتا ہے:
’’داتا صاحب کو داتا کہنے سے شرک ہو جاتا ہے امام المناظرین کا منہ توڑ جواب‘‘
(۶) اتحاد امت کے داعی کی مسلکی فروشی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دو ماہ قبل ہی ان کا ایک بیان اس عنوان کے ساتھ اپلوڈ ہوا:
اس بیان کو سن کر پانچ سو وہابی بریلوی ہو گئے‘‘
یعنی موصوف کا مشن لوگوں کو مسلمان کرنا نہیں ’’بریلوی‘‘ کرنا تھا۔
(۷) گیارہ ماہ قبل ایک کلپ اس عنوان سے اپلوڈ ہوا:
’’وہ خطاب جس میں علامہ سعید اسد نے وہابیوں اور دیوبند کی بولتی بند کر دی‘‘
(۸) 23 جون 2021 کے بیان کا عنوان یہ ہے:
’’یہ خطاب ضرور سنیں وہابیوں کے شرم سے سر جھک گئے‘‘
(۹) دو ماہ قبل کا بیان:
’’دیوبندیوں کو لینے کے دینے پڑ گئے‘‘
کوئی کہہ سکتا ہے کہ موصوف نے خود یہ بیانات اپلوڈ نہیں کیے تو بالکل مگر ان بیانات میں مواد بھی تو وہی ہے جو عنوان دیا گیا۔
ثانیاً موصوف کو سوشل میڈیا کی پوری معلومات رہتی اور اشاعتی مولوی خضر حیات کے ساتھ علم غیب پر طویل عرصہ مناظرہ چلتا رہا آخر عمر میں تو سوشل میڈیا انٹرویو دینے لگے۔لیکن بالفرض ہم مان لیں کہ یہ بیانات ان کے حواریوں نے اپلوڈ کیے تب بھی اس سے ہمارے ہی دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ ان کا یہ نعرہ ایک فریب تھا کیونکہ اگر ان میں اتحاد و اتفاق کا سچا جذبہ ہوتا تو سب سے پہلے اس کا اثر ان کے ماننے والوں پر ہوتا اور وہ اس قسم کی سرگرمیوں سے باز آتے مگر یہ طرز عمل خود اس بات کی شہادت ہے کہ اندرون خانہ کس قدر مخالفین کیلئے بغض تھا۔
بہر حال اتحاد کا یہ پر فریب نعرہ اگر بر بنا اخلاص بھی ہو تو ان کی زندگی کی سیاہ کاریوں کا مداوا نہیں کر سکتا کوئی بے دین کعبہ کے غلاف سے

لپٹ جائے تو وہ بے دین ہی رہے گا کتے کا نام بکرا رکھ دینے سے وہ کتا بکرا نہیں بن جاتا۔آخر میں اہل بدعت کے متعلق ہمارے اسلاف کا کیا رویہ رہا وہ مختصر پیش کر رہا ہوں شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔۔

(۱) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ" میرا بیٹا کسی صحیح العقیدہ فاسق سنی کے پاس بیٹھے یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ وہ کسی نیک بدعتی کے پاس بیٹھے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱۴۹)

(۲) حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ" اگر راستہ میں کوئی بدعتی مل جائے یا اس کے پاس سے گزرنا پڑے تو اس پر نظر پڑنے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کر دے یعنی اس کو نہ دیکھے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱۵۸)

(۳) بدعتی کو دیکھنے سے ایمان وعمل کا نور ختم ہو جائے گا (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱۵۸)

(٤) ابو العباس الخطاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ" اگر آپ گھر سے نکلے اور راستے میں بدعتی مل جائے تو فوراً گھر واپس لوٹ آئے کیونکہ شیطانوں نے اس کو گھیر رکھا ہے" (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱۵۸)

(۵) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے کسی بدعتی سے ایک دو لقمہ کھا لیے، جب میرے استاد عبداللہ بن مبارک کو معلوم ہوا تو اس قدر ناراض ہوئے کہ مجھ سے کہا کہ تیس دن تک یعنی ایک مہینے تک تجھ سے بات نہیں کروں گا (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱٦۹)

(٦) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے میں شرکت کرے وہ اللہ کے غضب و ناراضگی میں رہتا ہے جب تک واپس نہ آجائے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ)

(۷) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے بدعتی کو غسل دیا ہے، حسن بصری نے کہا کہ اس کو میرا یہ پیغام پہنچا دوں کہ جب تو مرے گا تو ہم تیری نماز جنازہ نہیں پڑھے نگے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ ص ۱۷۷)

(۸) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں یہودی اور نصرانی کا تو کھالوں گا لیکن کسی بدعتی کا نہیں کھاؤں گا (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ)

(۹) فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی سے نفرت وبغض رکھے گا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا چاہے اس کا عمل قلیل ہو کیونکہ بدعتی سے نفرت کرنا سنت سے محبت کی دلیل ہے (الشرح والابانۃ علی اصول السنہ والدیانہ)

(۱۰) شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اس بیشمار روایتیں ہیں، اس میں بدعتی کے ساتھ بیٹھنا، کھانا، دعا سلام، جنازہ میں شرکت، بیمار پرسی اور عیادت، امام بنانے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، نکاح سب حرام اور ناجائز لکھا ہے، اور توہین وتذلیل کو جائز لکھا ہے،

(۱۱) عبدالعزیز ایک بدعتی تھا جب وہ مرگیا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جنازہ کے پاس آئے، لوگوں نے سفیان ثوری کو دیکھ کر خوش ہو گئے لیکن سفیان ثوری بغیر نماز جنازہ پڑھے چلے گئے بعد میں کسی نے پوچھا تو کہا کہ میں اس سے بھی بدتر لوگوں پر نماز جنازہ پڑھنا روا سمجھتا ہوں، میں نے اس لیے نماز جنازہ نہیں پڑھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدعت پر مرا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان کا مفہوم ہے کہ قرب قیامت میں سنت پر عمل ہتھیلی میں آگ کا انگارا پکڑنے کے مترادف ہوگا حق و

باطل سنت و بدعت کا امتیاز اس حد تک مٹ چکا ہے اور مداہنت اس قدر ہو چکی ہے کہ یہاں کسی بدعتی کی وفات پر شاید ابھی اپنے گھر والے بھی باخبر نہ ہوں کہ ہمارے بعض احباب کو اتحاد امت کا غم کھانے لگ جاتا ہے کسی کی آخرت سنوارنے کیلئے اپنی آخرت برباد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حالانکہ ایک بدعتی اعتقادی فاسق کے دنیا سے رخصت ہونے پر زمین و آسمان سکھ کا سانس لیتے ہیں سلف صالحین کے دور میں اس پر خوشی کا اظہار کیا جاتا مگر یہاں معاملہ الٹا ہے۔

جب مشہور گمراہ المریسی کی موت کی خبر بازار میں بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تو کہا کہ یہ شہرت کی جگہ نہ ہوتی تو سجدۂ شکر ادا کرتا، اس کی موت پر الحمدللہ۔ (تاریخ بغداد ص 66 ج 7)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ مشہور بدعتی ابن ابی داود کی موت پر خوشی منانا گناہ ہے؟ فرمایا: اس پر کون خوش نہیں ہوگا؟۔
(سیر اعلام النبلاء ج 9 ص 433)

”یہی وہ عبدالمجید ابن عبدالعزیز بن داود مرجیہ بدعتیوں کا سرغنہ تھا“۔

جب وھب بن قریشی گمراہ بدعتی کی موت کی خبر عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوئی تو کہا: اللہ کا شکر ہے مسلمانوں کی جان چھوٹ گئی۔ (لسان المیزان ابن حجر ج 8 ص 402)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایۃ والنہایۃ 12 / 338 میں ایک بڑے بدعتی کے بارے میں کہا ہے کہ اس ذی الحجہ کے مہینے میں اللہ نے مسلمانوں کو اس سے چھٹکارا دیا اور جب اس کو دفنایا گیا تمام مسلمانوں نے شکر ادا کیا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بدعتی کے جنازے پر حاضر ہوئے لوگ بڑے خوش ہوئے کہ شاید ان کی نماز جنازہ پڑھنے آئے ہوں مگر صفیں چیر کر جنازے کے سرہانے پہنچے اور بآواز بلند کہا کہ لوگوں میں اس سے بھی بدتر شخص پر جنازہ پڑھنے کا قائل ہوں لیکن یہاں صرف اس لئے ایا اور بغیر جنازہ اس لئے جا رہا ہوں کہ تمہیں علم ہو کہ اس کی موت بدعت پر ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج 7 ص 117)

مردوں کے عیب بیان نہ کرنے کے حوالے سے بھی سخت مغالطہ دیا جاتا ہے حالانکہ صاحب درمختار کہتے ہیں کہ اگر میت کو غسل دیتے ہوئے مردے کے جسم پر کوئی عیب دیکھے تو اسے بیان نہ کرے کہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے مردوں کے محاسن کا تو ذکر کرو مگر برائی سے کف لسان کرو۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث پر عمل اس صورت میں ہے کہ جب وہ مردہ ”بدعتی“ نہ ہو اگر بدعتی ہو تو ضرور بیان کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کیلئے مقام عبرت ہو۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق اہل سنت کے مردوں سے ہے نہ کہ بدعتی واہل بدعت سے لہٰذا ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی گمراہیوں کو بیان کرنا عین مزاج شریعت ہے تاکہ لوگ ان کی بدعات میں ملوث ہونے سے بچیں۔

وَإِنْ رَأَى بِهِ مَا يُكْرَهُ لَمْ يَجُزْ ذِكْرُهُ لِحَدِيثِ اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ.. قَوْلُهُ لَمْ يَجُزْ ذِكْرُهُ) أَيْ مَا لَمْ يَكُنِ الْمَيِّتُ صَاحِبَ بِدْعَةٍ لِيَرْتَدِعَ غَيْرُهُ. كَمَا قَدَّمْنَاهُ (شامی ج ۲ ص ۲۳۹)

ہم اس موقع پر یہ چند سطور ہرگز قلم بند نہ کرتے اگر دوسری طرف سے اس انتہا پسندی اور اہل بدعت سے نفرت کا مزاج ختم کرنے کا خلاف شرع مظاہرہ نہ کیا جاتا والسلام۔ اللہ ہم سب کو موت کی تیاری کرنے کی توفیق دے آمین۔

(اعتراض ۳۳۶): تم ابن تیمیہ کو بزرگ مانتے ہو حالانکہ وہ گمراہ وہابی تھا

جواب: اس حوالے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق پر بندہ ایک عدد مقالہ لکھ چکا ہے اسے یہاں نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اکابر و اسلاف اور بریلوی اکابر کی نظر میں

تحریر: ساجد خان نقشبندی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تاریخ میں ایک عظیم ہستی گزری ہیں، بلکہ حضرت کی ذات آیۃ من آیات اللہ تھی۔ جس فن کی طرف نظر کی علما فرماتے ہیں گویا اسی فن میں ساری زندگی کھپادی۔ شیخ الاسلام صاحب کے بدترین مخالفین بھی ان کے علم، تقوی وطہارت کے انکار کی جرات نہیں کر پائے۔ بادشاہوں کی طرف سے مختلف ادوار میں جیل وقید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد بھی عوام کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنازے میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی نماز جنازہ ظہر میں پڑھائی جانی تھی لیکن عوام کے ہجوم کی وجہ سے بمشکل نماز عصر میں جنازے کی چارپائی جنازہ گاہ پہنچی، اور اس دن مارکیٹیں بند ہونے کی وجہ سے کئی لوگوں نے روزہ رکھا کھانے پینے کی چیزیں میسر نہ ہونے کی وجہ سے، لوگ اپنے کپڑے اور ٹوپیاں بار بار جنازے کی چارپائی سے مس کرتے تبرک حاصل کرنے کیلئے۔

شیخ ابوغدۃ ''العلماء العذاب'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دین کیلئے شادی نہیں کی تو کوئی اولاد نہ ہوئی جو ان کیلئے دعا کرتی تو اللہ نے پوری امت کو آپ کی روحانی اولاد بنادیا جو آپ کیلئے دعائیں مانگتی ہیں۔ دوران درس جب بھی حضرت شیخ الاسلام صاحب کا تذکرہ آیا بندے نے نم آنکھوں سے ان کا خوب تعارف کروایا اور آخر میں ایک جملہ کہتا ہوں کہ:

''یارو! تم مجھے بتاؤ جس شخص کے شاگرد ذہبی، ابن کثیر، مزی، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ ہوں کیا وہ گمراہ و بے دین ہو کر اس دنیا سے گیا ہوگا؟''

اہل بدعت کی کتب و بیانات میں دیکھا کہ ایسی عبقری شخصیت پر سخت طعن وتشنیع کرتے ہیں یہ ظالم اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی وہابی اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں لہذا مناسب سمجھا کہ بدعت کے گندے حوض کے ان مینڈکوں کے سامنے اسلاف و اکابر کی رائے اس شخص کے متعلق مختصرا پیش کردی جائے سو ملاحظہ ہو۔

(ضروری وضاحت نمبر ۱) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ملیکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجتہد'' تسلیم کیا

ہے اور مجتہد اگر غلطی کرلے تو بھی ایک اجر کا مستحق ہے۔لہذا امام ابن تیمیہ کی بعض آرا مثلا، توسل بالذوات الفاضلہ، شد الرحال، طلاق ثلاثہ ،استوا علی العرش سے ہم اتفاق نہیں رکھتے اور ایسے تفردات میں جمہور امت کے ساتھ ہیں لیکن اس کے باوجود اسلاف کی پیروی میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل ادب و احترام کرتے ہیں انہیں اکابر اہل السنۃ میں سے مانتے ہیں۔

ہم اس باب میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مبنی بر انصاف تسلیم کرتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ ایک بشر تھے ان سے خطا ممکن تھی اور خطا سے زیادہ صواب تھا لہذا صحیح باتوں سے استفادہ کیا جائے اس حوالے سے ان کیلئے دعا کی جائے اور غلطیوں میں ان کی تقلید نہ کی جائے۔

(ضروری وضاحت نمبر ۲) بعض حضرات آمدہ حوالہ جات کے متعلق یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کا علم نہ تھا یہ تاویل بوگس ہے۔الزامی جواب تو یہ ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ علامہ شامی یا بعض اکابر دیوبند نے ناواقفی کی بنیاد پر ایسے الزامات شیخ پر لگائے تو آپ ناراض ہوتے ہیں کہ ان کو تحقیق نہ تھی؟ تو یہاں بھی کیا ان کو تحقیق نہ تھی؟

تحقیقی جواب یہ ہے کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام مزی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن الھادی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بلا واسطہ اور امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ بالواسطہ شاگرد ہیں اس کے باوجود ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ان کو امام صاحب کے عقائد کا علم نہ تھا بلکہ امام مزی تو امام ابن تیمیہ کے ساتھ جیل میں بھی رہے ہیں۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کا مکمل علم تھا ان کے متعلق کتاب بھی لکھی اس کے علاوہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان مسائل کا علم تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے شاندار الفاظ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق بیان کی۔جیسا کہ آگے آرہا ہے۔امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض نظریات پر سخت رد کیا تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور سختی کے ساتھ امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کو رد کیا اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل دفاع کیا۔

نیز امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدرر الکامنہ'' اور اور ابن المعلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''النجم المھتدی'' میں لکھا ہے کہ آخر وقت میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان عقائد سے توبہ کرلی تھی تو بالفرض ایسے کوئی عقائد بھی تھے تو اس سے توبہ کرلی اس کے باوجود ان عقائد کو ان کی طرف منسوب کرنا اور اس بنیاد پر انہیں اہل سنت سے خارج قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اہل سنت سے خارج قرار دیا تو آپ ہی کے اصول پر انصاف سے بتائیں کہ اسلاف کے مقابل میں چودھویں صدی کے ایک عالم کے قول کا کیا اعتبار؟ نیز غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت قلت فہم ہے حضرت غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کتاب الزاما لکھی اور غیر مقلدین پر الزام قائم کیا ہے کہ اگر ان نظریات کی وجہ سے ہم اہل سنت سے خارج ہیں تو کیا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل سنت سے خارج ہیں؟ فی الوقت مختصر پر اثر گفتگو کی ہے یار زندہ صحبت باقی۔

مفسر محدث امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے استاد کا ذکر کیا ہے حاسدین کے ساتھ ان کے کامیاب مناظروں، ان کی علمی زندگی،

جہد حق کی خاطر مشقتوں کو برداشت کرنے کی مکمل تفصیل کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ حضرت امام ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وُفِّيَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ الْفَقِيهُ الْحَافِظُ الْقُدْوَةُ، شَيْخُ الْإِسْلَامِ تَقِيُّ الدِّينِ أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ شَيْخِنَا الْإِمَامِ الْعَلَّامَةِ الْمُفْتِي شِهَابِ الدِّينِ أَبِي الْمَحَاسِنِ عَبْدِ الْحَلِيمِ بْنِ الشَّيْخِ الْإِمَامِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ مَجْدِ الدِّينِ أَبِي الْبَرَكَاتِ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، ابْنِ تَيْمِيَّةَ الْحَرَّانِيُّ ثُمَّ الدِّمَشْقِيُّ، بِقَلْعَةِ دِمَشْقَ بِالْقَاعَةِ (البدایہ، ج ۱۸، ص ۲۹۶)

حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز سے ان کے جنازے کا ذکر کیا ہے اس سے اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ عوام وخواص میں امام ابن تیمیہ کی کس قدر عقیدت تھی پورا شہر ان کے جنازے میں امڈ آیا تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اہل علم میں سے میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جو ان کے جنازے میں شریک نہ ہوا ہو۔

جامع اموی میں سجدہ کرنے کیلئے لوگوں کو جگہ نہیں مل رہی تھی۔ عورتیں گھروں کی چھتوں پر کھڑی ہو کر یہ مناظر دیکھ رہی تھیں اور رو رو کر ان کی مغفرت کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر و گلے میں باندھے ہوئے کپڑے پانچ سو، ڈیڑھ سو دراہم میں لوگوں نے خریدے، دن رات لوگ ان کی قبر مبارک پر زیارت کیلئے آتے، ختمات قرآن کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ کئی لوگوں نے خواب میں ان کو اچھی حالت میں دیکھا۔

جنازے میں ایک زوردار طریقے سے چیخنے والا یوں چیخ کر بولا

هَكَذَا تَكُونُ جَنَائِزُ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ

''اہل السنۃ کے اماموں کے جنازے ایسی ہی شان والے ہوتے ہیں''

یہ آواز سن کے بے اختیار لوگ داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ (ملخصا تاریخ ابن کثیر)

حضرت امام ان کے کے وسعت علم کو ان شاندار الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ ذَكِيًّا كَثِيرَ الْمَحْفُوظِ، فَصَارَ إِمَامًا فِي التَّفْسِيرِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ، عَارِفًا بِالْفِقْهِ وَاخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ، وَالْأَصْلَيْنِ وَالنَّحْوِ وَاللُّغَةِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْعُلُومِ النَّقْلِيَّةِ وَالْعَقْلِيَّةِ، وَمَا تَكَلَّمَ مَعَهُ فَاضِلٌ فِي فَنٍّ مِنَ الْفُنُونِ الْعِلْمِيَّةِ إِلَّا ظَنَّ أَنَّ ذَلِكَ الْفَنَّ فَنُّهُ، وَرَآهُ عَارِفًا بِهِ مُتْقِنًا لَهُ، وَأَمَّا الْحَدِيثُ فَكَانَ حَافِظًا لَهُ مَتْنًا وَإِسْنَادًا، مُمَيِّزًا بَيْنَ صَحِيحِهِ وَسَقِيمِهِ، عَارِفًا بِرِجَالِهِ مُتَضَلِّعًا مِنْ ذَلِكَ

(البدایہ والنہایہ، ج ۱۸، ص ۲۹۸)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن زملکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ میں اجتہاد کی تمام شرائط موجود تھیں محض تیس سال کی عمر میں ابن زملکانی جیسا شخص انہیں اس زمانے کا عجوبہ اور حجۃ اللہ فی الارض کہتے اور ان کے اوصاف کے بیان سے خود کو عاجز تصور کرتے۔

مورخ، مفسر، حجۃ اللہ فی الارض علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے استاد کا نام ان القابات کیساتھ لکھتے ہیں:

ابن تيمية الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقيه المجتهد المفسر البارع شيخ الإسلام علم الزهاد نادرة العصر, تقى الدين أبو العباس أحمد ابن المفتى شهاب الدين عبد الحليم ابن الإمام المجتهد شيخ الإسلام مجد الدين عبد السلام بن عبد الله بن أبى القاسم الحرانى أحد الأعلام

(طبقات الحفاظ، ج ۴، ص ۱۹۲)

الشَّيْخُ الإِمَامُ العَلاَّمَةُ المُفْتِي المُفَسِّرُ الخَطِيْبُ البَارِعُ عالم حران وخطيبا وَوَاعِظُهَا، فَخْرُ الدِّيْنِ أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بنُ أَبِي القَاسِمِ الخَضِرِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ الخَضِرِ بنِ عَلِيِّ بنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ الحَرَّانِيُّ

(سیر الاعلام النبلا، ج ۱۶، ص ۲۱۸)

امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ حنبلی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں یوں لکھتے ہیں:

وقال الذهبى فى معجمه المختصر: كان إماماً متبحراً فى علوم الديانة، صحيح الذهن، سريع الإدراك، سيال الفهم، كثير المحاسن، موصوفاً بفرط الشجاعة والكرم، فارغاً عن شهوات المأكل والملبس والجماع، لا لذة له فى غير نشر العلم وتدوينه والعمل بمقتضاه

(ذیل طبقات الحنابلہ، ج ۱، ۳۳۹)

وقال الذهبى فى معجم شيوخه« : شيخنا، وشيخ الإسلام، وفريد العصر، علما، ومعرفة، وشجاعة، وذكاء، وتنويرا إلهيا، وكرما، ونصحا للأمة، وأمرا بالمعروف، ونهيا عن المنكر.

سمع الحديث، وأكثر بنفسه من طلبه، وكتب، وخرّج. ونظر فى الرجال والطبقات، وحصّل ما لم يحصّله غيره، وبرع فى تفسير القرآن، وغاص فى دقيق معانيه بطبع سيال، وخاطر وقّاد إلى مواضع الإشكال ميّال، واستنبط منه أشياء لم يسبق إليها، وبرع فى الحديث وحفظه. فقلّ من يحفظ ما يحفظ من الحديث معزوّا إلى أصوله وصحابته، مع شدة استحضار له وقت إقامة الدّليل. وفاق النّاس فى معرفة الفقه، واختلاف المذاهب، وفتاوى الصّحابة والتابعين، بحيث إنه إذا أفتى لم يلتزم بمذهب، بل بما يقوم دليله عنده. وأتقن العربية أصولا وفروعا، وتعليلا واختلافا. ونظر فى العقليات، وعرف أقوال المتكلمين. وردّ عليهم، ونبّه على خطئهم وحذّر، ونصر السّنّة بأوضح حجج وأبهر براهين، وأوذى فى ذات الله من المخالفين، وأخيف فى نصر السّنّة المحضة، حتّى أعلى الله مناره، وجمع قلوب أهل التّقوى على محبته والدعاء له. وكبت أعداءه. وهدى به رجالا كثيرة من أهل الملل والنّحل، وجبل قلوب الملوك والأمراء على الانقياد له غالبا، وعلى طاعته. وأحيا به الشام، بل والإسلام، بعد أن كاد ينثلم خصوصا فى كائنة

التتار، وهو أكبر من أن ينبّه على سيرته مثلي، فلو حلّفت بين الرّكن والمقام لحلفت أني ما رأيت بعيني مثله، وأنه ما رأى مثل نفسه. انتهى كلام الذهبي.

(طبقات الحنابلہ، ج ۱،ص ۳۳۹،شذرات الذ※ب في أخبارمن ذ※ب،لعبدالحي بن أحمد بن محمدابن العمادالعَ※ري الحنبلي ،أبوالفلاح (المتوف※1089ھ،ج ۸،ص ۱۴۴)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وقت کا مجتہد مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

شيخنا ابن تيمية، وهو من أهل الاجتهاد لاجتماع الشرائط فيه

(تاریخ الاسلام للاذہبی، ج ۲۳، ۲۰۱)

ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

ولقد كان عجيباً في معرفة علم الحديث. فأما حفظه متون الصحاح وغالب متون السنن والمسند: فما رأيت من يُدانيه في ذلك أصلاً قال: وأما التفسير فمسلم إليه. وله من استحضار الآيات من القرآن - وقت إقامة الدليل بها على المسألة - قوة عجيبة. وإذا رآه المقرء تحيز فيه. ولفرط إمامته في التفسير، وعظم اطلاعه. يبين خطأ كثير من أقوال المفسرين. ويُوهي أقوالاً عديدة. وينصر قولاً واحداً، موافقاً لما دل عليه القرآن والحديث. ويكتب في اليوم والليلة من التفسير، أو من الفقه، أو من الأصلين، أو من الرد على الفلاسفة والأوائل: نحواً من أربعة كراريس أو أزيد.

قلت: وقد كتب " الحموية " في قعدة واحدة. وهي أزيد من ذلك. وكتب في بعض الأحيان في اليوم ما يبيض منه مجلد.

وكان رحمه الله فريد دهره في فهم القرآن. ومعرفة حقائق الإيمان. وله يد طولى في الكلام على المعارف والأحوال. والتمييز بين صحيح ذلك وسقيمه. ومعوجه وقويمه (طبقات الحنابلہ، ج ۱،ص ۳۳۹)

کمال الدین ابن زملکانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن زملکانی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اختلاف رائے حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانے کا مجتہد تسلیم کرتے۔

و كتب الشيخ كمال الدّين ابن الزملكاني تحت اسم »ابن تيميّة« : كان إذا سئل عن فنّ من العلم ظنّ الرائي والسّامع أنه لا يعرف غير ذلك الفنّ، وحكم أن أحدا لا يعرفه مثله. وكان الفقهاء من سائر الطّوائف إذا جالسوه استفادوا فيمذاهبهم منه أشياء، ولا يعرف أنه ناظر أحدا فانقطع معه، ولا تكلم في علم من العلوم سواء كان من علوم الشّرع أو غيرها إلّا فاق فيه أهله، واجتمعت فيه شروط الاجتهاد على وجهها

(طبقات الحنابلہ، ج ۱،ص ۲۳۹، شذرات الذہب، ج ۸،ص ۱۴۴)

امام ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ

امام برہان الدین ابن مفلح متوفی ۸۸۴ھ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن سید الناس کا قول نقل کرتے ہیں کہ قریب تھا کہ امام ابن تیمیہ سنن و اثار کی تمام کتب کو حفظ کر لیتے، تفسیر فقہ حدیث کے امام تھے ان کی مثل کسی آنکھ نے نہ دیکھا بلکہ خود امام ابن تیمیہ نے بھی اپنے جیسا ذکی و فطین اور اپنے مثل کسی کو نہ دیکھا ہوگا۔

الحافظ ابن سيّد الناس فی جواب سؤالات الدّمياطی فی حقّ ابن تيميّة: ألفيته ممن أدرك من العلوم حظا. وكاد يستوعب السّنن والآثار حفظا. إن تكلّم فی التفسير، فهو حامل رايته، وإن أفتى فی الفقه فهو مدرك غايته، أو ذاكر بالحديث فهو صاحب علمه، وذو روايته، أو حاضر بالنّحل والملل لم ير أوسع من نحلته، ولا أرفع من درايته.برز فی كل فنّ علی أبناء جنسه، ولم تر عين من رآه مثله، ولا رأت عينه مثل نفسه. (المقصد الأرشد في ذكر أصحاب الامام أحمد، ج۱،ص ۱۳۵)

شیخ الاسلام تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ گویا سارے علوم اس کی نظروں کے سامنے ہے اور اپنی مرضی سے جس علم کو چاہتا ہے وہاں سے لے لیتا ہے۔

وقال الشيخ تقی الدّين بن دقيق العيد، وقد سئل عن ابن تيمية بعد اجتماعه به: كيف رأيته؟ فقال: رأيت رجلا سائر العلوم بين عينيه، يأخذ ما شاء منها ويترك ما شاء، فقيل له: فلم لا تتناظرا؟ قال: لأنه يحب الكلام وأحبّ السّكوت

(شذرات الذہب، ج۸،ص ۱۴۴)

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

الامام الفقيه، المجتهد المحدث، الحافظ المفسر، الأصولی الزاهد تقی الدين أبو العباس، شيخ الاسلام وعلم الأعلام، وشهرته تغنی عن الاطناب فعب ذكره، والاسهاب فی أمره.

(ذیل طبقات الحنابلہ، ج۱،ص ۳۳۸)

امیر المومنین فی الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

ابن حجر عسقلانی ''الرد الوافر'' پر اپنی تقریظ میں امام ابن تیمیہ کے علم اور دین کیلئے ان کی خدمات کا شاندار الفاظ میں اقرار کرتے ہیں اور چند مسائل میں ان کے تفرد کی بنیاد پر ان کے علمی مقام و دین کیلئے ان کی قربانیوں کا انکار کرنے والوں سے سخت بیزاری کا اظہار ان الفاظ

میں کرتے ہیں:

فتحققت سَعَة اطلَاع الإِمَام الَّذِي صنفه وتضلعه من الْعُلُوم النافعة بِمَا عظمه بَين الْعلمَاء وشرفه وشهرة إِمَامه الشَّيْخ تَقِيّ الدّين ابْن تَيْمِية أشهر من الشَّمْس وتلقيبه بشيخ الْإِسْلَام بَاقٍ إِلَى الْآن على الْأَلْسِنَة الزكية وَيسْتَمر غَدا لما كَانَ بالْأَمْس وَلَا يُنكر ذَلِك إِلَّا من جهل مِقْدَاره وتجنب الْإِنْصَاف...

فَهُوَ بشر يُخطئ ويصيب فَالَّذِي اصاب فِيهِ وَهُوَ الْأَكْثَر يُستَفَاد مِنْهُ ويترحم عَلَيْهِ بِسَبَبِهِ وَالَّذِي أَخطَأ فِيهِ لَا يُقَلّد فِيهِ بل هُوَ مَعْذُور لِأَن عُلَمَاء الشَّرِيعَة شهدُوا لَهُ بِأَن ادوات الِاجْتِهَاد اجْتمعت فِيهِ حَتَّى كَانَ أَشد المتعصبين عَلَيْهِ العاملين فِي إِيصَال الشَّرّ إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّيْخ كَمَال الدّين الزملكاني شهد لَهُ بذلك وَكَذَلِكَ الشَّيْخ صدر الدّين بن الْوَكِيل الَّذِي لم يثبت لمناظرته غَيره وَمن أعجب الْعجب ان هَذَا الرجل كَانَ من أعظم النَّاس قيَاما على أهل الْبدع من الروافض والحلولية والاتحادية وتصانيفه فِي ذَلِك كَثِيرَة شهيرة وفتاويه فيهم لَا تدخل تَحت الْحصْر

(الرد الوافر ص ۲۴۶)

نوٹ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں ایک صاحب نے کتاب لکھی کہ ان کو "شیخ الاسلام" کہنا کفر ہے جس کے رد میں ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے یہ کتاب

"الرد الوافر علی من زعم بان من سمی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کافر"

جس میں ۸۰ سے بھی زاید علما کے حوالے پیش کئے جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو "شیخ الاسلام" کہتے ہیں۔ (الحمد للہ بندے نے اللہ کے فضل سے اس پر مزید بھی کئی اکابر کا اضافہ کیا ہے) اس کتاب پر امیر المومنین فی الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ہے۔آل بدعت بریلویہ کو اگر پوری کتاب پڑھنے کی توفیق نہیں تو کم از کم ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ہی پڑھ لیں آنکھیں کھل جائیں گی۔البتہ ہم صرف ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا جملہ مبتدعین کے دل جلانے کیلئے نقل کر دیتے ہیں کہ:

ابن تیمیہ کیلئے شیخ الاسلام کا لقب ان کے زمانے سے لیکر آج تک صلحا کی زبانوں پر باقی وموجود ہے اور ان شاللہ مستقبل میں بھی یہ لقب ان کیلئے ایسے ہی قائم ودائم رہے گا جیسا کہ ماضی میں تھا۔

بندہ کہتا ہے کہ اللہ پاک ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو قبر کو نور سے بھر دے انہوں نے جو پیشگوئی کی الحمد للہ وہ آج کے دن تک حرف بحرف صادق ہے اور بندہ اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ لقب جس طرح ماضی میں رہا ان شاللہ قیامت تک ان کو اس لقب سے ملقب کیا جاتا رہے گا۔

اپنی تاریخ میں ان کے علمی مقام کو یوں بیان کرتے ہیں:

وقرأت بِخَط الْحَافِظ صَلَاح الدّين العلائي فِي ثَبت شيخ شُيُوخنَا الْحَافِظ بهاء الدّين عبد الله بن مُحَمَّد بن خَلِيل مَا نَصه وَسمع بهاء الدّين الْمَذْكُور على الشَّيْخَيْنِ شَيخنَا وَسَيِّدنَا وإمامنا فِيمَا بَيْننَا وَبَين الله تَعَالَى شيخ التَّحْقِيق السالك بِمن اتبعهُ أحسن طَرِيق ذِي الْفَضَائِل المتكاثرة والحجج الْقَاهِرَة الَّتِي أقرَّت

الْأُمَم كَافَّة أَن همها عَن حصرها قَاصِرَة وَمَتعْنَا الله بِعُلُومِهِ الفاخرة ونفعنا بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة وَهُوَ الشَّيْخ الإِمَام الْعَالم الرباني والحبر الْبَحْر القطب النوراني إِمَام الْأَئِمَّة بركَة الْأمة عَلامَة الْعلمَاء وَارِث الْأَنْبِيَاء آخر الْمُجْتَهدين أوحد عُلَمَاء الدّين شيخ الْإِسْلَام حجَّة الْأَعْلَام قدوة الْأَنَام برهَان المتعلمين قامع المبتدعين سيف المناظرين بَحر الْعُلُوم كنز المستفيدين ترجمان الْقُرْآن أعجوبة الزَّمَان فريد الْعَصْر والأوان تَقِيّ الدّين إِمَام الْمُسلمين حجَّة الله على الْعَالمين اللَّاحِق بالصالحين والمشبه بالماضين مفتي الْفرق نَاصِر الْحق عَلامَة الْهدى عُمْدَة الْحفاظ فَارس الْمعَانِي والألفاظ ركن الشَّرِيعَة ذُو الْفُنُون البديعة أَبُو الْعَبَّاس ابْن تَيْمِية

(الدرر الکامنۃ، ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

محدث امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام صاحب کے سخت ناقدین میں سے ہیں انہوں نے اور ان کے والد دونوں نے ان کے رد میں کتب بھی لکھی ہیں لیکن جب ان کے استاد امام ذہبی نے جب ان کو خط لکھا کہ آپ نے میرے استاد ابن تیمیہ کی شان میں بے ادبی کی ہے تو علامہ سبکی نے باوجود سخت اختلاف ان شاندار الفاظ کے ساتھ شیخ الاسلام صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا:

أما قَول سَيِّدي فِي الشَّيْخ تَقِيّ الدّين فالمملوك يتَحَقَّق كَبِير قدره وزخارة بحره وتوسعه فِي الْعُلُوم النقلية والعقلية وفرط ذكائه واجتهاده وبلوغه فِي كل من ذَلِك الْمبلغ الَّذِي يتَجَاوَز الْوَصْف والمملوك يَقُول ذَلِك دَائِما وَقدره فِي نَفسِي أكبر من ذَلِك وَأجل مَعَ مَا جمعه الله لَهُ من الزهادة والورع والديانة ونصرة الْحق وَالْقِيَام فِيهِ لَا لغَرَض سواهُ وجريه على سنَن السّلف وَأَخذه من ذَلِك بالمأخذ الأوفى وغرابة مثله فِي هَذَا الزَّمَان بل فِيمَا مضى من أزمان

(الدرر الکامنۃ، ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

جو لوگ آج ابن تیمیہ پر گمراہی کا فتوی لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام کی تعریف کی ان کو ان کے عقائد کا علم نہ تھا تو کیا معاذ اللہ امام سخاوی کو بھی علم نہ تھا؟

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ابْن تَيْمِية الشَّيْخ الإِمَام الْعَلامَة الْحَافِظ النَّاقِد الْفَقِيه الْمُجْتَهد الْمُفَسّر البارع شيخ الْإِسْلَام علم الزهاد نادرة الْعَصْر تَقِيّ الدّين أَبُو الْعَبَّاس أَحْمد بن الْمُفْتِي شهَاب الدّين عبد الْحَلِيم ابْن الإِمَام الْمُجْتَهد شيخ الْإِسْلَام مجد الدّين عبد السَّلَام بن عبد الله بن أبي الْقَاسِم الْحَرَّانِي أحد الْأَعْلَام

(طبقات الحفاظ، ص ۵۲۰)

امام برہان الدین ابن مفلح المتوفی 884ھ

الإمَام الْفَقِيه الْمُجْتَهد الْحَافِظ الْمُفَسّر الزَّاهِد أَبُو الْعَبَّاس الْحَافِظ الْمُفَسّر الزَّاهِد أَبُو الْعَبَّاس تقي الدّين شيخ الْإِسْلَام وَعلم الْأَعْلَام

(المقصد الارشد، ج ا ص ۱۳۴)

امام الجرح والتعدیل امام مزی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی چارسو سال تک اس جیسی عبقری شخصیت نہیں دیکھی گئی۔

لم يُر مثله منذ أربعمائة سنة. (طبقات الحنابلہ، ج ا ص ۳۴۰)

امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر تجسیم وغیرہ کا الزام لگا کر ان کا سخت رد کیا تو ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کو سخت الفاظ میں رد کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ و ابن قیم جوزیہ کو اکابر اہل سنت میں سے شمار کیا:

قلت صانهما الله عن هذه الصمة القبيحة والسمة الفضيحة ومن طالع شرح منازل السائرين تبين له انهما من اكابر اهل السنة والجماعة

(رسائل ملا علی قاری ج ۳ ص ۹۰)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر اسلاف کی طرف سے لکھی جانے والی چند کتب

بندے نے یہاں مختصر چند اکابر کے حوالہ جات نقل کئے ہیں جنہیں ہر خاص وعام جانتا ہے مزید کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں:

(۱) العقود الدرية في مناقب شيخ الاسلام ابن تيميه۔

یہ ان کے شاگرد ابن الھادی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی بہترین سوانح ہے۔

(۲) ترجمة شيخ الاسلام بن تيميه رحمۃ اللہ علیہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مختصر کتاب ہے جس میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) الاعلام العلية في مناقب شيخ الاسلام ابن تيميه رحمۃ اللہ علیہ

محدث، فقیہ حافظ ابو حفص عمر بن علی بزار کی کتاب ہے نام سے مقصد واضح ہے۔

(۴) الرد الوافر على من زعم بان من سمى ابن تيميه شيخ الاسلام كافر

ابن ناصر الدمشقی کی بہترین کتاب ہے شیخ ابو حفص حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی تھی کہ معاذ اللہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کفریہ

تھے جو ان کو ''شیخ الاسلام'' کہے وہ کافر ہے۔یہ کتاب اس کتاب کے جواب ورد میں ہے جس میں بیسیوں اسلاف واکابر کے حوالے دئے گئے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو ''شیخ الاسلام'' کہتے ہیں ان کے مناقب وفضائل کا کھلے دل سے اقرار کرتے ہیں۔کتاب پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی ہے۔

بریلوی اکابر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی شیخ ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے بارے میں لکھتا ہے:

''اب آئے غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں''۔(تحقیقات،ص ۱۶۴)

خلیل رانا سعیدی نامی ایک بریلوی لکھتا ہے:

''حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی۔۔۔ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ بھر بھی نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں غیر جانبداری اور تحقیق وانصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی۔اس لئے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا''۔(معارف رضا ص ۱۵۷ سالنامہ ۲۰۱۶)

یہی غیر جانبدار موصوف (یاد رہے کہ رضاخانی رسالہ رضائے مصطفی میں ابوالحسن زید فاروقی کو شیخ الاسلام لکھا گیا ہے) لکھتے ہیں: نے شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اور ان کے رد میں پوری ایک کتاب لکھی ہے اس میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر خوب رد وقدح کرنے کے بعد بالآخر یہ لکھتے ہیں:

''علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فضل وکمال تھے علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات اور تفردات سے متنفر تھے۔انہوں نے رسالہ ''الرد الوافر'' کی تقریظ لکھی اس میں علامہ ابن تیمیہ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے نہایت درست اور انصاف پر مبنی ہے تحریر فرماتے ہیں:

مع ذالك فهو بشر يخطئ و يصيب فالذى اصاب فيه وهو الاكثر يستفاد عنه و يترحم عليه بسببه والذى اخطا فيه لا يقلد فيه بل هو معذور

(ان تمام فضائل اور علم وکمالات کے ہوتے ہوئے ابن تیمیہ ایک بشر ہیں جو خطا بھی کرتا ہے اور صواب پر بھی رہتا ہے جن مسائل میں وہ صواب پر رہے ہیں وہ زیادہ ہیں ان سے استفادہ کیا جائے اور ان کی وجہ سے ابن تیمیہ کے واسطے رحمت کی دعا کی جائے (رحمۃ اللہ علیہ) اور جن مسائل میں ان سے خطا ہوئی ہے،ان مسائل میں ان کی پیروی نہ کی جائے وہ ان مسائل میں معذور ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس رزین ومتین رائے کا میں قدردان ہوں کسی نے خوب کہا ہے انمہ یعرف الفضل ذووہ دانش وبینش کی قدر خداوندان دانش و بینش ہی کرتے ہیں''۔(علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علما ص ۱۲۳،۱۲۴ شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی)

رضاخانی شیخ التفسیر والحدیث مفتی غلام سرور قادری لکھتا ہے:

''ان آئمہ اہل سنت میں سے امام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم جوزیہ رحمہما اللہ بھی ہیں جنہیں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے

اس امت کے اولیا میں سے ایک شمار کیا ہے (مرقاۃ المفاتیح ،ج ۴،ص ۴۲۸) اگر چہ ان دونوں بزرگوں سے مسئلہ زیارت ،مسئلہ توسل میں خطا ہوئی (غفر ہما اللہ)

(فتاوی نظامیہ ،ص ۱۵۹)

تعصب کی انتہا دیکھیں کہ ناشرین نے اس مقام کو سفید سٹیکر لگا کر چھپا دیا تھا لیکن حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے ۔ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''امام حافظ ابن قیم جوزیہ کو اور اسی طرح شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہابیہ کا مرشد کہنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ اہل سنت اور اس امت کے اولیا اللہ میں سے ہیں اگر چہ توسل و زیارت روضہ اقدس کے مسئلہ میں ان سے خطا ہوئی لیکن یہ دونوں مسئلے اصول وعقائد میں سے نہیں بلکہ فقہی احکام میں سے ہیں فقہا کا فقہی مسائل میں باہم اختلاف سے کوئی اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا''۔

(فتاوی نظامیہ ،ص ۵۰۴،۵۰۵)

پیر نصیر الدین گولڑوی لکھتا ہے:

''شیخ ابن تیمیہؒ جیسا علامہ دہر شیخ کے بعض بیان کردہ اسرار کو نہ پاسکا جس کے نتیجے میں شیخ پرفتوی داغ دیا شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ۔

(راہ و رسم منزلہا ،ص ۱۱۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''غالبا اسی قسم کے بے اصل لٹریچر نے ہمارے ہاں ابن تیمیہؒ کی شخصیت کو کافی متنازعہ بنا دیا اور عام طور پر مشہور ہوگیا کہ وہ اتنے متشدد تھے کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام تک کو بھی نہ چھوڑا وغیرہ وغیرہ ۔مگر جب ان کی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' نظر سے گزری تو بڑی حد تک ان کے بارے میں شکوک وشبہات رفع ہو گئے ۔اس کتاب میں موصوف نے گستاخان رسول کو واجب القتل قرار دیا ہے ۔۔راقم الحروف کے خیال کے مطابق جس شخص کے دل میں رسالت مآب ﷺ کی اتنی اہمیت اور احترام ہو، اگر وہ بعض فروعی مسائل میں قدرے تشدد سے بھی کام لے جائے تو اس سے درگزر کرنا چاہیے ۔۔۔میری دانست میں من حیث المجموع شیخ ابن تیمیہؒ کی بعض دینی خدمات لائق تحسین ہیں اور ان کا انکار سراسر ناانصافی ہے ۔شاید یہی وجہ ہے کہ مجدد ملت حضرت اعلی گولڑویؒ کی بعض تحریروں میں شیخ ابن تیمیہؒ کی دینی خدمات کا اعتراف پایا جاتا ہے''۔(راہ و رسم منزلہا ،ص ۱۸۱،۱۸۲)

(اعتراض ۷ ۳۳):سیفی اعتراض عامی تبلیغ نہیں کرسکتا پھر تمہارے تبلیغی جماعت والے غیر عالم عامی ہوکر کیوں بیان کرتے ہیں؟

جواب: یہ اعتراض جہالت وتعصب کا شاخسانہ ہے ۔لیکن اگر وہ کسی مستند کتاب یا عالم سے کوئی بیان اچھی طرح یاد کرکے کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور ہماری تبلیغی جماعت کی ترتیب بھی یہی ہوتی ہے چنانچہ حضرت مولانا عبد الرحیم لاچپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''غیر عالم کا وعظ کہنا ممنوع ہے لیکن تبلیغ جس کا دائرہ کار چھ نمبروں کے اندر محدود ہے اور ان چھ نمبروں سے متعلق جو کتاب تبلیغی اکابرین نے مرتب فرمائی ہے اسی کے اندر رہ کر دعوت دی جائے اور اس سے تجاوز کرکے اپنی طرف سے اضافہ اور استنباط نہ کیا جائے تو یہ کام واقف

مسلمان کرسکتا ہے اس کیلئے عالم ہونا ضروری نہیں"۔ (فتاوی رحیمیہ، ج ۳ص ۱۶۰)

تبلیغ علماء کا کام ہے جاہل کا نہیں" اس اعتراض کا جواب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

"یہ اعتراض دراصل "تبلیغ"، "وعظ" میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے، جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں ہے، اس کے لئے عالم ہونا بہت ضروری ہے، تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو، کوئی چیز اس میں قرآن وحدیث کے خلاف نہ کہی جاسکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں، کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں ہے نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں انہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور انہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے، ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔

(جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص ۲۷۔۲۸)

یعنی "بیان" اور "تبلیغ کا پیغام" دونوں میں فرق ہے تبلیغی جماعت والے تبلیغ کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں جس کیلئے عالم ہونا ضروری نہیں ہاں وعظ و بیان کیلئے عالم ہونا ضروری ہے۔

قرآن سے اس کا جواز

قرآن مجید فرقان حمید میں تبلیغ کا پیغام یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان مرد وعورت کا فریضہ بیان کیا گیا ہے اس میں کسی عالم غیر عالم کی تخصیص نہیں کی گئی ہے:

(۱) وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (71) (سورہ توبہ)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ بریلوی)

تفسیر بغوی میں ہے:

(۱) {وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ} فِي الدِّينِ وَاتِّفَاقِ الْكَلِمَةِ وَالْعَوْنِ وَالنُّصْرَةِ. {يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ} بِالْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ وَالْخَيْرِ، {وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ} عَنِ الشِّرْكِ وَالْمَعْصِيَةِ (بغوی)

خلاصہ عبارت: مومن مرد وعورتوں دین اتفاق باہمی اعلائے کلمۃ اللہ تبلیغ دین کے احیا مدد ونصرت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں ایک دوسرے کو امر بالمعروف یعنی ایمان ونیکیوں کی دعوت دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو شرک وگناہ سے روکتے ہیں۔

(۲) يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ قَالَ: يَأْمُرُونَ بِطَاعَةِ رَبِّهِمْ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ: وَيَنْهَوْنَ عَنْ مَعْصِيَتِهِ،

يَعْنِي: عَنْ مَعْصِيَةِ رَبِّهِمْ -عَزَّ وَجَلَّ-. (تفسیر ابی حاتم)

مسلمان مرد وعورت ایک دوسرے کو رب کی طاعت اور رب کی نافرمانی سے روکتے ہیں۔

(۳) يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ يعني: بالإيمان واتباع محمد صلى الله عليه وسلم، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ يعني: عن الشرك (تفسیر ابی حاتم)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

(۴) وَأخرج أَبُو الشَّيْخ عَن الضَّحَّاك فِي قَوْله {والمؤمنون وَالْمُؤْمِنَات بَعضهم أَوْلِيَاء بعض يأمرون بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَن الْمُنكر} يدعونَ إِلَى الإِيمَان بِاللَّه وَرَسُوله والنفقات فِي سَبِيل الله وَمَا كَانَ من طَاعَة الله {وَيَنْهَوْنَ عَن الْمُنكر} ينهون عَن الشّرك وَالْكفْر وَالْأَمر بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْي عَن الْمُنكر فَرِيضَة من فَرَائض الله كتبهَا الله على الْمُؤمنِينَ

(درمنثور)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اللہ کی راہ اور اطاعت میں خرچ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور شرک وکفر سے منع کرتے ہیں اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اللہ کے فریضوں میں سے ایک فریضہ ہے جسے اس نے تمام مومنوں پر فرض کر دیا ہے۔

تبلیغ والے اس کے علاوہ اور کیا کرتے ہیں بقول سیوطی اسی فرض کو ادا کرتے ہیں جو ہر مسلمان مرد وعورت عالم غیر عالم کا فریضہ ہے۔

(۲) قرآن مجید میں رجل موسی ایک عام آدمی کا ذکر ہے جس نے فرعونیوں کو موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے معاذ اللہ باز رہنے پر تنبیہ کی اور انہیں ایمان کی دعوت دی قرآن نے بطور مدح اس کی دعوت کا ذکر کیا معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ کیلئے عالم ہونا شرط نہیں۔

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (۲۸) (سورۃ مومن)

اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال اُن پر۔ اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔ (کنزالایمان رضاخان)

احادیث سے اس کا جواز

(۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.

(صحیح مسلم کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۷۷، ترمذی، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ)

جو تم میں سے برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ بدل دے۔ پس اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان کے ساتھ پھر اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل کے ساتھ اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَلَفْظُ مَنْ لِعُمُومِهِ شَمِلَ كُلَّ أَحَدٍ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً، عَبْدًا أَوْ فَاسِقًا أَوْ صَبِيًّا مُمَيِّزًا إِذَا كَانَ، وَإِنْ كَانَ يُسْتَقْبَحُ ذَلِكَ فِي الْفَاسِقِ قَالَ تَعَالَى: {أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ} [البقرة: 44] وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: {لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ} [الصف: 2] وَأَنْشَدَ:

وَغَيْرُ تَقِيٍّ يَأْمُرُ النَّاسَ بِالتُّقَى... طَبِيبٌ يُدَاوِي النَّاسَ وَهُوَ مَرِيضُ (مرقاۃ)

حدیث میں من اپنے عموم پر ہے جس میں ہر مرد، عورت، غلام، فاسق و بچہ جو سمجھ بوجھ رکھتا ہو شامل ہے (وہ یہ امیر بالمعروف یعنی تبلیغ کا کام کرے گا)

پھر علامہ نووی و ملا علی قاری دونوں نے اس حدیث کی شرح میں بڑی زبردست بات لکھی کہ:

ثُمَّ إِنَّهُ إِنَّمَا يَأْمُرُ وَيَنْهَى مَنْ كَانَ عَالِمًا بِمَا يَأْمُرُ بِهِ وَيَنْهَى عَنْهُ، وَذَلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الشَّيْءِ فَإِنْ كَانَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ الظَّاهِرَةِ أَوِ الْمُحَرَّمَاتِ الْمَشْهُورَةِ كَالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالزَّكَاةِ وَالزِّنَا وَالْخَمْرِ وَنَحْوِهَا. فَكُلُّ الْمُسْلِمِينَ عَالِمٌ بِهَا، وَإِنْ كَانَ مِنْ دَقَائِقِ الْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِالِاجْتِهَادِ لَمْ يَكُنْ لِلْعَوَامِّ مُدْخَلٌ فِيهِ، لِأَنَّ إِنْكَارَهُ عَلَى ذَلِكَ لِلْعُلَمَاءِ. ثُمَّ الْعُلَمَاءُ إِنَّمَا يُنْكِرُونَ مَا أُجْمِعَ عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ. (شرح مسلم ثم مرقاۃ)

کہ وہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے گا جو اس چیز کو جانتا ہو جس کے متعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کر رہا ہے۔ اور یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم مامور بہ و منہی عنہ کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتا رہتا ہے پس اگر وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر از قبیل واجبات ظاہری یا محرمات مشہورہ میں سے ہو جیسے نماز، روزہ، زکاۃ، زنا و شراب کی حرمت جو ہر ایک کو معلوم ہے تو ہر مسلمان ان کا فرض ہونا اور حرام ہونا جانتا ہے (تو اس کی تبلیغ ہر مسلمان پر لازم ہے) ہاں وہ مسائل جو از قبیل اجتہاد ہیں جن تک عوام کے فہم کی رسائی نہیں تو اس کو بیان کرنا علما کا کام ہے عوام کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں (ملخصا)

تو تبلیغ والے بھی مسائل شرعیہ بیان نہیں کرتے بلکہ نماز کا حکم اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے پر بیان کرتے ہے جس کی اجازت علامہ نووی و ملا علی قاری ہر مسلمان کو دے رہے ہیں۔

(۴) الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ (متفق علیہ)

ہر شخص اپنی رعیت کا محافظ و امین اور جواب دہ ہے۔

اس حدیث میں بھی مطلقا بدون قید عالم ہر ایک کو اپنی رعیت کی نصیحت و تنبیہ کا حکم دیا گیا ہے۔

(۵) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ)

ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’اللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی ایسی چیز سنی، تو اس نے جیسے اسے سنا تھا ویسے ہی اسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ اس کی، اس سننے والے کی نسبت زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔‘‘ صحیح، رواہ الترمذی (۲۶۵۷) وابن ماجہ (۲۳۲) وابن حبان (۷۴۔۷۶)

اس حدیث میں بھی مطلقا پیغام رسول ﷺ آگے پہنچانے کا فرمایا گیا ہے اور تبلیغی جماعت والے بھی یہی کرتے ہیں۔

(۶) بلغوا عنی ولو آیۃ

(۷) وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

ان احادیث میں بھی مطلقا فرمان نبوی ﷺ کو آگے پہنچانے کی تلقین ہے۔

(۸،۹) اسی طرح قرآن نے حبیب نجار کا ذکر ہے جس نے اپنی قوم میں تبلیغ کی وہ عالم نہ تھا صوفیا میں شیخ عبدالعزیز دباغ بالکل عامی وان پڑھ تھے لیکن اپنے مریدین میں وعظ و نصیحت کرتے۔ ہمارے کراچی کے پیر سیف الرحمن کے خلیفہ صوفی نثار ایک ان پڑھ درزی ہے مگر آج کتابیں لکھ لکھ کر چھاپ رہا ہے مدرسہ کھولا ہوا ہے مجلسیں کرواتا ہے۔

فقہ سے استدلال

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ شریعت نے ہر مسلمان کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مکلف کیا ہے۔

(۱۰) وَالشَّارِعُ وَلَّى كُلَّ أَحَدٍ ذَلِكَ حَيْثُ قَالَ { مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ }

(فتح القدیر، فصل فی التعزیر، ج ۱۲، ص ۱۵۶)

(۱۱) جبکہ خلیفہ پیر سیف الرحمن صوفی نثار الحق سیفی اینڈ پارٹی لکھتی ہے:

’’جناب حافظ اظہار الحق ابن احمد علی شاہ تم نے لکھا کہ جاہل کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ وعظ و نصیحت کرے جناب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت مبارک کے سامنے بڑی محافل میں میاں محمد حنفی سیفی وعظ کیا کرتے تھے اس بات کی گواہی صرف ہم نہیں سارے سیفی حضرات دے سکتے ہیں...... کیا مبارک صاحب کو ان فتاوی جات کا علم نہیں کہ جاہل کا وعظ کرنا حرام ہے یا جاہل کا تبلیغ زنا سے بدتر ہے‘‘۔

(اکرام الحق، ص 165)

سیفیوں کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

(۱۲) جب بی بی صاحبہ نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال واکمال حاصل کر لئے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لئے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہوگئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ہوگیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار و کمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہوگئیں تو اب آپ کے مرشد قیوم جہاں نے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا۔ (عمدۃ المکتوبات، ص ۱۷، عرفان اللہ عابدی سیفی)

آپ کی عورتیں ارشاد و تبلیغ کریں اور ہمارے مردوں پر اعتراض!!!

(اعتراض ۳۳۸): سیفی اعتراض تبلیغی جبری فرقے والے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ کرتا ہے سب کچھ کے ہونے کا یقین اللہ سے ہو اللہ کے غیر سے نہ ہو۔

جواب:

((تبلیغی جماعت پر سیفی حضرات کا مشہور اعتراض اور مولوی عبد الخالق فاتح آغا سیفی کی طرف سے اس کا دفاع اور بہترین توجیہ))

تحریر: مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

قارئین کرام! سیفی حضرات کی طرف سے ایک مشہور اعتراض کیا جاتا ہے کہ تبلیغی بھائی کہتے ہیں کہ

''سب کچھ ہونے کا یقین اللہ سے مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین''

یہ معاذ اللہ جبریہ (ایک گمراہ فرقہ جو انسان کو مجبور محض سمجھتے ہیں) کا عقیدہ ونظریہ ہے اور تبلیغی جماعت معاذ اللہ جبریہ ہے۔ اگرچہ اہلحق کی طرف سے اسی وقت واضح کر دیا گیا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ارادے ومشیت سے ہوتا ہے حضرت مفتی ندیم صاحب مدظلہ العالی نے سیفیوں کے ساتھ مناظرہ میں کوہاٹ مرکز کی طرف سے اس پر وضاحت بھی پیش کی تھی اور اب تک باقاعدہ میں نے خود کئی بیانات میں شرکت کر کے تبلیغی بھائیوں کی طرف سے یہی سنا ہے کہ اللہ کے ارادے ومشیت سے سب کچھ ہونے کا یقین دل میں آجائے۔ لیکن یہاں ہم تبلیغی جماعت کے اس دعوتی جملے کی بہترین توجیہ خود مفتی غلام حضرت صاحب شہید (جنہوں نے آخر وقت میں شیخ الحدیث حضرت شیخ ادریس صاحب مدظلہ العالی کے ہاتھوں پر سیفیت سے توبہ کر لی تھی) کے شاگرد مولوی آغا عبد الخالق فاتح سے پیش کرتے ہیں۔ فاتح صاحب لکھتے ہیں:

''ہماری بعض عوام جنہیں اغیار نے دھوکا میں ڈالا ہوا ہے ان کے منہ سے بھی یہ بات سننے کو ملی کہ سب کچھ اللہ کرتا ہے مخلوق کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ تو بہت خطرے کی بات ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ٹھیک ہوتا ہے اور اس بات سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ کے ارادے سے ہوتی ہے اللہ کے ارادے کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اگر اس بات کو سمجھ کر (یہ بات کہی جائے تو پھر) یہ تو بہت اچھا عقیدہ ہے''۔

(الاھتدا الی معرفۃ السنۃ العمیا ص ۴۲، مکتبہ دار الاحناف پشین بلوچستان، پشتو سے اردو ترجمہ)

یعنی اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ارادے سے سب کچھ ہوتا ہے تو یہ پھر بالکل ٹھیک اور خوبصورت بات ہے۔ لیکن افسوس عبد الخالق سیفی صاحب نے ایک بات کی درست توجیہ کرنے کے بعد بھی اپنے مسلکی تعصب سے مجبور ہو کر اس کے بعد لکھا کہ اگرچہ توجیہ درست ہے لیکن پھر بھی یہ الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئے حالانکہ خود سیفی صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''ہماری بعض عوام بھی یہ بات کہتی ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے اور اس سے بے خبر ہیں (کہ یہ عقیدہ درست نہیں) لیکن چونکہ ہماری عوام کا عقیدہ ٹھیک ہے اس لئے ان کا مقصد اس جملے سے یہ نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ اللہ تعالی حقیقۃً ہر جگہ میں ہے بلکہ مقصد مکان کی نفی ہوتی ہے اور ہر جگہ سے مراد ہر جگہ اس کی قدرت کا اثبات ہوتا ہے۔ لیکن عوام بیچاری اس علمی تعبیر کو ٹھیک طرح سے ادا نہیں کر پاتے باقی عقیدہ ان کا بالکل ٹھیک ہے اور جب عقیدہ بن جائے (یعنی درست ہو جائے) تو الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوتا جیسا کہ ثانی ابن حجر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے

فرمایا"(الاھتدا،ص ۳۲)

تو جب خود مانتے ہو کہ عوام کا عقیدہ بنا ہوا ہے اور سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین کا مطلب اللہ کے ارادے سے ہونے کا یقین ہے تو پھر خواہ مخواہ اعتراض کرنے کی کیا ضرورت؟ جبکہ الفاظ پر شرعاً آپ کے نزدیک مواخذہ بھی نہیں۔ورنہ جو عوام اللہ کو ہر جگہ مانتی ہے انہیں پھر معاذ اللہ مشبہ مجسمہ کہو اگر نہیں کہتے تو تبلیغی جماعت کے باب میں جبریہ کا الزام لگاتے ہوئے حیا کرنی چاہئے۔

(اعتراض ۳۳۹):انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا تھانوی کی طرف سے نانوتوی پر فتوی

رضاخانی لکھتا ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"کبھی حضور ﷺ کی مدح میں انبیاء علیہم السلام کی اہانت کی جاتی ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک بھائی کی مدح اس طرح کی جائے کہ اس کے دوسرے بھائی کو اس کے سامنے گالیاں دی جائیں۔کیا ایسی مدح سے کوئی شخص خوش ہوسکتا ہے؟ جس میں اس کے دوسرے بھائی کو برا بھلا کہا جائے اور بھائی بھی کیسے دو قالب و یک جاں۔انبیاء علیہم السلام آپس میں سب بھائی بھائی ہیں ان میں ایسا اتفاق ہے کہ ہر گز دوسرے کی اہانت کو ایک گنوارا نہیں کرسکتا اور انبیاء علیہم السلام کی یہ توہین کہیں تو تہذیب کے ساتھ ہوتی ہے کہیں بدتہذیبی سے"۔(البدائع،ص ۹۴)

پھر اس کی مثال دیتے ہوئے رضاخانی عبارت پیش کرتا ہے کہ:

"انبیاء سابقین کے ہر ہر معجزے کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے معجزات کو ان سے افضل و اکمل ثابت کریں۔چنانچہ اس معجزہ موسوی کے مقابلہ میں بھی یہ حضور ﷺ کا ایک معجزہ بیان کرتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے پتھر سے چشمے جاری ہو گئے تو ہمارے حضور ﷺ کی انگلیوں سے غزوہ حدیبیہ میں پانی جاری ہوگیا تھا۔جس سے تمام لشکر سیراب ہوگیا اور اس معجزہ کو معجزہ موسوی سے افضل ثابت کرنے کیلئے اس طرح تقریر کرتے ہیں پتھر سے پانی کا نکلنا کچھ زیادہ عجیب بات نہیں،کیونکہ بعض پتھروں سے چشمے نکلتے ہیں مگر لحم وشحم سے پانی کا جاری ہونا یہ بہت عجیب بات ہے۔۔الخ"۔

دیکھو جس انداز تقریر کو تھانوی نے گستاخی کہا یہی تقریر تمہارے نانوتوی نے کی ہے۔

جواب:

ایک بریلوی مضمون نگار نے حکیم الامت حضرت اقدس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون کو بنیاد بنا کر حجت الاسلام امام حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اقدس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کی رو سے حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ گستاخ قرار پاتے ہیں۔معاذ اللہ۔

حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جس واقعہ پر اعتراض کیا گیا ہے وہ واقعہ ذیل ہے:

"اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو محمد رسول اللہ ﷺ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین ہی سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست کسی نے ایک قطرہ بھی

نکلتا نہیں دیکھا علاوہ بریں ایک پیالی پانی پر دست مبارک رکھ دینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ سب جسم مبارک کی کرامات ہیں اور سنگ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند بڑا قادر ہے‘‘۔

(مباحثہ شاہ جہاں پور صفحہ نمبر 92)

اور پھر کہا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کے معجزات کو اس طرح کے تقابل کے ساتھ بیان کرنے کو گستاخی کہا ہے۔تو لیجئے جواب اور دفع تعارض۔

قارئین کرام! حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کرنے کے لیے ایک مقدمہ قائم کیا ہے کہ کسی بھی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ پانی آپ کی انگلیوں یعنی انگلشتان مبارکہ سے نکل رہا تھا یعنی اگر یہ بات ثابت نہیں ہوتی تو پھر توہین لازم آتی ہے اور اگر ثابت ہو جاتی ہے تو پھر توہین لازم آنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ پہلے حضرت تھانوی صاحب کی وہ عبارت غور سے پڑھیں:

’’اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اس سے اس طرح لازم آتی ہے کہ ان حضرات نے اس واقعے کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں احادیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ میں پانی منگوا کر اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا تو پانی ابلنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتا ہوا نظر آتا تھا اس سے یہ کہاں معلوم ہوتا ہے کہ لحم وشحم سے پانی نکلتا تھا بلکہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش مارنے لگا اور انگلیوں کے درمیان سے اس کا ابلنا نظر آتا تھا اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز کو اس بات پر موقوف کیا کہ پانی لحم وشحم سے نکلا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پردہ وہ اس اعجاز کے معجزہ ہونے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ لحم وشحم سے تو پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں ہوا‘‘۔

(البدائع صفحہ نمبر 96/97)

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا مسئلے پر اعتراض کی بنیاد اس بات پر رکھی تھی کہ پانی آپ کی انگشتان مبارکہ سے نہیں نکل رہا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارکہ سے ہی نکل رہا تھا جس کا ثبوت درج ذیل حدیث مبارکہ ہے مسند احمد کتاب: حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) کی مرویات باب: حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) کی مرویات حدیث نمبر: 3616

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَأُتِيَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ يَدَهُ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْوُضُوءِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللَّهِ قَالَ الْأَعْمَشُ فَأَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ كَمْ كَانَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ كُنَّا أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ اسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، پانی نہیں مل رہا تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا، نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا اور انگلیاں کشادہ کر کے کھول دیں، میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ پڑے اور نبی ﷺ فرماتے جارہے تھے وضو کے لئے آؤ، یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن ابی الجعد نے بتایا کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا اس دن کتنے لوگ تھے؟ فرمایا ہماری تعداد ڈیڑھ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

مذکورہ بالا اور روایت پڑھنے کے بعد یہ مضمون روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ درحقیقت پانی آپ ﷺ کی انگشتان مبارکہ سے ہی نکل رہا تھا البتہ ایک اشکال پھر بھی باقی رہتا ہے پھر حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی اس حدیث کی طرف نظر کیوں نہیں گئی جس سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا موقف واضح طور پر ثابت ہوجاتا ہے؟ تو عین ممکن ہے کہ حضرت کی نظر اس حدیث کی دوسری طرق پر ہو جس سے حضرت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا موقف بھی درست ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جس کے صراحت حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمائی ہے، نیز یہ موقف جو فریقین کا ہم نے بیان کیا ہے خود ساختہ نہیں ہے اور نہ ہی انبیاء کے معجزات کے درمیان جو تقابل حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے حضرت کا خود ساختہ ہے یعنی حضرت نے محض قیاس کیا ہو اور اپنی طرف سے مقدمات بنائے ہوں بلکہ حضرت کے تمام مقدمات منصوص ہیں جس کی صراحت خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرمارہے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

فتح الباري لابن حجر (6 / 585ط السلفي):

قال القرطبي: ولم يسمع بمثل هذه المعجزة عن غير نبينا صلى الله عليه وسلم حيث نبع الماء من بين عظمه وعصبه ولحمه ودمه، وقد نقل ابن عبد البر، عن المزني أنه قال: نبع الماء من بين أصابعه صلى الله عليه وسلم أبلغ في المعجزة من نبع الماء من الحجر حيث ضربه موسى بالعصا فتفجرت منه المياه، لأن خروج الماء من الحجارة معهود، بخلاف خروج الماء من بين اللحم والدم انتهى. وظاهر كلامه أن الماء نبع من نفس اللحم الكائن في الأصابع، ويؤيده قوله في حديث جابر الآتي: فرأيت الماء يخرج من بين أصابعه وأوضح منه ما وقع في حديث ابن عباس عند الطبراني فجاءوا بشن فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده عليه، ثم فرق أصابعه فنبع الماء من أصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل عصا موسى، فإن الماء تفجر من نفس العصا فتمسكه به يقتضي أن الماء تفجر من بين أصابعه، ويحتمل أن يكون المراد أن الماء كان ينبع من بين أصابعه بالنسبة إلى رؤية الرائي، وهو في نفس الأمر للبركة الحاصلة فيه يفور ويكثر و كفه صلى الله عليه وسلم في الماء، فرآه الرائي نابعا من بين أصابعه، والأول أبلغ في المعجزة، وليس في الأخبار ما يرده وهو أولى

قرطبی نے کہا: حضرت رسالت ماب ﷺ کے علاوہ کسی بھی پیغمبر میں اس معجزہ کی مثال نہیں ملتی کیونکہ مذکورہ بالا معجزہ میں پانی حضرت رسالت ماب ﷺ کے لحم و شحم سے نکل رہا تھا ابن عبد البر نے مزنی سے نقل کیا ہے کہ امام مزنی نے کہا کہ آپ کی انگشتان مبارکہ سے پانی

نکلنے کا معجزہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے اس معجزے سے بڑھ کر ہے جب موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے عصا کو پتھر پر مارا تھا اور اس سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تھے اس لیے کہ پتھر سے پانی کا نکلنا معہود ہے (زیادہ عجیب نہیں ہے) برخلاف لحم وشحم سے پانی کے نکلنے کے (یہ زیادہ عجیب ہے) امام مزنی کے کلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پانی اپ کے لحم وشحم سے ہی نکلا تھا جو آپ کے جسم مبارک کا حصہ ہے اور حدیث جابر سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت جابر نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگشتان مبارکہ سے ہی نکل رہا تھا اور اس سے بھی واضح حدیث وہ ہے جو طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ صحابہ کرام ایک برتن لے کرائے حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنا ہاتھ اس برتن کے اوپر رکھ دیا پھر اپ نے اپنی انگلیوں کو کھولا تو پانی اپ کی انگلیوں سے اس طرح پھوٹ رہا تھا جس طرح موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے عصا سے پانی نکل رہا تھا اس لیے کہ پانی خود نفس عصا سے نکلا تھا امام مزنی نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ پانی اپ کی انگلیوں سے ہی نکل کر رہا تھا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ پانی اپ کی انگلیوں کے بیچ سے بہہ رہا ہو دیکھنے والے کی رویت کا اعتبار کرتے ہوئے یعنی نفس الامر میں اپ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے پانی بڑھنا شروع ہو گیا ہو (جیسا کہ حکیم الامت حضرت امت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے سمجھا) اور دیکھنے والے نے یہ سمجھا ہو کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے بہہ رہا ہے لیکن پہلی بات معجزہ میں زیادہ بلیغ ہے (جس کو حضرت اقدس حجت الاسلام مولانا قاسم نانوتی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ پانی اپ کے انگشتان مبارکہ سے نکل رہا تھا)۔

مذکورہ والا تصریحات کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی درست ہے لیکن وہ مقدمہ جس کی بنیاد پر توہین لازم آتی ہے وہ مقدمہ ایک قضیہ فرضیہ کی قبیل سے تھا کہ محض قیاس فاسدہ سے کسی پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر فضیلت نہیں دینی چاہیے جو تا حال برقرار ہے مگر حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف منصوص ہے جس کو ما قبل ثابت کیا جا چکا ہے لہذا حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس اصول سے حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گستاخ کہنا بریلویوں کی محض خام خیالی ہو سکتی ہے حقیقت نہیں۔

ایک اور پہلو سے جواب

حضرت اقدس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے ان میں جو باہمی تقابل کیا جاتا ہے جس سے کسی ایک فریق کی بے ادبی لازم اتی ہے حضرت نے اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے حصہ اول وہ بے ادبی جس میں تہذیب کا کوئی پہلو نہیں ہوتا حضرت نے اس کی بہت سی تمثیلات بیان فرمائی ہیں پھر ان تفصیلات کو بیان کرنے بعد بالکل آخر میں جو کچھ لکھا جس کو بریلوی مضمون نگار نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بالکل اڑا دیا تاکہ عوام جب یہ مضمون پڑھے گی تو ایک لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت اقدس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی رو سے حجت الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بے ادب اور گستاخ ہیں چنانچہ حضرت کی وہ تحریر نقل کی جاتی ہے حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”اگر اس قسم کے مضامین کسی بزرگ کے کلام میں پائے جائیں تو اس کو غلبہ حال پر محمول کیا جائے گا مگر ان شاعروں کے کلام میں ہم کو تاویل کی کیا ضرورت تھی“۔

(البدائع صفحہ نمبر 95)

غالباً اسی دھوکا پر پردہ ڈالنے کیلیے بریلوی نے حضرت تھانوی کی عبارت ایک نایاب کتاب سے پیش کی کہ شاید دیوبندیوں کے پاس یہ کتاب نہ ہوگی اور وہ اس خیانت پر مطلع نہ ہو پائیں گے ورنہ یہ بحث دیگر متداول کتب میں مل جاتی۔ بہر حال حضرت کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بے ادبی جو بدتہذیبی کے ساتھ لازم آتی ہے اگر ایسی بات کسی مقبول کلام ہو تو اس کو غلبہ حال پر محمول کیا جائے گا یعنی اس شخصیت پر فتوی عائد نہیں ہوگا اور دوسری قسم حضرت نے وہ بیان فرمائی ہے وہ بے ادبی جو تہذیب کے ساتھ لازم اتی ہے اگر کسی مقبول کے کلام سے لازم آرہی ہو تو اس میں پھر بدرجہ اولی تاویل کی جائے گی مگر بریلوی مضمون نگار نے اس عبارت کو بالکل اڑا دیا تا کہ جن کی حقائق تک رسائی نہ ہو اور نہ تحقیق کرنا چاہیں تو وہ فوراً بریلویوں کی طرح تکفیر کی مشین گن کو کھول کر فتوی کفر کے گولے داغنے شروع کر دیں۔ یہ اصول خود رضاخانیوں نے لکھا چنانچہ چنانچہ کملی و یثرب کے استعمال پر اس اصول کو فتاوی شارح بخاری کے حوالے سے علامہ نقشبندی صاحب کے ''دروس مناظرہ'' علم غیب کی بحث میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (منقول)

(اعتراض ۳۴۰): فتاوی فریدیہ میں مفتی فرید صاحب نے جنازہ کے بعد دعا کو جائز لکھا ہے اور ڈاگئی بابا جی کی ''البصائر'' کتاب

آپ کے مفتی فرید صاحب جامعہ حقانیہ والوں نے اپنی ''فتاوی فریدیہ'' میں جنازے کے بعد دعا اور اذان سے پہلے صلوۃ وسلام و میلاد کو درست کہا ہے۔ ڈاگئی بابا جی نے اپنی کتاب ''البصائر'' میں ہمارے نظریات لکھیں ہیں۔

جواب: قطع نظر کہ انہوں نے فتاوی فریدیہ میں ایسی کوئی بات کہی ہو ہم فی الوقت اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ لیکن بالفرض ایسی کوئی بات کہی ہو یا ہمارے بزرگوں کی کتب میں کوئی ایسی عبارت، فتوی موجود ہو جو ''جمہور اہل السنۃ والجماعۃ احناف اکابر دیوبند'' کے موقف کے خلاف ہو تو ان سب باتوں، عبارتوں اور فتاوی کا اصولی جواب ہم رضاخانیوں ہی کی کتب سے دے دیتے ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر جب کسی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کیا تو خان صاحب سیخ پا ہو کر کہتے ہیں:

''تصریح ہے کہ خلافِ مذہب بعض مشایخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں''۔

(غائبانہ نماز جنازہ، ص ۵۳، پروگریسو بکس لاہور)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) خلاف مذہب جو قول ہوگا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا یہ قاعدہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

(۲) خلاف مذہب والا قول ذکر کرنے کے بعد بھی وہ شخص ''مشایخ'' ہی میں سے شمار ہوگا اس کی ''مشیخیت'' پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ خان صاحب نے خلاف مذہب قول اختیار کرنے والے کو ''مشایخ'' ہی میں شمار کیا ہے۔

لہذا ایسے فتاوی وعبارات جو جمہور دیوبند کے مسلک کے خلاف بالفرض کسی دیوبندی سے منقول ہو تو اس پر ''خلاف مذہب'' ہونے کی وجہ سے عمل بھی نہیں کیا جائے گا اور ان پر کوئی فتوی بھی نہیں لگے گا۔

مفتی بدرالدین رضوی رضاخانی نے لاوڈ سپیکر پر نماز پڑھنے کے ناجائز و بدعت ہونے پر اپنے کئی اکابر کے فتاوی پیش کیے اس کے

مقابل جواز کا فتویٰ مولوی سید افضل حسین رضاخانی نے پیش کیا تو اول تو جمہور کے مقابل اس ایک فتوے کی کوئی حیثیت ہی نہیں کہہ کر اسے رد کیا گیا اور بصورت تسلیم کہا:

''اب عامہ مسلمین کی طرف سے سوال کھڑا ہوگا کہ ان دونوں اقوال میں سے کس قول پر ہمیں عمل کرنا لازم ہے تو جواب بہت آسان ہے کہ ممنوعیت والے قول پر لازم ہے''۔(فتاویٰ بدر العلماص ۱۲۱)

ہم بھی کہتے ہیں کہ جمہور علمائے دیوبند کی کتب جن میں ان امور کو بدعت وخرافات کہا گیا ہے اور ان بدعات سے منع کیا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔

مفتی محمد ذوالفقار رضاخانی ککڑی لکھتے ہیں:

''لہٰذا صحابہ کی اکثریت کے مقابلہ میں صرف ایک صحابی کی حدیث وہ بھی ضعیف حدیث ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوسکتی''۔

(فتاویٰ حنفیہ، ج ۲،ص ۱۴۳)

اکابر کی اکثریت کے مقابلہ میں صرف ایک فتاویٰ فریدیہ کے فتوے وہ بھی شاذ قول ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوسکتا۔

رضاخانی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی وعملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے۔سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا سیاسی خیالات میں جمہور علماء اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی،اس لئے ان کے اقوال کو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا''۔(مقالات سعیدی ص ۴۸۳،ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

پس اس قسم کے فتاویٰ بھی چونکہ جمہور اہل سنت دیوبند کے خلاف ہیں لہٰذا وہ حجت شمار نہ ہوں گے۔مورخ رضاخانیت مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خلاف فتویٰ دینے کے سلسلے میں تجانب اہل سنت کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہ مولانا محمد طیب کی انفرادی رائے تھی جسے علماء اہل سنت کی جماعتی طور پر تائید حاصل نہیں ہوئی شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر ٹھونس دینا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں''۔(احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص ۷۰،مکتبہ قادریہ لاہور)

مفتی غلام فرید ہزاروی رضاخانی لکھتے ہیں:

''باقی رہا یہ کہ مفتی صاحب جاء الحق میں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل ہی علم کلی کے حصول کا دعویٰ کیا ہے تو یہ اگرچہ ان کا ذاتی نظریہ ہے وہ اس میں بندہ کی دانست کے مطابق متفرد ہیں''۔(اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب،ص ۲۳۶،۲۳۷)

رضاخانی مناظر مولانا عبد المجید سعیدی لکھتا ہے:

''یہ موقف محض ان ذاتی اور انفرادی تھا''۔(البرہان القاطع فی الرد علی منہاج الواضح المعروف بہ مصباح سنت،ص ۹۵)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''رہے ایک مفتی غلام سرور قادری صاحب تو یہ ان کا تفرد ہے جو دیوبندی اصول سے حجت نہیں''۔

(ابن تیمیہ علماء دیوبند کی نظر میں،ص ۱۱)

ہمارے خلاف رضاخانی پیر مظفر حسین شاہ کے جمع کردہ چنڈو خانوں کی کتاب میں یہ اصول لکھا گیا ہے:

''ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہرگز حجت نہیں''۔(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ،ص ۵۷۰)

مزید لکھتے ہیں: ''ان کے تفردات اپنی جگہ''۔(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ،ص ۵۴۹)

تو ہم ایسے تمام اقوال کو ان حضرات کے تفردات و ذاتی نظریات میں شمار کرتے ہیں جو جمہور کے مقابل ہرگز حجت نہیں، نہ ہم پر نہ ہمارے بعد والوں پر اور نہ اکابر کے خلاف۔

رضاخانی پیر و ضیغم مظفر حسین شاہ رضاخانی لکھتا ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔(کشف القناع، جلد اول،ص ۲۰۵)

پس ہم بھی کہتے ہیں کہ ان حضرات کا شمار ان لوگوں میں سے نہیں ہوتا جن سے اہل السنت والجماعت کا تشخص قائم ہے لہذا رضاخانی اصول کی روشنی میں یہ حضرات ہم پر حجت نہیں۔

رہی بات مولانا حمد اللہ جان المعروف ڈاگئی باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی تو اول تو ان کی کتاب ''البصائر'' کا اب تک بندہ نے مطالعہ نہیں کیا جس کا مجھے افسوس ہے۔ثانیا بالفرض ایسی کوئی باتیں اس میں ہوں بھی معاذ اللہ تو اوپر اصول گزر چکے ہیں۔ثالثا مولانا عبد الرحمن عابد صاحب زید مجدہ ڈاگئی باباجی صاحب کے ان اقوال کی توجیہ میں ایک مستقل کتاب لکھ رہے ہیں اسی کی طرف مراجعت کی جائے جس سے معلوم ہوگا کہ ان عبارات کا دور دور تک رضاخانی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔رابعا ڈاگئی باباجی نے اپنی وفات سے محض چند دن پہلے اپنے لیٹر پیڈ پر مناظر اسلام حضرت مفتی رسال صاحب کو لکھ کر دیا کہ میرے وہ تمام نظریات جو معاذ اللہ اکابر دیوبند کے خلاف ہوں میں ان سے رجوع کرتا ہوں۔ اس میں واضح الفاظ میں یہ الفاظ درج ہیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

میرے متعلق چند حضرات کے بعض عقائد مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، مسئلہ استمداد، مسئلہ حیاۃ الانبیاء، توسل، نذر لغیر اللہ، مختار کل کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں۔ان تمام عقائد میں میرا نظریہ وہی ہے جو میرے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا اور جملہ حضرات دیوبند کا ہے۔ جو ''المہند علی المفند'' اور براہین قاطعہ میں مذکور ہے۔لہذا میری کتاب ''البصائر'' کی وہ چند مغلق عبارات جسکو بعض حضرات یا تو سمجھ نہ سکے اور یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس کو میں نے کتب اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کیا ہے۔تو اس کی وہی تشریح مراد ہے جو اکابرین دیوبند کرتے ہیں۔اور ہر اس عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں جس کو اکابر علماء دیوبند غلط سمجھتے ہیں''۔

بقلم خود مولوی حمد اللہ جان

مہتمم دار العلوم مظہر العلوم ڈاگئی (صوابی) ۶ جولائی ۲۰۱۷ بروز بدھ بعد العصر

دستخط گواہان: مولانا قاری اکرام الحق، مولانا رسال محمد صاحب، افسر علی، مولانا سلیمان عثمانی۔

رجوع نامہ کا عکس کتاب میں دیا جارہا ہے۔

مولانا حمد اللہ جان المعروف ڈاگئی بابا صاحب کا رجوع نامہ

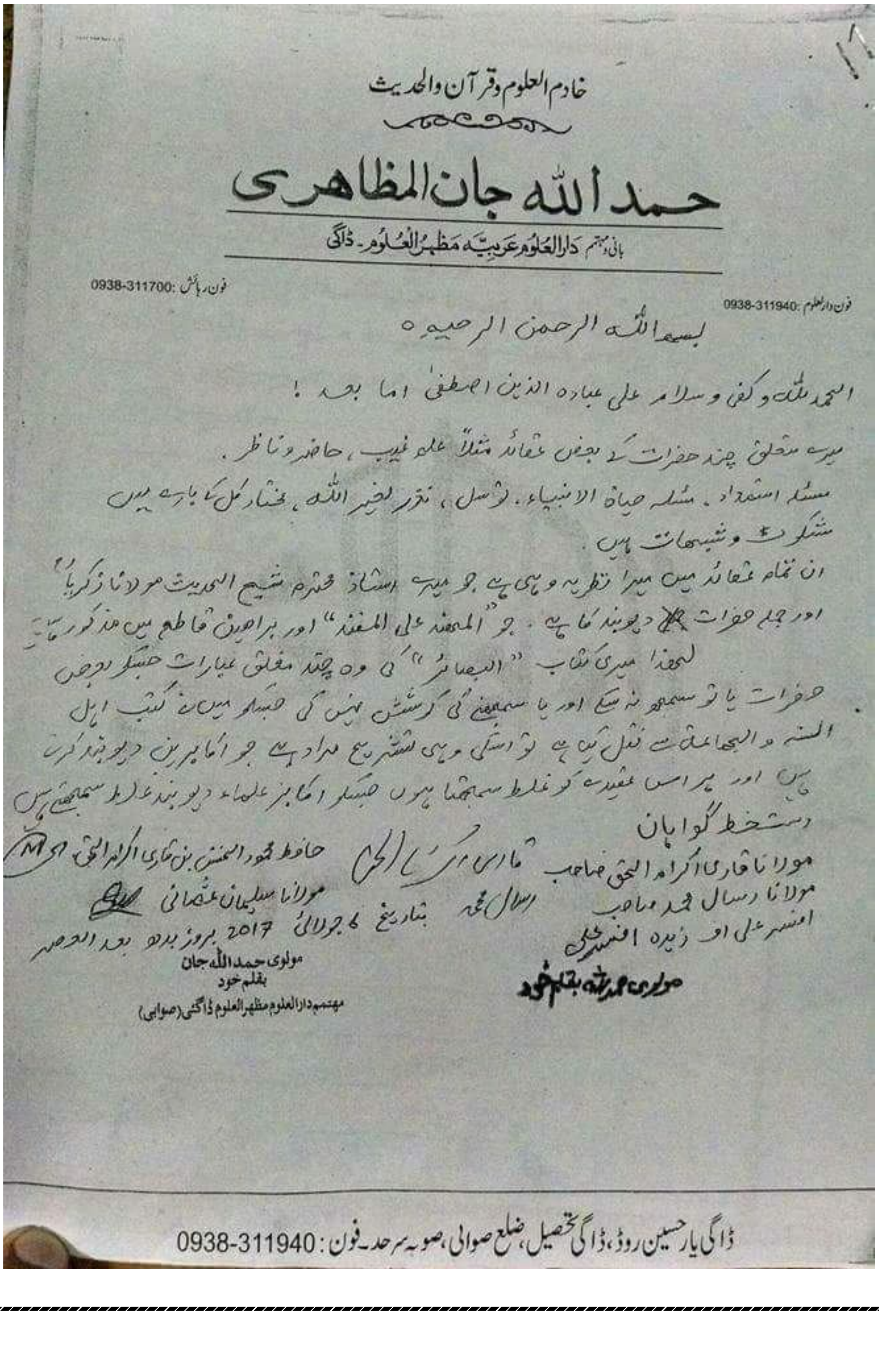

خادم العلوم وقرآن والحدیث

حمد اللہ جان المظاہری

بانی ومہتمم دارالعلوم عربیہ مظہر العلوم - ڈاگی

فون رہائش: 0938-311700

فون دارالعلوم: 0938-311940

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

میرے متعلق چند حضرات کو بعض عقائد مثلاً علم غیب، حاضر وناظر.
مسئلہ استمداد. مسئلہ حیاۃ الانبیاء. توسل، نذر لغیر اللہ، مختار کل کے بارے میں
شکوک وشبہات ہیں.
ان تمام عقائد میں میرا نظریہ وہی ہے جو میرے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
اور جملہ حضرات دیوبند کا ہے. جو "المہند علی المفند" اور براہین قاطعہ میں مذکور ہے.
لہذا میری کتاب "البصائر" کی وہ چند مغلق عبارات جسکو بعض
حضرات یا تو سمجھ نہ سکے اور یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی جسکو میں نے کتب اہل
السنہ والجماعت سے نقل کی ہے تو اسکی وہی تشریح مراد ہے جو اکابرین دیوبند کرتے
ہیں اور میں اس عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں جسکو اکابر علماء دیوبند غلط سمجھتے ہیں

دستخط گواہان

مولانا قاری اکرام الحق صاحب — قاری اکرام الحق

حافظ محمود الحسن بن قاری اکرام الحق

مولانا رسال محمد صاحب — رسال محمد

مولانا سلیمان عثمانی

افسر علی او زیدہ — افسر علی

بتاریخ ۵ جولائی 2017 بروز بدھ بعد العصر

مولوی حمد اللہ جان
بقلم خود
مہتمم دارالعلوم مظہر العلوم ڈاگئی (صوابی)

مولوی حمد اللہ بقلم خود

ڈاگی یار حسین روڈ، ڈاگی تحصیل، ضلع صوابی، صوبہ سرحد۔فون: 0938-311940

رضاخانی دعوت اسلامی شیخ الحدیث مفتی منظور فیضی کا تاریخی فتوی

علماء دیوبند کے متعلق جو فتوی سیدی پیر مہر علی شاہ نے دیا ہے کہ علماء دیوبند اہل سنت کا عظیم فرقہ ہیں یا پیر شرقپوری نے ان حضرات کے نوری وجود ہونے کو تسلیم کیا ہے یا خواجہ غلام فرید نے اکابرین دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی کے ولی کامل ہونے کا فتوی مقابیس المجالس میں دیا ہے واقعی ان بزرگان دین کی کتابوں میں یہ فتاوی جات مسطور ہیں اور صحیح ہیں باقی سیدی اعلی حضرت فاضل بریلوی کا فتوی کفر لاعلمی کی بنا پر تھا جب علماء دیوبند کی کتب المہند وغیرہ جیسی کتابیں منظر عام پر آئیں تو اعلی حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فتاوی کفر سے رجوع کر کے تمہید ایمان اور سبحان السبوح وغیرہ میں صاف الفاظوں میں لکھ دیا کہ حاشا للہ حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو تو مسلمان ہی جانتا ہوں اور مولوی اسمعیل دہلوی پر بھی کفر کا فتوی نہیں دیتا یہ اعلی حضرت بریلوی کا وہ آخری فتوی ہے جس پر مہر حق ثبت کرتے ہوئے سیدی وسندی قبلہ مولوی احمد سید شاہ صاحب کاظمی نے الحق المبین میں فتوی دیا ہے کہ اکابرین علمائے بریلویت نے کبھی بھی علماء دیوبند کو نہ کافر کہا ہے اور نہ کسی کتاب میں ان کو کافر لکھا ہے بلکہ ہم ان کو سنی مسلمان ہی سمجھتے ہیں ۔

فتوے کا عکس اگلے صفحہ پر

اس فتوے کے اصلی ہونے کے وہی تمام دلائل ہیں جو حسام الحرمین میں فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کے دلائل ہیں (جس کی تفصیل مقدمہ کتاب میں گزر چکی ہے) ان دلائل کی موجودگی میں ہر اس رضاخانی کو مبلغ ”ایک کروڑ روپے“ انعام جو اس فتوی کو جعلی ثابت کرے ۔فھل من مبارز

بسم الله الرحمن الرحيم

لدى حضرت الاقدس حضرت الشیخ مفتی اسلام ... فیصل آباد ... مدینہ منورہ

سوال نمبر ۱۔ امام حرمین شریفین کے پیچھے ہم اہل سنت بریلوی مسلک کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ امام حرمین کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں۔ نجدی وہابیوں کی حکومت کے ہوتے ہوئے ہم پر حج یا ادائے حج فرض ہے یا نہیں

[illegible] مدینہ شریف میں آپ نے فرمایا تھا جو عرس پر جانا ہو وہ [illegible] ... میں ملاقات خود تشریف لاتے ہیں ...

سوال نمبر ۲۔ ... کیا اہل سنت کہنا صحیح ہے یا نہیں کیونکہ ... دیا ہے کہ علماء دیوبند اہل سنت کا عظیم فرقہ ہیں اور ... ان حضرات کو قرآن و حدیث تسلیم کیا ہے خواجہ غلام فرید نے ... اولیاء میں شمار کیا ہے اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے دو فتوے ہیں ایک میں کافر کہا ہے ... میں مسلمان کہا ہے

فون 234353 المستفتی۔ عبد النبی رضوی نیصلی مدینہ منورہ باب ... سعودی عرب ۔ ص ۔ ب ۹۸۸۹

جواب نمبر ۱ ۔ امام حرمین لعنۃ اللہ کے امام اور مسجد نبوی کے امام قطعی طور پر کافر ہیں اور ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں اور ان کے پیچھے کسی سنی بریلوی مسلمان کی نماز نہیں ہوتی اور جو لوگ ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں ان کا نکاح باطل ہے ... اقتداء میں نماز ادا نہیں کی اور نجدی وہابیوں کی حکومت کی تباہی تک کسی سنی بریلوی پر حج فرض ہے اور نہ ادائے حج جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب ... میں فتویٰ دیا ہے کہ جب تک نجدی وہابی لعین علیہ ما علیہ کا قبضہ حجاز مقدس میں ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں ۔

جواب نمبر ۲ ۔ ... جنازہ میں رسول اکرم ﷺ شریف نہیں لاتے بلکہ اس کے جنازہ کی ... [illegible] کسی آدمی کو اجازت ... [illegible] ... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ نبی اپنی امت کا ... ہوتا ہے ۔

جواب نمبر ۳ ۔ علماء دیوبند کے متعلق جو فتویٰ ... نے دیا ہے کہ علماء دیوبند اہل سنت کا عظیم فرقہ ہیں ... [illegible] ... نے تسلیم کیا ہے یا خواجہ غلام فرید نے ... مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی ... کا فتویٰ ... المجالس میں دیا ہے واقعی ان سے ... ان دونوں کی کتابوں میں ... سطور میں اور صحیح ہیں ... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فتویٰ کفر ... علماء دیوبند کی کتب ... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فتویٰ کفر ... تمہید الایمان ... سبحان السبوح وغیرہ میں ... حاشا وکلا ... ہرگز ان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو تو مسلمان ہی جانتا ہوں اور مولوی اسماعیل دہلوی پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں دیتا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی وہ آخری فتویٰ ہے جس پر ... کرتے ہوئے ... مولوی احمد رضا ... نے ... میں فتویٰ دیا ہے کہ ہمارا ان کا ... علماء دیوبند کو ... کافر کہتا ہے ... ان کو کافر ... ہیں ۔ ۔ ۔

فقیر ... مفتی جامعہ ... لاہور ضلع بہاولپور

... ۱۱/۸/۱۹۸۱ ...

رضا خانی تنظیم المدارس کی طرف سے جلالی کی گستاخی پر اظہار مذمت

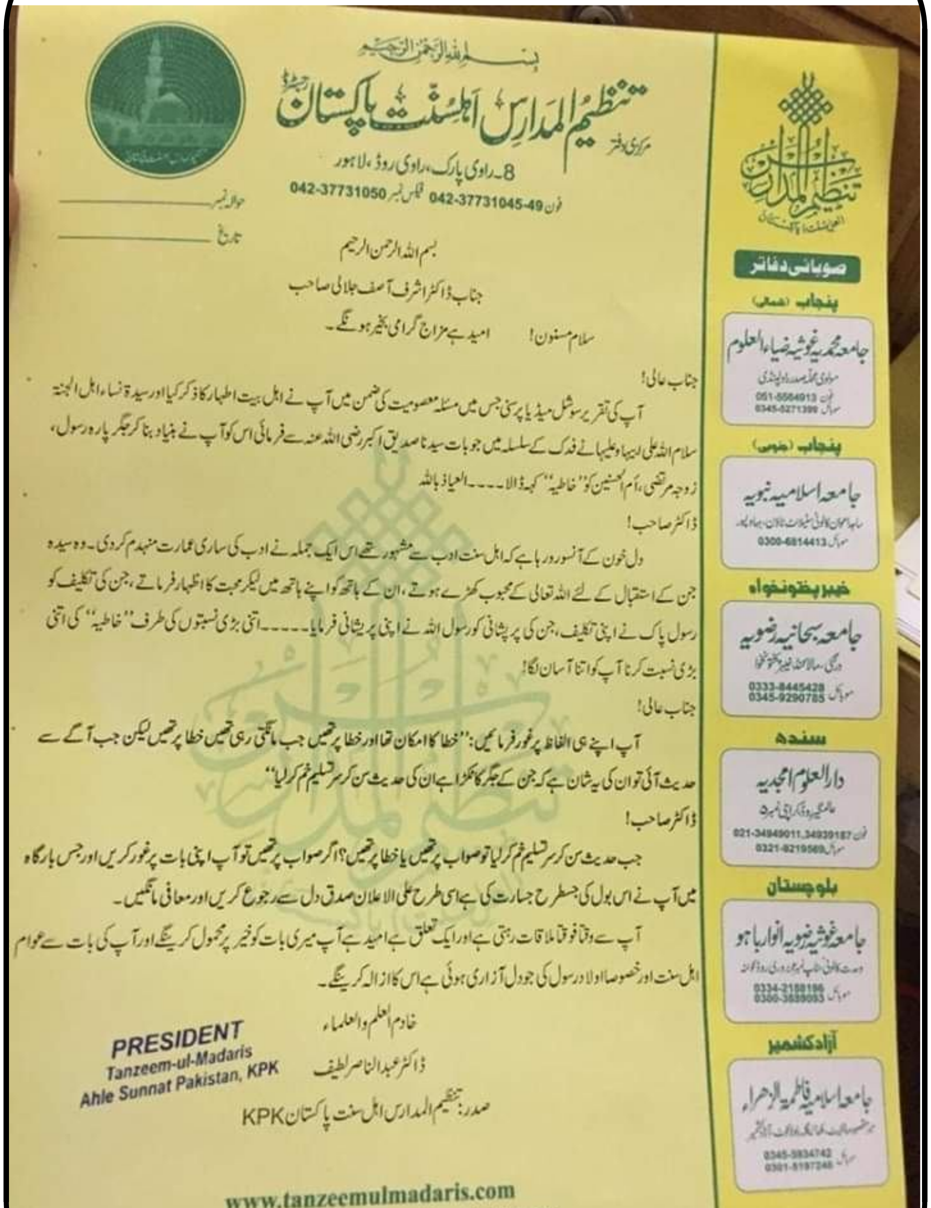

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان (رجسٹرڈ)

مرکزی دفتر 8۔ راوی پارک، راوی روڈ، لاہور

فون 042-37731045-49 فیکس نمبر 042-37731050

حوالہ نمبر ________

تاریخ ________

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب

سلام مسنون! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

جناب عالی!

آپ کی تقریر سوشل میڈیا پر نبی جس میں مسئلہ معصومیت کی ضمن میں آپ نے اہل بیت اطہار کا ذکر کیا اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا نے فدک کے سلسلہ میں جو بات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمائی اس کو آپ نے بنیاد بنا کر جگر پارہ رسول، زوجہ مرتضی، ام الحسنین کو "خاطیہ" کہہ ڈالا۔۔۔۔۔ العیاذ باللہ

ڈاکٹر صاحب!

دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ اہل سنت ادب سے مشہور تھے اس ایک جملہ نے ادب کی ساری عمارت منہدم کر دی۔ وہ سیدہ جن کے استقبال کے لئے اللہ تعالی کے محبوب کھڑے ہوتے، ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر محبت کا اظہار فرماتے، جن کی تکلیف کو رسول پاک نے اپنی تکلیف، جن کی پریشانی کو رسول اللہ نے اپنی پریشانی فرمایا۔۔۔۔۔ اتنی بڑی نسبتوں کی طرف "خاطیہ" کی اتنی بڑی نسبت کرنا آپ کو اتنا آسان لگا!

جناب عالی!

آپ اپنے ہی الفاظ پر غور فرمائیں: "خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں جب مانگتی رہی تھیں خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہے ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا"

ڈاکٹر صاحب!

جب حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا تو صواب پر تھیں یا خطا پر تھیں؟ اگر صواب پر تھیں تو آپ اپنی بات پر غور کریں اور جس بارگاہ میں آپ نے اس بول کی جسطرح جسارت کی ہے اسی طرح علی الاعلان صدق دل سے رجوع کریں اور معافی مانگیں۔

آپ سے وقتاً فوقتاً ملاقات رہتی ہے اور ایک تعلق ہے امید ہے آپ میری بات کو خیر پر محمول کرینگے اور آپ کی بات سے عوام اہل سنت اور خصوصاً اولاد رسول کی جو دل آزاری ہوئی ہے اس کا ازالہ کرینگے۔

خادم العلم والعلماء

ڈاکٹر عبدالناصر لطیف

صدر: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان KPK

PRESIDENT
Tanzeem-ul-Madaris
Ahle Sunnat Pakistan, KPK

www.tanzeemulmadaris.com
Email: info@tanzeemulmadaris.com

تنظیم المدارس

صوبائی دفاتر

پنجاب (شمالی)
جامعہ محمدیہ غوثیہ ضیاء العلوم
فون 051-5564913
موبائل 0345-5271399

پنجاب (جنوبی)
جامعہ اسلامیہ نبویہ
موبائل 0300-6814413

خیبر پختونخواہ
جامعہ سبحانیہ رضویہ
موبائل 0333-8445428
0345-9290785

سندھ
دار العلوم امجدیہ
فون 021-34949011, 34939187
موبائل 0321-8219569

بلوچستان
جامعہ غوثیہ رضویہ انوار باہو
موبائل 0334-2188186
0300-3839053

آزاد کشمیر
جامعہ اسلامیہ فاطمۃ الزہراء
موبائل 0345-5834742
0301-5197246

رضاخانی مشائخ کا جلالی کی گستاخی پر جلالی سے اظہار لاتعلقی

حامدا و مصلیا

مؤرخہ 23 جون 2020 بروز منگل **مرکز صراط مستقیم** تاج باغ لاہور ہمیں **ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب** کی طرف سے ایک نشست کیلئے بلایا گیا جسکی اطلاع حضرت قبلہ مفتی میاں تنویر احمد نقشبندی دام ظلہ (آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف) نے ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ہمیں دی چنانچہ ہم سب وہاں پہنچے، ہم انکے ادارہ کی لائبریری میں تقریباً پون گھنٹہ بیٹھے رہے اور پھر ڈاکٹر صاحب تشریف لاکر سب سے فرداً فرداً ملے بعدازاں وہ صوفہائے صدارت پر جلوہ فرما ہو گئے اور یوں گویا ہوئے کہ **"میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ تشریف لائے، آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"**

اس پر **قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی** صاحب نے فرمایا کہ **"ہم آپکی خدمت میں صرف ایک درخواست لیکر آئے ہیں کہ آپ اہلِ سنت و جماعت کے وسیع تر مفاد کیلئے اپنے جملہ "فدک کا مطالبہ کرتے ہوئے سیدہ خطا پر تھیں" سے رجوع کریں تاکہ اضطراب ختم ہو"** ڈاکٹر صاحب نہایت جارحانہ انداز میں قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب سے مخاطب ہوئے کہ **"اگر آپ غیر شرعی مطالبہ کریں گے تو میں اسکو نہیں مانوں گا"** بعدازاں قبلہ حافظ نے فرمایا کہ **"ہم نہ تو آپکو مسئلہ سمجھانے آئے ہیں اور نہ آپ سے سمجھنے،"** اس پر ڈاکٹر صاحب نے مناظرانہ لہجے میں کہا **"جو آپ مجھ سے کہلوانا چاہتے ہیں وہ مجھے لکھ کر دیں تاکہ پھر میں آپکو بتاؤں کہ میں کیا چاہتا ہوں"**۔ اس ساری گفتگو سے ہم نے یہ بھانپ لیا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اس جملے سے سرِمُو انحراف کرنے والے نہیں پھر اسکے بعد نہاں خانہ میں دوبارہ ان سے بات ہوئی لیکن وہ نہ مانے اور اپنے دلائل و براہین کو دھمکی آمیز لہجے میں کبار علماء مشائخ کے سامنے باآوازِ بلند بیان کرتے رہے۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب نے بہت سخت اور متکبرانہ رویہ رکھا **چنانچہ تمام علماء مشائخ انکے اس رویّہ پر نالاں ہو کر واپس تشریف لے آئے**، چونکہ اس نشست میں کراچی سے علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب اور جناب مفتی عابد مبارک صاحب نے بھی شرکت کرنا تھی لیکن وہ تاخیر سے تشریف لائے

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

کیونکہ وہ دونوں حضرات اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے اچانک کراچی سے روانہ ہوئے اور خود گاڑی ڈرائیو کر کے تشریف لائے اسلئے تاخیر ہوئی۔ پھر اسکے بعد رات تقریباً 9 بجے **علامہ قبلہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب** (کراچی) **مفتی عابد مبارک صاحب** (کراچی) **علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب، قبلہ میاں تنویر احمد نقشبندی صاحب، پیر سید کرامت علی حسین صاحب، مفتی فدا حسین رضوی صاحب** وغیرہم ایک جگہ جمع ہوئے تو وہاں مفتی عابد مبارک صاحب نے جلالی صاحب کے کارِخاص جناب آصف صاحب سے رابطہ کیا کہ جو رویہ اور جواب آج صراطِ مستقیم مرکز میں آنے والے علماء مشائخ کیساتھ تھا اگر وہی ہمارے لئے بھی ہے تو ہم **معذرت خواہ** ہیں اس پر آصف صاحب نے کہا کہ میں کچھ دیر میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ کر بتاتا ہوں، قصہ مختصر کہ انہوں نے تقریباً 10 سے زیادہ بار کال کی اور آگے سے بالترتیب یہ جوابات ملے

"قائدِ محترم مہمانوں کے پاس ہیں، قائدِ محترم سے عرض کر کے بتاتا ہوں، قبلہ ڈاکٹر صاحب اندر چلے گئے ہیں، قبلہ ابھی خود بات نہیں کر سکتے، میں بات کروا رہا ہوں، قبلہ وضو فرما رہے ہیں وہ غیرہ وغیرہ"

اس پر ہم سب نے جناب آصف صاحب کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب کو اپنا احتجاج رکارڈ کروایا اور رات 2 بجے مجلس برخواست ہوئی۔

1/2

رضاخانی چوٹی کے بزرگ حسین الدین شاہ کا جلالی کارد اور اظہار لاتعلقی

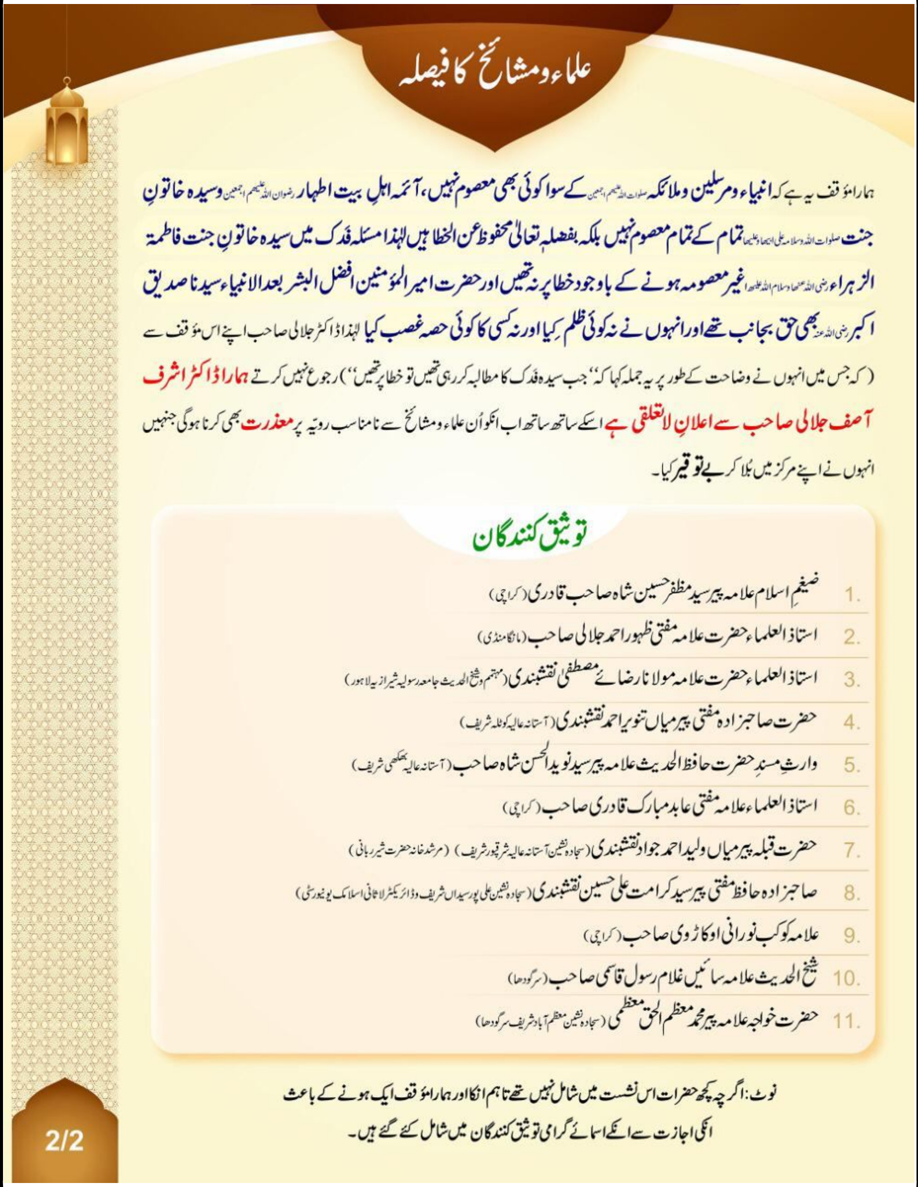

علماء ومشائخ کا فیصلہ

ہمارا مؤقف یہ ہے کہ انبیاء ومرسلین وملائکہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں، آئمہ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین وسیدہ خاتونِ جنت صلوات اللہ وسلامہ علی ابیھا وعلیھا تمام کے تمام معصوم نہیں بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ عن الخطا ہیں لہٰذا مسئلہ فدک میں سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا وسلام اللہ علیھا غیر معصومہ ہونے کے باوجود خطا پر نہ تھیں اور حضرت امیر المؤمنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حق بجانب تھے اور انہوں نے نہ کوئی ظلم کیا اور نہ کسی کا کوئی حصہ غصب کیا لہٰذا ڈاکٹر جلالی صاحب اپنے اس مؤقف سے (کہ جس میں انہوں نے وضاحت کے طور پر یہ جملہ کہا کہ ''جب سیدہ فدک کا مطالبہ کر رہی تھیں تو خطا پر تھیں'') رجوع نہیں کرتے ہمارا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب سے اعلانِ لاتعلقی ہے اسکے ساتھ ساتھ اب انکو اُن علماء ومشائخ سے نامناسب رویہ پر معذرت بھی کرنا ہوگی جنہیں انہوں نے اپنے مرکز میں بُلا کر بے توقیر کیا۔

توثیق کنندگان

1. ضیغمِ اسلام علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی)
2. استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب (مانگامنڈی)
3. استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا رضائے مصطفیٰ نقشبندی (مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)
4. حضرت صاحبزادہ مفتی پیر میاں تنویر احمد نقشبندی (آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف)
5. وارثِ مسندِ حضرت حافظ الحدیث علامہ پیر سید نوید الحسن شاہ صاحب (آستانہ عالیہ بھکھی شریف)
6. استاذ العلماء علامہ مفتی عابد مبارک قادری صاحب (کراچی)
7. حضرت قبلہ پیر میاں ولید احمد جواد نقشبندی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف) (مرشد خانہ حضرت شیر ربانی)
8. صاحبزادہ حافظ مفتی پیر سید کرامت علی حسین نقشبندی (سجادہ نشین علی پور سیداں شریف وڈائریکٹر لاثانی اسلامک یونیورسٹی)
9. علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب (کراچی)
10. شیخ الحدیث علامہ سائیں غلام رسول قاسمی صاحب (سرگودھا)
11. حضرت خواجہ علامہ پیر محمد معظم الحق معظمی (سجادہ نشین معظم آباد شریف سرگودھا)

نوٹ: اگرچہ کچھ حضرات اس نشست میں شامل نہیں تھے تاہم انکا اور ہمارا مؤقف ایک ہونے کے باعث انکی اجازت سے انکے اسمائے گرامی توثیق کنندگان میں شامل کئے گئے ہیں۔

2/2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم
راولپنڈی ○ پاکستان

Jamia Rizwia Zia-ul-Uloom (Regd.)
RAWALPINDI - PAKISTAN

تاریخ: 29-جون 2020ء ---------- حوالہ نمبر ----------

اعلانِ لاتعلقی

گلستانِ مہرعلی "جامعہ رضویہ ضیاء العلوم" مرکزِ علم سے وابستہ خادمانِ دین وعلمِ دین، عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے مطابق صحابہ کرام، اہلِ بیتِ اطہار اور اُمہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم وتوقیر، ادب واحترام کرتے ہیں۔ اُن کی بے ادبی وگستاخی کو "حرام" سمجھتے ہیں۔

☆ سیّدۃ نساء اہل الجنۃ، سیّدہ، طیبہ، طاہرہ، مُطَہّرہ، فاطمۃ الزہراء البتول، بضعۃ الرسول کے مقام کو سمجھنے سے عاجز، التطہیر من اللہ سے آپ کو ارفع مقام پر جانتے اور "محفوظ عن الخطاء" مانتے ہیں۔ سلام اللہ علیہا

☆ خلیفہ اوّل امیر المؤمنین، سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسئلہ فدک میں "محفوظ عن الخطاء" مانتے ہیں۔

☆ تاریخ اسلام کا "ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب" پہلا شخص جس نے جگر گوشہء رسول سلام اللہ علیہا کی شانِ رفیع کے خلاف کہا:

"جب مانگ رہیں تھیں خطا پر تھیں"

☆ "جانِ احمد کی راحت" رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو "خطاء پر" کہنے والا خود "خاطی وخطا کار" ہے۔
"رداءِ نزاہت" پر خطاء کا دھبہ لگانا سیّدہ پاک کی اذیت کا سبب، جو رحمتِ دوعالم نبی اکرم ﷺ کی ایذاء کا باعث ہے۔
رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما أرابھا ویؤذینی ما آذاھا" (متفق علیہ)

ڈاکٹر جلالی کا دل آزار بیان اندرون و بیرون ملک جس مسلمان نے بھی سنا اُسے دُکھ ہوا، اس کی مذمت کی، ڈاکٹر کے اساتذہ، علماء ومشائخ اہلسنت، ساداتِ کرام اور دیگر طبقات نے توبہ ورجوع کی دعوت دی، مگر!۔۔۔ اصلاح پذیر ہونے کی بجائے مخلصانہ نصیحت کرنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا اور اس کے پیروکاروں نے علماء ومشائخ اہل سنت کے خلاف انتہائی نازیبا، گستاخانہ زبان استعمال کی۔

اہل سنت کے لئے مزید پریشانی کا سبب یہ بھی ہے کہ سیّدہ پاک کی شان میں گستاخی کسی یزیدی نے نہیں بلکہ سنی کہلوانے والے ایک مذہبی ڈاکٹر نے کی ہے۔ "ادارہ ضیاء العلوم" ڈاکٹر جلالی صاحب کے بیان پر اپنا ناصحانہ، مخلصانہ مدلل علمی ویڈیو بیان جاری کر چکا ہے۔ تاہم اُس کے مُصر علی الخطاء رہنے پر ہم اعلان کرتے ہیں کہ:

"جب تک خاطی شخص اپنے کئے پر نادم ہو کر شرعی آداب کے مطابق غیر مشروط طور پر توبہ نہیں کرتا۔
"ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں"، ہم اُس کے دلآزار قول کی حمائت کرنے والوں سے بھی "برأت کا اظہار" کرتے ہیں۔"

"ادارہ ضیاء العلوم" سے علمی فیض پانے والے وفادار حفاظ، قراء، فضلاء، خطباء ومدرسین اور وابستگان کو ہدایت کرتے ہیں کہ:

"ڈاکٹر مذکور سے لاتعلق رہیں، اُس کے ادارہ وتنظیم میں شامل ہونے سے گریز کریں"۔
"اور اس کے حمائتیوں سے سوال وجواب، بحث ومباحثہ کر کے وقت ضائع نہ کریں"۔

حافظ محمد اسحاق ظفر
(ناظم تعلیمات)

نوٹ: استاذنا الکریم حضرت شیخ الحدیث پیر ابوالخیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ کی اجازت سے جاری کیا گیا۔

۱- جامع مسجد سبزمنڈی راولپنڈی ○ ۲۰- ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

Ph:+92-51-4450404-4840404 Fax:4580404
Web:www.ziaululoom.net Email:ziaululoom1@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید الکونین وعلیٰ الک واصحابک یا مدد الحسن والحسین

نبوی مہمانوں کیلئے جامعۃ الشریعہ

جَامِعَةُ الشَّرِيْعَةِ لِلضُّيُوْفِ النَّبَوِيَّةِ
وجامع مسجد علی حسین (رجسٹرڈ)

گلی نمبر 12,11 المدینہ کالونی (علوی پارک) جھمرہ روڈ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

041-4311180
0300-7621730
0300-7679027

زیر انتظام: وابستگان آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ تونسویہ جڑانوالہ شریف

جامعہ کے جاری شعبہ جات:
1۔ شعبہ حفظ القرآن والتجوید 2۔ شعبہ درس نظامی بمع عصری تعلیم
3۔ شعبہ انعقاد محافل واشاعت دین (بزم علی حسین برائے طلباء جامعۃ الشریعہ)
4۔ شعبہ تحقیق (i) دار الافتاء (ii) علی المرتضیٰ دار المطالعہ

مہتمم: مفتی سید محمد ارشد بخاری

Date: ۲۷ شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق 20 جون 2020ء

Ref. #

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

کے قابل اعتراض جملہ کے حوالہ سے ہمارا موقف اور مطالبہ

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے مطالبۂ فدک پر ڈاکٹر جلالی صاحب کا خودساختہ جملہ کہ "وہ خطا پر تھیں"

ہم اس جملہ کی پر زور مذمت کرتے ہیں کیونکہ متقدمین ومتاخرین سے سیدہ پاک کے لئے یہ الفاظ ثابت نہیں یہی وجہ ہے کہ جلالی صاحب اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود یہ جملہ ثابت نہیں کر سکے دور حاضر کے حقیقی علماء اہل سنت بھی اس جملے کو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف منسوب کرنا سوئے ادب سمجھتے ہیں۔ جس کے نظائر سوشل میڈیا پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

یہ جملہ عوام وخواصِ اہلسنت بالخصوص سادات کے دلوں کو چھلنی کر گیا ہے۔ اس حوالے سے جلالی صاحب نے بہت سارے وضاحتی جملے بولے ہیں ان سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ جلالی صاحب کی نیت میں گستاخی کا تصور نہیں ہے۔ لیکن جملہ مذکورہ سے اعلانیہ صریح رجوع اور توبہ ثابت نہیں ہو رہی۔

کٹھن گھڑیوں کے طویل انتظار کے بعد ہم جلالی صاحب سے یہ پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس جملہ سے اعلانیہ رجوع اور توبہ فرمائیں۔ تاکہ موجودہ بدامنی اور بے چینی ختم ہو اور سیدۂ پاک سلام اللہ علیہا ہم سے راضی ہو جائیں۔

ایسا کرنے سے جلالی صاحب کی جلالت ووجاہت کم نہیں ہو گی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو گا۔ ان شاء اللہ

اگر سیدہ پاک ناراض ہوگئیں تو سب اعمال ضائع ہوجائیں گے۔

واللہ اعلم ورسولہ بالصواب

خادم العلم والعلماء الصلحاء
الراقم: سید محمد ارشد بخاری

صدر دار الافتاء

مظفر حسین شاہ کے چیلے کا واٹس ایپ میسج

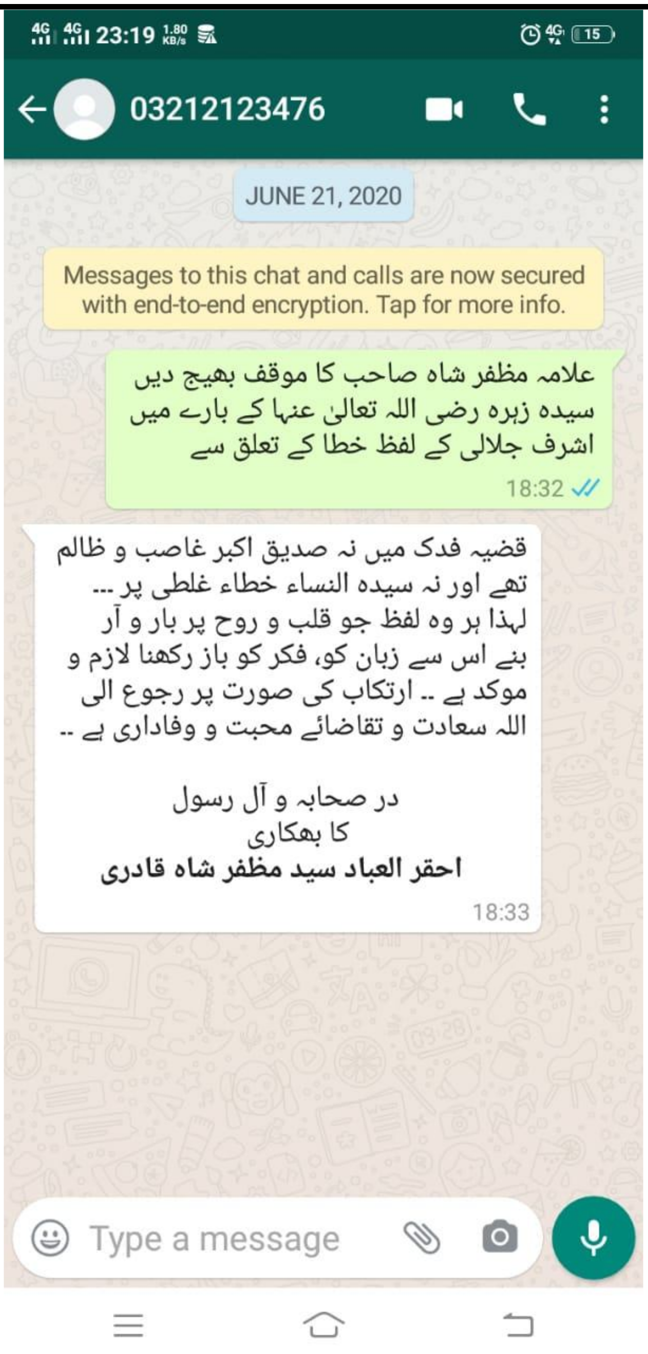

مختلف اخبارات میں جلالی گستاخی کی مذمت

اسلام آباد، کراچی اور کوئٹہ سے شائع ہونے والا واحد قومی روزنامہ

ABC Certified

Daily Qudrat

روزنامہ قدرت کراچی

قیمت 5 روپے

dqudrat@gmail.com marketing.qudrat@gmail.com فیکس نمبر: 32218088 فون نمبر: 021-32218088 ، 32218090

جلد 12 ہفتہ 20 جون 2020، 28 شوال المکرم 1441ھ شمارہ 332

بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی توہین کرنیوالا خارج اسلام ہے' علمائے اہلسنت

امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی کا آصف جلالی کو اپنی غلطی سے رجوع کرنے اور توبہ کا مشورہ

بی بی فاطمہؓ کی توہین کا مرتکب اسلام سے خارج ہے' پیر محبوب کاظمی' کوکب نورانی اور دیگر علمائے کرام کا شدید ردعمل

کراچی (پ ر) نام نہاد اسکالر ہومیو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی جانب سے خاتون جنت' جگر گوشہ رسول ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ملک بھر میں شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی نے باقاعدہ ڈاکٹر آصف جلالی کو خط لکھ کر انکی غلطی پر توجہ دلائی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت گولڑوی کی عبارت کا مفہوم ان کا خودساختہ ہے آج تک اہلسنت میں سے کسی ایک نے بھی سیدہ کائنات کے خطا پر ہونے کا قول صادر نہیں کیا' پیر سید عرفان شاہ مشہدی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ میرے نزدیک صحابہ کی گستاخی کرنے والوں (باقی صفحہ 3 بقیہ نمبر 10)

بقیہ نمبر 10

ملعون اور جہنمی ہے لیکن جناب سیدہؓ کی گستاخی کرنے والا اس سے بھی بڑا ملعون اور جہنمی ہے جبکہ سجادہ نشین و جانشین امیر ملت پیر منور حسین شاہ نے آصف جلالی کو مباہلے کا چیلنج دے دیا ہے انہوں نے کہا کہ کیا اس ملا نے اہلسنت کو لاوارث سمجھا ہوا ہے؟ مذہبی اسکالر علامہ پیر سید ذوالفقار علی شاہ نے اپنے ویڈیو پیغام میں ڈاکٹر اشرف جلالی کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ فوراً اپنے موقف پر رجوع کرے ورنہ حالات کشیدہ ہو سکتے ہیں' علامہ مفتی نوید عباسی نے کہا کہ حکومت کہاں ہے کیا اسے توہین اہلبیت و صحابہ نظر نہیں آ رہی ہے جامع مسجد غوثیہ ہجرت کالونی میں خطبہ جمعہ میں انہوں نے کہا کہ باغ فدک کے معاملے پر آصف جلالی نے سراسر سیدہ فاطمہ زہراؓ کی توہین کا جرم کیا ہے اور وہ سچے دل سے توبہ کریں' پیر سید واحد محبوب کاظمی چشتی نے کہا کہ بی بی فاطمہ کی توہین کرنے والا اسلام سے خارج ہے' علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی نے اپنے ویڈیو پیغام میں کہا کہ اشرف جلالی کے الفاظ قطعی ناقابل برداشت ہیں وہ رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں' علامہ سید ظفر حسین شاہ نے کہا کہ میں آصف اشرف جلالی کے بیان کی پرزور مذمت کرتا ہوں وہ فوری طور پر توبہ کریں' جماعت اہلسنت آزاد کشمیر کے امیر سید محمد اسحاق نقوی نے مرکزی جامع مسجد بنیاں والا میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی سورہ آل عمران کی آیت مباہلہ' آیت تطہیر وغیرہ جناب سیدہ فاطمہؓ کی قدر و منزلت کی گواہی دے رہی ہیں' سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ سیدہ فاطمہؓ کی نسبت خطا کا لفظ کہنے والے اپنے ایمان کی فکر کریں' پرنسپل جامع نعیمیہ مفتی گلزار احمد نعیمی نے اپنے بیان میں کہا کہ جب انسان راہ ہدایت سے بھٹک جائے اور جھوٹی شہرت کا متمنی ہو تو وہ ایسے ہی گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا ہے' دریں اثناء جناب سیدہ فاطمہؓ سے اظہار عقیدت کے لئے جامع مسجد داتا گنج بخش میں سیدہ کائنات کانفرنس منعقد کی گئی جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر جلالی آپ اہلسنت کے لئے کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھولے بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے الفاظ سے رجوع کریں' صدر تنظیم المدارس اہلسنت کے پی کے صدر نے آفیشل پیغام میں کہا کہ آپ نے اپنے الفاظ سے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے توبہ کرکے اس کا ازالہ کریں۔ اس کے علاوہ مذمت کرنے والوں میں راولپنڈی سے علامہ غلام محمد چشتی، خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہڑہ شریف جناب حامد نواز نقشبندی، جامع مسجد اکبری صاحب موہڑہ چھپر سے مصنف کتب کثیر علامہ صاحبزادہ منصور احمد صابری، جامع مسجد حضرت عبداللہ اسلام آباد سے قاری عزیز حیدر قادری، مسجد غوث اعظم ڈھمیال روڈ راولپنڈی سے حضرت علامہ قاری سید رسول چشتی، جامع مسجد غوثیہ ریاضیہ راولپنڈی سے مفتی اصغر علی ہزاروی ضیائی، علامہ عبدالمجیب الکیری، علامہ عبدالغفور نقشبندی، علامہ مسعود بن عبدالعزیز، قاری محمد افتخار نقشبندی، علامہ رفیع اللہ قادری، علامہ قاری سجاد احمد چشتی، لاہور سے معروف عالم دین ممتاز احمد ربانی، میرپور کھڑی شریف سے قاری سید تنویر الحسن، باغ آزاد کشمیر سے پیر سید خضر حسین شاہ، گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر سے سید ظہیر حسین بخاری شامل ہیں۔

DAILY EEMAAN ABC CERTIFIED

روزنامہ
ایمان
کراچی
بانی: علامہ جیلانی چاندپوری

جلد نمبر:17 | ہفتہ 28 شوال المکرم 1441ھ 20 جون 2020ء فون: 4-34022243 | شمارہ نمبر 166

بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی توہین کرنے والا خارج اسلام ہے — علمائے اہلسنت

امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی کا آصف جلالی کو اپنی غلطی سے رجوع کرنے اور توبہ کا مشورہ

جناب سیدہؑ کی گستاخی کرنیوالا ملعون اور جہنمی ہے' عرفان شاہ مشہدی ''خطا'' کا لفظ کہنے والا اپنے ایمان کی فکر کرے' مظفر حسین شاہ

بی بی فاطمہؑ کی توہین کا مرتکب اسلام سے خارج ہے' پیر محبوب کاظمی' کوکب نورانی اور دیگر علمائے کرام کا شدید ردعمل

کراچی (پ ر) نام نہاد اسکالر ہومیو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی جانب سے خاتون جنت' جگر گوشہ رسول ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ملک بھر میں شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی نے باقاعدہ ڈاکٹر آصف جلالی کو خط لکھ کر انکی غلطی پر توجہ دلائی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت گولڑویؒ کی عبارت کا مفہوم ان کا خود ساختہ ہے آج تک اہلسنت میں سے کسی ایک نے بھی سیدہ کائنات کے خطا پر ہونے کا قول صادر نہیں کیا' پیر سید عرفان شاہ مشہدی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ میرے نزدیک صحابہ کی گستاخی کرنے والوں ملعون اور جہنمی ہے لیکن جناب سیدہؑ کی گستاخی کرنے والا اس سے بھی بڑا ملعون اور جہنمی ہے جبکہ سجادہ نشین و جانشین امیر ملت پیر منور حسین شاہ نے آصف جلالی کو مباہلے کا چیلنج دے دیا ہے انہوں نے کہا کہ کیا اس ملا نے اہلبیت کو لاوارث سمجھا ہوا ہے؟ مذہبی اسکالر علامہ پیر سید ذوالفقار علی شاہ نے اپنے وڈیو پیغام میں ڈاکٹر اشرف جلالی کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ فوراً اپنے موقف پر رجوع کرے ورنہ حالات کشیدہ ہو سکتے ہیں' علامہ مفتی نوید عباسی نے کہا کہ حکومت کہاں ہے کیا اسے توہین اہلبیت و صحابہ نظر نہیں آ رہے جامع مسجد غوثیہ ہجرت کالونی میں خطبہ جمعہ میں انہوں نے کہا کہ باغ فدک کے معاملے پر آصف جلالی نے سراسر سیدہ فاطمہ زہرہؑ کی توہین کا جرم کیا ہے اور وہ سچے دل سے توبہ کریں' پیر سید واحد محبوب کاظمی چشتی نے کہا کہ بی بی فاطمہ کی توہین کرنے والا اسلام سے خارج ہے' علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی نے اپنے وڈیو پیغام میں کہا کہ اشرف جلالی کے الفاظ قطعی ناقابل برداشت ہیں وہ رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں' علامہ سید ظفر حسین شاہ نے کہا کہ میں آصف اشرف جلالی کے بیان کی پُرزور مذمت کرتا ہوں وہ فوری طور پر توبہ کریں' جماعت اہلسنت آزاد کشمیر کے امیر سید محمد اسحاق نقوی نے مرکزی جامع مسجد بنیاں بالا میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی سورہ آل عمران کی آیت مباہلہ' آیت تطہیر وغیرہ جناب سیدہ فاطمہؑ کی قدر و منزلت کی گواہی دے رہی ہیں' سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ سیدہ فاطمہؑ کی نسبت خطا کا لفظ کہنے والے اپنے ایمان کی فکر کریں' پرنسپل جامع نعیمیہ مفتی گلزار احمد نعیمی نے اپنے بیان میں کہا کہ جب انسان راہ ہدایت سے بھٹک جائے اور جھوٹی شہرت کا تمنائی ہو تو وہ ایسے ہی گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا ہے' دریں اثناء جناب سیدہ فاطمہؑ سے اظہار عقیدت کے لئے جامع مسجد داتا گنج بخش میں سیدہ کائنات کانفرنس منعقد کی گئی جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر جلالی آپ اہلسنت کے لئے کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھولے بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے الفاظ سے رجوع کریں' صدر تنظیم المدارس اہلسنت کے پی کے صدر نے آفیشل پیغام میں کہا کہ آپ نے اپنے الفاظ سے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے توبہ کر کے اس کا ازالہ کریں۔ اس کے علاوہ مذمت کرنے والوں میں روالپنڈی سے علامہ غلام محمد چشتی، خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہڑہ شریف جناب حامد نواز نقشبندی، جامع مسجد اکبری صاحب موہڑہ چھپر سے مصنف کتب کثیر علامہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری، جامع مسجد حضرت عبد اللہ اسلام آباد سے قاری عزیز حیدر قادری، مسجد غوث اعظم دھمیال روڈ راولپنڈی سے حضرت علامہ قاری سید رسول چشتی، جامع مسجد غوثیہ ربانیہ روالپنڈی سے مفتی اصغر علی ہزاروی ضیائی، علامہ عبد الحبیب الخیری، علامہ عبد الغفور نقشبندی، علامہ مسعود بن عبد العزیز، قاری محمد افتخار نقشبندی، علامہ رفیع اللہ قادری، علامہ قاری سجاد احمد چشتی، لاہور سے معروف عالم دین ممتاز احمد ربانی، میرپور کھڑی شریف سے قاری سید تنویر الحسن، باغ آزاد کشمیر سے پیر سید خضر حسین شاہ، گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر سے سید ظہیر حسین بخاری، شامل ہیں۔

[redacted]

روزنامہ
کشمیر لنک
مظفر آباد
Daily Kashmir Link

مظفرآباد: ڈپٹی اسپیکر سردار عامر الطاف کی زیر صدارت قانون ساز اسمبلی کے اجلاس سے وزراء کرام اور ممبران اسمبلی خطاب کر رہے ہیں۔

آزاد کشمیر اسمبلی حضرت فاطمہ رضؓ کی شان میں گستاخانہ بیان کیخلاف قرارداد متفقہ منظور

قرارداد پیر سید علی رضا بخاری نے پیش کی ممبران اسمبلی کا اہم مذہبی معاملے پر قرارداد لانے پر ممبر اسمبلی کو خراج تحسین

خاتون جنت پوری امت کیلئے انتہائی قابل احترام و مقدس ہستی ہیں، فاروق طاہر، گستاخی کرنیوالا فتنہ ہے، شوکت شاہ

مظفرآباد (خصوصی خبر نگار) آزاد جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی نے بدھ کے روز ممبر اسمبلی پیر سید علی رضا بخاری کی طرف ایک بدبخت شخص کی طرف سے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ کی شان میں گستاخانہ بیان کے خلاف (باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 8)

آزاد کشمیر اسمبلی، لاء کمیشن ترمیمی ایکٹ اتفاق رائے سے منظور

بیرسٹرز رجسٹریشن، لاء کمیشن اینڈ لیجسلیشن ایکٹ قائمہ کمیٹیوں کے سپرد، اجلاس آج پھر ہوگا

مظفرآباد (خصوصی خبر نگار) آزاد جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی کا اجلاس ڈپٹی اسپیکر سردار عامر الطاف کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ بدھ کے روز ہونے والے اجلاس (باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 30)

بقیہ نمبر 8

بقیہ نمبر 30

[redacted]

مذہبی راہنما اشرف آصف جلالی پر 90 دن کیلئے گوجرانوالہ میں داخلے پر پابندی عائد

ڈپٹی کمشنر سہیل اشرف نے شہریوں کے احتجاج پر نوٹس لے کر داخلے پر پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا

گوجرانوالہ (سٹاف رپورٹر) نامور عالم دین اشرف آصف جلالی کی جانب سے دختر رسول ﷺ کی شان میں گستاخی پر شہریوں کا احتجاج، ڈپٹی کمشنر نے مذہبی جماعت کے سربراہ اشرف آصف جلالی کو تین ماہ کیلئے گوجرانوالہ بندی، زبان بندی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا مذہبی رہنما اشرف آصف جلالی کو 90 دن گوجرانوالہ میں داخلے پر پابندی عائد کی گئی ڈپٹی کمشنر سہیل اشرف نے شہریوں کے احتجاج پر نوٹس لیا اور داخلے پر پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

DAILY EEMAAN ABC

روزنامہ **ایمان** کراچی

بانی: علامہ جیلانی چاندپوری

جلد نمبر: 17 | ہفتہ 28 شوال المکرم 1441ھ 20 جون 2020ء فون: 4-34022243 | شمارہ نمبر 166

علمائے اہلسنت: بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی توہین کرنے والا خارج اسلام ہے

امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی کا آصف جلالی کو اپنی غلطی سے رجوع کرنے اور توبہ کا مشورہ

جناب سیدہ کی گستاخی کرنے والا ملعون اور جہنمی ہے' عرفان شاہ مشہدی ''خطا'' کا لفظ کہنے والا اپنے ایمان کی فکر کرے' مظفر حسین شاہ

بی بی فاطمہ کی توہین کا مرتکب اسلام سے خارج ہے' پیر محبوب کاظمی' کوکب نورانی اور دیگر علمائے کرام کا شدید ردعمل

کراچی (پ ر) نام نہاد اسکالر ہومیو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی جانب سے خاتون جنت، جگر گوشہ رسول ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ملک بھر میں شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے امیر جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ارشد سعید کاظمی نے باقاعدہ ڈاکٹر آصف جلالی کو خط لکھ کر انکی غلطی پر توجہ دلائی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت گولڑوی کی عبارت کا مفہوم ان کا خود ساختہ ہے آج تک اہلسنت میں سے کسی ایک نے بھی سیدہ کائنات کے خطا پر ہونے کا قول صادر نہیں کیا' پیر سید عرفان شاہ مشہدی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ میرے نزدیک صحابہ کی گستاخی کرنے والوں ملعون اور جہنمی ہے لیکن جناب سیدہ کی گستاخی کرنے والا اس سے بھی بڑا ملعون اور جہنمی ہے جبکہ سجادہ نشین و جانشین امیر ملت پیر منور حسین شاہ نے آصف جلالی کو مباہلے کا چیلنج دے دیا ہے انہوں نے کہا کہ کیا اس ملا نے اہلبیت کو لاوارث سمجھا ہوا ہے؟ مذہبی اسکالر علامہ پیر سید ذوالفقار علی شاہ نے اپنے وڈیو پیغام میں ڈاکٹر اشرف جلالی کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ فوراً اپنے موقف پر رجوع کرے ورنہ حالات کشیدہ ہو سکتے ہیں' علامہ مفتی نوید عباسی نے کہا کہ حکومت کہاں ہے کیا اسے توہین اہلبیت و صحابہ نظر نہیں آ رہے جامع مسجد غوثیہ ہجرت کالونی میں خطبہ جمعہ میں انہوں نے کہا کہ باغ فدک کے معاملے پر آصف جلالی نے سراسر سیدہ فاطمہ زہرہ کی توہین کا جرم کیا ہے اور وہ سچے دل سے توبہ کریں' پیر سید واحد محبوب کاظمی چشتی نے کہا کہ بی بی فاطمہ کی توہین کرنے والا اسلام سے خارج ہے' علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی نے اپنے وڈیو پیغام میں کہا کہ اشرف جلالی کے الفاظ قطعی ناقابل برداشت ہیں وہ رجوع کریں اور اللہ تعالی سے معافی مانگ لیں' علامہ سید مظفر حسین شاہ نے کہا کہ میں آصف اشرف جلالی کے بیان کی پرزور مذمت کرتا ہوں وہ فوری طور پر توبہ کریں' جماعت اہلسنت آزاد کشمیر کے امیر سید محمد اسحاق نقوی نے مرکزی جامع مسجد ہٹیاں بالا میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی سورہ آل عمران کی آیت مباہلہ' آیت تطہیر وغیرہ جناب سیدہ فاطمہ کی قدر و منزلت کی گواہی دے رہی ہیں' سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ سیدہ فاطمہ کی نسبت خطا کا لفظ کہنے والے اپنے ایمان کی فکر کریں' پرنسپل جامع نعیمیہ مفتی گلزار احمد نعیمی نے اپنے بیان میں کہا کہ جب انسان راہ ہدایت سے بھٹک جائے اور جھوٹی شہرت کا تمنائی ہو تو وہ ایسے ہی گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا ہے' دریں اثناء جناب سیدہ فاطمہ سے اظہار عقیدت کے لئے جامع مسجد داتا گنج بخش میں سیدہ کائنات کانفرنس منعقد کی گئی جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر جلالی آپ اہلسنت کے لئے کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھولے بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے الفاظ سے رجوع کریں' صدر تنظیم المدارس اہلسنت کے پی کے صدر نے آفیشل پیغام میں کہا کہ آپ نے اپنے الفاظ سے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے توبہ کرکے اس کا ازالہ کریں۔ اس کے علاوہ مذمت کرنے والوں میں راولپنڈی سے علامہ غلام محمد چشتی، خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہڑہ شریف جناب حامد نواز نقشبندی، جامع مسجد اکبری صاحب موہڑہ چھپر سے مصنف کتب کثیر علامہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری، جامع مسجد حضرت عبد اللہ اسلام آباد سے قاری عزیز حیدر قادری، مسجد غوث اعظم ڈھمیال روڈ راولپنڈی سے حضرت علامہ قاری سید رسول چشتی، جامع مسجد غوثیہ ربانیہ راولپنڈی سے مفتی اصغر علی ہزاروی ضیائی، علامہ عبد الحبیب الخیری، علامہ عبد الغفور نقشبندی، علامہ مسعود بن عبد العزیز، قاری محمد افتخار نقشبندی، علامہ رفیع اللہ قادری، علامہ قاری سجاد احمد چشتی، لاہور سے معروف عالم دین ممتاز احمد ربانی، میرپور کھڑی شریف سے قاری سید تنویر الحسن، باغ آزاد کشمیر سے پیر سید خضر حسین شاہ، گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر سے سید تطہیر حسین بخاری، شامل ہیں۔

احمد سعید کاظمی کا جلالی کو خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج بخیر؟

امید ہے بعافیت ہوں گے۔ صورت احوال یہ ہے کہ گزشتہ سے پیوستہ شب میرے علم میں یہ بات آئی کہ آپ نے باغ فدک کے مسئلہ پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع اور اہل سنت کے عقیدۂ معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ گولڑوی سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مخدومہ کائنات، جگر گوشہ رسول، خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت کر دی کہ معاذ اللہ وہ باغ فدک کے مطالبہ کرنے میں "خطا پر تھیں"۔ حالانکہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں دور تک ان الفاظ کا کوئی وجود ہی نہیں۔ جبکہ امکان خطا اور بات ہے وجود خطا اور۔ مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطاکار قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت درست نہیں ہے چہ جائے کہ حبیب کبریا سید الانبیاء ہمارے آقا و مولا تاجدار مدینہ ﷺ کی اس عظیم اور محبوب شہزادی کے بارے میں "خطا پر تھیں" کا جملہ بولنا کہ جنہیں آقائے نامدار ﷺ نے تمام جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا ہو، اور وہ ذات کہ جس کے ساتھ آقائے دو عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ امت کا احترام، ادب اور حیاء کا تعلق ہے اور ان کے ساتھ تقدس و مودت کا ایک ایسا ملکوتی احساس وابستہ ہے جو بیان سے باہر ہے ان کے بارے میں یہ جملہ بولنا ایک بہت بڑی جسارت اور انتہائی نامناسب ہے اور حضرت سیدہ کائنات کے متعلق آج تک علماء اہلسنت میں سے کسی نے اس قسم کا جملہ نہیں لکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اس عبارت کی تشریح کرتے وقت آپ کو مغالطہ ہوا اور آپ نے حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وہ بات منسوب کر دی جو انہوں نے ارشاد نہیں فرمائی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اس عبارت سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے کسی صورت مستنبط نہیں ہوتا۔

حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا یہ جملہ کہ "آیۂ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی بھی قسم کی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے" اپنے بیان میں واضح ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ انہیں طبقہ معصومین میں نہیں مان رہے جبکہ اگلا جملہ "اس کا مطلب یہ ہے اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیر میں داخل ہو گی"۔ اس میں حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اس مبارک اور مقدس گروہ کے لیے ایک مفروضہ قائم کیا اور پھر انہیں محفوظین میں شامل فرمایا اور ان جملوں میں وہی فرق ہے جو کہ معصوم اور محفوظ میں ہوتا ہے جو کہ عین مسلک اہل سنت ہے اور آپ نے بھی اپنے بیان کی ابتداء میں اس بات کو ذکر کیا ہے جبکہ بات وہاں تک رہتی تو درست تھی اور حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کا فرمان "اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اور پاک ہے" بتلا رہا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ سیدہ کائنات کو محفوظین میں شامل مان رہے ہیں کیونکہ سیدہ کائنات کا معصومین میں شامل ہونے کی نفی آپ پہلی عبارت میں فرما چکے ہیں۔

جناب والا! اگر آپ کا یہ استدلال تسلیم کر لیا جائے تو اس طرح تو ہر وہ شخص جس کا مطالبہ کماحقہ تسلیم نہیں کیا گیا وہ خطاکار قرار پائے گا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا "رب ارنی" کے الفاظ میں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں "لن ترانی" فرمانا اور اسی طرح حضرت سیدہ کائنات علیہا السلام اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا غلام کے مطالبہ پر غلام کی بجائے آپ ﷺ کی طرف سے تسبیحات فاطمہ تعلیم فرمانا۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو پھر ایک لامتناہی فہرست بن جائے گی جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت و دیگر محفوظین کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ تار تار ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے تو صرف یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیۂ تطہیر کو حضرات اہل بیت اطہار کی معصومیت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے یہ بات کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا "خطا پر تھیں" صراحۃً، اشارۃً، کنایۃً کہیں ثابت نہیں۔ یہ مفہوم آں جناب کا خود ساختہ ہے فقیر کی نگاہ سے آج تک کہیں نہیں گزرا کہ اہل سنت میں سے کسی ایک فرد نے بھی سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خطا پر ہونے کا قول کیا ہو۔

لہٰذا حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے آپ نے جو نتیجہ نکالا اور بیان کیا وہ کسی صورت درست اور قابل قبول نہیں۔

چونکہ آپ سے فقیر کا اخلاص پر مبنی ایک تعلق ہے لہٰذا احقاق حق کی خاطر فقیر اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے آپ سے گزارش کرتا ہے کہ برائے مہربانی کسی نئی بحث و تمحیص میں پڑنے کی بجائے کہ اس سے اہل سنت کیلئے کسی نئے فتنے کا دروازہ کھلے بہتر ہے اپنی سبقت لسانی کا اعتراف کرتے ہوئے فوری طور پر علی الاعلان ان الفاظ سے رجوع فرمائیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو راضی کریں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بر سر منبر ایک عورت نے ٹوکا اور آپ وہیں پر فرمائیں " امرأة أصابت ورجل أخطأ " کہ عورت حق پر ہے اور (مجھ) مرد سے خطا ہوئی ہے۔ تو ہمیں بھی علی الاعلان رجوع پر کیونکر مضائقہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین

تاریخ: 16 جون 2020

والسلام مع الاکرام

دعا گو و دعا جو

سید ارشد سعید کاظمی

خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

اعلیٰ حضرت کے پیر خانے سے جلالی کے گستاخ ہونے کا اعلان

Syed Najeeb Haider Noori

Sajjadah Nasheen

Khanqah e Barkaatiya, Marehra Shareef

سید نجیب حیدر نوری

سجادہ نشین

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس فقیر برکاتی نے مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہٗ کا ویڈیو کلپ دیکھا جس میں انہوں نے خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک کے معاملے میں "خطا پر تھیں" جیسے خلاف احتیاط جملے سے یاد کیا ہے۔ اس ویڈیو کلپ کے ساتھ ساتھ مولانا کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی کی ایک مختصر تحریر بھی پڑھی جس میں مولانا موصوف نے مولانا جلالی صاحب کو یہ نیک مشورہ دیا ہے کہ وہ "خطا پر تھیں" والے جملے سے رجوع فرمالیں۔ اس کے علاوہ اس احقر العباد نے حضرت مولانا سید ارشد سعید کاظمی صاحب زید مجدہٗ کی ایک نسبتاً طویل تحریر بھی پڑھی جو مجھے بہت مدلل اور متوازن نظر آئی۔ انہوں نے بہت اخلاص اور للٰہیت کے ساتھ مولانا جلالی صاحب زید مجدہٗ سے گزارش کی ہے کہ وہ سبقت زبان کے سبب ادا ہونے والے جملے سے رجوع فرمالیں۔

میں ان دونوں بزرگ علماء کرام کی تائید کرتا ہوں اور عرض گزار ہوں کہ ہمارے علمائے اہل سنت اپنے علم، تجربے، طاقت لسانی اور عقل و دانش کا استعمال مثبت کاموں میں کریں کہ ملت کو اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔

میں نے اُس ویڈیو کلپ کو بار بار دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی زید مجدہٗ اپنی تقریر کے دوران دراصل پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب پڑھنے میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں اُس وقت دو باتوں کا اندازہ نہیں ہو پایا۔ اوّلاً تو یہ کہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے وضاحتاً، اشارتاً یا کنایتاً کسی بھی طرح یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا پر بتا رہے ہیں۔ دوئم یہ کہ مولانا جلالی مدظلہ العالی کو اس کا بھی غالباً اندازہ نہیں ہو پایا کہ اُن کی زبان سے اُس بارگاہ میں جسارت ہو رہی ہے جو حبیب خدا ﷺ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور جن کے تشریف لانے پر پیغمبروں کے سردار ﷺ کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے تھے۔

خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باغ فدک کی مانگ کی تھی اس وقت ان کے علم میں نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی رو سے نبیوں کی میراث نہیں ہوا کرتی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس حدیث کے بارے میں بتایا تب ان کے علم میں یہ بات آئی۔ اس حدیث کی ایک راوی خود بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اس حدیث کی راوی ہونے سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ خاتون جنت اس بات سے راضی تھیں۔ جب تک یہ حدیث پاک ان کے علم میں نہیں لائی گئی تب تک وہ باغ فدک کو اپنی میراث سمجھنے میں حق بجانب تھیں کیوں کہ میراث کا قانون تو قرآنی فیصلہ ہے۔ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ خالص واقعاتی نقطۂ نظر سے بھی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطا پر نہیں تھیں۔

میں مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہٗ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس جملے سے رجوع فرما کر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ، آقائے نامدار پیارے محمد مصطفےٰ ﷺ اور اُن کی محبوب ترین ہستی خاتون جنت، عابدہ، طاہرہ، زاہدہ بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی کرلیں۔ والسلام

عافیت خواہ

سید نجیب حیدر قادری برکاتی

سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

۲۳ رجون ۲۰۲۰ء

Add: Bari Sarkaar, Marehra Shareef, Distt. Etah (U.P)

جلالی گستاخ کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم

OFFICE OF THE
Deputy Commissioner
HAFIZABAD

No. DC/SB/Entry-Ban/2020/317
Dated: 22.06.2020

ORDER.

WHEREAS, I Naveed Shahzad Mirza, Deputy Commissioner, Hafizabad have examined the report of the District Police Officer, Hafizabad received in this office vide his letter bearing No. 5750/SB dated 20.06.2020 regarding **entry ban** in respect of **Dr. Muhammad Ashraf Asif Jalali, (TYLRA) r/o Daroghwala, Lahore, in district Hafizabad** as he is in the habit of making provocative sectarian speeches against other sects. The said report was discussed in DIC meeting held on 20.06.2020 and all the members/LEAs endorsed the recommendations of District Police Officer, Hafizabad.

2. **AND WHEREAS,** I am satisfied that the said person is in the habit of making provocative sectarian speeches which is likely to generate sectarian provocation, prejudicial to the maintenance of public safety, if allowed to enter, reside or remain within the revenue limits of District Hafizabad. The residents of Hafizabad also lodged several complaints against him for taking necessary legal action as he delivered a controversial speech in Samanabad Lahore.

3. **AND WHEREAS,** to prevent him from acting in a manner prejudicial to public safety, ensure peace and maintenance of public order in the district, it is necessary to ban his entry in the district in exercise of the powers conferred upon me under clause (a) of the Sub Section I of Section 5 of the West Pakistan Maintenance of Public Order Ordinance, 1960 read with Punjab Maintenance of Public Order (Amendment) Ordinance, 2008 vide Sr. No. 5 of Notification bearing No. Legis.13-55/2007, dated 13.02.2008.

4. **NOW, THEREFORE.** In exercise of the above said powers, it is hereby ordered that *Dr. Muhammad Ashraf Asif Jalali, r/o Daroghwala, Lahore, (TYLRA) in district Hafizabad* shall not enter, reside or remain within the revenue limits of District Hafizabad.

5. **THIS ORDER** shall take effect immediately and shall remain in force for a period of 90-days (**three months).**

6. The **memorandum of grounds** on the basis of which this order has been passed is narrated below:-

i. That according to the report of District Police Officer, Hafizabad Dr. Muhammad Ashraf Asif Jalali delivered a controversial speech in Samanabad Lahore, which hurt the religious sentiments of the Ahle-Tashee sect and sectarian issue was created. He is in the habit of making objectionable / provocative speeches on sectarian issues.

ii. The issue was discussed in the meeting of DIC dated 20.06.2020 and all the participants / members of DIC unanimously opined that: -

a) Dr. Muhammad Ashraf Asif Jalali is a firebrand speaker and a sectarian activists. Your speeches are always provocative and inflammatory.

b) His arrival in District Hafizabad is likely to generate sectarian provocation, friction, ill-will and hatred between various sect.

c) That so many complaints have been received against him to the effect that he passed derogatory remarks against Syeda Fatim-ul-Zahir (R.A) due to which a case FIR No. 676/2020 u/s 298A has also been registered at PS, Samanabad Lahore.

GIVEN UNDER MY HAND ON THIS 22nd DAY OF JUNE, 2020.

(Naveed Shahzad Mirza)
Deputy Commissioner
Hafizabad

No. & Date Even:-

A copy is forwarded to:-

1. The Addl. Chief Secretary, (HOME), Govt. of the Punjab, Home

2). you are a fire brand speaker and sectarian activist and your speeches are always provocative and inflammatory.

3). that your arrival in District Gujranwala is likely to generate sectarian Provocation, friction, ill-will and hatred between various sects during and after Muharram.

You are at liberty to make representation to the government against the order.

This order shall take effect immediately and shall remain in force for a **period of ninety (90) days.**

GIVEN UNDER, my hand on this day of 19th June, 2020

(LT. (R) Sohail Ashraf)
Deputy Commissioner,
Gujranwala

Endst: No: No: DC/GA/ 350-CNT Dated: 19th June, 2020

A copy is forwarded for information and necessary action to:-

1. The Secretary, Govt. of the Punjab, Home Department, Lahore.
2. The Commissioner, Gujranwala Division, Gujranwala.
3. The Regional Police Officer, Gujranwala
4. The Deputy Commissioner, Lahore. (2 copies of order are enclosed herewith for service upon the above said persons. Served copy may be returned to this office for record).
5. The Capital Police Officer, Lahore, for similar action.
6. The City Police Officer, Gujranwala.
7. SNA, DC Office, Gujranwala.
8. Pwerson concerned through CPO, Gujranwala.

(LT. (R) Sohail Ashraf)
Deputy Commissioner,
Gujranwala

Page 2 of 2

مزید سکینز (عکس)

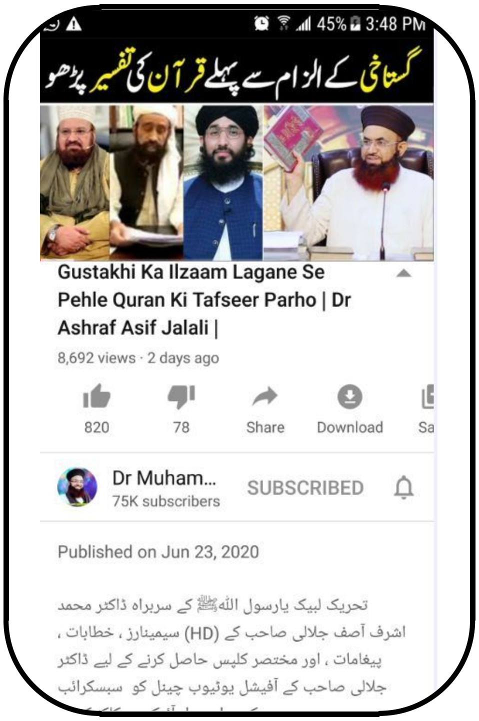

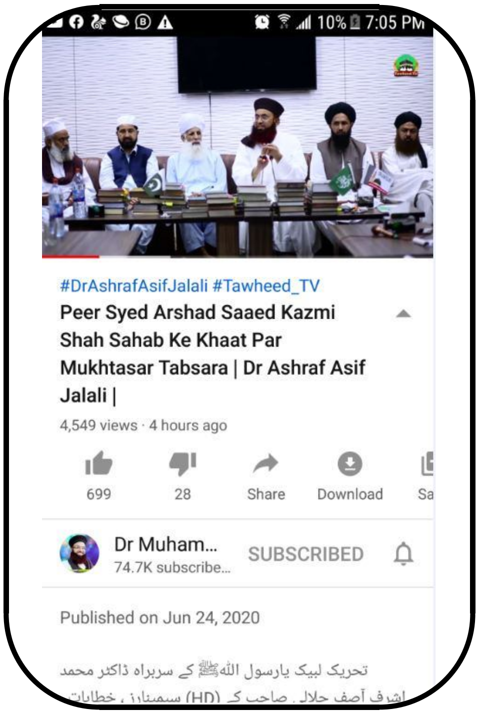

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کے ماخذ

آپ کے ہاتھ میں موجود کتاب استاد محترم حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کی مایہ ناز و مقبول عام کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کی تیسری اور آخری جلد ہے۔ یہ دراصل ''دفاع اکابر'' کے سلسلہ میں وہ کام ہے جس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔ آپ نے اپنی اس تصنیف لطیف میں اکابر دیوبند پر ہونے والے اہل بدعت کے ہر قسم کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ جس کی تعداد 340 تک پہنچتی ہے۔ ضمنی اعتراضات و جوابات کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ کتاب کی دوسری و تیسری جلد پر جاندار مقدمات خود مستقل ایک کتاب و تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ پوری دنیا میں اردو جاننے والوں کے ہاں اب یہ کتاب دفاع اکابر کی سب سے ضخیم دستاویز بلکہ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب کا موبائل سافٹ ویئر بھی آچکا ہے جو آپ Google Play Store سے بآسانی Download کر سکتے ہیں جس میں آپ نہ صرف کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں بلکہ اس کے مواد کو کہیں بھی کاپی پیسٹ بھی کر سکتے ہیں اور سرچ بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب کے عربی، انگریزی، فارسی ترجمہ پر کام جاری ہے۔ یہ کتاب استاد محترم نے تین سال کی انتھک محنت سے مکمل کی۔ جس میں اہل بدعت کی کم و بیش 529 کتب و رسائل اور فتاوی جس میں بعض کتب کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں اور اہل سنت کی تقریبا 458 کے قریب کتب کے حوالہ جات ہیں۔ گویا کم و بیش 987 کتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ وہ تعداد ہے جو سرسری طور پر مطالعہ سے سامنے آئی ورنہ ماخذ کی تعداد ہزار سے زائد ہے۔ دلائل کی مضبوطی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس کتاب کے جواب کیلئے اہل بدعت کی ایک پوری ٹیم اور جماعت باقاعدہ تنخواہ پر رکھ کر بٹھائی گئی اور جوابی کتاب کی اردو عبارات کے چناؤ تک کیلئے باقاعدہ ایک بندہ مقرر کیا گیا مگر الحمدللہ اس کتاب کے دلائل قاہرہ کے سامنے پوری اہل بدعت بے بس و لاچار ہے اور تا قیامت ان شاءللہ لاچار رہے گی۔ جو تھوڑی بہت کوشش کی گئی اس کا منہ توڑ جواب بھی اسی وقت دے دیا گیا تھا۔ اس کتاب میں بارہا استاد محترم کی طرف سے سامنے بیٹھ کر عبارات پر اہل بدعت کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا گیا مگر کسی بدعتی مناظر کو اب تک اس کی جرات ہوئی اور نہ ہو گی ان شاءللہ۔ دفاع اکابر کا یہ مبارک سلسلہ الحمدللہ اب اس تیسری جلد پر مکمل ہوا۔ ہم اس موقع پر کتاب کے متعلق شاہین ختم نبوت سفیر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کا جاندار تبصرہ پیش کر رہے ہیں اور بطور فائدہ آخر میں کتاب کے چند ماخذ کی لسٹ آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (ناشر)

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ العالی

مولانا ساجد خان نقشبندی نوجوان محقق صاحب قلم دبیان، عالم دین ہیں۔ اسی عنوان بالا پر ان کی ایک عظیم ضخیم کتاب پہلے شائع ہو چکی ہے۔ اب فروری ۲۰۱۹ء میں اس کی یہ دوسری جلد سامنے آئی ہے۔ اس کتاب میں دیوبندی مسلک پر تین سو اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ قارئین دیکھیں گے کہ ہر رقیق سے رقیق مخالف کے اعتراض کا جواب مصنف نے وقیع سے وقیع حوالہ جات کے ساتھ منقح کر

کے لکھاہے کہ جواب پڑھتے ہی مصنف کو خراج تحسین پیش کئے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔

ہمیں یہ بھی خوشی ہے کہ قادیانیوں کے وہ فرسودہ اعتراضات جن کا ساتھ ہی ساتھ امت نے جواب دے کر اپنا فرض منصبی ادا کیا مگر ان قادیانی اعتراضات کو مخالف نے نئی طرح سے گویا قادیانیت کی باتوں کو پیش کر کے اپنے اعتراض کے طور پر پیش کیا ہے۔مگر اس کتاب کے مصنف نے ان تمام اعتراضات کا واضح مدلل جواب ایسا قلمبند کیا ہے کہ واقعی یہ کتاب علماء اہل سنت دیوبند پر تین سو اعتراضات کے جوابات پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے۔کتاب میں قادیانی اعتراض کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کی کتب سے استفادہ کیا۔ایسا باطل شکن، دندان توڑ واضح اور مدلل تیس صفحات پر مشتمل جواب تحریر کیا جو حقائق افروز معلومات کا بے بہا گنجینہ ہے۔

کتاب بڑے سائز کے آٹھ صد چالیس صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔طباعت اشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع یہ کتاب ہے جو کام ایک اکیڈمی کے کرنے کا تھا اکیلے مصنف نے کر کے ہم سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔جس پر وہ ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ لولاک ص ۵۳، جولائی ۲۰۱۹)

اہل بدعت کی کتب

ابحاث اخیرہ
ابلیس کا رقص از اختر رضا
ابن تیمیہ علمائے دیوبند کی نظر میں
اتحاد بین المسلمین از عبد الستار خان نیازی
اتمام حجت از عبد الوہاب قادری
اثبات النسب از مشائخ چورہ شریف
اثبات علم غیب از غلام فرید ہزاروی
اجلی انوار رضا از حامد رضا
احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا از فیض احمد اویسی
احکام شریعت از خان صاحب
احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ از حشمت علی رضوی
احوال و آثار مفتی عزیز احمد از غلام اویس قرنی
اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ از رضاء المصطفی
اردو نثر میں علماء کا کردار از پروفیسر ایوب
ارفع الدرجات از بھتر الوی
اختیارات مصطفی ﷺ از مکتبۃ المدینہ
اخلاص التوحید از نواب صاحب
ازالۃ العار از خان صاحب
استنجاء کا طریقہ از الیاس عطار
اسرار قادری از صاحبزادہ غلام جیلانی
اسرار المشاق از غلام معین الدین گولڑوی
اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات از ڈاکٹر عدیل
اصلاح بہشتی زیور
اصلاح عقائد و اعمال از منیب الرحمن
اصول تکفیر از پیر چشتی پشاوری
اصول کافی از کلینی
اطیب البیان
اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت از پیر نصیر
اعلی حضرت کا فقہی مقام از عبد الحکیم قادری
اعلی حضرت کا فقہی مقام از پروفیسر مسعود
اعلاء کلمۃ اللہ
افکار نورانی
افضل الرسل از جماعت علی شاہ
افضلیت غوث اعظم از الطاف حسین
اکرام الحق
امام احمد رضا اور محدث کچھوچھوی
امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر از عبد الستار ہمدانی
امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں از مطیع الرحمن
امام احمد رضا خطوط کے آئینہ میں
امام احمد رضا کے افکار و نظریات از غلام یحیی
امام حرم اور ہم از اویسی
امام شاہ احمد نورانی از علامہ مہر محمد
انبیاء کرام کے بعد افضل کون؟ از مطیع الرحمن بنگالی
انطاق المفہوم ترجمہ احیاء علوم الدین از اویسی
انعام اللہ از فیض احمد اویسی
انقلاب حقیقت از صاحبزادہ عمر بیربل
انکشاف حق از مولوی خلیل خان برکاتی
انوار احناف از ابو کلیم صدیق
انوار آفتاب صداقت
انوار جمال مصطفی ﷺ
انوار الحفیظ
انوار رضا لاہور
انوار ساطعہ
انوار شریعت از نظام الدین ملتانی
انہار الانہار از خان صاحب
اوراق غم از ابو الحسنات قادری
اہداء المذکر از محمد اسحق غیر مقلد
اہلسنت کی پہچان از غلام ساقی
اہلسنت کی حقانیت کا غیر مقلدین سے ثبوت
ایسٹ انڈیا کمپنی کے باغی علماء از انتظام اللہ شہابی
ایک غلطی کا ازالہ از مرزا قادیانی
ایمان ابی طالب
ایمان کی پہچان حاشیہ تمہید ایمان
آزر کون تھا؟ از حنیف قریشی

آؤ حق تلاش کریں
آئینہ اہلسنت از کلیم فانی
آئینہ صلح کلیت از انیس عالم سیوانی
الاستمداد از مصطفی رضا خان
الاصلاح از گوندلوی غیر مقلد
البدور الاہلۃ
البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
البطش علی اللبس از عبدالمجید
البوارق اللامعہ
التحقیقات از نعیم الدین
التذکار السعید از اویسی
الجوابات السنیہ از سید احمد ابوالبرکات
الحجۃ الفائحہ از خان صاحب
الحجۃ الموتمنۃ از خان صاحب
الحق الصریح از امین اللہ پشاوری
الحق المبین از کاظمی
الدلائل القاہرہ
الدولۃ المکیۃ از خان صاحب
الداء والدوا از نواب صدیق حسن
الذنب فی القرآن از گردیزی
الروضۃ القیومیۃ از خواجہ محمد حسن
السوء العقاب از خان صاحب
الصوارم الہندیہ از حشمت علی
الاعتصام از عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی
العطایا القدیر از خان صاحب
الطاری الداری

الفضل الموہبی از خان صاحب
القواعد فی العقائد از غلام رسول
القول السدید فی رد علی عبدالمجید از جاوید
اقبال
الکلمۃ القاطعۃ از محمد راحت قادری
الکوکبۃ الشہابیۃ از خان صاحب
المعتقد المنتقد مع حاشیہ از فضل رسول
المعراج از افتخار الحسن
الامن والعلی از خان صاحب
المیزان کا امام احمد رضا نمبر
النجدیت از غلام فرید ہزاروی
النجوم الشہابیہ از محبوب رضوی
الانسان فی القرآن از نور الحسن شاہ کیلانی
بدایوں ۱۸۵۷ء میں از سلیمان بدایونی
برق آسمانی از حسن علی
برید مشرق از خوشتر نورانی
بریلوی سے مدینے سمیت بارہ رضوی
حکایات
بزم اولیاء از شبیر برادرز
بزم زید از ابوالحسن زید فاروقی
بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین
بصیرت از محمود رضوی
باطل اپنے آئینہ میں
باغی ہندوستان از مولوی عبدالشاہد
بلوغ المرام از صفی الرحمن
بلی کے خواب میں چھیچھڑے از اویسی

بہار شریعت از امجدی
پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں از حافظ
نعمت چشتی
پانچ مسائل کا جواب از عبدالوہاب قادری
پشت خار در افتخار از حشمت علی رضوی
پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں
تاریخ احمدیت
تاریخ اسلام از احمد رضا مکیش
تاریخ اہل حدیث
تاریخ خاندان برکات از شاہ اولاد رسول
تاریخ وکارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد
رضا از مجید قادری
تبلیغی جماعت کی حقیقت از مولانا ابوالحسن
زید فاروقی
تبلیغی جماعت کی نقاب کشائی
تجانب اہلسنت از حشمت علی رضوی
تجلیات امام احمد رضا
تجلیات انوار المعین از معین الدین
اجمیری
تجلی الیقین از خان صاحب
تحذیر الناس میری نظر میں از پیر کرم شاہ
تحریفات از فضل اللہ چشتی
تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینہ میں از
قاضی محمد اسلم
تحریک خلافت اور جناب اشرف علی
تھانوی

تحریک آزادی ہنداورسواداعظم از
پروفیسر مسعود
تحریک پاکستان اور مشائخ عظام از محمد
صادق
تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء
تحقیق از سیالوی
تحقیقات قادریہ
تحقیق مزید از محمود عباسی
تحقیق الاکابر فی قدم شیخ عبدالقادر از
اویسی
تحقیق المسائل از دیدار علی
تحقیق ہاشمی از ہاشمی میاں
تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا
کردار از تراب الحق
ترجمہ البیان از کاظمی
ترجمہ عوارف المعارف از شمس بریلوی
تذکار بگویہ
تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ
تذکرہ اکابر اہلسنت از شرف قادری
تذکرہ آزردہ از ڈاکٹر مختار الدین
تذکرہ صدر الشریعہ از الیاس عطار
تذکرہ علماء امرتسر از حکیم محمد موسی
تذکرہ علمائے اہل السنت و جماعت
لاہور از اقبال زید فاروقی
تذکرہ غلام رسول قلعوی
تذکرہ مشائخ قادری

تذکرہ مشائخ نقشبند
تذکرہ مظہر مسعود از پروفیسر مسعود
تذکرہ نوری
تذکرۃ الانبیاء از قاضی عبدالرزاق چشتی
تسکین الجنان از عبدالرزاق بھترالوی
تصحیح العقائد از رئیس احمد ندوی
تصریحات از مفتی نذیر احمد سیالوی
تصوف اور سیاست از یسین اختر مصباحی
تعلیمات اعلیٰ حضرت
تفسیر اسرار البیان از فیض علی شاہ
تفسیر تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی
تفسیر صراط الجنان
تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ
تفسیر فیوض الرحمن از اویسی
تفسیر مظہر القرآن از مفتی مظہر اللہ
تفسیر نعیمی از احمد یار و اقتدار خان
تفسیر الحسنات از حسنات القادری
تفہیم المسائل از مفتی منیب الرحمن
تقدیس الوہیت از عبدالحکیم
تقدیس الوکیل از قصوری
تقریری نکات از غلام حسن
تلخ و شیریں از مولانا محمود غیر مقلد
تمہید ایمان از خان صاحب
تنبیہات از عبدالمجید سعیدی
تنزیہ مکانۃ الزہراء از مفتی چمن
تنقیدات اقتدار بر نظریات اقبال

تنقیدات علی المطبوعات از اقتدار خان
تنقیدی جائزہ مع اہم فتاوی
تنویر الابصار از سیالوی
تنویر الخواطر از صوفی اللہ دتہ
توحید الرحمن از عبداللہ روپڑی
تہتر اسلامی فرقے از غلام سرور قادری
ثواب العبادات از شفیع اوکاڑوی
جدید مسائل از مفتی نظام الدین
جزاء اللہ عدوہ از خان صاحب
جلالی سوال جمالی جواب از احمد سندیلوی
جلاء العیون از باقر مجلسی
جامع کرامات اولیاء مترجم ذاکر سیالوی
جوانی کی بربادی از اویسی
جواہر البیان از نقی علی
جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان
جہاں رضا کا حکیم موسی امرتسری نمبر
جہانِ مفتی اعظم ہند
جاء الحق از احمد یار
حب علی از طاہر القادری
حج فقیر بر آستانہ پیر
حدائق بخشش از خان صاحب
حدیث دلبراں
حرمت تکفیر مسلم از ڈاکٹر عمیر
حرمت سجدہ تعظیمی از خان صاحب
حسام الابرار علی روس الاشرار از عبدالوہاب
حسام الحرمین اور مخالفین از انس عطاری

حسام الحرمین مع تمہید ایمان
حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال از پروفیسر مسعود
حقیقت فقہ حنفیہ از غلام حسین نجفی
حقیقۃ الفقہ
حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن از مولوی اسمٰعیل
حکایات اہلحدیث
حکمۃ القرآن از امین اللہ پشاوری
حلت سماع اور احادیث از منظور فیضی
حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین
حیات شاہ محمد اسحٰق
حیات صدر الافاضل
حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے از انتظام اللہ شہابی
حیات فقیہ اعظم ہند
حیات مولانا احمد رضا از پروفیسر مسعود
حیات الموات از خان صاحب
حی علی الفلاح از قمر الحق
خاک کربلا از افتخار الحسن
خدا کو یاد کر پیارے از شرف قادری
خالص الاعتقاد از خان صاحب
ختم نبوۃ از خان صاحب
ختم نبوت اور تحذیر الناس از تبسم شاہ
خزائن العرفان از نعیم الدین
خزینہ معرفت از شرقپوری
خزینہ معرفت از صوفی محمد ابراہیم
خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس از مجید قادری
خطرے کا سائرن از ابوداود صادق
خطرے کی گھنٹی از ابوداود صادق
خوابوں اور بشارتوں پر اعتراضات از شیخ الاسلام طاہر القادری
خوابوں کی تعبیر از اویسی
خون کے آنسو از مشتاق نظامی
خیابان رضا لاہور
خیر الکلام از گوندلوی
خیر آبادیات از اسید القادری
خیرۃ الخیریۃ از نواب صدیق حسن خان
چیلنج از غلام مہر علی
دار العلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند از حسن علی
دافع ازالۃ الوسواس از چشتی
دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ
دعوت فکر از منشا تابش قصوری
دفاع سیدا میر معاویہؓ از پیر قاسمی
دل کا چین از اویسی
دوام العیش از خان صاحب
دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا از مفتی حسن قادری
دوماہی الرضا انڈیا
دیوان سالک از گجراتی
دیوان محمدی
دیوبند سے بریلی از کوکب نورانی
دیوبندیت تاریخ وعقائد از طالب الرحمٰن
دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف
دیوبندیوں سے لاجواب سوالات
دیوبندی مذہب
دین ودنیا کی انوکھی باتیں از دعوت اسلامی
دیوبندیا نو خطرناک عقائد از افضل سلفی
ڈاکٹر آصف جلالی کا موقف از طاہر نواز
رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز
روشنی از ڈاکٹر احسن عابدی
رضا کوئز بک
رہنمائے جدول از مکتبۃ المدینہ
زبدۃ الآثار مترجم
ذکر بالجہر از غلام رسول سعیدی
راہ ورسم منزلہا از پیر نصیر
راہ جنت از اقتدار خان
رد اعتراضات مخبث
رجال کشی
رد شہاب ثاقب
رزم حق و باطل از صفی الرحمٰن غیر مقلد
رسائل اویسیہ
رسالہ تعزیہ داری از خان صاحب
رسائل رضویہ از حامد اینڈ کمپنی

رسائل طب از اویسی
رسائل محدث قصوری
رسائل میلاد المصطفی ﷺ
رسائل نعیمیہ از احمد یار
رسوم شیعہ از محمد حسین نجفی
رشید ابن رشید از ابویزید بٹ
رفع یدین از فیض احمد اویسی
روئیداد مناظرہ از عبد القادر گیلانی
روئیداد مناظرہ حسام الحرمین از عبد المجید
روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟
زائرین سرکار مدینہ ﷺ از اویسی
سبحان السبوح از خان صاحب
سبع سنابل
ستر باادب سوالات از حشمت علی
سد الفرار از حامد رضا
سراجا منیرا از ابراہیم سیالکوٹی
سر الاسرار مترجم
سرور القلوب از نقی علی خان
سفرنامہ انگلینڈ از اویسی
سفید وسیاہ از کوکب نورانی
سندیلوی کا چیلنج منظور ہے از عبد المجید
سوانح امام احمد رضا از بدر رضوی
سوانح حیات داتا گنج از فدا حسین
سوانح حیات مولانا غلام رسول
سوانح شیر بیشہ از مجبوب رضوی
سوانح عمری عبد اللہ غزنوی

سیدنا امیر معاویہؓ از رضا الحسن
سیدی ابوالبرکات از محمود رضوی
سیرت امیر ملت
سیرت اعلیٰ حضرت
سیرت المہدی از مرزا بشیر
سیرت انوار مظہریہ
سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ از حسیب القادری
سیرت رسول عربی ﷺ
سیرت غوث پاک از ضیاء اللہ قادری
سیرت فاطمۃ الزہراء از مفتی محمد راشد نظامی
سیرت مجدد الف ثانی از پروفیسر مسعود
سیف العطاء از عطاء بندیالوی
سیف القادری علی عنق الناصبی از اشتیاق حسین
سیف چشتائی پیر مہر گولڑوی
سیف سکندری از عبد الرحیم سکندری
شان حبیب الرحمن از گجراتی
شجرہ طیبہ از اختر رضا
شرح الاستمداد از مصطفی رضا خان
شرح المطالب از خان صاحب
شرح حدائق بخشش از اویسی
شرح کلام رضا از حسن قادری
شرح مسلم از سعیدی
شرعی استفتاء از اقتدار خان
شفاعت مصطفی ﷺ از فضل حق

شمارہ کلمہ حق لاہور
شمشیر اعلیٰ حضرت
شمشیر حسینی از مولوی غلام حسین
شہید ابن شہید
شیخ الاسلام محدث گھوٹوی
صاعقۃ الرضا از مولوی عبد الوہاب قادری
صبح بہاراں از الیاس عطار
ضرورت توحید از سعید کاظمی
ضیاء النبی ﷺ از پیر کرم شاہ
ضیاء پاشی از ظہور احمد جلالی
ضیائے مہر
طرق الہدی والرشاد از مصطفی رضا خان
طمانچہ
عاشقوں کی عید از اکمل قادری
عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
عجائب انکشاف
عرف الجادی
عرفان شریعت از خان صاحب
عرفان مذہب ومسلک از یسین اختر مصباحی
عصمۃ النبی از غلام مہر علی
عظمت حبیب کبریا از مولوی اسمعیل
عظمتوں کے پاسبان از شرف قادری
عقیدت پر مبنی اسلام از اوشیا سانیال
عقیدہ ختم نبوت
علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء از

ابوالحسن
علمائے اہلسنت سے روح اعلیٰ حضرت کی فریاد
علمائے دیوبند کا ماضی حکیم محمود غیر مقلد
علم وعمل از مولوی عبد القادر
علمی محاسبہ از مولوی فاروق رضوی قادری
عورت کی حکمرانی از عطاء چشتی
عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت
عید میلاد النبی ﷺ از مفتی اعظم افغانستان
غائبانہ نماز جنازہ از خان صاحب
کاروباری پیر اور زوال امت از عون سعیدی
کشف القناع از مظفر حسین
کرامات اعلیٰ حضرت
کرسچن کا قبول اسلام از الیاس عطاری
کلمۃ الحق از خواجہ معین الدین
کلیات مکاتیب رضا
کنز الایمان از خان صاحب
کنز الایمان اور مخالفین از مظفری ٹیم
کنز الحقائق
کوثر الخیرات از سیالوی
کیا میت کا کھانا جائز ہے؟ از اویسی
کیا ہر فرقہ کا ذبیحہ جائز ہے از مفتی غلام محمد شرقپوری
گستاخ رسول ﷺ کی سزا از میاں افتخار الحسن
فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر مسعود
فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں از پروفیسر مسعود
فتاویٰ ارشادیہ
فتاویٰ اشرف العلماء
فتاویٰ افریقہ از خان صاحب
فتاویٰ امجدیہ
فتاویٰ اویسیہ
فتاویٰ اہل الحدیث
فتاویٰ الجنۃ الدائمۃ
فتاویٰ بدر العلماء
فتاویٰ بحر العلوم
فتاویٰ حامدیہ
فتاویٰ حشمتیہ
فتاویٰ حصاریہ
فتاویٰ حنفیہ
فتاویٰ دیداریہ
فتاویٰ رضویہ
فتاویٰ شارح بخاری از شریف الحق
فتاویٰ صدر الافاضل
فتاویٰ علمیہ
فتاویٰ فقیہ ملت
فتاویٰ فیض الرسول
فتاویٰ مسعودی
فتاویٰ مصطفویہ
فتاویٰ مظہریہ
فتاویٰ ملک العلماء
فتاویٰ لطیفیہ
فتاویٰ نذیریہ
فتاویٰ نظامیہ
فتح محمد از شاہ سید فتح محمد
فتویٰ در جواز ہند و مسلم اتحاد از سیال شریف
فضائل دعا از نقی علی خان
فضل الوحید از اویسی
فقہائے پاک و ہند از اسحٰق بھٹی
فقہ الحدیث
فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد
فقیہ اسلام
فکر مدینہ مع ۱۴۱ حکایتیں از الیاس عطار
فوائد فریدیہ
فوز المقال
فیصلہ کیجئے از شیر محمد جمشیدی
فیصلہ مغفرت ذنب از ابوالخیر
فیصلہ مقدسہ از محبوب رضوی
فیضان اعلیٰ حضرت
فیضان سنت از الیاس عطار
فیض نقشبندی از اختر شاہجہاں
فیوض غوث یزدانی ترجمہ فتح الربانی از شرف قادری
قائد اعظم کا مسلک
قائد تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ از

قطب لاہور از حکیم محمود یعقوب
قوالی کی شرعی حیثیت از عطاء محمد
قوم لوط کی تباہ کاریاں از الیاس عطاری
قہر القاہر علی الکفار للیاڈر
قہر خداوندی از حسن علی
لطمۃ الغیب از پیر نصیر
ماہنامہ اعلی حضرت کا منظر اسلام بریلی نمبر
ماہنامہ اعلی حضرت بریلی
ماہنامہ افق کراچی
ماہنامہ القول السدید
ماہنامہ انیس اہلسنت
ماہنامہ تجلی دیوبند
ماہنامہ جام نور
ماہنامہ رضائے مصطفی ﷺ گوجرانوالہ
ماہنامہ سنی دنیا
ماہنامہ سنی لکھنو
ماہنامہ کنز الایمان
ماہنامہ متاع کارواں
ماہنامہ معارف رضا کراچی
ماہنامہ، منہاج القرآن
مآثر صدیقی
مثنوی غوثیہ از جہانگیر رضوی
مجالس علماء از پیرزادہ اقبال فاروقی
مجلہ المیلاد
مجلۃ حجۃ الاسلام لاہور
مجموعہ اشتہارات قادیانی
مجموعہ رسائل عقیدہ
محاسبہ دیوبندیت از حسن علی رضوی
محاسن کنز الایمان از شیر محمد اعوان
محدث اعظم کچھوچھوی از اختر شہاجہاں
محدث دہلوی از پروفیسر مسعود
محدث سورتی از خواجہ رضی حیدر
مدائح اعلی حضرت مع نغمۃ الروح
مدنی وہاشمی کا علمی محاسبہ از مفتی عبدالحکیم
مذاکرہ علمی از محمود رضوی
مرات العاشقین
مراۃ العقول از ملا باقر مجلسی
مراۃ المناجیح از گجراتی
مرقع شہادت از شمس بریلوی
مسلک ارباب حق
مسلم لیگ کی زریں بخیہ دریں از اولاد رسول
مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ از حامد رضا
مسئلہ تکفیر اور متکلمین
مصباح سنت از عبدالمجید
مصحح دماغ مجنون از محمد عبدالعظیم
مطالعہ پاکستان از تنظیم المدارس
مظلوم مبلغ
مظہر العلماء از خوشتر نورانی
معدن کرم از محمد اکرام
معرفت
معلم تقریر از گجراتی
مفتی اعظم کی استقامت
مقابیس المجالس
مقالات ابن عزیز
مقالات بندیالوی
مقالات رضویہ از عبدالحکیم
مقالات سعیدی
مقالات کاظمی
مقالات یوم رضا
مقامات مظہری مترجم
مقیاس النبوۃ
مقیاس النور
مقیاس حنفیت
مکمل تاریخ وہابیہ از از رمضان قادری
ملفوظات اعلی حضرت
ملفوظات مرزا قادیانی
ملفوظات مشایخ مارہرہ
ملفوظات مہریہ
مناظرہ جھنگ از اشرف سیالوی
مناقب مجدد اعظم از حسن علی رضوی
منبع انوار از میاں شیر محمد
مولانا سید برکات احمد از حکیم محمود برکاتی
مولانا فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون از حکیم برکاتی
مولانا فضل حق خیر آبادی مجموعہ مقالات از فضل حق قریشی
مولوی اسمعیل اور تقویۃ الایمان از ابو الحسن

زید فاروقی
مہر منیر
میزان الکتب از محمد علی نقشبندی
میزائل بجواب طمانچہ از حامد قریشی
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند؟ از جاوید منہاس
لطائف اعظمی
لمعۃ الضحیٰ از خان صاحب
لفظ کملی از ہاشمی میاں
نام ونسب از پیر گولڑوی
نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ
نجم الرحمن از پپلا نوی
نزل الابرار
نسب رسول از یونس شاہ کاظمی
نظر کی کمزوری کے اسباب از مکتبۃ المدینۃ
نماز کا جائزہ از الیاس عطاری
نقش نعل پاک ﷺ از اقتدار خان
نقوش عظمت رفتہ
نئے کچھوچھوی مذہب از سید حسینی اشرفی
نور العرفان
نور نور چہرے از شرف قادری
وصایا شریف از خان صاحب
وقار الفتاوی
ہدایۃ السالکین از پیر سیف الرحمن
ہدیہ بریلویت پر ایک نظر
ہدیہ ہاشمی
ھدیۃ المھدی
ہفت روزہ نئی دنیا
یاد اعلیٰ حضرت
۱۵ تقریریں از حشمت علی خان
۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں از رضوان احمد نوری

اہل سنت کتب

اس فہرست میں کچھ کتب کو اہل بدعت کے مقابل سنی کتب میں شمار کیا گیا ہے ان کے مندرجہ سے کلی اتفاق ضروری نہیں

اتحاف المہرۃ
احکام اسلام عقل کی نظر میں از حضرت تھانویؒ
احیاء علوم الدین
اخبار الاخیار
اخبار الصنادید از حکیم نجم الغنی
ارشاد الطالبین
ارواح ثلاثہ
ازالۃ الخفاء
الحاوی للفتاوی از سیوطی
الفرقان کا مفتی نسیم احمد نمبر
احتساب قادیانیت
اردو لغت تاریخی اصولوں پر
ارمغان احباب
اسد الغابۃ
اشرف الجواب
اشرف السوانح
اشعۃ اللمعات
اصول الحدیث للجرجانیؒ
افادات آزاد
اقبال کے حضور از نذیر نیازی
اقبال نامہ
اقبال کا ذہنی ارتقاء
اکمل البیان
امام محمد بن عبدالوہاب دعوت وسیرت
امداد الاحکام
امداد الفتاوی
امداد المشتاق
امیر اللغات
انتصار الاسلام از حجۃ الاسلام

انوار اقبال از بشیر احمد ڈار
امداد السلوک
انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا
اہلسنت کی پہچان از جماعت مبلغین
ایسٹ انڈیا کمپنی کے باغی علماء از انتظام اللہ شہابی
ایضاح الادلۃ
ایضاح الحق الصریح
ایمانی دستاویز
آب حیات
آکام المرجان قاضی شبلی حنفی
آپ کے مسائل اور ان کا حل
آزادی کی کہانی خود ان کی زبانی
آفتاب ہدایت از مولانا کرم الدین مرحوم
آفتاب نبوت
آنکھوں کی ٹھنڈک
الاتقان فی علوم القرآن از سیوطی
الاجوبۃ للاسئلۃ از زرقانی
الاحکام للآمدی
الاحکام فی اصول القرآن از ابن حزم
الاستعیاب لابن عبد البر
الاسماء والصفات للبیہقیؒ
الاشباہ والنظائر لابن النجیمؒ
الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ
الانسان الکامل از جیلی
الباعث الحثیث فی علوم الحدیث
البحر الرائق
البریقۃ المحمودیہ
البدائع الصنائع
البدایۃ والنہایۃ
التصریح علی التوضیح
التعریفات از جرجانی
التیسیر شرح الجامع الصغیر
الجامع الصغیر
الجوہرۃ النیرۃ
الجہد المقل از شیخ الہندؒ
الحدیقۃ الندیۃ
الدرر البہیۃ
الدرر السنیۃ
الدر الحکام
الدرر الکامنۃ از ابن حجر
الذخیرۃ البرہانیۃ
الرد الوافر از ناصر الدین دمشقی
الرسالۃ القشیریۃ
الریاض النضرۃ
السیرۃ الحلبیۃ
الطبقات الکبری از امام شعرانی
العرف الشذی
الفتاوی الکبری
الفرق بین الفرق
الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ
النکت الطریقہ
الفقہ علی المذاہب الاربعۃ
الکامل فی التاریخ
اللباب فی علوم القرآن
المبدع شرح المقنع
المبسوط
المجموع شرح المہذب از نووی
المحلی بالآثار
المدونۃ الکبری
المسامرہ شرح المسائرہ
المصالح العقلیہ از حضرت تھانویؒ
المستدرک علی الصحیحین
المعجم الصغیر
المغنی
المقصد الارشد فی ذکر اصحاب احمد
الملل والنحل
المنہاج
الموسوعۃ الفقہیہ
المہند علی المفند
النبراس
النجم خلافت نمبر
الیواقیت والجواہر از امام شعرانی
باقیات فتاوی رشیدیہ
بخاری شریف
براہین قاطعہ
برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار

بریلویت کا شیش محل
بریلویت از علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ
بریلوی فتنے کا نیا روپ
بستان العارفین للنووی
بلغۃ الحیران
بوادر النوادر
بوستان
بوئے گل نالہ دل از شورش کشمیری
بہشتی زیور
پاکستان منزل بہ منزل از شریف الدین پیرزادہ
پنجاب غلامی سے آزادی تک مترجم از طاہر کامران
پیغام پاکستان از حکومت پاکستان
تاریخ الاسلام للذہبی
تاریخ ابن خلکان
تاریخ بغداد
تاریخ دارالعلوم دیوبند
تاریخ دمشق
تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب
تاریخ مسلم لیگ از مرزا اختر
تالیفات رشیدیہ
تبییض الصحیفہ
تجلیات صفدر
تحذیر الناس
تحریرات حدیث از مولانا حسین علیؒ
تحریک پاکستان آٹھویں کے اردو کا سلیبس
تحریک پاکستان برائے ڈگری کلاسز
تحریک پاکستان ۱۸۵۷ تا ۱۹۴۷ از عبد اللہ مالک
تحریک پاکستان از پروفیسر عبداللہ
تحریک پاکستان میں علماء کا کردار از ایچ بی خان
تحریک خلافت از قاضی محمد عدیل
تحریک شیخ الہند
تحریک مسجد شہید گنجؒ
تحفۃ الاحوذی
تحفۃ الومولود از ابن جوزیؒ
تحفہ اثنا عشریہ
تحفہ قادریہ
تدریب الراوی
تذکرۃ الخلیل
تذکرۃ الرشید
تذکرۃ الحفاظ از ذہبی
ترجمہ حکیم الامتؒ
ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ
ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ
ترجمہ شیخ سعدیؒ
ترجمہ شیخ الہندؒ
ترمذی شریف
تصفیۃ العقائد
تعبیر پاکستان
تعبیر الرویا
تعطیر الانام از نابلسی
تعلیمات ابوالآئمہ از لکھنوی
تفسیر ابن کثیر
تفسیر امام ابن ابی حاتم
تفسیر بحر محیط
تفسیر بغوی
تفسیر بیضاوی
تفسیر بیان القرآن
تفسیر تاویلات اہل السنۃ
تفسیر ترجمان القرآن از ابوالکلام
تفسیر جلالین
تفسیر جواہر القرآن
تفسیر خازن
تفسیر درمنثور
تفسیر روح المعانی
تفسیر روح البیان
تفسیر زاد المسیر
تفسیر سمرقندی
تفسیر عزیزی
تفسیر عثمانی
تفسیر غرائب القرآن
تفسیر ماوردی
تفسیر محاسن التاویل
تفسیر مظہری

تفسیر معارف القرآن
تفسیر مقاتل ابن حیان
تفسیر کبیر
تفسیر قرطبی
تفسیر نسفی
تفہیمات الٰہیہ از شاہ ولی اللہؒ
تقاریر شیخ الہند
تقدیس حرم
تقریر بخاری
تقریر ترمذی
تقسیم ہند مترجم صفدر محمود
تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان
تقویۃ الایمان از منور حسین
تکمیل الایمان
تنقید متین از امام اہلسنتؒ
توضیحات عبارات اکابر
تہذیب التہذیب
تہذیب الکمال للمزیؒ
جامع بیان العلم وفضلہ
جامع الاصول فی احادیث الرسول از ابن اثیرؒ
جمعیۃ علماء کیا ہے؟
جنگ آزادی از پروفیسر ایوب
جہان دیدہ از شیخ الاسلام صاحب
حاشیۃ البیجوری علی جوہر التوحید
حاشیہ سیالکوٹی علی العقائد العضدیہ

حجۃ اللہ البالغہ
حجۃ الاسلام
حدائق الحنفیہ
حسن اللغات
حصول پاکستان از پروفیسر احمد سعید
حفظ الایمان مع بسط البنان
حقیقی دستاویز
حق پرست علماء کی مودودی سے ناراضگی کے اسباب
حلیۃ الاولیاء
حیات امیر شریعت
حیات محمد علی جناح
خارجی فتنہ از قاضی مظہر حسین
ختم الاولیاء از حکیم ترمذی
خدام الدین کا احمد علی لاہوری نمبر
خطبات احرار
خطبات حکیم الاسلامؒ
خطبات جمیل
خلفاء راشدین از معین الدین
دار قطنی
دار العلوم دیوبند کی تاریخی شخصیات
درر المعارف
دست وگریبان از قادری
دعوۃ الامام محمد بن عبد الوہابؒ
دلائل النبوۃ
ذخیرہ کرامات

ذکر اقبال از عبد المجید سالک
ذیل طبقات الحنابلہ
رسالہ عبیدیہ ترجمہ محمودیہ
رسائل ثنائیہ
رسائل چاند پوریؒ
رسائل ملا علی قاری
روزنامہ اردو نیوز ممبئی
روزنامہ ایکسپریس
روزنامہ آزادی کوئٹہ
روزنامہ جانباز
روزنامہ جسارت
روزنامہ جنگ
روزنامہ دنیا
روزنامہ صحافت دلی
روزنامہ محشر
روزنامہ ممبئی
روزنامہ نوائے وقت
روزنامہ نوائے وقت
روزنامہ نئی بات
روئیداد مجاہدین از محمد خواص
رئیس قادیان از مولانا رفیق دلاوری
ریاض الصالحین از نووی
ریشمی خطوط سازش
زاد المعاد
سبل الہدی والرشاد از صالحی
سرگزشت اقبال

سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ
سوانح سید حسین احمد مدنی از قاضی محمد زاہد الحسینی
سوانح قاسمی
سوانح مولانا محمد یوسف
سہ ماہی احوال وآثار
سیر اعلام النبلا للذہبی
سیرت سید احمد شہیدؒ
سیرت النبی ﷺ از مولانا عبد الشکور لکھنوی
سنن ابی داود
سنن ابن ماجہ
سنن ترمذی
سنن الکبری للبیہقی
سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح و افکار از شورش کاشمیری
شاہراہ پاکستان از چوہدری خلیق الزماں
شذرات الذہب
شرح ابن عقیل
شرح ابی داود للعینی
شرح خرپوتی
شرح سفر السعادۃ
شرح مسند ابی حنیفہ از ملا علی قاری
شرح معانی الآثار
شرح الشفاء از ملا علی قاری
شرح التبصرۃ والتذکرۃ
شرح العقائد
شرعۃ الاسلام
شرح الفقہ الاکبر
شرح المسلم
شرح المقاصد
شرح المواقف
شرح المواہب اللدنیہ از زرقانی
شرح نسیم الریاض از خفاجی
شرح عقود رسم المفتی
شرح فیصلہ ہفت مسئلہ
شفاء شریف از قاضی عیاض
شمائم امدادیہ
شہید کربلا از مفتی اعظم پاکستان
شہید کربلا اور یزید از حکیم الاسلام
صراط مستقیم
صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ
صحیفہ اقبال نمبر
ضیا القلوب
طبقات ابن السعد
طبقات الحفاظ
طوالع الانوار من مطالع الانظار از بیضاوی
عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار از مولانا عبد الحمید سواتی
عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند
عطاء اللہ شاہ بخاری حیات و کارنامے
عقائد اسلام از حضرت کاندہلوی
علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے
علمائے ہند کا شاندار ماضی
عمدۃ القاری
عنایہ
عون المعبود
غنیۃ الطالبین
فتاوی بزازیہ
فتاوی تاتارخانیہ
فتاوی ثنائیہ
فتاوی حقانیہ
فتاوی دار العلوم دیوبند
فتاوی رشیدیہ
فتاوی شامی
فتاوی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
فتاوی عالمگیری
فتاوی عثمانی
فتاوی عزیزی
فتاوی قاضی خان
فتاوی مولانا عبد الحی لکھنویؒ
فتاوی نصرۃ الابرار
فتح الباری
فتح الباری لابن رجب
فتح القدیر
فتح المغیث از سخاوی
فتوحات نعمانیہ
فتوح الغیب فارسی

فرہنگ آصفیہ
فقہی احکام ومسائل
فوائد الفواد
فیروز اللغات
فیصلہ خصومات
فیصلہ کن مناظرہ
فیض الباری
فیوضات قاسمیہ
فیصل التفرقہ از امام غزالی
قاصمۃ الظہر
قبلہ نماز
قصص الاکابر
قصائد قاسمی
قطبی شریف
قوم پرست علماء کی سیاست از فاروق قریشی
کاروان احرار
کاروان دعوت وعزیمت
کتاب الروح
کرامات امدادیہ
کشف حقیقت
کشف الظنون از کاتب چلپی
کشف المحجوب
کشف المشکل لابن الجوزیؒ
کفایت المفتی
کلیات امدادیہ
کلیات مکاتیب اقبال
کمالات اشرفیہ
کمالات ربانی
کنز العمال از تقی ہندی
کیمیائے سعادت فارسی
مالابدمنہ
مائۃ مسائل
ماہنامہ الشریعہ
ماہنامہ الفرقان
ماہنامہ بینات کراچی
ماہناماہ البلاغ
ماہنامہ دار العلوم دیوبند
ماہنامہ راہ سنت لاہور
ماہنامہ سیف حق پاکستان
ماہنامہ صفدر
ماہنامہ قومی ڈائجسٹ مفتی محمود نمبر
ماہنامہ نور سنت کراچی
مباحثہ شاہجہاں پور
مثنوی مولانا روم
مجلہ البدائع
مجمع الزوائد
مجمع بحار الانوار از محمد بن طاہر پٹنی
مجموعہ رسائل امام محمد عبد الوہاب نجدی
مجموعۃ الرسائل النجدیۃ
مجموعہ رسائل قاسمی
مرثیہ گنگوہیؒ
مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عادات اور پیشن گوئیوں کے آئینہ میں از علامہ خالد محمود
مجالس الابرار
مجمع الزوائد
مجلۃ الاحکام
مجلہ الامداد
مختصر المعانی
مدارج النبوۃ
مراسیل لابی داود
مرقاۃ المفاتیح
مسلم شریف
مسلمانوں کا روشن مستقبل
مسند ابو داود طیالسی
مسند امام احمد
مسند عبد بن حمید
مسلمانوں کا روشن مستقبل از طفیل احمد
مشکوۃ شریف
مصنف ابن ابی شیبہ
مصنف عبد الرزاق
مطالع الانوار فی الحکمۃ از قاضی سراج
مطالعہ بریلویت
مطالعہ پاکستان رائج ڈگری کلاسز از خرم ملک
مطول
معارف السنن
معارک الحرمین

معرفۃ الصحابۃ لابن نعیم
مفتی محمودؒ کی سیاست
مفردات القرآن
مقالات اقبال
مقالات فریدی
مقالات وفتاوی ابن باز
مقدمۃ ابن الصلاح
مکاتیب رشیدیہ
مکاتیب سید احمد شہیدؒ
مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ
مکالمۃ الصدرین
مکتوبات امام ربانی
ملتوبات دوصدی
مکتوبات شیخ الاسلام
مکتوبات صدی
مکتوبات قدوسیہ
ملامبین شرح سلم
ملفوظات حکیم الامت
ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ
مناظرہ باگڑ سرگانہ از علامہ عبد الستار تونسوی
مناظرہ رشیدیہ
مناظرہ عجیبہ
منحۃ الخلق حاشیۃ البحر الرائق
منصب امامت
منہاج السنۃ والنبویۃ
منیر تحقیقاتی رپورٹ
مواہب الجلیل شرح مختصر الخلیل
موضوعات کبری
مولانا محمد علی جالندھری سوانح وافکار
مولانا محمد قاسم نانوتوی حیات اور کارنامے
مودودیت ایک عذاب از چوہدری غلیق الزماں
مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت
میرا جرم کیا ہے؟
میزان الاعتدال للذہبی
لسان المیزان از ابن حجر
نشر الطیب
نصب الرایۃ
نفحات الانس از جامی
نقش دوام از حضرت مدنیؒ
نقش حیات
نوادر الاصول از حکیم ترمذی
نور اللغات
نیل الاوطار از شوکانی
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل از خالد سیف اللہ
ھدایہ
ہدیہ بریلویت
ہفت روزہ الجمعیۃ
ہفت روزہ الہلال کلکتہ
ہفت روزہ چٹان
ہمارے ہندوستانی مسلمان
وحدت امت
ولی خان اور قرار داد پاکستان از فاروق قریشی
یک روزی
یاد اکابر کا حجۃ الاسلام نمبر
۱۹۴۷ کے آنسو

انگریزی کتب

From Jinnah to Zia
Separatism among indian muslims
Ulama Of Farangi Mahal

☆☆☆☆

خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۴۹	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	جون ۲۰۲۶ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

• حالیہ مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند باتیں

• ایام قربانی (آخری قسط)	• النعمان میڈیا سروسز کی نئی پیشکش
• حکیم محمد صفدر عثمانی کے اعتراضات کا جائزہ	• مسئلہ علم غیب پر مختصر تحقیق (قسط:۲)

• احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں (قسط:۷)

مدیراعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد	یا اللہ مدد	عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ
حالیہ مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے چند باتیں (مولانا خیر الامین قاسمی صاحب)	1
النعمان میڈیا سروسز کی ایک اور پیشکش (ضرار خان الحنفی)	4
حکیم محمد صفدر عثمانی صاحب کے اعتراضات کا جائزہ (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	5
ایام قربانی (آخری قسط) (مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب)	18
احادیث کے رد و قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں (قسط:۷) (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	38
مسئلہ علم غیب پر مختصر تحقیق (آخری قسط) (متعلم حسنین خان)	49

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ

سلطان المناظرین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ؒ

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی ؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمہ اللہ

زیر سرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا شیخ سجاد الحجابی دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد ندیم محمودی مدظلہ العالی

محقق اہلسنت حضرت مولانا مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر حفظہ اللہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ بنوی صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد محسن طارق الماتریدی

حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن عابد صاحب

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظھم اللہ

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی عفی اللہ عنہ

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

حالیہ مناظرہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالے سے چند باتیں

مناظرہ احقاق حق وابطال باطل کے لیے کرنا عبادت ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ کتاب الحظر والاباحہ میں فرماتے ہیں:

"المناظرة لنصرة الحق عبادة"

گویا کہ مناظرہ اظہار صواب کے لیے کیا جاتا ہے۔

۹ ذی الحجۃ ۱۴۴۷ھ عرفہ کے دن اہل حق علمائے دیوبند اور اہل بدعت جو مبتدع فی العقائد جماعت ہیں ،اشاعت التوحید والسنۃ کے ایک فرد ناہنجار بلال سواتی المعروف رجل معتوہ کے درمیان مناظرہ ہوا ہے۔ سوشل میڈیا سے وابستہ لوگ اس مناظرے سے بخوبی واقف ہیں۔ اہل حق کی طرف سے ترجمان علوم اکابر دیوبند سلطان المناظرین حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب تھے جبکہ اہل بدعت کی طرف سے مندرجہ بالا شخصیت تھے۔ اگرچہ دونوں میں کوئی لیول برابری کا نہیں، ایک میدان مناظرہ کا شہسوار، اور دوسرا مشہور گالی باز، ایک کئی کتابوں کے مصنف، دوسرا گالی باز۔ ایک سینکڑوں علماء فضلاء کا استاد اور دوسرا مشہور گالی باز۔

شہسوار مناظرہ نے چیلنج مولانا خضر حیات صاحب کو دیا ہے لیکن وہ روافض کے بارویں امام کی طرح غار سر من رای میں غائب اور چھپ کر بیٹھا ہے۔ ذلت ورسوائی کے لیے پوری جماعت نے اس رجل معتوہ کو میدان میں کھلا چھوڑا ہے۔ خیر چور کو گھر کے دروازے تک بھگانے پر عمل کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اس کے ساتھ ایک بار پھر بیٹھنے کی ٹھان لی۔ اور جب بیٹھ گیا تو ایسا وار کیا کہ رجل معتوہ حواس باختہ ہوگیا۔ پورے مناظرے میں اپنا عقیدہ پیش نہیں کیا۔ مفتی صاحب نے پورے مناظرے میں اس مماتی گالی باز سے عقیدہ مانگا کہ اپنا عقیدہ پیش کر، لیکن مماتی نے یہ حماقت نہیں کی، اور مفتی صاحب کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ مماتی تا قیامت اپنا عقیدہ پیش نہیں کرسکتے۔ موضوع پر بحث کرنے سے مماتی کو موت نظر آئی، اس لیے انہوں نے کبھی سماع موتی پر بڑا س نکالی، کبھی جمعیت علماء اسلام والے کافر ہیں، کی رٹ لگائی، کبھی تکفیر صحابہ کا الزام دیتے رہے لیکن ڈھیر ساری کتابوں کے موجودگی میں کسی ایک کتاب سے اپنا عقیدہ پیش نہیں کرسکا۔

اردو عبارات پیش کرنے پر بھی قادر نہیں تھا۔ویڈیوز میں دیکھا جاسکتا ہے۔ایک جگہ حیات دنیوی پر الزام دیتے ہوئے عبارت پڑھنے لگا کہ

"حیات زندوی سے آ،آ،آ۔۔جوندے۔"

حیات دنیوی کا لفظ تو کتب جانبین میں مستعمل ہے لیکن حیات زندوی کا لفظ رجل معتوہ کا جدید اصطلاح ہے۔ایک جگہ تو صریح اوں آں کر کے جان چھڑائی۔ویڈیو میں موجود ہیں۔

خیر اس شخص کی قابلیت کا یہ حل ہے کہ اردو عبارات پڑھنے پر قادر نہیں اور تنقید کرتا ہے امام اہل السنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ پر استاد المحدثین شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ پر۔

ایک جگہ تریاق اکبر کے مصنف عبد الرزاق صفدر جو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا شاگرد ہے کو عبد الرزاق سکندر رحمہ اللہ بنا کر پیش کیا۔

حضرت مفتی صاحب نے ان سے میدان مناظرہ میں مطالبہ کیا کہ آپ کے اسناد جعلی ہیں۔اپ سرے سے عالم نہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے دلائل کے انبار پیش کیے اور پورے اہل السنت کی ترجمانی کی،پورے مناظرے میں صرف ایک سوال جو منطقی و فلسفی مباحث سے تعلق رکھتا ہے کہی سے مماتی نے رٹوایا تھا اس پر اچھل کودتے ہیں۔لیکن اس کا جواب مفتی صاحب نے ایک مصلحت کی وجہ سے ضروری نہیں سمجھا کیونکہ مفتی صاحب کا مقصد عوام کے سامنے مماتیوں کا مکروہ چہرہ سامنے لانا تھا،اگر وہ ان مباحث میں پڑھتے تو وقت ضائع ہوتا اور عوام کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ چلیں ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں تاکہ مماتی رجل معتوہ کو ابن سینا نہ سمجھیں۔

جواب سمجھنے سے پہلے ان اصطلاحات کو سمجھیے۔

"حیات" اور "ماہیت" کی تقسیم

متکلمین اور فلاسفہ نے کہا ہے کہ ہر موجود کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں:

1. ماہیت: یعنی "کیا ہے" شے کی حقیقت، تعریف، جنس و فصل
2. وجود / حیات: یعنی "ہے"–اس ماہیت کا خارجی تحقق

ماہیت کے اعتبار سے حیات کے تین مرتبے بیان کیے جاتے ہیں:

1. ماہیت مخلوطہ: حیات جو مادہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جیسے نباتات، حیوانات، انسان کی جسمانی حیات۔ یہ زوال پذیر ہے۔
2. ماہیت مفردہ: حیات جو مادہ سے جدا ہے لیکن کسی بدن سے متعلق ہے، جیسے برزخی حیات۔
3. ماہیت مجردہ: حیات جو بالکل مادہ اور قید سے آزاد ہے، جیسے ملائکہ کی حیات۔

علماء دیوبند "حیات النبی ﷺ" کو کس معنی میں لیتے ہیں؟

ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند، خصوصاً مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا زکریا کاندھلوی وغیرہ، "حیات النبی ﷺ" کے قائل ہیں، لیکن اس کو حیات برزخی دنیوی کے طور پر سمجھتے ہیں، نہ کہ حیات دنیوی من کل الوجوہ۔ ان کے نزدیک نبی ﷺ کو اللہ نے برزخ میں حیاتِ حقیقیہ عطا فرمائی ہے، جس میں:

- آپ ﷺ سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں۔
- یہ حیات، دنیوی حیاتِ مخلوطہ نہیں، بلکہ ماہیت مفردہ کے قریب ہے۔یعنی بدنِ مبارک کے ساتھ برزخی تعلق والی حیات، جس میں کھانا پینا، بیماری، موت کے لوازمات نہیں۔
- اسے وہ "حیاتِ انبیاء فی قبورھم " والی حدیث سے ثابت کرتے ہیں: "الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون"

لہذا ہمارے ہاں یعنی علمائے دیوبند کے ہاں "حیات النبی" سے مراد حیاتِ برزخیہ حقیقیہ ہے، نہ مجردہ بالکل، اور نہ مخلوطہ دنیوی۔

"ماہیت مقید ہو جائے تو تعبیر فرد کے ساتھ ہوتی ہے"۔فرد حقیقی یا فرد اعتباری؟

جب ماہیت کو کسی قید، زمان، مکان، یا اضافت سے مقید کیا جائے تو وہ اب مطلق کلی نہیں رہتی، بلکہ متشخص ہو جاتی ہے۔ منطق و کلام میں اس متشخص کو "فرد" کہتے ہیں۔

اب یہاں دو احتمال ہیں:

- فرد حقیقی: وہ فرد جو خارج میں مستقل وجود رکھتا ہے، محسوس یا متصور ہو سکے۔ جیسے "زید" ایک فرد حقیقی ہے۔

- فرد اعتباری: وہ فرد جو ذہن کے اعتبار سے متشخص ہو، لیکن خارج میں مستقل وجود نہ رکھے، بلکہ کسی کلی کی نسبت سے سمجھا جائے۔ جیسے "انسانِ مطلق" کو جب "اس وقت" سے مقید کریں تو یہ فرد اعتباری بنے گا۔

اس مسئلہ میں مراد فرد اعتباری ہے، کیونکہ:

ماہیت بذاتِ خود کلی ہے۔ جب اسے "قید" لگتی ہے تو وہ خارج میں ایک مخصوص مصداق بنتی ہے، لیکن یہ تشخص عقل و اعتبار سے ہے، نہ کہ ماہیت خود بدل گئی۔ فلسفہ میں اسے "تشخص بالعوارض" کہتے ہیں۔

لہذا "حیات النبی" کی بحث میں جب ہم کہتے ہیں "نبی ﷺ کی حیات"، تو یہاں "حیات" ماہیت ہے، اور "نبی ﷺ" کی نسبت اسے مقید کر دیتی ہے، تو یہ فرد اعتباری بنتی ہے۔ یعنی "حیاتِ محمدیہ"۔ لیکن خارج میں یہ حیات حقیقی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا وجود حقیقی ہے۔

بہر حال پورا مناظرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم پورے اہل السنت کی طرف سے مفتی ندیم محمودی صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کی لمبی زندگی کے لیے خدا تعالی سے دعا گو ہیں کہ اہل حق کا یہ شیر سلامت باکرامت ہو تا کہ اہل باطل آرام سے سو نہ سکیں۔ آمین یارب العالمین

النعمان میڈیا سروسز کی نئی پیشکش

(حیات الانبیاء علیہم السلام ایپلی کیشن)

https://play.google.com/store/apps/details?id=com.blogvali.hayat

امت مسلمہ کے متفقہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام سے متعلق چودہ سو سالہ علماء و محققین و محدثین کی تحقیقات پر مبنی کتب پر مشتمل ایپلی کیشن آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اس ایپ میں موجود دلائل کا مطالعہ کریں اور معتزلی اور خارجی عقائد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

(ضرار خان الحنفی)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد کے اعتراضات کا جائزہ

حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ہم حافظ ابن القیم اور ان کے اتباع سے ان کے پیش کردہ اصول کے مطابق یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بجائے بیس نفوس کے، دس نفوس سے اور بجائے دس نفوس کے پانچ نفوس سے باحوالہ کسی صحیح صریح اور متصل روایت سے ثابت کریں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس کے لیے قرن اسرافیل علیہ السلام تک مہلت ہے دیدہ باید۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۱۸)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد اِس پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس میں قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے کیوں کہ اس وقت تک تو موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا... البتہ موصوف سماع موتی کے قائل ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق ان کو سنانا ممکن ہو سکتا ہے (اناللہ) ویسے ایک بات ہے یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی، کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے ؟۔“

(احسن الابحاث صفحہ ۷۶)

الجواب:

(۱)...... حکیم صاحب خود مان چکے کہ قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے۔ اس طرح فیاضی کا مظاہرہ تب کیا جاتا ہے جب خود کو کامل یقین ہو کہ اس چیلنج کو نہیں توڑا جاسکتا۔ حکیم صاحب بھی صحابہ کرام سے تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت نہیں کر سکے۔ حکیم صاحب نے اِدہر و اُدہر کی باتوں میں وقت گزار لیا مگر مرکزی و مقصودی چیز / چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ بس اتنا کر پائے کہ صحابہ کرام کے متعلق عمدۃ القاری اور عمدۃ الرعایۃ کے حوالے دے چھوڑے۔ ہم اس کے جواب میں شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی درج ذیل عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ فلاں کتاب مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطور جزم پیش کرنا چاہیے۔“

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۱۱۵، طبع مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاب نے دوسری جگہ لکھا:

”محشی نے جو حوالے پیش کئے ہیں، وہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود کے حکم میں ہیں۔“

(علمی مقالات:۶/ ۸۰، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت اول ۲۰۱۳ء)

اگر اس محشی کے حوالے بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہیں تو حکیم صاحب کے حوالہ بے سند ہونے کے باوجود مردود کیوں نہیں ؟!

(۲)...... حکیم صاحب کہتے ہیں: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“

عرض ہے کہ:

(ا) موصوف خود مان چکے: یہ فیاضی ہے۔

(ب) تب جو اہل سنت موجود ہوں گے، وہ دیکھ لیں گے۔

(ج) غیر مقلدین بھی اس طرح کی بات لکھ دیا کرتے ہیں مثلاً مولانا محمد داود ارشد لکھتے ہیں:

”تجربہ کر کے دیکھئے، قیامت تک مہلت ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۶۶۰، ۶۵۹... ناشر: مکتبہ اہلِ حدیث)

لہذا حکیم صاحب کو اپنا کلام: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“ مولانا داود ارشد کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔

(۳)...... رہا مسئلہ سماع موتی! تو گزارش ہے کہ یہ کوئی بے بنیاد نظریہ نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور یہ نظریہ صرف علمائے اہل سنت دیوبند کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا بھی ہے بلکہ امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو سماع موتی کا منکر ہے وہ اہلِ حدیث نہیں، معتزلی ہے۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ممکن ہے مردے سلام کا جواب دیں۔ ملاحظہ ہو:

’’ تَسْمَعُ الْمَوْتٰی فِی الْقُبُوْرِ سَلاَمَ الزَّائِرِیْنَ وکَلاَمُھُمْ وَیَعْرِفُوْنَ مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْھِمْ وَمَنْ یَّدْعُوْا لَھُمْ وَیَسْتَأْنِسُوْنَ فِیْمَا بَیْنُھِمْ وَنَاسٌ مِّنْھِمْ یَصَلُّوْنَ وَیَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ وَیَتَزَاوَرُوْنَ وَیَتَلاَفُوْنَ وَیَتَنَعَّمُوْنَ وَیَلْبَسُوْنَ وَیَاکُلُوْنَ مِنْ ثَمَارِ الْجَنَّۃِ وَیَشْرَبُوْنَ مِنْ مِیَاھِھَا وَیَعْلَمُوْنَ بَاَحْوَالِ زَائِرِیْھِمْ وَیَرُدُّوْنَ سَلاَمُھُمْ وَیَرَوْنَ اَشْخَاصُھِمْ اِلاَّ اَنَّھُمْ لاَ یَقْدِرُوْنَ عَلَی اَنْ یُّسْمِعُوْا اَصْوَاتُھُمْ اَوْ یُرَوْا اَشْخَاصُھُمْ لِلاَحْیَاءِ کُلَّمَا شَآءُ وْا وَرُبَمَا یُرِیْھِمُ اللّٰہُ لِبَعْضِ الْاَحْیَاءِ وَیُسْمِعُھُمْ کَلاَمَھُمْ ۔‘‘

(ھدیۃ المھدی من الفقہ المحمدی صفحہ ۵۹)

ترجمہ: قبروں میں مردے زیارت کرنے والوں کا سلام اور ان کا سلام سنتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپس میں مانوس ہوتے ہیں۔اُن مُردوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں ،ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں،الفت سے پیش آتے ہیں نعمتوں میں رہتے ہیں اور پہنتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں۔ اپنی زیارت کرنے والوں کے حالات جانتے ہیں اور انہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ان کی شخصیت کو جانتے ہیں البتہ وہ زندوں کو اپنی آواز سنانے اور اپنی شخصیت دکھانے پر قادر نہیں۔ بسااوقات اللہ بعض زندوں کو مُردے دکھا اور اُن کا کلام سنوادیتا ہے۔

علامہ وحید الزمان کو رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے جگہ جگہ ’’امام اہلِ حدیث‘‘ لکھا ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۴۵وغیرہ)

علامہ وحید الزمان کے مسلک پر غیر مقلدین کے درجنوں حوالہ جات بندہ کی کتاب ’’زبیر علی زئی کا تعاقب‘‘میں موجودہیں۔

علامہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

’’ قَدْ خَالَفَنَا فِیْ سِمَاعِ الْمَوْتٰی الْمُعْتَزِلَة ... وَبَعْضُ الْمُنْتَحِلِیْنَ مِمَّنْ سَمّٰی بِأَھلِ الْحَدِیْثِ نَفْسَهُ وَلَیْسَ مِنْ أَھلِ الْحَدِیْثِ ۔‘‘

ترجمہ: سماع موتی کی بابت ہم سے معتزلہ نے اور بعض نام نہاد خود کو اہلِ حدیث کہنے والوں نے اختلاف کیا۔ حالاں کہ وہ اہلِ حدیث نہیں۔

(ھدیة المھدی من الفقه المحمدی صفحہ ۶۰)

سماع موتی کے متعلق اس طرح کے مزید حوالہ جات بندہ کی کتاب ’’ فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع‘‘ جلد اول میں دیکھ سکتے ہیں۔ حکیم صاحب وغیرہ آلِ غیر مقلدیت مسئلہ تین طلاق میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ سماع موتی اور حیات قبر کے متعلق اُن کی کتاب ’’کتاب الروح‘‘ کو پڑھ لیں، آنکھیں کھل جائیں گی، ان شاء اللہ۔

(۴)...... حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ للہ کے متعلق لکھا:

’’ یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل صحیح بھی ہوتی ہے ؟۔‘‘

(احسن الابحاث صفحہ ۷۶)

عرض ہے کہ صحیح کے بعد متصل کا لفظ تاکید کے لیے ہے۔ ہر زبان میں اس کی مثالیں مل جاتی ہیں کہ بعد والا لفظ کبھی پہلے لفظ کی تاکید ہوا کرتا ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ پر توطنز کر دیا مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اس طرح کی بات کئی نامی گرامی غیر مقلدین نے بھی لکھی ہوئی ہے۔

غیر مقلدین کے ہاں ’’خطیب الہند‘‘ کا لقب پانے والے مصنف اور شیخ مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

’’احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ارواح کا ان راتوں میں آنا بھی ثابت نہیں۔‘‘

(درود محمدی صفحہ ۲۹، اشاعت: اگست ۱۹۹۰ء، ناشر: مولانا ثناء اللہ امر تسری اکیڈمی دہلی:۶)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’اس حدیث کی سند صحیح اور متصل ہے۔‘‘

(مشکوۃ مترجم:۲/۲۹۶)

غیر مقلدین کی کتاب میں لکھا ہے:

”مولوی صاحب کو کوئی ایسی صریح، صحیح، مرفوع متصل حدیث پیش کرنی چاہیے۔“

(تذکرۃ المناظرین حصہ اول صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے سفیان ثوری کی تدلیس کو وجہ ضعف قرار دیا تو ان کے استاذ شیخ محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد نے اُن کی تردید میں مفصل مضمون لکھا، جس میں درج ذیل بات بھی ہے:

”اگر اس موقف کو سامنے رکھ کر ہم دواوین حدیث کو تلاش کرنا شروع کر دیں تو بہت سی روایات جن کو سلف سے لے کر خلف تک صحیح و متصل قرار دیتے آئے ہیں، ان میں سے اچھی خاصی تعداد ضعیفہ بن جائے گی۔“

(مقالاتِ راشدیہ: ۱/۳۲۸)

راشدی صاحب نے اس عبارت میں صحیح کے بعد متصل کا لفظ لکھا ہے۔

حافظ عبد القادر روپڑی غیر مقلد نے دَوران مناظرہ بریلوی مناظر سے کہا:

”آپ نے ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع، متصل غیر مجروح حدیث رسول ... پیش نہیں کی۔“

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

اس عبارت میں ”صحیح“ کے بعد ”متصل“ ہے اور ”غیر مجروح“ بھی۔ حکیم صاحب کی ذہنیت کا کوئی بندہ یہاں بھی بول اُٹھے گا کہ صحیح کے بعد متصل کیوں کہا اور پھر صحیح مان لینے کے بعد غیر مجروح لکھنے کی کیا تُک ہے!؟

عبد القادر روپڑی نے آگے کہا:

”کسی صحیح، مرفوع، متصل حدیث سے ثابت کر دیں۔“

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری ہے۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۳۱۱)

علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے یوسف صاحب کی مذکورہ عبارت اپنی کتاب "عظمت حدیث صفحہ ۲۵، نعمانی کتب خانہ، اشاعت: جنوری/ ۲۰۰۱ء" میں نقل کی ہے۔ لہذا یہ حوالہ عراقی صاحب کی مذکورہ کتاب میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باسند صحیح متصل... قطعاً ثابت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۵۷، سن اشاعت: ۲۰۱۳ء، مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"تنبیہ: مروجہ غنیۃ الطالبین کے نسخے کی صحیح و متصل سند میرے علم میں نہیں ہے۔"

(توضیح الاحکام: ۲/ ۴۲۱)

بلکہ علی زئی صاحب نے توصیح کے بعد متصل کا لفظ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"امام شافعی نے فرمایا: اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند صحیح و متصل ثابت ہو جائے تو یہ سنت ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۴۹)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"پھر جب محدث مبارک پوریؒ، اور امام بیہقیؒ نے اسی عبارت میں امام ابن خزیمہؒ سے نقل کیا ہے:۔ "ھذا اسناد متصل" و "اسناد صحیح متصل" کہ یہ سند صحیح اور متصل ہے۔ تو پھر سند میں تدلیس کا اعتراض والزام بے معنی ہے۔"

(توضیح الکلام صفحہ ۴۳۷)

اثری صاحب نے دوسری کتاب میں لکھا:

”مسانید و سنن میں اس نوعیت کی احادیث مذکور ہیں، ائمہ حدیث نے انہیں صحیح متصل قرار دیا ہے۔“

(مقالاتِ اثری:۶/ ۱۱۵)

شیخ خبیب اثری غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے متعلق لکھا:

”ایسا نسخہ ڈھونڈنا چاہیے تھا جو کاتبِ نسخہ سے لے کر امام بخاری تک صحیح اور متصل سند سے موجود ہوتا۔“

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۹ جنوری تا ۰۴ فروری ۲۰۱۶ء صفحہ ۲۱)

شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا اسناد حسن متصل** ، یہ سند حسن اور متصل ہے۔“

(فاسئلوا اھل الذکر صفحہ ۵۲۲)

قاضی عبد الرحیم عباس الفیضی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اَب ہم اپنے موقف پر صحیح مرفوع متصل السند روایات پیش کرتے ہیں۔“

(صلاۃ نبوی قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں صفحہ ۲۴۰،ناشر: **مكتبة دار الفكر الفيضية للتحقيق و التاليف الهند**)

قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”حدیث اپنی جگہ صحیح، صریح، مرفوع، متصل ہے۔“

(صلوۃ نبوی صفحہ ۳۱۹، طبع سوم، ناشر: **مكتبة دار الفكر الفيضية للتحقيق و التاليف الهند**)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بیہقی کی روایت کردہ یہ حدیث بالکل صحیح و متصل ہے اس صحیح و متصل سند کے سامنے آنے کے بعد... کسی بھی اور سند کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔“

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۱۸، ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی، اشاعت: ۲۰۱۳ء)

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"یہ حدیث بالکل صحیح اور اس کی سند بھی متصل ہے۔"

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۲۹، ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی، اشاعت: ۲۰۱۳ء)

سنابلی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

"ہمارے پاس اس سلسلے میں کوئی ایک بھی صحیح و متصل روایت نہیں ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۳۷)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی صحیح مرفوع متصل حدیث اس پر گواہ ہے۔"

(تحفہ حنیفہ صفحہ ۴۸۲، نعمانی کتب خانہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۶ء)

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح ہے، مرفوع ہے، متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۱۷۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح، صریح، مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۴، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"اس روایت میں سب سے ظاہر علت اس کا مرسل ہونا ہے جو صحیح صریح مرفوع متصل کے مقابلے میں ہرگز حجت نہیں ہو سکتی۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۸، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”حدیث اپنی جگہ صحیح و صریح مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۸۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہ حدیث صحیح ہے، صریح ہے، مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہی حدیث صحیح صریح مرفوع متصل ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہاں نص صریح مرفوع متصل موجود ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۱۵، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”اس کی تفصیل صحیح صریح مرفوع متصل حدیث ابو حمید میں مذکور ہے۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/

۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ عنوان قائم کرتے ہیں:

”صحیح صریح مرفوع متصل حدیث۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ر ۲۰۱۲ء)

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح و متصل ہے۔“

(یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم صفحہ ۴۱، شائع کردہ ابو جابر سلفی لائبریری)

غیر مقلدین کے رسالہ ”محدث“ میں لکھا ہے:

”عرض یہ ہے کہ دامانوی صاحب اپنے دعووں پر کوئی قابلِ اعتبار صحیح اور متصل سند والی کوئی روایت پیش کریں، کیوں کہ ان کے بقول بے سند روایت کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔“

(محدث ص ۵۰، ۵۳ بحوالہ یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم صفحہ ۵۵)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی عبارت میں صحیح کے بعد متصل کا لفظ لکھا تو حکیم صفدر عثمانی غیر مقلد نے یوں طعنہ دیا۔

”یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے؟۔“

حکیم صاحب! صحیح کے بعد متصل کا لفظ آپ کے غیر مقلدین: مولانا محمد جوناگڑھی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ صلاح الدین یوسف، علامہ عبد الرشید عراقی، شیخ محب اللہ شاہ راشدی، حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا ارشاد الحق اثری، شیخ خبیب اثری، شیخ غلام مصطفی ظہیر، قاضی عبد الرحیم عباس الفیصل، شیخ زبیر علی زئی، شیخ کفایت اللہ سنابلی، مولانا داود ارشد، شیخ رضاء اللہ عبد الکریم اور ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی نے بھی لکھا ہے تو کیا ان کی بابت کہو گے کہ انہیں اتنا علم بھی نہ تھا کہ صحیح کے بعد متصل لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بالفاظ دیگر جس قدر علم ایک حکیم کو ہے اس قدر ان علمائے غیر مقلدیت کو نہیں!!؟

شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ نے صحیح کے بعد متصل اور شیخ غلام مصطفی ظہیر کے کی تصریح کے مطابق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حسن کے بعد متصل کا لفظ ارشاد فرمایا تو حکیم صاحب ان کی

بابت بھی طعن امیز جملہ دہرائیں گے کہ ان کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی مگر انہیں یہ نہیں پتہ چل سکا کہ صحیح اور حسن کے بعد متصل کہنا غیر ضروری ہے؟

خرم شہزاد محمدی غیر مقلد کی کتاب میں ”مکتبۃ التحقیق والتخریج کا پختہ عزم عنوان“ کے تحت مذکور ہے:

”(۳) قرآن وسنت (حدیث)، صحیح، حسن، صریح متصل مرفوع، غیر مجروح، احادیث سے استدلال اور ضعیف اور مردود روایات سے مکمل اجتناب کیا جائے۔(۴) متصل مرفوع، صحیح حدیث کے مقابلے میں موقوف روایت حجت نہیں۔“

(اصولِ حدیث واصولِ تخریج صفحہ ۴، مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعتِ اول: اپریل/۲۰۱۷ء)

اس عبارت میں نہ صرف صحیح کے بعد متصل ہے بلکہ صحیح کے بعد غیر مجروح کا اضافہ بھی ہے۔شاید حکیم صاحب جیسا کوئی مہربان یہاں بھی اعتراض کردے کہ صحیح کے بعد متصل لکھنے کی کیا ضرورت تھی، پھر صحیح لکھ دینے کے بعد غیر مجروح کی وضاحت کس لئے کی گئی؟

حکیم صاحب! چند مزید حوالے ملاحظہ کریں۔

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس پر لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل موجود ہیں۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۰۳، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”یہ روایت ضعیف ومنکر ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح مرفوع متصل روایات کے مخالف ہے، اس لئے لائق استدلال نہیں۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۱۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح مرفوع متصل احادیث موجود ہیں۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۱۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ر ۲۰۱۲ء)

مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ غیر معللہ ولا شاذہ ملاحظہ فرمایئے۔“

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۷، ترتیب: ابو الحسن مبشر احمد ربانی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۱۰ء)

عفیف صاحب آگے لکھتے ہیں:

”احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ قویہ معتبرہ ملاحظہ فرمایئے۔“

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۹)

عفیف صاحب نے مزید لکھا:

”حدیث کی نصوصِ صریحہ صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے پیش نظر یہی صحیح ہے کہ...“

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۸۰۸)

فتاوی محمدیہ کے سرورق پہ عفیف صاحب کو ”حضرت العلام“ لکھا ہوا ہے۔

حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ اور شیخ رضاء اللہ مدنی و عفیف صاحب کی عبارت میں واضح فرق ہیں، وہ یہ کہ حضرت صفدر رحمہ اللہ نے لکھا:

”صحیح صریح اور متصل روایت“

جب کہ شیخ رضاء اللہ مدنی نے لکھا:

”لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل“

اسی طرح عفیف صاحب نے کہا:

”احادیثِ صحیحہ... نصوصِ صریحہ...“

”متصلہ قویہ معتبرہ“۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ کی عبارت میں واحد لفظ ”روایت“ ہے جب کہ شیخ رضاء اللہ نے لاتعداد احادیث صحیحہ کی بابت متصل کا لفظ لکھا۔ اسی طرح عفیف صاحب کی تحریر میں بھی جمع کے الفاظ

”احادیث اور نصوص“ ہیں۔ حضرت صفدر صاحب رحمہ اللہ نے متصل کے بعد قوی اور معتبر نہیں لکھا، جب کہ عفیف صاحب نے متصلہ کے بعد قویہ بھی کہا اور معتبرہ بھی۔ مزید یہ کہ حکیم صاحب کی نقل کے مطابق حضرت صفدر رحمہ اللہ نے ایک بار صحیح کے بعد متصل کہا جب کہ عفیف صاحب نے تین بار صحیحہ کے بعد متصلہ کہا اور رضاء اللہ صاحب نے بھی کئی بار صحیح کے بعد متصل لفظ لکھا۔ اتنے فروق کے باوجود مفتی عبید اللہ صاحب ”عفیف“ کہلائے جائیں اور شیخ رضاء اللہ ”مدنی“ لاحقہ کے ساتھ متعارف ہوں اور ان کے مقابلہ میں حضرت صفدر صاحب موردِ الزام ٹھہرائے جائیں تو یہ کیسا انصاف ہوگا!!؟ **تلک اذا قسمة ضیزی ۔**

(ماخوذ، از مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث)

انتظار کی گھڑیاں ختم۔۔۔ایک بڑی خوشخبری

محقق اہلسنت مدیر اعلیٰ مجلّہ الفتحیہ حضرت مولانا مفتی رب نواز حفظہ اللہ کی نئی کتاب

”مقدس ہستیوں کی شان میں غیر مقلدین کی گستاخیاں“

ان شاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہے۔ اس کتاب میں ہزار سے زائد حوالہ جات دے کر گستاخ فرقہ کی منظر کشی کی گئی ہے۔

جلد ہی آرڈر بک کرائیں۔۔۔پہلے آئیں اور پہلے پائیں کا مصداق بنیں۔

ناشر: مکتبۃ الحسنین احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور رابطہ: 03074034570

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (آخری قسط)

ایام قربانی

دعویٰ غیر مقلدین

غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ عید کے دن سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کے عصر تک، یعنی عید کے چوتھے دن تک قربانی کرنا سنت ہے، اور عید کے چوتھے دن قربانی کرنا اصل سنت پر عمل ہے۔ نیز اس دن قربانی پر سو شہیدوں کے برابر اجر ملتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت متروک ہو چکی ہے۔ دیکھیے ان کی کتاب (فتاوی حصاریہ ج۵ ص۳۱۷)

غیر مقلدین کے دلائل (وسوساتی استدلالات)

۱= آیتِ کریمہ:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ (سورۃ الحج:۲۸)

استدلال:

اس آیت سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کا ذکر آیا ہے اور اللہ کا ذکر جانوروں پر ذبح کے وقت ہوتا ہے، تو یہاں حلال جانور کے ذبح ہونے کا بیان ہے یعنی مسلمان کو اللہ کے نام لیکر ذبح کرنی چاہیے اور قربانی کیلئے "**ایام معلومات**" کا لفظ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا قربانی کے ایام صرف تین نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔

کیونکہ بلاغت کے قاعدے کے مطابق جب جمع قِلّت کی صفت جمع کے صیغے کے ساتھ آئے تو وہاں اس سے تین سے زائد مراد لیے جاتے ہیں، لہٰذا قربانی کے دن چار بنتے ہیں۔

(مسائل قربانی ص۱۹-۲۰، شیخ الحدیث گوجرانوالہ مولانا عبد اللہ صاحب امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان)

جواب: غیر مقلدین اپنے محض زبانی دعویٰ کے مطابق صرف قرآن یا حدیث سے دلیل پیش کریں۔ یہ قاعدہ نہ قرآن ہے نہ حدیث، بلکہ یہ قواعد و اصول کی تقلید ہے۔ لہذا غیر مقلدین اپنے قول کے مطابق اس شرک (تقلید) سے بچیں۔

۲= غیر مقلدین اس آیت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہیں، اسلئے کہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت عقبہ بن عامر رض سے "ایام معدودات" کے متعلق مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام التشریق مسلمانوں کے لیے کھانے، پینے اور ذکر کے دن ہیں۔"

۳= قاعدہ کا رد:

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں چوتھے دن کے جواز کا اشارہ بھی نہیں ہے اور قاعدے کی جواب یہ ہے کہ اول تو آپ کو قاعدے کی پیچھے چھپنا درست نہیں دوسری بات یہ قاعدہ آپ کو یہاں مفید نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُوْمَاتٌ** (البقرہ: ۱۹۷)

کہ حج کے مہینے معلوم ہے تو یہاں "أشهر" جمع قلت ہے "شهر" کا اور اس کی صفت "معلومات" جمع آیا ہے تو غیر مقلدین کے اس قاعدے کے مطابق ان آیات سے تین سے زیادہ مہینے مراد لینے پڑیں گے، جو بالکل باطل ہے کیونکہ بعض کے نزدیک حج کے تین مہینے ہیں اور بعض کے نزدیک دو مہینے اور دس دن مراد ہے لیکن زیادہ کسی کے نزد بھی جائز نہیں۔

دوسری مثال: قرآن مجید میں آتا ہے: **فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ** (سورۃ البقرہ، آیت: 184)

یعنی جس کے رمضان کے روزے رہ جائیں، وہ دوسرے دنوں میں پورے کرے۔

اس آیت میں "أَيَّامٍ" جمع قلت ہے اور اس کی صفت "أُخَرَ" جمع ہے، تو غیر مقلدین کے نزدیک اس سے تین دن سے زیادہ مراد ہوں گے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ تین سے زیادہ دنوں کا قضاء کرے گا۔ اب اگر کسی کے ایک یا دو دن قضاء ہوں تو اس کا حکم قرآن سے ثابت نہیں ہوگا، حالانکہ اب تک کسی نے ایسا قول نہیں کیا۔

۴: جواب یہ ہے کہ تمام فنون کے قواعد ظنی اور قیاسی ہوتے ہیں، قطعی نہیں ہوتے، تو معلوم ہوا کہ اس آیت سے استدلال ظن اور قیاس پر مبنی ہے، حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک قیاس اور اجتہاد کو ماننے کی وجہ سے تقلید لازم آتی ہے، اور تقلید تو غیر مقلدین کے نزدیک شرک ہے، لیکن اس شرک کے باوجود بھی غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان سے نصِ شرعی کو بدلنا درست نہیں۔

دوسرا وسوسہ: اس آیت کی تفسیر میں غیر مقلدین ابن عمرؓ کا قول پیش کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

ثلاثة أيام بعد يوم النحر (تفسير ابن كثير)

جواب نمبر ا: بحث ایامِ قربانی میں ہے، اور غیر مقلدین وہ قول پیش کرتے ہیں جس میں ابن عمرؓ ایامِ معلومات کی تفسیر کرتے ہیں، جن میں خاص طور پر اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے، اور اس کے بعد تین دن ہیں۔ لہذا یہ قول ایام معلومات کی تفسیر میں ہے، قربانی کے دنوں کے بارے میں نہیں۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر (۲۴۵/۱اور ۲۱۷/۳) میں ان دونوں مقامات پر ایامِ معلومات کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ایامِ تشریق کے بارے میں ہے، قربانی کے بارے میں نہیں۔

سوال:

ابن عمرؓ نے ایامِ معلومات کی تفسیر میں ایامِ تشریق یعنی عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ذکر کیے ہیں، تو ثابت ہوا کہ یہ ان کے نزدیک قربانی کے دن ہیں۔

جواب: یہ بات غلط ہے، کیونکہ ابن عمرؓ کا قول قربانی کے بارے میں اس طرح منقول ہے:

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى.

(موطاامام مالک ص497)

ترجمہ: امام مالکؒ، نافع کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

قربانی عید کے دن کے بعد دو دن تک ہے۔

اسے امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے بھی صحیح کہا ہے (الحق الصریح ج6 ص199) اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اسے صحیح کہا ہے (فتاویٰ علمیہ 2/179)

امام نووی الشافعیؒ (متوفی:676ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ تَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ، وَرُوِيَ هَذَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ قربانی یوم النحر (عید کے دن) اور اس کے بعد دو دنوں کے ساتھ خاص ہے، اور یہی قول حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت

علیؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر میں ابن عمرؓ سے اس قول کے علاوہ اس بارے میں دیگر اقوال بھی منقول ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایامِ معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ایامِ معلومات سے مراد قربانی کے دن اور اس کے بعد دو دن ہیں (ابن کثیر 3/217)

تو حضرت ابن عمرؓ کے اقوال ایامِ تشریق کے بارے میں مختلف ہیں۔ لیکن قربانی کے بارے میں ان کا وہی قول ہے جو امام مالکؒ اور امام نوویؒ نے نقل کیا ہے، جیساکہ اوپر گزر چکا ہے۔

تیسرا وسوسہ: حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وَيُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهَا يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ

(تفسير معالم التنزيل، البغوي)

ترجمہ: اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

جواب ا: حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ایامِ معلومات کے بارے میں ہے، جن میں خصوصیت کے ساتھ اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین نے لکھا ہے:

وَأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتِ هِيَ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ

کہ ایامِ معلومات ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

جواب ۲: تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هِيَ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، اذْبَحْ فِي أَيِّهِنَّ شِئْتَ، وَأَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا

(تفسير ابن كثير، تفسير سورة البقرة، آية 203)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تین دن ہیں، یوم النحر اور اس کے بعد دو دن، تم جس دن چاہو ذبح کرو، اور ان میں پہلا دن افضل ہے۔

چوتھا وسوسہ: حافظ ابن قیمؒ اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا قول چار دنوں پر بھی مشتمل ہے۔

جواب: یہ قول بے سند ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ ہمارا غیر مقلدین کو چیلنج ہے کہ اس کی سند صحیح ذکر کریں۔

ورنہ غیر مقلدین کا یہ اصول ہے کہ بلاسند بات قابل تکذیب ہے۔

(مجموعہ مقالات بر سلفی تحقیقی جائزہ)

پانچواں وسوسہ: غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ صاحب، امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان لکھتے ہیں:

"نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی فرمان ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں آرڈر جاری کیا تھا کہ قربانی کے دن چار ہیں"

(مسائلِ قربانی، ص 23، ناشر: مجلس دعوت اہلحدیث، اردو بازار گوجرانوالہ)

جواب: یہ غیر مقلدین کا خالص دعویٰ ہے، اور نہایت سخت دعویٰ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس قول کے ساتھ کوئی سند ذکر نہیں کی گئی، نہ کسی معتبر حدیث یا آثار کی کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے، بلکہ صرف دعویٰ نقل کر دیا گیا ہے۔

چیلنج: غیر مقلدین سے مطالبہ ہے کہ:

اس قول کی معتبر سند پیش کریں۔

یا کم از کم ضعیف سند ہی نقل کر دیں۔

اور یہ بھی واضح کریں کہ یہ قول کس کتابِ آثار یا حدیث میں موجود ہے دیدہ باید۔۔۔!

چھٹا وسوسہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایامِ معلومات عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

جواب نمبر ۱: اس قول میں بھی قربانی کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ ایامِ معلومات کی تفسیر بیان کی گئی ہے، جن میں اللہ کے ذکر کی تلقین کی گئی ہے، اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو ابن کثیر میں موجود ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ، وَالأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ أَيَّامُ الْعَشْرِ

(تفسیر ابن کثیر 1/244)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایامِ معدودات ایامِ تشریق ہیں، اور ایامِ معلومات عشرہ (ذوالحجہ کے دس دن) ہیں۔

یعنی ایامِ معلومات ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور اسی طرح ایک اور جگہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ ایامِ معلومات ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ (صحیح البخاری 1/132)

اب غیر مقلدین کو چاہیے کہ پھر وہ قربانی ذوالحجہ کے پہلے دن سے شروع کریں تاکہ ایامِ معلومات کی تفسیر پر مکمل عمل ہو۔

جواب نمبر ۲: قربانی کے بارے میں علامہ ماردینی (المتوفی: 750ھ) نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے:

وَقَدْ ذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ فِي أَحْكَامِ الْقُرْآنِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ

(296/7)

ترجمہ: امام طحاوی نے احکام القرآن میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ قربانی یوم النحر کے بعد دو دن ہے۔

جواب نمبر ۳: غیر مقلدین کے نزدیک اقوالِ صحابہ اور افعالِ صحابہ حجت نہیں ہیں۔ چنانچہ امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

«موقوف حدیث (دصحابی قول، ناقل) کښې اصل دا دے، چه دا حجت نه دے، ځکه چه دا دصحابه کرامو رضی الله عنهم اقوال او افعال دی»

(الدین الخالص ص81، ج2)

ترجمہ: موقوف حدیث (یعنی صحابی کا قول) اصل میں حجت نہیں ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

«دا د صحابی اجتهاد دے، دی سره مرفوع حدیث نشته، نو دا د امت دپاره حجت نه دے»

(الحق الصریح 3/76)

ترجمہ: یہ صحابی کا اجتہاد ہے، اس کے ساتھ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے، لہٰذا یہ امت کے لیے حجت نہیں ہے۔

ساتواں وسوسہ: دوسری آیت پیش کرتے ہیں:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ (سورۃ البقرۃ، آیت: 203)

ترجمہ: اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

جواب: اس میں قربانی کا ذکر نہیں ہے، پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ اس میں ایامِ تشریق اور ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ اسی وجہ سے غیر مقلدین کے مفسرِ وقت شیخ عبد السلام رستمی صاحب اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ: ددې نه مراد د اکثر اهل علمو په نزد د ذوالحجې يوولسمه، دولسمه او ديارلسمه ورځ ده، او دى ته ايام منى او ايام تشريق ويلى شي۔

(تفسیر احسن الکلام، ج2، ص96، تحت هذه الآية)

ترجمہ: ایامِ معدودات سے مراد اکثر اہلِ علم کے نزدیک ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ ہے، اور ان کو ایامِ منیٰ اور ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

«نو معلومه شوه چه يوم النحر د ايام معلوماتو نه ده او د ايام معدوداتو نه نده»

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ یوم النحر ایامِ معلومات میں داخل ہے اور ایامِ معدودات میں سے نہیں۔

مشہور غیر مقلد عبد اللہ فانی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

«ددى نه مراد هغه درى ورځى د منى دي چه يوولسمه، دولسمه، ديارلسمه ده»

(تفسیر لامثال 1/115، تحت هذه الآية)

ترجمہ: اس سے مراد منیٰ کے وہ تین دن ہیں جو گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ ہیں۔

امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

«د ایام معدودات نه مراد د ابن عباس رضی الله عنهما په وینا د تشریق ورځی دي»

(تفسیر فہم القرآن ص62، تحت هذه الآیة)

ترجمہ: ایامِ معدودات سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ایامِ تشریق ہیں۔

اور ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

«په سورة حج آیت 28 کښې يې أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ ويلي دي او دلته مَعْدُودَاتٍ (نو څه وجه ده؟)

وجه داده چه هلته د ذبح ورځی مراد دي او هغه عربو پېژندلی دي چه د اختر ورځ او د هغې نه وروسته ورځی دي، او دلته د شیطانانو د ویشتو ورځې مراددي، او په دې کښې د جاهلیت والو اختلاف وو... ددې نه دا هم معلومه شوه چه معدودات د اختر د ورځی نه علاوه وروسته درې ورځی مراددي، او معلومات نه د اختر د ورځی سره درې ورځی مراددي، یعنې آخری دیارلسمه ورځ په معلومات کښې نه ده داخله»

(حکمة القرآن 2/345، تحت هذه الآیة)

ترجمہ: سورۃ حج آیت 28 میں "ایامِ معلومات" کہا گیا ہے اور یہاں "معدودات"، تو فرق کیا ہے؟

فرق یہ ہے کہ وہاں ذبح کے دن مراد ہیں، جنہیں عرب جانتے تھے کہ وہ عید کا دن اور اس کے بعد کے دن ہیں، اور یہاں شیطان کو کنکریاں مارنے کے دن مراد ہیں، اور اس میں جاہلیت والوں کا اختلاف تھا... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایامِ معدودات عید کے دن کے علاوہ اس کے بعد کے تین دن ہیں، اور ایامِ معلومات سے عید کے دن کے ساتھ تین دن مراد ہیں، یعنی آخری تیرہواں دن ایامِ معلومات میں داخل نہیں ہے۔

ناظرینِ کرام! آپ خود ان حوالوں کو دیکھیں کہ امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے یہاں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہاں قربانی کے دن مراد نہیں ہیں۔ اور اگر مراد بھی لیا جائے تو ایامِ معدودات میں عید کا پہلا دن شامل

نہیں ہوتا، بلکہ عید کے بعد (یعنی 11 ذوالحجہ) سے اس کی ابتدا ہوتی ہے۔

لیکن غیر مقلدین کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے سیلاب بہا کر لے جارہا ہو، وہ کبھی ایک تنکے کو پکڑتا ہے اور کبھی دوسرے کو، حالانکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، مگر پھر بھی اپنے آپ کو تسلی دیتا رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی غیر مقلدین ایسی چیزوں سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے لیے بالکل غیر مفید ہیں، لیکن پھر بھی اپنے آپ کو اور اپنے ناواقف عوام کو تسلی دینے کے لیے بے جا استدلال کرتے ہیں، سبحان اللہ۔

آٹھواں وسوسہ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ» (مسند أحمد 13/ 316، حديث جبير بن مطعم، و صحيح ابن حبان)

(الحق الصریح ج6 ص198، لأمين الله البشاوری)

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سارا عرفات وقوف کی جگہ ہے، اور بطنِ عرنہ سے ہٹ جاؤ، اور ساری مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے، اور محسر سے ہٹ جاؤ، اور منیٰ کی تمام گھاٹیاں قربانی کی جگہ ہیں، اور ایامِ تشریق کے تمام دن ذبح کے دن ہیں۔

جواب: یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حالانکہ سلیمان کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، اور اس بات کا اقرار امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے بھی عملاً کیا ہے دیکھیے: (الحق الصریح ج6 ص198)

اور اسی طرح زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اقرار کرتے ہیں کہ:

«مسند أحمد والی روایت واقعی منقطع ہے، سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: مرسل یعنی منقطع ہے»

(السنن الکبریٰ 5/239و 9/295)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے:

«سُلَيْمَانُ لَمْ يُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ» (العلل الکبیر 1/313)

(فتاوی علمیہ 2/177)

ترجمہ: سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں پایا۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ انْقِطَاعٌ (زاد المعاد 1/246)

ترجمہ: اس میں انقطاع ہے۔

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لَكِنَّ الْحَدِيثَ مُنْقَطِعٌ لاَ يَثْبُتُ وَصْلُهُ (ایضاً 2/290)

ترجمہ: لیکن یہ حدیث منقطع ہے، اس کا متصل ہونا ثابت نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهُ مَنَاكِيرُ (تہذیب التہذیب 4/227)

ترجمہ: اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ (تہذیب التہذیب 4/227)

ترجمہ: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

پس یہ روایت بالاتفاق منقطع قرار پائی۔

اعتراض: دارقطنی (1/544) میں یہ حدیث موصول ذکر کی گئی ہے اور مزید لکھا گیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

جواب: یہ درست نہیں، کیونکہ ہم کسی کی بات بلا دلیل قبول نہیں کرتے۔ اس سند میں سوید بن عبد العزیز ہے اس کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔

امام ابن معین فرماتے ہیں: لا شیء۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں، اور فرمایا: فيه نظر، یعنی اس سے روایت لینا قابل اعتماد نہیں۔

یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ نے اسے ضعیف الحدیث کہا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسے لین الحدیث کہا۔

اسی طرح امام ترمذی، امام احمد، امام حاکم، امام خلال، امام ابو بکر البزار، اور امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہ سب نے اس کو ضعیف قرار دیا:

وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَقَالَ مَرَّةً: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفٌ، وَقَالَ مَرَّةً: لاَ يَجُوزُ فِي الضَّحَايَا، وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ: رَوَى أَحَادِيثَ مُنْكَرَةً، وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: فِي حَدِيثِهِ مَنَاكِيرُ أَنْكَرَهَا أَحْمَدُ، وَقَالَ مَرَّةً: فِيهِ نَظَرٌ لاَ يُحْتَمَلُ، وَقَالَ النَّسَائِيُّ: لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفٌ، وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ: مَسْتُورٌ، فِي حَدِيثِهِ لِينٌ، وَقَالَ مَرَّةً: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ أَبِيهِ: لَيِّنُ الْحَدِيثِ، فِي حَدِيثِهِ نَظَرٌ، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: قُلْتُ لِدُحَيْمٍ: كَانَ سُوَيْدٌ عِنْدَكَ مِمَّنْ يَقْرَأُ إِذَا دُفِعَ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ... وَقَالَ أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْعِلَلِ الْكَبِيرِ: سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَثِيرُ الْغَلَطِ فِي الْحَدِيثِ، وَقَالَ الْحَاكِمُ أَبُو أَحْمَدَ: حَدِيثُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ، وَقَالَ الْخَلاَّلُ: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَزَّارُ فِي مُسْنَدِهِ: لَيْسَ بِالْحَافِظِ، وَلاَ يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ، وَضَعَّفَهُ ابْنُ حِبَّانَ جِدًّا، وَأَوْرَدَ لَهُ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ۔

(تہذیب التہذیب 4/276)

ابن معین نے کہا: یہ ثقہ نہیں۔ ایک جگہ کہا: کچھ بھی نہیں۔ ایک جگہ کہا: ضعیف ہے...

(باقی تفصیل میں تمام ائمہ نے اسے ضعیف اور نا قابلِ اعتماد قرار دیا ہے)

اسی طرح دار قطنی کی دوسری سند میں "عمرو بن ابی سلمہ" ہے:

امام ابن معین فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: اس کی حدیث سے حجت لینا صحیح نہیں۔

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی حدیث میں وہم ہے۔

امام ساجی فرماتے ہیں: ضعیف ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: اس نے باطل روایات نقل کی ہیں۔

اسی طرح "عمرو بن دینار" والی سند میں احمد بن عیسی الخشاب (کذاب، وضاع) موجود ہے، اور عمرو بن دینار کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔ اور اس سند میں مزید متکلم فیہ رواۃ بھی ہیں۔

مزید یہ کہ یہ روایت مختلف کتب میں اس سند سے بھی مروی ہے:

«سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ»

اس کے بارے میں امام بزار فرماتے ہیں کہ یہ منقطع ہے، کیونکہ عبد الرحمن بن ابی حسین کا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں:

(تلخیص الجبیر ص15، الدرایہ 2/215، نصب الرایہ 4/213)

زبیر علی زئی غیر مقلد بھی لکھتے ہیں:

«یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

1: حافظ البزار نے کہا: وابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم (البحر الزخار 8/364, نصب الرایہ 3/61, التمہید 10/283)

2: عبد الرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے»

(فتاوی علمیہ 2/178)

یہ حدیث جتنے بھی طرق سے مروی ہے، ان سب میں نقص موجود ہے، اور اس کا اعتراف غیر مقلد عالم مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے بھی کیا:

«اس حدیث کے تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے»

(فتاوی علماء حدیث 13/169)

پھر مزید لکھتے ہیں:

«بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیر بن مطعم کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کر دیتے ہیں، حالانکہ جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد پر نہیں بلکہ مؤید ہے»

(فتاوی علماء حدیث 13/171)

مولانا عبید اللہ عفیف صاحب لکھتے ہیں:

«لیکن ان تمام طرق کو علامہ زیلعی اور امام ابن قیم نے منقطع قرار دیا ہے»

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، ص24، 31جولائی، 7اگست 1987ء)

مولانا محمد بشیر بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

«تیسری دلیل امام شافعی کی ہے۔ ان کی دلیل حضرت جبیر بن مطعم ہے جس میں یہ زیادت ہے۔ **وفی کل ایام تشریق ذبح**"

جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے، اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اگر کسی طریق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے، لیکن انقطاع باقی رہتا ہے، کیونکہ کوئی طریق انقطاع سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر کسی طریق کو ترجیح نہ دی جائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ حافظ نے تخریج ہدایہ میں لکھا ہے **واخرجه الدارقطنی من وجهین آخرین موصولین فیهما ضعیف** پس دونوں طرق کی وجہ سے اس حدیث کو تقویت ہو جائیگی۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ طریق کوئی جدید نہیں ہیں بلکہ طرق موجبہ اضطراب ہیں جو سب ضعف میں داخل ہیں اور اگر کوئی کہیے کہ اس باب ابو ھریرہ اور ابو سعید سے بھی روایت ہے کہ

دونوں روایتیں حدیث جبیر بن مطعم کی تقویت کے لیے کافی ہے تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابوھریرہ وابوسعید موضوع ہیں یاشدید الضعف ہے اس لیے تقویت نہیں کرسکتے ہیں اور منقطع و مضطرب جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج13ص178)

حافظ الیاس اثری صاحب لکھتے ہیں:

«یہ سند تو ہم نے تائیداً پیش کی ہے جس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے »

(القول الأنیق ص17)

اعتراض: امین اللہ پشاوری غیر مقلد ایک اور وسوسہ ڈالتے ہیں کہ اگر یہ حدیث منقطع ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا ایک اور تابع بھی موجود ہے، وہ "عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین" ہیں۔ (الحق الصریح ج٦)

جواب نمبر ۱: یہ بہت بڑا تعصب اور مذہبی خیانت ہے کہ اپنے مسلک کے لیے اس قدر بڑی خیانت سے کام لیا جائے۔ چنانچہ خود امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد بھی اس کے بعد یہ اقرار کر چکے ہیں کہ:

«عَلاَّمَةُ زَيْلَعِي فِي نَصْبِ الرَّايَةِ ٣/٦١ کہتا ہے کہ "عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ" کا "جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ" سے ملاقات نہیں ہوئی»

تو پھر یہاں اپنے بدعی مسلک کو ثابت کرنے کے لیے یہ ناکام کوشش کیوں کی جارہی ہے کہ زبردستی اپنے قول کے مطابق منقطع روایات پیش کی جائیں؟

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ راوی کا نام بھی "عبد اللہ بن عبد الرحمن [بن ابی حسین]" بنا دیا گیا (اگرچہ اس میں ایک محدث سے بھی خطا ہوئی ہے، لیکن اصل میں راوی عبد الرحمن ہی ہیں)۔

حالانکہ یہ عبد الرحمن بن ابی حسین (جوکہ ایک مجہول راوی ہیں، ان کی توثیق کسی نے بیان نہیں کی سوائے ابن حبان کے، نہ ان کی تاریخِ پیدائش معلوم ہے اور نہ تاریخِ وفات) ہیں۔ اگر پھر بھی یقین نہیں آتا اور زبردستی اپنے جہل کو ختم کرنا چاہتے ہو، تو جو حوالہ تم نے "نصب الرایہ" میں دیا ہے، اسی سند کو چیک کر لو۔ اس کی سند یوں ہے:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ... إِلَى آخِرِهِ»

(نصب الرایہ ۳/۶۱)

دوسرا حوالہ تم نے ابنِ حبان کا دیا ہے، ابنِ حبان کی سند بھی ملاحظہ کرو:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ... إِلَى آخِرِه» (ابنِ حبان)

قارئینِ کرام..! آپ خود غور کریں کہ ایک شخص حوالہ دینے کے باوجود ایک راوی کو نہیں پہچانتا، علمِ حدیث اور علمِ اسماء الرجال سے ناواقف ہو، اور اپنے مسلک کو نہایت ضعیف، منقطع اور مردود روایات سے ثابت کرنے میں خیانت سے کام لے — کیا وہ مجتہد العصر ہو سکتا ہے...؟؟؟! فیصلہ آپ پر...!

اور پھر مزید آگے لکھتا ہے کہ:

«لیکن طبرانی نے نافع بن جبیر عن أبيه سے نقل کیا ہے، تو انقطاع ختم ہو گیا»

حقیقتِ حال: غیر مقلدین کے کتنے ہی خیانات ہم تمہارے سامنے واضح کر چکے ہیں، اور ان کے اسی طرزِ عمل سے دین میں کتنی بدعات پیدا ہو چکی ہیں...!

امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد نے نصب الرایہ کے جس جلد اور جس صفحہ سے یہ حوالہ دیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، اسی جلد، اسی صفحہ اور اسی علامہ زیلعیؒ (المتوفی: ۷۶۲ھ) نے اس سے صرف ایک سطر پہلے (اوپر) ایک اور بات لکھی ہے، لیکن امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد نے اس سے آنکھیں بند کر لی ہیں، اور اپنے مسلک اور اپنی کتاب کو چمکانے کے لیے، اس حوالہ سے بالکل صرفِ نظر کیا ہے۔

چلیں! میں تمہیں وہ حوالہ پیش کرتا ہوں، پھر تم خود غیر مقلدین کے حال پر غور کرو کہ وہ اپنے مسلک کے لیے کس قدر خیانتیں کرتے ہیں۔ اللهم احفظنا من شرورهم

اس کی حقیقتِ حال علامہ زیلعیؒ (المتوفی: ۷۶۲ھ) امام بزارؒ (المتوفی: ۲۹۲ھ) کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ اس سند میں «نافع بن جبیر» کا واسطہ صرف «سوید بن عبد العزیز» نے بڑھایا ہے، اور یہ «سوید» حافظ نہیں ہے (یعنی اس کی حافظہ کمزور تھی) اور یہ «سوید بن عبد العزیز» حجت پکڑنے کے قابل نہیں جب وہ تنہا ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ کریں:

«قَالَ الْبَزَّارُ: وَرَوَاهُ سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ فِيهِ: عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ، وَهُوَ رَجُلٌ لَيْسَ بِالْحَافِظِ، وَلاَ يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ بِحَدِيثٍ»

(نصب الرایہ ۳/۶۱)

بلکہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اس طرح اقرار کرتا ہے، لکھتا ہے:

روایت نمبر ۳: طبرانی، بزار، بیہقی اور دارقطنی وغیرہ نے «سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ التَّنُوخِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ» کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ (ايام التشريق كلها ذبح) یعنی ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲) حافظ ہیثمی نے کہا: «وَضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الأَئِمَّةِ» اور اسے جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ۳/۱۴۷)

تو خلاصہ یہ ہوا کہ امام بزارؒ (المتوفی: ۲۹۲ھ) کے نزدیک یہ روایت منقطع ہے، اور «سوید بن عبد العزیز» نے جو «سلیمان بن موسیٰ» اور «جبیر بن مطعمؓ» کے درمیان «نافع بن جبیر» کا واسطہ بڑھایا اور اس روایت کو متصل بیان کرنا چاہا، تو محدثین نے اس پر جرح کی کہ وہ خود حافظ نہیں تھا، اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور راوی اس بات کی تائید کرتا ہے۔

اس کے بعد امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ اس روایت کے لیے ایک اور ضعیف شاہد بھی موجود ہے... الخ (الحق الصریح ج ۶ ص ۱۹۸)

شاباش...! صحیح روایات ختم ہو گئیں تو اب ضعیف کے ساتھ چمٹ گئے...؟

صاف اقرار کیوں نہیں کرتے کہ ہمارے اہلِ حدیث کے پاس اس مسئلہ میں (دیگر مسائل کی طرح) صحیح اقوال موجود نہیں، تو ہم تمہارے ساتھ گنجائش کر لیتے، لیکن اپنے مسلک کے لیے حق بات کیوں نہیں کہتے؟ تمہیں دل میں اپنے مسلک کے ضعف کا یقین ہے، مگر یہ بدعی مسلک تمہیں حق کہنے پر مجبور نہیں کرتا، العیاذ باللہ...!

اس کے باوجود غیر مقلدین الٹا ہم احناف پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ احناف حق نہیں کہتے، اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں...!یہ بڑی عجیب بات ہے...!

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے اور پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا ہے، وہ بھی دیکھیں، لکھتا ہے:

روایت نمبر ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ:

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى أَنَّ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ حَدَّثَهُ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ» (سنن الدار قطنی ۴/ ۲۸۸۴، السنن الکبریٰ ۹/ ۲۹۶)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

(۱) اس کا راوی احمد بن عیسی الخشاب سخت مجروح ہے، دیکھئے لسان المیزان (ج ا ص ۲۴۰)

(۲) عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعمؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیہ (ج ۲۷ ص ۳۱۷)

مزید پھر لکھتے ہیں:

"تنبیہ: ایک روایت میں «الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ» کی سند سے آیا ہے کہ:

«عَرَفَاتُ مَوْقِفٌ، وَادْفَعُوا مِنْ عَرَفَةَ، وَالْمُزْدَلِفَةُ مَوْقِفٌ، وَادْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ»

(مسند الشامیین ۳۸۹/ ۲، نصب الرایہ ۶۱/ ۳)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایامِ تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے، لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/۱۷۹)

واہ سبحان اللہ! جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نواں وسوسہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ منیٰ کے تمام دن قربانی کا وقت ہیں۔

[نیل الأوطار للشوکانی]

جواب: امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعیدؒ نے جب اسامہ عن عطاء عن جابر کی یہ روایت سنی تو فرمایا: تم گواہ رہو کہ میں نے اسامہ کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو بالکل ترک کر دیا ہے۔

[تہذیب ۱/۲۰۹]

جواب ۲: اس حدیث میں غیر مقلدین کا عمل بھی نہیں ہے، کیونکہ منیٰ کا آغاز ۸ ذی الحجہ سے ہوتا ہے، تو کیا قربانی کے دن بھی آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ پر عمل کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ حدیث میں «كُلُّهَا» کا لفظ موجود ہے، یعنی منیٰ کے تمام دن۔

جواب ۳: حافظ ابن حجرؒ (المتوفیٰ: ۸۵۲ھ) نے حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثٍ

ترجمہ: ہم اپنی قربانی کے گوشت میں سے تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔

[فتح الباری ۱۰/۲۲، اعلاء السنن ۱۱/۲۳۸]

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قربانی کے دن صرف تین ہی ہیں۔

دسواں وسوسہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ

جواب ۱: اس پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، کیونکہ تکبیراتِ تشریق نویں ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں؛ تو کیا قربانی بھی نویں ذی الحجہ سے شروع ہو گی؟ اور اگر نویں کو اس سے خارج کیا جائے تو حدیث میں موجود لفظ «كُلُّهَا» کی مخالفت لازم آئے گی۔

جواب ۲: اس کی سند میں «معاویہ بن یحییٰ الصرفی» ہے، اور وہ انتہائی ضعیف ہے۔

جواب ۳: اس روایت کی سند میں اضطراب ہے۔

جواب ۴: امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ:

مُعَاوِيَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ هُوَ مَوْضُوعٌ

[اعلاء السنن ۱۷/۲۳۷]

الغرض

غیر مقلدین کے پاس اپنی مدعا پر کوئی صحیح، صریح، مرفوع روایت موجود نہیں جسے وہ دلیل بنا سکیں، بلکہ وہ منقطع اور نہایت ضعیف بلکہ موضوع احادیث کے پیچھے چل رہے ہیں، جن میں نہ خود اجتہاد کی کوئی گنجائش ہے اور نہ وہ کسی کے اجتہاد کو مانتے ہیں؛ لہٰذا یہ ان کی خواہش پرستی پر واضح اور صریح دلیل ہے۔

اور جہاں تک تین دن قربانی کا تعلق ہے، تو یہ مضبوط دلائل کے ساتھ واضح ہو چکا کہ تین دن قربانی جمہور کا مسلک ہے۔ امین اللہ پشاوری صاحب کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسے ایامُ الذبح کہا جاتا ہے، اور یہ جمہور کے نزدیک دسویں ذوالحجہ سے بارہویں تک ہیں۔"

[حکمۃ القرآن ۸/۲۲۸]

غیر مقلدین کے مناظر عبد القادر حصاری صاحب لکھتے ہیں:

"علماء اہلِ اصول نے اصول میں یہ لکھا ہے کہ وجوہِ ترجیح دلائل میں ایک وجہ یہ ہے کہ جس چیز پر جمہور کا اتفاق ہو، وہی معتبر اور راجح ہوتی ہے۔"

[فتاویٰ حصاریہ، ج۵، ص۳۱۶]

الحمدلله رب العالمين فيه كفاية لمن له هداية

خلاصۃ البحث:

الحمدللہ! اس پورے علمی و تحقیقی سفر کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ایامِ قربانی تین ہی ہیں، اور یہی جمہور امت کا موقف ہے دلائل سے بھی، آثار سے بھی، اور تعاملِ امت سے بھی۔

باطل نے اگرچہ اپنے لیے سہارے تلاش کیے، مگر وہ سہارے یا تو کمزور نکلے، یا ٹوٹے ہوئے، یا دعویٰ و دلیل میں عدم مطابقت ثابت ھو گی یا پھر ایسے کہ خود اپنے بوجھ کو بھی نہ اٹھا سکے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں؛ تاریخِ علم میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ:

حق چمکتا ہے تو باطل کی سیاہی مٹتی ہے
نور آتا ہے تو ظلمت کی کہانی مٹتی ہے

جنہوں نے چار دنوں کا دعویٰ قائم کیا، ان کے دلائل کا جب علمی میزان پر وزن کیا گیا تو وہ ٹھہر نہ سکے۔ کبھی سند نے ساتھ چھوڑ دیا، کبھی دلائل نے دعویٰ سے اور دعویٰ نے دلائل سے شکوے اور اجنبیت کا اظہار کیا کبھی متن میں اضطراب ظاہر ہوا، اور کبھی خود اصولِ استدلال ان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔

اس کے برعکس، جمہور کا موقف ایک مضبوط قلعہ کی مانند سامنے آیا — جس کی بنیاد صحیح آثار، معتبر اقوال اور متواتر تعامل پر قائم ہے۔ اور یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان افراط و تفریط سے بچتا ہے۔

وہی چراغ ہے روشن، وہی ہے راہِ ہدایت
جو اہلِ حق نے جلایا، جو اہلِ دل نے بتایا

پس اہلِ انصاف کے لیے اب گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کمزور سہاروں کو چھوڑ کر مضبوط دلائل کو اختیار نہ کرے۔ حق واضح ہو چکا، حجت تمام ہو چکی، اور راہ سیدھی کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ ھمیں اپنی صحیح دین اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر موڑ میں ھم سے اللہ تعالیٰ دین کی خدمت اخلاص بابرکت کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد الرحمن عابد عفی عنہ ۲ مئی ۲۰۲۶ء
مدرسہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
لیاری سر جانی ٹاؤن کراچی

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۷)

احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

”لا یعرف“ جرح مقبول ہے، اور نہیں بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے لکھا:

”قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ جس طرح امام ابو حاتم نے ”لا یعرف“ کے ذریعہ چیز کا انکار کیا ہے، ٹھیک اسی طرح امام بخاری نے بھی ”لا یعرف“ کے ذریعہ ایک چیز کا انکار کیا ہے۔ لیکن چوں کہ امام بخاری کے انکار سے یزید کا دفاع ہو رہا تھا، اس لئے امام بخاری کے انکار پر زبیر علی زئی صاحب دلیل مانگ رہے ہیں۔ جب کہ ابو حاتم کے انکار کو نہ صرف حجت مان رہے ہیں، بلکہ امام ذہبی کے قول کے خلاف اسے بطور حجت پیش کر رہے ہیں!!!“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ صفحہ ۱)

جمہور کے خلاف بعض کی جرح کالعدم بھی ہے، اور مؤثر بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی صاحب کی دو رُخی بتاتے ہوئے لکھا:

”پہلا رُخ: ”ابو غالب نامی ایک راوی پر جرح بھی ہوئی ہے، اور اُن کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب اس راوی کی ایک روایت کو ”سندہ حسن“ قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں: ”ابو غالب جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث راوی ہیں۔“ (مقالات: ۶/۷۷) دوسرا رُخ: ”جمہور کی توثیق کے خلاف ہر جرح مردود ہوتی ہے۔“ (مقالات: ۶/۱۳۲) سوال یہ ہے کہ کسی راوی سے متعلق جب جمہور کے خلاف ہر جرح بالکلیہ مردود ہوتی ہے، تو پھر ”ابو غالب“ ثقہ و صحیح الحدیث کے مرتبے سے گر کر صدوق و حسن الحدیث کیسے ہو گیا، اور اس کی روایت ”صحیح“ کے بجائے ”حسن“ کیوں کر ہو گئی؟؟۔“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۵)

سنابلی نے دوسری جگہ شیخ ندیم ظہیر غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا:

”زبیر علی زئی صاحب امام بزار رحمہ اللہ پر بعض ناقدین کی جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”بزار بذاتِ خود متکلم فیہ ہیں۔“ (فتاوی علمیہ: ج ا ص ۱۲۱، مجلہ اشاعۃ الحدیث نمبر ۲۳ ص ۲۸)...... جس راوی سے متعلق جرح و توثیق دونوں ہوں، وہ حافظ زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک ثقہ تب مانا جاتا ہے، جب جمہور سے اس کی توثیق ثابت ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جمہور نے امام بزار کی توثیق کی ہے، اور جمہور کے خلاف جرح کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: ”جمہور محدثین کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح و تعدیل مرجوح ہوتی ہے۔“ (مقالات ج ا ص ۵۳۱) سوال یہ ہے کہ جب جمہور کی توثیق کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح قبول ہی نہیں، بلکہ مردود ہوتی ہے، تو پھر امام بزار آپ کے استاذ ممدوح کی نظر میں ”متکلم فیہ“ کیسے بن گئے ؟؟۔“

(ندیم ظہیر صاحب کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱۹)

علی زئی اُصول سے نہ کوئی حدیث ”صحیح“ ثابت ہو سکتی ہے، اور نہ ہی ضعیف

شیخ کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں:

”ہم نے امام بخاری کا یہ نقد پیش کیا تو زبیر علی زئی صاحب حد درجہ عجوبہ گوئی کرتے ہوئے اس کی دلیل طلب کرنے لگے۔ ہم نے بار بار وضاحت کی کہ جناب! ناقدین جب اثباتِ سماع یا انکار سماع و لقاء کا فیصلہ کرتے ہیں تو اُن کے اس طرح کے فیصلے حجت ہوتے ہیں، اس معاملے میں ان کے فیصلوں پر دلیل طلب نہیں کی جاتی، اور اگر دلیل طلب کی جانے لگی تو پھر دنیا کی کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف ثابت کرنا محال و ناممکن ہے۔ بلکہ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے اس اصول سے کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف ثابت کر کے بتائیں، لیکن زبیر علی زئی صاحب نے ہمارے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا، بلکہ اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۱۴)

سنابلی صاحب نے کہا: ”ان کے فیصلوں پر دلیل طلب نہیں کی جاتی۔“ یعنی محدثین کے فیصلے بلا دلیل مانے جاتے ہیں۔ اور غیر مقلدین کی کتابوں میں یہ بات بھی درج ہے کہ بلا دلیل کسی کی بات ماننا ”تقلید“ ہے۔ جس کا

مطلب یہ ہوا کہ تقلید بہت بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر کسی حدیث کو نہ تو صحیح ثابت کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی ضعیف۔

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

> ”یاد رہے کہ کہ ائمہ نقاد کا یہ کہنا: فلاں نے فلاں سے سنا نہیں۔ فلاں کی فلاں سے ملاقات نہیں یا اس طرح کے فیصلے دینا حجت و دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ جب ہم کسی سند کو منقطع بتلاتے ہیں تو کسی امام سے محض یہ قول نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ اس راوی نے فلاں راوی سے نہیں سنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہاں پر یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ ناقد کے فیصلے کی سند پیش کرو، یعنی اس نے جو یہ کہا ہے کہ فلاں نے فلاں سے نہیں سنا تو اس کی سند پیش کرو، کیوں کہ یہ فیصلہ ایک ناقد کا ہے، اور ائمہ نقاد کے اس طرح کے فیصلے بجائے خود دلیل ہوے ہیں۔ خود موصوف کی تحقیقی کتب سے ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، جہاں انقطاع سند کا حکم لگایا گیا ہے، اور دلیل میں کسی ناقد امام کا اپنا قول ہی پیش کیا گیا ہے۔“
>
> (یزید بن معاویہ...... صفحہ ۷۹،۷۸)

مذکورہ عبارت سنابلی کے رسالہ ”ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم ۱۵“ پہ بھی ہے۔

سنابلی صاحب آگے لکھتے ہیں:

> ”الغرض امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک خاص مقام پر دو صحابہ کی عدم ملاقات کی جو بات کہی ہے تو اس بات کا تعلق محدثین و ناقدین کے فن سے ہے۔ محدثین و ناقدین کو یہ اتھارٹی حاصل ہے کہ وہ دو رواۃ کے مابین عدم سماع یا عدم معاصرت یا عدم لقا کی صراحت کریں اور محدثین کے اس طرح کے اقوال کی بنیاد محدثین کی فنی مہارت ہوتی ہے، لہٰذا محدثین اپنے فن کی بات کہیں تو یہ حجت ہے یہاں محدثین سے سند کا مطالبہ مردود ہے ...... ہم بھی حافظ موصوف سے مطالبہ کرتے ہیں آں جناب نے جہاں جہاں بھی سند کے انقطاع پر ناقدین کے حوالے سے تاریخِ وفات یا تاریخ پیدائش کے اقوال پیش کئے ہیں، ان اقوال کی سند صحیح پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان اقوال میں جو بات ہے، اس کی بھی سند صحیح پیش کریں!! اگر اس طرح کے اقوال میں براہ راست ناقدین سے سند کا مطالبہ درست ہے تو ہمارا دعوی ہے کہ عام کتب

حدیث تو دُور کی بات، سنن اربعہ کی کوئی ایک حدیث بھی صحیح یا ضعیف ثابت نہیں کی جا سکتی ...... میرے خیال میں اس اُصول کے تحت دیگر کتب تو دُور کی بات سنن اربعہ ہی سے کسی ایک بھی حدیث کو صحیح یا ضعیف ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو صرف ایک حدیث کی تحقیق ناقدین سے بسند صحیح ثابت اقوال نیز ناقدین کے اقوال میں جو بات ہے اس کی بھی سند صحیح پیش کر کے دکھلایا جائے، بارک اللہ فیکم۔"

(یزید بن معاویہ صفحہ ۸۱،۸۰)

سنابلی کی اس عبارت کو ان کے رسالہ "ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۱۵، ۱۴" میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

غلط بات پہ اَڑنا یا اس کی بھونڈی تاویل کرنا

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے علی زئی کا رد کرتے ہوئے لکھا:

"صرف نام نہاد اعلان کرتے پھرنا ہے کہ کوئی بھی ہماری غلطی بتائے گا تو اعلانیہ رجوع کریں گے۔ ایسے اعلانِ رجوع کا مطلب ان کے یہاں صرف یہ ہوتا (ہے) کہ کل ان کی رائے بدل گئی تو یہ اس کا اعلان کر دیں گے یا ان کے ہم مشرب اور چہیتے نے ان کے کان میں ان کی کسی غلطی کی طرف اشارہ کر دیا تو اس سے رجوع کر لیں گے۔ لیکن اگر کسی مخالف نے دورانِ بحث ان کی کسی غلطی اور چوک پر گرفت کر لی تو حق پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے قبول کرنے کی بجائے یا تو اپنی غلط بات پر اَڑے رہیں گے یا اس کی کوئی بھونڈی تاویل کریں گے۔"

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب، حصہ دوم صفحہ ۲۲)

ایک ہی سند ایک جگہ ضعیف اور دوسری جگہ صحیح

شیخ کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں:

"ندیم ظہیر صاحب کو آئینہ دکھانے کا بڑا شوق ہے، اس جوابی تحریر میں بھی ہم ان کے اس شوق کی پوری رعایت رکھیں گے، ان شاء اللہ۔ یہ بے چارے دوسروں کی عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر نام نہاد تضاد دکھلانے کی بڑی کوشش کرتے ہیں، جب کہ ان کا اپنا حال ہے کہ یہ لوگ صرف راوی ہی نہیں، بلکہ ایک سند کو ایک جگہ ضعیف ثابت کرتے ہیں، اور دوسری جگہ

بالکل اسی سند پر "سندہ صحیح" کا ٹھپہ لگا دیتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو......۔"

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱)

سنابلی صاحب نے آگے مثال پیش کرتے ہوئے لکھا:

"پہلا رُخ: ☆ الکامل لابن عدی میں ایک قول مع سند اس طرح ہے: " سمعت موسى بن القاسم بن موسى بن الحسن بن موسى الاشيب يقول، حدثني ابو بكر، قال : سمعت ابراهيم الاصبهاني يقول: ابو بكر بن ابی داود كذاب۔" [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ت عادل و علی ۵/۴۳۶] اس سند کے بارے میں ندیم ظہیر صاحب کے استاذ ممدوح زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: "اس روایت کا راوی ابو بکر یا بن بکر نامعلوم ہے، لہٰذا یہ جرح بھی ثابت نہیں ہے۔" [مقالات: ۴/۳۸۰]
دوسرا رُخ: ☆ الکامل لابن عدی ہی میں ایک دوسرا قول بالکل اسی سند سے اس طرح ہے: " سمعت موسى بن القاسم بن موسى بن الحسن بن موسى الاشعث يقول، حدثني ابو بكر ، قال : سمعت ابراهيم الاصبهاني يقول: ابو بكر بن ابی يحی كذاب۔" [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ت عادل و علی ۱/۳۲۱] اس سند کے بارے میں ندیم ظہیر صاحب کے استاذ ممدوح زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: ""سندہ صحیح" [مقالات ۵/۵۵۲] قارئین! ملاحظہ فرمایا آپ نے! قائل ایک ہی، قول بھی ایک ہی، اور سند بھی ایک ہی، اور کتاب بھی ایک ہی ہے لیکن ایک ہی سند کو ایک جگہ ضعیف ثابت کیا گیا، اور دوسری جگہ عین اسی سند کو ڈنکے کی چوٹ پر ""سندہ صحیح" کہا گیا! ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے!!۔"

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۱)

حاطب اللیل شخص کی بات قابل تسلیم ہے، اور نہیں بھی

امام سیوطی رحمہ اللہ کی ایک بات شیخ زبیر علی زئی کے خلاف آئی تو انہوں نے انہیں "حاطب اللیل"

قرار دے کر اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی نے جب اس پر احتجاج کیا، تو علی زئی کے شاگرد نے کہا علامہ سیوطی کو ""**حاطب الليل**" صرف شیخ زبیر علی زئی نے نہیں کہا بلکہ ان کا "**حاطب الليل**" ہونا اہلِ علم میں معروف ہے۔ تب سنابلی نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

"اہلِ علم نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کو بھی "**حاطب الليل**" کہا ہے۔ پھر آپ کے استاذ صاحب نے انہیں "**حاطب الليل**" کیوں نہیں کہا؟ اس لئے کہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان کے مطلب کی بات کی ہے۔"

(ندیم ظہیر کی دوسری تحریر کا جواب صفحہ ۴)

حدیث کی صحت کے متعلق علامہ ابن حزم کی طرف غلط نسبت

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"سب سے پہلے تو ہم یہ واضح کر دیں کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی میں محولہ مقام پر جس روایت کو صحیح کہا ہے، وہ اس طرح ہے: **ومن طريق احمد بن شعيب انا عمرو بن على نايحى بن سعيد القطان عن سفيان الثورى عن ابى اسحاق، عن ابى الاحوص، عن عبد الله بن مسعود قال: طلاق السنة ان يطلقها طاهرا من غير جماع، وهذا فى غاية الصحة عن ابن مسعود ۔** "عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: طلاقِ سنت یہ ہے کہ عورت کو طہر کی حالت میں بغیر ہم بستری کے طلاق دے، (ابن حزم کہتے ہیں) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حد درجہ صحیح ہے۔" قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں! ابن حزم رحمہ اللہ جس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں، اس میں تین بار طلاق دینے کی بات نہیں ہے، بلکہ صرف ایک ہی بار طلاق دینے کی بات ہے، اور یہ چیز عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالکل ثابت ہے، جیسا کہ ابو اسحاق السبیعی کی مصرح بالسماع والی روایت ہے۔ **کما مضی**۔ اس کے بعد اس کے آگے امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اعمش کی تین طلاقوں والی روایت بھی پیش کی ہے، مگر اسے صحیح قطعاً نہیں کہا ہے، بلکہ یہ روایت

اس صفحہ (۱۷۲) پر موجود ہی نہیں ہے جس کا حوالہ مرحوم حافظ زبیر علی زئی صاحب نے دیا ہے۔ بلکہ یہ اگلے صفحہ (۱۷۳) پر موجود ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے موصوف سے چوک ہوئی ہے، کیوں کہ انہوں نے سنن نسائی والی جس روایت سے متعلق امام ابن حزم رحمہ اللہ کی تصحیح کے لئے المحلی کے جس صفحے کا حوالہ دیا ہے، وہاں یہ روایت ہے ہی نہیں، بلکہ دوسری روایت موجود ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۳)

شواہد کا دعوی، مگر وہ شواہد کہاں ہیں!؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"طلاقِ سنت یہ ہے کہ طہر کی حالت میں جماع کئے بغیر ایک طلاق دی جائے، پھر جب وہ حیض کے بعد پاک ہو تو اسے دوسری طلاق دے، پھر جب اسے حیض آئے، اور وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اسے تیسری طلاق دے دے، پھر اس کے بعد وہ عورت ایک حیض عدت گزارے۔ "[نسائی ۶/ ۱۴۰، رقم: ۳۳۹۴، السنن الکبری للنسائی (۵/ ۲۴۹) **واخرجه ایضا ابن ماجة فی سننه** (رقم: ۲۰۲۱)، **وابن ابی شیبه فی مصنفه** (۴/ ۵۸) **والطبرانی فی المعجم الکبیر** (۹/ ۳۲۱)، **والدار قطنی فی سننه** (۵/ ۹، رقم: ۳۸۹۱)، **والبیهقی فی سننه** (۷/ ۵۴۳)، **کلهم عن طریق حفص بن غیاث به**، بحوالہ احکام طلاق صفحہ ۶۱۷، ۶۱۸)

اس حدیث کی سند میں ابو اسحاق راوی کا عنعنہ ہے اور یہ چیز شیخ زبیر علی زئی کے اُصول میں وجہ ضعف ہے۔ جب کہ انہیں یہ بھی مطلوب تھا کہ یہ حدیث مقبول ثابت ہو جائے۔ انہوں نے اس حدیث پر "حسن" کا حکم لگا دیا، اور ابو اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے جو ضعف آرہا تھا، اس کے ازالہ کے لئے کہا: اس حدیث کے شواہد موجود ہیں یعنی اس کی سند تو ضعیف ہے، مگر شواہد کی وجہ سے "حسن" کا درجہ حاصل کر گئی۔

چنانچہ انہوں نے لکھا:

"حسن ...... **وللحدیث شواهد عن ابن ابی شیبة** وغیرہ...... اور ابن ابی

شیبہ وغیرہ کے یہاں اس حدیث کے شواہد ہیں۔“

[تخریج سنن النسائی، مطبوعہ دار السلام (ص: ۲۸۴م رقم: ۲۴۲۳)]

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی کی مذکورہ بات کا رد کرتے ہوئے لکھا:

”موصوف نے بعض شواہد کو ابن ابی شیبۃ وغیرہ کی طرف منسوب کرکے اس کی بنیاد پر اس روایت کو حسن کہا ہے۔ عرض ہے کہ ابن ابی شیبہ ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں کتبِ احادیث و آثار کے جتنے بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرے موجود ہیں، کسی میں بھی اس روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے، نہ صحیح سند سے، نہ ضعیف سند سے، بلکہ موضوع و من گھڑت سند سے بھی اس کا کوئی شاہد دنیا کے کسی کونے میں وجود نہیں رکھتا۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۴)

یہاں علی زئی صاحب اس حدیث کو حسن ثابت کرنے کے لئے جتن کر رہے ہیں، جب کہ اپنی دوسری کتاب میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”اسناده ضعيف / جہ: ۲۰۲۰، ۲۰۲۱ابو اسحاق عنعن۔“

[انوار الصحیفۃ ضعیف سنن النسائی (ص: ۳۷۴)]...... ضعیف سنن ابن ماجہ (ص: ۴۵۱)]

ترجمہ: اس کی سند ضعیف ہے، یہ ابن ماجہ حدیث: ۲۰۲۰، اور حدیث: ۲۰۲۱ میں بھی ہے۔ ابو اسحاق نے اسے عن سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ علی زئی نے نسائی کی تخریج میں اس حدیث کو ”حسن“ قرار دینے کے لئے جو جتن کیا، وہ انوار الصحیفۃ میں کام نہ آیا، اس لئے جو حدیث پہلے حسن کا درجہ پا چکی تھی، وہ اَب ضعیف حدیثوں میں شامل ہو گئی۔

نسائی اور ابن ماجہ کی صحیح روایت کو ضعیف قرار دے دیا

شیخ کفایت اللہ سنابلی نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی بابت لکھا؛

”موصوف نے یہ بہت اچھا کام کیا کہ اپنی غلطی سے رجوع کر لیا، اور جس مردود روایت کو حسن کہا تھا اسے ضعیف تسلیم کر لیا، لیکن افسوس کہ اس مردود روایت کو ضعیف کہنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سنن نسائی، اور ابن ماجہ والی اس روایت کو بھی ضعیف کہہ دیا جس میں

ایک طلاق کا ذِکر تھا، جب کہ یہ بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، کیوں کہ ان الفاظ والی روایت میں ابو اسحاق السبیعی نے امام اسماعیل القاضی اور امام طبرانی کی سند میں سماع کی صراحت کر دی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۴)

جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے منہج پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کے میدان میں بعض مقامات پر جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت کر کے اپنے تفردات کو پیش کیا ہے۔ یاد رکھئے تحقیق میں تفردات کا ہونا کوئی عجیب و معیوب بات نہیں، بلکہ بہت سے کبار علماء کے تفردات معروف ہیں۔ تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیق کے میدان میں چند معروف تفردات درج ذیل ہیں۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۵۹)

اس عبارت میں اعتراف ہے کہ شیخ زبیر علی زئی نے جمہور محدثین کے منہج کی مخالفت کر کے راہِ تفرد اختیار کی۔ مزید یہ کہ مقالہ نگار قارئین کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ جمہور محدثین کے منہج سے تفرد اختیار کرنا کوئی معیوب چیز نہیں۔

علی زئی کا یہ اصول جمہور محدثین میں سے کسی سے ثابت نہیں

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے تفردات کو بیان کرتے ہوئے "اکثریت کو فوقیت" عنوان قائم کر کے لکھا:

"یہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ کا اہم بنیادی اُصول ہے جو احادیث میں ان کے تحقیقی منہج و انداز کو سمجھنے میں کافی مدد کرتا ہے۔ یہ اُصول جمہور محدثین میں سے کسی نے بھی نہیں اپنایا۔ صرف حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے حامی ہیں۔ جیسا کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دار و مدار محدثین کرام پر ہے جس حدیث کی صحت یا راوی کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً و حتماً صحیح ہے، اور راوی بھی یقیناً و حتماً ثقہ ہے۔ اور اسی طرح جس حدیث کی تضعیف یا راوی کی جرح پر محدثین کا اتفاق ہے وہ یقیناً اور حتماً مجروح

ہے۔ جس حدیث کی تصحیح یا تضعیف اور راوی کی توثیق و تجریح میں محدثین کا اختلاف ہو (اور تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو) تو ہمیشہ اور ہر حال میں ثقہ ماہر اہل فن محدثین کی اکثریت کی تحقیق اور گواہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳)

مقالہ نگار نے اس جگہ علی زئی کی مذکورہ عبارت کے ثبوت میں ماہ نامہ الحدیث شمارہ نمبر ۳، اگست ۲۰۰۴ء ، صفحہ ۶ کا حوالہ دیا ہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے مذکورہ اُصول اپنانے کی وجہ سے علی زئی پارٹی کے فرد شیخ ندیم ظہیر کو یوں خطاب کیا:

"حضرت! ہر مدلس کے ساتھ عن عن کا رٹا لگانے اور ناقدین کے اقوال کے ذریعے ووٹنگ کرتے ہوئے جمہور جمہور کی گردان سے کبھی فرصت ملے تو ظاہر پرستی کے خول سے نکل کر مصطلح الحدیث اور جرح و تعدیل کے اُصولوں کو بھی سیکھنے کی کوشش کریں۔"

(ندیم ظہیر صاحب کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب حصہ دوم صفحہ ۶)

جمہور محدثین کی مخالفت کا اک اور نمونہ کہ خبر واحد "یقین" کا فائدہ دیتی ہے

مقالہ نگار جناب عبد المنان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خبر واحد اگر صحیح سند سے ہم تک پہنچی ہو تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس خبر واحد سے جملہ احکام شرعیہ، عقائد و صفات ثابت کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں: "معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلافِ قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل و مردود اور گمراہی ہے۔" [مقالات، ص:۱۵۸] اس مسئلہ میں بھی حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور سے ہٹ کر موقف اختیار کیا۔ جب کہ جمہور کے نزدیک خبر واحد علم ظنی کا فائدہ دیتی ہے۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۱۶۴)

علی زئی نے احادیث کی جانچ وپڑتال میں محدثین سے الگ راہ کا انتخاب کیا

شیخ خبیب اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”پاکستان کے ایک مشہور اور نامور محقق کا تحقیقِ حدیث میں کیا منہج تھا؟ اس کا جائزہ لینے کے لئے ہم نے ان کی کتاب ”**انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة**“ کا مطالعہ کیا، جو سنن اربعہ کی تحقیق کے حوالے سے ان کی بیس سالہ محنت کا ثمر ہے۔ کوئی بھی منصف مزاج انہیں ان کی محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کاش وہ احادیث کی جانچ پڑتال محدثین کے راجح اُصولوں پر کرتے، مگر انہوں نے ان سے جُدا راہ کا انتخاب کیا۔ بنابریں ان کی تحقیق جمہور محدثین سے مختلف ہے۔ انہوں نے کن کن اُصولوں میں اکثر علماء کی مخالفت کی، اور اپنی رائے کو بدونِ دلیل قوی ترجیح دی۔“

(مسئلہ تدلیس اور منہج محدثین صفحہ ۱۵۴، ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد)

(جاری)

متعلم حسنین خان حفظہ اللہ، مدرسہ انس بن مالک پشت تحصیل بلڈنگ تحت بھائی (آخری قسط)

مختصر تحقیق مسئلہ علم غیب، فوائد صفدریہ کی روشنی میں

(دلیل نمبر 04)

پارہ ۹ رکوع ۱۳ آیت ۱۸۸ سورہ الاعراف (قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا.....لقوم یؤمنون)

فوائد صفدریہ

مولوی محمد عمر صاحب کا اس آیت سے غلط استدلال

مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں لکھا کہ حنفی کہتے ہیں کہ آپؐ کو علم غیب نہیں اور میں کہتا ہو کہ آپ صلہ کو غیب کا علم تھا میں اس آیت سے ثابت کرتا ہوں اس کی تقریر یو کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں خیر کثرت سے حاصل کرتا تو آپؐ سے بڑھ کر خیر کس نے حاصل کی آپؐ سے بڑھ کر نیکیاں کس کی ہے تو معلوم ہوا کہ غیب جانتے ہے۔

جواب:

مولانا محمد سر فراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے کتاب ازالتہ الریب میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

سر فراز خان صفدر صاحب فرماتا ہے میں نے کہا مولوی صاحب ہوش میں رہیں یہاں خیر کا تقابل بدی اور شر سے نہیں یہاں تقابل سوء سے ہے معنی یہ کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے تکلیف سے بچنے کیلئے انتظام پہلے کر لیتا اگر مجھے غیب ہوتا تو غزوہ احد کے موقع پر عتبہ بن ابی مجھے پتھر کیوں مارتا، میر ادانت کیوں شہید ہوتا، مجھے معلوم ہوتا کہ عبداللہ ابن ابی مجھ پر تلوار چلاتا ہے تو میں پہلے نہ دفاع کر لیتا۔

(دلیل نمبر 05)

سورة هود (ولله غيب السموات والارض واليه يرجع الامر كله فاعبده وتوكل عليه)

فوائد صفدریہ

پچھلی سورہ کے اختتام پر ہم نے یہی بحث کی غیب کلی کا مالک اللہ وحدہ لاشریک ہے اللہ کے پیغمبر کی بڑی شان اور بےحصیب ہوتی ہے مگر وہ بھی اپنے معاملات میں اللہ پر ہی توکل و بھروسہ کرتے ہیں اس سورہ میں بیان

ہونے والے واقعہ میں دو عظیم المرتبت پیغمبر بھی لاعلم اگر یہ دونوں غیب کا علم رکھتے تو اس سارے واقعہ میں ان دونوں پیغمبروں کو جو تکالیف اور مصائب پہنچے اس کے سدباب کیلئے یہ دونوں کوئی کاروائی نہ کر لیتے۔

دلیل نمبر 06

پارہ 21. رکوع 13. آیت 34. سورہ لقمان

آیت (ان اللّٰہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث.......... ان الله علیم خبیر)

فوائد صفدریہ

یہاں تفسیر المنار تفسیر روح المعانی تفسیر معالم التنزیل تفسیر خازن وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ عامر بن حارث ایک شخص کا نام ہے اس نے آنحضرتؐ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا:

(1) کہنے لگا کہ مجھے یہ بتلائیں کہ قیامت کب آئے گی؟

(2) یہ بتلائیں کہ میں نے زمین کاشت کی ہے بارش کب ہو گی؟

(3) میری بیوی امید سے حاملہ ہے بتائیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ کالا ہو گا یا گورا؟ نیک ہو گا یا بد؟

(04) میں آج کے کام کو تو جانتا ہوں مگر کل میں کیا کروں گا؟

(05) وہ زمین تو مجھے معلوم ہے جس میں پیدا ہوا ہوں مجھے بتائیں کہ مروں گا کہاں؟

یہ پانچ چیزوں کے بارے میں عامر بن حارث نے سوال کیا اللہ تعالی نے اس موقع پر یہ ارشاد نازل فرمایا کہ قیامت کا علم بھی اس کو ہے یہ بھی کہ بارش کب نازل کرے گا ارحام میں کیا ہے کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کوئی کیا کرے گا کوئی نہیں جانتا اور یہ کہ کوئی بھی شخص کس زمین میں مرے گا۔

ملا علی قاری (رح) مرقاہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اور بھی دیگر مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ تمام ارحام کا علم (یعنی کلیات کا علم) اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ کلیات میں بعض چیزیں وحی کے ذریعے سے معلوم ہوں تو قطعی ہے کشف والہام کے ذریعے سے معلوم ہوں تو ظنی ہیں لیکن وہ صرف بعض ہے قطعی چیز جو ہے وہ صرف پروردگار کو معلوم ہے کلیات کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ اور یہ کلیات, جزئیات کا فرق کیوں کرتے ہیں؟ قاعدہ یہ ہے کہ الف لام جمع کے صیغے پر داخل ہو تو جمعیت کا معنی نہیں رہتے تمام نحاۃ متفق ہے کہ الف لام استغراق کا فائدہ دیتا ہے ارحام رحم کی جمع ہے الف لام اس پر داخل ہوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ تمام امور کا جاننا

صرف رب کا کام ہے جزئیات جو تم نے پیش کی ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں تمھیں تفسیر روح المعانی، تفسیر ابو السعود، تفسیر مدارک، اور تفسیر مظہری وغیرہ میں ملے گا کہ ابو جعفر منصور عباسیوں کا پہلا خلیفہ اس نے خواب دیکھا کہ خواب میں ملک الموت اس سے ملا اور منصور نے اس سے پوچھا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں کتنا عرصہ زندہ رہوں گا اس نے یوں پنجہ کھڑا کر دیا۔ اھل تعبیر سے تعبیر دریافت کی تو کسی نے کہا پانچ برس۔ کسی نے کہا پانچ مہینے۔ کسی نے کہاں پانچ دن۔ امام ابو حنیفہ (رح) سے دریافت کی گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف کہ یہ پانچوں چیزیں سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 07

پارہ 23 رکوع 14 آیت 69 سورہ ص (آیت ما کان لی من علمه بالملا الاعلی اذ یختصمون)

فوائد صفدریہ: ص ۴۵۰-۴۵۱

اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اسکا جواب

ایک حدیث میں آتا ہے جو مشکوۃ و ترمذی میں ہے اور تفسیر خازن نے اس مقام پر اور تفسیر در منثور نے ساتویں پارے میں اس پر خاصی بحث کی ہے (و کذلک نری ابرھیم ...الخ) (الانعام:75)

اور ہم اس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے۔ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالی نے مجھ سے پوچھا اے محمدؐ فرشتے ملا اعلی میں کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اے میرے رب مجھے علم نہیں اللہ نے دست قدرت میری چھاتی پر رکھا تو سب چیزے میرے لیئے روشن ہو گئیں۔ اس روایت سے اہل بدعت نے علم غیب پر استدلال کیا ہے۔ مبسوط بحث ہم نے اپنی کتاب ازالتہ الریب میں کر دی ہے۔

پہلے تو میں نے امام بخاری کے خوالے سے اس کے بارے میں نقل کیا کہ حدیث مضطرب فیه نظر امام ترمذی جو متساھل فی الحدیث ہیں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے پہلے تو حدیث ہی میں اضطراب ہے۔ پھر ایک بات میں نے یہ لکھی کہ اگر اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی کل شیء سے سب چیزیں مراد نہیں بلکہ وہ چیزیں مراد ہیں جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے جن کا پہلے علم تھا یہ چیزیں بتلائیں۔ مبسوط بحث ازالتہ الریب میں ہے اس میں دیکھیں۔

دلیل نمبر08

فوائد صفدریہ: صفحہ ۵۴۶

آپؐ کا شہد پینے کا واقعہ:

(شان نزول):. سورہ تحریم کے ربط کا سمجھنا شان نزول پر موقوف ہے- شان نزول یہ ہے کہ چونکہ آپؐ کو یہ شہد طبعی طور پر پسند تھا آپ (صلعم) نے ام المؤمنین حضرت زینب (رض) کے گھر سے شہد کھالیا آپؐ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے اور اہل خانہ کا حیال دریافت فرماتے ام المومنین حضرت عائشہ (رض) اور حفصہ (رض) نے آپس میں مشورہ کیا کہ آج حضور آئیں گے تو ہم نے ان سے کہیں گے کہ آپؐ نے معافیر کھایا ہے جب آپؐ تشریف لائے تو حفصہ (رض) نے کہا کہ **اکلت المغافیر** تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں قسم بھی کھائی کہ (**والله لا اشرب ولا اکل عسلا**) لیکن آپؐ نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات کسی کو بتلانا نہیں وہ بھی مجبور تھیں کیونکہ ان اور ام المومنین عائشہ کی بات ایک تھی انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رض) کو بتلایا- بعد میں آنحضرتؐ کو بذریعہ وحی کے پتہ چلا تو آپ نے حضرت حفصہ (رض) سے فرمایا کہ اے حفصہ (رض) تم نے وہ بات عائشہ (رض) کو بتادی ام المومنین حضرت حفصہ (رض) نے کہا کہ آپؐ کو کس نے بتایا آپ (صلعم) نے فرمایا (**نبانی العلیم الخبیر**) پھر اسکے بعد آپؐ نے شہد استعمال کیا اور قسم کا کفارہ دیا۔

آپؐ عالم الغیب نہیں

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیویوں کا عقیدہ یہ نہ تھا کہ آپؐ کو غیب کا علم ہے ورنہ وہ مشورہ کیوں کرتیں پھر یہ کیوں پوچھتی (**من انباک ھذا**) آپ کو کس نے بتایا آپؐ نے جواب میں فرمایا (**نبانی العلیم الخبیر**) یہ نہیں فرمایا تمھیں پتہ نہیں ہم عالم الغیب ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر09

پارہ29 رکوع12 آیت26,27 سورہ الجن

(آیت) **عالم الغیب فلا یظھر** ....(26)..........**ومن خلفه رصدا**(27)

فوائد صفدریہ

احمد رضاخان صاحب کا اس آیت سے استدلال

احمد رضاخان نے اپنی کتاب خالص اعتقاد میں اور اسکے بعد دیگر کتابوں میں اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آپ کو کلی علم غیب تھا کہتے ہیں کہ عالم الغیب نہیں مسلط کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر مرتضی من الرسول تو آنحضرت ؐ پسندیدہ چنے پیغمبر تو ہے نا اس میں تو شک نہیں تو جب مرتضی من الرسول ہوئے تو غیب پر مسلط اللہ نے کر دیا کلی غیب کا علم ہے. وہ یظھر کا معنی کرتے ہیں مسلط کر دیا۔

ہم نے مفصل بحث اپنی کتاب ازالتہ الریب میں کی ہے۔ یہاں دو تین باتیں میں عرض کرتا ہو آیت کی سمجھانے کی حد تک۔ ایک یہ کہ اس غیب سے کیا مراد ہے ؟ اگر غیب سے مراد امور غیبیہ بعض غیب، غیب کی خبریں تو امنا وسلمنا اور اگر اس مراد کلی غیب ہے کہ غیب کہ ایک فرد بھی خارج نہ ہو تو یہ باطل ہے۔

(1) اولا اس لئے باطل ہے کہ یہ سورہ الجن نزول کے اعتبار چالیسویں نمبر پر ہے اور مکی سورہ ہیں پورے قرآن ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں تو یہ سورہ الجن چالیسویں نمبر پر اتری تو ابھی تو پورا قرآن جو غیب ہے وہ نہیں آیا سورہ البقرہ سورہ آل عمران سورہ توبہ جیسی سورتیں جو مدنی سورتیں ہیں وہ سب ابھی تک نہیں اتریں تھیں تو کیا وہ پہلے ہی آپ ؐ کو بتا دی گئیں اگر کلی غیب مراد ہو تو باطل ہے۔ اس لئے کہ اس سورہ کے بعد قرآن کی لمبی لمبی سورتیں اتریں وہ بھی تو غیب کا حصہ ہے۔

(02) دوسری بات یہ ہے اس آیت سے پہلے ہے (قل ان ادری اقریب ما توعدون) آپ ؐ فرما دیں میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ جو تم سے وعدہ کیا ہے وہ جس کا تم سے وعدہ سے کیا جا رہا ہے یا اس کیلئے کوئی میعاد ہے اب اگر آگے والی آیت یہ مطلب لیں کہ کلی غیب جانتے ہیں تو ان دونوں آیتوں کے درمیان تعارض ہو گیا اس لئے کہ پہلے ہے کہ آپ فرما دیں کہ میں نہیں جانتا اور آگے والی آیت کا مطلب ہو اکہ سب کچھ جانتا ہے ان دونوں آیتوں میں تو تعارض ہو گیا۔

(03) تیسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں نفی ہے تو سورہ توبہ میں ہے ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم (التوبہ 101)

ان منافقین کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں

(04)چوتھی بات یہ ہے کہ علامہ آلوسی (رحمہ اللہ)الا کے استثناء کو منقطع قرار دیتے ہیں معنی کرتے ہیں کہ عالم الغیب ہے اپنے غیب خصوصی پر کسی کو مطلع نہیں کرتے **لکن من الرتضی من الرسول** لیکن جس رسول پر راضی ہو پس بیشک اس کے آگے اور پیچھے پہرے لگا کر اس پر وحی اتارتا ہے۔

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258